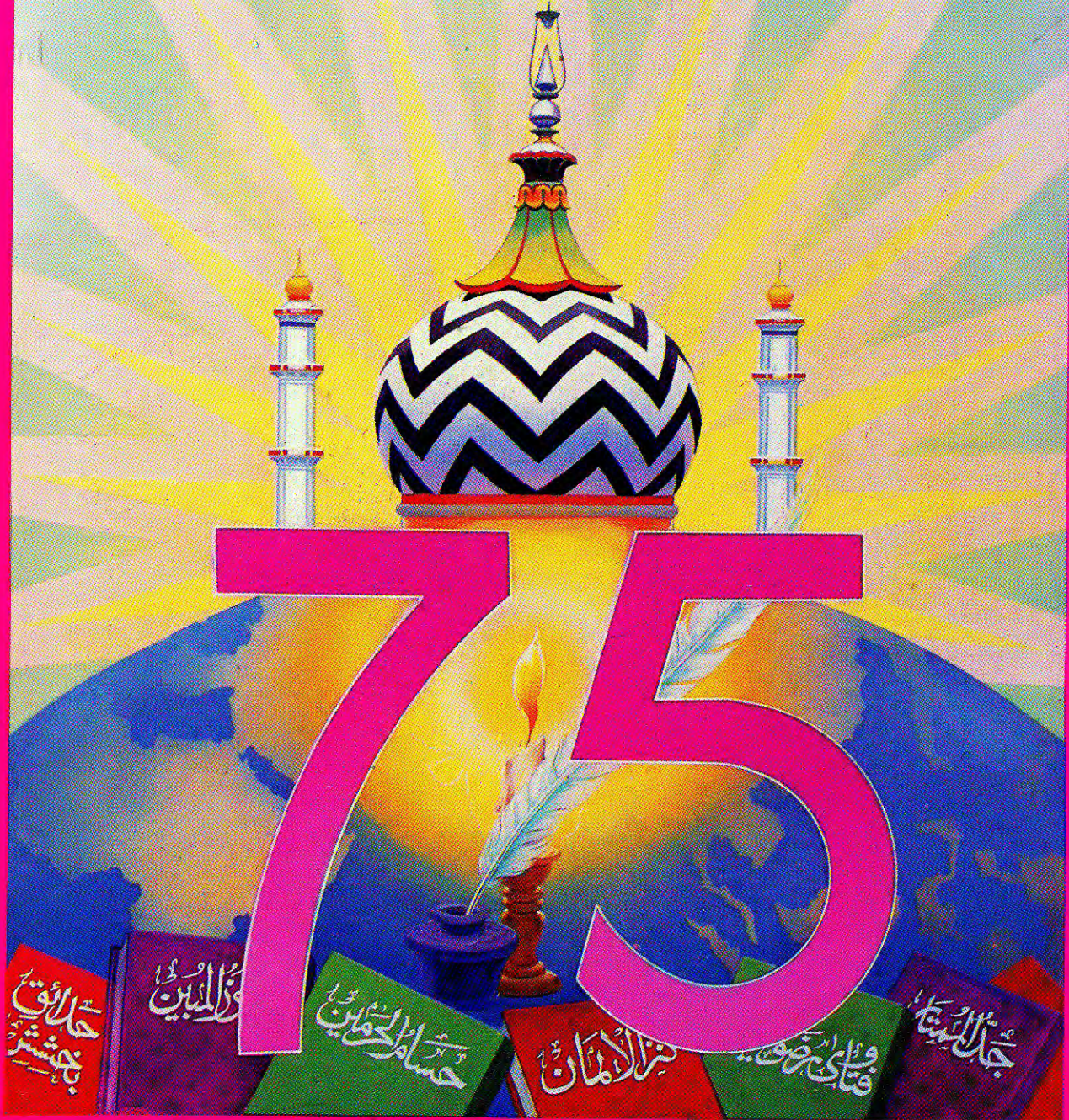


الْحَقُّ يَأْتِي بِالنُّورِ وَفِيهِ نَارُ الْبَرِّ



اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا ۷۵ واں سالانہ عرس ۲۵ صفر ۱۴۱۵ھ - رضا اکیدی بمبئی

۷۸۶/۹۲

العظایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ

جلد سوم

مصنف کا
مجددین و ملت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بفیض

تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت

مفتی اعظم علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خان قادیانی نورانی رضی اللہ عنہ

ناشر

رضا اکیڈمی ممبئی



۱۳۰ علی عمر اسٹریٹ، ممبئی ۳

نام کتاب _____ العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية جلد سوم

تصنيف لطيف _____ سيدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ

سن طباعت _____ ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء

ناشر _____ رضا اکیڈمی ممبئی ۳

مطبوعہ _____ رضا آفیسٹ ممبئی ۳

سول ایجنٹ

نیو سلور بک ایجنسی

۳۱ محمد علی بلڈنگ، بھٹ ڈی بازار، ممبئی ۳

ٹیلیفون: ۲۷۱ ۵۸ ۶۸ / ۳۷۱ ۸۹ ۷۰

Rs.

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵	مجدوری کے سبب جو نمازیں بیٹھ کر پڑھی گئی ہوں انکا اعادہ نہیں۔	۴۵	رد شہادین کی تکرار کرے
	باب صفة الصلوة		بیٹھ کر نماز پڑھنے میں مجبوری کے لئے میں پاؤں سے سرین کو جدا کرنا جائز ہے۔
	از منہ ۳۱		پاؤں سے سرین کو جدا کرنا جائز ہے۔
۴۶	عورتیں سینہ پر ہاتھ باندھیں یہ ہی ان کے لئے انب ہے۔	۴۶	رد کوع میں قدموں پر نظر ہو۔
۴۸	انتہیات میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنے کا ثبوت	۴۸	ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور ہاتھوں کو مونہ پر پھیرنا سنون ہے مگر
۴۹	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین نہیں فرمایا بلکہ	۴۹	ہاتھوں کو چومنا ثابت نہیں
	فعل و ترک دونوں حدیثوں میں وارد ہیں اور ترک رائج۔		دلائل الضالین کے بعد آئین کتنا سنون ہے سری غافل میں بھی اگر
۵۱	نماز میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلی کا		مسحوع ہو۔ آئین سے سجدہ سہو نہیں۔
	فاصلہ رکھنا سنون ہے۔		نہی ہوئی ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ۔
	بیٹھ کر نماز پڑھنے میں دونوں پاؤں کے پشانی گھٹنوں کے مقابل رکھنا چاہیے		علاء باندھ کر نماز پڑھنے کی تفصیل میں احادیث کریمہ۔
	اس سے زیادہ چھکنا عجب ہے۔		سلام کے بعد تہجد روٹھے رہنا امام کے لیے مکروہ ہے۔
۵۲	صرت بکیر تحریر کی قدرت ہوتا اس پر فرض ہے کہ کھڑے ہو کر گھیر کے پیر		صحت صلاۃ کے لیے ہم معنی ضروری نہیں
	بیٹھ جائے ورنہ نماز نہیں ہوگی اس کے بارے میں مصنف کی تحقیق۔		نماز کے بعد صلا کا کونہ الٹ دینا کیسا ہے۔
۵۳	ابتداء سورت میں بسم اللہ شریعت پڑھنا مستحب ہے اختلاف صرت اسکی		شرعاً کرتے وغیرہ پر نماز پڑھے تو گرجا پر کھڑا ہوا اور سجدہ دامن پرکھے۔
	مسنونیت میں ہے۔ یہاں سورت سے کیا مراد ہے		سلام کے بعد صرت امام کو انصرات کا حکم ہے مقتدیوں کو نہیں یہ کیوں؟
	الصوابی تحقیق کی تحقیق۔		علاء کی تفصیل میں ۲۰ احادیث کریمہ۔
۵۵	تور و جلسہ کے اذکار طویلہ و اقلیٰ پر محمول ہیں فرائض میں مسنون نہیں۔		استغفار وغیر استعمالی جوتوں کا حکم۔
۵۷	شا پڑھنا مستحب ہے اور امام کے قرات بالآخر سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے		حضور کے نام اقدس پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔
۶۱	العلم اعرفی کتنا امام مقتدی اور مفرد سب کے لیے مستحب ہے اور طویل تھا		صلوۃ رضی وغیرہ کو رمز میں لکھنا جائز نہیں۔
۶۲	سب کے لیے مکروہ۔		چونکہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے وہ قاسم ہے۔
	رد شریف پڑھنے کی تفصیل اور افضل درود کا بیان		ہاز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت
۶۳	مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں۔ آئین بالآخر مکروہ ہے		بعد آواز سے درود شریف پڑھنا جائز ہے اور احتیاط افضل۔
	۲۰ رکعت تراویح سنت ہو کہ وہ ہے ایک رکعت نماز در خواہ فعل باطل		نماز کے بعد دعا میں تاخیر کیسی؟
	محض ہے۔		باب القراءۃ
	انتہیات میں اشارہ برسا برسنون ہے۔		از منہ ۳۱
۶۴	سلام کے بعد امام کی اطاعت مقتدی سے ختم ہو جاتی ہے تکبیرات صحیحہ		قرآن مجید کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے
۶۵	کئے کا طریقہ۔		جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک قراءۃ خلف الامام ممنوع ہے احادیث
	سلام کے بعد امام کو قبلہ رو بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔		سے اس کا ثبوت اور مخالفین کے دلائل کا رد۔
۶۶	انتہیات میں اشارہ کرنے کا طریقہ۔		قراءۃ میں غلطی کرنے کا حکم۔
	جمہور کی نیت کرنے کا طریقہ۔		سری نمازوں میں جہر سے مسجد سہو واجب ہوتا ہے۔ مقتدی بکریا
	سورتوں کی ابتدا میں بسم اللہ شریف طہا افضل ہے۔		کسی حرف کے نکلنے پر جو قارہ نہ ہو اس کے لئے حکم۔
	بے نمازیوں کو سمجھانے کا طریقہ اور نہ ان سے قطع کلمن کر لیا جائے۔		ہر رکعت میں ایک سورت کی تکرار فرض میں مکروہ ہے
۶۸	نماز میں قرآن شریف پڑھنا فرض سے تصور کا کافی نہیں۔		ایک رکعت میں چند سورتیں یا ایک سورت یا ایک آیت چند بار پڑھنا
۶۹	مسنون انتہیات کو ترتیب سے پڑھنے تاکہ امام کے سلام کے وقت ختم ہو		یا ایک بڑی سورت کی چند آیتیں ایک رکعت میں اور چند آیتیں دوسری
			رکعت میں پڑھنا کیسا ہے؟

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۰	سورہ کو مکہ میں پڑھنا جائز ہے۔	۱۰۰	دوسری رکعت میں پہلی سے طویل قرات مکروہ سے
۱۰۱	قرآن پاک کو اتنی توجہ سے پڑھنا جس سے حروف کی تصحیح ہو فرض عین ہے۔	۱۰۱	ضاد کو کھلایا دواؤں پڑھنا غلط ہے۔ ضاد کے مخارج کا بیان
۱۰۲	چند آیتوں کی قرات کے متعلق سوال و جواب۔	۱۰۲	ناز میں کھانسنے اور گھٹکیا ہرنے کا حکم۔
۱۰۳	آیت بجز یہ الصلاۃ کی مقدار کیا ہے۔	۱۰۳	حرف ش اور ظ مشتبہ الصوت ہیں۔
۱۰۴	ہر ایت پر وقت جائز ہے اگرچہ ایت ۵ ہو	۱۰۴	ترتیل کی تین حدیں ہیں۔
۱۰۵	قرآن پاک ترتیب سے پڑھنا فرض ہے اولیٰ پڑھنا حرام۔	۱۰۵	رسالہ نعم الزاد لروم الضاد (ناقص)
۱۰۶	ناز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے	۱۰۶	(از صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۹ حرف ضاد کی تحقیق)
۱۰۷	نقرہ دینا جائز ہے	۱۰۷	رسالہ الجام الصالح عن سنن الضاد
۱۰۸	قل هو اللہ احدہ میں مابعد سے وصل جائز ہے۔	۱۰۸	(از صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۹ حرف ضاد کے احکام اور اسکے دکانے کا طریقہ)
۱۰۹	سورہ نزلت میں سورہ رحمان پڑھنے کا طریقہ۔	۱۰۹	تجوید سے انکار کفر ہے
۱۱۰	ناز میں کتنی آیتیں فرض ہیں اور کتنی واجب اور کتنی سنن اور کتنی مستحب۔	۱۱۰	غیر عربی میں قرآن شریف پڑھنے سے ناز نہیں ہوگی۔
۱۱۱	ناز میں بسملہ اللہ شریف کہاں کہاں پڑھنا چاہیے۔	۱۱۱	حضر میں مقدار قرات کا بیان
۱۱۲	ناز میں جس سورہ کا ایک کلمہ موخو سے نکل آئے اسی کا پڑھنا فرض ہے	۱۱۲	ناز میں کسی سے قائل رسول اللہ کہ یا ناز ہوگی یا نہیں۔
۱۱۳	فساد معنی اگرچہ ہزار آیت کے بعد ہو ناز جاتی ہے گی	۱۱۳	لفظ اللہ کے الٹ کو حذف یا پڑھنے سے ناز ہوتا ہے یا نہیں۔
۱۱۴	مقتدی کو قرات ناجائز ہے۔	۱۱۴	کسی نے چار رکعت والی نماز میں سورہ یسین پھر دھان پھر تنزیل پھر
۱۱۵	اللہ اکبر کی رے کو دال پڑھنے سے ناز فاسد ہوگی	۱۱۵	سورہ ملک پڑھی ۱۰۱
۱۱۶	صلوات ترتیب سے متعلق چند سوال	۱۱۶	قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا فرض ہے سورہ فاتحہ کی جو خواہ کسی
۱۱۷	بلادہ لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں	۱۱۷	اور سورت کی۔
۱۱۸	درمیاں سورت سے کچھ چھوٹ جائے تو ناز ہوگی یا نہیں	۱۱۸	طوال مفصل اوسط مفصل قصار مفصل کن نمازوں میں پڑھی جائیں
۱۱۹	بعض لفظ کی حالت میں ایک لفظ کو بار بار پڑھنے سے ناز فاسد نہیں ہوتی	۱۱۹	آمین آہستہ کہنا چاہیے۔
۱۲۰	وقف و وصل میں اتباع بہتر ہے مگر اس کے ترک کرنے سے ناز میں خلل نہیں آتا۔	۱۲۰	موخہ میں بارہو ہو سکی حالت میں ناز کو رد ہوگی۔
۱۲۱	بیچ میں چھوٹی سورت چھوڑ کر پڑھنا مکروہ ہے	۱۲۱	ایک آیت پڑھنے کے بعد دوسری آیتوں کی طرف منتقل ہونا یا بیچ سے
۱۲۲	امام سے جہاں غلطی ہو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ ہزار آیت کے بعد	۱۲۲	چھوڑ دینا اگر مجبوری سے ہو ناز ہو جائیگی۔
۱۲۳	چند آیتوں کی قرات کے متعلق سوال۔	۱۲۳	سورت کے اخیر کو تکیہ رکوع سے ملانا کہاں کہاں مستحب ہے۔
۱۲۴	باب الامامۃ	۱۲۴	صبح کی نماز میں چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہیے اور وقت کم
۱۲۵	از صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۷	۱۲۵	ہو تو بقدر کجائش۔
۱۲۶	ن بلا میں آمین بالجہر دفعہ دوم پڑھنے والے عموماً غیر قلم ہیں۔	۱۲۶	سورہ العصر میں کلمہ الا پر وقف کرنے سے ناز ہو جاتی ہے۔
۱۲۷	دھاکہ پڑھنے والے کے نیچے ناز ہوگی یا نہیں؟	۱۲۷	ض کو فلا کے مشابہ پڑھنے کا حکم۔
۱۲۸	پورا اللہ اکبر بلند آواز سے کہنا مستحب ہے۔	۱۲۸	چند آدمیوں کا ایک جگہ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا ممنوع ہے
۱۲۹	چار رکعت والی نماز میں اخیر کی ایک رکعت کسی کو ملی تو وہ امام کے سلام	۱۲۹	صحت صلاۃ کے لیے فن خارج جاننا ضروری نہیں حروف صحیح ادا ہوئے
۱۳۰	کے بعد دوسری رکعت میں تھک کرے۔	۱۳۰	چاہیے
۱۳۱	مسائل نماز و کلمات سے جو زیادہ واقف ہو وہ مستحق امامت ہے اگرچہ	۱۳۱	تبدیل حروف یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے ناز

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۰	فوق کرافر بوا سیر والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم -	۱۳۸	نامینا ہو۔
۱۹۱	تجوید نہ جاننے والے کے پیچھے تجوید جانتے والے کی نماز ہوگی یا نہیں -	۱۳۹	امام کو درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ جواب اور درکار فر
۱۹۲	مقدمہ لڑائے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں -	۱۴۰	تجوید نہ جاننے والا امام نہیں ہو سکتا
۱۹۳	ایک مصلے پر میاں بی بی نماز پڑھیں اور شوہر امام ہو الخ	۱۵۰	امام قدیم کو حق امامت حاصل رہے گا اگرچہ بعد میں کوئی عالم فاضل آجائے
"	سود خوار با جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہو۔ الخ	"	عورتوں کو سید میں بچانے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں
"	ممن کن لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے۔ اندھے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں	۱۵۱	سبوت کی اقتدا صحیح نہیں -
۱۹۵	امامت سے متعلق ایک سوال -	"	سود خوار کے پیچھے نماز مکروہ ہے -
"	مردوں کی امامت کیسی ہے -	۱۵۲	امام کو درمیں کھڑے ہونے کا حکم -
۱۹۶	خیر مقلدوں کی امامت ناجائز ہے	"	ایک شخص مثلاً یہ کہے جو اپنی بی بی کے قربت کرے اور الخ
۱۹۷	عرفی شریف وغیرہ شریف ہیں امام ہونے کا زیادہ مقدار کون سے	۱۵۳	بیر کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں
"	میلا دین شریک نہ ہونے والا یا قیام کو بڑھانے والے کی امامت کا حکم	"	احسان کو ذریعہ الشیطان وغیرہ کئے والے کی امامت کا حکم
۱۹۸	مقررہ امام کی اجازت کے بغیر دوسرا امامت نہیں کر سکتا	۱۵۶	خفی مسئلہ روح میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ پر عمل کرے تو کیا
"	امردوں سے ناجائز تعلق رکھنے والے کی امامت ناجائز ہے	"	حکم ہے -
۱۹۹	صحیح صلاۃ کے لیے تجوید کی مقدار - خفی کی نماز شافعی کے پیچھے صحیح	۱۵۷	نارنج وغیرہ دیکھنے والے کی امامت کا حکم
"	ہونے کے شرائط -	۱۵۸	بے پردہ دار کی امامت مکروہ ہے
۲۰۱	سنت نوکڑہ چھوڑنے والے کی امامت مکروہ ہے -	"	خفی کی نماز شافعی کے پیچھے کب جائز ہے؟
"	دیوث کی امامت مکروہ ہے -	۱۶۱	اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے
۲۰۲	کلوخ سے استنجہ کرنے والے کی امامت کا حکم	۱۶۲	نارنج دیکھنے والے - دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھانے والے غیبت کر نیوالے
"	خفی اگر عقلی ہو جائے تو اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں	"	کی امامت کا حکم -
"	شرعی فتوں کی توہین کرنے والے کی امامت ناجائز ہے -	۱۶۳	تجوید دار امام کے پیچھے نماز جائز ہے -
۲۰۳	فصل حرام میں سنی کرنے والا فاسق ہے	"	تجوید سے متعلق چند احکام
۲۰۴	امامت میں درایت نہیں چلتی - حق امامت کس کو حاصل ہے عالم کے	۱۶۸	امام کے ہر فعل و ترک کا اعتبار مقتدری پر واجب نہیں
"	مقلد ہیں جاہل کو امام مٹانا ناجائز ہے - جبہ حیدین کوف وغیرہ میں امام	۱۷۰	دابہ - روا فض اور حواسل نماز سے واقف نہیں انکے پیچھے نماز جائز نہیں -
۲۰۵	کون ہو سکتا ہے - صلوات خلف کلا برود فاجر سے کیا مراد ہے -	۱۷۵	جس کا ہاتھ ٹوٹا ہو جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو - ہکلا - توکلا -
۲۰۶	اندھے کی امامت کا حکم -	"	ایونی خائن و ثروت لینے والے یا جے برص ہو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم
۲۰۸	سود کے شکات کھوانے والا فاسق ہے -	۱۷۸	سلام کے بعد رہنے بائیں پھرے کا بیان
"	آیت میں تقدیم و تاخیر مہوا ہونے پر حرج نہیں - بے نمازی اور	۱۷۹	دلدار الحرام - زانی - برے - کریم الصوت - ایونی کی امامت کا حکم
"	روافض سے میل جول رکھنے والا فاسق ہے -	۱۸۱	اولی امامت کس کی ہے - دلدار الحرام اور جس امام سے لوگ ناراض ہیں
۲۰۹	زانی فاسق ہوتا ہے اور اس کی امامت مکروہ	"	ان کی امامت کا حکم - امام الحی سے افضل کون ہے -
"	بلا عذر جماعت چھوڑنے والا فاسق ہے	۱۸۵	چراپنے کو مانع ہونا ظاہر کرے اس کے قول کو قبول کرنا واجب ہے -
۱۱۰	دارج البقر کی امامت جائز ہے	۱۸۶	فاسق کو امامت سے معزول کرنا واجب ہے
"	حیات ایسی کے منکر کی امامت مکروہ ہے	۱۸۷	فسق کی ایک صورت
"	دیوث کی امامت مکروہ ہے	۱۸۸	جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو یا سود کھاتا یا مردہ ہلانے کا پیشہ
۲۱۱	سلمانوں سے بلا وجہ شرعی بغض دیکھنے والا فاسق ہے	"	کرتا ہوا ان کی امامت کیسی ہے -
"	جوراضیوں میں رافضیوں اور سنیوں میں سنی بنے وہ منافق ہیں اس پر عمل	۱۸۹	بولوی محمد اسمعیل دہلوی کو حق پر جاننے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۵	دیوبندیوں کے پیچھے نماز باطل ہے۔	۲۱۳	بالین کا امام نابالغ نہیں ہو سکتا۔
۲۳۶	صدقہ فطر۔ مال زکوٰۃ۔ قبرستان میں غلہ کٹوری وغیرہ لینا جس کا	"	سنی خیر فاسق کو امام بنانا چاہیے۔
"	میشہ جو اس کی امامت کیسی ہے۔	۲۱۵	جذامی کی امامت کا حکم
"	عقائد یافت کرنے پر جو نہ تباہی یا مقررہ وقت کا پابند نہ ہو یا	"	رافضیوں میں سیاہ شادی کرنے والے کی امامت کا حکم
"	جس کی امامت سے کچھ لوگ ناراض ہوں یا جس کا دنیا ہٹا کر بیکار ہو	۲۱۶	بلادہ شرعی مسلمانوں کو چاہیے دینا صحت حرام ہے
"	ایسے کی امامت کیسی ہے۔	۲۱۷	اگر کہیں ولد اہرام امام کی وجہ سے جماعت میں ہی ہو تو اس کی امامت کر دے
۲۳۷	جس کے ہاتھ میں تسبیح ہو وہ امام ہو سکتا ہے یا نہیں	۲۱۸	علم خبیث، فاجر وغیرہ کے منکر کی امامت کا حکم
"	ایک عالم شریف ہے سید نہیں ہے یا صرف عالم وہ جاہل یا کم	۲۱۸	غنی امام صدقہ فطر لے یا قرآن مجید غلط پڑھے یا فاسق معلن ہو اس کی امامت
"	تجیب العرفین سید کی موجودگی میں امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔	"	مکر وہ ہے۔ مقتدیوں کے گناہ کے سبب ترک جماعت جائز نہیں امام ہونے
۲۳۸	ایک امام کا بقلہ دوسرے امام کے بقلہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں	"	کے شرائط۔
"	خفی کی خاطر شافعی امام رفع یدین وغیرہ چھوڑے یا نہیں	۲۳۸	ڈنڈھی حرثانا، نماز قضا کرنا فاسق ہے۔
"	حردہ ہٹانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔	"	خوبصورت اردکی امامت خلاف اولیٰ ہے۔
۲۳۹	دہائیہ کی امامت ناجائز ہے۔	۲۴۱	شرعی امام کے پیچھے براہ نفسانیت نماز نہ پڑھنا گناہ ہے۔
۲۴۰	جس کی آنکھ میں بھٹی ہو وہ امام ہو سکتا ہے یا نہیں	"	سودی دستا دیز لکھانے والا فاسق ہے۔
"	خدا کے تعالیٰ کو تعجب ماننے والے کی اقتدا حرام ہے۔	"	علازمان گورنسٹ مثلاً تھانہ دار وغیرہ اور ملازمان چوگی کی امامت کا حکم
۲۴۱	بلادہ شرعی امام کو معزول کرنا حرام ہے۔	"	امام اور جماعت کے مابین فاصلہ کی مقدار۔
۲۴۲	دیوث کی امامت مکر وہ ہے۔	۲۴۲	حاق اور جس سے چارہ جھوٹ گئے ہوں اس کی امامت کا حکم۔
۲۴۳	عورت کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ ہے۔ باپ پر نہیں۔	"	ولد الانا کے لڑکے کی امامت کا حکم۔
"	سودخوار اور سود دینے والے دونوں کی امامت مکر وہ ہے۔	"	بلا ضرر دلت بشر عیہ سودی قرض لینے والا فاسق ہے۔
"	سیلا و شریف کو بجماعت کئے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔	۲۴۳	میلا و شریف یا ختم تراویح کی شیرینی تقسیم کرنے کو جو بجماعت کئے اس کی
۲۴۴	نصاری کی تابعداری کرنے والے۔ مسلمانوں میں تفاق ڈالنے والے	"	امامت کیسی ہے۔
"	جری کرنے والے اور غیر مقلدین ان کی امامت کیسی ہے۔	۲۴۴	رشتہ لینے والے۔ جو بے مقدمہ کرنے والے فاسق ہیں۔
۲۴۵	رنڈی زادہ کی امامت کیسی ہے۔	۲۴۵	چو اپنے جرائم سے توبہ کرے اس کی امامت جائز ہے اب اس پر اعتراض
"	کا زندوں کی امامت کیسی ہے۔	"	کرنا گناہ ہے۔
۲۴۶	دیوبندی مدرسوں میں پڑھنے والوں کی امامت کا حکم۔	"	اہتمام اور بدگئی ناجائز ہے۔
۲۴۷	بد مذہبوں کی برات وغیرہ میں شریک ہونے کا حکم۔	"	لنگڑے کی امامت کیسی ہے۔
"	جوڑی پہنانے یا طابت کا پیشہ کرنا ہو اس کی امامت کا حکم۔	۲۴۶	نماز اگر ایک جہت سے فاسد ہو تو وہ فاسد ہی ہوگی اگرچہ دوسری
۲۴۸	حرمین طیبین کے علما کو بدلتی کئے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔	۲۴۷	جہتوں سے صحیح ہو۔
۲۴۹	جوسویں بچہ یا دیوبندوں امام انھیں کو پڑھے۔ شرط پنج کھیلنا فاسق ہے۔	"	فسق کی ایک صورت۔
۲۵۰	بلے صورت سوال حرام ہے۔ جنازہ کی نماز پڑھنا امام پر لازم نہیں۔	۲۴۸	حقیقی شافیوں کی جماعت میں شریک ہو یا نہیں۔
"	نماز پڑھنے کے لئے امام کے متعلق تحقیق کرنا ضروری نہیں۔ وہابی کے	۲۴۸	جس لڑکے سے اس کے والدین نے نکد یا ہو کہہ کرے جنازہ پڑھنا۔
"	پیچھے نماز باطل ہے۔ عاق کی تعریف اور حکم۔	۲۴۹	امام کسی سے دیوبندی کہ درت رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔
۲۵۱	مزامیر حرام ہیں ان کا سفنا فسق۔	۲۵۰	لوٹنی فاسق ہے۔
"	دہائیہ کی بڑائی بیان کرنا فرض ہے یونہی فاجر وغیرہ کی۔	۲۵۱	معذور کی امامت کا حکم۔
۲۵۲	بلادہ شرعی مسلمانوں سے عداوت رکھنا فسق ہے۔	۲۵۱	سجدہ پر وقت شدہ جائے نمازوں پر نماز پڑھنے کا حکم
۲۵۲	کسین فاسق کے علاوہ کوئی دوسرا نماز پڑھانے والا نہ ہو سکتا ہے پیچھے		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۳	جو شرائط امامت کا جامع ہو اسے امام بنایا جائے اگرچہ اپنے کو نااہل کہے۔	۲۵۳	ناز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ماہی گیری امامت کا حکم
۲۶۵	گھنٹیاں کھلی رہیں تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔	۲۵۴	فاسق و فاجر کی تعریف اور حکم۔
۲۶۶	دہاویہ کے پیچھے نماز جائز نہیں خواہ نفلی نماز ہو۔ نماز جنازہ میں عورت	۲۵۵	قیوموں کو ستانا غیبت کرنا جھوٹی قسم کھانا فسق ہیں
۲۶۷	امام اور مرد مقتدی ہوں تو فرض ادا ہو جائے گا۔	۲۵۶	زانی اور شرابی کی امامت مکروہ ہے۔
۲۶۸	بوجھی رمال اور خال ناموں کے پیچھے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں	۲۵۷	دارلرحی ترشوائے والا فاسق ہے۔
۲۶۹	انقصید مبتدع و بد مذہب ہیں۔	۲۵۸	نماز فجر جس کی قضا ہو گئی ہو وہ ظہر وغیرہ کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں
۲۷۰	دو کا نذر امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۲۵۹	بہرے کی امامت کیسی ہے
۲۷۱	جو تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگے کا پیشہ کرے اس کی امامت	۲۶۰	گالی گلوچ کرنے والے کی امامت مکروہ ہے
۲۷۲	مکروہ ہے۔	۲۶۱	نصاب کی امامت کا حکم۔
۲۷۳	چودہ برس کا بڑکا اپنے کو بالغ ہونا ظاہر کرے اسے بالغ مانا جائے گا۔	۲۶۲	زانی تو بے گھرے تو اس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر لوگ اس کی توبہ پر
۲۷۴	بد مذہبوں کے ساتھ کھانا میل جول رکھنا فسق ہے۔	۲۶۳	اعتقاد نہ کریں گندگار ہوں گے۔ شریعہ بزبان عورت ہو تو شوہر پر
۲۷۵	رکن کن لوگوں کی امامت جائز ہے اور کن کی ناجائز۔	۲۶۴	اسے طلاق دینا واجب نہیں۔
۲۷۶	امام کا وسط مسجد میں کھڑا ہونا سنت ہے۔	۲۶۵	دیوث کی امامت مکروہ ہے۔ جو پرخیز حرام کا مرتکب ہو اس سے بیعت
۲۷۷	غلط مسئلہ بتانے والے قابل امامت نہیں۔	۲۶۶	کرنا میلاد پڑھوانا ناجائز ہے۔
۲۷۸	دارلرحی منڈانے والوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔	۲۶۷	ایونی اور روزہ چھوڑنے والے فاسق ہیں۔
۲۷۹	امامت برتنخواہ یعنی جائز ہے۔ قرآن خوانی کی اجرت حرام ہے۔	۲۶۸	خزا میر حرام ہیں۔
۲۸۰	سارک جماعت کی امامت مکروہ ہے۔	۲۶۹	عورت کے افعال قبیح سے شوہر راضی نہ ہو اور بازار کھنے کی کوشش
۲۸۱	معدور کی امامت کا حکم۔	۲۷۰	بھی کرتا ہو اور عورت باز نہ آتی ہو تو شوہر پر نہ کوئی الزام نہ اس کی
۲۸۲	امام کے لئے معصی ہو اور مقتدی کے لئے نہ ہو تو نماز میں حرج نہیں	۲۷۱	امامت میں حرج۔
۲۸۳	غیر مقتدوں کے پیچھے نماز ایسی ہی ہے جیسے یودی کے پیچھے عتقرہ	۲۷۲	سینہ تک بال رکھنا مرد کو حرام ہے۔
۲۸۴	امام کی اجازت کے بغیر دوسرا نماز نہیں پڑھا سکتا۔	۲۷۳	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو امام آگے بڑھے یا
۲۸۵	مقتدی کے سر پر عمامہ ہو اور امام صرف ٹوپی پہنے ہو تو نماز میں حرج ہے	۲۷۴	مقتدی پیچھے ہٹے۔
۲۸۶	یا نہیں۔	۲۷۵	امرد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔
۲۸۷	وہابی کے پیچھے نماز ناجائز ہے اگرچہ استاد ہو بلکہ اسے استاد بنانا گناہ۔	۲۷۶	فسق کی ایک صورت۔
۲۸۸	زانی فاسق ہیں انھیں امام بنانا مکروہ	۲۷۷	شعبہ سے چوری ثابت نہیں ہوتی۔
۲۸۹	تعلیم و توبہ کا مدار عورت ہے۔	۲۷۸	طلاق دے کر بی بی رکھ لے اور اس سے لڑکا پیدا ہو اس لڑکے کی
۲۹۰	جسے صرف جمعہ کا امام بنایا گیا ہو وہ صرف جمعہ پڑھانے کا پابند ہے	۲۷۹	امامت جائز ہے یا نہیں۔
۲۹۱	دوسری نمازوں کا نہیں۔	۲۸۰	امام معدول کرنے کی ایک صورت۔
۲۹۲	نماز کوئی خانگی معاملہ نہیں جسے چاہا امام بنالیا۔	۲۸۱	استاد کا تصور کرنے والے شاگرد کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔
۲۹۳	تائینا کی امامت جائز ہے۔	۲۸۲	بلادہ شرعی امام کو معدول کرنا جائز نہیں۔
۲۹۴	سنی وہابی علما کو یکساں جاننے والا کا فرض ہے۔	۲۸۳	بہرے کی امامت جائز ہے۔
۲۹۵	بکثرت اختلاف یا کسی دوسرے اعراض کے سبب بجائے غسل	۲۸۴	سفر میں امام کے عقائدہ یافتہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔
۲۹۶	نیم کرے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔	۲۸۵	غیر مقتدین کے پیچھے نماز باطل ہے۔ جماعت میں غیر مقتدہ شریک
۲۹۷	امامت کی اجرت دلائل یا صراحت طے ہو گئی ہو تو اجرت لینے امامت	۲۸۶	ہو تو نماز ناقص ہوگی۔
۲۹۸	کرنے میں کوئی حرج نہیں۔	۲۸۷	جو دار اس اہل سنت کے خلاف ہیں ان کے طلبہ کو امام بنانا جائز نہیں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۲	ایسی جماعت جو کراہت تحریم پر مشتمل ہو اس میں شریک نہ جائے یا نہیں	۲۷۸	ناز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔
۳۲۳	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو مقتدی کو پیچھے لائے	"	امامت کی تنخواہ یعنی جائز ہے مگر بجا بہتر۔
	خواہ نیت باندھنے کے بعد یا پہلے۔	"	سلام کے بعد امام دعا میں تاخیر کرے تو مقتدی پر ضروری نہیں کہ بیٹھا رہے ضرورت ہو تو چلا جائے سلام کے بعد امام کی ولایت ختم ہو جاتی ہے۔
	رسالہ القلاذۃ المروصۃ فی شجر الاحیۃ الاربعہ (از ۳۲۴ تا ۳۳۹ مولوی اشرف علی کے چار فتوؤں کا رد)	۲۷۹	ضرر واجب سنت ہو کہ مستحب مباح کے احکام۔
	رسالہ القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ (از ۳۳۹ تا ۳۴۴ جماعت ثانیہ کے ثبوت میں)	"	سورت سوچنے میں اتنی دیر ہو جائے کہ تین بار سخن اللہ کہہ لیا جائے تو سجدہ سہو واجب ہے۔
۳۴۴	جماعت ہو رہی ہو تو الگ نماز پڑھنا گناہ ہے۔	۲۸۰	صرف پانچ سہن کرنا پڑھنے سے ناز مکروہ ہوتی ہے۔
۳۴۵	امام کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں		رسالہ الذمی الاکید عن الصلاة وراء عدی الثقلید (از ۲۸۰ تا ۳۱۳ غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز ہونیکے بیان میں)
۳۴۶	جماعت کا تارک کون؟		باب الجماعت
"	حلال خود جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور جہاں جگہ ملے کھڑا ہو سکتا ہے اسے جماعت سے روکنا گناہ ہے۔		(از ۳۱۳ تا ۳۱۷)
۳۴۸	جو بلا عذر شرعی جماعت میں شریک نہ ہو سکتا گناہ ہے		امام کے لئے وسط مسجد میں کھڑا ہونا سنت متواتر ہے۔ محراب حقیقی
	(یہ جواب لیا اور مستجاب نہ ہوا)	۳۱۳	محراب صوری مسجد شتوی مسجد صیغی کا بیان
۳۴۹	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو بہتر تو مقتدی پیچھے ہے	۳۱۴	امام کو درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔
۳۵۰	امام کا اصلی صنف سے ملنا ہے یا الگ اور الگ رہے تو کتنا؟	"	مشغول اور مصروف طلبہ کو احیاناً بشرط ترک جماعت کی اجازت ہے۔
"	جماعت ہونے سے پہلے کچھ لوگ نماز پڑھ لیں تو ان کا کیا حکم ہے۔	"	مسجد کی تنگی کی وجہ سے صف اول کے مقتدی امام سے متصل ہوں تو کراہت ہے یا نہیں۔
۳۵۲	جماعت جتنی کثیر ہو ثواب زیادہ ہوگا۔	۳۱۵	صف میں فرجہ ممنوع ہے اس کے متعلق احادیث
۳۵۳	جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	۳۱۸	آٹھ ذبیرس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے جبکہ اکیلے ہو اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔
۳۵۵	وقت ضرورت محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں	۳۱۹	کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا جائے تو نیا آدمی شریک ہو سکتا ہے یا نہیں۔
"	غیر مقلدین صف میں ہوں تو قطع صف ہوگا		یا نہیں۔ سبق اپنی فوت شدہ نماز جہر سے پڑھے یا آہستہ فقہاء علی کے ادا کرنے کا ایک اختراعی طریقہ کا رد۔ تشہد میں سلام سے پہلے شریک ہو جانے سے جمعہ مل جاتا ہے۔
۳۵۶	امام آمین بالجہر اور درخ یٰٰمین کرے تو خفی اس کی اقتدار میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	"	مقتدی نے التحیات پوری نہیں کی تھی کہ امام کھڑا ہو گیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات ضرور پوری کرے۔
"	جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	"	ایک شخص تنہا فرض پڑھ رہا ہے اور دوسرا آئے تو اس کے ساتھ اسے
۳۶۱	وسط مسجد میں امام کا کھڑا ہونا سنون متواتر ہے محراب بنائیکی حکمت۔	"	منا ضروری ہے یا نہیں۔
۳۶۳	حدیث اذا جمعت الصلوة فوجدت الناس فضل معہم کے متعلق ایک علمی سوال	۳۲۰	کوئی بد مذہب ایک مصلے پر نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا اسی مصلے پر فوراً نماز شروع کر سکتا ہے۔
۳۶۸	محل اختلاف علماء میں خلافت کی مراعات بالا جماع مستحب ہے جبکہ مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔		جماعت ثانیہ جائز ہے۔
	حدیث دان کنت قد صلیت ادایہ کریم من تطوع خیرا۔		
	فہو خیر لہ کی بحث۔		
۳۶۰	فجر کی جماعت ہو رہی ہے اور کوئی آئے تو سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو یا بغیر پڑھے۔		
"	جماعت کے اکثر لوگوں کو کوئی ضرورت ہو تو سب وقت سے پہلے جماعت کی جاسکتی ہے۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸۰	جماعت ثانیہ کے متعلق سوال ایک مسئلے پر چند آدمی فرداً فرداً فرض پڑھیں تو فرض ادا ہوگا یا نہیں۔ عورتوں کا امام مرد ہو سکتا ہے یا نہیں اور عورتیں ہفتہ دے سکتی ہیں یا نہیں۔	۳۷۱	جماعت اول کی سجدہ سے دو کا جائز یا نہیں فصل کی ضرورت ہو اور غسل کرنے میں فجر کا وقت ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔ تکبیر کہہ کر رکوع میں شامل ہو جائے سے جماعت میں شرکت ہوگی یا نہیں۔
۳۸۱	متون شروع کیا دے سے حوالے دیے جاسکتے ہیں	۳۷۲	لوگ تنہا تنہا فرض پڑھیں جماعت سے دُور ہیں تو وہ تارک جماعت کہلائیں گے یا نہیں۔
۳۸۳	جماعت ثانیہ کے متعلق سوال	۳۷۳	دارالحی مندرجہ صف اول ہی میں کیوں نہ ہوا انھیں ہٹانا منع ہے۔
۳۸۴	امام کے لیے مصلے ہونا اور مقتدیوں کے لیے نہ ہونا اگر اس لیے ہے کہ دونوں میں امتیاز نہ ہو تو برا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لیے ایسا ہے تو ٹھیک ہے	۳۷۴	پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں پڑھنا واجب ہے وظیفہ یا نمازات وغیرہ کے سبب جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔
۳۸۵	ایک ایسی صورت کا بیان جس میں کسی شخص پر کسی جماعت کا دار و دار ہو	۳۷۵	جماعت ثانیہ کے لیے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا شرعاً ناجائز ہے۔
۳۸۶	صف کے سلسلہ میں تین باتوں کا حکم دیا گیا جس کو لوگوں نے آج کل چھوڑ رکھا ہے	۳۷۶	مغرب کے علاوہ دوسری نمازوں میں اذان کے بعد انتظار کرنا ضروری ہے کہ لوگ ضرورت سے فارغ ہو کر آجائیں۔
۳۸۸	مکہ منظمہ کے چار مصلوں کو ناجائز بتانے والے کا حکم	۳۷۷	مکان چھوڑ کر آنے سے خطرہ ہو تو ترک جماعت کے لیے یہ عذر ہو سکتا ہے۔
۳۹۰	امام پر مقتدی حکم نہیں کر سکتا۔	۳۷۸	جماعتی کے باعث جماعت میں انتشار ہوتا ہو تو اسے گھر ہی نماز پڑھنا چاہیے جو وہابیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انھیں مسلمان جانے اس کی وجہ سے صف میں قطع ہوگا۔
۳۹۱	کھانا تیار ہوا اور جماعت بھی تیار ہو چکی ہو تو پہلے کیا کرے	۳۷۹	امام یا مقتدی کا وضو جاتا رہے تو باہر کس طرح آئے۔
۳۹۲	جماعت کا وقت ہو گیا ہے ابھی کچھ لوگوں نے وضو نہیں کیا ہے تو انکے انتظار میں جماعت میں تاخیر کی جاسکتی ہے یا نہیں	۳۸۰	وہابیہ کی جماعت ہو رہی ہو اسی وقت سنی اپنی جماعت کر سکتے ہیں جبکہ فتنہ نہ ہو۔
۳۹۱	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو اسے پیچھے چھیننا چاہیے یا نہیں	۳۸۱	ایک سجدہ میں ایک وقت میں ایک فرض کی دو جماعتیں منوع ہیں
۳۹۲	مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لیے اور گھپت عورتوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔	۳۸۲	جماعت ثانیہ سے متعلق سوال
۳۹۳	فصل المسبوق	۳۸۳	ایک صف پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں
۳۹۴	جس کو مغرب کی تیسری رکعت ملی ہو وہ جب چھوٹی ہوئی نماز پڑھے تو دوسری رکعت میں قعدہ کرے یہی صحیح ہے۔	۳۸۴	جماعت کے لیے اوقات کا تعین گھڑی سے کیا جاسکتا ہے کسی خاص شخص کے انتظار میں جماعت میں تاخیر جائز ہے جبکہ وقت میں گنجائش ہو۔
۳۹۵	سبوق چھوٹی ہوئی نماز کس ترتیب سے پڑھے	۳۸۵	سنت منکوحہ کی ترہیت کسی مالدار کی مجلس مالدار کی سبب رعایت کرنا جائز نہیں مگر جبکہ رعایت نہ کرنے میں فتنہ ہو۔
۳۹۶	سبوق جماعت میں شامل ہو جائے اگرچہ امام سجدہ ہو میں ہوا اقتدار درست ہوگی۔	۳۸۶	مقتدی ایک ہی ہو تو امام کے برابر وہی طرف کھڑا ہو اور پاؤں کا گٹ امام کے گٹ سے آگے نہ رکھے۔
۳۹۷	امام النجیات میں ہوا اس وقت سنتیں پڑھنا اور جماعت میں شریک نہ ہونا کیسا ہے۔	۳۸۷	مسجد میں دو طرح کی ہوتی ہیں عام اور خاص۔ جماعت کے علاوہ سے دونوں کا الگ الگ حکم ہے۔ چند آدمی ایک سجدہ میں ایک وقت میں ایک ہی فرض فرداً فرداً پڑھیں تو کیا حکم ہے۔
۳۹۸	امام کے قعدہ اخیرہ میں سبوق قشہ کی تکرار کرے اللہ اگر اسلام علیک سے تکرار کرے تو کوئی ممانعت نہیں۔	۳۸۸	امام کے انتظار میں جماعت میں تاخیر جائز ہے یا نہیں۔
۳۹۹	سبوق سجدہ ہو میں امام کی متابعت کرے گا سلام میں نہیں درج نماز فاسد ہوگی۔	۳۸۹	ترک جماعت یا مسجد میں نہ آنے کا جو عادی ہے وہ فاسق ہے۔
۴۰۰	امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم اور مقتدی ایک یا دونوں رکوع نہ پائے تو	۳۹۰	جماعت کو واجب یا سنت منکوحہ نہ جاننا غلطی ہے۔
۴۰۱	امام کے سلام کے بعد مقتدی کس طرح نماز پوری کرے۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۹۵	سبق اپنی فوت شدہ نماز میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے گا مگر امام کا مقتدی اپنی فوت شدہ نماز میں ساکت رہے گا	۳۹۵	سبق اپنی فوت شدہ نماز میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے گا مگر امام کا مقتدی اپنی فوت شدہ نماز میں ساکت رہے گا
۳۹۶	سبق جس کی تین رکعتیں چھوٹ گئی ہوں صرف ایک رکعت ملی ہو وہ	۳۹۶	سبق جس کی تین رکعتیں چھوٹ گئی ہوں صرف ایک رکعت ملی ہو وہ
۳۹۷	کس طرح نماز پوری کرے۔	۳۹۷	کس طرح نماز پوری کرے۔
۳۹۸	اقتدائے مقیم بالساغر پر ایک شبہ کا ازالہ	۳۹۸	اقتدائے مقیم بالساغر پر ایک شبہ کا ازالہ
۳۹۹	فصل الاستخلاف	۳۹۹	فصل الاستخلاف
۴۰۰	امام کا وضو جانا ہے تو کیا کرے	۴۰۰	امام کا وضو جانا ہے تو کیا کرے
۴۰۱	امام نے ایک امی کو خلیفہ کیا اور اس نے دوسرے کو نماز درست ہوگی یا نہیں۔	۴۰۱	امام نے ایک امی کو خلیفہ کیا اور اس نے دوسرے کو نماز درست ہوگی یا نہیں۔
۴۰۲	امام جو سورت پڑھ رہا تھا خلیفہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی نماز ہوگی یا نہیں۔ امام وضو کرنے کے بعد خلیفہ کی اقتدا میں نماز پڑھے خلیفہ کو بشاکر خود امام نہیں ہو سکتا۔	۴۰۲	امام جو سورت پڑھ رہا تھا خلیفہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی نماز ہوگی یا نہیں۔ امام وضو کرنے کے بعد خلیفہ کی اقتدا میں نماز پڑھے خلیفہ کو بشاکر خود امام نہیں ہو سکتا۔
۴۰۳	باب مفسذات الصلاة	۴۰۳	باب مفسذات الصلاة
۴۰۴	(از صفحہ ۳۹۵ تا ۴۰۳)	۴۰۴	(از صفحہ ۳۹۵ تا ۴۰۳)
۴۰۵	نمازی کو کوئی پچھلے سے ہو کر سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔	۴۰۵	نمازی کو کوئی پچھلے سے ہو کر سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
۴۰۶	نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا گزرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ نمازی کے آگے سے کتنے فاصد تک گزرتا منع ہے؟	۴۰۶	نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا گزرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ نمازی کے آگے سے کتنے فاصد تک گزرتا منع ہے؟
۴۰۷	فقہ اولیٰ میں عادت سے زیادہ امام دیر لگا دے اور مقتدی اس خیال سے کہ امام کو سہو ہو گیا ہے تکبیر کے زمانے میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟	۴۰۷	فقہ اولیٰ میں عادت سے زیادہ امام دیر لگا دے اور مقتدی اس خیال سے کہ امام کو سہو ہو گیا ہے تکبیر کے زمانے میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟
۴۰۸	تہنہ فرض پڑھنے والا تکبیرات انتقالیہ بند کر دے اس سے کتنا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ شامل ہو جائیں یا کسی نمازی کے پاس کوئی اس خیال سے کھڑا ہو جائے کہ تکبیر باجماع کرے تو وہ شریک ہو اور نمازی نے اطلاع کیے لیے جہر سے تکبیر کی دوران دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔	۴۰۸	تہنہ فرض پڑھنے والا تکبیرات انتقالیہ بند کر دے اس سے کتنا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ شامل ہو جائیں یا کسی نمازی کے پاس کوئی اس خیال سے کھڑا ہو جائے کہ تکبیر باجماع کرے تو وہ شریک ہو اور نمازی نے اطلاع کیے لیے جہر سے تکبیر کی دوران دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
۴۰۹	امام کے رکوع یا سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی رکوع سجدہ کرے تو اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔	۴۰۹	امام کے رکوع یا سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی رکوع سجدہ کرے تو اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
۴۱۰	آیہ یا یھا الذین آمنوا صلوا علیہ امام نے پڑھی اور مقتدی کے موخے سے عادۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی	۴۱۰	آیہ یا یھا الذین آمنوا صلوا علیہ امام نے پڑھی اور مقتدی کے موخے سے عادۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی
۴۱۱	ایسی غلطی جس سے معنی فاسد ہوں اس پر لقمہ دینا فرض کفایہ ہے۔	۴۱۱	ایسی غلطی جس سے معنی فاسد ہوں اس پر لقمہ دینا فرض کفایہ ہے۔
۴۱۲	لقمہ دینے کے کچھ اصولی۔	۴۱۲	لقمہ دینے کے کچھ اصولی۔
۴۱۳	لقمہ دینا جائز ہے خواہ کوئی نماز ہو۔	۴۱۳	لقمہ دینا جائز ہے خواہ کوئی نماز ہو۔
۴۱۴	باب مکروہات الصلاة	۴۱۴	باب مکروہات الصلاة
۴۱۵	(از صفحہ ۴۱۴ تا ۴۱۵)	۴۱۵	(از صفحہ ۴۱۴ تا ۴۱۵)
۴۱۶	ستون کے درمیان الم کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ امام کی جگہ مقتدیوں سے	۴۱۶	ستون کے درمیان الم کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ امام کی جگہ مقتدیوں سے
۴۱۷	تین گرہ اوجھی ہو تو کیا حکم ہے۔	۴۱۷	تین گرہ اوجھی ہو تو کیا حکم ہے۔
۴۱۸	سجدہ جلتے ہوئے پاؤں کو کھٹکنے سے اور چڑھا لینا یا کھینچا کھلی	۴۱۸	سجدہ جلتے ہوئے پاؤں کو کھٹکنے سے اور چڑھا لینا یا کھینچا کھلی
۴۱۹	رہے سے نماز مکروہ ہوتی ہے	۴۱۹	رہے سے نماز مکروہ ہوتی ہے
۴۲۰	نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا لینا افضل ہے۔ کسی کے فاسطے امام نے	۴۲۰	نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا لینا افضل ہے۔ کسی کے فاسطے امام نے
۴۲۱	قرأت یا رکوع دراز کی تو کیا حکم ہے۔	۴۲۱	قرأت یا رکوع دراز کی تو کیا حکم ہے۔
۴۲۲	دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو اغنیٰ ہیں کتنا جائز	۴۲۲	دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو اغنیٰ ہیں کتنا جائز
۴۲۳	نہیں۔ جوڑا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔	۴۲۳	نہیں۔ جوڑا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔
۴۲۴	چادر سر سے اڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ لینا چاہئے۔	۴۲۴	چادر سر سے اڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ لینا چاہئے۔
۴۲۵	سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے رومال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔	۴۲۵	سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے رومال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔
۴۲۶	جبکہ دخول ہو نہ سنی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کر سکتا ہے۔	۴۲۶	جبکہ دخول ہو نہ سنی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کر سکتا ہے۔
۴۲۷	پتلون پہننا مکروہ اور نماز بھی مکروہ ہوگی یونہی گلوبند رومال پڑھائی	۴۲۷	پتلون پہننا مکروہ اور نماز بھی مکروہ ہوگی یونہی گلوبند رومال پڑھائی
۴۲۸	وغیرہ جس سے پیشانی چھپی ہو نماز مکروہ ہوگی۔	۴۲۸	وغیرہ جس سے پیشانی چھپی ہو نماز مکروہ ہوگی۔
۴۲۹	در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ جراب یا موزہ میں نماز جائز ہے	۴۲۹	در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ جراب یا موزہ میں نماز جائز ہے
۴۳۰	مزار کے روضہ کا دروازہ بند ہو تو اسکے سامنے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔	۴۳۰	مزار کے روضہ کا دروازہ بند ہو تو اسکے سامنے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔
۴۳۱	فرض واجب سنت مؤکدہ وغیرہ کے احکام۔ پاس میں تہا کو ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس میں بدبو ہو تو مکروہ ہوگی۔ چادر وغیرہ کی گھوکی بنا کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی۔	۴۳۱	فرض واجب سنت مؤکدہ وغیرہ کے احکام۔ پاس میں تہا کو ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس میں بدبو ہو تو مکروہ ہوگی۔ چادر وغیرہ کی گھوکی بنا کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی۔
۴۳۲	ریشمی کپڑے مردوں کے لئے حرام ہیں اور ان میں نماز مکروہ اور اگر امام ہو تو سب کی مکروہ۔	۴۳۲	ریشمی کپڑے مردوں کے لئے حرام ہیں اور ان میں نماز مکروہ اور اگر امام ہو تو سب کی مکروہ۔
۴۳۳	انگریزی وضع کے کپڑے حرام اور ان میں نماز مکروہ۔	۴۳۳	انگریزی وضع کے کپڑے حرام اور ان میں نماز مکروہ۔
۴۳۴	کتنی تھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔	۴۳۴	کتنی تھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔
۴۳۵	ساری یا دھونی پیچھے سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ جہاں ان کا پہننے کا رواج نہ ہو وہاں ان کا پہننا بھی مکروہ۔ گتے سے نیچے تہ بند رکھنا مکروہ ہے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنا کتب جائز ہے۔	۴۳۵	ساری یا دھونی پیچھے سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ جہاں ان کا پہننے کا رواج نہ ہو وہاں ان کا پہننا بھی مکروہ۔ گتے سے نیچے تہ بند رکھنا مکروہ ہے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنا کتب جائز ہے۔
۴۳۶	جوتیاں سامنے رکھ کر نماز پڑھنا منع ہے۔ جوتے کہاں رکھے جائیں۔	۴۳۶	جوتیاں سامنے رکھ کر نماز پڑھنا منع ہے۔ جوتے کہاں رکھے جائیں۔
۴۳۷	وردی میں نماز مکروہ ہے یونہی دھونی میں۔	۴۳۷	وردی میں نماز مکروہ ہے یونہی دھونی میں۔
۴۳۸	جیشمہ لگا کر نماز پڑھنا دے تو کیا حکم ہے۔	۴۳۸	جیشمہ لگا کر نماز پڑھنا دے تو کیا حکم ہے۔
۴۳۹	در کے متعلق مفصل بیان۔	۴۳۹	در کے متعلق مفصل بیان۔
۴۴۰	رسالہ تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب	۴۴۰	رسالہ تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب
۴۴۱	(از صفحہ ۴۳۹ تا ۴۴۰) محراب کے معانی اور اس میں کھڑے ہونے کی تحقیق	۴۴۱	(از صفحہ ۴۳۹ تا ۴۴۰) محراب کے معانی اور اس میں کھڑے ہونے کی تحقیق
۴۴۲	ردائے مختل میں نماز صحیح ہے۔	۴۴۲	ردائے مختل میں نماز صحیح ہے۔
۴۴۳	قرآن مجید قصہ اُضلات ترتیب پڑھنا صحیح گناہ ہے لیکن خلاف ترتیب	۴۴۳	قرآن مجید قصہ اُضلات ترتیب پڑھنا صحیح گناہ ہے لیکن خلاف ترتیب
۴۴۴	نہ سجدہ سہو واجب ہو گا نماز کا اعادہ۔	۴۴۴	نہ سجدہ سہو واجب ہو گا نماز کا اعادہ۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵۳	گنے میں جتنے مانع نہ ہوں۔ رمضان شریف میں دتر باجماعت مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں پڑھنا اس میں عل کا اختلاف ہے۔	۴۳۸	دلانی چادر وغیرہ خلاف معتاد از ڈھ یا پس کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔
۴۵۴	عشا جماعت سے پڑھی ہو تو دتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	۴۳۹	بغیر ٹوپی کے گلو بند سر پہ باندھ کر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے۔
۴۵۵	تہجد سنت مستحب ہے اور تمام مستحب نمازوں سے افضل۔	۴۴۰	مسجد کے اندر اور اس کے صحن دونوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔
۴۵۶	تراویح و تہجد المسجد کے علاوہ تمام نوافل خواہ راتہ ہوں یا غیر راتہ گھر میں پڑھنا افضل ہے۔	۴۴۱	جوتے ہیں کر نماز پڑھنے کی تحقیق (یہ جواب پورا دستیاب نہ ہو سکا)
۴۵۷	نفل کی جماعت تداوی کے ساتھ مکروہ ہے کسوف وغیرہ کا بھی یہ حکم ہے۔	۴۴۲	حقہ، بیڑی وغیرہ کی بدبو کو گھنٹے میں ہو تو نماز مکروہ ہوگی ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام۔
۴۵۸	رمضان شریف کے اخیر حصہ میں قضاے عمری کے لئے جو طریقہ اختراع کیا گیا ہے وہ غلط اور بے ثمر ہے۔ ایام عاشورہ میں نماز پڑھنا بہترین عبادت ہے۔	۴۴۳	نماز میں کھلی معلوم ہو تو ضبط کرے ورنہ ایک یا دو بار کھلائے اس سے زیادہ نہیں۔
۴۵۹	دتر کی نیت کس طرح کی جائے۔	۴۴۴	تہجد کے نیچے لنگوٹ ہو یا ناڑھی میں ڈاٹ ہو یا جیب میں روپیہ پیسہ ہو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ کر میں چٹکا ہو تو نماز صحیح ہے
۴۶۰	طویل قیام کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں دم ہونا حدیثوں سے ثابت ہے۔	۴۴۵	شرابی، امکرکھے وغیرہ کے ہٹن گھنڈی نہ لگے ہوں تو نماز ہوتی ہے یا نہیں اس کا مفصل بیان۔
۴۶۱	عشا کی آخری نفل تہجد کر پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔	۴۴۶	جہاں تصویریں ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم۔ کس تصویر سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔
۴۶۲	تہجد پڑھنے والا تراویح کے بعد دتر پڑھ سکتا ہے۔ تراویح کی کچھ رکعتیں جماعت سے چھوٹ گئی ہوں تو ان کو وتر سے پہلے یا بعد پڑھ لے۔	۴۴۷	حکمت سے نیچے ازار ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔
۴۶۳	جماعت سے پہلے کی سنتیں چھوٹ جائیں تو جماعت کے بعد وقت کے اندر پڑھ لے ادا میں شمار ہوں گی قضا میں نہیں۔	۴۴۸	نیچے سر نماز پڑھنے کا حکم۔
۴۶۴	فجر کی فرض پڑھ لے اور سنتیں رہ جائیں تو سورج بلند ہونے کے بعد پڑھے اس سے پہلے نہیں۔	۴۴۹	آپ کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ کو سن کر مقتدی نے قضا یا سہواً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا تو نماز کا کیا حکم ہے۔
۴۶۵	فجر کی جماعت ہو رہی ہے اور سنت پڑھنے کا موقع نہ ہو تو جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے۔	۴۵۰	جوتے ہیں کر مسجد میں جانا خلاف ادب ہے۔ ادب کی بنا عرف پر ہے۔
۴۶۶	نفل اور سنتیں جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ رمضان شریف کے علاوہ دتر کی جماعت اچھا نا ہو جائے تو حرج نہیں۔	۴۵۱	کسی نے پہلی رکعت میں لم لیکن الذین کفروا اور دوسری میں سورہ بقرہ پڑھی تو اس سے دو کراہتیں پیدا ہوں گی۔
۴۶۷	تراویح، کسوف اور استسقا کے علاوہ تمام نوافل جماعت سے جائز ہیں جبکہ تداوی کے ساتھ نہ ہو ورنہ مکروہ۔ تداوی کے معنی۔	۴۵۲	مسجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔ جو بلا عذر شرعی مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو وہ فاسق اور مردود الشہادۃ ہے۔
۴۶۸	صلوۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب اور وقت۔	۴۵۳	مسروقہ کپڑوں میں نماز مکروہ ہوگی۔
۴۶۹	تراویح یا نوافل ایک نیت سے چار رکعت اقل اولیٰ میں درود شریف و دعا وغیرہ اور تیسری میں ثنا پڑھنا جائز ہے۔	۴۵۴	امام عامہ باندھے اور مقتدی بلا عمامہ کے ہوں تو نماز میں کوئی بخوابی نہیں۔
۴۷۰	بالغ کی نماز نابالغ کے نیچے جائز نہیں خواہ نفل ہی ہو۔	۴۵۵	نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائے نماز ملتی ہے اس کو کو تا وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اس میں نماز مکروہ۔
۴۷۱	نماز صغی اور نماز چاشت ایک ہی ہے۔ شرعی منوں میں جہ بھی نہیں۔		
۴۷۲	تہجد کم از کم دو رکعت ہے۔ کچھ سونے کے بعد تہجد پڑھنا چاہئے صلاۃ التہجد و تراویح فجر میں کون کون سو رتیں پڑھی جائیں۔		

باب الوتر والنوافل

(از ۴۵۳ تا ۴۵۵)

جو فرض پڑھ چکا ہے اور اسکی فرض کی جماعت قائم ہوئی تو وہ بے نیت
نفل شریک ہو جائے۔
نیچے کپڑے یا نہ جوڑے میں نفل جائز ہے جبکہ انگلیوں کے پیت زمین سے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۸۷	بے اصل ہے بلکہ محدثات عوام سے ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ تراویح میں قرآن شریف سننے سے بہتر ذکر ولادت شریف سننا ہے ایسے کا کیا حکم ہے۔	۴۸۷	سنتیں پڑھنے کے بعد اور فرض پڑھنے سے پہلے باتیں کرنے سے سنتوں کا ثواب تو کم ہو جاتا ہے مگر باطل نہیں ہو میں نہ فرض میں نقصان آتا ہے ہاں سنتوں کا اعادہ بہتر ہے۔
۴۸۸	دترکی جماعت چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے۔	"	مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلا جانا منع ہے۔
"	دترکی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائی جاسکتی ہے سورہ اخلاص ہی کا ملانا ضروری نہیں۔	۴۸۵	تراویح کی دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا جائز ہے مگر مکروہ۔ اصح یہ ہے کہ بالٹوں کی نماز نا بالٹوں کے پیچھے صحیح نہیں۔
"	دعائے قنوت میں سوہو ہونے سے مسجد سہو کب ہوتا ہے۔	۴۸۶	تراویح سنت مؤکدہ ہے اس کو سنت عمری کہہ کر بخت کہنا جائز ہے۔
"	دترکا سبوق اپنی وقت شدہ نماز میں دتر پڑھے یا نہیں۔	"	تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید پڑھنا سنت مؤکدہ ہے ختم قرآن کے بعد بھی تراویح پڑھتے رہنا سنت مؤکدہ ہے۔
۴۸۹	دعائے قنوت یاد نہ ہوا اور سورہ اخلاص تین بار پڑھ لیا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔	۴۸۷	صرف سورہ فاتحہ اور اخلاص سے تراویح پڑھنا بھی جائز ہے مگر سورہ فیل سے پڑھنا بہتر ہے جیسا کہ عام طور پر رائج ہے۔
	رسالہ اجتناب العمال عن فتاوی الجہال (از صفحہ ۳ تا ۵۵۵ قنوت نازلہ کے بیان میں)	"	تراویح میں ختم قرآن میں ایک بار جہر سے بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔ الم ترکیب سے تراویح جائز ہے بہتر ویکہ کے بعد دعائے انگنا بھی جائز۔ ایک حافظ ایک مسجد میں بارہ رکعت اور دوسری میں آٹھ رکعت پڑھاوے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ بلا عذر شرعی تراویح کی جماعت چھوڑنا منع ہے۔
۵۰۷	فجر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت یا دوسری دعائیں پڑھنا اٹھ کر بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں نازلہ کے علاوہ فجر میں دعائے قنوت پڑھنا مکروہ ہے۔	۴۸۸	ایک شخص ایک جگہ میں رکعت پڑھاوے اور دوسری جگہ بھی میں رکعت پڑھاوے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
۵۰۸	نازلہ مثلاً طاعون و وبا وغیرہ میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے۔	"	شبینہ کا حکم۔
۵۰۹	زمانہ نازلہ میں فجر میں دعائے قنوت پڑھی جائے باقی نمازوں میں نہیں۔	۴۸۹	عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا دترکی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔
"	قنوت نازلہ کے متعلق چند سوال۔	"	ایک مسجد میں دو حافظ دس دس رکعتیں تراویح پڑھاویں اور پہلے نے جو پارے پڑھے ہیں دہی دوسرا بھی پڑھے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
۵۱۳	سبوق و ترکس طرح پوری کرے۔	"	عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا تراویح کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے لیکن دترکی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔
۵۱۴	تراویح ہو رہی ہے اور کچھ لوگ آئے جنہوں نے عشا نہیں پڑھی ہے یہ لوگ عشا کی جماعت کر سکتے ہیں اس حکم پر ایک شبہ اور اس کا ازالہ۔	۴۸۰	ختم قرآن کے دن بیسویں رکعت میں اتم تا مفلون اور چند دوسری آیتیں مثلاً ما کان محمد دغیرہ پڑھ کر تراویح ختم کرنے میں حرج نہیں تراویح بلا عذر شرعی چھوڑنے والا فاسق ہے جبکہ اس کا عادی ہو۔ ختم قرآن پر اجماع کی ایک صورت۔ شبینہ مکروہ ہے۔ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے ننگے کا حکم۔ تراویح کے متعلق ایک شبہ کا ازالہ۔ تراویح میں ہر سورہ پر جہر سے بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم۔ سورہ تراویح پڑھنے کا ایک طریقہ۔ شبینہ کے متعلق ایک سوال سورہ توبہ یا عوذ باللہ من النار ومن شر الکفار الخ پڑھنا
۵۱۷	جس نے عشا تنہا یا جماعت سے پڑھی ہو مگر تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے عشا نہ پڑھی ہو وہ تراویح کے امام کی اقتدار کر سکتا ہے یا نہیں۔ دترکی جماعت، جماعت فرض کی تابع ہے یا نہیں اس کا مفصل بیان۔	۴۸۱	
۵۲۰	تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور مسجد سہو کیا نماز ہوئی یا نہیں ان رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا ان کا اعادہ ہے یا نہیں۔	۴۸۲	
"	تراویح کی جماعت ہو رہی ہے وہاں عشا کی جماعت کی جاسکتی ہے۔	۴۸۳	
	رسالہ انوار المنیر من بیہ صلاۃ الاسرار (از صفحہ ۵۲ تا ۵۴ نماز عشاء کے ثبوت میں)	۴۸۴	
	رسالہ ازہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار (از صفحہ ۵۵ تا ۵۵ نماز عشاء کے نکات اور طریقہ	۴۸۵	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۹۰	سود کی مخلوط آمدنی سے مسجد کے فرش کنواں وغیرہ بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا۔	۵۵۵	رسالہ وصاف الرحیم فی بسملۃ التراويح (از ۵۵۵ تا ۵۵۷) ختم تراویح میں بسم اللہ ایک بار ہرے پڑھنا چاہیے
۵۹۱	مسجدوں میں پاک چیزیں لگائی جائیں مٹی ہوں یا پانی۔	۵۵۷	باب احکام المسجد (از ۵۵۷ تا ۵۶۱)
۵۹۲	مسجدوں کی صفحہ جائز ہے۔	۵۵۸	بلا ضرورت مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔
۵۹۳	کسی نے مسجد پر غلطاً قبضہ کر لیا اور حصولِ بانی کی کوئی ضرورت نہ ہو اور وہ دوسری جگہ معاوضہ میں دینے کے تیار ہو تو وہ جگہ لیکر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔	۵۵۹	رسالہ التبصیر الملتجئ بان صفحہ المسجد صفحہ (از ۵۶۱ تا ۵۸۱) صفحہ مسجد کے مسجد ہونے کے بیان میں)
۵۹۴	مسجد میں متکلف کو سونا جائز ہے اور غیر متکلف کے بارے میں علماء اختلاف ہے مصنف کی تحقیق۔	۵۶۱	نمازیوں کو تکلیف دینے والے، بد مذہب اور جن کے بدن سے بدبو نکلتی ہو مسجد آنے سے انھیں روکا جائے۔
۵۹۵	مسجدوں کو چوپال بنانا جائز نہیں۔	۵۶۲	مسجد کا صفحہ مسجد ہی ہوتا ہے اس میں نہ اذان دی جاسکتی ہے نہ جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔
۵۹۶	صحیح یہ ہے کہ متکلف کے سوا دوسروں کو کھانا پینا مسجد میں جائز ہے۔	۵۶۳	مسجد کی فضیل خارج از مسجد ہوتی ہے۔
۵۹۷	مسجد یا صفحہ میں گالی گلوچ وغیرہ لغویات جائز نہیں ایسے کو مجبورے نکال دینا چاہیے۔	۵۶۴	بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد آنے سے روکا نہیں جاسکتا۔
۵۹۸	مسجد کا حجرہ اور فنا مسجد کے حکم میں ہیں۔ مسجد کے حجرہ میں تہذیب لکھ کر اجرت پر دینا جائز نہیں۔	۵۶۵	ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔ غیر مقلدین زمانہ پر حکم کفر ہے۔
۵۹۹	متکلف مسجد میں احتیاط سے کھائے پیئے۔ مسجد میں اوگالہ لان رکھنا یا مسند سے ٹیک لگانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔ بہت احکام مسائل فیث کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔	۵۶۶	مسجدوں پر کسی کا کوئی حق نہیں ہو پختہ کسی کو نماز پڑھنے سے روکا جاسکتا۔
۵۹۰	مسجدوں میں درود، وظائف، تلاوت وغیرہ جہ سے کرنا جس سے نمازیوں یا سمنے والوں کو تکلیف ہو منع ہے۔	۵۶۷	سینوں کی مسجدوں پر روافض کا کوئی حق نہیں۔
۵۹۱	سافر مسجد میں ٹھہر سکتا ہے جبکہ مسجد کے اسباب کو اس سے ہند نہیں ہو۔	۵۶۸	مسجد ضرار کی تعریف۔
۵۹۲	مسجدوں میں مٹی کا تیل جلانا جائز نہیں اور اگر بدبو زائل کر دی جائے تو اس کا جلانا جائز ہے۔	۵۶۹	ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد ضرار ہوگی یا نہیں۔ ضرورت ہو تو ایک مسجد کو دو کیا جاسکتا ہے۔ اگر باہمی بخشش کی بنا پر دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد ضرار نہیں۔
۵۹۳	نماز کے اوقات میں مسجدوں کے دروازے بند رکھنا منہب ہے۔ بلا ضرورت مسجد میں چراغ جلانا منع ہے۔	۵۷۰	صغیر و کبیر مسجدوں میں فرق۔
۵۹۴	مسجد کے سائبان میں گٹے وغیرہ لگانا جائز ہے جبکہ نمازیوں کی نگاہ کے سامنے نہ ہوں۔	۵۷۱	مسجد سے متصل کوئی مکان مسجد سے بلند ہو تو حرج نہیں اور یہ خیال کہ جس مسجد سے متصل کوئی بلند مکان ہو اس میں نماز نہیں ہوتی محض غلط ہے۔
۵۹۵	مسجد کی دیواروں پر طے وغیرہ لگانا جائز ہے جبکہ بلند کیا پرچوں۔	۵۷۲	مسجد ضرار کی ایک صورت۔
۵۹۶	مسجدوں میں نقش و نگار کرنے کا حکم۔	۵۷۳	ضرورت پر متعدد مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔
۵۹۷	کرمی پر ٹیچ کر مسجد میں وعظ کرنا جائز ہے جبکہ نمازیوں کو کوئی ضل نہ ہو۔	۵۷۴	مسجد مہدم کر کے دوکان وغیرہ بنا لینا حرام ہے نہ مسجد بنانے میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ پرانی مسجد ویران نہ ہو جائے ورنہ گناہ ہوگا۔
۵۹۸	قوی و ضعیف حدیثوں میں تعارض ہو تو قوی پر عمل ہوگا۔	۵۷۵	حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک روایت کی تردید ہر شہر میں ایک جامع مسجد بنانا واجب ہے اور محلوں میں بھی مسجدیں بنانے کا حکم ہے۔ بلند مسجدیں بنائی جائز ہے۔
۵۹۹	مسجدوں میں جوتے کہاں رکھے جائیں۔		
۶۰۰	بلا ضرورت سامنے جوتے نہ رکھے جائیں۔		
۶۰۱	مسجد کے کنوئیں سے لوگوں کو پانی بھرنے سے منع نہیں کیا جاسکتا۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۱۹	طیوع آفتاب سے پہلے پڑھنا منع ہے۔ صاحب حرمین خطبہ کے وقت بھی قضا پڑھ لے وہ نہ اس کا جمعہ نہیں ہوگا اور جو صاحب ترتیب نہ ہو وہ وہاں خطبہ میں قضا نہیں پڑھ سکتا۔ سنت فجر بلا عذر پیچ کر صحیح نہیں ہوگی اور سنت فجر قضا ہو جائے تو اس کے پڑھنے کا وقت۔ عشاء سے پہلے والی سنت فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں ہاں عشاء کے بعد دو رکعت سنت کے بعد اسے پڑھ لے تو کوئی مانعت نہیں۔ سنت فجر فوت ہو جائے تو طلوع شمس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے۔ جمعہ کی سنت چھوٹ گئی ہے تو جمعہ کے بعد اس کو بہریت سنت پڑھ لے۔ سنت فجر قضا ہو جائے تو طلوع شمس کے بعد زوال سے پہلے تک پڑھ لے زوال کے بعد اس کی قضا نہیں۔ میت کی جانب سے قضا عری اٹا کر نیکی ایک صورت۔ قضا عری کا ایک غلط طریقہ۔ قضا عری کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کی نیت۔ جس کے ذمہ قضا نازیں ہوں وہ غفلوں کی جگہ بھی قضا نازیں پڑھے۔ ناز قضا ہو جانے کی ایک صورت۔ قضا نازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں اور ہو سکتی ہے تو کہاں مسجد یا مکان میں۔ قضا عری ادا کرنے کا طریقہ۔ ناز روزہ حج وغیرہ کے چھوڑنے سے آدمی کا فر نہیں ہوتا البتہ اگر قضا اس پر فرض ہے۔ جب تک کھڑے ہو چکی طاقت ہو پیچ کر ناز نہیں ہوگی۔ فجر کی نماز قضا ہو جائے وہ جمعہ اور عید کی ناز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ میت کے ذمہ ناز روزہ کا کفارہ ہو اور کفارہ میں قرآن شریف کا ہر یہ سکین کو دیا جائے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں۔ میت کے کفارہ ادا کرنے کیلئے ماں نہ ہو یا کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو۔ قضا ناز کے کفارہ کا مستحق کون ہے۔ میت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ۔ کفارہ میں قرآن شریف دینے سے پورا کفارہ ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف جس پر یہ کفارہ اتنی ہی ادا ہوگا۔	۶۱۹	الجمہ مسجد کی رسی اور دول سے غیر ناز کے لیے پانی پھرنا منع ہے۔ طہارت میں ادا ہوا کو دخل نہیں۔ بے ضرورت مسجد میں وضو نہ کرنا منع ہے۔ مسجد کے درخت کے پھل پھول بلا قیمت لینا جائز نہیں۔ مسجدوں میں دنیا کی باتیں یا شور و شب حرام ہے ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہیے۔ مسجد منہدم ہو گئی اور اس کے متعلق دو کام ہیں ہوں تو ان کے کرایہ سے مسجد تعمیر کی جائے کرایہ کی آمدنی کو دوسری مسجد یا امام پر خرچ کرنا حرام ہے۔ قبروں کو ہزار کر کے مسجد میں شامل کر لینا حرام ہے۔ مسجدوں میں مرد سے قائم کرنے کے شرائط۔ مسجدوں میں کندہ چھوڑنے کا حکم۔ مسجدوں پر جھنڈے لہرانے کا حکم۔ مسجدوں میں سیلا و شریف یا وعظ کتنا کیسا ہے۔ مسجدوں میں علما و دانشمندان کے لیے قیام کیا جاسکتا ہے۔ قبریں پاٹ کر مسجد بنانا کیسا ہے۔ مسجد کی تعمیر کے لیے زمینیں کیسی ہوں۔ مسجد میں جمعہ کے لیے دریاں دی گئیں اور وہاں جمعہ پڑھنا منع ہو گیا تو ان دریاؤں کو دوسری مسجد میں دینا جائز نہیں۔
۶۲۰	طیوع آفتاب سے پہلے پڑھنا منع ہے۔ صاحب حرمین خطبہ کے وقت بھی قضا پڑھ لے وہ نہ اس کا جمعہ نہیں ہوگا اور جو صاحب ترتیب نہ ہو وہ وہاں خطبہ میں قضا نہیں پڑھ سکتا۔ سنت فجر بلا عذر پیچ کر صحیح نہیں ہوگی اور سنت فجر قضا ہو جائے تو اس کے پڑھنے کا وقت۔ عشاء سے پہلے والی سنت فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں ہاں عشاء کے بعد دو رکعت سنت کے بعد اسے پڑھ لے تو کوئی مانعت نہیں۔ سنت فجر فوت ہو جائے تو طلوع شمس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے۔ جمعہ کی سنت چھوٹ گئی ہے تو جمعہ کے بعد اس کو بہریت سنت پڑھ لے۔ سنت فجر قضا ہو جائے تو طلوع شمس کے بعد زوال سے پہلے تک پڑھ لے زوال کے بعد اس کی قضا نہیں۔ میت کی جانب سے قضا عری اٹا کر نیکی ایک صورت۔ قضا عری کا ایک غلط طریقہ۔ قضا عری کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کی نیت۔ جس کے ذمہ قضا نازیں ہوں وہ غفلوں کی جگہ بھی قضا نازیں پڑھے۔ ناز قضا ہو جانے کی ایک صورت۔ قضا نازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں اور ہو سکتی ہے تو کہاں مسجد یا مکان میں۔ قضا عری ادا کرنے کا طریقہ۔ ناز روزہ حج وغیرہ کے چھوڑنے سے آدمی کا فر نہیں ہوتا البتہ اگر قضا اس پر فرض ہے۔ جب تک کھڑے ہو چکی طاقت ہو پیچ کر ناز نہیں ہوگی۔ فجر کی نماز قضا ہو جائے وہ جمعہ اور عید کی ناز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ میت کے ذمہ ناز روزہ کا کفارہ ہو اور کفارہ میں قرآن شریف کا ہر یہ سکین کو دیا جائے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں۔ میت کے کفارہ ادا کرنے کیلئے ماں نہ ہو یا کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو۔ قضا ناز کے کفارہ کا مستحق کون ہے۔ میت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ۔ کفارہ میں قرآن شریف دینے سے پورا کفارہ ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف جس پر یہ کفارہ اتنی ہی ادا ہوگا۔	۶۲۰	باب ادراک الفریضة (از منہ ۱ تا ۶۱۴)
۶۲۱	کوئی نفل یا سنت پڑھ رہا ہے اور جماعت قائم ہوئی تو پوری کر کے جماعت میں شریک ہو یا چھوڑے؟ امام قعدہ اخیرہ میں ہو تو فجر کی سنتیں پڑھ کر شریک ہونا چاہیے یا بغیر پڑھے۔ فرض پڑھ رہا ہے اور جماعت کھڑی ہوئی تو کیا کرے؟ امام فجر کے قعدہ اخیرہ میں ہو اور سنت پڑھ کر شریک ہو سکتا ہے تو سنت پڑھے ورنہ شریک ہو جائے اور آفتاب بلند ہونے کے بعد نہ پڑھے فجر کی جماعت ہو رہی ہے تو سنت کہاں پڑھی جائے	۶۲۱	باب قضاء الفوائت (از منہ ۱ تا ۶۱۴)
۶۲۲	فجر کی فرض پڑھ لی ہو اور سنت نہ گئی ہو تو زوال سے پہلے تک پڑھ سکتا ہے نازیں کچھ چھوٹی ہوں اور کچھ ٹھہری ہوں تو کس ترتیب سے پڑھی جائیں۔ فجر کی سنت رہ گئی ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال تک پڑھ لے	۶۲۲	فجر کی فرض پڑھ لی ہو اور سنت نہ گئی ہو تو زوال سے پہلے تک پڑھ سکتا ہے نازیں کچھ چھوٹی ہوں اور کچھ ٹھہری ہوں تو کس ترتیب سے پڑھی جائیں۔ فجر کی سنت رہ گئی ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال تک پڑھ لے

باب سجود السهو

(از منہ ۱ تا ۶۱۴)

سورت سوچنے میں بقدر ادائے رکن یعنی تین بار سبحن اللہ کہنے کی مقدار دید ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۳۰	دلانے کے لئے آدمی مقرر کرنا جائز نہیں۔	۶۳۰	بھول کر کھڑا ہو جائے یا کھڑے ہونے سے قریب ہو تو کیا کرے
۶۳۱	تین سجدے کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔	۶۳۱	قدہ اخیرہ کو قدہ اولیٰ سمجھ کر کھڑا ہو گیا اور سجدہ کرنے سے پہلے
۶۳۲	سجدہ سہو واجب ہو اور سجدہ نہ کرے تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔	۶۳۲	لوٹ آیا تو بیٹھے ہی سجدہ سہو کرے دوبارہ التحیات نہ پڑھے۔
۶۳۳	تیسری یا چوتھی رکعت میں سہو فاتحہ کے بعد آیت پڑھ دی یا رکوع	۶۳۳	قدہ اولیٰ میں کھڑے ہونے کے قریب تھا کہ بیٹھ گیا تو سجدہ سہو
۶۳۴	کی نسبت سجدہ میں یا سجدہ کی رکوع میں یا مقتدی نے تہود	۶۳۴	واجب ہوگا یا نہیں۔
۶۳۵	پڑھایا امام نے تسبیح کے بجائے تکبیر کہا تو سجدہ سہو نہیں۔ قدہ	۶۳۵	امام پر سجدہ سہو نہیں تھا اور سجدہ سہو کیا تو اس کے بعد جو لوگ
۶۳۶	اخیرہ میں بھول کر کھڑا ہو جائے تو کیا کرے۔	۶۳۶	اس نماز میں شریک ہوں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔
۶۳۷	کسی کو نسیان ہو اور دوسرے کے بتانے پر وہ نماز پڑھے تو نماز نہیں	۶۳۷	سجدہ سہو کے لئے امام سلام کرے تو مسبوق بھی سلام کرنے میں
۶۳۸	ہوگی ایسا شخص نماز کس طرح پڑھے۔	۶۳۸	شریک ہو یا نہیں۔
۶۳۹	بغیر قنوت پڑھے رکوع چلا جائے تو پلٹے نہیں اور اگر پلٹا تو نماز	۶۳۹	قدہ اولیٰ میں اللہم صل علی محمد تک پڑھے گا تو سجدہ سہو
۶۴۰	تو ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا پلٹنے کے لئے مقتدی نے لقمہ دیا تو	۶۴۰	واجب ہوگا۔ مسبوق سجدہ سہو کا سلام نہ کرے۔
۶۴۱	اس کی نماز فاسد ہوگی۔	۶۴۱	قدہ اولیٰ میں شک ہو اور سجدہ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی۔
باب سجود التلاوة		۶۴۲	فاتحہ کے بعد بسم اللہ شریف ترتیل سے پڑھی جس سے کافی دیر
(از ۶۴۹ تا ۶۵۵)		۶۴۲	ہوگئی تو سجدہ سہو واجب نہیں سکوت یا سورت سوچے میں یہ
		۶۴۳	ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔
۶۴۴	کتاب وغیرہ میں آیات سجدہ ہوں تو ان کے پڑھنے سے سجدہ	۶۴۴	چار رکعت والی نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں سورت کا ضم کرنا
۶۴۵	واجب ہوگا یا نہیں۔	۶۴۵	کیسا ہے۔
۶۴۶	آیت سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں۔	۶۴۶	سجدہ سہو کے لئے ایک طرف سلام چاہئے دونوں طرف نہیں۔
۶۴۷	امام نے سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کیا تو امام اور مقتدی	۶۴۷	فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں ملائی اور رکوع میں چلا گیا تو یاد
۶۴۸	سب کا سجدہ ادا ہوگا یا نہیں۔	۶۴۸	آنے پر فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے۔ اور اگر
۶۴۹	آیت سجدہ کے ترجمہ پڑھنے سے سجدہ ہوتا ہے یا نہیں۔	۶۴۹	رکوع کے بعد یاد آئے تو سجدہ سہو کرے۔
۶۵۰	سجدہ تلاوت کے لئے طہارت اور نیت ہونا ضروری ہے۔ سجدہ	۶۵۰	مقتدی سے سہو ہونے پر نہ اعادہ صلوٰۃ ہے نہ سجدہ سہو کیوں
۶۵۱	کرنے میں قرآن شریف سامنے ہو تو حرج نہیں۔	۶۵۱	اس کے متعلق ایک علمی بحث۔
۶۵۲	آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب تراویح ہو	۶۵۲	امام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدہ واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ
۶۵۳	یا کوئی دوسری نماز۔	۶۵۳	نہ کرے اپنی نماز پوری کرنے کے بعد کرے۔
باب صلاة المسافر		۶۵۴	سجدہ سہو کا سلام دہنی طرف ہے دونوں طرف نہیں در سجدہ سہو
(از ۶۵۵ تا ۶۶۱)		۶۵۴	ساقط اور گناہ لازم۔
۶۵۵	حکام سرکاری دوروں میں مسافر ہوں گے یا نہیں۔	۶۵۵	قدہ اولیٰ میں امام عادت سے زیادہ دیر لگا دے تو مقتدی
۶۵۶	مسافر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مدت قصر تک مسلسل	۶۵۶	لقمہ دے سکتا ہے۔
۶۵۷	جانے کا ارادہ ہو ورنہ مسافر نہیں ہوگا۔	۶۵۷	بغیر قنوت پڑھے رکوع میں چلا جائے تو پلٹے نہیں سجدہ سہو کرے۔
۶۵۸	منزل، کوس اور فرسنگ کی مسافتوں کا بیان قصر میں منزل	۶۵۸	قدہ اولیٰ میں امام سہو کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو نماز
۶۵۹	سے کم میں نہیں ہوتا۔ مسافر جس راستے سے سفر کرے قصر میں ہی قصر ہوگا۔	۶۵۹	ہوگی یا نہیں۔
۶۶۰	دو مسافروں کے درمیان ایک مشترک علام ہو اور ایک نے اقامت	۶۶۰	امام کو قدہ سے سہو ہو تو اشد کبریا التحیات سے بھی لقمہ دیا جاسکتا
۶۶۱	کی نیت کرنی اور دوسرے نے نہیں کی تو غلام قصر کرے یا نہیں۔	۶۶۱	ہے مگر سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔
		۶۶۲	نسیان کی وجہ سے رکعت وغیرہ کی تعداد یاد نہ رہتی ہو تو یاد

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۸۷	تعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے مگر ایک جگہ پڑھنا افضل ہے۔	۶۸۲	ایک دی سے باہر نکلنے ہی مسافر ہو جاتا ہے اور جب تک وطن واپس نہ آجائے یا کہیں اقامت کی نیت نہ کرے مسافر رہے گا۔
۶۸۸	جہاں صحت جمعہ کے شرائط میں اشتباہ ہو تو وہاں خواص کے لیے چار رکعت احتیاجی پڑھنے کا حکم ہے۔	۶۸۳	جنگلات میں جو ملازمین ہوتے ہیں وہ مسافر کہلائیے گئے یا نہیں۔
"	جمعہ کس سال فرض ہوا۔	۶۸۴	جو اسٹیشن چکوں میں ہوتے ہیں ان کے ملازمین مسافر ہیں یا نہیں۔
۶۸۹	جمعہ عیدین وغیرہ میں کثیر جماعت ہو تو مسجد کا سجدہ چھوڑا جاسکتا ہے۔	"	سفر میں نازدوری پڑھنا قصر نہ کرنا گناہ ہے۔
"	ایک مسجد میں جمعہ ہو جائے تو دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	"	۵۰ میل کے ارادہ سے سفر کرنے سے آدمی مسافر ہوتا ہے دس دس جنگلات کے ملازمین کے متعلق ایک سوال۔
۶۹۱	ایک مسجد میں دوبار جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں یا ایک وقت میں جمعہ کی دو جماعتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں۔	۶۸۸	سسرال میں سفر پر ہو تو وہاں جائے پر نماز میں قصر ہوگا۔
۶۹۲	عربی میں خطبہ پڑھنا پھر اردو میں ترجمہ کرنا یا اردو میں پڑھنا یا کچھ عربی اور کچھ اخبار میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔	۶۸۹	۵۰ میل کے فاصلہ پر علی الاصل جانا ہو تو قصر ہے۔
۶۹۳	جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے دو رکعت پڑھنا جائز نہیں۔	"	مسافر امام نے پوری نماز پڑھائی تو مقیم کی نماز نہیں ہوگی کہیں دوکان ہو تو وہ وطن اصل منہیں بن جاتا۔
۶۹۴	خطبہ کے متعلق دوسروں کے وقتوں اور صنف کی تحقیق	۶۹۰	
۶۹۵	خطبہ میں دینے والی سوئے پھیرنا بے اصل ہے۔ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔ منبر کے کتنے دینے ہوں اور کس زمین پر خطبہ ہو اور منبر کا رواج کب سے ہے۔		باب الجسعة (از منہ تا مہ)
۷۰۰	احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔	۶۸۸	جمعہ کے لیے شہر شرط ہے۔ شہر کی تعریف
۷۰۱	جہاں آبادی اتنی ہو کہ وہاں کی ٹہنی مسجد میں نہ آسکیں، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی بنا پر وہ شہر ہے متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے اس روایت پر وہاں جمعہ اور عیدین ہو سکتے ہیں۔	۷۰۰	دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ شہر کی یہ تعریف کہ جمعہ کے لیے شہر کا ہونا ضروری ہے اس میں تو مسجد میں نہ آسکیں، ظاہر الرویہ کے خلاف ہے۔
"	شہر اور دیہات کا فرق۔ (افسوس کہ پورا جواب نہ مل سکا)	۷۰۱	جمعہ کے متعلق ایک شہر کا ازالہ احتیاطی ظہر خواص کے لیے ہے۔
۷۰۳	شوکت اسلامی کے خیال سے جمعہ اور عیدین کا گواہی میں چڑھنا صحیح تو جائز ہے یا نہیں۔	۷۰۲	فتادی ابوالبرکات کے ایک فتویٰ کا رد۔ خطبہ کے الفاظ کے معانی کا سمجھنا صحت جمعہ کے لیے شرط نہیں۔
"	ملازمین وغیرہ خطبہ کے وقت پڑھنا جائز نہیں۔	۷۰۳	خطبہ میں خطبہ کا ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔
"	جمعہ ہو چکنے کے بعد دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	"	قلعہ وغیرہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ صحت جمعہ کے لیے اذن عام ضروری ہے۔ جمعہ کی سنتوں کی تعداد کتنی ہے
۷۰۵	جامع مسجد تنگ پڑتی ہو تو عید گاہ میں جمعہ پڑھا جائے احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔	۷۰۴	احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ
۷۰۶	جمعہ اور ہر نماز کے بعد قبلہ سے انحراف امام کے لیے سنت ہے۔ قبلہ رو بیٹھا رہنا بالاجماع مکروہ ہے۔ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں طویل دعا بہتر نہیں اور یونہی جبکہ مقتدیوں پر گراں گزرتی دعا کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں۔	۷۰۵	جمعہ سے متعلق چند سوال۔
"	جمعہ، عیدین اور کسوف میں امام کیسا ہو۔	۷۰۶	اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد زبان سے دعا کرنا منع ہے دل سے کر سکتا ہے۔
۷۰۷	ایک مسجد میں جمعہ کی نماز دوبارہ پڑھنا جائز نہیں۔	۷۰۷	موتور سے خطبہ شروع کرنا چاہیے۔
		"	ازد کے قصاب وغیرہ خطبہ میں پڑھنا خلاف سنت ہے۔
		"	عصا لیکر خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔
		"	عربی، فارسی اور اردو استعار میں خطبہ ہو تو کیسا ہے
		"	نابالغ خطبہ پڑھنے اور بالغ نماز پڑھنے کو کیا حکم ہے۔
		"	احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۲۸	شافعی امام کے پیچھے حنفی کا جمعہ ہوگا یا نہیں۔	۷۰۹	جمعہ کے لیے شہر یا فنائے شہر شرط ہے جہاں شہر نہ ہو وہاں فنائے شہر کافی ہے۔ فنائے شہر کس کو کہتے ہیں۔ مالک، شیعہ، اکبر، مساجد اہلہ مصر کو علمائے رد کر دیا ہے۔
۷۲۹	بے اذن امام معین کے دوسرے نے خطبہ پڑھا اور نماز پڑھائی۔ جمعہ نہیں ہوگا یا امام معین نماز میں شریک ہو جائے تو ہو جائیگا۔	۷۱۰	احتیاطی طور عوام کیلئے نہیں ہے۔ خطبہ میں حضور کا نام پاک آئے تو دل میں درد پڑے زبان سے سکوت فرض ہے۔
۷۳۱	مسجد سے باہر کوئی ایسی جگہ نہ ہو جہاں مؤذن خطیب کے محاذی میں اذان دے سکے تو وہاں کیا کیا جائے۔	۷۱۱	بصر، قری اور شہر کا فرق۔ متصل بستیاں ہوں اور کثیر مسلمان آباد ہوں کہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
۷۳۲	جمعہ کے دونوں خطبے فرض ہیں یا ایک فرض دوسرا سنت؟ رسالہ موافقۃ الیچان فی الصبوط عن المنابر ملحد السلطان (از ماس، تا ۱۳۳۷ ثانی خطبہ میں ایک طبعی اثر نے پھر چڑھنے کے بارے میں)	۷۱۲	تحقیق یہ ہے جمعہ کے لئے شہر شرط ہے ہم اسی پر فتویٰ دیتے ہیں لیکن دیہات میں جمعہ پڑھنے سے عوام کو نہ منع کرتے ہیں اور نہ منع کرنا پسند کرتے ہیں ایک روایت پر جمعہ صحیح ہو جاتا ہے عوام جس طرح بھی خدا و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔
۷۳۳	المصنوع مالاً لیسع اکبر مساجد اہلہ یہ مذہب امام اور نہ صاحبین کا قول۔	۷۱۳	جہاں تین چار مسلمان آباد ہوں منصفی ڈاک خانہ، شفا خانہ بازار وغیرہ ہوں وہ شہر ہے یا دیہات۔
۷۳۴	دیہات کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں۔	۷۱۴	جمعہ کی امامت کے لئے سلطان یا ماذن کی شرط کوئی بنیادی شرط نہیں۔
۷۳۵	اذان ثانی کا جواب امام دے سکتا ہے مقتدی نہیں مگر مقتدی دے تو اس سے نزاع نہیں کرنا چاہئے۔ تو دسے خطبہ شروع کرنا چاہئے اور کوئی بسم اللہ سے شروع کرے تو جواز میں شک نہیں۔	۷۱۵	نماز پنجگانہ جمعہ عیدین اور کسوف کی امامت میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔
۷۳۶	خطبہ میں اسم جلال یا حضور کا اسم مبارک آئے تو دل میں جل جلالہ یا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے زبان سے نہیں۔ خطبہ کے وقت سنتیں پڑھنا ممنوع ہے۔	۷۱۶	دیہات میں جمعہ عیدین جائز نہیں عوام پڑھیں تو انھیں منع کرنے کی ضرورت نہیں۔
۷۳۷	خطبہ زبانی اور دیکھ کر دونوں طور پر پڑھا جاسکتا ہے اور زبانی پڑھنا افضل ہے۔	۷۱۷	خطبہ میں غیر عربی کا غلط کمرہ تنزیہی اور خلاف سنت ہے۔
۷۳۸	نہ ہم دیہات میں جمعہ پڑھیں گے اور جہاں قائم نہ ہو نہ وہاں قائم کریں گے مگر عوام کو منع بھی نہ کریں گے۔	۷۱۸	خطبہ اولیٰ میں اوصیکم بقوی اللہ نہ پڑھا جائے تو شوافع کی نماز ہوگی یا نہیں۔
۷۳۹	امام قابل امامت نہ ہو اور اسے بدل بھی نہ سکتا ہو تو تنہا ظہر پڑھے۔	۷۱۹	ایک مسجد میں اذان و اقامت اور خطبہ کے ساتھ جمعہ ہو چکے کے بعد پھر دوسروں کو چند بار ایسے ہی جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
۷۴۰	خطبہ سننے کی حالت میں کوئی حرکت کرنا منع ہے اور ولد کو اللہ اعلیٰ پر نماز کے لئے کھڑے ہونا حرام ہے۔	۷۲۰	دونوں خطبہ کے مابین دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔
۷۴۱	امام نے جمعہ پڑھا کر دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز میں شریک ہو گیا یہ کیسا ہے۔	۷۲۱	جیل خانوں میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔
۷۴۲	ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے۔ جمعہ کا امان کون ہو۔	۷۲۲	جہاں جمعہ صحیح ہونے میں اشتباہ نہ ہو وہاں احتیاطی طور منع ہے۔
۷۴۳	میدان میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے اس کے لئے مسجد یا عمارت ہونا ضروری نہیں۔	۷۲۳	امام میں شرعی عیب ہو اور اسے معزول نہ کر سکیں تو دوسری جگہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔
۷۴۴	جمعہ کے شرائط۔	۷۲۴	جہاں لوگ عربی نہیں سمجھتے ہیں ان کی رعایت میں اُردو میں خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
۷۴۵	خطبہ میں آیت شروع کرنے سے پہلے تلوذ پڑھنا چاہئے اور وہ آیت سورہ کی ابتدا میں ہو تو بسم اللہ بھی پڑھ لینے میں حرج نہیں۔	۷۲۵	مسجد میں اذان ثانی دینا مکروہ ہے۔ جمعہ کی پہلی اذان کب سے شروع ہوتی۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں اذان ثانی کہاں سارے جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵۹	جوشاہی زمانہ سے خطبہ اور امامت کے منصب پر مقرر ہوا اسکے خطبہ سننے کو ناجائز کہنا منع ہے۔	۴۴۸	جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے۔ مختصر خطبہ ہونا چاہئے۔ علی خطبہ کے مصنف سنی تھے۔
۴۶۰	اذان خطبہ کا جواب دینا اور دعا مانگنا اور نام پاک پر انگڑھٹھا چومنا نہیں چاہئے۔ درود شریف دل میں پڑھے زبان سے نہیں اُردو میں خطبہ خلافت سنت ہے۔	۴۴۹	بن میں جمعہ حرام اور گاؤں میں ناجائز۔
۴۶۱	امام جمعہ مقرر کرنے کا حق بادشاہ یا نائب کو ہے۔ سنت پڑھنے میں خطبہ شروع ہو تو کیا حکم ہے۔	۴۵۰	جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے۔
۴۶۲	رسالہ رعایۃ المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین (از ص ۶۶ تا ۷۶) مابین الخطبتین دعا کرنے کے بارے میں (از ص ۶۶ تا ۷۶) دو دنوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔	۴۵۱	جہاں متصل بستیاں ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
۴۶۳	نماز جمعہ میں قراۃ کی مقدار	۴۵۲	الوداعی خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہاں وہ فی نفسہ مباح ہے۔
	رسالہ اوفی المعرفۃ فی اذان الجمعة (از ص ۷۷ تا ۸۷) اذان ثانی مسجد سے باہر ہونیکے بیان میں	۴۵۳	چھوٹے چھوٹے گاؤں متصل ہوں تو وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
	باب العیدین (از ص ۸۷ تا ۹۱)	۴۵۴	غیر عربی میں خطبہ نہیں ہونا چاہئے۔ مختصر خطبہ پڑھنا عقلمندی کا ثبوت ہے۔ الوداع کوئی حکم شرعی نہیں اور نہ اس کا التزام اچھا۔ جمعہ میں قراۃ کی مقدار اس کی ہے۔
۴۴۵	عید کے خطبہ میں لبیک یا درود پڑھنا کیسا ہے۔	۴۵۵	دیہات میں جمعہ جائز نہیں اور جہاں قائم ہو بند کرنا جاہلوں کا کام ہے۔
	رسالہ سرور العید فی حل الدعاء بعد صلاة العید (از ص ۹۱ تا ۹۹) نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے ثبوت میں)	۴۵۶	باب جمعہ میں قاضی سے مراد والی قاضی ہے نکاح کا قاضی نہیں۔ مجلس خاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ دھوپ کی وجہ سے چھتری لگا کر خطبہ سننا جائز ہے یا نہیں۔
۴۹۰	عید صحرا میں پڑھنی چاہئے یا مسجد میں۔	۴۵۷	جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے سفر کرنا جائز ہے جمعہ کا وقت ہو جانے کے بعد سفر کرنا گناہ ہے۔
۴۹۹	خطبہ میں یا نماز سے پہلے چندہ کی تحریک کیسی ہے۔ جمعہ وعیدین اور نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق۔ قاضی کی تفریق اور شرائط۔	۴۵۸	گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی جائے تو وہ مسجد کے حکم میں نہیں۔ جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔
۸۰۱	جامع مسجد میں عید پڑھنی جائز ہے اور عید گاہ میں بہتر۔	۴۵۹	حضور کی تبعیت میں حضرت غوث الاعظم پر درود پڑھنا جائز ہے۔
۸۰۲	قصداً نماز عید چھوڑنا گناہ ہے۔ عید کس پر واجب ہے۔	۴۶۰	ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے۔ احتیاطی ظہر خواص کے لئے ہے۔ جہاں جمعہ صحیح ہو گا ظہر سا قضا ہوگی لوگوں کے مقرر کردہ امام کے پیچھے جمعہ صحیح ہے۔
۸۰۳	تکبیرات زوائد کب سے شروع ہوں۔	۴۶۱	در یا سمندر وغیرہ میں جمعہ جائز نہیں نہ دارالحرب میں۔
	بلا عذر پہلے روز عید نہیں پڑھی گئی دوسرے روز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں۔	۴۶۲	ایک زینہ آترنے پھر چڑھنے کو علانے ایک مصلحت سے خطیب کے لئے رکھا تھا وہ اب نہیں۔ سلاطین کے لئے مبالغہ آمیز الفاظ ممنوع ہیں۔
	ایک عید گاہ میں دو بار عید پڑھی گئی پہلی خطبہ کے ساتھ اور دوسری بلا خطبہ نماز ہوئی یا نہیں۔	۴۶۳	جمعہ کا اول اور آخر وقت۔
	خواجی ذہن میں عید گاہ بنی ہو وہ عید گاہ ہوگی یا نہیں۔ نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے۔	۴۶۴	خطبہ میں کیا ہو خلفائے راشدین کے نام نہ لئے جائیں تو کیا حرج ہے۔
۸۰۴	دن پڑھنے کے بعد چاند کی تحقیق ہو اور شدید بارش ہو اور کچھ لوگ پہلے روز پڑھ لیں دوسرے روز باقی لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	۴۶۵	قادیانیوں کی نماز باطل ہے۔
		۴۶۶	بجائے خطبہ کے وعظ و نصیحت ہو تو کیا حرج ہے۔ غیر عربی میں خطبہ کیسا ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۱۱	بقر عید میں ناز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور ناز کے بعد قربانی کا گوشت کھانا مسنون ہے۔	۸۰۵	حکام کی اجازت سے عید گاہ بنی ہو اس میں عید پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ گورنمنٹ کی زمین پر بلا اجازت عید پڑھنی کیسی ہے عید گاہ کے لئے عمارت ہونا ضروری نہیں۔
۸۱۲	چاند میں اختلاف ہو تو قربانی کے ایام میں احتیاط چاہئے۔	۸۰۶	عید کے امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے امام کیلئے ہیں۔
۸۱۳	چاند میں تردد ہوتے ہوئے عید پڑھ لی گئی تو ناز ہوگی یا نہیں۔	۸۰۷	ناز عید سے پہلے مزدوری وغیرہ کرنا جائز ہے۔
۸۱۴	نیت میں صلاۃ عید الاضحیٰ کے بجائے عید الفصحیٰ کہا جائے ناز ہوگی یا نہیں۔	۸۰۸	عید پڑھنے والا عید کی امامت نہیں کر سکتا۔
۸۱۵	عید گاہ کے احکام مسجد کے احکام ہیں۔	۸۰۹	لوگوں کو جمع کرنے کے لئے صرف الصلاۃ جامعۃ کہنے کی اجازت ہے اس کے لئے بنگلہ جلانا یا گھنٹا بجانا حرام ہے۔
۸۱۶	مکیہ ارات میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کیا حکم ہے۔	۸۱۰	مسجد کا فرش وغیرہ عید گاہ مے جانا جائز نہیں۔ ناز کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔
۸۱۷	دوران خطبہ میں خطیب سامعین سے سبحان اللہ وغیرہ پڑھوائے تو کیا حکم ہے۔	۸۱۱	چاند کے بارے میں تاویز وغیرہ معتبر نہیں۔
۸۱۸	باب الکسوف والاستسقاء	۸۱۲	مسجد میں عید پڑھی جاسکتی ہے اور عید گاہ میں سنت ہے۔ ایک
۸۱۹	استسقاء دعا ہے یا ناز اور یہ کب ہو۔	۸۱۳	شہر میں متعدد جگہ عید کی ناز ہو سکتی ہے۔
۸۲۰		۸۱۴	ایک شہر کے لئے دو عید گاہ نہیں چاہئے۔

عرض حال

تَحْقِيقُ وَفَصْلٌ عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ

مجدد مائے احاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ دنیا کے ایک بڑے مفکر، شراغ اسلام کے منفرد ماہر، فقہ کی جزئیات کے عبقری اور بی شمار متون و شروح کا مبصرانہ اختصار رکھتے تھے تیرہ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اور اخیر عمر تک پیشنل جاری رہا۔ دنیا اور دنیا داروں سے بے نیاز رہ کر جس دل سوزی اور اچھک سے انھوں نے حیات دین اور نشر علوم میں پوری زندگی صرف کی ہے۔ اسے خود ہی بڑے پیارے انعام میں بیان فرماتے ہیں۔

دراوش زحمیں درائش ز طعن نہ را گوش بدح نہ را پوش دے
منم دگنج غولی کہ گنج در دے جز من و چند کتا بے درد و اتے قلعے

تہا ان کے علمی کارنامے اپنی دست، تنوع، مضامین کی بوندی اور تعداد کی کثرت کے لحاظ سے ایک پوری ایکڑ ملی کی صد سالہ محنت کاوش پر بھاری ہے۔ مختلف علوم و فنون کی چھ سو سے زائد بلند پایہ کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں جن میں بہت سی اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے تخلیقی ہیں۔

زیر اشاعت کتاب "فتاویٰ رضویہ" بارہ جلدوں میں ہے جس کی ہر جلد تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہے جن میں فقہ کے ہزاروں مسائل ایسی تحقیق سے بیان ہوئے جو اپنی آپ مثال ہیں۔ اور ضما مختلف علوم کے مسائل محققانہ ذکر کئے گئے ہیں۔ آپ کے بیشتر فتاویٰ کثیر التعداد آیات قرآنی، احادیث کریمہ، اور روایات اصول و فروع کی بوجھل شہادتوں سے گراں بار ہوتے ہیں۔ مثلاً صرف ایک مسئلہ حزب سجدہ ختمہ کے ثبوت میں متعدد آجین "چالیس حدیثیں اور ڈیڑھ سو نصوص فقہ پیش فرمائیں خود ان کے افاضات و معارف مزید براں ہیں۔ لیکن اختصار اس بلا کا تھا۔ کہ سب کچھ زبانی ہی بیان فرما دیتے۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی فتویٰ نویسی بیشتر املا کی صورت میں ہوتی تھی۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے سوال پڑھ کر سنا دیئے جاتے تھے پھر جوابات ارشاد فرماتے اور لکھ لیا جاتا کبھی ایسا ہوا کہ سوالوں کے متعدد نمبر ایک ساتھ سنا دیئے اور سب کے جوابات سلسلہ دار اور نمبر وار املا فرماتے۔

ایک انتہائی حیرت انگیز منظر کی شہادت مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی دیتے ہیں۔

میں اعلیٰ حضرت سے ملنے اس وقت بریلی گیا جب آپ ایک دفعہ عیالات کے سلسلہ میں شہر سے باہر ایک مکان میں قیام فرماتے۔

ڈاکٹروں نے لکھنے چڑھنے اور لوگوں سے ملنے جلنے سے روک دیا تھا اس وقت میں نے دیکھا کہ چار لکھنے والوں نے استفتا سائلے! اور آپ بیک وقت چاروں کو جوابات لکھوانے شروع کئے اس طرح کہ ایک فقرہ ایک لکھنے والے کے جواب میں ارشاد فرمایا جب تک یہ اسے لکھ دوسرے کو اس کے جواب کا ایک فقرہ مرحمت ہوا۔ اس نے لکھنا شروع کیا۔ پھر تیسرے کو اور آپ جب چوتھے کو جواب کا ایک فقرہ بول چکے تھے تو پہلا اپنا فقرہ لکھ چکا تھا۔ آپ نے دوسرا فقرہ اسے ارشاد فرمایا۔ پھر اسی طرح بیک وقت چاروں کو جواب لکھوانے۔

فتاویٰ رضویہ آپ کی زندگی کا ایک عظیم و گرانقدر علمی سرمایہ ہے۔ پھر افادیت کے لحاظ سے ہندوستان گیر ہی نہیں عالم گیر بھی ہے اس لیے مدت سے اس کی اشاعت کی منتاظمی کہ علما اور عوام دونوں ہی اس سے مستفید ہوں جس کے لیے بیشتر احباب، اہلسنت کو آمادہ بھی کرتے رہے۔ لیکن وہ جو کہا گیا ہے **كُلُّ أَمْرٍ مَرْهُونٌ** باوقا تھا وہ مبارک گھڑی اس وقت آئی جب ایک دفعہ شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ **مصطفیٰ رضا خاں صاحب** دام ظلہم الاقدس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے ان سے عرض کی گئی فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا کوئی انتظام ہوا۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں کے سوا کس سے اس کی توقع ہو سکتی ہے؟ اس کراست آثار جملے نے دلوں میں ہمت اور عزائم میں استوار می پیدا کی اور دارالعلوم اشرفیہ کی رہنمائی میں کام شروع کیا اور سی دارالافتاء کی بنیاد رکھی گئی۔

ابتدائی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس لیے تیسری جلد (کتاب الصلوٰۃ) کی اشاعت کا پروگرام تیار ہوا۔ سودہ مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم کے پاس بریلی تھا۔ اس کے بیضہ کے لیے مولانا مجیب الاسلام صاحب نسیم اعظمی کی خدمات حاصل کی گئی۔ جس طرح فتاویٰ رجسٹروں کا حامل ہوتا ہے کہ ایکارڈ کے دفتر میں سوال و جواب دونوں درج کر لیے جاتے ہیں اور اصل سائل کو بھیج دی جاتی ہے۔ وہ ہی فتاویٰ رضویہ کا بھی حال تھا۔ کہ مسائل مبہوب اور مفصل نہ تھے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ وہی نقل ہو جو پہل دفعہ تیار ہوئی تھی۔ بلکہ نقل و نقل ہوتے ہوتے موجودہ رجسٹر چھٹی نقل ہے۔ مزید ہاں کچھ اور ان کی کتابت بھی ہو چکی تھی جس کی طباعت کی نوبت نہ آ سکی۔ اسکی اصل مفقود صرف کا پیاں موجود ہیں۔ ہم مولانا موصوف کے بڑے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے بڑی عرق ریزی سے اس کتاب کو اپنی بساط بھر مبہوب و مفصل کر کے بیضہ کیا۔ لیکن یہ روداد الم یہی نہیں ختم ہو جاتی زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ اگر یہ کتاب ہمیں مکمل حالت میں دستیاب ہو جاتی تو اس کی شان اور ہوتی۔ دس رسالے اور تھے جن کو اس کتاب میں شریک ہونا تھا۔ جو متعدد کرم فرماؤں کی چابک دستیوں سے فی الحال مفقود ہیں۔ حضور مفتی اعظم کی نشان دہی پر ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو لکھا بھی لیکن کوئی جواب نہیں کعلل اللہ یحدث بعث ذلک أمراً ط =

کچھ رسالے اور جوابات ناقص ملے جنہیں ہم نے اس خیال سے نامکمل ہی شائع کر دیا کہ **مَا لَا يُدْنِكُ كُلَّهُ لَا يَتَرَكُ حَلَّتْهُ** بعض اوراق کیٹروں نے بری طرح چاٹ لیا تھا۔ ان میں جہاں جہاں اور کتاب کی عبارت سے تصحیح ممکن تھی کر دی گئی۔ جہاں تک ماسبق و مالمحت سے عبارت بن سکتی تھی بنا دی گئی۔ اور جہاں مجبوراً تھی بیاض چھڈ دی گئی ہے۔ ان سب باتوں کی تفصیل ہم شریک عرض حال کر رہے ہیں۔

میضہ کا اصل سے مقابلہ۔ پھر میضہ سے کاپی کی تصحیح۔ بعدہ پردت کی مطابقت میں پوری عرق ریزی اور نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ مزید برآں پوری کتاب میں جہاں جہاں عربی عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان کی تصحیح متعلقہ کتابوں سے حتی الامکان کر لی گئی ہے۔

الغرض نقطہ نقطہ شوشہ شوشہ کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اور پھر پورے کوشش کی گئی ہے کہ کتاب صحیح اور مسودہ کے عین مطابق شائع ہو پھر بھی اگر کہیں کوئی کمی رہ گئی ہو تو یہ ہماری نظر کی کوتاہی اور بصیرت کی کمی ہوگی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اس سے پاک ہوگا۔

طباعت کے سلسلہ میں سب سے اہم اور بنیادی سوال سرمایہ کا تھا۔ اور عوام اہلسنت کی غربت کی وجہ سے نہایت مشکل بھی اس لیے اراکین سنی دارالاشاعت کو بے حد جدوجہد کرنی پڑی۔ اور یوپی۔ بہار۔ بنگال سبھی جگہ دورہ کرنا پڑا تب جا کر رقم فراہم ہوئی۔

بریلی میں محترم ساجد علی خاں صاحب۔ مولانا شریف الحق صاحب اور مولوی نجیب الاسلام صاحب جمشید پور میں علامہ رشید القادری صاحب ضلع گونڈہ میں تشی پور۔ لوکھوا۔ بڑا پور۔ اوڈا بھار۔ علاقہ بھانپور میں پچھڑوا۔ رامنگر۔ ناوڈیہ۔ بستی میں۔ خلیل آباد۔ براؤں امرڈو بھا۔ نہند اول ضلع اعظم گڑھ میں مبارک پور۔ خیر آباد۔ ابراہیم پور۔ محمد آباد۔ سگھری۔ منو۔ ادھی۔ گھوسی وغیرہ مختلف دیار و امصاد کے احباب اہل سنت نے ہماری ہر طرح مدد کی جس کے لیے ہم بھی احباب کے ہنر گزار ہیں۔

اس طرح بہت سارے مشکل مرحلوں سے گزر کر یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ اگر قوم نے ہماری ہمت افزائی اسی طرح جاری رکھی تو نہ صرف فتاویٰ رضویہ بلکہ سنی تصنیف و تالیف کے ایک عظیم ادارے کی داغ بیل انشاء اللہ پڑھکی ہے۔

السعی منی ولا یتما من الله

عبدالرؤف غفرلہ

ناظم سنی دارالاشاعت مبارک پور ضلع اعظم گڑھ

۱۱ صفر المنظر ۱۳۸۱ھ

۲۶ جولائی ۱۹۶۱ء

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہ ہو سکے

شمارہ	نام	زبان	مضمون
۱	حسن البراعہ فی تنقید حکم الجماعہ	عربی	جماعت اولیٰ کے بیان میں
۲	جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال	"	نیا یا استعمالی جوئے میں ناز پڑھنا یا مسجد میں پامانگ ہے
۳	ازیں کافل لحکم القعدة فی المكتوبة والنوافل	"	قعدہ فرض ہے یا واجب
۴	الطہ فی سترۃ العورة	"	مستورہ اعضا کے بیان میں
۵	شامة العنبر فی النداء بازاء المنبر	"	اذان جمعہ بیرون مسجد محاذی منبر چاہئے
۶	لوامع البہا فی المصدا للجمعة والاربع عقیدہا	فارسی	جمعہ کیلئے شرط ہونے اور احتیاطی طور کے بیان میں
۷	احسن المقاصد فی بیان ما تنزه عنه المساجد	اردو	مسجد میں کیا کیا کام ناردوا ہیں
۸	رعایۃ المنہ فی ان یتہجد نفل اوسنہ	"	تہجد نفل ہے یا سنت
۹	ما یجلی الاصر عن متحد ید المص	"	شہر کی تعریف، جمعہ وعیدین کہاں جائز ہیں
۱۰	الرد الاشد البہی فی ہجرا الجماعۃ علی الکنتھکی	"	جماعت ثانیہ کے بیان میں

کرم خوردہ جگہوں میں اندازہ سے جو عبارتیں لکھی گئی ہیں وہ ذیل میں درج ہیں

صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار	صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار	صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار
۷۵	۲۴	کریں اور نماز کے بعد	۳۶۹	۳	سے نیت کرتا ہے	۳۳۱	۱۳	خود بخندہ
"	"	حرج ہے	۳۷۹	۱۰	نادانستہ ہو یعنی ایک شخص	"	۱۲	دعوتش
۳۵۳	۹	اس قبیل	۳۸۳	۹	اُسے	۳۳۲	۵	نادر تر
۳۵۵	۲	میں مذکور ہوئے آپ پر	۳۸۴	۱	مخالفت	"	"	ادا فرمود
"	۳	من ہذا یعلم جمل بعض مدرسی	۳۲۶	۵	اذا	۳۳۳	۱۰	مصنفہ
"	۴	سمعت من بعضہم	۳۲۶	۵	تنزل علیہم	۳۳۴	۱۳	نام معین برائے معین ست
۳۶۵	۱۳	ہے تو ماضی کے لئے	۳۶۸	۲۰	بازائے دست	۳۳۵	۲۲	چوں در سوا لیکہ
"	۱۴	قدیم متاخر الذکر	۳۳۰	۸	کہ لا باس گاہے	"	۲۵	اور محراب صوری گاشتند
۳۶۸	۱۶	نفل میں	"	۲۲	ادائل ادراک	۳۶۸	۱۰	یریحض

بیاض کے صفحات

صفحہ	سطر	صفحہ	سطر
۳۶۸	۳	۳۶۹	۲۰
۳۹۹	۲	۳۳۳	۱۰
۴۰۷	۱۷	۳۳۳	۲۲
۴۲۷	۱۱	۳۳۶	۱۵
۴۲۸	۱۲	"	۱۶
"	۱۳	۵۰۱	۱۰

ناتمام جوابات

- ۱۔ رسالہ فہم الزاد ۱۰۵ سے شروع ہوتا ہے
 ۲۔ جواب اگر امام میں کوئی نقص الخ ۳۳۸
 ۳۔ جواب ۳۳۸
 ۴۔ جواب ہندوستان اصل الخ ۷۰۲

جو مسائل کا یہوں سے نقل ہوئے اور اصل مفقود ہے

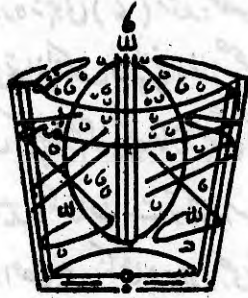
ان کی تعداد ۱۱ ہے۔ ذیل میں تفصیل درج ہے

باب شرط الصلوۃ میں صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۱ کے مسائل (۲)

باب صلوۃ الصلوۃ ۵۴ اور صفحہ ۵۵ تا صفحہ ۵۶ کے مسائل (۲۲)

باب القراءة ۵۷ اور صفحہ ۵۸ تا صفحہ ۵۹ کے مسائل (۶۶)

باب الامامت ۱۴۶ و ۱۴۷ تا ۱۹۳ کے مسائل (۲۵)



شُرُوط الصَّلَاةِ

مسئلہ۔ از کلکتہ و حرم تلہ ۱۷ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تہنہ اگر ایسے باریک کپڑے کا ہے کہ اُس میں سے بدن کی سرخی یا سیاہی نمایاں
ہے تو اُس تہنہ سے نماز جائز ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

نہ۔ فی الدر المختار ص ۱۲ لا یصفت ما تحته فی رد المحتار بان لا یری منه لون البشرة یہاں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا
وہ دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی بچے مفید نماز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ مرزا باقی بیگ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کے بدن میں کسے عضو عورت ہیں۔ بینوا قوجروا

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔ یہ تو معلوم ہے کہ مرد کے لیے ناف سے زانو تک عورت ہے ناف خارج گھٹنے داخل مگر بعد ازاں
اعضایان کرنے میں یہ نفع ہے کہ اُن میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہیں مثلاً (۱) اگر ایک عضو کی چارم کھل گئی اگرچہ اُس کے
بالا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا تو نماز بالاتفاق جاتی رہی (۲) اگر صورت مذکورہ میں
پورا رکن تو ادا نہ کیا مگر اتنی دیر گزر گئی جس میں تین بار سجدہ شد کہ لیتا تو بھی مذہب بخار پر جاتی رہی (۳) اگر نمازی نے بالقصد ایک عضو کی
چارم بلا ضرورت کھولی تو فوراً نماز جاتی رہی اگرچہ معاً چھپا لے یہاں ادا کے رکن یا اُس قدر دیر کی کچھ شرط نہیں (۴) اگر تکبیر تحریمہ اسی
حالت میں کسی کہ ایک عضو کی چارم کھلی ہے تو نماز سرے سے منقذ ہی نہ ہوگی اگرچہ تین قبضوں کی دیر تک کشوف نہ رہے (۵) ان سب
صورتوں میں اگر ایک عضو کی چارم سے کم ظاہر ہے تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے اگرچہ بعض
صورتوں میں گناہ و سوئے ادب بیشک ہے (۶) اگر ایک عضو دو جگہ سے کھلا ہو مگر جمع کرنے سے اس عضو کی جو نکالی نہیں ہوتی تو

نہا ہو جائے گی اور چوتھائی ہو جائے تو بقاصیل مذکورہ نہ ہوگی (۷) متعدد عضوں مثلاً دو میں سے اگر کچھ کچھ حصہ کھلا ہے تو جب مکشوف طائے سے ان دونوں میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اُس کی چوتھائی تک نہ پہنچے تو نماز صحیح ہے ورنہ بتفصیل سابق باطل مثلاً ران و زیر ناف سے کچھ کچھ کپڑا لگ ہے تو دونوں کی قدر مکشف اگر زیر ناف کی چارم کو پہنچے نماز نہ ہوگی اگرچہ مجموعہ بلکہ صرف ران کی چوتھائی کو بھی نہ پہنچے کہ ان دونوں میں زیر ناف چھوٹا عضو ہے اور سرین اور زیر ناف میں انکشاف ہے تو مجموعہ سرین کے ربع تک پہنچنا چاہیے اگرچہ زیر ناف کی چوتھائی نہ ہو کہ ان میں سرین عضو اصغر ہے اسی طرح تین یا چار یا زیادہ اعضا میں انکشاف ہو تو بھی اُن میں سب سے چھوٹے عضو کی چارم تک پہنچنا کافی ہے اگرچہ اکبر یا اوسط یا خفیف حصہ ہو۔ هذا الصحيح الذي نص عليه محمد في الزيادات فلا عليك من بحث التبيين وان تبعه الفتح والبحر واختاره البهان الحلبي في الصغير وتمام الكلام بتوفيق الملك العلام في رسالتنا الطرة في ستر العورة التي الفتها بعد ورود هذا السؤال لازاحة ما في المسائل من وجوه الاشكال والحمد لله المهيمن المتعال - یہ سب مسائل در مختار و رد المحتار وغیرہما اسفار سے مستفاد و هذا نصهما ملقطاً ومختلطاً ويعني كشف ربع عضو قد راء ركن (سبنته منية قال شارحها وذلك قدر ثلث تسبيحات واعتبر محمد اداء الركن حقيقة والاوّل المختار للاحتياط شرح المدينة و اقل من قدر ركن فلا يفسد اتفاقاً لان الانكشاف الكثير في الزمان القليل عفو كالا انكشاف القليل في الزمان الكثير وهذا في الانكشاف الحادث في الصلاة اما المقارن لا ابتداء فليتم انعقادها مطلقاً اتفاقاً بعد ان يكون المكشوف ربع عضو بلا ضعه (فلو به فسد في الحال عند هم قنیه ای وان كان اقل من اداء ركن الالحاجة كرفع فعله لحوف الضياع ما لو يؤد ركناً كما في الخلاصة) وتجمع بالاجزاء (وهي النصف والرابع والثلث) لو في عضو واحد والا فبالقدر (ای المساحة) فان بلغ (المجموع بالمساحة) ربع ادناها (ای ادنى الاعضاء المنكشف بعضها) منع (كما لو انكشف نصف ثمن الفخذ ونصف ثمن الاذن من المرأة فان مجموعهما بالمساحة اكثر من ربع الاذن التي هي ادنى العضوين المنكشفين) میں نے ان مسائل میں ہر جگہ اقوی وارجح واحوط قول کو اختیار کیا کہ عمل کے لیے بس ہے اما ذکر الخلاف وبسط التعليل فذاع الى تفصيل يفضي الى الطويل بالجمله ان احكام سے معلوم ہو گیا کہ صرف اجمالاً اس قدر سمجھ لینا کہ یہاں سے یہاں تک ستر عورت ہے ہرگز کافی نہیں بلکہ اعضا کو جدا جدا پہنچانا ضروری ہے اور وہ علامہ حلبي و علامہ لمطادنی علامہ شامی محبان در مختار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے مرد میں آٹھ گنے (۱) ذکر کر کے اپنے سب پر زول یعنی حشفہ و قصبہ و قلف کے ایک عضو ہے یہاں تک کہ مثلاً صرف قصبہ کی چوتھائی یا فقط حشفہ کا نصف کھلنا مفسد نماز نہیں اگر باوجود علم و قدرت ہو تو گناہ و بے ادبی ہے اور ذکر کے گردے کوئی پارہ جسم اُس میں شامل نہ کیا جائے گا یہی صحیح ہے یہاں تک کہ صرف ذکر کی چوتھائی کھلنی مفسد نماز ہے و سہی ذلك و تمام التحقيق في رسالتنا المذكورة (۲) انہیں یعنی بیٹھے کہ دونوں مل کر ایک عضو ہے یہی حق ہے یہاں تک کہ اُن میں ایک کی چارم بلکہ تہائی کھلنی بھی مفسد نہیں وقد ذلت ههنا قدم العلامة البرجندی في شرح النقاية كما نبهنا عليه في الطرة فليتنبه پھر یہاں بھی صحیح ہی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے حول سے کچھ ضم نہ کیا جائے گا یہ دونوں تہا عضو مستقل ہیں (۳) دُبر یعنی پاخانہ کی جگہ اس سے بھی صرف اُس کا حلقہ مراد یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد (۴ و ۵) الیتین یعنی دونوں چوڑے ہر چوڑے مذہب صحیح میں جدا عورت ہے کہ ایک کی چوتھائی کھلنی

باعث فساد ہے (۷ و ۸) فخذین معنی دونوں رانیں کہ ہر ران اپنی جڑ سے جسے عربی میں ركب و رفع و مغین اور فارسی میں پیچولہ ران اور اُردو میں چڑھا کہتے ہیں گھٹنے کے نیچے تک ایک عضو ہے ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع اور اُس کے ساتھ مل کر ایک عورت ہے یہاں تک کہ اگر صرف گھٹنے پر سے کھلے ہوں تو صحیح مذہب پر نماز صحیح ہے کہ دونوں مل کر ایک ران کے رجب کو نہیں پہنچتے ہاں خلاف ادب و کراہت ہونا جہاں بات ہے (۸) کرماندھنے کی جگہ ناف سے اور اُس کی سیدھ میں آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف پیٹ کر کولھوں کا جو کٹڑا باقی رہا وہ سب مل کر ایک عورت ہے ردالمحتار میں ہے اعضاء عورة الرجل ثمانية الاول الذن کو وما حوله الثاني الكفتان وما حوله الثالث الدبر وما حوله الرابع والخامس الكليتان السادس والسابع الفخذان مع الكليتين الثامن ما بين السرة الى العانة مع ما يحاذي ذلك من الجنبيين والظهر والبطن اقول وبالله التوفيق

یہاں دو مقام تحقیق طلب ہیں مقام اول آیا عورت ہشتم میں پیٹ کا وہی نرم حصہ جو ناف کے نیچے واقع ہے جسے ہندی میں پیٹرو کہتے ہیں تینوں طرف باقی یعنی کروٹوں اور پیٹھ سے اپنے محاذی بدن کے ساتھ صرف اسی قدر داخل ہے اور ذکر کے متصل وہ سخت بدن جو بال اُگنے کا مقام ہے جسے عربی میں عانہ کہتے ہیں اس میں شامل نہیں یہاں تک کہ صرف مقدار اول کی چوتھائی کھلتی منفسد نماز ہو اگرچہ عانہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو چارم سے کم رہے یا عانہ بیست ناف سے نیچے جس قدر جسم رانوں اور ذکر اور چوڑوں کے شروع تک باقی رہا سب مل کر ایک عورت ہے یہاں تک کہ افاد نماز کے لیے اس مجموعہ کی چوتھائی درکار ہو اور مقدار اول کا رجب کفایت نہ کرے عینی کتب فقہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں اُن میں کہیں اس تنقیح کی طرف توجہ خاص نہ پائی اور بنظر ظاہر کلمات علما مختلف سے نظر آتے ہیں مگر بعد غور و تمعن الظروا شبہ امر ثانی ہے یعنی یہ سب بدن مل کر ایک ہی عورت ہے تو یوں سمجھیے کہ چار اطراف بدن میں اس سے ملے ہوئے جو عضو ہیں مثلاً ران و سرین و ذکر اُن کا آخانہ تو معلوم ہی ہے اُن سے اوپر اوپر ناف کے کنارہ زیریں اور سارے دُور میں اس کنارے کی سیدھ تک جتنا جسم باقی رہا اُس سب کا مجموعہ عضو واحد ہے اور اسی طرف علامہ حلبی و علامہ طحاوی و علامہ شامی رحمہم اللہ تعالیٰ کا کلام مذکور ناظر کہ انھوں نے عانہ عضو جدا گانہ نہ ٹھہرایا ورنہ تقدیر اول پر اس قدر ٹکڑا اُس میں داخل نہ تھا اور اُس کا ران و ذکر میں داخل نہ ہونا خود ظاہر تو واجب تھا کہ اس پارہ جسم یعنی عانہ کو ذرا اُن عضو شمار فرماتے اس مقام کی تحقیق کامل بقدر قدرت فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ الطرة فی ستر العورة میں ذکر کی یہاں انشاء اللہ تعالیٰ اسی قدر کافی کہ عانہ اور عانہ سے اوپر ناف تک سارا جسم جسم واحد ہے کہ حقیقتہً وحشاً و حکماً سب طرح متصل تو اُسے دو عضو مستقل ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہدایہ میں ہے عندنا ہما (یعنی اللجین و ہما العظمان الذان علیہما منابة الاسنان من الوجه لا قصا لہما بہ من غیر فاصلة یہ تو بعد اشد دلیل فقہی ہے اور خاص جزئیہ کی تصریح وہ ہے کہ جواہر الاخلاط میں فرمایا اذا انکشف ما بین سراتہ و عورتہ و کان ربعا فسدت صلوتہ لان ما بینہما عضو کامل اريد منه حول جميع البدن فاذا انکشف ربعہ کان فاحشا و دیکھو ناف کے نیچے سے ذکر کے آغاز تک سارے بدن کو ایک عضو ٹھہرایا یہ نص علی ہے اور باقی عبارات علما محتمل تو اسی پر اعتماد اسی پر عمل مالم یظہر لا قوی فی فی المحل والعلم بالحق عند الملك الاجل مقام دوم فقیر غفر اللہ لہ نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے جامع صغیر امام محمد

قدوری امام ابو الحسن و دانی امام حافظ الدین نسفی و کنز الدقائق و وقایہ الروایہ امام تاج الشریعہ و نقایہ امام صدر الشریعہ و مینۃ المصلی و اصلاح علامہ ابن کمال باشا و ملققی الابحر علامہ ابراہیم حلبی و استنباط علامہ زین العابدین مصری و تنویر الابصار علامہ عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی و نور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی و ہدایہ امام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی و کافی امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد سفدی و شرح وقایہ امام عبید اللہ بن سعد مجوبی و تبیین الحقائق امام خوالدین زلیعی و فتح القدر امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام و حلیہ امام محمد بن محمد بن محمد بن امیر الحاج حلبی و ایضاح علامہ احمد بن سلیم و زیہ رومی و ذخیرۃ العقبی علامہ یوسف بن بنید حلبی و غنیۃ علامہ برہان الدین حلبی و صغیرۃ شرح مینۃ المصلی و شرح نقایہ علامہ عبدالعلی برجندی ہروی و جامع الرموز علامہ شمس الدین محمد قسائی و بحر الرائق علامہ زین بن ابراہیم مصری و مرآۃ الفلاح علامہ ابوالاخلاص ابن عازم مصری و مختار محقق محمد بن علی دمشقی و غرر الیعون علامہ سیدی احمد حموی و مجمع الانہر علامہ شیخ زادۃ قاضی رومی و حاشیہ مرآۃ للعلامۃ السید احمد المصری و حاشیہ درمختار للعلامہ السید الطحطاوی و رد المحتار علامہ محقق سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی و فتاویٰ خانہ امام اجل ابوالحسن خوالدین اوزجندی و خلاصۃ امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری و جواهر الاخلاص علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر محمد سینی و خزائن المفقین و فتاویٰ خیرہ و عقود الدریہ و فتاویٰ رحمۃ و فتاویٰ ہندیہ و غیرہ کتب فقہیہ متون و شروح و فتاویٰ جس قدر فقیر کے پاس ہیں سب کی مراجعت کی سوا دو حاشیہ طحطاوی و شامی کے اس تعداد ہشت میں حصر کا نشان کہیں نہ پایا علما کے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ہدایت و نہایت عورت کی حدیں بتا گئے اور بعض بعض اعضا کو جدا جدا بھی ذکر فرما گئے پھر کسی کتاب میں صرف دو تین عضو ذکر کیے کسی میں چار پانچ کسی میں کوئی عضو کسی میں کوئی مگر استیعاب نہ فرمایا پھر اشارت بتایا ہاں اس قدر ضرور ہے کہ متفرق کتابوں سے سب کو جمع کیجیے تو بیان میں ہی آٹھ آئے ہیں غالباً اسی پر نظر نہ ماکر علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آٹھ میں حصر فرمادیا اور سیدین فاضلین نے ان کا اتباع کیا خود عبارت علامہ شامی قدس سرہ السامی دلیل ہے کہ یہ تعداد علامہ حلبی کی استخراج کی ہوئی ہے یعنی ان سے پہلے علماء نے ذکر نہ فرمائی حدیث قال بعد تمام الکلام بتعداد اعضاء العورة فی الامۃ والحجۃ کذا احروہ ح اہ مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کہ اس شمار میں کلام ہے کہ وہ بدن جو دبر و انشیں کے درمیان ہے اس گنتی میں نہ آیا نہ اسے عورت شتم کے واقع سے قراءت سے کہ بیچ میں مستقل عورتیں یعنی ذکر و انشیں فاصل ہیں ہدایہ میں فرمایا لا وجه الی ان یکون (یعنی الساعد) تبعاً للاصابع لان بینہما عضوا کا ملام امام نسفی نے کافی میں شرح دانی میں فرمایا اما الساعد فلا یتبعہا (یعنی الاصابع) لان غیر متصل بھانہ یہ صحیح کہ اسے دو حصے کر کے دبر و انشیں میں شامل مانے کہ مذہب صحیح پر تنہا انشیں عضو کامل ہیں یونہی صرف حلقہ دبر عضو مستقل ہے کہ ان کے گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملایا جائے گا ملققی الابحر میں کشف رجب عضو ہو عورۃ یمنع کالذکر بمفردۃ والا انشیں و حدہما وحلقۃ الدبر بمفردہا خزائن المفقین میں ہے الذکر عضو بانفردۃ و کذا الانشیان و هذا هو الصحیح صغیرۃ شرح مینۃ میں ہے انکشاف رجب الذکر وحده اور بعد الانشیں بمفردہما یمنع جوازہا اسی میں ہے حلقۃ الدبر عضو بمفردہا و کلاہما لا تزید علی قدر الدبر غنیۃ شرح کبیر مینۃ میں ہے القبیل والدبر اذا انکشف من احدهما رجبہ وان کان اقل من قدر الدبر یمنع جواز الصلاۃ اہ ملخصاً کافی میں ہے کشف رجب ساقھا یمنع جواز الصلاۃ و کذا الدبر والدبر الذکر

والانثیان حکمها حکم الساق والکفرخی اعتبر فی الدبر قد الدبر والبرکایکون اکثر من قد الدبر هم فهذا یقتضی جواز الصلاة وان کان کل الدبر مکشوفاً وهو متناقض ام ملقطاً حلیہ میں ہے غلطوہ بان هذا تغلیظ یؤدی الی التخیف او الاسقاط لان من الغلیظة ما لیس بالکثر من قد الدبر هم فیؤدی الی ان کشف جمیعہ لا یمنع وقد اجیب عنه بانه قد قیل بان الغلیظة القبل والدبر مع حولهما فیجوز کونه اعتبار بذلک فلا یرد علیہ ما قالوا ویدفعہ ما تقدم من ان الصحیح ان کلا من الذکروا الخصیتین عضو مستقل وکذلک الصحیح ان کلا من الالبیتین والدبر عضو مستقل فلا یتمة ذلک الا اعتباراً بمختصی اس طرح جمیع غیرہ میں تصریح فرمائی فقیر غفر اللہ نے اپنے رسالہ مذکورہ میں اس بحث کی بحوالہ اللہ تنقیح بالغ بما لا یرید علیہ ذکر کی اور اُس میں ثابت کر دیا کہ افضل ثلثہ قدست اسرار ہم کا ذکر و برائشیں کے ساتھ لفظ حول زائد کرنا بیکار بلکہ موسوم واقع ہوا اور جب ثابت ہو گیا کہ یہ ہم یعنی مابین الدبر والا نثیین ان آٹھوں عورتوں میں کسی سے شامل اور کسی کا تابع نہیں ہو سکتا اور وہ بھی قطعاً ستر عورت میں داخل تو واجب کہ اُسے عضو جدا گانہ شمار کیا جائے مرد میں عدد اعضاء عورت فو قرار دیا جائے اور کتب مذکورہ میں اُس کا عدم ذکر ذکر عدم نہیں کہ آخر ان میں نہ استیعاب کی طرف ایمانہ کسی تعلک ذکر وہ ستر عورت کی دونوں حدیں ذکر فرما چکے اور اتنے اعضا کے استقلال و انفراد پر بھی تصریحیں کر گئے تو جوابی رہا لاجرم عضو مستقل قرار پائے گا فلیفہم ولینا مل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا هذا معندی والعلم بالحق عند ربی فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے سہولت حفظ کے لیے اس مطلب کو چار شعر میں نظم کیا اور ذکر اعضا میں ترتیب بھی وہی ملحوظ رہی۔ ان اشعار میں مرد کے لیے ستر عورت کی حدیں بھی بتائی گئیں وہ بھی اُس تصریح سے کہ ناف خارج اور زانو داخل اور وہ مقدار بھی بتادی گئی جس قدر کا کھلنا مذہب مختار پر مفید ہے پھر یہ تفرقہ بھی کہ ہا قصہ کھولنے میں فوراً نماز فاسد ہوگی اور بلا قصد میں مقدار ادائے رکن تک کھلنا چاہیے اس میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ مذہب مختار پر حقیقہً ادائے رکن شرط نہیں پھر اس مذہب صحیح کی طرف بھی ایمانہ ہے کہ ذکر و انثیین و دبر و ہر سرین تنہا تنہا عضو کامل ہیں اور یہ مذہب صحیح بھی ظاہر کر دیا گیا کہ ہر کھٹنا اپنی ران کا تابع ہے اور جو عضو فقیر نے زائد کیا اُس میں یہ اشارہ بھی کر دیا کہ اس کی جزئیہ کی تصریح نہ پائی اور عورت زیر ناف میں یہ بھی مصرح ہو گیا کہ سب جوانب بدن سے مراد ہے اور نیز یہ بھی کہ عانہ اس میں داخل ہے ولہذا اسے بھی لفظ ظاہر کے نیچے رکھا بحوالہ مختصر جو کہ چار بیتوں میں اس قدر فوائد کثیرہ کے ساتھ لطف یہ ہے کہ بنائیت الہی کوئی حوت حشو و مصرع پر نہیں نہ کمیتیں ادائے مطلب میں لیکار مخل واقع ہوا والحمد للہ رب العالمین وہ اشعار آبدار یہ ہیں ستر عورت مردہ خصوصاً و از ترانہ تا ترانہ زانوہ ہر چہ ہمیش بقدر رکن کشود یا کشودی دے نماز مجب ذکر و انثیین و حلقہ بس و دوسری ہر فخذ بزانوے او و ظاہر افضل انثیین و ہر بانی زیر ناف از ہر سو و گویا یہ سالافتمی ان چار شعر کی شرح ہے واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - سؤلہ مرزا باقی بیگ صاحب لاہوری ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت آزاد کے بدن میں کے عضو عورت ہیں۔ بدینوا توجرو

الجواب

زن آزاد کا سارا بدن سر سے پاؤں تک سب عورت ہے مگر مونہ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالاجماع اور عبادت خلاصہ سے مستفاد

کہ ناخن پا سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشت قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں تلودوں اور پشت کف دست میں اختلاف صحیح ہے اصل مذہب یہ کہ وہ دونوں بھی عورت ہیں تو اس تقدیر پر صرف پانچ ٹکڑے مشتئی ہوئے سونہ کی ٹنگلی دونوں ہتھیلیاں دونوں پشت پاؤں کے سوا سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس عضوں پر مشتمل کہ ان میں جس عضو کی چوتھائی کھلے گی نماز کا وہی حکم ہوگا جو ہم نے پہلے فتوے میں اعضاء عورت مرد کی نسبت لکھا وہ تین عضویہ ہیں (۱) سریننی طول میں پیشانی کے اوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک جتنی جگہ پر عادتہ بال جمتے ہیں (۲) بال بینی سر سے نیچے جو ٹکے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں (۳ و ۴) دونوں کان (۵) گردن جس میں گلا بھی شامل ہے (۶ و ۷) دونوں شانے یعنی جانب پشت کے جوڑ سے شروع بازو کے جوڑ تک (۸ و ۹) دونوں بازو یعنی اُس جوڑ سے کہنیوں سمیت شروع کلائی کے جوڑ تک (۱۰ و ۱۱) دونوں کلائیوں یعنی کہنی کے اُس جوڑ سے گتوں کے نیچے تک (۱۲ و ۱۳) دونوں ہاتھوں کی پشت (۱۴) سینہ یعنی گٹے کے جوڑ سے دونوں پستان کی زیریں تک (۱۵ و ۱۶) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اٹھ چکا ہوں یعنی اگر ہنوز بالکل نہ اٹھیں یا خفیف و خاستہ ہیں کہ ٹوٹ کر سینہ سے جدا عضو کی صورت نہ بنائی تو اُس وقت تک سینہ ہی کے تابع رہیں گی الگ عورت نہ گنی جائیں گی اور جب اُبھار کی اُس حد پر آجائیں کہ سینہ سے جدا عضو قرار پائیں تو اُس وقت ایک عورت سینہ ہوگا اور دو عورتیں یہ۔ اور وہ جگہ کہ دونوں پستان کے بیچ میں خالی ہے اب بھی سینہ میں شامل ہے گی (۱۷) پیٹ یعنی سینہ کی حد نہ کرے نات کے کنارہ زیریں تک، نات پیٹ ہی میں شامل ہے (۱۸) پیٹ یعنی پیٹ کے مقابل پیچھے کی جانب محاذات سینہ کے نیچے سے شروع کر تک جتنی جگہ ہے (۱۹) اُس کے اوپر جو جگہ پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے جوڑوں اور پیٹ کے بیچ میں سینہ کے مقابل واقع ہے ظاہر ا جدا عورت ہے ہاں بغل کے نیچے سے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کر دوں میں جو جگہ ہے اُس کا اگلا حصہ سینہ میں شامل ہے اور کھپلا اسی سترھویں عضو یا شانوں میں اور زیر سینہ سے شروع کر تک جو دونوں پہلو ہیں اُن کا اگلا حصہ پیٹ اور کھپلا پیٹ میں داخل ہے (۲۰ و ۲۱) دونوں سرین یعنی اپنے بالائی جوڑ سے رانوں کے جوڑ تک (۲۲) فرج (۲۳) دبر (۲۴ و ۲۵) دونوں رانیں یعنی اپنے بالائی جوڑ سے زانوں کے نیچے تک دونوں زانوں بھی رانوں میں شامل ہیں (۲۶) زینات کی نرم جگہ اور اُس کے متصل و مقابل جو کچھ باقی ہے یعنی ناف کے کنارہ زیریں سے ایک سیدھا دائرہ کر پر کھینچنے اس دائرے کے اوپر اوپر تو سینہ تک اگلا حصہ پیٹ اور کھپلا پیٹ میں شامل تھا اور اس کے نیچے نیچے دونوں سرین اور دونوں رانوں کے شروع جٹاؤ دبر و فرج کے بالائی کنارے تک جو کچھ حصہ باقی ہے سب ایک عضو ہے عادتہ یعنی بال جمتے کی جگہ بھی اسی میں داخل ہے (۲۷ و ۲۸) دونوں پنڈلیاں یعنی زیر زانو سے ٹخنوں کے نیچے تک (۲۹ و ۳۰) دونوں تلوے فی تنویر الابصار والد رخت العورة (للحرة) ولو خنثی (جميع بدنها) حتی شعرها النازل فی الاصل (خلا الوجه والكفین فظهر الکف عورة علی المذهب والقدمین علی المعتمد ام فی الخلاصة المرأة اذا لم تستر ظهر قد مها تجوز صلاحها بطن الکف والوجه علی هذا الان هذه الثلاثة منها ليست بعورة وبطن قد مها هل هی عورة ذیہ روایتان والتقدیر فیہ بریم بطن القدم فی رواية الاصل وفي رواية الكونخی لیس بعورة ام ملخصا وهذا المقصیل بین ظهر القدم و بطنها جزم المحقق علی الاطلاق فی مقدمته زاد الفقیر قال العلامة الغزی صاحب التنبیر فی شرحہ اعانة الحقیر اقول فاستفہا

من کلام الخلاصة ان الخلاف انما هو في باطن القدم واما ظاهره فلا فليس بعورة بل اختلاف الخ وفي الهندي عن الخلاصة
 ثدي المرأة ان كانت صغيرة ناهدة فهو تبع لصدرها وان كانت كبيرة فهو عضو على حدة **اقول** اما ما بين الثديين
 فقد كان هو موضع الثديين جميعا من الصدر قبل انكسارهما اما هما فقد انحازتا بالا انكسار فبقى ما بينهما داخلا
 في الصدر كما كان وهو ظاهر اما تبعية السرة للبطن فلانا نرها تتبعه في شمول حكم السترو عدمه فبطن الرجل لما لم
 يكن عورة لم تكن عورة من الامة ظهرها وبطنها ما نضه البطن ما لان من المقدم والظهر ما يقابله من المخر كذا في
 الخزانة وقال الحمقي الظهر ما قابل البطن من تحت الصدر الى السرة جوهره اى فما حاذى الصدر ليس من الظهر الذي
 هو عورة اه وفي حاشية الطحاوى على مرقى الفلاح اما الجنب فانه تبع للبطن كذا في القنية والاوجه ان ما يلي البطن
 تبع له كما في البحر معني وما يلي الظهر تبع له كما في تحفة الاخيار اه وفي ط على الدر المختار ان كانت امة فاعضاء عورتها ثمانية
 ايضا الفخذان والاليتان والقبل والذبر وما حولهما والبطن والظهر وما يليهما من الجنبين ويزاد في الحرة الساقان
 مع الكعبين والثديان المنكسران والاذنان والعضدان مع المرفقين والذراعان مع الرسغين والكتفان وبطنها قد ميهما
 في رواية الاصل والصدر والرأس والشعر والعنق وظهر الكفين فهى ثمانية وعشرون عضوا اه قال ش كذا احمره ح اه
اقول فاتمهم رحمهم الله تعالى عضوان الاول ما تحت السرة الى العانة وما يحاذيه من كل جانب فان هذا غير داخل
 في البطن والظهر لانه عورة من الرجل ودونهما ولا في الفرجين ولا ليتين لانه عورة بمحاله في الرجل فكيف فيها فها فاقم
 في الامة والحرة جميعا والاخر ما يحاذى الصدر من خلف الى مبتدأ الظهر فان الظهر كما علمت لا يشمل ولا الكتفان
 ولا العنق كما لا يخفى ولا شك انه عورة من الحرة فوجب ان يكون عضوا مستقلا منها فتمت لها ثلثون وبالله التوفيق
 تبليغ ملاحظ عليه وغنيه وبخورد المحتار وغيره اسے ظاہر کہ قدم حرہ میں ہمارے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اختلاف شدید مع اختلاف تصحیح
 ہے بعض کے نزدیک مطلقاً عورت ہے امام اقطع نے شرح قدوری اور امام قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں اسی کی تصحیح اور حلیہ میں بدیل
 احادیث اسی کی ترجیح کی امام اسبیجانی و امام مرغینانی نے اسی کو اختیار فرمایا بعض کے نزدیک اصلاً عورت نہیں امام برہان الدین نے ہدایہ
 اور امام قاضی خاں نے شرح جامع صغیر اور امام نسفی نے کافی میں اسی کی تصحیح فرمائی اسی کو محیط میں اختیار کیا اور درمختار میں معتاد و مرقی الفلاح
 میں اصح الروایتین کہا کنز وغیرہ اکثر متون کتاب الصلاة میں اسی طرف ناظر ہیں بعض کے نزدیک بیرون نماز عورت ہیں نماز میں نہیں یعنی جہنم کو
 ان کا دیکھنا حرام مگر نماز میں کھل جانا مفسد نہیں اختیار شرح مختار میں اسی کی تصحیح فرمائی پھر کلام خلاصہ وغیرہ اسے استفاد کہ یہ اختلافات صرف
 تلوں میں ہیں پشت قدم بالاتفاق عورت نہیں مگر کلام علامہ قاسم وحلیہ وغیرہ اسے ظاہر کہ وہ بھی مختلف فیہ ہے اور شاکر نہیں کہ
 بعض احادیث اس کے عورت ہونے کی طرف ناظر کہا یظهر بمراجعة الحلیہ وغیرہا تو اگر زیادت احتیاط کی طرف نظر کی جائے تو صرف
 تلوں بلکہ ٹخنوں کے نیچے سے ناخن پائیک سارے پاؤں کو عورت سمجھا جائے یوں بھی شمار اعضائیش ہی رہے گا اور اگر آسانی پر عمل کریں تو
 سارے پاؤں عورت سے خارج ہو کر اعضائیش ہی رہیں گے آدمی ان معاملات میں محتار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے تبلیغ دوم

پشت دست اگرچہ اصل مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل یہی روایت قوی ہے کہ کٹوں سے نیچے ناخن تک دونوں ہاتھ اصلاً عورت نہیں یظهر ذلک بمراجعة الحلیۃ والغنیۃ وغیرہما ونض فیہ ما عند ابی داود ورسلا من قول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الجارية اذا حاضت لم یصلح ان یری منها الا وجهها ویدیها الى المفصل قال فی الغنیۃ وکذا لک الآیۃ لان المراد من الزینۃ بالنظر الى الید هو الخاتم وهو غیر مختص بباطن الکف بل زینۃ فی الظاهر اظهر لانه موضع الفض والنقش قال ولان الضرورة فی ابدائه اشد قال فكان هذا هو الاصح وان کان غیر ظاہر الروایۃ الخ وکذا لک قال فی المرقا وحاشیتہا للطحطاوی (جسیم بدن الحرة عورة الا وجهها وکفہا باطنہما وظاہرہما فی الاصح وهو المختار) وان کان خلاف ظاہر الروایۃ ام قال الشامی وکذا الیدۃ فی الحلیۃ وقال مشی علیہ فی المحيط وشرح الجامع لقاضی خاں ام تو روایت اقویٰ پر ہر دو پشت دست نکال کر اٹھائیں ہی عضو عورت رہے اور اگر بنظر آسانی اس قول مصحح پر عمل کر کے تلوے بھی خارج رہیں تو صرف چھپیں ہی ہیں اور اصل مذہب پر تیسرے والدہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ — از کلکتہ نل موتی گلی ۱۵۱۰ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہ کہنا کہ نماز خدکے تعالیٰ کی پڑھتا ہوں جائز ہے یا نہیں ایک صاحب اس کہنے کو منع کرتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے اُن صاحب کے منع کے اگر یہ معنی ہیں کہ نیت کرتے وقت زبان سے یہ الفاظ نہ کہے جائیں تو ایک قول ضعیف نہایت ہے عامۃ کتب میں جواز تلفظ بہ نیت بلکہ اُس کے استحباب کی تصریح فرمائی در مختار میں ہے التللفظ بها مستحب ہوا لمختار وقیل مسندۃ یعنی لجنہ السلف اوسنۃ علماء نا اور اگر یہ مراد کہ نماز کو اللہ عزوجل کی طرف اضافت کرنا منع ہے تو سخت جہل اشع ہے یہ صاحب بھی ہر نماز میں التحيات لله والصلوات کہتے ہوں گے کہ سب مجھے اور سب نمازیں اللہ کی ہیں بظاہر کہ یہاں اضافت بھی لامیرہ ہے بالجلد اس منع کی کوئی وجہ اصلاً نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ — از بدایوں قاضی محلہ مکان مولوی بقاء اللہ رئیس مرسلہ مولوی عبد الحمید صاحب ۲۴ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ

جناب علی القاب بخندوم و نظم بندہ جناب مولینا صاحب دام فیوضہ خادم بیر یا عبد الحمید بعد بجا آوری آداب گزارش کرتا ہے کہ ایک فتویٰ اپنا لکھا ہوا حسب ہدایت اپنے استاد جناب مولینا حافظ بخش صاحب کے واسطے تصدیق جناب والا کے بھیجتا ہوں ملاحظہ فرما کر فرماتے فرماتے فرمادیں گے اور اگر کوئی غلطی ملاحظہ سے گزرے تو درست فرما کر ممنون فرمائیے زیادہ ادب۔ سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرائض اور واجبات کی نیت میں وقت کے نام میں لفظ ”آج“ یا ”اس“ کا اضافہ کرنا چاہیے یا نہیں مثلاً یوں کہنا کہ نیت کرتا ہوں فرض آج کے ظہر یا عصر یا اس ظہر یا عصر کی اور اگر نہیں کہے گا تو نماز ادا ہوگی یا نہیں۔ خلاصہ جواب صورت مستفسرہ میں فقہاء کا اختلاف ہے چنانچہ قاضی خاں نے بلا لفظ آج یا اس کے نیت کو جائز ہی نہیں رکھا ہے کہنا فی فتاواہ وھکذا

فی العلم لگیر یہ اور در مختار میں ہے کہ تعیین ضروری نہیں پس بموجب قولین اولین کے بلا لفظ آج یا اس کے مطلق نیت سے نماز ادا نہ ہوگی اور بموجب قول صاحب در المختار کے ادا ہو جائے گی لیکن چونکہ خروج عن الخلاف بالاجماع مستحب ہے اور اسی در مختار میں نسبت تعیین کی اولیت ظاہر فرمائی ہے اور بلفظ و ہوا المختار ارشاد کیا ہے پس اولیٰ اور مختار یہ ہی ہے کہ تعیین وقت کی لفظ آج یا اس سے ضرور کرے ورنہ تارک اولیت ہوگا اور جب شناخت وقت کی نہیں رکھتا اور یہ بالعموم ہے کہ اس عہد میں اکثر لوگ وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں تو عذاشہ مواخذہ دار رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ببینوا توجروا۔

الجواب

نیت قصد قلبی کا نام ہے تلفظ اصلاً ضروری نہیں نہایت کا مستحب ہے تو لفظ اس یا آج درکنار سرے سے کوئی حرف نیت نہ بان پڑا یا تو ہرگز کسی طرح کا حرج بھی نہیں قصد قلبی کی علمائے کرام نے یہ تحدید فرمائی کہ نیت کرتے وقت پوچھا جائے کہ کون سی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو فوراً بے تامل بتادے کما ذکرہ الامام الزبلی فی التبیین وغیرہ فی غیرہ اور شک نہیں کہ جو شخص نماز وقتی میں یہ بتادے گا کہ مثلاً نماز ظہر کا ارادہ ہے وہ یہ بھی بتادے گا کہ آج کی ظہر شاید یہ صورت کبھی واقع نہ ہو کہ نیت کرتے وقت دریافت کیے سے یہ تو بتادے کہ ظہر پڑھنا ہوں اور یہ سوچتا رہے کہ کب کی تو قصد قلب میں تعیین نوعی نماز کے ساتھ تعیین شخصی بھی ضرور ہوتی ہے اور اسی قدر کافی ہے ہاں اگر کوئی شخص بالقصد ظہر غیر تعیین کی نیت کرے یعنی میں کسی خاص ظہر کا قصد نہیں کرتا بلکہ مطلق ظہر پڑھنا ہوں چاہے وہ کسی دن کی ہو تو اب بلاشبہ اس کی نماز نہ ہوگی فان التبعین فی الفرض فرض بالوفاء وانما الخلف فی عدم المحاظ لا لحاظ العدم اس طور پر تو یہ مسائل اصلاً محل خلاف نہیں۔ ولہذا محقق اکمل الدین بابر تی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا اقول الشرط المتقدم وهو ان يعلم بقلبه ای صلاة یصلی یحسم مادة هذه المقالات وغیرہا فان العمدة علیہ الحصول التمییزہ وهو المقصود اہ کما نقلہ فی رد المحتار و اقروہ ہمناء فی منحة الخالق و ایدہ العلامة اسمعیل مفتی دمشق کما فی المنحة البتہ تعدد فوائت خصوصاً کثرت کی حالت میں یہ صورت ضرور ہو سکتی بلکہ بہت عوام سے واقع ہوتی ہے کہ ظہر کی نیت کر لی اور یہ تعیین کچھ نہیں کہ کس دن تاریخ کی ظہر یہاں باوصف اختلاف تصحیح مذہب اصح و احوط یہی ہے کہ دن کی تخصیص نہ کی تو نماز ادا ہی نہ ہوگی مگر طول مدت یا کثرت عدد میں تعیین و رکماں یا درہتی ہے لہذا علمائے اس کا سہل طریقہ یہ رکھا ہے کہ سب سے پہلی یا سب سے کچھلی ظہر یا عصر کی نیت کرتا رہے جب ایک پڑھ لے گا تو باقی میں جو سب سے پہلی یا کچھلی ہے وہ ادا ہوگی و علی هذا القیاس آخر تک فی التنبیہ کا بد من التبعین لغرض ولو قضاء قتال فی الد و لکنہ یعین ظہر یوم کذا علی المعتمد والا سہل نیت اول ظہر علیہ و آخر ظہر و فی القہستانی عن المنیۃ لا یشرط ذاک فی الاصح و سیمئی آخر الکتاب قال الشامی نقل الشارح هناك عن الاشباہ انه مشکل و مخالف لہذا ذکرہ اصحابنا القاضی خاں وغیرہ والا صحیح الا اشتراط قلت و کذا صحیحہ فی متن الملتقی هناك فقد اختلف التصحیح والا اشتراط احوط و بہ جزم فی الفتح ہاں اور اگر فائتہ ایک ہی ہے تو نیت فائتہ کرنے ہی میں تعیین یوم خود ہی آگئی کما لا ینحفی فی رد المحتار عن الحلیۃ لو کان فی ذمتہ ظہر واحد فائتہ فائتہ یکفیه ان ینوی ما فی ذمتہ من الظہر الفائتہ وان لم یعلم انه من ای یوم بالمجلد نماز وقتی میں صورت واقعہ معلومہ الوقوع

موقع خلاف و نزاع نہیں خلا فیہ علی اُس صورت مفروضہ میں ہے کہ کوئی شخص نماز امروزہ میں تعیین نوعی تو کر لے اور تعیین شخصی سے اصلاح
ذہل و غافل ہو کہ بحال شعور تصدیق تعیین شخصی کا لزوم اور عدم لحاظ مفقود و معدوم اور بقصد خلاف عدم لحاظ نہیں لحاظ عدم ہے اور وہ
بلاشبہ نافی نماز و منافی جواز تو غفلت و بے خبری ایسی چاہیے کہ سوال پر یہ بتا دے کہ مثلاً ظہر پڑھتا ہوں اور یہ بے تامل و فکر نہ بتا سکے کہ
آج کی ظہر ایسی حالت میں اس سوال کا محل نہیں کہ مجھے نیت میں کیا بڑھانا چاہیے کہ وہ تو حال ذہول و عدم شعور میں ہے بلکہ بحث یہ ہوگی
کہ ایسی نیت سے نماز ہوگی یا نہیں اس میں تین صورتیں ہیں اگر وقت باقی ہے تو روایات مختلف تصحیحات مختلف کما بینہ فی رد المحتار
وغیرہ من الاسفار غرض توسیع سلم اور احتیاط اسلم یوں اگر وقت جاتا رہا اور اسے معلوم نہیں اس صورت میں اختلاف تصحیح ہے فی
البحر الرائق شمل ما اذا نوى العصر بلاقيد وفيه خلاف ففي الظهيرية لو نوى الظهر لا يجوز وقيل يجوز وهو الصحيح هذا اذا كان
مؤد يا فان كان قاضيا فان صلى بعد خروج الوقت وهو لا يعلم لا يجوز وذكر شمس الاثمة ينيى صلاة عليه فان كانت وقتية ففي
عليه وان كانت قضاء ففيه عليه ايضا اه وهكذا اصح في فتح القدير ومعني الى فتاوى العتباتي لكن جزم في الخلاصة بعدم الجواز وصححه السراج الهندي
في سراج المغني فاختلف التصحيح كما ترى اه ملخصا وفي رد المحتار في النهران ظاهر ما في الظهيرية انه يجوز على الاربع اه
اقول بل لعل ظاهرا ما فيها انه لا يجوز على الاربع حيث جزم به ولم يذيل ما ذكر عن شمس الاثمة بما يدل على ترجيح و
انت تعلم ان اماما من الاثمة اذا قال لا يجوز ذلك وقال فلان يجوز فان المتبادر منه ان مختار نفسه الاول بل الظاهر انه
الذي عليه الاكثر خلافا لمن ذكر اور اگر یہ بھی خروج وقت پر مطلع ہے تو ظاہر جواز ہے محشیان رد مختار سادات اہل حلی و طہطاوی و شامی
رحمہم العزیز الغفار نے اس مسئلہ میں روایت نہ پائی علامہ ح نے عدم جواز کا خیال اور علامہ ط نے اُن کا خلاف اور علامہ ش نے اُن کا
وفان کیا قال ط الظاهر الصحة عند العلم بالخروج لان نيته حينئذ القضاء خلافا لما في الحلبي اه وقال ش بحج ان لا يصح
وخالفه ط قلت وهو الاظهر لما مر من العناية اه **اقول** نعم هو الاظهر لما مر عن الجمع عن الظهيرية من تفقيده عدم الجواز
بقوله وهو لا يعلم اما الاستناد بما مر عن العناية فغندی غير واقع في محله لما علمت ان محل هذه المقالات ما اذا همل و
غفل وكلام العناية فيما هو المعتاد والمعهود من ان من شعر بالتعيين النوعي شعرا ايضا بالشخصي و رأيتني كتبت ههنا على هامش المشامي
ما نصه **اقول** ما مر عن العناية فيما اذا علم بقلبه التعيين ولا ينبغي لاحد ان يخالف فيه وهو جار في كل صورة من الصور المتسعة بل
لا تسع عليه ولا ثمان انما هي صورة واحدة لا غير وانما الكلام فيما اذا نوى ذلك ذاهلا عن تعيين اليوم والوقت وح لا استظهار بما مر
عن العناية غرض اس صورت مفروضہ کی تینوں شکوں میں جملہ کی طرف راہ ہے ولذا ارسل فی الدرر رسالا وقال انه الاصح اور ارجمادات
خصوصا نماز میں حکم احتیاط معروف و معلوم هكذا ينبغي تحقيق المقام والله ولي الفضل والا نعام والله سبحانه وتعالى اعلم۔

بَابُ الْقِبْلَةِ

مسئلہ چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ۔ نقشہ نظری بالادگاہ حضرت مخدوم سید نظام الدین صاحب الدہ دیا خیر آبادی عرف حضرت چھوٹے مخدوم صاحب قدس سرہ کا ہے اس احاطہ میں ایک مسجد سر دری تعمیر شدہ ہے جس کے اندر دو صف کی گنجائش تھی ان صفوں کا جہت قبلہ موافق رخ مسجد قریب ثلث شمالی بین المغربین تھا اور تحقیقاً آخر صدی دوازدهم تک اسی رخ نماز ادا ہوتی رہی تاں بعد فرسش مسجد و صحن مسجد کو بوجہ شکستہ ہو جانے کے مرمت ہوئی چونکہ رخ روضہ شریف کا جو تعمیر کردہ صناعتان دہلی تعمیر شدہ ۹۹۰ھ ہے ایسا تھا جس کا جہت قبلہ وسط مغربین ہوتا تھا فرش جدید میں نشان صفوں میں موافق رخ روضہ قائم ہو کر اب تک نماز اس رخ ادا ہوتی اس کارروائی سے اندر مسجد کے بجائے دو صفوں کامل کے ایک صف میں کامل کے گنجائش رہے اور وقت ضرورت اگر اندر مسجد صف دوم قائم کی گئی تو کامل نہ ہو سکی ناقص رہی اب پھر فرش مذکورہ خواب ہو کر مرمت ہو رہی ہے بصورت ضرورت نشانات صفوں جدید قائم کیے جائیں گے چونکہ اکثر مساجد بلاد و امصار ہند قطب رخ ہیں جن کا جہت قبلہ ثلث جنوبی مغرب میں ہے نیز عبارت کتب فقہ سے اس کی تائید حسب ذیل معلوم ہوتی ہے فی تجنیس الملتقط القبلی فی دیارنا بین مغرب الشتر و مغرب الصیف فان صلی الی جہت خرجت من المغربین فسدت صلاتہ قال الامام ابو منصور بنظر الی اقصر ایام الشتاء والی اطول ایام الصیف فیتعرف مغربہا ثم یرکب الثلثین عن یمنہ و ثلثا عن یسارہ و یصل ما بین ذلک قال الامام السید ناصر الدین الاول للجواز و الثانی للاستحباب کما فی جامع المضمرات۔ عبارت بالا کی متعلق تو یہ بات دریافت طلب ہے کہ صیفہ مضارع بنظر فیتعرف یرکب یصلی لمعروف یا مجهول اور فاعل یا مفعول الم السیم فاعلہ کون ہے اھ لفظ عن یمنہ و عن یسارہ کی ضمائر کا مرجع مصلی ہے یا قبلہ لہذا عبارت عربیہ پر احزاب قائم فرمائے جائیں اور فاعل و غیرہ و مرجع ضمائر کی تشریح اور ہدایتا امور ذیل کی ہدایت مطلوب ہے۔ مسجد موجودہ ٹھکانہ مخصوصہ کا جہت قبلہ مسجد ہی کے رخ ہونے دینا اور ہر دو صفوں کامل کی بدستور گنجائش قائم رکھنا افضل و اولیٰ ہے یا نشانات قائم کر کے جہت قبلہ بدل دینا افضل ہے تو قطب رخ جس میں صف واحد بھی کامل نہیں رہتی ہے افضل و اولیٰ ہے یا روضہ کے مطابق جس سے ایک صف کامل قائم رہ سکتی ہے حدیث کان اس مسجد خاص میں لحاظ تکمیل صفوں کی تصریح مستحب ہے یا تبدیل جہت قبلہ کی مغربین شمس و مغربین قمر ایک ہی ہیں یا جدا گانہ جواب استفتا و ہذا کی نہایت عجلت ہے کہ مرمت قریب الاختتام ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ بحالت ترمیمی فرش کے نشانات جیسے پائیدار قائم ہو سکیں بعد شکلی ممکن نہ ہوگا لہذا توجہ خاص کا محتاج ہے اھ چونکہ یہ استفتا و خاص متعدد علوم و فنون سے تعلق رکھتا ہے بدین وجہ باوجود آگاہی عدم الفرصتی بندگان ذات بابرکات سے رجوع کی گئی کہ حسب مراد دوسرے کی دوسری جگہ حصول جواب کی پوری امید نہ تھی لہذا اس کیفیت ہی

بلکہ از خیر آباد ضلع بیتا پور محلہ ہانسرا لے دگاہ حضرت مخدوم صاحب خرد قدس سرہ مرسلہ مولوی سید عظیم الدین صاحب خادم آستان مقدسہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ

حاصل کی نسبت مترصد معافی ہو کر توجہ خاص سے مستفید ہونے کا بواہی امید وار ہوں۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔

الجواب

علمائے کرام نے جو خاص تخمینہ جہت قبلہ کے لیے ارشاد فرمائے وہ خاص اپنے بلاد کے لیے ہیں نہ کہ حکم عام دہندہ تخمینے بہت مختلف آئے ہیں جن کا بیان ہمارے رسالہ ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ہے علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں اسی عبارت تخمین الملتقط کی نسبت فرمایا انما یصح فی بعض البقاع خیر آباد جس کا عرض شمالی ستائیس درجے اکتیس دقیقہ اور گریخ سے مشرقی اسی درجے اڑتالیس دقیقہ ہے اس کا قبلہ تقریباً ٹھیک نقطہ مغرب الاعتدال ہے یعنی وسط مغربین صیف و شتا وسط حقیقی سے جنوب کی طرف ایک خفیف مقدار جھکا ہوا کہ پاؤں درجہ تک بھی نہیں پہنچتی نہ وہ محسوس ہونے کے قابل ہے وذلک لان عرض مکتہ المکرمۃ شرفہما اللہ تعالیٰ کمالہ و طولہما می فیما بین الطولین ۲۷۰ و طول عرض مکتہ لوظل عرض مکہ ۲۳° ۳۵' ۵۹"۔ لوجہ ما بین الطولین ۸۰۲' ۵۸" = ۹۱۴۱۳۳۶۲۰ قوسہ فی جدول الظل و بط نہ لوجہا ۵۸° ۳۵' ۵۹" محفوظ اول ثم فضل عرض البلد علی هذه القوس ماقہ لوجہا بالتدقیق ۵۸° ۳۵' ۵۸" محفوظ ثانی فلوظل ما بین الطولین ۹۱۹۳۳۵۴۲۶ + محفوظ اول - محفوظ ثانی = ۱۲۳۳۶۳۶۲۸۴ قوس هذا الظل فسطحہ الیہ لوجہا لا یخرج ان الی نقطۃ المغرب من نقطۃ الجنوب لان عرض البلد الشمالی اکثر من القوس المذکورة فالانحراف من المغرب الاعتدال الی الجنوب مقلوب و هو المقصود۔ سوال میں وسط مغربین کو جہت قبلہ وضع رخ لکھا اس سے معلوم ہوا کہ مرزا مبارک کا مومنہ صحیح جانب قبلہ تحقیقی ہے تو لازم تھا کہ سرہانا تقریب سیدھا جانب قطب ہو کہ وسط مغربین و وسط قطبین شئی واحد ہے مگر نقشہ میں قطب شمالی کا خط دیوار وضع مبارک سے جانب مغرب منحرف بنایا ہے اگر واقعی اتنا انحراف ہے تو وسط مغربین کا ہرگز بہت قبلہ وضع رخ ہونا متصور نہیں پھر یہاں امراہم اس کی معرفت ہے کہ دیوار محراب مسجد کو قبلہ تحقیقی سے کتنا انحراف ہے اگر وہ انحراف ثمن دور یعنی ۴۵ درجے کے اندر ہے تو نماز محراب کی جانب بلا تکلف صحیح و درست ہے اس انحراف قلیل کا ترک صرف مستحب ہے خود سوال میں تخمینہ ملقط سے گزرا قال الامام السیدنا صوالد بن الاول للجواز والثانی للاستحباب اسی طرح اس سے اور نیز ملقط سے علیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے شرح زاد الفقیر للعلامة الغزالی و شرح الخلاصہ للقمستانی پھر رد المحتار میں وہی دو ثلث جانب راست اور ایک ثلث جانب چپ رکھنا بیان کر کے فرمایا ولو لم یجتهد ہکذا و صلی فیما بین المغربین یجوز۔ تو ایک امر مستحب کے لیے مسلمانوں کو تردد میں ڈالنا اور ہرگز مسجد کو ناقص و ناتمام کر دینا ہرگز مناسب نہیں۔ بشرع مطہر میں تکمیل نہایت اہم مقام بالشان ہے جس کا پتہ اس حدیث سے چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطعہ قطعہ اللہ۔ یہاں اگر قطع صفت موجود نہیں صفت بر وجہ قطع ہے کہ دیواریں حائل ہو کر تکمیل نہ کرنے دیں گی فکان کالصف بین السواری وقد خفی عنہ ليجوز ذلک کما ذکرنا فی فتاوانا بیان سوال اگر صحیح ہے تو یہ انحراف میں ثابت کر چکے ہیں کہ جب تک ۴۵ درجے انحراف نہ ہو نماز بلا شائبہ جائز ہے اور یہ کہ قبلہ تحقیقی کو مومنہ کرنا نہ فرض نہ واجب صرف سنت مستحب ہے لہذا مسجد میں نماز بلا شائبہ جائز ہے اور اس میں اصلاً نقصان نہیں نہیہ

خلاصہ اردو میں کیا تھا کہ انحراف قلیل جانب کعبہ سے متصل کو مضمر نہیں ہے اور اس انحراف قلیل کی حد یہ ہے کہ چہرہ اور چہرے کے اطراف میں کوئی جزو کعبہ کے مقابل باقی رہے اسی طرح کہ چہرہ یا اُس کے بعض اطراف سے کعبہ تک خط مستقیم کھینچا جاسکے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ یہ خط مستقیم پیشانی سے ہی خارج ہو بلکہ عام ہے خواہ پیشانی سے خارج ہو یا اُس کے دونوں طرف میں سے کسی طرف سے خارج ہو اور اس صورت میں بہت بڑی وسعت ہے جو نقشہ مسجد کا آپ نے بھیجا ہے اس مسجد میں مسجد کے رخ پر نماز پڑھنا بے شبہ جائز ہے لہذا مسجد کے رخ پر نماز پڑھائیے بعض صاحب اس جواب کو پذیرا نہیں کرتے اور وہ حضور ہی پر اس کا انحصار رکھتے ہیں لہذا گزارش یہ ہے کہ حضور اس کاغذ کو جس پر مسجد کا نقشہ ہے ہر دو جانب سے ملاحظہ فرما کر اگر ممکن ہو تو کاغذ مذکور کے ذیل ہی میں جو دریافت مطلب گزارشیں کاغذ کی پیشانی پر عرض کی گئی ہیں اُن کا جواب ارقام فرما کر کمترین کو معزز فرمایا جاوے۔ واجبا گزارش ہے۔ اس مسجد کا رخ نقشہ مذکور سے بخوبی نمایاں ہے یہ قصبہ حیات نگر ۲۸ درجے ۳۰ دقیقے عرض شمالی پر واقع ہے اور مکہ معظمہ ۲۱ درجے ۴۰ دقیقے عرض شمالی پر لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مسجد میں جماعت سیدھی مسجد کے رخ پر کی جاوے یا مسجد کا خیال چھوڑ کر اور کعبہ شریف کا خیال کر کے ٹیڑھی اور اگر مسجد کے رخ پر سیدھی جماعت کی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔

الجواب

آب ۱۔ مثلث قائم الزاویہ ہے ب موضع قیام متصل سمت نقطہ مغرب کہ سمت قطب شمالی ہے نقطہ ب سے مسجد کی دیوار قبلہ ۱۷۰ پر عمود ب ح قائم کیا تو مثلث اب ۱ کا مشابہ ہوا اُس کا زاویہ ب اُس کے زاویہ ا کے مساوی ہے کہ ہر ایک زاویہ ۷۰ سے مل کر قائمہ کے برابر ہے تو زاویہ ا زاویہ انحراف یعنی اس کے مساوی ہوا یہ وہ مقدار ہے کہ مسجد نقطہ مغرب سے جس قدر شمال کو ٹھکی ہوئی ہے یہ زاویہ پیشانی میں ۱۸ درجے ہے اب یہ معلوم کرنا ہے کہ حیات پور میں قبلہ نقطہ مغرب سے کتنا جدا ہے اس کے لیے صرف عرض بلد کافی نہیں ہوتا طول بھی درکار ہے وہ سوال میں نہ لکھا نہ یہاں اطالس میں حیات پور کا نام نکلا مگر ضلع مراد کی عام آبادیاں ۷۸ — ۷۹ درجے کے اندر ہیں ۲۸ درجے عرض پر اگر طول ۷۸ درجے پر ہو تو عمود قبلہ سمت البراس سے جنوب کو تین درجے ٹھکے گا دوسری میں دو درجے ستائیس درجے بہر حال حیات پور میں قبلہ جنوب کو تقریباً ۱۷ درجے مائل ہے اور مسجد اٹھارہ درجے شمال کو ہے تو مسجد قبلہ واقعہ سے حیات پور سے اکیس درجے کم شمال کو ٹھکی ہوئی ہے اور ہم نے اپنے رسالہ ہدایۃ المنعالم فی حد الاستقبال میں ثابت کیا ہے کہ جب تک پینتالیس درجے انحراف نہ ہو سمت قبلہ باقی رہتی ہے عبارت رد المحتار وغیرہ عبارات کثیرہ مختلفہ اسی طرف لاجح ہیں نہ وہ اطلاق کہ سوال میں کسی سے حکایت کیا تو یہ مسجد ضرور حد قبلہ کے اندر ہے بلکہ اس سے دو چند ٹھکی ہوتی تب بھی حد سے نہ نکلتی تو اگر مسجد ہی کے رخ پر نماز پڑھی جائے ضرور صحیح ہو جائے گی مگر بعد اطلاع قبلہ سے اتنا انحراف مکروہ و خلاف سنت ہے لہذا سمت مسجد کا خیال نہ کریں بلکہ سمت قبلہ کا یعنی خطاب ۷ کی سیدھ سے بھی پونے تین درجے جنوب کی جانب اور ٹھکیں لیکن یہ انحراف ضعیف ہوگا اگر خطاب ۷ ہی کی سیدھ پر پڑھیں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

هَدَايَةُ الْمُتَعَالِ فِي حَدِّ الْإِسْتِقْبَالِ

مسئلہ۔ از علی گڑھ معرفت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت ۲۴ رذی الحجہ ۱۳۲۷ھ
شہر علی گڑھ کی عید گاہ کہ صد ہا سال سے بنی ہوئی ہے اور حضرات علماء و متقدمین بلا کراہت اس میں عیدین کی نمازیں پڑھتے پڑھاتے رہے آج کل کی نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور نیز آلات انگریزی سے یہ تحقیق کیا ہے کہ سمت قبلہ سے منحرف ہے اور قطب شمالی دہانے کھوے کی پشت پر واقع ہے کہ جس سے تیسے فٹ کے قریب مغرب سے پھری ہوئی ہے لہذا اس کو توڑ کر سمت ٹھیک کرنا مسلمانان شہر پر تقدیر استطاعت کے لازم اور فرض ہے ورنہ نماز اس میں مکروہ تحریمی ہے اور ۱۰ دسمبر ۱۳۲۷ء کو اس میں ایک فوجی چھا پا جس کی وجہ سے جواب یہ ہے ”اگر وہاں کے مسلمانوں میں اس قدر مالی طاقت ہے کہ اس کو ٹھیک کر کے ٹھیک سمت قبلہ پر بنا سکتے ہیں تو ان کے ذمے فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کریں اور اگر ان میں اسے ٹھیک سمت قبلہ کی طرٹ بنانے کی طاقت نہیں تو ان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اس مسجد یا عید گاہ میں ٹھیک سمت قبلہ کی طرف خطوط کھینچ لیں اور ان خطوط پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کریں چنانچہ ہادیہ میں مذکور ہے ومن کان غائباً فاضضہ اصابتہ جھٹھا ہوا الصیحح لان التکلیف بحسب الوسع انھی کتب مشجرہ سے یہ ارشاد ہو کہ اب ہندوستان کا قبلہ مابین المغربین ہونا چاہیے یا کیا اور اس کا سمت قبلہ کرنا ضرور ہے یا کیا۔ بینوا تو جروا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل لنا الكعبة قبله وامانا والصلوة والسلام على من الى افضل قبله ولا نارسول الثقلين وامام القبلتين جعل الله تعالى باب الكعبة في الدارين قبله امانا وكعبة متانا وعلى آله وصحبه وسلواتهم قبلته الذين يولدوا اليه وجوههم تصديقا واما انا آمين اللهم هداية الحق والصواب۔ فتوائے مذکورہ محض باطل اور حلیہ صدق و صحت کا اظہار اور منصب افتاء پر زرا اجتران بلکہ شریعت مطہرہ پر کھلا افتراء ہے۔ اولاً اگر فرض باطل یہ عید گاہ جہت قبلہ سے بالکل خارج ہوتی بلکہ مشرق و مغرب بدل گئے ہوتے جب بھی یہ جبروتی حکم بحال استطاعت اسے توڑ کر ٹھیک سمت قبلہ پر بنانا فرض ہے دل سے نئی شریعت ایجاد کرنا تھا اس حالت پر غایت یہ کہ اگر بے انہدام کوئی چارہ کار ممکن نہ تھا منہدم کرنا مطلوب ہوتا ٹھیک سمت پر بنانا کس نے فرض مانا عید گاہ میں کوئی عمارت ہونا ہی سرے سے خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرض کیا نہ واجب نہ سنت نہ زمانہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلائے عید کف دست میدان تھا جس میں اصلاً کسی عمارت کا نام نہ تھا جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید کو تشریف لے جاتے مواجہ اقدس میں سترہ کے لیے ایک نیرہ نصب کر دیا جاتا زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں بھی یہ نہیں رہا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے سب مواضع میں تبرک کے لیے

مسجد میں بنا کیں ظاہراً انھیں کے وقت میں مصلائے عید میں بھی عمارت بنی کما استظہرہ السید نور الدین السمهودی قدس سرہ
 فی تاریخ المدینۃ الکرمیۃ صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان
 ترکزلہ الحربة قد امہ يوم الفطر والحرم یصلی انھیں کی دوسری روایت میں ہے قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعد والی
 المصطفیٰ والعزۃ بین یدیه تحمل وتنصب بالمصلے بین یدیه فیصلۃ الیہا سنن ابن ماجہ و صحیح ابن خزمیہ مستخرج اسمعیلی میں زیادہ
 کیا و ذلک لان المصلے کان فضاء لیس فیہ شیء یستتر بہ افسوس کہ نئی روشنی کا یہ فرض زمانہ رسالت و زمانہ خلافت سب میں متروک
 رہا **ثانیاً** اس عید گاہ کی عمارت موجودہ سے دین الہی کو کوئی ایسا ضرر شدید پہنچتا ہے جس کے سبب اس کا ڈھانا فرض ہو یا نہیں اگر
 نہیں تو بحال استطاعت مالی اُس کا ہم کیوں فرض ہوا اور اگر ہاں تو بحال عدم استطاعت مالی کیوں فرض نہیں استطاعت مالی بنائے کو
 چاہیے ڈھانے میں کیا ایسا درکار ہے جس سے مسلمانان شہر عاجز ہوں **ثالثاً** خطوط سمت قبلہ ڈال لینے سے کار براری ممکن اور وہ ضرر
 مندفع ہے یا نہیں اگر نہیں تو بحال عدم استطاعت یہ نوع حرکت کیوں فرض ہوئی اور کس نے فرض کی اور اگر ہاں تو بحال استطاعت ہوں کار براری
 کس نے حرام کی کہ بالیقین ڈھانا دینا ہی فرض ہو گیا کیا یہاں مقدور ضرر مفترض الازالہ مختلف الحالہ ہیں کہ توزیع ممکن ہو یا **رابعاً** یہ عید گاہ
 سمت سے یکسر خارج ہے یا حدود جہت کے اندر ہے اگرچہ محاذات عین سے منحرف ہے بر تقدیر اول اُس میں نماز مکروہ تحریمی کیوں ہوئی
 باطل محض ہوئی لازم تھی بر تقدیر ثانی اُس کا ڈھانا کیوں فرض ہوا جبکہ وہ حدود شرع کے اندر ہے **خاصاً** علمائے کرام کا حکم تو یہ ہے
 کہ جہت سے بالکل خروج ہو تو نماز فاسد اور حدود جہت میں بلا کراہت جائز کہ آفاقی کا قبلہ ہی جہت ہے نہ کہ اصابت عین برآجہ امام مکمل علما
 ابوبکر مسعود کا ثانی پھر حلیہ امام ابن امیر الحاج حلبی میں ہے قبلتہ حالۃ البعد جہۃ الکعبۃ وہی المحادیب لا عین الکعبۃ جامع الرموز میں
 امام زندوسی سے ہے الجہۃ قبلۃ کا لعین ہاں حتی الوسع اصابت عین سے قرب مستحب۔ اس بارے میں ملقط و حلیہ وغیرہما کے تفصیل
 بعونہ تعالیٰ آگے آتے ہیں اور خیر یہ میں فرمایا ہوا فضل بلا ریب ولا مین در رمولی خسرو و در المختار میں ہے لوانحرف عین العین انحرافاً
 لا نزول منہ المقلبۃ بالکلیۃ جاز و یویدہ ماقال فی الظہیریۃ اذا یتامن او یتاسر یجوز اور ترک مستحب مستلزم کراہت تنزیہ
 بھی نہیں کراہت تحریم تو بڑی چیز کج الرائے باب العیدین میں ہے لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ اذ لا بد لہا من دلیل
 خاص تو اُس میں نماز مکروہ تحریمی ٹھہراتا نئی روشنی کی محض ظلماتی ساخت ہے **سادساً** عمارت ہدایہ کہ فتویٰ مذکورہ نے نقل کی اُس کے
 مدعا سے اصلاً سن نہیں رکھتی بلکہ حقیقت وہ اُس کا رد ہے عمارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر کمی کو ہرگز ضرور نہیں کہ اُس کی توجہ عین کعبہ معظمہ کی
 طرف ہو بلکہ اُس جہت کی طرف منحرف ہونا بس ہے جس میں کعبہ واقع ہے کہ تکلیف بقدر وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہے اس سے خود
 ثابت ہوا کہ غیر مکرمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے خارج نہ کرے مضر نہیں اور اس کی تصریح نہ صرف ہدایہ بلکہ عامہ کتب مذہب میں ہے
 پھر سافت بعیدہ میں ایک حد تک کثیر انحراف بھی جہت سے باہر نہ کرے گا اور در حق نماز قلیل ہی کہلائے گا اور جتنا بُد بڑھتا جائے گا
 انحراف زیادہ گنجائش پائے گا بحر الرائق و طحاوی علی البدل وغیرہما میں ہے المسامتۃ النقریبیۃ ہوان یکون منحرفا عن القبلة
 انحرافاً لا نزول بہ المقلبۃ بالکلیۃ والمقلبۃ اذا وقعت فی مسافۃ بعیدۃ لا نزول بما نزول بہ من الانحراف لو كانت فی

مسانیۃ قریبۃ معراج الدرایہ و فتح القدیر و علیہ شرح فیہ و بحر شرح کنز و فتاویٰ خیرہ و غیرہ میں ہے و تیفاوت ذلک بحسب تفاوت البعد و تبقى المسامۃ مع انتقال مناسب لذلك البعد فتویٰ میں عبارت ہدایہ سے استناد کے لیے یہ ثبوت دینا کہ مکہ معظمہ سے علی گڑھ کو یہ ہزاروں میل کا بُعد نقطہ مغرب سے تیس گز انحراف کی گنجائش نہیں رکھتا اتنا تفاوت جہت سے باہر لے جائے گا بے اس ثبوت کے ذکر عبارت محض تغلیط عوام ہے اور حقیقت امر دیکھیے تو عبارت متدل کے لیے صرف نامفید ہی نہیں بلکہ صاف مضر ہے ہم عنقریب بعونہ تعالیٰ ثابت کریں گے کہ عید گاہ مذکور ضرور جہت کے اندر ہے **سابعاً** ہمارے بعض علمائے تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس باب میں ہیئت قیاسات و آلات کا اعتبار ہی نہیں جامع الرموز نے اسی بحث سمت قبلہ میں لکھا منہم من بناہ علی بعض العلوم الحکمۃ الان بالعلامۃ البخاری قال فی بحث القیاس من الکشف ان اصحابنا لم یعتمدوا بہ لیشعر کلام قاضی خاں ام وایدہ فی النہایان علیہ اطلاق المتون ام و ردہ فی رد المحتار قائلہ المار فی المتون ما یدل علی عدم اعتبارہا ولنا تعلم ما تھندی بہ علی القبلة من النجوم و قال تعالیٰ والنجوم تھتد و ابھا الخ واستظهر ان الخلاف فی اعتبارہا انما ہو عند وجود المحاریب القدیمۃ بخلاف ما اذا کان فی المفارقة فینبغی وجوب اعتبار النجوم ونحوها المتصوریم علما ئنا بكونها علامۃ معتبرۃ فینبغی الاعتماد فی اوقات الصلاة و فی القبلة علی ما ذکرہ العلماء الثقات فی کتاب المواقیف و علی ما وضعوہا من الآلات کالربع والا صطرلاب فانہا ان لم یفید یقین تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن للعالم بھا کافیه فی ذلك **الخ اقول** وھو کلام نفیس واین تحوی جزاف لا یکاد یرجع الی اثارۃ علم من الظن الغالب الحاصل بتلك القواعد ولولا مکان اطوال البلاد وعروضھا فی امر یقین القبلة و مجال الظنون فی اکثرھا لکان ما یحصل بھا قطعاً لا مسامح لریبۃ فیہ بل لو حقت کافیت جل المحاریب المنصوبۃ بعد الصحابة والتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم انما بنیت بناءً علی تلك القواعد وعلیہا اُسِّست لھا القواعد فکیف یحل اعتماد تلك المحاریب دون الذی بنیت علیہ نعم عند التعارض ترجع القدیم خلافاً للشافعیۃ لئلا یلزم تخطیۃ السلف الصالح و جماعہ المسلمین کما ذکرہ الشافعی وغیرہ ولان علم الجسیم اقوی من علم الاحاد وللسلف مزیدہ جللیۃ علی الخلف ولربما یخطئ النظر فی استعمال القواعد والآلات کما ہو مرئی شاهد فھو اولی بالخطا منہم ولذا قال فی الفتاویٰ الخیریۃ و اما الاجتہاد فی محاریب المسلمین بالنسبۃ الی الجھۃ حیث سلط من الطعن لانھا لم تنصب الا بحضور جمیع من المسلمین اھل معرفۃ بسمت الکواکب والادلۃ تجزی ذلک مجزی الخیر فتقلد تلك المحاریب ام **اقول** وبہ ظہران الحکم لا یختص بالمفاوز فانہم انما نصبوا فی الامصار بناءً علی تلك الادلۃ لاجرم ان قال العلمۃ البرجندی فی شرح النقایۃ ان امر القبلة انما یتحقق بقواعد الهندستہ والحساب بان یعرف بعد مکہ عن خط الاستواء عن طرف المغرب ثم بعد البلد المقروض کذلک ثم یقاس بتلك القواعد لتحقيق سمت القبلة ونحن قد حققنا بتلك القواعد سمت قبلہ ہر اۃ الی آخر ما سیاقی ونقلہ الفتال فی حاشیئہ مقروا علیہ اور اتنا تو اکابر نے بھی فرمایا کہ جو مسجد مدین سے بنی ہوا اور اہل علم و عامہ مسلمین اُس میں بلائیکہ نمازیں پڑھتے رہے ہوں جیسا کہ عید گاہ مذکور کی نسبت سوال میں مسطور ہے اگر کوئی فلسفی اپنے آلات و قیاسات کی رو سے اُس میں شک والا چاہے اُس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہ صد ہا سال سے علماء و سائر مسلمین کو غلطی پر مان لینا نہایت سخت بات ہے

بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی قدیم محرابیں خود ہی دلیل قبلہ ہیں جن کے بعد تخری کرنے اور اپنا قیاس لگانے کی شرعاً اجازت نہیں ایسی شکل کی بعض مدعیان ہیئات نے بعض محرابوں کو نصب کر دیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی پیش کی حالانکہ با یقین صحابہ کرام کا علم زاد تھا اُس کے بعد فلسفی ادعا کا سنا بھی حلال نہیں ہاں تحقیق معلوم ہو کہ فلاں محراب کسی جاہل ناواقف نے یونہی جزاً قائم کر دی ہے تو البتہ اُس پر اعتماد نہ ہوگا علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار رحمہما اللہ تعالیٰ فتاویٰ خیرہ میں فرماتے ہیں نحن علی علم بان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم اعد من غیرہم فاذا علمنا انہم وضعوا محراباً لا یعارضہم من ہود و نھر و اذا علمنا ان محراباً وضع من غیرہم بغير علم لا نعتمدہ و اذا لم نعرف شیئاً و علمنا کثرة المارین و توالی المصلین علی مرود السنین عملنا بالظاهر و هو الصحۃ اسی میں ہے مذہب الخفیۃ یعمل بالمحارب المذکورہ ولا یلتفت للطعن المذکور اسی میں ہے نہایت الفلکی المذکور ان یطعن بالانحراف الیسیر الذی لا یجاوز الحد المذکور و هو علی تقدیر صدقہ لا یمنع الجواز و لہذا قال الشارح الزبلی لا یجوز التخری مع المحارب اسی میں ہے الکلام فی تحقق ذلک یعنی الانحراف اکثر ولا یقع علی وجہ الیقین مع البعد باخبار المیقانی کمالاً یخفی عن الفقہاء حلیمہ میں ہے المحارب فی حق المصلی فاصار کعبین الکعبۃ و لہذا لا یجوز للشخص ان یجتہد فی المحارب فایاک ان تنظر الی ما یقال ان قبلۃ اموی دمشق و اکثر مساجدھا المبنیۃ علی سمت قبلتہ فیہا بعض الانحراف اذ لا شک ان قبلۃ الاموی من حین فتح الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و من صلی منہم الیہا و کذا من بعد ہما اعد و اوفق من فکفی لا نداری ہل اصاب ام اخطأ بل ذلک یرجح خطاۃ وکل خیر من اتباع من سلف پھر علماء کے یہ ارشادات اُس کے بارے میں تھے جو فن ہیئات کا ماہر کامل عالم فاضل ثقہ عادل ہو یہ نئی روشنی والے نہفہ سے مس نہ ہیئات سے خبر اور دین و دیانت کا حال روشن تر ان کی بات کیا قابل التفات ان کی ہیئات دانی اس اعتراض ہی سے پیدا ہے کہ قطب شمالی شاذ راست سے جانب پشت مائل ہونے کو دلیل انحراف بتایا اور دیوار توڑ کر ٹھیک محاذات قطب میں بنانا چاہتے ہیں علم ہیئات میں دو رک سمت قبلہ کے لیے دو طریقے ہیں ایک تقریبی کہ عام کتاب متداولہ میں مذکور دوسرا تحقیقی کہ زیچا میں سطور یہاں سے واضح کہ یہ حضرات اُن دونوں سے محجور اگر وہ طریقہ تقریبی جانتے اُن پر معرض نہ ہوتے کہ اُس کی رو سے سمت قبلہ علی گڑھ کا لیں تو ضرور قطب شمالی شاذ راست سے جانب پشت ہی پھر رہے گا کہ اس طریقہ پر علی گڑھ کا خط قبلہ نقطہ مغرب سے ساڑھے دس درجے جانب جنوب جھکا ہوا ہے ظاہر ہے کہ نقطہ مغرب کی طرف موڑ کر تہ قطب محاذات شانہ پر رہتا اب کہ مغرب سے دس درجے جنوب کو پھرے قطب ضرور جانب پشت میلان کرے گا اور اگر طریقہ تحقیقی سے آگاہ ہوتے ہرگز دیوار جدید محاذی قطب بنانی نہ چاہتے کہ طریقہ تحقیقی میں بھی خط قبلہ علی گڑھ نقطہ مغرب سے جنوب ہی کو مائل ہے اگرچہ نہ اتنا کہ طریق تقریب میں تھا ہم دونوں طریق تقریب و یقین انشاء اللہ آخو کلام میں ذکر کریں گے تاہنا محاذات قطب چاہنا بھی ان صاحبوں کے خیال میں علمائے اسلام رحمہما اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جن کا منشا اگر ان کے خیال میں ہوتا مسجد کا ڈھانا فرض نہ کرتے زمانہ اقدس صحابہ کرام بلکہ حضور پر نور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے غیر کی کے لیے جہت کعبہ قبلہ قرار پائی ہے اصابت عین کی ہرگز تکلیف نہیں و لہذا صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بلاد متقاربہ بلکہ ملک بھر کے لیے ایک ہی قبلہ قرار دیا ملک عراق کے واسطے باتباع ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فرمان فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ نے بین المشرق و المغرب قبلہ مقرر نہ پایا

اللہ کرام نے بخارا سمرقند سغدیہ ترمذیہ مرو سرخس وغیرہا کا قبلہ مسقط راس العقرب بنایا بیت المقدس حلب دمشق رملہ نابلس وغیرہا
تمام ملک شام کا قبلہ ستارہ قطب کو پس پشت لینا ٹھہرایا۔ کوفہ بغداد ہمدان قزوین طبرستان جرجان وغیرہا میں ہر شام تک قطب کو
دہنے کان کے پیچھے ملک عراق میں سیدھے شانے ملک مصر میں بائیں کندھے ملک یمن میں مونہ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہوا فرمایا امام فقیہ
ابو جعفر ہندوستانی نے بغداد مقدس و بخارا شریف کا قبلہ ایک بتایا علمائے خراسان و سمرقند وغیرہا بلاد مشرقیہ کے لیے جن میں ہندوستان بھی
داخل بین المغربین قبلہ ٹھہرایا امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے دربارہ قبلہ چھ قول نقل فرمائے
بنات نعش صغریٰ کو جس کی نعش کا سب سے روشن ستارہ قطب ہے دہنے کان پر لے کر قدرے بائیں کو پھرنا ستارہ قطب کو سیدھے کان کے
پیچھے لینا مسقط راس العقرب کی طرف مونہ کرنا آفتاب جب برج جوزا میں ہو آخر وقت ظہر میں اُس کی سمت دیکھ کر ملحوظ رکھنا مسقط دوسرے طرہ
واقع کے درمیان بین المغربین کے فاصلے سے دو ٹکٹ دہنے ایک بائیں کو رکھنا اور فرمایا کہ یہاں اقوال باہم قریب ہیں ان تمام احکام کا
بنی وہی ہے کہ اعتبار جہت میں بڑی وسعت ہے فلسفی، پیچارہ آلات کا پٹا را خیالات کا پشتار اکھول کر بیٹھے تو ہرگز نہ ان شہروں کا قبلہ ایک
پاسکتا ہے نہ ملک بھر کی ایک سمت ٹھہرا سکتا ہے مگر وہ نہیں جانتا کہ یہ دین تدقیق آلات پر مبنی نہیں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
دین صحیح سہل ہے واللہ رب العالمین قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا امتہ امیۃ لا تکتب ولا تحسب فتاویٰ خانیہ میں ہے
جہۃ الکعبۃ تعرف بالدلیل والدلیل فی الامصار والقری المحاریب الیٰ نصیبہا الصحابة والتابعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم فحین
فتحو العواق جعلوا قبلۃ اہلہا بین المشرق والمغرب ولذلك قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کان بالعراق جبل المغرب
عن یمینہ والمشرق عن یسارہ وہکذا قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وانما قال ذلك لقول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا جعلت
المغرب عن یمینک والمشرق عن یسارک فما بینہما قبلۃ لاهل العراق وحین فتح خراسان جعلوا قبلۃ اہلہا ما بین مغرب
الصیف ومغرب الشتاء فعلمنا اتباعہم عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ قال فی قبلۃ اہل الری اجعل الجدی علی منکبک
الا یمن واختلف المشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ فیما سوی ذلک من الامصار قال بعضہم اذا جعلت بنات نعش الصغریٰ علی یمینک
وانحرفت قليلا الی شمالک فتلك القبلة وقال بعضہم اذا جعلت الجدی خلف اذناک الیمنی فتلك القبلة عن عبد اللہ للبارک
وابی مطیع وابی معاذ وسلم بن سالم وعلی بن یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ انہم قالوا قبلتنا العقرب وعن بعضہم اذا کان الشمس
فی برج الجوزا ففی اخر وقت الظہر اذا استقبلت الشمس بوجهک فتلك القبلة عن الفقیہ ابی جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ قال اذا
قمت مستقبل المغرب فالنسر الواقع سقوطہ یكون بحذاء منکبک الا یمن والنسر الطائر سقوطہ فی وجهک بحذاء یمینک الیمنی
فالقبلة ما بینہما قال قبلۃ بخارا علی قبلتنا وعن القاضی الامام صدر الاسلام قال القبلة ما بین النسرین وعن الشیخ الامام
ابی منصور الماتریدی رحمہ اللہ تعالیٰ انظر الی مغرب الشمس فی اطول ايام السنة ثم فی اقصر ايام السنة دع الثلثین عن یمینک
والثلث عن یسارک فالقبلة عند ذلک وهذه الاقاویل بعضها قریب من بعض او فحصر المعراج الدرایہ وفتح القدر وحلیہ میں ہے
عہ بعض الجہم وفتح الدال وتشدید الیاء ای حیدری الفرقہ اسم الفجر الثاقب السابع فی اخر النعش الصغریٰ ۱۲ العلامة حامد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ

ولہذا وضع العلماء قبلۃ بلد و بلدین و بلاد علی سمت واحد فجعلوا قبلۃ بخاری و سمرقند و شغ و ترمذ و بلخ و مرو و سمرقند موضع الغروب اذا كانت الشمس فی آخر المیزان او اول المغرب کما اقتضت الدلائل الموضوعۃ لمعرفۃ القبلة ولم یخرجوا الکل بل سمتا لبقاء المقابلة والتوجه فی ذلک القدر ونحوہ من المساقۃ متغنی وحلیہ و بحر و رد المحتار وغیرہا میں ہے الجہدی اذا جعلہ الواقع خلف اذنی الیمنی کان مستقبل القبلة بناحیۃ الکوفۃ و بعد ادوہمدان و قزوین و طبرستان و جوجان و ما ذلک الی آخر الشاش و یجہد من بمصو علی عاتقہ الایس و بالعراق علی کتفہ الیمنی و بانہن قبالة المستقبل مما یلی جانبہ الایس و بالشام و راء فتاویٰ خیرہ میں ہے و ذکر بعضہم ان اقوی الادلۃ القطب فیجعل من بالشام و راء و الرملة و نابلس و بیت المقدس من الشام کد مشق و حلب و جوز للکل الاعتماد علی القطب و جعلہ خلفہ و لا بد فی ذلک من فوج انحراف لاهل ناصیۃ منها لکنہ لا یضر کما قمرناہ اسی حکم کی بنا پر ہندوستان میں سارہ قطب مانے شانے پر لیا گیا اور قدیم سے عام ساجد اسی سمت پر بنیں کہ بین المغربین کا وسط مغرب اعتدال تھا اور اُس کی طرف توجہ میں قطب سیدھے ہی شانے پر ہوتا ہے اور اُس کی پہچان آسان اور اُس میں انحراف بقدر مضر نہیں ولہذا اسی پر تعامل ہوا یہ مدعیان ہیئت سمجھے کہ عام بلاد ہندیہ یا شاید خاص علی گڑھ کا یہی قبلہ تحقیقی ہے حالانکہ وہ محض ناواقفی ہے ہندوستان آٹھ درجے عرض شمالی سے سینتیس درجے تک آباد ہے اور طول شرقی چھیاسٹھ درجے سے بانوے تک یہ بھی ہندوستان کی خوش نصیبی ہے ۶۶ عدد ہیں اہم جلالت اللہ کے اور ۹۲ نام پاک محمد کے جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے اپنے رسالہ کشف العلیین سمت القبلة میں براہین ہندیہ سے ثابت کیا ہے کہ شروع جنوبی ہند جزیرہ سرندپ وغیرہ سے تیس درجے چونتیس درجے دقیقے عرض تک جتنے بلاد ہیں جن میں مدراس حاطہ بمبئی حیدر آباد کا علاقہ وغیرہ داخل ہیں سب کا قبلہ نقطہ مغرب سے شمال کو جھکا ہوا ہے سارہ قطب مانے شانے سے سامنے کی جانب مائل ہوگا اور آٹھ سو تین درجے عرض سے اخیر شمالی ہند تک جس میں دہلی بریلی مراد آباد میرٹھ پنجاب بلوچستان شکا پور قلات پشاور کشمیر وغیرہ داخل ہیں سب کا قبلہ جنوب کو جھکا ہوا ہے قطب سیدھے کندے سے پشت کی طرف میلان کرے گا دلیل کی رو سے یہ عام حکم ساڑھے تیس درجے سے ہوتا تھا مگر ۲۸ کے بعد سے ۳۲ تک عدم انحراف کے لیے جتنا طول درکار ہے ہندوستان میں اُس عرض و طول پر آبادی نہیں ۶۳ - ۳۴ سے ۲۸ تک جتنے بلاد کثیرہ ہیں ان میں کسی کا قبلہ مغربی جنوبی کسی کا خاص نقطہ مغرب کی طرف علی گڑھ اسی قسم دوم میں ہے جس کا قبلہ جنوب کو مائل ہے ہم نے اُس رسالے میں عرض النول سے عرض تھہ ہا تک ایک ایک دقیقے کے فاصلے سے ایک جدول دی ہے کہ اتنے عرض پر جب اتنا طول ہو تو قبلہ ٹھیک مغرب اعتدال کی طرف ہوگا اُس کے ملاحظہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے شہروں کا تحقیقی قبلہ اس حکم مشہور کے مطابق ہے بالیہ عام علمہ آہ اسی حکم دا جہ پر ہے اور کچھ مضر نہیں کہ حدود شرع سے باہر نہیں بلکہ یہ ناواقف لوگ اگر سمت حقیقی چاہتے ہیں تو محاذات قطب چاہنا باطل اور جہت پر قانع ہیں توجہ اب بھی حاصل بہر حال مسجد شہید کرنے کی فرضیت باطل اُس میں نماز کی تحریمی کراہت باطل عرض اُس بے معنی فتوے کی جہالت کہاں تک گنیے ہم اصل حکم شرع بتوفیق اللہ تعالیٰ واضح کریں کہ عید گاہ مذکور مضر و حدود

شرعیہ کے اندر ہے اس کا بیان چند افادوں پر موقوف فاقول وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ
 انیب افادہ اولیٰ جہت قبلہ کی حد کیا ہے کہ جس سے بہرہ و جہت باہر ہو اس بارے میں عبارات علیٰ متعدد وجہ پراپی گئیں
 اول جب تک مشارق مغارب نہ بدلیں جہت نہ بدلے گی فتح القدر و بحر الرائق و خیرہ و طحاوی و رد المحتار و غیرہ کتب کثیرہ میں یہاں در
 نیز مسئلہ اقتداء بالشامی میں ہے الا منح اف المفسدان یجاوز المشارق الی المغرب و فی الخیرۃ بعد ما قد مناعہ فی
 الایواد الساج و عند تحقیقہا بالخطا زال الغطاء و ہو فی اختلاف الجہۃ بحیث یکون متجاوزا المشارق الی المغرب اور اسکی
 تائید اُس حدیث سے کی گئی کہ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے
 حاکم نے کہا بشرط بخاری و مسلم صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما بین المشرق والمغرب قبلۃ مشرق و مغرب کے
 درمیان قبلہ ہے امام مالک مؤطا اور ابو بکر ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق مصنفات اور بیہقی سنن اور ابوالعباس اہم اپنے جز حدیثی میں
 راوی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ما بین المشرق والمغرب قبلۃ جامع ترمذی میں یہ قول متعدد صحابہ کرام
 مثل امیر المؤمنین ہولٰ علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عبداللہ بن عباس و غیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہونا بیان کیا اور کہا عبد اللہ بن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اذا جعلت المغرب عن یمینک والمشرق عن یسارک فما بینہما قبلۃ اذا استقبلت القبلة
 جب تو مغرب کو داہنے ہاتھ پر لے اور شرق کو بائیں پر تو ان دونوں کے اندر قبلہ ہے اس وقت رو بہ قبلہ ہو لیا اقول عبارات مذکورہ
 علماء سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک موئے نہ کرنے کے عوض پیٹ کرنا نہ ہو کہ قبلہ مغرب کو ہے یہ مشرق کو موئے نہ کرے یا بالعکس اُس
 وقت تک استقبال فوت نہ ہو گا یہاں تک کہ اگر مغربی قبلہ والا جنوب یا شمال کو موئے نہ کرے کھڑا ہو یعنی کعبہ منظمہ کو ٹھیک دہنی یا بائیں کر وٹ
 پڑے تو جہت ہنوز باقی رہے اور یہ ظاہر الفساد ہے پہلو کرنے کو کوئی موئے نہ کرنا نہ کہے گا یہ قول و جہت کے عوض ول جہتک
 ہے گا اور وہ بالا جماع باطل ہے و لہذا قول ظہیرہ اذا تیامن او تیا سوا یجوز کی تاویل کی طرف در مختار میں اشارہ فرمایا رد المحتار میں اسکی
 شرح کی بھی لیس المیزان میجمل الکعبۃ عن یمینہ او یسارہ اذ لا شک حیثین فی خروجہ عن الحجۃ بالکعبۃ بل المراد الانتقال
 عن عین الکعبۃ الی الیمین او الیسار اھ اگرچہ یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ اپنے یہاں کے نقاط اربعہ جہات (ربعہ کے اعتبار سے افق بلد
 کے دو نصف کیے جائیں قبلہ اگر وہاں سے جنوب یا شمال کو ہے (جیسے مدینہ طیبہ کہ اُس کا قبلہ میزاب رحمت ہے) تو جنوبی شمالی
 اور شرق یا غرب کو ہے (جیسے ہندوستان میں کہ اُس کا قبلہ باب کعبہ و مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے) تو شرقی غربی پھر
 جس نصف میں کعبہ ہے مصلیٰ اُس میں کسی طرف موئے نہ کرے استقبال ہو جائے گا اور دوسرے نصف کی طرف نہ کیا تو جہت سے
 نکل جائے گا یہ پہلے سے بھی زیادہ ظاہر البطلان ہے کہ
 صحیح ٹھہرتی ہے فرض کرو اب ح و ع شہری کا ط
 تب ا ح تو س غری ہوئی مس کعبہ منظمہ اسی نصف میں ب
 اسی نصف کی طرف واقع ہوئی مگر قطعاً اُس کی پشت کعبہ کو ہے اور ح کی طرف استقبال کرے تو نماز نہ ہو کہ نصف بدل گیا حالانکہ وہ قطعاً



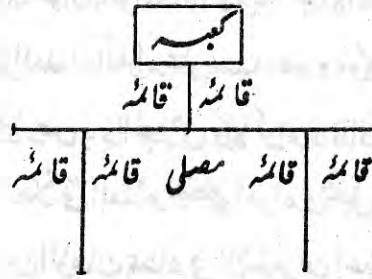
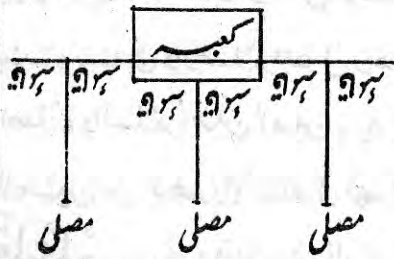
استقبال میں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ایک خط مستقیم موضع مصلیٰ و محل کعبہ میں وصل کیا جائے اور دوسرا خط کہ اس پر عمود ہو جانبین میں دائرہ افق تک ملا دیا جائے اس عمود سے جوافق کے دو نصف ہوئے اُن میں قبلہ اُس حصہ میں ہے جس کے ٹھیک وسط میں کعبہ ہے پس صورت مفروضہ میں تصویر سمت یہ ہے خطی ک

خط قبلہ تحقیقی اور ح ط اُس پر عمود قوس ح ط کے ایراد اول ہمنوز باقی ہے کہ ظاہر یہ کہ نقطتین ح ط کے درکنار ازل کی طرف موخر کرنا بھی یقیناً تیسرے تقیید کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس سے مراد صرف وہ حصہ قوس ہے جس کی طرف توجہ میں ہوئے کعبہ سے کچھ بھی محاذات و مسامتت باقی ہے اگرچہ تقریباً نہ یہ کہ جس نقطے کو چاہو موخر کرلو منہ الخالق میں ہے قولہ فی الفتاویٰ الانحراف المفسدان تیجا و المشرق الی المغرب کذا انقلہ فی فتح القدر و هو مشکل فان مقتضاہ ان الانحراف اذا لم یوصلہ الی ہذا القد لا یفسد الخ حلیہ میں فرمایا مرقبہ اهل المشرق المغرب عندناش ہذا فی الذخیرۃ (الی ان قال) ثم الظاہر ان ہذا انما یستقیم فیما اذا کان التوجہ من المشرق الی المغرب وبالعکس مسامتا لہواء الکعبۃ اما تحقیقا او تقریبا علی ما ذکرنا لا علی ای وجہ کان ذلک التوجہ من احدی الجہتین الی الاخری فتنبیہ لہ وکانہ للعلم بہ لہ یفصحوا بہ یوہیں ردالمحتار میں اُسے مؤول کیا کما سیاقی وللعبد الضعیف فیہ کلام ستعرفہ انشاء اللہ تعالیٰ دوم کہ عامہ کتب میں نہرت وافیہ رکھتا ہے کہ اتنا پھر سکتا ہے جس میں موخر یعنی وجہ کا کوئی حصہ مقابل کعبہ منظر رہے دو سطح چیزوں میں مقابلہ تھوڑے انحراف سے زائل ہو جاتا ہے مگر قوس کا مقابلہ بے انحراف کثیر زائل نہ ہوگا اور حق جل جلالہ انسان کا چہرہ مقوس بنایا ہے توجہ تک کوئی حصہ رخ مقابل رہے گا استقبال بالوجہ حاصل رہے گا اور قول وجہک شطر المسجد الحرام کا امتثال ہو جائے گا اقول اُس کی وجہ یہ ہے کہ سطح مستوی پر جتنے خط عمود ہوں گے سب کی سمت ایک ہوگی جب اُن میں ایک مقابلہ سے منحرف ہو اسب منحرف ہو گئے بخلاف قوس کہ اُس کے ہر نقطہ کے خط اس میں ہر نقطہ تاس سے جو عمود قائم ہوگا جدا ہوتے رکھے گا تو اس کا مقابلہ زائل ہوگا دوسرے کا ہوگا اُس کا نہ ہوگا اور کا ہوگا یہاں تک کہ قوس ختم ہو جائے معراج الدرایہ و فتح القادیر و زاد الفقیرو حلیہ وغنیہ و بحر الرائق و فتاویٰ خیر یہ و درمختار و ردالمحتار وغیرہا میں ہے و ہذا اللفظ الاخیر ثلثہ اعلم انہ ذکر فی المعراج عن شیخہ ان جہۃ الکعبۃ ہی الجانب الذی اذا توجہ الیہ الانسان یكون مسامتا للکعبۃ او ہواء تحقیقا او تقریبا ومعنی التقرب ان یكون منحرفا عنها وعن ہوا تھا بما لا تنزل بہ المقابله بالکلیۃ بان یبقی شیء من سطح الوجہ مسامتا لہا و ہواء جامع الرموز میں ہے لا باس بالانحراف انحرافا لا تنزل بہ المقابله بالکلیۃ بان یبقی شیء من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ درر میں ہے فیعلم منہ انہ لو انحراف عن العین انحرافا لا تنزل بہ المقابله بالکلیۃ جاز یؤیدہ ما قال فی الظہیریۃ اذا تیا من او تیا سر یجوز لان وجہ الانسان مقوس فہذا التیا من او التیا سر یكون احد جانبہ الی القبۃ ردالمحتار میں ہے فاعلم ان الانحراف الیسیر لا یضرب و ہوا الذی یبقی معہ الوجہ او شیء من

جوانبہ مسامتہ العین الکعبیۃ و ہواء ہا بان یخرج الخط من الوجه او من بعض جوانبہ الی القبلة او ہواء ہا مستقیما ولا یلزم ان یکون الخط الخارج علی استقامة خارجا من جہتہ المصلی بل منها او من جوانبہا کما دل علیہ قول الدرس من جبین المصلی فان الجبین طرف الجہتہ و ہما جبینان و علی ما قررناہ یحمل ما فی القیوہ و البحر عن الفتاوی من ان الانحراف المفسدان یجاوز المشارق الی المغارب **اقول** وباللہ التوفیق تمام کتب مذکورہ میں شیء من سطح الوجہ کا لفظ ہے اور ہمارے مذہب میں ایک کان سے دوسرے تک سب سطح وجہ ہے و لہذا ما بین العذار والافن کا دھونا بھی وضو میں فرض ہوا اور قطعاً معلوم ہے کہ جب کوئی کسی نقطہ فنی کی محاذات پکڑے تو اس کی سطح وجہ کی محاذات نصف دائرہ فنی کو گھیرے گی تو بیچ دو تک پھر تاروا ہوگا اور ٹھیک جنوب یا شمال کو موڑے گی سے مستقبل کعبہ قرار پائے گا کہ کان کے متصل جو سطح وجہ یعنی کنپٹی کا حصہ ہے ضرور محاذی کعبہ ہے حالانکہ وہ بدھتہ تیا من یا متیا سر نہ کہ مستقبل تو اس قول کے ظاہر یہ بھی وہی استبعاد شدید لازم جو جہات اولیٰ بر تھا اور علیہ رد المحتار کا اول کو اس دوم کے ساتھ تاویل کرنا حیث قال فی الحلیہ او تقریباً علی ما ذکرناہ وما ذکرہ و ہذا القول الثانی من بقاء شیء من سطح الوجہ مسامتا و سمعت أفا قول الشامی اصلاً نافع نہ ہوا کہ یہ کلام بھی اپنے ظاہر پر آتا ہی وسیع ہے جتنا قول اول تھا اور یہ دنہار نہ قابل اعتبار نہ مراد علی ہونے کا سزاوار مثلاً جہاں کعبہ خاص سمت قبلہ مغرب ہو اگر کوئی شخص ٹھیک نقطہ جنوب و شمال کو موڑ کرے یا نہ سہی بلکہ دو تین درجے مغرب کو پھر اسی مانے کہ مسافات بعیدہ میں اتنا انحراف فرق محسوس نہیں دیتا تو یقیناً یہی کہا جائے گا کہ اس کا موڑ جنوب یا شمال کو ہے نہ کہ کعبہ مظہر کو حالانکہ اس کی سطح کی وجہ سے بعض جز بلا مشبہ سامت کعبہ ہے نعم رأیت الفاضل عبد الحلیم الرومی من علماء الدولة العثمانیۃ ذکر فی حاشیئہ علی الدرس تفسیر عبا تھا حیث قال **قول** یکون احد جوانبہ الی القبلة لا یدید بہ زوال الطرף الاخر عن المقابله بالکلیۃ کما ظن بل المراد منہ مقابله طرف بکلہ و مقابله شیء من سطح الاخر مسامتا کما ہوا المفہوم من المذبح **اقول** لمرید کر عبارتہ المنہج حتی ینظر فیہا و ہومع مخالفتہ لظاهر الدرس لا یلائمہ نص عامۃ الکتب المذكورۃ من الاجتزاع ببقاء شیء من سطح الوجہ مسامتا فانہ صریح فی عدم الحاجة الی مسامتہ ما فی الباقی اصلاً بل **اقول** لعلک ان امعنت النظر لم ترہ یرجع الی صحۃ فان المسامتہ لا بد لہا من مقابله حقیقیۃ فی الحقیقیۃ لوسط الجہتہ و فی التقریبیۃ شیء من الاطراف اما اذ فانت المقابله الحقیقیۃ اصلاً فلا مسامتہ فلا استقبال فلا صلوۃ و المقابله انما تكون باتصال الخط علی قوائم لا تری - ج ۵ ان سطح ابقابل ب و ح یواجہ اما فلا یسامت سر لعدم الاتصال علی قوائم ب و ح و ہو لا یكون لمقوس قطع مع مسطح الا من نقطۃ واحده تحقیقا و بعض نقاط مجاورۃ اخرى تقریباً فالاولا لا امکان لمقابله طرف بکلہ لا مجازاً و ثانیاً اذا تقابل طرف من قوس مسطحاً استحال ان یقابله شیء من طرفہا الاخر لما قد منان الاعمدة الخارجۃ من مسامات القوس لا یکون اثنان منها الی جہۃ واحده قط الم تعلم ان تلك الاعمدة کلہا ہی الخطوط الخارجۃ من المکرز الی نقاط القوس و علی سموھا و کلہا التلتی علی المکرز فان اتصل اثنان منہا بمقابل کا کعبۃ او الخط المار بجا عرضا الی الافق و احدث کل علیہ قائمتین و وصلنا بینہما اجتمع فی مثلث قائمتان و ہو محال فبقیہ سوم و سطر اس مقابل ہر دو چشم سے ایک زاویہ بناتے آنکھوں پر گذرتے دو خط نکلیں

یہ جہاں تک پھیلیں کعبہ جب تک ان کے اندر رہے جہت باقی ہے اور دونوں سے باہر واقع ہو تو نہیں۔ یہ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی پھر علامہ تفتازانی نے شرح کشف پھر علامہ مولیٰ خسرو نے در میں افادہ فرمایا ان دونوں نے اُس زاویہ کی مقدار بتائی جو وسط سر میں التقائے خطین سے بنے گا اور امام حجۃ الاسلام نے تصریح فرمائی کہ قائمہ ہو در میں ہے اصابت جہت کی ایک وجہ بیان کر کے فرمایا و نقول ہوان تقع الکعبۃ فیما بین خطین یلتقیان فی الدماغ فیخرجان الی العینین کساقی مثلث کذا قال الخویر التفتازانی فی شرح الکشف شرح نقایہ علامہ رجنیدی میں ہے معنی التوجہ الی حجۃ الکعبۃ ہوان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین یلتقی طرفاهما داخل الراس بین العینین علی زاویۃ قائمۃ کذا ذکرہ الامام الغزالی فی الاحیاء ثم قال البرجنیدی فعلى هذا الوصل المحظ الخارج من العين الی جدار الکعبۃ یقع علی حادۃ او منفرجۃ لم یکن مقابلاً للکعبۃ وهو لا یخلو عن بعدا **اقول** هذا عجیب من مثل ذلك الجہد المبرز فی الفنون الهندسیہ فالانما قال الامام ان تقع الکعبۃ بین الخطین لان یصلی شئی منهما الی جدار الکعبۃ وثانیاً انما قال یلتقیان بین العینین علی قائمۃ لان یتصل حدہما بالکعبۃ فیحدث هنالك قائمتین ولذا کافرد القائمۃ **اقول** وبما قررنا ظهر قلنا ما قال الفاضل الحلیمی اخذی فی حاشیۃ الدرر ان حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین وان کان احد الخطین طویلاً کما هو المشاهد عند انحراف التوجہ اھ فان الخطین یمتدان الی الافق فلا مسانغ ثم لطول وقصر ولا داعی الی قطعہما علی حد طائما النظر الی الفضاء الحاصل بینہما ان تقع الکعبۃ فیہ **اقول** اس قول پر یہ خط جو وسط دماغ محاذی عینین سے زاویہ قائمہ بناتے تھے ان کے اندر کعبہ کسی طرح واقع ہونا مطلقاً حصول جہت کو کافی ہے اگرچہ ایک خط کعبہ سے ملا ہوا گذرے اب اگر یہاں یہ معنی لیے جائیں کہ یہ دونوں خط جہاں تک پھیلیں ان کے اندر اندر جو کچھ ہے جہت کعبہ ہے اُس کی طرف توجہ توجہ جہت کعبہ ہے جیسا کہ احیاء امام حجۃ الاسلام سے نقل کیا گیا ولہذا راہ فیہ ولا فی شرحہ انتحاف السادۃ فی کتاب اسرار الصلاۃ کہ ان دونوں خطوں کا بیان کر کے فرمایا فہما یقع بین الخطین الخارجین من العینین فہو داخل فی الحجۃ تو اس تقدیر پر یہ قول بھی مثل دو قول پیشیں اُنتی ہی وسعت بعیدہ رکھے گا کہ جب زاویہ قائمہ ہے اور اُس کے ایک خط سے کعبہ متصل ہو سکتا ہے تو دونوں طرف تقریباً نوٹے درجے انحراف جائز ہو اور وہی ایک خفیف ناقابل احساس مقدار کم ایک سو اسی درجے تک جہت پھیل گئی اور وہی مخالفت نفس و اجماع لازم آئی یہ لاجرم مراد ہے کہ وقت نماز جب تک کعبہ مغربہ ان دونوں خطوں کے اندر ہے وہاں تک انحراف میں جہت باقی ہے تو یہ نہ ہوگا مگر عین کعبہ سے دونوں طرف ۴۵ - ۳۵ درجے انحراف تک کہ ٹھیک جہت توجہ کا خط اس زاویہ قائمہ کی تضعیف کرتا ہے تو اگر نصف قائمہ سے زیادہ انحراف ہو کعبہ دونوں خطوں سے باہر ہو جائے گا کما لا یخفی بالجملہ حاصل یہ کہ آدمی ٹھیک محاذی کعبہ کھڑا ہو اُس وقت جو یہ خطوط نکل کر پھیلیں اُن کے اندر اندر دونوں طرف کو انحراف روا ہے اب یہ عبارت آئندہ پنجم کی طرف راجع ہو جائے گا اور طرفین میں بینا لیش پینا لیش درجے تک انحراف جائز ہوگا اور یہ صاف و صحیح ہے بخبر ہے چہارم کہ نہایت تحقیق طلب ہے قال فی الدرر جہتان یصل الخط الخارج من جبین المصلی الی الخط المار بالکعبۃ علی سنیۃ بحیث یحصل قائمتان اھ و هذا هو الوجه الاول واختلاف الانظار فی محلہ فحملہ العلامة الشافعی فی رد المحتار علی بیان المسامۃ

الحقيقية حيث ذكرنا ولا عن المعراج عن شيخه ان معنى التحقيق انه لو فرض خط من تلقاء وجهه على زاوية قائمة الى الافق يكون ما را على الكعبة او هو انما هم ثم نقل كلام الدرر ثم قال قوله في الدرر على استقامته متعلق بقوله يصل لانه لو وصل اليه معوجا لم تحصل قائمتان ثم الطريقة التي في المعراج هي الطريقة الاولى التي في الدرر لانه في المعراج جعل الخط الثاني ما را على المصلى على ما هو المتبادر من عبارته وفي الدرر جعله ما را على الكعبة اتم صور الذي في المعراج هكذا



قلت وقد يؤيد

هذا الحمل ان اصل الكلام للإمام
حجة الاسلام وهو

مصل يمين
مصل شمال

والذي في الدرر من الوجه الاول هكذا

كما في شرح النقاية هكذا معنى التوجه الى عين الكعبة هو ان يقف المصلى بحيث لو خرج خط مستقيم من جهته بحيث يتساوى بعده عن العيدين الى جد الكعبة تحصل من جانبيه زاويتان متساويتان اتم ثم ذكر معنى التوجه الى الجهة بما قد منافي القول الثالث **اقول** اولاً لكن يلزم العلامة المحشى بهذا الحمل حمل الجبين في عبارة الدرر على الجهة ولا غرو ففى تاج العروس عن شيخه قد ورد الجبين بمعنى الجهة لعلاقة المجاورة في قول زهير كما صرحوا به في شرح ديوانه ثم ذكر شعرا مثله للمعنى لكن العلامة المحشى رحمه الله تعالى قد استدلل بوقوع لفظ الجبين في عبادة الدرر على انه لا يلزم خروج الخط من وسط الجهة فان الجبين طرفها وهما جبينان كما تقدم فيكون هذا مناقضا لذلك **واقول** ثانياً زاد في التصويرين مصليين عن يمين وشمال غير محاذيين للحد الذي بازائه المصلى الوسطاني واقام اعمدتهما في التصوير الاول على المار بذلك المصلى عن ضا ولا شك انهما لا يتجهيان الى الكعبة بل تميزا واران عنها ذات اليمين وذات الشمال كما صوروا وانما كان شرط في المعراج ان يمر الخط بالكعبة وفي التصوير الثاني اقامهما على الخط المار في امتداد الكعبة غير واقعين على نفس البيت بل متزاورين عنها كما صور لمريم الدرر خطا يمر على الكعبة مستدا عن جنبها الى الافق انما اراد خطا مقتصوا عليها يقع مرور خط الجبين على نفس الكعبة كما في المعراج والا كيف تكون مسامحة حقيقية مع كون المصلى بمعزل عن محاذاتهما فهذا ان المصليان لا مدخل لهما في تصوير الحقيقية وكانه رحمه الله تعالى اراد ان يزيد مع تصوير الحقيقة تصويرا تقريبية وقد كان سهلا علينا ان نفرض المصليين المزيدين منتقلين بعدة فرائخ بحيث لا تنزل المقابلة لكنه رحمه الله تعالى سبق الى خاطرة ان الشرط في التقريب ان يقف المصلى على ذلك الخط المار عن ضا بالمصلى الوسطاني او نقول يقوم بمحاذ ذلك الخط العرضي المار

فی امتدادہ بالکعبۃ بحيث یكون خط جہۃ عمودا علی احدہما ای فی التصوير وعلیہما جمیعاً فی التقدير وبعد تحقق
 هذا الشرط لا تقدیر بمسافة فلیحفظا وجہتہما وینقل ما بد الہما فاذن یكون الخط القائم علیہ اوالیہ المصلیان
 غیر محمد ود علی ما زعم کما یأتی تنصیصہ وہاتان زلتان عظیمتان یجب التنبہ لہما فان الامر ینزل وحاش للہ
 لا یزری بالعلماء وقوع بعض زلات من اقلامہم لاسیما مثل هذا المحقق الذی استنار مشارق الارض ومغاربہا
 بنور تحقیقاتہ السنیۃ وتطفل الوف مثلی علی موائد عوائد فوائد الہنیۃ جزاء اللہ تعالیٰ جزاء العز والاکرام جمع
 بنینا وبنینہ فی دار السلام بفضل رحمۃ بہ وبساتین العلماء الکرام علی سیدہم ومولاہم وعلیہم ود علیہ وعلینا
 الصلاۃ والسلام امین امین یا بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام فاننا ذکر فی سیاق ذلك ما عرض
 للبحثین من الوہم والایہام فی فہم کلام المدق العلا فی العلام لیتضح المرام ویجلی بد السداد من تحت انعام
فَاعْلَمُ ان الجہۃ المدق الذی قلما اکتفی عین الزمان بمثلہ فی الاخیرین اعنی العلامة علاء الدین محمد
 الحصکفی عاملہ اللہ تعالیٰ بلطفہ الوفی اثرہا عن المنح کلاما قصیر مبناہ واستتر معناه فقال اصابتہ جہتہا بان تبقی
 شیء من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ اولہا ہا بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ
 قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منہ قلت فہذا معنی التیام
 والتیاسر فی عبارتہ الدرر فبتصریہ **اقول** اراد العلامة الغزی من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی ای بلد کان فہو
 ہذا التکثیر بتکثیر بعض ولو قال کقول المعراج فی ہذا البلد ای البلد والمطلوب الجہۃ لکان اولی قال العلامة السید احمد
 المصوی الطحطاوی فی حاشیۃ **قول** منہ اختصر عبارتہا وہی فلو فرض خط من تلقاء وجہ المستقبل للکعبۃ علی التحقيق فی
 بعض البلاد وخط اخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین من جانب عین المستقبل وشمالہ لا تزول تلك المقابله بالانتقال علی
 ذلك الخط بفراسخ کثیرۃ ولہذا اوضح العلماء قبلہ بلد وبلدین وبلاد علی سمۃ واحد **قول** قلت فہذا معنی الخ لیس
 کما فہمہ فان المتیام والمتیاسر فی عبارتہ ہوا الخط وفی عبارتہ الدرر الشخص الخ وعزلة للعلامة السید ابراہیم الحلبي
 محتشی الدرر وقال السید العلامة محمد الشامی فیہ ان عبارتہ المنح ہی حاصل ما قد مناه عن المعراج ولیس فیہا قولہ
 مارا علی الکعبۃ بل ہوا المذکور فی صورۃ الدرر ویکن ان یزاد انہ مار علیہا طولا لاعراضا فیکون ہوا الخط الخارج من جبین
 المصلی والخط الاخر الذی یقطعہ ہوا المار عرضا علی المصلی او علی الکعبۃ فیصدق بما صورناہ اولاً وثانیاً ثم ان اقتصارہ
 علی بغض عبارتہ المنح ادى الی قصور بیانہ علی المسامۃ تحقیقا وہی استقبال العین دون المسامۃ تقدیرا وہی استقبال
 الجہۃ مع ان المقصود الثانیۃ لکان علیہ ان یحذف قولہ من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد اہ فہذا اصل ما
 اورادہ وتسام ما ارادہ **اقول** وباللہ التوفیق **شرح نظم الدرر** ہکذا (یفرض من تلقاء وجہ) ای وسط جہۃ
 (مستقبلہا حقیقۃ) بحیث لورفت الحجب لو ثبت الکعبۃ بین عینہ (فی بعض البلاد) ای ای بلد یزاد (خط) مستقبلہا

(على) الخط المار بجهته معترضاً من وسطه الى يمينه او شماله بحيث يحدث معه (زاوية قائمة) عند الجبهة ولم يقل قائمتين لانه لا يجب فرض المعترض ماراً الى الجبهتين بل يكفي ادنى خط الى اية جهة منهما فلا يحدث بالفعل الا قائمة واحدة وذلك من ايجازات هذا الفاضل المدقق فان زاوية قائمة اخصر من زاويتين قائمتين وفيها الكفاية فاختر ما قل وكفى (الى الا ف) مقابل من في قوله من تلقاء وجهه اى يبتدئ من وسط الجبهة وينتهي الى (القول) ويكون في امتداده هذا (ماراً على) نفس (الكعبة) الى ههنا ثم بيان المسامحة الحقيقية ثم شرع في بيان التقريب فقال (و) يفرض (خط آخر) مستقيم (يقطعه) عند جبهة المستقبل (على زاويتين قائمتين) ماراً بالعرض (يميناً ويسرة) اى يمين المستقبل ويساره ولم يكتف بالخط الاخر المشار اليه في قوله على زاوية قائمة لان ثمة كان يكفي ادنى ما ينطق عليه اسم الخط في احد الجانبين وان لم يستوعب نصف جبين ذلك الجانب ولا ربعه والآن يحتاج الى خط ممتد يميناً وشمالاً الى فراخ كثيرة ليكون محل الانتقال يميناً ويسرة ولذا اتي ههنا بتثنية القائمة فاذا انتقل المصل على هذا الخط في اى جهة الى فراخ كثيرة حسب ما يقتضيه بعد البلد من الكعبة لا يخرج عن الجهة وشار الى ذلك بقوله (قلت فهذا معنى التيامن والتياسر) المسوغين للمصلى (في عبارة الدرر) فان الدرر انما ذكر تيامن المصلى وتياسره وكان يحتمل ان معناه يجعل الكعبة على يمينه او يساره وليس مراد اقطاعاً فرسم الخط يميناً ويسرة وشار بطرف خفي كعادته رحمه الله تعالى في غاية الاجازة الى ان ذلك التيامن والتياسر للمصلى انما هو على هذا الخط المخرج يميناً ويسرة لا ما يتوهم (فتبصر) كيلا تزل وقد ظهر لك من هذا الشرح بتوفيق الله تعالى **اولاً** سقوط ما زعموا ان بيانه قاصى على الحقيقة كيف ولو كان كذلك لما احتاج الى قوله وخط آخر لان بيان الحقيقة قد تم الى قوله ماراً على الكعبة **وثانياً** سقوط ما اعترض به العلامتان الحلبى والطحطاوى من المخالف بين كلامى الدرر والدر في معنى التيامن والتياسر كما علمت **وثالثاً** سقوط ما زعم العلامة الشامي من التغاير في تصويره وتصوير المنح ومن العجب انه رحمه الله تعالى معترف بان عبارة المنح حاصل ما قد مناه عن المعراج وقد تقدم في المعراج مروية على الكعبة فمعنى اين نشأ التغاير وانما عبارته عين عبارة المعراج لا تفاوت بينهما الا بان المعراج ذكر المرور على الكعبة في الجزاء والدرر اوردته حالاً لان كان بصدور بيان القرينية فاخذ الحقيقة في الفرض والتصوير **ورابعاً** اعجب منه قوله كان عليه ان يحدث قول من تلقاء وجهه الى آخره ولا ادري كيف يتم بيان التقريب باسقاط هذه الكلمات مع عدم ذكره عندكم الا انتقال على ذلك الخط يميناً وشمالاً وان استنبط هذا من قوله فهذا معنى التيامن كما فعلت فليت شعري ما ذا يضرة ذكر الاخراج من تلقاء وجهه المستقبل حقيقة فليس الا بفرض التحقيق اولا ثم تقدير الانتقال عنه **وخامساً** لئن اسقط هذا كله لبقى مخرج الخط مهملاً لميتين ولميتين فلا تقرب ولا تحقيق والله الهادى الى سواء الطريق قال الشامي قوله قلت الخ

قد علمت ان لو فرض شخص مستقبلاً من بلدة لعين الكعبة حقيقة بان يفرض لخط الخارج من جهة واقفاً على عين الكعبة فهذا الساعة لها تحقيقاً ولو انه انتقل الى يمينه او شماله بفراسخ كثيرة فرضنا خطأ ما را على الكعبة من المشرق الى المغرب **قلت قال** بالنظر الى بلدة الشامي لان قبلة الشام الجنوب ويقال في بلادنا من الشمال الى الجنوب وبالحمله المراد الخط المعترض قال وكان الخط الخارج من جبين المصل يصل على استقامته الى هذا الخط المار على الكعبة فانه بهذا الانتقال لا نزول المقابلة بالكلية لان وجه الانسان مقوس فسيما تاخر يمينا او يسارا عن عين الكعبة يبقى شيء من الوجه مقابلاً **اقول** فهم رحمه الله تعالى ان وصول خط الجبهة عموداً على الخط المعترض المار بالكعبة عند الانتقال لليمين والشمال شرط بقاء الجهة عندهم وقد اوضح عنه بعيداً هذا حيث قال بل المفهوم مما قد مناه عن المعراج والدرر من التقييد بحصول زاويتين قائمتين عند انتقال المستقبل لعين الكعبة يمينا او يسارا ان لا يصح لو كانت احدهما حادة والاخرى منفرجة بهذا الصورة **كعبة**  اه وفيه **اولا** ليس في عبارة الدرر ذكر الانتقال ههنا اصلاً فضلاً عن حصول قائمتين بعد الانتقال وما ذكر بعد في التفريع من التيامن والتيسر فليس فيه ايضاً اثر من ذلك بل ولا هو يستلزم الانتقال يحصل لك بالانحراف عن المحاذات وانت قائم مقامك وبعبارة في الدرر حيث قال فيعلم منه ان لو انحرف عن العين انحرافاً **ثانياً** المعراج وكل من ذكرنا من متابعيه انما فرضوا خطاً من جبين مستقبل العين ماراً الى الكعبة واخرق طعناً على قائمتين ثم فرضوا الانتقال بيننا ويساراً بفراسخ كثيرة على هذا القاطع ولم يشترط هو ولا احد منهم حدوث القائمتين بعد الانتقال **ثالثاً** لشرط ذلك لم يصح لان الانتقال لا يمكن على خط مستقيم فان القاطع انما يمر في جانبي المستقبل بعد موضع قدم في الهواء لكون الارض كرة وانما ينتقل المنتقل على دائرة فهو ان حفظ توجه حين استقبال عين الكعبة وانتقل على تلك الدائرة يمينا وشمالاً فلا شك ان الخط الخارج من جهة لا يقطع الخط المار بالكعبة عرضاً على قائمتين كما لا يخفى **ورابعا** يصح ذلك او لا يصح فلن يصح قولهما تاخر يمينا او يسارا وانما ذكر المعراج ومن معه بقاء الجهة بالانتقال عليه بفراسخ كثيرة وهذا صحيح ولم يدعوان مهمما انتقل ثم يتبدل كيف والواغل في الانتقال عليه لا يبقى مواجهاً للكعبة لا شك وسيستبين لك **خامساً** لما ارتكز في ذهنه رحمه الله تعالى ان شرط بقاء المواجاة وصول خط الجبهة الى ذلك الخط المعترض بالكعبة عموداً او هم ان لو ترك المنتقل تلك الوجهة وانحرف قليلاً يمينا او شمالاً لم يصح لكون الزاويتين اذ ذاك حادة منفرجة كما قد مر من معراج والدرر هذا انما خلف الاجازة الانحراف القليل المصريح بها في غير ما كتاب وصرح به اذ قال والحاصل ان المراد بالتيامن والتيسر الانتقال عن الكعبة الى جهة اليمين او اليسار لا الانحراف لكن وقع في كلامهم ما يدل على ان الانحراف لا يضر ثم نقل كلام القهستاني وشرح العلامة الغزالي لزاد الفقير ومنية المصل عن امالي الفتاوى والعجب ان شئ ما نقل بنفسه من الدرر فان الذي نقل ههنا عن القهستاني عين ما قدما عن الدرر من ان الانحراف اليسير الذي لا نزول به بالمقابلة بالكلية لا يضر فكيف يكون كلام الدرر مخالفاً له وسلاماً ليس الا كما فهم بل انحراف وسط جهة المستقبل عن مسامتة الكعبة لازماً للانتقال والخروج عن سطح الجدار الشريف ولو حفظ في انتقاله تلك الوجهة

اصلا ومقصودهم ان يذهبوا على جواز الانحراف اليسير ففرضوا الخط كما مر وذكرنا انه لا يجاوزا للجهة بالا انتقال عليه الى فراسخ كثيرة وقد صدقوا في ذلك ولم يقدروا الفراسخ لانها تتبدل بتبدل البعد كما تقدم ولولا مواسوئة الانتقال مطلقا لما قيدوا بفراسخ وقالوا لا يزول بالا انتقال كمما كان قلتم فهذا ما كان يجب التنبيه له وبالله التوفيق وليرجع الى ما كنا فيه فاقل ثالثا بقى في شرح عبارة الدرر شئ وهو جعل على استقامته متعلقا بيصل وانت تعلم انه كما يجب الاستقامة بهذا المعنى في الخط الخارج من الجهة كذا لك في الخط المار باللكبة عرضا وعلى حبله متعلقا بيصل لا يبقى ايماء الى استقامة المار ويصير قوله بحيث تحصل قائمتان مجزوء بيان لقوله على استقامة فالاصوب عندي حبله متعلقا بالمار ليطمئن البينان وليصير تاسيسا وليتعلق بالقرب هذا اما كان يتعلّق بالحمل الاول وحمله الفاضل الحليمي في حواشي الدرر على بيان التقريبية حيث قال قوله بحيث تحصل قائمتان اطلقت فشمل ان تثبت القائمتين يتساوى بعد هباعت العينين الى جداد الكعبة او لا فالاول هو المراد في التوجه الى العين والثاني في التوجه الى الجهة و هو المراد هنا فقط ثم قال حاصله ان تقع الكعبية بين خطين الى اخر ما قد منعنا عنه فصرح بالمراد وجعل حاصل الوجهين واحدا القول وهذا اول بوجه نقوله في صدره استقبال عين الكعبة للمكي وجهتها لغيره ان يصل الخفافاد انه الاكان بصدد بيان التقريبية لا الحقيقية الواقعة على العين ولا نه قال بعده او نقول هو ان تقع الكعبة الى اخر ما تقدم في القول الثالث ولا شك انه للتقريب وظاهر قوله او نقول ان محصلهما واحد وكان الجبين يكون على هذا بمعناه الحقيقي وكذا فك فهم العلامة الطحطاوي فصور بيان الدرر هكذا

حتى يرد عليه انه مع حمل الجبين على طرفي
الخطين الى الكعبة عمودين وانه قد علمت هما
الجهة بل منحرفا من الجبين الايمن يمينا و
الخارجين من الجبيين عمودا على خط مستقيم

الكعبة

اقول وليس المراد حدوث الخطين في حالة واحدة
الجهة عدل الى حبله لبيان التحقيق حيث وصل
قد منذ ان الخط الخارج من الجبين لا يخرج على استقامة
من الايسر يسارا وانه لا يمكن ان يكون كلا الخطين
بل المراد عند تصوير النيامن والتباسر فالاول مثلا

الكعبة

اقول

جبین المصلیٰ

تبيين المصلى

جبين المصلی الایمن عند الخوف عن الکعبة یساراً والشافی جبینه الایسر حین
الخوف یمیناً وایضاح تصویرہ هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام اما قوله رحمه الله
تعالی فی بیان تصویرہ نقلاً عن بعض الافاضل فقد حصل من الخط المار بالکعبة

لکعبہ

الحفظ والمحافظة

تبيين المقاييس

الحمد لله
القوس الجنية

قائمة ومن الخط الخارج من جبين المصلى قائمة اخرى وحدث منهما زاويتان متساويتان اه فاقول هذا وان كان في
حكايته غنى عن نكايته لكن لا ازل فيه بهم فانهم رحمهم الله تعالى لم يكن لهم اشتغال بتلك الفنون وقد كانوا
معنيين بما يهمهم ويعنى فوحهم الله تعالى ورحمنا بهم رحمة كفى وتغنى امين **ثم** اعلان الجبينين منتهيان في
الجانبين الى محاذة الحاجبين قال في القاموس الجبينان حرفان مكثفا للجهة من جانبيهما فيما بين الحاجبين مصعدا

الی قصاص الشعرة بالجملة ہماری تحقیق پر قول چارم کا حاصل یہ ہوا کہ محاذات حقیقیہ سے دونوں طرف جھک سکتا ہے کعبین یعنی کنارہ پیشانی محاذی کنارہ بیرونی ابرو سے جو خط اُس کی استقامت پر افق کی طرف جائے سطح کعبہ منظمہ پر زاویہ قائمہ بنا لگدڑے اقول ظاہر ہے کہ اس معنی پر جبین سے دوسری تک یعنی مابین دو ابرو اگر سر کو مدور فرض کیا جائے تقریباً ربع دور ہوگا تو وسط جہہ سے ہر طرف ثمن دور ہے صفت مذکورہ پر خط اگر وسط پیشانی پر جاتا تو محاذات حقیقیہ ہوتی اب اُس سے ثمن دور پھر نا صحیح ہوا تو وہی جانبین کعبہ میں ۴۵-۵۵ درجے آئے قول سوم کا بھی یہی محصل تھا اور کیوں نہ ہو کہ عبارت در سے اُن کا ایک محصل ہونا ظاہر کما قد منا و باللہ التوفیق پنجم اہل مشرق کا قبلہ مغرب ہے اہل مغرب کا مشرق اہل جنوب کا شمال اہل شمال کا جنوب تو جب تک ایک جہت دوسری سے نہ بدلے مثلاً ربع مغرب میں قبلہ ہے یہ ربع شمال یا ربع جنوب کی طرف موڑ کرے جہت قبلہ باقی رہے گی اقول اس قول کا حاصل یہ ہے کہ موضع مصلیٰ سے محاذات حقیقیہ کا خط کعبہ منظمہ پر گزرتا ہوا دونوں طرف کر کے افق تک ملا دیں اور وہیں سے دوسرا خط اُس پر عمود گرائیں کہ افق کے چار حصے مساوی ہو جائیں پھر ہر حصے کی تنصیف کر کے ہر دو نصف متجاور میں خط وصل کر دیں ان اخیر خطوط سے جو چار ربع افق حاصل ہوں گے وہی ارباع جہات اربعہ ہیں ان میں وہ ربع جس کے منصف پر کعبہ منظمہ ہے جہت استقبال ہے اور اُس کے مقابل جہت استدبار اور باقی دو ربع جہات یمن و شمال بایں صورت

محاذات حقیقیہ ۴۵-۵۵ اُس پر عمود ان نقاط اربعہ نے ربع افق کی

تنصیف کر کے خط ح ط ملا دیا ہو ہیں ط ک = ک ی - ی

اوری ب ک جہت استدبار ی ح جہت یمن ک ط ب جہت شمال - ۵۵ اگر اکی طرف موڑ کرے یمن

کعبہ کی طرف متوجہ ہے اور وہاں ہے کہ دہنی جانب ح یا بائیں طرف ط کے قریب تک پھرے جہت قبلہ باقی رہے گی جب قوس ح

اط سے باہر گیا جہت نہ رہی تو وہی دونوں جانب ۴۵-۵۵ درجے تک انحراف روا ہوا یہ قول نفیس خود امام مذہب سینا امام عظیم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول فتاویٰ خیرہ میں ہے عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ المشرق قبلۃ اہل المغرب والمغرب قبلۃ

اہل المشرق والجنوب قبلۃ اہل الشمال والشمال قبلۃ اہل الجنوب شرح نقایہ علامہ قسستانی میں ہے قال الزند و یسی ان

المغرب قبلۃ اہل المشرق وبالعکس والجنوب لاهل الشمال وبالعکس فالجہۃ قبلۃ کالعیین حلیہ میں ہے قد قطع الزند و یسی

فی روضتہ بالتقریر المذکور الخ قالہ بعد ما ذکرنا ہ بناء علی کون الکعبۃ وسط الارض وتردد فی ثبوتہ ثمرایۃ بکلام

الامام الرازی فی التفسیر و اذہ من القضايا المتفقۃ بالقبول اقول لا محل لتردد فان الارض کرة فک ان تقدیرایۃ نقطۃ

منہا شئت وسطا والکعبۃ احق بذلك فان اللہ تعالیٰ جعلہا مثابة للناس ثم الفرع لا یتوقف علیہ الا تری انا صورناہ

بفرض موضع المصلیٰ وسطا نظرم زندیسی پھر ذخیرہ پھر حلیہ میں ہے قبلۃ اہل المشرق الی المغرب عندنا و قبلۃ اہل المغرب

الی المشرق و قبلۃ اہل المدینۃ الی یمن من توجه الی المغرب و قبلۃ اہل الحجاز الی یسار من توجه الی المغرب اہ

اقول کا نہ ارادہ الحجاز بخوالیمن والا فالمدینۃ السکینۃ سیدۃ الحجاز و سیدۃ بلاد العالم ثم من المعلوم قطعان

قبلتها الی یسار من توجه الی المغرب اعنی الجنوب فکانہ انقلب فی البیان الیمین والیسار او تبدل المشرق بالمغرب ولعل من هذا القبیل والله تعالی اعلم ما وقع فی الخاتمة من ان القبلة لاهل الهند ما بین الرکن الیمانی الی الحجر وکتبت علیہ **اقول** هذا جهة الجنوب ولا یصح الا لبعض بلاد الهند الی عرض الی تقریباً الا ان یقرء الحجر بالکسر وهو الحطیم ویراد بالرکن الیمانی الحد الیمانی ثماط ویخرج الغایتان فبقی الحد الشرقی الذی فیہ الباب الکریم او یقر الرکن علی معناه ویدخل الغایتان ویراد التوزیع ای قبلۃ الهند متوزعة بین الجنوب والشرق والشمال وهذا البعد بعد قولہ ثم تعین کل قوم منها ای من الکعبة مقام فلاهل الشام الرکن الشامی ولاهل المدینة موضع الحطیم والمیزاب لاهل الیمین الرکن الیمانی ولاهل الهند الحم فلیتأمل والله تعالی اعلم **اقول** ہی قول نقل وعقل وشرع وعرف سے مؤید ادیسی اضبط الاقوال واعدل واصح واظهر واسد **اولاً** یہ خدا نام مذہب سے منقول وکلام الامام امام الکلام سے اذا قال الامام فصد قوة فان القول ما قال الامام **ثانیاً** امام احمد و بخاری و مسلم و ابو داود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و غیر ہم حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یؤثر لها ظهراً و لكن شراً قالوا و عنی بواجب تم میں کوئی شخص پاخانے کو جائے تو نہ قبلہ کو مونہ کرے نہ پیٹھ ہاں پورب پچھم مونہ کر دینے طیبہ کا قبلہ جانب جنوب ہے لہذا شرقاً غراً مونہ کرنا فرمایا ہمارے بلاد میں جنوباً شمالاً ہوگا حدیث میں جنوب شمال کے کسی حقے کو رو یا پشت کرنے کی اجازت ارشاد نہ ہوئی اور مشرق و مغرب کے کسی حقے کا استثناء فرمایا تو دائرہ افق کے صاف چار حقے ظاہر ہوئے جن میں ایک جہت استقبال ہے **ثالثاً** عرف عام میں بھی یہ دائرہ چار ہی ربع پر منقسم شرق غرب جنوب شمال اور بدن انسان بھی چار ہی رخ و پہلو رکھتا ہے قدام خلف یمین شمال انھیں میں فوق و تحت ملا کر تمام جہان میں جہات ستہ مشہور ہیں ان چاروں میں ایک کو دوسری پر کوئی ترجیح نہیں کوئی وجہ نہیں کہ مثلاً ایک کا اشاع ۱۴۰ درجے تک لیا جاوے اور دوسری کا صرف ۹۰ تک تو دائرہ افق چار ربع مساوی ہی پر منقسم ہونا چاہیے **رابعاً** دائرہ افق میں چار نقطے مفروض ہوئے ان میں ایک نقطہ استقبال حقیقی ہے دوسرا استدبار حقیقی دو باقی یمین و شمال حقیقی تو جو ان میں کسی نقطہ کا ٹھیک محاذی نہ ہو اس کی تقریب لاجرم لاج بقریب ہوگی بعید کی طرف نسبت تبعید ہے نہ کہ تقریب لاجرم ہر ایک کے پہلو پر وہی ثن ثن دور اس کا حقہ پڑے گا **خامساً** تمام اقوال مذکورہ میں یہ ایسا نص ہے کہ دوسری طرف راجع نہ ہوگا اور بقیہ اقوال سب اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں اور قاعدہ سترہ ہے کہ توفیق البقائے خلاف سے اولیٰ ہے اور تحمل جانب مفسر رکیا جاتا ہے قول سوم و چارم کا یہی محصل ہونا تو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور قول اول میں عبارت منیہ قبلۃ اهل المشرق المغرب عندنا کی شرح امام ابن امیر الحاج نے اسی عبارت ذخیرہ عن نظم الزندویسی سے فرمائی جس میں تقسیم رباعی مذکور قول دوم وجہ سے جہہ سے مراد لینا چاہیے کہ موضع سجود ہونے کے سبب اشرف اجزائے وجہ ہے اوپر گزرا کہ وجہ کو مطلق چھوڑیں تو جہتین یمین و شمال بھی داخل استقبال ہوئی جاتی ہیں کہ کان کے نزدیک کپٹیوں کی جہت یقیناً جہت چپ و راست ہے دو شخص کہ برابر برابر ایک سمت کو جا رہے ہوں کوئی نہ کہے گا کہ ان میں ایک کا مونہ دوسرے کی

طرف ہے غرض کچھ کو اپنی دہنی یا بائیں کپٹی پر لینا لٹہ عرفاً شرعاً کسی طرح استقبال نہیں سادسا یہ تو قطعاً معلوم کہ قول اول و دوم اور ایک تو ہم پر سوم کا جو ارسال و اطلاق ہے ہرگز مراد نہیں ہو سکتا اب اگر تقيید میں اسی تریج جہات کی طرف رجوع کیجیے تو عین مطلوب ہے ورنہ بیچ میں کوئی حد فاصل معین و مرجع لا اعتبار نہیں اور ترجیح بلا مرجع باطل تو حد نہ بندھ سکے گی کہ یہاں تک انحراف روا اور اُس کے بعد فساد تو یہی قول اضبط الاقوال ہے تو اسی طرف رجوع بلکہ اُن سب کا بھی ارجاع مناسب سا بجا اس میں وسعت جہت اُن سب سے تنگ تر تو یہی احوط ہے کہ جہاں تک اُس کا مفاد ہے وہ تمام اقوال مذکورہ پر یقیناً جہت قبلہ ہے اور جو اُس کے مفاد سے باہر ہے وہ مختلف فیہ و مشکوک و نامضبوط ہے تو اخذ متقن و ترک شبہ و اختلاف ہی مناسب لاجرم اسلامی علمائے ہیات نے بھی شرع سے اخذ کر کے جہت قبلہ کے لیے یہی ضابطہ باندھا فتاویٰ خیرہ کے ایک سوال میں ہے من القواعد الفلکیہ اذا کان الانحراف عن مقتضى الادلة اکثر من خمس واربعین درجة بمنة او ميرة يكون ذلك الانحراف خارجاً عن جهة الربع الذى فيه مكة المشرقة من غیر اشکال علی ان الجہات بالنسبة الى المصلحة الاربعة اقول اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ قول امام زہدوسی ہرگز ایسی وسعت نہیں رکھتا کہ اسے قول دوم سے تنقید کیجیے بلکہ وہی اتنا وسیع ہے کہ اُسے اس سے تنقید کرنا چاہیے فما وقع من الامام الحلبي في الحلیة مما قد منا نقله ليس في موضعه وهذا تمام انجاز ما وعدنا في القول الاول رہی حدیث مرفوعہ ما بین المشرق والمغرب قبلہ اور اُس کے مثل ارشادات امیر المؤمنین فاروق عظیم و عبد اللہ بن عمر وغیرہا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اقول اُس کا یہ مفاد ہونا ہرگز مسلم نہیں نہ ممکن التسليم کہ شرق سے غرب تک نصف دور میں قبلہ پھیلا ہوا ہے ورنہ لازم کہ نصف دیگر میں استدبار پھیلے کہ استقبال و استدبار دو جہت مقابل ہیں سارا دائرہ انھیں دو جہتوں نے گھیر لیا اب ارشاد اقدس و لکن شرقاً و غرباً بواک کیا عمل رہے گا مگر یہ کہیں کہ خاص نقطتین مشرق و مغرب مستثنیٰ ہیں تو لازم ہوگا کہ ہر شخص جو پیشاب کو بیٹھ یا پاخانے کو جائے صحیح آلات معرفت نقاط سادہ لیتا جائے حالانکہ آلات بھی حقیقی تیسرین نقاط سے قاصر ہیں اگر کہیے عرفاً جہاں تک جہت مشرق و مغرب پھیلے گی وہ سب مستثنیٰ ہے فان بین اذا الضیف الى غیر الاعداد لم یدخل فیہ الغایتان کما فی الفتیۃ اقول اب ٹھکانے سے آگے عرف میں جہتیں چار ہی سمجھی جاتی ہیں اور جو ایک سے قریب ہے وہ اُسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس نصف دور کے ۱۸۰ درجے سے ۴۵ - ۴۵ درجے کہ مشرق و مغرب سے قریب ہیں اُن کے حصے میں رہ کر مستثنیٰ ہوں گے بیچ کے ۹۰ درجے جن کے وسط میں کعبہ واقع ہے جہت قبلہ رہیں گے وہو المطلوب معہذا ایک جماعت علمائے یہاں بین معنی وسط یا یعنی مشرق و مغرب کے اندر جو قوس جنوبی ہے اُس کے وسط و منتصف کی طرف قبلہ مدینہ سکینہ ہے اقول اور اُس کے مؤید قول مذکور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے کہ جب تو مغرب کو اپنے دہنے بازو اور مشرق کو بائیں بازو پر لے تو اُس وقت تیرا مونہ قبلہ کو ہے وکانہ رضی اللہ عنہ لہذا زاد قوله اذن استقبلت بعد قوله فما بینہما قبلہ لکون هذا محتملاً لخلاف المواد هذا وحمله الامام الاجل عبد اللہ بن المبارک علی ان هذا لاهل المشرق وکن اقال الشیخ البغوی فی المعالم انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اراد بقوله ما بین المشرق والمغرب قبلہ فی

حق اهل المشرق اه ولا ادرى ما الحامل على ذلك بل لا يظهر كما افاد الامام الحلبى في الحلية وعلى القارى في المرقاة ان المراد لاهل المدينة ما والاها **اقول** ومعلوم ان للمدينة السكنية على شماليتها من مكة المكرمة مائة قليلا الى المغرب دون المشرق ثمان البغوى في التفسير والرازى في الكبير والمناوى في التيسير حملوا المشرق على اقصر يوم في الشتاء قال في المناوى وهو مطلع قلب العقرب **اقول** ولا يستقيم الا بفرق عدة درج ولا في زمانه اذ كان اذ كان بعد القلب لله لوجنوبيا والمغرب على مغرب طول يوم في الصيف قال وهو مغرب السماك الراح **اقول** هذا البعد وابتعد فان بعد السماك اذ كان **اقول** شمالا زائد على الميل الكلى بنحو ١٣ درجة قال البغوى فمن جعل مغرب الصيف في هذا الوقت عين يمينه ومشرق الشتاء عن يساره كان وجهه الى القبلة اه قال الرازى وذلك لان المشرق الشتوى جنوبى متباعد عن خط الاستواء بقدر الميل والمغرب الصيفى شمالى متباعد عن خط الاستواء بمقدار الميل والذى بينهما هو سمت مكة اه **اقول** ولا ادرى كيف يحمل المطلقان على هذين المقيدىن واى قرينة عليه بل واى حاجة اليه فان الظاهر من الاطلاق ارادة مغرب الاعتدال ومشرق ولا شك ان بينهما قبلة المدينة السكنية وما يليها بل ان اريد زيادة التقريب كان العكس اولى وهو اخذ مغرب الجدى ومشرق السرطان لان القبلة المدينة الكريمة على جنوبيتها ميلا ما عن نقطة الجنوب الى المشرق بعدة درج ثم **اقول** في قول الامام الرازى متباعد عن خط الاستواء بمقدار الميل تسامحا ظاهرا فان ذلك انما هو فى الافق المستوى اما فى غير افق فمشرق المشرق والمغرب لرأسى الجدى والسرطان اكبر دلتا من الميل الكلى كيف وهى وتر القائمة من مثلث كروى يحدث من قوس المعدل بين الافق والميلية وقوس من الميلية واخرى من الافق كلتا هما بين المعدل والجزؤا وبيتاه الباقيتان حادثان اما كون هذه قائمة فلانها من ميلية وقعت على المعدل واما حادثة البواقي فلان وتر القائمة وهى السعة والميل كلاهما اقل من الربع واحدى الزوايا غير حادة فتمت شرائط ١ من اولى اكرت وجب اعظيمة و تراعى بالسابع منها وهى السعة فهى اعظم من الميل الاعظم ومن قوس المعدل الباقية ايضا اما فى افق المستوى فنطبق الميلية على الافق فلا مثلث ولم يكن بين الجزء ونقطة الاعتدال حينئذ الا ميله وذلك ما امرنا به

له طول القلب كان فى زمان المناوى ح ٤ تقريبا فابتعد عن الاعتدال الاقرب منه جيبه فى اللوغاريتميات ٩٤٥٥٤٢٤٥٤ x ظل الميل الكلى ذاك الم الط تقريبا ٩٤٥٥٤٢٣٢٠ = ٩٤٦٣٤٩٥٦٣ تقريبا كالطول هو الميل الثانى للقلب ثم بعد درجة القلب عن الانقلاب الاقرب له جيبه ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ + جيب الميل الكلى الم الط ٩٤٦٠٠٢٠٩٠ = ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ قوسه ط ما هو الميل الكلى المنكوس له وعرضه ل كيلة الثانى جنوبى فجمعوهما الله نط حصة البعد جيبه ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ + جيب تمام الميل المنكوس ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ = ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ قوسه الله لوبعد القلب اى ميله الاول ومعلوم ان الميل الاعظم كان اصغر منه بالكثير من درجتين فكيف يتساوى سعا مشرقهما ١٢ منه ط طول السماك اذ كان ونظ تقريبا بعدة عن الاعتدال الاقرب بط جيبه ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ + ظل الميل الاعظم = ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ قوسه ح هو ميله الثانى وبعد درجته عن رأس الجدى عا جيبه ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ + جيب الميل الاعظم = ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ قوسه الح ميل المنكوس وعرضه ل ح شماليا ح ح = لط مو حصة البعد جيبه ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ + جيب مشرق ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ = ٩٤٦٢٥٩٢٨٣ قوسه لوبعد السماك

واللہ تعالیٰ اعلم تمہیں میل کتب مذہب میں یہ پانچ عبارتیں ہیں کہ افادہ حکم عام کرتی ہیں اور یہاں ایک عبارت اور ہے جسے بعض کتب میں صورتہ بطور عموم ظاہر کیا اور حقیقتہً اصلاً صالح عموم نہیں بلکہ انھیں علامات خاصہ سے ہے جو بلاد مخصوصہ کے لیے اقوال فقیہ ابو جعفر وغیرہ مشائخ سے گزریں وہ یہ کہ بین المغربین قبلہ ہے یعنی گرمیوں میں سب سے بڑے دن مثلاً ۲۲ جون اور جارتوں میں سب سے چھوٹے دن مثلاً ۲۱ دسمبر میں آفتاب جہاں ڈوبے اُن دونوں موضع غروب کے اندر سمت قبلہ ہے رد المحتار میں بحوالہ شرح زاد الفقیر للعلامة الغزالی بعض کتب معتمدہ سے اور شرح الخلاصہ للعلامة القسستانی میں ہے منظوم مغرب الصیف فی اطول ایامہ ومغرب الشتاء فی اقصر ایامہ فیدع الثلثین فی الجانب الايمن والثلث فی الایسر والقیلة عند ذلک ولولم یجتهد بکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز حلیہ میں ملقط و تجنیس ملقط سے ہے وقال ابو منصور ینظر الی اقصر یوم واطول یوم فیعرف مغربہما ثم یدیرک الثلثین عن یمین فقال صاحب الملقط هذا استجاب والاوّل للجواز وھذا اما وعدنا ک صدرا لکل عام فی الایراد الخافس ظاہر ہے کہ جو بلاد مکہ معظمہ سے خاص جنوب یا شمال کو ہیں یہ بیان ان سے تو اصلاً متعلق نہیں ہو سکتا آخر نہ دیکھا قبلہ مدینہ سکینہ قبلہ قطیفہ یقینیہ ہے بین المغربین درکنار خود جمیع جہت مغرب سے بہت بعید ہے اور بلاد شرقیہ وغربیہ کو بھی عام نہیں ہو سکتی آخر نہ دیکھا کہ ابھی بحث چارم مکالمہ علامہ شامی میں جو شہر مکہ معظمہ سے پانچ درجے طول شرقی زاد خاص خط استواء پر لیا اُس کا قبلہ بین المغربین ہے چونکہ درجہ شمالی کو ہٹا ہوا ہے لان السعة العظمیٰ فی الافق المستوی المار بالوقوف کان انحراف قبلہ عن نقطۃ المغرب نحو الح نحو قبلہ تقریبی ننانوے درجے مغربین سے باہر ہوگا جو ربع دور سے بھی زیادہ ہے لاجرم امالی الفتاویٰ میں اس قول کو اپنے بلاد مصر قند وغیرہ سے خاص کیا منیہ میں ہے ذکر فی امالی الفتاویٰ حد القبلة فی بلادنا یعنی فی سمر قند ما بین المغربین مغرب الشتاء ومغرب الصیف انھیں بلاد شرقیہ سے ہوا ہے علامہ برجندی فرماتے ہیں ہم نے اُس کا قبلہ تحقیق کیا بین المغربین سے باہر جنوب کو ہٹا ہوا پایا اور اُسی کے مطابق امام عبد اللہ بن المبارک مروزی و امام ابو طیح لجنی کا ارشاد آیا شرح نقایہ میں ہے نحن قد حققنا بثلک القواعد سمت القبلة ہر اة فظہر لنا انہ یقع عن یسار مغرب اقصر ایام السنة حیث تغرب کو اکب العقرب وهو الموافق لما ذکرہ عبد اللہ بن المبارک والابو مطیع فما وقع فی تجنیس الملقط انہ لوصلی الی جہت خرجت مما بین مغرب الصیف ومغرب الشتاء فسدت صلاتہ انما یصح فی بعض البقاع **اقول** حقیقت امر یہ ہے کہ منظم مسمورہ میں اکثر بلاد شرقیہ کا قبلہ تحقیقی مغرب سلطان سے مغرب جدی تک ہے اور نسبت درجات ادراک مغربین ہر شخص پر آسان اور اُن بلاد کثیرہ میں اگرچہ جہت قبلہ مغربین سے باہر تک ممتد مگر امر محدود و سہل الادراک کی تعیین جو حدود قبلہ کے اندر داخل ہے مضائقہ نہیں رکھتی بلکہ بارہا اُس میں زیادہ تقریب ہے جس سے سہولت و قرب بحقیقت دونوں منافع حاصل لہذا علما نے اُن بلاد میں عامہ کو ما بین المغربین کی تحدید بتائی اُس کے معنی یہ نہ تھے کہ اس سے باہر جہت اصلاً نہیں اور مغربین سے تجاوز ہوتے ہی نادر فاسد ہو مگر شرح خلاصہ قسستانی اور شرح زاد الفقیر میں بحوالہ بعض کتب معتمدہ کہ شاید وہی شرح خلاصہ ہو کہ وہ تمام عبارتیں فقیر نے اُس میں پائی بعد عبارت مذکورہ ہے واذا وقع توہجہ خارجا منها لا یجوز بالاتفاق دونوں کتابوں میں یہ عبارت بلفظ منها بضمیر موزن ہے نہ منها بضمیر تثنیہ کہ جانب مغربین راجع اور فکر نہیں کہ

جہت سے خروج مفسد صلاۃ ہے اور لفظ بالاتفاق اس معنی پر صریح دال کہ خروج عن الجہت ہی کا مفسد ہونا متفق علیہ ہے نہ کہ یہ تحدید خاص جو اقوال خمسہ مذکورہ المذکورہ دوارہ فی کتب المذہب سب کے خلاف ہے لیکن منیہ میں امالی سے یوں ہے فان صلی الی جہت خرجت من المغرب بین فساد صلاۃ اور تحنیں الملتقط کی نقل گزری علامہ برجندی کا ارشاد سن چکے کہ انھوں نے ہرۃ کے لیے حکم نہ مانا بلکہ اُس کا قبلہ تحقیقی مغربین سے باہر ہے اور اس حکم کو صرف بعض مقامات سے مخصوص کیا **اقول** بلکہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نامہ مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطہ اعتدال ہو اور عرض تقریباً چھپٹ درجے کہ اُن کی سعت المغرب ۴۵ درجے ہوگی ورنہ اگر عرض اس سے کم ہو تو سعت المغرب ۴۵ درجے سے کم ہوگی اور باجماع اقوال خمسہ بین المغربین سے کہا بیش خروج روا ہوگا اور اگر قبلہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے تو ضرور احد السعین کی طرف جھکے گا تو جس سے جتنا قریب ہے اُس سے اُسی قدر باہر جانا بھی روا ہوگا اور جس سے بعید ہے اُس کے اندر بھی بعض اخراجات مفسد نماز ہوگا کمالاً بخفی پھر یہ بھی زیادہ بین الفساد پھر تمام دنیا چھوڑ کر گنتی کے چند مواضع کا حکم لینا اور اُسے صورت عام میں بیان کرنا کیونکر رو بصحت ہوگا خصوصاً وہ مواضع بھی اتنے دور دراز عرض کے جو اگر آباد بھی ثابت ہوں تو شک نہیں کہ اُس زمانے میں معورہ سے باہر سمجھے جاتے اور خارج الاقالیم کہلاتے تھے کہ اُن کی تقسیم میں ساتوں اقلیمیں ۵۰۰ ہاں تک ختم ہو گئیں ہماری اس تقریر سے متفطن نکال سکتا ہے کہ اُس قول پر کتنے نقض وارد ہیں **اولاً** عرب و عجم و ہند و سندھ غرض ایشیا افریقہ کے عام شہر بلکہ تمام ہفت اقلیم میں کہیں سعت المغرب ۴۵ درجے نہیں اور اوپر واضح ہو چکا کہ یہاں تک اخراجات باجماع جمع اقوال مذکورہ روا ہے کہ یہی سب سے تنگ تر قول ہے تو عامہ معورہ کے جملہ بلاد جن کا قبلہ نقطہ مشرق یا مغرب ہو باتفاق اقوال مزبورہ ان میں ما بین المغربین سے بھی اخراجات روا ہوگا اور نماز فاسد نہیں ہو سکتی جب تک ۴۵ درجے سے زائد نہ ہو **ثانیاً** وہ بلاد کم ہیں جن کا قبلہ خاص نقطہ اعتدال ہو اکثر میں کم یا زیادہ اخراجات ہے اب بین حال سے خالی نہیں یا تو اخراجات اعنی تمامہ ای من نقطۃ الاعتدال الی الجنوب او الشمال سعت المغرب سے کم ہوگا یا برابر یا زائد بر تقدیر اول جس سمت اخراجات ہے اُدھر کی سعت المغرب سے اور بھی باہر جانا روا ہوگا مثلاً ۴۴ درجہ سمیت ہے اگر اخراجات نہ ہوتا تو اُس سے ۲۱ درجے خروج جائز ہوتا اب فرض کیجیے ۲۰ درجے اخراجات تو بین المشرقین ۴۴ درجے عدول صحیح ہوگا **ثالثاً** جس سمت سے اخراجات ہو اگر اخراجات وسعت کا مجموعہ ۴۵ درجے سے زائد ہے تو بین المغربین ہی وہ جگہ پائی جائے گی جب تک اخراجات مفسد نماز ہے حالانکہ اس قول پر جواز ہوگا **رابعاً** فرض کیجیے ۲۰ درجے جانب جنوب اخراجات ہے اور سعت ۴۴ تو اس قول پر قبلہ تحقیقی سے جنوب کو صرف چار درجے اخراجات جائز ہوگا کہ بین المغربین سے خروج نہ ہو اور شمال کو ۴۴ درجے تک اخراجات روا ہوگا یہ بدیہی البطلان اور بالا جماع غلط ہے قبلہ حقیقی سے جس قدر ایک طرف پھرنے میں موابہ نہیں جاتا اور جب کہ دوسری طرف بھی اُس قدر میں زوال نہ ہو کہ چہرہ انسان کے دونوں رخ یکساں ہیں یہ چار چالیس کا تفرقہ کہہ کر سے آیا **خامساً** و **سادساً** بر تقدیر ثانی استحالیہ ظاہر تر ہیں فرض کیجیے سعت و اخراجات جنوب دونوں رخ یکساں ہیں (اور یہ کوئی فرض ناواقعی نہیں ہیأت دان کو عمل تکلیس کا اجرا بتادے گا کہ فلاں فلاں مقام ایسے ہیں) اب اس صورت میں حکم شرعی تو یہ ہے کہ بین المغربین سے جانب جنوب ۴۵ درجے تک باہر جانا روا ہے اور جانب شمال سعت کے صرف تک جھک سکتا ہے نصف شمال کی طرف جھکنا نصف نماز ہوگا

اور اس قول پر اس کے برعکس حکم یہ نکلے گا کہ ایک پہلو پر تو ساٹھ درجے تک انحراف روا اور دوسرے پہلو پر قدم بھرنا اور نماز گئی کیا یہ حکم شریعت مطہرہ کا ہو سکتا ہے ہرگز نہیں سب ابعاً تقدیر ثالث تو خود استحالة حاضرہ ہے کہ جب انحراف سمت سے زائد ہے تو جو قبلہ حقیقی چاہے واجب ہے کہ بین المغربین سے باہر جائے اس قول پر خود استقبال حقیقی مفید نماز ہوا تا مینا دنیا میں کوئی سمت سے زائد ہے طرفین کا مجموعہ ۴۴۶ ۵ ہوا تو بین المغربین یقیناً وہ انحراف ہے جسے قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے زائد اختلاف ہے تو جوفنا زنا کی صورت تھی وہ اس پر جواز کی ہوئی اور جواز بلکہ اعلیٰ استحباب کی تھی وہ فساد کی ٹھہری اس سے بڑھ کر اور کیا استحباب ہوگا تا سبعاً فرض کیجیے ایک شہر مکہ معظمہ سے قریب اور کثیر العرض ہے اور دوسرا بہت بعید اور قلیل العرض یا بے عرض تو قطعاً اول کی سمت المغرب دوم سے زائد ہوگی جس کی زیادت چھٹا سٹھ درجے تک پہنچ سکتی ہے تو اس قول پر لازم کہ قریب شہر کی سمت قبلہ بہت دو والے شہر کی سمت سے ہزار ہا میل زیادہ دور تک پھیلی ہوئے عکس قضیہ معقول و منقول ہے **عاشرا** ناواقف گمان کرے گا کہ اس قول میں نسبت دیگر اقوال کے قضیہ میں ہے کہ معظم معمورہ میں سمت ۴۵ درجے سے بھی کہے مگر یہ خیال باطل ہے ہم ابھی ثابت کر آئے کہ اس میں قبلہ حقیقی سے ساٹھ درجے انحراف روا ٹھہرتا ہے اور تنقیح کیجیے تو اس کی سمت ظاہر قولیں اولین سے کچھ کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ ۶۶-۳۳ کے عرض مجموعہ سمتین کے پورے ایک شواستی درجے ہیں **اقول** والبرہان علیہ تساوی المیل الکل و تمام عرض البلد فلتساوی جوبہما فی المثلث الکروی نسب جیوب الزوا یا الی جیوب اوتارہا متساویۃ فیتساوی جیوب السعۃ والفاکتۃ و ب یظہر فی الکلام المدق الرومی فی شرح المجمعینی حیث قال سعة المشرق والمغرب تزيد بزيادة العرض الى ان تبلغ قريبا من الربع ما لم يبلغ العرض ربعا او بلکہ قسم مناقشہ کے لیے ساٹھ ہی درجے کا عرض لیجیے کہ وہاں سمت ۵۲ ۴ ہوا اور فرض کیجیے کہ انحراف جنوبی ۴۴ ۱ ہو کہ اس سے زیادہ کا انحراف ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں اب اگر مصلی نقطہ مغرب سے ۴۵ ۲ شمال کو پھر کر کھڑا ہو اس قول پر نماز صحیح ہوگی کہ بین المغربین کے اندر ہے حالانکہ قبلہ حقیقی سے پورا ایک سو تیس درجے پھرا ہوا ہے قولین ادعین کے ظاہر پر تو قبلہ کو کروٹ ہی ہوتی تھی یہاں اُس سے بھی گزر کر بیٹھ کا حصہ ہے اور استقبال موجود باجملہ اس پر وہ استحالہ ہا لہ وادہا جن کا شمار دشوار تو یہ قول اس طور پر نقل عقلاً اصلاً قابل قبول نہیں اور خدا اسی قدر اُس کی غرابت و نامسموعی کو بس تھا کہ تمام کتب عمدہ کے پانچوں اقوال سے صریح مناقض ہے ہاں اُس وجہ پر کہ فقیر نے تقریر کی ضرورت صحیح و منجج ہے وباللہ التوفیق الحمد للہ کہ جہت قبلہ کا کافی دانی ثانی صافی بیان اُس جلالت شان وایضاح صواب و احاطہ تحقیق و کشف حجاب کے ساتھ واقع ہوا کہ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولكن اکثر الناس لا يشکرون رب اوزعنی ان اشکرو نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعلم صلحا تضرع واجلنی من التائبین وادخلنی برحمتک فی الصالحین امین وعلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین امین **افادہ ثانیہ** علی گڑھ میں انقلاب میں کی سمت المغرب کیا ہے الحمد للہ کہ جہت قبلہ کے معنی آفتاب کی طرح واضح ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ جب تک حدود جہت کے اندر ہے جواز و اباحت ہے حتیٰ اوسع اصابت عین صریح سبب ہے اب یہ دیکھنا رہا کہ ایام عید گاہ متنازعہ فیہ کا انحراف حدود جہت کے اندر ہے یا نہیں اس کے لیے اُس ظاہری سمت

اقوال سابقہ کی تکلیف دینی درکنار قول پنجم جسے ہم محقق و منع کرائے اُس سے بھی تنزل کریں اور اس میں المغربین ہی کی تحدید کو لیں کہ
 ہمارے بلاد میں واقعی یہی سب سے تنگ تیسے تاکہ نادانفت فتویٰ دہندوں کو کوئی شکایت نہ رہ جائے اس کے لیے اولاً علی گڑھ میں
 راس الجدی یا راس السرطان کی سمت المغرب معلوم کرنی ضرور ہے **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**  **فقول**

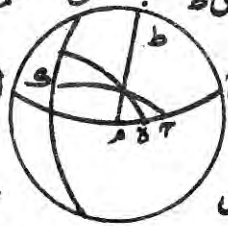
جانب غرب سے ہے اُتنا ہی اس کی سمت قبلہ کو نقطہ مغرب سے جانب جنوب ہوگا کہ دیوار مثلاً۔
 اُس کے سمت ح ب اور ح ب خط جنوب و شمال پر سب خط اعتدال عمود ہے تو اب ح ب ساقائین
 سے اب س مشترک ساق کیا ح ب س برابر اب ح کے رہا پس دلائل ساطعہ سے ثابت ہوا کہ سب سے تنگ تر
 قول پر بھی عید گاہ مذکور پونے چھ درجے سے زیادہ حدود قبلہ میں داخل ہے اور قول محقق و منقح پر ۲۶ درجے سے بھی زائد اندرون
 حد ہے کما سیظہر انشاء اللہ تعالیٰ یعنی شرعاً جہاں تک انحراف کی اجازت ہے اُس کا نصف بھی اس میں نہیں اتنا ہی
 انحراف اور ہوتا جب بھی سات درجے زائد حد میں رہتی تو روشن ہو کہ نئی روشنی والوں کے بیان و فتوے سب ظلت جمل و اہوا ہیں
 والعیاذ باللہ تعالیٰ **افادۃ رابعہ علی گڑھ کا قبلہ تقریبی** کتب متداولہ میات میں جو طریقہ معرفت سمت کا
 لکھا جسے یہ المحققین علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند الحقیق تحقیق نہیں تقریب ہے اُس طریقہ پر
 یہاں معرفت سمت یوں ہے۔

۱۔ مرکز دائرہ ہندیہ ہے افق علی گڑھ میں ۱۰ خط اعتدال ل ب خط جنوب و شمال اُس آج کل علی گڑھ
 مکہ معظمہ سے شرقی شمالی ہے اور طول مکہ معظمہ ۴۴ می طول علی گڑھ ۷۷ و مابین الطولین ۱۲۰ عرض مکہ
 ب کا لہ عرض علی گڑھ ۲۷ الرق مابین العرضین ۹۳ لہذا نقطین جنوب و شمال سے نقطہ مغرب کی طرف
 ل ب ۶۳ بقدر ۱۲۰ لے کر ۶۳ وصل کیا اور نقطین شرق و مغرب سے نقطہ جنوب کی طرف ا
 بقدر ۹۳ وصل کیا جس نے ۶۳ کو ط پر قطع کیا ۴ سے ط پر گذر تا خط ۴ سے کھینچا کہ سمت قبلہ ہے
 یعنی نقطہ مغرب سے بقدر ۱۰۳ سے جانب جنوب پھرے تو مواجہ کعبہ معظمہ ہو کتب ہیأت کا عمل یہاں تک تمام ہوا کہ اُن کا مقصود
 دائرہ ہندیہ میں خط قبلہ نکالنا تھا وہ اس قدر سے حاصل۔ ظاہر ہے کہ جب ۴ سے سمت قبلہ ہوئی ۴ ف اُس پر عمود گرایا یہ
 شانہ راست کی جہت ہوگی تو ۴ کہ قطب شمالی ہے دہے شانے سے جانب پشت ہی مائل ہوگا یا یوں سمجھیے کہ قدر دیوار قبلہ بحالت
 موجودہ ہے اور قدر صدر محاذات قطب سے تفاوت کے فیٹ۔ خیر یہ تو استخراج خط تھا اگر ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ درجن دقیقوں میں
 اس انحراف کی مقدار کیا ہوئی اقول س یعنی حکم نوازی صراط جب تفاضل عرض ہے اُس کی مقدار و مح لد ط مربع
 مولد ناب ا ل ح ۱۔ ح ی یعنی م ۴ جب تفاضل طول مقدار ۱۰۳ مد مربع ال ک م ل ح ی والد نو مجموع
 مربعین ال ک ل و ۱۰۳ مط م ح ب م اس کا جذر ل ل ح ل ط کہ حکم عوسی ثلث قائم الزاویہ ۴ م ط میں مقدار و تر ۴ ط ہے
 اب حکم شکل ناخ ۴ ط : ع :: ع ط : جیب م ۴ ط مجول : و ص ل د م ط : ب ل ل ح ل ط منحنط = ی فخذ لہ قوسہ
 ی ل ح یعنی دس درجے اٹھائیس دقیقے جانب جنوب پھرنا چاہیے وبالو غار شمیات خط م ۴ یعنی فرق طول ۶۳ کی جیب
 لوگاریتمی ۹۳۲۲۸۸۶۹۳۲ : لو مربع ۹۵۴۴۳۸۸۸ یعنی ۵۴۴۴۳۸۸۸ : مربع ۳۴۴۹۱۳۳ : خط م ط یعنی فرق عرض
 ۳۱۶ کی جیب لوگاریتمی ۵۴۹۶۶۱ : ۵۴۹۶۶۱ : لو مربع ۸۵۱۰۹۹۳۲۲ یعنی ۸۵۱۰۹۹۳۲۲ : مربع ۱۰۱۲۸۸۰۵ : مجموع مربعین

۰۳۹۰۴۹۳۸ لوگارثم ۲۵۹۱۹۴۶ لو جذر ۴۵۹۴۳۸ ۲۵۹۱۹۴۶ لومط ۵۲۹۶۶۱ - ۹۵۹۴۳۸ = ۹۵۹۴۳۸

۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس دہی ۲۸۹۰ افادہ خامسہ علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی اقول اب ح ۶ افق شمال

علی گڑھ ب نقطہ مغرب ۶ معدل النهار ح قطب شمالی ط ب ل سمت راس مکہ مکرمہ ح ط ۶ نصف نهار ح ۶
نصف نهار علی گڑھ ۶ سمت راس علی گڑھ ط ل خط سمت قبلہ علی گڑھ ل ب تمام انحراف یعنی انحراف
از نقطہ مغرب بجوب اُس کی معرفت مقدار کے لیے اولاً نقطہ مغرب سے سمت راس مکہ مظہر پر گذرتا
ہو نصف النهار علی گڑھ پر عمود ب ط مر ڈالا کہ سمت راس



تعالیٰ مں عرض موقع العمود ہوا مثلث ط کے ب قائم الزاویہ ہے لحدوث کے بین میلینہ والمعدل اور ب ضلعین
ربع سے کم ہیں لان کلا قطعہ من ب ب م ح کے الارباع اور زاویہ ب کا قیاس قوس مں سے خان کل زاویہ
علی کرة من عظمتین قیاسھا قوس غایۃ الفصل بینھما اور ط کے عرض مکہ ب کے تمام فرق طول ہے تو بحکم ظلی
ظل ب مجہول : ظل ط کے :: ع : جیب ب کے : لو ظل عرض مکہ ۲۳۵۹۳۵۹۵ - لو ح مابین الطولین لرونو
۰۳۹۰۴۹۳۸ = ۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس این ظل الوالو ح عرض موقع العمود ظاہر ہے کہ عرض علی گڑھ لرونو سے بقدر الط
لب کم ہے لہذا سمت راس سے جنوب کو واقع ہوا لاجرم قبلہ مغرب سے جنوب کو ہے گا اور ازاں جا کہ علی گڑھ بھی شمالی العرض ہے
لوجیب تفاضل لیں اور ازاں جا کہ اتنی چھوٹی قوسوں میں تفاضل لوگارثم بقدرت ہے محض تعدیل مابین السطریں مساہلت کثیرہ لاتی ہے
اُسے بطریق دقیق نکالیں ۱۸۵۶۶۱۸ یا اسے محفوظ رکھیں ثانیاً مثلث ح م ط قائم الزاویہ میں زاویہ ح کا قیاس قوس
کے مابین الطولین ہے اور ح م تمام عرض عمود سے لے لب : ظل ح : ظل ط م مجہول :: ع : جیب ح م : لو ظل
تفاضل طول ۰۳۹۰۴۹۳۸ + لو ح م عرض عمود ۰۳۹۰۴۹۳۸ = ۰۳۹۰۴۹۳۸ = ظل ط م ثالثاً مثلث ط م ح
قائم الزاویہ میں زاویہ ح کا قیاس قوس ال ہے کہ مقدار انحراف ہے نقطہ جنوب سے غروب کو اور ظل زاویہ ح مجہول : ظل ط م ::
ع : جیب ح م محفوظ :: ۰۳۹۰۴۹۳۸ - ۰۳۹۰۴۹۳۸ = ۰۳۹۰۴۹۳۸ = جدول ظل میں اس کی قوس ٹونہ اُس کا
تمام ب ح کہ مقدار قوس ب ل مطلوب ہوئی یعنی دو درجے آٹھ دقیقہ نقطہ مغرب سے جانب جنوب جھکیں تو عین کعبہ مظہر
کے مواجہوں و بوجہ آخر فرق طول لرونو کی جیب ۰۳۹۰۴۹۳۸ + لو ح م عرض ح م محترم فتح ۰۳۹۰۴۹۳۸ =
۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس لرونو کے تمام ہائے ح الہ محفوظ اول جیش ۰۳۹۰۴۹۳۸ : لو ح م عرض مکہ مکرمہ ۰۳۹۰۴۹۳۸ -
لو ح م محفوظ اول = ۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس الوالو ح محفوظ دوم + تمام عرض علی گڑھ سے ۰۳۹۰۴۹۳۸ = مح ل کے محفوظ سوم جیبہ ۰۳۹۰۴۹۳۸
۰۳۹۰۴۹۳۸ : لو ح م محفوظ اول = ۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس نہ ح م محفوظ چارم تمام لرونو ح بعد علی گڑھ از مکہ مظہر یعنی تقریباً ۲ ہزار چار سو میل کا
فاصلہ ہے اس مسافت کی جیب ۰۳۹۰۴۹۳۸ : لو ح م محفوظ اول ۰۳۹۰۴۹۳۸ - لو ح م بعد = ۰۳۹۰۴۹۳۸ قوس فریق
تاکہ اب ح دہی دو درجے آٹھ دقیقہ جنوب کو آئے وذلك ما اردنا ہ ان کو انحراف دیوار کے رخ سے تقریباً کیا تو قبلہ تحقیقی سے

الجواد

فی الواقع امام کا بے ضرورت محراب میں کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہوں یہ بھی مکروہ (ہاں پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں) اور امام کا درمیں کھڑا ہونا یہ بھی مکروہ مگر اسی طرح کہ پاؤں باہر اور سجدہ درمیں ہو تو کراہت نہیں بشرطیکہ در کی کرسی بلند نہ ہو ورنہ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کے موضع سے چار گروہ سے زیادہ اونچی ہوئی تو سرے سے ناز ہی نہیں ہوگی اور چار گروہ یا کم بلندی ممتاز ہوئی تو کراہت سے خالی نہیں اور بے ضرورت مقتدیوں کا درمیں صف قائم کرنا یہ سخت مکروہ کہ یہ باعث قطع صف ہے اور قطع صف ناجائز ہاں اگر کثرت جماعت کے باعث جگہ میں تنگی ہو اس لیے مقتدی درمیں اور امام محراب میں کھڑے ہوں تو کراہت نہیں یوہیں اگر یمنہ کے باعث پچھلی صف کے لوگ دروں میں کھڑے ہوں تو یہ ضرورت ہے والضرورات تبیح المحظورات رہا کیلا اس کے لیے ضرورت بے ضرورت محراب میں درمیں سجدہ کے کسی حصہ میں کھڑا ہونا اصلاً کراہت نہیں رکھتا درمختار میں ہے کرۃ قیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ وقد ماہ خارجہ لان العبرة للقدم رد المحتار میں بحر الرائق سے ہے فی الولو الحجیۃ وغیرہا اذا لم یضن المسجد بمن خلف الامام لا یسغی لہ ذلک لانه یشبہ تباین المکانین انتہی یعنی وحقیقۃ اختلاف المکانین تمنع الجواز فشبہة الاختلاف توجب الکراہۃ والمحراب وان کان من المسجد فضورۃ وہیأتہ اقضت شبہة الاختلاف اہ ملخصاً اسی میں معراج الدرایہ سے ہے حکى الحلوانی عن ابی اللیث لا یکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورة بان ضاق المسجد علی القوم اسی میں کتاب مذکور سے ہے الاصح ما روی عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال اکوہ للامام ان یقوم بین الساریتین تنویر الابصار میں ہے لو کان موضع سجودہ ارفع عن موضع القدمین بمقدار لبفتین منصوبتین جازوان اکثر لا درمختار میں ہے مقدار ارتفاعہما نصف ذراع ثنتا عشرة اصبعاً ذکرہ الحلبی رد المحتار میں ہے قولہ جاز سجودہ الظاہر انہ مع الکراہۃ لمخالفۃ لما ثور من فعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنن ابن ماجہ میں ہے عن معویۃ بن قرۃ عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا نھی ان نصف بین السواری علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونظر د عنہا طردا یعنی قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں دو ستونوں کے بیچ میں صف باندھنے سے منع فرمایا جاتا اور وہاں سے دھکے دے کر ہٹائے جاتے تھے۔ سند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و صحیح حاکم میں ہے عن عبد المجید بن محمود قال صلینا خلف امیر من الابرار فاضطربا الناس فصلینا بین الساریتین فلما صلینا قال انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنا ننقی هذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی ایک تا ہی کہتے ہیں ہم نے ایک امیر کے پیچھے ناز پڑھی لوگوں نے ہمیں مجبور کیا کہ ہمیں دو ستونوں میں ناز پڑھنی ہوئی انس بن مالک نے فرمایا ہم زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس سے بچتے تھے حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں قبیل باب الصلاۃ الی الراحۃ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ انہوں نے فرمایا لا تصفوا بین الاساطین و اتوا الصفون ستونوں کے بیچ میں صف نہ باندھو اور صفیں پوری کرو اور اسکی

وجہ قطع صفت ہے اگر تینوں دروں میں لوگ کھڑے ہوئے تو ایک صفت کے تین ٹکڑے ہوئے اور یہ ناجائز ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صفت کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے اور اگر بعض دروں میں کھڑے ہوئے بعض خالی چھوڑ دیے جب بھی قطع صفت ہے کہ صفت ناقص چھوڑ دی کاٹ دی پوری نہ کی اور اس کا پورا کرنا لازم ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اتوا الصفوف اور اگر اس وقت اور زمانہ لوگ نہ ہوں تو آنے سے کون مانع ہے تو یہ ممنوع کا سامان ہیا کرنا ہے اور وہ بھی ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ تلك حدود الله فلا تقربوها اور دروں میں مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو قطع صفت نہ سمجھنا محض خطاب علمائے کرام نے صاف تصریح فرمائی کہ اس میں قطع صفت ہے صحیح بخاری میں ہے الصلاة بین السواری فی غیر جماعۃ امام علامہ محمود عینی کہ اجلاء الخفیه سے ہیں اس کی شرح میں فرماتے ہیں قیود بغیر جماعۃ لان ذلك یقطع الصفوف وتسویۃ الصفوف فی الجماعۃ مطلوبۃ بعینہ اسی طرح فتح الباری امام ابن حجر عسقلانی پھر ارشاد الساری امام احمد قسطلانی وغیرہا میں ہے یرفع الباری میں محب طبری سے ہے محل الکراہۃ عند عدم الضیق عمدة القاری میں ابن حبیب سے ہے لیس النہی عن تقطیع الصفوف اذا ضاق المسجد وانما نھی عنه اذا کان المسجد واسعا اسی میں ہے قال مالک فی المدونة لا یاس بالصلاة بینہما لضیق المسجد اه ثم ذکر قول ابن حبیب اقول ولا یخفی انه مسقیم علی قواعد مذہبنا در مختار میں ہے هذا کلمہ عند عدم العذر کجمعة وعید فلو قوا موا علی الرفوف والا مام علی الارض او فی المحراب لضیق المكان لم یکرہ عمدة القاری میں ہے اذا کان منفردا لا یاس فی الصلاة بین الساریتین اذا لم یکن فی جماعۃ اس بیان سے واضح ہوا کہ زید و عمرو دونوں کے کلام میں دو دو غلطیاں ہیں زید نے در میں نماز ناجائز بتائی یہ زیادت ہے ناجائز نہیں ہاں امام کو مکروہ ہے یہ وہی منفرد کا اس حکم میں شریک کرنا ٹھیک نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبہ منظر میں تشریف لے گئے دوستوں کے درمیان نماز پڑھی کما ثبت فی الصحاح عن ابن عمر عن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم عمرو کا امام کو در میں کھڑا ہونا بلا کراہت جائز مانا صحیح نہیں یہ وہی منفرد کا محراب میں قیام مکروہ جاننا کہ یہاں جو وجہ کراہت علمائے کلمے ہیں یعنی شبہ اختلاف مکان امام و جماعت یا اشتباہ حال امام یا شبہ اہل کتاب ان میں سے کوئی وجہ منفرد کے لیے متحقق نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل جلالہ ۱ ثم وحکمہ عز شانہ احکم

مسئلہ۔ از دہلی فراش خانہ مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ مسلولہ محمد ابراہیم الاحمد آبادی غفرلہ الہادی، شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل پر نماز کس طرح ادا کی جائے گی ایک شخص نے سوال کیا کہ چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے یا نہیں مولوی کفایت اللہ صاحب نے تعلیم اسلام ص ۲۷ کے صفحہ پر جو جواب منقولہ ذیل لکھا ہے صحیح ہے یا نہیں اور جہاز یا کشتی اور ریل کا ایک ہی حکم ہے یا غیر غیر میں اس میں تفصیلی بحث چاہتا ہوں آج کل اس کی جہد مسائل کی اہل اسلام کو سخت ضرورت ہے جواب مولوی صاحب موصوف کا یہ ہے ج چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے اگر کھڑے ہو کر پڑھ سکے چکر کھانے یا گرنے کا ڈر نہ ہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر درمیان نماز میں ریل یا جہاز گھوم جانے سے نماز کی

موضع قبلہ کی طرف نہ ہے تو فوراً قبلہ کی طرف پھر جانا چاہئے ورنہ نماز نہ ہوگی بلفظہ اور یہ بھی فرمایا جاوے کہ فرض نفل سب کا ایک حکم ہے یا فرق ہے بینہما تو جروا

الجواب

فرض اور واجب جیسے دترو نذر اور طحی برینی سنت فجر صلی ریل میں نہیں ہو سکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے پڑھ لے پھر بعد استقرار اعادہ کرے تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تاج زمین پر کہ زمین سے متصل باتصال قرار ہوا نماز میں شرط صحت ہے مگر یہ تعدد و لہذا دایہ پر بلا عذر جائز نہیں اگرچہ کھڑا ہو کہ دایہ تاج زمین نہیں و لہذا گاڑی پر جس کا جوابیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ بالکلیہ زمین پر استقرار نہوا ایک حصہ غیر تاج زمین پر ہے و لہذا چلتی کشتی سے اگر زمین پر اترتا متوقف کشتی میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ عند تحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہوز زمین تک نہ پہنچی ہو اور یہ کنارے پر اتر سکتا ہے کشتی میں نماز نہ ہوگی کہ اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں جب استقرار کی حالتوں میں نمازیں جائز نہیں ہوتیں جب تک استقرار زمین پر امداد بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہو سکتی ہیں کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتی رواں جس سے نزول تیسرہ ہو کہ اسے اگر روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر لہذا سیر و قوت برابر لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو منع من بہت جلد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے در مختار میں ہے لوصلی علی دابة فی شق محمل و هو یقدر علی النزول بنفسه لا تجوز الصلاة علیها اذا كانت واقفة الا ان تكون عیدان المحمل علی الارض بان سارکن تحتہ خشبة واما الصلوة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة وھی تسیر ولا تسیر فھی صلاۃ علی الدابة فتجوز فی حالة العذر المذكور فی التیمم کما فی غیرہا وان لم یکن طرفہ العجلة علی الدابة جاز لو واقفة لتعلیلہما باخا کالسیار ہذا کلمہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنة الفجر بشرط ایقافہا للقبلة ان امکنہ والا فبقدر الامکان لثلاث مختلف بسیرہا المکان واما فی النفل فتجوز علی المحمل والعجلة مطلقا خود و المختار میں ہے الحاصل ان اتحاد المکان شرط فی صلاۃ غیر النافلۃ عند الامکان لا یسقط الا بعد زوالا مکنہ الا یقاف فلا کلام فی لزوم سہل ذکرہ الشارح من العلة کسی میں ہے الغرض والواجب بانواعہ لا یصح علی الدابة الا ضرورة فیومی علیہا بشرط ایقافہا ان امکنہ واذا كانت تسیر لا تجوز الصلاة علیہا اذا قدر علی ایقافہا والا بان کان خوفہ من عدو ویصلی کیف قدر کما فی الامداد وغیرہ ام اقول فثبت ان المانع شیئان الاول کون الصلاۃ علی الدابة ولو بواسطة عجلہ طرفہا علی دابة والثانی السیر واختلاف المکان الا ترى انہما وجبا للایقاف وابطلوا بالسیر کالامن یخاف فلو لم یکن المانع الا الاول فقد وجد عذرا ینسب الصلاۃ علی الدابة لکان واجبا ان تجوز من دون فرق بین سیر و قوف لکنہم فرقوا فقیہین ان السیر بنفسہ مفسد الا بعد ریمع الایقاف ولا ینفی مجرد عذر ریمع النزول لا الایقاف فان كانت العجلة کما علی الارض وجرت دابة بمحمل فہما

۱۔ منافقہ المانع الاول دون الثاني فوجب الفساد الا بعد فلا نظرا الى ما اراد من استنباطه من مفهوم ليس على عادة ذلك الزمان بمفهوم فافهم وتثبت نیز اسی میں غنیہ سے ہے ہذا بناء على ان اختلاف المكان مبطل ما لم يكن لاصلاحها اسی میں بحر الرائق فتاویٰ ظہیر سے ہے ان جذبہ الدابة حتى اذا الت عن موضع سجوده تقصد اسی میں ہے ظاہر ما فی الہدایہ وغیرہا الجواز قائما مطلقا ای استقرت على الارض اولاً وصرح فی الايضاح یسعه فی الثاني حيث امکنه الخروج الحاقا لها بالدابة نحر واختاره فی المحيط والبدایہ بحج وعزاه فی الامداد ایضاً الى مجمع الروایات عن المصنفی وجزمہ فی نور الايضاح وعلى هذا ينبغي ان لا تجوز الصلاة فيها صراحة مع امكان الخروج الى البر وهذا المسألة الناس عنها غافلون شرح المینہ فتح القدر میں ہے فی الايضاح فان كانت موقوفة فی الشط وهي على قرار الارض فضلى قائما جاز لانها اذا استقرت على الارض فحكمها حكم الارض فان كان صریقہ ویکنہ الخروج لم تجز الصلاة فيها لانها اذا لم تستقر فهي كالدابة انتهى بخلاف ما اذا استقرت فانها حينئذ كالسور محیط ام سرخی پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے لو صلے فيها فان كانت مشدودة على الجهد مستقرة على الارض فضلى قائما اجزاء وان لم يكن مستقرة ویکنہ الخروج عنھا لم تجز الصلاة فيها ام اقول واطلاق الهدایہ واجب الحمل على هذه النصوص الصریحة المقيدة وکملہ من نظیر مکا صوح بہ الحجب الغفیر۔ والله تعالى اعلم۔

مسئلہ - ۲۴، ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو نمازیں حالت مجبوری و معذوری میں بیٹھ کر پڑھی گئیں جیسے سفر ج میں جہاز کے اندر کہ سخت حالت طغیانی میں تھا اور تین دن تک برابر طغیانی عظیم میں رہا ایسی حالت میں قیام نہایت دشوار اور غیر ممکن تھا اور نیز خوف جان تھا پس ایسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ حالت قرار و اقامت میں واجب و لازم و ضروری ہے یا نہیں نیز وہ نمازیں کہ اونٹ پر شخدت وغیرہ میں قافلہ کے چلنے کی حالت میں بیٹھ کر پڑھی گئی ہیں کیونکہ بڑھے آدمی کو اتارنے چڑھانے والا نہ تھا اور اُترنے کی صورت میں قافلے سے پیچھے رہ جانے کا اندیشہ تھا جس سے خوف جان و مال ہوتا ہے پس ان صورتوں میں جو نمازیں اونٹ کی سواری پر اور حالت طغیانی میں جہاز پر بیٹھ کر مجبوراً پڑھی گئیں ان سب کا اعادہ بصورت اقامت و اطمینان کرنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اُن کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صِفَةُ الصَّلَاةِ

مسئله - از خیر آباد مرسله شیخ حسین بخش صاحب رضوی فاروقی ۲۹ رجب ۱۳۸۵ هـ

چرمی فرمایند عالمان شرع شریف و حاکمان صدر نشین دار لطیف دریں امر کہ بذهب خفیه لطیف مردمان بکلم حدیث دستها زیر ناف می بندند و زنان بالابے ناف می بندند آیا این عمل دست بندی زنان حین نماز موافق شرع نبوی صلی الله تعالی علیه وسلم است یا نہ یا اتفاق علمائے کرام و مفتیان عظام است اگر از احادیث رسول انام علیه الصلاة والسلام ثابت است یا با اتفاق امامان حنفیان راجح است بر این استقامت هر دو تحت بحواله کتاب ثبت نمایند و اجور حینی از خدا تعالی شانہ یا بند بینوا تو جرو بحواله کتاب بجواب الصواب.

الجواب

زنان را نزد خفیه کرام علم الشریع باللطیف والا کرام حکم آنست کہ دست در نماز بر سینه بندند و این مسئلہ با اتفاق ائمہ ما ثابست جم غفیر از علما در تصانیف خود با روئے حکایت خلائی تفصیل کرده اند علامہ محمد ابن محمد ابن محمد الشہیر بابن امیر الحاج الحلبي رحمہ اللہ تعالی در شرح غیہ فرمود الموضع الثالث فی محل الوضع فقال اصحابنا محله تحت السرة فی حق الرجل والصدر فی حق المرأة. ملخصا و نیز فرمود المرأة تضعهما علی صدرها كما قال الجهم الغفیر لاجرم علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبي رحمہ اللہ تعالی در غیہ این مسئلہ را متفق علیہا گفت و حدیث اگر بموافقت معلوم نیست بمخالفت ہم وارد نیست ومن ادعی فعلیہ البیان ولہذا محقق الحلبي در حلیہ فرمود ثم انما قلنا ان المرأة تضع یمناها علی سورها علی صدرها لانه استر لها فیکون ذلک فی حقها و اولی لما عرفت من ان الاولی اختیار ما هو استر لها من الامور الجائزة کل منها لها من غیر منع شرعی عنه و خصوصا فی الصلوة این است آنچه در بادی النظر رو نماید و انما اقول و بالله التوفیق میرسد کہ این مسئلہ را بحدیثیہ جید الاسناد رنگ ثبات دیم تقریرش آنچنان کہ در محل وضع از سید عالم صلی اللہ تعالی علیه وسلم دو صورت مروی است یکے زیر ناف بستن و دروے حدیث عدیدہ وارد است اجلها ما روی ابو بکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ قال حدثنا وکیع عن موسی بن عقیل عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللہ تعالی عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوة تحت السرة امام علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ تعالی در تخریج احادیث اختیار شرح مختار فرمایند سندہ جید و رواۃ کلہم ثقات دوم بر سینه ہناردن و دریں باب ابن خزیمہ را حدیثیہ است در صحیح خودش ہم از ادائیل ابن حجر رضی اللہ تعالی عنہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسوی علی صدرہ و از آنجا کہ تا بیخ مجہول است و ہر دو روایت ثابت و مقبول ناچار کار برترجیح افتاد چون نیک نگریم مبنائے این امر بلکہ تمامہ افعال صلاۃ بر تنظیم است و مہود و معلوم عند التظیم دست زیر ناف بستن است و لہذا امام محقق علی الاطلاق در فتح فرمایند فی بحال علی المعہود من

وضعها حال قصد التعظیم فی القيام والمعہود فی الشاہد منه تحت السرة پس در بارہ مردان روایت ابن ابی شیبہ راجع
 ترآمد و در زنان شرع مطہرا کمال نظر برتر و حجاب است و لهذا فرمودند خیر صفوف الرجال اولها و شرها آخرها و خیر صفوف
 النساء آخرها و شرها اولها اخرجہ السنۃ الا البخاری عن ابی ہریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ وعن ابن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم و فرمودند صلاۃ المرأة فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرها و صلاتها فی محضها افضل من صلاتها فی
 بیتها اخرجہ ابوداؤد عن ابن مسعود والحاکم عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صالح و عبد اللہ بن مسعود فرمودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخبر
 و من من حیث اخرہن اللہ اخرجہ عبد الرزاق فی المصنف و من طریقہ الطبرانی فی المعجم و زنان را حکم شد کہ در سجہ بر زمین چپہ با آنکہ سنت
 در مردان خلاف آنست ابوداؤد فی المراسیل عن یزید بن حبیب ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال
 اذا سجدتا فاضما بعض اللحم الی بعض الارض فان المرأة لیست فی ذلک کالرجل و یروی موصولا بوجہین قال البیہقی ہی
 احسن منهما و سنت مرایشان را تورات شد رواہ الامام ابو حنیفہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و فی الباب
 عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قال اذا صلت المرأة فلتحتفز قال الجوهری تنضام اذا جلست و اذا سجدت و اگر جماعت
 خواہند امام آنها میان آنها ایستد قال الامام محمد فی الاثار اخبارنا ابو حنیفہ عن حماد بن ابی سلیم عن ابراہیم النخعی
 ان عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا كانت تومر النساء فی شہر رمضان فتقوم وسطا عبد الرزاق فی المصنف والدار
 قطنی ثم البیہقی فی سنہما واللفظ لعبد الرزاق عن ربيعة الخنفیۃ ان عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امتحن و
 قامت بینہن فی صلاۃ مکتوبہ و فی الباب عن ام سلمۃ و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم و یروی فیہ حدیث
 مرفوع لیس بذالک بالجملۃ زنان را عورتی ستورہ داشتہ اند مبنائے کار آنها برتر نہادہ الترمذی بسند حسن عن ابن
 مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المرأة عورة و شک نیست کہ در حق آنها دست بر زمین بستن
 است و اقرب بحیاست از دست زیناف نہادن و تعظیم نیرد ایشان ہم تبر و احجاب باشد اذلا تعظیم الا بالادب و کلا ادب الا بالاحیاء
 و الاحیاء الا بالتستر پس در باب زنان حدیث ابن خزیمہ از حج برآمد و ثابت شد کہ ہر دو مسئلہ بحدیث جید استناد دارد و محابا ہر
 دو جا بحدیث و ترجیحی عمل فرمودہ اند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نظیرش مسئلہ قعود است کہ بہر دو وجہ از نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 منقول علماء ما در مردان نصب بینی و جلوس علی بسری اختیار کردند لکنہ اشق و افضل الا اعمال احصہا و در زنان بتورک
 رفتن لانہ استروا لیسر و مبنی امرہن علی الستروا لیسر بخلاف مسلاک شافعیۃ و من وافقہ کہ دست بر شکم بستن
 است نہ بر زمین کما فی المنہاج والمیزان وغیرہما کہ ہرگز درین باب حدیثی یافتہ نمی شود و خود ائمہ ایشان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم
 در خلاصہ و منہاج و امام و بلوغ المرام حدیثی مویذ نہ ہب خودشان نیادند و نہ جز حدیث ابن خزیمہ و من فقیر در عجم از استلال ایشان
 با نچہ ساسے ندارد بہذب ایشان کہ در تحت الصد و علی الصدر فرقی ہست کہ پیدا است و قد فصلنا الکلام فی محل اخرونی
 ما ذکرنا کفایت لمن امعن النظر واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم -

م ثلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگشت شہادت سے انجیات میں اشارہ کیا ہے اور ہمارے فقہاء سے ثابت ہے یا نہیں - بلیغاً و جبراً

الجواب

اخرج مسلم فی صحیحہ عن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال فیہ وضع رب ربہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض اصابعہ کلہا و اشار باصبعہ الی تلی الالباحام یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دہنا ہاتھ دہنی ران پر رکھا اور سب انگلیاں بند کر کے انگوٹھے کے پاس کی انگلی سے اشارہ فرمایا و اخرج ابن المسکن فی صحیحہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاشارة بالاصبع الی الشیطان من الحدید یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ کرنا شیطان پر دھار دار ہتھیار سے زیادہ سخت ہے وعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایضاً عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ہی مذسورة للشیطان یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان کے دل میں خوف ڈالنے والا ہے و اخرج ابوداؤد والبیہقی وغیرہما عن سیدنا واثل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عقد فی جلوس الشہد الخضر والبصر ثم حلق الوسطی بالاباحام و اشار بالسبابة یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جلسہ تشہد میں چھوٹی انگلی اور اس کی برابر والی کو بند کیا پھر بیچ کی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنایا اور انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا و بمعناہ اخرج ابن حبان فی صحیحہ اور اس باب میں احادیث و آثار کثرت و ارد ہمارے محققین کا بھی یہی مذہب صحیح و معتد علیہ ہے صغیری میں ملقط و شرح ہدایہ سے اس کی تصحیح نقل کی اور اسی پر علامہ فہامہ محقق علی الاطلاق مولینا کمال الدین محمد بن الہمام و علامہ ابن امیر الحاج حلبی و فاضل بھنسی و باقانی و ملا خسر و علامہ حسن شرنبلالی و فاضل ابراہیم طرابلسی وغیرہم اکابر نے اعتماد فرمایا اور انھیں کا صاحب در مختار و فاضل مدق علاء الدین حصکفی و فاضل اجل سید احمد طحاوی و فاضل ابن عابدین شامی وغیرہم اجلہ نے اتباع کیا علامہ بدر عینی نے تحفہ سے اس کا استحباب نقل فرمایا اور صاحب محیط و ملا قسسانی نے سنت کہا فقیہ الحدیث و المختار لکن المعتمد ما صحیحہ الشراح و لاسیما المتأخرون کالکمال والحبلی والبهنسی والباقانی و شیخ الاسلام الحداد وغیرہما نہ لیشیر لفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام و نسبہ لمحمد و الامام بل فی متن در الدیحا و شرح غرر الافکار المفتی بہ عندنا نہ لیشیر الخ و فی الشرنبلالیہ عن البرہان الصمیم انہ لیشیر الخ و احتوز بالصیح عماد قیل لایشیر لانہ خلاف الدراية والروایة الخ و فی العینی عن التحفة الاصح انما مستحبة و فی المحيط سنة انتہی ملقطا اور اس مسئلہ میں ہمارے تینوں المذہب کرام سے روایتیں وارد ہیں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس میں عدم روایت یا روایت عدم کا زعم کیا محض نادان قضا یا خطائے بشری پس نبی تھا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کتاب الشیخہ میں دربارہ اشارہ ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کہہ کے فرماتے ہیں ففعل ما فعل النبی صلی اللہ علیہ

وسلم و نفع ما صنعہ و هو قول ابی حنیفہ و قولنا ذکرہ العلامة الحلبی فی الحلیۃ عن البدائع یعنی پس ہم کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور عمل کرتے ہیں اس پر جو حضور کا فعل تھا اور وہ مذہب ہے ابو حنیفہ کا اور ہمارا دیروزی عنہ رحمہ اللہ تعالیٰ ثم قال هذا قولی و قول ابی حنیفہ اثرہ العلامة عن الذخیرۃ و شرح الزاہدی صاحب لقتنیۃ یعنی پھر امام محمد نے فرمایا اشارہ کرنا میرا قول ہے اور قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا جلیہ مذکورہ اندکیری اور رد المحتار میں اسے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا یہاں تک کہ شامی نے اس حاشیہ میں تصریح کی ہو منقول عن ائمتنا الثلثۃ اور اسی میں ہے هذا ما اعتمدہ المتأخرون بشوۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاحادیث الصحیحۃ و لصحۃ نقلہ عن ائمتنا الثلثۃ فلذا قال فی الفتح ان الاول (یعنی عدم الاشارة) خلاف الدراية والرواية وفيه عن القهستاني وعن اصحابنا جميعا انه سنة فيخلق اجهام اليميني ووسطاها ملصقا راسها بلسانها ويشير بالسبابة كبرى في قبض الاصابع عند الاشارة وهو المروى عن محمد في كيفية الاشارة وعن كثير من المشايخ انه لا يشير اصلا وهو خلاف الدراية والرواية فمن محمد ان ما ذكره في كيفية الاشارة هو قوله و قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ خلاصہ اور اسی طرح تحقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا بالجملہ اشارہ مذکورہ کی خوبی میں کچھ شک نہیں احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اقوال ہمارے مجتہدین کرام کے اسی کو مفید بعد اس کے اگر کتب متاخرین مثل تنویر الابصار و الوالجہ و تجنیس و خلاصہ و یزازیہ و واقعات و عمدۃ المفتی و منیۃ المفتی و تبیین و کبری و مضمرات و ہندیہ و غیر ما علمہ فتاویٰ میں عدم اشارہ کی ترجیح و صحیح منقول ہو تو قابل اعتماد نہیں ہو سکتی علمائے اُن اقوال پر التفات نہ فرمایا اور خلاف عقل و نقل ٹھہرایا کما سمعت مرارا و الحمد للہ لیلا و نهارا و جہا و اسیارا و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - محرم الحرام ۱۳۸۵ھ -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا یا نہیں و کب تک کیا۔ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ نے فرمایا اور مسلمانوں کو کرنا چاہیے یا نہیں محل ارشاد فرما کر شکور و ممنون فرمائیے۔ فقط

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے نہ احادیث میں اس کی مدت مذکور ہاں حدیثیں اس کے فعل و ترک دونوں میں وارد ہیں سنن ابی داؤد و سنن نسائی و جامع ترمذی و غیرہ میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قال الا اخبرکم بصلاة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیه اول مرة ثم لم یعد یعنی انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے یہ کہہ کر

نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے ترمذی نے کہا حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث حسن و بہ یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمتابعین وهو قول سفیان و اهل الکوفة یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب تھا متقدم علماء و مجتہد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و تابعین کرام و امام سفیان و علمائے کوفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا۔ مسند امام الائمہ مالک الاثر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے حدیثنا حماد عن ابراہیم عن علقمہ و الاسود عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یرفع یدہ الا عند افتتاح الصلوۃ ثم لا یعود لشیء من ذلك یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں حدیثنا ابو بکرۃ حدیثنا مؤمل ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراہیم حدیث وائل انہ رأى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرفع یدہ اذا افتتح الصلۃ و اذا رکع و اذا رفع راسہ من الركوع فقال ان کان وائل رآہ مرة یفعل ذلك فقد رآہ عبد اللہ خمسین مرة لا یفعل ذلك یعنی مغیرہ کہتے ہیں میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انھوں نے حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین کیا صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مالی ارا کہم افعی ایدیکم کا تھا اذنا بخیل شمس اسکنوا فی الصلۃ کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمھارے ہاتھ جھل گھوڑوں کی دُمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا اور حافظ بیج پر مقدم ہے۔ ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے احادیث ترک پرحل فرمایا خفیہ کو ان کی تقلید چاہیے شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ کی پیروی کریں کوئی محل نزاع نہیں ہاں وہ حضرات کہ تقلید ائمہ دین کو ترک و حرام جانتے ہیں اور با آنکہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعدا اپنے لیے منصب اجتہاد مانستے اور خواہی خواہی تفریق کلمہ مسلمین و اثارت فتنہ بین المؤمنین کرنا چاہتے بلکہ اسی کو اپنا ذریعہ شہرت و ناموری سمجھتے ہیں ان کے راستے سے مسلمانوں کو بہت ہمدرد رہنا چاہیے مانا کہ احادیث رفع یدین ہی مرجع ہوں تاہم آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر متبطل ہوگا کہ کیا تو اچھا نہ کیا تو کچھ بُرائی نہیں مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا وہ گروہ کر دینا نماز کے مقدسے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید ہم واجبات سے ہوگا اللہ عزوجل فرماتا ہے والفتنة اشد من القتل فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے خود ان صاحبوں میں بہت لوگ صدائے گناہ کبیرہ کرتے ہوں گے انھیں نہ چھوڑنا اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شوشیں کرنا کچھ عجیب معلوم ہوتا ہوگا اللہ سبحنہ و تعالیٰ ہدایت فرمائے آمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از زمین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شافعیہ ایک ہاتھ کے فرق سے نماز میں پاؤں کشادہ رکھتے ہیں یہ میں نے کعبۃ اشرف میں دیکھا اس کی کیا وجہ ہے اور مذہب حنفیہ میں چار انگشت کے فاصلہ پر ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں رکھتے ہیں کس طرح کرنا چاہیے بینوا توجروا۔

الجواب

چار ہی انگل کا فاصلہ رکھنا چاہیے یہی ادب اور یہی سنت ہے اور یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے قال فی رد المحتار ینبغی ان یکون بینہما مقدار اربع اصابع الیہذا لانه اقرب الی الخشوع ہکذا روی عن ابی نصر الدبوسی انه کان یفعلہ کذا فی الکبریٰ اہ **اقول** بل فی نور الايضاح وشرحہ مراقی الفلاح للعلامة الشرنبلالی لیس تفریح القدمین فی القيام قد اربع اصابع لانه اقرب الی الخشوع اہ قال السيد الطحطاوی فی حاشیة نص علیہ فی کتاب الاشرع عن الامام ولم یحک فیہ خلافا ہ امام علامہ ابو یوسف اردبیلی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کتاب الانوار میں کہ اجل معتدات مذہب شافعی سے ہے اسی چار انگل فصل کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی حیث قال لیکرہ الصاق القدمین ولستحب التفریق بینہما بقدر اربع اصابع ہاں سیدی علامہ شیخ زکریا انصاری شافعی قدس سرہ نے شرح روض الطالب میں بالشت بھر کا فاصلہ تحریر فرمایا حاشیہ الکشری علی الانوار میں ہے قوله بقدر اربع اصابع لعلہا متفرقة لان فی شرح الروض بقدر شبر مگر ایک ہاتھ کا فرق نہ کسی مذہب کی کتاب میں نظر سے گذرے کسی طرح قابل قبول ہو سکتا ہے کہ بدایت طرز و روش ادب و خشوع سے جدا ہے جن شافعیہ نے ایسا کیا غالباً کوئی عذر ہوگا یا شاید نادانہ قضی کی بنا پر کہ مکہ معظمہ کا ہر متنفس تو عالم نہیں اعتبار اقوال و افعال علما کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفل نماز بیٹھ کر ادا کرے تو رکوع کس طرح ادا کریں یعنی سرین اٹھیں یا نہیں در صورت مخالفت نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا فاسد۔ بینوا توجروا۔

الجواب

رکوع میں قدر واجب تو اسی قدر ہے کہ سر جھکائے اور بیٹھ کر قدرے خم دے مگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا درجہ کمال و طریقہ اعتدال ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اس قدر کہ لے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدر اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ عبث و بیجا میں داخل ہو جائے گا فی الحاشیة الشامیة فی حاشیة الفتنال عن البرجدی ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جہتہ قد اہم رکبتيہ لیحصل الركوع اہ قلت ولعلہ محمول علی تمام الركوع والا فقد علمت حصولہ باصل طائفة الواس ای مع الخناء الظہر تامل انتھی اور نماز میں جو ایسا نفل کیا جائے گا لا اقل ناپسند و مکروہ تنزیہی ہوگا و فی الدر المختار ویکرہ ترک کل سنة انتھی ملقطا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ محمود حسین ۵ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز کھڑے ہو کر بوجہ عذر بیماری کے نہیں پڑھ سکتا لیکن اس قدر قوت اس کو ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر باندھ لیوے اور باقی نماز بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ ادا کر سکتا ہے تو اس صورت میں آیا اس کو ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر کہے اور پھر بیٹھ جائے یا سرے سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور ادا کر لے دوسری شق میں نماز اُس کی ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیشک اُس پر لازم کہ تحریمہ کھڑے ہو کر باندھے جب قدرت نہ رہے بیٹھ جائے یہی صحیح ہے بلکہ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس کا خلاف اصلاً منقول نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے ان قدر علی بعض القیام ولو متکئاً علی عصا و حائط قام لزوما بقدر ما یقدر و لو قدر ایه او تکبیراً علی المذہب لان البعض معتبر بالکل تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للعلامة الزیلعی میں ہے و لو قدر علی بعض القیام دون تمامہ بان کان قدر علی التکبیر قائماً او علی التکبیر و بعض القراءة فانه یومر بالقیام و یاتی بما قدر منه ثم یقعد اذا عجز خانیہ میں ہے و لو قدر علی ان یکبر قائماً ولا یقدر علی اکثر من ذلك ینکر قائماً ثم یقعد غنیہ شرح المنیہ للعلامة ابراہیم الحلی میں ہے لو قدر علی بعض القیام لاکلہ لزومہ ذلك القدر حتی لو کان لا یقدر کلا علی قدر التحریمة لزومہ ان یحرم قائماً ثم یقعد خلاصہ وغیرہ میں ہے قال سراج الاثمۃ الحلواتی هو المذہب الصحیح بحر الرائق پھر حاشیہ طحاوی علی الدر میں ہے لا یروی عن اصحابنا خلافہ پس اگر اس کا خلاف کیا یعنی باوجود قدرت تحریمہ بھی بیٹھ کر باندھی نماز نہ ہوئی لقول الغنیۃ لزومہ و قول الدر لزومہ مع قول العلامۃ الشرنبلالی عبرت بالزوم لکونه اقوی لان هذا یعوت الجواز بفوقہ الخ و لقول المحقق العلاء وغیرہ ان البعض معتبر بالکل۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ رحمۃ حق الفاکرے علما تصریح فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے اگر بیٹھ کر بلکہ اتنا جھکا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچیں تحریمہ باندھے ہرگز صحیح نہ ہوگی اور تحریمہ شرط نماز ہے کہ بے اس کے نماز باطل تو جبکہ تحریمہ کے لیے قیام کر سکتا ہے اور نہ کیا شرط تحریمہ فوت ہوئی تو تحریمہ صحیح نہ ہوئی تو نماز ادا نہ ہوئی اذا فاق الشرط فاق الشرط درمختار میں شرح الوہابیہ للعلامة حسن بن عمار سے ہے شروط التحریم خطیت بجمعہا فی مہذبہ حسنہ فدی اندھ تضرہ فی دخول الوقت واعتقاد دخوله و ستر وطہر والقیام المحذور۔ ردالمحتار میں ہے المحذور بان لا تنال ید ادا رکبۃ کما مر فلو ادرك الامام رکبۃ فکبر مہذباً لم یصح تحریمتہ اھ شرح التویر للعلانی میں ہے من فرائضہا التي لا تصح بدونها التحریمة قائماً حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے قوله قائماً هو احد شروطها العشرين الآتیہ آج کل بہت بھال ذرا سی بے طاقتی مرض یا کبر سن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اولاً ان میں بہت ایسے ہیں کہ بہت کریں تو پورے فرض کھڑے ہو کر ادا کر سکتے ہیں اور اس ادا سے ان کا مرض برہے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو نہ گہرے کی حالت ہو نہ دوران سر وغیرہ کوئی سخت الم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو صریحہ نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہی لوگ جنہوں نے بحیلہ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھے دہی باتوں میں اتنی دیکھ کھڑے ہیں کہ

اُمتی دیر میں رکعت دس بارہ ادا کر لیتے ایسی حالت میں ہرگز قعود کی اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پورے فرض قیام سے ادا کریں۔
 کافی شرح والی میں ہے ان لحقہ نوع مشقۃ لم یجز ترک القیام ثانیاً مانا کہ انھیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طبیب مسلمان حاذق
 عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اخبار خواہ اپنے ظاہر حال کے نظر صحیح سے جو کم ہمتی و آرام طلبی پر مبنی نہ ہوں ظن غالب معلوم ہے کہ
 قیام سے کوئی مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا مگر یہ بات طول قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں
 تو ان پر فرض تھا کہ جتنی قیام کی طاقت تھی اتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر کھڑے ہو کر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں
 ادا کرتے جب وہ غلبہ ظن کی حالت پیش آتی بیٹھ جاتے یہ ابتداء سے بیٹھ کر پڑھنا اب بھی ان کی نماز کا مفید ہوا۔ ثالثاً ایسا بھی ہوتا
 ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار پر تکیہ لگا کر کل یا
 بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے سے کر سکے بجائے کل توکل یا بعض تو بعض نہ
 صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی فقد مر من الدس ولو متکئا علی عصا و حائط تبیین الحقائق میں ہے لو قدر علی القیام
 متکئا الصحیح انہ یصلی قائما متکئا ولا یجزیہ غیر ذلک وکذا لک لو قدر علی ان یعتمد علی عصا و علی خادم لہ فانہ
 یقوم و یتکئی یہ سب مسائل خوب سمجھ لیے جائیں باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام و تحقیق تمام ہمارے فتاویٰ میں ہے جس پر اطلاع نہایت ضرور
 و اہم کہ آج کل ناواقفی سے جاہل تو جاہل بعض مدعیان علم بھی ان احکام کا خلاف کر کے ناحق اپنی نمازیں کھوتے اور صراحتہ مرکب گناہ کا اعلان
 ہوتے ہیں و باللہ العصمة و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علہ جملہ جیدہ ائمہ و احکم۔

مسئلہ - ۱۱، محرم الحرام ۱۳۱۳ھ -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ الحمد للہ کے بعد جو سورۃ پڑھی جائے اُس پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیے یا نہیں بعض
 لوگ کہتے ہیں یہ ناجائز ہے اس لیے کہ ضم سورۃ واجب ہے اور بسم اللہ شریف پڑھنے سے ضم نہ ہوا فصل ہو گیا یہ قول ان کا کیسا ہے۔

الجواب

ہمارے علمائے محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کتب مستندہ میں روشن تصریحیں فرما رہے ہیں کہ ابتدائے سورۃ پر بھی بسم اللہ شریف
 پڑھنی مطلقاً مستحب و مستحسن ہے خواہ نماز سر یہ ہو یا جہرہ اور صلات ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا ناجائز ہونا درکنار ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم میں کوئی اس کی کراہت کا بھی قائل نہیں بلکہ سب ائمہ کرام بالاتفاق اسے خوب و بہتر جانتے ہیں اختلاف صرف نسبت میں ہے
 کہ جس طرح سرفاتحہ پر بسم اللہ شریف بلاشبہ سنت ہے یوں ہی سر سورۃ پر بھی سنت ہے یا مستحب امام محمد کے نزدیک سر یہ میں سنت کا
 محیط و ضمرات و عتابیہ و متصفی وغیرہ میں اسی کی نصیح فرمائی اور مذہب امام نفعی استئذان ہے اور اسی پر فتویٰ اور یہی کلمات متون
 لایاقی و لا یسمی سے مراد بہر حال اس کی خوبی و حسن پر ہمارے سب ائمہ کا اتفاق ہے پھر اس کے بعد زید و عمرو کو اپنی رائے
 لگانے اور اتفاق ائمہ کرام کے خلاف اجتہاد کرنے کی گنجائش اور وہ بات بھی تو کچھ ٹھکانے کی ہو جس نے چند حرف فقہ کے پٹھے یا
 کسی عالم کی صحبت پائی وہ خوب جانتا ہے کہ ضم سورۃ جو واجب ہے اس کے پیمنی نہیں کہ خاص سورۃ ہی ملانی واجب ہے یہاں تک کہ

بعد فاتحہ وسط سورت سے کسی رکوع کا پڑھنا جائز و موجب ترک واجب ٹھہرے کہ سورت بمعنی معروف کا ملانا اس پر بھی صادق نہیں بلکہ اس سے مراد قرآن عظیم کی بعض آیات ملانا ہے کہ خواہ سورت ہو یا نہ ہو بسم اللہ شریف خود ایک آیت قرآن عظیم ہے تو اس کا ملانا قرآن عظیم ہی کا ملانا ہوا نہ کسی غیر کا جو صاحب اتنا بھی خیال نہ فرمائیں انھیں احکام شریعت میں رائے زنی کیا مناسب ہے۔ اب تصریحات علمائے کرام سنئے در مختار میں ہے (لا تسن) بین الفاتحہ والسورۃ مطلقاً ولو سریتہ ولا تکرہ اتفاقاً رد المحتار میں ہے صرح فی الذخیرۃ والمجتبى بانہ ان سنی بین الفاتحہ والسورۃ المقرأۃ سرراً وجہراً کان حسناً عند ابی حنیفہ ورجحہ المحقق ابن الہمام وتلمیذہ الحبیبی لشبہۃ الاختلاف فی کونها آیۃ من کل سورۃ بحر طحاوی میں ہے قولہ ولا تکرہ اتفاقاً بل لا خلاف فی انہ لو سنی لکان حسناً نھ۔ امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عن الذخیرۃ عن الملعلی عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت فرمایا انہ اذا قوآبھا مع کل سورۃ فحسن بحر الرائق میں ہے لا تسن التسمیۃ بین الفاتحہ والسورۃ مطلقاً عندہما وقال محمد تسن اذا خافت لا ان جہر وصح فی البدائع قولہما والخلاف فی الاستئذان اماعد مکرہاۃ فمتفق علیہ ولہذا صحیح فی الذخیرۃ والمجتبى الی آخر ما مر علامہ حسن شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں المراد نفی سنیتۃ الایمان بھابعد الفاتحہ وهذا عندہما وقال محمد یسن الا یتان بھا فی السریۃ بعد الفاتحہ ایضاً للسورۃ واتفقوا علی عدم کراہۃ الایتان بھابل ان سنی بین الفاتحہ والسورۃ کان حسناً سواء كانت الصلاۃ جہریۃ اوسریۃ مراقی الفلاح میں ہے لا کراہۃ فیہا ان فعلہا اتفاقاً للسورۃ سواء جہر او خافت بالسورۃ رحمانیہ ورجدی وغیرہما میں محیط سے ہے ذکر الفقیہ ابو جعفر عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ اذا قرء مع کل سورۃ فحسن وهو قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ اذا ماہ متصل کچھری نصفی مسئلہ مولوی محمد حبیب علی صاحب علوی ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

حامداً ومصلیاً مخلص نواز زادکم اللہ مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرف جو رسائل شریفہ آنجناب مثل حیات الموت و شاح البیہد النسی الحاجز۔ ازالۃ العار وغیرہ کے مطالعہ سے شرف اندوزی حاصل ہوئی۔ شکریہ اس کا حوالہ قلم نہیں ہو سکتا ہے واقعی آپ کا طرز ایسے مسائل میں تحقیق کا اوروں سے نرالا ہے اور ہمہ وجہ سب سے اعلیٰ ہے آپ نے پائے تحقیق مسائل نزاعیہ میں مراتب عالیہ کو پہنچا دیا ہے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اس عریضہ کی تسطیر کی بالفعل یہ ضرورت درپیش ہے کہ وقت رکوع درمختار میں الصاق کبیین کو مسنون دو مقام پر تحریر کیا ہے شامی ثبوت سنونیت میں کوئی حدیث تحریر نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ تعرض اور کافہ نہیں منہ مایا صاحب مفتاح الصلوۃ نے احادیث اور ظاہر الروایہ میں وارد ہونا تحریر کر کے الصاق کو بمعنی قرب و اتصال تصریح کر کے زیادہ تحقیق کا حوالہ اپنے حواشی پر لکھ دیا دریافت طلب امر صرف امور ذیل ہیں (۱) سنونیت الصاق کبیین فی الركوع کہاں سے ثابت ہے کون حدیث دلیل قول صاحب درمختار ہے اور وہ کہاں تک قابل عمل اور اعتماد ہے۔ صاحب مفتاح الصلوۃ کا بیان نسبت اس مسئلہ کے مجبیہ صحیح ہے یا کیا۔ دیگر متون معتدہ فقہ مذہب حنفی میں اس سنت رکوع کا بیان کیوں نہیں درج ہوا ہے تساہل

بعض فقہائے کیوں گوارہ فرمایا۔ عبارت فتاویٰ در مختار ہر دو مقام سے اور عبارت مفتاح الصلوٰۃ بقید صفحہ ذیل میں درج ہے غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار صفحہ ۱۳ سنن نماز و طریق ادا اے نماز و تکبیر الکرکوع و کذا الرفع منہ بحیث یستوی قائما و التسمیۃ فی ثلاثا و الصاق کعبیہ و ینصب ساقیہ مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۹۴ مجتبیٰ کہ تصنیف امام زاہدی است از سنونات کرکوع الصاق کعبین باستقبال انگشتاں بپوئے قبلہ مسنون گفتہ است لیکن در حدیث صحیح در کتب ظاہر الروایۃ ظاہر نمی شود ظاہر مراد امام کہ کعب بپوئے کعب دیگر باشد چنانکہ صاحب قاموس معنی الصوق گفتہ کہ زیر اگر الصاق در وقت کرکوع کند حرکت کثیر لازم می آید یا آنکہ استقبال انگشتاں نمی ماند و سنت قیام می رود کہ فرج چار انگشت مسنون است و موبد امامہ قول نحوین است الباء لا لاصاق یعنی القرب و در حدیث نیز الصاق الکعب یعنی القرب و المقابله واقع است پس مقابلہ کعب کعب نیز ارادہ می توان نمود چنانکہ تحقیق این مسئلہ در حاشی بحر الرائق کاتب تفصیل مذکور نموده واللہ اعلم

الجواد

مکرمی کرم فرمایا اکرم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاتمۃ المدققین علامہ علائی دمشقی صاحب در مختار علی اللہ تعالیٰ تعالیٰ اس مسئلہ میں متفرق نہیں اُن سے بھی پہلے علمائے اس کی تصریح اور ان کے بعد ناقلین و ناظرین نے تقریر و توضیح فرمائی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں السنۃ ایضا فی الکرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع القبلیۃ شرح نقایہ للعلامة الشمس القستانی میں ہے ینبغی ان یزاد مجافا عضدیہ ملصقا کعبیہ مستقبلا اصابعہ فانها سنۃ کما فی الزاہدی بیعہ اسی طرح علامہ سید ابوالسعود ازہری نے فتح اللہ العین میں علامہ سید حموی سے نقل کیا علامہ بحر الفقہ زین الفقہا بحر الرائق میں شرح قدوری سے نقل فرماتے ہیں والسنۃ فی الکرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع القبلیۃ طحاوی علی مرا فی الفلاح میں ہے و سن ابعاد مرفقیہ عن جنبیہ والصاق کعبیہ فیہ واستقبال اصابعہ القبلیۃ ای اصابع رجلیہ کذا فی القہستانی عن الزاہدی طحاوی علی الدر میں ہے والصاق کعبیہ حالۃ الکرکوع هذا ان تیسرہ والا فکیف تیسرہ علی الظاہر رد المحتار میں ہے والصاق کعبیہ ای حیث کا عند رسائل ظاہر الروایۃ میں محصور نہیں نہ ظاہر الروایۃ خواہ متون میں عدم ذکر ذکر عدم متون مختصرات ہیں اور غالباً نقل ظاہر پر مقتصر زیادت۔ شرح معتمدین اگر مسلم نہ ہوں تو مذہب کا ایک حصہ قلیلہ ہاتھ میں رہ جائے نتیجہ بنائے گا کہ سنن در کنا بعض واجبات و فرائض و مفادات و نواقض تک عامہ متون میں نہیں۔ رہی دلیل وہ مجتہد کے پاس ہے نہ ہمارا عدم وجہان و جہان عدم ہمارے لیے نصوص فقہیہ ہیں اور نصوص حتی الامکان ظاہر پر محمول اور جب تک حقیقت بنے مجاز کی طرف عدول نامقبول الصاق کے معنی حقیقی وصل و چسپانیدن چیز سے بچیز ہے نہ مجرد محاذات یا امامہ قاموس میں فقیر نے اس معنی کا نشان نہ پایا و ان کان فہوم من المجاز وقد عدوا من عیوب القاموس کما ذکرہ العلامة الزرقانی فی عدۃ مواضع من شرح المواہب وغیرہ فی غیرہ انہ یندکرو المعانی المجازیۃ ای فیوہم الوضع لہا لان موضوع کتب اللغۃ بیان المعنی الموضوع لہ اللفظ زبان عرب میں استعمال (ب) مواضع الصاق حقیقی سے مختص نہیں وہ جس طرح۔ و امسحا برؤسکم میں اپنی حقیقت ہے یہیں مررت بزیہ میں تو الباء لا لاصاق کا بطریق عموم مجاز معنی قرب پر حمل واجب ہو ہیں حدیث صحیح نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیس الرجل منا یلزم کعبہ بکعب صاحبہ

وحدیث اصح انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان احدنا یلزم منکبہ بمنکب صاحبہ وقد مرہ بقدمہ میں در بارہ کعبہ و اقدام ارادہ معنی حقیقی پر اقدام نہیں ہو سکتا کہ قیام میں سنت تقریب قدیم ہے خود صاحب مفتاح رحمہ اللہ مفتاح کو سلم کہ فرجہ چار انگشت سنون است اگر اس تجدید کی بھی سند پوچھے تو کتاب الاثر میں امام سے روایت ملے گی یا امام قطع کا قول نہ بالخصوص حدیث صحیح یا ظاہر الروایۃ و سنون کی تصریح بہر حال ایسی تصریح کہ زید کا کعبہ ادرہ عمرو ادرہ بکر کے کعب سے ملحق ہو صراحتہ شان ادب کے بھی خلاف و شیعہ ہے تو قیام دلیل کے باعث مجاز پر حمل ہرگز تجویز بے دلیل کے دستاویز نہیں ہو سکتا یہاں مجرد محاذات مراد لینے کا تو کوئی محل ہی نہیں یہ علماء سے خاص سنت کو رع بناتے ہیں اور محاذات ہرگز اس سے خاص نہیں قیام خواہ سجود میں کب چاہیے کہ ایک پاؤں آگے یا پیچھے ہو اور صرف مالہ مراد ہونے پر بھی اصلاً کوئی دلیل نہیں الصاق کو مستلزم حرکت کثیرہ ماننا سخت عجب ہے بالفرض اگر قیام میں تقریب تام سنون ہوتی جب بھی الصاق میں کثیرہ نہ تھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایک صفت کی قدر چلنا بھی حرکت قلیلہ ہے نہ کہ صرف قدیم کا ملا لینا کثیرہ ہو ہذا عجیب جدا درمختار میں ہے مشی مستقبل القبلة هل تقصد ان قدر صفت ثم وقت قدر رکن ثم مشی و وقت کذا و کذا لا تقصد و ان کثر مالہ مختلف المکان الخ و تمام تفصیلہ و تحقیقہ فی رد المحتار اور اگر کثیرہ سے کثیرہ فقہ مراد نہ لیجیے تو وہاں ہرگز کثیرہ لغویہ بھی نہیں اور ہوتی بھی تو نفی سنت پر اس سے استدلال از قبیل مصادرہ ہوگا کہ تحصیل سنت کے لیے حرکت قلیلہ قطعاً مطلوب اگرچہ بالاضافہ لغت کثیرہ ہو تو اس فعل پر بوجہ لزوم حرکت اعتراض اس پر موقوف کہ سنت مصرحہ فقہاً باطل ہو کر فعل عبث و خارج عن افعال الصلوۃ قرار پائے اور حقیقت امر پر نظر کیجیے تو نہ یہاں اقدام کو ان کے مواضع سے تحریک کی ضرورت ہوتی ہے نہ انگلیوں کے استقبال میں فرق آتا ہے نہ فرجہ چار انگشت ہاتھ سے جاتا ہے یہ تو ہرگز نہ سنون نہ مطلوب کہ پاؤں اپنی وضع خلقی کے خلاف رکھے جائیں اور ان کی سطح طولاً ہرگز ہمہ راہ نہیں تو پنچوں سے ایڑیوں تک ہر جگہ چار انگشت کا فرجہ ہونا غیر مقصور بلکہ قطعاً مقصود یہ ہے کہ صدور اقدام میں اتنا فرجہ رکھے اور پاؤں کو اپنے حال فطری پر چھوڑے نہ یہ کہ ایڑیوں میں بھی اس قدر فرجہ حاصل کرنے کے لیے اُنھیں دہنے بائیں ہٹائے پاؤں کی تخلیق اس طرح واقع ہوئی ہے کہ صدور یعنی پنچوں میں فصل زائد اور اعقاب یعنی ایڑیوں میں کم ہے جتنا فصل پنچوں میں رکھے اور پاؤں وضع فطری پر رہنے دیجیے تو ایڑیوں میں یقیناً اس سے فصل کم ہوگا اور کعبین میں کہ بلند و برآمدہ ہیں اور بھی کم ہوگا تو دونوں تلوے بجائے خود جے رہنے کے ساتھ ایک خفیف اما لکعبین میں ٹخنے بلا تکلف مل جائیں گے جس پر کم از کم ہر روز بتیس بار کا تجربہ شاہد ہے کہ آخر تصریحاً مذکورہ علماء دیکھیے کہ الصاق کعبین اور ان کے ساتھ ہی استقبال اصابع کی سنت لکھ رہے ہیں ان میں متانی ہوتی تو کیا متناہیین کو سنون سنون بتاتے ہاں جسے فرجہ ہی مفراط وغیرہ کوئی عذر ایسا ہو کہ سرے سے پنچوں ہی میں چار انگل فصل نہ رکھ سکے بلکہ معتد بہ زیادت پر مجبور ہو مثلاً بالشت بھر کا فاصلہ تو وہ بیشک کعبین نہ ملا سکے گا جب تک پنچوں کو دہنے بائیں اور ایڑیوں کو اندر کی جانب حرکت نہ دے اور اب بیشک تحریک بھی پائی جائے گی اور استقبال اصابع بھی نہ رہے گا غالباً ہی صورتہ خاصہ اس وقت صاحب مفتاح کے خیال مبارک میں ہوگی ایسا شخص نہ اس سنت قیام یعنی فرجہ چار انگشت پر قادر نہ ہم اس کے لیے الصاق کعبین سنون کہیں علامہ طحاوی کا ارشاد سن چکے کہ ہذا ان تیسرے علامہ شامی کا افادہ گزرا کہ اسی حیث لا عذر اس قدر کلام کا جواب تو یہ توفیقہ تعالیٰ نگاہ اولیں معا حاضر خاطر

قاتر ہوا باقی ان کا حاشیہ بجا کر لے دیکھنا رہا مگر بعونہ تعالیٰ امید یہ ہے کہ اس بیان کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ بعض مقلدین اور غیر مقلدین عموماً قمر و جلسہ میں دیر تک ٹھہرتے ہیں یہ کیسا ہے۔

الجواب

قمر و جلسہ کے اذکار طویلہ نوافل پر محمول ہیں ولہذا ہمارے ائمہ فرائض میں انہیں سنون نہیں جانتے اور شک نہیں کہ فرائض میں تطویل فاحش خلاف سنت ہے اور امام کے لیے تو قطعاً ممنوع جبکہ مقتدیوں میں کسی پر بھی گراں ہو یاں منفرد بعض کلمات ماثرہ بڑھائے تو حرج بھی نہیں یوہیں امام بھی جبکہ مقتدی محصور اور سب راضی ہوں رہا مقتدی وہ آپ ہی اتباع امام کرے گا اگر امام کے کئے ورنہ نہیں فی الدار المختار مجلس بین السجدتین مطمئنا وليس بينهما ذكر مسنون وكذا ليس بعد رخص من الركوع دعاء وكذا الايات في ركوعه وسجوده بغير التبيح على المذهب وما ورد محمول على النقل محرر مذهب سيدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جامع صغیر میں فرماتے ہیں قال ابو يوسف سألت ابا حنيفة عن الرجل يرفع راسه من الركوع في الفريضة يقول اللهم اغفر لي قال يقول ربنا لك الحمد ويسكت وبين السجدتين يسكت عليه من زير قول متن ولا يزيد على هذا فرمايان اراد الزيادة فما ورد في السنة فينبغي ان يكون هذا في حق الامامة اذا كانت التحليل على القوم وفي حق المقتدى اذا لم يفعل الامام ذلك اما المنفرد او الامام اذا كان لا يتحمل على القوم اتيانا بذلك او المقتدى اذا كان اماما قد اتى به فليسوا بممنوعين من زيادتهم به على ذلك ولا سيما المنفرد في النوافل ومن ادعى ذلك فعليه البيان اسی میں رد و رد بعد ہے صرح مشائخنا بحمل ما فی حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی النوافل علی انہ ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الانفراد فی حالۃ کونہ اماما والما مومون محصورون لا یتقلون بذلك کما نصت علیہ الشافعیۃ ولا ضیغ فی التزامہ الخ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مدرسہ مصباح التہذیب سولہ مولوی محمد سلطان الدین صاحب بنگالی ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں یا ایک فرض اور دوسرا واجب اگر یہ مسئلہ اختلافیہ ہے تو قول قوی اور رائج کون ہے اور اس کی دلیل کیا ہے اور دوسرے کے مرجوح و ضعیف ہونے کی کیا دلیل مع دلائل معتبرہ بحوالہ کتب بیان فرمایا جاوے۔ بینوا قوجروا عند الجلیل۔

الجواب

باجماع امت دونوں سجدے فرض ہیں اصلاً اس میں کسی عالم کا خلاف نہیں کہ قوی و رائج بتایا جائے اس کا منکر اجماع اسکا منکر ہے۔ دور ذہبوںے ایک طالب علم نے فقیر سے یہ مسئلہ پوچھا تھا فقیر نے عرض کی دونوں فرض ہیں مات مسموع ہوا کہ مدرسین مدونین

مصباح التہذیب و اشاعت العلوم سے مولوی محمد عثمان صاحب ولایتی تو ایسا ہی بتاتے ہیں باقی سب خلاف پر ہیں سجدہ اولیٰ کو فرض اور ثانیہ کو واجب کہتے ہیں اور اس کی سند شرح وقایہ و ہدایہ کی عبارت بتاتے ہیں بلکہ ایک نئے مولوی صاحب محمود نام کہ دیوبند ہی تعلیم کے فاضل ہیں فقیر کے قول کو محض بے دلیل فقیر کا اپنا اجتہاد دلیل قرار دیتے ہیں یہ سن کر نہ صرف تعجب بلکہ نام علم پر سخت افسوس انا شہد انا الیہ راجعون فقیر غفرلہ اللہ بلا مبالغہ دوسو کلیات علمائے کرام سے اس کی سندیں پیش کر سکتا ہے جن سے ثابت ہو کہ مخالفین مسکد کو فقہ سے کس قدر غفلت ہے مگر مسئلہ نہایت وضوح سے واضح ہے اور اطالت موجب ملالت لہذا صرف دس نصوص صریحہ پر قناعت نص اول بحر الرائق میں کنز الدقائق کے قول فرضها التھویمۃ والقیام والقراءة والركوع والسجود کی شرح میں فرمایا اركعوا واسجدوا ولاجماع علی فرضیتھا و رکنیتھا والمراد من السجود السجدة تان فاصله ثابت بالكتاب والسنة والاجماع وكونه مثنی فی كل ركعة بالسنة والاجماع نص ثانی امام محمد محمد بن امیر الحاج علیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں م والخامسة السجدة مش ای والفريضة الخامسة من الفرائض الست المشتمل علی فرضیتھا الصلاة السجدة والاولی السجدة تان فی كل ركعة ثم اصل السجدة ثابت بالكتاب والسنة والاجماع وكونه مثنی فی كل ركعة بالسنة والاجماع ولا خلاف فی كونهما من اركان الصلاة ایضاً یہاں تصریح ہے کہ فرضیت درکار دونوں سجدے بالاجماع رکن نماز ہیں نص ثالث مبوط امام شیخ الاسلام پھر حلیہ میں دو سجدے فرض ہونے کی حکمت بیان فرمائی ہذا ما روی فی الاخبار ان الله تعالى لما اخذ الميثاق من ذرية آدم عليه الصلاة والسلام حيث قال عز وجل واذا اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریعتهم الاية امرهم بالسجود تصديقا لما قال فنجحد المسلمون كلهم وبقي الكفار فلما رفع المسلمون رؤسهم رأوا الكفار لم يسجدوا فنجحدوا واثانیا شكوا لما وفقهم الله تعالى علی السجود الاول فصار المفروض سجدتين لهذا والركوع مرة نص رابع مرقی الفلاح میں تھا یفترض السجود علامہ طحطاوی نے حاشیہ میں فرمایا المراد منه الجنس ای السجدة تان نص خامس درالحکام شرح غرر الاحکام للعلامہ مولیٰ خسرو میں ہے فان قيل فرضیة الركوع والسجود ثبتت بقوله تعالى اركعوا واسجدوا والا مریلا یوجب التكرار ولذا لا یجبت تكرار الركوع فماذا ثبت فرضیة تكرار السجود قلنا قد تقر ان آية الصلاة مجملة وبيان المجمع قد يكون بفعل الرسول صلى الله عليه وسلم وقد يكون بقوله وفرضیة تكراره ثبت بفعله المنقول قوا ترا اذ كل من نقل صلاة الرسول صلى الله عليه وسلم نقل تكرار سجوده نص سادس نقایہ میں تھا فرضها التھویمۃ (الی قولہ) والسجود جامع الروز میں ہے ای السجدة تان فان اسم الجنس يدل علی العدد الخ نص سابع اسی کے واجبات میں ہے (ورعاية المترتب) بین اركان كل ركعة فوجب ان يكون السجود بعد الركوع والسجدة الثانية بعد الاولى یہاں سے بھی ظاہر کہ دونوں سجدے رکن ہیں نص ثامن فتح اللہ المعین للعلامة السيد ابی المسعود الازہری میں ہے السجدة تان فرضان فی كل ركعة نص تاسع علامہ شرنبلالی اپنے مکتب نور الابصار اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں (و) یفترض (العود الی السجود) الثاني لان السجود الثاني كالاول فرض باجماع الامة نص عاشر جتبی شرح قدوری پھر مندیہ میں ہے السجود الثاني كالاول باجماع الامة - ہدایہ کی طرف اس زعم باطل و

وہم عاقل کی نسبت تو محض غلط و بے منشا ہے اور شرح وقایہ سے یہ مطلب سمجھا عدم تدبیر و سورنہم سے پیدا امام صدر الشریعہ کی عبارت یہ ہے فی اہدایۃ و مراعاة الترتیب فیما شرع مکررا من الافعال و ذکر فی حواشی الہدایۃ نقلا عن المبسوط کا مسجد کا سجدہ فانہ لو قام الی الثانیۃ بعد ما سجد سجدۃ واحدة قبل ان یسجد الاخری یقضیہا و یکون القیام معتبرا لانہ لم یتزلزل الا الواجب قلت فہم نے یہ سمجھا یا کہ لم یتزلزل الا الواجب میں واجب سے سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ یہ واضح الفساد ہے سجدہ ثانیہ کو تو فرمایا یقضیہا آگے فرمایا و یکون القیام معتبرا جب سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ اس کی تضا کر چکا سجدہ متروک کب ہوا موخر ہوا ترک و تاخیر میں جو فرق ہے ہر عامی پر روشن ہے ترک فرض مبطل صلاۃ ہے اور تاخیر موجب سجود بلکہ واجب سے مراد ترتیب ہے کہ بوجہ تاخیر سجدہ ثانیہ و تقدیم قیام ثانیہ متروک ہوئی یہ خود نفس کلام سے واضح ہے کہ یہاں گفتگو واجب ترتیب میں ہے ابتدا میں بشمار واجبات فرمایا تھا و رعایۃ الترتیب فیما تکرر کلام مذکور کے بعد فرمایا اقول قولہ فیما تکرر لیس بقید یوجب نفی المحکم عما عداہ فان مراعاة الترتیب فی الارکان الکی لم تکن فی رکعۃ واحدة کالروکوع و نحوه واجبۃ ایضا اخیر میں اس تمام کلام پر تفریع فرمائی فعلم ان رعایۃ الترتیب واجبۃ مطلقا دیگر علما نے کرام نے مراد کو خوب واضح کر دیا کہ ترتیب ہی کو واجب کہا گیا نہ کہ سجدہ ثانیہ کو علامہ اکمل الدین بابر فی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں مراعاة الترتیب فیما شرع مکررا یعنی فی الركعة الواحدة کا سجدہ الثانیۃ من الركعة الاولى فان من ترکھا ساہیا و قام و اتم صلاتہ ثم تذکر فان علیہ ان یسجد السجدة المتروکۃ و یسجد للسہو لترك الترتیب علیہ میں ہے لو ترك السجدة الثانیۃ من الركعة الاولى سہوا و قام الی الركعة الثانیۃ ثم تذکرھا فی آخر صلاتہ لم یفسد صلاتہ بل یسجد المتروکۃ ثم یسجد للسہو لترك الترتیب لان ترك الواجب الاصلی ساہیا یوجب سجود السہو بالاتفاق جوہرہ نہرہ میں ہے لو ترك السجدة الثانیۃ من الركعة الاولى ساہیا و قام و صلی تمام صلاتہ ثم تذکرھا فعلیہ ان یسجد المتروکۃ و یسجد للسہو لترك الترتیب فیما شرع مکررا فتح القدیر وغیرہ شرح منہ و بحر الرائق و حاشیۃ الشبل علی تبیین الحقائق وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے و هذا اللفظ الغنیۃ مختصرا علم ان المشرع فرضا فی الصلاۃ اربعۃ افاع ما یتمجد فی کل الصلاۃ کالقعۃ او فی کل رکعۃ کالقیام والروکوع وما یتعد فی کلھا کالركعات او فی کل رکعۃ کالسجود فالترتیب شرط بین ما یتجد فی کل الصلاۃ و بین جمیع ما سواہ من الثلثۃ الاخری حتی لو تذکر بعد القعۃ قبل السلام او بعدہ قبل ان یاتی بمناب رکعۃ او سجدۃ صلیبۃ او سجدۃ تلاوۃ فعلھا و اعاد القعۃ و سجد للسہو و الترتیب بین ما یتکسر فی کل رکعۃ کالسجود و بین ما بعدہ واجب حتی لو ترك سجدة من رکعۃ ثم تذکرھا فیما بعدھا من قیام اورکوع او سجود فانہ یقضیہا ولا یقضی ما فعلہ قبل قضا ثلثا ما ہو بعد رکعتھا من قیام اورکوع او سجود بل یلزمہ سجود السہو فحسب لکن اختلف فی لزوم قضاء ما تذکر فقضاھا فیہ کما لو تذکر و هو راكع ہو ساجد انہ لم یسجد فی الركعة الکی قبلھا فانہ یسجدھا و هل یعید الروکوع او السجود المتذکر فیہ ففی الہندیۃ انہ لا یجب اعادۃ بل تستحب معللا بان الترتیب لیس بفرض بین ما یتکسر من الافعال و فی فتاویٰ قاضی خان انہ یعیبہ و لو لم یعدہ فسدت صلاتہ معللا بانہ ارتقض بالعود الی ما قبلہ من الارکان لانہ قبل الرفع منہ یقبل الرقص بخلاف ما لو تذکر السجدة بعد ما رفع من الروکوع لانہ بعد ما تم بالرفع

لا یقبل الوضوء ان عبارات میں اس فائدے کے علاوہ دو فائدہ زائدہ ہیں ایک سجدہ کو فرض مکرر کہنا معلوم ہوا کہ دونوں سجدے فرض ہیں دوم وہ تعلیل کہ جب پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا اور مثلاً دوسری کے رکوع میں یاد آیا کہ مٹا اس کی قضا کر لی تو اس رکوع کا پھر اعادہ کرے کہ رکن سابق کی طرف عود کرنے سے یہ رکوع کا ن لم یکن ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ سجدہ ثانیہ صرف فرض ہی نہیں بلکہ رکن ہے اور ہدایہ میں جو اس رکوع کا اعادہ صرف سجدہ جانا اور یہی رائج ہے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ جو فرض ایک رکعت میں مکرر رہے یعنی سجدہ اس میں اور اس کے بعد فرض مثلاً قیام و رکوع و سجود رکعت آئندہ میں ترتیب فرض نہیں صرف واجب ہے کہ اس کے ترک کی تلافی بسجدہ ہو حاصل غرض مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہے مقدس مدرسین سے نظر خیر خواہی گذارش کہ فرض قطعی و اجماع امت کا انکار ہر سہل نہیں لہذا اگر مناسب جانیں کلمہ اسلام و نکاح کی تجدید فرمائیں آئندہ اختیار و ما التوفیق الا باللہ العزیز الغفار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مسئلہ نظر حسین امام مسجد گول بازار ضلع بلاسور سی۔ پی۔ دوکان شیخ سلیمان عمر صاحب جنرل مرحیٹ، ہرموم سنہ ۱۳۳۵ھ زید نماز میں صرف بحالت رکوع و سجود الصاق کعبین کرتا ہے عمر و کتا ہے کہ یہ فعل وہابیوں کا ہے حرام ہے اور واجب المکرر ہے نفی لوگ اس فعل کو جائز سمجھیں یا مکروہ تحریمی۔

الجواب

حاشا سدہ یہ فعل وہابیہ کا ہے نہ حرام نہ واجب التکرر بلکہ رکوع میں الصاق کعبین غنیہ شرح منیہ و جامع الرموز و مجتبیٰ شرح قدوری و بحر الرائق و در مختار و حاشیہ حموی و فتح اللہ المعین و طحاوی علی مرقا الفلاح و علی در مختار و غیرہ میں سنت لکھا وقد ذکرنا تفصیلاً جمیعاً فی فتاویٰ در مختار میں ہے سننھا تکبیر الکوہ و التبیہ فیہ ثلاثاً و الصاق کعبیہ اسی کی صفۃ الصلاۃ میں ہے یضاج اصابعہ و لیس ان یلصق کعبیہ اور سجدہ میں الصاق کعبین کو علامہ سید ابوالسعود ازہری نے حواشی کنز میں سنت بتایا سنن میں فرمایا (الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ) صفۃ الصلاۃ میں فرمایا کما یسن الصاق الکعبین فی الکوہ فلذا فی السجود ایضاً ہاں در بارہ سجود یہ صرف انھیں کا بیان ہے اگرچہ علامہ طحاوی نے اُن کا اتباع کیا اور شرح علانی کا حوالہ سہواً واقع ہوا اُس میں صحت در بارہ رکوع مذکور ہے اور علامہ شامی نے جو اس کی توجیہ فرمائی محل کلام ہے طحاوی علی الدر میں ہے قولہ لیس ان یلصق الخ ای فی الکوہ و السجود ابوالسعود رد المحتار میں ہے قال السید ابوالسعود کذا فی السجود و سبت فی السنن الہ۔ والذی سبت ہو قولہ الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ و اہ ولا یحفی ان ہذا سبت نظر فان شارحنا لم یدکر ذلک لا فی الدر المختار ولا فی الدر المنقہ و لم ارہ لغیرہ ایضاً فافہم نعم بما یفہم ذلک من انہ اذا کان السنۃ فی الکوہ الصاق الکعبین و لم یدکر و تقریحہما بعدہ فالاصل بقاء ہما ملتصقین فی حالۃ السجود ایضاً تأمل اہ ما فی الشامی و رأیتی کتبت علیہ ما فیہ راقل) تا ملتا فلم یجدہ و افینا فان الحریکہ الا تنقلیۃ الی السجود ان خلی فیہا الطبع اتی بالتقریح الا ان یحافظ علی الا لصاق بالمقلد الخاص و مثل ہذا لا یحتاج الی البیان بل الاقتصار علی ذکرہ فی الکوہ دلیل علی انہ لا یطلب الا فیہ و الا لذلک و فی السجود ایضاً فاعرفہ فان الامر واضح و بعض متاخرین علما نے در بارہ رکوع بھی سنت میں کلام کیا ولہ فی ذلک

رسالة عندي واقصى ما يقال هنا ان عامة الكتب المذمومة مخالفة عنه وانما انه للزاهدي والباقون انما تبعوا وقد
بينت في كتابي كفل الفقيه الفاهم ان الغرابة لا تندفع بكثرة الناقلين اذا لم يكن مرجعهم الا واحدا لا سيما مثل الزاهدي
بهر حال اسے حرام وفضل و ہابیہ کہنا نادانی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ از نجیب آباد ضلع بجنور، ۲۹ ذی الحجہ ۱۲۹۰ھ

ناز میں سبحانک اللهم پڑھنا فرض ہے یا واجب مقتدی سبحان ختم کرنے نہ پایا تھا کہ امام نے قرأت شروع کر دی اس کو ناتمام
چھوڑ کر خاموش ہو جانا پڑے یا فوراً ختم کر کے خاموش ہو جانا چاہیے ایک وہابی داعظ نے سبحان کے بارہ میں ایک شخص سے یہ مسئلہ بیان
کیا کہ اگر امام نے قرأت شروع کر دی ہو اور اب کوئی شخص اگر جماعت میں شامل نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ اس طرح پڑھے کہ جہاں جہاں
امام سانس لینے کی غرض سے ذرا بھی رُکے اس وقت ایک ایک بول کر کے سبحان کو پڑھ لیا جائے مثلاً جب اول مرتبہ رکا تو فوراً کہے سبحانک
اللہم پھر جب دوسری مرتبہ پڑھنا تو کہے و بجز کہ پھر جب تیسری بار سانس لیا تو کہنا چاہیے و تبارک اسمک غرض اسی طرح ختم کر لیا جائے
ایسا ہر ناز میں کر سکتے ہیں مگر مغرب میں خواہ پہلی رکعت میں شامل ہو یا دوسری میں سبحان تیسری رکعت میں اور عشا میں تیسری یا چوتھی رکعت
میں بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دوسری ہی رکعت میں شامل ہوں کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے بغیر سبحان کے ناز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

الجواب

سبحانک اللهم اُسی وقت تک پڑھ سکتے ہیں کہ امام قرأت باؤازہ شروع کر لے جب قرأت ہماری شروع کر دی اب خاموش رہنا
اور سننا فرض ہے وہ جو وہابی نے بتایا کہ امام کی ٹھہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کرے ضعیف و غیر مختار اور وہ جسے
استثنا کیا کہ ایسا ہر ناز میں کر سکتے ہیں مگر مغرب میں نہیں یہ محض باطل اور اس کا اپنا ایجاد ہے جس روایت ضعیفہ میں یہ طریقہ ہے
اس میں مغرب میں بھی ایسا ہی ہے اور مذہب صحیح میں کہ اُس کی اجازت نہیں فجر و مغرب و عشا کسی میں ایسا نہیں اور اس کا یہ کہنا
بھی محض غلط ہے کہ جو دوسری رکعت میں شامل ہوا ہو وہ تیسری یا چوتھی میں سبحانک پڑھ سکتا ہے سبحانک اللهم کی جگہ ابتدائے ناز
ہے جب دوسری میں ملا تو تیسری یا چوتھی ابتدائے ناز تک ہے کہ اُس میں سبحانک پڑھے ہاں وہ جو ایک رکعت اس کی رہ گئی بعد
سلام امام جب اُسے پڑھنے کھڑا ہو اس کی ابتدا میں پڑھے کہ یہ اُس کی پہلی رکعت ہے سبحانک پڑھنا سنت ہے بغیر اس کے ناز
ہو جاتی ہے مگر بلا ضرورت ترک سنت کی اجازت نہیں اور عادت ڈالنے سے گناہگار ہوگا اور جو مثلاً پہلی رکعت جہرہ میں ملا اور
قرأت شروع ہو جانے کی باعث سبحانک نہ پڑھ سکا اُس پر الزام نہیں کہ اُس نے یہ ترک دائے فرض خاموشی کے لیے حکم شرع کیا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڑھ تحصیل بیٹری ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ دونوں سجدوں کے درمیان میں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ
وَ اٰمَنَ حَسْبِيْ وَ اٰهْدِنِيْ پڑھنا چاہیے امام کو یا مقتدی کو یا دونوں کو یا امام و مقتدی بلا اس کے پڑھے دونوں سجدے
ادا کریں۔

الجواد

اللهم اغفر لی کنا امام ومقتدی ومفرد سب کو مستحب ہے اور زیادہ طویل دعا سب کو مکروہ ہاں مفرد کو نوافل میں مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازام تشریف فرما لیس مرسلہ عبد العزیز ہیڈ کانسٹیبل ۲۷ صفر المنظر ۱۳۳۲ھ

بعد سلام علیک حضور کی خدمت میں میری عرض یہ ہے کہ مجھے درود شریف جو نمازیں پڑھا جاتا ہے اُس کی یا کسی دوسری درود شریف کی جو سب درودوں سے افضل ہو اجازت فرمائیں مجھے درود شریف یا کلمہ شریف یا استغفار پڑھنے کا نہایت شوق ہے خدا حضور کو اجر دے گا میں عام طور پر راستہ میں چلتا ہوا دیگر بازار وغیرہ جگہ میں بھی پڑھتا ہوں مجھے عام طور پر درود شریف ہر جگہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں حضور برائے مربانی تحریر فرمائیں میں ہر وقت وظیفہ رکھنا چاہتا ہوں یا آیت کریمہ کا یا کوئی دوسرا یہ اس لیے کہ محبت خدا و رسول کی پورے طور پر حاصل ہو جائے جناب مربانی کرے ضرور بالضرر جلد مجھے آگاہ کر دیں درود شریف یا کلمہ شریف استغفار کی نسبت ضرور بالضرر تحریر فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ تحریر حضور پر عمل درآمد ہوگا۔

الجواد

سب درودوں سے افضل درود یہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہے وہاں رک جائے اور بہتر یہ ہے کہ ایک وقت معین کر کے ایک عدد مقرر کر کے اُس قدر با وضو دو زانو ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کے طرف منہ کر کے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو زیادہ جس قدر زیادہ سکے بہتر ہے علاوہ اس کے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وضو ہر حال میں درود جاری رکھے اور اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ ایک صیغہ خاص کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضور قلب میں فرق نہ ہو درود شریف اور کلمہ طیبہ اور استغفار ان سب کی کثرت نہایت محبوب مطلوب ہے کلمہ طیبہ کو افضل الذکر فرمایا اور یہ کہ انشاء عز وجل تک اُس کے پہنچنے میں کوئی روک نہیں اور استغفار کے لیے فرمایا شادمانی ہے اسے جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار بکثرت پائے اور اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کر دینے کو فرمایا کہ ایسا کرے گا تو انشر تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کاہنور ضلع روہتنگ محلہ سیمان مرسلہ بھورے خاں ۱۲ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ ہجری

امام کے پیچھے مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے (۲) آمین باوازل بند کہنا درست ہے یا نہیں (۳) بجائے میں کثرت تراویح کے آٹھ رکعت پڑھے تو درست ہے (۴) بجائے تین وتر کے ایک وتر پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواد

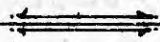
مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا مطلقاً جائز نہیں انشاء عز وجل فرماتا ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما جعل الامام لیؤتیبہ فاذا کبر فکبروا واذ اقرء فانصتوا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے تمنا ہے کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اُس کے منہ میں آگ ہو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں قدرت پاتا تو اس کی زبان کاٹ دیتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) آمین بآواز بلند کہنا نماز میں مکروہ و خلاف سنت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے وادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃً نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں واذ اقال ولا الضالین فقولوا آمین فان الامام یقولہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) تراویح میں رکعت سنت ہو کہہ۔ سنت ہو کہہ کا ترک بد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين عضوا علیہا بالنواجذ۔ دوسری حدیث میں ہے انہ سیمحدث بعدی اشیاء وان من اجہالی لما حدث عمرو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ایک رکعت و تراویح نفل باطل محض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخر فعل تین رکعت وتر ہے وانما یؤخذ بالآخر فالآخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین و ہابیہ ہیں جن پر بوجہ کثیرہ ان کے ضالہ کے سبب کفر لازم جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں انھیں ایسے فرعی مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق ان سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے آمین جہر سے کہے یا آہستہ تراویح آٹھ رکعت ہوں یا بیس و تراویح ایک رکعت ہو یا تین۔ یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو جس کا اسلام صحیح نہیں اُس کی نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے وہ ان مسائل میں اس طرف عمل کرے تو اُس کی نماز باطل اُس طرف عمل کرے تو باطل پھر لایعنی فضول زق زق سے کیا فائدہ اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ نہ ان سے ملنا جائز نہ ان کی بات سننی جائز نہ ان کے پاس بیٹھنا جائز اللہ عزوجل فرماتا ہے واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکر کرمع القوم الظالمین نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم واللہ تعالیٰ اعلم۔



مسئلہ۔ از زسنگدہ سنٹرل انڈیا براہ سپور مدرسہ میرزا محمد بیگ عرف محمد میاں صاحب وکیل ۸ شبان ۱۳۳۷ھ
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلياً و مسلماً۔ ہدیہ تسلیم بالوت التظیم قبول ہوا مزاج عالی۔ الحمد للہ
علی احسانہ راقم بخیریت دعا گوئے عافیت مزاج سامی ہے زسنگدہ میں انگریزی تعلیم کے محذرانہ اثر کو بڑھتا ہوا دیکھ کر نیاز مند نے
اور یہاں کے مسلمانوں نے ایک مدرسہ اسلامیہ جاری کیا ہے فی الحال بیس روپے ماہوار کا ایک مدرسہ نوکر رکھا ہے جس وقت

بہت سے لوگ کی درخواست آئی تھیں میں نے دیوبند کے متعلق کی درخواست بالکل نامنظور کی ایک صاحب مولوی شفاعت سول خلت مولوی عنایت رسول جو خود کو جناب کا شاگرد اور مرید کہتے ہیں صرف جناب سے نسبت رکھنے کے سبب یہاں مقرر کیے گئے ہیں مگر حیرت ہے ان کی بعض باتوں پر قرآن شریف بالکل صحیح نہیں پڑھ سکتے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ اشارہ بہ سبابہ التحيات میں نہیں کرتے میں نے کہا ہاں میں اشارہ نہیں کرتا ہوں فرمانے لگے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی تو اشارہ کرتے ہیں میں نے کہا کہ مجھے کو یقین نہیں آسکتا کیونکہ النکوبۃ الشہابیۃ میں اس کی مفصل بحث بحوالہ کتب امام ربانی موجود ہے چنانچہ جناب والا نے مجھ کو جب میل ۱۹۹۹ء میں حاضر خدمت ہوا تھا دو رسالہ عطا فرمائے تھے اور میں نے وہ رسالہ مولوی شفاعت رسول کو دکھایا و شافی ریاض الدین جو ماہرہ شریف کے رہنے والے ہیں کہنے لگے بڑی حیرت کی بات ہے اگر مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی انہی سے اشارہ کرتے ہوں چنانچہ جناب والا کی خدمت اقدس میں مکلف ہوں کہ اس باب میں جناب والا کا کیا معمول ہے وہی سستی فرمائیں میں نے اس باب میں مولوی عبدالحی مرحوم کا رسالہ نفع المفتی والمسائل اور دیگر کتب مشکوٰۃ شریف و ہدایہ سب دکھا دیے لیکن میں تو مقلد ہوں اور جمہور امت کا جس پر اجماع و اتفاق ہے وہی میرا مسئلہ مختار ہے جناب والا کے ارشاد سے اور مضبوطی ہو جائے گی اور پیغمبر جو اجتماع نفیضین کے قبیل سے ہے رفع ہو جائے گا کہ جناب والا کتابوں میں ایسا لکھیں اور عمل اس کے خلاف ہو۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اشارہ ضرور سنت ہے۔ مہر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صنعه رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضع کما صنعه رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفۃ واصحابنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو ہم بھی اشارہ کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام اعظم ابو حنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے امام مالک العلانی نے بدائع اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور دیگر کتب کبار نے اس کی تحقیق فرمائی۔ فقیر اور فقیر کے آبا و اساتذہ و مشائخ کرام قدس اسرار ہم سب اس پر عامل رہے ماہر دی صاحب نے زیادہ نہیں تو حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ کو ضرور دیکھا ہوگا۔ کو کتبہ شہابیہ میں مسئلہ اشارہ کی بحث نہیں بلکہ اس بات کی کہ اسمعیل دہلوی نے معاذ اللہ حضرت شیخ مجدد کو بھی مشرک ٹھہرا دیا ہے جو وجہ انھوں نے یہاں لکھے اسمعیل کہتا ہے کہ ان کا قائل مشرک ہے اس کو تناقص سے کیا علاقہ مولوی شفاعت رسول صاحب میرے ایک خالص دوست مرحوم و مغفور کے صاحبزادے ہیں ان کو یہاں بیعت ہے میرے مدرس میں پڑھا ہے اگرچہ مجھ سے نہ پڑھا نہ میں نے ان کا قرآن مجید نہ سنا لیکن کہ جس طرح آج کل اکثر علماء و حفاظ غلط پڑھتے ہیں ان پر بھی اسی عالمگیر بلا کا اثر ہو وحبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مسئلہ سید محمد عبد الکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام صاحب نماز کی حالت میں جب رکوع سے فارغ سمع اللہ لمن حمدہ کو سجدہ کے قریب جا کر ختم کر کے بوصل اللہ اکبر کہتا ہے اور جگہ جو اماموں کو دیکھا ہے وہ سمع اللہ لمن حمدہ کو قیام میں ختم کرتے ہیں اور

وہاں سے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں۔ اب جو امام سجدہ کے قریب سمع اللہ لمن حمد کو ختم کرتا ہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہاں کہیں کھڑے رہیں یا امام کے ساتھ سجدے میں جا کر کہیں اگر اسی طرح کریں گے تو ان جاہلوں کی عادت پڑ جائے گی اور اب سوال یہ ہے کہ نماز میں تو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

الجواب

سنو یہ ہے کہ سمع اللہ کا سپین رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ کہیں اور حمد کی یاد سیدھا ہونے کے ساتھ ختم اسی طرح ہر تکبیر انتقال میں حکم ہے کہ ایک فعل سے دوسرے فعل کو جانے کی ابتدا کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع ہو اور ختم کے ساتھ ختم ہو امام مذکور جو اس طرح کرتا ہے دو باتیں خلاف سنت ہے سمع اللہ لمن حمد کا سجدہ کو جاتے ہوئے ختم کرنا اور سجدہ کو جانے کی تکبیر سے پہلے جھکنے کی ابتدا سے شروع نہ کرنا ان وجوہ سے نماز دو گراہتوں سے مکروہ ہوتی ہے اُسے سمجھایا جائے کہ خلاف سنت نہ کر اگر نہ مانے اور اس سے بہتر امام سنی صحیح العقیدہ صحیح القراءة صحیح الطہارۃ مل سکے تو اس کو بدل دیا جائے مقتدی خلاف سنت میں اس کی پیروی نہ کریں بلکہ رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ اللھم ربنا لک الحمد کا الف اور جو صرف ربنا لک الحمد پڑھتا ہو وہ ربنا کی سر شروع کریں اور سیدھے ہو جانے کے ساتھ حمد کی دال ختم ہو جائے پھر سجدہ کو جانے کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع کریں اور اللہ کے لام کو بڑھائیں جب سر رکھنے کے قریب پہنچیں اللہ کی کا اور عین سر زمین پر پہنچتے وقت اکبر کی س ختم کریں۔ لام کو بڑھانا اس لیے کہ یہ راستہ ملے کرنے میں اگر لام کو نہ بڑھایا تو یا تو اکبر سجدے میں پہنچنے سے پہلے ختم ہو جائے گا اور یہ خلاف سنت ہے یا راستہ پورا کرنے کو اکبر کا الف یا ب بڑھائیں گے اور اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا س بڑھائیں گے اور یہ غلط و خلاف سنت واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از موضع میوندی بزرگ مسئلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ نماز فریضہ جماعت جو شخص ادا کر لے تو اس پر لازم ہے کہ جب تک امام بعد سلام کے دعا نہ مانگے تب تک مقتدی بھی دعا نہ مانگے اگرچہ کیسا ہی ضروری کام ہو خواہ نماز فجر ہو یا ظہر ہو یا عصر ہو یا مغرب یا عشا اگر امام سے پہلے دعا مانگ کر مقتدی اٹھ جائے گا تو وہ گناہگار ہو جائے گا اور امام کی اطاعت سے نکل جائے گا عمر و کہتا ہے کہ اگر امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی امام کی اطاعت سے نکل گیا اب مقتدی کو اختیار ہے کہ وہ انتظار دعا کے امام کے یا نہ کرے اگر انتظار کیا تو فیما در نہ چلے آنے سے گناہگار نہ ہوگا اور نہ اطاعت امام سے دور اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کا پورا پورا ثبوت کیوں نہ دیا جائے کہ زید کا قول ثابت ہے یا عمر و کا اور اس کا بھی ثبوت دیا جائے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں اور غیر مقلد و دباڑا و تعلیم یافتہ مدرسہ دیوبند یہ کہ پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں بینوا وجودا۔

الجواب

عمر و کا قول صحیح ہے ہاں جماعت کے ساتھ دعا میں برکت ہے اُس کے لیے انتظار بہتر ہے اور اگر کوئی ضرورت جلدی کی ہو تو جاسکتا ہے کوئی حرج نہیں در نہ مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بات پسندیدہ نہیں کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس میں کئی ہیں تصنیف چکیں

جو نادرست کہے وہ بتائے کہ اللہ و رسول نے اسے منع فرمایا یا تم منع کرتے ہو اگر اللہ و رسول نے منع فرمایا تو بتاؤ اور اگر تم منع کرتے ہو تو تم شارع نہیں اپنا سر کھاؤ۔ غیر مقلد و باہنی و دیوبندی سب اسلام سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض و المفصیل فی حجام الحرمین و النہی الاکید وغیرہما واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ عورتوں کو نیت نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا چاہیے اور بوقت قعدہ التحیات میں دونوں پاؤں بچھا کر بیٹھنا چاہیے اور پاؤں کی گرہ بھی ڈھکی رکھنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ گرہ نہ ڈھکی جائے اب علمائے دین فرمادیں کہ عورتوں کی نیت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور قعدہ التحیات میں پاؤں بچھا کر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی نماز پڑھنا چاہیے جس طرح مرد ایک پاؤں بچھا کر قعدہ میں بیٹھتے اور زیناف ہاتھ باندھتے ہیں اور پاؤں کی گرہیں کھلی رہتی ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی چاہیے یعنی جو قاعدہ مردوں کی نماز کا ہے وہی عورتوں کا ہے اب حضور سے امید دار ہیں کہ اس کا پورا پورا ثبوت حوالہ کتب و آیت و حدیث کے کیوں نہ دیا جائے کہ عورتوں کو کس طرح اور کس قاعدے سے نماز پڑھنا چاہیے۔

الجواب

زید کا قول صحیح ہے سب کن بوں میں اسی طرح ہے اُن بعض کا قول محض باطل ہے اور عورت کے گٹے ستر عورت ہیں اُن کا کھلنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از گورٹا ضلع راولپنڈی مکان حضرت پیر صاحب مرسلہ حمید اللہ صاحب پیر المعروف بہ نعمان ملا۔ ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ رفع سبابہ کے بارے میں جناب کا کیا عمل ہے۔

الجواب

فقیر اور فقیر کے آبائے کرام و مشائخ عظام و اساتذہ اعلام قدس سرار ہم کا ہمیشہ معمول باتباع احادیث متواترہ و ارشادات کتب متکاثرہ و رفع سبابہ رہا اور اسے سنت جانتا ہے تفصیل کلام بدائع امام ملک العلما و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق وغیرہما کلمات شراح محققین و فتاویٰ فقیر میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی عبد اللہ صاحب بنگالی ۱۴ صفر ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد چاروں جہات میں کسی ایک جہت کو متوجہ ہو کر دعا کرنا درست ہے یا نہیں اور ہندوستان کے لیے ان چاروں جہت میں سے کوئی جہت مخصوص ہے یا نہیں۔

الجواب

جہت قبلہ ہر جگہ افضل ہے مگر امام کے لیے کہ بعد سلام اُسے قبلہ رو رہنا مکروہ ہے دہنے یا بائیں پھر جائے یا مقدموں کی طرف رخ کر لے اگر سامنے کوئی نماز پڑھتا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از قلعہ لنڈی کوئل ڈاکخانہ خاص ضلع پیشاور معرفت شیر جان صوبیدار میجر خیر افضل مرسلہ اد خان شوری ۱۴ صفر ۱۳۳۵
۰ بخذرت جناب مولوی صاحب دام اقبالہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ التحیات میں انگلی کی اشارت کرنا منع ہے یا جائز ہے آپ ہرمانی کر کے
بندے کو تحریر کریں کہ نماز میں انگلی کا اشارہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور کس کس طریقہ پر جائز ہے۔

الجواب

التحیات میں انگلی کا اشارہ سنت ہے جب اٹھ پر پہنچے چھٹکیا اور اس کے برابر کی انگلی کی گرہ باندھے اور انگوٹے اور بیچ کی انگلی کا
حلقہ بنائے اور آٹھ پر کلے کی انگلی اٹھائے اور آٹھ پر اگر ہاتھ کھول دے محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں صنعة
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنصنع کما صنع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو قول ابی حنیفہ و اصحابنا
یہ اشارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تو ہم کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب
امام ابو حنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مرسلہ سید احمد حسین صاحب از مقام سید پور ڈاکخانہ وزیر گنج بدایوں بتاریخ ۹ جمادی الآخر ۱۳۳۵
آپ ان مسئلوں میں کیا فرماتے ہیں ۱۔ جمعہ کے فرض کی نیت کس طرح کرنا چاہیے اور بعد نماز جمعہ دو رکعت کے کیا کیا نماز پڑھنا
چاہیے کل مفصل نماز کھنا ۲۔ اور درمیان نماز میں ہر الحمد شریف سے پہلے اور قل ہو اللہ شریف سے بسم اللہ شریف پڑھنا
چاہیے؟ الحمد شریف سے پہلے کی بسم اللہ کافی ہوگی یا قل ہو اللہ سے پہلے بھی پڑھنا چاہیے۔

الجواب

(۱) اتنی نیت کافی ہے کہ آج کے فرض جمعہ اور چاہے دو رکعت بھی کہے اور بعض یہ بھی پڑھتے ہیں کہ واسطے ساقط کرنے
ظہر کے اس میں بھی نہ حرج نہ حاجت فرض جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت پڑھیں چار پھر دو اور ان میں سنت بعد جمعہ کی نیت کریں اور
پہلی چار میں قبل جمعہ کی۔ بعد کی سنتیں پڑھ کر دو یا جتنے چاہیں نفل پڑھیں ان سے زائد عام لوگوں کو حاجت نہیں (۲) سورہ
فاتحہ کی ابتدا میں تو تسمیہ پڑھنا سنت ہے اور بعد کو اگر کوئی سورت یا شروع سورت کی آیتیں ملائے تو ان سے پہلے تسمیہ پڑھنا
ستحب ہے پڑھے تو اچھا نہ پڑھے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر گلی ملا ناں محلہ ذخیرہ مسئلہ سید مشتاق علی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۵
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم جملہ اہل اسلام محلہ ذخیرہ ساکنان بریلی گلی ملا ناں نے تارکان صلاۃ کی تہدید و
تاکید کے لیے اصحاب ذیل کو منتخب کیا اور ممبر بنایا ہے ان حضرات کو تارکان صلاۃ کے ساتھ ان کے عذرات پورا کرنے کے بعد کسی
قسم کی کارروائی از روئے شرع مطہر عمل میں لانا چاہیے۔ اسمائے گرامی ممبران۔ ہادی حسین۔ شیخ مختار احمد۔ قرب محمد محمود حسن مشتاق علی
سید حسین۔ عنایت حسین۔ سید انظر علی ہر شخص کے نام کے نیچے انگوٹے کا نشان ہے۔

الجواب۔ ہر نرئی سمجھائیں ترک نماز ترک جماعت و ترک مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سنائیں

جن کے دلوں میں ایمان ہے انھیں ضرور نفع پہنچے گا اللہ عزوجل فرماتا ہے و ذکوفان الذکری تنفع المؤمنین اللہ کے کلام و احکام یاد دلاؤ کہ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا اور جو کسی طرح نہ مانیں اُس پر اگر کسی کا دباؤ ہے اُس کے ذریعے سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام و کلام میل جول یک بخت ترک کر دیں قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تھتد بعد الذکری مع القوم الظلمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از فیض آباد محلہ کو کی علی بیگ سولہ سید عبد اللہ صاحب سب انسپکٹر ۱۳ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی نماز پنج وقتی و دیگر نوافل مثل تہجد وغیرہ میں زبان سے قرات نہیں کرتا بلکہ اپنی کل نمازوں میں زبان کو تالو سے لگا کر دلی خیال کے ساتھ ادا کرتا ہے قرآن شریف و کتاب درود شریف وغیرہ سب دل و حیان سے ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ قرآن شریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب پر القا ہوا تھا بایں وجہ بقابلہ زبانی پڑھنے کے دل میں خیال کرنا زیادہ افضل و موجب مزید ثواب ہے زید اپنی زبان کو تالو سے لگا کر با نکل مطلق اور بیکار کر دیتا ہے زید کہتا ہے کہ یہ مسائل اہل ذوق اور اصفیائے کرام کے ہیں۔ ظاہر میں ان مسائل کو نہیں سمجھ سکتے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طریقہ مذکورہ بالا پر زید کی نماز صحیح اور اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے یا نہیں اگر اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے تو ہم لوگ بھی اس طریقہ سے کیوں نہ پڑھا کریں کہ سختی ثواب عظیم کے ہوں۔ اور اگر زید کی اس طریقہ مذکورہ پر صحیح نہیں ہوتی ہے اور فاسد ہوتی ہے تو زید کو اپنی ان نمازوں کی بابت جن کو وہ ادا کر چکا ہے کیا کرنا چاہیے زید اگر امامت بھی کرتا ہے بس ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور آئندہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں اور جو مقتدی زید کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں ان کو اپنی نمازوں کی بابت کیا کرنا چاہیے کیا لوٹنا واجب ہے؟

الجواب

زید نے شریعت پر انفرادی صوفیہ کرام پر انفرادی اپنی نمازیں سب برباد کیں اُس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی نہ اُس کے پیچھے دو رکعت کی ہوئی اُس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے اور جتنی نمازیں اور دن نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں ان پر فرض ہے کہ ان کی قضا کریں۔ مسلمان عظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ضرور قلب مبارک پر نازل ہوا مگر پڑھنے کے لیے قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقہ لتقرأ علی الناس علی مکنت۔ اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اُتار کر تم لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو نمازیں قرآن عظیم کا پڑھنا فرض ہے قال اللہ تعالیٰ فاقرأوا ما تیسرو من القرآن نمازیں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو اس کا نام پاک ہی قرآن ہے قرآن قرات سے اور قرات پڑھنا اور پڑھنا نہ ہوگا مگر زبان سے دل میں تصور کرنے کو پڑھنا نہیں حالت جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں۔ نماز میں قرات کلام مجید پر اجماع مسلمین کا خلاف جنم کا خیال ہے قال اللہ تعالیٰ و من یشاق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویبتغ غیر سبیل المؤمنین نولہ ما یتولیٰ ونصلہ جہنم وساعت مصیرا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ ٹوکپور سولہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو آخری رکعت کے قعدہ میں کیا پڑھنا چاہیے۔

الجواب

التحیات ، درود ، دعا اگر اسے اول سے نماز ملی ہو اور اگر کسی رکعت کے پڑھنے کے بعد شامل ہو تو امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں التحیات ٹھہر ٹھہر کر اس قدر تریل کے ساتھ پڑھے کہ اس کی التحیات امام کے سلام کے وقت ختم ہو اور اگر یہ التحیات پڑھ چکا اور امام نے ابھی سلام نہ پھیرا تو پچھلے دونوں کلہ شہادت بار بار پڑھتا ہے یہاں تک کہ امام سلام پھیرے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از دہور اجی کا بھٹیا دار مدرسہ سرمایہ فخر عالم مدرسہ مولینا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ، صفر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر نماز فرض یا نفل بیٹھ کر پڑھے جائیں تو سجدے میں پاؤں سے سُرن کو نہ اٹھائے ورنہ نماز ٹوٹ جائے گی چنانچہ طحاوی و عینی و ہدایہ و جواہر نفیسہ و کنز العباد و غنایہ و کفایہ نے اس کو ذکر کیا ہے بینوا تو جروا

الجواب وهو الموفق للصديق والصواب واليه المرجع والمآب

طحاوی و عینی ، ہدایہ و کفایہ میں تو یہ مسئلہ بالکل نہیں غلط مشہور ہے ناقل پر تصحیح نقل ضروری ہے۔ جواہر نفیسہ و کنز العباد دونوں ضعیف کتابیں ہیں اور اول غیر مشہور بھی ہے اور اس کا مصنف بہت ہی کم علم ہوا ہے چنانچہ اس کے دیکھنے سے پورا حال اس کا معلوم ہوتا ہے اس میں بڑے ضعیف و خلاف تحقیق و غلط مسائل ہیں ایک ہی جگہ میں بلا وجہ ترجیح مجوز و کلام مجوز کو جمع کیا ہوا ہے یہ چھوٹا سا رسالہ ہے عربی زبان میں جنازہ کے غسل و کفن و دفن قبر وغیرہ کے متعلق مسائل بیان کیے ہیں اور دوسری کا مصنف علی بن یوسف غوری ہے اس کو ضعیف کہا ہے علامہ ملا علی قاری نے و جمال الدین مرشدی نے مفید المفتی ص ۱۹۴ اور علامہ شامی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے بعض کتابوں کے بیاض یا دقایہ پر یہ عبارت اس طور پر ہے من صلی قاعدا فیسجد لا یرفع الیتیہ وان رفع الیتیہ فسدت صلاتہ فکذا الیتیہ کذا فی المحيط الجلیلی والاصل ان المريض او غیرہ اذا صلی قاعدا لا یرفع الیتیہ کما لا یرفع رجلہ فی السجود و اذا رفع رجلہ واحدا والیتیہ واحدة لا تقسّد کذا فی جلیلی ابن الملک والمختار ان یقعد کما یقعد فی حالة التشہد وهو لا یختارہ الفقہ ابو اللیث وشمس الائمہ السرخسی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ اذا حان وقت الركوع والسجود یقعد کما یقعد فی التشہد کذا فی العینی شرح الہدایۃ ص ۱۱۷۱ حالانکہ عینی و جلیلی میں اس عبارت کا پتہ بھی نہیں اور محیط متقدم ہیں معلوم نہیں کہ کون سی محیط ہے وہ خود موجود نہیں جو دیکھی جائے معلوم ہوتا ہے یہ عبارتیں مصنوعی ہیں کہ جن کتابوں کا ذکر کرتے ہیں اُن میں ان کا نشان تک نہیں ایضاً یہ عبارت اگر کسی معتبر کتاب میں مل بھی جائے تو اس مطلب سے اُس کو ساس بھی نہیں کیونکہ عبارت اولیٰ میں جو دلیل بیان کی ہے لان الیتیہ فی صلاۃ القاعد الخ وہ دعویٰ مذکور پر نطبق نہیں ہوتی کیونکہ اگر یہ حالت سجدہ کا بیان ہوتا تو دلیل میں بجائے و اذا رفع قدمیہ فی صلاۃ القاعد کے رفع قدمیہ فی السجود ہوتا ورنہ قید فی صلاۃ القاعد سے لازم آتا ہے کہ صلاۃ قاعد میں رفع قدمین فی السجود صلاۃ نہ ہو اور صلاۃ قائم میں ہو حالانکہ اطلاق دلائل مبطل تفاوت ہے اس سے غالب ظن یہ ہوتا ہے کہ اس عبارت میں لفظ شجید ناقل

یا کاتب کی غلطی ہے پس جبکہ اس لفظ کو غلط مانا جائے تو اس عبارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حالت قیام حکمی میں رفع الیتین نہ کرے ورنہ وہ ایسا ہوگا جیسے قیام حقیقی میں کوئی شخص رفع قد میں کرے کہ وہ فسد صلاۃ ہے پس اس تقریر پر یہ عبارت سائل کے مطلب سے جدا ہے اور عبارت ثانیہ میں لا یرفع الیتین کے ساتھ قید فی السجدة کی بھی مذکور نہیں لہذا اس سے بھی وہی مراد ہوگی کہ لا یرفع الیتین فی القیام الحکمی اور آگے جو مشبہہ کے ساتھ فی السجدة مذکور ہے سو وہ متحمل ہے کہ صرف لا یرفع رجليہ کے ساتھ متعلق ہو اور تشبیہ محض فساد میں ہو اگر یہ احتمال متعین بھی نہ ہوتا ہم متر ل کو مضر ہے لانه اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال **ایضاً** متون و شرح و فتاویٰ مشہورہ متداولہ بین یدی العلماء میں جو مطلقاً سجدہ رجال کی ہیئت لکھی وہ اس کے خلاف ہے اور بقاعدہ رسم المفتی وہ مقدم ہیں۔ اس قدر کتب معتبرہ کا خالی ہونا ہی پر شرع ہے کہ یہ مسئلہ عدم الوجود ہے یا غیر معتبر ہے۔ شامی جلد اول صفحہ ۱۵۷ میں ہے عدم الذکر لشرع باختیار عدمہ اہ اسی جلد میں ہے عدم الذکر کذا لعدم **ایضاً** سلف کا عمل اس پر نہیں پایا گیا لہذا اگرچہ صحیح بھی ہو اس پر عمل نہ ہوگا شامی جلد اول صفحہ ۳۷ طبع خورد میں ہے هذا يعلم ولا يعمل علیہ لما فیہ من مخالفة السلف **ایضاً** جو اہر نفیسہ اور دوسری بعض کتابوں میں جو یہ مسئلہ بتایا جاتا ہے کتب غیر معتبرہ مجملہ ہیں اور جو معتبرہ ہیں ان کا حوالہ غلط ہے اور ظاہر ہے کہ علم فقہ کا ایسے غیر مشہور و مجہول حواشی و فتاویٰ سے نہیں لیا جاتا اسی شامی اسی جلد میں ہے العنق لا یقل من الھوامش المجھولۃ وان قال معتمد انه بخط ثقة اھ بر خلاف استصحاب کے کہ وہ نقل کرنا حواشی مجملہ سے بھی درست ہے لانه لتأیید ابقاء ما كان علی ما كان فیکفی اللدفع وان لم یکف الملقح فان الرفع یتھل من الدفع فافهم وثبتت ولا تھبت **ایضاً** یہ قول مخصوص کا ہے اور یہ معتبر نہیں شامی جلد اول صفحہ ۱۵۷ میں تخصیص القول بفیدان خلاف المعتمد اھ **ایضاً** اس طرح سجدہ کرنے سے متعدد دستوں کا ترک لازم ہوتا ہے پس من حیث الدلیل بھی ضعیف ہے اگرچہ اس پر عمل و فتویٰ بھی ہو نہ ایک فقیہ و امام بلکہ بہت اماموں کا اسی شامی جلد اول صفحہ ۱۵۷ میں المرجح بقوة الدلیل ہو الارجح وان صرح بان الفتویٰ علی غیرہ ^{متن} میں ہے لیس للفتی الافتاء بالضعیف ولا ینفی الضعف بان اکثر من المئۃ خوارزم **ایضاً** اس میں احتمال ہے کہ یہ امر بدعت ہو اذ اترد بالحکم بین سنة و بدعة کان ترکہ اولی۔ شامی جلد اول صفحہ ۳۷ بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۱۵۷ میں ہے ما تردد بین بدعة و واجب یوقی بہ اوبین سنة و بدعة فلا یوقی بہ اھ اور ظاہر کہ اس طور پر سجدہ کرنا معتبر ہے پس اگر یہ مسئلہ درست ہونے کی تقدیر پر جبکہ لوگوں سے نہ ہو سکے گا تو لوگ گنہگار ہوں گے اور اس میں حرج عظیم ہے شامی جلد ثالث صفحہ ۲۳۹ میں ہے فیہ حرج عظیم لانه یلزم منه تافیه الامۃ اھ لوگوں کے ساتھ ہی ارفق و ادنی ہے کہ سجدہ میں سرین کو بلند کریں تاکہ سجدہ آسانی سے ادا ہو جائے شامی جلد پنجم صفحہ ۳۷۶ میں ہے وھو اسرفی باھل الزمان لسلا یقع فی العصیان اھ اسی جگہ میں ہے یقدم اطلاق المتون لموافقتہ لاطلاق الادلۃ و لکونہ اسرفی بالناس اھ فقہ کی معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ بالکل نہیں ہے اور تصوف و اوراد کی کتابوں میں سے ناقل نے نقل کیا ہے کیونکہ کنز العباد اور دو وظائف کی کتاب ہے اور تحفہ کا محل و باب کتب فقہ ہیں اور یہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ جو مسئلہ مذکور ہو فی بابہ وہ اولیٰ بالعمل ہوتا ہے اس سے جو کہ مذکور فی غیر بابہ ہو شامی جلد ثالث میں ہے المسئلۃ المذکورۃ فی بابہ واولیٰ من المذکورۃ فی غیر بابہ اھ مسائل فقہ کے یہ کنز العباد کی مثل کتابیں غیر مظنہ ہیں قال الحموی ما فی غیر المظنۃ و الکتاب المحبۃ یتوھمان یکون ضعیفاھ ۳۷ کلام اللہ بھی اسی کا مقتضی ہے

کہ سجدہ میں رفع الیٰتین کا کیا جائے ابوالخود حاشیہ مسکین علی الکثر میں ہے ما یقتضیہ کلام الائمۃ یؤخذ بلا توقف ۳۲۲ مسئلہ کسی فقیہ کا قول نہیں اگر ہو بھی تو بمقتضائے کلام الائمہ کے متروک ہو جائے گا المسک المتقسط میں ہے مقتضی کلام ائمۃ المذہب اولیٰ من کلام بعض المشائخ یہ مسئلہ کسی صورت سے ثابت نہیں ہوتا اور جب تک ثابت نہ ہو سکے تو عمل اصل ہی پر ہوگا اور وہ نفی ہے یعنی نفی عمل اسی مسک المتقسط میں ہے الاصل ہو نفی مالم یشبہہ غرض کہ مسئلہ غلط ہے آداب نماز سے بھی نہیں ہو سکتا ہے اور ذکر بھی اس کا ایک آدھ رسالہ بے سرو پا میں ہے اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ بہت سی جگہوں میں مذکور ہے تو بھی کثرت نقول مستلزم صحت کو نہیں پہلے ایک شخص کی غلطی ہو جاتی ہے اور بعد کے لوگ اس کی غلطی بظن صحت نقل کرتے چلے جاتے ہیں یشامی جلد ۴ ص ۳۵۵ میں ہے یقع کثیرا ان یخطئ مولف خیتہ اولہ الناس فیکثرون اور اگر مدعی اس امر کا بعد غرق بریزی کے ثابت بھی کر دے کہ یہ ہی مطلب ہے اور فلاں فلاں کتاب میں اس کو لکھا ہے تو بنا تسلیم یہ جواب ہے کہ یہ قول محطی کا ہے جبکہ شرح وقایہ کے متفرق الحواشی میں ہے قال الشیخ الامام الفاضل المحقق ابو عبید اللہ فی صلاۃ النافلۃ قاعدۃ ثلثۃ اقوال - قول الروافض و قول اهل السنة والجماعة و قول المخطئ اما قول الروافض فہم یقولون ان المصلی اذا صلا النافلۃ قاعدۃ فصلاتہ کصلاتہ القائمۃ الا اذا رکع وسجد یرفع الیٰتین فی الركوع والسجود ولا ینہما قالوا صلاۃ علی صلاۃ القائمۃ واما قول المخطئ فہو یقول لا یرفع الیٰتین لا فی الركوع ولا فی السجود لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل کذاک واما قول اهل السنة والجماعة فہم یقولون بعد ما یرفع فی حال الركوع وبالرفع فی حال السجود والمخطئ راٰی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من بعد ولم یقف بحالہ علیہ الصلوۃ والسلام اولعلہ صلی فی حالۃ المرض بالایام کما ہوا شان الركوع والسجود للومی فی الصلاۃ وسجدا خفض قریبا من الركوع قریبا من الارض ولم یرفع الیٰتین لان فی ہذہ الصلاۃ لا یحتاج المصلی الی رفعہما فظن الرائی انہ علیہ الصلاۃ والسلام صلی فی حالۃ الصحۃ قاعدۃ وسجدا بوضع الجہۃ علی الارض ولم یرفع الیٰتین فحکم علی الاطلاق کما فی مسیح العمامۃ اخطأ الرائی حیث مسح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی راسہ ثم وضع العمامۃ علی الراس وظن ان مسح العمامۃ یجوز بدلا عن مسح الراس والحال انہ علیہ الصلاۃ والسلام لم یمسح علی العمامۃ ہذا کتبہ العبد المذنب الجانی القاضی غلام گیلانی السنی الحنفی النقشبندی الرضوی کان اللہ لہ ولہم شائعہ امین بحرمۃ النبی الامین۔

الجواب

الحمد للہ وحدۃ فاضل سلمہ القریب الحبيب نے جو حکم تحقیق فرمایا وہی صحیح و حق صریح ہے اور سجدہ قاعد میں رفع الیٰتین مفسد صلاۃ ہونا زعم باطل و مردود و قبیح ہے اور جن معتبر معتد کتابوں کا مدعی نے نام لیا ان سب پر محض افتراء ہے اور جو ہم ذیل بنام ذیل ذکر کیا یکسر با در ہوا ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و نسائی و ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجہۃ والیدین والکبتین و اطراف القدامین مجھے میرے رب نے حکم فرمایا کہ سات استخوانوں پر سجدہ کروں پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانو اور دونوں پاؤں کے نیچے ان میں

دونوں سرین ملا نا زیادت فی الشرع ہے اور زیادت فی الشرع حرام قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فھو رداً خرجہ البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ عن اہل المومنین الصدیقۃ رضی اللہ عنہا اور زیادت بھی اس ادعا سے کہ فرض ہے اور اس کا ترک مفسد نماز اس کے ثبوت کو تو احادیث آحاد بھی ناکافی ہوئیں کما تقر فی مقراءہ وعلم من صنیع اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی سورۃ الفاتحۃ وغیرہا نہ کہ وہ کہ جس کا پتانہ حدیث میں نہ فقہ میں جس پر دلیل درکنار شہد تک نہیں ایسی جگہ غیر فرض کو فرض بتانا بہت سخت حکم رکھتا ہے فہل انتقم منہم ہون اول تو الیتین کے بجائے قدیم ہونے پر کیا دلیل اور فرض غلط ہو بھی تو قعود میں کہ صلاۃ القاعد میں بجائے قیام ہے اور مفہوم قعود میں کہ الصاق الیتین داخل کما فی بدائع ملاک العلماء سجود کہ نہ قیام ہے نہ قعود نہ الصاق مذکور اس سے مفہوم نہ اس میں مقصود بلکہ سجدہ رجال میں احادیث متواترہ قولیہ وفیلیہ ونصوص متظاہرہ متون وشرح وفتاویٰ فقہیہ میں صراحۃ اس کی نفی موجود اس میں الصاق مذکور سے نفی کراہت و مخالفت سنت بھی قطعاً مردود نہ کہ اعلیٰ فرضیت کہ اشنع باطل و اشنع مطرود و سأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العفو والودود واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ رکوع کرتے وقت نظر کس جگہ رکھنا چاہیے۔

الجواب

رکوع میں قدموں پر نظر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ - از کلکتہ بلکھیہ مدرسہ عظیمہ مسئلہ تصدیق حسین صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فریضہ نمازوں کے بعد دعا مانگ کر ہاتھوں کو موٹھ پر ملتے ہوئے زور کی آواز کے ساتھ چونا کیسا ہے بینوا توجروا

الجواب

نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور بعد دعا موٹھ پر ہاتھوں کو پھیر لینا یہ بھی سنت سے ثابت ہے مگر چونکہ ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مسئلہ مولوی عبداللہ بہاری ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ الحمد شریف کچھ بعد آئین آہستہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ امام سورۃ فاتحہ پڑھ کر آئین کے یا نہیں اور جماعت کے ساتھ مقتدی بھی کہے یا نہیں منفرد کو تیسری چوتھی رکعت میں آئین کہنا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں اور زبان سے نکل جائے تو سجدہ ہو ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز کی ہر رکعت میں امام و مفرد کو ولا الضالین کے بعد آئین کہنا سنت ہے۔ ہر نماز میں مقتدی بھی ہر رکعت ہر رکعت میں کہیں اور غیر ہر رکعت یا سری نماز میں اگر نماز میں ولا الضالین ایسی خفی آواز میں کہ اس کے کان تک پہنچی تو اس وقت بھی یہ آئین کہے در نہ

نہیں اور آئین سے سجدہ سو کسی وقت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر محلہ گڑھیاسولہ مولوی حشمت علی صاحب بریلوی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ ہجری
عالی جاہ دام ظلمکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر کوئی شخص ٹھہری ہوئی ریل میں قبلہ رخ ہو کر اس طرح نماز پڑھے کہ ریل کی
دونوں پٹلیوں کے درمیان جو جگہ خالی ہے اس میں کھڑا ہو کر رکوع کرے اور کوتاہی جگہ سے ایک پٹلی پر سرسین رکھ کر دوسری پٹلی پر سجدہ
کرے اور پاؤں اسی خالی جگہ میں قائم رہیں یہ ہیں پیچھے کی پٹلی پر بیٹھ کر اور آگے پاؤں نکا کر جلسہ قعدہ کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں بدینہ اتوجروا

الجواب

مولینا اگر کم اللہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرح سجدہ ہرگز ادا نہ ہوگا نماز نہ ہوگی اور ایسا قعدہ بھی محض خلاف سنت
اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ قعدہ میں پاؤں سمیٹ کر اسی خالی جگہ میں بیٹھ سکتا ہے اور سجدہ کے لیے سر زانم کر کے سامنے کی پٹلی کے نیچے
داخل کر کے بخوبی ادا کر سکتا ہے میں نے بارہا اس طرح ادا کی ہے۔ جب مولینا عبدالقادر رحمۃ تعالیٰ کی ہمراہی میں تیسرے درجے میں
سفر کرنا ہوتا تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مرسلہ مولوی سید غلام انام صاحب سواتی ۳ جمادی الاخرہ ۱۳۰۵ھ

بخدمت مولوی صاحب سرجمع اہل فضل وکمال سلم الشرف والعلیٰ ابقاہم اللہ وائم البقا علی الطریق المسنون۔ السلام علیکم
وبطریقہ و مرادے ہزاروں دعا و ثنائے خلق عالم نواز و سلام مخلصانہ کے بعد کچھ تصدیق ہے آپ کے رو برو ایک جمعہ کی نماز کے بعد
میں نے ذکر فضیلت عمامہ کا جو آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے اور کچھ عربی فقرہ بھی پڑھا تھا لہذا میں چاہتا ہوں کہ اگر میری یاد صحیح
ہے تو اس کو لکھ کر عنایت فرمائیں میں نہایت ممنونی مروتی کے ساتھ شکر عنایت عالی کو اچھا ضمیمہ کر دوں گا۔ فقط

الجواب

جناب من ادام اللہ تعالیٰ کرامتکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فضل صلاۃ بالعمامہ میں احادیث مروی وہ اگرچہ ضعاف ہیں مگر دربارہ فضائل
ضعاف بقول اہل عند التحقیق ان پر حکم بالوضع محل کلام حدیث اول اخراج الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل وملائکتہ یصلون علی اصحاب العمامۃ یوم الجمعۃ یعنی بیشک اللہ عز وجل
اور اُس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھے ہوئے پروردگار بھیجتے ہیں اقصر الحافظان العراقی والعسقلانی فی تخریج احادیث الاحیاء والرافعی
علی تضعیفہ قال السیوطی فی الاذنی واورد الحدیث فی جامعہ الصغیر ملتزمان لایوسر دفیہ موضوعا حدیث دوم ابن عساکر
والدیلی وابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول صلاۃ تطوع
او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ یعنی ایک نماز نفل ہو یا فرض
عمامہ کے ساتھ پچیس نماز بے عمامہ کی برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بے عمامہ کے ہمسرفیہ مجاہل قلت ولس فیہم کذاب
ولا وضع ولا متعہ بہ ولا فیہ ما یردہ الشراخ او یجملہ العقل وقد اوردہ السیوطی فی الجامع الصغیر حدیث سوم الحدیثی

عن النبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوة فی العمامة تعدل بعشرة الف حسنة یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کی برابر ہے ہذا ضعیف جدا فیہ ابان متروک واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پٹنہ مسئلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد سلام امام کو بخجوتہ نماز میں داہنے بائیں پھر کے دعا مانگنا چاہیے یا صرف فجر و عصر میں -

الجواب

کسی نماز میں امام کو ہرگز نہ چاہیے کہ رو قبلہ بیٹھا رہے انصراف مطلقاً ضرور ہے صحیح بہ فی الذخیرۃ والحلیۃ وغیرہما البتہ نظر و مغرب و عشا کے بعد دعائیں زیادہ اطالت نہ ہو اور جبکہ معمول مقتدیان ہے کہ تا فراغ دعا پابند امام رہتے ہیں ایسی تطویل کسی مقتدی پر ثقیل ہو مطلقاً منع ہے و تحقیق المسألة فی فتاویٰ الفقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی محلہ ذخیرہ مسئلہ شیخ محمد حسین ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ ہر ایک مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ پر جیسے کہ نماز کا پڑھنا فرض ہے ویسے ہی تہانہ کے معنی اپنی زبان میں یاد کر لینا بھی فرض ہیں پھر وقت نماز کے جو لفظ زبان عربی میں پڑھا جاوے اُس کے معنی بغور دل میں سمجھ لینا بھی فرض ہے پس باوجود طاقت ہونے کے سیکھنے سکھانے میں سستی کرے یا معنی جانتا ہے اور وقت پر بے غوری کرے ایسے شخص کی نماز کا پھل کیا ہوگا دنیا و آخرت میں - بینوا توجروا

الجواب

ان دونوں باتوں سے کچھ فرض نہیں بغیر ان کے بھی سر سے فرض اتر جانے کا پھل حاصل ہے فی الاشبہاء لا تستحب اعادة التلویک الخشوع فی الغمز عن الملتقط قول بعض الزهاد من لم یکن قلبہ فی الصلوة لا یقیمہ لصلواتہ لیس بشیء الا ہاں نماز کا کمال نماز کا نور نماز کی خوبی فہم و تدبر و حضور قلب پر ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از غازی پور محلہ میاں پورہ مسئلہ منشی علی بخش صاحب مھر دفتر جمعی غازی پور ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر فرض پھانچاؤ کے بعد امام کو شمال یا جنوب کی طرف پھر جانا دعا کے واسطے واجب یا مستحب ہے یا نہیں اور سوائے عصر و فجر کے فرض اٹھ سہ گانہ کے بعد اگر نہ پھرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں -

الجواب

بعد سلام قبلہ رو بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے شمال و جنوب و مشرق میں مختار ہے مگر جب کوئی مسبوق اُس کے محاذات میں اگرچہ اپنے حصہ میں نماز پڑھ رہا ہو تو مشرق کو یعنی جانب مقتدیان موخہ ذکر سے بہر حال پھرنا مطلوب ہے اگر نہ پھرا اور قبلہ رو بیٹھا رہا تو مبتلائے کراہت و ناک سنت ہوگا - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - ازادہ نگہ ڈاک خانہ اچھیرہ ضلع اگرہ سولہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان شریف ۱۳۳۳ھ اکثر دیہات میں نماز پڑھ کر جب اُٹھتے ہیں کوناصل کا اُلٹ دیتے ہیں اس کا شرعاً ثبوت ہے یا نہیں۔

الجواب

ابن عساکر نے تاریخ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الشیاطین یستعملون ثیابکم فاذا نزع احدکم ثوبہ فلیطوہ حتی ترجع الیہا ہا سہا فان الشیطان کا یلبس ثوباً مطویاً شیطان تعلم کے پٹے اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو کپڑا اُٹا کر نہ کر دیا کرو کہ اس کا دم راست ہو جائے کہ شیطان تر کیے کپڑے کو نہیں پہنتا معجم اوسط طبرانی کے لفظ یہ ہیں اطووا ثیابکم حتی ترجع الیہا رواحھا فان الشیطان اذا وجد ثوباً مطویاً لم یلبسہ وان وجدہ منشوراً لبسہ کپڑے پھیٹ دیا کرو کہ ان کی جان میں جان آجائے اس لیے کہ شیطان جس کپڑے کو لپٹا ہوا دیکھتا ہے اُسے نہیں پہنتا اور جسے پھیلا ہوا پاتا ہے اُسے پہنتا ہے ابن ابی الدنیاء نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی قال ما من فراش یكون مغروشا لا ینام علیہ احد الا نام علیہ الشیطان جاس کوئی بچھوتا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اُس پر شیطان سوتا ہے ان احادیث سے اُس کی اصل نکل سکتی ہے اور پورا پیٹ دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جڑوہ ضلع میرٹھ مرسلہ یہ صاحب جیلانی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیروں کے نیچے کپڑا نہ ہو اور صرف زانو اور سجدہ کی جگہ ہو تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب

نماز ہو جائے گی اور بہتر اس کا عکس ہے پاؤں کی احتیاط پیشانی سے زیادہ ہے ولہذا اگر انکر کھایا کرتا بچھا کر نماز پڑھے تو چاہیے کہ گریبان کی جانب پاؤں رکھے اور دامنوں پر سجدہ کرے کہ گریبان بہ نسبت دامن احتمال نجاست سے زیادہ دور ہے۔

مسئلہ - ۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کو قبلہ کی طرف دعا مانگنا مطلقاً مکروہ ہے تو اس کی کراہت کا کیا اثر پڑتا چاہیے اور درحالتی کہ دل آدمی سے زیادہ ہوں مقتدی میں سے اگر اخیر صفوں تک کوئی نماز میں نہ ہو بشرط محاذات تو امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو ٹیپہ دکرے لیکن اس صورت میں اگر مقتدیوں کی مقتدیوں کو ٹیپہ ہو تو اس کا کیا جواب ہے اور ایضاً مطلقاً مکروہ کے کیا معنی ہیں بینوا تو جروا

الجواب

کراہت کا اثر ناپسندی اور اُس کا اوسط درجہ اس بات ہے یعنی بُرا کیا اور اعلیٰ درجہ کراہت تحریم اُس کا اثر گنہگار و سختی عذاب ہونا مطلق مکروہ غالباً کراہت تحریم کا افادہ کرتا ہے اور بلکہ خاص یعنی کراہت تنزیہ بھی مستعمل ہوتا ہے مقتدیوں کے لیے شرعاً اتنا مستحب ہے کہ نقص صفوں کریں اور نماز کے بعد اُس انتقام پر بیٹھے رہیں جیسے نماز میں تھے بھر بھی سب کو چھو کر بیٹھنے کا حکم نہیں کہ اُس میں حرج ہے اور مقتدی سب ایک حالت پر شریک نماز ہوئے تھے اُن میں کسی کا آگے پیچھے ہونا کوئی بالخصوص مقصود و مطلوب و لازم نہ تھا بلکہ اتفاقی طور پر

واقع ہوا جو پہلے پہنچ گیا اُس نے پہلی صف میں جگہ پائی اور جو بعد کو پہنچے انھوں نے بعد کی صف میں اگر یہ بعد والے پہلے پہنچتے تو یہی پہلی صف میں ہوتے اور وہ کہ اگلی صف میں ہیں بعد کو آتے تو وہی بعد کی صف میں ہوتے اُن کا بیٹھا ایسا ہے جیسا مجلس کثیر میں لوگوں کا بیٹھا کہ ایک دوسرے کی طرف پٹھہ ہوتی ہے مگر وہ سب ایک حالت میں ہیں قصداً والترائاً اُن میں ایک دوسرے پر تقدم نہیں۔ بخلاف امام کہ وہ بالقصد آگے ہوتا اور انھیں پٹھہ کرتا ہے اور یہی واجب و لازم اور متعین ہے تو اُسے اس قصدی پشت کرنے سے انحراف کا حکم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پہلی بحیثیت مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

حدیث صلاۃ تطوع او فرضیۃ بعمامۃ تعدل خمساً وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ و جمعة بعمامۃ تعدل سبعین جمعة بلا عمامۃ صحابین کے نزدیک موضوع یا ضعیف ہے؟ اور اگر کوئی شخص سبب نفس پروری کے اس حدیث کو موضوع سمجھے اور کتب معتبرہ نقیبہ کی عبارات جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کے ثواب پر دال ہیں مثل علیگیریہ و کنز و فتاویٰ حجب و آداب اللباس مولفہ شیخ محدث دہلوی و قنیہ و غیرہ تسلیم نہ کرے اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعن و طعن کرے اور مفتی علی الاحادیث تصور کرے اور لوگوں کو تباہید اس امر کی کرے کہ عمامہ باندھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور قصداً عمامہ اتروا ڈالے اور عمامہ باندھنے کو باوجود تاکید احادیث ثواب نہ جانے تو وہ شخص قابل الزام شرعی ہوگا یا نہیں جامع الرموز میں الفاظ ذیل کی حدیث ملی ونص عبارۃ ینبغی ان یصلی مع العمامۃ فی الحدیث الصلاۃ بالعمامۃ خیر من سبعین صلاۃ بغیر عمامۃ کما فی المنیۃ اس حدیث کے حال سے بھی آگاہ فرمائیے اور یہ منیہ جس کا حوالہ جامع الرموز نے دیا ہے یہی منیۃ المصلیٰ مروج ہے یا اور کوئی منیہ ہے۔ بینوا و تجروا

الجواب

عمامہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے ولذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسال عذ یعنی شملہ چھوڑنا کہ اُس کی فرع اور سنت غیر محکمہ ہے یہاں تک کہ برقاۃ میں فرمایا قد ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرخی عمامۃ احیاناً بین کتفیه و احیاناً ینلبس العمامۃ من غیر علامۃ ففعل ان الاتمان بكل واحد من تلك الامور سنة اس کے ساتھ استہزاء کو کفر ٹھہرایا کما نص علیہ الفقہاء الکرام و اموراً بمنزک۔ حدیث يستهزئ به العوام کیلایقعو فی الهلاک بسوء الکلام تو عمامہ کہ سنت لازمہ والمذہب ہے یہاں تک کہ علمائے خالی ٹوپی پہنے کو مشرکین کی وضع قرار دیا اور حدیث آتی رکنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر حمل کیا علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا لہم یدوان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبس القلنسۃ بغیر العمامۃ فیتعین ان یکون هذا زی المشترکین یعنی اصلاً مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے اُسی میں بعد ذکر بعض احادیث تفصیل عمامہ ہے ہذا اکلہ بدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقاً نعم مع القلنسۃ افضل و لبسها وحدها مخالفت للسنۃ کیف وھی زی الکفرۃ و کذا المبتدعۃ فی بعض البلدان یعنی ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ بے ٹوپی ہوں یا ٹوپی کے ساتھ افضل ہے

اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیونکہ نہ ہو کہ وہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے اس کا انکار کس درجہ اشد و اکبر ہوگا اُس کا سنت ہونا متواتر ہے اور سنت متواترہ کا استحکاف کفر ہے و جیز کر درمی پھر نہ الفائق پھر ردالمحتار میں ہے لولہ یہ السنۃ حقا کفر لاناہ استحقاق عمامہ کی فضیلت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں بعض اُن سے کہ اس وقت پیش نظر ہیں مذکور ہوئی ہیں حدیث اول سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں فوق ما بیننا و بین المشرکین العمامۃ علی القلائس ہمیں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں علامہ مناوی تیسرے شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں فالمسلمون یلبسون القلنسۃ و فوقھا العمامۃ اما لبس القلنسۃ و حدها فری المشرکین فالعمامۃ سنۃ مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ سنت ہے یہی حدیث باوردی نے ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا العمامۃ علی القلنسۃ فصل ما بیننا و بین المشرکین یعطی بکل کورۃ ید و رہا علی راسہ نوراً ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر چہ کہ مسلمان اپنے سر پر لٹے گا اُس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا حدیث ۲ و ۳ قضاعی شہاب میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اور دلی سند الفردوس میں مولیٰ علی و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العمامۃ تیجان العرب عمامے عرب کے تاج ہیں حدیث ۴ سند الفردوس میں انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العمامۃ تیجان العرب فاذا وضعوا العمامۃ وضعوا عزمہم و فی لفظ وضع اللہ عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں تو اپنی عزت اُتار دیں گے حدیث ۵ ابن عدی امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایوا المساجد حساً و معصبین فان العمامۃ تیجان المسلمین مسجدوں میں حاضر ہو کر سر پہننا اور عمامے باندھنے اس لیے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں حدیث ۶ طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعتموا تزادوا و احملوا عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا صحیح الحاکم حدیث ۷ ابن عدی کامل و بیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعتموا تزادوا و احملوا العمامۃ تیجان العرب عمامہ باندھو و قار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں و روی عنہ الطبرانی صمدہ و اشار المناوی الی تقویۃ حدیث ۸ دلی عز بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ان اسلم حصین فعنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العمامۃ و قار العؤمن و عز العرب فاذا وضعت العرب عمامتہا وضعت عزہا عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عرب عمامے اُتار دیں اپنی عزت اُتار دیں گے حدیث ۹ وہی رکاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تزال امتی علی الفطرۃ ما لبسوا العمامۃ علی القلائس میری امت ہمیشہ دین حق پر ہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں حدیث ۱۰ ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد طیالسی و ابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ امدنی یوم ید و حنین بملئکۃ یعمتون هذه العمامۃ حاجزۃ بین الکفر و الایمان بیشک اللہ عز و جل نے بدر و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے

میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بیشک عمامہ کفر و ایمان میں فارق ہے حدیث ۱۱ دہلی مسند الفردوس میں عبد اللہ اعلیٰ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہکذا فاعتموا فان العمامۃ سیماۃ الاسلام وہی حاجزۃ بین المسلمین والمشرکین اسی طرح عمامے باندھو کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے حدیث ۱۲ ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ہکذا اتکون تیجان الملئکۃ فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں حدیث ۱۳ و ۱۴ طبرانی کبیر میں عبد اللہ بن عمر اور بہیقی شعب میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بالعمائم فاھا سیماۃ الملئکۃ واذخوها خلف ظہورکم عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعا ہیں اور ان کے شعلے اپنے پس پشت چھوڑو حدیث ۱۵ ابو عبد اللہ محمد بن وضاح فضل لباس العمام میں خالد بن معدان سے مرسل راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ تعالیٰ اکرم هذه الامة بالعصائب الحدیث بیشک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا حدیث ۱۶ بہیقی شعب الایمان میں انھیں سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم عمامے باندھو اگلی امتوں یعنی یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو کہ وہ عمامہ نہیں باندھتے حدیث ۱۷ ابی حاتم طبرانی میں ہے حدیثنا محمد بن عبد اللہ الخضر عنی حدیثنا العلاء بن عمرو والحنفی حدیثنا ایوب بن مدرک عن مکیحول عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملئکتہ یصلون علی اصحاب العمام یوم الجمعۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے عمامہ والوں پر حدیث ۱۸ دہلی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلوۃ فی العمامۃ تعدل بعشر الاث حسنۃ عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے فیہ ابان حدیث ۱۹ راہنہ رمزی کتاب الامتال میں ماذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العمامۃ تیجان العرب فاعتموا تزادوا واحلما ومن اعتم فلہ بکل کور حسنۃ فاذا حط فلہ بکل حطۃ حطھا خطیئۃ عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامہ باندھو تمھارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اُس کے لیے ہر نیچ پر ایک نیکی ہے اور جب (بلا ضرورت یا ترک کے قصد پر) اُتائے تو ہر نیچ پر ایک خطا ہے یا جب (بضرورت بلا قصد ترک بلکہ بارادۃ معاودت) اُتارے تو ہر نیچ اُتارنے پر ایک گناہ اُترے دونوں معنی ممکن ہیں واللہ تعالیٰ اعلم والحدیث اشدا ضعفا فیہ ثلثۃ متروکون متعمون عمرو بن الحصین عن ابی علائۃ عن نویر حدیث ۲۰ مسند الفردوس میں جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رکعتان بعمامۃ خیر من سبعین رکعۃ بلا عمامۃ۔ عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں یہی حدیث مذکور سوال اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن النجار نے تاریخ بغداد اور دہلی نے مسند الفردوس میں بطریق عدیدہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسیٰ بن یونس حدیثنا العباس بن کثیر ح والدہ بلی بطریق الحسن بن اسحق العجلی حدیثنا اسحق بن یعقوب القطان حدیثنا سفین بن زیا دالمخرمی حدیثنا العباس بن کثیر القریشی حدیثنا یزید بن

ابی حبیب عن میمون بن مهران قال دخلت علی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا خبرک بحديث تحبہ وتحملة عنی وتحدث بہ قلت بلی قال دخلت علی ابی عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما وهو یعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامة قلت بلی قال احبها تکرماً ولا یراک الشیطان الاولی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول صلاة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمساً وعشرين صلاة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة ای بنی اعمرو فان المسلمة یشهدون یوم الجمعة معتمین فیسلمون علی اهل العمامة حتی تغیب الشمس یعنی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کر کے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو میں نے عرض کی کیوں نہیں فرمایا اُسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیرے گا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز نفل خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جموں کی برابر ہے پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھتے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں اُس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متهم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متهم بالكذاب نہ اُس میں عقل یا نقل کی اصلا مخالفت لاجرم اُسے امام جلیل خاتم الحفاظ جلال المسلمة والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد کیا ترک القشرا واخذت اللباب وصنعت عمامة تقربہ وضاع او کذاب میں نے اس کتاب میں پوسٹ چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اُسے ہر ایسی حدیث سے بچایا جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے اما ابن النجار فاخرجه من طریق محمد بن مہدی المروزی ابن ابی البشیر بن سيار الرقی حدثنا العباس بن کثیر الرقی عن یزید بن حبیب قال قال لی مہدی بن میمون دخلت علی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وهو یعمم فقال لی یا ابا ایوب الا حدیثک بحديث تحبہ وتحملة وترویہ فذكر مثله وقال لا یزولون یصلون علی اصحاب العمامة حتی تغیب الشمس قال الحافظ فی اللسان هذا حدیث منکر بل موضوع ولما راہ للعباس بن کثیر ذکرہ فی الغرباء لابن یونس ولا فی ذیلہ لابن الطحان واما ابوالبشر بن سمار فلم ینکرہ ابواحمد الحاکم فی الکنی وما عرفت محمد بن مہدی المروزی ولا مہدی بن میمون الراوی لهذا الحدیث من سالم وليس هو البصري المخرج فی الصحیحین ولا ادری ممن لا فہ اما قول رحمہ اللہ الحافظ من این یا تہیہ الوضع وليس فیہ ما یحیلہ عقل ولا شرع ولا فی سندہ وضاع ولا کذاب ولا متهم ومجروح جمل الراوی لا یقضي بالسقوط حتی لا یصلہ التمسک بہ فی الفضائل فضلاً عن الوضع ولما اورد الحافظ ابوالفرج ابن الجوزی حدیث قزعة بن سوید عن عاصم بن مفضل عن ابی الاشتفت الصنعانی عن شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرة لم تقبل له صلاة ثلاث الليلة فی الموضوعات واعلم بان عاصم فی عداد المجهولين وقزعة قال احمد مضطرب الحدیث وقال ابن حبان کان کثیر الخطاء فاحش الوهم فلما کثر ذلك فی روايته سقط الاحتجاج بہا قال الحافظ

نفسہ فی القول المسدد لیس فی شیء من هذا اما یقضى علی هذا الحدیث بالوضع الخ ولما حکم ابن الجوزی علی حدیث ابی عقال عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العسقلان احد العرو سین یبعث منها یوم القیامۃ سبعون الفالاحساب یتیمرو یتعجب منها خمسون الفاشہداء وفودا الی اللہ عز وجل وبھا صفون الشہداء رؤسہم مقطعة فی ایدیم تیج اودا جھرم و ما یقولون ربنا و اتنا ما وعدتنا علی رساک ولا تخزنا یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد فیقول صدق عبیدی اغسلوہم بخر البیضۃ فیخرجون منها نقاة بیضا فیسرحون فی الجنة حیث شاءوا بالوضع محتجا بان جمیع طوقہ تدور علی ابی عقال واسمہ ہلال بن زید بن زید بن یسار قال ابن حبان یروی عن انس اشیاء موضوعۃ ما حدث بها انس قط لا یجوز الا احتجاج بہ بحال او قال الذہبی فی المیزان باطل قال الحافظ نفسہ فیہ وهو فی فضائل الاعمال والتقریض علی الباطل فی سبیل اللہ و لیس فیہ ما یحیلہ الشرع ولا العقل فالحکم علیہ بالبطلان بجمود کونہ من روایۃ ابی عقال لا یتجہ وطریقۃ الامام احمد معروفۃ فی السامع فی روایۃ احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام فلیت شعری لم لا یقال مثل هذا فی حدیث العمامة مع انه ایضا فی فضائل الاعمال والتقریض علی التأدب فی حضرۃ کما للہ و لیس فیہ ما یحیلہ الشرع ولا العقل بل ولا فیہ احدی بروایۃ الموضوعات کابی عقال فکیف یتجہ الحکم علیہ بالبطلان بل الوضع بجمود کونہ بعض روایۃ ممن لم یعرفہم الحافظ اولم ینکرہم فلان وفلان علان مہدی بن صیون عنہ دی و ہم من بعض رواۃ ابن النجار لان عیسی بن یونس عنہ ابی نعیم وسفین بن زیاد عنہ الدیلمی انما یرویا نہ عن العباس عن یزید عن میمون بن مہران کما تقدم و میمون هو ابو ایوب الجوزی الرقی ثقۃ فقیہ من رجال مسلم والاربعة کما قالہ الحافظ فی التقریب لا جرم لم یمنع کلام الحافظ ہذا خاتم الحافظ السیوطی عن ایرادہ فیما وعدہ بتزکیہ عن الموضوع اما قول تلمیذہ الحافظ السخاوی حدیث صلاۃ بخاتم تعدل سبعین صلاۃ بغير خاتمہ هو موضوع کما قال شیخنا وکن اما رواۃ الدیلمی عن حدیث ابن عمر مرفوعا بلفظ صلاۃ بعمامة الحدیث المذکور ومن حدیث انس مرفوعا الصلاۃ فی العمامة تعدل بعشرۃ الاف حسنة اھ فلم ینکر وجہہ واما تبع شیخہ وقد علمت ما فیہ وکن احدیث انس انما فیہ ابان متروک وترك الراوی لا یقضى بوضع الحدیث کما بیئتہ فی الھاد الکاف فی حکم الضعاف واللہ تعالیٰ اعلم جاہل اگر حدیث کو محض بہوائے نفس موضوع کہے واجب التقریر ہے اور کتب معتدۃ فقہیہ کو نہ ماننا جہالت و ضلالت اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعنت کا اطلاق خود اس کے لیے سخت آفت کہ حکم احادیث صحیح جو لعنت غیر سختی پر کی جاتی ہے کرنے والے پر پلٹ آتی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کے عمائے قصداً اُتر دینا اور اُسے ثواب شیعانہ قریب ہے کہ ضروریات دین کے انکار اور سنت قطعیہ تواتر کے استغنائے کی حد تک پہنچے ایسے شخص پر فرض ہے کہ اپنی ان حرکات سے توبہ کرے اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی عورت کے ساتھ تجدید نکاح کرے حدیث کہ جامع رموز میں ہے۔ حدیث بستم مذکور کے قریب قریب ہے۔ اور تعدیل بقصد تحدید نہ تو اسی کی نقل یا معنی۔ یعنی منینۃ مہمل نہیں بلکہ فخر الدین بدیع ابن ابی منصور عراقی استاد زاہدی کی منینۃ الفقہا جس کی تخیض فنیہ ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کاستنج محلہ ناتھورام گلی چرامن مرسلہ محمد مصطفیٰ ۲۶ شعبان ۱۳۳۳ھ

عالم نبیل فاضل جلیل وفقہ الشہ اجلیل بمتابعہ سید الانبیاء صاحب الکوثرد السبیل السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معروض خدمت ہے کہ

قبل اس کے ایک عریضہ دربارہ حصول فتویٰ مسئلہ ذیل روانہ کیا تھا جواب سے مشرف نہیں ہوا منہم ہوں امید کرتا ہوں کہ امر حق ظاہر کرنے میں توقف نہ فرمائیے گا اور بندہ کے استقامت و حسن خانہ کی واسطے داعی بدرگاہ خدا ہو جیسے گا۔ مسئلہ پاک (جس کی طہارت میں قطعی یقین حاصل ہو جیسے نیا) جو تاہن کر کوئی سی نماز داخل یا فرائض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں فقہ و حدیث کی مطولات کا حوالہ دیتی بہت بڑی

الجواب

جناب من و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس سے پہلے کا گنج سے یہ سوال بصورت دیگر مرسل عباد اللہ خدا کا آیا اور جواب گیا اب اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر جتا بالکل غیر استعمالی ہو کہ صرف مسجد کے اندر پہنا جائے اور پتہ اتنا سخت نہ ہو کہ سجدہ میں انگلیوں کی پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے تو اس سے نماز میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے اور یہی امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی سنت ہے کہ دو جوتے رکھتے ایک راہ میں پہنتے اور جب کنارہ مسجد پر آتے اُسے اتار کر غیر استعمالی کو پہن لیتے اور اگر استعمالی ہو تو اُسے پہن کر مسجد میں جانا بے ادبی ہے اور غیر مسجد میں بھی نماز میں اتار دیا جائے اور اگر پتہ اتنا سخت ہے کہ کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے گا تو نماز ہی نہ ہوگی کماحقہ قنہ فی فتاؤنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از رام نگر ضلع نمنی تال مرسل عنایت اللہ خاں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

قبلہ و کعبہ دارین دام ظلم کلمہ طیبہ شریف جب ورد کر کے پڑھا جائے تو اس میں ہر جگہ پر جب نام نامی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آوے ورد پڑھنا چاہیے یا ایک مرتبہ جبکہ وہ جلسہ ختم کرے۔ بینوا تو جروا

الجواب

جواب مسئلہ سے پہلے ایک بہت ضروری مسئلہ معلوم کیجیے سوال میں نام پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بجائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلعم لکھا ہے یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی صلعم کوئی ۳ اور یہ سب بیہودہ و مکروہ و سخت ناپسند و موجب محرومی شدید ہے اس سے بہت سخت احتراز چاہیے اگر تحریر میں ہزار جگہ نام پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے ہر جگہ پورا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علما نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے علاوہ طحاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں ویکرہ الرمز بالصلوة والتوضی بالکتابۃ بل یکتب ذاک کلہ بکمالہ فی بعض المواضع من التتارخانیۃ من کتبہ علیہ السلام بالہمزۃ والمیہ بکفر لا نہ تخفیف وتخفیف الانبیاء کفر بلا شک ولعلہ ان صح العقل فهو مقید بقصد والا فالظاہر انہ لیس بکفر وکون لازم الکفر کفر بعد تسلیم کونہ مذہبا مختارا محله اذا کان اللزوم بینا نعم الا حقیاط فی الاحتراز عن الایہام والشبہۃ۔ اب جواب مسئلہ لیجیے نام پاک حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلف جلسوں میں جتنے بار لے یا سنے ہر بار ورد شریف پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا اور سخت سخت وعیدوں میں گرفتار ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نام پاک لیا یا سنا تو ہر بار واجب ہے یا ایک بار کافی اور ہر بار مستحب ہے بہت علما قول اول کی طرف گئے اُن کے نزدیک تو ایک جلسہ میں ہزار بار کلمہ شریف پڑھے تو ہر بار ورد شریف بھی پڑھنا جائے

اگر ایک بار بھی چھوڑا گنگنا رہا مجتنبہ و درمختار وغیرہ میں اسی قول کو مختار و اصح کہا فی الدال المختار اختلف فی وجوبها علی السامع والذکر کما ذکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والمختار تکرار الوجوب کما ذکرہ لو اتحد المجلس فی الاصح او بتلخیص دیگر عمل نے نظر آسانی امت قول دوم اختیار کیا ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ایک بار درود ادا کرے واجب کے لیے کفایت کرے گا زیادہ کے ترک سے گنگنا نہ ہوگا مگر ثواب عظیم و فضل جسیم سے بیشک محروم رہا کافی وقینہ وغیرہ میں اسی قول کی تصحیح کی فی رد المحتار صحیح الزاہدی فی المجتنبہ لکن صحیح فی الکافی وجوب الصلاة مرة فی کل مجلس کسجود التلاوة للمحج الا انه یندب تکرار الصلاة فی المجلس الواحد بخلاف السجود فی القنیتہ قیل ینفی فی المجلس مرة کسجدة التلاوة وبہ یفتی وقد جوزہ بهذا القول المحقق ابن الہمام فی زاد الفقیر اھ ملنقطا بہر حال مناسب یہی ہے کہ ہر بار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی رحمتیں برکتیں ہیں اور نہ کرنے میں بلاشبہ بڑے فضل سے محرومی اور ایک مذہب قوی پر گناہ و معصیت عاقل کا کام نہیں کہ اسے ترک کرے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ - ۶، جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وظیفہ پڑھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا یہ جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا تو جبر و

الجواب

جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے فاسق و فاجر مرتکب کبار ہے اس کا وظیفہ اس کے مونہ پر مارا جائے گا ایسوں ہی کو حدیث میں فرمایا رب تالی القرآن والقراء ان یلعنہ بہیرے قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

مسئلہ - از ملک بنگالہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نعمہ و فضلی علی رسولہ الکریم رجی می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ در ملک بنگالہ یک گروہ نوپیداشدہ کہ اس را جہاد می گویند و ایشان یک شاخ غیر مقلدین اند لیکن ازاں طائفہ در چند امور زائد اندیکے اینکه می گویند کہ بعد نماز مناجات خواستن درست نیست بلکہ نسبت بدعتش می کنند علم فقہ و اصول وغیرہ ایں قوم تسلیم نمی کنند بلکہ دشنام می ہند و بخش نامنرا می گویند و می گویند کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گاہے دعا نہ کردہ پس اگر ایشان از قرآن شریف و صحاح ستہ استخراج مسائل کردہ فرستند نہایت خوب خواهد شد۔ والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد اللہ اللہم یا عظیم صل علی نبیک الکریم و آلہ و صحبہ اولی انت کریم و مجتہدی دینہ القویم امین الحمد للہ سلسلہ سخن درازست و فیض الہی باز خامہ اگر بتفصیل گراید ہماناں نامہ گروہ آور دن باید لاجرم ایک آیت ہفت حدیث بسندہ می نماید آیت قال اللہ عزوجل فاذا فرغت فانصب والی دیک فارغب ہ قول اصح تفسیر کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ست کہ فراغ فراغ از نماز و نصب نصب در دعاست یعنی چل

از نماز فارغ شوی در دعا حمد و شحنت نما و بسوی پروردگار خود براری و تضرع گرا فی تفسیر الجلالین فاذا فرغت من الصلاة فاقب
 اقب فی الدعاء والی ربك فارغب تضرع ہمد خطبہ اوست ہذا تکملۃ تفسیر الامام جلال الدین المحلی علی منطہ من الاعتقاد
 علی ارجح الاقوال وترك التطویل بذکوا قال غیر مرضیۃ اہ ملخصا علامہ زرقانی در شرح مواہب لدنیہ فرماید ہوا الصحیح فقد
 اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال حدیث اول مسلم ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و احمد و دارمی
 و یزار و طبرانی و ابن السنی ہر ہمہ از ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولاے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کنند قال
 کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا انصرف من صلاتہ استغفر ثلاثا وقال اللہم انت السلام ومنک السلام فبارک
 یا ذا الجلال والاکرام یعنی چون حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین از نماز برگشتے و سلام دادے سہ بار از حق سبحانہ
 و تعالیٰ مغفرت خواستے و این دعا گفتے خدا یا توئی سلام (کہ پیچ عیب و منفعتے را گرد مسرا پر دہ عز و جلال تو بار نیست) و از دست سلام
 (کہ سلامت ما بندگان از ہمہ آفات و بطیات ہمیں بقدرت و ارادت و لطف رحمت تست) برکت و عظمت مرزا است لے صاحب
 بزرگی و بزرگی دہے یا رب گمراہ حدیث در صحاح مشہور و متداول نیست یا از خدا طلب مغفرت و سوال سلامت دعا نباشد آری جمل
 بلا نیست نہ سہل و چون مرکب شود دواے ندارد و العیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ حدیث دوم و سوم و چہارم بخاری و مسلم و ابو داؤد
 و نسائی و ابوبکر ابن اسنی و ابوالقاسم طبرانی از مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و یزار و طبرانی از عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما و نیز یزار از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کنند و ہذا حدیث المغیرۃ و اللفظ للنسائی قال کتب معویۃ
 الی مغیرۃ بن شعبۃ اخبرنی بشئ سمعته من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم اذا قضی الصلاۃ قال لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد و هو علی کل شئ قدیر اللہم لا مانع لہما
 اعطیت ولا معطى لہما صنعت ولا ینفع ذالجد منک المجد یعنی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ را
 نوشت کہ مرا آگاہی دہ بچیزے کہ از رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شنیدہ باشی مغیرہ گفت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چون نماز
 ختم نمودے چنان فرمودے پیچیں سزاے پرستش نیست جز خداے یکتاے بے ہمتا مرا در است پادشاہی و مرا در است ستایش و او بہر جہ کہ خواہ
 تو است خدا یا پیچ باز دارندہ نیست چیزے را کہ تو دہی و پیچ دہندہ نیست چیزے را کہ تو باز داری و سودمند خداوند بخت و دولت را از تو در
 عذاب تو آن بخت و دولتش اللہم لا مانع لہما اعطیت الخ اگر دعا نیست آخر چیست بکہ لہ الحمد خود بہترین دعاست ترمذی و نسائی و ابن
 حبان و حاکم اول تجسین و آخر تصحیح از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آورند کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ افضل الذکر
 لا الہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ بہترین ذکر لا الہ الا اللہ و بہترین دعا الحمد للہ گفتن ست حدیث پنجم در سنن نسائی از عطاء ابن
 ابی مروان از پدرش مروی است ان کعبا حلف لہ باللہ الذی فلق الجولوسی انا لنجد فی التوراة ان داؤد بنی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کان اذا انصرف من صلاتہ قال اللہم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمة و اصلح لی دنیاى الذی جعلت فیہا معاشی اللہم
 انی اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بعبودک من فقتک و اعوذ بک منک لا مانع لہما اعطیت ولا معطى لہما صنعت ولا ینفع

ذالجد منك الجد قال وحدثنی كعب ان صعبا حدثه ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كان يقول من عند انصرافه من الصلاة یعنی كعب اجار پیش ابی مروان بجلت گفت کہ سوگند بخدا نیکو دریا را بر موسی علیہ الصلاۃ والسلام شکافت ہر آنکہ ما بتوریت مقدس می یابیم کہ داؤد بنی اللہ علیہ الصلاۃ والسلام چون نماز بر گشتے این دعا کردی الہی بیار ابر من دین مرا کہ اورا پناہ من کردی و بیار ابر من دنیاے مرا کہ در و سامان زندگی من بنادہ خدا یا پناہ می برم بخوشنودی تو از خشم تو و پناہ می برم (و این جا کلمہ گفت کہ معنیش چنین باشد) بہ درگشتن تو از سخت گرفتن تو و پناہ می برم تو از تو بیج باز دارندہ نیست دادہ ترا و نہ دہندہ باز داشتہ ترا و سود نکند بخور را از تو بخت او ابو مروان گوید کعب بن حدیث گفت کہ صیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورا تحدیث کرد و خبر داد کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز این دعا دم بر گشتن از نماز میکرد حدیث ششم در صحیح مسلم از براہ بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت است گفت کما اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجبتنا ان نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجہہ قال فسمعتہ یقول رب قنی عذابک یوم تبعث او تجمع عبادک بودیم کہ چون پس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازی گزار دیم دوست می داشتیم کہ از دست راست او باشیم تا پس از سلام دادن روئے مبارک بسوئے ما کند پس شنیدم اورا کہ می گفت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پروردگار من گاہدار مرا از عذاب خودت روزیکہ براگیری یا فرمود گرد آری بندگان خود را حدیث ہفتم بر اثر درسند و طبرانی در معجم اوسط و ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ و خطیب بغدادی در تاریخ از انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت دارند کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا صلی و فرغ من صلاۃ مسح یمینہ علی راسہ وقال بسم اللہ الذی لا الہ الا هو الرحمن الرحیم اللہم اذهب عنی الہم والحزن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چون از نماز فارغ شدی دست راست بر سر مبارک خودش سوسوے و این دعا نمودے بنام خدا نیکو جزا دہی یکس سزائے پرستیدن نیست بخشاید ہر آن خدا یا پریشانی و غم از من دور کن طرفہ تر آنکہ این ہوشندان را از قول امام وقت و مجتہد العصر و صاحب الزمان خودشان خبرے نیست تا بد برکات لطیف و ادراک دلائل چہ رسد مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نہ ہمیں در ثبوت دعا بلکہ در اثبات رفع یدین از برائے دعا بعد از نماز قوائے نشت امام ایناں میاں نذر حسین دہلوی کہ بر قولش ایمان آورده الہ دین خدا را بجوئے فخر ند و فقہ و فقہا را دشنام دہند تصدیق و تائید او کرد حدیثی عجیب لکھنوی آئندہ بود حدیثی دیگر این کس افز و فتویٰ اینست چہ می فرمایند علمائے دین نذرین شد کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول الہ دیا دست ہر چند فقہا مستحق می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز دارد درین خصوص ہم حدیثی واردست یا نہ بینوا تو جروا ۱۰ ہوا المصوب درین خصوص نیز حدیثی واردست حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحق ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ می نویسند حدثنی احمد بن الحسن حدثننا ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالیسی حدثننا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرظی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال ما من عبد بسط کفہ فی دبر کل صلاۃ ثم یقول اللہم الہی والہ ابراہیم واسحق و یعقوب والہ جبرئیل و میکائیل واسرائیل استلمک ان قسیتب دعوتی فانی مضطر و تعصمی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسک بالاکان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یرددہ یہ خائبتمین واللہ تعالیٰ اعلم ابو الحسنات محمد عبدالحی حاصل این حدیث کہ

حدیث ہشتم باشد آنت کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است را دعائے می آموزد کہ ہر کہ بعد ہر نماز ہر دو دست خود برداشتہ
 این دعا کند بر حضرت حق جل و علا حق باشد دستائے او را نوید باز نگردد باز تصدیق امام الطائفہ خود بنید می سراید الجواب صحیح و یویدہ
 مارواہ ابو بکر بن ابی شیبہ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 المنجرجل سلم انصرف و رفع یدیه در دعا الحدیث فثبت بعد الصلاۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء واسوۃ
 الاقبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما لا یخفی علی العلما لاذکیاء سید محمد زحیرین لیکن این حدیث ہم کہ ابو بکر بن ابی شیبہ در
 مصنف از اسود عامری از پدر ادنی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ است کہ من با حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز فجر گزاردم چون سلام
 داد برگشت و ہر دو دست پاک برداشتہ دعا فرمود امام ایناں گوید کہ پس خود از سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد نماز فریضہ دست بہر دعا
 برداشتن ثبوت پیوست چنانکہ بر علمائے اذکیا پوشیدہ نیست من میگویم مگر بختمدین بغیا شمارا درماں چسیت الحمد للہ کفی اللہ اہل السنۃ
 القتالی ہفت حدیث را وعدہ کردیم و بجا آوردیم کہ ہفت از افضل اعداد بود حالا بتقریب ذکر این فتویٰ دو حدیث دیگر مذکور شد می خواہم
 کہ حدیث دیگر خوانیم و عدد بثلث عشرۃ کاملہ رسانیم و باللہ التوفیق حدیث دہم امام احمد در سند و نسائی در مختل و ابن حبان در صحیح
 از حارث بن سلم و ابو داؤد در سنن از پدرش سلم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ و هو الصواب کما افادہ الحافظ المنذری فی الترغیب روایت
 کنند سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرا و را فرمود اذا صلیت الصبح فقل قبل ان تکلم احدا من الناس اللهم اجرنی من النار سبع
 مرات فانک ان مت من یومک ذلک کتب اللہ لک جوارا من النار و اذا صلیت المغرب فقل قبل ان تکلم احدا من الناس اللهم
 اجرنی من النار سبع مرات فانک ان مت من لیلتک کتب اللہ لک جوارا من النار چون نماز بامداد ادا کنی پیش از آنکہ با کسی سخن گوی
 ہفت بار این دعا کن خدا یار از دوزخ پناہ دہ کہ اگر آں روز میری حق جل و علا برائے تو پناہ از دوزخ نویسد و چون نماز شام گزار می
 بچنان کن اگر آں شب میری بچنان شود اللهم اجرنا من النار برحمتک یا عزیز یا غفار و صلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ المختار و آلہ الاطہار
 و بارک و سلم و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ندی پارتی علاقہ ریاست گوالیار گوتا باور ریوے ڈاکخانہ ندی مذکور مرسلید کرامت علی صاحب محمد منشی محمد امین صاحب
 ٹھیکہ دار ریوے مذکور ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت جناب مولانا و مرشد نامولوی محمد احمد رضا خاں صاحب دام اقبالہ السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند
 ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں۔ وظیفہ یادزد شریف باواز بلند پڑھنا درست ہے یا
 نہیں ان معاملات میں کچھ شبہ ہے اور کچھ دلیل بھی ہوئی ہے لہذا دریافت کی ضرورت ہوئی۔

الجواب

کرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باواز نہ پڑھا جائے جبکہ اُس کے باعث کسی نمازی یا سوتے
 یا مریض کی ایذا ہو یا ریائے کاندیشہ اور اگر کوئی مضرہ نہ موجود ہو نہ منظون تو عند التحقیق کوئی حرج نہیں تاہم انھا افضل ہے لہذا

فی الحدیث خیر الذکر الخفی - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - از میرٹھ دفتر طلسمی پریس مسئلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۳ رمضان ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ادھر کے لوگ صبح اور عصر میں بعد سلام اول تسبیحات پڑھ کر دعائے مانگتے ہیں اور وہاں بعد سلام فوراً دعا ان میں کونسا طریقہ سنت ہے اور کیا ثبوت ہے -

الجواب

نازک کے بعد دعائے ثابت ہے اور تسبیح حضرت بول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی صحیح حدیثوں میں آئی ہے صبح اور عصر کے بعد سنتیں نہیں اُن کے بعد ذکر طویل کا موقع ہے مگر مسلمانوں میں رسم یہ پڑ گئی ہے اور ضرور محمود ہے کہ بعد سلام امام کے ساتھ دعائے مانگتے ہیں اور اگر وہ دعائیں دیکر مئے منتظر رہتے ہیں اُن کے ساتھ دعائے مانگنے کے بعد متفرق ہوتے ہیں اس حالت میں تسبیحات کی تقدیم اگر خوب تحقیق ثابت ہو کہ اُن میں کسی ایک فرد پر بھی ثقیل نہ ہوگی تو کچھ حرج نہیں ورنہ یہی طریقہ بہتر ہے کہ خفیف دعائے مانگ کر فارغ کر دے پھر جس کے جہی میں آئے تسبیحات میں شامل رہے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از رامپور چکل کون ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیز یہ مسئلہ سید مغیض الرحمن ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ
درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی مطلقاً ناجائز ہے یا جواز مع الکراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی -

الجواب

درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ رپا ہو نہ کسی نازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی مصلحت شرعیہ کا خلاف ہو یہیں درود شریف بھی جہراً جائز و مستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کہ قرات حدیث و ذکر نام اقدس میں سلفاً خلفاً تمام ائمہ و علما و مسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی آواز سے کہتے ہیں حقیقی آواز سے قرات حدیث و کلام کر رہے ہیں اور یہ جہر ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی محلہ بہاری پور جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲۷ صفر المنظر ۱۳۳۳ھ
جس فرض کے بعد سنت ہے اُس کے فرض کے بعد مناجات کرنا درست ہے یا نہیں یا بغیر مناجات کے سنت ادا کرے یا مختصر مناجات کے بعد سنت شروع کرے دلیل حدیث یا فقہ کی کتاب سے مع عبارت ہونی چاہیے مع نشان باب و نام کتاب - بینوا توجروا

الجواب

جائز و درست تو مطلقاً ہے مگر فصل طویل کردہ تنزیہی و خلاف اولیٰ ہے اور فصل قلیل میں اصلاً حرج نہیں در مختار فصل صفة الصلاة میں ہے بیکرہ تاخیر السنة لا یقصد الا بعد العزائم السلام الخ قال الحلواني لا یاس بالفصل بالاوراد واختاره الکمال قال الحلبي ان یزید بالکراهة التزییعیة ارتفع الخلاف قلت وفي حفظی حمله علی القلة فتح القدر میں ہے قول الحلواني لا یاس المشهور هي هذه العبادة کون خلافه لولی فكان معناها ان الا ولی ان لا یقرأ (۱) الا واد) قبل السنة ولو فعل لا یاس اه مختصراً فقوله ثم قال وتبعه علی ذلك تلخیصه فی الحلیة قال فتمثل الکراهة علی التزییعیة لصمد دلیل التحریمیة حتی لو صلاها بعد الاوراد تقع

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ عزوجل اس کا دل اُٹ دے۔

ہاں اگر خارج نماز ہے کہ ایک سورت پڑھ لی پھر خیال آیا کہ دوسری سورت پڑھوں وہ پڑھ لی اور یہ اس سے اوپر کی تھی تو اس میں حرج نہیں۔ یا مثلاً حدیث میں شب کے وقت چار سورتیں پڑھنے کا ارشاد ہوا ہے یسین شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح کو بخشنا ہوا اُٹھے گا۔ سورہ دخان شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح اس حالت میں اُٹھے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہوں گے۔ سورہ واقعہ شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا۔ محتاجی اس کے پاس نہ آئے گی۔ سورہ تبارک الذی شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

ان سورتوں کی ترتیب یہی ہے۔ مگر اس غرض کے لیے پڑھنے والا چار سورتیں متفرق پڑھنا چاہتا ہے کہ ہر ایک مستقل جدا عمل ہے۔ اسے اختیار ہے جس کو چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے پڑھے۔ امام نے سورتیں بے ترتیبی سے سوا پڑھیں تو کچھ حرج نہیں۔ قصداً پڑھیں تو گنہگار ہوا۔ نماز میں کچھ خلل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام والحکم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت سورہ فاتحہ یا اور کسی سورت کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

مذہب حنفیہ در بارہ قرأت مقتدی عدم اباحت ذکر اہم تحریر ہے۔ نماز سری میں روایت استحباب کہ حضرت امام محمد بن شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف نسبت کی گئی محض ضعیف کما بسط المحقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولانا کمال الملک والدین محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کما قالہ فی الدار المختار خود تصانیف امام محمد میں جا بجا عدم جواز مصرح آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور اسی پر عامہ حدیث و اخبار دار و اور فرمایا ایک جماعت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قرأت مقتدی کو مفید ناکہنتی ہے اور اقوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔ موطائیں بہت آثار روایت فرمائے جن سے عدم جواز ثابت قالہ الشیخ المحقق مولانا عبدالحی المحدث الدہلوی قدس اللہ تعالیٰ سرک العزیز فی اللغات باین ہم خلاف تصریحات امام ایک روایت مروجہ مجروحہ سے نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرأت ان کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل و وہم عاقل۔ ہمارے علمائے مجتہدین بالاتفاق عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ و تابعین کا ہے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ امام علامہ برہان الملک والدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دعویٰ اجراع صحابہ کیا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ احادیث و آثار کہ اس باب میں وارد یحید و شمار یہاں بخوف طوالت بیان بعض پراقتصار صحیح مسلم شریف میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذ اصلیتہم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذ اقرأ فانصتوا یعنی جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امام

کرے پس جب وہ تکبیر کے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات شروع کرے تم چپ رہو۔ ابو داؤد و نسائی اپنی اپنی سنن میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الامام لیؤتہ تعربہ فاذا کبر فکبروا و اذا قرأ فأنصتوا هذا لفظ النسائی یعنی امام تو اس لیے ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کے تو تم بھی کہو اور جب قرات کرے تم خاموش رہو امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی صحیح میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ ترمذی اپنی جامع میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی من صلی رکعتہ لم یقرء فیہا بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام یعنی جو کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھے اُس کی نماز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ ہکذا رواہ مالک فی موطاۃ موقوفہ اور امام ابو جعفر احمد بن سلامہ طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معانی الآثار میں اُسے روایت کیا اور ارشادات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرار دیا اللہ تعالیٰ اعلم۔ حافظ ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے سیدنا امام الائمہ مالک الازہر سراج الائمہ کا شرف النعمہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن مقلدہ یہ باحسان روایت فرماتے ہیں حدیثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن محمد ادب الہاد عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لم یقرأ یعنی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے فقیر کہتا ہے یہ حدیث صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستہ ہیں و رواہ محمد ہکذا مرفوعاً عن طریق اخر حاصل حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کا پڑھنا اس کے لیے کفایت کرتا ہے ہکذا راوی عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ مختصراً و رواہ الامام تارۃ اخرى مستوعباً قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالناس فقراً رجل خلف فلما قضی الصلاۃ قال ایکم قرا خلفی ثلاث مرات قال رجل انا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لم یقرأ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھانی ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرات کی یہ ایک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا تھا گوگ سبب خوف حضور کے خاموش ہوئے یہاں تک کہ تین بار بتکراری استفسار فرمایا آخر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے۔ ارشاد ہوا کہ جو امام کے پیچھے ہو اس کے لیے امام کا پڑھنا کافی ہے ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایضاً عن حماد عن ابراہیم بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لم یقرأ بخلف الامام لا فی الركعتین الاولیین ولا فی غیرہما یعنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام کے پیچھے قرات نہ کی نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ ان کے غیر میں فقیر کہتا ہے عبد اللہ بن مسعود اور کون عبد اللہ بن مسعود جو افاضل صحابہ و مؤمنین سابقین سے ہیں حضور و مغربین ہمراہ رکاب سعادت انساب حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتے اور بارگاہ نبوت میں بے اذن لیے جانا ان کے لیے جائز تھا بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ و روش سرور انبیاء علیہ التیمۃ و الثناء سے جو چال ڈھال ابن مسعود کی ملتی پانی کسی کی نہ پائی حدیث میں ہے خود حضور اکرم الاولین و الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں رضیت لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد و کوہت لامتی ما کرہ لہا ابن ام عبد میں نے اپنی امت کے لیے وہ پسند کیا جو عبد اللہ بن مسعود اُس کے لیے پسند کرے اور اپنی امت کے لیے ناپسند کیا جو اُس کے لیے عبد اللہ بن مسعود

نا پسند کیے گویا ان کی رائے خود حضور والا کی رائے اقدس ہے اور معلوم ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی وتیرہ تھا محمد فی موطاۃ من طریق سفیان بن منصور بن المعمر و قال الثوری نامنصور و هذا لفظ ابن عیینہ عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل قال سئل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن القراءة خلف الامام قال النصب فان فی الصلاة لشغلا سیکفیک ذلک الا امام خلاصہ یہ کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوبارہ قرأت مقتدی سوال ہوا فرمایا خاموش رہ کہ نماز میں مشغولی ہے یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے امام اس کام کی کفایت کرنے کا یعنی نماز میں تجھے لاطائل باتیں روانہ نہیں اور جب امام کی قرأت بعینہ اس کی قرأت ٹھہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قرأت کرنا محض لغو ناشائستہ ہے فقیر کہتا ہے یہ حدیث اعلیٰ درجہ صحاح میں ہے اس کے سب رواۃ المرکب اور رجال صحاح ستہ ہیں و اما حدیث الامام عن ابن مسعود فوصلہ محمدانا محمد ابن ابان بن صالح القرشی عن حماد عن ابراہیم النخعی عن علقمہ بن قیس ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجھرو فیما یخف فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین و اذا صلی وحدہ قرأ فی الاولیین بقاۃ کتاب و سورۃ و لم یقرأ فی الاخریین شیئاً۔ حاصل یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے تو کسی نماز میں ہر یہ ہو یا سر یہ کچھ نہ پڑھتے تھے نہ پہلی رکعتوں میں نہ پچھلی میں۔ ہاں جب تنہا ہوتے تو صرف پہلیوں میں الحمد و سورت پڑھتے ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم انہ قال لم یقرأ علقمہ خلف الامام حرفاً لا فیما یجھرو فیہ القراءة ولا فیما لا یجھرو فیہ ولا قرأ فی الاخریین بام الكتاب ولا غیرہا خلف الامام ولا اصحاب عبد اللہ جمیعاً یعنی علقمہ بن قیس کہ کبار تابعین و اعظم مجتہدین اور ائمہ ثلاثہ سیدنا ابن مسعود ہیں امام کے پیچھے ایک حرف نہ پڑھتے چاہے ہر کی قرأت ہو چاہے آہستہ کی اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے اور نہ اور کچھ جب امام کے پیچھے ہوتے اور نہ کسی نے حضرت کے اصحاب عبد اللہ بن مسعود سے قرأت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین محمد فی الموطا اخبارنا بکیر بن عامر ثنا ابراہیم النخعی عن علقمہ بن قیس قال کان اعض علی جمرة احب الی من ان اقرأ خلف الامام یعنی حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں البتہ آگ کی چنگاری ہونے میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔ محمد ایضا اخبارنا اسحاق بن یونس ثنا منصور عن ابراہیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل متهم یعنی ابراہیم بن سوید النخعی نے کہ رؤساء تابعین و ائمہ دین متین سے ہیں تھیں و فقہاء ان کی آفتاب نمروز ہے فرمایا۔ پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متهم تھا حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے احدث کی فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں امام مالک اپنی موطا میں اور امام ضیل رحمہما اللہ تعالیٰ اپنی سند میں روایت کرتے ہیں و هذا سیاق مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان اذا سئل هل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسب قراءة الامام و اذا صلی وحدہ فلیقرأ قال و کان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لا یقرأ خلف الامام یعنی سیدنا و ابن سیدنا عبد اللہ بن امیر المؤمنین عمر فاروق عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب دوبارہ قرأت مقتدی سوال ہوتا فرماتے جب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرأت امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے نافع کہتے ہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے فقیر کہتا ہے کہ یہ حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتیٰ کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کو بہت محدثین نے صحیح ترین

اسانید کہا محمد اخبارنا عبید اللہ بن عمرو بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من صلی خلف الامام کفہ قرأتہ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے فقیر کہتا ہے یہ سند بھی مثل سند سابق کے ہے اور اس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں بلکہ بعض علمائے حدیث نے روایات نافع عن عبید اللہ بن عمر کو امام مالک پر ترجیح دی محمد اخبارنا عبد الرحمن بن عبداللہ المسعودی اخبارنا انس بن سیرین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ سئل عن القراءة خلف الامام قال یکنفیک قرأتہ الامام یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دوبارہ قرآن استفسار ہوا فرمایا تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں حدثنا ابن وهب فساق باسنادہ عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعہ یقول لا یقرأ الموتم خلف الامام فی شیء من الصلوة یعنی سیدنا زید ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت ذکر کے یعنی نماز جہرہ ہو یا سر یہ محمد اخبارنا داؤد بن قیس ثنا عمرو بن محمد بن زید عن موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت الانصاری یحدثہ عن جده قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ لہ یعنی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کی نماز جاتی رہی فقیر کہتا ہے یہ حدیث حسن ہے اور داؤد قطنی نے بطریق طاؤس اسے مروی عار وایت کیا الحافظ بن علی بن عمرو الدارقطنی عن ابی حاتم بن حبان ثنی ابراہیم بن سعد عن احمد بن علی بن سلیمان الدوری عن عبد الرحمن المخزومی عن سفین بن عیینہ عن ابن طاؤس عن ابیہ عن زید بن ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ لہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی محمد ایضا اخبارنا داؤد بن قیس الفراء المدنی اخبارنا بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعد ارضی اللہ تعالیٰ عنہ قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ افاضل صحابہ و عشرہ مبشرہ و مقرران بارگاہ سے ہیں منقول ہے انھوں نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے مونہ میں انگارہ ہو محمد ایضا اخبارنا داؤد بن قیس الفراء ثنا محمد بن عجلان ان عمرو بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لبت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجوا یعنی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے مونہ میں پتھر ہو فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے بشرط صحیح مسلم ہیں الحاکم اصل ان احادیث صحیحہ و معتبرہ سے مذہب خفیہ بحمد اللہ ثابت ہو گیا اب باقی رہے تسکات شافیہ ان میں عمدہ ترین دلائل جسے ان کا مدار مذہب کہا جاوے حدیث صحیحین میں یعنی لا صلاۃ الا بفتح الکتاب کوئی نماز نہیں ہوتی بے فاتحہ کے جواب اس حدیث سے چند طور پر ہے یہاں اسی قدر کافی کہ یہ حدیث تمھارے مفید نہ ہمارے ضرر ہم خود مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع و سجود بے فاتحہ کے تمام نہیں امام کی موجودہ مانوم کی مگر مقتدی کے حق میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کے لیے امام کی قرأت کافی اور امام کا پڑھنا بعینہ سکا پڑھنا ہے کما موصا بقا پس خلاف ارشاد حضور والا تم نے کہاں سے نکال لیا کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ ہے گی اور فاسد ہو جائیگی دوسری دلیل حدیث مسلم من صلی صلاۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن ففی خدا ج ہی خدا ج حاصل یہ کہ جس نے

کوئی نماز بے فاتحہ پڑھی وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے اس کا جواب بھی بعینہ مثل اول کے ہے نماز بے فاتحہ کا نقصان مسلم اور قرأت امام قرأت ماموم سے معنی خلاصہ یہ کہ اس قسم کی احادیث اگرچہ لاکھوں ہوں تھیں اس وقت بکا رآمد ہوں گی جب ہمارے طور پر نماز مقتدی بے ام الکتاب رہتی ہو وہ ممنوع اور آخر حدیث میں قول حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقراء بھا فی نفسک یا فارسی کہ شافیہ اس سے بھی استناد کرتے ہیں فقیر توفیق الہی اُس سے ایک جواب حسن طویل الذیل رکھتا ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں تیسری دلیل حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تفعلوا الا بام القدان امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھو سوائے فاتحہ کے اولاً یہ حدیث ضعیف ہے اُن صحیح حدیثوں کی جو ہم نے مسلم اور ترمذی و نسائی و موطائے امام مالک و موطائے امام محمد وغیرہ اصحاب و معتبرین سے نقل کیں کب مفادست کر سکتی ہے امام احمد بن حنبل وغیرہ حفاظ نے اُس کی تضعیف کی یہی بن معین جیسے ناقد جن کی نسبت امام ممدوح نے فرمایا جس حدیث کو کبھی نہ پہچانے حدیث ہی نہیں فرماتے ہیں استثنائے فاتحہ غیر محفوظ ہے ثانیاً خود شافیہ اس حدیث پر دو وجہ سے عمل نہیں کرتے ایک یہ کہ اُس میں مادرائے فاتحہ سے نہی ہے اور ان کے نزدیک مقتدی کو ضم سورت بھی جائز صریح بہ الاہام النووی فی شرح صحیح مسلم دوسرے یہ کہ حدیث مذکور جس طریق سے ابوداؤد نے روایت کی باوازا بلند منادی کہ مقتدی کو جہراً فاتحہ پڑھنا روا اور یہ امر بالاجماع ممنوع صریح بہ الشیخ فی اللغات و یفیدہ الکلام النووی فی الشرح پس جو حدیث خود اُن کے نزدیک متروک ہم پر اُس سے کس طرح احتجاج کرتے ہیں یا الجملہ ہمارا مذہب مذہب مجدد الشریعہ کا فیہ ودلائل وافیہ سے ثابت اور مخالفین کے پاس کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں کہ اُسے معاذ اللہ باطل یا مضحک کر سکے مگر اس زمانہ پر فتن کے بعض جہال بے لگام جنہوں نے ہوائے نفس کو اپنا امام بنایا ہے اور انتظام اسلام کو درہم برہم کرنے کے لیے تقلید المنکر ام میں خدشات و اوہام پیدا کرتے ہیں جس ساز و سامان پر ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن مقلد یہ کی مخالفت اور جس بضاعت مزاجات پر ادعائے اجتہاد و فقاہت ہے عقلائے مضفین کو معلوم اصل مقصود ان کا اخوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن و حدیث سے ناواقف ہیں جو ان مدعیان خام کار نے کہہ دیا انہوں نے مان لیا اگرچہ خواص کی نظر میں یہ باتیں موجب ذلت و باعث فضیحت ہوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ دساوس شیطان سے امان بخشے امین ہذا و انعلم عند و اہب العلوم العالم بکل سر مکوم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو حافظ نمازیں اس طرح قرآن مجید پڑھتا ہو کہ نہ تو صحیح اعراب کا دھیان رکھتا ہے اور نہ اوقاف لازمہ پر وقت کرتا ہے اور ماضی جمع تکلم کے صیغے ایسے ادا کرتا ہے کہ سامعین کو جمع مؤنث غائب کا شبہ ہوتا ہے اور اکثر جگہ حروف و کلمات بھی فرو گذاشت ہو جاتے ہیں تو اس کے سننے میں کچھ ثواب کی امید ہے یا بالکل نہیں اور نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور یہ عذر ترک جماعت کے لیے مقبول ہوگا یا نہیں یاد دوسری مسجد میں جماعت کے لیے جانا ضروری ہے یا صرف فرض جماعت سے ادا کرے باقی نماز مکان پر پڑھے - بینوا توجروا -

الجواب

خطا فی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا فتویٰ تو یہ ہے

کہ علی الاطلاق اُس سے نماز نہیں جاتی فی الدال المختار و زلة القاری لوفی اعراب لا تقصد وان غیر المعتبر بہ یفتی بزاز یہ رد المختار میں ہے لا تقصد فی الكل، وہ یفتی بزاز یہ خلاصہ اگرچہ اعلیٰ متقدمین و خود ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم صورت فساد معنی فساد نماز مانتے ہیں اور یہی من حیث الدلیل اتوی اور اسی پر عمل احوط و احوی فی تشریح ہضیۃ الکبیر هو الذی صحیحہ المحققون و فرعوا علیہ فاعمل بما تمختار والاحتیاط اولیٰ سیما فی امر الصلاة التي هی اول ما یجاسب العبد علیہا اور وقت و وصل کی غلطی کوئی چیز نہیں یہاں تک کہ اگر وقت لازم پر نہ ٹھہرا بڑا کیا مگر نماز نہ گئی فی العلم لکبیر یہ ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لو لم یقف عند قول اصحاب النار بل وصل بقوله الذین یحملون العرش لا تقصد لکنہ قبیح ہکذا فی الخلاصۃ حلیم میں ہے صریح غیر واحد منهم صاحب الذخیرۃ علی ان الفتویٰ علی عدم الفساد بکل حال لان فی مراعاة الوقت والوصل والا ابتداء ایقاع الناس فی الحرج خصوصاً فی حق العوم والمخرج مدفوع شرعاً یہیں ضمیمہ میں الف مسموع نہ ہونا مفسد نہیں لہذا صریح بہ الغنیۃ ان من العرب من ینکفی عن الالف بالفتح والياء بالکسرة والواو بالضمۃ تقول اَعَدُّ بِاللّٰه مَکَانَ اَعُوْذُ بِاللّٰه قُلْتُ وَعَلِیْہِ یُخْرَجُ مَا صَرَحَ بِہِ فِی الْغَنِیۃ ان حذف الیاء من تعالیٰ فی تعالیٰ جدر بہا لا تقصد اتفاقاً اسی طرح حروف و کلمات کا فرو گذاشت ہو جانا بھی دواماً موجب فساد نہیں ہوتا بلکہ اسی وقت کہ تغیر معنی کرے کما ہوضاً بطة الاکثمة المتقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ بالجملہ اگر حافظ مذکور سے وہ خطائیں جو مفسد نماز ہیں واقع نہیں ہوتیں تو نماز اس کے پیچھے درست اور ترک جماعت کے لیے یہ عذرنا مسموع اور اگر خطایائے مفسدہ صادر ہوتے ہیں تو بیشک وہ نماز نماز ہی نہیں نہ وہاں ثواب کی گنجائش بلکہ العیاذ باللہ عکس کا خوف ہے نہ اہل محلہ کو دوسری مسجد میں جانے کی حاجت کہ تہی مسجد جو ان پر حق رکھتی ہے ہنوز محتاج نماز و جماعت ہے نماز فاسد کا تو عدم وجود شرعاً یکساں پس اگر ممکن ہو تو دوبارہ جماعت وہیں قائم کرے ورنہ آپ ہی مسجد میں تنہا پڑھ لے کہ حق مسجد ادا ہو کما افادہ فی الفتاویٰ الحانیۃ و فیہا ایضاً مودن مسجد لا یحضر مسجدہ احد قالوا ہو یؤذن ویقیم ویصلی و حذو ذاک احب من ان یصلی فی مسجد اخر اور اگر یہ صورت ہو کہ حافظ مذکور فرضوں میں قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے اور خطایائے مفسدہ صرف تراویح میں ہوجائیں تو بے احتیاطی واقع ہوتی ہیں تو فرض میں اس کی اقتدا کرے تراویح میں وہی حکم ہے ورنہ صورت فساد فرضوں میں بھی اقتدا درست نہیں۔

کما لا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۴، ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام یا منفذ تیسری یا چوتھی رکعت میں کچھ قرأت جہر سے پڑھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں۔ بنیوا توجروا۔

الجواب

اگر امام ان رکعتوں میں جن میں کھستہ پڑھنا واجب ہے جیسے ظہر و عصر کی سب رکعات اور شاکل کیچھل دو اور مغرب کی تیسری اتنا قرآن عظیم جس سے فرض قرأت ادا ہو سکے (اور وہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) بھول کر آواز پڑھ جائے تو بلاشبہ سجدہ سہو واجب ہوگا اگر بلا عذر شرعی سجدہ نہ کیا یا اس قدر قصداً آواز پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے اور اگر اس مقدار سے کم مستحلاً

ایک آدھ کلمہ یا از بلند کل جائے تو نہ ہب رائج میں کچھ حرج نہیں ردالمحتار میں ہے الاسرار یجب علی الامام والمنفذ فیما یس فیہ
وهو صلاة الظهر والعصر والثالثة من المغرب والاخريان من العشاء وصلاة الكسوف والاستسقاء كما في البحر المحمدي
تجب سجدتان بترك واجب سهوا كالجهر فيما يخافت فيه وعكسه ولاصح تقدیره بقدر ما تجوز به الصلاة في الفصلين اه ملخصا
غنیہ میں ہے الصحيح ظاهر الرواية وهو التقدير بما تجوز به الصلاة من غير تفرقة لان القليل من الجهر في موضع المحل فوالج
حاشیہ شامی میں ہے صحیحہ فی الہدایۃ والفتیۃ والتبیین والمندیۃ الخ وتماہ فیہ تنویر الابصار میں ہے فرض القراءة آیت علی المذہب
بحر الرائق وعلیگری میں ہے لا یجب السجود فی العمد وانما یجب الاعادة جبر النقصان یہ حکم امام کا ہے اور نفوذ کے لیے بھی زیادہ احتیاط
اسی میں ہے کہ اس فعل سے عمدہ بچے اور سہوا واقع ہو تو سجدہ کر لے وذلك لان العلماء اختلفوا فیہ اخلافا شدید افسنہم من لم یوجب
علیہ الاسرار فیما یس کما لا یجب علیہ الجهر فیما یجهر بالاتفاق وعلیہ مشی فی الہدایۃ والمحیط والتتارخانیۃ وغیرہا ونص فی الہدایۃ
والکفایۃ والعنایۃ ومعراج الدرایۃ وغیرہا من شروح الہدایۃ والذخیرۃ وجامع الرموز شرح النقایۃ فی کتب اخری طول عدھا نہ
ہو ظاہر الروایۃ وان خلافہ روایۃ النوادر ومنہم من جعلہ فیما یس کالامام بہ جزم فی الحلیۃ والمندیۃ والبحر والنہج والمندقی
الابحار والیہ اشار فی کثر الذائق ونور الايضاح وصحیحہ فی البدائع والتبیین والفتیۃ والدرر والہندیۃ وقال فی البحر والدسائر ان
المذہب یظہر کل الہک بالمراجعة للعض الی ردالمحتار ولبعض اخر الی ما سیمنا من الاسفار فکان الاحوط ما قلنا والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب دوم جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۸۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جسے لوگوں نے مسجد جامع کا امام معین کیا ہے جمعہ و جماعات میں گروہ مسلمین کی امامت
کرتا ہے اور سورہ فاتحہ شریف میں بجائے الحمد والرحمن والرحیم کے الحمد والرحمن والرحیم پڑھتا ہے ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے
یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

اُسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور نماز اُس کے پیچھے نادرست کہ اگر وہ شخص ح کے ادا پر بالفعل قادر ہے اور باوجود اس کے اپنی بیخیالی
یا بے پرواہی سے کلمات مذکورہ میں ہر پڑھتا ہے تو خود اُس کی نماز فاسد و باطل اور دوس کی اس کے پیچھے کیا ہو سکے اور اگر بالفعل ح پر قادر
نہیں اور سیکھنے پر جان لڑا کر کوشش نہ کی تو بھی خود اُس کی نماز محض اکارت اور اُس کے پیچھے ہر شخص کی باطل اور اگر ایک ناکافی زمانہ تک کوشش
کر چکا پھر چھوڑ دی جب بھی خود اُس کی نماز پڑھی بے پڑھی سب ایک سی اور اُس کے صدقہ میں سب کی گئی اور اگر برابر صد درجہ کی کوشش کیے
جاتا ہے مگر کسی طرح ح نہیں آتی تو اس کا حکم مثل امی کے ہے کہ اگر کسی صحیح پڑھنے والے کے پیچھے نماز مل سکے اور اقتداء نہ کرے بلکہ تنہا پڑھے
تو بھی اس کی نماز باطل پھر امام بنانا تو دوسرا درجہ ہے اور پڑھا ہر ہے کہ اگر بالفرض عام جماعتوں میں کوئی درست خواں نہ ملے تو جمعہ میں تو قطعاً
ہر طرح کے بندگان خدا موجود ہوں۔ نہ ہیں پھر اُس کا اُن کی اقتداء نہ کرنا اور آپ امام ہونا خود اس کی نماز کا مبطل ہوا اور جب سب کی گئی۔
بہر حال ثابت ہوا کہ نہ اس شخص کی اپنی نماز ہوتی ہے نہ اس کے پیچھے کسی اور کی تو ایسے کو امام بنانا حرام اور ان سب مسلمانوں کی نماز کا وبال

اپنے سر لیتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ البتہ اگر ایسا ہو کہ تاحداونی امید کہ شخص ہمیشہ ہمیشہ برابر ات دن تصحیح حرف میں کوشش بلوغ کی جائے اور باوصف بقائے امید واقعی محض طول مدت سے گھبرا کر نہ چھوڑے اور واجب الحمد شریف کے سوا اول نماز سے آخر تک کوئی آیت یا سورۃ یا ذکر وغیرہ اصلاً ایسی چیز نام کو نہ پڑھے جس میں ح آتی اور اسے ہ پڑھنے سے نماز جاتی ہو بلکہ قرآن مجید کی وہ سورتیں اختیار کرے جن میں ح نہیں جیسے سورۃ کافرون و سورۃ ناس اور ثنا و تسبیحات رکوع و سجود و تہجد و درود وغیرہ کے کلمات میں جن میں ایسی ح آئی ہے ان کے مرادفات و مقاربات سے بدل لے مثلاً بجائے سبحنک اللهم و بحمدک اقدسک اللهم مثنیاً علیک و علی هذا القیاس اور اسے کوئی شخص صحیح خواں ایسا نہ ملے جس کی اقتدا کرے اور جماعت بھر کے سب لوگ اسی کی طرح ح کو ہ پڑھنے والے ہوں تو البتہ جب تک کوشش کرتا رہے گا اس کی بھی صحیح ہوگی اور ان سب اس کے مانند دل کی بھی اس کے پیچھے صحیح ہوگی اور جس دن باوصف امید تنگ آکر کوشش چھوڑی یا صحیح القراءۃ کی اقتدا ملتے ہوئے تنہا پڑھی یا امامت کی اسی دن اس کی بھی باطل اور اس کے پیچھے سب کی باطل اور جبکہ معلوم ہے کہ یہ شرائط متحقق نہیں تو حکم وہی ہے کہ جمعہ وغیرہ جمعہ کسی میں نہ اس کی نماز درست نہ اس کے پیچھے کسی کی درست یہ جو کچھ مذکور ہوا یہی صحیح ہے یہی راجح یہی مختار یہی مفتی بہ اسی پر عمل اسی پر اعتماد واللہ الہادی الی سبیل الرشاد در مختار میں ہے لا یصح اقتداء غیر الا لثب بہ و محرر الحلبي وابن النجيم انه بعد بذل جهده دائماً حتماً كالامی فلا يؤم الا مثله ولا تصح صلاته اذا امر بکونه الاقتداء بمن یحسبه او ترک جهده او وجد قد رافض مما لا یلغ فیہ هذا هو الصحیح المختار فی حکم الا لثب و کذا من لا یقدر علی التلغظ بحرف من الحروف اء ملقطاً فتاویٰ محقق علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزالی ترمذی میں ہے الراجح المفتی بہ عدم صحۃ الامامۃ الا لثب لغیرہ رد المختار میں ہے من لا یقدر علی التلغظ بحرف من الحروف کالوهمن الرهیم والثبتان الرجیم والامین وایاک نابدا وایاک نستعین، السباط، انامت نکل ذلک حکمہ ملو من بذل الجهد دائماً کالافلا تصح الصلوۃ بہ ملخصاً حاشیہ طحاویہ میں زیر قولہ بذل جہدہ دائماً ہے قولہ دائماً ای اثناء اللیل و اطراف النهار کما مر عن الفقہستان فی رد المحتار میں ہے قولہ دائماً فی اثناء اللیل و اطراف النهار فما دام فی التصحیح والمعلم لم یقدر علیہ فصلاتہ جائزۃ وان ترک جہدہ فصلاتہ فاسدۃ کما فی المحيط وغیرہ قال فی الذخیرۃ وانہ مشکل عندی لان ما کان خلقه فالعبد لا یقدر علی تغییرہ تمامہ فی شرح المذنیۃ غنیہ میں ہے قال صاحب المحيط المختار للفتویٰ انہ ان ترک جہدہ فی بعض عمرہ لا یسعه ان یتروک فی باقی عمرہ ولو ترک تفسد صلاتہ قال صاحب الذخیرۃ انہ مشکل عندی الخ و ذکر فی فتاویٰ الحجۃ ما یوافی المحيط فانہ قال علی جواب الفتاویٰ الحسامیۃ ما داموا فی التصحیح والقلم باللیل والنهار جازت صلاتہم واذا ترکوا الجهد فسدت اء و بمعناہ فی فتاویٰ قاضی خان فالحاصل ان اللغظ یجب علیہم الجهد دائماً هذا هو الذی علیہ الاعتماد اء ملخصاً خلاصہ میں ہے اذا کان یجتہد اثناء اللیل والنهار فی تصحیحہ ولا یقدر علی ذلک فصلاتہ جائزۃ وان ترک جہدہ فصلاتہ فسدت الا ان یجعل العمر فی تصحیحہ ولا یسعه ان یتروک جہدہ فی باقی عمرہ اسی طرح فتح القدیر فضل القراءۃ اور اسی کے قریب مراقی الفلاح میں ہے حلیم میں ہے الا ان هذه الشق الثاني كما قال صاحب الذخيرة مشکل لان ما كان خلقه فالعبد لا يقدر على تغييره قلت وكذا اذا كان لعاصم

لیس مما یزول عادة واذا كان كذلك فلا یعول فی الفتوی علی مقتضی هذا الشرط ومن ثم ذکر فی خزائن الاكمل فی سیاق النقل عن فتاویٰ ابی اللیث لو قال الھمد لله او كل هو الله احد جازاذا لم یقدر علی غیر ذلك او بلسانه عقلة قال الفقیہ فان لم یکن بلسانه عقلة ولكن جرى علی لسانه ذلك لا تقصد انتمی فلم یذکر هذا الشرط وان كان بعد ذلك ذکرہ عن ابراہیم بن یوسف والحسین بن مطیع۔ اسی میں ہے قد عرفت انفا انہ لا ینبغی اشتراط الاجتہاد فی ذلك لمن ہو فیہ خلقة او لعارض لیس مما یزول عادة مخطاوی حاشیہ مرقی الفلاح میں ہے کلام ابن امیر الحاج یفید ان هذا الشرط فیہ خلاف والا کثر لم یرید کروی لان فیہ حرجا عظیما اہ اقول وراۓ تنی کتبت علی هامش حاشیتہ علی المرقاۃ ما نصہ اقول رب ما کان خلقة یتبدل بالتکلف ورب ما لا یتوقع یاتی الجھد فیہ بالفرج ولعل القول الفصل ایجاب الجھد ما کان یرجی التعلم ولورجاء ضعیفا فاذا لیس تحقیقا لا تبر ما وسعہ التزک لا یکلف الله نفسا الا وسعها وفیرعاۃ الجانبین ویؤید عدم اشتراط اداۃ الجھد ما فی الحلیۃ عن خزائن الاكمل اذا قرأ مکان الناء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان یقال ان تعمد ذلك تبطل صلاۃ عالما کان او جاهلا وان جرى علی لسانہ اولم یکن یمیز بین الحرفین فظن انہ ادی الکلمۃ کما ہی جازت صلاۃ وهو قول محمد بن مقاتل وبہ کان یفتی الشیخ اسمعیل الزاهد لان السنۃ الاکراد واهل السواد والا تراث غیر طائفة فی مخارج هذه الحروف فی ذلك حرج عظیم والظاہر ان هذا محمل ما فی جمیع الفتاوی اہ باختصار فقد عذرہم بجزہم ولم یلزمہم اداۃ جھد ولکن تنبت فضاک تجدد شواہدہ بوفرو کثر والله یحب الیسر ویقبل العذر وهو سمحہ وتعالی اعلم صغیری میں ہے لو قرأ الھمد لله بالہا مکان الحاء حکم فیہ کالحکم فی الا لثغ علی ما یاتی قریبا اہ ملخصا پھر فرمایا المختار فی حکمہ انہ یجب علیہ بذل الجھد دائما فی تصحیح لسانہ ولا یعد فی ترکہ وان کان لا یطلق لسانہ فان لم یجد ایتہ لیس فیہا ذلک الحرف الذی لا یحسنہ تجوز صلاۃ بہ ولا یومر غیرہ فہو بمنزلۃ الامی فی حق من یحسن ما عجزہ عنہ واذا امکنہ اقتداءہ بسن یحسنہ لا تجوز صلاۃ منفردا وان وجد قد ما تجوز بہ الصلاۃ صما لیس فیہ ذلک الحرف الذی عجزہ عنہ لا تجوز صلاۃ مع قرأۃ ذلک الحرف لان جواز صلاۃ مع التلفظ بذلک الحرف ضروری فینعدم بالغد امر الضرورة هذا هو الصحیح فی حکم الا لثغ ومن بمعناۃ مسن تقدم انفا ولو الجحیہ میں ہے ان کان یمکن ان یتخذ من القرآن آیات لیس فیہا تلک الحروف یتخذ الا فاتحۃ الکتاب فانہ لا یدع قرأتها فی الصلاۃ انتمی اقول ولا منشأ لاستثناء الفاتحۃ الا الاختلاف فی رکنیتہا فیترا ائی لی تقيید ذلك فی المکتوبات بالاولیین حتی لو قرأ فی الاخریین فسدت والله تعالی اعلم

مسئلہ - از سہرام مرسلہ مولوی محمد نور صاحب ولایتی ۱۳۰۹ ہجری

خلاصہ فتویٰ مرسلہ مولوی صاحب مذکور کہ بہر تصدیق نزد فقہر آمدہ

ماہرین شریعت پر پوشیدہ نہ رہے کہ ضاد مشتبہ الصوت ہونا ساتھ فلاکے مجھے کے جملہ کتب تفسیر وفقہ و صرف و تجوید سے ثابت ہے بخلاف وال کے کہ ضاد اور وال میں سات صفتوں کا فرق ہے اور قاعدہ کلیہ جملہ کتب فقہیہ کا یہ ہے کہ جن دونوں حرفوں میں فرق باسانی ممکن ہے اُس کے بدل جانے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اگر فرق دونوں میں مشکل ہے تو اکثر کا مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی مذہب متاخرین کا

معتدل و پسندیدہ ہے اور مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ ضاد کے ظا پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہوتی ہے پس لفظ ولا الضالین کی جگہ دالین پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور ظا پڑھنے سے اکثر کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے۔ حاصل یہ کہ جس شخص سے مخرج ضاد کا نہ آوے وہ ظا پڑھے ہذا هو الحق والصواب تو مسلمانوں کو چاہیے کہ بہت جلد اس کے عامل ہو جائیں واللہ اعلم بالصواب فی الواقع ہذا مذہب مختار جمہور ضاد کی جگہ ظا پڑھے گا یا ذال نماز فاسد نہ ہوگی واللہ اعلم بالاحسان محمد عبدالحی کھنوی

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب - بسم الله الرحمن الرحيم

اس قدر تجوید جس کے باعث حرف کو حزن سے امتیاز اور تبیس و تبدیل سے احتراز حاصل ہو و اجبات عینہ و اہم مما یشیئ سے ہے آدمی پر تصحیح مخرج میں سعی تام اور ہر حرف میں اُس کے مخرج سے ٹھیک ادا کرنے کا قصد و اہتمام لازم کہ قرآن مطہر بن مائزل اللہ تعالیٰ پڑھے و معاذ اللہ ماہنت و بے پرواہی کہ آج کل کے عوام بلکہ یہاں کے کثیر بلکہ اکثر خواص نے اپنا شعار کر لیا فقیر نے بگوش خود بعض مولوی صاحبوں کو پڑھتے سنا قل ہو اللہ اہد حالانکہ نہ ہرگز اللہ اہد نے ہد فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہد پہنچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہد پڑھایا پھر اسے قرآن کیونکر کہا جائے فان اللہ وانا الیہ راجعون حاشا فتویٰ متاخرین پر وادانے پر وائی نہیں باوصف قدرت تعلیم تعلم نہ کرنا اور براہ سہل انگاری غلط خوانی قرآن پر مصر و قہادی رہنا کون جائز رکھے گا اتقان شریف میں ہے من المهمات تجوید القرآن وهو اعطاء الحروف حقوقها واداء الحروف الی مخرجہ واصلہ ولا شک ان الامة کما هم متعبدون بفہم معانی القرآن واقامة حدودہ هم متعبدون بتصحيح الفاظہ واقامة حروفہ علی لصفۃ المتعلقۃ من ائمة القراءة المتصلة بالخصرة النبویة وقد عد العلماء القراءة بغير تجوید لحنًا اور احسن الفتاویٰ فتاویٰ برازیہ وغیرہ میں ہے ان اللحن حرام بلا خلاف غلط پڑھنا بالاجماع حرام ہے ولما لا لہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے اگر کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہو تو اُس کی تصحیح و تعلم میں اس پر کوشش واجب بلکہ بہت علمائے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ عمر بھر روز و شب ہمیشہ جد کیے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں یجب علیہ بذل الجهد دائماً فی تصحیح لسانہ ولا یعد فی ترکہ تمسائی و قہادی وغیرہ میں ہے داسا اسی اثناء اللیل و اطراف النہار اسی طرح اور کتب کثیرہ میں ہے تو کیونکر جائز کہ جد و سعی بالائے طاق سرے سے حرف منزل فی القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمدًا اُسے شروک و مجور۔ اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اُس کی جگہ قائم کر دیں فقیر کہتا ہے عفو اللہ تعالیٰ نہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہو چکا کہ قرآن ہم نظم و معنی جمیعاً بلکہ اسم نظم من حیث الارشاد الی المعنی ہے اور نظم نام حروف علی ہذا الترتیب المعروف اور حروف باہم متباین اور تبدیل جز قطعاً مستلزم تبدیل کل کہ مولف من یہاں یقیناً غیر مولف من یہاں آخر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل عمدی اور تحریف کلام اللہ میں کتنا تفاوت مانا جائے گا۔ لاجرم امام اجل ابو بکر محمد بن الفضل فضل و امام برہان الدین محمود بن الصدر السعید وغیرہما اجلہ کرام نے تو یہاں تک حکم دیا کہ جو قرآن عظیم میں عجزی کی جگہ ظ پڑھے کا فر ہے اقول ولا حاجة الی استثناء (وما هو علی الغیب بضنین) فان ههنا ليس اقامة الظاء مقام الضاد

لان المقام ليس مقام الضاد خاصة بل مقامهما جميعا لان اللفظ قرئ بهما في القرآن فكان مثل صراط وسراط وبسطه وبسطه وبسط وبسط ومسيطر ومسيطر الى اشباه ذلك بخلاف ضالين وظالين وبجیل وبجیل فانه تبدل محیط میں ہے سئل الامام الفضل عن يقرأ الظاء المعجمة مكان الضاد المعجمة او على العكس فقال لا يجوز امامته ولو تعد يكفر منخ الروض میں ہے كون تعد كلف الا كلام فيه الجہ پس جزا لازم کہ ہر حرف میں خاص صوت منزل من عند اللہ ہی کی ادا کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اُسے نکالنا چاہیں پھر وجہ عسحر و قصور لسان اگر غلط ادا ہو تو مغلض میں کہ عسحر الحروف ہے تیسیر علی الامۃ فتویٰ بعض متاخرین پر عمل کر کے صحت نماز کا حکم دینا معیوب نہیں بلکہ محبوب ہے کہ شارع علیہ السلام کو یسروا سانی مطلوب و مرغوب ہے قال المولیٰ سبحنہ و تعالیٰ یرید اللہ بکلمہ الیسر ولا یرید بکلمہ العسر وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا ولا تشقوا ولا تخرجوا الا کلمۃ احمد والشیخان عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر ایسی حالت میں عند الانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباه اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی کہ جو خلاف قصد ہے اختیاری نہیں اور جو اختیاری نہیں اس پر حکم جاری نہیں اور اگر اپنی طرف سے خاص ماہدہ اصول غلط کا حکم دیجیے تو یہ وہی تعد غلط ہے کہ یقیناً ممنوع و اہل علامہ شامی قدس سرہ السامی نے عبارت اتا رخانیہ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قرب الا ان فیہ بلوی العامة کالذال مکان الضاد او الزاء المحض مکان الذال والظاء مکان الضاد لا تقصد عند بعض المشائخ نقل کر کے فرمایا قلت فینبغی علی هذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقات همزة کما هو لغة عوام زماننا فافهم لا یمیزون بینہما ویصعب علیہم جدا کالذال مع الزاء ولا سیما علی قول القاضی ابی عاصم و قول الصغار و هذا اکلہ قول المتاخرین وقد علمت انه اوسع وان قول المتقدمین احوط قال فی شرح المنیر - وهو الذی صححہ المحققون وفرعوا علیہ فاعمل بما تختار والا احتیاط اولی سیما فی امر الصلوۃ التی ہی اول ما یحاسب العبد علیہا اس تحقیق این سے ظاہر ہوا کہ تعد نہ ظاد کا جائز نہ دواؤ کا کہ نہ وہ ظاہر نہ دال مخفی اور بعد قصد ض و ارادہ حرف صحیح و استعمال مخرج معین براہ غلط جو کچھ ادا ہو تیسیر صحت نماز پر فتویٰ لتعسی المرعی و نکثر البلوی ہذا ما عندی فلتنظر نفس ما ذا تری ہندیہ و حلیہ و خزائنہ الا کمل میں ہے ان جری علی لسانہ اولاً یعرف التمییز لا تقصد هو المختار و حیر کردی میں ہے هو اعدل الاتاویل و هو المختار واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم عز شانہ احکم۔

مسئلہ - مسئلہ خطاب نواب مولوی سید سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ از بریلی سہ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ در صورت ذیل حکم نماز چیست عام از انکہ فرض بود یا نفل کہ در ہر رکعت ہماں سورت تکرار کردن۔

الجواب

بے ضرورت در فرض مکروہ تشریحی است پس نشاید در ادوی قرأت ناس را تعد کردن تا حاجت بتکرار نیفتد اما اگر خواند سہو یا عمدنا چار دہانہ تیریموں باید خواند کہ قرأت معکوسہ سخت تر از تکرار است بخلاف ختم کنندہ قرآن عظیم کہ اورا باید در رکعت اولی تا ناس خواندن و دہانہ از المرتب مقلین محدث الحال المر تل کذا فی الخ و رد المحتار اقول و انچہ مراد نیست کہ بحالت ختم قرآن مجید میں خود نکس و عکس نیست بلکہ از سر گرفتن باشد چنانکہ لفظ حال و مر تل نیز بر آں دلیل است فافهم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - در یک رکعت چند سورت خواندن

الجواب

در رکعتی زیاده بر یک سورت خواندن در فرائض نباید اما اگر کند مکروه نباشد بشرط اتصال سورت و اگر سورت متفرقه در رکعتی جمع کند مکروه باشد کما فی الغنیہ ثم رد المحتار اقول وبجالت اماست بشرط دیگر نیز است و آن عدم تشقیل بر مقتدی و در ذکر اہمیت تحریمی است واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - یک سورت فرو گذاشتہ خواندن ..

الجواب

سورت متروکہ اگر مدید است کہ بر تقدیر قرائتش در ثانیہ اطالت بینہ ثانیہ بر اولی لازم آید پس ازاں گذشتہ سورت ثالثہ خواندن باکے ندارد چنانکہ در اولی والتبتین و در ثانیہ قدر در فرائض مکروه چنانچہ نصر و اخلاص و اگر دو سورت در میان باشد مضائقہ نمی بھمچ نصر و فلق واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - در یک رکعت یک سورت یا یک آیت چند بار خواندن -

الجواب

چون تکرار یک سورت در دو رکعت و دو سورت در یک رکعت ہر دو در فرائض نابالستہ بود تکرار یک سورت در یک رکعت اولی نابالستی باشد و همچنان تکرار آیت خاصہ موجب اطالت ثانیہ بر اولی باشد و کل ذلک خلاف الما ثور المتوارث فی الفرائض فاما کراہت تحریم و جہ نیست جز در فاتحہ کہ در رکعتین اولین پیش از قرات سورت اعادہ کل یا اکثر او کند اقول لتقویت واجب الضم پس اگر عادہ است اعادہ نکند و اگر سہمی است سجدہ سہو بخلاف تکرار فاتحہ در آخرین اقول لعدم الضم فیما یا بعد سورت در اولین اقول لمحصل الضم من قبل و لا یجب الركوع اثر السورۃ بل کل تلا من القرآن کان لہ ان یتلوہ اقول و از صورت تشقیل بر مقتدی غافل نباید بود کہ ہمچو سورت زائد بر قدر سنون است پس اگر گرائی آورد مطلقاً ناجائز و مکروه تحریمی باشد و این حکم عام است مفرضہ و نافلہ ہمہ را پس ہر جا از صورت جواز مستثنی بایدش فحمد واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از یک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اولی آیت الکرسی و در ثانیہ آمین الرسول -

الجواب

این چنین قرات در دو رکعت جائز است و کراہت ندارد بشرط آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم زدہ آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت این ہم نکند لاندیو ہم الاعراض عن بعض والعیاذ باللہ تعالیٰ و اگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت از کتاب این معنی کرد مکروه است اگرچہ فصل چندین آیات باشد اقول و گمان دارم کہ نفل درین باب مخالف فرض نباشد لما ذکو فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ابتدأت سورۃ فاتمها علی نحوہا قال لما سمعہ یتنقل فی التمجید من سورۃ الی سورۃ کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہذا کما کان یفہم عن الانتقال من سورۃ الی سورۃ کذلک افاد النحی عن الانتقال من آیتہ الی اخوی ایضاً بالاولی و لکن لی فیہ کلام سیاقی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - سورت منکوس خواندن -

الجواب

بالقصد ناجائز و ممنوع است در حدیث براں تہدید شدیدی فرمودہ اند و اگر مہو باشد چنانکہ در اولی نصی خواندہ در ثانیہ قصد فلق داشت کہ بجائے قل اعوذ کلمہ قل یا بر زبان رفت انگاہ ہمیں سورت کا فردن با تمام رساند و نکند ایں را گذاشتہ بسورت دیگر گزشتن بے ضرورت مکرہہ است پس ایں رجوع باشد از عدم کراہت بکراہت و ہو کما توی سخن گفتنی ماند از آنکہ ایں معنی در نقل ہم مکرہہ باشد یا خیر در مختار بتبیین خلاصہ ایں را و چیزے چند از جنس ایں را کہ در فرائض کراہت داشت ذکر کردہ میگوید و لا یکرہ فی النقل شیء من ذلک اما امام محقق حیث اطلاق فرمودہ عندی فی ہذہ الکلیۃ نظر علامہ حلبی محشی در ہم در مسئلہ دائرہ بریں کلیہ معترض آمد کہ قرأت منکوس بیرون نماز مکرہہ و ممنوع است در نقل چہاں مکرہہ نباشد **اقول** و ہو حسن ظاہر و ما اجاب عنہ العلامة الطحطاوی و اقراء العلامة الشامی و بالجملۃ فالاحوط الاحتراز واللہ تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم

مسئلہ - کسی و بیشی در قرأت رکعات کردن -

الجواب

اطالت ثانیہ بر اولی در فرائض مکرہہ است بالاتفاق و در نوافل علی الاصح و عکس آں را در نوافل کراہت نیست و در صحیح نیز جائز است بالاتفاق و الاطلاق یعنی ہر چہ تطویل کند باک نباشد و بقدر ثلث خود مستحب است و بعضے تا نصف گویند و زیادہ بر آں باوصف جواز خلاف اولی است و در غیر فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہمہ جا اطالت اولی باید و شیخین رضی اللہ تعالی عنہما بہ تسویہ رفتہ اند و فتویٰ مختلف است و باید کہ ارجح و اوجہ قول شیخین باشد فان کلام اکامام امام الکلام واللہ تعالی اعلم -

مسئلہ - پس سورت اسمائے الہی ضم کرد -

الجواب

در فرائض مکرہہ است ہرچہ سوال و استعاذہ نزد آیات ترغیب و ترہیب و در نوافل نیز لتغییر نظم الصلاۃ و آنچه وارد و ثابت باشد کما فی صلاۃ التسبیح قال فی رد المحتار والطنع فی ندایا بان فیہا تغیر النظم الصلوۃ انما یتاتی علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ الحسن اثبتہا وان کان فیہا ذلک واللہ تعالی اعلم -

مسئلہ - ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو متولی صاحب اور اہل محلہ نے جو نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں امام کیا کہہ دے کہ وہ نماز کو خارج سے ادا کرتا ہے اب اُس میں چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ تم ضاد نہیں پڑھتے بلکہ ضاد کو مشابہ طاء کے پڑھتے ہو اور زید کہتا ہے کہ میں بخارج سے ادا کرتا ہوں اور تم لوگ زبان کو دانتوں سے لگا کر نکالتے ہو وہ (د) ہے اور میں ڈاڑھ سے زبان کی نوک لگا کر نکالتا ہوں وہ ضاد ہے اور ایک شخص کہی نماز پڑھا دیتا ہے ضاد کو بخارج دے سے ادا کرتا ہے آیا ان میں کس کے پیچھے نماز جائز ہوگی صائم

فرمائیے کلام اللہ و حدیث رسول اللہ سے - بینوا توجروا

الجواب

ظاد اور ذواذ دونوں محض غلط ہیں اور اس کا مخرج بھی نہ زبان کو دانتوں سے لگا کر ہے نہ زبان کی نوک کو داڑھ سے لگا کر بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کرٹ اسی طرف کی بالائی داڑھوں سے مل کر درازی کے ساتھ ادا ہونا اور زبان اور پر کو اٹھ کر تالو سے ملنا اور ادا میں سختی و قوت ہونا ہے اُس کا مخرج سیکھنا مثل تمام حرفوں کے ضروری ہے جو شخص مخرج سیکھ لے اور اپنی قدرت تک اُس کا استعمال کرے اور ظ یا د کا قصد نہ کرے بلکہ اسی حرف کا جو عز و جل کی طرف سے اُترتا ہے پھر جو کچھ نکلے بوجہ آسانی صحت نماز پر فتویٰ دیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں ضاد کو مشتبہ بظا پڑے تو اُس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں اور اُس شخص کا کیا حکم ہے - بینوا توجروا

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

یہ حرف دشوار ترین حرف ہے اور اس کی ادا خصوصاً عجم پر کہ اُن کی زبان کا حرف نہیں سخت مشکل مسلمانوں پر لازم کہ اُس کا مخرج صحیح سے ادا کرنا سیکھیں اور کوشش کریں کہ ٹھیک ادا ہوا اپنی طرف سے نہ ظاد کا قصد کریں نہ ذواذ کا کہ دونوں محض غلط ہیں اور جب اُس نے حسب دمع و طاقت جہد کیا اور حرف صحیح ادا کرنے کا قصد کیا پھر کچھ نکلے اس پر مواخذہ نہیں لایکلف اللہ نفساً الا وسعها خصوصاً ظا سے اس حرف کا جدا کرنا تو سخت مشکل ہے پھر ایسی جگہ ان سخت حکموں کی گنجائش نہیں تکفیر ایک امر عظیم ہے لایخرج الانسان من الاسلام الا محذور ما ادخله فيه اور مجبور متاخرین کے نزدیک ضاد نماز کا بھی حکم نہیں رد المختار ان کا نہ الخطا ابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینہما بلا کلفة كالصاد مع الطاء فانفقوا علی انه مفسد وان لم یکن الا بمشقة كالظاء مع الصاد فاکثرهم علی عدم الفساد لعموم البلوی اھ ملخصاً فی الدار المختار الا ما لیشق تمییزہ کا لصاد والظاء فاکثرهم لم یفسدھا اور انہ مقتدین بھی علی الاطلاق حکم فساد نہیں دیتے عجب کی بات یہ ہے کہ ابنائے زمانہ ان باتوں میں بے طور جھگڑتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں حالانکہ اصول ایمان و اہمات عقائد میں جو فتنے طوائف جدید پھیل رہے ہیں اُن سے کام نہیں رکھتے اور لطف یہ ہے کہ وہ جہال جن سے سہل حرف بھی ٹھیک ادا نہیں ہوتے ظاد اور ذواذ پر کئے مرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم اہل اسلام کو نیک و نوافع عطا فرمائے - ہاں اگر کوئی معاند باطن بقصد تفسیر کلام اللہ و تبدیل حق منزل سے اللہ اس حرف خواہ کسی حرف کو بدلے گا تو وہ بیشک اپنے اس قصد خبیث کے سبب حکم کفر کا مستحق ہوگا اس میں ظاد و ذواذ وسین صائب برابر ہیں و هذا هو المحمل التعمد الذکور فی کلام الامام الفضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مغرب میں رکوع لفت صدق اللہ رسولہ پڑھ رہا تھا جب فی الانجیل تک پڑھا آیت ہارہ ۲۷ کا مشابہ لگا اُس کے بند یہ آیت انما یزید اللہ لہ ذب تک پڑھی پھر جب یاد آیا اُسے چھوڑ کر مقام اصل سے شروع کیا

اور نماز ختم کی اور سجدہ سو نہ کیا اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ سہولاً لازم آیا تھا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز ہوگئی اور سجدہ سو کی بھی حاجت نہ تھی اگر بقدر ادائے رکن سوچتا نہ رہا ہو ہاں اگر بھولا اور سوچنے میں اتنی دیر خاموشی کہ جس میں کوئی رکن نماز کا ادا ہو سکتا ہے تو سجدہ سہولاً لازم آیا کما فی الدار المختارہ وغیرہ اگر نہ کیا تو نماز جب بھی ہوگئی مگر ناقص ہوئی پھر نیز واجب ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۶ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ امام جب نماز میں کھڑا ہو کر قرأت شروع کرے اگر اس وقت بعد از یعنی قرأت بند ہونے کی وجہ سے گلا صاف کرنے کے لیے کھانسا تو نماز جائز ہو جائے گی عمر و کہتا ہے کہ نہیں خواہ کسی حالت میں ہو یا عذر یا بلا عذر اگر پے درپے تین مرتبہ کھانسا تو نماز باطل ہو جائے گی اس مسئلہ میں کون حق پر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورہ میں نماز میں اصلاً کچھ خلل نہ آیا کھانسا کھنکارنا جبکہ بعد یا کسی غرض صحیح کے لیے ہو جیسے گلا صاف کرنا یا امام کو سہو پر متنبہ کرنا تو مذہب صحیح میں ہرگز مفسد نماز نہیں فی الدار المختارہ فی المعتمدات (والمتحف بلاء عذر) اما بہ بان نشأ من طبعه فلا (لو بلا غرض صحیح) فلو لتحقین صوتہ اولیہ مقتدی امامہ اولاً علامانہ فی الصلاۃ فلا فساد علی الصبح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۷ مرسلہ جناب حافظ مولوی امیر اشرف صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۱۳ھ ہجری

بیضاوی میں قرأت بضنین کو بتایا اور ضاد کا مخرج اور ظا کا اس سے محشی اشارہ بتاتا ہے قرأتین واحدہ کی جائیں اس کے متعلق جو جو حاشیے یا شرح ہوں ان میں سے یہ بات بتائی جائے کہ کوئی باوجود مخرجین جدا ہونے کے اور استعلا و اطباق میں ایک ہونے کے مشتبہ الصوت کون کون بتاتا ہے اور اس قضیہ کا کیا حال ہے صرف مشتبہ الصوت مان لینے سے ظوا د یا دوا د صحیح ہو سکتا ہے فقہانے دوا د مخم اور ظوا د دوا د مستجن کا صریح حکم کیا بتایا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ض و ظ کا قدرے مشتبہ الصوت ہونا یقینی ہے یہاں تک کہ تمیز دشوار مگر نہ یہ ظ جو عامہ عوام نکالتے ہیں یہ ذمخم ہے ظ جب اپنے مخرج سے صحیح طور پر بھاریت استعلا و اطباق لسان ادا کی جائے گی ضرور شاہ الصوت بعض ہوگی یہاں تک کہ اگر استعلا واقع ہو ض ہو جائے دوا د مستجن ہے نہ مستجن بلکہ محض غلط اسی طرح دوا د اور صحیح ظوا د بھی نہیں فقہائے کرام سب کا ایک حکم دیتے ہیں کہ بحالت فساد یعنی نماز فاسد جیسے منظوب، مفدوب اور بحالت صحت معنی صحیح جیسے ظالین دوا لین کما فی الغنیہ وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۸ از شرک رک ضلع اڑیسہ محشی بازار مرسلہ شیخ طاہر محمد بن عثمان صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر زیری مجبٹرٹ کی امامت جائز ہے یا نہیں اور جو تریل سے نہ پڑھے اس کی امامت جائز یا ناجائز اور نیز تریل کی حد معلوم ہو۔ بینوا توجروا

الجواد

ترتیل کی تین حدیں ہیں ہر حد اعلیٰ میں اُس کے بعد کی حد ماخوذ و ملحوظ ہے **حد اول** یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر باہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے کما قال تعالیٰ ورتلناہ ترتیلاً ای انزلناہ نجماً نجماً علی حسب ما تجددت الیہ حاجات العباد ومثلہ قولہ تعالیٰ وقراناہ فرقاناً لتقرأہ علی الناس علی مکث ورتلناہ تنزیلاً الفاطمہ تغنیم اداہوں حروف کو اُن کی صفات شدت و جہد و امثالہما کے حقوق پورے دیے جائیں اظہار و اخفا و تغنیم و ترقیق و غیرہ محنات کا لحاظ رکھا جائے یہ سنون ہے اور اس کا ترک کر وہ فاسد اور اس کا اہتمام فرائض و واجبات میں تراویح اور تراویح میں نفل مطلق سے زیادہ جلالین میں ہے رتل القرآن تثبت فی تلاوتہ کمالین میں ہے امی تان و اقرا علی تودۃ من غیر تعجل بحیث یتمن السامع من عداایاتہ و کلماتہ اتقان امام سیوطی میں برہان امام زکشی سے ہے کمال الترتیل تغنیم الفاطمہ والا بانۃ عن حروفہ وان لا یدغم حرف فی حرف وقیل ہذا قلہ اسی میں ہے لیس الترتیل فی قراءۃ القرآن قال اللہ تعالیٰ ورتل القرآن ترتیلاً وروی ابو داؤد وغیرہ عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نعتت قرأۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفسرۃ حروفاً حروفاً الحدیث میں ہے لا تنثروہ نثر الدقل ولا تخذوہ هذا لشعر قفا عند عجائبہ وحکماء بہ القلوب ولا یکن ہم احدکم اخر السورۃ یعنی قرآن کو سوکے چھو ہاروں کی طرح نہ مجاؤ (جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ جھڑ پتی ہیں اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کا ڈو عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اُس سے تدبیر سے جنبش دو اور یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو اب دھیان اسی میں لگا ہے کہ کہیں جلد اسے ختم کریں رواہ ابو بکر الاجری فی کتاب حملۃ القرآن وعن طریقۃ البغوی فی المعالم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قولہ والد یلی مثله عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والعسکری فی المواعظ من حدیث امیر المؤمنین علی کو مر اللہ تعالیٰ وجہہ انہ سئل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قولہ ورتل القرآن ترتیلاً قال فذکرہ ورمختار میں ہے یقرأ فی الفرض بالترتیل حروفاً حروفاً فی التراويح بین بین وفي النفل لیلالہ ان یسر ع بعد ان یقرأ کما یفہم اُس کے بیان تراویح میں ہے ویجتنب ہذا رمۃ القراءۃ **دوم** مد و وقف و وصل کے ضروریات اپنے اپنے موقع پر ادا ہوں کھڑے پڑے کا لحاظ رہے حروف مذکورہ جن کے قبل ذن یا یم ہوں ان کے بعد غنہ نہ نکلیے مثلاً انا کنا کون کن یا انا کن کنا نہ پڑھا جائے با وجیم ساکنین جن کے بعد تے ہو شدت ادا کیے جائیں کہ پ اور ج کی آواز نہ دیں ہمال جلدی میں ابر اور تجنبوا کو ابر اور تجنبوا پڑھتے ہیں حروف مطبوعہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ جہاں جب صراط و قاطعہ میں ص و ط کو اطمینان کرتے ہیں حرکت تابع حروف ہو کر کسرہ نشا پڑھتا ہو جاتا ہے کوئی حروف بے محل اپنے مجاور کی رنگت نہ پکڑے ت و ط کے اجتماع میں مثلاً سیطیعون لا تطع بے خیالی کرنے والوں سے حروف تابعی مشابہ طا ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے عو میں بھی وجہ تغنیم عین و ضمہ تا آواز مشابہ طا پیدا ہوتی ہے بالکل کوئی حروف و حرکت بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرے نہ کوئی حروف چوٹ جائے نہ کوئی اجنبی پیدا ہو نہ محدود و مقصور ہو نہ محدود اسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے وہ الف ج بعض جہال و استبقا الباب دعوا اللہ وقال الحمد للہ ذاقا الشجرۃ کے قیاس پر کھتا الجنتین قبل ادخلوا النار میں نکالتے ہیں حالانکہ یہ محض فاسد اور زیادت باطل و کاسد و واجب و اجماعی متصل ہے منفصل کا ترک جائز و لہذا اُس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا اور جس

حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسے ضالین الہ وہاں بھی مد بالاجماع واجب اور جس کے بعد سکون عارض ہو جیسے العالمین، الرحیم، العباد، یوقنون بحالت وقف یا قال اللھم بحالت ادغام وہاں مد وقصر دونوں جائز اس قدر ترتیل فرض واجب ہے اور اس کا تارک گنہگار فرض نماز سے نہیں کہ ترک مفید صلاۃ ہو مدارک الترتیل میں ہے ورتل القرآن ترتیلاً ای علی تودۃ بتیین الحروف و حفظ الوقت واشتباع الحركات ترتیلاً تاکید فی ایجاب الامورہ وانہ لا بد منہ للقاری و المتحاری میں ہے یمد اقل مدہ قال بہ القوا والآخرہ لترك الترتیل الماموریہ شہ عاٹ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھا رہے تھے اُس نے انما الصدقات للفقراء کو بغیر مد کے پڑھا فرمایا ماہکذا اقرأنیہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں نہ پڑھا یا عرض کی آپ کو کیا پڑھا یا فرمایا انما الصدقات للفقراء مد کے ساتھ ادا کر کے بتایا رواہ سعید بن منصور فی سننہ والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح۔ اتقان میں ہے قد اجمع القراء علی مد نوعی المتصل وذی الساکن اللزیم وان اختلفوا فی مقداره واختلفوا فی مد نوعین الاخریین وهما المنفصل وذو الساکن العارض وفی قصی ہا ہند یہ میں ہے اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتداء فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر بہ المعنی تغیراً فاحشاً لخوان قرأ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت ووقف ثم ابتداء بقوله اولئك هم خیر البریۃ لا تقصد بالاجماع بین علمائنا ہکذا فی المحيط وکن ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لو لم یقف عند قوله اصحب النار بل وصل بقوله الذین یحملون العرش لا تقصد لکنہ فقیہ ہکذا فی الخلاصۃ وان تغیر بہ المعنی تغیراً فاحشاً لخوان قرأ اشہد ان لا الہ الا اللہ انہ لا الہ ووقف ثم قال الاھولاء تقصد صلاتہ عند عامۃ علمائنا وعند البعض تقصد صلاتہ والفتویٰ علی عدم الفساد بکل حال ہکذا فی المحيط جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اُس کی امامت نہ چاہیے مگر نماز ہو جائے گی اگرچہ بکراہت عالمگیریہ میں ہے من یقف فی غیر مواضع ولا یقف فی مواضع لا ینبغی لہ ان یؤمر وکن امن یتخیز عند القراءة کثیراً بسووم جو حروف و حرکات کی تصریح احط، ط، ث، س، ص، ح، ۵، ذ، ظ وغیرہ میں تمیز۔ غرض یہ نقص و زیادت و تبدیل سے کہ مفید معنی ہو احتراز یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرض نماز سے بھی ہے کہ اس کا ترک مفید نماز ہے جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پرواہی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے یا یکے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا ہمارے الکرلام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اُس کی نماز باطل اور اُس کی امامت کے بطلان اور اُس کے پیچھے اوروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں علمائے متاخرین نے بنظر تمیز جو توسیعیں کیں وہ عند تحقیق صورت اغزش و خط سے متعلق ہیں کہ صحیح جانتا ہے اور صحیح پڑھ سکتا ہے مگر زبان سے بہا کر غلط ادا ہو گیا نہ کہ معاذ اللہ فتویٰ بے پروائی۔ اجازت غلط خوانی و ترک تعلم و کوشش جیسا کہ عوام زمانہ بلکہ اکثر خواص میں بھی وہائے عالمگیری کی طرح بھیدا ہوا ہے اور نہ بھی ہسی تو وہ عوام کی نمازیں ہیں نہ کہ غلط خوانوں کی امام بنانے کے لیے وہی علماء جو وہ توسیعات کہتے ہیں بطلان امامت کی تصریح فرماتے ہیں اور جو قادیانی نہیں کوشش کرتا ہے محنت کرتا ہے مگر نہیں نکلتا جیسے کچی زبان والے گنوار کہ قاف کو کاف، ذال کو جیم پڑھیں۔ صحیح مذہب میں صحیح خوان کی نماز ان کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی تفصیل اس مسئلہ جلیلہ کی جس سے آج کل نہ صرف عوام بلکہ بہت علماء و مشائخ تک غافل ہیں فقیر غیر اشتہر

تعالیٰ کے فتاویٰ میں ہے درمختار میں ہے لا یصح اقتداء غیر الالٹخ بہ علی الاصح بحر وحرر الحلبی وابن الشنہ انہ یبدل
جہدہ دائما حتی کالامی فلا یومر الامثلہ ولا تصح صلاتہ اذا لم یکنہ الاقتداء بمن یحسبہ او ترک جہدہ او وجد قسدا
الغرض مما لا یشخ بہ فیہ ہذا ہوا لصحیحہ المختار فی حکم الالٹخ وکنامن لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او یخرج شخص
خلاف شریعت مطہرہ کے فیصلہ کرے اُسے امام بنانا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ ومن لم ینحکم بما انزل اللہ فاولئک هم المفسدون
غنیہ میں ہے لو قد موافقا یا ثبوت اور اس کے پیچھے ناز سخت مکروہ کما حققہ المحقق الحلبی فی الغنیہ والعلامۃ الشرنبلانی
فی المراتی وغیرہا فی غیرہا فقد بینا فی غیر موضع من فتاوانا وھو قضیۃ الذیل فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحانہ
وتعالیٰ اعلم وحکمہ جل مجدہ کا اتمر و احکم۔

رسالہ نغم الزاد لروم الضاد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ - از ریاست رام پور محلہ کنڈہ متصل مسجد میاں گاماں مسئلہ مولوی محمد یحییٰ صاحب ۲۴ شوال مکرم ۱۳۱۵ ہجری
چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں باب کہ در قرأت غیر المنضوب علیہم ولا الضالین در چند اشخاص نزاع می مانند
و اکثر رسائل و فتاویٰ دریں باب مختلف ہستند بعضی خواندن ضاد ببال تورات بنی انسان دلیل می آرند و بعضی برائے تبدیل ظا و زائہا بھوت را
دلیل می گردانند و قاری عبد الرحمن مرحوم پانی پتی در رسائل و فتاویٰ خلاصہ تحقیق بدین پنج رقم کردہ اند کہ بجائے ضاد دال یا حرفے خواندن محض
غلط است ہر حرف خصوصاً ضاد را از مخرج خود مع صفاتش ادا کر دن بر ہمہ شخص واجب است دریں ہنگام شور و شغب بعضی خواص و عوام
سند خواندن دال از شرح کبیر بیان کردہ اند از استماعش در چند امور خلجان واقع گردید ترصد از علمائے ماہرین و معتبرین کہ از جواب رافع
خلجان احقاق حق و ابطال باطل فرمایند اجر کما اللہ تعالیٰ فی الدارین امرے چند موجب اشتباہ و خلجان مخصوص ادائے ضاد بشیر ببال علم
یا ظاہر مجملہ دریافت طلب از علمائے دین - اول فصل زلتہ قاری کہ در کتب فقہ علیحدہ ذیل حکم قرأت فی الصلوۃ موضوع شدہ آیا حکم
مسائل آن مخصوص بدان صورت است کہ از قاری بلا قصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے فجاۃ بر زبان جاری شدہ باشد یا علی العموم است
قاری و تالی بالقصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے خواندہ باشد بر تقدیر تسلیم شق عموم ہر گاہ حکم قرأت بالا ارادہ نوشتہ شدہ باعث معون کردہ
فصل بر زلتہ القاری چیست حالانکہ در زلتہ کہ عرب لغزش است ارادہ مفقود است ووم در صورت عموم صرف بر اتقاد مخرج یا قریب مخرج
و تشابہ صورت عموم و سہولت ادا اکتفا کردہ خواهد شد یا کما ظہر ہم داشتہ خواهد شد و بصورت تبدیل معنی و فساد آن حکم فساد ناز دادہ خواهد شد
و دریں صورت کسیکہ در ابدال ضاد ببال تورات بنی انسان را مطلقاً دلیل گردانیدہ توجیہ صحت قولش چہ خواهد شد سوم چنانکہ صاحب غنیۃ تالی

شرح مینہ در فصل زلز قاری بمقام حکم ابدال حرفے بحر نے مدار بر صحت و فساد معنی داشته بصورتیکہ معنی صحیح از بدل می شود حکم صحت نماز نگاشته و جائگہ از بدل فساد معنی شده حکم فساد نماز داده ہمیں حکم در ابدال ضا و بدل ہملہ ہم جلدی خواهد ماند و ہر جا کہ ضا و بدل ہملہ فساد معنی لازم است حکم فساد نماز داده خواهد شد یا نہ اگر شوق اول مسلم است پس ابدال ضا و بدل ہملہ و بصوت دال خواندن عموماً و مطلقاً چگونہ صحیح خواهد شد و اگر شوق ثانی است مخصوص آن دو جب تخصیص کدام دلیل است چہارم کسیکہ از جہات شرح کبیر و لا الضالین بالنظار الجمعہ او الدال الہملہ لا نقصد انہ خواندن دال بجائے ضا بدون لحاظ تخالف و تباعد معنی علی العموم قیاس کردہ قیاس فاسد خواهد شد یا نہ زیرا کہ دریں آیہ کریمہ هل ند لکم علی جبل النہ صاحب شرح کبیر از بدل قرب معنی ثابت کردہ حکم صحت نماز داده و ممکن است کہ بدیگر مقام از ابدال ضا و بدل فساد معنی شود معنی آن خواهد شد تباہ شوند یا در کواکب موضوع کہ معنی بہ ترتیب چیدہ شدہ است ہر گاہ مودودہ خواندہ شود معنی آن پدرو دکر دہ شدہ خواهد شد کہ مشعر بر انقطاع آن است علی ہذا بسیارے آیات ہستند کہ حالش بر متغش خیر پوشیدہ خواهد ماند پس در آن صورت لا محالہ حکم فساد نماز داده خواهد شد و ہر گاہ مدار حکم صحت و فساد نماز بصورت ابدال ضا و بظا و دال خود حسب تحریر صاحب شرح کبیر بر صحت و فساد معنی بدل شدہ چگونہ قیاس مذکور سبیل عموم بلوی بخصوص عدم فساد صلاۃ چنانکہ در حق عوام است کہ بیچ امتیاز در صحت لفظ و فرق معنی نمیدارند ہمیناں در حق خواص کہ امتیاز ہرگونہ دارند جاری خواهد شد یا نہ پنجم ہر گاہ از جہات تمیید جزئی و شرح شیخ الاسلام زکریا انصاری بر مقدمہ جزئی و ہم از شرح طاعلی قاری بر آن ثابت است کہ السنہ ناس در ادائے ضا مختلف است بعضے ظائے مجملہ و بعضے دال ہملہ و بعضے ذال مجملہ و بعضے با شام زائے مجملہ می خوانند و این ہمہ حضرات از قرآن عرب معدودند دریں صورت دعوی توارث ادائے ضا و بصوت دال ہملہ چگونہ قابل تسلیم خواهد شد - بینوا توجروا

الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذی انزل علی نبیہ ص و الصلاۃ والسلام علی اخصی من نطق بضم و علی آلہ وصحبہ الذین اقتدوہم لسفہا لاخرۃ زاد صلی اللہ تعالی و بارک وسلم علیہم و زاد حق جل و علا و تبارک قرآن عظیم بلسان عربی مبین بر نبی عربی قرشی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرستاد و برائے تلاوت و استماع و استفادہ و انتفاع عباد آن صفت کریمہ قدیمہ خود را کسوت حروف و اصوات تجلی داد سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کما انزل الیہ البصاہر کرام رسانید و صحابہ بتابعین و تابعین بہ تبع و ہمچنان قرآن بقرآن و طبقہ نطقہ ہر ہر حرف و حرکت و ہیأت بر اقصد غایات توارث کہ مافوق آن مقصور نیست بمراسید و الحمد للہ العلی المجید و ذلک قولہ تعالی انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون بس بحمد اللہ چنانکہ در بیچ کلمہ از کلمات کریمہ اش اصلاح تو ہمے نیست کہ شاید بجائے الحمد الشکر نازل شدہ باشد ہمچنان مبتنی بر عزوجل در بیچ حرفے از حروف طبیعیہ اش زہار جائے تردد نہ نیست کہ مگر بجل لام تعریفیم تعریف بودہ باشد پس نہجیکہ بقین قاطع میدانیم کہ اوع و ق در زبان عربی جدا گانہ است و در قرآن عظیم الا و علا و فلا بر معانی مختلف برہاں وجہ یقین جازم می شناسم کہ ض و ظ و د نیز در لسان عرب بہ حروف متباین است و در فرقان کریم ضل و ظل و دل بہ دلالت متخالفہ پس ض را ظ یاد خواندن بعینہ بہاں ماند کہ کسے ارا ع یا ف خواند دعائے قارث در ادائے د بجائے ض سخنی است بس غلط و پرہیزہ - توارث اگر در علیائے محمد بن قرات مقصود خود باطل و مردود

و اگر در عوام ہند ملو ازیں چرکشا و سکتا سورہ فاتحہ از صد ہا سال در عایاں رائج است و جملہ برائے توجیہ آنہا ہفت نام شیطان درک تراشیدہ اند دل ہر یک کو کنگن کلس تعلی و بعض دیگر فرودند ہما و مصرا و کذا لک کان یذنبی علی مزعومہ شدت تحفظ ایشان بریں سکتا بیشتر و فرود تراز تحفظ برواجات اجماعیہ تجویدی بنیم و ہر کہ مراعات آنہاں نکند این نادانان اور از تجوید قرآن جاہل و غافل دانند فانظر کہف صا دیہم المعروف منکر و المکر معروفہ - این اختراعات باطلہ را حقیقت پیش ازل نیست کہ ان ہی الاسماء سمیہ تہوہاء علماء این سکتا باطلہ را تصحیح کردہ اند و بطلان آنہا تصریح علامہ ابراہیم علی در غنیۃ المستمل فرماید قال فی فتاویٰ الحجۃ المصلیٰ اذ ابلغ فی الفاتحۃ ایاک نعبد و ایاک نستعین لا یذنبی ان یقف علی قولہ ایاک ثم یقول نعبد و انما الاولی والا صح ان یصل ایاک نعبد و ایاک نستعین انہی فلا اعتبار بمن یفعل ذلک السکتۃ من الجہال المتفقہین بغیر علمہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری در منہج العلوک بعد ایراد عبارت فتاویٰ الحجۃ می فرمایند اقول و ما اشتهر علی لسان بعض الجملہ من القرآن ان فی سورۃ الفاتحۃ للشیطان کذا من الاسماء فی مثل هذه التركيب من البناء فخطا فاحش و اطلاق قیمی تمسکتہم عن فحودال الحمد و کاف ایاک و امثالہما غلط صریح علامہ محمد عمر بن خالد قرشی حنفی در رد این مزعوم رسالہ مستقلہ نوشت کما ذکرہ کشف الظنون فی ذکر الوسائل - من فقیر در عفوان امر خود پیش از وقوف بریں کلمات علما بریں سکتا باطلہ را ابطال می کردم و منشاء اختراع آنہا می دانم کہ اگر غرابت سخن مانع بودے بقلم می سپردم علما کہ اختلاف السنۃ ناس در ادائے ض بیان فرمودہ اند حاشا مراد نہ آنست کہ این طریق ادا قرآن عرب بہست بلکہ مقصود بیان غلط و خطائے عوام در ادائے این حرف و تنبیہ بر بطلان و تحذیر از آن بہت عبارت بولنا قاری در شرح مقدمہ جزیریہ قول ما تن والضاد باستطالۃ و مخرج میز من الظاء و کما تجی فی النطق ظل ظم عظم الحفظ؛ ایقظ و انظر عظم ظم اللفظ چنان است قد انفراد الضاد بالاستطالۃ حتی تتصل مخرج الالام فیہ من قوۃ الجھر و الاطباق والاستعلاء و لیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثله و السنۃ الناس فیہ مختلفۃ فمنہم من یخرجہ و الالمہملۃ او معجمۃ و منہم من یخرجہ طاء مہملۃ کالمصریین و منہم من یشہہ ذالا و منہم من یشہہا بالظاء المعجمۃ لکن لما کان تمییزہ عن الظاء مشکلا بالنسبۃ الی غیرہ امور الناظم بتمییزہ عنہ نطقا ثم بین ما جاء فی القرآن بالظاء لفظا الخ این شدت تحفظ علما است بر تائید حروف و آنچه نکرہ امام ناظم رحمہ اللہ تعالیٰ کلمات قرآنیہ وارودہ بظائے معجمہ را ضبط فرمودہ تا بدانند کہ این حرف بقرآن عظیم در ہمیں مواد است و آنچه غیر اینہا است ہمہ بضاد است ہچنان فاضل اویب حریری در مقامہ علیہ عامہ لغات عرب وارودہ بظاء را مضبوط نمود جائیکہ فرمود - ایما التسائلی عن الظاء والضاد و کلیلا فصلہ الالفاظ؛ ان حفظت الظاءات یغنیک فاسمعها استماع امرأۃ غیر طائفتی فی مخارج هذه الحروف و فی ذلک حرج عظیم و الظاهر ان هذا محل ما فی جمیع الفتاویٰ باز فرمود ثم فی الخزانۃ ایضا لو قرأ ولا الضالین بالظاء فسدت صلاتہ و علیہ اکثر الائمۃ منہم ابو مطیع و محمد بن مقاتل و محمد بن سلام و عبد اللہ بن الازہری و علی هذا القیاس فی جمیع القرآن لو قرأ بالظاء مکان الضاد تفسد صلاتہ الا فی قولہ تعالیٰ و ما هو علی الغیب بضنین بالظاء والضاد فہما قرأتان بین چہ قدر نفوس روشن است کہ این تبدیلا از کج راج زبانی ہائے کدو ہاں و ترکیباں و وہقانیاں کو نہ و غیر ہم عوام و اعجام است و لہذا اکثر

علمائے متاخرین کہ در محل مشقت رو بہ تیسیر کرده اند ایس ترخیص را ہم بحق عامیان مقصود داشتند باز حکم جمهورائے نظر کن کہ بریں ابدال ہنگام
فساد معنی حکم بفساد نماز فرمودند و ہمین است ائمہ مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا الامام الاعظم و امام ابیوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیعین
علی خلاف بینہم فی ما اذا کان مثلہ فی القرآن اولاً کما فصلہ فی الغنیۃ باحسن تفصیل فاللہ یجزیہ الجوزاء البخیل در خانہ
خلاصہ و بزادیہ وغنیہ و خزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتدہ مذہب بکثرت فروغ دین تبدیلہا است کہ مدوے حکم بفساد نماز داده اند من
شاء فلیراجعہا فان فی نقلہا طولاً کبیراً و خود علامہ قاری در شرح جزریہ فرمود (وان تلاقیا) ای المضاد والظاء فبیان کل منها
لازم ولا یجوز الادغام لبعده فخرجہما قال الیمنی فلو قرأ بالاذغام تفسد الصلاة وقال ابن المصنف وتبعہ الرومی ولیقصر
من عدم بیانہما فانہ لو ابدال ضاد ابطاء او بالعکس بطلت صلاتہ لفساد المعنی وقال بحری فلو بدل ضاد ابطاء فی
الفا تحۃ لم تصح قرأتہ بتلك الكلمة باز کلام ابن الہمام و کلام مذکور منہ آمدہ گفت قال الشارح و هذا معنی ما ذکر فی فتاویٰ الحجۃ
انہ یفتی فی حق الفقہاء باعادة الصلاة و فی حق العوام بالجواز قول و هذا تفصیل حسن فی هذا الباب واللہ تعالیٰ اعلم
بالصواب و فی فتاویٰ قاضی خاں ان قرأ غیراً لمغضوب بالظاء او بالذال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المجمعۃ والذال
المهملة لا تفسد ولو بالذال المجمعۃ تفسد در شرح امام شیخ الاسلام ذکر کیا انصاری است (وان تلاقیا) ای المضاد والظاء
فبیان احدهما من الاخر لازم للقاری لئلا یختلط احدهما بالآخر فتبطل صلاتہ سبحن اللہ اگر ایس پنج ادا قرأت عرب را بدوے
حکم فساد را چہ گنجائش بود بلکہ قطعاً ادا قام روا بودے و نماز مطلقاً اجماعاً صحیح ماندے چنانکہ در ماہو علی الغیب ضنین و ہمچنین در قول او
تعالیٰ انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم حسب و حسب و حسب و خطب لعیاد و ضاع و طاء و ظاء ہر چہ خواند
نماز قطعاً صحیح است کہ ایس کلمہ ہر بار حروف مطبوعہ در قرأت آمدہ است کہ فی المذنب العسکریہ وغیرہا **اقول** وباللہ التوفیق بتحققنا
هذا اظهر لك انخساف ما زعم بعض الفخاة وهو ان الاعرابی الکوفی حیث کان یقول جائز فی کلما العرب ان یعاقبوا بین الضاد
والظاء فلا یخطئ من یجعل هذه فی موضع هذه و یبشدرہ الی اللہ انکوا من خلیل او وہ یؤثک خصال کلہا لی غائض
بالمضاد و یقول ہکذا سمعتہ من فصحاء العرب نقلہ ابن خلکان فی وفيات الاعیان و ذلك لانه لو کان ما زعمہ صحیحاً لہا
حکم ائمة الفقہ و ہم ما ہم فی جمیع فنون العربیۃ وغیرہا من العلوم الدینیۃ بفساد الصلوۃ فی غیر المغضوب و امثالہ
مما یفسد بہ المعنی ولما فرقوا بینہ و بین ضنین و ظنین فاین هذا معاً من عن الحلیۃ عن الخزانۃ عن الائمة ان فی
جمیع القرآن تفسد بہ الصلاۃ ما خلا ضنین و من سوغ فاما نظر الی التیسیر علی العوام لا انہ صحیح فی فیضہ الکلام اما البیت
فلا حجة لہ فیہ فقد یکون من غاضہ اذ القصة قال الامسود بن یحضر اما ترینی قد فنی و غاضنی یؤمانیل من بصری
ومن اجلادی یؤقال فی تاج العروس معناه نقضی بعد ما تاملت و هذا و هذا ابن العوامی قد انشد بنفسہ و لو قد عرض
معطسہ جریری یؤلقد لانت عن یکندر و غاضا یؤ و فہرہ فقال اثنی انہ حتی یزل و قد قال ابن سیدہ فی ذلك البیت یجوز
عندی ان یکون غائض غیر بدل و لکن من غاض ای نقض و لکن معناه حیث نہانہ و یقطنی و ینقطنی لعلہا فی التاج ایضاً و عن

هذا حکم علماء و فاعبد من الفساد فيما لو قرأ ليخيط بجم الكفار بالصاد مكان الظاء كما في الحانية قال في الغنية لان معناه مناسب
اي لينقص بجم الكفار اه وكذا قال في قوله تعالى قل موتوا بغيظكم وبالجمله فالفقه لا يوحى من قول زحوى خالف نصوص الامثله
بل الانصاف عند من نور الله بصيرته تقديم قولهم على احوال النحاة في العربية ايضا فان الاجتهاد لا يباقي الا المتصلع منها
مقدون في قلبه النور الالهي فاسف ذلك فانه نفيس مهم - آرس مارا انكار نيت كه در كلام عرب معا قيه بيان ض وظ اصلا نياد
كلمات عديده بهر دو حرف دارد شده چون عدا محرب والزمان وعظ زمان وجنگ گزید و گزید رسانید و تهاضوا تهاضوا باهم بجنگ افتادند و
بریکدگر زبان گفتن کشادند و فاض فلاں و فاض بمر و بظ الضارب اواره بعض جنگ زن اوتارا برائے زدن جنبا نید و هیا نود و تقریظ و تقریض
مرح و میض و بیض خایه مور و بظ و بضر و سره الی غیر ذلك معاده ابن مالک فی کتاب الاعتصاف فی معرفه الظا و الضاد اما ایس معنی مستکرم آن نباشد
که هر جا ابدال روا بود چنانکه میان لام و را جا با محاقبه است در مجمع بحار الانوار آورده فیه کان یکره تعطر النساء و تشبهن بالرجال اسرار
عطر یظهر سیمه کما یظهر عطر الرجل وقیل اراد تعطل النساء باللام و هی من الاحلی علیها ولا خضاب واللام والراء یتعاقبا
و زبهار جائز نبود که هر جا خواهن یکجائی دیگرے خوانند علی تصریح فرموده اند که دیوم بتلی السرا سر ایل یا دیوم ترجت الارض و الجبال
بجائی جبال جبار خواند نماز فاسد شود کما فی الحانیه و المنیه و غیرهما بازا یں جمله که گفته آمدیم در خصوص ظائے مجمله است و عا شا که جائے
و کینزے و دهمقانی از عرب بجائی ض دیا طامعتین یا ذی زبعتین بر زبان راند سخن من در عرب خالص است نہ در قسے که با عجم
مخالط شده در زبان نیز خافظ و غلط شدند رجعت قمری را گمگرمی گویند و ثلثه عشر المتعش و خذ کذا خذ کذا کبکسر کاف و وال ممله الی
غیر ذلك من التیارات الممله و بایضه از اعراب و اطراف ین ملاقی شدم که بکذا را بهیچامی گفتند و منک خطاب بانثی را بنج بحیم فارسی و
بعضه دیگر دیدم که جم رکات فارسی مسجد را مسکد و جمال را کمال میگفتند قال الرضی الباء التی کالغاء قال السید فی هی کثیره فی لغه العجم
واطن ان العرب انما اخذوا ذلك من العجم لخالطهم ایاهم بازاخراج ز مجمله بجائی ض خالصا یا اشماد در کلام علی نقلش از عوام جاں
نیز یاد نیت البتہ بعض عامیان زمان که تشابه صوت شنیده اند بجائی ض ظ بر آوردن می خواهند و بعض دیگر که تحفظ کنند و نتوان چیزے
بین الضاد و الظایر می آرند و اولئک امثالهم طریقا نسأل الله ان یرزقنا الحق فی کل باب تحقیقا -

بالجمله حق واضح ہمیں است کہ ایں ہمہ حروف باہم متباہن است و برہم را مخرج جدا و ابدال ض باہر حرفیکہ باشد مردود و نادر ایں
حرفے است کہ حق جل و علا ادرا تہا آفرید و بیج حرفے را قرینش نکردانید و لہذا سیبویہ گفت و در صفت لولا الاطباق فی الصاد لکان سینا و فی الظا
کان ذال و فی الطاء لکان والا و مخرجت الضاد من الکلام لانه لیس بشی من الحروف من موضعها غیر ہا ہ نقلہ الرضی و آنکہ از قاری پانی پت نقل کنند
اقول تحقیق آنست کہ در صفات حروف بعضہ صفات لازمہ است کہ فقدانش مستلزم فقدان ذات باشد چنانچہ اطباق در ط و انفاج در ت
او قطعاً واجب المراعاة است و بعضہ نہ چنان است اگر بجایا رند ذات حروف در ہم مخمور و چون تنوع در ہمزہ و تشہ در ش و ہو کما فی المنہ انتشار
الصوت عند خروجها حتی تتصل بحروف طرف اللسان منها مخرج اللسان و الحال ان مخرج حافۃ اللسان من محاذات
وسطہ پس مراعات صفات مطلقاً واجب نیست بلکہ از صفات حروف آنست کہ ترکش واجب است و آن صفت تکریر در کئی مخفض

مطلقاً و در شغلہ پیش از یکبار معنی این صفت در آنست کہ (قابل تکرار است نہ آنکہ تکرارش باید باین معنی بتوفیق اللہ تعالیٰ بخاطر مخطور کردہ بود کہ تصریحش در کلام مولانا علی قاری چہرہ کشود حیث قال تحت قول الماتن والراء بتکریر جعل معنی قولہما ان الراء مکرر ہوان الراء قبول التکرار لا دقاً و طرف اللسان بہ عند التلفظ لکقولہم لغير الضاحک انسان ضاحک یعنی انہ قابل للضحک و فی الجملہ اشارۃ الی ذلک و تکریرہ لحن فیجب معرفۃ التحفظ عندہ للتحفظ بہ کہ معرفۃ السحر لیتجنب عن تصریرہ و یعرف وجہ رفعہ قال الجعفی و طریقۃ السلامۃ ان یلصق الالفاظ ظہر لسانہ باعلیٰ حنکہ لصقاً محکماً مرۃ واحداً و متی ارتقد حدث من کل مرۃ رأو قال مکی لا بد فی القراءۃ من اخفاء التکریر و قال واجب علی القاری ان یمحی تکریرہ و متی اظهر فقد جعل من الحروف المشددة حروفاً و من المخفض حروفین اھ اھ ببعض اختصار و در وجوب ادا از مخرج بر معنی کہ سلم است جملہ حروف متساویۃ الاقدام است بیچ خصوصیت ض را نیست بلکہ توان گفت کہ چون ادائے صادق در دو سراز جملہ حروف است حکم وجوب بعارض شدت دروے نسبت سائر حروف رو بتخفیف است فان المشقة تجلب التيسير و ما ضاق امر الاتسع ولا یكلف الله نفساً الا وسعها و ما جعل علیکم فی الدین من حرج یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر و الحمد للہ رب العلمین آری خصوصیت ض بوجہ عسر مراد در شدت احتیاج باہتمام در آن تحفظ و تیقظ و ادائے آنست ۔

الجام الصاد

عن سنن الضاد

مسئلہ - از درجہ نگاہ محمد اسماعیل گنج ذاک خانہ لہریا سرائے مرسلہ مولوی محمد نسیم صاحب ۱۰ جمادی آخرہ ۱۳۱۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ جن معجمہ کو قصداً ظاہر بلکہ زہمتاً پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حروف ادا کیا جاتا ہے جس سے بڑے وال مہملہ پیدا ہوتی ہے اُس سے نماز مطلقاً فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہل ندوہ وغیرہ ہندیان زمانہ کے چھ فتویٰ دکھاتے ہیں جن کا خلاصہ کلام و محصل مرام نماز میں جن کو مشابہ مہملہ پڑھنے پر حکم فساد اور اُس پر ان دودھ سے استناد ہے اولاً فی فتاویٰ قاضی خاں ولو قوا الظالمین بالضاو بالذال لا تقصد صلاۃ ولو قرأ الدالین یا الدال تقصد۔ ثانیاً ضاد مشابہ ظا کے ذوال کے میان ضاد و ذال کے صفتوں کا فرق ہے جب ضاد و ذال میں صوتاً تغایر ہے تو فصل اُن میں بلا مشقت ممکن۔ فتویٰ ندوہ کی عبارت یوں ہے۔ "ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ ضاد و ذال دو حروف تغایر المعنی ہیں جن میں اقیاز بلا مشقت ممکن اور ایسی صورت میں فقہاء فساد نماز کو لکھتے ہیں شامی میں اذاکر حرفاً مکان حروف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینہما بلا مشقتۃ تقصد والا کالظاء مع الضاد قال اکثرہم لا تقصد با پنج فتوؤں کا حاصل تو صرف اس قدر ہے اور ایک یعنی پانچویں میں اتنا بیان اور ہے کہ ظالین بڑھنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ ان میں

تشابہ صوتی ہے اور امتیاز متعسر اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن تعدیہاں بھی مفسد ہے یہی مذہب مختار ہے کما فی البزانیۃ ان خودوں کا کیا حال ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق دموید ہیں یا نہیں اور جو لگ ض ہی کا قصد کریں اور ض سمجھ کر پڑھیں مگر بوجہ عدم قدرت صان ادا نہ ہو اور سننے میں وال سے مشابہ ہو تو ان کی نماز ہوگی یا نہیں۔ اور جو قصد اض کو پڑھے اُس کی نماز کا کیا حکم ہے اور ہنگام تغیر حروف و تفادات معنی میں جو حکم فساد ہے وہ صرف ض و د و ظ ہی سے خاص ہے یا باقی حروف مثل ا ع ت ط س ث ص ح کا کبھی عام ہے اگر عام ہے تو آج کل یہ جھگڑا اسی حروف میں کیوں ہے جواب مختصر ہو کہ عوام مطول کو نہیں پڑھتے۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم هداية الحق والصواب

الحمد لله الذي نزل سبيل الرشاد عن تحريف كل صا د و ا و ع د بالعذاب من حاد وضاد والصلوة والسلام على الكريم الجواد على مولی العباد مولی المراد و آله الاسیاد وصحبه الامجاد ما اهلكت صا د و ا ع جمت الضاد كثف صواب واليضاح جواب کو چند محل جملے ملحوظ ہیں اول ض ظ ذ ز معجات سب حروف متباين متغايره ہیں ان میں کسی کو دوسرے سے تبادلات قرآن میں قصد بدلنا اس کی جگہ اُسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرون نماز حرام قطعی و گناہ عظیم افترا علی اللہ و تحریف کتاب کریم ہے فقیر نے اپنے رسالہ نعم الزاد لروم الضاد میں اس پر دلائل قاهرہ باہرہ قائم کیے ہیں یہاں تک کہ امام اجل ابو بکر محمد بن الفضل فضلی و امام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ وغیرہ و علامہ علی قاری کی رحمہ اللہ تعالیٰ تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصد اض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے محیط برہانی میں ہے سئل الامام الفضلی عن من یقرأ الظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة او علی العکس فقال لا يجوز امامته ولو تعمد یکفر من الروض الازہر میں ہے کون نعمدا کفر الا کلامہ فیہ عالمگیری ض کی جگہ ز ع د پڑھنے کو کفر لکھا حیث قال سئل عن من یقرأ الزاء مقام الضاد و قراء اصحاب الجنة مقام اصحاب النار قال لا يجوز امامته ولو تعمد یکفر فی النسخۃ الهندیۃ الضاد معجمة و فی المصبریۃ الضاد و کلاهما محتمل والحکم واحد لا یتبدل اس طائفہ حادثہ کا حکم تو ہمیں سے ظاہر ہو گیا ووم قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین د ا ہوا تو اس پر مطلقاً فساد نماز کا حکم غلط و فاسد ہے عبارت امام قاضی میں اگر ذکر ہے تو صرف ایک لفظ کا نہ کہ بر بنائے بتاین صوت و سہولت تمیز حکم مطلق حقیقہ کلام کا اصل مذہب یعنی مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جماہیر محققین نے اُس کی تصحیح کی اُس پر اعتماد فرمایا خود واضح دلائل و شواہد کہ اس میں صرف صلاح و فساد معنی پر بنائے کار تو جہاں ض کی جگہ د پڑھ جانے سے معنی نہ بگڑیں فساد نہ ہوگا مثل ان فیہ بتضمین معنی العن و لا نعام فی قولہ تعالیٰ ان یضوا علینا من الماء و مثل الکواب مودوعۃ موضع موضوعۃ و رادیۃ مردیۃ مکان راضیۃ مرضیۃ کما بینا فی نعم الزاد یہ علمائے متاخرین کہ عوام کی ہر آسانی کے لیے عسر و سیر تیز کا لحاظ رکھتے ہیں کیا آسانی تمیز کی حالت میں مطلقاً حکم فساد دیں گے اگر چہ تمیز نہ ہوں یہ اصل مذہب سے آسانی ہوئی یا اور شدت و گرائی نہیں۔ ان کا حکم قطعاً اُس صورت میں مقصور جہاں معنی بگڑیں اور ان حروف میں تمیز آسان ہو دیکھنے والے اگر کلمات علم پر نظر رکھتے اس امر کے خصوص واضح ملتے یہی امام اجل قاضی خاں اپنے اس فتاویٰ میں فرماتے ہیں اذا اخطأ بذا کو حروف مکان حروف و لہ تیغیر المعنی بان قراء ان المصلون

ان الظالمون وما اشبه ذلك لم تفسد صلاته لا بغير المعنى وان ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد قرأ الطالحات مكان الصلحت تفسد صلاته عند الكل وان لم يمكن الفصل الا بمشقة قال اكثرهم لا تفسد صلاته اه مخفوا اسی طرح فتاویٰ ہند یہ ہیں فتاویٰ خانیہ سے منقول ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں فی الخانیۃ والحلاصۃ انہ ان لم یتغیر المعنی جاز مطلقا وان تغیر المعنی فان لم یشتق التعلیل بین الحرفین فسدت عند الكل وان شق فاکثرهم لا تفسد سوم قطع نظر اس سے کہ دال و مشابہ دال میں فرق بدہی دعویٰ میں یہ تھا اور سند میں وہ - اور قطع نظر اس سے کہ عبارت خلاصہ میں اگر دال حملہ ہے تو مسئلہ کے صریح خلاف اور مجہ ہے تو حملہ کا ذکر اصلاً نہیں تو سند دعویٰ سے بے علاوہ صاف ہمیں عبارت قاضی خاں سے بحث کرنی ہے جس سے فتویٰ نہ وہ نے بھی استناد کیا اس عبارت میں دال و ذال کے صرف اسمائے ہیں انہیں صفت حملہ و مجہ سے مقید نہ فرمایا اور بقول خصوصاً مطابیع میں نقاط کا تفسیر کوئی نئی بات نہیں مگر علامہ محقق امیر اہم حلی نے غنیہ شرح منیہ اور علامہ محقق نولنا حلی قاری کی نے مخ فکر یہ شرح مقدمہ جزیرہ میں یہی عبارت قاضی خاں تبصریح اہمال و اعجام نقل فرمائی جس میں صراحتہ مذکور کہ ضالین کی جگہ والین بدلے پڑے تو نماز نہ جائے گی اور والین بدلے پڑے تو جائی ہے کی اول نے فرمایا ہے ہذا فصل ابدال احد هذه الحروف التثنية اعني الضاد والطاء والذال من غيرہ فلو رد ما ذكره في فتاویٰ قاضی خاں من هذه القبول قرأ ولا ضالین بالطاء المعجمة او الدال المهملة لا تفسد لوجود لفظهما في القرآن وقرب المعنى ولو قرأ بالذال المعجمة تفسد لبعدها معناه ملتقطا ثانی نے فرمایا فی فتاویٰ قاضی خاں ان قرأ غیر المغضوب بالطاء او بالذال تفسد صلاته ولا ضالین بالطاء المعجمة او الدال المهملة لا تفسد ولو بالذال المعجمة تفسد اب اس سے استناد کرنے والے دیکھیں کہ عبارت قاضی خاں ان دونوں اکابر کی نقل پر ان کے صریح مخالف و عکس مراد ہے نہ دے کی دارالافتاء اپنا مبلغ علم دکھائے نہ تحقیق بالغ و نتیجہ بازغ کے لیے بھلا اللہ تعالیٰ فقیر کا رسالہ نعم الزاد ہے چہارم ض وظ میں دشواری نہیں اس طائفہ حادثہ کو اصلاً مفید نہیں وہ ایک گروہ متاخرین کے نزدیک ہنگام لغزش و خطا سبیل آسانی ہے نہ کہ معاذ اللہ قصد تبدیل کلام اللہ کی دستاویز جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغضوب مغضوب پڑے اُس کی نماز بلا شبہ فاسد اور وہ پڑھنے والے مغضوب و فسد تو یہ سب فتویٰ اس کے حق میں بیگز و ناموید علامہ طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں محل الاختلاف في الخطأ والفسيان اما في العمد فتفسد به مطلقا بالاتفاق اذا كان مما يفسد الصلاة اما اذا كان ثناء فلا يفسد ولو تعدد ذلك افاده ابن امير الحاج حلیہ میں ہے ثم ما سئل عن الخلاف من المتقدمين والمتأخرين في هذا على ما في الخانیۃ ینبغی ان یکون محله ما اذا لم یتمتع بفتنہ نہ پانچویں فتویٰ کی عبارت سوال میں مذکور اس میں تو صراحتہ تعمد پر حکم فساد مسطور پھر اُسے مفید سمجھنا کس قدر عقل و فہم سے دور اس خاص جرئیہ کی عبادتیں بکثرت ہیں حلیہ میں خزائنہ الفتاویٰ وغیرہا سے منقول غیر المغضوب بالطاء والظلمین بالذال او بالضاد قال بعضهم لا تفسد هم ابو القاسم الصغار و محمد بن سلمة وكثير من المشائخ افتوا به لعموم البلوى فان العوام لا يعرفون مخارج الحروف وقال الامام ابو الحسن والقاضي الامام ابو عاصم ان تعدد ذلك تفسد وان جرى على لسانه او لم يكن ممن يميز بين الحرفين لا تفسد وهو المختار اسی میں خزائنہ الاکمل سے ہے اذا قرأ مكان الطاء ضادا او مكان الضاد طاء فقال القاضي المحسن الاحسن ان يقال ان تعدد

ذلك تبطل صلاته عالما كان او جاهلا اما لو كان مخطئا اراد الصواب فجرى هذا على لسانه او لم يكن ممن يميز بين الحرفين
 فظن انه ادى الكلمة كما هي فغلطت صلاته وهو قول محمد بن مقاتل و به كان يفتي الشيخ اسمعيل الزاهد وهو احسن لان السنة
 الاكثراء و اهل السواد والا تترك غير طائفة في مخارج هذه الحروف وفي ذلك حرج عظيم والظاهر ان هذا محمل ما في
 جميع الفتاوى **اقول** انما يشير الى اطلاق الفساد في العمدة مطمح انظارهم جميعا فالافلاطون عدمه في الخطأ لا يمكن
 ان يحمل عليه ما في جميع الفتاوى فان منهم من يفضل بعصر الفصل ومنهم من يفرق بقرب مخارج منه من يفرق بين ما اذا اقرأ
 مكان الذال طاء او مكان الظاد او على القلب تفسد صلاته وعليه اكثر الائمة وروى عن محمد بن سملة لا تفسد لان العجم
 لا يميزون بين هذه الاحرف وكان القاضي الامام الشيبه المحسن يقول الاحسن فيه ان يقول ان جرى على لسانه ولم يكن
 مميزا وفي زعمه انه ادى الكلمة على وجهها لا تفسد وكذا روى عن محمد بن سملة والشيخ الامام الزاهد بزازيه من دربارہ منظوب و
 ذالين وغالين ہے قال القاضي ابو الحسن والقاضي ابو العاصم ان تعدد فساد وان جرى على لسانه او كان لا يعرف التميز لا يفسد
 وهو اعدل الا قويل وهو المختار اسی طرح بندیہ میں اُس سے منقول **اقول** والظاهر ان هذه الاختيارات ترجع الى شق الجواز
 عند الخطأ اما الفساد عند التعدد فينبغي الاتفاق عليه كما تقدم ما يفيد عن الحلية والتصريح به عن الطحاوی وهو معنى
 استظهاره الاكمل انه محمل ما في جميع الفتاوى كيف و اذا جعلوا التعدد من الردة فما بقاء الصلوة هذا واضح جدا انما هو ضار ودال
 میں فرق صفات کا ذکر لغرض فضول اور محل بحث سے کيسر معزول مقدمین کا مسلک معلوم ہے کہ ان کے یہاں تشابہ و عدم تشابہ پر اصلا نظر نہیں اور
 متاخرین قرب مخارج یا عسر تیز پر غاظ کرتے ہیں صفات سے انھیں بھی بحث نہیں زصفات خواہی نہ خواہی آسانی تیز کو مستلزم نہ ان کا
 تشارک دشواری پر حاکم ط حملہ دال حملہ سے سوائے اطباق کے کچھ فرق نہیں اور فرق تیز کی آسانی میں اور تائے مشابہ سے متعدد صفات
 میں تباہ تمام اور دشواری نفس منصوص اعلاط مجبورہ و مستعلیہ مطبقہ قفقد ہے ادرت ہوسہ سقلمہ منضجہ بے عقلمہ خانیہ و خلاصہ و حلیہ و ہندیہ و
 رد المحتار وغیرہ میں ہے ان کاں لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالطاء مع التاء الخ شرح جزیه میں ہے قال الرومانی
 وغیره لولا الاطباق لصارت الطاء والا لانه ليس بينهما فرق الا الاطباق ششم فتویٰ نہ وہ کا قول کہ ضاد دال دو حرف
 متغایر المعنی عجیب الفاظ متغایر المعنی ہیں اگر کسی مراد تو ان کے لیے معنی کہاں بھلا بتائیے تو کہ مجرد حرف ض کے کیا معنی ہوئے اور اگر اسما
 مقصود یعنی حدود دال تو نہ وہ حرف نہ ان میں مقال شاید یہ کہنا چاہا اور کہنا نہ آیا کہ ض دال دو حرف جدا گانہ ہیں کسی کلمے میں ان کا تغیر
 معنی کے لیے مستلزم تغایر معنی فی البطن اگر مقصود بھی ہوں تو اولاً اطلاق ممنوع ثانیاً ہر تغیر مجرد فساد مدفوع دیکھو ضالین و دالین
 میں کس قدر تغایر معنی ہے مگر محقق نبی نے تغیر نہ مانا و هذا ببداہتہ عنی عن ابانہ مفتتم دو حرفوں میں تغایر صوت ہرگز سب کے لیے سہولت
 تیز کو مستلزم نہیں ح و خ کی آوازیں کتنی جدا ہیں مگر ترک کو ان میں تیز سخت دشوار غنیہ میں ہے ذکر محمد بن الفضل فی فتاویٰ
 ان الترتک لا يمكنه اقامة الحاء الا بمشقة الخ ان سے زیادہ ہمزہ وق کی آوازوں کا تباہ ہے مگر علامہ شامی فرماتے ہیں ہائے
 زمانے کے عوام پر ان میں تیز کمال مشکل ہے رد المحتار میں ہے فی الفتار خانیۃ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد الخرج ولا قربۃ

الا انه في بلوى العامة كالذال مكان الصاد والظاء مكان الصاد لا تقصد عند بعض المشائخ ان قلت ينبغي على هذا عدم الفساد في ابدال القاف همزة كما هو لغة عوام زماننا فانهم لا يميزون بينهما ويصعب عليهم جدا كالذال مع الزاء وهذا كله قول المتأخرين اه باختصار ان عبارات سے واضح ہوا کہ دشواری تمیز میں ہر قوم کے لیے اُس کا حال متبر ہے۔ قرب مخرج یا تشابہ آواز وغیرہ کچھ ضرور نہیں تو عوام ہند اگر ص و د میں تمیز پر قادر نہیں تو وہ اُن کے لیے اُسی مشقت فضل کی فصل میں ہیں جس میں ض و ظ و ط کا شمار ہوا اب عبارات شامی منقولہ فتویٰ ندوہ اور اس کے مثل تمام عبارات بحضرت سے محض بیگانہ بلکہ استناد کرنے والوں کے صریح خلاف مراد ہوں گی اور دالین پر بطور متاخرین حکم جواز دیا جائے گا اور قصداً مغضوب پڑھنے والے پر باتفاق متقدمین و متاخرین حکم بطلان نماز ہر شتم یہاں تک مدارک ابنائے عصر پر کلام تھا مگر جان برادر عربی عبارات میں من علیٰ فی کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد و مراد و مرام علیٰ علام تک رسائی اور سے اس سعادت زور بازو نیست تا نہ بخشد ولی حمد و رضا بہ مشقت جس سے فتویٰ ندوہ نے استناد کیا اس بحث سوال سے اصلاً متعلق ہی نہیں علماء کا وہ قول صورت خطا و زلت میں ہے کہ لغزش زبان سے باوصف قدرت ایک حرف کی جگہ دوسرا نکل جائے اور یہاں صات صورت عجز ہے کہ یہ ظالین اس کے مشابہ دالین پڑھنے والے ہرگز ادائے ض پر قادر نہیں جس طرح خزائنہ الاکل و حلیہ کی عبارت گزری کہ ان السنة لا کما دواهل السواد والا تترك غیر طائفة فی مخارج هذه الحروف فتاویٰ امام قاضی خاں وغیرہ کی عبارت اوپر گزری کہ اس قول کو اذا خطا بذا کو حرف مکان حرف میں ذکر فرمایا اب بحق علی الاطلاق کا ارشاد اجل واجمل سینے فتح میں فرماتے ہیں اما الحروف فاذا وضع حرفا مکان غیرہ فاما خطا واما عجزا فالاول ان لم یغیر المعنی لا تقصد وان غیر قصدت فالعبرة فی عدم الفساد عدم تغیر المعنی وحاصل هذا ان کان الفصل بلا مشقة تقصد وان کان بمشقة قیل تقصد واكثر مما لا تقصد هذا على رأي هؤلاء المشائخ ثم لم تبصبط فروعهما فاورد فی الخلاصة ما ظاهره التنافي للتامل فالاولی قول المتقدمين والثانی وهو الاقامة عجزا کا الحمد لله الرحمن الرحيم بالهاء فيها اعوذ بالمهملة الصمد بالسین ان کان یجهد اللیل والنهار فی تصحیح ولا یقدر فصلاته جائزة ولو ترك جهدا ففاسدة ولا یسعه ان یترك فی باقی عمره ام مختصرا وکیون خطا و عجز کو صات دو صورتیں متقابل قرار دیا اور وہ فرق مشقت کا قول صرف صورت خطا میں ذکر کیا صورت عجز میں اس تفرقے کا اصلاً نام نہ لیا بلکہ ص و د کی مثالوں سے حدود تشابہ الصوت وغیرہ متشابہ دونوں کا یکساں حکم ہونا صراحتہ ظاہر فرمادیا تو بحالت عجز مغضوب مغدوب بلکہ بالفرض منکوب منسوب سب کو قطعاً ایک حکم شامل اور حرف دو حرف کا فرق باطل نہم مانا کہ نہ خطا طائفہ جدیدہ کی قصدیت پر نظر ہوئی نہ ذال عوام پر نہ اقوال علما میں فرق عجز و خطا وغیرہ پر اور یا اتباع بعض علمائے متاخرین ارشاد اقدس اصل المذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحیح و مختار جمہور محققین بھی پسند نہ آیا یہ سب سلم مگر متاخرین کا صرف ایک ہی قول تفرقہ مشقت نہ تھا متعدد اقوال تھے از انجملہ امام قاضی ابو عاصم و امام محمد ابن قاتل و امام انیسل زاہد وغیرہم اکابر اجداد کا قول بہت باقت تھا جس پر امام زاہد نے فتویٰ دیا امام محسن و صاحب خزائنہ الاکمل نے احسن کہا خزائنہ الفتاویٰ و حلیہ وغیرہما میں مختار بتایا و جزیہ کردی و ہند یہ وغیرہما میں اعتدال الاقاویل فرمایا کہ یہ سب عبارات زیرام پنجام گزریں یعنی اگر خطا ایک حرف کی جگہ دوسرا زبان سے نکل گیا یا تمیز نہیں جانتا تو نماز فاسد نہیں اس قول میں مشقت وغیرہ کا کچھ تفرقہ نہ تھا ص

خطایا عدم تیز پر حکم ہے اس تقدیر پر واجب تھا کہ ظ و د کا ایک حال ہو اور بحال عدم تعدد صحت نماز پر فتویٰ دیا جائے کہ کسی فقہی نظر موجب ہوئی کہ قول متا حسنین ہی لینا تھا تو یہ قول جلیل زلیا جائے حالانکہ اس کی قوت جلیلیہ شانے دارد پھر جس مصلحت کے لیے قول المہ تقدیرین سے مدد ملے ہو یعنی عوام پر آسانی وہ بھی اسی میں اتم و اذید ہاں اگر منظور ہی یہ ہو کہ وہابیہ غیر مقلدین مذہبی کے برادران منظمین کی نماز میں درستی پائیں اور عوام اہلسنت کی نمازیں برباد جائیں اس لیے وہ قول تفرقا اختیار کیا تو اختیار ہے دہم بلکہ یہاں ایک اور قول باقوت تھا جسے امام ابوالقاسم صفار و امام محمد بن سلمہ وغیرہما اجلہ المہ نے اختیار فرمایا اور بہت مشائخ نے اُس پر فتویٰ دیا کہ نظر عموم بلوی پر ہے جہاں ابتلائے عام ہو صحت پر فتویٰ دیں گے اسی شامی میں ہیں تھا و فی التا تاریخانیۃ عن الحاوی حکى عن الصفا رانہ کان یقول الخطاء اذا دخل فی الحروف لا یفسد کان فیہ بلوی عامة الناس لانہم لا یقیون الحروف الا بمشقة او فیہا اذا لم یکن بین الحرفین اتحادا لخرج ولا قرۃ الا ان فیہ بلوی العامة لا یفسد عند بعض المشائخ او مختصا وقد مر تمامہ حلیہ میں ہے قال بعضهم لا یفسد منهم ابوالقاسم الصفار و محمد بن سلمہ و اکثر من المشائخ افتوا بہ لعمومہم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف۔ اس قول پر تو صراحت عکس مرقول ہوتا تھا۔ یہاں ظ خاص طائفہ قلیلہ ذلیلہ وہابیہ پڑھتے ہیں اور دیا مشابہ د میں عام ابتلا خود انھیں فتوؤں سے سائل نے نقل کیا کہ ایک بلا عام اس زمانے میں یہ ہو گئی ہے کہ جن کو بصورت د پڑھتے ہیں اب تو لازم تھا کہ ان غائیوں بدویوں کے بھائیوں کی نماز فاسد کرتے اور عوام کی نماز صحیح الحمد للہ ثلاث عشرۃ کاملۃ وقد بقی خیایا فی زوایا لولا ان السائل اوصی بالاجمال لا لتینا بھا یہاں تک ان فتوؤں کی حالتیں ظاہر ہو گئیں اور یہ بھی کہ وہ اس طائفہ حادثہ کو مفید اصلا انھیں امور مسئلہ میں صرف اس کا جواب دہا کہ یہ نزاع خاص اس حرف میں کیونکہ جمل اور عوام اہلسنت کے جملہ کا علم جن کا دشوار ترین حروف ہونا تو ظاہر ادا نہ ہو سکے میں وہ غلا اور یہ جملہ برابر مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذ اللہ کلام اللہ و تحریف حرف منزل من اللہ کا قصد کیا وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عز وجل نے اُتارے اسی کو پڑھیں اسی کا ارادہ کرتے اسی کی نیت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہو سکتا ہے اُس کی یہی آواز ہے۔ مگر علمائے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز و جہل کے طعنے سمجھیں دفتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں وہاں تو مذہب کی بنا ہی آرام پروری پر ہے۔ نزاع کی آفہ نہ ترک کی ایک رکعت میں قسمت سے انھیں اوروں کے قول مل گئے دراصل مقصود ہی آرام نفس ہے جاڑا لگتا ہے تم کمر لو جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو سال دو سال عورت کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کر دو۔ تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں بے حلائے سمجھو۔ چھ چیز کے سوا سب میں سود روا۔ خون و مردار وغیرہ ایک چیزیں ناپاک باقی تمام اشیاء حتیٰ کہ شراب بھی طاہر۔ بے باک دفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی رضاعی۔ بیٹی۔ سوتیل خالہ سب حلال بلکہ سگی چھو بھی کے لیے بھی یہی خیال اُنہماے آرام طلبی یہ کہ وضو میں سر سے عمامہ دشوار اور یہی سے مسح کر لو بولی سبحنہ تعالیٰ نے دامس حوا دوسکھ نہ مایا۔ تم بجا تکم سمجھو وہ تو مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لیے حکم غسل آیا اور ان کے دھونے سے آستینیں دھونا دشوار تر کر پہنچے بھی بھیکے اور کپڑا بھی تر در نہ انھیں ایک حکم کی جگہ آستینکم بنالینا کیا دشوار تھا یہاں ایک غیر مقلد صاحب کا قول تھا صاحب جو تم نے تجد میں آپ دشواریاں لگائی ہیں ہماری تو جاڑے میں جب آنکھ کھلی تکیے پر ہاتھ مار کر موند پر پھیرے اور چار پائی پر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھیں اور رکعت میں دُک بک ہے مسلمان نہ کر یہ لم تجدوا ماء کے معنی سمجھے یعنی جب چار پائی پر رکھا ہوا کھڑا نہ ملے تو تکیہ پر ہاتھ مار لو اگرچہ نام کو مٹی نہ بخار نہ تکیہ دار کو مرض نہ آزار دلا حلال

ولا قوة الا بالله الواحد القهار۔ یوں بھی جبکہ وہ قصدی تعریف ہے اور یہ عجز یا جمل یا خطا کی تصحیف تو وہی احق بالانکار ہے اور عوام کا اُنکے علم سے اعلم ہونا واضح و آشکار اصل اس قدر ہے آگے افراط و تفریط واجب الخذر یہ جواب امورِ مسئلہ ہے اور اس مسئلہ خاص میں حق تحقیق حقیق بالقبول و عطر تنفیج اکابرِ جنوں یہ ہے کہ مولیٰ عزوجل و تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم اتارا اور ہمیں بحمد اللہ تعالیٰ اُس کے نظم و معنی دونوں سے مستعد کیا ہر مسلمان بہ حق ہے کہ اُسے جیسا اُترا ویسا ہی ادا کرے حرف کی آواز بدلنے میں بیشمار جگہ الفاظ مائل بہتے یا معنی کچھ سے کچھ جلتے ہیں یہاں تک کہ معاذ اللہ کفر و اسلام کا فرق ہو جاتا ہے آواز صحیح سے جو معنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پر جو پیدا ہوئے اُن کا اعتقاد صریح کفر تو معاذ اللہ وہ کلام اللہ کو نہ کر ہوا آج کل یہاں عوام بلکہ کثیر بلکہ اکثر خواص نے اس امرِ خطیر میں ملامت و بے پرواہی اپنا شعار کر لی فقیر نے گیوش خود مولوی صاحب و عطاء دروس و فتویٰ کو خاص پنجایت میں برملا پڑھتے سنا قل هو اللہ اھد حالانکہ ہرگز نہ اللہ نے اھد فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اھد پہنچایا نہ صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اھد پڑھایا پھر یہ قرآن کیونکر ہوا احد کے معنی ایک اکیلا شریک و نظیر سے پاک زالا اور اھد کے معنی معاذ اللہ بذل کمزور فی القاموس اکاھد الجبان زاد فی تاج العروس و سل الضعیفہ ہمیں تفاوت رہ از کجاست تاجکی۔ لاجرم اس قدر تجویذ کہ ہر حرف دوسرے سے ممتاز اور تبدیل و تبیس سے احتراز ہو ہر مسلمان پر لازم ہے تصحیح مخارج و اقامۃ حروف کا اہتمام فرض متحتم علمائے متاخرین کا فتویٰ معاذ اللہ پر وائے بے پرواہی نہیں کہ قرآن کو کھیل بنائے اور جلالِ ما انزل اللہ جو جی میں آئے پڑھ لینا مناسب باوصف قدرتِ تعلم تعلیم نہ کرنا اور اس امر اہم کو ہلکا سمجھنا غلط خوانی قرآن پر جسے بہانہ کون جائز کہے گا اس سہل انکاری کی ایک نظیر سن چکے اللہ کو احد ماننا عین اسلام اور معاذ اللہ اھد کہنا صریح دشنام مانا کہ تمہیں قصد دشنام نہیں پھر اس سے کیا ہوا کفر سے بچ گئے بات کی شائعت کیا جاتی رہے گی تعریف کیجیے اور اسی کا قصد ہو مگر لفظ وہ نکلیں جو صریح ذم ہوں کیا علمائے متاخرین اسے حلال بتا گئے ہیں۔ کلام۔ واللہ حاشا بشریح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا نكس احدكم وهو يصلي فليدق حتى يذهب عنه النوم فان احدكم اذا صلى وهو ناعس لا يدري اعله يذهب يستغفر فيسب نفسه جب تم میں کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو سوراہے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں بڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لیے دعائے مغفرت کرنے چلے اور بجائے دعا بد دعا نکلے رواہ مالک والبخاری ومسلم والبوداؤد والترمذی وابن ماجہ عن ام المومنین الصدقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ جب اونگھتے میں نماز سے منع کیا کہ احتمال ہے شاید اپنے لیے دعائے بد نکل جائے اگرچہ قصد دعا ہے تو خود جائگے میں خود اللہ عزوجل کی شان میں سخت گستاخی کا کلام فقط احتمالاً بلکہ تجرباً بارہا موٹھ سے نکالنا کیونکر گوارا ہو سکے اگرچہ قصد ثنا ہے اتفاق شریف میں ہے من الملحمات تجويد القرآن وهو اعطاء الحروف حقوقها و رد الحروف الى محجوزها و اصله ولا شك ان الامة كما هم متعبدون بفهم معاني القرآن واقامة حدوده هم متعبدون بتصحيح الفاظه واقامة حروفه على الصفة المتلقاة من انشاء القراءات المتصلة المحضرة النبوية وقد عد العلماء القراءات بغير تجويد لحناً و کچھ کیسی تصریح ہے کہ علمائے کرام قرأت بے تجوید کو لحن بتاتے ہیں اور احسن الفتاویٰ فتاویٰ بزاز یہ میں فرمایا ان اللحن حرام بلا خلاف لحن سب کے نزدیک حرام ہے ولہذا اللہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اس کی تصحیح و تعلم میں اُس پر کوشش واجب اگر کوشش نہ کرے گا معذور نہ رکھیں گے اور نماز نہ ہوگی بلکہ مجبور علمائے اس

سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تا عمر شبانہ روز ہمیشہ جہد کیے جائے کبھی اس کے ترک میں معذرت نہ ہوگا یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف و امام حسین بن مطیع کا ہے محیط میں اسی کو مختار الفتویٰ فرمایا خانیہ و خلاصہ و فتح القدیر و مرقا الفلاح و فتاویٰ الحجۃ و جامع الرموز و در مختار و رد المحتار و غیرہ میں اسی پر جزم کیا علامہ ابن السخنی نے اسی کو محرر بتایا علامہ ابراہیم حلی نے غنیہ میں اسی کو مستند فرمایا اگرچہ امام برہان محمود نے ذخیرہ میں اس کو مشکل بتایا امام ابن امیر الحاج نے اسی پر تنویل کی علامہ مطاوی نے حاشیہ مرقا الفلاح میں اسی طرف میل کیا کما بینا کل ذلک فی فتاویٰ دنا تو کیونکر جائز کہ جہد و سعی بالائے طاق سرے سے حرف منزل من القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمدتاً اسے ترک و مجور اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کر دیں ہذا اسمع لا یبھیجہ شرع ولا دین والعیاذ باللہ رب العالمین نفیر کرتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہو چکا کہ قرآن نظم و معنی سمیما بلکہ نظم دال علی المعنی کا نام ہے اور نظم یہ حروف بہ ترتیب معروف اور باہم متبائن اور تبدیل جز مستلزم تبدیل کل فان المولف من مباحث مباحث اللولف من مباحث نہیں جانتا کہ اس تبدیل قصدی و تحریف کلام اللہ میں کیا تفاوت مانا جائے گا یہی منشا ہے امام فضل و امام محمود و علامہ قاری و غیرہم کے اس حکم کا کہ جو قرآن مجید میں ض عمدا ظ سے بدلے کا فر ہے **اقول** ولا حاجة الى استثناء وما هو على الغيب بضنين فان ههنا ليس إقامة الظاء مقام الضاد لان المكان ليس مكانا خاصا بل مكانهما جميعا على التوارد حيث قرئ بهما في القرآن فكان مثل صراط وسراط وبسطة وبسطة ویبسط ویبسط ومصیطر ومسیطر الى اشباہ ذلك بخلاف مغضوب وبخلاف مغضوب وسمجیل وسمجیل تبدیل پس جزا لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من اللہ ہی کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اُسے نکالنا چاہیے

مخرج ضاد زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اگر پہلوئے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں کی طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاصق ہوتا ہو اچلیوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لا متک بڑھے زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہوئی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کر کے تالو سے نزدیکی پائے دانتوں یا زبان کی نوک کا اُس میں کچھ حصہ نہیں وہ اُن قوی حروف میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کہ کوئی پارہ سانس کا اُن کے ساتھ جدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک اُن کی آواز ختم نہ ہو لے سانس بند رہے گی ایسے حروف کو مجبورہ کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو مجبورہ جن کا جامع فحشہ شخص سکت ہے یا سکتہ شخصک حصفہ مثلاً ثائے مثلثہ کو مکرر کر کے بولے ثث تو آواز ثا کے ساتھ ایک حصہ ساکن کا جدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہوا مجبورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو شروع تلفظ کے وقت موجود ہو انھیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اُس کا تلفظ ختم نہ ہو دوسری نہیں آتی جیسے رز ز ظ ظ یوں ہی منضض یہ امر قوت اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی پائے وہ بھی حالبس دم ہے کما لا یخفی جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا تو وہ ض ہی ہوگا نہ اُس کا غیر فرق جو پڑتا ہے اُس کا منشا انھیں سے کسی بات کا رہ جانا ہے مثلاً زبان اگلے دانتوں کو لگی یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغاز مخرج لام کی طرف بھیگی پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانب خلاف کو چلا جائے کہ اُن کی طرف میل درکار تھا یا زبان تالو کی طرف اٹھائی یا اٹھانا چاہی مگر حرف کی

دشواری و غزابت آئے کہ زبان دب گئی کما یبغی اطباق نہ ہوا جس طرح لڑائی میں نا تجربہ کار کا ہاتھ باوصف قصد بھیج کر اچھا پڑتا ہے یا اعتماد میں ضعف رہا یا مخرج لام تک استطالہ نہ ہوا یہ بیان دل پر کھنے اور عمل میں رکھنے کا ہے۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ صحت ادا میں بہت مددگار ہے و باللہ التوفیق اب بعد اس کے کہ آدمی صرف منزل من اللہ ہی کا قصد کرے اور اس کا مخرج و طریقہ استعمال جان بھی لے ادا کرنے والے مشابہت دے تو اس تقریر آخری کا خیال کر کے بچ سکتے ہیں اور اگر آدمی تا آخر جو کچھ ہم نے محرمہ صفات میں بیان کیا اُس سب کے مراعات ٹھیک طور پر ہو جائے تو یقیناً اب جو حرف نکلے گا وہ خالص صحیح و فصیح ض ہوگا اگرچہ ناواقف سننے والا اپنی ناشائستگی کے باعث اُسے کچھ سمجھے یا کچھ نہ سمجھے اور بقدر قدرت اُس کے بستے میں کمی بھی نہ کرے تو اب جو کچھ بھی ادا ہوگا صحت نماز کا فتویٰ دیں گے کہ عمر متحقق ہو گیا اور عذر واضح ہو چکا اور عمر جانب یسر ہے قال تعالیٰ لا یكلف اللہ نفساً الا وسعہا وقال تعالیٰ یرید اللہ بکرم الیسر ولا یرید بکرم العسر وقال تعالیٰ ما جعل علیکم فی الدین من حرج وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسر واولا تقبیرا والبشرہا ولا تنفوا رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر ایسی حالت میں عند الانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی کہ جو براہ عجز ہے اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر حکم جاری نہیں کما قد منافی جعل الاموال امحاء خاء و عوام عصر العلامۃ الشامی القات ہمزہ اس تحقیق این سے واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ جس نے قصداً ظاہر ہٹنا ٹھہر لیا ان کی نماز تو باجماع ائمہ متقدمین و اتفاق اقوال مذکورہ متاخرین کبھی ولا الضالین تک نہیں پہنچنے پاتی پہلے ہی رکعت میں منسوب کی جگہ منسوب پڑھا اور نماز رخصت ہوئی اب افعال بے معنی کیے جاؤ اسی طرح اگر کوئی جاہل حرف منزل ض کا قصد نہ کرے بلکہ عمدہ اُس کو دال خواہ کوئی حرف پڑھنا ٹھہر لے اس کی نماز بھی مندوب سے آگے نہ چلے گی تعلم مخرج و طریق ادا و قصد صحیح بقدر قدرت ہر شخص پر لازم جو کچھ ادا ہوا فتویٰ تیسیر صحت پر حاکم۔ نسأل اللہ تیسیر کل عسیر انہ ولیہ وعلیہ قد یر و صلی اللہ تعالیٰ علی البشیر النذیر والہ وصحبہ بالحدیث اظہار واداد دونوں حرام جو قصد کرے کہ بکائے ض ظ یا دال پڑھوں گا اُن کی نماز کبھی تام فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی معدوب منسوب کہتے ہی بلاشبہ فاسد و باطل ہو جائے گی اور جو حرف منزل ہی کا قصد رکھتا اور اُسی کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر اگر ایسی جگہ غلطی پڑے جس سے معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ شخص ادا لے حرف پر قادر تھا براہ لغزش زبان یا جہل یا سہواً زبان سے نکل گیا تو ہمارے مذہب سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و محرمہ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز مطلقاً فاسد اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی اتفاق ہو کر اجماع ائمہ متقدمین کہ نماز باطل ہے اور متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں۔

مسئلہ۔ الہ دلیہ گنج پر گنہ جہاں آباد ضلع پیل بھیت مرسلہ خلیفہ الہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جملہ قواعد تجوید سے انکار ہے اور ناحق جانتے ہیں۔

الجواب

تجوید منصوص قطعی قرآن و اخبار متواترہ سید الانس والجان علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام و اجماع تام صحابہ و تابعین و سائر ائمہ کرام علیہم الرضوان المستدام حق و واجب و علم دین مشروع الہی ہے قال اللہ تعالیٰ ورتل القرآن ترتیلاً اُسے مطلقاً ناحق بتانا ظلم کفر ہے

والعیاذ باللہ تعالیٰ ہاں جو اپنی ناواقفی سے کسی خاص قاعدے پر انکار کرے وہ اُس کا جہل ہے اُسے آگاہ و متنبہ کرنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ادرہلی محلہ ذخیرہ مسئلہ مجتہدین یکم ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی عینی نماز کے نہیں جانتے ہیں اور نہ کلمہ شریف کے معنی جانتے ہیں پس جاننا معنی کلمہ شریف اور نماز کے اور عمل کرنا بہت ہی ضرور ہے پس اگر اہل عرب اور عربی جاننے والے عربی میں پڑھیں اور باقی اہل زبان اپنی اپنی زبان میں عربی کا ترجمہ کر کے پڑھیں تو نماز درست اور صحیح ہے یا نہیں یعنی انگریزی خواں انگریزی میں اور ناگری والے ناگری میں اور اُردو والے اُردو میں پنجگانہ نماز پڑھیں - بینوا تو جو وا

الجواد

گمراہی کہ کرنیں آتی گمراہی کا پہلا پھانک ہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباع سبیل مومنین کی قدر نکل جائے تمام امت مرحومہ کو بیوقوف جانے اور اپنی رائے الگ جائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہی عجیب لوگ مشرف باسلام ہوئے حضرت بلال حبشی تھے حضرت صہیب رومی حضرت سلمان فارسی و ابو ہریرہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیعاً اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو ہزاروں بلا جہم فتح ہوئے لاکھوں عجیب مشرف باسلام ہوئے کبھی بھی حکم فرمایا کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کرو اب تیرہ سو برس کے بعد یہ صلیحت بعض ہندی بے علموں کو سوچی اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کو کافی ہے کہ یہ الہام رحمن نہیں بلکہ وسوسہ شیطان ہے قرأت قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر زبان میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماوراء میں گنگا دی ہے ہاں جو عاجز محض ہو تو مجبوری کی بات جدا ہے واقعہ مسخندہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عادت ہمیشہ نماز مغرب میں باقرات ایک یا نصف رکوع یا سورہ الضحیٰ یا الزلزلہ یا الشمس حالت امامت میں پڑھنے کی ہے بعض مقتدی اس کو پسند کرتے ہیں اور بعض اس طریقہ کو ناپسند بوجہ طوالت ایسی صورت میں امام اپنی عادت کے موافق کرے یا مقتدیوں کی تابعداری اختیار کرے اور یہ سونہیں ایسے وقت میں کچھ زیادہ تو نہیں ہیں ایک روز نماز مغرب میں زید نے ۱۶ پارہ کا ۲ رکوع انجب الدین کفر و اور دوسری رکعت میں ۲۹ پارہ کا آخری رکوع ان التقیین فی ظلل پڑھا اس سے زیادہ پڑھنے پر مقتدی نہایت شاکہ ہوئے اور ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ امام گنگا رہتے ہیں اتنا بڑا رکوع پڑھنے سے ایسی صورت اور ایسے وقت میں نہیں چاہیے منع آیا ہے بہت ہمت مقتدیوں کی شکایت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور امام صاحب پر شرعاً کیا الزام اگر گناہ ہے سو آدمی کی جماعت میں مقتدی علیل پیرانہ سالی کی وجہ سے زیادہ شکایت اور امام کو برا جانیں وہ بھی الزام دینے سے گنگا رہیں یا نہیں -

الجواد

نماز حضرت یعنی غیر سفر میں ہمارے ائمہ سے تین روایتیں ہیں اول فجر و ظہر میں طوالت مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر و عشا میں اوساط مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصار مفصل سے مفصل قرآن عظیم کے اُس حصہ کو کہتے ہیں جو سورہ حجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوالت بروج سے لم یکن تک اوساط - لم یکن سے ناس تک قصار - دوم فجر و ظہر میں

سورہ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموعہ قرات چالیس پچاس آیت ہے اور ایک روایت میں ساٹھ آیات سے سو تک اور عصر و عشا کی دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔ سوم کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت و مقتدیان و امام کی حالت کا مقتضی ہو ویسا پڑھے مثلاً نماز فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں سے کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدر سنت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا بڑھا ضعیف نا تو اس یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اس کا کام حرج ہوتا ہے اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تحقیق کرے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں ایک بچے کے رونے کی آواز سُن کر اس خیال رحمت سے کہ اس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طول قرات سے ادھر بچہ پھڑکے گا ادھر ماں کا دل بچپن ہوگا صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے نماز پڑھادی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ اصحابہ وبارک وسلم اجمعین اور اگر دیکھے کہ وقت میں دست ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کا ہی تو بقدر سنت قرات ان روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار و معمول ہے وانا اول لاحلاف بینہما وانا الثالثة تقييد الاولیٰ کمالا یحییٰ تو حاصل مذہب ہندیہ قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری وضعف و حاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدر گنجائش پر عمل کرے ورنہ وہی طویل و اوساط و قصار کا حرج ملحوظ رکھے اور قلت گنجائش کے لیے زیادہ مقتدیوں کا نا تو اس یا کام کا ضرور تشدد ہونا درکار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں ۹۹ آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی تو امام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اس کے بچے کے خیال سے نماز فجر موزنین سے پڑھادی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخصاء مبارک شدت جلال سے سرخ ہو گئے اور فرمایا افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ کما فی الصحاح وغیرہا و فی الہدایۃ مرفوعاً من ائمہ قوماً فلیصل بھم صلاۃ اضعفھم فان فیہم المریض والکبیر وذو الحاجة اس بیان سے واضح ہوا کہ امام کا مغرب میں سورہ الشمس یا الضحیٰ یا اول میں انفسہم لذین کفروا دوسری میں ان المتقین یہ دونوں رکوع پڑھنا خلاف سنت اور نبیوں سے الگ ہوا کہ نہ یہ قصار مفصل سے ہے نہ دونوں رکعت میں صرف دس آیت نہ یہی کہ مقتدیوں پر گراں نہ گزرا اسی حالت میں مقتدیوں کی شکایت بر محل ہے اور امام پر ضرور الزام ہے ہاں العلم التکاثر ایک رکعت میں اور اس سے پہلے میں القارۃ یا دوسری میں والعصر پڑھنا مطابق سنت ہے یہاں مقتدیوں کی شکایت حماقت ہے مگر اس حالت میں کہ کوئی بیمار یا بڑھا نا تو اس، اس قدر کا تحمل نہ رکھتا ہو تو وہاں اس کے بھی تخفیف کا حکم ہے فی فتح القدیر قد بحثنا ان التطویل هو الزیادۃ علی القراءۃ المسنونۃ فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی عنہ وکان قراءۃ المسنونۃ فلا بد من کون ما نھی عنہ غیر ما کان دایماً بالضرورة ۱۷ و باقی ماذکرنا من المسائل معروفۃ فی الدلائل المختار و رد المحتار وغیرہا من الکتب المتمدۃ اولۃ فلا حاجۃ بایراد العبارات - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۷، شوال ۱۲۸۱ھ ہجری -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز میں بعد الحمد شہد اور تین یا زائد آیتوں کے کہا قال رسول اللہ پھر رکوع کو کیا یا قرآن مجید اور تلاوت کی تو اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ سہو کی حاجت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس لفظ سے اُس نے کسی شخص کی بات کا جواب دینے کا قصد کیا مثلاً کسی نے پوچھا فلاں حدیث کس طرح ہے اُس نے کہا قال رسول اللہ اور معاً نماز کا خیال آگیا خاموش ہو رہا یا ابتدا کسی سے خطاب کا ارادہ کیا مثلاً کسی کو کوئی فعل ممنوع کرتے دیکھا اُسے حدیث ممانعت سنانی چاہی اس کے خطاب کی نیت سے کہا قال رسول اللہ پھر یاد آگیا آگے نہ کہا تو ان دو صورتوں میں ضرور نماز فاسد ہو جائیگی کما نصدا علیہ فیما ہو ذکر وثناء محض کلا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وانا اللہ وانا الیہ راجعون وغیر ذلک اذا قصد بہ الجواب او الخطاب فکیف مالیس کذلک اور اگر یہ صورتیں نہ تھیں تو اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں اور ظاہر کلام علمائے کرام سے یہ ہے کہ اگر شخص حدیث خوانی کا عادی تھا اُس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول اللہ نکلا تو نماز فاسد ہو گئی لانہ من کلامہ ولیس ثناء او دعاء بل اخبار اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیہ کریمہ کا ٹکڑا ہے قال اللہ تعالیٰ فقال لہم رسول اللہ ناقتہ اللہ وسمیٰ بھا بھرا لائق ودر مختار و غیر ہا میں ہے لوجری علی لسانہ نعم ان کان ہذا الرجل یعتاد فی کلامہ نعم تفسد صلاتہ و ان لم یکن عادی لہ لا تفسد لان ہذہ الکلمۃ فی القرآن فتجعل منہ اور سجدہ سہو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں جواز نماز ہے اور بوجہ سہو اتنی دیر تک چپکا کچھ سوچتا رہا ہو جس قدر دیر میں ایک رکن ادا ہو سکے تو اس سکوت کے باعث سجدہ سہو لازم آئے گا۔ کما فی التوہید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۰۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) اللہ کے الف کو حذف کر کے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں (۲) اللہ کے لام کو پکڑ کر سنت ہے یا نہیں (۳) الف اللہ کو تکبیرات میں کچھ دراز کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۴) قعدہ اولیٰ میں شک ہوا مگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں (۵) جس نماز میں سہو نہ ہو اور سجدہ سہو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں (۶) ہاتھ رکھ کر دعا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ کر کے بینوا توجروا

الجواب

(۱) نماز جائز ہے مگر قصد کرے تو حرام و گناہ (۲) ہاں سنت متواترہ ہے جبکہ اس سے پہلے فتح یا ضم ہو (۳) تھوڑا دراز کرنا تو مستحب سے اسے بڑھیم کہتے ہیں اور زیادہ دراز کرنا کہ حد اعتدال سے خروج فاحش ہو مکروہ اور اگر عذا اللہ تان کے طور پر ہو کہ کچھ حروف زوائد پیدا ہوں مثلاً آ تو قصد نماز ہے (۴) جائز ہے (۵) بے حاجت سجدہ سہو نماز میں زیادت اور منوع ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ ہاں اگر یہ امام ہے تو جو مقتدی سبوق تھا یعنی بعض رکعات اُس نے نہیں پائی تھیں وہ اگر اس سجدہ بے حاجت میں اس کا شریک ہو تو اس کی نماز جاتی رہے گی لانہ اقتدی فی محل الا نفاذ (۶) دونوں ہاتھوں میں کچھ فاصلہ ہو فی الدرا المختار یبسط ید یہ حد اء صدرہ نحو السماء لا تھا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ فی رد المحتار ای وان قلت قنیہ۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شر کہنہ بالنس برہی کا مکروہ ، ارشاد ۱۹

ناز چار رکعت میں زید اس طرح پڑھتا ہے اول رکعت میں بعد سورہ فاتحہ سورہ یسین شریف دوسری میں سورہ دخان شریف تیسری میں سورہ تنزیل چوتھی میں سورہ ملک اس طرح سے یہ ناز پڑھنا خلاف ترتیب ہوگا یا نہیں اور تنزیل کس صورت سے مراد ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ ناز اسی ترتیب سے حدیث میں حفظ قرآن کے لیے ارشاد ہوئی ہے جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے سورہ تنزیل سورہ الم تنزیل السجدہ ہے روایت ترمذی میں یہی پورا نام آیا ہے اس میں خلاف ترتیب صلا نہیں کہ نقل کا ہر شفع ناز جہاں گاہے اور شک نہیں کہ ترتیب قرآن عظیم میں یسین شریف حم الدخان سے مقدم ہے اور تنزیل السجدہ سورہ ملک تو رعایت ترتیب ہر شفع میں ہوگئی اگرچہ چاروں کے لحاظ سے سب میں پہلے تنزیل السجدہ ہے پھر یسین پھر دخان پھر ملک یہ مخالف ترتیب نہیں کہ ہر شفع صلاۃ علیحدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص ناز میں سورہ فاتحہ میں لفظ نستعین اور مستقیم کی جگہ تسعین اور مستقیم بدوین ۳۰ کے پڑھے تو اس کی نماز باطل ہوگی یا مکروہ یا نہیں جواب دیجیے موجب ثواب ہے۔

الجواب

ناز ہو جائے گی لاجل الادغام مگر کراہت ہے لاجل الاحداث فلا ادغام صغیرا فی الفاتحۃ کما نص علیہ فی غیث النفع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ان مسائل میں کہ سورہ فاتحہ سے ایک آیت کا تلاوت کرنا ناز میں فرض ہے یا اس کے ماضی اور دوسری سورت میں سے ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً زید نے ناز پڑھی اور فقط الحمد شرب العالمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع دیکھ دیا اور سجدہ سو کیا سلام پھیرا اس حالت میں ناز زید کی ہوئی یا نہیں اور نیز دوسری صورت یہ ہے کہ امام صاحب نے ناز پڑھائی اور وہ تشهد کرنا اول کا بھول گئے اور مقتدی نے دوم تہ کھڑے ہوئے امام سے پیشتر کہا التحیات الحمد مگر امام صاحب کھڑے ہو گئے اور قرات باجمہر پڑھی اور فقط سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدہ سو کیا اس صورت میں مقتدی کی نماز میں کوئی نقصان آیا یا نہیں اور نیز اس صورت میں کہ امام صاحب قرات میں بھول گئے اور مقتدی نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے نہیں لیا تو ناز مقتدی میں کوئی نقصان آیا یا نہیں اور وقت ظہر میں اگر جماعت ہو رہی ہو تو شرابک ہو جاوے اور چار رکعت سنت چار ہیں ان کا پڑھنا کس وقت اہل ہے آیا دو پہلے پڑھے یا چار۔ بینوا توجروا

الجواب

قرآن مجید کی ایک آیت سورہ فاتحہ سے ہو خواہ کسی سورت سے پڑھنا فرض ہے نہ خاص فاتحہ کی تخصیص ہے نہ کسی سورت کی

جو فقط الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع کر دیا نماز کا فرض ساقط ہو جائے گا مگر نماز ناقص ہوئی کہ واجب ترک ہو الحمد للہ شریف تمام و کمال پڑھنا ایک واجب ہے اور اس کے سوا کسی دوسری سورت سے ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب ہے اگر الحمد بھولا تھا اور واجب اول کے ادا کرنے سے باز رکھا گیا تو واجب دوم کے ادا سے عاجز نہ تھا فقط ایک ہی آیت پر قناعت کر کے رکوع کر دینے میں قصد ترک واجب ہو اعلیٰ ما هو الظاہر و ترتیب السورۃ علی الفاتحۃ واجب ثالث کما ان ترک الفصل بینہما باجنبی واجب رابع فاسقاط وجوب السورۃ للعجز عن الفاتحۃ لا یتظہر فیما یتظہر واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور جو واجب قصد پڑھا جائے سجدہ ہو اسکی اصلاح نہیں کر سکتا تو واجب ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے ہاں اگر ایسا بھولا کہ نہ بقیہ فاتحہ یاد آتا ہے نہ قرآن عظیم سے کہیں کی آیتیں درناچار رکوع کر دیا اور سجدے میں جانے تک فاتحہ و آیات یاد نہ آئیں تو اب سجدہ سوگافی ہے اور اگر سجدہ کو جانے سے پہلے رکوع میں خواہ فوراً بعد رکوع میں یاد آجائیں تو واجب ہے کہ قرأت پوری کرے اور رکوع کا پھر اعادہ کرے اگر قرأت پوری نہ کی تو اب پھر قصد ترک واجب ہوگا اور نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا اور اگر قرأت بعد رکوع پوری کر لی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو نماز ہی جاتی رہی کہ فرض ترک ہو اذ لک لا نکولک یرتقض بالعود الی القراءۃ لانہا فریضۃ وکل ما یقرأ ولو القرآن العظیم کلفہا فما یقع فرضاً کما الضو علیہ (۳) جبکہ امام پہلا قعدہ بھول کر اٹھنے کو ہوا اور ابھی سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا تو مقتدی کے بتانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بتانا ہی چاہیے ہاں اگر پہلا قعدہ چھوڑ کر امام پورا کھڑا ہو جائے تو اس کے بعد اسے بتانا جائز نہیں اگر مقتدی بتائے گا تو اس کی نماز جاتی رہے گی اور اگر امام اس کے بتانے پر عمل کرے گا تو سب کی جائے گی کہ پورا کھڑا ہو جانے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لئے لٹا حرام ہے تو اب مقتدی کا بتانا محض بیجا بلکہ حرام کی طرف بلانا اور بلا ضرورت کلام ہوا اور وہ مفید نماز ہے قرأت میں صحیح لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے نماز فرض ہو خواہ نفل امام تین آیات زائد پڑھ چکا ہو خواہ کم تو اس صورت میں لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز میں کچھ نقصان نہیں ہاں اگر وہ غلطی کہ امام نے کی غیر معنی مفید نماز تھی اور مقتدی نے بتایا اور اس نے نہ لیا اُسی طرح غلط پڑھ کر آگے چل دیا تو امام کی نماز جاتی رہی اور اس کے سب سے سب مقتدیوں کی بھی گئی اور اگر غلطی مفید نماز نہ تھی تو سب کی نماز ہو گئی اگرچہ امام غلطی پر قائم رہا اور لقمہ نہ لیا اور امام نے صحیح پڑھا مقتدی کو دھوکا ہوا کہ اس نے غلط بتایا تو اس مقتدی کی نماز ہر طرح جاتی رہی پھر اگر امام نے نہ لیا تو امام اور دیگر مقتدیوں کی نماز صحیح رہی اور اگر لے لیا تو سب کی گئی۔ ظہر کی پہلی سنتیں پڑھی ہوں تو علماء کے دونوں قول ہیں اور دونوں باقوت ہیں ایک یہ کہ فرض کے دو سنتیں پہلے پڑھے پھر وہ چار پڑھے اور دوسرے اس کا عکس کہ فرض کے بعد پہلے چار پہلی پڑھے پھر دو اور پہلا قول زیادہ قوی ہے لمطابقہ لنص الحدیث الصریح والحدیثیہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۴۲ ارشوال سلمہ ہجری -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز فجر و عشا میں سورہ طہ پڑھنا مفید ہے یا نہیں اور اگر ایسے وقت کہ ابتدائی وقت ہو اور طہ پڑھنی پڑھی جائے گی نہ پڑھے اور اللہ تو وغیرہ سے بڑھا دے اور مقتدی جماعت سے محروم رہیں تو جماعت خلاف سنت اور مخالفت سے جماعت کردہ ہوگی یا نہیں۔ بیہذا توجروا۔

الجواب - قرآن عظیم سورہ ہجرات سے آخر تک مفصل کہلاتا ہے اس کے تین حصے ہیں ہجرات سے شروع تک طہ ان مفصل

بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل لم یکن سے ناس تک قصار مفصل سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں ہر رکعت میں ایک پوری سورت طویل مفصل سے پڑھی جائے اور عصر و عشاء میں ہر رکعت میں ایک کامل سورت اوساط مفصل سے اور مغرب کے ہر رکعت میں ایک سورت کاملہ قصار مفصل سے اگر وقت تنگ ہو یا جماعت میں کوئی مریض یا زیادہ بوڑھا یا کسی شدید ضرورت والا شریک جس پر اتنی دیر میں ایذا و تکلیف حرج ہوگا تو اس کا لحاظ کرنا لازم ہے جس قدر میں وقت مکروہ نہ ہونے پائے اور اس مقتدی کو تکلیف نہ ہو اسی قدر پڑھیں اگرچہ صبح میں انا اعطینا و قل ہوا شہادہ ہوں یہی سنت ہے اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس طریقہ مذکورہ کا ترک کرنا اور صبح یا عشاء میں قصار مفصل پڑھنا ضرور خلاف سنت و مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۱، ربیع الاخر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علما دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ امام کے پیچھے مقتدی لفظ آمین کو کس قدر آواز سے کہے اگر برابر والے نمازی جو اس سے دوسرے یا تیسرے درجے پر ہیں نے تو کوئی حرج ہے یا نہیں (۲) اے لفظ آمین کے اور جو کچھ پڑھے تو کس قدر آواز سے پڑھنا چاہیے (۳) حقہ۔ متبا کو پینے والے کے مونہ کی نو نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحہ تو نہیں ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

(۲-۱) آمین سب کو آہستہ کنا چاہیے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا ہی سنت ہے اور مقتدی کو سب کچھ آہستہ ہی پڑھنا چاہیے آمین خواہ بکیر خواہ نسج خواہ التحیات و ردود خواہ سبحان اللہ وغیرہ اور آہستہ پڑھنے کے یہی معنی ہیں کہ اپنے کان تک آواز آنے کے قابل ہو اگرچہ بوجہ اس کے کہ یہ خود بہرے یا اس وقت کوئی غل شور ہو رہا ہے کان تک نہ آئے اور اگر آواز اصلاً پیدا نہ ہوئی صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا پڑھنا نہ ہوگا اور فرض و واجب و مستحب جو کچھ قاعدہ ادا نہ ہوگا فرض ادا نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور واجب کے ترک میں گنہگار ہوا اور نماز پھیرنا واجب رہا اور سنت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی۔ پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہوگی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی اس میں حرج نہیں ایسی آواز ہونی چاہیے جیسے راز کی بات کسی کے کان میں مونہ رکھ کر کہتے ہیں ضرور ہے کہ اس سے ملا ہوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سنے گا مگر اُسے آہستہ ہی کہیں گے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) مونہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ اور اسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک مونہ صاف نہ کر لے اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملنے کو ایذا پہنچتا ہے حدیث میں ہے ان الملئکتہ تناذی بعمای تاذی نہ بنوا دم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - الحمد شریف قرآن شریف سے ہے نمازیں کیوں واجب کی گئی اور سورت کا ملا نا کیوں فرض رکھا گیا اور اگر فصلی الحمد بھول جائے تو اس پر سجدہ ۳۰ واجب ہوتا ہے اور آیتیں پڑھنا بھول جائے تو نماز جاتی رہتی ہے اُس کے بدلے میں سجدہ ۴۰ نہیں لکھا گیا اس کی کیا وجہ ہے اور الحمد واجب ٹھہری اور مقتدی پیچھے امام کے الحمد نہیں پڑھتا ہے اور الحمد کے نہ پڑھنے سے سجدہ ۴۰ لازم آتا ہے تو انس مقتدی کی نماز بغیر سجدہ ۴۰ کیوں ہوئے کیونکر صحیح ہو جاتی ہے۔

الجواب - سورۃ ملا تا بھی فرض نہیں نہ اُس کے ترک سے نماز جائے وہ بھی مثل فاتحہ واجب ہی ہے اور اسکے ترک کی

بھی سجدہ سو سے اصلاح ہو جاتی ہے جبکہ بھول کر یہی حال فاتحہ کا ہے تو مسئلہ ہی سائل کو غلط معلوم ہے جس کی بنا پر طالب فرق ہے فرض صرف ایک آیت کی تلاوت ہے سورہ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے قال اللہ تعالیٰ فاقرأوا ما تيسرو من القرآن سورہ فاتحہ اور فرضوں کے پہلے دو رکعتوں میں ضم سورت کا وجوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مواظبت اور بعض احادیث آحاد قلیہ سے ثابت ہوا یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام و منفرد پر ہے مقتدی پر نہیں تو لزوم سجدہ کی کوئی وجہ نہیں نہ ترک قصدی میں نہ سہو مقتدی سے اُس پر سجدہ لازم آئے اگرچہ دس واجب ترک ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۶، صفر ۱۳۸۷ھ

امام نے نماز جمعہ میں ایک آیت پڑھی بسبب بھول جانے کے اُس کو دوسری بار پڑھ کر دوسری آیتوں کی طرف منتقل کیا ایسی صورت میں نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا جائز بلا کراہت یا سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ مجبوری اس وقت کچھ کراہت نہیں اور اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدہ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ لازم ہے کما فی الدر المختار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز میں مثل سورہ واللیل کے درمیان چھوڑ کر پڑھنا اگرچہ سہو ہو کیسا ہے مثلاً رکعت اولیٰ میں والشمس اور رکعت ثانیہ میں والضحیٰ پڑھی۔

الجواب

فرضوں میں تصدداً چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے اور سہواً اصلاً کراہت نہیں واللیل والشمس سے یا حج آیت زائد ہے ایسی صورت میں کراہت نہیں فی الدر المختار لیکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اھ فی رد المحتار اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم اطالۃ الركعة الثانیۃ اطالۃ کثیرۃ فلا یکرہ الشرح المنیۃ الخ فی الدر اطالۃ الثانیۃ علی الاولیٰ یکرہ تنزیہا اجماعاً ان ثبت ان تقاربت طولاً وقصراً ولا اعتبار بالحروف والكلمات واعتبر بالجلی فحش الطول لاعداد الايات واستثنی فی البحر ما وردت بہ سنة واستظهر فی عدم الکراہۃ مطلقاً وان باقل لا یکرہ لانه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی بالمعوزتین واللہ بسبحہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - اس میں کیا حکمت ہے کہ فرضوں میں دو رکعت خالی اور دو رکعت بھری پڑھی جاتی ہے اور سخت اور نفلوں میں چاروں بھری

الجواب

نماز میں صرف دو ہی رکعت میں تلاوت قرآن مجید ضرور ہے سنت و نفل کی ہر دو رکعت نماز عید گاہ ذبہ لہذا ہر دو رکعت میں قرائت لازم ہو کر چاروں بھری ہونگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - زید نے اول وقت نماز پڑھی اور بعد فراغ سنن مغرب سے دو رکعت نفل جماعت سے یا بجز سوا پارے سے پڑھے پھر

اُس کے متقبل نماز عشا کا وقت آیا یہ دونوں نفل جو ما بین عشا و مغرب باجماعت ہر سے پڑھے جائز ہیں یا نہیں۔

الجواب

اگر اس جماعت نفل میں صرف دو یا زیادہ سے زیادہ میں مقتدی تھے اور ان میں کسی پر اتنی قرائت طویل گراں تکلیف دہ نہ تھی تو یہ جماعت و قرائت جائز بلا منع و کراہت ہوئی ورنہ مکروہ و ممنوع بحر الرائق میں ہے قال شمس الاثمۃ الحلوانی ان کان سوی الامام ثلثۃ لا ینکرہ بالاتفاق وفي الاربع اختلاف والاصح انه ینکرہ اھ ہکذا فی شرح المنیۃ اسی میں ہے والظاهر انھا فی تطویل الصلوۃ کراہۃ تحویر الامر بالتخفیف وھو للوجوب الا لصارف لادخال الضرر علی الغیر اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بنارس تھانہ بہلولپورہ محلہ احاطہ روہیلہ مسئلہ عبد الرحمن رفوگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اذاجاء کے آخر میں جو پڑھا کرتے تھے انہ کان تو ابا کے پاس پڑھا کرتے تھے مولینا امجد علی صاحب تودہ ذرا سا کھ دیجئے گا۔ فقط

الجواب

مستحب طریقہ یہ ہے کہ آخر سورہ میں اگر نام الہی ہے جیسے سورہ اذاجاء میں انہ کان تو ابا تو اس پر وقت نہ کرے بلکہ رکوع کی تکبیر اشداً کبراً کہ ہمزہ وصل گرا کر اس سورہ کا آخری حرف لام اشتر سے ملا دے جیسے اذاجاء میں تو ابا لا اللہ اکبر کی قیام کی حالت میں کہے اور دونوں لام سے ملتا ہو اور رکوع کے لیے جھکنے کی حالت میں اس طرح کہ رکوع پورا نہ ہونے تک اکبر کی دُختم ہو جائے یہ وہ سورہ واثین میں احکم الحاکمین کے فون کو زبردستی کر اشداً کبر کے لام میں ملا دے اور جس سورہ کے آخر میں نام الہی نہ ہو اور کوئی لفظ نام الہی کے مناسب بھی نہ ہو وہاں یکساں ہے چاہے وصل کرے یا وقف جیسے الم نشرح میں فارغب اشداً کبر اور جہاں کوئی لفظ اسم الہی کے نامناسب ہو جیسے سورہ کوثر کے آخر میں ہو لا بترواں فصل ہی چاہیے وصل نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صبح کی نماز طلوع آفتاب سے کس قدر پہلے پڑھنا چاہیے اور اگر کوئی خرابی نماز میں ہو جائے تو کیا اسی آیت کو جو کہ پہلے پڑھی گئی اُس کی مقدار پڑھنا چاہیے یا کم۔ بینوا تو جو روا

الجواب

نماز صبح میں بحال گنجائش وقت و عدم عذر چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہیے اور طلوع آفتاب سے اتنے پہلے ختم ہو جانا چاہیے کہ اگر نماز میں کوئی خرابی ظاہر ہو تو چالیس آیتوں سے قبل طلوع اعادہ ہو سکے اور اس کے لیے دس منٹ کافی ہیں اور اگر وقت کم رہ گیا اور خرابی ظاہر ہوئی تو بقدر گنجائش وقت آیات پڑھے اگرچہ سورہ کوثر و اخلاص ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز پڑھائی والعصران الانسان لحنی خسرو اللہ فیہ میں الاثر کے وقت کیا پھر الا الذین آمنوا سے آخر تک ختم کیا نماز درست ہے یا نہیں وقیل من (سکتہ) راق وطن انہ الفراق میں سکتہ کیسا ہے اور لفظ من کے فون کو راق کی را میں ادغام نہ کرنا کیسا ہے۔

الجواب

ناز ہو گئی ہر آیت پر وقت جائز ہے اگرچہ آیت لا ہو ہماری یعنی امام غصص کی قرأت میں فون پر سکتے ہیں کہ ادغام سے کلمہ واحد نہ مفہوم ہو۔ مراق بروزن بران اور تمام باقی قراء ادغام کہتے ہیں۔ تو دونوں میں گریبان عوام کے سامنے ادغام نہ کرے کہ وہ معترض نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع گھوڑی ڈاکخانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۶، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ض راما بہ صوت ظ بمعجمہ باید خواند یا مائل صوت دال ہملہ و ہر کہ دال محض خواند نمازش روا بود یا نہ و دریں یک یا تقریباً ہمہ خواص و عوام مشابہ دال می خوانند و خوانندہ ض مشابہ ظ از بس قلیل بینوا توجروا

الجواب

صوت این حرف را خالق عزوجل از ہمہ حروف جدا آفریدہ است حقیقتہً بیچ حرف با و اما نیست فرض قطعی آنست کہ مخربش آموزد طرز ادائش یا دیگر دو قصد حرف منزل من اللہ کند و از پیش خویش نہ ظا خواند نہ دال کہ ہر دو میان اوست و شبانہ روز سعی مؤثر بجائے آدوتا آگہ می کشد ہرچہ بر آید روا باشد لایکلف اللہ نفساً الا وسعها فاما اگر صحیح قادر نہ شود اما مست صحیح نتوان کہ در قادی خیرہ است اما مست الشیخ بالصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح و بر او فرض باشد کہ تاپس صحیح خواندن نماز توان یافت تنہا نہ گزارد کہ در اقتہ از قرأت بے نیاز باشد و آنکہ مخرج نیاموخت یا در صحیح او سعی نہ کرد اگر از زبانش ظا یا دال ادا شود ہرچہ با فساد معنی شود نماز فاسد شود ورنہ نے و اگر بہر دو فساد معنی رو نماید چنانکہ منظوب و مغدوب بہر دو فساد شود این ہم آنگاہ هست کہ قصد حرف منزل من اللہ کند زبانی یا دمی دہ ظا یا دال ادا شود چنانکہ صورت اخیرہ در عوام ہند و بنگالہ است و اگر بالقصد بجائے او حرف نے دیگر نشانند خواہد حکم او سخت شود زیرا کہ تبدیل کلام اللہ میکنند چنانکہ بعض نامقلدان تصریح کردہ اند کہ ضا نتوان ظا خواند امام اجل ابوبکر محمد ابن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ دریں صورت حکم کفر فرمودہ است کما فی نسخ الروض الا از ہر دو را دریں مسئلہ رسالہ است مختصرہ جامعہ الحجام الصاد عن سمن الصاد آنجا میں رنگ تفصیل دادہ ایم و باللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از رادمن پور گجرات قریب احمد آباد مسئلہ حکیم محمد میاں صاحب ۶، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

جمعہ کی اذان کے بعد بہت آدمی مسجد میں جمع ہو کر سورہ کہف پڑھتے ہیں بلند آواز سے اور بغیر پڑھے جو لوگ ہیں یعنی ان پڑھ نمازی بھی ہوتے ہیں جن کو کلام مجید پڑھنا ہی نہیں آتا وہ نمازی سورہ کہف شوق سے سنتے ہیں اور بعض نمازی جو دیر سے آئے ہیں وہ نفل پڑھ کر سنتے ہیں نفل پڑھنے والے کہتے ہیں سورہ کہف بلند آواز سے مت پڑھو ہمارے نفل میں خرابی آتی ہے نفل کا ثواب زیادہ ہے یا سورہ کہف پڑھنے کا بعد ختم ہونے سورہ کہف کے تمام نمازی سنتیں پڑھتے ہیں مذکور مولوی صاحب فرماتے ہیں زور سے ہرگز مت پڑھو نفل نماز میں خرابی آتی ہے یا سورہ کہف کو بلند آواز سے پڑھیں یا نہیں یا نفل نماز کو چھوڑ دیں۔

الجواب

مدیر صحیح میں قرآن مجید با واز ایسی جگہ پڑھنے سے جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں مانعت فرمائی ہے اور قرآن عظیم حکم فرمایا

کہ جب قرآن پڑھا جائے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تو ایسی جگہ ہر سے پڑھنا ممنوع اور دویا زیادہ آدمیوں کا آواز پڑھنا اور شدید ممنوع کہ مخالف حکم قرآن اور قرآن عظیم کی بے حمتی ہے ان لوگوں کو چاہیے کہ آہستہ پڑھیں اور نفل پڑھنے والے نفل سے نہیں روکے جاسکتے نفل نماز مستحب تلاوت سے افضل ہے کہ اُس میں تلاوت بھی رکوع سجود بھی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مکتوبہ ڈاکخانہ خاص ضلع ہوشیار پور مدرسہ امجد علی خاں صاحب معرفت مولوی شفیع احمد صاحب متعلم مدرسہ اہلسنت ۱۲۰۲ جواہری لاٹری زیر کتا ہے کہ مخارج حروف معلوم کرنا اور ان سے حروف نکالنا فرض ہے ہاں باوجود کوشش کے اگر مایوسی ادا نہ ہوئے تو اس قدر میں معذور رہے گا اور اگر مخارج ہی نہیں معلوم یا معلوم ہیں نکالتا نہیں تو نماز ہرگز نہ ہوگی اگر صحیح ہے تو اکثر مسلمان فرض کو چھوڑ دیا یا کسی حرام کے مرتکب ہوں تو ان کے اس فعل سے ساقط یا حلال نہ ہو جائے گا یوں تو اکثر مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے اور ج پڑھتے ہیں ان میں کثیر مواظبت نہیں کرتے سو میں ننانوے یا اس کے قریب غیبت سے پرہیز نہیں کرتے تو قول زید صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب

زید کے اقوال مذکورہ سب صحیح ہیں سوائے لفظ کے کہ اگر مخارج معلوم نہیں تو نماز صحیح نہ ہوگی مخارج معلوم ہونا ضرور نہیں حروف صحیح ادا ہونا ضرور ہے بہتر ہے کہ سن سن کر صحیح پڑھتے ہیں اگر ان سے پوچھا جائے تو مخارج بتا نہیں سکتے اردو زبان والا ہر جاہل اپنی زبان کے حروف ٹھیک ادا کرتا ہے اور نخرج نہیں بتا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی مدرسہ حضرت محمدیاں صاحب مدظلہ العالی

یہ ارشاد فرمائیں کہ قرآن کریم کی اس قدر تجوید کہ ہر حرف اپنے غیر سے ممتاز ہے فرض عین ہے کتب فقہ میں مذکور ہے اگر ہے تو کس کتاب میں کس جگہ جناب کی نظر میں اس بارہ میں صریح تصریح کس کتاب کی ہے اور اگر کوئی حدیث اس بارہ میں اس وقت پیش نظر ہو تو اسکا ارشاد فرمائیے

الجواب

تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتد میں اور خطاً ہو تو ہمارے المذہب کے نزدیک مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے نزدیک جبکہ وہ کلمہ قرآن کریم میں نہ ہو اور اس سے بچنا بے تعلیم تائید حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے قال تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم مقدمہ امام جزری میں ہے اذ واجب علیہم محتمل قبل الشروع اولان یعلموا مخارج الحروف والصفات لينطقوا با فصحة اللغات۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ماہرہ مطرہ ضلع ایٹہ درگاہ شریف مدرسہ صاحبزادہ حضرت سید شاہ محمدیاں صاحب دامت برکاتہم

والا نامہ میں مطلق تجوید ارشاد جناب ہے دو ایک حرف کے دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتد میں مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے الخ مجھے اس میں یہ تامل ہے کہ الشغ کی نماز صحیح ہے جبکہ وہ اپنی سعی و کوشش اور صحیح حروف نکالنے میں کوتاہی نہ کرتا ہو اس کوشش کے بعد کوئی تعقید مفسد معنی یا غیر مفسد معنی کی خود جناب نے بھی اپنے اصلاح رسالہ مباحث امامت میں نہیں مذکور فرمائی۔

الجواب - الشغ کی نماز بھی تو صحیح ہے کہ وہ تصحیح حرف میں کوشش کیے جائے یہ بھی بے تعلیم صحیح ناممکن ہی تعلیم تجوید ہے تو اسکی

فرضیت قطعاً ثابت اگر صحیح کو نہ دیکھے یا سیکھے اور اس کے ادا کرنے کی کوشش نہ کرے تو نماز ضرور باطل ہوگی تو علم و عمل دونوں فرض ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از اردہ نگہ ڈاکخانہ اچھیزہ ضلع اگرہ

حرف ضاد کو بصورت دواو یعنی دال بد پڑھتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط اگر غلط ہے تو نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں اور اکثر لوگ ض واد میں سبب ہونے مشابہت کے فرق نہیں کر سکتے ان کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

یہ حرف نہ د ہے نہ ظ صورتیں تین ہیں (۱) قصد احواف منزل من اللہ کی تبدیل کرے یہ دواو والوں میں نہیں وہ اپنے نزدیک ضاد ہی پڑھتے ہیں نہ یہ کہ اُس سے ہٹ کر دال مخم اُس کی جگہ بالقصد قائم کرتے ہیں البتہ ظا والوں میں ایسا ہے اُن کے بعض نے تصریحاً لکھ دیا کہ ض کی جگہ ظ پڑھو اور سب مسلمانوں اس پر عمل پیرا ہو جائیے حرام قطعی ہے اور انداخت کبیرہ بلکہ امام اجل ابو بکر فضلی وغیرہ اکابر اُس کی تصریح سے کفر ہے کما فی منہ الروض الاذہر والفتاویٰ العلمگیریہ وغیرہا ان کی نماز پہلی ہی بار منقوط پڑھتے ہی ہمیشہ باطل ہے دوم خط تبدیل ہو یعنی ادائے ض پر قادر ہے اُسی کا قصد کیا اور زبان بہک کر دال یا ظ ادا ہوئی اس میں متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں اور ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر ضاد یعنی ہو تو نماز فاسد در نہ صحیح سوم یہ کہ عجزاً تبدیل یعنی قصد و ض کا کرتا ہے مگر ادا نہیں کر سکا د یا ظ ادا ہوتی ہے اور ہندوستان میں اکثر ذوالے ایسے ہی ہیں ان پر فرض عین ہے کہ ض کا مخرج اور اس کا طریقہ ادا یکھیں اور ضا غلوذ حد درجے کی کوشش اُس کی تصحیح میں کریں جب تک کوشاں رہیں گے اُن کی نماز صحیح کہی جائے گی۔ جبکہ صحیح خواں کے پیچھے اقتدا پر قادر نہ ہوں اور اس وقت تک مثال کی اہمیت بھی ہو سکے گی اور جب کوشش اُن کر چھوڑیں یا سرے سے کوشاں نہ ہوں اُن کی اپنی بھی باطل اور اُن کے پیچھے اووں کی بھی باطل یہی حکم ظاہریوں کا ہے جبکہ قصداً تبدیل نہ کرتے ہوں یہ خلاصہ حکم ہے اور تفصیل ہمارے رسالہ الحاکم الصادق سنن الفاضلین ص ۱۰۰ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جرودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صابر جیلانی صاحب -

کیا سورہ تبت کا نماز میں پڑھنا بہتر ہے۔

الجواب

سورہ تبت کے پڑھنے میں استغفر اللہ اصلاً کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ - از شہر بریلی محلہ سوداگران مدرسہ نظرا سلام مولوی محمد افضل صاحب ۶ جمادی الاخرہ ۱۳۳۳ ہجری

چچی فریاد عطاء دین دریں مسئلہ کہ در لکنا تہ قجر منہ الا نہر خواندہ شد لکنا نماز شد بغیر کراہت یا نہ

الجواب

نماز درست باشد و بحال ہو و زلت کراہت نیست و حذف جز برائے دلالت بر عظمت شائش شائع است قال تعالیٰ فلما اسلما وتلا للبحین نادینہ جزا ذکر نفوسہم پچھاں ایں جا تا دلی شود کہ وان منها ما یكون منہ شیء عجیب لہما یتفجر منہ الاخر با بحدہ بصورت فساد معنی نیست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازالہ آباد محلہ نخاس کنتہ برکان دھوم شاہ صاحب مسئلہ محمد ناظم آزاد حقانی مظفر پوری مقیم حال الہ آباد ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں احمد کی تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو اور قرأت سے رک گیا ہو
پچھلے کسی مقتدی نے لقمہ دیا اُس نے بجائے لقمہ لینے کے خود سورت کو اعادہ کیا جس آیت پر رکھا تھا اُس آیت کو نکال کر سورت کو پورا کیا بعد ازاں
رکوع و سجود وغیرہ کیا بعد میں لقمہ دینے والے مقتدی سے امام نے کہا کہ تمہاری نماز باطل ہو گئی اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں مقتدی کو
لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور ایسی صورت میں امام کو لقمہ لینا جائز ہے یا نہیں اور صورت مسئلہ میں مقتدی کی نماز ہو گئی یا نہیں۔

الجواب

مقتدی و امام سب کی نماز ہو گئی مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ امام سو آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے امام نے جس خیل پر نماز مقتدی پڑھ
مائی امام کی خود کب ہوئی اگر وہ خیال صحیح ہو تو امام کی بھی باطل ہوئی کہ لقمہ دینا کلام ہے اور وہ باجائز شرع جائز رکھا گیا اگر تین آیتوں کے
بعد اجازت شرع مستحی تو مقتدی کی نماز گئی اور اس کے لقمہ دینے سے امام کو یاد آ گیا تو اس نے خارج از نماز سے تعلیم پاکر آیت پڑھی اور
اور شروع سورت سے اعادہ کرنا اس یا دہانی کو باطل نہیں کر سکتا تو امام کی اپنی بھی گئی اور اس کے سبب سے سب کی گئی رہا یہ کہ صرف
اُس مقتدی کی نماز باطل ہوئی امام و جماعت کی ہو گئی یہ محض باطل ہے اور صحیح وہ ہے کہ سب کی ہو گئی درمختار میں ہے فتح علی امامہ
لا یفسد مطلقاً لفتح و اخذ بکل حال الا اذا سمعہ المومنین غیر مصل ففتح بہ تفسد صلاۃ الكل رد المحتار میں ہے قولہ
بکل حال ای سواء قرأ الامام ما تجوز بہ الصلاۃ امر لا انتقل الی آیتہ اخرى امر لا تکرر الفتح امر لا ھو الا صیغہ قولہ الا
اذا سمعہ المومنین فی الجموع القنیۃ یحب ان تبطل صلاۃ الكل لان المتلقین من خارج امر واقعہ فی الخبر واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از ضلع سیونی چھپرہ محلہ قاضی قریب مسجد خفیہ مسئلہ محمد طور احسن طالب علم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرأت بدعت ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ تجوید سے پڑھنا فرض ہے
کیونکہ قرآن کا صحیح طور سے پڑھنا فرض ہے تو صحیح پڑھنا بغیر تجوید کے آہی نہیں سکتا تو اس وجہ سے تجوید بھی فرض ہے بتائیے کہ کون حق پر
ہے۔ فقط محمد طور احسن طالب علم۔

الجواب

بلاشبہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حروف ہو اور غلط خوانی سے بچے فرض عین ہے بزاز یہ وغیرہ میں ہے اللحن جرم بلا خلاف جو اسے بدعت کہتا
ہے اگر جاہل ہے اُسے سمجھا دیا جائے اور دانستہ کہتا ہے تو کفر ہے کہ فرض کو بدعت کہتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - جو شخص حافظ ہو قاری نہ ہو اعراب میں غلطی کرتا ہو یعنی زیر کا زیر جیسے غیر المغضوب کے غ یا بر زیر پڑھتا ہو اور انیاک
کے کاف پر زیر پڑھتا ہو نماز مکروہ تحریمی ہو سکتی ہے یا نہیں اور معنی بدلتے ہیں یا نہیں اور دارمی بھی کتر داتا ہے اور مغرور و متکبر ہو
جس کا پرکھنا زیر ہو جیسے دبتہ اس کو آیت آجائے پر ہاد کے وقت ربہ پڑھے یا زیتہ۔

الجواب - ایاک نعبد و ایاک نستعین میں اگر کاف کو زیر پڑھے گا معنی فاسد ہوں گے اور نماز باطل غیر المغضوب کے

غین کو لوگ زیر پڑھتے بلکہ صحیح ادا پر قادر نہ ہونے کے سبب بوئے کسرہ پیدا ہوتی ہے اور یہ مفید نماز نہیں۔ دڑھی کتروانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور مغرور تکبر اس بھی بدتر جبکہ وہ علی الاعلان تکبر سے معروف و مشہور ہو۔ وقت کی حالت میں ربہ پڑھا جائے گا اور ربہ کوئی چیز نہیں اور ربہ میں سنت یہ ہے کہ نفس کسرہ نہ ہو بلکہ خفیف ہو کیا پیدا ہونہ یہ کہ بالکل سی اس کا فرق ادا زبان سے سن کر معلوم ہو سکتا ہے تحریر میں آنے کا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر مسئلہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پارہ دوم نواں رکوع تیسری آیت یعنی کَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً میں واحدۃ کو باظهار تنوین پڑھنا چاہیے یا وقت کے ساتھ یعنی واحدۃً یا واحدہ

(۲) اول رکعت میں ایک بڑی آیت اور دوسری رکعت میں دو تین چار چھوٹی آیتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں جیسے آیت مذکورہ کو پوری اول رکعت میں پڑھی اور دوسرے میں اور حسبہما ان تدخلوا الجنة سے دو آیتیں وما تفعلوا من خیر فان الله به علیہ تکم تو جائز ہے یا نہیں۔ بلیوا تو جروا۔

الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں یہاں علامت قف ہے اور وصل اولیٰ ہے (۲) بیشک جائز بلا کراہت ہے اور یہ صورت خاصان خاص آیتوں سے کہ سورۃ میں لکھی عین عدل ہے کہ یہ دو آیتیں اس آیت کے تقریباً بالکل مساوی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مولوی احسان علی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت مایحجز بہ الصلاۃ کتنی مقدار ہے۔

الجواب

وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مد ہا مشن اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جواز نماز کو کافی نہیں اسی کو منینہ و ظہیریہ و سراج و ہاج و فتح القدر و بحر الرائق و در مختار و غیرہ میں اصح کہا اور امام اجل السبجانی و امام ملک العلماء ابو بکر مسجد کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف مد ہا متن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا در مختار میں ہے اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیراً کلمہ یلد الا اذا کانت کلمۃ فلا صحیح عدم الصحۃ ہندیہ میں ہے الا صحیح انہ لا یجوز کذا فی شرح المبجم لابن ملک وکلذا فی الظہیریۃ والسراج الوہاج وفتح القدر۔ فتح القدر میں ہے لو کانت کلمۃ نحو مد ہا متن ص ق فان ہذا آیات عند بعض القراء الا صحیح انہ لا یجوز لانہ لیسیمی عاد الا قارئاً بحر الرائق میں اسے ذکر کر کے فرمایا کذا ذکرہ المذکورون وھو مسلم فی ص و نحوہ اما فی مد ہا متن فذکر الاسبجانی وصاحب البدائع انہ یجوز علی قول ابی حنیفۃ من غیر ذکر خلاف بین المذکورین برائع میں ہے فی ظاہر الروایۃ قدر ادنی المعروض بالآیۃ التامۃ لقولہ تعالیٰ مد ہا متن وما قالہ ابو حنیفۃ اقیس اقول انہ یجوز

مگر جبکہ ایک جماعت اُسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدریہ واجب سے کم رہا ہو ایسے وقت شہ نظر کہ بالاجماع ہمارے امام کے نزدیک اداۓ فرض کو کافی ہے مدہامتن سے جلد ادا ہو جائے گا کہ اُس میں حرف بھی نائد ہیں اور ایک متصل ہے جس کا ترک حرام ہے ہاں جسے یہ یاد ہو اُس کے بائے میں وہ کلام ہوگا اور احوط اعادہ - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - سئلہ ان علی مظفر پوری طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی بتاریخ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیت ۵ پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیسا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر ۵ ہے اُس پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا نہیں مثلاً اوپر سے پڑھتا آیا اور صم کلم عسی فہم لایرجون پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے۔

الجواب

ہر آیت پر وقف مطلقاً بلا کراہت جائز بلکہ سنت سے مروی ہے رہا رکوع اگر معنی تام ہو گئے جیسے آیت مذکورہ میں کہ اس کے بعد دوسری منتقل مثیل ارشاد ہے جب تو اصلاً حرج نہیں اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہیے خصوصاً امثال فویل للصلین ۵ میں کہ نہایت قبیح ہے اور ثم رووناہ اسفل سافلین ۵ میں قبیح اُس سے کم ہے نماز بہر حال ہو جائے گی۔

مسئلہ - ازمانیا والہ ڈاکخانہ قاسم پور گدھی ضلع بجنور مسئلہ کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھائی دوسری میں قل اعوذ برب الفلق پڑھائی اور آخر میں سجدہ سہو کیا اس مسئلہ کا حکم بیان فرمائیے۔ بینوا تو جروا

الجواب

اگر بھول کر ایسا کیا نماز میں حرج نہیں اور سجدہ سہو نہ چاہیے تھا اور قصداً ایسا کیا تو گنہگار ہوگا نماز ہو گئی سجدہ سہو اب بھی نہ چاہیے تھا تو بے کرے پہلی میں اگر سورہ ناس پڑھی تھی تو اُسے لازم تھا کہ دوسری میں بھی سورہ ناس ہی پڑھتا کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورہ پڑھنا صرف خلاف اولیٰ ہے اور ترتیب اُلٹ کر پڑھنا حرام - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازبیکا نیر مار وار محلہ ہما دتان مسئلہ قاضی تیز الدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ میں نے ایک معلم صاحب کی زبانی سنا ہے کہ نماز میں تین آیت شریف سے کم مضمون پڑھا جاوے گا یعنی دو آیت شریف پڑھی جائے گی تو نماز نہیں ہوگی اگر غلطی سے پڑھی گئی تو نماز کو دہرانا چاہیے ایک امام نے پہلی رکعت میں ایک رکوع پڑھا دوسری رکعت میں وان یکا الذین کفر والیزلعونک بالبصار ہر لما سمعوا الذکر ویقولون انه لجنون وما ہوا الا ذکر للعلیین تو قبلہ و کبر یہ دوسری رکعت میں جو پڑھا گیا وہ میں نے کھا ہے یہ صرف دو آیت شریف ہیں آیا نماز صحیح ہو گئی یا نہیں یا دہرانا پڑے گی۔ بینوا تو جروا

الجواب

نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً الحمد شرب الخلیین اس کے ترک سے نماز نہ ہوگی اور پوری سورہ فاتحہ اور اس کے بعد

متصل تین آیتیں چھوٹی چھوٹی یا ایک آیت کہ تین چھوٹی کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے اگر اس میں کسی کرے گا نماز ہو تو جائے گی یعنی فرض ادا ہو جائے گا مگر وہ تحریمی ہوگی بھول کر ہے تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور قصد ہے تو نماز پھیرنی واجب ہوگی اور بلا عذر ہے تو گنہگار بھی ہوگا مثلاً تین آیتیں یہ ہیں ثم نظر ثم عبس ثم ادبر واستکبر یا یہ الرحمن ۵ علو القرآن ۵ خلق الانسان ۵ ظاہر ہے کہ وہ دو آیتیں دان یکا الذین کفر وابلکہ اس میں کی پہلی ہی آیت ان تین چھوٹی آیتوں سے بڑی ہے تو نائزغ واجب ادا ہوگی دوسرے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) امام کو قرأت میں مغالطہ لگا اور امام ایک آیت کلاں یا ایک چھوٹی تین آیت سے زیادہ پڑھ چکا ہے باوجود اس کے کوئی مقتدی امام کو لقمہ دے اور بتائے تو امام کو لقمہ دینے میں یا مقتدی کو لقمہ دینے میں کوئی نماز میں فساد یا نقصان نہ آئے گا (۲) امام کو مستحبابہ لگا اور ادپر کی دو ایک آیت کو لوٹا اور دوسرا یا تو اس صورت میں دوسرے نماز میں کچھ خلل تو نہ آئے گا اور آئے گا تو کیا سجدہ سہو کرنے سے جبر نقصان ہو جائے گا یا نہیں۔

الجواب

(۱) کسی کے نماز میں صحیح بتانے سے کچھ فساد نہ آئے گا اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو دوسرے نماز میں کچھ نقصان نہیں ہاں اگر تین یا دو سجدہ سہو کی قدر چکا کھڑا سوچتا رہا تو سجدہ سہو آتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست راپور دوکان ملاحمید محلہ کندہ مرسلہ محمد اسدالحق صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قل ہو اللہ احد میں دال بر تنوین ہے اس کو حرکت کسرہ دے کر مابعد سے وصل کر کے نماز میں پڑھے ہوگی یا نہیں اور گناہ تو نہیں ضروری ہے باجا نزیامنع۔

الجواب

نون تنوین کو کسرہ دے کر لام میں ملا کر پڑھنا جائز ہے کوئی حرج نہیں نہ اس سے نماز میں کوئی خلل اور یہاں وقت بھی جگہ ہے وصل کی اجازت دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سرانے چبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اشتر امام مسجد جامع ۹ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام قرأت میں معاقلا وادکان عند اللہ وجیہا کی جگہ وکان الخ پڑھ جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں مگر اول معاقلا وادھا پھر خیال ہوا کہ کاف ہے۔

الجواب

نماز ہر طرح ہوگی کہ فساد معنی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ماجکوٹ میں الرحمن پڑھتے ہیں اور رکعت تہجد سورہ الرحمن میں ہی ختم

کرتے ہیں پہلی رکعت میں چار آیات اور دوسری میں دو آیات تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

یوں سوچیں رکعت میں یہ دونوں آیتیں واقع ہوں گی فبائی الا اور بکما نکذ بان ذواتا افنان بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک آیت اور ملائی جائے کہ ان میں صرف ستائیس حرف ہیں اور رد المحتار میں ہے کم از کم تیس حرف درکار بتائے و ان کا ان فیہ کلام بیناہ علی ہامشہ مع ان المقررات فیہما ثلثون واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از نو شرع تحصیل جا پور ضلع دیرہ غازیوں مسلولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز ظہر و عصر میں جو قرأت بالجہر نہیں پڑھی جاتی باقی شام اور عشا اور فجر کی نماز میں بالجہر پڑھی جاتی ہے اس کی وجہ اور رموزات سے مطلع فرمائیے۔

الجواب

یہ احکام ہیں مبتدی کو حکم ماننا چاہیے حکمت کی تلاش ضرور نہیں اس کے دو سبب بتائے جاتے ہیں ایک ظاہری کہ کفار قرن عظیم سن کر یہودہ بگا کرتے ظہر و عصر دونوں وقت اُن کی بیداری و بیکاری کے تھے اس لیے ان میں قرأت خفی ہوئی کہ وہ سن کر کچھ لیکن نہیں فحشو عشا کے وقت وہ سوتے ہوتے تھے اور مغرب کے وقت کھانے میں مشغول لہذا ان میں قرأت بالجہر ہوئی مگر یہ سب چنداں قوی نہیں دوسرا سبب صحیح دقوی باطنی وہ ہے جو ہم نے اپنے رسالے انہار الکافور میں ذکر کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شر محکمہ محلہ کانکر ٹولہ مسلولہ نسخے خاں صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ قرأت کتنی فرض ہے اور واجب اور سنت اور تحب کہاں تک۔

الجواب

قرأت ایک آیت فرض ہے اور الحمد اور اس کے بعد اُس کے متصل ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب اور فجر و ظہر میں حجرات سے بروج تک دونوں رکعتوں میں دوسو تین اور عصر و عشا میں بروج سے لم یکن تک اور مغرب میں لم یکن سے ناس تک سنت یا ان کی مقدار دوسرے مقام سے اور جماعت میں کوئی مریض یا ضعیف وغیرہ ایسا ہو کہ تطویل سے مشقت ہوگی تو اس کے حالت کی رعایت واجب اور نوافل میں جس قدر تطویل اپنے اوپر شاق نہ ہو تحب ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شر محکمہ ملک پور مسلولہ مفتاح احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر نماز میں کتنی مرتبہ اور کس کس مقام پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیے۔

الجواب

سورہ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سنت ہے اور اُس کے بعد اگر کوئی سورت اول سے پڑھے تو اُس پر بسم اللہ کہنا مستحب ہے اور کچھ آیتیں کہیں سے پڑھے تو اُس پر کہنا مستحب نہیں اور قیام کے سوا کوئی عبادت و قعود کسی جگہ بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں کہ وہ آہ قرآنی ہے

اور نماز میں قیام کے سوا اور جگہ کوئی آیت پڑھنی ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ سوداگران مسئلہ مولوی احسان علی مرحوم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر رسوا جاری ہو جائے تو اس کو پڑھے یا موخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اُس کو چھوڑ کر اگر پڑھ کر نماز تمام کر لی تو ہوئی یا نہیں۔ بدینا تو جو دا

الجواب

زبان سے سوا جس سورہ کا ایک کلمہ نکل گیا اُسی کا پڑھنا لازم ہو گیا مقدم ہو خواہ مکرر یاں قصداً تبدیل ترتیب گناہ ہے اگرچہ نماز جب بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ مسئلہ محمد حسین محمد جوڈیشی ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک مسئلہ پر بحث در پیش ہے اور آپس میں مباحثہ لفظی ہو رہا ہے وہ یہ کہ امام نے بوقت نماز مغرب رکعت اول میں سورہ دھر قرأت کی اور اس قدر پڑھا اور سو ہو گیا پھر رکوع کر دیا ویطاف علیہم بانیۃ من فضۃ واکواب کانت قواریراۃ قواریرا من فضۃ شاق آیت پر حرف لا موجود ہے امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس قدر قرأت پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں۔

الجواب

نماز بے تکلف بلا کراہت ہو گئی تین آیات کی قدر سے واجب ادا ہو جاتا ہے اور یہ تو پندرہ آیتیں ہو گئیں بلکہ مغرب میں اتنی تطویل مناسب بھی نہ تھی کہ اُس میں قصار مفضل یعنی لم یکن سے آخر تک ہر رکعت میں ایک سورت پڑھنے کا حکم ہے یہ اُس سے زائد ہو گیا تنویہ و در مختار میں ہے لیکن فی الحقیطوال المفصل فی الفجر والظہر والوسطا فی العصر والعشاء وقصارہ فی المغرب فی کل رکعۃ سورۃ در مختار میں ہے من الحجرات الی آخر البروج ومنها الی آخر لم یکن اوسطا وباقیہ قصارہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے تین آیتوں کے بعد غلطی ہوئی یعنی بگاڑا گیا جبکہ سورہ یوسف شریف میں چار آیات کے بعد رَأٰی نَفْسَہٗمۡ کٰی جگہ رَأٰی نَفْسَہٗمۡ پڑھا اس حالت میں نماز ہو گئی یا نہیں۔

الجواب

فساد معنی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی مگر یہاں رَأٰی نَفْسَہٗمۡ میں ت کا زبر پڑھنا مفید نماز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بروگ مسئلہ محمد علی ۶ رجب المرجب پنجشنبہ ۱۳۳۶ھ

قبلاً و کبیر جناب مولوی صاحب دام ظلہم السلام علیکم بعد ادا سے آداب دست بستہ تسلیمات گزارش خدمت میں یہ ہے کہ نماز ظہر و عصر کے وقت امام کے پیچھے مقتدی کو حسب معمول پڑھنا چاہیے یا سکوت واجب ہے (۲) نماز مغرب و عشا کے فرضوں کے ادائیگی میں مقتدی کو چاروں

رکعتوں میں سکوت لازم ہے یا اول کی دو میں اور آخر کی دو میں نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مطلقاً کسی نماز کی کسی رکعت میں مقتدی کو قرائت اصلاً جائز نہیں قطعاً خاموش کھڑا رہے صرف سبحنک اللہم شامل ہوتے وقت پڑھے جبکہ امام نے قرائت بجز شروع نہ کی ہو درمختار میں ہے الموت لا یقرأ مطلقاً ولا الفاتحة فی السریة اتفاقاً بل یستمع اذا جہا ویصمت اذا اس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از ہزار ضلع بلذا انیشین بسوہ متعلق ملکہ پور مسئلہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) آیت قرآن شریف کے ٹکڑے کر کے نمازیں پڑھنے کے متعلق مشروع شریف میں کیا حکم ہے (۲) سورہ نین شریف میں سلمہ قول کی جگہ سلام قول پڑھنا یا سلام پر آیت کرنا صحیح کس طرح پر ہے۔

الجواب

(۱) سائل نے صاف بات نہ لکھی کہ ٹکڑے کرنے سے کیا مراد ہے اگر آیت بڑی ہے اور ایک سانس میں نہیں پڑھ سکتا تو جہاں سانس ٹوٹ جائے مجبوراً وقف کرے گا موقع موقع پر ٹھہرتا ہوا چلا جائے گا ہاں بلا ضرورت بے موقع ٹھہرنا خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) دونوں صحیح اور دونوں جائز ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جے پور بیرون اجیری دروازہ مکان عبدالواحد خاں مسئلہ حامد حسن قادری ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ عام لوگ تکبیر انتقال نمازیں اللہ اکبر کی آواز اس قدر کھینچتے ہیں کہ اس کی وجہ سے نمازیں نقصان واقع ہوتا ہے اللہ اکبر کی آواز کو اس طرح خارج کرنا کہ عام لوگ بجائے اس کے دال محسوس کریں کیسا ہے۔

الجواب

اکبر میں اس کو دال پڑھنا مفید نماز ہے کہ فساد معنی ہے اور یہ بات کہ وہ اس پڑھتا ہے اور سب سننے والے سنتے ہیں بہت بعید ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر مبارکہ ضلع مشرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں سورہ کھن دون پڑھی دوسری میں کوثر کی ایک آیت پڑھی پھر اس کو چھوڑ کر اخلاص پڑھی ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور نمازیں کچھ خلل واقع ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز تو ہو گئی مگر ایسا کرنا جائز تھا جس صورت کا ایک لفظ زبان سے نکل جائے اسی کا پڑھنا لازم ہو جاتا ہے خواہ وہ قبل کی ہو یا بعد کی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مانادوار کاٹھیاواڑ مسئلہ ماسٹر اسماعیل صاحب ۲۲ شوال ۱۳۳۹ھ

قرآن شریف اس طرح پڑھنا کہ اول میں الم تر۔ دوسری میں قل ہو اللہ تیسری میں لا یلف جوتھی میں پھر قل ہو اللہ مکروہ تنزیہی ہے

یا نہیں حالانکہ اتم تر کے بعد لایف اور پھر ترتیب وار بھی پڑھ سکتا ہے۔

الجواب

نوافل میں مکروہ نہیں کہ اس کی ہر دو رکعت نماز علیحدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از دہمی پور ضلع بہیڑی مسئلہ ستیم خاں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حافظ مسجد میں ٹراؤکچ میں کلام مجید صحیح پڑھتا ہو اور اچانک اس کے پیچھے دوسرا کوئی حافظ اس کو بھگانے کو آجائے تو ایسا کرنا اور نماز میں آکر فساد ڈالنا جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا

الجواب

اگر فی الواقع اُس نے دھوکہ دینے اور نماز خراب کرنے کے لیے قصداً غلط بتایا تو سخت گناہ عظیم میں مبتلا ہوا اور شرعاً سخت سزا کا مستحق ہے ایسے لوگ جو مسجد میں آکر فساد ڈالیں اور ناجائز غل مچائیں اور بلا وجہ فوجداری پر آمادہ ہوں جیسا کہ سائل نے بیان کیا نمودی ہیں اور نمودی کی نسبت حکم ہے کہ اُسے مسجد میں نہ آنے دیا جائے کما نض علیہ العلامة البدر العینی فی عمدة القاری شرح صحیح البخاری وعنه فی البدایہ المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چہ می فرماید جو ہر شنا سان نکات فرقانی و دقیقہ رسان علم حبیب رحمانی اندریں باب کہ امام در قرأت نماز مغرب و عشاء و فجر و جمعہ و عیدین و رمضان قرأت سہ یا زائد از سہ آہ سو کرد و مقتدی ادا میان نماز مذکورہ بالا القمہ داد و اولقمہ مقتدی خود گرفت نماز امام و مقتدی درست شد یا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب

صحیح است مطلقاً در ہر نماز و ہر حال اگرچہ بعد سے آیت باشد ہمین است قول صحیح فی الدر المختار فتح علی امامہ لا یفسد مطلقاً بفتح و اخذ بكل حال الحق فی رد المختار ای سواء قرأ الامام قدما یجوز بہ الصلاة اما لا تنقل الی آية اخرى اما لا تکرر الفتح اما لا هو الا صحیح۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ان شانٹک کو نماز میں انا شانٹک یا لہ کو لاف یا لہم کو لاہم مغفلة باشباع فتح یا الحمد لله کو الحمد لیلہ باشباع کسرہ یا قل کو قول باشباع ضمہ پڑھنا عمد یا سہو افسد صلاہ ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

عمداً گناہ عظیم ہے اور سہواً معاف اور فساد نماز کسی حالت میں نہیں لان الاشباع لغتہ معروفہ من العرب کالاکتفاء عن المدة بالحركة کما نض علیہ فی الغنیۃ وغیرہما واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ احمد شاہ صاحب از موضع نگر یا سادات ضلع بریلی یکم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور وہ کسی سورت میں درمیان کے دو ایک لفظ چھوڑ گیا ہو تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

اگر ان کے ترک سے معنی نہ بگڑے تو صحیح ہوگی ورنہ نہیں پھر اگر یہ سورۃ سورۃ فاتحہ ہے تو اس میں مطلقاً کسی لفظ کے ترک سے مجہدہ ہو واجب ہوگا جبکہ سہواً ہو ورنہ اعادہ۔ اور اگر کسی سورت سے اگر لفظ یا الفاظ متروک ہوئے اور معنی فاسد نہ ہوئے اور تین آیت کی قدر پڑھ لیا گیا تو اس چھوٹ جانے میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ مولوی عبد الجلیل صاحب متوطن بنگال ۱۵ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو رکعت فجر کی فرض پڑھائی بعد الحمد شریف کے ضم سورت میں کسی لفظ کو تین مرتبہ تکرار کیا بوجہ مشتبہ ہونے کے اب اس کی نماز شرعاً درست ہے یا نہیں اگر اس کو بقول شخصے اعادہ کیا جائے اگر اور لوگ اگر اقتداء کریں بعد والوں کی نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

لفظ کے تکرار کرنے سے نماز میں فساد نہیں آتا اعادہ میں جو نئے لوگ ملیں گے ان کی نماز نہ ہوگی لانہم مفترون خلف مقتفل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جنوبی افریقہ ٹرنسوال مقام کروگرس ڈروپ کبس ۳۳ مسئلہ ایم ایم داؤد احمد موسیٰ جی سالو جی ۲۴ رمضان ۱۳۳۲ھ

اولاً تحریر حال ملک ٹرنسوال کرتا ہوں کہ اسولہ ذیل کے جواب میں سہولت ہو یہاں پر حکومت کفار ہے اور یہاں کے باشندے بھی کفار ہیں ہاں کچھ لوگ مسلمان شافعی المذہب بھی ہیں باقی مسلمان انڈیا کے تاجرو وغیرہ ہیں مگر مجموعہ مسلمان کفار کی نسبت بہت کم ہیں گاؤں کا تو میں ذکر نہیں کرتا مگر اس ملک کے شہروں میں تحفیناً مفصلہ ذیل تعداد ہوگی کسی جگہ دس بیس کسی جگہ تیس چالیس کسی جگہ اسی تو سو کے ایک شہر کے میرے خیال کے موافق کہیں چار سو پانچ سو کا مجمع نہ ہوگا مساجد کا یہ حال ہے کہ کہیں تو کرایہ میں مکان لیا ہوا ہے اور اس میں نماز جمعہ وعید ادا کی جاتی ہے اور کسی جگہ ایک مسجد ہے مگر بوجہ قلت وہ بھی نہیں بھرتی البتہ ایک جگہ تین مسجدیں ہیں اور مسلمانوں کی جماعت بڑی ہے تحفیناً پانچ سو سے کم نہ ہوگی نماز جمعہ وعید سب جگہ ادا کی جاتی ہے عید کے موقع پر گاؤں کے مسلمان وہ شریک نماز ہو کر تعداد بڑھاتے ہیں میرے علم میں یہاں کبھی اسلامی حکومت نہیں ہوئی اور حکام کی طرف سے کوئی حکم شرعی یہاں جاری نہیں مگر نماز جمعہ وعید کو منع نہیں کرتے جس جگہ کے لیے یہ تحریر کی جاتی ہے وہ بھی شہر ہے اور ایک مسجد بھی ہے تعداد مسلمانان ساٹھ ستر سے زیادہ نہیں مسجد نہیں بھڑکتی مگر عید کے موقع پر گاؤں والے شریک ہوتے ہیں اور مسجد بھر جاتی ہے (۱) جمعہ کی ادا کے لیے شہر شرط ہے یا نہیں (۲) شہر کس کو کہتے ہیں اکبر مساجد کی تعریف روایت مذہب ہے یا نہیں (۳) جب قدرت اجرائے حدود شرط ہے اور بالفعل ضرور نہیں۔ تو توانی کی وجہ سے تعریف مذکور کو اختیار کرنا اور ظاہر مذہب کو ترک کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے (۴) علمائے خفیہ کے اختلاف کی وجہ سے احتیاطی تجویز ہوئی مگر جہاں حنفی مذہب کے موافق محقق مشروط نہ ہو اور دیگر مذاہب کے موافق ہو وہاں کیونکر جائز نہیں۔ خروج اختلاف کی علت

دونوں جگہ موجود ہے اسی دہاں بھی جمعہ اور احتیاطی پڑھ لینا چاہیے (۵) کل موضع لہ امیر وقاض الخ سے استدلال عدم جواز جمعہ دارحرب پر ہو سکتا ہے یا نہیں (۶) کیفیت مذکور کی رو سے کہاں جمعہ جائز ہے اور کہاں نہیں (۷) جہاں ناجائز ہے انھیں منع کیا جائے یا نہیں اور ان کی نظر کا کیا حکم ہے (۸) جہاں بادشاہ مسلمان نہ ہو وہاں جمعہ کا کیا حکم ہے اور حکومت کفار میں جمعہ کیوں جائز (۹) یہ ملک دارحرب ہے یا نہیں (۱۰) دارحرب کی کیا تعریف اور کس طور سے دارحرب دار اسلام بنتا ہے اور دار اسلام دارحرب (۱۱) جہاں مشروطہ جمہ نہ پائے جائیں وہاں عید کی نماز کا کیا حکم اگر جائز نہیں تو پڑھ لینے سے کیا خرابی ہے اگر اپنے مذہب کے طور پر واجب نہیں تو دوسرے مذہب مثل شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تو واجب ہے اور خروج عن الاختلاف ہو جائے گا (۱۲) ہماری جگہ شہر گنا جاتا ہے اور ایک مسجد ہے مصلیٰ باشندے اسے بھرنے لگے یہاں جمعہ کا کیا حکم ہے۔ بینوا تو جو روا

الجواب

جمعہ کے لیے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتفاق و اجماع سے شہر شرط ہے شہر کی صحیح تعریف مذہب خفی میں یہ ہے جو خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمائی۔ وہ آبادی جس میں مقعد و محلے اور دواخی بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو اسکے متعلق دیہات ہوں اور اُس میں کوئی حاکم یا اختیار ایسا ہو کہ اپنی شوکت اور اپنے یا دوسرے کے علم کے ذریعہ سے مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور امام ملاک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع میں اسی کی تصحیح فرمائی غنیہ شرح منیہ میں ہے صرح فی تحفۃ الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ ببلدۃ کبیرۃ فیہا سکنک واسواق ولہا رساتین وفیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمۃ وعلمہ او علم غیرہ یروج الناس الیہ فیما یقع من الاحداث وھذا ہواصح کتب جلیلہ مستندہ میں ظاہر المراد یعنی مذہب مذہب خفی سے بالفاظ مختلفہ جتنی نقول ہیں سب کا مال ہی ہے مثلاً ہدایہ ولسن کنز میں فرمایا ہو کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود اس میں سکنک واسواق ورساتین کا ذکر نہیں اور عبارت آتیرہ خیاتیہ میں بجائے سکنک جماعات ہیں اور رساتین مذکور نہیں اُسی کی دوسری عبارت میں فتاویٰ سے رساتین کا ذکر فرمایا سکنک واسواق کو ترک کیا کہ فی الفتاویٰ لوصلی الجمعۃ فی قریۃ بغیر مسجد جامع والقریۃ کبیرۃ لہا قری وفیہا وال وحاکم جازات الجمعۃ بنوا المسجد اولم ینبوا وان کان بخلاف ذلک لا یجوز فی قول ابی القاسم الصفار ھذا القرب الاقارب الی الصواب او یحصل ایک ہے کہ عادۃ والی وقاضی ایسی ہی جگہ ہوتے ہیں جس میں آبادی کثیر ہو اور اسے تعدد محلہ ووجود اسواق لازم اور ہر گاؤں میں نیا حاکم مقرر کرنا نہ مسعود ہے نہ متیسر بلکہ گردو پیش کے دیہات آبادی کبیر کے حاکم کے متعلق کر دیے جاتے ہیں اُسے ضلع یا کم از کم پرگنہ ہونا لازم غنیہ میں ہے صاحب الہدایۃ ترک ذکر السکنک والرساتین بناء علی الغالب اذا غالب ان الامیر والقاضی شانہ القدرۃ علی تنفیذ الاحکام واقامۃ الحدود ولا یکن الا فی بلد کذلک فالجاصل ان اصحاب الحدود وما ذکرہ فی التحفۃ لصد قد علی مکۃ والمدینۃ وانما هما الاصل فی اعتبار المصویۃ پھر ظاہر ہے کہ ان کتب میں تنفیذ واقامت سے قدرت مراد ہے کہ حاکم کا خلاف حکم حکم کرنا شہر کو شہر ہونے سے خارج نہیں کرتا ولہذا علامہ محقق ابراہیم حلی نے اسی سے پہلے غنیہ میں فرمایا الحد الصیحۃ ما اختارہ صاحب الہدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود والمراد القدرۃ علی ما صح بہ

فی تحفة الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اکمل نے عنایہ میں فرمایا المراد بالامیر وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم اسی طرح در مختار میں بلفظ یقدر تعبیر کیا اور خود نص امام مذہب سے اُس کی تصریح گزری لہذا امام شمس الائمہ سرخی نے مبسوط میں یہ تعبیر فرمایا فی ظاہر المذہب عندنا ان یکون فیہ سلطان وقاضی لا قامتہ الحدود وتنفیذ الاحکام پھر ہدایہ وغیرہ میں امیر وقاضی اور مبسوط میں سلطان وقاضی دو لفظ ہیں کہ عادتہ والی شہر اور ہوتا ہے اور وہ قاضی مقرر کرتا ہے اور مقصود فیصلہ مقدمات ہے لہذا امام مذہب نے ذکر والی پر اقتصار فرمایا اور وہی سلطان سے مراد اس پر اس حدیث سے استناد ارجح الی الولاۃ منها الجمعۃ جو اہر اخلاطی وغیرہ میں نائب والی بھی اضافہ فرمایا کہ وہیہا وال او نائبہ یقدر علی انصاف المظلوم الی قولہ وہو الاصح اور علامہ قاسم نے تصحیح القدوری پھر علامہ حصکفی نے در مفتی پھر علامہ شامی نے رد المحتار میں کہا ینفی بالقاضی عن الامیر یہاں قاضی کے ساتھ مفتی کی شرط نہ کی کہ ان زمانوں میں قاضی نہ ہوتے مگر علماء رد المحتار میں ہے لریذکر المفتی کتفاء ذکر القاضی لان القضاء فی الصدر الاول کان وظیفۃ المجتہدین اور بعض نے شرط مفتی اضافہ کی جامع الرموز میں ہے ظاہر المذہب انہ ما فیہ جماعات الناس وجامع واسواق ومفتی و سلطان او قاض یتقیر الحدود وینفذ الاحکام وقرب منه ما فی المضمرات وفيہا الاصحح اکابر نے اس کی یہ توجہ فرمائی کہ حاکم عالم نہ ہو تو عالم کا ہونا بھی لازم غیاثیہ میں ہے قال شمس الائمۃ السرخسی ظاہر المذہب ان المصالح جامع ما فیہ جماعات الناس واسواق التجارات و سلطان او قاض یتقیر الحدود وینفذ الاحکام ای یقدر علی ذلک ویکون فیہ مفتی ان لم یکن القاضی او السلطان بنفسہ مفتیا امام طاہر بخاری نے فرمایا قال امام السرخسی فی ظاہر المذہب عندنا ان یکون فیہ سلطان وقاض لا قامتہ الحدود وتنفیذ الاحکام ویشتروط المفتی ان لا یکن القاضی او والی مفتیا امام مذہب نے اس طرف خود ہی اشارہ فرمایا تھا کہ علمہ او علم غیرہ فتح میں فرمایا اذا کان القاضی یفتی ویقیم الحدود اعنی عن التعدد بالجمل عبارات مختلف ہیں اور مقصود واحد۔ ان تمام عبارات اور ان کے مثال صدہا اور خود نص صریح امام مذہب سے جس طرح جمعہ کے لیے اشتراط مصر ظاہر ہے ہیں احکام و حدود و مفتی کے الفاظ اور ان کی تفایع مذکورہ کتب مذہب سے روشن کہ شہر سے یقیناً اسلامی شہر مراد ہے نہ یہ کہ شلابت پرستوں کا کوئی شہر ہو بادشاہ بت پرست اور دس لاکھ کی آبادی سب بت پرست۔ چار پانچ مسلمان وہاں تاجرانہ جائیں اور پندرہ بیس دن ٹھہرنے کی نیت کریں اور ان پر وہاں جمعہ قائم کرنا فرض ہو جائے جبکہ وہ بادشاہ مانع نہ آتا ہو مرکز شرع مطہر سے اُس کا کوئی ثبوت نہیں عموماً قطعاً اجماعاً مخصوص ہیں اور ظاہر المراد یہ واصل مذہب کی تعریفات یقیناً اسلامی شہر سے خاص بلکہ وہ ضعیف روایت نادرہ مرحومہ جہورہ مالایسم اکبر مساجدہ اہلہ کہ تحقیق کے نزدیک اصلاً وجہت نہیں رکھتی اور بعد از توانی فی الحدود اُس کے اختیار کی راہ اُسی ارادہ قدرت سے مسدود اور ظاہر الروایۃ و نص صریح امام اعظم صحیح و مرجح کے ہوتے ہوئے روایت نادرہ کی طرف رجوع بجوہ منوع و مدفع کما حقنا کل ذلک فی فتاونا اس سے زیادہ اُس کی غلطی کیا ہوگی کہ اُس پر کہ معظمہ وہ مینہ طیبہ ہی گاؤں ہو جاتے ہیں اور ان میں زمانہ اقدس سے آج تک جمعہ ناجائز و باطل قرار پاتا ہے مجمع الانہر میں ہے قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عند المحققین غنیہ میں ہے الفصل فی ذلک ان مکة والمدینۃ مصولان تقام بہما الجمعۃ من زمانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الیوم فکل تفسیر لا یصدق علی احدهما فهو غیر معتبر حتی الذی اختارہ جماعۃ من المتأخرین وهو ما اکبر مساجدہ لا یصحہم کان منقوض

بھما اذ مسجد کل منها یسمع اہلہ و زیادۃ اُسے ابن شجاع ثلجی نے امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کیا ہدایہ میں تعریف ظاہر الروایۃ بیان کر کے فرمایا ہذا عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وعندہ انہم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد ہم لم یسمعہم والاہل اختیار انکرخی وهو الظاہر والثانی اختیار الثلجی خود امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ کہ امام ملک العلماء نے برائے پھر امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ذکر کیے یہ ہیں کہ فرمایا اذا اجتمع فی قریۃ من لا یسمعہم مسجد واحد نبی لہم جامعاً ونصب لہم من یصلی بجمہ الجمعۃ بدیہی ہے کہ نبی او نصب کی ضمیریں سلطان اسلام کی طرف ہیں اور اسی پر وہ حدیث ناطق جس سے طبقۃً طبقۃً ہمارے ائمہ و علماء اسی باب شرائط جمعہ استدلال فرماتے رہے کہ لہ امام عادل او جائز مبسوط امام سرخسی میں ہے لہنا ما روینا من حدیث جابر رضی اللہ عنہ ولہ امام جائز عادل فقد شرط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الامام لا لحاقہ الوعید تبارک الجمعۃ فتح القدر میں ہے الحدیث رواہ ابن ماجہ شرط فی لزومہا الامام کما یفیدہ قید الجملة الواقعة حالاً غرض بوجہ ظاہر ہوا کہ محلیت جمیعہ کو اسلامی شہر ہونا لازم ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان شہر کی نسبت عرفاً بھی باعتبار آبادی ہوتی ہے یا بحفاظ سلطنت مثلاً جس شہر میں زید آباد ہیں نہ اُس میں سیدوں کی عمارت ہے نہ تھی اُسے سیدوں کا شہر نہیں کہہ سکتے یہ ہیں جبکہ وہاں عام آبادی کفار ہیں اور اسلامی سلطنت نہ اب ہے نہ کبھی تھی تو اگرچہ اس بنا پر کہ حکام کی طرف سے مسلمانوں کو پناہ اور نماز وغیرہ کی اجازت ہے انھیں امان کے شہر کہیں مگر مسلمانوں کے شہر نہ کہلائیں گے تو اعم منقحی ہے چر جائے انھیں لہذا محل جمعہ وعیدین نہیں ہو سکتے عیدین کے لیے بھی سوائے خطبہ وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے واسطے تنویر الابصار اور مختار باب العیدین میں ہے تجب صلاحاتھا علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا المتقدمة سنوی الخطبۃ ہاں جہاں ثابت ہو کہ پہلے کبھی اسلامی سلطنت تھی مسلمانوں کا آزاد خود مختار شہر تھا اور دونوں صورتوں میں غیر مسلم نے مسلط ہو کر شعائر اسلام بند نہ کیے وہ بدستور اسلامی شہر و ملک رہے گا جیسے تمام بلاد ہندوستان اور وہاں حسب سابق جمعہ فرض اور عیدین واجب رہیں گے لیکن جمعہ وعیدین کی اقامت کو یہ ضرور ہے کہ بادشاہ یا والی خود امانت فرمائے یا دوسرے کو ان نمازوں میں اپنا نائب ٹھہرا کر امام بنائے جہاں یہ صورت میسر نہ رہے وہاں بضرورت مسلمان جمع ہو کر ہے ان تین نمازوں کا امام مقرر کر لیں گے بڑھائے گا اور یہ فرض واجب ادا ہو جائے گا متن کنز میں ہے شرط ادا تھا السلطان او نائبہ غنیہ میں ہے الشرط الثانی کون الامام فیہا السلطان او من اذن لہ السلطان جامع الزمیں ہے اقامۃ الجمعۃ حتی الخلیفۃ الا انہ لم یقد ر علی ذلک فی کل الامصار فیقیم غیریہ نیابۃ و مختار میں ہے ونصب العامة الخلیف غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة بائع الفضلین میں ہے کل مصر فیہ وال مسلم من حجة الکفار فیجوز فیہ اقامۃ الجمعہ والا عباد و اما فی بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمعہ والا عباد اسی ہی جگہ جہاں تحقیق بعض شرائط میں شہر ہو احتیاطی رکعتیں رکھی ہیں نہ برائے مراعات خلافت فی المذہب کافی و محیط و علمگیریہ میں ہے فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعۃ لوقوع الشک فی المصر وغیرہ ینبغی ان یصلوا بعد الجمعۃ اربع رکعات الخ فتح القدر و بحر الرائق میں ہے قد وقع شک فی بعض قری مصر مما لیس فیہا وال وقاض نازلان بھابل لھا قاض سیم قاضی الناحیۃ وهو قاض یولی باصلہا فیاتی القریۃ احياناً فیفصل ما اجتمع فیہا من التعلقات ینصرف و وال کذلک هل هو مصر نظراً الی ان لھا والیا وقاضیا ولا نظر الی عدمہما بھا و اذا اشتبہ علی

الانسان ذلك ينبغي ان يصلى اربعاً بعد الجمعة الخ شهرين متتابعين وجمع هون اور سابقنا معلوم تو اس میں احتیاطی رکعات کا حکم جنہوں نے دیا وہ بھی مجرد رعایت خلاف کے لیے نہیں کہ ایک امر محبت ہے بلکہ شدت قوت خلاف کے باعث جس کے سبب بارات عمدہ بالیقین نہیں انکے نزدیک یہاں احتیاط اسی معنی پر ہے علیہ میں ہے قد يقع الشك في صحة الجمعة بسبب فقد شرطها ومن ذلك ما اذا تعددت في المصلى الواحد وجعل السبب او علمت المصلحة على القول بعد مجواز التعدد وهى واقعة اهل مَوْرَوْ فيفعل ما فعلوه قال المحسن امرا متهم باداء الاربع بعد الجمعة حتما احتیاطا غنیہ میں ہے اما من حيث جواز التعدد وعدمه فالاولى هو الاحتیاط لان الخلاف فيه قوى اذا الجمعة جامعة للجماعات ولم تكن في زمن السلف تصلى الا في موضع واحد من المصلى وكون الصحيح جواز التعدد والضرورة للفقوى لا يمنع شرعية الاحتیاط للفقوى من الخالفین میں ہے هو مبني على ان ذلك الاحتیاط اى الخروج عن العهدة بيقين لان العلة اختلاف العلماء في جوازها اذا تعددت وفيه شبهة قوية ظاهر أعیدین کی نماز مذہب امام شافعی میں سرے سے واجب ہی نہیں نہ شہرہ گاہوں میں اگرچہ اسلامی ہو یا سنت ہے اور غیر اسلامی آبادی اُن کے نزدیک بھی محل جمعہ وعیدین نہیں اور ب سے قطع نظر ہو تو رعایت خلاف وہاں تک ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے نہ کہ فاسد و ناجائز محض۔ ایک گناہ تو یہ ہوا پھر جمعہ کہ صحیح نہیں نفل بتداعی ہوئے اور یہ بدعت ہے پھر جہاں نظر فرض ہے اور جماعت واجب اگر جمعہ کے سبب نظر اصلا نہ پڑھیں تارک فرض ہوں اور تنہا تنہا مثلاً بذریعہ رکعات احتیاطی پڑھیں تو ترک جماعت کے سبب تارک واجب کہ اول ہر بار اور ثانی بدتکرار کبیرہ ہے درمختار میں ہے یندب للخروج عن الخلاء لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذہبہ با این ہمہ اپنا یہ مسلک ہے کہ ایسی جگہ عوام جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں روکا نہ جائے نہ خود شرکت کی جائے اگر عدم شرکت میں فتنہ نہ ہو ورنہ بہ نیت نفل مشارکت ممکن کہ اختارہو فہما درمختار میں ہے مکروہ تحویما وکل ما لا يجوز مکروہ صلاۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلها لا فہم یترکونها والاداء الجائز عند البعض اولی من التزک کہ فی القنیۃ وغیرہا ردالمحتار میں ہے وعزایہ صاحب المصنف الی الامام حمید الدین عن شیخہ الامام المجوبى والی شمس الاثنۃ الخلوانی وعزایہ فی القنیۃ الی الخلوانی والنسفی نیز درمختار باب العیدین میں ہے لا یکبر فی طریقہا ولا یتنفل قبلہا مطلقا وکذا بعدہا فی مصلاہا فانہ مکروہ عند العامة وهذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصل لعلہ رغبتہم فی الخیرات بحروفی ہامشہ بخط ثقتہ ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رأى رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالیٰ ارأیت الذی یفہی عبد اذا صلی دار حرب حکومت اسلام سے دارالاسلام ہو جاتی ہے اور عیاذ باللہ عکس کے لیے فقط حکومت کفر کا فی نہیں بلکہ شرط ہے کہ وہ جگہ کسی طرف دارالحرب سے متصل ہو اور کوئی مسلم یا ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور شعار اسلام اُس سے بالکل بند کر دیے جائیں والعیاذ باللہ تعالیٰ جب شعار اسلام سے کچھ بھی باقی ہے بدستور دارالاسلام رہے گی تنویر میں ہے لا تصیر دارالاسلام دار حرب الا باجواء احوال الشرك و باتصالہا بدار الحرب وبان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی بالامان الاول و دار الحرب تصیر دارالاسلام باجواء احکام اهل الاسلام فیہا وان بقی فیہا کافراصلی وان لم یصل بداد الاسلام جامع رموز میں ہے لاختلاف ان دار الحرب

تصیر دارالاسلام باجاء بعض احکام الاسلام فيها واما صيرورتها دارالحرب فعوذ بالله منه فعنده بشرط واحد اجماع احكام الكفر اشقارا بان يحكم الحاكم بحكمهم ولا يرجعون الى قضاة المسلمين كما في الحيرة والثاني الاتصال بدارالحرب والثالث زوال اليمان الاول وقال شيخ الاسلام ولا امام الا سبيحاني ان الدار محكومة بدار الاسلام ببقاء حكم واحد فيها كما في العمادی وغيره طحاوی علی الدرر میں ہے ذکر الاستروشنی فی فصولہ عن ابی العیسان دارالاسلام لا تصیر دارالحرب مالم یبطل جمیع ما به صارت دارالاسلام و ذکر الاسبیحانی فی مبسوطہ ان دارالاسلام محکوم بکونھا دارالاسلام فبقی هذا الحكم بقاء حكم واحد فيها ولا تصیر دار الحرب الا بعد زوال القرائن ودار الحرب تصیر دارالاسلام بزوال بعض القرائن وهوان تجری فیها احکام اهل الاسلام و ذکر الملا مشی فی واقعاتہ انھا صارت دارالاسلام بهذه الاعلام الثلاثة فلا تصیر دار الحرب ما بقى شيء منها و ذکر الامام ناصب الدین فی المنشوران دارالاسلام صارت دارالاسلام باجاء احکام الاسلام فما بقيت علقه من علائق الاسلام تبرج جانب الاسلام انتهى والله الحمد والله تعالى اعلم

مسئلہ - از قلدہ چھرہ ضلع علی گڑھ مسئلہ مقبول احمد صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ صاحب نے نماز میں پڑھا ورحمۃ للمؤمنین ولا یزیدون کو ساکن پڑھا اور انس توڑی پورا وقف کیا یہ خیال تھا کہ یہاں آیت ہے پھر اپنے کیے پر اصرار کیا دوسرے صاحب نے کہا یہاں لا ہے وصل ضرور تھا حافظ صاحب نے خیال نہ کیا انھوں نے نماز کا اعادہ کیا حافظ صاحب نے کہا اعادہ درست نہیں گو عمد غلط پڑھا لیکن معنی میں کچھ فساد نہیں ہوا نماز صحیح ہے انھوں نے کہا عمد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کو جان کر غلط پڑھو یہ تو سخت گناہ ہوگا حافظ نے کہا گناہ ہوگا لیکن نماز صحیح ہے ارشاد فرمائیے کہ اعادہ درست ہوایا وہی نماز صحیح ہے جس کتاب سے سند ہو اُس کا پورا پتہ تحریر ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

وقف و وصل میں اتباع بہتر ہے مگر اُس کے نہ کرنے سے نماز میں اصلاً کچھ خلل نہیں آتا خصوصاً ایسی جگہ کہ کلام تام ہے قصد وقف میں بھی حرج نہیں اعادہ محض بے معنی تھا ہاں قصد مخالفت البتہ گناہ بلکہ بعض صورتوں میں سب سے سخت ترک حکم کا مستوجب ہوگا مگر وہ مسلمان سے متوقع نہیں علی گریہ میں ہے اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتداء فی غیر موضع الابتداء ان لم یغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا فحوان قرأ ان الذین امنوا و عملوا الصلحت و وقف ثم ابتداء بقوله اولئك ھ یخیر البریۃ لا یفسد باجماع بین علما ھذا فی المحیط۔ والله تعالى اعلم۔

مسئلہ - از کلالہ ضلع ہمایوں مرسلہ یسین خاں، رذی الحج ۱۳۳۶ھ

در میان میں ایک سورت ترک کرنے سے نماز میں کچھ حرج ہے یا نہیں۔ انا تم نے آٹھ دس آیتیں پڑھ کر ایک یا دو آیتیں ترک کئے پھر قرأت شروع کی اور دس بار آیتیں پڑھ کر رکوع کیا نماز میں کچھ حرج ہوا۔؟

الجواب - چھوٹی سورت یحییٰ میں چھوڑنا مکروہ ہے جیسے اذا جاء کے بعد قل ھو اللہ اور بڑی سورت ہو تو حرج نہیں

جیسے والتین کے بعد انا انزلنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس سے نمازیں حرج نہیں جبکہ سہوا ہو اور قصداً دو ایک آیت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز فرض میں تین آیت کے بعد لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور تراویح نماز ایک مسجد میں دو مصلے پر جائز ہے یا نہیں۔ بلیوا تو جو روا

الجواب

امام جہاں غلطی کرے مقتدی کو جائز ہے کہ اُسے لقمہ دے اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے۔ روا المحتار میں ہے الفتحة علی امامہ غیر منہی عنہ بھی اُسی میں ہے سواء قرا الامام قد رما یجوز بہ الصلوۃ اما لا انتقل الی ایتہ اخری اما لا تکرر الفتحة اما لا ہوا کا صحیح نھی تراویح کی دو یا زائد جماعتیں ایک مسجد میں ایک وقت میں جبکہ ایک کی آواز سے دوسرے کو اشتباہ نہ ہو دور دور زیادہ فاصلے پر ہوں جیسی مکہ معظمہ مسجد الحرام شریف میں ہوتی ہیں جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نماز میں آخر سورہ بقرہ پڑھا اور بجائے ربنا لا تو اخذنا ربنا ولا تو اخذنا یعنی باز یاد حوت واو سہوا پڑھ گیا تو نماز اُس کی درست ہوئی یا نہیں۔

الجواب

ہوئی لانہا لم توثر خللا فی المعنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ امام نے غیر المغضوب پڑھا اور علیہم ازراہ سو چھوٹ گیا نماز صحیح ہوئی یا فاسد۔

الجواب

نماز صحیح ہوگئی یعنی فرض اتر گیا لصحة المعنی فان حذف امثال الصلوات شائع کثیرا ومنہ المغفور بمعنی المغفور لہ کما فی طہل رأیتہ فی حدیث عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگر واجب کہ قرات سورہ فاتحہ بتماہا تھی اُس کی ادا میں قصور ہوا سجدہ سوچا ہیے تھا اگر نہ کیا اعادہ نماز چاہیے روا المحتار میں علامہ رحمۃ سے ہے بترك شیء منها ایتہ او اقل ولو حرقا لا یكون اتیا بکلمها الذی هو الواجب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس لفظ کے بارے میں کہ اگر یز قلم کو یز کہ پڑھا جائے تو کیا خرابی اور کس قسم کا گنہگار ہوگا خطیبہ اولیٰ میں لکھا ہے یز قلم اور قاری صاحب پڑھتے ہیں یز کہ اس نے میں غلطی پکڑا ہوں اس میں اگر میرا قصور ہو تو میں تسلیم کروں اور قاری صاحب کی غلطی ہو تو ان پر کیا۔ لفظ فاطمہ الزہراء مدچار الف ہے قاری صاحب نے بے مد کے ادا کیا یہ لفظ نے کیا خطا کیا ہے اس کے اول لفظ شہائد میں چار الف اُس نے ہا ز نہیں کیا اس میں کیا حکم ہے۔

الجواب۔ اگر خطیبہ میں اُس نے یز قلم کی جگہ یز کہ بلا تشدید کا ت پڑھا تو ضرور غلط پڑھا اور گرفت صحیح ہے مگر خطیبہ میں ایسی

غلطی کا اثر نماز پر نہیں پڑتا نماز ہو جائے گی اور یز کو بے تشدید کاٹ پڑھا تو غلطی بھی نہیں کہو۔ تعالیٰ الم تخلقکم من ماء مہین
واللہ تعالیٰ اعلم یہ متصل ہے اور متصل واجب ہے تلاوت میں اس کا ترک حرام ہے کما نص علیہ فی رد المحتار مگر خطبہ کا
حکم تلاوت کا سا نہیں ہو سکتا وہ ایک بات حجت ہے کہ امام مقتدیوں سے کرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از جو ناگزہ سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک سجدہ کا امام آیہ اذا نودی للصلاة من یوم الجمعة کو جموعہ مع الواو صاف پڑھتا ہے اور فی لیلۃ القدر کو پی لیلۃ
الکھدر صاف پڑھتا ہے اب نماز ہوتی ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو امام بنانا چاہیے یا نہیں - بینوا توجروا -

الجواب

یہ سوال دو مسئلوں پر مشتمل مسئلہ اولیٰ اشباع حرکات کہ ان سے حروف پیدا ہو جائیں مثلاً فتوح سے الف ضمہ سے واو کسرہ سے یا۔
اس میں متاخرین سے روایات مختلف ہیں عین الائمہ کرامیسی وجار انشر ز مخشری نے کہا اگر والصلوات کی جگہ والصلوات پڑھا نماز فاسد
نہوگی عین الائمہ نے کہا تو من کو نوٹمین پڑھنے میں فساد نہیں ز مخشری نے کہا ہدیت کو ہادیت پڑھنا مفسد نہیں اور انھیں عین الائمہ
نے کہا لم یلد کو لم یالد پڑھا تو عادیہ نماز احوط ہے انھیں نے کہا اگر نشکوک یا نکفوک یا نترک میں اشباع کر کے نشکوک،
نکفوک، نترک پڑھا نماز کا اعادہ کرے قیہ میں ہے عک وجار اللہ والصلوات لا تقصد عک ولو قرأ نستعینک او توٹمین
بک لا تقصد جار اللہ قرأ فی من ہادیت لا تقصد لانہ اشباع الفتحة عک فی الاخلاص لم یالد فالاعادۃ احوط فی قولہ
نشکوک و نکفوک و نترک یعید انھی مختصرا اور ہمارے الئمہ مقدمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قضیہ مذہب پر تفصیل ہے اگر وہ
محل محل اشباع ہے جیسے مقامات وقف مثلاً نعبد کی جگہ نعبداً (اگرچہ وہاں وقف نہ ہو جیسے اللہ اکبر میں اللہ اشباع ہا کہ وقف
دو صل کی تبدیل اصلاح مفسد نہیں کما فی الہندیۃ والدارالمختار وغیرہما یا فیہ، عنہ، منہ یدخلہ، تشکوک واثۃ میں
اشباع ہا تو قطعاً مفسد نہیں در نہ اگر اشباع سے معنی بتغیر فاحش متغیر ہو جائیں جیسے ربنا کی جگہ ربنا یا اللہ اکبر میں کلمہ جلالت کے
عوض اللہ یا اکبر کی جگہ اکبر یا قول اصح میں اکبار یا کلمہ مہل ہو جائے جیسے بجائے نعبد ناخجود یا الحمد کی جگہ الحمد
بسکون یکم تو فساد ہے ورنہ نہیں خانیہ میں ہے لو قرأ ایاک نعبد واشبع ضم الدال حتی یصیر واوالم تفسد صلاتہ وجہ کروری میں
ہے لو زاد حرفاً لا ینفی الماعنی لا تقصد عندہما وعن الثانی روایتان کما لو قرأ فاعنی عن المنکر بزیارۃ الباء ویتعدی حد وودۃ
یدخلہم ناراً و ان غیر افسد الخ در مختار میں ہے کبر بالحدف اذ مد احد الهمزین مفسد و تعمداً کفر و کذا الباء
فی الاصح رد المحتار میں ہے المد فی اللہ ان کان فی اولہ لم یصیر بہ شاعراً لفسد الصلاة لو فی اثنا ثمان و ان فی وسطہ کبر و فی
آخرہ خطأ ولا یفسد والمد فی اکبر فی اولہ مفسد و فی وسطہ افسد و قال صدرا الشہید رحمہ و فی آخرہ قد قیل یفسد حلیہ
ملخصاً اقول و ینبغی الفساد بہم الہاء لا نہ یصیر جمعاً لہا کما صرح بہ بعض الشافعیۃ تامل ما فی رد المحتار لخصاً و ایتنی کتبت
علی قولہ قد قیل یفسد ما نصہ اقول لا ینظر الفرق بین مد الراء من اکبر والہاء من الجلالۃ وقد قال فی البحر السبیل

لومد ہاء اللہ فهو خطأ نفة وکذا لومد راء اء اقول و یؤیدہ ما یاقی فی المفسدات عن البرازیة شرحا ان القراءة بالالحان
تفسد ان غیر المعنی والا لا اء وکتبت علی قولہ تأمل ما مضی فانہ خلاف المنقول عندنا کما علمت وغایتہ ان یکون متزودا
بین الاشباع وهو غیر مفسد للمعنی کما قد مناعن الخانیة و بین جمع الالهی وهو مغیر وبالاحتمال لم یشتب التخییر کما تدل
علیہ فروغ حجة لا نکاد تحصی و سیصرح بہ المحشی فی المفسدات حیث یقول عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم متیقن الخطاء
فالوجه ما هو المنقول اُس میں ہے قولہ بالالحان ای بالنغمات وحاصلہا کما فی الفتح اشباع الحركات لمراعاة النغم قولہ ان
غیر المعنی کما لو قرأ الحمد لله رب العلمین واشبع الحركات حتی اتی بواو بعد الدال و بیاء بعد اللام والهاء وبالف بعد الراء
ومثلہ قول المبلغ رابنک الحمد بالف بعد الراء لان الراء هو زوج الام کما فی الصحاح والقاموس اء اقول ذکرنا یتان الواو بعد
الدال والباء بعد الراء وقع فی غیر موقعہ لما علمت انہما محل الاشباع ولا یتغیر فیہ المعنی وانہما مشی المحشی رحمہ اللہ
تعالی علی ما ظن سابقا فی اشباع ہاء الجلالة وقد علمت انہ خلاف المقصود مختار محققین قول المہم قد من ہے کما بینہ فی
الغنیة اور ظاہر اللفظ جموعۃ شق ثانی سے ہے کہ اُس کے معنی معلوم نہیں واللہ تعالی اعلم مسئلہ ثانیہ حروف کو کچی زبان سے
ادا کرنا یہ اگر ایسی جگہ ہو کہ فساد معنی لازم نہ آئے جیسے لا تقهر کی جگہ لا تکهر تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک مطلقاً مفسد نہیں و رہے معتد اللہ
مذہب مطلقاً فساد ہے اور پ یا ج یا گ بولنے میں فساد اظہر کہ یہ حروف کلام اللہ تو کلام اللہ کلام عرب ہی میں نہیں قنیمہ میں
سألت استاذنا برہان الاثمة المطرزی عن قرأ فی صلواتہ کلمۃ فیہا جیم بالجیم والباء یاء هل تفسد فتأمل فیہ کثیرا
ثم تقر رأیہ علی انہ لحن مفسد قلت ینبغی ان لا تفسد علی ما احتیاجہ المتأخرون انہ اذا تقارب المخرج لا یکون لحن
مفسدا لہم ملخصا یہ مسئلہ الشہ ہے اور اُس کی تفصیل و تحقیق ہمارے فتاوی میں ہے اور عامۃ اللہ کا مفتی یہ بھی ہے کہ اُس کی امامت
صحیح نہیں اور نماز اُس کے پیچھے فاسد ہے فی الخیریتہ امامتہ لا تلغ بالفصیح فاسدة فی الراجح الصحیح تو بی لیلۃ الکھدر پڑھنے
والے کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل ہے اور اُسے امام کرنا حرام ہذا اجملة الکلام وللتفصیل غیر ذلک من المقام واللہ سبحنہ
و تعالی اعلم۔

بَابُ الْإِمَامَةِ

مسئلہ - اگر امام رفع یدین کرتا ہے اور آمین بکارتا ہے اور ب مقتدی خفی المذہب ہیں کہ آمین بالجہر اور رفع یدین نہیں کرتے
اور مقتدی اُس کی امامت سے پناہ مانگتے ہیں مگر وہ نماز جبراً پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس فعل کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا خواہ میرے پیچھے
کوئی نماز نہ پڑھے اور وہ علم بھی رکھتا ہے پس ایسے امام کے واسطے کیا حکم ہے اُس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں کیا حکم شرع شریف دیتی ہے۔
الجواب - ان بلاد میں آمین بالجہر و رفع یدین والے غیر مقلدین ہیں اور غیر مقلدین گمراہ بدین اور ان کے پیچھے نماز ناجائز کما حقنا

فی النہی الاکید عن الصلاة وراعی التعلید اور اگر بالفرض کوئی سنی صحیح العقیدہ شافعی المذہب بھی آگیا ہو تو اُسے ہرگز حلال نہیں کہ کراہت مجمع جماعت و نفرت جملہ مقتدیان کے ساتھ بالجبر اُن کی امامت کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخصوں کی نماز اُن کے کانوں سے بالشت بھرا دیں انہیں اُتھتی یعنی مردود ہے قبول بارگاہ کی طرف بلند نہیں کی جاتی واحد منهم من امر قوم ما وھملہ کا دھون اُن میں ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ ناراض ہوں۔

مسئلہ۔ ایک شخص حافظ قرآن ہے مگر آدھا کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے اور خود ولی بن کر جو رتوں مردوں کو نصف کلمہ پڑھاتا ہے اور محمد رسول اللہ بظاہر اس کی زبان سے نہیں سنا جاتا ہے اور وہ امامت بھی کرتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز است محمدیہ حنفیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

صوفیہ کرام نے تصفیہ قلب کے لئے ذکر شریف لا الہ الا اللہ رکھا ہے کہ تصفیہ حواری پہنچانے سے ہوتا ہے اور کلمہ طیبہ کا یہ جز گم و جلالی ہے اور دوسرا جز اکرم سرخسہ جلالی ہے اگر ایسے ہی موقع پر صرف لا الہ الا اللہ کی تلقین کرتا ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر خود کلمہ طیبہ پڑھنے میں صرف لا الہ الا اللہ کافی سمجھتا ہے اور معاذ اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے احتراز کرتا ہے تو اس کی امامت ناجائز ہے کہ یہ ذکر پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاذ اللہ بے پرواہی پر دلیل ہے اور اگر واقعی اُسے محمد رسول اللہ کہنے سے انکار ہے یا یہ ذکر کریم اُسے مکروہ دنا گوار ہے تو صریح کافروستوجب تکفیر فی النار والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۴۔ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اگر امام نماز پڑھائے جماعت کی اور اللہ آواز سے کہے اور اکبر نہ کہے کسی مقتدی کو نہ سالی اے جائز یا ناجائز

الجواب

اللہ اکبر پورا آواز کہنا سنون ہے سنت ترک ہوئی نماز میں کراہت تنزیہی آئی مگر نماز ہو گئی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از در ذیل نینی تال ڈاکخانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۴۔ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے رباعی نماز سے ایک رکعت آخری پائی اور وہ شخص قعدہ اولیٰ کے واسطے دوسری رکعت میں قعدہ کرے گا یا اُس کو چاہیے کہ دوسرے میں قعدہ کرے یا تیسری میں اور اگر تیسری میں قعدہ اولیٰ کیا تو اُس پر سجدہ سہو آئے گا یا نہیں۔ بلیتوا توجروا۔

الجواب

قول ارجح میں اُسے ہی چاہیے کہ سلام امام کے بعد ایک ہی رکعت پڑھ کر قعدہ اولیٰ کرے پھر دوسری بلا قعدہ پڑھ کر تیسری پر قعدہ اخیرہ کرے در مختار میں ہے یقینی اول صلاتہ فی حق قراءۃ و آخرھا فی حق تشهدہ فمد رکعتہ من غیر فحویاتی برکعتین بفاقتہ وسورۃ وتشهد بینھما وبراۃ للرباعی بفاقتہ فقط ولا یقعد قبلھا مگر اس کا عکس بھی کیا کہ دو پڑھ کر بیٹھا پہلی پقعدہ

ذکیا پھر تیسری پر قعدہ اخیرہ کیا تو یوں بھی نماز جائز ہوگی سجدہ سہولاً زم نہ آئے گا ردالمحتار میں ہے قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استخسانا لا قیاسا ولم یلزمہ سجود السنہ لکون الركعة اولی من وجہ اقول یہ فیصلہ بعینہا فتویٰ سیدنا عبد اللہ بن سعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کما ذکرہ محرم المذہب محمد رحمہ اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۷، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اندھا ہے لیکن حافظ قرآن اور قاری ہے اور مسائل روزہ نماز سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور نیز آیات قرآن مجید کا ترجمہ کر سکتا ہے اور بہت سی حدیثیں بھی جانتا ہے اور اس لیاقت کا کوئی شخص اس محلہ میں نہیں ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر جماعت میں سب سے زیادہ سخت امامت وہی ہے جو ان سب سے زیادہ مسائل نماز و طہارت جانتا ہے اگرچہ اور مسائل میں بہ نسبت دوسروں کے کم علم ہو مگر شرط یہ ہے کہ حروف اتنے صحیح ادا کرے کہ نماز میں فساد نہ آنے پائے اور فاسق و بد مذہب نہ ہو جو شخص ان صفات کا جامع ہو اس کی امامت افضل اگرچہ اندھا ہو کہ زیادہ علم کے باعث کراہت نابینائی زائل ہو جاتی ہے ہاں فاسق و بد مذہب کی امامت بہر حال مکروہہ اگرچہ سب حاضرین سے زیادہ علم رکھتے ہوں یا ہیں اگر حروف ایسے غلط ادا کیے کہ ناگزئی تو امامت جائز ہی نہیں اگرچہ عالم ہی ہو درختار میں ہے الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلاة فقط صحۃ وفساد البشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرة ام ملخصا کافی میں ہے الاعلم بالسنة اولی الان یطعن علیہ فی دینہ بحر الرائق میں ہے قید کراہت امامۃ الاعلم فی المحیط وغیرہ بان لا یکن افضل القوم فان کان افضلہم فہو اولی رد المحتار میں ہے اما الفاسق فقد عللوا کراہتہ تقدیمہ فانہ لا یحتمل لامردینہ و بان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا ولا یخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لا تزول العلة فانہ لا یومن ان یصلی بھم بغیر طہارۃ فہو کا المبتدع تکرر امامت بکل حال الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از چھائی کا مٹی صنلع ناگپور مسلہ حافظ محمد یقین الدین صاحب رضوی ۱۹، شعبان ۱۳۳۸ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن مسجدوں میں کئی درجے ہوں اور ہر درجہ سے درہ پچھوہ تو امام کو ان کی ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہہ ہے یا صرف اندرونی محرابوں یا وسطانی دونوں میں۔ بینوا توجروا

الجواب

محرابیں وہی ہیں جو وسط میں قیام امام کی عطا سے کے لیے بنائی جاتی ہیں باقی جو فرجے دوستوں کے درمیان ہوتے ہیں درہیں اور امام کو بلا ضرورت تنگی مسجد ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہہ ہے پھر اطراف کے دروں میں قیام نافی کراہت نہیں بلکہ با اوقات اور کراہتوں کا باعث ہوگا کرامام رات کو محراب چھوڑ کر اندر دھر کھڑا ہونا مکروہہ ہے اور اگر مسجد کی صفت پوری ہوئی تو اس صورت میں امام وسط صفت کے محاذی نہ ہوگا یہ ہر امام کے لیے مکروہہ ہے اگرچہ غیر راتب ہو تو یہ الا بصار میں ہے کہ قیام الامام فی المحراب مطلقا ام ملخصا بحر الرائق میں ہے مقتضی ظاہر الروایۃ الکراہتہ مطلقا

ردالمحتار میں ہے فی معراج الدرایۃ من باب الامامة الاصح ما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکوۃ للامام ان یقوم بین السائتین
او زاویۃ او ناحیۃ المسجد اوالی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامة اه وفيہ ایضا السنۃ ان یقوم الامام ازاع وسط الصف الا تری
ان المحارب ما نضبت الا وسط المساجد وہی قد عینت لمقام الامام اه وفي التاتارخانیۃ ویکبرہ ان یقوم فی غیر المحراب الا ضرورتہ
اه ومقتضاہ ان الامام لو ترک المحراب وقام فی غیرہ یکبرہ ولو کان قیامہ وسط الصف لانہ خلاف عمل الامة وهو ظاہر فی الامام
الراقب دون غیرہ والمغفہ دفاعتہ من هذه الفائدة اه اسی میں ہے عن المعراج عن الحلواتی عن ابی الیث لایکبرہ قیام الامام
فی الطاق عند الضرورة بان ضاق المسجد علی القوم اه واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ - از پیل بھیت مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان صاحب سہر رجب مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ نہ حافظ قرآن ہے نہ مسائل داں نہ علم قرأت سے واقف ایک معمولی اردو خواں بلکہ
بازار میں کتب فروش و خلیفہ فروش کی دوکان کرنے والا ہے ایک مسجد کا امام بننا چاہتا ہے حالانکہ دو عالم متقی و محتاط اسی مسجد میں اور بھی موجود ہیں اور تمام
مسجد و اکثر نمازی اس شخص کی امامت سے راضی نہیں اس صورت میں ایسے امام کے حق میں کیا حکم ہے اور ان علماء کی اقتدا کی نسبت کیا ارشاد ہے بیاد و اجود

الجواب

صورت مسئلہ میں اس شخص کو امام بننا جائز نہیں اگر امامت کرے گا گنگا رہوگا کہ جب لوگ اس کی امامت اس وجہ سے ناپسند رکھتے ہیں کہ اس
زیادہ علم والے موجود ہیں تو اسے امامت کرنا شرعاً منع ہے و مختار میں ہے لو امر قوما دھم لہ کارہون ان الکراہۃ لفساد فیہ اولانہما حق
بالامامة منذ کرہ لہ ذلک تحویا الخ پس شخص مذکور ہرگز امامت نہ کرے بلکہ جو سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق کہ حدود بقدر صحت نماز ٹھیک داکر تہا
اور وہاں کے نمازیوں میں سب سے زیادہ مسائل نماز کا علم رکھتا ہو اسی کو امام کیا جائے کہ حق صاحب حق کو پہنچے اور مقتدیوں کی نماز بھی خوبی و
خوش اسلوبی پائے حدیث میں ہے ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤکم علماءکم اگر تمہیں اپنی نماز مقبول ہونا منظور ہے تو چاہیے کہ تمہارے علم و تقویٰ
امامت کریں ردوہ الطبری فی البکیر عن مرشد الفنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الباب عن ابی عمرو عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا یہ شخص جس کے
جمل کے باعث اکثر نمازی اس کی امامت سے ناراض ہیں ان سخت وعیدوں سے خوں نہیں کرتا جو ایسے امام کے حق میں آئیں حضور پر نور سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلث لا یقبل اللہ منہم صلاۃ من تقدم قوما دھم لہ کارہون انہم بن شخص ہیں جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ایک وہ
جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند رکھتے ہوں اخبرہ ابو داؤد وابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الباب عن ابن عباس
وعن عمرو بن عارث وعن جنادة بن امیۃ وعن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم دوسری حدیث میں ہے من ام قوما دھم لہم اقرؤ منہ لکتاب اللہ و علم
لم یزل فی سفال الی یوم القیامۃ جو کسی قوم کی امامت کرے اور ان میں وہ شخص موجود ہو جو اس سے زیادہ قاری قرآن دذی علم ہے وہ قیامت تک
پستی و خواری میں رہے گا اخبرہ العقیلی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیادہ ایک مسجد میں ہمیشہ سے امامت کے واسطے معین ہے اور ایک شخص اس سے افضل

کسی شہر سے آیا چند آدمیوں نے چاہا کہ شخص فاضل ہے اس وقت کی نماز میں پڑھائے امام قدیم سے پوچھا کہ آپ کی اجازت ہے یا نہیں اُس نے انکار کیا مگر چند آدمیوں نے اس مسافر کو کھڑا کر دیا یہ لوگ اور مسافر امام قدیم کے مواخذہ دار ہوئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر امام قدیم میں مثل غلط خوانی قرآن بعد افساد نماز یا بد مذہبی مثل دہا بیت وغیرہ قلعہ یا فسق ظاہر مانند شراب خواری و زنا کاری کوئی خلل ایسا نہ ہو جس کے باعث اُسے امام بنانا شرعاً ممنوع ہو تو اس مسجد کی امامت اُسی کا حق ہوتی ہے اُس کے ہوتے دوسرے کو اگرچہ اُس سے زیادہ علم و فضل رکھتا ہو بے اُس کی اجازت کے امام بنانا شرعاً ناپسندیدہ و خلاف حکم حدیث و فقہ ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یؤمن الرجل فی السلطانہ رواہ احمد و مسلم عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں ہے من زار قوما فلا یومہم و لیومہم رجل منہم رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی و النسائی عن مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ در مختار میں ہے صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیرہ مطلقاً الخ رد المحتار میں ہے اسی وان کان غیرہ من الحاخوین من ہوا علم و اقرا منہ پس صورت مستفسرہ میں اگر اُس امام قدیم میں اس قسم کا کوئی خلل نہ تھا تو بلاشبہ باوصف اُس کی مانفت کے اس مسافر کا امام بنانا حق اُس کے حق میں دست اندازی کرنا ہوا اور یہ خود اور وہ چند آدمی جنہوں نے ایسی حالت میں اُسے امام بنایا مبتلائے کراہت و مخالف حکم شریعت ہوئے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سیتا پور محلہ تاس گنج مرسلہ حضور نور العارفین صاحب دایم ظلم المعین ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۸۵ ہجری

بخدمت علمائے متبحرین ملتس ہوں مثلاً کوئی لڑکا کہ عمر اُس کی تیرہ یا چودہ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف پڑھا ہے لیکن کبھی نماز نہیں پڑھتا اور باوجود ہونے متصل مسجد مکان کے بیٹھا رہتا ہے اور نماز جمعہ کی قصد نہیں پڑھتا اور نابالغ ہے اور اپنے گھر کی عورات کو لے کر میلہ ہنود میں جے کر میلہ کنبہ اور میلہ ردنا وغیرہ میں جاتا ہے اور عورتیں اُس کے گھر کی دھوبلا پوش ہیں اور برتیش دم ہنود کی کرتی ہیں اُس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور اگر ایسا لڑکا نماز جنازہ پڑھ لے تو درست ہے یا نا درست۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پوجتی ہیں یعنی حقیقتہً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے (نہ صرف و بعض رسوم جاہلیت یا افعال جاہلیت کہ حدیث و گناہ سے تجاوز نہیں گواہل تشدد انھیں بنام شرک و پستش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرک حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کا فرو مرتد ہے فان الوضأ بالكف کف اس تقدیر پر وہ بالغ ہو خواہ نابالغ کسی بچے کی بھی کوئی نماز اس کے پیچھے صحیح نہیں ہو سکتی نہ اُس کے پڑھے سے نماز جنازہ کا فرض ماقط ہو فان الکافر لیس من اهل العبادۃ اصلاً اور اگر ان عورات کے افعال حد کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ اُن پر راضی نہیں تو مسلمان ہے پس اگر فی الواقع نابالغ ہے تو بالغین کی نماز اُس کے پیچھے صحیح نہیں اگرچہ نماز جنازہ ہی ہو ہاں جنزہ میں امامت کرے گا تو ظاہراً نماز فرض کفایہ یعنی ادا ہو جائے گی کہ گواہوں کی نماز اُس کے پیچھے نہ ہو اس کی اپنی تو ہوگی سقوط فرض کیلئے اسی قدر میں ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں ولہذا اس میں عورت کی امامت سے بھی فرض ماقط ہو جاتا ہے فی الدرد المحتار لا یصح

اقتداء رجل بامرأة وصبي مطلقاً ولو جنازة اُسی کے صلاۃ الجنائز میں ہے لو امر بلا طہارۃ والقوم بها اعدت وبغسلہ لا کما لو امت امرأة ولو امت لسقوط فرضها بواحد روا مختار میں ہے صرح الاستروشنی ان الصبی اذا غسل المیت جازاً ای یسقط به الوجوب فسقوط الوجوب بصلاۃ علی المیت اولی لا تخادعاء وهو اقرب للاجابة من المكلفین اُسی میں ہے نقل فی الاحکام عن جامع الفتاوی سقطها بفعله کرد السلام اور تمام تحقیقہ فیہ من الامامة ومن الجنائز اور اگر باغ ہے تو ہر نماز یہاں تک کہ فرائض پنجگانہ بھی اُس کے پیچھے ہو تو جائیں گے کہ دائرہ میں ہو پھر شرط صحت امامت نہیں بلوغ درکار ہے اور وہ ظہور آثار مثل احتلام وغیرہ سے لڑکوں میں بارہ برس کی عمر سے ممکن لیکن جبکہ وہ تارک الصلاۃ اور بلا تاویل تارک جمعہ ہے بعد بے عذر صحیح ترک جماعت و ترک مسجد اور ہندو کے میلوں میں جانے اور اپنی عورت کو لے جانے کا عادی ہے تو بوجہ کثیر فاسق ہے کہ ان میں سے ہر امر فسق کے لیے کافی تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ پڑھی جائے تو شرعاً اُس کا اعادہ مطلوب لہذا صحابہ من کراہۃ الصلاۃ خلف الفاسق وان کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ فاختاروا تعاد وجوباً ولو تھویمہ وند بالوتنزیہ وقد اختار المحقق الحلبي کراہۃ التحريم فی الفاسق وهو قضیۃ الدلیل لا سيما اذا كان معلناً اور نماز جنازہ میں اسے امام کرنا اور بھی زیادہ میسوب کہ یہ نماز بضرر دعا و شفاعت ہے اور فاسق کو شفاعت کے لیے مقدم کرنا حماقت تاہم اگر پڑھا دے گا تو جواز نماز و سقوط فرض میں کلام نہیں۔ کما لا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ - ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۹۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس نے امام کے ساتھ کچھ رکعتیں نہ پائیں بعد سلام امام وہ اپنی رکعات باقیہ ادا کرتا ہے اس صورت میں کسی نے اس کی اقتدا کی تو اس اقتدا کرنے والے کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نہ فی تنزیہ الابصار المسبوق منہ وفيما یقضیہ الا فی اربع لا یجوز الاقتداء به واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود خوار کے پیچھے نماز کیا حکم ہے اور اسے امام مقرر کرنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

سود خوار فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز ناقص و مکروہ اگر پڑھ لی تو پھیری جائے اگرچہ مدت گزر چکی ہو و لہذا اُسے ہرگز امام نہ کیا جائے جہاں امامت کرتا ہو بشرط قدرت معزول کر کے امام متقی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ مقرر کریں اگر قدرت نہ پائیں تو جمعہ کے لیے دوسری مسجد میں جائیں یہ ہیں پنجگانہ میں خواہ اپنی دوسری جماعت یہیں کر لیں صغیری میں ہے لیکر تقدیر الفاسق کراہۃ تحویم راقی الفلاح میں ہے کراہۃ امامۃ الفاسق العالم لعدم اہتمامہ بالدين فحجب اہانتہ شرعاً فلا یُعظم بتقدیمہ للامامة و اذا تعذر منعه ینقل عنه الی غیر مسجدہ للجمعة وغیرہا لمطوایہ میں ہے تبع فیہ الذلیلی ومفادہ کون الکراہۃ فی الفاسق تحویمۃ حاشیہ در مختار میں فرمایا فی تقدیمہ تعظیہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً ومفادہ کراہۃ التحویم فی تقدیمہ اور بالسود کبیری میں ہے لو استویا فی العلم والصلاح واحد

اقرأ فقد موالاخراساء واولا ياثمون فالاساءة لترك السنة وعدمه الا شرعاً لم ترك الواجب لا نعم قد موالا صلاحا كذا
فی فتاویٰ الحجۃ وفيہ اشارۃ الی انعم لو قد موافا سقیا ثمنون بناء علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم بعد ما اعتناءہ بامور دینہ و
تساهله فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاة وفعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم
تجز الصلاة خلفہ اصلاً عند مالک وروایۃ عن احمد النخوعی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ سئلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو درمیں یعنی دوستوں کے بیچ میں کھڑا ہونا کیسا ہے۔ بینوا تو جبروا

الجواب

مکروہ ہے فی مکروہات الصلاة من رد المحتار عن معراج الدرایۃ باب الامامة الاصح ما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکوہ للامام
ان یتقدمین الساریین (الی قولہ) لانہ خلاف عمل الامامة انھی واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از امین گوالیار مسئلہ مولوی یعقوب علی خاں صاحب ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ زید سائل فقہ سے محض ناواقف اور زبور حدیث و تفسیر باوجود ان وصفا
کے بلا دلائل شرعیہ بیان کرے کہ جو مردم اپنی بی بی سے قربت کرے اور جب تک نہ نہاؤے سو بد لغت ہے اور کہے کہ جو شخص دروازہ مسجد کو بحفاظت
مسجد بعد نماز عشا مقفل کرے اس مسجد میں نماز قطعی حرام ہے وہ آدمی سنگسار کیا جاوے اور بغیر علم حدیث و تفسیر ترجمہ قرآن مجید کرے اور فرض کو سنت
اور واجب کو مستحب بیان کرے جھوٹے حوالے کتاب کے دے اور بعد ہونے نماز جنازہ بارہ دوم تکبیر پانچ منہوضہ سے نماز جنازہ پڑھائے اور بلا
دقیقت سبائل و ارکان نماز پیش امامی کرے نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں اور جائز کو ناجائز کہے اس کے حق میں اور اس کے مدد و معاون کے
حق میں شرعاً کیا حکم ہے۔ احکموا للہ بحوالۃ الکتاب۔

الجواب

زید جاہل سخت جری، بیباک ہے اولاً اس کا علی الاطلاق کتنا کہ جوابی بی بی سے قربت کرے جب تک نہ نہاؤے معاذ اللہ سو بد لغت ہے
شرعیہ بطورہ پر سخت اقرار ہے ناپاک ہے حکم صرف اس قدر ہے کہ مہمما ممکن، نہانے میں تعجیل مندوب و محبوب ہے اگر نہ نہاؤے تو وضو کر رکھے
کہ جہاں جنب ہوتا ہے وہاں فرشتے آنے سے احتراز کرتے ہیں مگر غسل میں تعجیل نہ کرنے والا معاذ اللہ سو بد لغت ہونا درکنار سرے سے گنہگار بھی نہیں
جب تک تاخیر باعث فوت نماز یا دخول وقت کراہت تحریمی نہ ہو خود صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم جواز کے لیے بعض اوقات بلکہ خاص
شہنائے ماہ مبارک رمضان میں صبح تک تاخیر غسل فرمائی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فعل سے امت کو دوسلہ تحقیق و رحمت
معلوم ہوں ایک یہی کہ غسل میں تعجیل گو بہتر ہے پر واجب نہیں نماز تک تاخیر کا اختیار رکھتا ہے دوسرے یہ کہ بحال جنبت صبح کرنے سے روزے
میں کوئی غفل یا نقص نہیں آتا۔ احمد و بخاری و مسلم ام المومنین صدیقہ دام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ان النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کان یصبح جنباً من جماع ثم یغتسل ویصوم واذ فی روایۃ فی رمضان ثانیاً وثالثاً سلمہ مسجد میں خدا و رسول پر

دو افترا اور کیے ایک یہ کہ اس مسجد میں نماز حرام دوسرا یہ کہ وہ آدمی سنگسار کیا جائے پہلے افترا سے وہ ان لوگوں میں داخل ہوا جنہیں قرآن عظیم نے فرمایا ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان ینذکوفیہا اسمہ وسعی فی خراجہا اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو ان میں یا دالہی لہنے سے روکے اور ان کی دیرانی میں کوشش کرے۔ اور دوسرے سے وہ بیگناہ مسلم کے ناحق قتل کا فتویٰ دینے والا ہوا علما صاف اجازت دیتے ہیں کہ حاجت کے وقت غیر اوقات نماز میں حفاظت کے لیے دروازہ مسجد بند کرنا جائز ہے کہ غلق باب المسجد الا لحواف علی متاعہ بہ یعنی در مختار ہذا هو الصحیح تبیین الحقائق والمسألة فی الفتح والبحر والنہر وغیرہا عامۃ کتب المذہب ہاں بے حاجت یا غیر ذلک حاجت خصوصاً اوقات نماز میں بند کرنا ممنوع اور بند کرنے والا گناہ مگر نہ ایسا کہ سنگسار کرنے کے قابل اور یہ سخت جہالت فاحشہ دیکھیے کہ اس مسجد میں نماز حرام۔ سخن اللہ اس نے تو ایک آدمی کو وقت دروازہ بند کیا یہ ہمیشہ کو تنفا کیے دیتا ہے وہ سنگسار کرنے کے قابل ہوا کیسے سزا کے لائق ہو گا

رابعاً بے علم و فہم ترجمہ قرآن مجید میں دخل دینا گناہ کبیرہ ہے خود قرآن مجید فرماتا ہے ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون حدیث میں ہے یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال فی العشر ان ینیر علم فلیتوا مقعدہ من النار جو بغیر علم کے قرآن میں زبان کھولے وہ اپنا گھر جہنم میں بنائے رواہ الترمذی وصحیح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما خاصاً سادساً سابعاً بے سمجھے بوجھے مسائل شرعیہ میں داخل کرنا غلط سلط جو موخر پر آیا فرض کو سنت واجب کو مستحب ناجائز کو جائز بتا دینا بھی گناہ عظیم ہے حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ارجوکم علی الفتیاء ارجوکم علی النار جو تم میں فتویٰ پر زیادہ مباح ہے آتش دوزخ پر زیادہ جری اخراج الدار من عن عبد اللہ بن ابی جعفر حضرت ثامننا تاسعاً عاشراً کتابوں کے جھوٹے حوالے دینا کذب و افترا اور وہ بھی علماء پر اور وہ بھی امور دین میں یہ سب سخت گناہ ہیں مسائل میں علماء پر افترا شرع پر افترا اور شرع پر افترا خدا پر افترا قال اللہ تعالیٰ لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ہذا حلال و ہذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون اور جنازہ کی نماز جب ایک بار ہو چکی تو ہمارے علمائے کرام کے نزدیک اس کا اعادہ جائز نہیں مگر یہ کہ صاحب حق یعنی ولی میت کے بے اذن دے عام لوگوں کے کسی نے پڑھا دی اور ولی شریک نہ ہوا تو اسے اعادہ کا اختیار ہے پھر بھی جو پہلے پڑھ چکے اب نہ ہیں کہ اس کی تکرار شروع نہیں فی الدار المختار فان صلی غیروالی ممن لیس له حق التقدم علی ولی ولم یتابع الولی اعادہ ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا اقلنا لیس من صلی علیہا ان یعید مع ولی لان تکرارها غیر مشروع فان صلی من له حق التقدم او تابعه الولی لا یعید وان صلی ولی بحق بان لم یخبر من تقدم علیہ لا یصلی غیرہ بعدہ اذ ملخصاً اور پانچ تکبیریں تو ہمارے اللہ بلکہ اللہ اربعہ بلکہ جمہور اللہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابو عمر و سعید بن عبد البر مالکی نے فرمایا چار بار اجماع منقذ ہو گیا ولما ہمارے علماء کرام حکم فرماتے ہیں کہ اہم پانچوں تکبیر کے مقتدی ہرگز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں یہی صحیح ہے اور بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ وہ تکبیر پنجم کے تو یہ سلام پھیر دیں کہ اتباع منسوخ کا رد خوب واضح ہو جائے فی الدار المختار لو کبر امامہ خمساً لم یتبع لانه منسوخ فیکشف الموت حق یسلط معہ اذا سلط بہ یعنی رد المختار میں ہے درود عن الامام ابنہ یسلط للمحال ولا ینظر تحقیقاً للمخالفة زید کی یہ حرکت بھی دوسری جہل و جرات ہے یا بغیر قلعہ کی آفت و علت۔ بہر حال اس کے اقوال منکرہ و باطل شاہ عدل کہ وہ فاسق و بیباک ہے اور فاسق کے پیچھے نماز کر وہ عاقص و خواب ہوتی ہے صرح بہ فی الغنیۃ شرح المنیۃ والیہ اشارہ

فی فتاویٰ الحجۃ درہما جنح الیہ فی رد المحتلہ و او ضحناہ فی رسالتنا النہی الاکید عن الصلاۃ و راء عدی المتقلید پس حتی الامکان ہرگز اسکی اقتدا نہ کریں اور جتنی نمازیں اُس کے پیچھے پڑھ چکے ہوں سب پھیریں اور ان باتوں پر جو اس کے مدد و معاون ہیں وہ بھی جرم و گناہ میں اُس کے شریک ہیں قال اللہ تعالیٰ لا تعاونوا علی الاثم و العدون گناہ اور مدد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ جملہ جہاد اتم و احکم

مسئلہ - ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید حافظ قرآن ہے مگر نوکری خانہ سال (بیر) گیری کی کرتا ہے اب اس نوکری سے اس نے توبہ کی اور اب اُس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنے سے کراہت کرتے ہیں آیا کراہت کرنا اُن لوگوں کا جاسے ہے یا بجایے صحت صاف کتابت و حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمائیے - بیدوا تو جروا -

الجواب

اگر صرف اس وجہ سے کراہت کرتے ہیں کہ اس نے وہ نوکری کی تھی اگرچہ اب توبہ کر لی تو اُن کی کراہت بجایے کہ کوئی گناہ بند توبہ باقی نہیں رہتا حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کما لا ذنب لہ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علیہ جملہ جہاد اتم و احکم -

مسئلہ - ۱۹ از علی گڑھ کارخانہ مہر مہرہ حافظ عبد اللہ صاحب ٹھیکیدار ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مولوی مقلدین حنفیہ کو ذریعہ الشیطان اور کتاب و سنت کا منکر لکھے اور غیر مقلدین کی اشاعت میں مہم بن مصروف ہو اور رسائل خلا فیہ مقلدین کا سخت مخالف اور غیر مقلدین کا حامی اور معاون ہو اور رسائل حنفیہ کو مثلاً آمین یا نعمت کا اپنی تحریرات میں خرافات لکھے اور بعض اوقات کسی مصلحت دنیوی سے اپنے آپ کو حنفی المذہب ظاہر کرے ایسے شخص کی اقتدا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو حنفی کہا جائے گا یا نہیں دوم جس امام شہر سے شہر کے مسلمان بوجہ شرعی ناراض ہوں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھیں تو اس حالت میں اس کا امام ہونا جائز ہے یا نہیں - بیدوا تو جروا -

الجواب

اللہم انا نفوذ بك من الشيطان الرجيم

جو ذریعہ الشیطان کتاب و سنت کا منکر حنفیہ کرام خصم اللہ تعالیٰ باللطف والا کریم کا نام رکھتا ہے بظاہر کہ وہ گمراہ خود کا ہے کہ حنفی ہونے کا اگرچہ کسی مصلحت دنیوی سے براہ نقیہ شیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اُس کے افعال و اقوال مذکورہ سوال اُس کی صریح تکذیب پر وال منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے فتھما انک لرسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں مگر ان عداوت کے گفتار و کردار اس جھوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے قرآن عظیم نے اُن کے اقرار کو اُن کے ہونے پر مایا واللہ جملہ انک لرسولہ واللہ لیشہدان المتفقین لیکن ہونہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم بیشک اُس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں ایسے شخص کی اقتدا اور اسے اہم بنانا ہرگز روا نہیں کہ وہ بدعت گمراہ مذہب ہے اور بد مذہب کی بضرعاً تو ہیں واجب اہتمام کرنے میں عظیم تعظیم تو اُس سے احتیاج لازم علامہ طحطاوی حاشیہ میں نقل فرماتے ہیں

من شد عن جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شد فيما يدخل في النار فعليكم معاشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالى وحفظه وتوقيفه في موافقتهم وخلاله وسخطه ومقتة في مخالفتهم وهذا الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاہب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبلون رحمهم الله تعالى ومن كان خارجا عن هذه الاربعة في هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار۔ یعنی جو شخص جمہور اہل علم و فقہ وسواد اعظم سے جدا ہو جائے وہ ایسی چیز میں تنہا ہو جو اسے دوزخ میں لے جائے گی تو اے گروہ مسلمین تم پر فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ و کارساز رہنا موافقت اہلسنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سفیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات دلانے والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی مالکی شافعی حنبلی اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں اہل چار مذہب باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے اور ان لوگوں کے بدعتی ہونے کا روشن بیان ہم نے اپنے رسالہ النہجی الاکید میں لکھا من شاء فليرجع اليها اور حدیث میں ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من وقع صاحب بدعة فقد اعان على هدم الامانة جب کسی بدعتی کی توفیر کرے اس نے دین اسلام کے ڈھانے میں مدد کی رواہ ابن عساکر و ابن عدی عن ام المومنین الصديقة و ابو نعیم فی الحلیة والحسن بن سفین فی سندہ عن معاذ بن جبل والسنجری فی الابانة عن ابن عمرو و ابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الکبیر و ابو نعیم فی الحلیة عن عبد الله بن بسر رضى الله تعالى عنهم و موصولا بالبیهقی فی الشعب عن ابواہیم بن مسيرة الملکی المتابعی الثقة مرسلًا تو ایسے شخصوں کا امام کرنا گویا دین اسلام ڈھانے میں ہی کرنا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ سنن ابن ماجہ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یؤمن من فاجر موعنا الا ان یعقوبه بسطانہ یخاف سیفہ او سوطہ ہرگز کوئی فاجر کسی مومن کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اسے اپنی سلطنت کے زور سے مجبور کرے کہ اس کی تلوار یا تازیانہ کا ڈر ہو صغیری شرح منہ میں ہے بکرة تقدیم الفاسق کو امامت تحریر عند مالک لا یجوز تقدیمہ و موصوایہ عن احمد بن محمد بن الحنفیہ عن ابراق الفلاح عن ابیہا ہاتھ شریعاً فلا یعظم بتقدیمہ للامامة و اذا تعدد منعه یتقل عنه الی غیر مسجدہ للجمعة وغیرہا حاشیہ محمد اوی علی الدر المنہار میں ہے الکواہتہ فیہ تحویۃ علی ما سبق محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں روی محمد بن ابی حنیفہ و ابی یوسف ان الصلوة خلف اهل العواء لا تجوز حیث الفتحی بفتح الفتح الصلوة بفتح الفتح فقہ اکبر میں یہ نام ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے لا تجوز خلف المعتدع فقہ غفر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز و ممنوع ہونے کے باب میں ایک مفصل رسالہ لکھی۔ انھی الاکید عن الصلوة وراء عدی التقلید لکھا اور اس میں مقدمات مذکورہ کو اس وجہ پر تحقیق اور متعدد دلائل قاہرہ سے ان کے پیچھے نماز ممنوع ہونے کا ثبوت دیا انا بحکمہ یہ کہ انھوں نے نماز و طہارت وغیرہ کے مسائل میں آرام نفس کی خاطر وہ دعائیں ایجاد کی ہیں جو مذاہب اربعہ و عموم مذہب مذهب حنفی خصوصاً کے باطل خلاف ہیں مسیح سر کے عوض گڑی کا سچ کافی مانتے ہیں لوٹے بھربانی میں تولہ بھر پیشاب پڑھا ہے اس سے دھو جائز ٹھہراتے ہیں کہ یہ مسائل اور ان کے امثال ان کی کتب میں مخصوص ہیں پھر دین میں ان کی بیباکی و سہل انگاری و بے احتیاطی و کلام جوئی مشہور و مشہود عام گروہ اہل حق بالخصوص حضرات خفیہ کے ساتھ ان کا تعصب معروف و معروف تو ہرگز منظور نہیں کہ یہ رعایت مذہب خفیہ اپنے ان مسائل پر عمل سے بھیجی

بلکہ بحال امامت نظر تعقب و عداوت اس کا خلاف ہی منظور۔ پھر جمہور ائمہ کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ شافعی المذہب کی اقتدا بھی اسی حالت میں صحیح ہو سکتی ہے کہ مواضع خلاف میں مذہب حنفیہ کی رعایت کرتا ہو حنفیہ سے بغض نہ رکھتا ہو ورنہ اصلاً جائز نہیں تو یہ بد مذہب کہ چاروں مذہب سے خارج و مجرور اور رعایت مذہب حنفیہ سے سخت نفور اور بغض و تعصب میں معروف و مشہور ان کے پیچھے نماز کیونکر روا ہو سکتی ہے فتاویٰ علمی گیری میں ہے الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یجافی مواضع الخلاف بان یتوضاً من الحاج الخبس من غیر السبیلین کالفصد ولا یتوضاً ولا یتوضاً فی الماء الراکد القلیل ویفضل ثوبه من المنی ویفرک الیابس منه ویسجد بجمع راسه هكذا فی النہایة والکفاية ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسة کذا فی فتاویٰ قاضی خاں ام ملخصاً اسی طرح جامع الروض و مجمع الانور و حاشیہ طحاوی علی مرقی الفلاح و غیر میں ہے والتفصیل فی رسالتنا المذکورة والله الموفق سبغہ و تعالیٰ اعلم۔ جواب سوال دوم صورت سولہ میں اُسے امام ہونا حلال نہیں جو اسے امام بنائے گا نگار جو گا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثة لا یقبل الله منهم صلاة من تقدمهم قوما وهم له کادھون عین غصون کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کئے اور وہ اُسے ناپسند رکھتے ہوں رواہ ابوداؤد وابن ماجہ عن ابن عمرو وابن خزیمہ عن انس والترمذی وحسنہ عن ابی امامہ وابن ماجہ وابن حبان عن ابن عباس وفي الباب عن طلحة التیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم عند الطبرانی فی الکبیر در مختار میں ہے لو امر قوما وهم له کادھون ان الکراهة لفساد فیہ اطلاقہم احق بالامامة منه کرہ لہ ذلک تحریراً والله تعالیٰ اعلم وعلیہ جملہ ائمہ واحکم مسئلہ۔ از ہلالوں مروجی محلہ مسئلہ شیخ محمد حسین صاحب ۹ جمادی الآخرہ سال ۱۲۸۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حنفی ہو کہ مسیح میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ عمل میں لائے یعنی چند بال چھو لینے پر اکتفا کرے اُس وقت میں کہ گپڑی باندھے ہو تو اُس کی نماز اور اُس کے سہ نماز کیسی ہے۔

الجواب

صورۃ مستفسرہ میں اگر شخص واقعی شافعی ہوتا تاہم حنفیہ کی نماز اُس کے پیچھے محض باطل تھی نہ کہ ایسے آزاد لوگ کہ کرن ہی میں نہیں فی الہندیۃ الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یجافی مواضع الخلاف بان یمسح راسه هكذا فی النہایة والکفاية ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسة کذا فی فتاویٰ قاضی خاں ولا یطلماء المستعمل هكذا فی السراجیۃ ام ملخصاً اور اس کی اپنی نماز بھی ہٹائے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طہر پر تو ظاہر کہ محض باطل ہے اور ہم بلاشبہ ہی حکم دیں گے فانا انما نفق بمن ہبنا وان کان مذہب غلطاً ما کان کما نص علیہ فی الخلاصة والاشباہ وفي الدار المختار و مراد المختار وغیرہا من الاسفار و گریباں اور مذہب پر بھی خیر نہیں سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ہماری ہی طرح باطل ہی فرمائیں گے کہ ان کے یہاں پورے سر کا مسح فرض ہے یہ ہیں سیدنا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ان کے بھی اظہار رعایات فرضیت استیعاب ہے کما نقلہ الامام المولیٰ الاجل القطب سیدی عبد الوہاب الشعرانی قدس سرہ الوریانی فی المیزان رہا مذہب سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس پر صحت نماز کچھ لینا زری ہوس ہی ہوس ہے ایک اس مسئلہ میں ان سے توافق ہی ہو گیا ان کے یہاں ایک ہی مسئلہ ہے حد مسائل طہارت و صلاۃ و خلافہ میں جن پر اطلاع تمام اسی مذہب کے عالم متبحر کا کام خصوصاً ان

بلادیں کہ نہ اس مذہب کے علماء نہ کتب بھلا یوں نہ مانے تو بتائے تو کہ مذہب شافعی میں نواقص و فراغ وضو و غسل و فرائض داخلی و خارجی و مفصلات نماز بتفصیل صورت و شقوق و تنقیح احوال قدیم و جدید و نصوص و وجوہ و تصحیح و ترجیح شیخین و غیر ہا کبرائے مذہب کس قدر ہیں اور جب نہیں بتا سکتا اور بیشک نہ بتا سکے گا تو مجہول شئی کی مراعات کیونکر ممکن پھر کہاں سے اطمینان پایا کہ ان کے مذہب پر نماز صحیح ہی ہوگی نہیں نہیں بلکہ بوجہ کثرت خلاف و کثیر حوادث موقعہ فی الاختلاف عادیہ کہیں نہ کہیں وقوع مخالفت ہی مظنون کمالاً یخفی علی المتدرب ومن لم یقنع فلیجب اور جب ایسا ہوا اور کیوں نہ ہوگا تو بیٹھے بٹھائے ازیں سورا ندہ ازاں سورا ندہ نہ اُدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے ایک مذہب پر بھی نماز صحیح نہ ہوئی درمختار میں ہے لا باس بالقلید عند الضرورة لکن لبش ط ان یلتزم جمیع مایوجہ ذلک الامام لما قد منان الحکم الملقق باطل بالاجماع غرض لا اقل اس یہاں کی کاتنا حاصل کہ تین مذہب پر تو دانستہ نماز باطل کر لی اور چوتھے پر صحت کی خبر نہیں فانا نشہ وانا الیہ راجعون۔ مولیٰ تعالیٰ جنہیں توفیق خیر رفیق فرماتا ہے وہ ہر امر میں جہاں تک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے بقیہ مذاہب کا بھی لحاظ رکھتے ہیں مثلاً محتاط حنفی و شافعی ہرگز نسخ کل راس و دولا و ذلک ترک نہ کریں گے کہ آخر مسنون تو ہم بھی جانتے ہیں اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ان کے بغیر طہارت و نماز ہی باطل تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ سنت چھوڑے اور ایک امام دین کے نزدیک نماز ہی سے موخر ہوئے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و الحمد للہ علماء مذاہب اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ تصریح فرماتے ہیں کہ الخروج عن الخلق بالاطماع مستحب مگر بے باک لوگوں کے نزدیک سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک اپنے امام مذہب کی مخالفت تین مذاہب حق پر نمازین کا بطلان چوتھے پر صحت میں شک و جہالت یہ سب بلائیں آسان ہیں اور بندھی ہوئی پکڑی کے بیچ ذرا سست ہو جانا دشوار۔ اللہ عز وجل ہدایت بخشنے آمین۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و حکمہ عز شانہ احکم۔

مسئلہ - از شکر کنہ بریلی السلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو شوق قرآن و حدیث کا نہایت درجہ کا ہے مگر بسبب فکر معاش کے نہیں ہو سکتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ اگر خداوند کریم میری اس فکر کو دور کر دے تو میں اس شوق کو عمر بھر نہیں چھوڑوں گا اور کبھی بچپن سے شوق راگ و غیرہ کا اس نزدیک نہیں تھا اور اب جس وقت سے ایک بزرگ کامل یعنی مولوی فضل الرحمن صاحب سے مرید ہوا ہے اس درجہ کا شوق راگ و غیرہ کا اس کو ہو گیا ہے کہ بیان سے باہر یعنی زندی اگر ناچتی ہو تو وہاں کھڑا ہو جاتا ہے اور تار کا اس قدر شوق ہے کہ رات کے ۹ بجے فرصت ہوتی ہے فکر معاش سے تو اس وقت سے لے کر دو بجے رات تک بلکہ بعض روز تمام رات تار بجاتا ہے اور اگر منع کرو تو کہتا ہے میرے واسطے دعا کرو تاکہ خداوند کریم مجھے اپنی محبت عنایت کرے اور اگر دریافت کرے کہ جناب مولوی صاحب نے ان چیزوں کا حکم تم کو دیا ہے تو کہتا ہے کہ نہیں یہ سب اہمچ دل بے عشق بازی ہے اگر باشد حقیقی یا مجازی۔ اور قرآن مجید اچھا جانتا ہے عمدہ جاننے میں شک نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں اس جگہ پر نوگ غلط پڑھتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں۔ بیٹو! توجروا۔

الجواب

نماز اس شخص کے پیچھے اگرچہ بلاشبہ صحیح ہے لہذا تقریباً و حدیثاً و کلاماً من جواز الصلاة خلف کل بدو فاجو مگر کہہ رہے ہیں

مکر یہ کہ چونکہ سائل نے یہ سوال اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لہذا بعض امر پوشیدہ کیا وہ یہ کہ اس شخص کے عقائد کا بھی کچھ ٹھیک نہیں یعنی عقیدہ غیر مقلدی وغیرہ کا رکھتا ہے سنی صحیح العقیدہ نہیں ہے اس میں جو حکم ہو تحریر فرمائیے کہ نماز اس کے کچھ پڑھیں یا نہیں اور یہ جو اس نے لکھا ہے ہاں لوگ قرآن غلط پڑھتے ہیں تو ایسے سب نہیں ہیں کہ اتنی غلطی کریں کہ نماز نہ ہو ہاں قاری پورے طور سے نہیں جیسا کہ حق قاری ہونے کا ہے۔

فاسد العقیدہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے خصوصاً غیر مقلد کہ ان کی طہارت وغیرہ کسی بات کا کچھ اعتبار نہیں تو ان کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے کما حقہ قالہ فی رسالتنا النہی الالکید عن الصلوة وراع عددی المتقلید پس اگر حال یوں ہے تو صورت مستفسرہ میں مسلمانوں پر واجب قطعی کہ اس شخص کو امانت سے معزول کریں اور اس کے پیچھے ہرگز ہرگز اپنی نمازیں یاد نہ کریں واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع بکر جببی والاعلاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ کو ٹیڈ ٹیڈ خاں مسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۳۳ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مولوی حافظ ہو کر روزہ نہ رکھ ساس کے پیچھے ناز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

جو بے عذر شرعی روزہ نہ رکھے فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ نو اگر دوسرے شخص متقی کے پیچھے نماز مل سکے تو اسکے پیچھے نہ پڑھے
یہاں تک جمعہ بھی لان بسبیل من الخول کہا افادۃ العولی المحقق حیث اطلق فی الفتح ورنہ پڑھ لے فانہ اولی من الانفراد کہا فی رد المحتار
عملاً بقول من يقول ان الکراهة فيه تنزیهية اور پڑھ کر کہیں پڑھ لے لما ذهب اليه كثير من العلماء ان الکراهة فيه تحریمیة وهو الذی حققه
فی الغنیة وغیرها وهو الاظهر کہا بیضاہ فی فتاویٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - اذ کلنتہ دھرمتہ ۱۰ مرید جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام شافعی المذہب ہو اور مقتدی حنفی تو اُن اہمیت پر حنفی کو جائز نہیں جیسے کہیں بالجبر کہنا اور رفع یدین اور قہر میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا امام کی متابعت کرے یا نہ کرے اور ایسے مقتدی شافعی المذہب کو اپنے مذہب کے خلاف ابو میں امام حنفی المذہب کی متابعت چاہیے یا نہیں اور اگر متابعت کرے تو اس کی نفل کا کیا حال - بیّنوا توجروا۔

حقّی جب دوسرے مذہب والے کی امتیاز کرے جس کی اقتداء یا اتباع نہ ہو کہ اگر امام ایسے کسی امر کا متکب ہو جو ہمارے مذہب میں ناقض طہارت یا مفید ناسہ ہے جیسے آب قلیل متنجس یا مستعمل سے طہارت یا چھائی سرے کم کا مسح یا خون نصیدہ دریم زخم وقتی وغیرہ نجاسات غیر سبیلین پر وضو

نکرنا یا قدر درم سے نامدنی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھنا یا صاحب ترتیب ہو کر باوصف یا وفائستہ و وسعت وقت بے قضا ئے قائلہ نماز قبی مشروع
 کر دینا یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اسی نماز میں امام ہو جانا تو ایسی حالت میں تو حنفی کو سرے سے اُس کی اقتدا جائز ہی نہیں اور اُس کے پیچھے
 نماز محض باطل کما نص علیہ فی عامۃ کتب المذہب بل فی الغنیۃ اما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز ما لم یعلم منه
 ما یفسد الصلاۃ علی اعتقاد المقتدی علیہ الاجماع انما اختلف فی الکواہت اہ غرض جب وہ ایسے امور سے بری اور اُس کی اقتدا صحیح ہو
 اس وقت بھی ان باتوں میں اس کی متابعت نہ کرے جو اپنے مذہب میں یقیناً ناجائز و نامشروع قرار پا چکی ہیں اگر متابعت کرے گا تو اُس کی نماز اس
 نامشروع کی مقدار کراہت پر مکر وہ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ پیروی مشروع میں ہے نہ غیر مشروع میں ردالمحتار میں ہے تھوکن المتابعۃ غیر جائزۃ اذا
 كانت فی فعل بدعۃ او منسوخ او ما لا تعلق له بالصلوۃ عنایہ پھر خزائن الاسرار پھر حاشیہ شامی میں ہے انما یقتبعہ فی المشروع دون
 غیرہ مجمع الانر و حاشیہ طحاویہ میں ہے ما کان مشموعاً یا تابعہ فیہ وما کان غیر مشروع لا۔ اسی طرح ترک سنت میں امام کی پیروی نہیں بلکہ
 موجب اساءت و کراہت ہے اگر وہ چھوڑے مقتدی بجالائے جبکہ اس کی بجائے کسی واجب فعل میں امام کی متابعت نہ چھوڑے و لہذا علما فرماتے
 ہیں اگر امام وقت تحریر رفع یدین یا تسبیح رکوع و سجود یا تکبیرات محال یا ذکر قمر ترک کرے تو مقتدی نہ چھوڑے کما نص علیہ فی نظام الزند و لیسوی و الخانیۃ
 و الخلاصۃ و البزازیۃ و الہندیۃ و خزائۃ المفتین و فتح القدیر و الغنیۃ و الدر المختار و حاشیۃ الدرر للعلامة الشرنبلالی و غیرہا و ہذا
 نصو البزازیۃ ملخصاً تسعة اشیاء اذا ترک الامام اتی بها المأمور رفع الیدین فی التہنیت و تکبیرۃ الركوع او السجود و التسبیح فیہما او
 التسبیح الخ یوہن تکبیرات عیدین میں رفع یدین فی الدرر رفع یدین فی الزوائد ان لم یامامہ ذلك الخ اور اگر رکوع و سجود میں ایک ہی تسبیح کہہ کر
 سر اٹھائے تو مقتدی بھی ناچار سنت ثلثت ترک کرے و رد قمر و جلسہ کی متابعت میں خلل آئے گا ہوا تصحیح کما فی الخانیۃ و الخلاصۃ و الخزائۃ
 و الوجیز و الفتح و البہر و غیرہا من الاسفار الغر و ہذا اعظم الدرانہ معایب تنقی علی لزوم المتابعۃ فی الادکان انہ لورفع الامام راسہ من
 الركوع او السجود قبل ان یتئم المأمور التسبیحات الثلاث و جب متابعتہ شرح منیہ علامہ ابراہیم حلیمی و حاشیہ سید ابن عابدین میں ہے الاصل
 عدم وجوب المتابعۃ فی السنن فعلاً فلذا ترکوا و کذا الواجب القولی الذی لا یلزم من فعلہ المخالفۃ فی واجب فعلی کالتشہد و تکبیر
 التہنوت بمختلف الفترات و تکبیرات العیدین اذ یلزم من فعلہا المخالفۃ فی الفعل و هو القیام مع رکوع اکامام الخ اہ ملخصاً جب یہ
 اصول معلوم ہو لیے تو ان تینوں فروع کا حکم بھی انہیں سے نکل سکتا ہے رکوع و غیرہ میں رفع یدین ہمارے المکر لام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک
 منسوخ ہو چکا ہے اور منسوخ پر عمل نامشروع تو اُس میں متابعت نہیں امام ملک العل ابوبکر سعید کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں
 لو اقتدی بمن یرفع یدین عند الركوع او بمن یثبّت فی الفجر او بمن یری تکبیرات الجنائزۃ خمساً لا یتابعہ بظہور خطیئۃ بیقین لا
 ذلک کلہ منسوخ اہ نقلہ فی عید رد المحتار۔ جلالی پھر شرح مقدمہ اکیڈمیۃ للقصائی پھر جنازہ حاشیہ شامی میں ہے لا تجوز المتابعۃ
 فی رفع الیدین فی تکبیرات الركوع قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شیعہ کے نزدیک نماز فجر کی رکعت اخیرہ میں ہمیشہ اور ترک تیسری میں صرف
 نصف اخیر شہر رمضان المبارک میں ہے کہ وہ ان میں دعائے قوت پڑھتے ہیں قوت فجر تو ہمارے اللہ کے نزدیک منسوخ یا بدعت بہر حال یقیناً مشروع
 ہے لہذا اُس میں پیروی مشروع اور جب اصل قوت میں متابعت نہیں تو ہاتھ اٹھانے میں اس کی فرع ہے اتباع کے کوئی معنی نہیں مگر اصل قمر

رکوع فی نفسہ شروع ہے لہذا وہ جب تک نماز فجر میں قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چپکا کھڑا ہے درمختار میں ہے یا قی الامام و یقنوت الوتر
 ولولشا فعی یقنوت بعد الركوع لانه مجتہد فیہ لا الفجر لانه منسوخ بل یقنوت ساکتا علی الاظهر مرسلاید یہ علامہ شرنبلالی نورالایضاح
 میں فرماتے ہیں اذا اقتدی بمن یقنوت فی الفجر قام معه فی قنوتہ ساکتا علی الاظهر ویرسل یدہ فی جنبہ اور نماز وتر میں اگر شافعی کے پیچھے
 اقتدا باقی رہے کہ وہ وتر کے دو ٹکڑے کرتے ہیں پہلے تشہد پر سلام پھیر کر اخیر رکعت اکیلے پڑھتے ہیں اگر امام نے ایسا کیا جب تو رکعت قنوت آنے سے
 پہلے ہی اُس کی اقتدا قطع ہوئی اب نہ وہ امام نہ یہ مقتدی نہ اس کے وتر صحیح کہ اُس کی وسط نماز میں عہد اسلام واقع ہوا فی الدار المختار صبح الاقتداء
 فیہ بشافعی لم یفصلہ بسلا ملا ان فصلہ علی الاصح اہ ملخصا جب ایسا نہ ہو اور اقتدا قائم رہے تو اگرچہ شافعیہ قنوت وتر میں پڑھتے ہیں
 اور ہمارے مذہب میں اُس کا محل قبل رکوع مگر ہمارے علمائے نام متون و شرح و فتاویٰ میں مقتدی کو حکم دیا کہ یہاں قنوت میں متابعت کرے اور
 اس کا مشا وہی کہ اسے بالکل نامشروع نہیں ٹھہراتے والمسئلۃ منصوص علیہا بدلیلہا فی الہدایۃ والکافی وسائر الشروح رہا یہ کہ مقتدی
 اس حالت میں اتباع امام مذہب کرے یا اتباع مذہب امام یعنی ہاتھ باندھے چھوڑے دعا کی طرح ہاتھ اٹھائے کیا کرنا چاہیے اس کی تصریح نظر فقہ
 سے نہ گذری نہ اپنے پاس کی کتب موجودہ میں اس سے تعرض یا اظہار یہ ہے کہ نفل قیام ہاتھ باندھے گا کہ جب اسے قنوت پڑھنے کا حکم ہے تو یہ قیام
 ذی قرار و صاحب ذکر مشروع ہوا اور ہر ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا نقلاً و شرعاً سنت اور عقلاً و عرفاً ادیب حضرت اور ترک سنت میں امام کی پیروی نہیں بقدر
 یؤید ذلك اطلاقهم قاطبة سننية الوضع في حالة القنوت كما في عامة الكتب المنهية فيكون مقتولا لهذا القنوت المنصوص ايضا بکے
 درمختار میں ہے هو ای الوضع سنة قیام لہ قرار فیہ ذکر مسنون فیضع حالۃ الثناء و فی القنوت لانی قیام بین رکوع و سجود و تکبیرات
 العبد ما لم یطل القیام فیضع سراجیۃ اہ ملخصا حاشیہ علامہ طحاوی میں ہے ظاہرہ یعمای قیام طال وعلیہ فیضع فی قیام صلاۃ
 التسبیح الذی بین الركوع و السجود یوں ہی ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آئین میں سنت انخاسے اور اس کی بجائے آدمی میں امام کے کسی واجب فعلی
 میں مخالفت نہیں تو کیوں ترک کی جائے **اقول** و تحقیق المقام علی ما علمنی الملک العلما ان السان لاحظ لها فی المتابعة الابالقیع وذلك
 لان معنى متابعتك غيرك جعلك نفسك تابعه والتبعية انما تصور بشيئين احدهما في نفس اتيان شيء بمعنى انه ان فعله فعلت وان
 تركه تركت والاخر في وقت فلا تتقدم عليه ولا تسبقه اليه وان لم يكن فعلك متوقفا على فعله ولا متقيدا بتقدمه بل تفعله وان لم
 يفعل وتبادر اليه وان لم ياخذ فيه بعد ففيم انت تابع له بل انت مستقل بنفسك غير تابع ولا متابع وهذا ظاهر جدا واذ قد علمت
 ان ايتان الماموم بالسنة غير متقيد بايتان الامام بل ياتي بها وان تركها كما اسمعناك عليه نصوص الائمة ومن لازم ذلك جواز التقدم
 عليه مع الندب اليه لجواز ان يرجع الامام بعد الترك الى الفعل كما اذا ركع فضوب راسه وطبق الكفه واضم اصابعه اوبقى اصابعه غير مسبوحة
 والماموم قد فعل كل ذلك بطلب الشروع ثم عاد الامام فوسى واخذ وخرج وسمع فقد تقدم فعل الماموم وهو فيه غير مملوم بل اليه
 مندوب وهو منه معتمد محسوب فقد ثبت ان لا مدخل للمتابعة في السنن والمستحبات بل الماموم مستبد فيها غير داخل تحت
 حكم الامام ولم يدنا وله تحكيم اياه على ذاته والقرامة ان يصلي بصلاة فيما هو محجور فيه عن التقدم عليه ولا سبقت ادونه وما
 هو حقيقة الا الواجبات الفعلية اذ هي موضوع الاقتداء اصالة كما نص علمي في الغنية واثار اليه في المرقاة تحت قوله صلى الله

تعالیٰ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوثق بہ فیہا القعدۃ حقیقۃ ومنہا یسری الی غیرہا وان سبہ کو جو ب ترک سنۃ یلزم من فعلہا مخالفت
الامام منی واجب فعلی فلیس ذلک للمتابعۃ فی ترک السنۃ بل فی الواجب المذکور کعد مجازان یا فی بسنۃ الرکوع قبل رکوع الامام فانہ
لا یفعلہا الا فی الرکوع ولا رکوع لہ قبل رکوعہ فہذا امتنع تقدیمہا علی رکوعہ لاعلیٰ فعلیۃ السنۃ کما علمت وہذا معنی قولنا لاحظ
لہا من المتابعۃ الا بالتبع واذ قد تبین ہذا واللہ الحمد ظہر ان المقتدی یا فی بالسنۃ علی مذهب نفسہ دون مذهب الامام فان
المستبد انما یعمل برائی نفسہ ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق اتقن ہذا فانک لا تجدہ فی غیر ہذا التحویر وہو علم عزیز
فی کلمہ لیسیر ولہذا حرمین طیبین زادہما اللہ تعالیٰ شرفا وکرمیا میں مرئی و شاہد ہے کہ ایک امام کے پیچھے چاروں مذاہب والے نماز پڑھتے اور ان
احمد میں سب اپنے اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں خفی امام خفی کے پیچھے زیر ناط ہاتھ باندھے ہے اس کے دہنے بازو پر شافعی سینے پر ہاتھ رکھے ہائیں
بازو پر مالکی ہاتھ کھولے ہوئے ہے کوئی کسی پر انکار نہیں کرتا اور کیوں ہو کہ مجاہد شہید چاروں حقیقی بھائی ایک ماں باپ کی اولاد ہیں باپ ہمارا اسلام
ماں ہماری سنت سنیہ سید الانام علیہ علی آکمل الصلوۃ والسلام انکار تو ان مگر ہوں پر ہے جو تقلید المذکر ام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاذ اللہ شرک و حرام
بتاتے اور مذاہب فقہ راشدہ اہل حق کا نام چوراہہ رکھتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد والہ وصحبہ وعلیٰ حزبہ اجتمعین رہا یہ کہ ایسی صورت میں شافعی کو کیا چاہیے یہ علما شافعیہ
پر چھا جائے خلاصہ در مختار میں ہے ولوقیل للحنفی ما مذهب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا **اول** ولا شک
ان الرجل بمن ذہبہ ادری واموالفتیاء امر واذ ہی فترک اجتراء علی مذهب غیرہ احق واحری واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ التمر واحکم۔

مسئلہ - از ملک آسام ضلع جواٹ ڈاکخانہ گنگا مقام سرانے ہی امر سید محمد صفاء الدین صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدیم البصر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بدینا توجروا

الجواب

بلاشبہ جائز ہے مگر اولیٰ نہیں مگر وہ تنزیہی ہے جبکہ حاضرین میں کوئی شخص صحیح العقیدہ غیر فاسق قرآن مجید صحیح پڑھنے والا اس سے ناٹھیا
اس کے برابر اسل نماز و طہارت کا علم رکھتا ہو ورنہ وہ عدیم البصر ہی اولیٰ و افضل ہے جو باوصف صفات مذکورہ باقی حاضرین سے اس علم میں زائد ہو
ہند یہ میں ہے الاولیٰ بالامامۃ اعلیٰہم باحکام الصلوۃ ہکذا فی المصنوعات وھو الظاہر ہکذا فی البحر الرائق ہذا اذا علم من القراءۃ قدس
ما تقوم بہ سنۃ القراءۃ ہکذا فی التبیین ولم یطعن فی دینہ کذا فی الکفایہ وھکذا فی النہایۃ ویمتنب الفواہش الظاہرۃ وان کان غیر
ادع منہ کذا فی المحیط وھکذا فی الزاہدی وان کان متبحر فی علم الصلوۃ لکن لم یکن لہ حظ فی غیرہ من العلوم فھو اولیٰ کذا فی الخلاصۃ
اسی میں ہے تجوز امامۃ الاعرابی والاعشی والعبدا الا انہا تکرہ ام ملخصا بحر میں ہے کراہتہ تنزیہی غانیہ میں ہے غیر ہمد اولیٰ حضرت
عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجارت حضور پرورید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قوم کی امامت فرماتے فی الصحیحین
واللفظ المسلم عن ابن شہاب ان محمود بن الربیع الانصاری حدثہ ان عتبانا بن مالک وھو من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ممن شہد بد رامن الانصار انہ انی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی قد انکرت بصری

وانا اصلی لقوی الحدیث فی اتیانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی بلینہ وصلاتہ فیہ لیتخذہ مصلی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کو تشریف لے جاتے دو بار مدینہ طیبہ پر نیابت عطا فرمائی کہ باقی ماندہ لوگوں کی امامت کرتے عزاہ فی البحر الی صحیح ابن جہان قلت اخرج احمد وابوداؤد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استخلف ابن ام مکتوم علی المدینۃ مرتین یصلی بھم وهو اعمی علما فرماتے ہیں انھیں امام مقرر کرنے کی یہی وجہ ہے کہ حاضرین میں سب سے یہی افضل تھے بحر الرائق میں ہے قید کراہۃ امامۃ الاعمی فی الحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولیٰ وعلیٰ ہذا حمل تقدیر ابن ام مکتوم لانہ لم یبق من الرجال المصلحین للامامۃ فی المدینۃ احدا افضل منہ حیثئذ ولعل عتبان بن مالک کان افضل من کان یومہ ایضاً قلت وقد سمعت انہ کان من اصحاب البیت رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین فان لم یکن فی من کان یومہ من شہد بددا کان افضلھم بالیقین واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شاہجہانپور محلہ بابوزئی مرسلہ شاہ فقیر عالم صاحب قادری ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ مسجد میں حکم والی ملک (زید) جو حافظہ قرآن و متشرع ہے قدیم سے خدمت امامت بجالاتا ہے اور اس کی تنخواہ پاتا ہے لیکن بکرم و دوسرے سرشتہ کا ملازم ہے اور اس کے پاس باوجودیکہ کوئی حکم شیخ امامت زید کا نہیں ہے اور نہ بکر کو حکم امامت کا والی ملک کے یہاں سے ملا اور عموماً مقتدیان بکر کی امامت سے بوجوہات ذیل ناراضا نہ ہیں (۱) یہ کہ بکر بعض اوقات رقص طوائف دیکھ لیتا ہے (۲) کفار و مشرکین کے سیلوں ٹھیلوں اور دیوالی کی شب جو ہنود میں صورت پھمن کی ہوتی ہے اور خجائٹ دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے شریک ہو کر وہ بھی سب کے ساتھ صورت کار دہ پیہ چڑھاتا ہے اور علاوہ تنخواہ اپنی مقررہ کے خلاف حکم لوگوں سے نذرانہ بھی لیتا ہے (۳) محفل میلاد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور قیام کو بدعت سیئہ بتلاتا ہے اور محفل یا زدم حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی کرنے اور پڑھنے والے کو بدعتی اور گنہگار کہتا ہے اور شیرینی محفل میلاد کو برا جانتا ہے (۴) شرفا و نجبا کی توہین اور غیبت کو فخر سمجھتا ہے اور مولوی ابوالمنصور صاحب ہلوی کی نسبت جو امام وقت کہے جاتے ہیں ان کی کسی تصنیف پر جو سب علما دیکھ چکے ہیں اور کوئی حرف زن نہیں ہوا مگر بکر نے فتویٰ کفر کا دیدیا ہے پس مقتدیان وغیرہ کے دلوں میں جو بکر کی طرف سے بوجوہات بالا کراہت آگئی ہے اس واسطے بکر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور بکر اپنی امامت کے باعث مقتدیان وغیرہ کو تارک جماعت دیکھتا مگر پھر بھی اپنی امامت نہیں چھوڑتا ہے اور اس کے امام حکمی کو جس کا ذکر اوپر آچکا امامت کرنے کا موقع نہیں آنے دیتا پہلے خود امام بن جاتا ہے تو بکر کس گناہ کا مرتکب کہا جائے گا۔ فقط بینوا توجروا

الجواب

صورۃ مستفسرہ میں بکر کا فاسق فاجر مرتکب کبائر بدعتی گمراہ خائب و خاسر ہونا تو بداعت ظاہر ادا اگرچہ فہم کو روپیہ معاذ اللہ بطور عبادت بعینہ چڑھاتا ہے تو قطعاً یقیناً مرتد کافر اور اس فعل طعون کے بدترین فسق و فجور قریب بکفر ہونے میں تو کلام ہی نہیں بہر حال اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کیا حرج ہوتا بلکہ اقتدا میں حرج اور سخت حرج ہے جو اسے امام کرے گا گنہگار ہوگا مسلمان اس فاسق بددین کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھیں جہاں تک قدرت ہو اسے امامت سے دفع کریں قدرت نہ پائیں تو اپنی جماعت جدا کریں اور جبکہ امام معین یعنی زید اور عامل ہل مسجد انھیں کے ساتھ

ہیں تو جماعت اولیٰ انہیں کی جماعت ہوگی اگرچہ وہ پہلے پڑھ جائے بلکہ جبکہ اُس کے اسلام میں شک ہے تو انہیں بدرجہ اولیٰ جائز ہے کہ جس وقت امامت کر لیا ہو اسی وقت اسی مسجد میں نہ اپنی جماعت قائم کریں اور اگر یہ ایسا کریں تو اس جماعت کے مقتدیوں کو چاہیے فوراً نیت توڑ کر اس میں آجلیں اگر ایسا نہ کریں گے تو انہیں اپنی نماز پھیرنی ہوگی یہ ہیں آج تک جتنی نمازیں لوگوں نے دانستہ و خواہ نادانستہ اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب پھیریں اور اگر مسلمان نہ اُسے امامت سے دفع کر سکتے ہیں نہ اُس مسجد میں اپنی جماعت اُس سے پہلے یا ساتھ یا بعد کر سکتے ہیں تو انہیں روا ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھیں دوسری مسجد میں جا کر شریک جماعت ہوں مراقی الفلاح میں ہے کہ امامۃ الفاسق العالم لعدماہتمامہ بالمدین فتجب اہانتہ شرعاً فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعدر منعه ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعة وغیرہا غنیریں ہے فی فتاویٰ الحجۃ اشارۃ الی انہم لو قد موافقاً یا ثمنون اہم ملخصاً و المختار میں ہے بقی لوکان مقتدیاً بمن ینکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لا کراہۃ فیہ ہل یقطع ویقتدی بہ استظہر ان الاول لو فاسق لا یقطع ولو محالاً فادشک فی مواعاتہ یقطع اقول والاظهر العکس لان الثانی کراہۃ تنزیہۃ کالاعسی والاعرابی بخلاف الفاسق فانہ استظہر فی شرح المندیۃ انھا تحریریم قبلہم ان فی تقدیمہ لامامۃ تعظیمہ وقد وجب علینا اہانتہ بل عند مالک و ہورواۃ عن احمد لا تقصر الصلاۃ خلفہ اہ قلت والحکم فیما نحن فیہ ابین و اظهر علی کلا الاستظہارین کمالاً ینحیی من حال ذلک الافسوق الاطغی در مختار میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ التخریم تجب اعادۃ کما کر میا کہ اپنے دیگر اقوال و افعال مذکورہ سوال کے باعث خامی و بزدہ کار اور اس بھینٹ کے سبب بدترین و ناپاک ترین اشرار یوں ہی اس امامت میں بھی کر بنا راضی مقتدیان ہے مخالف شرع و گنہگار ہے حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لعنہما اللہ من تقدروا و حملہ کارہون و امرأۃ بانث و زوجھا علیہا ساخط و رجل مع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح فلم یجب تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہو جائے اور وہ اس سے ناخوش ہوں دوسری وہ عورت کہ کفارے اس حالت میں کہ اُس کا شوہر اُس سے ناراض ہے تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح سنے اور نماز کو حاضر نہ ہو رواۃ الحاکم فی المستدرک خصوصاً ایسی امامت تو اور بھی سخت ہے کہ بلا وجہ شرعی امام معین کا منصب پھین کر جبراً لوگوں کی امامت کرے اللہ دین نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ابن حجر مکی زوایر عن اقتران الکبائر میں فرماتے ہیں الکبیرۃ السادسة والثمانون امامۃ الانسان لقوم و حملہ کارہون عدھذا من الکبائر مع الجزم بہ وقع لبعض ائمتنا وکانہ نظری ما فی ہذہ الاحادیث و هو عجیب منہ فان ذلک مکروہ نعم ان حکمت تلک الاحادیث علی من تعدی علی وظیفۃ امام راتب فیصلہ فیہا قہراً علی صاحبھا و علی المامومین امکن ان یقال حیث ان ذلک کبیرۃ لان غضب المناصب اولیٰ بالکبیرۃ من غضب الاموال المصحح فیہ بانہ کبیرۃ اہم ملخصاً واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کلکتہ دہرم تلامذہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام نماز پڑھانے پر نوکر ہے اُس کی اقتدا کی جائے یا جماعت ترک کی جائے۔ بینوا تو جو روا

الجواب

قطناً اقتدا کی جائے اس عذر پر ترک جماعت ہرگز جائز نہیں مقتدین کے نزدیک جو اجرت لے کر امامت کرنے والے کے پیچھے نمازیں کراہیں

تھی اس بنا پر کہ ان کے نزدیک امامت پر اجرت لینا ناجائز تھا وہ بھی ایسی نہ تھی جس کے باعث ترک جماعت کا حکم دیا جائے اب کہ فتویٰ جواز اجرت پر ہے تو وہ کراہت بھی نہ رہی طحاوی میں زیر قول در مختار تکرر خلف من امر باجورۃ قہستانی فرمایا ہذا مبنی علی بطلان الاستیجار علی الطاعات وہی طریقۃ المتقدمین والمفتی بہ جوازہ خوف تعطیل الشعائر حلی و ابوالسعود اسی طرح رد المحتار وغیرہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ماہرہ مطرہ ضلع ایٹہ مرسلہ حضرت سید طور حیدر میاں صاحب الرجامدی الآخرہ سلمہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بہت رکوع اور سورتیں یاد ہیں جن سے وہ نماز پڑھتا ہے مگر اسے کھڑے پڑے مدودہ وقف رہاؤ پر چند خیال جو رہنیں اپنے نسیان کی وجہ سے مجبور ہے کہ حافظہ یا قاری کو نسا کر صاف بھی کرتا ہے تاہم بڑے رکوع یا سورت نقصان حافظہ یا کمی علم عربی و قواعد قرأت کے سبب امور مذکورہ کا خیال نہیں رہتا ہاں چھوٹے رکوعوں سورتوں پر اکتفا کرے تو کسی قدر عبور رہ سکتا ہے مگر صبح و عشا وغیرہ میں جو طویل ادسا کا حکم ہے اس کی رعایت نہ ہوگی زید سین و صا د میں بھی غلطی کرتا ہے اس صورت میں زید کی امامت درست ہے یا مکروہ اور کھڑا پڑا ادا نہ ہونے سے نماز تو مکروہ نہ ہوگی اور اگر ہر نماز میں قصار پر قناعت کرے تو کیا حکم ہے دوسرا شخص بکر ہے جو تمام امور قرأت حسب قواعد ملحوظ رکھتا ہے مگر بوجہ اپنے کسی فعل ناجائز مثل نشہ ممنوع شرعی میں معلن ہونے کے امامت سے انکار کر کے زید کو جو پوچھ غلطی سین و صا د و عدم رعایت امور مذکورہ متعدد ہے امام کرنا چاہتا ہے اور خود انکار کرتا ہے ایسی صورت میں اس کا اپنی امامت سے انکار اور زید کو امام کرنا درست ہے یا نہیں اور ان دونوں میں لائق امامت کون ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس مسئلہ میں جواب سے پہلے چند مسائل کا معلوم کرنا ضرور (۱) وقف کی غلطی کہ وصل کی جگہ وقف وقف کی جگہ وصل کرے یہ اصلاً مفسد نماز نہیں اگرچہ وقف لازم پر نہ ٹھہرے کما فیض علیہ فی الہندیۃ وفی المنیۃ وشرحہ للعلامۃ الحلی الوقف فی غیر موضعہ والابتداء من غیر موضعہ لا یوجب فساد الصلاۃ عند عامۃ علما مثلاً ان قال بعد ذکر لا مثلاً) فالصحیح عدم الفساد فی ذلک کلہ ولما تقدّم لا نہ نظم القرآن اہ ملخصاً (۲) جن حروف مدہ پر مدہ جیسے جاء۔ تنوء۔ جآئ۔ یا آہا۔ قالوا انا۔ فی آیام۔ دآبہ۔ آمین وہاں مدہ کرنا بھی اصلاً مفسد نہیں فان ذلک من محسنات التجوید ولا دخل لہ فی المعنی بل فی اللفظ ایضاً بحیث یتغیر بقرک اللفظ ففساد عن المعنی (۳) جن حروف مدیا لین پر مد نہیں مثلاً قال یقول قیل قول خیر ان پر مد کرنا بھی موجب فساد نہیں جبکہ حد سے زیادہ نہ ہوں ہاں حد سے تجاوز ہو جیسے گانے میں زمر کھینچا جاتا ہے تو آپ ہی مطلقاً مفسد ہے اگرچہ مد ہی کی جگہ ہو فی الحانۃ لوقرأ القرآن فی صلاۃ بالحن ان غیر الکلمۃ ففساد صلاۃ لما عرفت فان کان ذلک فی حروف المد والین وہی الیاء والالف والواو لا یغیر المعنی الا اذا فحش اھ فی رد المحتار قولہ بالالحن ای بالنغمات وحاصلہا کما فی الفتح اشباع الحركات لمراعاة النغم (۴) کھڑے کو پڑا پڑھنا بھی مفسد نہیں فی الفتنۃ قح حرقاً و تعالیٰ جددک بغیر باء لا تقصد وعن جلالہ مثلاً لان المعرب یتکفی بالفتحة عن الملائک الکفاء ہم بالکسرۃ عن الیاء ولو قرأ عند بالله لا تقصد صلاۃ ایضاً لا کتفاءہم بالفتحة عن الواو۔

عکس وجار الله والصلوات لا تقصد ولكن الوقراً وطور سين مجذوف الياء لا تقصد عكس ولو قرأ تستعذك اودو مؤمن بك لا تقصد اه وفي الغنية اذا كان الحذف على وجه الترخيم الجائز في العربية نحو ان يقرأ يا مالك مجذوف الكاف فلا تقصد اجماعاً وكذا اذا لم يكن من اصول الكلمة كما اذا قرأ الواقعة بغير هاء وكذا ان كان من الاصول ولم يتغير المعنى كان يقرأ تعالى جدد ربنا باللام مع حذف الياء في تعالى لا تقصد بالاتفاق اه ان چاروں باتوں سے اگرچہ سنو نماز نہیں مگر کراہت ضرور ہے کہ آخر قرآن عظیم کا غلط پڑھنا ہے یہاں تک کہ علمائے کرام نے فرمایا مد کا ترک حرام ہے تو کھڑے کو پڑھا پڑھنا بدرجہ اولیٰ حرام ہو گا کہ اس میں توجہ ہر لفظ میں کی ہو گئی بجلات مکر امر زائد تھا فی الدر عن الحجۃ فی النفل لیلالہ ان یسمع بعد ان یقرأ کما یفہم اہ قال السید ان العلامتان الطحاوی والناہی قولہ کما یفہم ای بعد ان یمد اقل مد قال بہ القراء والا حرم لترك الترتیل للمامور بہ شرعاً ہی تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص وقف و وصل کی رعایت نہ رکھتا ہو اسے امام نہ ہونا چاہیے فی الہندیۃ تنعن المحيط من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لا ینبغی لہ ان یؤمر (۶) پڑے کو کھڑا پڑھنے سے اگر معنی فاسد نہ ہوں جیسے اتل ادع یرضہ لم یجش وانہ لا تأس علیہ لا تمش یعباد کو اتل ادع یرضہ لم یجش وانہ لا تأس علیہ لا تمش یعباد پڑھنا تو نماز فاسد نہ ہوگی فی الغنیۃ ان زاد حرفاً لم یرفع المعنی بان قرأ وامر بالمعروف واخفی عن المنکر بزيادة الالف فی اللفظ بعد الهاء لا تقصد اہ ملخصاً ورنہ فاسد کما قد مناعن الخانیۃ فی الدس ومنها ای من المفسدات القراءة بالالحان ان غیر المعنی الخ فی رد المحتار قولہ ان غیر المعنی کما لو قرأ الحمد لله رب العالمین و اشبع الحركات حتى اتي بواو بعد الدال وبياء بعد اللام والهاء وبالف بعد الراء ومثله قل المبلغ ربنا لك الحمد بالف بعد الراء لان الراء هو زوج الامر كما في الصحاح والقاموس وابن الزوجة يسمى ربياً اه قول هذا هو الموافق لكلام اصحابنا المتقدمين وقاعدتهم الغير المنخرمة المختارة للمحققين فلا عليك مما يوجد من خلاف ذلك في بعض الفروع المنقولة عن المتأخرين نعم ما ذكر في الراب فعندى فيه وقفة فانه القياس في اسم فاعل الربوبية وان كان في الاستعمال بمعنى اخروا اهل اللغة لا يذكرون المشتقات القياسية ولا هي موقوفة على السماع والالام تكن قياسية والقياس لا يرد الا بالنص على مجرانه لا جرم قال في تاج العروس هو اسم فاعل من ربه يوبه اي تكفل بامرہ اہ وصحة الصلة تعتمد احتمال معنى صحيح ولو كان ثمر احتمالات فاسدة كما نص عليه هو وغيره ففی رد المحتار عند الاحتمال يفتي الفساد لعدم يتيقن الخطأ اه وفي الغنية التحقيق فيه العبل بصحة المعنى بوجه محتمل وعدمها كما قررنا انه قاعدة عدم الغير المنخرمة اه فافهم (۷) یوں ہی شد کو مخفف کو شد پڑھنا فاسد معنی میں فلا نماز ہے جیسے ظلمنا تخفيف لام ایاک بتشدید کاف نہ نہیں جیسے ما ودعک بتخفيف دال اکبر بتشدید را فی الغنیۃ تخفيف الشدة الاصل فيه انه ان كان لا یرفع المعنی کان قواً وقتلوا تقتیل لا تقصد وان غیر بان ترك الشدید فی رب الفلق ونحوه فاختر اعمامة المشائخ فيها قصد كذا فی الخلاصة وذلك التفصيل على قول المتقدمين وتقدم انه الاحوط وحكم تشدید المخفف كحكم عكسه وكذا لك اظهار المد غم وعكسه فالجميع فصل واحد اه ملخصاً قول هكذا في كتب اخرى حكم الفساد بتخفيف الرب وعندى فيه وقفة فقد قال في القاموس قد يخفف اه ونقله الصاعاني عن ابن الانباري واشدد المفضل ه وقد علم الاقوام ان ليس فوقه

رب غیر من یعطی المحظوظ ویرزق نقلہ فی لسان العرب وغیرہا کما فی التاج (۸) س ص وغیرہا حروف کی باہم تبدیل میں بھی فساد
 معنی ہی پر لحاظ ہے بحالت عدم فساد نماز فاسد نہیں خصوصاً جب خاص لفظ زبان عرب میں دونوں طرح ہو جیسے صراط و سراط وہ تبدیل کسی قاعدہ عرب
 کے موافق ہو جیسے ہر وہ کلمہ جس میں سین کے بعد ط ہملہ یا غین مجہ یا خ مجہ واقع ہو اُس میں سین کو ص پڑنا صحیح ہے بعض نے قبل وبعد
 کی قید نہیں لگائی اورت کی معیت میں بھی سین اور صاد کی باہم تبدیل دونوں جانب سے جائز بتائی بعض نے کہا جس کلمہ میں ص کے بعد ط
 ہملہ یا غ مجہ یا سین کے بعد ق یا خ مجہ ہو وہاں ان میں ہر ایک کے عوض دوسرا اور ز مجہ بھی جائز اور جس ص کے بعد د ہملہ ہو اگر
 ص ساکن ہے تو اس کی جگہ س یا ز و او اور تحرک ہے تو ناجائز و فسد نماز قیہ میں ہے متی سألت جارا لله عن قراء صطا اصبح واصق
 ومصخرات بالصاد مکان السین فقال لا تفسد لان کل کلمۃ وقع فیہا بعد السین طاء او غین اوقاف او خاء جازان یبدل
 السین صا دا اھ اسی طرح حلیہ میں اُس سے نقل فرمایا وضبط الحروف فقلل کل کلمۃ وقع فیہا بعد السین طاء مہملۃ او غین معجمۃ
 اوقاف او خاء معجمۃ جازان یبدل فیہا السین صا دا اُسی میں ہے وفي المبتغی ومن قرأ مکان الصاد سینا ینظر ان کان صاد یعدھا
 طاء کا لصراط وبعدھا غین کقولہ واصبح او سین بعدھا قاف کقولہ سلقوکم او بعدھا خاء کقولہ لیخرون یجوز مکان السین
 صا دا او زاء واما التی بعدھا دال انکانت الصاد ساکنۃ کقولہ یصدر یجوز بالسین والزاء واما التی تکلون متحرکۃ کقولہ الصمد لا یجوز
 قوأتہ بالسین ولو قرأ بالسین تفسد صلاتہ وعلیٰ هذا یمخرج کثیر من المسائل النقی خانہ میں ہے عن ابی منصور العراقی کل کلمۃ
 فیہا عین او خاء اوقاف او طاء او تاء و فیہا سین او صا د فقرا السین مکان الصاد و لا الصاد مکان السین جاز ام **اقول** ہذا
 ہونی الخانیۃ طابع کلکتہ ۱۲۳۵ھ المیلادیۃ باہمال العین والحاء جسیعاً و کذا ہونی الغنیۃ طابع استامبول ۱۲۹۵ھ المجیدیۃ ومثلہ
 فی البزازیۃ طابع مصر ۱۲۳۵ھ و فی الخانیۃ طابع مصر من تالک السنۃ باعجام الخاء و اہمال العین و ہوا الموافق لما فی عنایۃ القاضی
 حاشیۃ العلامة الخفاجی علی البیضاوی طبع مصر ۱۲۳۵ھ تحت قولہ تعالیٰ الصراط المستقیم حیث قال لغتہ قریش ابدال السین
 صا دا و ہذا فی کل موضع بعدھا عین او خاء اوقاف باطراد اھ والظاہر مما مر عن القنیۃ والحلیۃ مفسر ااعجامہا جمیعاً فلیحسرا
 پچھلے تین رسائل میں کہ بحالت فساد معنی فساد نماز کا حکم مذکور پہلے امام اعظم صاحب مذہب اہل ان کے اتباع ائمہ متقدمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا
 مذہب تھا اور وہی احوط و مختار ہے اجلہ محققین نے اُسی کی تصحیح فرمائی و معلومان الفتویٰ متی اختلف وجب الرجوع الی قول الامام کما
 فی علیہ فی البحر والدور و حواشیہ وغیرہا من اسفار الکرام غنیہ میں ہے الاولیٰ الاخذ فیہ بقول المتقدمین لان تضابط قواعدہم
 و کون قولہم احوط و اکثر الفروع المذکورۃ فی کتب الفتاویٰ منزلة علیہ اُسی میں ہے ہذا بناء علی مختار المتقدمین و ہوا المختار
 اُسی میں ہے ہذا ملخص قاعدۃ المتقدمین و ہوا الذی صححہ المحققون من اہل الفتاویٰ کقاضی خاں وغیرہ و فروعاً علیہ
 الفروع فافہم تر شد اگرچہ علمائے متاخرین ان تین میں بھی کہیں بعض کہیں اکثر بغرض آسانی جانب جواز نماز گئے اور کثرت فروع میں ان کے
 اقوال خود مختلف و مضطرب رہے کما ینظر بالرجوع الی الغنیۃ والنظر الی اقوالہم المنقولۃ فی الفتاویٰ مع سیر الفروع و سدا الی
 الاصول (۹) س ص وغیرہا حروف کی تبدیل جس میں آج کل اکثر عوام مبتلا ہیں جب بطور عجز ہو یعنی ص کتنا چاہیں تو س ہی ادا ہو

ص نہ کمال سکیں جیسا کہ یہاں عوام کا جنھوں نے قواعد ادا نہ کیے اور اس فرض عین کے تارک رہے یہی حال ہے تو اس صورت میں اگرچہ ان کی اپنی نماز ہو جانے پر فتویٰ ہے جبکہ سیکھنے پر کوشش کیے جائیں اور جو حرف نہیں نکال سکتے اُس سے خالی کوئی سورت یا آیت پاتے تو سوائے فاتحہ ایسا کلام جس میں وہ حرف آئے ہیں نہ پڑھیں اور صحیح خوان کی اقتدا ملتے ہوئے جدا نماز ادا نہ کریں مگر یہ حکم صرف اُن کی اپنی نماز ان شرطوں کے ساتھ جائز ہو جانے کے لیے ہے صحیح خواں کی امامت نہیں کر سکتے نہ اُس کی نماز اُن کے پیچھے ہوگی یہی مذہب صحیح ہے اور یہی قول جمہور ائمہ ہے جن میں متاخرین بھی شامل ہیں۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے۔ الراجح المفتی بہ عدم صحۃ امامۃ الالغ لغیرہ مسن لیس۔ لثغۃ اسی میں ہے امامۃ الالغ للفصیح، فاسدۃ فی الراجح الصحیح اسی میں ہے قد اباہ اکثر الاصحاب، لہما لغیرہ من الثواب۔ بزازہ میں ہے ان املکنہ ان یخذ آیات خالیۃ عن تلك الحروف فعل والاسکت وان وجد آیات خالیۃ عن لثغۃ ومع ذلك قرأ ما فیہا لثغۃ لا یجوز وعلی قیاس ما ذکرنا فی المسئلۃ الاولی ان بدل حرفا بحرف ولم یقدر کلا یفسد۔ بہ ناخذ، وکذا المسقین مکان المتقید الا ان غیرہ لا یقتدی غنیہ میں محیط، فتاویٰ مجہ، فتاویٰ خانیہ وغیرہ کی عبارات لکھ کر فرمایا الحاصل ان اللغ یمجب علیہما الجہد دائما وصلوا تہم جائزۃ ما داموا علی الجہد ولكنہم بمنزلۃ الایسین فی حق من یصح الحرف لذلک عجزوا عنہ لا یجوز اقتداءہ بجمہر ولا تجوز صلا تہم اذا ترکوا الاقتداء بہ مع قدر تہم وانما تجوز صلا تہم مع قراءۃ تلك الحروف اذ لم یقدروا علی قراءۃ ما تجوز بہ الصلاۃ مسالیں فیہ تلك الحروف واما لو قدروا مع هذا اقرأوا تلك الحروف فصلا تہم فاسدۃ ایضاً ہذا هو الذی علیہ الاعتماد (۱۰) فجر وظهر میں طوالت بفضل، عصر وعشاء میں اوساط کا بڑھنا اگرچہ سنت ہے کما فی علیہ فی الملتون مگر ایسا ضروری کہ عذر سے بھی ترک نہ کیا جائے۔ صحیح حدیث سے ثابت کہ ایک بچہ جس کی ماں شریک جماعت تھیں۔ اس کے رونے کی آواز سن کر حضور پر نور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی نماز صرف موزتین سے پڑھائی۔ علماء یہاں بخجہ اعذار طال قوم و بد آواز ہی امام تک شمار کرتے ہیں۔ کہ کر یہ صورت ہو تو چھوٹی سورتوں پر قناعت کرے تاکہ مقتدیوں کو ناگوار نہ ہو۔ درختار میں ہے۔ اختار فی البدائع عدم التقدید وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام رد المحتار میں ہے قولہ والا امام ای من حیث حسن صوتہ و فہم تو قرآن عظیم کو اپنے اغلاط اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کو فساد سے محفوظ رکھنا تو عظیم اعذار اور اہم کار ہے۔ (۱۱) فاسق کے پیچھے نماز کروہے بحر الرائق و درمختار و معراج الدلایہ و مجتبیٰ وغیرہ میں اس کو اہمیت کو تنزیہی اور غنیہ و فتاویٰ مجہ و مراقی الفلاح و فتح الشرحین وغیرہ میں تقریبی ٹھہرایا۔ اور یہی کلام امام زہبی کا مفاد کما ببیانہ فی رسالۃ النہی الاکید عن الصلاۃ و راء عدی التقليد، وغیرہا من تحریراتنا رد المحتار میں ہے ہو کالمبتدع تکرہ امامۃ بكل حال بل مشی فی مشراح المنیۃ علی ان کواہۃ تقدیمہ کواہۃ تحویلہ لسا ذکرنا (۱۲) جماعت اہم واجبات اور عظم شائرا سلام سے ہے۔ تو فسق امام کے سبب ترک جماعت نہ چاہیے۔ ادائیگی جماعت کے لئے اس کے پیچھے پڑھ لیں۔ اور دفع کراہت کیلئے اعادہ کر لیں فی الفتح عن المحیط و فی البحر عن الفتاویٰ و فی الدر عن النہر عن المحیط، صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اھ فی رد المحتار لقادان الصلاۃ خلفہما اولی من الانفراد الخ، ومثلہ فی البحر عن السوایج فی لفاسق و فی الفتح، الحق التفصیل بین کون تلاصا لکواہۃ تحویلہ فیتجب الاعادۃ او تنزیہ فیتستحب بلکہ جب اس کے مواء

نہ کوئی امامت کے قابل ہو نہ دوسری جگہ جماعت ملے تو اس کے پیچھے کراہت بھی نہ رہے گی فی الدردھذا ان وجد غیرہم ولا خلا
کراہۃ، بخوبی جانتا اہ قال الشامی قد علمت انہ موافق للنقول عن الاختیار وغیرہ جب یہ مسائل معلوم ہو گئے۔ تو حکم مسئلہ منکشف
ہو گیا۔ زید و بکر دونوں کے پیچھے نماز کم سے کم مکروہ تو ضرور ہے، پس اگر کوئی تیسرا قابل امامت خالی از کراہت ملے تو اس کی اقتدا کریں،
اور اگر کوئی نہ ہو تو اگر چھوٹی چھوٹی بعض سورتیں جو زید کو خوب صاف و صحیح یاد ہوں۔ انہیں پر اکتفا کرنے میں زید سے وہ خرابیاں واقع نہ ہوتی
ہوں، ان سین دصا وغیرہما حروف بھی ٹھیک ادا کر لیتا ہو۔ تو واجب بلکہ لازم ہے کہ ہمیشہ انہیں سورتوں پر قناعت کرے ان کے سوا اور ہرگز
ہرگز نہ پڑھے۔ جن میں کراہت درکنار نوبت تا بہ فساد نماز پہنچے، اور جب اس تدبیر سے وہ خرابیاں زائل ہوں تو اس تقدیر پر زید ہی کی امامت
دیکھیں کہ ہر نماز میں چھوٹی سورتوں پر اقتصار ترک سنت سہی مگر بعد زوری ہے۔ اور عذر دافع کراہت، بخلاف بکر کہ اس کے پیچھے بسبب فسق کراہت
بلکہ سخت کراہت ہے۔ تو زید ہی اولیٰ امامت ہے۔ اور اگر کوئی سورت زید کو صاف نہیں یاد قصار پر اقتصار میں بھی وہی خرابیاں پیش آتی ہیں۔
اگرچہ کم ہوں تو اسے ہرگز امام نہ کیا جائے۔ کہ جب پڑے کو کھڑا محففت کو مشد، مشد کو محففت، ص کو ص، ص کو ص پڑھنے کی عادت
ہے۔ تو یہ امور ایسی جگہ بھی ضرور واقع ہوں گے جن سے ہمارے اللہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نماز بالکل باطل ہو جائے گی۔ اس کے
کوئی معنی نہیں کہ اغلاط کا عادی وہیں غلطی کرے جہاں معنی نہ بدلیں۔ اور جہاں فساد معنی ہوتا ہو وہاں نہ کرتا ہو، غلطی اپنے قصد و اختیار کی نہیں کہ
جہاں چاہی کی جہاں نہ چاہی نہ کی، نہ بے علم آدمی یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ کہاں معنی بگڑیں گے کہاں نہیں۔ خصوصاً جبکہ ص و ص کی تبدیلی بر بنائے
عجز ہو کہ عاجز لاجرم کہیں ٹھیک نہ پڑھے گا۔ اس تقدیر پر اس کے پیچھے نماز اصل مذہب اور تصحیح اللہ محققین پر فاسد و باطل ہے۔ اور بحالت عجز و جمہور اللہ
کے نزدیک امامت صحیح خواں کی اس میں اصل لیاقت نہیں۔ بلکہ صحیح کے ہوتے ہوئے اس کی خود اپنی نماز نہ ہوگی کہ باوصف قدرت اس نے
اس کی اقتدا چھوڑ دی، بخلاف بکر کہ اگرچہ فاسق سہی مگر جبکہ صحیح خواں ہے تو اس کے پیچھے نماز با اتفاق اصحاب صحیح ہے۔ رہی کراہت اس کا
مروج اعادہ سے ممکن بلکہ جب دوسرا کوئی قابل امامت نہیں تو کراہت بھی نہیں کہ عذر و ضرورت نافی کراہت ہیں۔ اور اسی سبب سے احسن و
اہم یہ کہ بکراپنے رب جل و علا سے ڈرے اپنے حال پر دم کرے ضیق و نا فرمانی بادشاہ قہار سے تاب ہو کہ اس کے پیچھے نماز بے وقت محبوب
مناسب ہو اگر روز قیامت کا اندیشہ نہیں تو اس مجلس اسلام میں صدرارت نہ ملنے کی غیرت چاہئے۔ آدمی اگر دنیا والوں کے کسی جلسہ میں جائے تو
کوشش کیے گا کہ کوئی حرکت ایسی نہ ہو جو لوگ اچھی جگہ ٹھانے کے قابل نہ سمجھیں اور اگر کسی مجلس میں صدر کی جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا جائے
کس قدر غیرت آئے گی نہ امامت ہوگی۔ تو یہ اندیشہ وجل کے دربار میں صدر مقام ہے۔ یہاں کیوں نہ غیرت کو کام میں لائے کہ کارکنان بارگاہ سلطانی
صدر جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا نہ دیں، اللہ تعالیٰ توفیق خیر فرمے عطا فرمائے۔ آمین اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ریاست رامپور مولوی امداد حسین برادر مولانا ارشاد حسین صاحب مسئلہ ۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کوئی مستحب ترک کرے تو کیا مقتدیوں پر اس کا ترک بحکم متابعت واجب ہوتا ہے
اور دلیل یہ کہ متابعت فرض ہے اور وہ فعل مستحب اور قاعدہ کلیہ ہے کہ مستحب مزاحم فرض نہیں ہو سکتا۔ بینوا تو جو روا

(الجواب۔) متابعت امام ہر فعل و ترک میں علی الاطلاق فرض و واجب کیا معنی سنون اور مستحب بھی نہیں بلکہ بعض سورتیں خلاف دلی

اور بعض میں محض ناجائز ہوتی ہے فی الدار المختار والمتابعہ لیست فضائل تلون واجبة فی الفرائض والواجبات الفعلیۃ وتكون سنة فی السنن وکذا فی غیرہا عند معارضة سنة وتكون خلاف اولی اذا عارضها واجب آخر او كانت فی ترک لا یلزم من فعله مخالفة الامام فی واجب فعلی کرفع الیدین للتحریمة ونظائرہ وتكون غیر جائزۃ اذا كانت فی فعل بدعة او منسوخ او مالا تعلق له بالصلاة اصلاً الخ

بہر اگر اس سبب ترک الامام کے فعل کے کسی واجب فعلی میں مخالفت امام لازم نہ آئے۔ تو اس کا فعل ہی اولیٰ اور انسب ہوگا۔ اور وہ سبب درجہ اعتبار کے بھی نہ کرے گا۔ چہ جائیکہ سبب ترک متابعت، حرام یا ہلکے درجے کا مکروہ ہی ہو جائے۔ کیا اگر امام ادب نظر کی مراعات نہ کرے۔ تو مقتدی بھی آنکھیں پھاڑے دیوار قبلہ کو دیکھتے رہیں، کیا اگر امام بجات قیام پاؤں میں فصل زیادہ رکھے تو مقتدی بھی ٹانگیں چیرے کھڑے رہیں۔ کیا اگر ایسا نہ کریں تو حکم متابعت تارک واجب وائم وگنہگار ہوں گے۔ لایقول بد عاقل فضلاء عن فاضل اسی قبیل سے ہے عامر باندھنا مسواک وغیرہ کرنا وغیر ذالک من الادب والحننات التي لا یستلزم فعلها مخالفة الامام فی واجب فعلی اور ہمیں سے ظاہر ہوگئی اس دلیل کی شاعت، اور یہ قاعدہ سلمہ تعارض واجب وفرض و سبب مانحن فیہ سے محض بیگانہ اور اس کلیہ دلیل کی صریح ناقص، نظم زندگی کی وہ روایت ہے، جیسے علامہ ابن میر الحاج حلبی نے شرح منیہ میں نقل فرمایا حدیث قال تسعة اشياء اذا لم یفعلها الامام لا یتزکها القوم رفع الیدین فی التحریمة والثناء ما دام الامام فی الفاتحة وتکبیر الکرع والسجود والتسبیح ۱۰ سمیع وقرأة التشهد والسلام وتکبیرات التشوین ۱۱ (ملخصاً) کہ اگر ہر فعل ترک میں متابعت امام فرض ہو تو جس طرح سبب مزاحم فرض ہیں ہو سکتا۔ سنن بھی ملکہ واجبات بھی صلاحیت مزاحمت نہیں رکھتے تو ان فوجیوں میں ائمہ کا یہ حکم کہ اگر امام ذکرے جب بھی مقتدی نہ چھوڑیں کیونکر صحیح ہوتا، قلت والاستقراء ینعی الحصر والعدد ولا ینفی الزائد وعبارة اخرى متابعت امام صرف افعال نمازیں منظور ہے یا وجبات نماز سے کچھ علائقہ نہیں رکھتی اس میں بھی ضرور ہے۔ بر تقدیر ثانی اگر امام مجھلائے تو مقتدیوں میں بھی خارش نہ جائے، یا اگر امام اچھا ٹھنڈی سانس لے تو مقتدیوں کو بھی وضو نہ لگ جائے۔ اور بر تقدیر اول کیا ترک سبب بھی افعال نمازیں محدود ہے جس میں متابعت حتماً مقصود ہے۔ شہر اقول بلکہ اگر نظر دقیق کو رخصت مدقین دی جائے۔ تو اس لزوم متابعت کی سبب کلیت درکار کلیت سلب واضح اور آشکار لہذا ذکرنا من انه لا متابعة فی مالا تعلق له بالصلاة وترك المستحب لذالك وما یترائی من النقص بما اذا استلزم فعله مخالفة الامام فی واجب فعلی فانه یمجب متابعة الامام فی ترکہ کما صحیح به العلماء فلیس بنقص فی الحقیقة لانها انما هی فی فعل ذالک الواجب ولزوم من ایتانہ ترک هذا المستحب فالامام ترکہ قصداً او سهواً والمقتدی لا یتزکہ لمحض ان الامام ترکہ بل لانه لو فعله فانه ما هو اهم والزم فصیح قلنا لا یلزم متابعة فی ترک المستحب مطلقاً ای من حیث هو هو فافهم فانه احرى به والله سبحانه وتعالى اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی مسجد کا امام وہابی المذہب ہو تو اس کی اقتدا کرنا بہتر ہے یا اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا۔ بینوا توجروا

الجواب

ان دیار میں وہابی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اسمعیل دہلوی کے پیرواؤں کی کتاب نقویۃ الایمان کے متفقہ ہیں یہ لوگ مثل شیخ خارجی معتزلہ

وغیر ہم اہلسنت وجماعت کے مخالف مذہب ہیں ان میں سے جس شخص کی بدعت حکم تک نہ ہو یہ اس وقت تک تھاب کبرائے وہابیہ سے کھلے کھلے ضروریات دین کا انکار کیا اور تمام وہابیہ اس میں ان کے موافق یا کم از کم ان کے حامی یا انہیں مسلمان جاننے والے ہیں اور یہ سب صریح کفر ہیں تو اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد نسأل اللہ العفو والعافیۃ نماز اس کے پیچھے کردہ تحریمی ہے اور جو اس حد تک پہنچ گئی تو اقتداء اس کی اصلاح صحیح نہیں شرح عقائد نسفی میں ہے ما نقل عن بعض اسلف من المنع عن الصلاة خلف المبتدع فمحمول علی الکواہۃ اذلا کلام فی کواہۃ الصلاة خلف الفاسق والمبتدع هذا اذا لم یؤد الفسق والبذعة الی حد الکفر اما اذا دی الیہ فلا کلام فی عدم جواز الصلاة خلفہ اور اسی طرح بحر الرائق میں محیط اور خلاصہ اور مجتبے سے منقول ہے حیث قال وقیدہ فی المحیط والخصایۃ والمجتبے وغیرہا بان لا تكون بدعة تکفیر فان كانت مکفرة فالصلاة خلفہ لا تجوز اور جب امام مسجد وہابی المذہب ہو اور اسے منع کرنے اور امامت سے باز رکھنے پر قدرت حاصل نہ ہو تو اس مسجد کو چھوڑ کر چلا جائے اور دوسری مسجد میں جس کا امام ایسے جاث سے پاک ہو نماز پڑھے بحر الرائق میں ہے وذكر المفسر ان الفاسق اذا تعذر منعه یصلی الجمعة خلفہ وفي غیرہا ینتقل الی مسجد اخر وعلل له فی المعراج بان فی غیر الجمعة یجد اماما غیرہ فقال فی فتح القدیر یکرہ الاقتداء بہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتہا فی المصروی قول محمد هو المفتی بہ قلت فاذا کان هذا حکم الفاسقین فی الاعمال فما ظنک بالفاسقین فی العقائد واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی غلام مصطفیٰ صاحب پنجابی ۸ شعبان المنظم ۱۳۱۲ھ

ایک جنازہ وقت غروب شمس کے پاس مسجد کے موجود ہوا اور وہ جنازہ اہل سنت وجماعت کا تھا حال یہ ہے کہ وارث میت کے من کل الوجہ جاہل تھے حتیٰ کہ نماز سے اور امام اس مسجد کا پانچوں وقت نماز تاکید سے پڑھاتا ہے اور کتب درسیہ متداولہ میں بھی تعلیم و تعلم رکھتا ہے اور خلاصہ سنت جماعت ہے اور خلاصہ حنفی ہے اور اس امام کا یہ عقیدہ منعقد ہوا ہے خدا ایک ہے مثل اس کے تصور نہیں ہو سکتا ہے اور سب انبیاء علیہم السلام صادق ہیں خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بزرگی میں سب سے زیادہ ہیں اور بعد سب انبیاء علیہم السلام کے بزرگی میں سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر ہیں پھر حضرت عثمان ہیں پھر حضرت علی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کرامت اولیاء اللہ کی بھی برحق ہے خلاصہ جو طریقہ اہلسنت وجماعت کا ہے وہ اس امام میں موجود ہے اور ایک شخص اور ہے کتب درسیہ پڑھے ہے یا نہیں واللہ اعلم بالصواب مگر دعویٰ ہے اور تعلیم و تعلم بھی کسی کتاب کا نہیں ہے اور اس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب آدمی سے زیادہ ہے مگر حضرت علی اور بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ یہ سب پانچ تن بزرگی میں برابر ہیں اور بزرگی حضرت علی کی سب اصحاب سے زیادہ ہے اور وہ شخص نماز پانچ وقت جماعت سے نہیں پڑھتا ہے بلکہ محض جمعہ کے دن جماعت سے پڑھتا ہے اور تعزیر بنائے کو بھی اچھا کہتا ہے وقت جنازہ کے یہ دونوں مولوی مذکور موجود تھے اور دونوں کو ہارٹھن میت نے بلایا تھا اور دونوں کو حکم جنازہ پڑھانے کا کیا اور سوا امام کے دوسرا مولوی امام بن گیا اس وقت امام نے لائق امامت جملہ مکہ میں ہوں چونکہ سلطان اور قاضی اس وقت میں نہیں ہیں اور یہاں بات شرح دقا یہ اور ہلایہ اور سب کتب میں موجود ہے عبادت سلسلہ مذکورہ کی ہے والا حق بالامامۃ السلطان لہذا قاضی شہر

امام اہل حق والی کما فی العصبیات اور وہ مولوی اس مسئلہ کو نہ مانا اور امام بنا اور امام اہل حق نے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی اس وجہ سے کہ اُس نے اس مسئلہ محررہ کو نہ مانا اور بلحاظ عقائد مذکورہ محررہ کے امام اہل حق نے اس کے پیچھے نماز ترک کی۔ آیا امام ہونا نماز جنازہ کا امام اہل حق مولوی کو لائق تھا یا دوسرے مولوی کو اور نماز کا ترک کرنا امام اہل حق کا ایسے شخص کے پیچھے مناسب تھا یا نہ اور سب نماز میں یعنی نماز پنج وقتہ اور جمعہ کی اور جنازہ کی ان سب نمازوں میں امام ہونا ان دونوں میں سے کون لائق ہے۔ بینوا تو جردا

الجواب

فی الواقع جبکہ ان بلاد میں حکام اسلام سلطان والی و قاضی مفقود ہیں اور جب وہ نہیں تو ان کے نائب کہاں اور اولیائے بیت حسب تصریح سائل محض جاہل تھے تو صورت سفسفہ میں امام مسجد کو سب پر تقدیم اور اسی کو امام کرنا مستحب و بہتر تھا تنویر الابصار و سدا لمختار بقید فی الصلاۃ علیہ السطان (ثمنا ثبہ کما فی الفتح) ثم القاضی (فی الفتح) ثم خلیفۃ الوالی ثم خلیفۃ القاضی و مثله فی الامداد عن الزیلعی) ثم امام اہل حق اہل ملتقطا و فی الدردقہ الیہ الولاۃ واجب و تقدیم امام اہل حق مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولی الخ شخص دیگر کا ترک جماعت تو صرف گناہ تھا کہ بعد تہود گناہ کبیرہ موجب فسق ہوا اور تعزیر راجع بنانے کو اچھا جانا بدعت شیعہ کی تحسین اور حضرت امیر المؤمنین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حضرات شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بنانا فرض و بدعت ہی یہی وجہ اس شخص کے پیچھے نماز کے سخت کردہ ہونے کو کافی تھے خلاصہ و فتح القدیر دہندہ یہ وغیرہ اس میں ہے ان فضل علیا علیہما فمبتدع ارکان اربعہ میں ہے اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا علی الشیعین ولا یطعنون فیہما اصلا کالزیدیۃ ففیجوز خلفہم الصلاۃ لکن تکرہ کراہۃ شدیدۃ۔ مگر یہ سائل اگر سچا ہے تو حضرات آل عبا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاذ اللہ ہمسرد ہم تہ بنانا تو خود کفر صریح اور دوسرے کفر صریح یعنی آل عبا کو انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم تفضیل کو مستلزم اس تقدیر پر ہوا امامت کیسی وہ شخص اصلا و قطعا کسی نماز میں یا عبادت یا نیک کام کی خود یا قوت نہیں رکھتا کہ کفار کا کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ حقیقتہً اُن سے صدور عبادت منقول نہیں اس صورت میں اُس کے پیچھے ترک نماز نہ صرف مناسب بلکہ فرض قطعی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سائل نماز سے جاہل اور مخارج و صفات و قواعد قرأت سے محض ناواقف اور اس پر بغیر عامل ایک بڑی مسجد کی امامت کرتا ہے عقیدہ کا بھی سُنی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی ترویج مذہب میں مصروف رہتا ہے جن میں تقیہ ہے اور ان کے مذہب کی ترویج میں ہر قسم کی چالاکی و دیباکی اور عوام کو مغالطہ دہی گوار تکاب حرام ہو بے تکلف کرتا ہے اور اس مذہب کے علماء و عمائد کی مدح و ستائش اور عوام کو ہر طرح اُن کی طرف متوجہ اور مائل کرتا ہے اور اُن کے مذہبی مشوروں میں شریک ہوتا ہے اُس مذہب کے کیسی ہی بات کہہ دیں گو حد کفر تک پہنچی ہو اُس کو مقبول و مسلم اور اس کی ترویج میں بجان و دل ساعی اور اس مذہب کے اہل علم کے پاس مسافت دور و دُراز قطع کر کے جاتا ہے اور اگر کوئی سُنی عالم مسجد میں وعظ کے تو ناخوش ہوتا ہے اور اکثر اوقات شریک نہیں ہوتا اور علمائے اہلسنت کی اہانت اور ان پر افتراء و بہتان اور غلوں کو اُن کی عقیدت سے باز رکھنا اُس کا شیوہ ہے کہ ان حالات سے رفتہ رفتہ صد ہا ہزار اہل سنت واقف ہو گئے ہیں بایں ہمہ اس غرض سے کہ امامت اور جو منافع دنیویہ اُس سے حاصل ہوتے ہیں قائم رہیں اور نیز اس خیال سے کہ سنیوں میں

ملا کر عوام کو بتدریج دام میں لائے اور اپنے مذہب کو خفیہ طور پر پھیلانے اس درجہ عقیدہ کرتا ہے کہ سنیوں کے مجامع و مجالس میں بظاہر شریک ہوتا ہے اور سنیوں کے سامنے دوسرے مذہب پر تبر اور ان کے علما و علماء کو خاص مسجد میں فحش گالیاں بربلا دیتا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اگر توفی الواقع اس مذہب میں نہیں تو ان کے مسائل مجھے کیوں معلوم ہیں اور ان کے بیان کے عوام کے سامنے کیوں تعریف اور ان کی طرف راضی اور متوجہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے مجھے تو قال اللہ و قال الرسول سے غرض ہے نہ ان کے مسائل سے گویا اُس کے نزدیک سنی علما جو مسجد میں وعظ کتے ہیں وعظ ان کا قال اللہ و قال الرسول کے خلاف ہے جو اُسے نہیں سنتا اور جب ان کے مجامع میں شریک ہونے اور اس مذہب کی تائید و تقویت سے تعرض کیا جاتا ہے تو کبھی انکار کرتا ہے اور جب انکار سے چارہ نہیں پاتا تو توبہ کرتا ہے مگر افعال مذکورہ بدستور رکھتا ہے چنانچہ ایک سال میں تین بار توبہ کی اور ہر بار انھیں افعال کا مرتکب رہا تیسری بار توبہ کے بعد ایک سنی واعظ کو کہ بعد نماز جمعہ کے وعظ کے لیے منبر پر بیٹھ لیے تھے وعظ سے روکا اور مذہب کے ایک عیار کو ایک مثنوی پڑھنے کو بٹھا دیا جس کی تصنیف کا باعث عوام کو مغلطہ دی اور انھیں دام فریب میں لینا اور اپنے مذہب کی طرف گرویدہ کرنا ہے اور اُس میں وہ عیاری و دجالاکی کی ہے جس کی حقیقت عوام اور نادانوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی مگر مصنف مثنوی کو سب اہلسنت پہلے سے اپنا مخالف مذہب جانتے تھے لہذا واعظ سنی کو خاک کر اُس شخص کو بٹھانا اور وعظ سے روک کے اسی کی مثنوی پڑھنا باعث نبی اہلسنت کا ہو اور جو لوگ اس کی ظاہری باتوں اور بار بار کی توبہ کے فریب میں تھے ان پر حال اس کا منکشف ہو گیا اور ناز اُس کے پیچھے چھوڑ دی اور جو واقف ہوتا جاتا ہے اس مسجد میں نماز کو نہیں آتا بلکہ روز جمعہ میں کسی اور مسجد کی دیرانی اور تہذیبی ہوتی جاتی ہے ہر وہ لوگ کہ احوال واقعی سے آگاہ اور اُس کی چالاکوں اور عیاریوں سے واقف نہیں اُس کے پیچھے نماز پڑھتے آتے ہیں اور بعض اشخاص جنھیں ناز سے کام نہ دین سے غرض بعض وجوہ نفسانی سے سنیوں کی نماز اور مسجد کی خرابی گوارا کر کے اُس کی حمایت بجا اور امامت قائم رہنے پر اصرار کرتے ہیں آیا اس شخص کو سنی کہا جائے گا یا دوسرے مذہب میں شمار کیا جائے گا یا کسی میں نہیں اور باوجود ان سب امور امامت کے اُس کی توبہ کا اعتبار ہوگا یا نہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اُسے امامت سے موقوف کر کے کسی شخص سنی صحیح العقیدہ واقف مسائل و قواعد قرأت کو جس کی امامت پر کوئی فتنہ اور اختلاف اور جماعت کی کمی اور مسجد کی دیرانی نہ ہو اُس کی جگہ مقرر کرنا اور اُس کی حمایت کرنے والوں کو حمایت سے باز آنا ضرور ہے یا نہیں بدینا و توجروا

الجواب

جو شخص مسائل نماز سے جاہل ہو اُس کی امامت میں احتمال قوی نماز کے فساد و خرابی کا ہے کہ اس سے اکثر باتیں ایسی واقع ہوا گی جو صحیح نماز فاسد ہو جائے گی یا اُس میں نقصان آئے گا اور وہ سبب جماعت کے ان پر مطلع نہ ہوگا اور ان کی اصلاح ذکر سکے گا اسی طرح جو شخص مخالف و صفات حروف و قواعد تجوید سے آگاہ نہ ہو سبب نہیں کہ اُس کے پڑھنے میں قرآن میں ایسا تغیر واقع ہو جائے جو بالاتفاق یا ایک مذہب پر موجب فساد نماز کا ہو کیا بلا ضرورت ایسے شخص کو امام کرنا نماز میں کہ عماد اسلام و افضل اعمال ہے بے احتیاطی اور امر شرع میں ملامت و سہل انگاری نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سرکہم ان یقبل اللہ صلا ت کم فلیؤمکم خیار کم فانہم قد خدکم فیما بینکم و بینکم و بیکم رواہ الحاکم فی المستدرک اگر تمھیں خوش آئے کہ خدا تمھاری نماز کو قبول کرے تو چاہیے کہ تمھارے بہتر تمھاری امامت کریں کہ وہ تمھارے سفیر ہیں تمھارے رب کے درمیان دیر کے اکثر افعال مذکورہ فی السوال فسق و گناہ کبیرہ ہیں اور خدا و رسول کی نافرمانی و

ناراضی کے باعث خلق خدا کو گمراہ کرنا راہ حق سے پھیرنا علمائے اہلسنت کی اعانت و تحقیر اُن پر افتراء و مہتان خدا و رسول جن کی تعظیم کا حکم دین
 خلق خدا کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا فحش گالیاں و کبیرہ ہیں موجب فسق مسقط شہادت خصوصاً جبکہ مسجد میں ہوں جہاں دنیا کا مباح کلام
 بھی نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا دے۔ فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعظ علی سے ناخوش
 ہوتا اور انھیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ ومعنی فی خرابھا
 کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روئے کے خدا کی مسجدوں کو اس بات سے کہ اُن میں ذکر کیا جائے اُس کا نام اور کوشش کرے اُن کے ویران
 ہونے میں اسی طرح وعظ علی کو مکروہ سمجھ کے نہ مننا اور وہاں سے چلا جانا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن ذکر بایات ربہ واعرض
 عنہا ونسی ما قد مت ید انا جعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقهوہ و فی اذانہم وقرآ اور کون زیادہ تنگوار ہے اس سے جو نصیحت کیا گیا
 اپنے رب کی آیتوں سے تو اُن سے موندھ پھیر لیا اور بھول گیا جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے بیشک ہم نے کر دیے ہیں ان کے دلوں پر پرے
 اُس کے سمجھنے سے اور ان کے کانوں میں ٹینٹ مسلمانوں کے ساتھ عیاری و چالاکی اور انھیں دھوکے دینا فریب میں ڈالنا ایسے افعال کر کے
 جن کے سبب لوگوں کی نماز اُن کے پیچھے خراب ہو اُن کی تسکین کے لیے بظاہر توبہ کرنا اور انھیں باتوں کا ترک رکھنا فتنہ ہے کہ اللہ کے
 نزدیک قبل ناحق سے زیادہ سخت ہے اور عذاب جہنم کا موجب قال اللہ تعالیٰ والفتنة اکبر من القتل وقال تعالیٰ ان الذین فتنوا
 المؤمنین والمومنات ثم لم یتوبوا فلہم عذاب جہنم ولہم عذاب الحریق حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے
 ہیں جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے عرش خدا کا نپ جاتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ اس کی طرف سے موندھ پھیر لیتا ہے رواہ ابن ابی الدنیانی
 ذرا الغیبة وابو یعلیٰ فی مسندہ والبیہقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک وابن عدی الکامل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما جب فاسق کی مدح خدا کو اس قدر ناپسند ہے تو دوسارے اہل بدعت کی تعریف کس قدر موجب اس کی ناراضگی کی ہوگی بدل
 اہل بدعت سے محبت و عقیدت دور دور سے ان کے پاس جانا اُن کی ترویج مذہب میں ساعی رہنا اور سنیوں کی تخریک کو انھیں گالیاں دینا
 اُس مذہب پر تبرک کرنا ذوالوجہین ہونا ہے جس پر وعید شدیدہ وارد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذوالوجہین کو قیامت
 میں دو زبانیں آگ کی دی جائیں گی۔ قرآن مجید اس حرکت شنیعہ کی مذمت سے متھون ہے قال اللہ عن وجہل یخذعون اللہ والذین امنوا
 وما یخذعون الا انفسہم وما لیشعروں یعنی دھوکا دینا چاہتے ہیں خدا اور مسلمانوں کو اور حقیقت میں نہیں فریب میں ڈالتے مگر اپنی جانوں کو
 اور انھیں خبر نہیں اور فرماتا ہے اذ القوا الذین امنوا فاذخلوا الی شیطینہم قالوا انا معکم انما نَحْنُ مستہزؤن جب مسلمانوں
 سے ملیں گتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب آپے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں ہم تو یہ ہیں ٹھٹھا کرتے ہیں الغرض
 زید کے فاسق ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور نماز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے۔ علما حکم دیتے ہیں کہ اُس کے پیچھے ناز نہ پڑھے بلکہ دوسری مسجد
 میں چلا جائے اور جن لوگوں کے نزدیک جمعہ چند مسجدوں میں جائز نہیں ہوتا وہ بضرورت جمعہ میں اُس کی اقتدار دار رکھتے ہیں اگر کسی طرح
 اُس کا امامت سے روکنا نہ بن پڑے امام علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جبکہ قول مفتی
 یہ ٹھٹھا کر جمعہ میں چند مسجدوں میں ہوتا ہے تو نماز جمعہ میں بھی اُس کی اقتدار مکروہ ہے کہ دوسری مسجد میں چلا جانا میرے فی بحوالہ رائق

وذكر الشراح وغيره ان الفاسق اذا اعتذر منه يصح له الجمعة خلفه وفي غيرهما ينقل الى مسجد آخر وعلل له في المعراج بان
 في غير الجمعة مجيد اما ما غيره فقال في فتح القدير وعلى هذا فيكرة الاقتداء به في الجمعة اذا تعددت اقامتها في المعص
 على قول محمد وهو المفتي به لانه مبطل من التحول - وهذا كثير جماعت شرع كالمطلوب ہے اسی واسطے جن کی امامت میں احتمال لوگوں
 کی قلت و محبت و کمی جماعت کا تھا ان کی اقتداء کو وہ ٹھہری مثل اعرابی و غلام و ولد الزنا پس جس شخص سے لوگ اپنے دین کی وجہ سے تفرام
 رکھیں اور جو اس کے حال سے آگاہ ہوتا جائے نماز چھوڑتا جائے اس کی امامت شرع کو کیونکر پسند آئے گی فی البحر الرائق و اما الکراهة
 فمبينة على قلة رغبة الناس في الاقتداء بهؤلاء فيؤدي الى تقليل الجماعة المطلوب تكثيرها لتكثير الاجور علاوة برى افعال
 مذکوره زید مجر فسق ہی نہیں بلکہ دلیل واضح ہیں اس پر کہ وہ سخت بدعتی غالی مکلب اور مذہب حق کا دشمن اور خلق خدا کو گمراہ کرنے والا ہے تو اب
 کراہت نسبت پہلے کے بہت زائد ہوگئی کہ فسق فی الاعمال و فسق فی العقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے کبیری شرح منیہ میں ہے و یکره
 تقدیر المبتدع لانه فاسق من حيث الاعتقاد و هو اشد من الفسق من حيث العمل لان الفاسق من حيث العمل يعترف
 بانه فاسق و يخاف و ليس يغف بخلاف المبتدع والمواد بالمبتدع من يعتقد شيئا بخلاف ما يعتقد اهل السنة والجماعة
 یہاں تک تو مجر کراہت تھی اب جبکہ اس کے حالات سے معلوم ہوا کہ اپنا وہ کوئی عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ بعض اہل بدعت جو بات کہہ دیں وہ اس کے
 نزدیک تسلیم ہوتی ہے حتیٰ کہ ان کے کفریات کو تسلیم رکھتا ہے اور اس کی ترویج میں بجان و دل ساعی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ بدعت اس کی حد فرتک
 پہنچی ہے اور انتہا اس کے عقیدہ رائے کی نہیں معلوم ہو سکتی بلکہ جب اپنے ان پیشواؤں کو بھی گالیاں دیتا اور ان کے مذہب سے تبرک کرتا ہے
 تو ظاہر اس کے حال سے یہ ہے کہ وہ محض زندقہ لمحذوبہ دین ہے جسے خاص کسی مذہب سے غرض نہیں بلکہ مجرد مخالفت دین اسلام و مذہب
 اہل سنت منظور ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً باطل و حرام ہے فی البحر الرائق قیدہ فی المحیط والخلاصة والتجہتی وغیرہ بان لا یكون
 بدعة تكفيرة فان كانت مكفرة فالصلاة خلفه لا تجوز کبیری میں ہے وانما يجوز الاقتداء مع الکراهة ان لم یکن
 ما یعتقد مؤدیا الی الکفر اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا تجوز اصلاً اور بعد امتحان و تجربہ کے ظاہر کہ فریب مسلمانان کے لیے
 توہر کرتا ہے اومان عقائد و مکائد سے باز نہیں آتا ہرگز اس کی توبہ پر اعتبار نہ ہوگا خصوصاً امر نماز میں کہ تمام اعمال سے افضل و اتم ہے۔
 جو لوگ ایسی توبہ پر اعتماد کرتے ہیں ان سے پوچھا جائے اگر کسی شخص کے چور ہونے کا تھیں یقین ہو گیا ہو اور وہ بار بار توبہ کر کے پھر چوریاں کرتا ہو
 آیا اس کی توبہ پر مطمئن ہو کر پھر بھی اپنا مال اسے سپرد کر دو گے افسوس مال دنیوی کہ اللہ کے نزدیک محض حقیر و ذلیل ہے تمہاری نگاہ میں ایسا
 عزیز و ثمرہ کہ جس امر میں اس کے نقصان کا وہم بھی ہو اس سے پرہیز کرو اور نماز کہ اللہ کو نہایت محبوب اور اس کے نزدیک بس عظیم ہے اس میں
 یہ ممانعت اگر بالفرض اس کی توبہ سچی اور صدق باطن سے ہوتا اتم جب حال اس کا مشتبہ ہو چکا تو خواہ مخواہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کس نے
 فرض و واجب کیا۔ کیا ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو ان محائب سے بری اور اس کے پیچھے نماز بلا اشتباہ درست ہو۔ اور جو لوگ ایسے شخص کی حمایت
 کرتے ہیں نماز کے دشمن اور مسجد کی دیرانی اور اہل اسلام کے عمدہ شعار یعنی نماز کی بربادی چاہنے والے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از رنگون مرسلہ سید نظام علی صاحب ۱۵ رذی الحجۃ ۱۳۱۷ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان دو مسئلوں مندرجہ ذیل میں (۱) ایک شخص کا دہنا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اس وجہ سے نیت باندھے وقت ہاتھ بنا گوش تک نہیں پہنچتا کہ اُس کو مس کرے اس سبب سے بعض لوگ اُس کے پیچھے اقتدا کرے سے انکار کرتے ہیں کیا موافق خیال ان لوگوں کے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔

الجواب

خیال مذکور غلط ہے اُس کے پیچھے جواز نماز میں کلام نہیں ہاں غایت یہ ہے کہ اُس کا غیر اولیٰ ہے وہ بھی اُس حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائل نماز و طہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو ورنہ یہی احق و اولیٰ ہے فی رد المحتار تحت قول تکرہ خلف امرود و سفیہ و مغلوج و ابوصالح و کذا و لکن اعرج یقوم ببعض قدمہ فالأقتداء بغیرہ اولیٰ تا تا رخیانیہ و لکن الاجتنب برجندی و محبوب و حاقن و من لہ ید و احدة فتاوی الصوفیة عن التحفة اھ و فی الدر یکرہ امامۃ الاعصی الان یکون اعلی القوم فھو اولی اھ ملخصاً واللہ سبحنہ و تعالی اعلم۔

مسئلہ - ایک شخص کی جوان بی بی بے پردہ باہر نکلتی ہے بلکہ بازار میں بیٹھ کر کچھ سودا بیچا کرتی ہے پس اس شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر باہر نکلنے میں اُس کے کپڑے خلاف شرع ہوتے ہیں مثلاً باریک کہ بدن چکے یا اوچھے کہ ستر عورت نہ کریں جیسے اونچی کرتی پیٹ کھلا ہوا یا بے طوری سے اوڑھے پہنے جیسے دوپٹے سر سے ڈھکا یا کچھ حصہ بالوں کا کھلا یا زرق برق پوشاک جس پر نگاہ پڑے اور احتمال فتنہ ہو یا اُس کی چال ڈھال بول چال میں آثار بد وضعی پائے جائیں اور شوہران باتوں پر مطلع ہو کر باوصف قدرت بند و ست نہیں کرتا تو وہ دہشت ہے بعد اس کے پیچھے نماز مکروہ فان الادیوث من لا یغار علی امرأته او محرمہ کما فی الدار المختار و هو فاسق واجب التعزیر فی الدیو لو اقر علی نفسه بالادیاتہ او عرف بها لا یقتل مالم یستحس و یبالغ فی تعزیرہ الخ و الفاسق تکرہ الصلاة خلفہ اور اگر ان شناعین سے پاک ہے تو اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں فان المرأة لنفسها لا تقسق بمجرد کوخا بوزة تخالط الرجال حتی اغما تصلم مزکیة معدلة للشہود فلا شتعتہ بذلک علی زوجھا فی الھندیة یقبل تعدیل المرأة لزوجھا وغیرہ اذا كانت امرأة بوزة تخالط الناس و تعاملھم کذا فی محیط السرخسی واللہ سبحنہ و تعالی اعلم۔

مسئلہ - ازناہرہ مطہرہ مصلحہ حضرت میاں صاحب قبلہ حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں ظلیم الاقدس ۳۰ زدی الحجۃ ۱۳۱۲ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) توتے کے پیچھے نماز کیسی ہے (۲) ہکے کے پیچھے نماز کیسی ہے (۳) ایک شخص غوطی سی اینون بغرض دوا کھاتا ہے اور اس کے سبب اسے نشہ نہیں ہوتا ایسے کی امامت مکروہ ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) مذہب صحیح میں غیر توتے کی نماز اُس کے پیچھے باطل ہے خیر یہ میں ہے امامۃ الاتبع للفقیم فاسدة فی الراجح العیہ (۲) اگر ہکھا نماز میں نہ ہکھائے جیسے بعض لوگوں کا ہکھا نا وقت غضب سے مخصوص ہو تا ہے صرف غصہ میں ہکھانے لگتے ہیں ویسے ممان

بولتے ہیں یا بعض کا ہکلا نا بے پردہی کے ساتھ ہوتا ہے اگر تحفظ و احتیاط کریں تو کلام صاف ادا ہوا ایسے لوگوں کو دکھایا ہے کہ باتوں میں ہکلاتے ہیں اور اذان و نماز و تلاوت میں اس کا کچھ اثر نہیں پایا جاتا ایسی صورت میں تو کلام ہی نہیں کہ وہ حق نماز میں خود فصیح ہے اور جو جگہ ہکلائے اُس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ ان کی تکرار میں بعض حروف معین ہیں مثلاً کاف یا چ یا پ کہ جہاں رکیں گے ان ہی حروف کی تکرار کریں گے یا گھبرا کر ایں ایں کرنے لگتے ہیں ان کے پیچھے تو فساد نماز بدیہی ہے دوسرے وہ کہ جس کلمہ پر رکتے ہیں اُسی کے اول حصہ کی تکرار کرتے ہیں اس صورت میں اگرچہ حروف خارج نہیں ہوتا بلکہ اُسی کلمہ کا ایک جزو تکرار ہوتا ہے مگر ازاں جا کر حرف بوجہ تکرار لغو و حمل و خارج عن القرآن رہ گیا ان کے پیچھے بھی نماز فاسد ہے درختار میں تو تلے کے پیچھے فساد نماز کا حکم لکھ کر فرماتے ہیں ہذا هو الصحیح المختار فی حکم الالغ وکن امن لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف الا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار نور لا یضاح و مراقی الفلاح میں ہے لا یصح اقتداء من نہ الفاء فاءة بتکرار الفاء و التتمۃ بتکرار التاء فلا یتکلم الا بہ اہ۔ ہ انحصار تیسرے وہ کہ ہکلاتے وقت کو کوئی حرف غیر نکالتے ہیں نہ اسی حرف کی تکرار کرتے ہیں بلکہ سرت رک جاتے ہیں اور جب ادا کرتے ہیں تو ٹھیک ادا کرتے ہیں ایسوں کے پیچھے نماز صحیح ہے ہند یہ میر ہے الذی لا یقدر علی اخراج الحروف الا بالجدہ ولم یکن لہ تتمۃ او فاءة فاذا اخرج الحروف اخرجھا علی الصحیحۃ لا یکرہ ان یکون اما عاھا کذا فی المحيط رہا یہ کہ کوئی کراہت بھی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ان کا رکنا اتنی دیر نہ ہوتا جس میں ایک رکنا ادا کر لیا جائے جب تو کراہت کی کوئی وجہ نہیں اور اگر اتنی دیر ہو تو اگرچہ بوجہ سہو۔ اس قدر سکوت موجب سجدہ سہو ہے اور بلا عذر کراہت تحریم کما یظہر من التثویر والدوا الغنیہ ورد المختار اور اگر ان کا رکنا بعد ہے جس طرح جما ہی یا چھینک یا کھانسی وغیرہا اعذار کے باعث بعض اوقات سکوت بقدر ادائے رکنا ہو جاتا ہے تو ظاہر یہاں وہ حکم نہیں ہاں اس میں شک نہیں کہ ان کا غیر ان سے اولیٰ ہے جبکہ سبب حاضرین سے علم باحکام طہارت نماز نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳) نشہ جو ہمارے محاذہ میں سکرو تغیر دونوں کو عام ہے اور بعض حدیث دونوں حرام اُس کے یہی معنی نہیں کہ زمین و آسمان یا مرد و عورت میں امتیاز نہ رہے یہ تو اُس کی انتہا ہے اور نشہ کی ابتدا انتہا دونوں حرمت میں یکساں پس اگر اس افیون کے سبب کچھ بھی اس کی عقل میں فتور یا حواس میں اختلال پیدا ہوتا ہو تو کسی وقت بینک آتی ہو بیٹھے بیٹھے ہونگھ جاتا ہو یا کسی وقت گردن ڈھلتے یا آنکھیں چڑھ جاتیں اُن میں لال ڈورے پڑتے ہوں جسے یہ لوگ اپنی اصطلاح میں کیف و سرور کہتے ہیں تو یہ بے صورتیں حرام ہیں اور ان کا مرتکب فاسق اور اس کے پیچھے نماز مکروہہ بلکہ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ جس دن کھائے جمائیاں آئیں اعضا شکنی ہو دوران سر ہوتا ہم حرمت میں شک نہیں کہ ترک پر خمار پیدا ہونا صاف بتا رہا ہے کہ استعمال بطور دوا نہیں نفس اس کا خوگر ہو گیا ہے اور بلا غرض مرض اپنی طلب و شوق سے اُسے مانگتا ہے اور یہ صورت خود ناجائز ہے اگرچہ نشہ نہ ہو بلکہ حقیقتہً یہ حالت اُسی کو پیدا ہوگی جس دماغ میں افیون اپنا عمل ناجائز کرتی ہو ورنہ مجرب دوا کا ترک خمار نہیں لاتا ہاں اگر ان سب حالتوں سے پاک ہے اور واقعی صرف حالت مرض میں بقصد دوا اتنی قلیل مقدار پر استعمال کرتا ہے کہ نہ اس کے کھانے سے سرور آتا ہے اور نہ چھوڑنے سے غم تو اس کے پیچھے نماز مکروہہ نہیں رد المختار میں ہے البنج والا فیون استعمال الکثیر المسکوم نہ حرام مطلقا واما قلیل فان کان للہو حرم و

ان للتداوی فلا انھی ملقطا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۴ صفر المظفر ۱۳۱۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے ایک زمین اپنی بنام مسجد وقف کی ایک نانے تک ہتھم مسجد کے قبضہ میں رہی اور کراہ مسجد میں خرچ ہوتا رہا پھر باغوالے بعض ہنود زید نے ایک کچری میں کرایہ دار پر خود کرایہ پانے کا دعویٰ کیا ہتھم مسجد جس کے تعلق اس زمین کا ہتھم تھا اور وہی مسجد کا امام ہے مسجد کے نام کے کرایہ نامہ وغیرہ کاغذات اس کے پاس تھے اس کچری میں موافق مسجد رہا کہ دعویٰ خارج ہوا زید نے پھر دوسری کچری میں دعویٰ مالکیت کیا اب وہ ہتھم زید سے مل گیا مقدمہ کی پیروی نہ کی نہ مسجد کی طرف سے کاغذات ثبوت پیش کئے عدم پیروی کی وجہ مقدمہ خلافت مسجد بخیر ہو مسلمانوں نے مسجد کی طرف سے اپیل کیا اس کچری میں کاغذات سے ہتھم نے صاف انکار کر دیا کہ زمین قبضہ مسجد سے نکل گئی اس صورت میں ہتھم مذکور مسجد کا ہتھم یا امام رکھے جانے کے قابل ہے یا نہیں اسے امام مقرر کرنا کیسا ہے اور اب کہ مسلمان اس کی اس حرکت کے باعث ناراض ہیں اسے امام بننا کیسا ہے۔ بینوا تو جو را

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ ہتھم خائن مجرم فاسق ہے اسے ہتھم رکھنا حرام امام بنانا گناہ اسے امام بنانا جائز اگر امامت کرے گا اس کی نماز قبول نہ ہوگی درمختار میں یزاع وجوباً بوازیہ لولا لواقف درہم فغیرہ اولیٰ غیر مامون غنیہ میں ہے لوقد موافقاً ساقیا ثمنون رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی من ام قومادھملہ کارھون ایک وہ جسکی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کی امامت سے راضی نہ ہوں یعنی جبکہ یہ ناراضی اس میں کسی نقص شرعی کی وجہ سے ہو جیسا کہ یہاں ہے کما فی الدر وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازبوندیاضلع بریل غرہ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ جو شخص رشوت لیتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور جو شخص اپنی زوجہ کو باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا اور پردہ نہیں کرتا اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

رشوت لینا حرام ہے اور رشوت لینے والے کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے اور اگر عورت بے شرکلتی ہے جیسے بلاد ہند یہ کے ننگے کپڑے اور شوہر اس کا باوصف اطلاع و قدرت باز نہیں رکھتا تو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ درجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازپہلی بحیت محلہ منیر خاں مرسلہ مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

میں بعد فرض ظہر و مغرب و عشا کے سلام پھیرتے ہی یمین یا یسار کی جانب رخ کر کے اللھم انت السلام ومنک السلام ثم کھڑے ہو کر پڑھا کرتا ہوں مولوی حبیب الرحمن سہارنپوری نے مجھ سے کہا کہ فقہا بعد ان فرضوں کے جن کے بعد تطوع ہے ترک استقبال قبلہ کو منع لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان فرضوں کے بعد اسی بیات پر ہے اور فوراً تطوع میں مصروف رہے اس پر غلیل الرحمن نے یہ کہا کہ تعامل حرمین میں بھی دلیل ہی ہے میں نے کتابوں میں دیکھا تو کہیں مانعت ذلی صرف اتنا ملا کہ جن فرضوں کے بعد تطوع ہے مقدار اللھم انت السلام سے زیادہ توقف

ذکرے اس مسئلہ میں جو حضور کے نزدیک صواب ہوا فادہ فرمائیے تاکہ میں اُس کے مطابق عمل کروں بلکہ مناسب تو یہ ہوگا کہ عربی عبارت میں بطور اختصار اس کو قلمبند فرمائیے۔

الجواب

الحمد لله وحده السنة المتوارثة للامام من لدن امام الانام سيد الرسل الكرام عليه وعليهم افضل الصلاة والسلام هو الاضواء من القبلة من اراد مكثا ما بعد السلام كل الصلوات في ذلك متساوية الاقدام وصرح بذلك وبكراهة بقائه مستقبل القبلة بعد التمام غير واحد من العلماء العظام فالحق محكم وما زعم مخالفكم فقد افترى فيه على الفقهاء الفخام قال المولى المحقق محمد بن محمد بن محمد الشهير بابن امير الحاج في الحلية شرح المذنية ناقلا عن الذخيرة اذا كان فرغ الامام من صلاته اجمعوا على انه لا يمكث في مكانه مستقبل القبلة سائر الصلوات في ذلك على السواء قال وقد صرح غير واحد بان يكره له ذلك ام وقد اخرج الامام ابوداود في سننه والحاكم في المستدرک عن ابی رزمة رضي الله تعالى عنه قال صليت هذه الصلاة او مثل هذه الصلاة مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال وكان ابوبكر وعمر يقومان في الصف المتقدم عن الامام وكان رجلا قد شهد التكبيرة الاولى من الصلاة يشفع فوثب اليه عمر فاخذ بمنكبيه فهزه ثم قال اجلس فانه لم يهلك اهل الكتاب الا انهم لم يكن بين صلاتهم فصل فرغ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بصره فقال اصاب الله بك يا بن الخطاب قلت فهذا الضرع صاحب الشريعة صلى الله تعالى عليه وسلم في ان قتاله عن القبلة بعد صلاة يتبعها تطوع فلا وجه للنهي عنه وان خص بعض كراهة المكث مستقبلا بما لا تقوى بعده كما في الغنية عن الخلاصة والله سبحانه وتعالى اعلم

مسئلہ - از تحصیل جل گاؤں جامود ضلع آندھرا ملک برار مرسلہ حاجی شیخ عبدالرحیم ولد تاج مخیر صاحب ۲۱ ربيع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مبروص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں یعنی جس کا تمام جسم عارضہ برص سے سفید ہو گیا ہو اس کی امامت کے لیے کیا حکم ہے اور اس ملک کن میں اکثر لوگ ماہ محرم الحرام میں سواری اپنے مکان پر بٹھالینے ہیں اور اس کو نعل صاحبہ کی سواری کہتے ہیں اکثر لوگ اس سے سنتیں مانگتے ہیں اور بچہ ہا واد غیرہ بہت کچھ چڑھاتے ہیں کیا ایسے شخص کے پیچھے جو اپنے مکان پر سواری بٹھائے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے فی الدال المختار تذکرہ خلف ابرص شلع برصہ سواری مذکور بٹھانا اور اس سے سنتیں مانگنا بدعت چال ہے کہ فرض عقیدہ یا فسق عمل سے خالی نہیں اور اہل بدعت و فسق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے فی رد المختار الفاسق کا لمبتدع تذکرہ امامتہ بكل حال الخ والله تعالى اعلم

مسئلہ - از بیداویں مدرسه قادریہ ۶ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرمایا ہے شرع مطہر نے اس مسئلہ میں کہ بخشش و لد الحرام المؤمن کی ہوگی یا نہیں اور بشرط قابلیت امامت کے نمازیں امام بنایا جائیگا

یا نہیں اور طریقہ از روئے قواعد طریقت کے بانسبت اور مرتبہ عرفان پاسکتا ہے یا نہیں اور اختلاف اس کا طریقہ جائز ہے یا نہیں یعنی شیخ اپنے کا در صورت حصول قابلیت جانشین ہو سکتا ہے یا نہیں اور شیخ کو سند خلافت اُس کو دینا جائز ہوگا یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

ہر مومن جس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور مومن عند اللہ وہی قابل مغفرت ہے اور اُس کا انجام یقیناً جنت کما نطقت بہ النصوص اجمعت علیہ علماء السنۃ والجماعۃ ولد الزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے جبکہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت و نماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو فی الدار المختارہ امامتہ عبد و اعرابی و ولد الزنا الی قولہ الا ان یكون اعلو القوم پھر بھی اس صورت میں ہے کہ دوسرا قابل امامت موجود ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائق امامت ہے تو اُسے امام بنا نا واجب ہوگا مرتبہ عرفان اہل حق کے نزدیک ہی ہے واللہ یختص برحمۃ من یشاء ولد الزنا پر خود اس گناہ کا الزام نہیں الزام زانی اور زانیہ پر ہے وقد سئل سید الطائفہ جنید البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہل یزنی العارف فاطرف ملیا شر قال وکان امر اللہ قد را مقدرا اس کا اختلاف جبکہ وہ اس کا اہل ہو نظر شیخ عارف بصیر پر ہے اگر مصلحت دیکھے تو ممنوع نہیں اگر حال اس کا مشہور اور عامہ خلافت اُس سے نفور ہوں اور سمجھے کہ وارد دعوت الی اللہ اور ہدایہ خلق اللہ سبب تفرقناں منتظم ہوگا تو احتراز فرمائے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک بی بی زینب غیر منکوحہ اور دو بیبیاں صغریٰ و کبریٰ منکوحہ ہیں زید عرصہ آٹھ سال سے بی بی زینب غیر منکوحہ سے بلا لحاظ و پاس اس کی عدم منکوحیت اور بلا شرم و حجاب اپنے ہمسردوں اور بچپنوں کے مباشرت اور ہم صحبت رہتا ہے اس صورت میں زید کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

اگر اس کا زانی ہونا ثابت و تحقق ہو جب تو اُسے امام بنانے کی ہرگز اجازت نہیں کہ زانی فاسق ہے اور فاسق کو امام کرنا منع ہے غنیہ میں ہے لو قد موافقا یا ثمن بناء علی ان الکراۃ تقدیمہ کراۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ و تساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ و فعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی ہنقہ اور اگر وہ لوگوں میں عام طور پر زانی مشہور ہو جب بھی اس کے امام بنانے سے احتراز چاہیے کہ اس صورت میں لوگ اس کی امامت سے نفرت کریں گے یہ امر باعث تقییل جماعت ہوگا کہ مقاصد شرع کے خلاف ہے کما کہو امامتہ ولد الزنا لاجل ذلک وان لم یکن الا نغمۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ازگور کھپور محلہ شاہ معروف، مکان مولوی محمد سعید العاقیہ محمد عبدالقیوم صاحب مرحوم ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۳۵۷ ہجری میں برے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں حیث لا مانع ہاں غیر مبرا کہ مرجحات راجحات امامت میں برے سے کم نہ ہو افضل و اولیٰ ہے کہ نماز میں جس طرح حفظ طہارت بدن و ثوب و مصلیٰ و تصحیح جہت قبلہ کے لئے حارہ بصر کی حاجت ہوتی ہے جس کے سبب بینا کو اندھے بلکہ ضعیف البصر پر تہجد دی گئی

فی الدرر لیکہ امامۃ الاعلیٰ ونحوہ الاعشیٰ غری فی رد المحتار ہو سخی البصر لیلادھا را قاموس فہذا ذکرہ فی النہج بحثا اخذنا
من تعلیل الاعشی بانہ لا یتوقی الجحاستہ یول ہی حاسہ سمع کی بھی ضرورت پڑتی ہے اگرچہ نہ دوا مگر نادر بھی نہیں کہ انسان سے نسیان نادر
نہیں اور وقت سہو امام اصلاح مقتدیوں کے بتانے سے ہوتی ہے اور وہ سمع پر موقوف جب اس کا حس سامعہ موقوف ہے تو ان صورتوں کا
وقوع متوقع جن میں اس کے نہ سننے کے سبب نماز فاسد یا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو جائے مثلاً قعدہ آخرہ چھوڑ کر اٹھا مقتدیوں کا بتانا نہ سنا
زائد کا سجدہ کر لیا فرض باطل ہو گئے یا ادلی چھوڑا اور بتانے پر مطلع نہ ہو کر سلام پھیر دیا سجدہ سو کے لیے بتایا گیا تو سمجھا کہ کوئی کچھ بات کرتا ہے تکلم
کر بیٹھا نماز بوجہ ترک واجب واجب الاعادہ رہی یا قرأت میں وہ غلطی کی جس سے معنی میں تغیر اور نماز میں فساد ہو فوج مقتدین سن کر صحیح کارادہ کر لیتا
تو اصلاح ہو جاتی علی ما ذکر فی الحلیۃ من احد قولین وهو لا یسرا الامر فی کمالا یخفی اس نے نہ سنا اور نماز فاسد کر لی الی غیر ذلک من
وجوہ کثیرہ تو امامت کے لیے اصلح و ادلی وہی ہے جو وجوہ نقص سے خالی ہو لاجرم امام زمینی نے تبیین الحقائق میں فرمایا کل من کان
اکمل فہو افضل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ایک شخص کر یہ صورت اور برابر ہے دوسرا شخص کلام شریف اس سے اچھا پڑھتا ہے اور کر یہ الصوت نہیں ہے اور برابر بھی
نہیں ہے یعنی جو اس خمسہ اس کے صحیح ہیں تو بحالت مساوی العلم ہونے کے ان دونوں میں شرعا مرجح لائق امامت کون ہو سکتا ہے۔ بینوا
بالبراہین والکتاب توجروا یوم الحساب۔

ترجیح

اگر اس شخص کے اس سے قرآن مجید اچھا پڑھنے سے مراد کہ یہ حروف مخارج سے صحیح ادا کرتا ہے اور وہ نہیں جیسے آج کل عالمگیر و با
پھیلی ہے ا۔ ع۔ ہ۔ ح۔ ت۔ ط۔ ث۔ س۔ ص۔ ذ۔ ز۔ ظ میں تیز نہیں کہتے جب تو اس ہرے کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی اگر با وصف
قدرت کے سیکھے تو ادا کر سکے مگر نہ سیکھا غلط پڑھتا ہے جب تو نہ اس کی اپنی نماز ہوئی نہ اس کے پیچھے کسی دوسرے کی اور اگر عاجز ہے جیسے تو تلامذہ وغیرہ
تو اس کی اپنی ہو جائے گی جبکہ کسی صحیح خواں کے پیچھے اقتداء نہ پاسکے نہ ایسی کوئی آیت ملے جسے وہ صحیح پڑھ سکے اور یہ دونوں بہت نادر ہیں تاہم
صحیح مذہب پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے کسی طرح صحیح نہیں کماحقہ فہما فی فتاویٰ در مختار لا یصح صلاۃ اذا امكنہ الاقتداء بمن
یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض مما لا یلغ فیہ هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالغ وکذا من لا یقدر علی التلفظ
محرف من الحروف خیرہ وغیرہ میں ہے الواجح المقتفی بہ عدم صحۃ امامۃ الالغ لغیرہ معن لیس بہ اللغة اور اگر معنی کر صحیح وہ بھی
پڑھتا ہے مگر اس کی قرأت و تجوید اس سے بہتر ہے تو اس صورت میں اگر اس کی کراہت اس حد تک ہے کہ لوگوں کو نفرت پیدا کرے تو
اس کی امامت مکروہ ہے فان من المسائل کراہۃ الامام مفرغۃ علی هذا الاصل وهو ان من کان فیہ تغیر الناس وقلة غنم
فامامۃ مکروہۃ کولد بغی و ابرص شاع برصہ وغیرہما ولہذا تبیین میں فرمایا کل من کان اکمل فہو افضل لان المقصود
کثرة الجماعۃ ورغبۃ الناس فیہ اکثر اور اگر یہ بھی نہیں تاہم بحالت تساوی علم یہ غیر برابر اس سے احق و ادلی ہے اولاً تجوید قرأت میں
اس سے زائد ہے در مختار میں ہے الاحق بالامامۃ تقدیم بالانصاف الا علمہما حکام الصلوۃ ثم الاحسن تلامذہ و تجوید للقرآن

ثانیاً اُس کا بہرہ ہونا بھی اس کی ترجیح کی ایک وجہ ہے کما بینا فی المسئلہ الاولی ثالثاً نسبت اسکے خوش آوازی اور زیادہ موید ہے و لہذا وہ بھی مرجحات امامت سے شمار کی گئی نوراً لایضاح مرقی الفلاح میں ہے ثم الاحسن صوتاً للرجبة فی سماعہ للخصوع لوکل اگر اسکے ہوتے ہوئے اُس بہرے کو امام کریں گے شرعاً بڑا کریں گے درمختار میں ہے لوقد مواعید الاولی ساء وابلان ثم والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازبراہم پورا ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایفونی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور اگر اس نماز کے پھیرنے کا حکم ہو تو نقطہ ظہر و عشا کی پھیری جائے گی یا فجر و عصر و مغرب کی بھی اور ایفونی کھانی کیسی ہے ایفونی فاسق و مستحق عذاب ہے یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے صحیح حدیث میں ہے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکرو مفتر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر چیز کو نشہ لائے اور ہر چیز کو عقل میں فوراً لے حرام فرمائی رواۃ الامام احمد و ابوداود عن امر المؤمنین ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح۔ اگر ایفونی بینک کے زور میں ہو جب تو اُس کی خود نماز باطل اور اُس کے پیچھے اردوں کی بھی محض باطل - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکرى حتی تعلموا ما تقولون اور اگر ہوش میں ہو جب بھی اُس کے پیچھے نماز ممنوع ہے لان الصلوۃ خلف الفاسق تکرہ کراہۃ تحریم کما حققہ فی الغنیۃ وغیرہا اگر پڑھ لی ہو تو نماز پھیرنی ضرور ہے اگرچہ فجر خواہ عصر خواہ مغرب کا وقت ہو فان کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ تحریم تعدد وجوباً کما فی الدرر وغیرہ بل وکذا علی قول من قال بالتزہ فان الاعسارۃ اکمال لا تنقل کما لا یخفی واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کلتہ مسجد و ہرم تلامسہ حافظ محمد عظیم صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ

تسلیم بصدت کریم کے بعد خدمت عالی میں عرض رساں ہوں آپ کے اوصاف حمیدہ کی تحریر سے بندہ قاصر ہے جناب کے خدمت میں نہ عرض کے لائق نہ طاقت چونکہ اس وقت ایک فتویٰ پر آپ کے دستخط اور ہر کی اشد ضرورت ہوئی خدمت عالی میں عرض رسا ہوں کہ عند اللہ وعند الرسول اپنے خاص دستخط اور ہر سے زینت بخشیں اس عاجز کو آپ کی قدیم بیوی کی ازمدت تناسل ہے دعا فرمائیں فتویٰ یہ ہے: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندر میں کہ بائمت کد ام شخص ادلی است وائمت حرامزادہ مکروہ تحریمی است یا نہ وائمت شخص بدپنداشتہ قوم مکروہ تحریمی است یا چہ و اگر کئے در مسجد از امام حی افضل باشد بائمت کد ام ادلی است - بینوا توجروا

الجواب

(۱) ہر کہ عالم تر در سنت نماز بود در امامت آن ادلی است پس از آن اقرأ ثم ادع ثم عمراست کما فی الہدایۃ والعلمگیریۃ وملقی البحر وجامع الرموز (۲) امامت حرامزادہ مکروہ تحریمی است لہذا فی الہدایۃ بکرة تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والاعسی وولد الزنا لانه لیس لہ اب یشفقہ فیغلب علیہ الجہل ولان فی تقدیم ہولاء تنفییر الجماعۃ فیکروہ فی العلمگیریۃ ویجوز امامۃ الاعرابی والاعسی والعبد وولد الزنا والفاسق کذا فی الخلاصۃ الا انها تکرہ فی شرح الوقایۃ امامۃ بندہ و

اس ابنی و فاسق و اعمی و مبتدع و ولد الزنا جائز بود مکررہ باشد و فی جامع الرموز فان امر عبد او امر ابنی او فاسق و اعمی او مبتدع و ولد الزنا (ای ولد یحصل من حرام لعینہ) کرہ و فی ملتقى الابحی نکرہ امامتہ العبد و الاعرابی و الاعمی و الفاسق و المبتدع و ولد الزنا الخ (۳) اگر بدینداشتن بیاعت امر شرعی باشد امامت شخص بدینداشته قوم مکروه تحریمی است لہذا فی العلمگیریہ وقاضی خان رجل امر قوما و ہم لہ کارہون فان كانت الکراہۃ لفساد فیہ اولاً فہم احق بالامامۃ منکرہ لہ ذلک (۴) امامت امام حمی اولی بود اگرچہ غیرش در مسجد افضل است لہذا فی العلمگیریہ دخل مسجد امن ہو اولی بالامامۃ من امام المسجد فامام المحلۃ اولی و فی المصیۃ لو دخل فی المسجد من ہو اولی بالامامۃ فامام المحلۃ اولی ہکذا حکم الکتاب والیہ المرجع والمآب واللہ اعلم بالصواب المستخرج المذنب ابو نعیم محمد نفی عفی عنہ اسلام آبادی۔ المحیب المصیب فقیر محمد امانت افشاری پوری۔ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ اصاب من اجاب محمد قادر بخش سسرانی عفی عنہ۔ صحیح من اجاب حرر الفقیر ابو البرکات غازی پوری۔ مافیہ حق امام الدین عفی عنہ۔

الجواب

اولی بامامت کسے است کہ مسائل نماز و طہارت و اناتراست در تنویر الحق بالامامۃ العلم باحکام الصلاۃ در در مختار است بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ در رد المحتار از کافی وغیرہ است العلم بالسنتہ اولی الا ان یطعن علیہ فی دینہ

جواب سوال دوم دینچنین غلام و دہقان و کور اگر در حاضرین غیریان کسے صالح امامت نیست خود واجب بود تقدیم اینان زیرا کہ اگر جماعت از دست رود واجب فوت شود و ایس ناروا بود اگر دیگرے نیز حاضر است اما اینان در علم مسائل نماز و طہارت برو رجحان و زیادت دارند ہم اینان احق و اولی بامامت باشند چہ جائے کہ امامت بلکہ کراہت در تقدیم دیگرے باشد کہ کمتر از ایشان است آرسے اگر آں دیگر از ایشان دانا تر یا ہر دو در علم مذکور ہمسو و برابر اند آں گاہ امامت ایشان مکروه باشد و از مکروهے تشریحی نہیں نیست یعنی خلاف اولی است و اگر امام نایند روا باشد و پاک ندارد در تنویر الابصار و در مختار است یکوہ تنزیح امامتہ عبد و اعرابی و اعمی الا ان یکون غیر الفاسق و اعلم القوم فہو اولی (و ولد الزنا) ہذا ان وجد غیرہم فلا کراہۃ بحیثی۔ در بحر الرائق از مجتبی شرح قدوری و معراج الدرایہ شرح ہدایہ است ہذا الکراہۃ تنزیحیہ لقولہ فی الاصل امامتہ غیرہم احب الی ہمدردان باز در فتاویٰ اسعدیہ وغیرہ است فالاصل انہ یکوہ لہولاء التقدیم و یکوہ الاقتداء بجمہ کراہۃ تنزیحیہ ان وجد غیرہم والا فلا کراہۃ در رد المحتار از اختیار شرح مختار و شرح الملتقى للہنسی و شرح در البحار است لو عد مت ای علۃ الکراہۃ بان کان الاعرابی افضل من الحضوی و العبد من الحر و ولد الزنا من ولد الرشداً و الاعمی من البصیر فالحکم بالصد در جامع الرموز است فان امر عبد او اعرابی او ولد الزنا کرہ ذلک کراہۃ تنزیحیہ و فی الاختیار لو کانوا افضل من صدہم فالحکم بالصد در خانہ است تمجوز امامتہ الاعرابی و الاعمی و العبد و ولد الزنا وغیرہم اولی در شرح نقایہ علامہ بر جندی است المراد بالکراہۃ المتزنیۃ علی ما صحیح بہ فی الزہدی و رعاشیہ دروغ زر للعلامة الشرنبلالی است و کرہ امامتہ ولد الزنا قول الکراہۃ

تنزیہیہ کما فی البحر حاشیہ علامہ سید احمد طحاوی بر مرقی الفلاح از شرح علامہ سید محمد ازہری از علامہ سید احمد حموی است کراہۃ
الافتداء بالعبد وما عطف علیہ تنزیہیہ ان وجد غیرہم والا فلا با وصف این تصریحات جلیبہ بکراہت تحریم چنانکہ از دو ملایان گنگوہی وغاری پوری برخلاف رشد امامت سرزده باطل محض است واصلہ ندارد و کما اغترابا بطلاق الکراہۃ فی الہدایۃ
و غیرہا جاہلین بما صرح بہ الشراح فی خصوص المسالۃ و غیرہا من ان حمل المطلق علی المنع غیر کلبی بل کثیرا ما یطلقون
و المراد خصوص التنزیہ و ربما یطلقون المقصود الاعم اعنی ما یشتمل النوعین الاتری انہم لیسردون مکروہات الصلاۃ
سر داوید خلون الکل تحت قولہم مکروہ و فیہا من کلا النوعین و لذا قال فی الدر المختار ہذہ قعمہ التنزیہیہ الی مرجعہ
خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان نہی اظنی الثبوت و لا صاف فتحریمیۃ و الا فتنزیہیہ اہ قال الشامی نقل عن البحر
المکروہ تنزیہا مرجعہ الی ما ترکہ اولی و کثیرا ما یطلقونہ کما ذکرہ فی الحلیۃ فحینئذ اذا ذکرہا مکروہا فلا بد من النظر
فی دلیلہ الخ جواب سوال سوم کراہت قوم اگر بلا وجہ شرعی است چنانکہ امامت عالمی صالح را بسبب بعض منازعات دنیویہ خودشان
مکروہ دارند یا امامت عبد داعی و امثالہا را بانکہ افضل و اعلم قوم باشند بدیندازند نگاہ کراہت ایشان باشد و حق امامت اثری ندارد
و اگر بوجہ شرعی است چنانکہ امام فاسق یا مبتدع است با جال عدم علیت یکے از اربعہ مذکورین اعنی عبد و اعیانی و ولد الزنا و داعی است یا
آنکہ در قوم کسیست بوجہ مرجحات شرعیہ مثل زیادت علم و جودت قرأت و غیر بہا حق و اولی از دست دین حالت ہجرت کس را با وصف مکروہ
داشتن قوم با امامت پیش رفتن ممنوع و مکروہ تحریمی است در متن محقق غری و شرح مدقق علائی است و لو امر قوما و ہم لہ کارہون
ان الکراہۃ لفساد فیہ اولا انہم احق بالامامت منہ کمرہ لہ ذلک تحویما لحديث ابوداؤد ولا یقبل اللہ صلاۃ من
تقدم قوما و لہم لہ کارہون وان ہوا حق لا و الکراہۃ علیہم در مرقی الفلاح علامہ شرنبلالی از کتاب التہنئیس و المزید للامام
صاحب الہدایہ است۔ لو امر قوما و ہم لہ کارہون فهو علی ثلثۃ اوجہ ان کانت الکراہۃ لفساد فیہ او کانوا حق بالامامۃ منہ
یکرہ وان کان ہوا حق بہا منہم ولا فساد فیہ ومع ہذا لیکرہ لایکرہ لہ المقدم لان الجاہل و الفاسق یکرہ العالم و الصالح
اقول تحقیق مقام آنست کہ ایجاد و چیز است یکے فعل آنکس کہ بخودی خود بنا گواری قوم پیش رفت و ایشان را مکروہانہ بر افتدائے خود داشت
دوم نماز و ایس او علما کہ در صورت مذکورہ حکم بکراہت تحریم فرمودہ اند بر اطلاق خودش ناظر بہ اول است یعنی آنکس را این چنین کردن روا نیست اگر
میکند گنہگار می شود و نماز خود او خالی از ثواب رود و ہذا معنی قولہم کمرہ لہ ذلک و یکرہ لا تقدم و امثالی پس تابع آن وجہ شرعی است کہ در آنکس
خاصل و اینان را بوجہ حق بر کراہت حامل است کما عندناہ بعضہ آن وجہ اگر در نماز موجب کراہت تحریم است کالمنع و البدن و غیرہما
نماز نیز مکروہ تحریمی باشد و نہ مجرد تنزیہی کما فی العبد و نظرائہ الاتری انہم یصحون بکراہۃ امامتہ ہولاء تنزیہا و یرسلون
ذلک ارسالا ولا یقیدونہ بقدمہم برضی القوم بل یعللونہ بان فیہ تنفیذ الجماعۃ و انما النفرة تنشوعن کراہتہم ذلک
فذل ان الصلاۃ لا تکرہ الا تنزیہا وان کان التقدم مکروہا لہ تحویلا لانہم لہ کارہون و لو ان التنزیہ کان مقیدا برضاہم
حق لو کرہوا کرہت الصلاۃ ایضا تحییما لکانت کراہتہم الی نشأت عن وجہ شرعی ایضا عائذۃ علیہم بالوہاب حیث

وقعتہم فی الزکاب ما ثم لم یکن لولم تکن وهو کما توی وانما العود علیہم فی کراہۃ لایمن مستند صحیح کما علمت بالجملہ موجب کراہت دوگونہ است یکے ذاتی کہ خود در آنکس وجہ باشد کہ شرعاً امامت او مطلقاً یا در جماعت حاضرہ ممنوع یا خلاف اولی بود چنانکہ امتدادش گزشت دوم خارجی و آن مکروہ پنداشتن قوم است مرقدہم او را باز ذاتی بر دو صنف است یکے بحق الشرع چون فسق و ابتداء و جہل دوم بحق الخیر چون حضور صاحب البیت یا امام الہی یا قاضی یا سلطان کہ خلوا اینکس از مرتبہ کہ دیگرے دارد حاصل بر کراہت شد ازین بود ذاتی است و وجہ او مراعات حق غیر است پس گو یا این صنف بزرخ است میان ذاتی و خارجی و نسبت میان اینہا معنی ہر دو قسم تقسیم اول عموم و خصوص من وجہ است جائے ذاتی یافتہ شود نہ خارجی چون رضائے قوم بتقدیم غلامے عامی وجائے بالعکس چون کراہت قوم بتقدیم علیہ لقی را بعد اوت نفسانی وجاہا ہم آیند و تاثیر ذاتی نفس نماز است و اثر خارجی بر ذات امام یا قوم نہ بر نماز و وقوع اثرش بر امام مشروط بوجود اول است ورنہ خود رقوم باز کرد و بخلاف اول کہ تاثیرش در نماز موقوف بر وجہ ثانی نیست اگر قوم بتقدیم فاسق و ولد الزنا جاہل راضی شوند نماز از کراہت بری نشود بچنان اگر یہما ناں رضائے خود شال یکے از ایشان را با امامت برگزید بے رضائے صاحب فاذا کراہت نہ رود و حکم اول ممنوع بتحریم و تنزیہ است و حکم دوم در حق امام دائم تحریم و دامن دفع میشود رضائے قوم از تقاضا العلۃ بخلاف اول کہ در صنف اول اورضائے و عدم رضائے کسے را دخل نیست لکن حق الشرع المظہر آرے در صنف ثانی رضائے صاحب حق نافی کراہت شود گو رضائے دیگران نباشد لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاباذنہ فی رد المختار عن اللہ تاخانیۃ اضیاف فی دار یرید ان یتقدّم احدہم ینفی ان یتقدّم المالك فان قدّم واحد امنہم لعلمہ سوکبرہ فہو افضل الخ اغتئمہ هذا التحییر فلعلک لا تجدد ہذا التحییر غیر ہذا التحییر پس اعمی مثلاً اعلم قوم نباشد دوم ہم بتقدیم اوراضی نے نگاہ تقدیم مراد از مکروہ تحریمی بود و نماز پس او مکروہ تحریمی و اگر قوم بتقدیم اوراضی کراہت اولی مرتفع شود ثانیہ باقی و اگر اعلم قوم است پس بحال رضائے قوم ہیج کراہت نیست و حال کراہت خود بر کار ہیں است و امام و امامت بری مثله فی ذاک نظائرۃ الثلاثۃ علی ما بحث فی البحر و اختار فی الدر و قد ثبت منصوصاً فی الاختیار و غیرہ کما مر و ان خالفہ فی النہر فلیس مع النص لاحد مقال واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال جواب سوال چہارم اگر امام الہی از وجہ دخل خالی است ہموں اولی است مگر در حضرت سلطان سلیم و قاضی شرح دولی اسلام کہ اینہا را بر تقدیم است فی الدر المختار اعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقاً الا ان یکون معہ سلطان او قاضی فیکدم علیہ لعمومہ ولا یتھما و صرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب انہ قال العلامة الطحطاوی فی حاشیۃ المراقی قال فی النہایۃ هذا فی الزمن الماضي لان الولاۃ كانوا علماء و غالبہم كانوا صلحاء و اما فی زماننا فاکثر الولاۃ ظلمۃ بجلۃ اہ و رأیتنی کتبت علی ہامشہ ما قصہ **اقول** نعم و لکن المفسنۃ اکبر من المقتل بل ان رضا بتقدیم غیرہم فلا کلام و ان کاذا علماء صلحاء کما اذا اذن صاحب البیت لغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم اہ ما کتبت علیہ واللہ معہم و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مرسلہ حافظ مولوی امیر الشرح صاحب مہربان علیہ السلام ہجری

کیا فرمائے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خط قرآن شریف کیا اور عمر اس کی تقریباً ۱۵ برس کے سبب یعنی ۳۴ ماہ مکہ میں اور احقر

نہ ہونا ظاہر کرتا ہے وللاکثر حکم اکل حد یمنغ میں داخل ہو کر امامت تراویح بغرض ختم رجال کی کر سکتا ہے اور بالغین کی در صورت عدم بلوغ امامت تراویح کر سکتا ہے مثلاً زید مذکور کے ولی نے کسی حافظ بالغ کو نوکر رکھا اور بعد کو کہا کہ اس نابالغ کا قرآن شریف تراویح میں سن اس لپیٹنے بوجہ اقتدا اس نابالغ کے قصد کیا کہ میں تراویح کا اعادہ کروں گا اس جملہ سے اس فاعل پر کوئی کراہت ہے یا نہیں اکثر نابالغین امامت تراویح حسب تجویز مشائخ بلخ کرتے ہیں در صورت عدم جواز کیا ان کا حکم یعنی ان رجال کا جو تراویح باقتدائے نابالغ ادا کریں اعادہ ہے یا نہیں در صورت اعادہ ان پر کوئی اسارت ہے یا نہیں خصوصاً یہ مقتدی حافظ ہو کر جماعت نابالغ کرے بوجہ استاد ہونے کے اور اعادہ کرے تو اس پر کیا حجت جنت

الجواب

جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وہ احتلام ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں قول اس کا واجب القبول ہے اور تحدیدات میں وللاکثر حکم اکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہو جائے اور اگر اس میں بھی حکم بلوغ ہو کہ پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ دہکار ہیں ایک ان بھی کم ہو تو بے اقرار یا ظہور آثار حکم بلوغ نہیں ہو سکتا فی الدار المختار فان لم یوجد فیہا شئ فحنفی یتم اکل منها خمس عشرة سنة بہ یفتی نابالغوں کی امامت تراویح در کنار فرض میں بھی کر سکتا ہے فی رد المحتار وغیرہ بالغین ان کا ذکر تصحیح امامتہ ملئلہ من ذکر وائشی وحنفی مگر بالغوں کی امامت مذہب اصح میں مطلقاً نہیں کر سکتا حتیٰ کہ تراویح و نافلہ میں بھی فی رد المحتار لا یصح اقتداء الرجل بصبی مطلقاً ولو فی نفل علی الاصح ہدایہ میں ہے المختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلمہا اس حافظ بالغ پر اس جیلہ میں برائے مذہب اصح ضرور کراہت ہے لا شتغالہ بما لا یصحہ در مختار میں ہے صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریم لان اشتغال بما لا یصحہ مذہب اصح میں ان بالغین پر اعادہ میں اسارت کیا ہوتی بلکہ ترک اعادہ میں اسارت ہے استاذ وغیرہ اس مذہب اصح میں برابر ہیں ہاں اگر حافظ صحیح خواں سوانا بالغ کے نہ ملتا ہو تو اتباع مشائخ بلخ سنت ختم حاصل کریں فان الاداء علی قول خیر من الترتک مطلقاً در مختار میں ہے الاداء الجائز عند البعض اولی من الترتک کما فی القنیۃ وغیرہا پھر مناسب یہ ہے کہ لمحاظ مذہب اصح اعادہ تراویح کر لیں لیحصل الاحتیاط بالمقدار المیسور واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ زید کی بیوی کچھ روز علیحدہ رہی اب اس نے زید کو چھوڑ کر کبے نکاح کرنا چاہا اور اب ہندہ زید کے پاس جا کر دو چار روز رہی اس سے طلاق نہ لکھو الا انی اس جگہ کے جو صاحب پیش امام ہیں اور وہی قاضی بھی ہیں ان کو طلاق نہ دکھایا پیش امام صاحب نے خود بھی پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھ کر پیش امام صاحب کو سنایا اور سب نے مع مادہ ہندہ پیش امام صاحب سے کہا جب تک عدت کے دن پورے نہ ہوں نکاح نہیں ہو سکتا پیش امام صاحب نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں جانتے ہو ضرور نکاح ہو جائیگا چنانچہ رات کو مولوی صاحب پیش امام نے بکر کے خود گھر جا کر نکاح پڑھ دیا بلکہ ہندہ کی والدہ اس نکاح میں بلانے سے بھی انہیں آئی نکاح طلع نفسانی پڑھایا گیا اور پہلے بھی اس قسم کے دو چار نکاح امام صاحب اور پڑھ چکے ہیں امام صاحب مولوی ہیں اور اکثر اس قسم کے فتویٰ بھی دیتے رہتے ہیں مسجد کے اندر بوجہ پپ ہونے کے پانی کی کثرت ہے بازار اور محلہ کے آدمی اپنے گھروں کے کپڑے دھوتے ہیں پاک ناپاک چھینٹیں مسجد کے گھر سے لے کر فرش مسجد پر پڑتی ہیں دوسرا آدمی کپڑے دھونے والوں کو منع کرتا ہے تو مولوی صاحب منع کرنے والے کو برا کہتے ہیں اور مارنے کو

اُس آدمی کے آمادہ ہوتے ہیں مسجد میں روزمرہ دھوبی گھاٹ رہتا ہے اکثر لوگ مسجد کے اندر خط یعنی حجامت بھی بنواتے ہیں مگر مولوی صاحب کسی کے مانع نہیں آتے دو برس سے مولوی صاحب اس مسجد میں مقرر ہیں چار مہینے اس جگہ رہتے ہیں باقی آٹھ ماہ باہر اور شہروں میں وعظ کتے ہیں اور اپنی اوگھائی کرتے ہیں غرض یہاں سے بھی اپنی تنخواہ سال تمام کی لیتے ہیں جو کوئی ان سے کہتا ہے کہ مولوی صاحب پیچھے آپ کے یہاں پر نماز پڑھانے والا میسر نہیں آتا ہم لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے تو فرماتے ہیں ہم تو ایسے ہی رہیں گے اس مسجد کی تنخواہ میں بشم پر مارتا ہوں اور جن لوگوں کی عورتیں باہر کی پھرنے والی ہیں ان کو مولوی صاحب نماز پڑھانے کی اجازت فرماتے ہیں فقط جواب سے مشرف فرمائیے۔

الجواب

جس شخص کے وہ حالات و عادات و افعال و افعال ہوں وہ بڑا فاسق ہی نہیں بلکہ کھلا گمراہ بد دین ہے عدت کے اندر نکاح ناجائز و حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر خود قرآن عظیم ناطق قال اللہ تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثہ قروء مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُس کو مسجد سے معزول کریں اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز کم از کم سخت مکروہ جب اس کے فسق و بیباکی کی حالت یہ ہے تو کیا اعتبار کہ بے وضو نماز پڑھا دیتا ہو یا جاڑے کے دفوں میں خواہ ویسے ہی نہانے کی کاہلی سے بے نہائے امامت کر لیتا ہو آخر بے غسل کے نماز پڑھنا عدت میں نکاح جائز کر دینے سے زیادہ نہیں ہے غنیہ شرح منیہ میں ہے انھم لو قد موافقا سقیا ثمنون بناء علی ان کر لکھتہ تقدیر یہ کراہت تحریمۃ لعدم اعتنائہ بامور دینہ و تساہلہ فی الایمان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاة و فعل جائز فیہا بل هو الغالب بالنظر الی فسقہ و لذلک تجزأ الصلوۃ خلفہ اصلا عند مالک و هو روایۃ عن احمد اور خود معاملہ نماز میں اُس کی بیباکی اور طہارت نجاست سے بے پرواہی اُسی بیان سے ظاہر جو سائل نے کھٹے کہ ناپاک کپڑے مسجد میں دھونے والوں کو منع نہیں کرتا بلکہ منع کرنے کو بڑا کتا ہے اور لڑنے پر آمادہ ہوتا ہے تو جس کی یہ حالت ہے اُس کے پیچھے نماز کی اصلا اجازت نہیں ہو سکتی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بنا اس محلہ کندی گر ٹولہ مسجد نبی بی راہی متصل شفا خانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۰ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر بنارس میں ایک مسجد متصل کچہری دیوانی جس میں نماز و قیام و جمعہ ہوتا ہے عرصہ دراز سے ایک جلسہ بایکے حاکم ضلع بغرض انہدام مسجد مذکور اہل اسلام نے کیا منجملہ اور باتوں کے بیان کیا گیا کہ مسجد کا کھودنا بمعاضہ مکان دیگر اڑنے کتب فقہ جائز ہے تو یہ مسجد کھود ڈالی جائے بعض اُس کے دوسری مسجد سرکار کی جانب سے تیار کر دی جائے گی حالانکہ مسجد کا کھودنا اڑنے فقہ جائز نہیں ہے عالمگیریہ میں ہے لوکان فی المسجد فی محلۃ ضاقت علی اہلہ ولا یسعہم ان یزید وافیہ فسا لہم بعض الحیران ان یجعلن ذلک المسجد لیدخل ہونی دارہ و یعطیہم مکانا عیضا ما ہو خیر لہم فیسعہ فیہ اہل المحلۃ قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا یسعہم ذلک اُس جلسہ میں بعض وہ بھی شریک تھے جو بنارس کے مولوی صاحب کہلاتے ہیں انہوں نے معلوم نہیں کس غرض سے مسجد مذکور کے کھودنے کے واسطے رائے دی اور دستخط بھی کیے بلکہ مولوی صاحب بوضو سے لوگوں نے دریافت کیا تو مولوی صاحب نے جواب دیا کھودنے کے واسطے رائے دیتا تو کیا بیٹریاں اپنے پیروں میں ڈالتا حالت اکراہ میں تو دو خدا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینا جائز ہیں حالانکہ کسی قسم کا اکراہ حاکم ضلع کی جانب سے نہ تھا صرف اہل اسلام سے امر مذکور الصدر میں رائے طلب کی گئی تھی

مولوی صاحب نے اکراہ کو قطعاً اذوقہ قتل کے ساتھ مقید نہیں کیا اور نہ تو یہ کہ کہا جس کی قید کتب فقہ میں ہے الغرض ایسی ایسی باتیں مولوی صاحب نے بیان کیں جس سے عوام کے گمراہ ہو جانے کا خیال ہے خفیوں پر اکثر طعن بھی مخالفین کے ہونے لگے کہ تمہارے یہاں ایسے ایسے گندے مسائل ہیں مولوی صاحب کو امام نماز کا اذوئے شرع و صلحت بنانا چاہیے یا نہیں۔ بیٹو! بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

یہ شخص نص قطعی قرآن شریف فاسق و فاجر ہے قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن صنع مساجداً لله ان ینکر فیہا اسمہ وسعی فی خواجھا اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو بار نکھے خدا کی مسجدوں کو اُن میں نام خدا لیے جانے سے اور کوشش کرے اُن کی ویرانی میں عذاب اکراہ محض جھوٹا ہے جو کیٹیاں رائے زنی کے لیے مقرر کی جاتی ہیں ہرگز حکام کی طرف سے گلے پر پھری نہیں رکھی جاتی کہ اگر تم نے یوں رائے زنی یوں دی تو قتل کر دیے جاؤ گے یا زبان کاٹ لی جائے گی یا ہاتھ قلم کر دیے جائیں گے بلکہ رائے زنی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص آزادانہ اپنی رائے ظاہر کرے ہاں دنیا پرست جیفہ خورشاد میں اگر دین و ایمان گنوا کر حکام پر جبر و اکراہ کا طوفان اٹھا کر بحیلہ کا ذبہ اکراہ چاہیں مسجد ڈھائیں چاہے خدا و رسول کو گالیاں سنائیں چاہے دو کے آتے تین گائیں وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵ ایسے لوگ نہ عناد لہ معذور ہو سکتے ہیں نہ عندا حکام مجبور۔

باد دل آں سند و مایہ شاد کہ از بہر دنیا دہدیں بباد

خردمند انصاف پسند حاکموں کی نگاہ میں بھی دین فردش نہایت ذلیل و خوار ہوتا ہے کہ جس نے ذرا سی خوشامد کے لیے دین جیسی عزیز چیز کو خیر باد کہی اُس سے جو ہو جائے تھوڑا ہے جس نے ادنیٰ طمع کے واسطے حاکم حقیقی جل جلالہ سے روگردانی کی اُس سے حاکم دنیوی کے ساتھ خیر خواہی کی توقع کیا ہے خسر الدنیا والآخرة ذلک ہوا خسران المبین اور مسئلہ اکراہ میں یوں بے قید الفاظ جو خدا و رسول کی جناب میں مونہ بھر کر اس شخص نے کہے وہ بھی اس کے سوائے ادب و قنوت دین پر دال ہیں شرع مطہر میں خوں جان کے وقت بھی حکم عزیمت یہی ہے کہ کسی طرح اصلاً کلمہ کفر زبان سے نہ نکالے اور رخصت یہ کہ حتی الامکان توریہ کر کے پلوردار بات سے جان بچائے اگر توریہ پر قادر تھا اور اُسے چھوڑ کر صریح کلمہ کفر بولا قطعاً یقیناً کافر ہو جائے گا در مختار میں ہے ان اکروا علی الکفر باللہ تعالیٰ اوسب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقطع او قتل شخص لہ ان ینظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری و قلبہ مطمئن بالایمان وان خطر ببالہ التورۃ ولہ یورکھ دیانۃ وقضاء نوازل و جلالیہ ویوجرو صبر لہ ترکہ الاجراء المحمداً باختصار ایسے شدید فاسق کما فضل الاعمال نماز و مناجات بارگاہ بے نیاز میں اپنا امام بنانا سخت حماقت اور دین میں بے احتیاطی و جرات ہے جب وہ ادنیٰ طمع یا خوشامد کے لیے مسجد ڈھانے کے لیے موجود ہے تو ادنیٰ تکلیف یا کابلی کے باعث بے ہمتی یا بے وضو نماز پڑھاتے اسے کیا گفتا ہے ایسے کو امام بنانے والے گنہگار ہوں گے مسلمانوں کو چاہیے ہرگز ہرگز اُس کے پیچھے نادر پڑھیں اگر نادان فی میں پڑھ لی تو اعادہ کریں غنیہ مخرج منیہ میں ہے لو قد موا فاسقا یا ثمنون بناء علی ان کراہتہ تقدیمہ کراہتہ تھیمہ لعدو معتناتہ باموردینہ وتساهلہ فی الایمان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاحلال ببعض شروط الصلاة وفعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی ہنقہ امام بنانا در کنار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایسے کی صحبت سے دور بھاگو اُسے اپنے سے دور رکھو کیوں وہ تمہیں

ہکا دے فتنہ میں نہ ڈال دے صحیح مسلم شریف میں ہے ایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت و توفیق بخشنے آمین - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از ملک اپر برہما چھاؤنی مشکینہ مسئلہ حاجی ہادی یار خاں ۶ صفر ۱۳۱۶ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان دین اس مسئلہ میں کہ اس ملک میں رسم ہے کہ عورتیں بازار میں دوکان کرتی ہیں اور باہر ہتی ہیں سر کھول کر اور بجائے پاجامہ کے تہہ باندھتی ہیں چلتے ہیں ان کا جسم ران تک معلوم ہوتا ہے مردوں کو - اور مردان کے منع نہیں کرتے اور جب ان کے شوہروں سے کہا گیا کہ شرع کے خلاف ہے ایسی عورتوں سے پرہیز کرو تو وہ کہتے ہیں ہم جوان ہیں جب ہم کو شہوت ہوتی ہے تو ہم کیا کریں نکاح پڑھا لیتے ہیں اور وہاں اکثر آدمی اسی کے موافق پڑے ہوئے ہیں جن کی عورتوں کا ذکر ہو چکا اس کے پیچھے نماز اور امامت اس آدمی کی کیسی ہے -

الجواب

ران کھولنا حرام ہے اور اس آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے وہ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم والبلکم نارا اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روز قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا تو یہ مرد کہ انھیں منع نہیں کرتے خود فاسق ہیں اور ناسق کے پیچھے نماز کر رہے ہیں اور اسے امام بنا نا گناہ ہے غنیہ میں ہے لو قد موا فاسقا یا ثمنون بلکہ جب اس کی عورت بازار میں ران کھولے پھرتی ہے اور وہ منع نہیں کرتا تو دیوث ہے فی الدر المختار دیوث من کلا یغار علی امواتہ او محرمہ ہاں اگر یہ منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد ہر الزام ذر ہے گا قال اللہ تعالیٰ لاتزودہ وازناتہ وازرا حری واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہے اور وہ کارہائے مندرجہ ذیل سے روزی پیدا کرتا ہے - مردہ کا ہٹلانا اور اس کی اجرت لینا سوم میں قرآن مجید پڑھنا اور ناخواندہ لوگوں سے قرآن مجید پڑھوانا اور اس کی اجرت لینا مردے کے کپڑے وغیرہ لینا اور فروخت کرنا اور سود کھانا خفیہ طور سے - اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز اور دوسرا شخص جس کو عام لوگ جانتے ہیں کہ اس کی روزی ناجائز ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

سود لینا گناہ کبیرہ ہے یوں ہی جس ناجائز طریقہ سے روزی حاصل کی جائے وہ یا تو سرے سے خود ہی کبیرہ ہو گیا بعد عادت کے کبیرہ ہو جائے گا ناخواندہ لوگوں سے بڑھو اگر اجرت لیتا ہے کے معنی سائل نے یہ بیان کیے کہ بے پڑھوں کو بلواتا ہے اور براہ فریب ان کی قرآن خوانی ظاہر کر کے اجرت لیتا ہے یہ صورت خود کبیرہ کی ہے اور تلاوت قرآن کریم پر اجرت لینا ہی ناجائز ہے کما

حقیقہ السید المحقق الشامی فی رد المحتار وشفاء العلیل اور مردے کو نہلانے یا اٹھانے یا قبر کھودنے کی اجرت لینے میں دو صورتیں ہیں اگر فیصل اسی شخص پر موقوف ہو اور لوگ بھی ہیں کہ یہ نہ کرے تو وہ کر سکتے ہیں جب تو ان پر اجرت لینے جائز ہے اور اگر خاص یہی شخص یا جنازہ اٹھانے کو یہی دو چار اشخاص ہیں کہ یہ نہ کریں تو کام نہ ہوگا تو اجرت لینے حرام ہے فی الہندیۃ عن الخلاصۃ رجل استاجر قوما یحملون جنازة او یغسلون میتا ان کان فی موضع لا یجد من یغسلہ غیر ہولاء ومن یحملہ غیر ہولاء فلا اجر لہم وان کان ثمراناس لہم لا اجر وحضر الحفار علی هذا وفی موضع لا اجر لہم لو اخذوا الاجر لا یطیب لہم اور مردے کے کپڑے وغیرہ جو بہ نیت تصدق دیے جاتے ہیں اگر یہ لینے والا محتاج ہے یا غنی ہے اور دینے والے کو اس کا غنی ہونا معلوم ہے یا وہاں بطور رسم آرام ناز یا ملائے مسجد کو یہ چیزیں دی جاتی ہیں خواہ وہ محتاج ہو یا نہیں تو لینا جائز ہے اگر چغنی کے لیے کراہت سے خالی نہیں اور اگر شخص غنی ہے اور دینے والا محتاج کو دینا چاہتا ہے اور اس نے اپنے آپ کو محتاج جاکر اس سے لے لیے تو حرام ہے کما لا یخفی وقد نبہ فی الحدیقة النندیۃ شرح الطریقة المحمدیۃ علی ادق من هذا اور ہر گناہ کبیرہ خواہ ابتدا کبیرہ ہو یا بعد عادت کبیرہ ہو جائے موجب فسق ہے اور فاسق معلن کے پیچھے ناز نہ کر وہ تحریمی اسے امام بنانا گناہ ہے کما حقیقہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ ہاں گناہ کبیرہ خفیہ ہو یا علانیہ فاسق کر دینے میں برابر ہے مگر ایسا خفیہ جس پر بندے مطہ ذہن بندے اس پر حکم نہیں کر سکتے کہ بے جانے حکم کیونکر ممکن کما اوضحہ فی الدر المختار من الشہادۃ فی بیان تقييد هم شرب الخمر بالادمان اور مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوت شرعی نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اسمعیل دہلوی مصنف تقویت الایمان کو حق جانتا ہو اس کے پیچھے ناز بڑھنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

اگر اس کے ضلالت و کفریات پر آگاہی ہو کر اسے اہل حق جانتا ہو تو خود اس کی مثل گمراہ بدین ہے اور اس کے پیچھے نازی اجازت نہیں اگر تادانتہ پڑھ لی ہو تو جب اطلاع ہو اعادہ واجب ہے کما ہوا الحکم فی سائر اعداء الدین من المبتدعین الفسقة المردۃ المفسدین اور اگر آگاہ نہیں تو اسے اس کے اقوال ضالہ دکھائے جائیں اس کی گمراہی بتائی جائے رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ بطور نمونہ مطالعہ کرایا جائے اگر اب بعد اطلاع بھی اسے اہل حق کہے تو وہی حکم ہے اور اگر توفیق پائے حق کی طرف فاخوانکم فی الدین۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جلمجدہ انعم و احکم۔

مسئلہ۔ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بغرض پیشہ کے جو شخص تصادیر دیتا ہے اہل ہندو کی مثل ٹیسو و رادن و رام چندر ویتا وغیرہ کی بناتا ہے اور نوٹو گراف اور منظم اور حرامی اور علی العموم جن اشخاص کی عورات بے پردہ سر بازار پھرتی ہیں تو اس حالت میں اشخاص مذکورین کے پیچھے پڑھنا ناز کا جائز ہے یا نہیں اور اگر پڑھ لی ہو تو عادہ اس کا چاہیے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

جاندار کی تصویر بنانی دستی ہو خواہ عکسی حرام ہے اور عبودان کفار کی تصویریں بنانا اور سخت تحریم و اشد کبیرہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اشد الناس عذاباً یوم القیمة المصورون بیشک سب سے زیادہ سخت عذاب روز قیامت مصوروں پر ہوگا رواۃ الاثمة والشیخان عن عبد اللہ بن مسعود عن ام المومنین عائشة الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوں ہی غلم فاسق فاجر مرکب کبار ہے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ملعون من یعمل عمل قوم لوط ملعون ہے جو قوم لوط کا کام کرے رواۃ احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس کی عورت بے ستر باہر پھرتی ہے کہ بازو یا گلابیٹ یا سر کے بال یا پندلی کا حصہ غرض جس جسم کا چھپانا فرض ہے کھلا ہوا ہے یا اس پر ایک باریک کپڑا ہو کہ بدن چمکتا ہو اور وہ اس حالت پر مطلع ہو کر عورت کو اپنی حد مقصود تک نہ روکتا ہو بندوبست نہ کرتا ہو وہ بھی فاسق و دیوث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثة لا یدخلون الجنة العاق لوالدیہ والدیوث ورجلة النساء یمین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کو یدادینے والا اور دیوث اور مردوں کی صورت بننے والی عورت رواۃ الحاكم والبیہقی بسند صحیح عن بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما در مختار میں ہے دیوث من لا یغادر علی امرأته او محرمہ جو اپنی عورت یا اپنے کسی محرم بد غیرت نہ رکھے وہ دیوث ہے اسی طرح اگر عورت جوان اور محل فتنہ ہے اور اس کے باہر پھرنے سے فتنہ اٹھتا ہے اور یہ مطلع ہو کر باز نہیں رکھتا جب بھی کھلا دیوث ہے اگرچہ پورے ستر کے ساتھ باہر نکلتی ہو ان سب لوگوں کو امام بنا نا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام ہے نہ پڑھی جائے اور پڑھ لی تو اعادہ ضرور ہے کما حقہ فی الغنیہ وفضلنا فی فتاونا اور حرامی کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی اور خلاف ادنیٰ ہے جبکہ وہ سب حاضرین سے زیادہ مسائل نماز و طہارت نہ جانتا ہو اگر امام اور نہ ملے تو ضرور اس کے پیچھے پڑھی جائے اس عذر سے ترک جماعت جائز نہیں فان الواجب لا یتک لاجل خلاف اولیٰ اور دفع کراہت کے لیے اعادہ مستحب کما بدینہ فی الدر المختار واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض بواسیر کا ہے اور ستر سے کثرت سے ہو گئے ان میں سے آلائش رنگ زردی مائل خارج ہوتی ہے و نیز کثرت متعل سے اخراج ریح فضله براز کا دھبہ بھی کپڑے پر آجاتا ہے کہ جو ہجوم سوں کی وجہ سے وقت اجابت کسی جگہ اندر الجھا ہوا رہ جاتا ہے ان دونوں حالتوں میں کپڑا ہر وقت نجس رہتا ہے زید مذکور ہر طرح انتظام مثل لنگوٹ باندھنا دیا تین پاجامے رکھنا اور ان کا وقتاً فوقتاً دھو کر پاک رکھنا یہ سب کچھ کر چھوڑا مگر کچھ نہ ہو سکا خاص کر سفر میں اس سے زیادہ دقتیں پیش آتی ہیں اور خصوصاً امامت کرنا اگرچہ وہ امامت سے مد گذر کرتا ہے مگر اس صہوت میں وہ کیا کر سکتا ہے کہ ادائے نماز فرض کے واسطے کھڑا ہوا اور بعد کو اور نمازی اگر مقتدی بن گئے بجز اس کے کیا چارہ کہ نماز ادا کرے ان دقتوں کی حالت میں زید مذکور کو کیا کرنا چاہیے کہ جس سے بے کراہت نماز ادا کرے اور وہ کپڑا حکم پاکی کا رکھے۔ بینوا توجروا

الجواب - اگر حالت ایسی ہے کہ کپڑا پاک کرے یا بے تو فرض نہ پڑھنے پائے گا کہ پھر نجس ہو جائے گا یعنی باز ساڑھے چار ماشہ سے

نائد یا وہ زرد پانی روپیہ بھر کی مساحت سے زیادہ آجائے گا تو دھونے کی کوئی ضرورت نہیں در نہ بے دھوئے خود اس کی اپنی نماز نہ ہوگی اور جبکہ وہ حلیت معذوری میں ہے یعنی کسی وقت کامل نماز کا ایسا گزر گیا شروع سے ختم تک کہ اُسے وضو کر کے فرض پڑھ لینے کی فرصت نہ ملی اور جب سے برابر ہر وقت نماز میں یہ نجاست آتی رہتی ہے اگر چہ وقت میں ایک ہی بار تو وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کر سکتا لوگ اگر اگر شامل ہوں ہر نہ کہے بکیر آواز سے نہ کہے وہ لوگ خود الگ ہو جائیں گے اور اس پر بھی حیا نہ ہوں تو بعد سلام اطلاع کر دے کہ میں معذور ہوں میرے پیچھے نماز جائز نہیں تم اپنی پھر پڑھ لو فی الدال المختار ان ساعلیٰ ثوبہ فوق الدرہم جازلہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ یغنی قبل الفراغ منها الی الصلاة والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ہو المختار للفتویٰ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از دلیر گنج پدگنہ جہاں آباد ضلع پٹی بھیت مرسلہ خلیفہ الہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۸ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص قواعد توحید سے ناواقف ہو اُس کو امام کیا جائے یا نہیں اور اگر کیا جائے تو اس کے پیچھے قواعد داں کی نماز ہوگی یا نہیں اور عام لوگوں یعنی غیر قواعد داں کی نماز بھی اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

اگر ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنی میں فساد آتا ہے مثلاً حروف کی تبدیل جیسے ع ط ص ح ظ کی جگہ ا ت س ذ پڑھنا کہ لفظ حمل رہ جائے یا معنی میں تغیر فاحش راہ پائے یا کھڑا پڑا کی بدتمیزی کہ حرکات بڑھ کر حروف مدہ ہو جائیں اور وہی قباحتیں لازم آئیں جس طرح بعض جہال مستعین کو نشا عین پڑھتے ہیں کہ بے معنی ہے یا لا الہ الا اللہ تحشرون بلام تاکید کو لا الہ الا اللہ تحشرون بلام تاکید کہ تغیر معنی ہے تو ہمارے ائمہ متقدمین کے مذہب صحیح و معتقد متحققین پر مطلقاً خود اس کی نماز باطل ہے کما حقہ ورجحہ المحقق فی الفتح والجلبی فی الغنیۃ وغیرہما فی غیرہما اور جب اُس کی اپنی نہ ہوگی تو قواعد داں وغیرہ قواعد داں کسی کی اس کے پیچھے نہ ہو سکے گی فان صلاة المأموم مبتنیۃ علی صلاة الامام اور اگر وہ غلطیوں ہے کہ حرف بروج صحیح ادا نہیں کر سکتا جس طرح آج کل عام دہقانوں اور بہت شہریوں کا حال ہے تو اب جمہور متاخرین کا بھی فتویٰ اسی پر ہے کہ اس کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل کما افادہ العلامة الغزوی والعلامة الخیر الصلی وغیرہما اور جب اُس کی اپنی نہ ہوگی اور اگر عمر یوں ہے کہ سیکھنے کی کوشش نہ کی یا کچھ دنوں کے چھوڑ دی اگر لپٹا رہتا تو امید تھی کہ آجاتا جب تو ایسی غلطی ان کے نزدیک بھی خود اس کی اپنی نماز کو بھی باطل کرے گی کما فی الخلاصۃ والفتی وغیرہما عامۃ الکتب غرض ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں وقد فصلنا القول فی تلك المسائل فی عدة مواضع من فتاونا اور اگر ایسی غلطی نہیں کرتا جس سے فساد معنی ہو تو نماز خود اس کی بھی صحیح اور اس کے پیچھے اور سب کی صحیح پھر اگر حالت ایسی ہے کہ توجہ کے امور ضروریہ واجبات شرعیہ ادا نہیں ہوتے جن کا ترک موجب گناہ ہے جیسے متصل بقدر ایک الف وغیرہ فہما فصلنا فی فتاویٰ لنا فی خصوص الترتیل - جب بھی اُسے امام نہ بنایا جائے گا نماز اس کے پیچھے بشارت مکروہ ہوگی لا شتما لہا علی امر مؤثم وکونہ فاسقا بتمادیہ علی ترک واجب متعتمد اور اگر ضروریات سب ادا ہو لیتے ہیں صرف محنات زائدہ مثل اظہار اخفا وروم واثام و تنفیم و ترقیق وغیرہ میں فرق پڑتا ہے تو حرج نہیں ہاں قواعد دین کی امامت اولیٰ ہے لان الامام کلما کان اکمل کان افضل واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - ازبگالہ سلٹ موضع پیام مرسلہ جناب سورج میاں صاحب معرفت مولوی سلطان الدین صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۸۵
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے زید نے دربارہ جہاد مشترک فیہ بینہما نزاع مقدمہ کچری کیا عمرو فتحیاب ہوا زید اس
گاؤں کا امام ہے اب عمرو نے بوجہ تعصب و مخالفت کے تمام اس کے مقتدیوں کو کہا کہ زید نے کچری میں واسطے فتحیابی اپنے مقدمہ کے جھوٹ
بولام لوگ اب اُس کے پیچھے نازست پڑو وہ اب امامت کے قابل نہیں رہا تب مقتدیوں نے عمرو سے کہا کہ تم اُس کے جھوٹ بولنے کا
کوئی ثبوت پیش کرو ہنوز کوئی شاہد نہیں پیش کیا گیا ہے دعویٰ بلا دلیل ہے اور آج تک کبھی زید نے جھوٹ کلمہ اپنی زبان سے نہ نکالا اور
نہ کسی نے اُس پر دروغ گوئی کا کبھی شک کیا اگر بالفرض اُس کی گدب گوئی پر کوئی گواہ ثابت ہو جائے تو زید قابل امامت رہے گا یا نہیں
اُس کے پیچھے ناز ہوگی یا نہیں - بینوا توجروا -

الجواب

ناز اس کے پیچھے ہو جانے میں تو اصلاً شبہ نہیں بحدیث صلاکھل بروفا جرد اور کچری میں مقدمہ ہار جانے سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا
کچریوں میں ہزاروں بار جھوٹے پتے اور پتے جھوٹے ٹھہرتے ہیں انگریزی کچریاں تو شرع مطر سے علاوہ کھتی ہی نہیں بلکہ یہاں کے اسلامی
محکمے ہی پوری پابندی شرع سے صراحتہً کنارہ گزیر جہاں کامل شرعی عدالتیں تھیں وہاں بھی با آنکہ قاضی شرع جس کے خلاف حکم فرما
اُسے فقہانہً متناقض کے لیے صراحتہً با شرعاً لکھتے ہیں مگر کسی مدعی یا مدعا علیہ کو صرف اس بنا پر کاذب و فاسق و مرتکب کبیرہ نہیں کہہ سکتے
کہ حکم حاکم بنظر ظاہر ہوتا ہے اُس سے واقع میں کذب لازم نہیں آتا رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما انا بشر وانکم تختصمون
الی ولعل بعضکم ان یکون الحق بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی شیء ما سمع منہ فمن قضیت لہ بشی من حق اخیه فلا یأخذنہ
فانما اقطع قطعة من النار واه الشیخان عن امر سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علاوہ بریں بعض وقت آدمی کسی شبہ یا سہو یا جہل کے باعث
اپنے آپ کو حق پر جان کر دعویٰ یا جوابدہی کرتا ہے تو بات واقع میں اگرچہ خلاف ہے مگر اس نے قصد کذب نہ کیا حکم حق اس پر نہ ہوا و مثیل
ذلک کثیر فی خصوصات الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم بل ہوا ملتین فیہم علاوہ بریں جب آدمی کا حق مارا جاتا ہو اور وہ بغیر کسی
ایسے اظہار کے جو بظاہر خلاف واقع ہے حاصل نہ ہو سکتا ہو تو اپنے اچائے حق کے لیے ایسی بات کا بیان شرعاً جائز ہے اگرچہ سامع اُسے
کذب پر محمول کرے درمختار میں ہے الکذب مباح لاجراء حقہ و دفع الظلم عن نفسہ الخ و تمام تحقیقہ فی مراد المختار عن تبیین
المجادع عن الامام حجة الاسلام با محصورہ مذکورہ میں صرف بیان مدعا علیہ کوئی چیز نہیں اگر کسی گواہ سے بھی ثابت ہو کہ زید نے اپنے
دعویٰ یا تائید دعویٰ میں کوئی بات خلاف کسی تو اُس سے واقعی کاذب و فاسق ہونا ثابت نہیں ہوتا ہاں اگر شہادت شرعیہ سے زید کا کذاب
فاسق بے حجت ہونا پایہ ثبوت کو پہنچے تو بیشک اُسے امام بنانا ممنوع اور اُس کے پیچھے ناز پڑھنا مکروہ ہوگا کہما ہو حکم الفاسق واللہ
سبحنہ و تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد متھراوی ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۸۵

عورت کا اپنے خاندن کے ساتھ ایک ہی محلے پر فرض ناز پڑھنا بایں صورت کہ خاوند امام ہو اور عورت مقتدی کی کیا حکم رکھتا ہے -

الجواب

اگر عورت اس قدر پیچھے کھڑی ہے کہ اس کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی نہیں تو اقتدا صحیح ہے اور دونوں کی نماز ہو جائے گی اور اگر برابر ہے کہ نیچ میں کوئی حائل ہے نہ کوئی اتنا فاصلہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے اور عورت کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی ہے تو اس صورت میں اگر مرد نے اس کی امامت کی نیت نہ کی تو مرد کی نماز صحیح ہے اور عورت کی فاسد اور اگر مرد نے وقت تحریم نیت امامت زن کی مٹی تو دونوں کی گئی فتاویٰ امام قاضی خاں ہیں ہے الامراة اذا صلت مع زوجها في البيت ان كان قد مہاجذاء قدم الزوج لا تجوز صلا تہا بالجماعت وان كان قد ماہا خلف قدم الزوج الا انها طویلة تقع راس المرأة في السجود قبل راس الزوج جازت صلا تہا لان العبرة للقدم والمختار میں ہے الزلیعی قالی المعتبر فی محاذاة الساق والکعب فی الاصح وبعضہم اعتبر القدم ماہ فعلى قول البعض لو تاخرت عن الرجل ببعض القدم تفسد وان كان ساقها وكعبها متاخرا عن ساقه وكعبه وعلى الاصح لا تفسد وان كان بعض قدمها محاذيا لبعض قدمه الخ در مختار میں ہے حاذیہ مشتملة ولا حائل بينهما قلہ قد ردہا عا فی غلط اصیع او فوجہ تسع رجلا فی صلاة مطلقة مشتركة تحريمية واداء واتحدت الجهة فندت صلا تہ لو مکلفان نوى الامام وقت شر وعہ لا بعدہ امامتها والا ینوہا فندت صلا تہا م مختصرا والله تعالى اعلم

مسئلہ - ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود خوار اور رشوت خور اور جس شخص کی بی بی بے حجاب رہتی ہے اور جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہے اور جو شخص بعض اوقات نماز بڑھتا ہے ان سب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں جواز و عدم جواز کی کیا دلیل ہے۔

الجواب

سود خوار اور رشوت خور اور جھوٹی گواہی دینے والا اور قصد البعض اوقات نماز چھوڑنے والا یہ سب فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کما فی الغنیۃ عن الحجۃ واقعہ فی رد المحتار وتفصیلہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلاۃ ورائی عدی القلید اور جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہے اسی طرح کہ جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ ظاہر ہوتا ہے مثلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پینڈلی کا حصہ خواہ یوں کہ ان مواقع پر کپڑا ہی نہ ہو یا ہو تو باریک کستر نہ کر سکے یا باہر نہیں نکلتی مگر گھر میں غیر محرم بکثرت آتے جاتے ہیں اور وہ ایسی ہی حالت میں رہتی ہے اور شوہر ان امور پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو وہ خود ریوٹ ہے فاسق ہے فان الدیوٹ کما فی الحدیث وکتب الفقہ کالمد و غیرہ من لا یغار علی اہلہ اور اگر ایسا نہیں بلکہ تمام بدن کے پورے ستر عورت کے ساتھ گھر میں کسی نامحرم مثلاً جیٹھ دیور ہنوی یا اپنے چچا خال ماموں چھوچی کے بیٹوں کے سامنے ہوتی ہے یا کم قوم لوگوں کی عورت جو خوب بوٹے اور ڈھیلے کپڑے پہنے سارا بدن ڈھانکے اپنی ضرورتوں کے لیے باہر آتی جاتی ہے یا عورت تو بے حجابی اسی طرح کرتی ہے مگر مرد اسے اپنی حد قدرت تک روکتا ہے منع کرتا ہے اور وہ نہیں مانتی تو ان صورتوں میں شوہر پر کچھ الزام نہیں اور اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز میں کراہت نہیں ہو سکتی۔ قال الله تعالى لا تؤنسوا ذرۃ وزرا اخری والله تعالى اعلم۔

مسئلہ - از بسوی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمن صاحب ۹ شعبان المعظم ۱۹۱۰ھ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) وہ کون کون شخص ہیں مسلمانوں میں جن کے پیچھے نماز درست نہیں (۲) کوئی
صورۃ میں نابینا کے پیچھے نماز درست ہے یا بالکل ناجائز۔

الجواب

(۱) بہت لوگ ہیں از انجملہ غیر مقلدین اور رافضی اور وہ وہابی جن کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں الصلاة خلف اهل الاهواء لا تجوز جو قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے فساد معنی ہو جس کی طہارت صحیح نہ ہو اگرچہ
معذوری کے وجہ مثلاً جیسے معاذ اللہ سلس البول یا ہر وقت ریح خارج ہونے کا عارضہ ہے یا زخم یا پھوڑے سے خون یا زرد آب بہتا ہے
اسی طرح وہ شافعی المذہب مثلاً جس نے اپنے طور پر طہارت صحیح کی مگر مذہب حنفی میں صحیح نہ ہوئی مثلاً سر کے صرف ایک بال کا مسح کر لیا
یا نہ دلوں کو وضو کا اعادہ نہ کیا کہ حنفی کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی ان کے سوا اور بکثرت صورتیں ہیں کہ کتب مذہب میں اس کی تفصیل ہے (۲) نابینا
کے کپڑے پر اگر نجاست بقدر من نماز لگی ہے اور اسے خبر نہیں یا اس کے زخم یا پھوڑے سے خون بہا اور اس نے نہ دیکھا تو اس صورت میں اسکے
پیچھے نماز ناجائز ہے ورنہ صرف کردہ تنزیہی اور خلافت اولیٰ ہے جبکہ سب حاضرین سے علم زیادہ نہ رکھتا ہے ورنہ وہی امام کیا جائیگا واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از گور بازار ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حافظ کریم بخش امام مسجد گور بازار یتیموں کا مال پوشیدہ لے جانے
میں شریک ہوئے اور اقرار بھی کیا اور اسوا اسکے اور کچھ بھی اس سب سے مقتدیوں نے اقتدا کرنا چھوڑ دیا اور امام دوسرے کی اقتدا کی تب
امام اول ایک مولوی کو بلا کر لایا اور کچھ دے کر ادھر یہ بھی منگایا کہ آٹھ آنہ ماہواری بھی دینے کا اقرار کیا مولوی صاحب سے کچھ بیان کرایا اور اس میں
کچھ حق بھی بیان کیا اور کچھ طغذاری بھی کی آیا مولوی صاحب اس آیت کے حکم میں داخل ہوئے یا نہیں دلائل و آبیاتی ثنا قلیلا اور
مولوی صاحب نے مقتدیوں کو سمجھایا اور ان کی امامت قائم کرادی اور امام نے مقتدیوں سے معافی چاہی مقتدیوں نے دونوں اماموں کو قائم رکھا
اور امام اول کی خطا مقتدیوں کے معاف کرنے سے یتیموں کی حق تلفی جو کہ وہ بھی معاف ہوئی یا نہیں یا امام اول کو یتیموں کا حق دینا پڑے گا
اور دلوں کا پڑے گا یا نہیں اور ایک آدمی خوش الحانی کو ضروریات سے جاننے والا ہے امام کی آیا یہ شرط ہے از روئے شرع شریف کے یا نہیں
اور ایک شخص پابندی نماز کی نہیں کرتا ہے فارسی میں دخل بہت ہے وہ امام اول کو چاہتے ہیں کہ یہ ہے اور دوسرے کو نہیں چاہتے اور امام دوسرے
کی حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث و تفسیر و فقہ و اصول عربی میں دخل ہے اب اقتدا واسطے مقتدیوں کے کس کی امامت افضل اور بہتر ہے اور عالم
کے پیچھے نماز پڑھنا ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی آیا اس کا ثبوت شرع شریف میں ہے کہ نہیں اور امام اول کی اقتدا
ابھی تک بعض لوگ کمرہ جانتے ہیں۔ بینوا توجروا مع حوالہ کتاب۔

الجواب - پرایا مال بے اذن شرعی خفیہ لینا چوری ہے اور چوری گناہ کبیرہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یسرن

السارق حين يسرق وهو مومن چور چوری کرتے وقت ایمان سے الگ ہوتا ہے اور یتیموں کا مال ناحق لینا سخت ترکیرہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یا کلون اموال الیتامی ظلما انما یا کلون فی بطونهم ناراً ویصلون سعیراً جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ کھاتے ہیں اور محقریب دوزخ میں جائیں گے یتیموں کا حق کسی کے معاف کیے معاف نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ خود یتیم کا دادا یا ماں باکسی نابالغ کے ماں باپ اس کا حق کسی کو معاف کر دیں ہرگز معاف نہ ہوگا فان الولایۃ للنظر لا للصور بلکہ خود یتیم و نابالغ بھی معاف نہیں کر سکتے نہ ان کے معافی کا کچھ اعتبار ہے للہجرا التام عما هو ضرر محض یتیموں کا حق ضرور دینا پڑے گا اور جو نکلوا سکتا ہے اسے چاہیے کہ ضرور دلا دے ہاں یتیم بالغ ہونے کے بعد معاف کرے تو اس وقت معاف ہو سکے گا مقتدیوں نے کہ ایسی حرکات ناشائستہ کے باعث امام اول کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بہت اچھا کیا انھیں اسی کا حکم تھا کما حققہ فی الغنیۃ عن فتاویٰ الحجۃ واقربہ فی رد المحتار وقد تکرر بیانہ فی فتاویٰ منا جس شخص نے کچھ لے کر بعض ناجن باتیں امام اول کی طرف داری کے حق میں ملا دیں وہ ضرور آیہ کریمہ لا تشترکوا بآیاتنا قلیلاً اور آیہ کریمہ لا تلبسوا الحق بالباطل کا مورد ہوا امام کے لیے خوش الحانی کچھ ضرور نہیں جو اسے ضروری و شرط بتائے شروع مطہر یا فطر کرتا ہے بلکہ خوش الحانی بعض وقت مضر ہوتی ہے کہ اس کے سبب آدمی اترا تا ہے یا کم سے کم اتنا ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع کے بدلے اپنے الحان بنانے کا خیال رہتا ہے فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا ینبغی للقوم ان یقدموا فی التواضع الخوشنواں و لكن یقدموا للدرستخاں فان الامام اذا قرأ بصوت حسن یشغل عن الخشوع والتدبر والتفکر امامت عالم کا خاص حق ہے اس کے ہوتے دوسرے کو ترجیح نہیں جبکہ وہ عالم صحیح خواں و صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سرکم ان تقبل صلا تکم فلیؤمکم علماءکم فافہم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم اگر تمہیں اپنی نمازوں کا قبول ہونا پسند ہو تو چاہیے کہ تمہارے علماء تمہارے امامت کریں کہ وہ تمہارے واسطہ و سفیر ہیں تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے درمیان۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص یہ لفظ کہ عالم کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزری ہاں یہ صحاح کی حدیث ہے کہ العلماء و رثة الانبیاء و علماء انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وارث ہیں اور ہلایہ میں ہے من صلی خلف عالم تقی کا نماصلی خلف نبی جس نے کسی عالم متقی کے پیچھے نماز پڑھی گویا نبی کے پیچھے پڑھی لکن لم یعرفہ المخرجون وقال الزبیلی هو غیب امام اول اپنی اس حرکت سے ضرور فاسق ہوا اور فاسق کے پیچھے نماز ضرور مکروہ ہے جبکہ سچی توبہ کرے اور مال لینے کی توبہ بغیر مال واپس دے ہرگز صحیح نہیں تو جب تک وہ یتیموں کا حق نہ پھیرے نماز اس کے پیچھے بیشک مکروہ

مسئلہ - ۳۰ فعبان العظم ۱۸۰ھ
ندویوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ندویوں میں کچھ نہجری ہیں کچھ منکران ضروریات دین رافضی یہ بالاجماع کا فرم تہ ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل کچھ غیر کافر رافضی و بابی تفضیلی غیر مقلد و غیر ہم بد مذہب ہیں کچھ وہ نئے بگڑے گمراہ ہیں جنہوں نے اب ندوہ جماع کے اپنے دین کی بیج کنی کی ندوہ کی

رودادوں لکچروں میں جن کے کلمات ضلالت چھاپے گئے یہ سب ضال مضال گمراہ بددین ہیں اور ان کے پیچھے نماز یا ناجائز جیسے عام غیر مقلدین کماحققناہ فی النہی الاکید عن الصلاة و راء عدی المقلید یا گناہ و مکروہ تحریمی کما بینناہ فی غیر موضع من فتاوانا یوں ہی وہ خود نہ پہلے بد مذہب تھے اور نہ اب کلمات بد مذہبی کے مگر ان لکچروں کے اقوال ضلالت سے پسند کیے اور ان پر راضی ہوئے ان کی اشاعت کی حمایت کی یہ سب کل بوجہ رضا و نصرت باطل اہل باطل و ارباب ضلال اور اسی حکم میں ان کے شریک حال ہو گئے کچھ وہ ہیں جن بیچاروں کو اطلاع نہیں کہ ان ظلمہ نے کیا کہا ہے صرف مولویوں کا جلسہ سن کر شریک ہو گئے جب تک مطلع نہ ہوئے معذور ہیں بعد اطلاع پھر شریک رہے تو اقل درجہ فاسق ضرور ہیں اور فاسق کے پیچھے بھی نماز مکروہ فتاویٰ حجبہ وغیرہ شریعہ وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ یہ کراہت تحریم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی محلہ سرخہ ۲۴، محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ گروہ و ہامیین یعنی فرقہ غیر مقلدین داخل ہے اہل سنت و جماعت میں یا خارج ان سے اور فرقوں ضالہ سے اور ہم مقلدوں کو ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی مساجد میں باوجود خوف فساد کے آنے دینا درست ہے یا نہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجرا الجزیل

الجواب

فی الواقع فرقہ غیر مقلدین گمراہ بددین ضالین مفسدین ہیں انھیں امام بنانا حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے ان سے مخالطت آگ ہے صورتہ مذکورہ سوال میں انھیں مساجد میں ہرگز ہرگز نہ آنے دیا جائے قال اللہ تعالیٰ و عہدنا لى ابراہیم و اسمعیل ان طہرا بیتی حدیث میں ہے امور النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تنظف و تطیب بنائیں مکانا قاذورات مثل آب دہن و آب بینی با آنکہ پاک ہیں مسجد سے ان کا دور کرنا واجب تو بد مذہب گمراہ لوگ کہ ہر شخص سے بدتر شخص ہیں حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اہل البدع ش الخلق و الخلیفۃ بد مذہب تمام مخلوق سے بد تمام جان سے بدتر ہیں دوسری حدیث میں ہے اصحاب البدع کلاب اہل النار بد مذہب لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ و فساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت مساجد میں کیونکر آنے دیا جاسکتا ہے قال اللہ تعالیٰ و الفتنۃ اشد من القتل فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے عینی شرح بخاری و در مختار وغیرہ میں تصریح ہے کہ مسجد سے موزنی نکال دیا جائے و لو بلسانہ اگرچہ صرف زبانی ایذا دیتا ہے نجاستیں دھونے سے پاک ہو جاتی ہیں اور بد مذہب ہر چہ شوئی پلید تر باشد چہ اعاذنا اللہ منہم و من حالہم و عقائدہم و اعمالہم بجاہ نبیہ الکریم علیہ و علی آلہ افضل الصلاۃ و التسلیم واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از جالس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی محمد ابراہیم مرسلہ حاجی ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کی عورت بے پردہ عوام عورتوں کی طرح پھرتی ہو اور اس کا شوہر اس کو منع نہ کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو دُتھ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عورت اگر باہر بے پردہ باریک کپڑوں میں پھرتی ہو کہ ان سے بدن چمکے یا گلے یا بازو یا پیٹ یا پنڈلیوں یا سر کے بالوں کا کوئی حصہ کھولے پھرتی ہے اور شوہر مطلع ہے اور باوصف قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مسئلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۷ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص ہیں اور دونوں عالم اور پابن صوم و صلاۃ کے ہیں مگر ایک رذیل ایک شریف دونوں میں سے کس کو ترجیح ہوگی مرتبہ اور امامت وغیرہ میں۔ بلیڈوا توجروا

الجواب

امامت میں بعد اس کے کہ دو شخص جامع شرائط امامت سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق مہاجر ہوں قرآن عظیم صحیح پڑھنے حدیث خارج سے بقدر تمایز ادا کرتے ہوں سب سے مقدم وہ ہے کہ نماز و طہارت کے مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو پھر اگر اس علم میں دونوں برابر ہوں تو جس کی قرأت اچھی ہو پھر جو زیادہ پرہیزگار ہو شہادت سے زیادہ بچتا ہو پھر جو عمر میں بڑا ہو پھر خوش خلق ہو پھر جو تہجد کا زیادہ پابند ہو یہاں تک شرف نسب کا لحاظ نہیں جب ان سب باتوں میں برابر ہوں تو اب شرافت نسب سے ترجیح ہے فی التوزید والد والاحق بالامامة الا علمہ بالحکام الصلاۃ لبشط اجتناب للفواحش الظاہرة ثم الاحسن تجویدا ثم الاول ثم الاسن ثم الا حسن خلقا بالضم والفة بالناس ثم اکثرہم تہجدا ثم الاشرف نسباً ثم اخصراً ہاں اگر رذیل اس درجہ کا ہے کہ اسکی امامت سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں جماعت میں خلل پڑتا ہے تو اس کی امامت نہ چاہیے لان التفییر من اشد ما یجترعہ ہہنا وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً لبش واولا تفضوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۹۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ میلاد شریف کی مجلس کے حاضر نہ ہونے والے کے پیچھے اور قیام سے کراہت کرے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

مجلس مبارک کی عدم حاضری اور قیام سے کراہت اگر بر بنائے وہابیت نہ ہو مثلاً اس وقت حاضری کی فرصت نہیں کسی امر اہم میں مصروف ہے یا وہاں پڑھنے والا روایات بے اصل یا نظم و شریکات شرع پڑھے گا یا صاحب مکان سے دینی یا دنیوی مخالفت ہے جس کا الزام شرعاً اسی صاحب مکان پر ہے وغیر ذلک من العوائع اور قیام سے کراہت صرف اس مسئلے میں کہ خطا کے باعث ہے نہ اصول وہابیت مان کر تو ان صورتوں میں اس کے پیچھے نماز درست بلکہ کراہت ہے مگر ان بلاد میں صورت انکار و کراہت بے ضلال اصول وہابیت پائی نہیں جاتی مجلس مبارک و قیام مقدس سے یہاں وہی منکر ہیں جو دہلی گمراہ خاص ہیں اور وہاں یہ کے پیچھے نماز ناجائز و گناہ۔ کما حققنا فی عدۃ مواضع من فتاونا و رسالتنا النہی الاکید وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۷، ربیع الآخر شریف ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ ذربان نماز کے چند مسائل جانتا ہے چند مدت سے ایک مسجد کا امام ہے لوگوں نے اُسے تعزیوں میں مرثیے پڑھتے دیکھا ہے دوسرا حافظ شیخ صدیقی پنجابی کل مسائل نماز سے واقف ہے مگر وہ گاہ گاہ مسجد میں آتا ہے اس کی موجودگی میں اسی امام معین کے پیچھے نماز میں کچھ قصور تو نہ ہوگا اور دونوں ہوں تو کون امامت کرے۔

الجواب

تعزیوں کی تعظیم اور آج کل کے ناجائز مرثیوں کا پڑھنا بدعت یا فسق سے خالی نہیں اور دونوں صورتوں میں ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور وہ دوسرا حافظ اگر بلا عذر شرعی جماعت مسجد میں کبھی آتا ہے کبھی نہیں تو ترک جماعت بھی فسق ہے اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ایسی صورت میں تیسرے شخص کو امام کیا جائے جو عقیدہ پورا سنتی ہو قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو فاسق نہ ہو مسائل نماز و طہارت سے خوب واقف ہو اور اگر یہ دوسرا حافظ سنتی صحیح العقیدہ صحیح خواں غیر فاسق ہے جماعت کو جس وقت اس مسجد میں نہیں آتا دوسری مسجد میں جاتا ہے یا کسی عذر صحیح شرعی کے سبب ترک کرتا ہے تو اس کی اقتداء میں حرج نہیں اُس کے ہوتے ہوئے وہ امام مقرر نماز نہ پڑھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۸، شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں امام مقرر ہو اس کی بغیر اجازت دوسرے شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

جے اُس کی اجازت کے دوسرے کو امامت نہ چاہیے جبکہ وہ امام معین صالح امامت ہو یعنی سنتی صحیح العقیدہ کہ قرآن عظیم صحیح پڑھے اور اس کا فسق ظاہر نہ ہو درمختار میں ہے امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامۃ من غیرہ مطلقا الخ و فی رد المحتار من التتار حاتیة ما یفید المنع ان ارباب الذنوب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۸، رجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں رہتا ہے اور امامت پر مقرر ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ امر و نکر کوں سے محبت رکھتا ہے اور ایک لڑکا ضرور رکھتا ہے جب اس کو چھوڑ دیتا ہے دوسرا تجویز کر لیتا ہے خلوت میں بھی وہ لڑکے اس کے پاس بیٹھتے ہیں بعض وقت اُنھیں پیار کرتے بھی دیکھا گیا ہے اس کی شکایت میں شخص مذکور کو پولیس تک بھی پہنچا ہوا مگر پولیس کی دھمکی پر بھی باز نہ آیا آخر مسلمانوں نے اپنی مسجد سے نکال دیا کہ ہم مسجد میں ایسی ناشائستگی پسند نہیں کرتے اب دوسری مسجد میں آیا یہاں بھی وہی حال ہے یہی صورت میں اُسے امام بنانا اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ایسے شخص کو کہ متم ہے امام بنانا نہ چاہیے لان التتمہ توجب تقلیل الجماعة وهو عکس مقصود الشریعۃ مسلمانوں کو چاہیے کہ دوسرے شخص سنتی صحیح العقیدہ غیر فاسق وغیر متم کو کہ قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو اور نماز و طہارت کے مسائل سے آگاہی رکھتا ہو امام

امامت مکروہ ہے اور ارجح یہ کہ اب یہ کراہت تحریمی نہیں (۴) عادت یہ معلوم ہے کہ ہمیشہ مراعات کا التزام کرتا ہے تو صورت سوم سے حکم اخذ ہے مگر ایک گونہ کراہت سے ہنوز خالی نہیں (۵) خاص اس ناز کا حال معلوم ہے کہ اس میں اس نے جمیع امور مذکورہ کی رعایت کی ہے تو اب عند الجمود کراہت اصلاً نہیں اگرچہ پہلے عادت عدم مراعات رکھتا ہو پھر بھی افضل یہی ہے کہ مل سکے تو موافق المذہب کی اقتدا کرے فی الدار المختار تکہ خلف مخالف کشاف لکن فی وترا البحر ان یقین المراجعة لم یکرہ او عدم مہالہ یصح وان شک کراہہ او قد فضلنا القول فیہ فیما علقناہ علی سواد المختار واما رہیں ہے قولہ فی وترا البحر الخ ہذا هو المعتمد لان المحققین جنحوا الیہ و قواعد المذہب شاهدة علیہ وقال کثیر من المشائخ ان عادتہ مراعاة مواضع الخلاف جاز وکالا فلا قولہ ان یقین المراجعة ای فی الفرائض من شروط و ارکان فی تلك الصلاة وان لم یراع فی الواجبات والسنن کما هو ظاهر سیاق کلام البحر و ظاهر کلام شرح المنیۃ ایضاً فی رسالۃ الملا علی قادی ذہب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاج فی موضع الخلاف والا فلا واطعن انہ یجوز فی المراسع بلا کراہۃ فی غیرہ معہا ام مختصراً امام بحر الرائق بحجتی سے ہے اذا کان مراعیاً فلا اقتداء صحیح علی الاصح ویکرہ والا فلا یصح اصلاً **اقول** والتوفیق بنفی کراہۃ التخریم فی المراسع واثبات کراہۃ التنزیہ نیز بحر میں ہے الاقتداء بالشافعی علی ثلثہ اقسام الاول ان یعلم منہ الاحتیاط فی المذہب الحنفی فلا کراہۃ الثانی ان یعلم منہ عدمہ فی خصوص ما یقتدی بہ اونی الجملة صحیح فی النہایۃ الاول وغیرہ اختار الثانی و فی فتاویٰ الزاہدی از صحابہ اندہ یصح وحسن الظن اولی الثالث ان لا یعلم شیئاً فالکراہۃ پس صورت مستفسرہ میں اگر صاحب دوم میں کوئی امر مضد نہ مانے مثلاً قرآن عظیم کی غلط خوانی بجا فساد معنی یا اس خاص ناز کے وقت طہارت وغیرہ کسی شرط ناز یا شرط امامت کا وقت جب تو ظاہر ہے کہ اس کی امامت کے کوئی معنی ہی نہیں اب اگر صاحب اول میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بوجہ اجتماع امر دیت وحسن صورت اولیٰ یہ ہے کہ کسی اور صحیح العقیدہ صحیح خواں کو امام کہیں جس میں اصلاً کوئی وجہ کراہت نہ ہو اور اگر صاحب اول میں کراہت تحریم ہے تو واجب کہ دونوں کو چھوڑیں اور کسی اور صالح امامت کی اقتدا کریں اسی طرح اگر صاحب دوم میں کوئی امر موجب کراہت تحریم ہے مثلاً دارہی حد شرع سے کم کرنا یا فرائض بشرائط ناز میں مذہب حنفی کی پرواہ نہ کرنا اگرچہ یہ دو ہی ایک بار اس کے افعال سے مشاہدہ ہوا ہو اور صاحب اول میں کوئی وجہ تحریم نہیں جب بھی یہی حکم ہے کہ صاحب اول سے بہتر امام نہ ملے تو اسی کو امام کرنا لازم اور دونوں میں کوئی وجہ کراہت تحریم ہے تو دونوں کے سوا تیسرا امام پیدا کریں اور اگر صاحب دوم میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہیں اور صاحب اول میں ہے تو حکم بالعکس ہوگا کہ اگر کوئی حنفی صالح امامت نظیف ملے تو اسی کی اقتدا کی جائے ورنہ صاحب دوم ہی کے پیچھے پڑھیں جبکہ اس کی عادت سے معلوم ہے کہ مذہب حنفی کی رعایت کا التزام رکھتا ہے یا معلوم ہو کہ اس خاص وقت میں جامع جملہ شرائط امامت مطابق مذہب حنفی ہے اور اگر دونوں میں کوئی کراہت تحریم نہیں تو اگر معلوم ہے کہ صاحب دوم خاص اس وقت جامع شرائط حنفیہ ہے تو اور کوئی حنفی صالح نہ ملنے کی حالت میں اسی کی امامت اولیٰ کہ اس تقدیر پر اس کی امامت بلا کراہت ہے اور اگر حنفی ہوتا تو افضل ہوتا اور صاحب اول میں بوجہ امر دیت وحسن کراہت ہے اور اگر خاص اس وقت شرائط جامعیت معلوم نہیں اور عادت مراعاة معلوم نہیں تو اور کوئی امام نظیف نہ ہونے کی حالت میں صاحب اول ہی کو ترجیح چاہیے کہ اب مذہب جمہور و مشرب منصور پر کراہت تنزیہ میں

دونوں شریک ہوئے اور مخالفت المذہب میں اس قدر زیادت ہے کہ اس کے پیچھے ایک قول پر مطلقاً نماز مکروہ تحریمی ہے اگرچہ مراعات شرائط بھی کرے یہاں تک کہ اُس کی اقتدا پر تنہا نماز پڑھنے اور جماعت چھوڑنے کو بعض نے ترجیح دی ردالمحتار میں ہے خالفہما العلامة الشیخ ابراہیم البیری بناء علی کراہۃ الاقتداء بجمہ لعدم مراعاتہم فی الواجبات والسنن وان الانفراد افضل ولو یدرک امام مذہبہ وخالفہما لیسوا العلامة الشیخ رحمہما اللہ السندی تلمیذ ابن الہمام فقال الاحتیاط فی عدم الاقتداء بہ ولو مراعیاً واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازمانہ گاجہ ملک پیراگ مسئلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۱۳۰۰ ہجری الخیریم سہ شنبہ ۱۳۰۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع اہل اسلام شافعی مذہب ہیں عام جن میں ایک مرتبہ اور چند مرتبہ حج بھی کر آئے ہیں مگر تارک نماز سنت ہیں کوئی بھی کسی وقت کی نماز سنت ادا نہیں کرتا صرف فرض ادا کر لیتے ہیں ان کی امامت واسطے پیر و امام حنفی کے کیسی ہے۔

الجواب

شبانہ روز میں بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں دو صبح سے پہلے اور چار ظہر سے پہلے اور دو بعد اور دو مغرب و عشاء کے بعد جو ان میں سے کسی کو ایک آدھ بار ترک کرے مستحق طاعت و عتاب ہے اور ان میں سے کسی کے ترک کا عادی گنہگار و فاسق و مستوجب عذاب ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کو امام بنا نا گناہ ہے صحیح بہ فی الغنیۃ عن الحجۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازمانہ گاجہ ملک پیراگ مسئلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۱۳۰۰ ہجری الخیریم سہ شنبہ ۱۳۰۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عام دستور اور رواج اس ملک کا ہے کہ مستوراتیں باہر نکلتی ہیں ڈولی یا پالکی کا دستور ہے نہ جانتی ہیں غرض کہ پردہ قطعی نہیں ہے کسی تقریب یا عیادت یا کسی ضروریات کو یا پیادہ جانا پوشش ان کی بجائے یا جامہ ایک تہ بند مثل غلات نیکہ کرے گھٹنوں تک بدن پر مثل ہندوستان چھوٹے کپڑے یا دو پٹے کے استعمال میں نہیں ایک چنہ کے مثل منشی ہیں جو نیچا پیر کے تلے تک ہوتا ہے یا سر کا پردہ جب گھر سے باہر نکلتا ہوا تو ایک تہ بند مثل بالا حریر کے اندر جسم میں پہن لیا سر اور کمر تک کا پردہ ہو جاتا ہے مگر چہرہ کھلے رکھنے کی عادت ہے ہاتھ البتہ بحفاظت پردہ میں رہتے ہیں ان کا نکلنا عام وارتوں کی اجازت سے ہے بلکہ خاوند یا وارث ہمراہ ہوتے ہیں یہ طریقہ عام ہے خواہ نواب ہو خواہ غریب ان لوگوں کی امامت کیسی ہے۔

الجواب

عورت اگر کسی نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال اور گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا بادیک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چلے تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع و لباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں اور ان کے شوہر اگر اُس پر راضی ہوں یا حسب مقتدرت بند و بست نہ کریں تو دیوث ہیں اور ایسوں کو امام بنا نا گناہ اور اگر تمام بدن سر سے پاؤں تک موٹے کپڑے میں خوب چھپا ہوا ہے صرف مونہ کی ٹکلی کھلی ہوئی جس میں کوئی حصہ کان کا یا ٹھوری کے نیچے کا یا پیشانی کے بال کا ظاہر نہیں تو اب

فقہی اس سے بھی ممانعت پر ہے اور یہ امر شوہر وں کی رضا سے ہو تو ان کی امامت سے بھی احتراز انسب کہ سد فتنہ اہم واجبات شرعیہ سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازمانو گاجہ ملک پیراگ مسئلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ استنجا کلون سے نہیں کرتے اُسی وقت پیشاب کیا اور فوراً پانی سے استنجائے لیا ان کی امامت کیسی ہے۔

الجواب

اس صورت میں ترک سنت ضرور ہے مگر صرف پانی سے اگر انقطاع قطرہ ہو جاتا اور ان لوگوں کو اطمینان مل جاتا ہے تو یہ امر اس حد کا نہیں جس کے ترک بران کی امامت کو ناجائز کرنا جائے جب کہ ان کا منشا کوئی امر تنجی مثل استحقاق سنت حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - الاحمد آباد وکن مسئلہ حمین خاں بواسطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مصطفوی اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے مذہب حنفی ترک کر کے مذہب حنبلی اختیار کیا ہے اور وجہ تبدیل مذہب یہ بتاتے ہیں کہ قریب زمانہ وفات حضرت جناب سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے مذہب حنبلی اختیار فرمائے اس لیے میں نے بھی تبدیل مذہب کیا بس بصورت صحت بیان مولوی صاحب نسبت تبدیل مذہب اقتدائے مولوی صاحب حسب اصول حنفیہ درست ہے یا نہیں جبکہ وہاں کثرت سے حنفی لوگ لائق اقتدار موجود ہوں۔

الجواب

ان بلاد میں کہ جہاں مذہب حنبلی مذہب کے عالم ہیں نہ کتابیں حنفیت چھوڑ کر حنبلیت اختیار کرنا ہرگز ناجائز نہیں انتقال کرنے والا اگر مذہب حنفی کا عالم تھا تو یہ انتقال صراحتہً مرد شرع کے مضاد ہوگا کہ شرع نے طلب علم کا حکم فرمایا اور یہ ترک علم و طلب جہل کرتا ہے حاشا للہ حنبلیت جہل نہیں چاروں مذہب حق و ہدی و رشاد ہیں مگر جہاں نہ جس مذہب کے عالم نہ کتابیں وہاں اس کا اختیار صراحتہً اپنے جہل کا اختیار ہے اور اگر اول سے جاہل تھا تو اپنے لیے علم و عمل کا دروازہ بند کرتا ہے احکام حنفیت سے آگاہ نہ تھا تو فاسدوا اہل الذکر کے امثال پر تو قادر تھا اب کہ وہ مذہب اختیار کرتا ہے جس کے اہل ذکر بھی یہاں نہیں تو صراحتہً جہل کے ساتھ عجز ملاتا اور اپنے موہ پر شرعیہ مظہر کا دروازہ بند کرتا ہے۔ واللہ الہادی۔

مسئلہ - ازکلی ناگر پرن پورن پور ضلع پٹی بھیت مسئلہ اکبر علی ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید کو لفظ طلاق کہنے کا ثبوت نہ پا کر پندرہ بیس مرد و ماں اہل اسلام نے مشورہ کر کے اپنا پیش امام مقرر کیا اور مسئلہ دیکھا کہ جس پر موہا ہر علمائے دین چسپاں تھیں اور علمائے دین نے نماز پڑھانے کی اجازت زید کو دی اور پیش امام مذہب دراز سے امامت کرتے ہیں اور نماز جمعہ بھی پڑھاتے ہیں اور پیش امام حرام کا دوس کو بھی نصیحت کرتے ہیں اور

حرام کاروں نے نصیحت کرنے کے سبب سے دو جماعتیں کر لی ہیں اب ایک مولوی صاحب ان کے یہاں وارد حال مقیم ہیں کہ جو غیر اشترک جافوز ذبح کرنے ہیں مولوی صاحب بھی ان کے یہاں کھانا کھاتے ہیں جمعہ کے روز وہ لوگ جو امام سے برگشتہ تھے مولوی صاحب کو مسجد میں لائے اور بروقت آنے مولوی صاحب کے پیش امام اٹھے اور منبر پر بیٹھ گئے اور اذان کا حکم دیا کہ اذان پڑھو اور جو لوگ کہ پیش امام سے برگشتہ تھے اور مولوی صاحب کو لائے تھے پیش امام سے کہا کہ منبر پر سے تم اُترو یہ مولوی صاحب نماز پڑھائیں گے جن مردمان اہل اسلام نے کہ پیش امام اپنا مقر کیا تھا اور جو پیش امام منبر پر بیٹھے تھے اُن کے روز وہ اذان کہی گئی اس پر مولوی صاحب بولے کہ یہ پیش امام طلاق ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے پیش امام نے اُسی وقت مسئلہ باجائز نماز بمواہیر علمائے دین پیش کیا مولوی صاحب نے مسئلہ دیکھ کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ مسئلہ درست نہیں یہ کلام مولوی صاحب کا سن کر جن اہل اسلام نے اپنا پیش امام مقرر کیا تھا پیش امام سے کہا کہ نماز پڑھاؤ اور مولوی صاحب سے کہا کہ ہم کو اعتبار اس مسئلہ کا ہے کہ جس پر مواہیر علمائے دین موجود اور چسپاں ہیں اگر یہ مسئلہ غلط ہوتا تو مواہیر علمائے دین کیونکر اس پر چسپاں کرتے اگر تمہاری نماز ان کے پیچھے نہیں ہو سکتی ہے تو نہ ہو ہماری نماز تو ہو سکتی ہے یہ کلام اہل اسلام کا سن کر مولوی صاحب مسجد سے باہر چلے گئے اور بعد ہو جانے نماز جمعہ کے پھر مسجد میں آئے اور دوسری مرتبہ مولوی صاحب نے خطبہ پڑھا اور جمعہ کی نماز پڑھائی تو حاصل کلام یہ کہ اول جمعہ کی نماز ہو جانے کے بعد دوسری نماز جمعہ کی جماعت ہو سکتی ہے اور مولوی صاحب جدید وارد حال امامت کے لائق ہیں یا نہیں۔ بیٹھو توجروا

الجواب

جمعہ کے لئے امام وہی ہو سکتا ہے جس کا تقرر بادشاہ اسلام سے چلا آتا ہے یا وہ کہ جسے ضرورت عام مسلمان مقرر کر لیں نماز جمعہ قصداً چھوڑ کر چلا جانا اور پھر بدعت جماعت اپنے چند آدمیوں کو لا کر اُسی مسجد میں دوبارہ خطبہ و نماز قائم کرنا ہرگز جائز نہیں یہ پھلی نماز نہ ہوئی اور یہ دوسرا شخص گنہگار ہوا اور فتویٰ شرعی کو زین پر پھینک دینے سے اُس کا حکم بہت سخت ہو گیا علیگیری وغیرہ میں اسے کفر تک لکھا ہے یہ جدید شخص امام بنانے کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از کلی ناگرہ پر گنہ پور ضلع پبلی بحیثیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص مدت دراز سے امامت کرتا ہے اور بشورہ اہل اسلام پیش امام ہے اور بعد اس امامت کرنے کے پیش امام نے اپنے گھر میں حرام کرایا اور ایک عورت کا حرام پیٹ اپنے گھر میں گروایا تو اب اس کو امامت کرنی چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اگر ثابت ہو کہ اس نے حرام کرایا یا حرام کا سامان جمع کیا یا حرام میں کسی طرح ساعی ہمایا اس پر راضی ہوا تو وہ فاسق ہے اُسے ہرگز امامت بذکرنی چاہیے اور اگر ان میں سے کچھ نہ تھا بلکہ کوئی عورت کسی طرح معاذ اللہ حرام میں مبتلا ہوئی اور اُسے حل رہا اس نے اس کی پردہ پوشی کے لیے اسقاط کرایا جبکہ بچہ میں جان نہ پڑی تھی تو اس پر الزام نہیں بلکہ پردہ پوشی امر حسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از کلی ناگرہ پر گنہ پور ضلع پبلی بحیثیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیش امام نے اپنے نفس کے واسطے جھوٹ بولا اور یہ کہا کہ میرے گھر کو آگ لگ گئی ہے تو اس سے پیش امام کی امامت میں فرق تو نہیں آیا اور یہ پیش امام امامت کے لائق ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اس نے جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکہ دیا اُن سے کچھ مال وصول کیا تو وہ فاسق ہے امامت سے معزول کیا جائے اور اگر مراد یہ نہیں تو مراد واضح کی جائے کہ اس کا جواب دیا جائے ایسے گول الفاظ سوال میں لکھنا نادانی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پبلی بھیت محلہ منیر خاں مدرسہ جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان سائل میں (۱) کیا امامت میں شرعاً وراثت جاری ہے کہ امام مرجائے تو اُس کے بعد اُسی کی اولاد یا خاندان سے امام ہونا ضرور ہے غیر شخص امام ہو تو اُن کے حق میں دست اندازی ہو (۲) کیا اہلسنت کے مذہب میں امامت حق خاندانی ہے کہ امام کے بعد اُس کے خاندان سے باہر جانائے کی حق تلفی ہے (۳) امامت اصل حق علمائے دین کا ہے یا جاہلوں کا (۴) اگر امامت کے شرعاً حق والیق علماء ہیں تو جو لوگ عالم دین صالح متدین جامع جملہ شرائط امامت کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امام بنائیں یا بنا نا چاہیں یا اُس میں کوشش کریں اُن پر شرعاً الزام ہے یا نہیں (۵) امامت پنجگانہ و امامت جمعہ و عیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فرق ہے (۶) اگر کسی گھرانے میں سب سے امامت رہی ہے پھر اُن کے ایک شخص سے مسلمانوں نے ناراض ہو کر اُسے امامت سے معزول کیا ہو اور با اُنکے اس خاندان میں دو تین شخص اور اسی کے مثل موجود ہوں اُن کے ہوتے ہوئے ایک عالم دین کو امامت کے لیے انتخاب کیا اور بیسوں اُس عالم یا اُس کے نائب نے جمعہ پڑھایا اور اس گھرانے والوں نے بھی بلا نزاع اُس کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی ہو پھر کئی سال کے بعد دفعہ وہ لوگ مدعی ہوں کہ امامت ہمارا حق خاندانی ہے اور اس بنا پر عالم کی امامت چھیننا چاہیں تو اُن کا یہ فعل محمود ہے یا مذموم و ممنوع اور یہ دعویٰ سموع ہے یا ممنوع و مدفوع اور اگر اب یہ لوگ زمانہ ریاست اسلام کی کوئی سند ہماری ظاہر کریں کہ امامت ہمارے ہی خاندان کی ہے تو وہ سند شرعاً مستند ہے یا نہیں (۷) اگر یہ لوگ اپنے اوپر علم دین کی ترجیح دینے کو حدیث صلوا خلف کل بدو فاجبر پیش کریں تو اُن کا یہ استدلال صحیح ہے یا باطل۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) امامت میں وراثت جاری نہیں ورنہ سهام فرائض پر تقسیم ہو اور حکم آیت کریمہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین دوہر حصہ بیٹوں کو ملے اور اگر بیٹیوں کو اور حکم آیت کریمہ ولھن الثمن مما ترکتم ان کان لکم ولد آٹھویں دن کی امامت بی بی کو ملے بلکہ بیٹ کے بچے بھی امامت کا حصہ پائیں کہ شرعاً وراثت تو وہ بھی ہیں عورات و اطفال کا اصل اہل امامت نہ ہونا ہی دلیل واضح کہ امامت میں وراثت نہیں کہ وراثت خاندانی اُسی شے میں جاری ہو سکتی ہے جو ہر وارث کو پہنچ سکے بلکہ سب کو نہ پہنچنا لازم اور امامت میں تعدد محال تو کس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ امام کے بعد اُس کے وارثوں ہی میں امامت ضرور ہے یہ صریح جمل مبین ہے رد المحتار میں ہے اعتقاد ہم ان خبر الاب لابنہ لایفید لمافیہ من تغیر حکم الشرع واعطاء وظائف من تدلیس و امامۃ وغیرھا لی غیر مستحقھا و کذا لک اعتقاد ہم ان الارشاد ان فوض فی مرض موتہ لمن اودا صح لان مختار الارشاد ارشاد فھو باطل لان الرشید صفة قائمة بالرشید لا تفصل

ملجود اختیار غیرہ لہٰذا کمالاً بصیر المجاہل عالمنا بختیار اختیار لہٰذا فی وظیفۃ التدبیر وکل ہذا امورنا شتہ عن الجہل واتباع
 عادۃ المخالفۃ لصریح الحق بمجروح حکم العقل المختل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اہلسنت کے مذہب میں
 امامت حق خاندانی نہیں کہ یہ رافضیوں میں بھی جاہل رافضیوں کا خیال ہے اسی بنا پر ان کے نزدیک امامت بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے حق امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تقی شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عازا اللہ تاق پیچی کہ مولیٰ علی حضور کے خاندان اقدس میں تھے
 نہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین آج تک ان کے جہاں عوام کو یہی بہکاتے ہیں کہ خاندان کی چیز خاندان سے باہر نہیں جاسکتی صدیق و فاروق
 کیونکہ اس کے سختی ہو گئے اور اہلسنت ہی جواب دیتے ہیں کہ یہ نبوی وراثت نہیں دینی منصب ہے اس میں وہی حق مقدم ہے گا جو افضل ہو۔
 واللہ تعالیٰ اعلم (۳) امامت اصل حق حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ
 انی جاعلک للناس اماما اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الائمہ ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہر عاقل جانتا ہے
 جہاں اصل تشریف فرمانہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم ہو گا نہ کہ غیر اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبان حضور سید العالمین صلی
 تعالیٰ علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہاں تو امامت خاص حق علمائے اس میں جہاں کو ان سے منازعت کا اصلاح نہیں دہذا علمائے کرام نے تصریح
 فرمائی ہے احق بالامامت العلم قوم ہے تویر الابصار و در مختار و غیرہ میں ہے الاحق بالامامة فقد یماہل نصبا مجمع الاھل العلم بالحکم
 الصلوۃ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) بیشک جو عالم دین کے مقابل جاہلوں کو امام بنانے میں کوشش کرے وہ شریعت مطہرہ کا مخالفت اور اللہ و رسول
 اور مسلمانوں سب کا خائن ہے حاکم و معتلی طبرانی و ابن عدی و خطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی
 حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من استعمل رجلاً من عصابة و فہم من ہوا رضی اللہ منہ فقد خان اللہ و رسولہ
 و المومنین جو کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کرے اور ان میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسندیدہ ہے بیشک اس نے اللہ
 رسول و مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی واللہ تعالیٰ اعلم (۵) امامت جمعہ و عیدین و کسوف، امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے
 پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ مرد عاقل بالغ غیر منذور امامت کر سکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اگرچہ وجہ فسخ
 و غیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلاۃ خلف کل برد فاجر کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ
 حافظ قاری متقی و غیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو حکم شرع عام مسلمانوں کا خدا امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا
 ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اول وہ سلطان اسلام ہوتا فی جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں
 امامت عامہ اس شہر کے علم علمائے دین کو ہے ثالث جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجوری، عام مسلمان جسے مقرر کر لیں بغیر ان صورتوں کے جو
 شخص نہ خود ایسا امام ہے نہ ایسے امام کا نائب و مقرر کردہ اس کی امامت ان ماذون میں اصلاح نہیں اگر امامت کرے گا نماز باطل محض
 ہوگی جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے علم علمائے بلد کہ
 اس شہر کے شی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے دینی کاموں میں ان کا امام عام ہے اور حکم قرآن عظیم ان پر اسکی
 طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل فرض ہے جمعہ و عیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اس کے خلاف یہ

عوام بطور خدا اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر مجبوری اس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو سکے ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں تویر الا بصار و در مختار باب الحجۃ میں ہے یفترض لصحتها سبعة اشياء الاول المصروف فناء والثاني السلطان او ما موره باقامتها فتاویٰ امام عتابی پھر حدیث ندبہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۴ میں ہے اذا خلی الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلة الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطربا تباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم فان استوا قرع بینہما شرع وجعل فرما ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم المۃ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ کریم میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامة الزرقانی فی شرح المواہب وغیرہ فی غیرہ در مختار میں ہے نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضوریۃ فتاویٰ قاضی خاں و المختار وغیرہ میں ہے خطب بلا اذن الامام والا امام حاضر لم یجز الا ان یکون الامام امرہ بذلک واللہ تعالیٰ اعلم (۶) عالم سے اُن کی منازعت مذموم و ممنوع اور ان کا دعویٰ مردود و ناسموع جوابات سابقہ میں واضح ہو گیا کہ امامت میں وراثت نہیں نہ وہ کسی کا حق خاندانی ہے بلکہ حق علمائے دین ہے اور انھیں کو تقدیم و ترجیح ہے خصوصاً امامت جمعہ وغیرہ میں کہ یہاں ہے اُن کے اذن کے محض باطل ہے اور سالہا سال تک عالم کا امامت کرنا اور ان کا معترض نہ ہونا دلیل واضح ہے کہ وہ عامیہ خیالات کے طور پر بھی کوئی استحقاق محکم اس کا نہ رکھتے تھے کہ اُن کے خاندان سے باہر کوئی امام نہ ہو نہ اس وقت ان کے پاس کوئی سند تھی ورنہ ضرور ظاہر کرتے امامت اگر ان کا خاندانی حق ہوتی ہرگز سالہا سال دوسرے کو اس میں تفرق کرنے دیکھ کر ساکت نہ رہتے اب کہ منازعت کرتے ہیں تازیست ہے جس طرح المۃ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص کسی شے میں برسوں تصرف کرے اور دوسرا دیکھے اور مانع نہ ہو پھر دعویٰ کرے کہ میرا حق ہے تو اس کا دعویٰ ہرگز مسموع نہ ہوگا عقود الدریہ میں فتاویٰ علامہ غزالی سے ہے سئل عن رجل له بیت فی دار لیکنہ مدۃ تزیید علی ثلاث سنوات وله جارب مجانبہ والرجل المذکور یتصرف فی البیت المذکور ہدما و عمارة مع اطلاع جارة علی تصرفہ فی المدۃ المذکورۃ تسمع دعواہ املا اجاب لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتویٰ اسی میں ہے مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعویٰ اور مجرد سند اگرچہ مہری ہو کوئی حجتہ شرعی نہیں نہ ہرگز بیوت میں پیش ہونے کے قابل۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے احضروکم فیہ خطوط العدول والقضاۃ المناضیین وطلب من العاضی القضاء بذلک الصلک قالوا لیس للقاضی ان یقضی بذلک الصلک لان القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ہی البینۃ اوالاقرار واما الصلک فلا یصلح حجۃ لان الخط بشبہ الخط اشاہ والنظار میں ہے لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ فتاویٰ علیگیری میں ہے الکتاب قد یزور ویفتعل والخط یشبہ الخط والخطا یشبہ الخطا واللہ تعالیٰ اعلم (۷) زمانہائے خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فساد و فجار بھی ہوں گے کہ سکنون علیکم امراء یأخرون الصلاۃ عن وقتہا اور معلوم تھا کہ اہل صلاح کے قلوب ان کی اقتدا سے متفرک کریں گے اور معلوم تھا کہ اُن سے اختلاف، آتش فتنہ کو شعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتداء مناسبت سے اہم و اعظم تھا قال اللہ تعالیٰ والفتح تاکبر من القتل لهذا ورواہ فتنہ بند کرنے کے لیے ارشاد ہوا۔ صلوا خلف کل برد فاجر یہ اس باب سے ہے من ابتری ببلیتین اختاروا ہونہما

اور فقہا کا قول تجوز الصلاة خلف کل بروفا جبر اسی معنی پر ہے جو اوپر گزرے کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اگرچہ غیر معین کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معین کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر ان مدعیوں کے لیے اس حدیث و مسئلہ فقہ میں کوئی حجت و سند نہیں نفس جواز و صحت سے مساوات کیونکر نکلی کہ منافی ترجیح ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ام نجعل المتقین کالفجار ہی فقہا** برابر تصریح فرماتے ہیں کہ امامت کا احق العلم قوم ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ پھر جواز بھی غیر نماز جمعہ و عیدین و کسوف میں ہے ان نمازوں کی شرط وہ تنگ ہے کہ بے امامت عامہ معنی مذکور کسی صالح متقی کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی کما تقدم بیانہ پھر عجب تناقض ہے کہ اپنا استحقاق جتانے کے لیے تو امامت خاص اپنے خاندان کے لیے مخصوص کر دیں کہ خاندان سے باہر کسی عالم دین کو بھی اُس کا استحقاق نہ مانیں اور عالم دین کی ترجیح رفع کرنے کو کل بروفا جبر کے عموم کا دامن تھا میں اور اسی امامت کو ہرنیک و بدکا مسادہ حق قرار دیں جب ہر صالح و طالع اُس میں یکساں ہیں تو تمھارے خاندان کی خصوصیت کہاں ہے اور جب ہر فاسق و بدکار کے پیچھے روا بتاتے ہو تو عالم دین صالح ثقہ متقی سے کیوں ابھتے ہو معلوم ہوا کہ اپنے ہوائے نفس کے پیرو ہیں باقی بس اللہ تعالیٰ اتباع شرع و اطاعت علمائے دین کی توفیق بخشنے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۱، ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے یا نہیں اور یہ امامت کے واسطے سزا دار ہے یا نہیں اور مولانا روم کے اس شعر کا کیا مطلب ہے **در شریعت ہست مکروہ اے کیا ہے در امامت پیش کردن کو را**۔ اگرچہ حافظ با شد و چست و نیکہ۔ چشم روشن بہ دیگر با شد و سفید۔

الجواب

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل نماز کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح تقریرات صحیح العقیدہ غیر فاسق معین حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بد مذہب یا فاسق معین ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابل امامت ہی نہیں درمختار میں ہے بلکہ تنزیہاً امامتہ اعمیٰ الا ان لیکون اعلم القوم فهو اولیٰ اھ مختصراً حضرت مولوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہ البسرہ النوریٰ ان آنکھوں میں کلام فرماتے ہیں جن سے انھیں کلام ہے جس کی چشم باطن روشن ہے اگرچہ علم بطور رسمی حاصل نہ کیا ہو علم رسمی کے عالم غیر عارف سے افضل و احق بالتقدیم ہے کہ علم لدنی علم رسمی سے برجاء اہل واکل ہے قال تعالیٰ **وا تقولوا للہ و یعلمکم اللہ و قال تعالیٰ قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ - ازگندہ فالہ مرسلہ وزیر احمد ۹ جمادی الآخرہ یوم شنبہ ۱۳۲۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید تسکات میں سود لکھوا لیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میں صرف

لکھوالیتا ہوں اور چار پانچ برس ہوئے کہ اُس نے مع سودا لاش کر کے ڈگری کرائی تھی اس صورت میں اُسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جڑا

الجواب

ہرگز نہیں جس طرح سود لینا حرام ہے یونہی سود لکھوانا حرام ہے بلکہ حدیث میں دوسرے کے لیے سود کا کاغذ لکھنے پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ وہ اور سود لینے والا دونوں برابر ہیں تو خود اپنے لیے سود لکھوانا کیونکر موجب لعنت نہ ہوگا اور یہ زعم کہ میں لیتا نہیں محض اس کا اپنا ادعا ہے کہ قبول نہ ہوگا اور اگلی لاش مع سود اس کے کذب پر گواہ ہے غرض کہ وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ ہے یعنی نادانستہ پڑھ لی ہو تو جب معلوم ہو عتبی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں سب کا دہرانا واجب ہے اور دانستہ پڑھی تو نماز دہرانا جہاد واجب اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا گناہ علاوہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۹ رجب المرجب یوم یحشبنہ ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس میں اوصاف حسب ذیل ہوں وہ شخص لائق امامت ہے یا نہیں۔ (۱) نماز میں قرآن شریف جو پڑھتے ہیں اُس میں کبھی نیچے کی آیت اوپر پڑھ جاتے ہیں کبھی آیت چھوٹ جاتی ہے (۲) فجر کی نماز اکثر قضا پڑھا کرتے ہیں (۳) ظہر کا وقت کبھی سونے میں گزر جاتا ہے ایسے تنگ وقت میں نماز پڑھتے ہیں کہ فرض پڑھتے ہی عصر کا وقت آجاتا ہے (۴) مغرب کا وقت سیر بازار میں گزرتا ہے تنگ وقت میں واپس آتے ہیں جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آپ مسجد کے امام ہیں اور نماز اور لوگوں کو پڑھانا پڑتی ہے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نماز کا میں کچھ پابند نہیں ہوں (۵) اپنے وضو کا ٹوٹا اور گھڑا ہونے کا ٹکڑہ رکھتے ہیں (۶) ایک رافضی سے بے تکلفی سے کہ اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور مسجد میں باہم دونوں کے مغان بے تکلفانہ اور مشوقانہ ہوا کرتا ہے (۷) نماز کے مسائل نہیں معلوم ہیں۔

الجواب

سوائے کسی آیت میں تقدیم و تاخیر یا کسی آیت کا چھوٹ جانا اگر نادرا ہو تو مضائقہ نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہو تو ایسے شخص کی امامت سے احتراز اولیٰ ہے جبکہ دوسرا صحیح خواں صحیح العقیدہ صحیح الطہارت غیر فاسق معان قابل امامت موجود ہو نماز فجر اتفاقاً قضا ہو جانے پر مواخذہ نہیں جبکہ اپنی طرف سے تقصیر نہ ہو مگر اکثر قضا ہونا بے تقصیر نہیں ہوتا اگر کوئی علت صحیح شرعی قابل قبول نہ رکھتا ہو تو بے پرواہی ضرور اُسے حد فسق تک پہنچائے گی اور فاسق کو امام بنانا منع ہے جو شخص آفتاب ڈھلنے ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے سوئے اور کسی مرض یا ماندگی کے سبب اتفاقاً ایسا سو جائے کہ ظہر کا وقت گزر جائے تو اس پر الزام نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تقرب فی النوم انما الذی یط فی البقعة سونے میں تصور نہیں تصور جائگے میں ہے اور اگر ظہر کا وقت آگیا یعنی آفتاب دائرہ نصف النہار سے ڈھل گیا اُس کے بعد سویا اور وقت بالکل گزر دیا تو اُصل پر الزام ہے کما فی فی رد المحتار اور جبکہ اس کا عادی ہو بارہا ایسا واقع ہو تو ضرور فاسق ہے اور اُسے امام بنانا گناہ یوئیں اگر اتنے سونے کا عادی ہو کہ فرض ظہر پڑھتے ہی وقت عصر و اتنی آجاتا ہے سنت کا وقت نہیں ملتا تو اس صورت میں بھی ترک سنت مکروہ کی عادت کے سبب آخر و گناہ اور امام بنانے کا ناسزا دار ہے مغرب کا وقت سیر بازار میں تنگ کر دینا اگر اتنا ہو کہ چھوٹے چھوٹے تارے بھی

ظاہر ہو جائیں کہ حقیقت تنگ وقت یہی ہے جب تو اُس کا مکروہ و ممنوع ہونا ظاہر اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو اس قدر میں شک نہیں کہ جماعت یا اقل جماعت اولیٰ ضرور متروک ہوئی و قد حققناہ فی فتاویٰ و مسائل الواجب ہوا دراک الجماعۃ الاولیٰ تو اُس کے ترک کی عادی بھی فسق ہے اور ایسے کی امامت ممنوع اور وہ لفظ کہ میں نماز کا کچھ پابند نہیں ہوں اپنے ظاہر پر بدتر و شنیع تر فسق ہے اپنے وضو اور نہانے کے برتن علیحدہ رکھنا اگر براہ کبر ہو تو سخت کبیرہ اور براہ وہم و دوسوہ ہو جب بھی ممنوع اس کا مرتکب فاسق افسق ہے یا وہی احمق دین اسلام میں نہ چھوت ہے نہ دس اوں پروری۔ روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں کما حققنا فی رد المفوضہ اور مہمدین سے میل جول حرام اور مسجد میں ایسا مذاق سنی صحیح العقیدہ سے بھی حرام لاجرم شخص مذکور سخت فاسق و فاجر مرتکب کبار ہے اور اس کی امامت ممنوع اُسے امام بنانا حرام اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ اور نماز کے مسائل ضروریہ کا نہ جاننا بھی فسق ہے بہر حال شخص مذکور کی امامت کی ہرگز اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از فیض آیاد ڈاکخانہ شہزاد پور مرسلہ عبد اللہ طالب علم سال ۱۳۲۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزر گئی کہ نماز جماعت میں تفرق ہو گیا ہے حدیث اور کناب کی سند ہونا چاہیے۔ بنیوا توجروا

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب ہے رد المحتار میں ہے مثنیٰ فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ یعنی الفاسق کراہۃ تخریر بخیر و نماز میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ التخریر تجب اعادتها۔

مسئلہ۔ از گوئدہ ملک اودھ مرسلہ مسلمانان گوئدہ عموماً و حافظ عبد الحفیظ صاحب مدرس مدرستہ انجمن اسلامیہ گوئدہ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ زید کہ صاحب علم متین ہے یعنی عالم ہے اور سید و معروہ پابند صوم و صلاۃ ہے مگر اکثر جماعت سے ناخدا و انہیں کرتا اپنے گھر پر پڑھ لیتا ہے لیکن جمعہ کے روز مسجد میں امامت کرتا ہے اور کثرت سے لوگ اُس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں مگر بعض اشخاص اُس کے پیچھے نماز پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں الاعتراض کنندہ زید سے ہر بات میں کم رتبہ ہیں اور محتاط و متقی بھی نہیں ہیں اور نفسانیت و ضد بھی ہے اور بیشتر اعتراض بھی اسکے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو پس زید کے پیچھے نماز پڑھنی ایسے اشخاص مذکورہ بالا کی درست ہے یا نہیں۔ بنیوا توجروا

الجواب

زید کا ترک جماعت کرنا اگر کسی عذر صحیح شرعی کے سبب ہے تو زید پر مواخذہ نہیں اور اس کے پیچھے ہر نماز بلا کر اہم درست ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اشخاص مذکور بن کا اُس کی اقتدا سے احتراز اس صہد میں محض جہالت و بیجا ہے اور اگر وہ بلا عذر شرعی ترک جماعت کا عادی ہے تو یہ ضرور فسق ہے اور اس تقدیر پر اُس کی اقتدا سے بچنا بجا ہے جبکہ جمعہ دوسری جگہ صالح امامت متقی کے پیچھے مل جاتا ہو ورنہ صرف اس عذر سے کہ امام تارک جماعت ہے ترک جمعہ کی اجازت نہیں ہو سکتی رد المحتار میں ہے فی المعراج قال اصحابنا لا یبغی ان یفتدی بالاعتذار الا فی جمعة لانه فی غیرہا یجد اماما غیرہ اہ قال فی الفتاویٰ علیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قول محمد

المفتی بہ کانہ بسبیل الی التحول در مختار میں ہے الجماعۃ سنۃ موكدة للرجال وقیل واجبۃ وعلیہ عامۃ مشائخنا وھوالرا حج عند اھل المذھب فستن او تجب ثمرتہ تظھر فی الاثر بتركھا مرة احد ملقطا واللہ سبحنہ وتعالی اعلم ۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار شاہ اسماعیل ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذابج البقر کی امامت کیسی ہے ۔

الجواب

جائز ہے جبکہ غلط خوانی یا بد مذہبی یا فسق وغیرہ مانع شرعیہ نہ ہوں ذبح بقر کوئی مانع نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - حیات النبی ہونے سے خالد کو انکار ہے اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے بھی ، حافظ قرآن مذکور کو انکار ہے یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں کو خانہ کعبہ سے لٹالایا اور نہ جانے دیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں کیا حکم ہے ۔ بینوا توجروا

الجواب

خالد گمراہ بد دین ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے اور زیارت مدینہ طیبہ سے انکار رکھنا مسلمانوں کو لٹالانا کار شیطان وخلاف رائے مسلمانان ہے قال تعالیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولى ونفصلہ جھنم وھما مت مصیبا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - سؤلہ عبد الرحیم صاحب ٹھلیا موہن پور ضلع بریلی ۵ محرم الحرام یوم یکشنبہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دونوں کانوں سے بہت برا ہے تکبیر اولیٰ کانوں سے نہیں سنتا ہے اور قرآن شریف بھی اس کو صحیح یاد نہیں ہے بیوی اس کی بے پردہ دوکان پر چرنے فروخت کرتی ہے دوپٹہ موسم سرما میں گاڑھے کا اوڑھتی ہے اور موسم گرمی میں خاصہ وتتریب کا اوڑھتی ہے اور کرتی دس گیارہ گرہ لانی پہنتی ہے مگر کلاٹیاں ہر دو کھلی چوڑی آستینوں کے باہر رکھتی ہے اور اُس کے شوہر کو بھی حال معلوم ہے بہت خود دیکھتا ہے مگر کچھ ہدایت نہیں کرتا ہے اگر وہ ہدایت اپنی بیوی کو پردے کی کرے تو اُس کی حالت بہرے ہونے سے اور صحیح نہ پڑھنے سے قابل پیش امام ہونے کے ہے یا نہیں علاوہ گزارش مندرجہ بالا کے ہنایہ بد آواز بھی ہے اور جو شخص اُس کو ہدایت کرتا ہے تو اُس سے محبت وتقیر برحالت کے ساتھ کرتا ہے ۔ بینوا توجروا

الجواب

جب کہ اُس کی عورت کلاٹیاں کھولے باہر پھرتی دوکان کرتی ہے یا گرمیوں میں باریک کپڑے پہنے نکلتی ہے جن سے بدن چمکتا ہے اور اُس کا شوہران احوال سے واقف ہو کر حسب مقدور کامل بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اُسے اپنا امام بنانا گناہ ہے اور اگر وہ عورت کو ہدایت بھی کرے اور اس الزام سے توبہ کر کے پاک ہو جائے تو اس حالت میں بھی جبکہ وہ قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے تلاوت نامد ہوتی ہے تو اُس کی امامت بالکل باطل ہے اور اُس کے پیچھے نماز اصلاً نہ ہوگی مگر یہ الزام دہی لگا سکتے ہیں جو خود صحیح پڑھتے ہوں ورنہ اُن کی خود بھی نماز نہیں ہو سکتی وہ سب ایک سے ہمے اُن سب پر فرض ہے کہ حرفوں کی اتنی صحت کر لیں جس سے نماز صحیح ہو جائے جب تک ایسا نہ کریں گے اُن صحت کی

ناز باطل ہوگی اور اگر غلطی وہ ایسی نہیں کرتا جس سے نماز فاسد ہو اور اس کے سوا اور کوئی صحیح پڑھنے والا وہاں نہیں تو لازم ہے کہ وہی امام کیا جائے اور بہرہ ہونے کی پروا نہ کی جائے گی جبکہ وہ عورت کا بند و بست کر لے اھا اگر اور بھی صحیح العقیدہ غیر فاسق صحیح پڑھنے والا وہاں موجود ہے تو یہ اگرچہ صحیح بھی پڑھے اور عورت کا بند و بست بھی کر لے اس دوسرے صحیح خواں کی امامت اولیٰ ہوگی کہ جب یہ ایسا بہرا ہے کہ تکبیر کی آواز نہیں سنتا تو نماز میں اگر اس سے کہیں بھول یا غلطی واقع ہوئی مقتدیوں کا بتانا نہ سنے گا واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ وجہ جلدہ اتم و احکم

مسئلہ - از بھیکن پور ضلع علی گڑھ مرسلہ جعفر علی صاحب ۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بیچ امامت اس شخص کے جو صرف حافظ قرآن و فارسی خواں ہو اور ایک مسجد کا امام تنخواہ دار لیکن بازاریں مسلمان سے لڑتا اور غلطیات الفاظ زبان پر لاتا ہو اور کبھی مسجد میں مؤذن سے سخت کلامی اور اس کی حسب و نسب پر بھی مقتدیان میں الزام لگاتا ہو مؤذن بعض مقتدیوں سے عرصہ سے کدورت دیکھتا ہو تنبیہ کرنے پر مقتدیوں پر الزام لگاتا ہو کہ تم میری غیبت کرتے ہو اور میری روزی چھیننے کی کوشش کرتے ہو اور اپنے قصور کا ہنوز اعتراف نہ کرتا ہو اور مؤذن سے سلام علیک ترک کر دی ہو ایسے امام کی اقتدار اگر اہست جائز ہے یا کچھ کر اہست ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مسلمان سے بلا وجہ شرعی کینہ و بغض رکھنا حرام ہے اور بلا مصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک سلام و کلام بھی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تبغضوا ولا تتحاسدوا ولا تلادوا ابروا کو فوا عبد اللہ اخوانا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یجمل لمسلم ان یتحیرا خاہ فوق الثلث اور فحش بکنا خصوصاً برسر باراز معصیت و فسق ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس المؤمن بالطعان ولا الفحاش دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحیاء من الایمان والبداء من النفاق خصوصاً اگر اس فحش میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو زنا کی طرف نسبت کرتا ہو جیسے آج کل فحش لوگوں کی گائیوں میں عام طور پر رائج ہے جب تو اشد کبیر وہے قال اللہ تعالیٰ یعظکم اللہ ان تعودوا المثلہ ابدان کنتہ مومنین با کلمہ شخص مذکور فاسق ملعن ہے اور فاسق ملعن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی بڑھنی منع ہے اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب فتاویٰ حجہ پھر غنیہ پھر رد المحتار میں ہے لو قد موافقاً یا ثنوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سینا پور ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پر بغض کا شبہ ہے اس کی نشست آن لوگوں کے پاس ہے اور ان کی خاص مجلسوں میں جاتے بھی اُسے دیکھا اور اس سے توبہ کو کہا جائے تو توبہ بھی نہیں کرتا اور حالت اس کی یہ ہے کہ رافضیوں میں رافضی سنیوں میں سُنی اور اسے بعض لوگوں نے اپنے لوگوں کا معلم اور مسجد کا امام مقرر کیا ہے اس صورت میں اس کا اور اس کے مقرر کرنے والوں کا کیا حکم ہے اور اس کا معزول کرنا بوجہ شبہ کے واجب ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کس دلیل سے حالانکہ وہ اہلسنت کے سامنے کوئی بات عقیدہ رد و انفض کی زبان سے نہیں نکالتا اور اگر وہ توبہ کر لے تو اس کے بعد بھی رکھا جائے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب - جبکہ ثابت و محقق ہو کہ رافضیوں میں رافضی اور سنیوں میں سُنی بنتا ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ رافضی بھی ہے اور منافق بھی

اور اس کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے کیا بیناہ فی النہی الاکید بلکہ تبرائی روافض زمانہ اُن سے بھی بدتر ہیں کہ وہ کافران اصلی ہیں اور یہ مرتد اور مرتد کا حکم سخت تر و اشد کما حققتاہ فی المقالة المسفۃ اور اگر صرف اسی قدر ہو کہ اس کی حالت مشکوک و مشتبہ ہے جب بھی اُسے امامت سے معزول کرنا بدلائل کثیرہ واجب ہے **فاقول** وباللہ التوفیق **دلیل اول** علی تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی امر کے بدعت و سنت ہونے میں تردد ہو تو وہاں سنت ترک کی جائے بحر الرائق پھر رد المحتار مکروہات الصلاۃ میں ہے اذاتردد بالحکم بین سنت و بدعت کان ترک السنۃ راجحاً علی فعل البدعۃ مختصراً المحیط بفتح القدر اذ آخر سجود السہو میں ہے ما تردد بین البدعۃ والسنۃ ترکہ لان ترک البدعۃ لازم و اداء السنۃ غیر لازم ظاہر ہے کہ اگر یہ شخص واقع میں سنی ہو تو خاص اسی کو امام کرنا کچھ سنت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اُسے امام کرنا حرام قطعی جب سنت و بدعت کے تردد میں ترک سنت کا حکم ہوا تو جائز و حرام قطعی کے تردد میں وہ جائز کیوں نہ واجب ترک ہوگا **دلیل دوم** علی فرماتے ہیں کہ جب کسی بات کے واجب و بدعت ہونے میں تردد ہو تو وہ ترک نہ کی جائے فتح و علیہ و بحر و رد المحتار وغیرہ میں ہے واللفظ لہذا فی النوافل قد تقاربان ما دار بین وقوعہ بدعتہ او واجبالا ینزک ظاہر ہے کہ یہ شخص سنی ہو تو اس کی جگہ دوسرا امام مقرر کرنا کچھ بدعت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اُسے معزول کرنا فرض قطعی جب بدعت و واجب کے تردد میں فعل ضروری ہوتا ہے تو جائز و فرض قطعی کے تردد میں اُسے معزول کرنا کیوں نہ اشد ضروری ہوگا **دلیل سوم** شرع مطہر کا قاعدہ مقرر ہے کہ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام جب ایک چیز میں حلت و حرمت دونوں وہیں جمع ہوں تو غلبہ حرمت کو رہے گا اور وہ شے حرام سمجھی جائے گی کما فی الاشیاء والنظائر یہ سنی ہو تو امامت حلال اور رافضی ہو تو حرام تو غلبہ حرمت ہی کو دیا جائے گا **دلیل چہارم** عبادات میں اعتیاد مطلقاً واجب ہے نہ کہ نماز کہ اہم و اعظم عبادات ہے جس کے لیے علی افرماتے ہیں کہ اگر اس کی صحت و فساد میں اشتباہ پڑے ایک وجہ سے فاسد ہونی ہو اور متعدد وجوہ سے صحیح تو اس ایک ہی وجہ کا اعتبار کر کے اُس کے فساد ہی کا حکم دیں گے فتح القدر صلاۃ المسافر میں ہے ہذا مسائل الزیادات مسافر و مقیم امام احدهما الاخر فلما شربنا شکا فی الامام استقبلاً لان الصلوۃ متی فسدت من وجہ وجازت من وجہ حکم بنفسادھا امامۃ المقتدی مفسدۃ واحتمال کون کل منہما مقتدی یا قائم فقصد علیہما ظاہر ہے کہ بر تقدیر سنیت اُس کے پیچھے نماز صحیح اور بر تقدیر رافض فاسد تو اُس کی امامت کیونکر جائز ہو سکتی ہے **دلیل پنجم** علی فرماتے ہیں قاضی محض تمت و حصول ظن پر تغیر دے سکتا ہے بحر و نہر و در مختار وغیرہ میں ہے للقاضی تعزیر الملتہم و ان لم ینثبت علیہ جب تمت ایسی چیز ہے جسکے سبب بے ثبوت سرچ ایک مسلمان کو سزا دینے کی اجازت ہو جاتی ہے جس میں اصل حرمت ہے تو نماز کے لیے احتیاد کرنی کیوں نہ واجب ہو جائے گی جس کی اصل فرضیت ہے جس شخص نے اُس کے حال سے مطلع ہو کر اُسے مسلمانوں کا امام اپنے آپ کووں کا معلم مقرر کیا حالانکہ اہلسنت میں صاف و پاک امام و معلم بکثرت مل سکتے ہیں اُس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی وہ مسلمانوں کا بدخواہ ہے اُس پر اپنے فعل سے توبہ اور اپنے مقرر کیے ہوئے کو معزول کرنا لازم حاکم صحیح مستدرک میں ہے اور ابن عدی عقیلی و طبرانی و خطیب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل رجلاً من عصابۃ وفیہم من ہوا رضی اللہ منہ فقد خان اللہ و رسولہ والمومنین جس نے کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کیا اور ان میں وہ شخص موجود تھا جو اس سے زیادہ اللہ کو پسند ہے تو اُس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی تیسرے شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کی

شرح میں ہے ای نضبہ علیہما امیرا او قیما او عریفا او اماما بالصلاة پھر اگر شخص تو یہ بھی کرے تو مجرد تو یہ اسے امام نہیں بنا سکتے بلکہ لازم ہے کہ ایک زمانہ امت تک اسے معزول رکھیں اور اس کے احوال پر نظر رہے اگر خوف و طمع و غضب و رشا وغیرہ حالات کے متعدد تجربے ثابت کر دیں کہ واقعی یہ سنی صحیح العقیدہ ثابت قدم ہے اور وہ شخص سے اصلا مثل جہل نہیں رکھتا بلکہ اُن سے اور سب گمراہوں بد دینوں سے مستقر ہے اس وقت اسے امام کر سکتے ہیں فتاویٰ قاضی خاں پھر فتاویٰ علیگیری ہے الفاسق اذا تلاف لا یقبل شہادۃ ما لم یغض علیہ زمان یشہر علیہ اثر التوبۃ والصیحح ان ذلک مفوض الی راء القاضی امیر المومنین غیظ المنافقین امام العادلین بیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب صبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بد مذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمان بھیجا کہ سلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں مر جائے تو اس کے جنازے پر حاضر نہ ہوں تعمیل حکم حکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہو جاتے جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہو گیا اس وقت اجازت فرمائی اخرج نضر المقدسی فی کتاب الحجۃ وابن عساکر عن ابی عثمان الہمدانی عن صبیغ انہ سأل عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن المرسلات والذاریت والنازعات فقال لہ عمر الق ماعلی راسک فاذا لہ ضفیرتان فقال لوجود تک محلو کا ضربت الذی فیہ عینک ثم کتب الی اهل البصرۃ ان لا تجالسوا صبیغا قال ابو عثمان فلو جاء ونحن مائة نفر قناعہ و **اخرج** ابوبکر بن الانباری فی کتاب المصاحف وابن عساکر عن محمد بن سیرین قال کتب عمر بن الخطاب الی ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لا تجالسوا صبیغا وان یحرم عطاء ورازقہ و **اخرج** المقدسی فی الحجۃ عن اسمعق بن بشر القریشی قال اخبرنا ابن اسحق او ابواسحق قال کتب الی امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی ابی موسیٰ اما بعد فان الاصم بن علیہ التیمی تکلف ما کفی وضیع ما ولی فاذا جاءک کتابی هذا فلا تبأبعوہ وان مرض فلا تقودوہ وان مات فلا تشہدوہ قال نکان الاصم یقول قد مت البصرۃ فاقت بها خمسة وعشرین یوما وما من غائب احب الی ان القائه من الموت ثم ان الله الهمه التوبۃ وقد فها فی قلبہ فایتت اباموسیٰ وهو علی المنبر فسلمت علیہ فاعرض عنی فقلت ایھا المعرض انه قد قبل التوبۃ من هو خیر منک ومن عسروانی اتوب الی الله عزوجل مما اسخط امیر المومنین وعامة المسلمین فکتب بذلك الی عمر فقال صدق اقبلوا من اخیکم و **اخرج** الدارمی ونضروا لاصبہا فی کلاهما فی الحجۃ وابن الانباری فی المصاحف واللالکائی فی السنۃ وابن عساکر فی التاریخ عن سلیمان ابن ہسار ان رجلا من بنی تمیم یقال لہ صبیغ بن عسل قدما المدینۃ وكان عندہ کتب فكان یسئل عن متشابہ القرآن فبلغہ ذلک عمر رضی اللہ فبعث الیہ وقد اعد لہ اعراجین النخل فلما دخل علیہ قال من انت قال انا عبد الله صبیغ قال عمر رضی اللہ تعالیٰ وانا عبد الله عمرو اوما الیہ فجعل یضربہ بتلك العراجین فما زال یضربہ حتی شجہ وجعل الدم لیسیل علی وجهہ فقال حسبک یا امیر المومنین والله فقد ذهب الذی احببت فی راسی و **اخرج** الدارمی وابن عبد الحکیم وابن عساکر عن مولیٰ ابن عمر ان صبیغ العریقی جعل یسأل عن اشیاء عن القرآن فی اجناد المسلمین (وساق الحدیث الی ان قتل)

فارس عمرانی یطلب الجریڈ فضیہ بہما حتی ترک ظہرہ و برہ ثم ترکہ حتی برئ ثم عادہ ثم ترکہ حتی برئ ثم عادہ
لیعود بہ فقال صبغیر یا امیر المؤمنین ان کنت تردید قتلی فاقتلنی قتلاً جمیلاً وان کنت تردید تداونی فقد والله برأت فاذن لہ
الی ارضہ و کتب لہ الی ابی موسی الاشعری ان لا یجالسہ احد من المسلمین فاشتد ذلك علی الرجل فکتب ابو موسی الاشعری
الی عمران قد حسنت ہیأتہ فکتب انا ایدن للناس فی مجالستہ بلکہ اگر اس کا مکرو زور و کذب و فریب ظاہر و مشہور ہو تو بہ
توہ بھی کبھی امام نہ کریں کہ اُسے امام کرنا کچھ ضرور نہیں اور معروف کذاب کی توبہ پر ہمیں اعتبار کا کیا ذریعہ ہے خصوصاً وہ انفس خدام اللہ
تعالیٰ کہ تقیہ ان کا اصل مذہب اور اس کی بنیاد کا سب سے پہلا پتھر ہے خصوصاً جہاں نوکری وغیرہ کی طمع یا کسی خون کا قدم در میان ہو۔
امام ملک العلما ابو بکر مسعود کا خانی قدس سرہ کی کتاب بدائع پھر فتاویٰ علیگیری میں ہے المعصون بالکذب لا عدالۃ لہ فلا تقبل
شہادۃ ابدان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سکھوا وابتلی بہ مرۃ ثم تاب اھ و نسأل اللہ حسن التوبۃ والعفو والعافیۃ
بعینہ ہی حکم و بابیت دیوبندیہ کا ہے کہ وہ بھی مثل رفض زمانہ ارتداد مدین اور اس کے اصغر مثل رد انفس تقیہ گزین توجہ دیکھیں کہ اُن
لوگوں سے میل جول رکھتا اُن کی مجالس و عظیمیں جاتا ہے اُس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اُسے امام نہ کریں اگرچہ اپنے کو سُنی کہتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - زید و ہاب یہ عقیدہ رکھتا ہے اور اُس کا لڑکا نابالغ بچہ تھینا ۱۲ سال اسال قرآن حافظ ہوا ہے اور وہ ہم لوگ مذہب حنفیہ
اہلسنت و جماعت کو مجبور کرتا ہے اور زور ڈالتا ہے کہ میرے لڑکے مذکور بالا کے پیچھے قرآن شریف سُن لیا جائے اس کے پیچھے تراویح وغیرہ
درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس لڑکے کے پیچھے تراویح وغیرہ کوئی نماز جائز نہیں کہ صحیح مذہب میں نابالغ بالغوں کی امامت کسی نماز میں نہیں کر سکتا اور اگر وہ کبھی عقیدہ
ہاب یہ رکھتا ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو وہابی کے پیچھے ویسے بھی نماز ناجائز محض ہے اگرچہ بالغ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئلہ جناب ہدایت اللہ خاں صاحب ۱۹ رثوال ۱۳۹۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت نماز چند اشخاص جمع ہیں لیکن کامل پابند شریعت نہیں ہیں ایک حافظ ہے اور مسائل
سے بھی واقف ہے مگر دائرہ اُس کی کسی قدر کسری ہوئی ہے موافق شرع شریف نہیں دوسرے کا لباس و وضع تو موافق شریعت ہے
اور کچھ مسائل سے بھی کسی قدر واقفیت رکھتا ہے۔ مگر قرآن مجید بقابلہ حافظ کے صحیح نہیں پڑھ سکتا نہ خطبہ جمعہ کا یہ کوئی شخص حافظ تو نہیں
ہے مگر مسائل نماز سے واقف ہے قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہے ملازمت پولیس کر چکا ہے پنشن پاتا ہے غرض ایسی ہی حالت ہر شخص کی ہے
اس حالت میں کون شخص امامت کے لائق سمجھا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اُن میں جو شخص وضو و غسل وغیرہ طہارت ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو قرآن مجید ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے معنی بدلیں فاسد
ہوں اُس کے پیچھے نماز ہو جائے گی مگر امام بنانا جائز ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مذہب کا سُنی خالص ہو فاسق علی الاعلان نہ ہو یعنی

کوئی گناہ کبھی اعلان کے ساتھ نہ کرتا ہو صغیرہ بھی عادت و اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے جو شخص ان سب باتوں کا جامع ہو اگرچہ قرآن عظیم حافظ کی مثل نہ پڑھ سکے یا پولیس کی پیشانی پائے اُسے امام بنانے میں حرج نہیں اور جو اڑھی حد شرع سے کم کراتا ہو وہ فاسق مطلق ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے سستی ہونا جو ہم نے جواز امامت کی شرطوں میں رکھا ہے نہ صحت نماز کی اُس سے مراد یہ ہے کہ ایسا بد مذہب بھی نہ ہو جس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچے کہ ایسے کو امام بنانا گناہ اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا اور جس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہو جیسے آج کل کے عام رافضی وہابی نیچری قادیانی غیر مقلد کے پیچھے تو نماز محض باطل ہے جیسے کسی ہندو یا پارسی کے پیچھے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مورہنج ضلع بریال مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

جس شخص کو جذام کے گھاؤ ہو گیا ہو لیکن لنگڑایا انگلیاں گرانہ ہو اچھی طرح اٹھ بیٹھ سکتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور جس کو سوزاک ہو یا موند بانگا ہو گیا ہو یا ضعیف اس قدر ہو کہ اٹھنے بیٹھنے میں دیر لگتی ہو ان اشخاص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب

جذام میں جب تک ٹپکنا نہ شروع ہوا ہو یہ حکم ہے کہ اگر لوگوں کی نفرت کی حد تک ہے جس کے سبب اس کی امامت میں جماعت کی کمی ہو تو اُس کی امامت مکروہ ہے ورنہ نہیں اور اگر ٹپکنے لگا تو اگر معذور کی حد تک پہنچ گیا کہ ایک وقت کامل کسی نماز کا اس پر ایسا گناہ کہ وضو کر کے فرض پڑھ لینے کی ہمت نہ تھی تو جب تک ہر نماز کے وقت اگرچہ ایک ایک ہی بار ٹپکنا یا اجادے وہ معذور ہے اسے پانچ وقت تازہ وضو کرنا کافی ہے اور اس کے پیچھے صرف ایسے ہی عارضہ والے کی جو اُسی کی سی حالت رکھتا ہو نماز ہو جائے گی باقی لوگوں کی نماز نہیں ہو سکتی یہی حکم سوزاک کا ہے اگر پیپ بہتا ہو، اور اگر پیپ نہ نکلے تو اس کے پیچھے نماز میں کچھ حرج نہیں جس کا موند معاذ اللہ پڑھا ہو گیا ہو اگر اس کے سبب قرأت صحیح نہ پڑھ سکتا ہو حروف غلط ادا ہوتے ہوں تو اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اگر حروف صحیح تو نکلنے ہوں مگر پڑھنے میں بہت بد ثنائی پیدا ہو گئی ہو تو اُس کی امامت اولیٰ نہیں ورنہ کچھ حرج نہیں جو ضعف کے سبب دیر میں اٹھتا بیٹھتا ہو اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ ایسی حالت نہ ہو کہ مثلاً جب تک سجدہ سے اٹھ کر بقدر تین بار سجدہ کرنے کے بیٹھا نہ رہے کھڑا نہیں ہوتا اور جب ایسی حالت ہو تو اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد اہلسنت و جماعت کا امام اوروہ بھی مدعی ہے کہ میں سُنی ہوں مگر اس کی رشتہ داری و قرابت روافض سے ہوتی ہے اس کی پیچھیاں بھی روافض کو منسوب ہوئیں اور اس کی ہم شیرگان کے روافض سے نکاح ہائے اور اس نے اپنا نکاح بھی روافض میں کیا ایسی حالت میں اس کا دعویٰ قبول ہوگا یا نہیں تقیہ جو روافض کا شعار ہے اور اس کے ذریعہ سے اہلسنت کے عبادات کو ضائع کرنا باعث نجات خیال کرتے ہیں محمول ہو کہ ایسے شخص کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں بفرض محال اس کے دعویٰ کو صحیح سمجھا جائے اور اس کو سُنی خیال کیا جائے تو نکاح اُس کا اور اس کی ہم شیرگان کا صحیح ہو یا نہیں اور

جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں اُن کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں - بیذا وجود

الجواب

اگرچہ رافضیوں کے یہاں بیاہت کرنے سے خود اس شخص کا خواہی نہ خواہی رافضی ہونا واضح نہیں ہوتا کہ بعض احمق نادان جاہل سنی بھی اس بلائے عظیم میں محض اپنی جہالت سے مبتلا ہیں اور بعض وہ بھی ہیں کہ اسے برا سمجھتے ہیں اور پھر اپنی اگلی رشتہ داریوں وغیرہا یہودہ وجہ کے سبب اُس میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھپھیں بہنوں کے نکاح میں وہ بھی عذر کر سکتا ہے کہ یہ فعل اُس کے باپ دادا کا ہے بلکہ شاید اپنے نکاح میں بھی یہی کہے کہ باپ نے کر دیا اور ایسی وجہ سے کسی کے قلب عقیدہ پر حکم نہیں لگا سکتے اور جب وہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور اُس کی کوئی بات عقیدہ اہلسنت کے خلاف نہیں تو بدگمانی کر کے رافضی ٹھہرا دینے کی اجازت نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقولوا لمن اتقى الله لمسلم لست بمومن او من ارسل الله تعالى عليه وسلم فرماتے ہیں افلا شققت عن قلبه مگر امام بنانے کے لیے فقط سنی تصور کرنا ہی کافی نہیں بلکہ فاسق معلن نہ ہونا ضرور ہے اس کی حالت دیکھی جائے اگر رافضیوں سے میل جول خلا ملا دوستی اتحاد کے برتاؤ کرتا ہے تو اگر رافضی نہیں تو کم از کم سخت فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنا نا گناہ اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھر نا واجب کما فی فتاویٰ الحجۃ والغنیۃ وغیرہما من الاسفار الکثیرۃ وقد حققنا فی النہی الاکید اور اگر باوصف ان بیاہتوں کے ان لوگوں سے بالکل جدا ہے تو اسے بتایا جائے کہ آج کل کے تبرائی رافضی علی العموم کا فر مرتد ہیں اور ان سے نکاح مرد کا ہو یا عورت کا محض باطل ہے اور اُس میں قربت زنائے خالص اور اولاد اولاد الزنا ہے یوں نہ سمجھے تو اسے رسالہ رد الرافضہ دکھایا جائے جس میں بکثرت کتب مستندہ کی صاف تصریحوں سے کفر ثابت کیا گیا ہے اگر پھر بھی نہ مانے تو متمدن سرکش فاسق ہوگا اور رافضیہ عورت کے رکھنے سے زنا کار ہوگا اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب ہوگا اور اگر جاہل نہیں بلکہ جانتا ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا پھر اس عورت کو جدا نہیں کرتا آپ ہی فاسق وزانی اور امامت سے واجب العزل ہے اور اگر رافضیوں کے عقائد کفریہ خالص پر مطلع ہے اور پھر ان کو مسلمان جانتا ہے جب تو فسق درکنا ر خود کفر ہے بزازیہ وجمع الانہر ودرختا رو غیر ہا میں ہے من شک فی کفرہ وعدنا بہ نقد کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ڈاکخانہ چونکہ تحصیل و ضلع مشرور پور موہرہ کنہیا لال سولہ غلام محمد صاحب ۲۸ صفر ۱۳۲۱ ہجری

مند نشین شریعت غرا جناب مولانا صاحب دام ظلکم بعد حصول سعادت قد ہوی عرض یہ ہے کہ جو کہ کترین کے آباؤ اجداد تھے وہ سب گاہوں کے امام تھے اور قدیم ایام سے امامت کرتے چلے آئے ہیں اور کترین کے جناب دادا صاحب بھی خود گاہوں کے استاد تھے اور کترین کے جناب والد بزرگوار بھی استاذی اور امامت کرتے تھے اور ان کے بعد میں بھی استادی طریقہ رکھتا ہوں کہ گاہوں کے بہت سے لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور کتابوں وغیرہ کی بھی دی ہے اور پانچ نماز بھی ہم امام ہو کر پڑھواتے رہے ہیں اور اب گاہوں کے ایک شخص زبیدار نے کہا اگر مرضی ہو تو امام رکھیں ورنہ نہ رکھیں کہ امام ذکر کی جگہ ہوتا ہے حوالہ ذکر کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ کریں اور غرض خدا اس بہت یہودہ گالی بھی نکالی ہیں اور بے ادب لفظ بولے ہیں اور اب کترین جناب کی جانب دراز دست ہے اس شخص کی نسبت

فتویٰ حدیث اور شریعت کے تحریر کر کے ارسال فرما دیں کہ اُس کی تعزیر لگائی جاوے از حد مہربانی ہوگی اور کترین کا حق گاؤں پر ہے یا نہیں اور شریعت میں اُس کے واسطے کیا حکم ہے وہ اب امامت سے برخاست کرنا چاہتے ہیں فتویٰ مع آیات و احادیث کے ارسال فرمائیے

الجواب

کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے اور گالی دینا سخت حرام ہے اور بعض گالیاں تو کسی وقت حلال نہیں ہو سکتیں اور ان کا دینے والا سخت فاسق اور سلطنت اسلامیہ میں اسی کوڑوں کا مستحق ہوتا ہے اُن سے ہلکی گالی بھی بلا وجہ شرعی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور علم دین کے اُستاد کا حق باپ سے بھی زائد ہے اُسے ستانے والا عاق ہوتا ہے اور بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کے رزق میں خلل اندازی بہت سخت ہے جا اور بلا وجہ ایذا ہے ایسوں کو خوف نہیں آتا کہ وہ کسی مسلمان کے رزق میں بلا وجہ خلل ڈالیں اللہ قادر مطلق اُن کی روزی میں خلل ڈالے اُن کا رزق تنگ کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کما تدین من ان جیسا تو اوروں کے ساتھ کرے گا ویسا ہی اللہ تیرے ساتھ کرے گا ان لوگوں پر لازم ہے کہ امام سے معافی مانگیں اُستاد سے خطا بخشوائیں اور اگر کوئی حرج شرعی نہ ہو تو بے سبب اُسے موقوف نہ کریں ہاں اگر سبب شرعی ہو تو بہ نرمی اُس سے کہیں اگر وہ اس کا علاج نہ کرے یا نہ کر سکے تو نرمی کے ساتھ الگ کر دیں اس وقت اس امام کو بھی بیجا ہٹ مناسب نہیں امامت کسی کا حق و میراث نہیں اور وجہ شرعی کے سبب اہل جماعت جس کی امامت سے ناراض ہوں اُسے امام بننا گناہ ہوتا ہے اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۸ رجب الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنا نکاح ایک عورت سے کیا کچھ عرصہ بعد اپنی عورت کی ہمیشہ سے دوسرا نکاح کیا دونوں عورتیں اس کے پاس رہیں کچھ مدت کے بعد اس دوسری سے ایک لڑکا پیدا ہوا جب وہ بالغ ہوا اُس نے کلام مجید پڑھا اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

یہ لڑکا ولد الحرام ہے ولد الزنا نہیں اسے حرامی نہیں کہہ سکتے کہ عرف میں حرامی ولد الزنا کو کہتے ہیں اور یہ شرعاً اپنے اُسی باپ کا بیٹا ہے اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں ہاں اگر جماعت کو اس کے ولد حرام ہونے کے باعث اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت ہو تو اُس کی امامت مکروہ ہوگی کہ وہ تقییل جماعت ہوگی مگر اس صورت میں کہ یہ لڑکا سب حاضرین سے زیادہ مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتا ہو تو اُسی کی امامت ادنیٰ ہے اور اب اگر عوام کو نفرت ہو تو انہیں سمجھا یا جائے کہ اُن کی یہ نفرت خلاف حکم و بے محل و بیجا ہے یہ تو یہ اگر کوئی ولد الزنا بھی ہو تو جب حاضرین سے علم میں زائد ہو وہی سختی امامت ہے علی گریہ میں ہے ان تزوجہما فی عقد تین فنکاح الاخیرۃ فاسدۃ و یجب علیہ ان یفارقہما فان فارقا بعد الدخول فعلیہا العدة ویثبت النسب ہا یہ میں ہے بیکہ تقدیم العبد لکأنہ لا یتفرغ للعلم والاعمال لان الغالب فیہما الجہل وولد الزنا لانی لیس لہ اب یشفقہ فیغلب علیہ الجہل وکان فی تقدیمہ ہولاء تنفیہ الجماعۃ فیکوہ افتیاء شرح غفران ہے

ان کان الاثر ابی افضل من الحضری والصد من الحو و ولد الزنا من ولد الرشدة والاعسی من البصیر فالحکم بالصد والاحتار میں ہے نحوہ فی شرح الملتقی للبنہسی و شرح درر البحار ولعل وجهہ ان تنفیہ الجماعۃ بتقدیمہ یزول اذا کان افضل من غیرہ بل التنفیہ یکون فی تقدیمہ غیرہ در مختار میں ہے الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم نفوا ولی اسی میں ہے لو امر قوما و حملہ کارہون ان الکراہۃ لفساد فیہ اولاً نہم احق بالامامۃ منہ کثرہ ذلک تحویما وان ہوا حق لا والکراہۃ علیہم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۳۳۱ - ۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور وہ فاضل و علم غیب وغیرہ سے منکر ہے بلکہ مسجد میں اور رکوع میں تسبیح اس قدر زور سے کہتا ہے کہ اگلی صف والے بخوبی سُن لیتے ہیں اور پیچھے والے بھی کچھ سُن لیتے ہیں اور ایسے مقام پر کوئی دوسرا امام میسر نہیں آتا تو اس حالت میں کس طرح باجماعت نماز پڑھی جائے کہ ثواب جماعت کا ہو اور نماز میں بھی کوئی نقص نہ ہونے پائے۔

الجواب

گر علم غیب ببطائے الہی کثیر وافر اشیاء و اسماء و صفات و احکام و برزخ و معاد و اشرار ساعت و گزشتہ و آئندہ کا منکر ہے تو صریح گمراہ بدین و منکر قرآن عظیم و احادیث متواترہ ہے اور ان میں ہزاروں غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملتا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین کا منکر یقیناً کافر ہے ہی تبلیسی طور پر بعض کا اقرار کرتا اور دہا بیہ کا اعتقاد رکھتا ہے تو گمراہ بدین ہے اور جو خاص دیوبندی عقائد پر ہو وہ کافر و مرتد ہے یونہی جو ان عقائد پر اپنا ہونا نہ بتائے مگر ان لوگوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو اچھا جانے یا مسلمان ہی سمجھے جب بھی خود مسلمان نہیں در مختار و مجمع الانہر و بزاز یہ وغیرہ میں ہے من شک فی کفرہ فقد کفر ہاں اگر تمام خواثوں سے پاک ہو اور علم غیب کثیر وافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اس کا اقرار کرے صرف احاطہ جمیع ماکان و مایکون میں کلام کرے اور ان میں ادب و حرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے مگر آج کل یہاں فاضل کا انکار خاص دہا بیہ ہی کا شعار ہے اور دہا بیہ اہل اہوا سے ہیں اور اہل اہوا کے پیچھے نماز ناجائز ہے فتح القدیر میں ہے لا تجوز الصلاۃ خلف اهل الاہوا تو اگر امام میسر ہو بہتر ورنہ تنہا پڑھی جائے ہاں اگر وہاں دہا بیت نہ ہوتی تو فقط اتنی بات پر کہ تسبیحات رکوع و سجود بآواز کہتا اور اس پر اصرار رکھتا ہو نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوتی کہ اگر امام نہ ملتا تو اسی کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیا جاتا مگر بحال دہا بیت ہرگز اقتدا جائز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مرسلہ محمد ظفر اللہ صاحب حنفی ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) ایک شخص اس مسجد کا جو امام ہے جس کی بابت یہ قصہ ہے کہ صدقہ فطر لیتا ہے حتیٰ کہ وہ خود صاحب زکوٰۃ ہے اگر اس کو صدقات سے کچھ نہ دیا جائے یا دینے میں دیر ہو جائے تو ناراض ہو جاتا ہے ایسی جگہ سے نماز ترک کرنا جائز ہے یا نہیں (۲) دالم الریض اور جس کے وضو کا بھی کافی طور سے احتمال ہو اور قرآن شریف کو صحت الفاظی کے ساتھ نہ پڑھتا ہو بلکہ غلط پڑھتا ہو باوجود اس کے کہ وہاں قاری اور حافظ موجود ہوں تو ایسے شخص کی ثنویت جماعت سے اجتناب چاہیے یا نہیں (۳) جو اشخاص ناحق رعایت و پاسداری کرتے ہوں اور بدعتیں پس قرآنی سے حاسد ہوں اور وہ اس جماعت میں شامل ہوں اور عوام کی غیبت کرتے ہوں تو ایسے موقع پر ترک جماعت جائز ہے یا نہیں (۴) وہ

شخص اس بنائے فساد سے مخوف ہو کر اُس حجرے میں جو شارع عام سے کچھ فاصلہ مسجد سے واقع ہے نماز پڑھ لیوے تو جائز ہے یا نہیں اگر حجرہ میں جماعت علیحدہ کرتا ہے تو ناحق مفسدہ پیدا ہوتا ہے اب کیا کرنا چاہیے آیا نماز اب کس طریق پر اور کس جگہ پر ادا کرے (۵) وہ امام جو اس مسجد میں امامت کے واسطے بلائے جاتے ہوں اُس کے مقتدی ہمیشہ بخش کلامی سے یاد کرتے ہوں اور اس سے پھر مقتدی ناراض ہوں تو اُس کے پیچھے اُن کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اس کو وہاں امامت کرنا روا ہے یا نہیں (۶) اندر مسجد کے جمع ہو کر دنیا داری کی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو کرتے ہیں وہ خطا دار ہیں یا نہیں۔ (۷) مسجد کی امامت کے واسطے امام بے علم یا مشتبہ کافی ہے یا نہیں کہ نماز مع کل فرائض، واجبات، سنن کے پوری ہو جاوے فقط۔

الجواب

(۱) غنی کو صدقہ فطر لینا حرام ہے اگر امام غنی ہے اور صدقات فطر لیا کرتا ہے یہاں تک کہ ملنے میں دیر سے ناراض ہوتا ہے تو وہ فاسق ملعن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اگر اُسے معزول ذکر سکین تو وہاں ترک جماعت کا یہ عذر صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہے جس سے نماز فاسد ہوتی ہے مثلاً آیات ط یا ث س ص یا ح ۵ یا ذ ز ظ میں فرق نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور اس صورت میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا ترک جماعت نہیں کہ وہ جماعت کیا نماز ہی نہیں پونہی اگر اس کا وضو مشکوک رہتا ہے جب بھی اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں مواخذہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۳) مقتدیوں کے گناہ کے باعث ترک جماعت جائز نہیں اُن کے گناہ اُن کے گناہ ہیں اور ترک جماعت اس کا گناہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم (۴) اگر امام مسجد فاسق ملعن یا بد مذہب یا بے طہارت یا غلط خواہ ہے اسے آگے پیچھے یا اُس سے الگ حجرہ میں جماعت پر بھی قدرت نہیں بلکہ فتنہ اٹھتا ہے تو اس صورت میں تنہا پڑھنے کی اُسے اجازت ہوگی مگر یہ بات بہت دشوار ہے کہ حجرہ میں دو ایک شخص کے ساتھ جماعت کرنے میں بھی فتنہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم (۵) اس صورت میں مقتدی گنہگار ہیں امام پر کچھ الزام نہیں وہ امامت کر سکتا ہے اور ان کی نماز اسکے پیچھے روا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۶) مسجد میں دنیا کی بات کے لیے بیٹھنا حرام ہے اور اس میں جمع ہو کر دنیا کی بات کرنا ضرور خطا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۷) امام میں چند شرطیں ضروری ہیں اولاً قرآن عظیم ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہو جیسے وہ لوگ کہ مثلاً آیات ط یا ث س ص یا ح ۵ یا ذ ز ظ میں فرق نہیں کرتے دوسرے وضو غسل طہارت صحیح رکھتا ہو سوم سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علماء حرمین شریفین تفصیلی وغیرہ بد مذہب نہ ہونہ کہ وہابی خصوصاً دیوبندی کہ سرے سے مسلمان ہی نہیں یا ان کو اچھا جاننے والا کہ وہ بھی انھیں کئے شائع شفا شریف بزاز یہ مجمع الانسود و مختار وغیرہ میں ہے ومن شك في كفره وعذابه فقد كفر حرام فاسق ملعن نہ ہو ہی طبع اور امور مانی امامت کا پاک ہو انکے بعد ذی علم ہو نا شرط صحت حلت نہیں شرط اولیت ہے اگر جاہل ہے اور شرط نہ کو رہ رکھتا ہے اُسکے پیچھے نماز ہو جائیگی اگرچہ اولی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ جو شخص داڑھی اپنی مقدار شرع سے کم رکھتا ہے اور ہمیشہ تر شواتا ہے اس کا امام کرنا نماز میں شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

الجواب

وہ فاسق ملعن ہے اور اسے امام کرنا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی غنیہ میں ہے لوقد موافقاً یا ثنوں

اور دلائل مسئلہ بحیرہ کی تفصیل ہمارے رسالہ لمعة الضعیفی اعفاء اللہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سینا پور ضلع بریلی مسئلہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ ارشوال سنہ ۱۳۳۵ ہجری

ایک وقت کی نماز جس شخص کی قضا ہوگئی ہو اُس کے پیچھے نماز امامت درست ہوگی یا نہیں۔ اتفاق سے قضا ہوگئی ہو۔

الجواب

بلا قصد جس کی نماز قضا ہو جائے اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں۔

مسئلہ - ہر ایک آدمی کی نماز کسی کی کسی وقت کی اور کسی کی کسی وقت کی قضا ہو اور سب اپنی اپنی قضا پڑھ لیوں ایسی حالت میں امامت ہوگی یا نہیں کیونکہ بعض بعض جگہ برج کاشتکاری کے کام کے اکثر لوگوں کی نماز قضا ہو جاتی ہے اور سب ایسی ہی حالت میں ہیں یہ لوگ امام کریں یا اپنی اپنی نماز علیحدہ ادا کریں یا کوئی ان میں امام ہو کر نماز ادا کریں۔

الجواب

کاشتکاری خواہ کسی کام کے لیے نماز قضا کر دینا سخت حرام دگنا کبیرہ ہے جو ایسا کرتے ہیں سب فاسق ہیں سب پر فوراً توبہ فرض ہے کیا نہیں جانتے کہ کھیتی بھی اُسی کے اختیار میں ہے جس نے نماز سب سے بڑھ کر فرض کی ہے اگر نماز کھونے میں تمہاری کھیتی برباد کر دے تو تم کیا کر سکتے ہو نماز گھنٹوں میں نہیں ہوتی تھوڑی دیر کے لیے نماز کے واسطے کھیتی کے کام کو روک دو تو نماز اور کھیتی کا مالک تمہاری کھیتوں میں بہت برکت ہے جہاں سب اسی طرح کے ہوں وہاں اُن سب پر توبہ تو فرض ہے ہی جب توبہ کر لیں اُن میں سے جو قابل امامت ہے امامت کرے اور رافضیوں کی طرح الگ الگ دپڑھیں ہاں یہ ضرور ہے کہ امام اور مقتدی سب کی قضا متحد ہو مثلاً سب کی آج کی ظہر یا سب کی کل کی عصر، تو جماعت ہو سکتی ہے اور اگر نماز مختلف ہو مثلاً امام کی ظہر اور مقتدی کی عصر یا امام کی آج کی ظہر، تو جماعت نہیں ہو سکتی اپنی اپنی الگ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - امام کی اتفاق سے ایک وقت کی نماز قضا ہوگئی ہے تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا دوسرا شخص کھڑا ہوئے۔ بینوا تو جروا

الجواب

وہی امامت کرے جبکہ قصداً قضا نہ کی ہو اور اگر قصداً قضا کی اگرچہ اتفاق سے تو فاسق ہو گیا اگر توبہ نہ کرے تو دوسرا شخص امامت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور حافظ ہے داڑھی نہیں ہے آیا نماز اُس کے پیچھے درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر حسین و جمیل خوبصورت ہو کہ فساد کے لیے محل شہوت ہو تو اس کی امامت خلافت اولیٰ ہے در نہ نہیں در مختار میں ہے تکرر خلعت اموء و المختار میں ہے قال الرحمتی المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ دھام پور ضلع بجنور محلہ بند و قحیاں مرسلہ محمد سعید صاحب ۶ ار ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک جامع مسجد کا پیش امام جو ابدی نماز پڑھاتا ہے و جماعت کثیرہ اس کے پیچھے نماز پڑھے اور محلہ قصبہ والے اور دیہات والے خوش ہوں اور دس پانچ آدمی بسبب خصوصیت نفسی کے اُس پیش امام کے پیچھے پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور وہ مسجد کے صحن میں یا دیوار کے پاس کھڑے رہیں اس انتظار میں کہ جماعت ہو جائے تو ہم دوسری جماعت اپنی کر کے نماز پڑھیں اور اگر وہ لوگ قبل آجادیں تو امام کے مصدق پڑھیں ہو کر نماز پڑھ کر چلے جاویں یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

اگر امام سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین و مخالفت عقائد غیر مقلدین دو ہا بیہ دیوبند یہ وغیرہم گمراہان ہے اور قرآن مجید صحیح قابل جواز نماز پڑھتا ہے اور فاسق ملعن نہیں غرض اگر کوئی بات اُس میں ایسی نہیں جس کے سبب اُس کی امامت باطل یا گناہ ہو پھر جو لوگ براہ نفسانیت اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور شامل نہ ہوں وہ سخت گناہگار ہیں اُن پر تو یہ فرض ہے اور اس کی عادت ڈالنے سے فاسق ہو گئے لیکن اگر امام میں ان عیوب میں سے کوئی عیب ہو اور اس کے سبب یہ لوگ اس کے پیچھے نماز سے احتراز کرتے ہوں تو درست و بجا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بیلپور ضلع پبلی بھیت محلہ درگا پور شاہ مکان فخر الدین صاحب مرسلہ حافظ شمس الدین صاحب ۲۳ ار ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ
جو شخص کہ سودی دستاویز لکھاتا ہو لیکن لیتا نہ ہو اور جو ملازمان گورنمنٹ مثل تھانہ دار یا سب رجسٹرار اور نیز ملازمان چوکی اگر یہ نوبتہ نماز کے پابند نہیں وہ امامت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ امام جماعت سے کس قدر فاصلہ سے کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کھڑا ہو اس صورت میں کہ مقتدیوں کی صف پوری ہو۔ فقط

الجواب

سودی دستاویز لکھنا سود کا معاہدہ کرنا ہے اور وہ بھی حرام ہے صحیح حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربوا و موكله و كاتبه و شاهده و قال هم سواء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں جب اُس کا مشک لکھنا موجب لعنت اور سود کھانے کے برابر ہے تو خود اُس کا معاہدہ کرنا کس درجہ خبیث و بدتر ہے ایسے شخص کو امام نہ کیا جائے ہر وہ نوکری جس میں خلاف شریعت حکم دینا پڑتا ہو حرام ہے اور رجسٹراری کا حال ابھی گزر چکا کہ اُس میں سودی مشکوں کا لکھنا اور ان کی تصدیق کرنا پڑتی ہے تھانہ دار اگر رشوت لے یا جھوٹا مقدمے بنائے جھوٹی گواہیاں دلوائے لوگوں سے دبا دھکا کر مال حاصل کرے جب تو ظاہر ہے کہ یہ سب افعال سخت حرام ہیں ورنہ چالان میں خلاف شریعت احکام کی اعانت ضرور ہوتی ہے تو ایسی حالت میں شرعاً امامت کے لائق نہیں ہاں چونکہ کاملاً لازم اگر چوکی تحصیل کرنے پر نوکر ہے اور اس میں یہ نیت رکھتا ہے کہ لوگوں پر آسانی کرے اور لوگ خود باؤ ڈال کر زیادہ روپیہ وصول کرتے ہیں اُس سے بچانے تو اس میں حرج نہیں کمافی درالمتخاد وہ اگر قابل امامت ہو تو اس کی امامت میں مضائقہ نہیں۔ امام صف سے اتنا آگے کھڑا ہو کہ جو

مقتدی اُس کے پیچھے ہے اُس کا سجدہ بطور مسنون یا سانی ہو جائے بلا ضرورت اس سے کم فاصلہ رکھنا جس کے سبب مقتدیوں کو سجدہ میں تنگی
منع ہے یہ ہیں فاصلہ کثیر بحث چھوڑنا خلاف سنت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - سرگڑھ ضلع مراد آباد مسؤلہ سید عبدالعزیز صاحب ۵ محرم شریف ۱۳۳۲ ہجری

باپ نے بیٹے کو عاق کر دیا اور پھر اُس کی خطامعات بھی کر دی تو اس کی خطامعات ہوئی یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟
(۲) اگر کسی شخص سے چار جمعہ حالت مرض میں پے در پے ساقط ہو گئے تو باپ جو اس جمعہ میں نماز اُس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ہاں اگر وہ باپ کی نافرمانی اور باپ کو ناراض کرنے سے باز آیا اور سچے دل سے توبہ کی تو خطامعات ہو گئی اور اب اُس کے پیچھے نماز جائز
ہو جائے گی اور اگر وہ نافرمانی و ایذا سے پھر سے باز نہ آیا تو ضرور سخت اشتقاق سے ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی جس کا پھر نادر واجب ہے
اور اُسے امام بنانا گناہ اگرچہ باپ اپنی تہربانی سے ہزار بار خطامعات کر دے کہ یہ صرف باپ کی خطامعات نہیں اللہ عزوجل کا بھی گناہ اور سخت
گناہ شدید کبیرہ ہے تو فقط باپ کے معاف کیے کیونکہ معاف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر مرض ایسا تھا کہ قابل حاضری جمعہ نہ تھا
تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اگر حاضر ہو سکتا تھا اور کابلی اور بے ہمتی سے نہ آیا تو فاسق ہے اسے امام کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قبیلہ ضلع وڈا کھانہ بیٹو مرسلہ حکیم رضا حسین صاحب -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولد الزنا کا نکاح صحیح ہوا اور اُس سے اولاد ہوئی تو اس اولاد کے پیچھے اقتدا درست
ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

ولد الزنا کا بیٹا نکاح صحیح سے پیدا ہوا ہو ولد الزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں ہاں اگر اہل جماعت اُس سے نفرت
کریں اور اس کے باعث جماعت کی تقلیل ہو تو اسے امام نہ کیا جائے اگرچہ وہ خود بے قصور ہے جیسے معاذ اللہ برص و جذام والے کی امامت مکروہ
ہے جبکہ باعث تنفیہ جماعت ہو اگرچہ مرض میں اس کا کیا قصور ہے درختار میں ہے نکرۃ خلف ابرص شاع برصہ رد المحتار میں ہے کذا الجوز
برجندی والظاہر ان العلة النفرة ولذا قيد الابص بالشیوع لیکون ظاہراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قبیلہ ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جنت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عنایت اللہ خاں صاحب جائداد ہے اور دوسری جائداد خریدنے کے لیے
یا کسی دارث کی جائداد اپنے نام کرانے کے لیے روپیہ سودی مشک لکھ کر بقال سے قرض لیا ایسے شخص کو امام بنانا مذہب حنفیہ میں کیسا ہے خصوصاً
حمید و عیدین کا امام بنانا۔ عنایت اللہ صاحب نصاب ہے۔ فقط

الجواب

شخص مذکور کو جائداد خریدنا کوئی ضرورت شرعی نہ رکھتا تھا اور بے حالت اضطراب و مجبوری محض سود دینا اور لینا دونوں یکساں ہیں

دیے لینے والے دونوں ملعون صحیح مسلم شریف میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربوا و موکلہ و کاتبہ و شاہد یہ و قال ہم سواء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سو کھانے والے اور سو کھلانے والے اور اسکا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں ایسا شخص جمعہ، عید، پنجگانہ کسی نماز میں امام بنانے کے قابل نہیں اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ علماء الدین صاحب عرضی نویں کچہری دیوانی پر تاب گڈھ ۲۲، صفر ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ قیام کرنا محفل مولد خیر الانام اور نماز تراویح کے بعد ختم قرآن مجید کے اپنے پاس سے خواہ چندہ سے بخشی اپنے شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا بدعت اور ایسے شخص جو قیام کا منکر اور جو تراویح کے بعد ختم قرآن مجید کی شیرینی کا تقسیم کرنا بدعت سمجھتا ہو اور ناجائز کہتا ہو اُس کے پیچھے نماز کی اقتدا کرنا بروئے مذہب حنفی کیا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں یا کیا ہے۔ فقط

الجواب

قیام وقت ذکر ولادت حضور سید الانام علیہ علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم جس طرح حرمین طیبین و مصر و شام و سائر بلاد اسلام میں رائج و معمول ہے ضرور مستحسن و مقبول ہے علامہ سید جعفر ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا رسالہ میلاد مبارک حرمین طیبین و دیگر بلاد عرب و عجم میں پڑھا جاتا ہے اُس رسالہ میں فرماتے ہیں قد استحسن القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم ائمۃ ذر وایۃ دروۃ فطوبی لمن کان تعظیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایۃ مرامہ و مرمایہ بیشک ذکر ولادت اقدس کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن جانا جو اصحاب روایت و ادب و اہل تہذیب و اخلاق اور شادمانی ہو اُس کے لیے جس کی نہایت مراد و غایت مقصود محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہو یہاں آج کل اس قیام مبارک کو بدعت و ناجائز کہنے والے حضرات وہابیہ ہیں خذ لہم اللہ تعالیٰ اور دہا میر زمانہ اب بدعت و ضلالت سے ترقی کر کے معراج کفر تک پہنچ چکے ہیں بہر حال ان کے پیچھے نماز ناجائز اور انھیں امام بنانا حرام یوں ہی ختم قرآن عظیم کے وقت مسلمانوں میں شیرینی کی تقسیم بھی ایک امر حسن و محمود ہے اُسے بدعت بتانا انھیں اصول ضالہ وہابیت پر مبنی ہے اللہ عزوجل نے تو وجوب و ممانعت کی یہ معیار بتائی تھی ما اتکم الرسول فخذوہ و ما نہکم عنہ فانہوہ رسول جس بات کا تمہیں حکم دیں وہ اختیار کرو اور جس بات سے منع فرمائیں باز رہو مگر وہابی صاحبوں نے معیار ممانعت یہ لکھی ہے کہ جسے ہم منع کر دیں اُس سے بچو اگرچہ اللہ رسول نے کہیں منع نہ فرمایا ہو غرض یہ اسکا شرک فی الرسالۃ ہے اُس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ضلع بھنڈارہ محلہ کم تالاب مرسلہ حکیم ہدایت اللہ خاں صاحب متولی مسجد، ۲۴، صفر المظفر ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن ہے اور جبراً پیش امام بننا چاہتا ہے حالانکہ جماعت مسلمین اس کی ذیل کی باتوں سے ناخوش ہیں اور اپنا پیش امام نہیں بنانا چاہتے حافظ صاحب پہلے گورنمنٹی ملازم تھے

رشتہ کھا کر سزا پائی مگر قسمت کے زور سے اپیل میں رہائی پائی (۲) اس حافظ صاحب نے ایک سے آٹھ آنے لے کر رسید لکھ دی تھی بعد میں دھوکا دے کر رسید جلادی کچری میں انکار کیا کہ آٹھ آنے نہیں لیا جس سے اُس شخص کو بڑا بھاری نقصان ہوا حالانکہ یہ بات سچ تھی کہ پیسے حافظ صاحب لے چکے تھے اور صاف انکار کر دیا اور اسی معاملہ میں پہلے بھی قسم قرآن شریف کی کھا چکے تھے (۳) حافظ صاحب اپنے پیروم رشد پرمعن و تشنیع کرتا ہے کہ محلہ میں یا مدرسہ اسلامیہ میں جو خاص اُن کے پیروم رشد کا ایجاد کردہ ہے کہتے ہیں کہ اُن کے باپ دادا کا میراث ہے کیا اور اپنے پیر کی بات پر فتویٰ بلواتا ہے حالانکہ پیر مرحوم نے ان کو اپنا خلیفہ زبانی مقرر کیا ہے نہ کہ تحریری بعد اس طعنہ تشنیع کے پیر مرحوم پر حافظ صاحب کی خلافت باقی ہے یا باطل ہوئی یا خلافت سے نکل گئے۔ (۴) حافظ صاحب نے چمرہ قربانی کا جو کہ صاحب نصاب ہیں مدرسہ اسلامیہ میں دینے کو کہا تھا دھوکا دے کر اپنے صرف میں لے آئے (۵) اور سید کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا درست ہے یا نہیں۔ اتنی باتیں حافظ بنو علی صاحب میں موجود ہیں جس کو ہر فرد بشر اس محلہ کا بخوبی جانتا ہے تیسرے بھی وہ پیش امام بننا چاہتے ہیں جبراً اور فساد برپا کرتے ہیں کہ میں حافظ ہوں خلیفہ ہوں میرا حق زیادہ ہے پیش امام میں بنوں گا اور جماعت کثیرہ کی رائے نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیش امام بنائے اس لیے جناب والا کی خدمت میں ناقابل یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ تکلیف گوارا فرما کر اس کا جواب تفصیل وار ہر ایک سوال کا تحریر فرمائیں گے کہ ایسی زبردستی پیش امام جس سے مقتدی ناراض ہوں درست ہے یا نہیں زیادہ کیا عرض کروں زیادہ حد ادب۔

الجواب

جس سے مقتدی اُس کے کسی عیب کی وجہ سے ناراض ہوں اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی حدیث میں ارشاد فرمایا ثلثۃ لا تقبل صلاتھم فی ق اذا نفم شبوا وعد منہم من امر قوما وہم لہ کا دھون تین شخصوں کی نماز اُن کے کافوں سے بالشت بھر بھی اونچی نہیں ہوتی یعنی بارگاہِ عزت تک رسائی تو بڑی چیز ہے ایک وہ جو کچھ لوگوں کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے ناراض ہوں یعنی اس میں کسی قصور شرعی کے سبب والا فالو بال علیہم کما فی الدار المختار وغیرہ اور ظاہر ہے کہ صورتِ مستفسرہ میں اُس شخص میں متعدد قصور ہیں رشتہ لینا اگر ثابت ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہے حدیث میں فرمایا الراشی والموتشی کلاهما فی النار رشتہ دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخی ہیں پیسے لے کر مکر جانا اور اُس پر قرآن عظیم کی جھوٹی قسم کھانا اور رسید جلا کر مسلمان پر جھوٹا دعویٰ کرنا اور اُسے نقصان پہنچانا یہ سب گناہ کبیرہ ہیں ان چوہ سے حافظ مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ اور جبراً امام بننے میں خود اس کی نماز بھی تباہ جب تک وہ ان تمام افعال شنیعہ سے علانیہ تو بہ نہ کرے قربانی کی کھال اگر دوسرے نے اسے مدرسہ میں دینے کو دی تھی اور اس نے دھوکا دے کر اپنے صرف میں کر لی تو یہ بھی دغا اور خیانت اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کو کسی تھی پھر نہ دی تو بجا ہے مگر چنداں الزام نہیں جبکہ کسی عذر شرعی سے ایسا کیا ہو ورنہ اللہ عز وجل سے وعدہ خلافی ہے چنانچہ نتیجہ بہت شدید ہے قال اللہ تعالیٰ فاعقبہم اللہ نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وما کافو ینکد بون پیر طعنہ و تشنیع ارتداد طریقت ہے اس سے خلافت ورکن رجحیت سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔ سید صاحب کو زکوٰۃ دینے میں بعض نے اجازت لکھی ہے اور صحیح و معتد ظاہر الروایہ عدم جواز کما بینا فی الزہد الباسم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گناہ کبیرہ میں مبتلا رہتا ہو اور وہ حسب ہدایت گناہ سے باز آکر اکل الفضل دین و اسلام کے روبرو توبہ کرے اور اس گناہ سے بفضلہ تعالیٰ نجات پائے تو کیا اس کا ایمان کامل ہوا۔ (۲) اس کی امامت جائز ہے (۳) جو لوگ بعد توبہ اس پر اعتراض کریں ان کے واسطے کیا حکم ہے۔ فقط

الجواب

اشد عز وجل توبہ قبول فرماتا ہے هو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے توبہ کے بعد اس کی امامت میں اصلاً حرج نہیں بعد توبہ اس پر اس گناہ کا اعتراض جائز نہیں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں غیر اخاہ بذنب لم یمیت حتی یعملہ وفی روایۃ بذنب تاب منه وبہ فسر ابن منیع جو کسی اپنے بھائی کو ایسے گناہ سے عیب لگائے جس سے توبہ کر چکا ہے تو یہ عیب لگانے والا نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے رواہ الترمذی وحسنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از میرٹھ چھاؤنی ویرکلب مرسلہ عمر بخش خان ماں ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص عرصہ چند سال سے امام مسجد رہ کر بباعث وجوہات ذیل کے معزول کر دیا گیا ہے (۱) اتہام زنا (۲) اتہام سرقت دہرائے مسجد وغیرہ اسباب مسجد جو متعلق مسجد اس کے ماتحت تھا (۳) بعل عمل قوم لوط۔ جس کے مشاہدہ و معائنہ کے چند اشخاص معتبران شاہد ہیں وغیرہ وغیرہ اب وہ شخص بغیر اجازت بانی مبنی مسجد و متولی مسجد چند اشخاص کے کہنے پر جو ساکنان غیر محلہ اس مسجد کے ہیں امام ہونا چاہتا ہے علاوہ اس کے جو بالفعل امام مسجد بانی و متولی مسجد ہے مقرر کیا ہوا ہے اعلم بالسنۃ والحدیث ہونے پر سوا جامع عالم جمید ہے اور معزول شدہ کا مبلغ علم صرف کنز الدقائق۔ ایسے شخص کا امام ہونا باوجود جمیع وجوہات بالا کے جائز ہے یا نہ۔ فقط

الجواب

اتہام اور بدگمانی تو شرعاً جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث مگر جس بات کے معاینہ کے گواہان ثقات بتائے جاتے ہیں وہی مانعت امامت کو بس ہیں بلکہ جو ایسے افعال شنیعہ سے متہم ہو چکا اور طبائع اس سے نفرت کرنے لگیں اگر ثبوت نہ بھی ہوتا ہم اس کی امامت میں تقلیل جماعت ضرور ہے اور اسی قدر کراہت امامت کو بس ہے اگرچہ وہ واقع میں بے قصور ہو کما نصوا علیہ فی من شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالیٰ کما فی الدر وغیرہ بہر حال وہ عالم متقی صحیح خواں کے مقابل کسی طرح مستحق امامت نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ بانی مسجد و اہل محلہ کو اس سے کراہت ہے فان امر الامامۃ مفوض الی البانی ثم الی الجماعۃ ولا دخل فیہ لاجانب تو غیر اہل محلہ کا اسے مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں ہو سکتا نہ حالت مذکورہ میں کہ قوم بوجہ شرعی اس سے کراہت رکھتی ہے خود اسے امام بننا

ناجائز۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلاثۃ لا ترفع صلاتھم فوق اذانھم مثبرا وعد منھم من امر قوما وھم لہ کارھون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کا پور توپ خانہ بازار قدیم مسجد سہ منارہ ۲۰، ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے یعنی علم فقہ و حدیث و تفسیر بخوبی جانتے ہیں مگر عالم موصوف بائیں پیر سے مجبور ہیں جس کو لشکر کہتے ہیں زمین میں پیر مذکور کا فقط انگشت لگا سکتے ہیں اور دہنا پیر درست ہے قیام رکوع سجود بخوبی کر سکتے ہیں یہ عالم مذکور پانچ وقتی نماز کی امامت کر سکتے ہیں یا نہیں اگرچہ عالم دیگر موجود ہو یا نہیں باعبارت و دلائل کے تحریر فرمائیں کہ اس میں کوئی قسم کا شبہ نہ رہے۔ بیذا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ایسے شخص کی امامت بلاشبہ جائز ہے پھر اگر وہی عالم ہے تو وہی زیادہ مستحق ہے اُس کے ہوتے جاہل کی تقدیم ہرگز نہ چاہیے اور اگر دوسرا عالم بھی موجود ہے جب بھی اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بہتر وہ دوسرا ہے یہ سب اُس صورت میں کہ دونوں شخص شرائط صحت و جواز امامت کے جامع ہوں صحیح خوان صحیح الطہارۃ سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق ملعون و زنجو جامع شرائط ہوگا وہی امام ہوگا و مختار میں ہے صحیح اقتداء قائم باحدب وان بلغ حدہ الکوع علی المعتمد وکذا باعوج وغیرہ اولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از تحصیل چوئیاں ضلع لاہور مسلولہ انوار الحق صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ ہجری

اس ملک پنجاب میں دین کی بہت سستی ہے خاص کر دیہات میں تو دین مذہب کا کچھ پتا ہی نہیں چنانچہ ہر ایک دیہات میں امام مسجد سوائے چند سورتوں کے یاد رکھنے کے اور کوئی علم نہیں رکھتا اور مقتدیوں کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ امام مسجد ایسا ہو جو کہ ہماری میت کو غسل دے سکے یا نکاح بڑھ سکے یا دو تین سورتیں نماز پڑھانے کے واسطے یاد ہوں اور کوئی شوق نہیں چنانچہ ایک گاؤں بنام تیرتھ میں ایک امام مسجد ایسی ہی صفتوں والا صبح کو گلیاں اور وہیں وفات پائی اسی مذکورہ گاؤں میں ایک دہرکارہ جو کہ اپنے آپ کو حنفی کہتا تھا اور پھر بعد میں چند سال وہاں ہی مذہب رہا بعد ازیں چند سال سے چکڑالوی مذہب ہے اب مذکورہ امام مسجد کی فوتیگی پر اُس نے اس خیال سے کہ میں امام مسجد بن جاؤں مسجد کے متعلق گھروں کی آمدنی میرے کام آوے یہ ظاہر کیا کہ میں نے چکڑالوی مذہب سے توبہ کی مجھے امام مسجد مقرر کرو چنانچہ اسکے ہم خیال چند دوستوں نے اس کو بگڑی پھائی اور اس کو امام مسجد مقرر کر دیا اب چند مسلمان اُس کے مخالف اُٹھے جن کو اُس کے چند مذہب بدلنے کا رنج تھا انھوں نے اس کو معزول کرنا چاہا اب چونکہ وہ کچھ علم رکھتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے توبہ خالص کر دی ہے اور اب میں حنفی مذہب پر آگیا ہوں اگر تم اب بھی معزول کرتے ہو تو مجھے شریعت کا حکم دکھاؤ میں کنارے ہو جاؤں گا چنانچہ وہ کہتا ہے کہ کافر کی توبہ منظور ہے میری کیونکر نہ منظور ہوگی پتے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اگر یہ امام مسجد مقرر رہا تو یہ دین میں رخنہ انداز ہوگا پھر کئی آدمی اُس کے موافق ہو جائیں گے پھر ہم میں امنی طاقت نہ ہوگی کہ ان کو سیدھا کریں اس خیال سے وہ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی حکم ایسے مشکوک آدمی کے بارے میں ہو تو ہمیں فتویٰ دیا جائے کہ اس کو نکالا جاوے اور اس کے فتنے سے بے فکر ہو جاویں۔ فقط

الاجواب

نماز اہم عبادت ہے اور اس کے لیے غایت احتیاط درکار ہے یہاں تک کہ ہمارے علمائے تصریح فرمائی کہ اگر نماز چند وجہ سے صحیح ٹھہرتی ہو اور ایک وجہ سے فاسد تو اسے فاسد ہی قرار دیں گے امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں الصلاة اذا صححت من وجوه وفسدت من وجہ حکم بفسادھا جو شخص ایسا مضطرب الحال ہو کہ اتنے دنوں میں تین مذہب بدل چکا اس کی توبہ بایں معنی قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں کہ اگر توبہ دل سے توبہ کی ہے تو اللہ قبول فرمائی والا ہے نیز اسی سنت حنفیت کا اظہار کرتے ہوئے اگر وہ مرجائے گا ہم اس کے جنازہ کے ساتھ وہ طریقہ برتیں گے جو ایک متقی حنفی کے ساتھ کیا جاتا ہے لانا انما نحکم بالظاهر والله يتولى السرائر مگر اس قبول توبہ سے یہ لازم نہیں کہ ہم ایسے مضطرب شخص ایسے مشکوک حالت والے کو اپنے ایسے اہم فرض دینی کا امام بھی بنالیں اگر واقع میں وہ سچے دل سے تائب ہوا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اور اگر امامت لینے کے لیے توبہ ظاہر کرتا ہے تو وہ نماز باطل و فاسد ہوگی اور اس کی حالت شک ڈالنے والی اور نفع کی طمع اس کی تائید کرنے والی کسی طرح عقل سلیم و احتیاط کا مقتضا ہرگز نہیں کہ اسے امام کیا جاوے دو پیسہ کے معاملہ میں گواہی کے لیے تو علمائے کرام یہ احتیاط فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ توبہ کرے اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک ایک زمانہ اس پر نہ گزرے جس سے صدق توبہ و صلاح و تقویٰ کے آثار اس پر ظاہر ہوں کہ جب وہ فاسق ہے تو ممکن کہ اس وقت اپنی گواہی قبول کر دینے کے لیے توبہ کا اظہار کرتا ہو فتاویٰ غلگیری و فتاویٰ قاضی خاں میں ہے الفاسق اذا تاب لا تقبل شهادتہ ما لم يمض عليه زمان يظهر عليه اثر التوبۃ والصحيح اذا ذلک مفضول الى راء القاضی بلکہ جو جھوٹ کے ساتھ مشہور ہے اس کی نسبت تصریح فرماتے ہیں کہ اس کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ دوبار توبہ کرے بدائع امام ملک العلام ابو بکر مستود کا شانی پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے والمصنف بالكذب لاعدالة له فلا تقبل شهادتہ ابدان تاب بخلاف من وقع في الكذب سھوا او ابتلى به مرة ثم تاب جب دو پیسے کے مال میں یہ احتیاطیں ہیں تو نماز کہ بعد ایمان اعظم ارکان دین ہے اس کے لیے کس درجہ احتیاط واجب شریعت مطہرہ ہرگز ایسے مشکوک شخص کو امام بنانا پسند نہیں فرماتی جو لوگ اس کی امامت میں کوشاں ہیں وہ اللہ و رسول و مسلمانوں سب کے خائن ہوں گے حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل رجلا من عصابة وفيهم من هو ارضى الله منه فقد خان الله ورسوله والمؤمنين جو کسی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کرے اور ان میں وہ ہو جو اس شخص سے زیادہ اللہ کو پسندیدہ ہے تو بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی رواہ الحاکم وصحیحه وابن عدی والعقيلي والطبرانی والخطيب عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما والله تعالى اعلم

مسئلہ - از صدر بازار اشیشن و ڈاک خانہ دانی گنج ضلع بردوان مرسلہ مظفر حسین ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ ہجری

ما فوق لکم رحمکم اللہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں مؤذن و امام نبی دونوں کام پر مہمور ہے اور زید مذکور اپنی والدہ کو زکوٰۃ و کرب کر تا ہے اس کو چند آدمیوں نے بطور پند کے کہا کہ تم اپنی والدہ کو کس طرح مارتے ہو تو تمہاری نماز و وظیفہ کرنا تمہارا اللہ تعالیٰ کے رو برو کیا کام دیں گے در جواب اس کے زید مذکور نے کہا کہ جس طرح سے اور لوگ غیر عورت سے زنا کرتے ہیں شراب پیتے ہیں اسی طور سے ہمارا مسجد میں بیٹھنے کے وظیفہ و نماز کرنا ہے تو زید مذکور نے نماز و وظیفہ کو تشبیہ دیا ساتھ افعال قبیحہ کے تو اس صورت میں زید کا

مسجد میں اذان کہنا و نماز اس کے عقب پڑھنا عند الشروع جائز ہے یا نہیں بغیر توبہ کیے ہوئے، اور یہ کس درجہ میں شمار ہوگا آیا گناہ کبیرہ میں یا کہ درجہ کفر میں در صورت اگرچہ یہ گناہ داخل ہو درجہ کفر میں تو زید کی زوجہ اُس کے عقد سے خارج ہو جائے گی یا نہیں اور زید مذکور کو بعد تائب ہونے کے زوجہ سے از سر نو ضرورت درستی عقد کی پڑے گی یا نہیں جواب بحوالہ کتب معتبر ارشاد ہو۔ بینوا تو جردا

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ شخص سخت فاسق و فاجر مرتکب کبار مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے ماں کو ایذا دینا سخت کبیرہ ہے مذکر مارنا جس سے مسلمان تو مسلمان کا فہمی پرہیز کر گیا اور گھن کھائیگا حدیث میں ارشاد ہوا ثلثۃ لا یدخلون الجنة وعد منهم العاق لوالدین تین شخص جنت میں نہ جائیں گے اُن میں سے ایک وہ جو اپنے ماں باپ کو ستائے ایسا شخص قابل امامت نہیں ہو سکتا فتاویٰ حجہ و غنیہ میں ہے لوقد ہوا فاسقا یا ثون۔ تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیہ وقد وجب علیہما اہانتہ شرعاً اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب جب وہ ایسا بیباک ہے کہ ماں کو مارتا ہے تو اس سے کیا تعجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا نہانے کی ضرورت ہو جاوے کے سبب بے غسل پڑھاوے اور وہ جو اس نے پند کے جواب میں کہا سخت بیہودہ و بے معنی ہے مگر اُس سے تکفیر نہیں ہو سکتی اُس میں تاویل ممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ سید اشرف علی صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حنفی شافعی کے پیچھے نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں اور اگر شافعی نماز پڑھا رہا ہے اور حنفی آیا تو اُس جماعت میں شریک ہو یا نہیں۔ فقط

الجواب

اگر شافعی طہارت و نماز میں فرائض و ارکان مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اُس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے فضا ہے اور اگر حال رعایت و عدم رعایت معلوم نہ ہو تو قدر سے کراہت کے ساتھ جائز اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدیدہ ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اُس کی اقتدا جائز نہیں اُس کے پیچھے نماز نہ ہوگی صورت اول و دوم میں شریک ہو جائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو اور چارم میں تو نماز ہی باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ مخیر حسین صاحب از بدایوں محلہ سرائے چودھری ۱۶ جمادی اولیٰ ۱۳۳۲ھ

جناب مخدوم مکرم بندہ مولوی صاحب دام ظلکم بعد سلام سنت الاسلام کے عرض خدمت بابرکت میں ہے کہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑی وہ یہ ہے کہ جس شخص کے والدین اُس شخص سے کہیں کہ میرے جنازہ پر بھی ہرگز ہرگز نہ آئے اُس شخص کو امام کرنا چاہیے یا نہیں اور مقتدی اُس شخص کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں۔ زیادہ حدادب۔ فقط

الجواب

والدین اگر بلا وجہ شرعی ناحق ناراض ہوں اور یہ ان کی استرضائیں حد بقدرت تک کی نہیں کرتا تو اس پر الزام نہیں اور اسکے پیچھے

نازیں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ ان کو ایذا دیتا ہے اس وجہ سے ناراض ہیں تو عاق ہے اور عاق سخت مرکب کبیرہ ہے اور اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور امام بنانا گناہ اور اگر ناراضی تو ان کی بلا وجہ شرعی تھی مگر اس نے اس کی پرواہ نہ کی وہ کھینچے تو یہ بھی کھینچ گیا جب بھی مخالف حکم خدا و رسول ہے اُسے حکم یہ نہیں دیا گیا کہ اُن کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے بلکہ یہ حکم فرمایا گیا واخفض لہما جناح الذل من الرحمة بکھادے ماں اور باپ کے لیے ذلت و فروتنی کا بازو رحمت سے اس کے خلاف و اصرار سے بھی فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئلہ جناب استاذی مولوی رحمہ اللہ صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۳ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے خالد ظاہراً و باطناً کدورت رکھتا ہے حتیٰ کہ زید جس وقت مسجد میں داخل ہو کر سلام نیک کہتا ہے خالد جواب سلام بھی نہیں دیتا اور خالد ہی امامت کرتا ہے ایسی حالت میں زید کی نماز خالد کے پیچھے ہوگی یا نہیں اور زید جماعت ترک کر کے قبل یا بعد جماعت علیحدہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ خالد دل میں کدورت رکھتا ہے اس کے واسطے کیا حکم ہوتا ہے - بنیوا تعجروا

الجواب
محض دنیوی کدورت کے سبب اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اس کے واسطے جماعت ترک کرنا حرام خالد کی زید سے کدورت اور ترک سلام اگر کسی دنیوی سبب سے ہے تو تین دن سے زائد حرام اور کسی دینی سبب سے ہے اور قصور خالد کا ہے تو سخت تر حرام اور قصور زید کا ہے تو خالد کے ذمے الزام نہیں زید خود مجرم ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قصبہ بی یوہرہ اشیش سر بند گورنمنٹ ہٹیا لہ مسئلہ شیخ شیر محمد صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۳ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر کی نسبت یہ شہر کیا گیا ہے کہ ہر دو باہم فاعل و مفعول تھے یعنی اغلام کہتے تھے زید مفعول کے دیگر رشتہ داران مثل پدر و برادر قصبہ ہذا میں امامت کرتے ہیں زید کے افعال قبیلہ کی خبر اُس کے برادر اور دیگر رشتہ داران کو بھی تھی جس کی اطلاع اُن کو بذریعہ تحریرات کے دی گئی مگر باہم انھوں نے کبھی زید کو اس فعل ناجائز سے نہیں روکا اور نہ کسی قسم کی زجر و توبیخ کی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ زید کی ناجائز آمدنی سے وہ خود بھی فائدہ اٹھاتے تھے فاعل و مفعول کو ہنگام اختلاط کسی شخص نے مجتہم خود نہیں دیکھا مگر واقعات اس امر کو پائے ثبوت پر پہنچا ہے ہیں مثلاً برادر بکر کا تمام شب دونوں کو ایک جا دیکھنا اور بکر کی گوشمالی کرنا اور تحریرات کا عام لوگوں میں بذریعہ ڈاک روانہ کیا جانا اور زید کا عام لوگوں میں اپنی مفعولیت کا اقرار کرنا اور رہا یہاں پولیس کے روبرو زید کا اقبالی بیان تحریر کرنا اور اس کے برادر کا تائید کرنا زید کا معمولی حیثیت کا آدمی ہونا مگر زید و زینت اس درجہ رکھنا اور اس کے بعد برادر کا اس طرف توجہ نہ کرنا پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو شخص خلاف وضع و حرام فعل کریں یا لکھیں اُن کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اگر مفعول کے پدر و برادر وغیرہ کو اس امر کی خبر ہو اور وہ چشم پوشی کر کے ان کو ممتنع نہ کریں تو ان کی امامت کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے امید کہ قول مفتی بہ بحوالہ کتب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں -

الجواب

یہ سخت شدید گناہ کبیرہ ہے اور فاعل و مفعول بھی اگر بالغ و غیر مجبور ہوں فاسق ہیں ان کی یہ حالت اگر صحیح طور پر معروف مشہور ہو یا وہ خود اقرار کرتے ہوں جس طرح یہاں زید کا اقرار مذکور ہے نہ صرف قیاسات و سوئے ظن جن کا شرع میں اعتبار نہیں بلکہ ان وجوہ پر کبیرہ کی نسبت کرنے والے خود ہی مرتکب کبیرہ ہوتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنین والمؤمنات بانفسهم خيرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم والظن فان الظن الذنب الحدیث اس پر لحاظ و کارروائی جائز نہیں بلکہ وجہ صحیح شرعی سے ثابت و معروف ہو تو فاسق معنی ہیں اُن کو امام بنا نا گناہ اُن کے پیچھے باز مکر وہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پھینا واجب اور اگر ثبوت شرعی و اقرار معروف نہ ہو مگر لوگوں میں افواہ اڑ گئی ہو جن کے سبب اُن سے نفرت اور ان کی امامت میں جماعت کی قلت ہو تو اس حالت میں اُن کی امامت مکر وہ تنزیہی ہے وان لم یثبت الذنب بل لولم یکن لان الظن ان النفس کمن شاع برصه والعیاذ باللہ تعالیٰ پدر و برادر اگر اُس کے روکنے پر قادر ہیں اور نہیں روکتے یا اس فعل پر راضی ہیں تو وہ بھی فاسق ہیں قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم نارادودھا الناس والحجارة وقال تعالیٰ کانوا لا یثناھون عن منکر فعلوہ اُن کی یہ حالت اگر معروف ہو تو اُن کا بھی وہی حکم ہے کہ انھیں امام بنا نا گناہ اور ان کے پیچھے مانا مکر وہ تحریمی فتاویٰ جمعی حجہ و فنیہ میں ہے لوقد موافقا سقا یا شعون اور اگر اس حرام کمائی سے ان کا فائدہ لینا اُسی طرح بہ ثبوت شرعی ثابت ہو نہ فقط اتنا کہ کہا جاتا ہے یہ کوئی چیز نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بش مطیۃ الرجل زعموا رواہ احمد وابوداؤد عن حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حرام خوار بھی ہیں اور ادا دل سے سخت تر دور کرنے کے سزاوار اور اگر بقدر قدرت منع کرتے ہوں اور وہ باز نہیں آتا اور یہ اس ملعون کمائی سے فائدہ نہیں لیتے تو ان پر الزام نہیں قال اللہ تعالیٰ لا تزما وازرما وذرنا اخوی لیکن الفہم عام کی بنا پر نفرت و تقلیل جماعت ہو تو ان کی امامت مکر وہ تنزیہی اور نامناسب ہوگی اگرچہ پہلی صورت کی طرح مکر وہ تحریمی اور گناہ نہیں یہاں بجز اللہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی بفضلہ تعالیٰ تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثل چین و افریقہ و امریکہ و خود عرب مشرق و عراق سے آتے آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں بجز اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وقت سے اس مسئلہ تک اس روادے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے برس اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلے ہوئے ہونہ تعالیٰ کا ذات برس ہونے آئے یعنی اس صفر کی ۱۴۱۲ تا ۱۴۱۳ کو پچاس برس چھ مہینے گزرے اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھ گئے بارہ جلد تو صرف اس فقیر کے فتوے کے ہیں بجز اللہ تعالیٰ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا دلپا جائیگا ہونہ تعالیٰ و لا الحمد معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت و فی ہمت ہیں جنہوں نے پیسہ کسب کا اختیار رکھا ہے جس کے باعث دوردہ کے نادان مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی بھائیو منا استککم علیہ من اجوان اجوی الا علی رب العلمین میں تم سے اس پر کوئی ہونہین گناہ میرا جزو سارے جہان کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مبہنی محلہ قصابان پوست ۳۰ مرسلہ مولوی عبدالرزاق، ۱۴ شعبان ۱۳۳۳ ہجری

لخوامشی والینحنہ اما نفس الاستبراء حتی یطمئن قلبہ بزوال الرشح فهو فرض وهو المراد بالوجوب ولذا قال الشرنبلالی یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول اثر البول ویطمئن قلبہ وقال عبرت بالزوم لکونه اقوی من الواجب لان هذا یفوت الجواز بقوته فلا یصح له الشروع فی الوضوء حتی یطمئن بزوال الرشح اه زید اگر ایسا ہو کہ وہیں بیٹھے بیٹھے کھٹکھارنے یا ملنے سے اسے اطمینان صحیح ہو جاتا ہو اور بعد استبراء صرف پانی سے استنجہ کرے جب تو یہ فرض ادا اور وضو صحیح ہو جاتا ہے اور اگر مثلاً ٹٹلنا وغیرہ اسے دکا رہے ہے اسے ادا کیے پانی سے دھولیتا ہے تو فرض کا تارک ہے اور اسی حالت میں وضو کرے تو وضو ناجائز اور اس کی نماز باطل امامت تو دوسری چیز ہے تو حالت زید مشکوک ہوئی بلکہ دریافت کرنے پر اس کا یہ نہ بتانا کہ مجھے جتنے خفیف استبراء کی حاجت ہے کر لیتا ہوں زیادہ کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی معذوری کا عذر پیش کرنا اس کی حالت کو مشتبہ ترکرتا ہے اور وہ خود حدیث پڑھ چکا ہے کہ شبہ کی بات چھوڑو اگرچہ لوگ کچھ فتویٰ دیں تو اس نے خود مان لیا کہ مسلمانوں کو اس کی امامت سے احتراز کا حکم ہے اور اگر کوئی مفتی اس کی امامت پر فتویٰ بھی دے تو نہ مانا جائے (۲) یہاں تک تو اس کی امامت صرف مشتبہ ٹھہری اور خود اس کی پڑھی ہوئی حدیث سے اس کے چھوڑنے کا حکم ہوا مگر اگلا بیان صراحتہ اس کی امامت کو باطل محض کر رہا ہے وہ اپنے آپ کو ڈھیلا لینے سے معذور بتاتا ہے اور عادت کوئی عذر ڈھیلا لینے سے مانع نہیں مگر یہ کہ محل استنجہ پر زخم ہو یا دانے پکے یا پکنے پر ہیں جن میں ریم ہے ان کے سبب ڈھیلا کی رگڑ کی تاب نہیں زخم کی حالت تو ظاہر تھی کہ اس سے نہ وضو نہ تہانہ کپڑے پاک دانوں میں احتمال تھا کہ شاید ابھی آب و ریم نہ دیتے ہوں مگر اس کا کہنا کہ لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہوں مگر نماز کے وقت صرف کپڑے بدل لیتا ہوں صاف دلیل روشن ہے کہ وہ اسے آب و ریم دیتے ہیں اور اتنا جس سے ہر وقت کپڑا نچس ہوتا ہے جب تو ناف کے وقت اسے کپڑے بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اب کھل گیا کہ وہ معذور شرعی ہے اور معذور کی امامت غیر معذوروں کے لیے یقیناً باطل محض ہے کما نص علیہ فی الکتب کلھا (۳) اس شاعت کبریٰ کے بعد باقی امور کی طرف توجہ کی زیادہ حاجت نہیں درند اس میں اور بھی وجہ ہیں جن پر شرع مطہر اسے امام بنانے سے منع فرماتی ہے مثلاً فاحشہ عورتوں سے خلا ملا مزاج شہر۔ استباہ وغیرہ میں ہے الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام تو یہ حرام کا مرتکب پھر اس پر ٹھہرے اس میں شہر ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گنہ فتاویٰ حرمہ وغنیہ میں ہے لو قد موافقاً یا ثنوں تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً اس کے پیچھے ناکردہ تحریری کما فی الغنیۃ وغیرہ واقوہ فی رد المحتار تو جتنی نمازیں اس کے پیچھے اس حالت میں پڑھی ہوں سب مقتدیوں پر ان سب کا پھیرنا واجب اگر نہ پھیریں گے گنہگار ہیں گے اگرچہ دس برس کی نمازیں ہو کما حکم کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ التخییر کما فی الدر المختار وغیرہ (۴) مقتدیوں کا اس کے عیوب کے باعث اس کی امامت سے ناراض ہونا۔ ایسے کی نماز اس کے کانوں سے ادھر نہیں جاتی یعنی آسمانوں پر جانا اور بارگاہ عزت میں حاضر ہونا تو بڑی بات ہے وہیں کی وہیں پرانے چیتھڑے کی طرح پیسٹ کر اس کے مونہ پر مادی جاتی ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا ترفع صلاۃتھم فوق رؤسھم شبرا رجل ام قوما دھملہ کا دھون و امواتۃ بانہ ذذجھا علیہا ساخطا و اخوان متصارمان رواہ ابن ماجہ وابن حبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یسند حسن دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ثلثة لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون ورجل ياتي الصلاة دبارا والد باران ياتيها بعد ان تقوته ورجل اعتد محرابا راه ابوداؤد وابن ماجه عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما تيسري حديث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما رجل امر قوما وهم كارهون لم تجز صلاة اذنيه رواه الطبراني في الكبير عن طلحة ابن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثة لا يقبل الله منهم صلاة ولا تصعد الى السماء ولا تجاوز رؤسهم رجل امر قوما وهم له كارهون ورجل صلى على جنازة ولم يوروا امرأة دعاها زوجها من الليل فابت عليه رواه ابن خزيمة عن عطاء ابن دينار وسند اخر عن انس بن مالك متصل رضي الله تعالى عنہ پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثة لا تجاوز صلاتهم اذا هم العبد الا بق حتى يرجع وامرأة بابت وزوجها عليها ساخط وامام قوم وهم له كارهون رواه الترمذي عن ابي امامة رضي الله تعالى عنہ وقال حسن غريب تنويرا لا يصار در مختار میں ہے ولو امر قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه كره ذلك تحريما (۵) اُس کے سبب تفریق جماعت کے سوال میں ہے لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا جس کے سبب تفریق جماعت ہو اُسے امام بنانا منع ہے اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ خود بے قصور ہو جیسے برص والا نہ کہ وہ خود فساد رکھتا ہے در مختار میں ہے کذا تکره خلف ابرص شاع برصه واستظهر في رد المحتار ان العلة النفرة ولذا قيد الابصر بالشيوع وليكون ظاهرا اه اقول ليس محل الاستظهار بل العلة هي هي لا شك ثم الذي يظهر لي ان كراهة الصلاة خلفه تنزيهية كما هو قضية كلام الشامي اذ يقول تحت قول الدر هذا وكن لك اعرج يقوم ببعض قدمه فالاعتداء بغيرة اولى تا تاريخية وكن الاجذم برجندی اهو ان لماره في امامة البرجندی من شريحة للنقابة لكن كراهة تقديمه اذ يبلغ التنفير الى ترك الناس الجماعة كما في السؤال ينبغي ان تكون كراهة تحرير لما فيه من النقص الصريح لمقصود الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم من شرعية الجماعة واجبا بها وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم بشر واولا تنفروا والتنفير المعلن به في الهداية كراهة تقديم العبد والاعشى والاسى الى لا يبلغ عشر هذا بل هو نادر محتمل وهذا غالب متحقق فافتراق هذا امام عندی والعلم بالحق عند ربى عز وجل (۶) اُس کا کہنا کہ لمبى میں کوئی مکان یا گلی کو چہ ایمان ہوگا جس میں شبانہ روز زنا نہ ہوتا ہو اگر وہ تمہیں تمہیں کرتا تو لمبى کے لاکھوں مسلمان مردوں، مسلمان پارسا بیبیوں پر صیغہ تممت ملعونہ زنا تھی جس کے سبب وہ لاکھوں قذوف کا مرتکب ہوتا اور ایک ہی قذوف گناہ کبیرہ ہے اور قذوف کرنے والے پر لعنت آئی ہے تو وہ ایک سانس میں لاکھوں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا اور لاکھوں لعنتوں کا استحقاق پاتا ہے مگر اس نے مکان اور کوچہ میں تردید سے تعیم کو روکا اور ”نہوگا“ کے لفظ سے جزم میں فرق ڈالا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ اُس نے وہاں کے عام مسلمان مردوں، بیبیوں کی حرمت بردھب لگایا اور اسے خاص محل پر مقرر کیا میں کہہ کر مسلمانوں کو ناعق بدنام کرنے اور اُن میں اشاعت فاحشہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھایا اور بکثرت مسلمانوں کو بلا وجہ شرعی ایذا دی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذى مسلما فقد اذنى ومن اذنى فقد اذى الله جس نے کسی مسلمان کو ناعق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ عز وجل کو ایذا دی رواه الطبراني في الاوسط عن انس رضي الله تعالى عنہ بسند

حسن اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین یحبون ان تنفیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لہم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بیچوائی کی بات کا چرچا پھیلے ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے جب اُس پر دونوں جہان میں عذاب شدید کی وحید ہے تو یہ بھی کبیرہ ہوا اور مرتکب کبیرہ فاسق ہے اور یہ فسق بالاعلان برسر مجلس دغظ ہوا تو اس وجہ سے بھی وہ شخص فاسق ملعن ہوا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی (۶) ظاہر ہے کہ وہ جاہل ہے اور باوصف جہل اُس نے فتوے پر اقدام کیا اور ارشاد اقدس حدیث کو اٹا اور مفتیان شریعت مطہرہ کے فتوؤں کو بے اعتبار کہا اور عوام جہال کو رد فتاویٰ شریعت پر دلیک کیا تو بلاشبہ وہ ضال ضل ہوا خود گمراہ و گمراہوں کو گمراہ کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اتخذ الناس رؤسا جھالا فاستلوا فافوا بغير علم فضلوا واضلوا لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور ان سے مسئلہ پوچھیں گے وہ بے علم فتویٰ دیں گے آپ بھی گمراہ ہوئے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے رواہ الامۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی وابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس صورت میں اس کی امامت دکن اس کے پاس بیٹھنا منع ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایا ہم لا یصلو تکم ولا یقتول تکم ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو کیوں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی حالتوں میں جو اس کی حمایت کریں اس کی امامت قائم رکھنا چاہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں اور ان کی نازوں کی خرابی بلکہ تباہی و بربادی چاہنے والے اور اللہ و رسول کے خائن ، اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من متنی مع ظالم وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام جو دانستہ کسی ظالم کی مدد کو چلے وہ اسلام سے نکل جائے رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیضاوی صحیحہ المختارۃ عن اوس بن شریحیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل رجلا من عصابة و فہم من ہوا رضی اللہ عنہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین جو کسی جماعت میں ایک شخص کو ان پر مقرر کرے اور اس جماعت میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسند ہے بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی رواہ الحاکم وابن عدی والحقیل والطبرانی والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور اس کی حمایت سے باز آئیں اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اُسے امامت سے معزول کریں اور کسی صالح امامت کو امام بنائیں اور حدیث مجتہد کے لیے ہے جسے کسی امر میں دلائل متعارض معلوم ہوں وہ اسے ترک کرے گا اور دوسرے مجتہد کی تقلید اُس پر نہیں یا اہل ورع کے لیے ان خاص احمد دقیقہ میں ہے جن پر ظاہر شریعت مطہرہ سے فتویٰ جواز ہوگا اور متورع محتاط کا قلب اس پر مطمئن نہ ہوگا وہ اس کے پیچھے گا نہ اس لیے کہ فتویٰ متبرنین بلکہ اس لیے کہ ایسی جگہ مقام تقویٰ فتویٰ سے اعلیٰ ہے ایک بی بی سیدنا امام احمد کے پاس حاضر ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسئلہ پوچھا بادشاہ کی سواری نکلتی ہے کیا میں اس کی روشنی میں سوئی میں ٹوڑا ڈال سکتی ہوں امام نے ان کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا آپ کو ان میں کیا میں بشرحانی کی بہن ہوں رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا ایسا ورع تھا اے گھر سے نکلا ہے وباللہ التوفیق واللہ بمعونہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از چوہر اڈاک خانہ بانسی مرسلہ محمد کلیم الدین صاحب ۱۴ ربيع الآخر ۱۳۳۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روز جمعہ بعد نماز فجر قبل فرض جمعہ کوئی نماز پیش منیٰ پر خواہ اشراق ہو

یا قبل الجمعہ غرہ بڑھنا جائز ہے یا نہیں بعض علما فرماتے ہیں منع ہے بعض فرماتے ہیں جائز ہے۔ بینوا تو جردا

الجواب

وہ مصلیٰ اگر واقف نے صرف امامت کے لیے وقف کیا ہے تو امام و غیر امام کوئی اُسے دوسرے کام میں نہیں لاسکتا اگرچہ صراحۃً یا وہاں کے عرف کے سبب دلائل ممانعت اور اگر صرف امام کے لیے بطور مذکور وقف ہوا ہے تو امام اس پر نوافل بھی پڑھ سکتا ہے دوسرے کچھ نہیں اور اگر عام طور پر وقف ہوا یعنی صراحۃً تخصیص ہے نہ دلائل تو غیر وقت امامت میں ہر شخص اس کو فرائض و نوافل سب کے کام میں لاسکتا ہے بلکہ درس و تدریس کے بھی کما فی القنیۃ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از حسن پور ضلع مراد آباد مدرسہ طفیل احمد صاحب قادری برکاتی رضوی سلمہ اللہ القوی ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۳ ہجری

حضور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ دیوبندی کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی تو حضور ہم نے جو بے خبری میں ان کے پیچھے نماز میں پڑھی ہیں ان کا کیا کیا جائے اور حضور حسن پور سب مسجدوں میں وہی لوگ امام ہیں تو اب ہم کیا کریں اور اگر اپنی اپنی نماز پڑھ بھی لی تو نماز جمعہ کو کیا کیا جائے کیونکہ جہاں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہی امام ہیں اور عیدین بھی وہی پڑھاتے ہیں اور جنازہ کی بھی اور نماز تراویح بھی پھر یہ کہ جب ہم مریں گے تو ہمارے جنازوں کی نماز بھی یہی پڑھائیں گے تو حضور ہم بے نماز ہی دفن ہوں گے کیونکہ اگر انھوں نے پڑھائی بھی تو وہ نماز ہی کیا ہوئی اور سستی بس ہم دو تین شخص ہیں اول حضور کوئی ایسی ترکیب ارشاد ہو کہ جو نمازیں ہم نے ان کے پیچھے پڑھی ہیں معاف ہو جائے کیونکہ ہمارے ایمان ایسے کمزور ہیں کہ ہم سے بیچ وقت نماز بھی ادا نہیں ہوتی تو حضور ان کی ادا کی کیا صورت ہو وہ تو معاف ہونی چاہیے کیونکہ بے خبری میں ایسی خطا ہوئی اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حسن پور چھوڑ دیا جائے حضور اس پر کچھ توجہ فرمائی جائے اور کوئی سبیل نکال دی جائے۔ اور فوراً جو مسئلہ دریافت کرنا ہو وہ کس سے دریافت کیا جائے کیونکہ وہاں جو عالم ہیں وہ وہی ہیں گو حسن پور میں میلاد شریف، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کثرت سے ہوتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھی جائے۔

الجواب

دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ہونگی ہی نہیں فرض سر پہ ہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔ علاوہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم دامام ابو یوسف دامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرماتے ہیں لا تجوز الصلاۃ خلف اهل الاھواء اس میں سب برابر ہیں نماز بیجا نہ ہو خواہ جمعہ یا عید یا جنازہ یا تراویح کوئی نماز ان کے پیچھے ہو سکتی ہی نہیں بلکہ اگر (ان کو قبل امامت یا مسلمان جانتا بھی درکنار) ان کے کفر میں شک ہی کرے تو خود کافر ہے جبکہ ان کے خبیث اقوال پر مطلع ہو۔ علمائے کرام حرمین شریفین بالاتفاق فرماتے ہیں من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جب وہاں میلاد شریف اور سوم وغیرہ کرنے والے بکثرت ہیں تو ضرور وہ لوگ دیوبندی نہیں انھیں علمائے کرام مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے فتوے (کہ دشمن برس سے چھپ کر تمام ملک میں شائع ہو رہے ہیں) دکھائیے اور رسالہ تہذیب ایمان پڑھ کر سنائیے الحمد للہ مسلمان ایسے نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے پیچھے نماز جائز جانیں یا اُسے مسلمان

ماہیں انشاء اللہ تعالیٰ اللہ عزوجل ضرور ہدایت و اثر بخشنے گا اور مسلمان ہوشیار ہو کر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دیں گے اور سنی امام اپنے لیے پنجگانہ و جمعہ و عیدین و جنازہ سب کے لیے مقرر کریں گے اور اگر بالفرض کوئی نہ سنے تو دو آدمی مل کر سوائے جمعہ سب نمازوں پنجگانہ و عید و جنازہ وغیرہ میں جماعت کر سکتے ہیں ایک اور ایک مقتدی بس کافی ہے اور جمعہ کے لیے ایک شخص اہل کو امام مقرر کیجیے کہ وہی عیدین کی بھی امامت کرے اور جمعہ میں کم سے کم تین مقتدی ہوں جمعہ ہو جائے گا زیادہ نہ مل سکیں تو کچھ حرج نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ جمعہ و عیدین اعلان کے ساتھ ہوں ظاہر کر دیا جائے کہ مسلمانوں کا جمعہ و عید ظلاً جگہ ہوگی جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا شریک ہو جائے گا ان کے پیچھے جو نمازیں بے خبری میں پڑھیں ان کا علاج ایک تو یہ ہے دوسرے یہ ضرور ہے کہ ان نمازوں کی قضا پڑھی جائے اندازہ اتنا کر لیا جائے کہ کوئی نماز باقی نہ رہ جائے زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں۔ اگر کوئی شخص دارالحرب خاص کفار کی بستی میں بے جہاں مثلاً صرف ہندو ہوں اور وہ کے کہ میں یہاں کی سکونت تو چھوڑ نہیں سکتا یہ بتاؤ کہ فوری ضرورت کے مسئلہ کس سے پوچھوں تو کیا اُس سے یہ کہہ دیا جائے گا کہ پنڈت سے پوچھ لیا کرو ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از موضع سرادک خانہ تیلو تھو ضلع شاہ آباد آ رہہ مسئلہ شیخ مدار بخش ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص معمولی اردو خواں موزنی بھی کرتا ہے اور امامت بھی کرتا ہے اور وہی شخص گھر گھر سے صدقہ و فطر مال زکوٰۃ و کھال قربانی وغیرہ لیتا اور کھاتا ہے اور قبرستان میں جو غلہ اور پیسہ کوڑی خیرات کیا جاتا ہے وہ بھی لیتا ہے اور اس کا پیشہ یہی ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں امام کے لیے کون کون شرائط ہے کیسے شخص کو امام ہونا چاہیے اگر بجائے شخص مذکور کے دوسرا شخص جو ان باتوں سے محتاط ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ فقیر ہے صاحب نصاب نہیں نہ سید ہاشمی ہے تو ان اموال کا لینا اُسے جائز ہے اور اس وجہ سے اُس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ امامت کے لیے صحیح الاسلام صحیح الطہارت صحیح القراءة سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق ملعون درکار ہے جس میں ان باتوں سے کوئی کم ہوگی اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں یا مکروہ تحریمی ہوگی اس شخص میں ان باتوں میں سے کوئی بات کم ہے تو اس کی امامت جائز نہیں۔ وجہ ہے کہ دوسرے کو جو ان باتوں کا جامع ہو امام کریں اور اگر یہ سب باتیں اُس میں ہیں تو اس کی امامت میں حرج نہیں پھر دوسرا اگر نماز و طہارت کے سائل اس سے زیادہ جانتا ہے تو وہ دوسرا ہی ادلی ہے اور اگر یہ زیادہ جانتا ہے تو یہی بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از کراچی گاڑی احاطہ محلہ رام باغ مسئلہ نور احمد ولیڈنہ واکانی ہمیز ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ ہجری

جس امام کو اس کے عقائد پوچھے جائیں اور وہ نہ بتائے تو اس کی اقتدا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) جو امام وقت مقررہ کا پابند نہ ہو یعنی کہ نماز مقررہ وقت پر پڑھنا عرش اعظم پر لکھا ہوا ہے کیا حال ان مصلیوں کی آسانی کے لیے جماعت نے وقت مقرر کیا اُس کو کیا سمجھنا چاہیے۔ (۳) جس امام سے جماعت کے بعض آدمی ناراض ہوں اور بعض اس کی خوشامد کرتے ہوں تو ایسے کی اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں (۴) جس امام کے دونوں ہاتھ ہوں مگر ایک ہاتھ یعنی سید ہاتھ نکلتا ہو اور بائیں ہاتھ سے اُبدست لیتا ہو استنجا کرتا ہو وضو کرتا ہو

اور کھانا کھاتا ہو امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اپنا عقیدہ و مذہب دریافت کرنے پر نہ بتانے سے ظاہر یہی ہے کہ اُس میں کچھ فساد ہے ورنہ دین بھی کچھ چھپانے کی چیز ہے اُس کی اقتدا ہرگز نہ کی جائے کہ بطلان نماز کا احتمال قوی ہے اور نماز اعظم فرض اسلام سے ہے اُس کے لیے سخت احتیاط مطلوب یہاں تک کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا اذا ضمنت الصلاة من وجه وصحت من وجوه حکم بفسادها والله تعالى اعلم (۲) اس میں دونوں ہی باتیں ہیں بعض مقتدیوں کے مزاج میں تشدد اس قدر ہوتا ہے کہ وہ چند منٹ کا آگاہی چھپاوا نہیں رکھتے ایسی حالت میں اگر امام نے اُس پر انکار کیا بیجا نہ کیا اور اگر امام کی طرف سے بلاوجہ شرعی تکاسل ہے اور اس جماعت کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر الزام ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) رنجیدگی دیکھی جائے گی اگر اُس میں کسی قصور شرعی کی وجہ سے ہے تو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور حکم حدیث اُنکی نماز مقبول نہ ہوگی ثلثہ لا ترفع صلاتہم فوق اذانہم شبہا الی ان قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن امر قوما وہملہ کارہون اور اگر اس میں کوئی قصور شرعی نہیں تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور ان رنج رکھنے والوں پر وبال ہے کما نص علیہ فی الدلائل الختام واللہ تعالیٰ اعلم (۴) ہو سکتا ہے بلکہ اگر وہی حاضرین میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو تو وہی امام کیا جائے گا کما نصوا علیہ فی الملتون والشروح والفتاویٰ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کراچی بندر صدر بازار دوکان سلیمہ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرحمت مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۳۲ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ امام صدر را بابت افتادن از ستور در یک دست تشنج واقع شدہ است ازیں وجہ دست ماؤذہ ابوقت تکبیر تحریر میں فرمہ گوش منی شود آیا دریں صورت امامت او بلا کراہت جائز است یا نہ۔

الجواب

جائز است بلکہ اگر اعلم قوم است ہوں احق با امامت است واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سیٹا پور محلہ قضاہ مرسلہ الیاس حسین صاحب ۳۲ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ جب ایک عالم اور شریف ہے مگر سید نہیں ایک عالم رذیل ہے جاہل یا کم نجیب الطرفین سید کی موجودگی میں ان دونوں قسموں کے عالموں سے کون زیادہ مستحق ہے صرف سید ہی کو استحقاق ہے؟

الجواب

عالم بہر حال زیادہ مستحق امامت ہے جبکہ مبتدع یا فاسق ملعون نہ ہو اور دونوں عالموں میں جسے علم ناز و طہارت میں ترجیح ہو وہ مقدم ہے اور اس میں سادہی ہوں تو قرأت و ورع و سن و غیر ہمار مجاہد کے بعد شریف نسب سے ترجیح دی جائے گی عالم رذیل کہنا بہت سخت لفظ ہے عالم کسی قوم کا جو اگر عالم دین ہے اللہ کے نزدیک ہر جاہل سے اگرچہ کتنا ہی شریف ہو افضل ہے قال اللہ تعالیٰ قل هل يستوی الذين يعلمون والذين لا يعلمون مطلق فرمایا کہ جو عالم نہیں عالم کے برابر نہیں ہو سکتا اُس میں کوئی تخصیص نسب

وغیرہ کی نہ فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ترسانی کا ٹھیاواڑ مسئلہ احمد داؤد صاحب ۲، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ ہجری

ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے مقلد کی امامت یا متابعت خواہ چار اماموں سے کوئی ایک امام کا مقلد ہو یعنی شافعی حنفی امام کے پیچھے یا حنفی شافعی امام کے پیچھے یا حنبلی حنفی کے یا حنفی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں (۲) اگر حنفی کا شافعی امام بنے تو کیا یہ ضرور ہے کہ حنفی کی خاطر رفع یدین یا آمین بالجہر ترک کر دے یا یہ کہ ہر شخص امام ہو یا مقتدی اپنے اپنے امام کی پیروی کرے۔

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس وقت امام میں وہ بات ہے جس کے سبب میرے مذہب میں اس کی طہارت یا نماز فاسد ہے تو اقتدا حرام اور نماز باطل اور اگر اس وقت خاص کا حال معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ یہ امام میرے مذہب کے فرائض و شرائط کی احتیاط نہیں کرتا تو اس کی اقتدا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ اور اگر معلوم ہے کہ میرے مذہب کی بھی رعایت و احتیاط کرتا ہے یا معلوم ہو کہ اس نماز خاص میں رعایت کیے ہوئے ہے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جبکہ سنی صحیح العقیدہ ہو نہ غیر مقلد کہ اپنے آپ کو شافعی ظاہر کرے اور اگر کچھ نہیں معلوم تو اس کی اقتدا مکروہ تنزیہی واللہ تعالیٰ اعلم (۲) ہر شخص اپنے امام کی پیروی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی

زید امام مسجد ہے اور اس نے جھوٹ بولا اس پر ایک شخص نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دی اور کسی وقت کی نماز وہ شخص قبل پڑھ لیتے ہیں اور مؤذن بھی وہی شخص ہیں اور تکبیر بھی کہتے ہیں تو آیا یہ تکبیر صحیح ہوگی یا نہیں اور نماز ایسے امام کے پیچھے جائز ہے کہ نہیں اور اس وقت تک جتنی نمازیں اُن کے پیچھے پڑھی گئیں جس وقت سے اُنھوں نے جھوٹ بولا تو نمازیں ہو گئیں یا نہیں۔

الجواب

سائل نے یہ بیان کیا کہ امام کے ذمے یہ جھوٹ رکھا جاتا ہے کہ اُس سے پوچھا گیا کیا بجا ہے کہا سوا آٹھ بجے ہیں ادب کے تھے سوا نو یہ کوئی جھوٹ ایسا نہیں جس کے سبب اُس کے پیچھے نماز جھوٹ دی جائے سوا نو بجے ہیں تو ضرور سوا آٹھ بجے چکے علی گیری میں ہے کہ اگر کوئی چیمہ دس روپیہ کو خریدی اور پوچھنے پر کہا پانچ کوئی ہے تو یہ کوئی جھوٹ قابل مواخذہ نہیں یونہی سوا نو میں سوا آٹھ داخل ہیں مؤذن کہ اتنی سی بات پر ترک جماعت کرتا ہے دُہرا گنہگار ہے ایک جماعت چھوڑنے کا گناہ دوسرا سخت گناہ یہ کہ اوروں کو اذان دے کر بلانا اور خود باز رہنا قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے اللہ کو سخت دشمن ہے یہ بات کہ کہو اور نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ رنگ لاہور مسئلہ ابو رشید محمد عبد العزیز۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام گاہے گاہے مردہ شویٰ کرے تو کیا اُسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں بینوا تو جڑا الجواب - میت مسلم کو نہ لانا فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے میں اجر ہے اور اگر وہاں اور بھی کوئی اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو اس کے

نہلانے پر اجرت لینا بھی جائز ہے بہر حال اس سے امامت میں کوئی خلل نہیں آتا اور اگر وہاں کوئی دوسرا ایسا نہ ہو کہ نہلا سکے تو اب اس پر نہلانا فرض عین ہے اور اس پر اجرت لینا حرام ایسا کرے گا تو فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کا امام بنانا گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از روپٹی و بیہ ضلع بہرائچ بازار نیپال گنج مرسلہ سید علی ناریل فروش ۸۰ محرم الحرام ۱۳۳۳ ہجری

زید نے بکر کی زوجہ سے زنا کیا بکر یہ حالات کا حقہ معلوم کر کے زوجہ مذکور کو طلاق بائن دیا اور خود بھی تائب ہوا بکر بیاس کی جامع مسجد کا پیشانی بھی ہے اب بکر کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

صورت مذکورہ میں زنائے زوجہ کے سبب بکر کی امامت میں کوئی خلل نہیں جبکہ وہ بوجہ صحت مذہب و صحت طہارۃ و صحت قرآنہ وغیرہ شرعاً قابل امامت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از موضع کوتاہ ضلع میرٹھ مرسلہ شیخ وجیہ الدین احمد و محمد عبداللہ خاں و محمد اسماعیل خاں ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی و مفتیان شرع احمدی حنفی المذہب اہلسنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی فرقہ کا حنفی المذہب اہلسنت و جماعت کے محلہ کی مسجد کا ایک ماہ و چند روز سے پیش امام ہے اور اس کے باپ دادا بھی اسی فرقہ وہابیہ میں مرگے احسن اتفاق سے اس مسجد میں دو عالم واعظ تشریف لائے اور وعظ میں حضرت رسول مقبول محبوب رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور امام مسجد نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کر دی اسی روز شب کو ایک شخص اشتہ محلہ نے اپنے مکان پر مولوی صاحبان نوادر سے مجلس مولود شریف کرائی امام مسجد شامل نہ ہوا صبح کو بوقت ظہر دریافت کیا کہ کم مجلس مولود شریف کے نسبت کیا کہتے ہو جواب دیا کہ اچھا کہتا ہوں پھر کہا گیا تم اچھا کہتے ہو تو تم کیوں نہیں کرتے ہو امام نے جواب دیا کہ میرے باپ دادا نے اس فعل کو نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا پھر کہا گیا کہ شب کو جو مجلس ہوئی تھی اس میں شامل کیوں نہ ہوئے جواب دیا کہ وہاں پر قیام و نعت ہوتی ہے اس لیے میں شامل نہیں ہوا پھر کہا گیا کہ نعت کے معنی حمد و ثنا و تعریف کے ہیں حضرت رسول کریم رحمۃ اللعالمین کی تعریف سے کیوں بھاگتے ہو کچھ جواب نہ دیا سکوت کیا ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۳

مقدسہ کو بعد نماز فجر بوجہ جملہ نازیان مسجد امام سے کہا کہ جناب مولفنا و مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب کی تصنیفات سے یہ کتاب تجلی الیقین موجد ہے تمام و کمال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف فرماتے ہیں تم حضرت کی تعریف و نعت سے کیوں گریز کرتے ہو جواب نہارا خاموش رہا اس مبارک کتاب تجلی الیقین کے چند موقع پڑھ کر سنائے مگر کچھ اثر نہ ہوا یہ حضور والا مفصل و شرح تحریر فرمادیں کہ حنفی المذہب اہلسنت و جماعت کی نازیان ایسے بد عقیدہ وہابی مذہب کے پیچھے جائز سے یا ناجائز ہے یا لائل ویربان قرآن شریف و حدیث شریف جواب مرحمت فرمادیں اللہ جل شانہ تعالیٰ حضور والا کی ذات ستودہ صفات کز مثل آفتاب و کتاب و کتاب کے روشن و مشور کیا ہے اسی طرح تاہوم القیام روشن رکھے مگر عرض ہے کہ کمترین وجیہ الدین کا یا اور کسی باشندہ محلہ کا کوئی دنیاوی تعلق نہیں ہے نہ کسی کا کوئی عذر امامت کے لائق ہے صرف بغض و شہ و حب شدہ پر عمل ہے۔

الجواب۔ بیان سوال سے ظاہر کہ وہ شخص وہابی بلکہ وہابیوں میں بھی اونچی چوٹی کا ہے وہابی کا اصل عقیدہ نعت اقدس سے جملنا ہے

مگر مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے یوں صاف نہیں کہتے جو اس نے کسی کہ ”وہاں نفث ہوتی ہے اس لیے شامل نہ ہوا“ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت نہ کرے گا مگر کافر اور کافر کے پیچھے نماز محض باطل اگر مسلمان ہوتا نفث اقدس کو دوست رکھتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من احب شئیئا اکثر من ذکرہ جو کسی سے محبت رکھتا ہے اُس کا ذکر زیادہ کرتا ہے رواہ ابو نعیم شمس الدین علی بن مقاتل ابن حیان عن داؤد ابن ابی ہند عن الشعبي عن امة المؤمنين الصدقة رضي الله تعالى عنها ثلاثهم من رجال مسلم والادبعة جسے محبت درکار نفرت ہونا ہر ہے کہ اُسے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں پھر وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایومن احدکم حتى اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین تم میں کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اُسے اُس کے ماں باپ اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں رواہ الاثمة احمد والبخاری و مسلم والنسائی وابن ماجہ عن انس رضي الله تعالى عنه تجلی الیقین کے کلمات سن کر اثر نہ ہونا اور نفث شریف کے اُن سوالوں پر خاموش رہنا اُس کے دل کی دبی آگ کو اور ظاہر کر رہا ہے قال الله تعالى قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفي صدورهم أكبر قد بينا لكم الايات ان كنتم تعقلون دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو گئی اور وہ جو ان کے سینوں میں چھپی ہے اور زیادہ ہے ہم نے تم پر نشانیاں کھول دیں اگر تمہیں عقل ہو یا بھلہ وہ یقیناً وہابی ہے اور وہابیہ قطعاً بے دین اور بے دین کے پیچھے نماز محض ناجائز فتح القدیر میں ہے روى محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضي الله تعالى عنہما ان الصلاة خلف اهل الاهواء لا تجوز نماز درکار نبض قرآن عظیم اس کے پاس بٹھینا حرام قال الله تعالى واما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین - والله تعالى اعلم

مسئلہ - از ادبہ ڈاک خانہ خاص ضلع کھیری مرسلہ مولوی خدا بخش صاحب ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں جہلا لوگوں کو صوم و صلاۃ کی جانب رجوع کرتا ہوں اور انہوں نے خدا کے فضل سے اس جانب توجہ فرمائی لیکن بعض اشخاص بے نمازی تعزیر دار قبر پرست اور بعض صرف جمعہ کے نمازی رمضان شریف کے نمازی عید کے نمازی ان لوگوں کو میری جانب سے بظن کرتے ہیں اور ان کے سامنے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ میری آنکھوں میں پھلی ہیں لیکن پتلی پر نہ ہونے کے سبب دکھائی دیتا ہے دوسری تہمت لگاتے ہیں کہ ان کے والد کے دو نکاح ہوئے ایک عورت کا نکاح نہیں ہوا بلکہ انہوں نے ویسے ہی رکھا ہے حالانکہ یہ سب محض لغو اور جھوٹ بیان ہے انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے والد کے دو نکاح ہوئے جناب والد صاحب مرحوم کے تین نکاح ہوئے ہیں اگر یہ ثابت کر دیں تو میرا حق ترک در نہ تہمت لگانے والوں کا حق ترک ہونا چاہیے۔

الجواب

آنکھ میں پھلی ہونا جبکہ وہ پتلیوں سے الگ ہو اور دیکھنے کو مانع نہ ہو نماز میں اصلاً کسی کراہت کا بھی موجب نہیں اور سائل کے باپ پر یہ الزام لگانا کہ اُس کے دو نکاح ہوئے اور ایک عورت بے نکاح رکھی اول تو ایک مسلمان کی طرف نسبت زنا بلا تحقیق ہے اور یہ سخت حرام و کبیرہ ہے اور تہمت رکھنے والے پر شرعاً اسٹی اسٹی کوڑے کا حکم ہے ثانیاً سائل پر اس کا کیا الزام جب تک یہ ثبوت قطعی نہ دیں کہ اُس کی ولادت بے نکاح ہے اب طعن کرنے والے سختی سزا کے شدید کے ہیں جب تک تو یہ نہ کریں اُن کا حق پانی بند کیا جاوے۔ والله تعالى اعلم

مسئلہ - از کوچین ضلع لمبار محلہ شاپخیری مکان سیٹھ سلیمان قاسم مرسلہ مین حاجی طاہر محمد مولانا ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کو مجسم ٹھہرا دے اُس کی اقتدا کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے

الجواب

اُس کی اقتدا حرام ہے اور اُس کے پیچھے نماز باطل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از دہلی چاندنی چوک متصل گھٹنہ گھر مسجد باغ والی مرسلہ مولوی عبدالننان صاحب ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قدیم الایام سے ایک مسجد کا پیش امام تھا اب بعض اہل محلہ نے اس سے برخلاف ہو کر ایک دوسرے امام کو کھڑا کر دیا ہے اور اس سے پہلے امام میں کوئی عیب شرعی جس سے معزول ہو سکے نہیں پایا گیا اور پہلا امام ثانی کے کھڑا کرنے پر ناراض ہے اور کہتا ہے کہ میری اجازت کے سوا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کیا اس امام اول کا کہنا ٹھیک ہے کہ امام ثانی کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں -

الجواب

اگر واقع میں امام اول نہ وہابی ہے نہ غیر مقلد نہ دیوبندی نہ کسی قسم کا بد مذہب نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی وجہ سے کوئی وجہ کراہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے حتیٰ کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا رد المحتار میں ہے لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنتہ اور اگر واقعی اُس میں کوئی وجہ کراہت ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی نماز نامقبول صحاح احادیث میں ہے ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق اذانھم شبرا (وعد منھم) من امر قومادھملہ کارھون اور اگر اُس میں کوئی وجہ فساد نماز ہے مثلاً غیر مقلد یا دیوبندی یا غیر صحیح الطہارۃ یا غیر صحیح القراءۃ ہو تا جب تو ظاہر ہے کہ اُس کی امامت فاسد اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض اُس کا معزول کرنا فرض ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از باندی کوئی مرسلہ منشی عبدالرحمن ملازم ڈاک سفی ۸ شعبان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بسبب ہونے حافظ قرآن ایک مسجد میں بخدمت پیش امامی و برائے تعلیم قرآن طفلان اہل اسلام سنت و ابجاعت کے مقرر کیا گیا چند عرصہ تک بظاہر کسی قسم کا فرق نہ معلوم ہونے سے ایک گروہ جاہلوں کی معتقد و مطیع زید ہو گئے جب زید دو تین لڑکوں کا حافظہ ختم کرا چکا اور اپنا رسوخ پورا پورا جما چکا تو اپنے منصب امامت پر فخر کرنے لگا اور مسجد کو اپنی میراث جان کر کہنے لگا کہ مجھ کو اس مسجد سے کوئی ہٹا نہیں سکتا غرض زید کا ایک شاگرد رشید بیکہ نامی جس کا حافظہ ختم ہو چکا تھا اس کی شادی ہو جانے کے بعد اُس کے والد نے زید ہی کو زواج بکر کی تعلیم قرآن کے لیے مقرر کیا چند ہی عرصہ میں انگشت نمائی ہونے لگی بیان تک کہ برسوں کے بعد معاملہ طویل ہو کر ظاہر ہوا تو بکر سے طلاق دلا یا گیا اور زید نے مطلقہ کو خود نکاح میں لا کر فریہ کہتا ہے اب تو موافق شرع کے حرام نہیں ہے چونکہ عورت جو ان زید سن رسیدہ تھا زید کے دباؤ میں نہ رہ کر آزادانہ منشا اختیار کر کے پردہ بھی بالائے طاق رکھا اور زید کے جو جوان پرانے شاگرد تھے ان سے خلا ملا رہنے لگا چونکہ زید دیکھنے والا نواب صدیق حسن بھوپالی کا ہے ہر موقعہ پر حق کو ناحق اور ناحق کو حق بتا کر جاہلوں کو سیدھا لکھتا تھا اس پر

جو تھوڑے لوگ حق شناس تھے اُن سے الگ رہنے لگا اس درمیان ایک لڑکا ولد الزنا پیدا ہوا اُس کا حقیقہ کیا گیا یہی زید پیشاں نام صاحب شریک حقیقہ ہو کر بکرے کی کھال کی غرض سے خوب بلاؤ پر ہاتھ مار کر بچا کرنے لگے کہ حقیقہ کھانا جائز تھا ہرگز حرام نہیں جب اس پر بھی لوگ لہجہ کی پیش امامی پر معترض ہوئے تو خود ہی زید صاحب غیظ و غضب میں آکر چلا اُٹھے کہ پیش امامی کرنے پر لعنت ہے میں تو ہرگز نماز نہیں پڑھاؤں گا جو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں وہی بڑھاویں قرود و پیش برجان درویش ایک ہفتہ تک نماز پڑھانے سے رُکے رہے آخر جب تک مارا خود ہی نماز پڑھانے لگے اور لوگوں نے نماز پڑھی پس ان سب باتوں پر نظر ڈالتے ہوئے معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگرچہ لوگوں کی انگشت نمائی کا اعتبار نہیں اکثر محض باطل بدگمانی پر ہوتی ہے مگر زید کا بعد نکاح کہنا اب تو حرام نہیں ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے حرام تھا تو یہ اقرار حرام ہوا اگرچہ یہ منی بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلے تم مجھ پر ناحق بدگمانی حرام کرتے تھے اب تو حرام نہیں۔ زن زید کی نسبت جو لکھا گیا ہے اگر بڑھائے زید ہے یا زید بقدر قدرت بند و بست نہیں کرتا تو دیت ہے اور دیت سخت اجنبی فاسق اور فاسق معین کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اُسے امام بنانا حلال نہیں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور بڑھی تو پھیرنا واجب سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زنا سے لڑکا کس کے پیدا ہوا اگر کسی دوسرے کے یہاں کا یہ واقعہ ہے اور وہ عورت شوہر دار ہے شوہر نے اُسے اپنا بچہ ٹھہرا کر حقیقہ کیا تو بیشک اُس میں کوئی حرج نہ تھا نہ اُس کے کھانے میں کوئی حرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاهر الحجر اور عورت بے شوہر تھی اور اس نے حقیقہ کیا تو ازواج کہ اس سے نسب قطعاً ثابت ہے اور نسب فی نفسہ نعمت ہے جعلہ نسباً وصفاً اگرچہ وجہ سبب سے یہ صورت سخت بلا ہے اس حقیقہ کی تحریم یا اُس کے کھانے کی حرمت ظاہر نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ علمائے تصریح فرمائی ہے کہ شراب پینے پر بسم اللہ کہے تو کافر ادبی کر احمد شد کہے تو نہیں کہ شراب اگرچہ سخت بلا ہے مگر اس کا حلق سے اُتر جانا اور اسی وقت گلے میں پھنس کر دم نہ نکال دینا اس شدید عصیان کی حالت میں رب عز وجل کی نعمت ہے۔ فضول عمادی و فتاویٰ ہندیہ میں ہے من اکل طعاماً حراماً وقال عند الاکل بسم اللہ حکم الامام اطعمہ و انہ یكلف ولو قال عند الفراع الحمد لله قال بعض المتأخرین لا یكلف البتہ اگر زانی نے حقیقہ کیا تو وجہ نعمت اصلاً منتفی ہے پھر بھی زنا پر شکر اُس سے مفہوم نہیں ہوتا بلکہ بہت جہال یہ جانتے بھی نہیں کہ حقیقہ سے شکر مقصود ہے ایک رسم سمجھ کر کرتے ہیں اس صورت میں اُس میں شرکت اندر اس کا کھانا ضرور محبوب و شایع تھا۔ امامت پر لعنت تو صریح کفر ہے مگر اُس سے یہ مقصود ہو سکتا ہے کہ اگر یہ شخص امامت کرے تو اس شخص پر لعنت ہے یہ کیا تھوڑا ناپاک لفظ ہے زید کی امامت نامناسب خصوصاً اگر صدیق حسن خاں کے مذہب پر ہو کہ ان حالات میں ضرور بددین ہے اور اُسے امام بنانا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - زید کچری میں جا کر مقدمہ دار کر رہا ہے اور اُس کی کوشش اور پیروی میں مصروف رہتا ہے اُس کے لڑکے کی منکوحہ بیوی یتیم ہے اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش کا بھی نہیں ہے ایک لڑکا باہم کھاتے پیتے ہیں اور لڑکے کی منکوحہ بیوی کو اپنے یہاں بلاتے نہیں جس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں ہے زید نے لڑکے کا نکاح ثانی بھی کر لیا آیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اُس کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے۔

الجواب

عورت کو بلانا نان و نفقہ دینا اچھا برتاؤ کرنا شوہر کے ذمہ ہے اس کے باپ کے ذمہ نہیں اللہ تعالیٰ ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں رکھتا ہاں اگر بلا وجہ شرعی باپ اسے بلانے سے منع کرتا ہے یا اس کے اس ظلم پر راضی ہے تو خود شریک ظلم ہے اگر وہ بات باعلان کرتا ہے لوگوں میں اس کے ارتکاب سے مشہور ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے گا کہ فاسق معین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قطب پور ڈاک خانہ میر گنج ضلع رنگ پور مسؤل محمد رحمت اللہ ۵۔ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ ہجری سود کھانے والے اور دینے والے دونوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

سود خوار کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور سود دینے والا اگر حقیقتہً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے اُس پر الزام نہیں درمختار میں ہے یجوز للمحتاج الاستعاض بالربح اور اگر بلا مجبوری شرعی سود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائداد میں اضافہ کرنے یا اونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سود کھانے والے کے مثل ہے اور اسے امام بنانا بھی گناہ اور نماز کا وہی حال دھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ڈوئنگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ مکان سمندر خاں جمعدا مسؤل عبدالرؤف خاں ۵۔ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) کوئی آدمی عالم کے آنے سے مسجد میں آنا چھوڑ دے اور حسد کرے اور وہ پیش امام بھی ہو اُسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں (۲) کوئی عالم ہو اور پیش امام وقاضی شہر ہو خود سب سے مسائل بیان کرے اور سب کو ٹٹائے اور سب کے پہلے جا کر بوہروں کے یہاں کا ذبح کیا ہو گوشت کھاوے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں (۳) جو شخص ہمیشہ مسجد میں دنیا کی بات کرتا ہو اور وہ پیش امام ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

(۱) ایسی اجمالی باتوں پر حکم نہیں ہو سکتا وہ کیسا عالم ہے اور وجہ حسد کیا تو قنیکہ تفصیل معلوم ہو اجمالی بات کا جواب نہیں دیا جاسکتا عالم علمائے دین ہیں اور دہا بیہ وغیرہم مرتدین بھی عالم کہلاتے ہیں اور وجہ منازعت بھی مختلف ہوتی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جو شخص دانستہ بوہروں کا ذبیحہ کھاتا ہے مردار کھاتا ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز منع واللہ تعالیٰ اعلم (۳) فقط اتنا کہ دنیا کی بات مسجد میں کرتا ہے علی الاطلاق ممانعت امامت کا موجب نہیں جب تک علانیہ حد فسق کو پہنچنا ثابت نہ ہو اگر دنیا کی بات کرنے کے لیے بالقصد مسجد میں نہیں جاتا نماز کے لیے بیٹھا ہے اور کوئی آیا دنیا کی باتیں بھی کر لیں جن میں فحش وغیرہ معاصی نہ ہوں تو اگر چہ ایسا بھی نہ چاہیے مگر اس سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع سہادن پور گاؤں گوپال گنج متصل ڈروہ ڈاکخانہ ڈروہ تحصیل گنڈہ ضلع پرتاب گڑھ مسؤل نچو شاہ ۵۔ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے ہو سکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے (۲) اور جو لوگ مولود شریف کو منع

کرتے ہیں اور بدعت کہتے ہیں ان کے پیچھے حنفی کی نماز ہو سکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے۔ بنیوا توجروا

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس خاص نماز میں حنفی مذہب کے کسی فرض طہارت یا فرض نماز کا تارک ہے تو حنفی کی یہ نماز اس کے پیچھے نہیں ہو سکتی اور اگر معلوم ہے کہ وہ اس نماز میں کسی فرض و شرط مذہب حنفی کا تارک نہیں تو یہ نماز اس کے پیچھے ضرور ہو سکتی ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے اولیٰ ہے اور اگر اس نماز کا حال معلوم نہیں مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتدا میں حرج نہیں اگرچہ حنفی اولیٰ ہے اور اگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور کماہت شدیدہ ہے پھر اگر ان دونوں صورتوں میں بعد کو معلوم ہو کہ اس نماز میں اس نے رعایت نہ کی تھی تو وہ نماز پھر بڑھنی ہوگی کہ صحیح یہی ہے کہ مذہب مقتدی کا اعتبار ہے اور اگر بعد کو ثابت ہے کہ اس نماز خاص میں رعایت کی تھی تو نماز ہوگئی اعادہ کی کچھ حاجت نہیں اور اگر اس کی عادت ہی کچھ معلوم نہ ہو تو اس کی اقتدا مکروہ ہے مگر حنفی امام کے پیچھے نماز نہ ملے تو جماعت نہ چھوڑے بعد کو ظہور حال کا حکم وہی ہے جو ابھی گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) اب مجلس میلاد مبارک مطلقاً ناجائز کہنے والے نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ مرتدین ہیں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بھوسا دل ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسؤل حافظ ایس محبوب، ۲۷ رمضان ۱۳۹۹ھ بمجرى

کیا فرماتے ہیں علمائے دین (۱) زید نصاریٰ کی تابعداری کرتا ہو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں۔ (۲) اگر ہے تو کن لوگوں کی نماز ہوئی ہے کن لوگوں کی نہیں (۳) زید مسلمانوں میں نفاق ڈالے تو وہ قابل امامت ہے یا نہیں۔ (۴) زید حاکم وقت کی چوری میں گرفتار ہوا ہو تو وہ قابل امامت ہے یا نہیں۔ (۵) زید باطنی غیر قلد ہو اور اہلسنت کے دکھانے کو کہے کہ میں حنفی مذہب رکھتا ہوں اور اس پر یہ بھی کہ ساتھ فخر کے کہے تو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں۔ (۶) ایک مسلمان عزت دار امامت کرتا ہو مگر دو چار مسلمانوں کے مخرف کرنے سے ایک شخص اس پر الزام لگائے کہ شخص امامت کے لائق نہیں اور وہ لوگ احادیث وغیرہ سے واقف نہ ہوں اور مسلمانوں میں نا اتفاقی کرائیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے آیا وہ استغفار کے حقدار ہیں یا نہیں۔ بنیوا توجروا

الجواب

(۱) سائل نے تابعداری کا گول اور مجمل لفظ لکھا تابعداری نصاریٰ کی ہو یا ہنود کی یا مسلم کی حلال میں حلال ہے حرام میں حرام ہے کفر میں کفر۔ جو کفر میں کسی کی تابعداری کرے کا فر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل اور جو حرام میں اتباع کرتا ہو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ اور جو حلال میں اطاعت کرے اس پر الزام نہیں نہ اس وجہ سے اس کی امامت میں کچھ حرج واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جو امامت کے لائق ہے اس کے پیچھے سب کی نماز ہو سکتی ہے اس صورت میں خاصہ کو یہاں دخل نہیں کہ آدمی ایک قسم خاص کے لوگوں کی امامت کر سکتا ہو دوسرے لوگوں کی اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہو جیسے معذور کہ اپنے مثل معذور کی امامت کر سکتا ہے اور دن کی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) محل سوال ہے بارہا مسئلہ حق بیان کرنے سے جاہلوں میں اختلاف پڑتا ہے اور احمق یا بد دین لوگ اسے نفاق دین

کہتے ہیں یہ وجہ الزام نہیں ہو سکتا۔ سائل بفضل لکھے کہ کیا کتا اور کیا نفاق ڈالتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) اگر توبہ کر چکا اور اس سے نفرت قلوب میں نہ رہی اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۵) غیر مقلد کی امامت باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز محض ناجائز اور جب اس کا غیر مقلد ہونا ثابت و تحقیق ہے تو اس کا براہ تقیہ اپنے آپ کو خفی کہنا کچھ مفید نہیں قال اللہ تعالیٰ اذا جاءك المنفقون قالوا انشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسول، والله يشهد ان المنفقين لکذبون جب منافق تمھارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور و راشد کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۶) استغفار کا حقدار ہر مسلمان ہے قال اللہ تعالیٰ واستغفر لذنوبک وللمؤمنین والمؤمنات اگر انھوں نے بیجا الزام لگا یا ہے سخت گنہگار و حق العبد میں گرفتار نفاق ڈالنے کا جواب ۳ میں ہو چکا محل باتوں پر قطعی حکم دے کر فتویٰ کو کسی غرض نفسانی کا موید نہیں کر سکتے ومن لم یعرف اهل زمانه فهو جاهل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از تحصیل سکندرہ را وضع علی اگرہ مسئلہ محمد لطیف قرق امین ۱۰ اررمضان ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی غیر صحیح النسل یعنی کسی کسی زادہ کے پیچھے جو حافظ قرآن ہو نماز پڑھنا اور خاص کر تراویح ادا کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مکروہ تنزیہی ہے اگر وہ سب حاضرین سے علم مسائل طہارت و صلاۃ میں زائد نہ ہو ورنہ وہی اولیٰ اگر جملہ شرائط امامت کا جامع ہو کما فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی کا نکر ٹولہ متصل چوکی پولیس پرانا شہر مسئلہ عبدالغنی صاحب ۱۰ اررمضان ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کس کس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور کس کس کے نہیں دیگر یہ کہ گاؤں کے کارندے کے پیچھے جو حال میں کارندگی کر رہا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور حضور کو خوب روشن ہو گا کہ جس طرح کارندے اپنی گذراوقات کے ذرائع نکالتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ہر سنی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ غیر فاسق معلن جس میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ لوگوں کے لیے باعث نفرت اور جماعت کے لیے وجہ قلت ہو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے گاؤں کے کارندے جن کا ضمن اور اسامی وغیرہم سے ناجائز پسمہ لینا ظاہر و معروف ہو ان کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ورنہ کارندگی خود کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شرمحلہ باغ احمد علی خاں مسئلہ نیاز علی ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانچ آدمی باوجودیکہ مسجد میں جماعت ہو رہی ہے شامل نہیں ہوتے بعد ختم جماعت کثیر یا پانچ آدمی علیحدہ جماعت پڑھتے ہیں یا مسجد میں پڑھنے آتے ہی نہیں امام مسجد جو عرصہ سے امامت کر رہا ہے اور اپنا

حقیقہ ذیل بیان کرتا ہے اس کو وہ بڑا کہتے ہیں ایسے کے لیے کیا حکم ہے اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے (حقیقہ پیش امام مسجد کا یہ ہے) میں مذہب اہلسنت و جماعت پر عمل کرتا ہوں میرا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہوں اللہ عزوجل کی توحید اور جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد خدا کے تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ جانتا ہوں کرامت اولیاء و بزرگان دین کا قائل ہوں ایسا امام اگر وہابی ”جونی زمانہ مشہور کر دیے گئے ہیں“ کے مدرسہ میں پڑھنے کو چلا جائے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صورت مسئلہ میں پیش امام موصوف کی امامت بلاشبہ صحیح و درست ہے جب پیش امام اپنا حنفی ہونا بیان کرتا ہے اور حقیقہ مطابق اہلسنت و جماعت رکھنے کا مدعی ہے اور اس کے کسی قول و فعل سے اس کا خلاف ثابت نہیں ہوتا تو محض کسی وہابی کے مدرسہ میں پڑھنا یا بالفرض کسی پاٹ شالہ یا اسکول میں تعلیم حاصل کرنا ہرگز صحت امامت کے لیے قاذب نہیں ہو سکتا کیونکہ احکام شرعیہ کا مدار ظاہر پر ہے ہم شوق قلب پر مامور نہیں وہ اشخاص جو مختلف عن الجماعۃ ہیں اگر کوئی عذر شرعی رکھتے ہوں تو معذور ہیں گے اور اگر محض عصبيت و نفسانیت کی جہت سے شریک جماعت نہیں ہوتے تو وہ فاسق مردود الشہادۃ قابل تعزیر ہیں اہل محلہ کو ان سے سلام و کلام ترک کر دینا چاہیے۔

العبد الجلیب محمد عبداللہ کان اللہ۔ - صحیح ہے محمد بنو اعلیٰ غفرلہ۔ - الجواب صحیح محمد واحد نور عفی عنہ۔

الجواب

یہ فتویٰ محض غلط ہے اس میں اصل بحث سے پہلو ہٹتی کی گئی ہے اور بے علاقہ روایتیں محض فضول نقل کر دیں اس پر انھیں لوگوں کے دستخط ہیں جو خود دیوبندی خیال کے ہیں یا کم از کم دیوبندوں کو کافر نہیں کہتے وہ تو ایسا کہا ہی چاہیں حالانکہ علمائے حرمین شریفین باتفاق فتویٰ دے چکے کہ گنگوہی و نانوتوی و انیسٹھی و تھانوی سب مرتد ہیں اور بحوالہ ہزار و جمع الانہر و درمختار تحریر فرمایا ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ عقائد اہلسنت کا مدعی ہونا یا اپنے آپ کو حنفی کہنا یا توحید و رسالت افضلیت و کرامت کا اپنے آپ کو قائل بنانا ان میں سے کون سی بات کا وہابیہ و دیوبندیہ اقرار نہیں کرتے اور پھر کافر ہیں ایسے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر بلکہ ان چاروں باتوں کے عقائد یا نیک ہیں اور اپنے آپ کو مقلد امام ابوحنیفہ بھی کہتے ہیں کیا اس سے انکا کفر اٹھ گیا بشریت شریعت بیشک ظاہر پر حکم فرماتی ہے اور ظاہر یہی ہے کہ آدمی جسے کافر مرتد جانے کا اس سے علم دین نہ پڑے گا پاٹ شالہ اور اسکول کی مثال جالت ہے کیا کوئی پندتوں، پادریوں سے قرآن عظیم و حدیث و فقہ پڑھنے جاتا ہے اور بفرض غلط اگر وہابیہ سے پڑھنے والا عقائد وہابیہ کی طرف مائل نہ بھی ہو اور انھیں کافر مرتد جانتا ہو جب بھی انھیں استاذ بنانا ان کی تعظیم کرنا تو ہے اور ائمہ دین نے فرمایا جو کسی بوجہ کی تعظیما یا استاذ کہے وہ کافر ہو جاتا ہے فتاویٰ ظہیریہ و اشباہ و النظائر و تنویر الابصار و مخ الفکار و درمختار وغیرہ میں ہے و لو قال ملجوسی یا استاذ تبجیل کفر جب صرف تعظیما یا استاذ کہنے پر حکم ہے تو مرتد کو حقیقۃً استاذ بنانا اور اقسام تعظیم بجالانا کیسا ہوگا بلاشبہ ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں جس کے دل میں دین کی عظمت ہے ہرگز اسے امام نہ بنائے گا نہ اس کے پیچھے ناز پڑے گا ہاں جو شخص دین کو ہنسی کھیل سمجھے وہ جو چاہے کرے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے کہ اپنی نمازیں برباد نہ کریں ہم اس کی ایک آسان پہچان بتاتے ہیں اس

فتویٰ برجن جن لوگوں کے دستخط ہیں ان سے سوال کرو کہ حرام الحرمین شریف میں تمام علمائے جرمین شریفین نے جن جن دہا بوں کو نام بنام کافر و مرتد لکھا ہے اور فرمایا ہے جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر آیا تم لوگ بھی انھیں کافر و مرتد کہتے ہو دیکھو ہرگز نہ کہیں گے تو صاف معلوم ہوا کہ یہ بھی متم ہیں تو ان سے فتویٰ لینا کس طرح حلال ہوا اور اس پر عمل کو کسی شریعت نے جائز کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بانک مسؤلہ قاضی محمد سلیم ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ ہجری

اگر حنفی مذہب کا امام اس بات اور ولیمہ میں شامل ہو جس میں مرزائی اور وہ شخص ہو جس نے کہ اپنے لڑکے کا نکاح اُس عورت پر ٹھالیا ہو جس کے کہ طلاق ثلاثہ چھ سال دی رکھی اور بغیر حلالہ کے نکاح پڑھالیا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں خلاصہ یہ کہ جو امام علم والا حنفی مذہب کا اس بات یا ولیمہ میں شامل ہو جو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں آیا اس کے لیے کوئی تعزیر وغیرہ ہے یا نہیں اور جس کے گھر شادی ہو وہ بھی اپنے عقائد کا پورا العین مرزائیوں کو اچھا مسلمان سمجھتا ہے۔ فقط

الجواب

فقط اتنی بات کہ جس برات یا ولیمہ میں یہ شریک ہوا اُس میں قادیانی مرتد یا اپنی تین طلاق کی مطلقہ سے بے حلالہ نکاح کرنے والا فاسق بھی شریک تھا ایسا نہیں کہ اس نے اس کی امامت ناجائز کر دی ہاں اگر صاحب خانہ مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہو تو وہ خود ہی مرتد ہے اور اس کے یہاں تقریب میں جانا حرام اگر امام جانتا تھا اور پھر اس کا مرتکب ہوا تو یہ اگر اس بنا پر ہو کہ امام خود بھی مرزائی کو کافر نہیں جانتا تو وہ آپ ہی کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل اور اگر اس کو کافر جا کر ہی شریک ہوا تو گنہگار ہوا اور اس سے توبہ لی جائے اگر توبہ سے انکار کرے یا بارہا ایسی شرکت کر چکا ہو تو اُسے امام بنا ناگاہ ہے امامت سے معزول کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ناگپور ممالک متوسطہ محلہ گانجہ کا کھیت مسؤلہ چاند میاں محل محمد سوداگر ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص جو چوڑی پہنانے کا پیشہ کرتے ہیں اُن کو امام بنا یا ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ ان کی اقتدا بوجہ چوڑی پہنانے کے ناجائز اور امامت مکروہ تحریمی ہے اور خود معترض پیشہ طبابت کرتے ہیں بوجہ نباضی دس دیگر اعضائے مستورات ہی اعتراض واقع ہوگا یا نہیں بہت زیادہ حصہ جماعت کا اس امام کی اقتدا پر رضا مند ہے تو کوئی نقصان شرعی قائم رہتا ہے یا نہیں۔ بینوا تو جو روا

الجواب

جماعت کی رضا عدم رضا کو اُس وقت دیکھا جاتا ہے جب شرعی نقصان نہ ہو جاں شرعی عدم جواز ہے مقتدیوں کی رضا کیا کام دے سکتی ہے بلاشبہ اجنبیات کو چوڑی پہنانا اُن کی کلائی کا دیکھنا یا ہاتھ کا مس کرنا حرام ہے اور اس کا پیشہ رکھنے والا فاسق ملعون اور اسے امام بنا ناگناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور طبیب کا اس پر قیاس صحیح نہیں صیب کا نبض دیکھنا حاجت کیلئے ہے اور ایسی حاجت و ضرورت کہ دیگر اعضا کا مس بھی جائز ہے بلکہ وہ نیت فاسدہ کرے یہ ضرور اُسے حرام ہے مگر اس کا علم استدعا و جل کو ہے ہاں بلا حتم مس و نظر ناجائز کہ تاہم وہ بھی فاسق ہے اور اسی اعتراض کا مستحق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بھنڈارہ محلہ کم تالاب مسؤلہ نجم الدین وید زوٹی مظفر ۱۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ نماز پنجگانہ و جمعہ کے امام ہیں جن کی جسمی حالت بسبب مرض حسب ذیل ہے آیا ان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں (۱) پیش امام صاحب ہر نماز میں سجدہ میں جاتے وقت نصف یا نصف کم جھک جانے پر اللہ اکبر کی ابتدا کیا کرتے ہیں اور سجدہ سے اٹھتے وقت نصف یا زائد اٹھ جانے پر اللہ اکبر کی ابتدا کیا کرتے ہیں یہ اس لیے کرتے ہیں کہ مقتدی ان سے پہلے سجدے سے اٹھنے یا سجدے میں جانے نہ پائیں (۲) بقاعدہ مذہب حنفی دونوں زانووں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے بعد ازاں ہاتھ وغیرہ سجدہ کے لیے مطلق نہیں رکھ سکتے اور اسی طرح کھڑے بھی نہیں ہو سکتے (۳) سجدہ میں جاتے وقت ایک دم لمبے ہو کر دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں اور پیروں کو برابر کیا کرتے ہیں اور اسی طرح سجدے سے اٹھتے وقت بھی لمبے ہو کر اٹھا کرتے ہیں کیونکہ ان کے دونوں پیر کمر سے بیکار ہو گئے ہیں (۴) بایاں پیر گھٹنے کے نیچے زیادہ تر بیکار ہے اس لیے ہر جلسہ وقفہ میں پیر بچھانے کے لیے اٹھتے وقت ہوتی ہے اکثر ہاتھ سے پیر اٹھا کر بچھاتے ہیں تب بیٹھتے ہیں یا بعض موقع براؤنٹ کی بیٹھک کی مانند دوسرا سجدہ کر لینے میں (۵) قرأت میں دم بھوتا ہے دم بدم سوخہ سے مہاس خارج کرتے ہیں بے محل وقف ہو جایا کرتا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

یہ پانچوں باتیں کہ سوال میں لکھیں ان میں سے کوئی مانع صحت نماز نہیں نہ ان میں کمزوری فعل کثیر ہے یہ محض گمان غلط ہے ان میں کمزوری ترک واجب بھی نہیں سوائے صورت چارم کی اس شق کے کہ بعض وقت دو سجدوں کے درمیان سیدھے نہیں بیٹھتے صرف یہ صورت ترک واجب کی ہے اس سے اسے مانع کی جاوے اور اگر وہی علم و تقویٰ میں زائد ہے تو اسی کی امامت رکھیں ہاں اگر اس کا کوئی استحقاق نہیں اور دوسرے اس سے احق موجود ہیں تو جواحق ہے اسی کی امامت اولیٰ ہے فقہ الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجعلوا اثمتکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم واللہ تعالیٰ اعلم اور اسے چاہیے کہ سجدہ کو جاتے یا سجدہ سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کی ابتدا کرے اور ختم انتقال پر ختم کرے مقتدیوں کی رعایت جو وہ کرتا ہے عکس مقصود شرع ہے حدیث میں فرمایا انما جعل الامام لیؤتمر بہ یہ بات کہ ایسا نہ کرے تو مقتدی اُس سے پہلے سجدہ کر لیں گے اس کا لحاظ مقتدیوں پر ضرور ہے جب اسے سجدہ تک پہنچنے میں دیر ہوتی تو یہ انتظار کریں اور ایسے وقت سجدہ کو نبھائیں کہ اس کے ساتھ سجدہ میں پہنچیں بئذ لك امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ہوڑہ ڈاکخانہ سلکھیا گھڑی محمد بھولے بگان اصغر چائے والے کا باڑا مسؤلہ شیخ سمن ۲۳ رمضان ۱۳۹۷ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ علمائے حرمین طہیین کو بدعتی بتائیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

مطلقاً علمائے حرمین شریفین کو بدعتی دہی بتائے گا جو دہانی ہو اور دہانی کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مطبع شمس المطالع فرخ نگر ضلع گڑگاؤں مسؤلہ حکیم شمس الدین مالک مطبع ۲۸ رمضان ۱۳۹۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امود ذیل کمرے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور اس کی بابت کیا حکم ہے۔ باوجود زیادہ ہونے

قرآن کے درمیان کلام مجید سے کچی پکٹی یاد پر نماز جمعہ میں قرأت شروع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے اکثر بلکہ عموماً نماز جمعہ میں بھول جانے کی وجہ سے نماز دہرائی جاتی ہے خطبہ بھی صحت لفظی کے ساتھ نہیں پڑھتا ہے سمجھانے پر لوگوں کو مغلفات بکنا شطرنج سے ماہر ہونے کے سبب کھیلنے والوں کو ان کے پاس بیٹھ کر چال بتانا پتھو قسم کے لوگوں کے ساتھ کوئلے وغیرہ کی لکیروں سے طرح طرح کے پانسے بنا کر کنکریوں کے ذریعہ سے مثل قمار بازاران بغیر کسی شرط قائم کیے کھیل کا کھیلنا ایسے شخص کے ساتھ میل جول نشست برخاست ازداری رکھنی جو اپنے حقیقی پسر کی بیوہ سے اپنی زوجہ کی زندگی میں زنا کرتا ہے اور آئندہ خواہش نکاح رکھتا ہے جس کو حالات مذکورہ کی وجہ سے اہل برادری نے بھی خارج کر دیا ہے مسجد میں بیٹھ کر اپنے خانگی معاملات میں یا ناصح آدمیوں کو فحش اور مغلفات سنانا شخص مندرجہ صدر کی اعانت کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے جبکہ اُس کی اعانت محض نفسانیت سے کرتے ہوں بصورت حالات مندرجہ صدر کا مجاہد دوسری مسجد میں جائز ہے یا نہیں جبکہ ایک پُرانا قصبہ مثل شہر کے ہو جس کی بنیاد شہر اور فرد گاہ افواج تواریخی حساب سے صد ہا سال سے مع آبادی اہل اسلام ثابت ہے اور نمازی بھی تہذیب شرعی سے زیادہ ہو جاتے ہوں۔ روزہ کی حالت میں ایسے شخص کا آٹھ دس دفعہ غل کرنا جو بے صبری پر دال ہے۔ اصلی معاملہ کو پیشہ رکھ کر اپنے مطلب کی تائید میں علما سے فتویٰ حاصل کرنا۔ بینوا تو جبر و

الجواب

امام کو لازم ہے کہ نماز میں وہ سورت یا آیات پڑھے جو اسے پختہ طور پر یاد ہوں کچھ یاد ہونے کی وجہ سے اگر غلطی کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ غلطی کس قسم کی ہے اُس سے فساد معنی یا کسی واجب کا ترک لازم آتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو نماز دہرائی بے معنی ہے اور اس کا الزام بحالت پر ہے نہ کہ قرأت پر اور اگر ہاں تو بیشک ایسا شخص قابل امامت نہیں خطبہ میں صحت لفظی ہونا نماز کی طرح شرط نہیں ہاں ایسا خطبہ خلاف سنت ہے مغلفات بکنا فسق ہے حدیث میں ارشاد ہوا کہ فحش بکا کرنا مسلمان کی شان نہیں ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے بشرط پانسے کھیلنے والوں کو چال بتانا اگر گوشہ تنہائی میں نہیں بلکہ برعام نظر گاہ میں ہے یا اس پر مداومت ہے تو یہ بھی فسق ہے۔ قمار بازوں کی طرح پانسے بنا کر ان سے کھیلنا بھی گناہ ہے اگرچہ کوئی شرط بدی جائے علمائے کرام نے فرمایا کہ شراب کے دور کی طرح پانی پینا حرام ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من تشبه بقوم فهو منهم جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ بیوہ پسر کا جو واقعہ لکھا ہے اگر واقعی ہے اور جب عادت زمانہ لوگوں کی بدگمانی نہیں جس پر وہ تہمت لگانے والے خود اسی اسی کوڑوں کے مستحق ہوں بلکہ ثبوت صحیح شرعی سے ثابت ہے تو ایسا شخص ہرگز میل جول کے قابل نہیں مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا منع ہے قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین اور اسے امام بنانا حرام فتاویٰ حجبہ میں ہے لوقد موافق اسقا یا شون مسجد میں گالیاں سخت حرام اور بیت اللہ کی بے ادبی ہے اور ناصحوں کو نصیحت پر گالیاں دینا اور بھی زیادہ خبیث اور شرعی طور سے سزا پائی ہے باطل پر اعانت حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ایسا شخص جس کی امامت شرعاً ممنوع ہے اگر جمعہ پڑھاتا ہو تو دوسری جگہ جمعہ پڑھیں جبکہ وہ قصبہ مصر شرعی ہو جہاں جمعہ صحیح و جائز ہے فتح القدیر میں ہے لا ینسب الیہ من التحوّل اور روزہ میں غل مچانا اور اظہار بے صبری کرنا مکروہ ہے حقیقت واقعہ چھپا کر علما سے غلط فتویٰ لینا شرعیّت کو دھوکا دینا اور سخت حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از منظر پور ضلع مظفرنگر مسئلہ عبد الصمد صاحب سنی حنفی صوفی ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جس شخص میں بوجہ حرص کے طمع ہو اور ذلت کے ساتھ سوال کرنے کا عادی ہو باوجود معقول تنخواہ پانے کے ایسے بے حرمت آدمی کے پیچھے سرفراخی نماز کامل ہو سکتی ہے یا نہیں (۲) جو شخص یہ کہے کہ میں فلاں آدمی کا معین صورت میں محض نماز پڑھانے کے واسطے ملازم ہوں نماز جنازہ پڑھانے سے یا کسی مقتدی کی اطاعت سے مجھے کام ایسا آدمی قابل امامت ہے یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

(۱) بے ضرورت سوال حرام ہے ایسا شخص فاسق ملعن ہے اُسے امام بنا ناگناہ ہے اس کے پیچھے عالم و جاہل سب کی نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب واللہ تعالیٰ اعلم (۲) امام پر بلا وجہ مقتدی کی اطاعت لازم نہیں نہ اُسے نماز جنازہ پڑھانا ضرر اس کہنے سے اس کی قابلیت امامت میں کوئی خلل نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام مسئلہ مولوی عبد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۳۳۹ھ ۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں (۱) کسی مسجد میں جماعت طیار ہے لیکن اتنا وقت نہیں کہ دریافت کیا جائے کہ امام سنی ہے یا وہابی تو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے یا اپنی علیحدہ (۲) مسجد میں جماعت ہو رہی ہے اور امام میں نقص شرعی ہے تو جماعت چھوڑ کر فوراً ہی اپنے فرض پڑھ سکتا ہے یا نہیں (۳) عاق شدہ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

(۱) جبکہ شبہ کی کوئی وجہ قوی نہ ہو جماعت سے بڑھے پھر اگر تحقیق ہو کہ امام وہابی تھا نماز پھیرے - واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر امام میں ایسا نقص ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے مثلاً وہابی ہے یا قرآن عظیم غلط پڑھتا ہے یا طہارت صحیح نہیں جب تو وہ نماز نمازی نہیں اگر صحیح جماعت کر سکتا ہو تو اس جماعت کے ہوتے ہوئے اپنی جماعت قائم کرے اگر فتنہ نہ ہو اور اپنی جماعت نہ مل سکے تنہا پڑھے اور اگر نقص ایسا ہے کہ اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جیسے فاسق ملعن تو دوسری جگہ جماعت کو چلا جائے ورنہ نہیں اس جماعت کے بعد دوسری جماعت کرے یا تنہا پڑھے اور اگر صورت کراہت تنزیہ ہے تو اس جماعت کا ترک جائز نہیں شامل ہو جائے - واللہ تعالیٰ اعلم (۳) شرعاً عاق وہ ہے جو بلا وجہ شرعی ماں باپ کو ایذا دے اُن کی نافرمانی کرے ایسا شخص فاسق ملعن ہے پھر اگر وہ یہ گناہ علانیہ کرتا ہے تو فاسق ملعن ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور اگر علانیہ نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی جائز اور پھیرنی مستحب اور اگر یہ اُن کو ایذا نہیں دیتا غیر معصیت میں ان کی نافرمانی نہیں کرتا اگر معصیت میں انکا کتنا ماننا ہو اگرچہ اس سے ایذا ہو تو وہ عاق نہیں اگرچہ وہ تباہ کیں کہ ہم نے تجھے عاق کیا جب اس کے ذمہ مواخذہ شرعی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگرچہ جاہل اسے عاق شدہ سمجھیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سہرام برتلہ ضلع آراہ مسئلہ قدرت اللہ ۵ شوال ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنۃ عالم باعلیٰ سماع بالمزایر منتا ہے اور اُس کی امامت جائز ہے اور اُس کی امامت میں کراہت ہے یا نہیں۔ - بینوا توجروا

الجواب

مزایر حرام ہیں اُن کا سنا عالم باعلیٰ کا کام نہیں کما بیناۃ فی اجل التجبیر فی حکم السماع بالموامیر اگر علانیہ اس کا ترک ہو اسے امام نہ کریں اور کراہت سے کسی حال خالی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سرکار اجیر مقدس لنگر گلی مسئلہ حکیم غلام علی ۶ ر شوال ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جامع مسجد درگاہ شریعت حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعد ہر نماز یہ کہتا ہے کہ اے خداوند کریم غیر شرع دار بھی منڈھے جھوٹے دعویٰ ران خلافت کو سچا دعویٰ خلافت بنائے اور جب کبھی وہابیوں کا ذکر آتا ہے تو اُن کے مولیوں کو اور جو مولیٰ خلافت کو اپنے پیٹ بھرنے کا پیشہ بناتے ہیں اور ان کے سب پیروں کو خوب برا کہتا ہے اس کے پیچھے بوجہ شریعت مطہرہ نماز پڑھنا جائز ہے اور جو مولیٰ اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام بتائے اُس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے اگر یہ بحث مسجد میں ہو تو مسجد کی توہین ہوتی ہے یا نہیں۔ - بینوا بالتفصیل توجروا عند الرب الجلیل -

الجواب

اس دعویٰ میں کوئی حرج نہیں اور وہابیہ کی برائی بیان کرنا فرض ہے یہ وہی جھوٹے مدعیان خلافت اور اس نام سے شکم پروران پر آفت کی شاعت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ضرور ہے اور مسجد کہ مجمع مسلمانان ہوان بیانون کا بہتر موقع ہے اور اس میں مسجد کی کچھ توہین نہیں کہ مسجد ذکر اللہ کے لیے بنائی گئی ہیں اور نبی عن المنکر اور بیان شاعت گمراہان اعظم طرق ذکر اللہ و اجل احکام شریعت اللہ سے ہے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اترجنون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکرہم والافاجر بما فیہ یحذرہ الناس کیا فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے فاجر کی برائیاں بیان کرو کہ لوگ اُس سے بچیں صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد کریم مدینہ طیبہ میں منبر بچھاتے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر مشرکین کا رد فرماتے ان وجوہ امام مذکور کی امامت میں اصلاً کوئی خلل کیا کراہت بھی نہیں اور جو اس سبب سے اُس کے پیچھے نماز حرام بتاتا ہے اللہ عز وجل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شریعت مطہرہ پر افراتہ ہے اُس پر تو بہ فرض ہے ورنہ سخت عذاب نار و غضب جبار کا مستحق ہو گا قال اللہ تعالیٰ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متلع للیل ولہم عذاب الیم وہ جو اللہ پر چھوٹا افراتہ اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا کا تھوڑا برت لینا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے وقال تعالیٰ ولکم لا تغتروا علی اللہ کذباً فلیستہ حکم بعد اب تحاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ تمہیں عذاب میں بھون ڈالے گا۔ واللہ اعلم بالصواب واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از تلوڈی رائے ضلع لودھیانہ پنجاب مسئلہ اقبال محمد ۶ ر شوال ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک یہ صاحب ہیں قرآن کریم کو کافی درست پڑھتے ہیں ایک نہایت ہی

اعلیٰ بزرگ کے مرید ہیں ان بزرگ سے ان کو خلافت کا رتبہ مل گیا ہے قرآن مجید اچھا پڑھنے کی وجہ سے اکثر مسجد میں امامت کرتے ہیں لیکن سید صاحب موصوف نے ایک شغل اختیار کیا ہے وہ یہ کہ ایک باعزت نمازی تہجد خواں پر ہیزگار جوان کا پیر بھائی ہے اور دچاویم پہلے سید صاحب نامعلوم ظاہری باطنی اس کو دوست سمجھتے تھے مگر اب لوگوں کو ان کے اور چند آدمیوں کے خلاف قطع تعلق کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ وہ بے قصور ہیں اور بلا وجہ سید صاحب وغیرہ نے ان کو ذلیل کرنے کے لیے یہ حرکت کی ہے کہ ایک بڑے مجمع میں سید صاحب نے بیٹھ کر قرآن شریف درمیان رکھ کر اہل مجلس کو علانیہ کہا کہ ان چند آدمیوں سے قطع تعلق کی قسم کھاؤ اور قرآن عظیم کو ہاتھ لگاؤ کہ ہمارا یہ قول تازنگی رہے گا آیا سید صاحب موصوف امامت کے قابل ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کیا وہ بھی ان کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں جن کے ساتھ خواہ مخواہ بلا وجہ ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ واقعی بات ہے کہ سید صاحب مذکور نے ان مسلمانوں سے بلا وجہ شرعی محض کسی خصوصیت دنیوی کے سبب اپنے پیر بھائی اور ان مسلمانوں سے قطع تعلق کیا اور ہمیشہ کے لیے کیا اور علانیہ برسر مجلس کیا تو قابل امامت نہ رہے اور ان کو امام بنانا منع ہے جب تک اس حرکت سے علانیہ توبہ نہ کریں کہ بلا وجہ شرعی تین دن سے زیادہ مسلمانوں سے قطع تعلق حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یحل للرجل ان یحجراخاه فوق ثلث لیلال یتقیان فیعرض ہذا ویعرض ہذا وخیر ہما الذی بیدأ بالسلام آدمی کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے راہ میں ملیں تو یہ ادھر موٹھ پھیر لے وہ ادھر موٹھ پھیر لے اور ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے یعنی ملنے کی پہل کرے رواہ الشیخان عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل لمؤمن ان یحجراخاه فوق ثلث فان مرت بہ ثلث فلیدفعہ فلیسلم علیہ فان رد علیہ السلام فقد اشتکافا لاجر فان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم وخرج المسلم من الہجۃ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع کرے جب تین راتیں گزر جائیں تو لازم ہے کہ اس سے ملے اور اسے سلام کہے اگر سلام کا جواب نہ دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور وہ جواب نہ دے گا تو سارا گناہ اسی کے سر پر یا یہ سلام کرنے والا قطع کے وبال سے نکلے گا رواہ ابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل لمسلم ان یحجراخاه فوق ثلث فمن حج فوق ثلث فمات دخل النار مسلمان کو حرام ہے کہ مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے جو تین رات سے زیادہ چھوڑے اور اسی حالت میں مرے وہ جہنم میں جائے گا رواہ احمد و ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معلوم ہوا کہ یہ کبیرہ ہے کہ اس پر وعیدنا رہے اور کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسق ملعون اور فاسق ملعون کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیری دا جب فتاویٰ حجب میں ہے فوجدوا فاسقا یا ثمن تبیین الحقائق میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا اور اس میں برابر ہیں وہ جن سے سید صاحب نے قطع تعلق کیا اور وہ جن سے قطع نہ کیا سب کی نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی جب تک توبہ نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ رچھارو ضلع بریلی مسئلہ حکیم محمد احسن صاحب ۹ شوال ۱۳۳۹ھ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں (۱) کہ فاسق فاجر کے پیچھے جب کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں
(۲) ماہی گیر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں - بدینا توجروا

الجواب

(۱) اگر علانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور دوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں فان تقدیر الفاسق اثم
والصلاة خلفه مکروہۃ تمحیما والجماعة واجبة فہما فی درجۃ واحدة ودرء المفسد اہم من جلب المصلح اور اگر کوئی
گناہ چھپا کر کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اس کے فسق کے سبب جماعت نہ چھوڑیں لان الجماعة واجبة والصلاة خلف
فاسق غیر معلن لا تکون الا تنزیہا واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سینوٹوریم ضلع میننی تال مسئلہ سراج علی خاں صاحب رضوی بریلوی ۱۶ شوال ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) فاسق کی کیا تعریف ہے - فاسق و فاجر میں کوئی فرق ہے فاسق کے پیچھے
نماز کیسی ہے - فاسق معلن کہ کہا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے اُسے ایسا جان کر امام بنانے والے کا کیا حکم ہے (۲) ہاتھ
یا پیر میں انگوٹھی چھلتے پہننا یعنی ایک انگ کی ایک انگوٹھی موافق شریعت مطہرہ سے زائد پہننے والے کا کیا حکم ہے اُس کے پیچھے
نماز کیسی اس پر اصرار کرنے والا کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی کس درجہ مکرر گناہ ہے - (۳) دو یا تین
شخص ایسے جمع ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا چاہتے ہیں کہ ایک بالکل جاہل مگر صورت سمیٹ لباس وغیرہ سب شریعت کے مطابق
ہے اور نمازی بھی ہے مگر قرآن پاک کی تلاوت اس کو نہیں آتی اور تلفظ بالکل ادا نہیں ہوتا دوسرا خواندہ قرآن کی قرأت کر سکتا ہے
ضروری مسائل بھی جانتا ہے مگر فاسق ہے تیسرا مسافر ہے جس پر قصر واجب ہے بے علمی میں پہلے شخص کا درجہ رکھتا ہے مگر صرف ان
سورتوں میں معمولی طریقہ سے پڑھ سکتا ہے جو نماز میں بار بار آتی ہیں مثلاً الحمد شریف یا قل ہوا اللہ شریف وغیرہ ان میں سے کس کو امام بنایا
جائے اور اگر کوئی بھی امامت کے قابل نہیں تو کیا علیحدہ علیحدہ پڑھیں - بدینا توجروا

الجواب

(۱) فاسق وہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے
پھر اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھپ کر کرتا ہو معروف و مشہور نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ اور اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ
کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اُسے امام بنا نا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو
پھیرنی واجب واللہ تعالیٰ اعلم - (۲) ایک آدمہ بار پہننا گناہ صغیرہ اور اگر پہنی اور اُٹا ڈالی تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں
اور اگر نماز میں پہنے ہو اُسے امام بنا نا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز مکروہ یوں ہی جو پہنا کرتا ہے اُس کا عادی ہے فاسق معلن
ہے اور اس کا امام بنا نا گناہ اگر اس وقت نماز میں بھی پہنے ہو گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اُسے چھوٹی بات کہنا بہت سخت جرم ہے اس

شخص پر توبہ فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) صورت مذکورہ میں اس مسافر کو امام کیا جائے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ ہے اور غلط خواں کے پیچھے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از میٹرہ سٹی ضلع جوڈھ پور مسلولہ فخر الدین شاہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۳۹ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) یتیموں کو تکلیف دینا اور غیبت کرنا اور جھوٹی قسم کھانا مسلمانوں میں نفاق ڈالنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ (۲) ایک شخص یہاں میٹرہ میں پیر زادہ کہلاتے ہیں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی مین روز برابر اس کو بچھا یا پر نہیں مانا۔ کہا کہ ہرے۔ کہا کہ ہر میں نے معاف کروایا پھر ہم نے اس لڑکی سے تلاش کیا جواب دیا کہ ہر تو میں معاف کر دیا اور پھر اسکے بچا وغیرہ نے اُس لڑکی کو اُس کے گھر بھجوا دیا بغیر نکاح کرے طلاق ہوئی یا نہیں اس کے بچہ پیدا ہوا وہ حرام کا ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں یتیم سے بہت عداوت رکھتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) یتیموں کو بلا وجہ شرعی تکلیف دینا سخت حرام ہے یہ ہیں غیبت زنا سے سخت تر ہے جبکہ شرعاً غیبت ہو مثلاً فاسق ملعون کی غیبت غیبت نہیں اور بد مذہب کی برائیاں بیان کرنے کا خود شرعاً حکم ہے جھوٹی قسم گھروں کو دیران کر چھوٹی ہے اور مسلمانوں میں بلا وجہ شرعی تفرقہ ڈالنا شیطان کا کام ہے اور فتنہ قتل سے سخت تر ہے فتنہ سورہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے جو ان افعال کا علانیہ مرتکب ہو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) طلاق ہوگئی اور ہر عورت نے معاف کر دیا ہے معاف ہو گیا بچہ اگر طلاق سے دو برس کے اندر پیدا ہوا حلالی ہے اُسی شوہر کا ہے طلاق دینے سے نماز کی امانت میں کوئی خلل نہیں آتا یتیم سے بلا وجہ عداوت سخت گناہ ہے اگر اس کی بلا وجہ عداوت علانیہ مشہور ہے تو امام بنانے کے قابل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از چھاوئی فیروز پور کباری بازار مسلولہ حاجی خوج الدین ٹیلر ماسٹر ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۳۹ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زنا کار اور شرابی کے پیچھے نماز کسی وقت جائز ہے یا نہیں جب امام مقیم ہو وہ ہر ایک کو امام مقرر کر دیتا ہے یہ جائز ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زانی اور شرابی کے پیچھے کسی وقت نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مگر جہاں جمعہ وعیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور امام فاسق ہو اُس کے پیچھے پڑھ لے جائیں اور جمعہ کے اعادہ کو چار رکعت نہ پڑھیں امام غیر جمعہ وعیدین میں اگر دوسرے کو کو صالح امانت ہے اور امام کر دیتا ہے حرج نہیں بلکہ وہ اگر اس سے علم و فضل میں ناہم ہو تو اسے یہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از علی پور ضلع پٹنہ مسلولہ منصب علی ۱۲ شعبان ۱۳۳۹ ہجری
قاری مکہ معظمہ کا قرأت سکھا ہوا اور وہاں پر چند سال رہ کر مسلمی کیا لیکن دارمعی تر شواتا ہے آپا اُس کے پیچھے نماز پنجگانہ اور جمعہ

جائز ہے یا نہیں۔ بلیوا توجروا

الجواب

داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور مکہ معظمہ میں رہ کر قرأت سیکھنا فاسق کو غیر فاسق نہ کرنے کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از فتیور ضلع شاہجہاں پور مرسلہ مقبول حسن خاں نائب مدرس نیپل اسکول، اشعبان ۱۳۳۶ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی نماز فجر قضا ہو وہ نماز ظہر یا دیگر اوقات کی نمازوں میں امام ہو سکتا ہے یا نہیں

الجواب

اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک قضاے فجر ادا نہ کر لے ظہر کی امامت نہیں کر سکتا ورنہ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از پبلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی عبدالسبحان صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) برے کے پیچھے تراویح یا فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۲) برے کی کوئی تخصیص ہے یا نہیں

الجواب

(۱) جائز ہے اور اس کا غیر بہتر ہے اگر یہ علم و قرأت میں اس سے افضل نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اتنی ہی ہے کہ جواب اول میں گزری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مسوانی ٹولہ مسئلہ محمد یامین ۶ شوال ۱۳۳۶ھ ہجری

عمرد بہت مسخرا ہے اور بہت فحش گالی کے ساتھ مذاق کرتا رہتا ہے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مقام چھاؤنی میرٹھ قصبہ کنکر کٹرہ مرسلہ پیر سخاوت حسین صاحب ممبر جامع مسجد ۹ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن پاک ہے اور امامت جامع مسجد کی کرتا ہے اور پابند صوم و حلوۃ کا ہے اور زوجہ اس کی پردہ نشین ہے مگر قوم سے شخص مذکور قصاب ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اس کی طہارت و نماز صحیح ہے اور مذہب کا وہابی یا دیوبندی وغیرہ بیدین و بدین نہیں سنی صحیح العقیدہ ہے اور فاسق ملعن نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی بیشک جائز ہے قصاب ہونا کوئی مانع امامت نہیں متعدد اکابر دین نے یہ پیشہ کیا ہے ہاں اگر جماعت والے اس سے نفرت کرتے ہوں اور اس کی امامت کے باعث جماعت میں کمی پڑے اور دوسرا امام سنی صحیح العقیدہ قابل امامت

موجود ہو تو اس دوسرے کی امامت اولیٰ ہے فقد کوهوا خلفت ابرص شاع برصه کاجل التفتیر مع انه لا خطیئة له فیہ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از میوندی بزرگ پرگنہ اجاؤں ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۲ ہجری
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) جو شخص زنا کرتا ہو اور اس کا ثبوت بھی ہو گیا ہو تو جو اس کے پیچھے نمازیں پڑھیں وہ
 ہوئیں یا نہیں (۲) جب زانی ایسا شخص تو بہ کر لے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں (۳) زانی اپنے افعال سے توبہ کرتا ہے اور
 گاؤں والے اس کی توبہ کو نہیں مانتے تو وہ گاؤں والے کس جرم کے سختی اور کس درجہ میں شمار ہیں (۴) جس عورت نے اپنے شوہر سے
 سرکشی کی اور اس کے حکم کو نہ مانا اور شوہر کا دل دکھایا اور شوہر پر زبان درازی کی تو ایسی عورت کو طلاق دینا واجب ہے یا نہیں اور
 اگر شوہر اپنی بی بی کی زبان درازی اور سرکشی پر عاضی ہے اور وہ امامت کرتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) زنا کا ثبوت سخت دشوار ہے جسے عوام ثبوت سمجھتے ہیں وہ ادبام ہوتے ہیں جب تک اس کی یہ حالت نہ تھی اس وقت تک اس کے
 پیچھے نمازیں کوئی حرج نہ تھا ان کے اعادہ کی بھی کچھ حاجت نہیں فانہ ان کان فاسقا غیر معین فاما الکراہۃ خلفہ الا تنزیہیۃ (۲) جب
 بعد توبہ صلاح حال ظاہر ہو اس کے پیچھے نمازیں حرج نہیں اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو (۳) اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور
 گناہ بخشتا ہے والذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویغفر عن السیئات جو لوگ توبہ نہیں مانتے گنہگار ہیں ہاں اگر اس کی حالت تجربہ سے
 قابل اطمینان نہ ہو اور یہ کہیں کہ تو نے توبہ کی اللہ قبول کرے۔ ہم تجھے امام اس وقت بنائیں گے جب تیری صلاح حال ظاہر ہو تو یہ بلا ہے
 (۴) اسے جزا طلاق دینا واجب نہیں اور اس پر صبر کرنے والا نہایت نیک کام کرتا ہے اگر نیت اللہ کے لیے ہو بہر حال یہ امر امامت میں
 خلل انداز نہیں کہ یہ اپنے حق سے درگزر ہے اور اس میں حرج نہیں اور یہاں راضی ہونا بایں معنی نہیں تھا کہ اس کے افعال خلاف شرع کو پسند
 کرتا ہے جن سے وہ قابل امامت نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از میوندی از سید صاحب

زید اپنی سوتیلی ساس سے زنا کرتا ہے اور زید کے سسر کو بھی یہ معلوم ہے لیکن اس کو منع نہیں کرتا اس خوف سے کہ یہ میرے گھر کے کچا لنگی
 تو وہ کس جرم کا سختی ہے اور زید جو اپنی ساس سے زنا کر رہا ہے وہی امامت بھی کرتا ہے تو یہ زید کس درجہ کا سختی ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا
 یا میل جول رکھنا کیسا ہے (۲) جس کا پیرایا ہو کہ جملہ افعال حرام ہوں جیسے زنا وغیرہ کرنا اور سلفہ وغیرہ پینا اور اکثری فعل ناچ رنگ میں شامل ہونا
 وغیرہ وغیرہ ہوں علمائے دین اس سے بیعت کرنا حرام فرمادیں اور جو بیعت حاصل کر چکا ہو اس کو فسخ کرنے کا حکم دیں تو اب علمائے دین فرمادیں
 کہ جو ایسے پیر سے بیعت کئے ہوئے ہو اور ایسے پیر پر اعتقاد رکھتا ہو اور علمائے دین کے حکم کے خلاف کرتا ہو کہ علمائے دین ایسے پیر سے بیچنے کا حکم
 فرمادیں اور وہ نہ مانے اور متبع ہو اور امامت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور میلاد پڑھوانا اور شریک حال ہونا کیسا ہے مدرست یا غیر مدرست اور
 بعض کہتے ہیں کہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ نادرست ہیں ان کا بھی پھر نذر واجب ہے کیونکہ اس نے اتباع علمائے دین کیا۔ بینوا تو جو
الجواب - جو باوصف قدرت اپنی عورت کو اس بیچائی سے منع نہیں کرتا نہیں روکتا وہ دیوث ہے اور وہ جو زنا کرتا ہے اگر اس کا

یہ حال صحیح مشہور ہے اس کے پیچھے نماز نہ کر رہا ہے اس سے میل جول نہ چاہیے اگر عوام کے اداہم کی افواہ ہے کہ خواہی خواہی عیب لگاتے ہیں تو اس اعتبار نہیں پھر بھی اگر اسے سب لوگوں کی اس کی امانت سے نفرت دلا سکے پیچھے جامعہ کی قلم ہو تو اسے امان نہ کریں اگرچہ وہ الزام سے بری ہے کمین مشاع بروصہ کہانی الدر (۲) ایسا شخص ہو تو وہ فاسق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اس سے میلاد شریف نہ پڑھایا جائے لان فی تقدیر تعظیہ وقد وجب علیہما اہانتہ شرعاً تبیین المحتائق وغیرہ۔ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ضرور اعادہ کی جائیں اس کا شرکیکہ حال مذکور ہونا حرام ہے اس سے میل جول نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شرہ بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسؤلہ مولوی محمد ظہور الحق صاحب ۳۴ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کے واسطے کہ وہ حافظ قرآن ہے مگر ایفون کھاتا ہے اور رمضان المبارک کا روزہ نہیں رکھتا ہے کیا وہ امانت کر سکتا ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بیذا بالکتاب و توجروا یوم الحساب۔

الجواب

ایفونی اور بلا عذر شرعی تارک صوم رمضان دونوں فاسق ہیں ان کے پیچھے نماز مکدہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پھینکا واجب جبکہ ان کا فسق ظاہر و آشکارا ہو اور اگر مخفی ہو جب بھی کراہت سے خالی نہیں اور ایفونی اگر ہینک میں ہو جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض قال تعالیٰ حتی تعلموا ما تقولون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شرہ مدرسہ اہلسنت مسؤلہ مولوی ظہور الحق صاحب طالب علم ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

اس سوال میں جواب مذکور ہے خلاف واقعہ محض حمد پر کیا گیا ہے ایفونی تارک صوم اور پھر اس پر بلا عذر یہ تیوں لفظ اور ان کے مصداق تحقیق طلب ہیں کیونکہ نتیجہ جواب انھیں بدیہی ہے اس جواب سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ اطباء نے امراض زلہ و جریان وغیرہ میں ایفون بقدر اصلاح تجویز فرمائی ہمدہ عذر شرعی کے اندر بخود ہے یا نہیں اگر نہیں تو عذر شرعی کیا ہے دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص یا عورت سرفرا مرض روزہ رمضان قضا کرے تو تارک صوم ہوگا یا نہیں اور عذر شرعی اس کے لیے ہے یا نہیں اور حافظ کلام مجید ایوں میں امانت کے لیے شرفاً افضل ہے یا نہیں اگر کوئی شخص ایک مدت تک مقتدی کہ محض حد سے الزام لگائے ایسے کیرو گناہ کے تو وہ عذر الشیخ مستوجب کس تفریز کا ہے۔

الجواب

ایفون اتنی کہ ہینک لائے مطلقاً حرام ہے دوسری مرض کے لیے حلال ہو سکتی ہے نہ کسی طبیب کی تجویز سے۔ اللہ و رسول کے برابر حکیم کون ہے وہ نسخ فرماتے ہیں ان کا منع فرمایا ہوا کسی کی تجویز سے جائز نہیں ہو سکتا عذر شرعی ہے نہ عذر شرعی فتویٰ میں دوبارہ ایفون لکھا تھا بلکہ دوبارہ صوم درختار میں ہے (ظاہر المذہب المنع) بدالاحتار میں ہے اجاب الامامان الموضع فیما لا طبباء و قولہم لیس بمحجۃ حتی لو تعین الحوام مدافعاً للہلاک بجل کالمیتۃ والخمر عند الضرورۃ بان سفر اور مرض جس میں روزہ کا مضر ہونا ثابت و محقق ہمدہ روزہ قضا کرنے کے لیے عذر شرعی ہیں۔ حافظ ایوں سے جب افضل ہے کہ فاسق نہ ہو اور فاسق تو عالم بھی افضل نہیں چہ جائے حافظ درختار میں ہے الا ان یکون غیو الفاسق اعلم القوم فہو ادلی اگر الزام مہوٹا لگائے تو سخت کبیرہ ہے اور اسکی

سخت سزا ہے اور اگر الزام سچا ہے تو مدت تک خاموش رہنے کا اس مقتدی پر الزام ہے اور وہ اس وجہ سے سزا دار سزا ہے مگر وہ امام اس بنا پر الزام سے بری نہیں ہو سکتا کہ اب تک مقتدی کیوں خاموش رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسماعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو تعزیہ کی نہایت عظمت کرتا ہے اور اکھاڑے میں شریک ہوتا ہے اور حضرت سید الشہداء حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی مجلس میلاد منعقد کرتا ہے اور اس میں یاحسین سلام علیک یا ذکی سلام علیک یا علی سلام علیک وغیرہ بحالت قیام پڑھواتا ہے اور مجلس میں سماع میں ہر قسم کے مزامیر یعنی انگریزی باجا روشن چوکی خدک شنائی مشکلی باجا وغیرہ بجاتا ہے اور نماز پنجگانہ وجعہ کے لیے مسجد میں نہیں آتا صرف عیدین کی امامت کرتا ہے مقتدی اس سے سبب ان افعال کے سخت نفرت رکھتے ہیں تو عمرو قابل امامت ہے یا نہیں اور عمرو کے یہ افعال شرع شریف میں کیا حکم رکھتے ہیں۔

الجواب

مزامیر حرام ہیں صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے یستحلون المحو والمحویر والمحفز ہر ایسے ہے والا ابتداء بالمحور یکوہ تو مجلس مزامیر منعقد کرنا فسق اور نماز عید کو ان شیطانی باجوں کے ساتھ آنا فسق اور باماعت کے لیے بلا عذر شرعی حاضر نہ ہوا کرنا فسق اور جمعہ میں بلا مجبوری نہ آنا سخت تر فسق اور تعزیہ کی تنظیم پرعت عمرو ہرگز قابل امامت نہیں التحائق میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شہداء حضرت سید الشہداء اور حضرت مولیٰ مشکلا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس ذکر شریف منعقد کرنا اور یا علی سلام علیک یا ذکی سلام علیک کہنا کچھ حرج نہیں رکھتا جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گونا سنٹرل انڈیا ریاست گوالیار مرسلہ محمد صدیق سکریٹری انجمن اسلامیہ ۱۴ صفر ۱۳۳۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ثانی ایک دوسرے شخص کے ساتھ فرار ہو گئی اور فسق و فجور کرتی ہے اور زید اس کو رکھے ہوئے ہے اور وہ زوجہ زید، زید بہ حادی ہے زید دوسروں سے کہتا ہے کہ تم فلاں شخص کو جس کو میری زوجہ بلائی ہے میرے گھر آنے سے روکو جب زید سے کہا جاوے کہ تم اس کو طلاق دے دو تو بہتر ہے اس پر زید غصہ کرے اور کلمات سخت کہے اور کہے کہ میری زوجہ اولی بھی تو لوگوں کو بلواتی ہے کیا اس کو بھی طلاق دیدوں ایسا ہرگز نہیں کروں گا تو ایسے اصرار سے زید دیوث ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو، زید کو اگر وہ پیش امامی کرتا ہو معزول کرنا چاہیے یا نہیں زید نے جو پیش امام مسجد ہے اُس نے چند جاہلوں کو اپنا طرفدار بنالیا ہے ان میں سے ایک شخص بکرنے کہا کہ ہمارا پیش امام دودو بوتلیں شراب کی پیے گا اور چار رنڈیاں رکھے گا اور وہی پیش امام رہے گا پس بکرنے کی بابت شرعاً کیا حکم ہے اور جو لوگ ایسے امام کی طرف ذاری کریں اور اس کو پیش امام رکھنے پر اصرار کریں ان کی بابت کیا حکم ہے

بینظا توجروا

الجواب

زید اپنی زوجہ کے ایسے افعال پر اگر واضی ہے یا بقدر قدرت بندوبست نہیں کرتا تو بلاشبہ دیوث ہے اور اسے امامت سے

مغزول کرنا واجب اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور اس کا پھیرنا لازم اور اسکے حامی گنہگار قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اور اگر وہ ان افعال پر راضی نہیں اور جہاں تک اُس کا امکان ہے بند و بست کرتا ہے تو عورت کے افعال پر اس کا الزام نہیں قال اللہ تعالیٰ لا ترسا وازسرة وازسرة اخری نہ اس پر طلاق دینا لازم حدیث میں ہے جاء رجل الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال ان امرأتی لا ترتد يد لامیس قال فطلقها قال انی اسجها قال فاستفتح بها رواه ابو داؤد ودر مختار میں ہے لا یجب علی الزوج تطلیق الفاحشة بکر جس نے وہ ناپاک کلمات کے اُن سے صراحت شریعت مطہرہ سے عناد ٹپکتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ مدرسہ قادیانہ کیہ اعظم شاہ مسلہ حاجی عبد الجبار صاحب رضوی ۳۸ صفر ۱۳۳۸ ہجری کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید امامت کرتا ہے اور اس کے سر کے بال لمبے یعنی دوش سے نیچے قریب سینہ تک ہیں عمرو یہ کہتا ہے کہ دوش سے نیچے بال بڑھانا حرام ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے زید کہتا ہے کہ اتنے لمبے بال رکھنا یعنی دوش سے نیچے جائز ہے اور مشائخ و سادات کا یہ شعار ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مدظلہ نے اپنے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن کے صفحہ ۱۹ سطر ۱ میں حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے دو گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے لہذا سوال یہ ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا عمرو کا اگر عمرو کا قول صحیح ہے تو جہنمی نمازیں ہم مقتدیوں نے زید کے پیچھے پڑھی ہیں حساب کر کے سب کا اعادہ کریں یا نہیں۔

الجواب

مسلمان کو اتباع شریعت چاہیے حکم نہیں مگر اللہ رسول کے لیے رسینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام اور عورتوں سے تشبیہ اور بحکم احادیث صحیحہ کثیرہ معاذ اللہ باعث لعنت ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اُسے لعنت کی خبر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا ارشاد فرمایا اللہ کی لعنت اُن عورتوں پر کہ مردوں سے تشبیہ کریں اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت کریں حالانکہ جوتا کوئی جزو بدن نہیں جزو لباس ہے اور کمان جزو لباس بھی نہیں ایک خارج شے ہے جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزو بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعث لعنت ہوگی الحرف الحسن میں یہ ہے کہ شانہ پر لٹک رہے تھے یا یہ کہ شانہ سے اُتر کر سینہ تک پہنچے تھے۔ شانہ تک لمبے گیسوؤں کا ہونا کہ آگے اصلاً نہ بڑھیں ضرور جائز بلکہ سنن زوائد سے ہے حساب کر کے نمازوں کا اعادہ چاہیے اور امام حسن سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرما کر خود مصیبت سے بچیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی ناکراہت سے بچائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مانیہ والا ڈاک خانہ قاسم پور گدھی ضلع بجنور مسلہ سید کفایت علی صاحب ۳۳ ربیع الاول ۱۳۳۸ شریف ۳۸ صفر ۱۳۳۸ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام اور ایک مقتدی نماز پڑھتے ہوں دوسرا مقتدی آگیا تو امام کو وہیں رہنا چاہیے یا آگے چلا جاوے یا نہیں (اور آگے پڑھنے کی جگہ ہو) بینوا تو جروا

الجواب - اگر پہلا مقتدی مسئلوں ہے اور اسے پیچھے بیٹھنے کی جگہ ہے تو وہ ہٹ آئے دوسرا مقتدی اُس کی برابر کھڑا ہو جائے

اور اگر مسئلہ دان نہیں یا اسے پیچھے ہٹنے کو جبکہ نہیں تو امام آگے بڑھ جائے اور اگر امام کو بھی آگے بڑھنے کو جبکہ نہیں تو دوسرا مقتدی بائیں ہاتھ کو کھڑا ہو جائے مگر اب تیسرا مقتدی اگر آگے بڑھے تو سب کی نماز مکروہ تحریمی اور سب کو اس کا پھیرنا واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از برلی مسؤل محمد حسن صاحب طالب علم مدرسہ مظاہر اسلام بریلی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ ہجری

ما قول علماء اهل السنة والجماعة رحمکم اللہ تعالیٰ هل تجوز الصلاة خلف الکامل والذی هو ابن سنته عشر سنة
افیدونا الجواب رحمکم اللہ الوهاب -

الجواب

نعم تجوز ان لم یکن مانع شرعی لانه بالغ شریعاً وان لم یظهر الاثار نعم تکرر ان کان صبیحاً محل لغتہ
کما فی رد المحتار عن الرضوی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کوٹ ڈسکہ مدرسہ محمد حیات صاحب مدرس ہائی اسکول ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ایسے امام مسجد کے بارے میں جس میں مفصلہ ذیل نقص صریحاً ہوں (۱) غسال و ذابح ہے اگر کسی صاحب میت سے کچھ ملے تشاکی بہتا ہے (۲) سامان مسجد کی مطلق حفاظت نہیں کرتا اور نہ ان کی مرست و غیرہ کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اس لیے ارشاد مسجد بگڑتی اور خراب ہوتی رہتی ہیں اور ضائع اور غنیمت ہوتی رہتی ہیں اور مسجد کے متعلق مکان میں رہائش رکھتے ہیں جو کہ مسجد سے علیحدہ متصل مسجد ہیں اگر حفاظت سامان مسجد کو کہیں تو برا فروخت ہو جائے ہیں (۳) جماعت نماز صرف مغرب کی کرتے ہیں باقی نمازیں متفرق طور پر لوگ خود بخود پڑھتے ہیں اگر کہیں تو ناراض (۴) مرض بواسیر عرصہ سے ہے تقاطر بول اور پیپ اور خون سے محفوظ رہنے کے لیے پیچھے لنگوٹی رکھتے ہیں پورے طور پر شکایت مرض بواسیر نہیں گئی اور نہ یہ جانے والی ہے (۵) میونسپل کمیٹی قصبہ کوٹ ڈسکہ میں ایک ادنیٰ آسماں جھلادی خاک رو بان مٹے روپے ماہوار پر ملازم ہیں۔ کام اچھا نہ ہونے پر مقامی افسر اور مسلمان کمیٹی اکثر ناراض رہتے ہیں اور سخت سخت کہتے ہیں جو کہ مسلمانوں کو ناگوار کرتا ہے (۶) سیانجی کے اندرون شہر میں جو مکانات ہیں ان کے بالکل متصل ایک پرانی مسجد ہے انقلاب زمانہ سے اس محلہ میں مسلمانوں کے گھر رہے اور مسجد غیر آباد ہو گئی اب سیانجی اس مسجد کو مالی موسیٰ خانہ اور گوبرھینس خانہ بنا رکھا ہے طرفہ یہ کہ جو اس مسجد کا برابرے رہے ہیں (۷) روزہ ماہ رمضان المبارک اگر سمر ہونے کی وجہ سے نہ بھی رکھتے ہوں تو نماز تراویح پڑھانے کے لیے آتے ہیں کیونکہ تراویح پڑھانے والے کی خدمت ہوتی ہے مگر نماز فرض کی جماعت سوائے مغرب ندارد ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے۔

الجواب

اگر یہ بیانات صحیح ہوں تو صرف نمبر ۳، نمبر ۶ اس کے خاص معنی ہونے کے لیے کافی ہیں کہ چاروں نمازوں میں روزانہ تارک جماعت سے اور مسجد کو ناپاک و لوٹ کرنے والا اور خاص معنی کو امام بنا ناگناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب فتاویٰ لمحہ وغینہ میں ہے لوقد موافقا سقا یا ثنوں اور تقاطر بول اور جریان خون اگر لنگوٹ سے بند نہیں ہوتے جب تو آپ ہی اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہوں ہی اگر روزہ رکھ سکتا ہو اور ہر کس درکے تو سخت شدید خاص ہے ہر حال اسے اس سے سزا دل کرنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر سہ غلام محمد صاحب درزی مورخہ ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا قیص چوری ہوا اور بکر پر چند قرآن کی وجہ سے بطور شبہ کے چوری ثابت کیا گیا اور جس روز سے بکر پر چوری ثابت ہوا اس روز سے تمام محلہ والوں نے بکر کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی چھوڑ دی بھر شک کے اور اسی شک کو لے کر بکر کے پیچھے نماز پڑھنا بلا توبہ جائز ہے یا نہیں دیگر گزارش یہ ہے کہ بکر کے باپ نے کہا کہ زید اگر قسم کھائے تو مال مسروقہ ہم دیں گے اور زید نے کہا ہم قسم کھائیں گے لیکن قسم نہیں کھایا اور زید کے پیچھے بلا توبہ نماز جائز ہوگی یا نہیں - بینوا توجہوا

الجواب

زید پر کوئی الزام نہیں اور خالی شبہ کے سبب بکر پر چوری ثابت نہیں ہو سکتی، اس کے پیچھے نماز منع ہو - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گلکنہ ناز کل ڈانگار لندرو گودام مدرسہ شیخ عرفان علی صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلطہ دیا وہ مطلقہ مدت ایک سال تک بیٹھی رہی پھر اس کے شوہر نے اس کو بلا عقد شرعی اپنے زوجیت میں رکھ لیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی یہاں تک کہ لڑکی مذکورہ بالغ ہوئی پس اس لڑکی سے کسی مسلمان نے اگر عقد شادی کر لیا اور اس نسل سے اولاد جو پیدا ہو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں - بینوا توجہوا

الجواب

اس کی ماں و لہذا لانا ہوئی وہ خود ولد الزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ مذہب و قرأت و طہارت وغیرہ میں قابل امت ہو ہاں اگر عظام اس کی امامت سے نفرت کریں اور یہ امر باعث قلت جماعت ہو تو اسے امام نہ کریں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گلکنہ نورچیت پور روڈ مدرسہ حاجی زکریا حاجی جان محمد صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۳۵ ہجری

ایک مسجد کے متولیوں نے زید کو بچا پس رد پے ماہوار پرتین سال کے لیے ملازم رکھا یہ شرط تھی کہ ہم تین سال بعد معزول کر سکتے ہیں اسے امام نے بذریعہ تحریری اقرار نامہ کے منظور کر کے اپنے دستخط کر دیے (۲) باوجود متولیوں کے منع کرنے اور باضابطہ روکنے کے کہ جب تک ہم کو کسی داغ یا لکچر کے خیالات اور مذہب کا علم نہ ہو جائے کسی کو مسجد میں وعظ و لکچر دینے کی اجازت نہ دے وہ بے اطلاع متولیوں کے خود اجازت دیتا ہے چنانچہ گزشتہ فساد کے موقع پر گلکنہ میں اسے مسجد کے اندر ہندوؤں تک کو آسنے دیا (۳) امام مذکور اکثر مسجد کی امامت سے بغیر حاضر ہوتا اور سیر یا دعوتوں میں بے اجازت متولیوں کے چلا جاتا ہے اور متولیوں کے منع کرنے کی بالکل پرواہ نہیں کرتا (۴) متولیوں نے بعد گزرنے بعد اقرار نامہ اور باضابطہ تحریری اطلاع دہی کے دوسرے امام کو جو مدینہ منورہ کا ساکن اور مسجد نبوی کے امام کے خاندان سے ہے اور مسجد نبوی میں امامت کر چکا ہے اب بجائے اس کے مقرر کیا ہے تو وہ مزاحم و مانع ہے اور آمادہ فتنہ و فساد ہے اور متولیوں پر خلاف اقتداء بہن آمیز الزام و بستان مشہور کرتا ہے آیا ایسے امام کو شرعاً متولیان مسجد حلال کر سکتے ہیں یا نہیں

الجواب معزول کر سکتے ہیں بلکہ ان حرکات پر اس کو حلال کرنا ہی چاہیے لایعزل صاحب و طفلة الابنحتہ و ہذہ

جنحۃ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۰۔ ارشادِ شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ زید نے عمرو سے مثلاً بوتیاں گلستاں کے بچپن میں دو یا تین سبق پڑھے تھے اب اُن میں رنج ہو گیا اور عمرو نے اسے پاک (عاق) کر دیا تو زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر شاگرد کا قصور تا حد فسق ہے اور بوجہ اعلانِ مشہور و معروف ہے تو اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز گناہ اور اگر اس کا قصور نہیں یا حد فسق تک نہیں یا وہ بالا اعلان اُس کا مرتکب نہیں تو ان پہلی دو صورتوں میں اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی کراہت نہیں اور پچھلی صورت میں مکروہ تنزیہی خلافِ اولیٰ ہے باقی عاق کر دینا کوئی شے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از راب گلدھ صدر بازار بدوکان امیر بخش ٹیکر مسلہ شیخ طالب حسین ۱۴ ارشادِ شریف بروز پنجشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ راب گلدھ میں دو مسجدیں ہیں جس میں سے ایک مسجد کا متولی جو روزہ نماز کا پائے بند نہیں ہے اُس نے ایک پیش امام جو قوم کا صدیقی اور علم کا حافظ و مولوی حکیم مقرر تھا اس کو متولی نے بلا وجہ الگ کر دیا اور بجائے اُس کے بلا رائے مقتدیوں کے دوسرا امام جو صرف حافظ و قوم کا قصاب ہے اور ہنوز ان کے یہاں پیشہ جاری ہے مقرر کر دیا جس پر میں نے متولی صاحب سے پوچھا کہ سابق پیش امام کس قصور پر علیحدہ کیے گئے تو متولی عبدالصمد صاحب نے بہت غصہ کے ساتھ جواب دیا کہ ہمارا ہی مسجد ہے ہم جو چاہیں سو کریں مقتدی پوچھ نہیں سکتے ایسے پیش امام کے پیچھے اور ایسی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

اگر پہلا امام معاذ اللہ بد مذہب ہو تو اُس کا معزول کرنا اشد ضروری تھا اور اگر دوسرا بد مذہب ہو تو اس کا مقرر کرنا حرام ہوا اور معزول کرنا لازم ہے یوں ہی اُن میں جو قرآن مجید غلط پڑھتا ہو یا طہارت صحیح نہ کرتا ہو اُس کا معزول کرنا فرض ہے ایک ہوا یا دونوں اور اگر صحت مذہب قرأت و طہارت میں بقدر جواز نماز میں اور امام وظیفہ پاتا ہے تو بلا قصور پہلے کو معزول کرنا گناہ ہوا کہ بلا وجہ ایذا سے مسلم کہ لا یعزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ اور متولی کا کہنا کہ مسجد ہماری ہے ہم جو چاہیں کریں محض باطل ہے مسجدیں اللہ عز و جل کی ہیں ان المسجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احد اُس میں وہی کیا جائے گا جو حکم شرع ہے اور اس کا یہ زعم باطل ہے کہ مقتدی پوچھ نہیں سکتے بلکہ امام و موزن مقرر کرنے میں متولی کا اختیار نہیں جبکہ خود بانی مسجد اس کے اقارب میں نہ ہو امام و موزن کے نصب میں پہلا اختیار بانی پھر اس کی اولاد و اقارب کا ہے اور دوسرا اختیار مقتدیوں کا ہے یہ بھی جبکہ جس کو بانی مقرر کرنا چاہتا ہے اور جسے مقتدی چاہتے ہیں دونوں یکساں ہوں اور اگر جسے یہ چاہتے ہیں وہی شرعاً اولیٰ ہے تو انھیں کا اختیار مانا جائے گا متولی اس بارے میں کوئی چیز نہیں درختار البانی للسجد اولیٰ من القوم بنصب الامام والموزن فی المختار (وکن اولدناہ و عشیرتہ اولیٰ من غیرہم اشباہہ اشامی) الا اذا عین القوم اصلہ ممن عینہ البانی (لان منفعتہ ذلک توسع الیہم النفع الوسائل اھض) اور اگر امامت بلا وظیفہ ہے اور پہلا امام شرعاً اس دوسرے سے

اولی تھا تو متولی نے دوہرا ظلم کیا رائج کو ہٹانا اور مرجوح کو بڑھانا اور دونوں برابر ہیں جب بھی بلا وجہ پہلے کو ایذا دہی کا مرتکب ہوا اور اگر یہ دوسرا اولی بایں معنی کہ پہلے کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت تھی اس کے پیچھے نہیں تو متولی نے اچھا کیا مقتدیوں کا اس پر اعتراض بجا ہے نماز اس کے پیچھے ہی مطلقاً جائز ہے جبکہ مذہب و قرأت و طہارت و اعمال صحیح ہوں اور مسجد کا تو کوئی جرم ہی نہیں اس میں ہر حال جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازنا تھ ددار ریاست اودے پور ملک میواڑ سراج الدین صاحب ۲۲ جون ۱۹۲۰ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص مسائل نماز روزہ کے تھوڑا بہت وقیفیت ہے مگر چند عرصہ سے اس کے کانوں میں سماعت کم ہو گئی ہے یعنی اونچا سنتے ہیں تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، ہونے کا سبب خلاصہ تحریر فرمائیں اور اگر بہرے پیش امام نے نماز میں غلطی کرے اور اپنے مقتدی کا لقمہ نہ سنے تو نماز میں کوئی خلل تو نہیں آتا ہے یا آتا ہے اس کا جواب باصواب مع فقہ و حدیث اور کتب فقہ و حدیث کا حوالہ بھی ضرور تحریر فرمادیں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمادے گا۔ ۲۲ جون ۱۹۲۰ء
ازنا تھ ددار ریاست اودے پور ملک میواڑ سراج الدین صاحب۔

الجواب

بہرے کے پیچھے نماز جائز ہے مگر اس کا غیر اولی ہے جبکہ علم مسائل نماز و طہارت میں اس سے کم نہ ہو اور غلطی جس پر نہ لیا اگر مفسد نماز تھی نماز جاتی رہی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از حسن پور ضلع مراد آباد مدرسہ مدرسہ مولوی عبدالرحمن مدرس ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں امام کے عقائد کی تصدیق کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب

ضرورت ہے اگر محل شبہ ہو مثلاً کسی سے سنا کہ یہ امام دہلوی ہے وہ کہنے والا اگرچہ عادل نہ ہو صرف مستور ہو تحقیق ضرور ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل یا وہ بستی وہا بیہ کی ہو تو تحقیق کرو اور اگر کوئی وجہ شبہ نہیں تو نماز پڑھے پھر اگر بعد کو ثابت ہو کہ مثلاً وہابی تھا اعادہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک مسجد فرقہ غیر مقلد نے سنی حنفی اشخاص کے محلہ میں کسی طرح پر آراضی کا بیعت نامہ کرا کے تعمیر کرائی اور اس کے دروازہ پر ایک پتھر جس پر لفظ اہل حدیث کندہ نصب کر دیا اور نماز پڑھنے لگے اس مسجد میں بعض ناواقف لوگ سنی حنفی ہو کر بھی اکثر اوقات ان کی جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں ان کی نماز غیر مقلد امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں (۲) اگر اس مسجد میں سنی حنفی امام کے پیچھے حنفی لوگ غیر مقلدوں کی جماعت کے بعد یا اول ہر روز یا جمعہ کے روز ادا کریں تو نماز ہوگی یا نہیں (۳) اور اگر سنی حنفی امام کے پیچھے غیر مقلد شخص اسی مسجد میں جماعت میں شریک ہو کر نماز اپنے طریقہ پر پڑھے یعنی آمین بآپھر کرے اور رفع یدین کرے تو حنفیوں کی نماز میں کوئی نقص عائد ہوگا یا نہیں۔ بدینوا تو جروا

الجواب

(۱) غیر مقلد کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہرگز نہ ہوگی اور پڑھنے والے کے سر پر گناہ عظیم ہوگا۔ فتح القدیر میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے لا تجوز الصلاة خلف اهل الا هواء والله تعالى اعلم (۲) سنی امام کے پیچھے نماز ہو جائے گی مگر اس مسجد میں پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ملے گا کہ یہ شرعاً مسجد نہیں اور بلا عذر شرعی ترک مسجد گناہ ہے حدیث میں ہے لا صلاة لجار المسجد الا في المسجد والله تعالى اعلم (۳) جماعت میں غیر مقلد کے شریک ہونے سے ضرور نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے اول تو اس کے آئین بالجہر سے طبیعت متوش ہوگی اور دوسرا عظیم نقص یہ ہے کہ اس کی شرکت سے صف قطع ہوگی کہ اس کی نماز نماز نہیں ایک بے نمازی شخص صف میں کھڑا ہوگا اور یہ صف کا قطع ہے اور صف کا قطع ناجائز ہے صحیح حدیث میں فرمایا من قطع صفا قطعہ الله بمعذرتہ یوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے بھی حدیث میں منع فرمایا ہے لا تضلوا وامنهم والله تعالى اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ شاہ دانا مرسلہ جناب میر قدح حسین صاحب مورخ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۳۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جماعت سنی حنفی اشخاص کی طالب علمان مدرسہ داری دروازہ و سرائے خام کے پیچھے ہوگی یا نہیں (۲) اگر کسی مسجد میں پیش امام مقرر نہ ہو تو حاضرین مسجد کسی شخص کو اپنے میں سے منتخب کریں تو اس میں کس کس احترام و التزام اور کس کس بات کی ضرورت ہے (۳) امام ہر طبقہ کے لوگوں میں سے کہ جس وقت موجود ہوں کثرت رائے سے منتخب ہو سکتا ہے باوجودیکہ وہ منتخب شدہ شخص اپنے آپ کو امامت کا اہل نہ سمجھتا ہو مگر اجماع اس کی امامت پر ہو جائے تو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جو مدرسہ خلاف مذہب اہلسنت ہو اس کے طلباء کو امام نہیں بنا سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) امام ایسا شخص کیا جائے جس کی طہارت صحیح ہو قرأت صحیح ہو سنی صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو اس میں کوئی بات نفرت مقتدیان کی نہ ہو سائل نماز و طہارت سے آگاہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جو شخص شرائط مذکور کا جامع ہے وہ امام کیا جائے اگرچہ وہ اپنے آپ کو نااہل کہے اور جو واقعی نااہل ہے وہ امام نہیں ہو سکتا اگرچہ جب کی رائے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسؤلہ مسلمانان شہر کہنہ رو، سیلی ٹولہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کرتا اس طرح کا پنا کرتا ہے جس کی آستینیں کینوں کے برابر بلکہ کچھ اونچی ہوتی ہیں یعنی کُنیاں کھلی رہتی ہیں ایسا کرتا ہے ہونے پر زید کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں اور کوئی نقص اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تو نہیں آتا ہے زید کو اس قدر مقدور بھی ہے کہ وہ پوری آستینوں کے کرتے بنوا کر پہن سکتا ہے اور امامت کرنے کے وقت انگوٹھا وغیرہ نہیں پہنتا علاوہ اس کے زید کو علم بھی اچھا ہے اور ہر ایک مسائل سے واقفیت کافی رکھتا ہے۔

الجواب - بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ کرتے ایسے ہی آدھے آستین کے بناتا ہے اور نماز کے وقت انگوٹھا پہن سکتا ہے

مگر نہیں پہنتا اور بازار کو انگرکھا پس کر جاتا ہے اس صورت میں زید کے پیچھے نماز اگرچہ ہو جاتی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں فائدہ
إذن من ثياب مهنة والصلاة فيها مكرهة جب وہ ذی علم ہے اور اسے سمجھایا جائے کہ دربار الہی بازار سے زیادہ قابل تعظیم و تکرار
ہے قال الله تعالى خذوا زينتكم عند كل مسجد وقال ابن عمر الله احق ان تتزين له - والله تعالى اعلم

مسئلہ - از قصیدہ عمری ڈاکخانہ خاص ضلع مراد آباد مسئلہ غلام مصطفیٰ اسرار الحق انصاری قادری ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین صورتائے مفصلہ ذیل میں کہ (۱) وہابی امام کے پیچھے اہلسنت و جماعت کی اقتداء
نماز خواہ پنجگانہ یا تراویح یا جمعہ یا عیدین یا نوافل یا نماز جنازہ میں درست ہے یا کیا حکم ہے (۲) زید مولویان فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو عالم دین
سمجھتا ہے اور اُن کی تعظیم و تکریم بھی کرتا ہے لیکن خود عالم نہیں ہے اب زید مذکور اہل سنت و جماعت کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور اُس کی
امامت سے نماز سنی کی صحیح ہے یا کیا (۳) زید فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو بُرا سمجھتا اور کہتا ہے لیکن اُن کی امامت سے نماز بلا تکلف پڑھتا ہے اور
عمرو سنی حنفی ہے اور وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرتا ہے بخیاں نہ ہونے نماز جائز کے لہذا زید مذکور کی امامت سے عمرو مذکور کی
نماز صحیح ہوگی یا نہیں اور کیوں (۴) امام جمعہ وہابی عقائد ہے اور صرف ایک ہی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے آیا سنی اُس کی امامت میں نماز جمعہ
پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو کیا نماز ظہر ہی ادا کرے (۵) اگر امام جمعہ نمبران (۲) یا (۳) مذکورہ میں سے کوئی ہو تو اہل سنت و
جماعت اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور نماز صحیح ہوگی یا کیا۔ نیز نماز عیدین کے بارے میں اسی صورت میں کیا حکم ہے (۶) امام
سنی المذہب ہے اور چار مقتدی جن میں سے ایک سنی کامل ہے اور باقی تین صورتائے متذکرہ نمبران (۲) و (۳) کے ہیں ایسی حالت میں
جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں (۷) نماز مغرب یا کسی وقت کی جماعت ساتھ امام صورتائے متذکرہ نمبران (۱) یا (۲) یا (۳) کے
ہو رہی ہے تو کیا سنی المذہب شریک جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں اور تنہا پڑھنے کی حالت میں نماز صحیح ہوگی یا نہیں (۸) حافظ نامینا کی امامت
جائز ہے یا نہیں نماز پنجگانہ یا تراویح میں بشرطیکہ سوائے اس کے اور کوئی حافظ قرآن موجود نہیں ہے البتہ ناظرہ خواں چند ہیں (۹) صورتائے
مذکورہ الصبر نمبران (۲) یا (۳) میں سے اگر امام ہو تو نماز تراویح میں اُس کی اقتداء جائز ہے نہیں۔

الجواب

(۱) وہابی کے پیچھے کوئی نماز فرض خواہ نفل کسی کی نہیں ہو سکتی نہ اُس کے پڑھے سے نماز جنازہ ادا ہو اگرچہ نماز جنازہ میں جماعت و امامت
شرط نہیں و لہذا اگر عورت امام اور مرد مقتدی ہے نماز جنازہ کا فرض ادا ہو جائے گا کہ اگرچہ مقتدیوں کی اُس کے پیچھے نہ ہوئی خود اُس کی ہو گئی اور
اسی قدر فرض کفایہ کی ادا کو کافی ہے مگر وہابی کی تو نماز خود باطل ہے لہذا لا دین له ولا صلاۃ لمن لا دین له تو نہ اُس کی اپنی ہو سکتی ہے
نہ اُس کے پیچھے کسی کی اگرچہ اُس کا ہم مذہب ہو یا اور کسی قسم کا بد مذہب ہو سنی تو سنی واللہ تعالیٰ اعلم (۲) دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام
حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں اور شفاعت امام قاضی عیاض و بزاز یہ و مجمع الانہر و در مختار وغیرہ کے حوالہ سے فرمایا
کہ من شک فی کفرہ وعدا بہ فقد کفر جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اُن کی حالت کفر و ضلال اور
اُن کے کفری و ملعون اقوال طشت از بام ہو گئے ہر شخص کہ ترا جگلی نہ ہو اُن کی حالت سے آگاہ ہے پھر انھیں عالم دین جانے تو ضرور ستم ہے

اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض واللہ تعالیٰ اعلم (۳) ابھی گزرا کہ دیوبندیہ کے کافر ہونے میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے صرف انھیں برا جانا کافی نہیں تو جو انھیں قابل امامت سمجھتا ہے اُس کے پیچھے نماز بیشک باطل محض ہے فانہ منہم واللہ تعالیٰ اعلم (۴) اہلسنت پر فرض ہے کہ اپنا امام سنی صحیح العقیدہ جمعہ وعیدین کے لیے مقرر کریں وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور شہروں میں جمعہ کا ترک حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۵) اس کا جواب انھیں نمبروں میں گزرا۔ (۶) ایسی صورت میں جمعہ قائم نہیں ہو سکتا کہ اُس کے لیے امام کے سوا کم از کم تین مقتدی درکار ہیں اور یہاں ایک ہی ہے باقی تین مقتدی نہیں اینٹ بٹھریں موتیں ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۷) بارہا بتا دیا گیا کہ ان کے پیچھے نماز باطل اور خود ان کی نماز باطل وہ نماز ہی نہیں لغو حرکات ہیں مسلمان اُسی وقت اپنی جماعت قائم کریں اور جماعت نہ ملے تو اپنی تنہا پڑھے (۸) نابینا کی امامت جائز ہے ہاں اگر اُس سے افضل موجود ہو تو خلافت ادلی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۹) کتنی بار کہا جائے کہ کسی نماز میں اصلاً جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ برنگانہ مجدد اسکندر خاں مسؤلہ عبدالرؤف خاں ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بخومی ہو یا رتال یا فال دیکھنے والا اُس پر اجرت لینے والا ہو اور امامت کرتا ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

بخومی ورتال قابل امامت نہیں یہ ہیں جھوٹے فالناموں والے ہاں اگر جائز طور پر فال دیکھے اور نہ اُس بدیقین کرے نہ یقین طائے توحج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر کٹہ مسؤلہ سید ممتاز علی صاحب رضوی ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
اہلسنت وجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ سیدنا ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام افضل البشر ہیں یہ وخالہ دونوں اہل سادات ہیں زید کہتا ہے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتا ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے خالہ کہتا ہے کہ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت ہے اور ہر سید تفضیلیہ ہے اور تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہوتی بلکہ جو تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ بتائے خود اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

الجواب

تمام اہلسنت کا عقیدہ اجماعیہ ہے کہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے افضل ہیں ائمہ دین کی تصریح ہے کہ جو مولیٰ علی کو ان پر فضیلت دے مبتدع بد مذہب ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے فتاویٰ خلاصہ وفتح القدیر وکجالات وفتاویٰ علیگیرہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے ان فضل علیا علیہما فمبتدع اگر مولیٰ علی کو صدیق و فاروق پر فضیلت دے تو مبتدع ہے غنیہ و رد المحتار وغیرہ میں ہے الصلاة خلف المبتدع تکراہ کل حال بد مذہب کے پیچھے

ہر حال میں نماز مکروہ ہے ارکان اربعہ میں ہے الصلاۃ خلفہم نکرہ کراہۃ شدیدۃ تقضیلیوں کے پیچھے نماز سخت مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - شہر کمنہ محلہ کانکر ڈیہ سولہ نفعہ خاں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو کا نذر آدمی اس کی امامت جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب

جائز چیز بچنا اور جائز طور پر بچنا کچھ حرج نہیں رکھتا اُس کے سبب امامت میں کوئی خلل آئے ہاں اگر ناجائز چیز بچے یا مکروہ کذب یا عقوق فاسدہ مثل ربوہ وغیرہ کا ارتکاب کرے تو آپ ہی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از صدر بازار بریلی سولہ نعمت اللہ خاں محرم پونڈ ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سنت جماعت ہے تو زید کی نماز وہابی کے پیچھے جائز ہے یا نہیں (۲) بکروہابی ہے اور زید سنت جماعت ہے تو بکر کی نماز زید کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب

سنی کی نماز وہابی کے پیچھے نہیں ہو سکتی امام محمد و امام ابو یوسف و امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی لا تجوز الصلاۃ خلف اہل الاہواء بلکہ وہابی کی نماز نہ کسی کے پیچھے ہو سکتی ہے نہ خود تہانہ وہابی کے پیچھے کسی کی نماز ہو سکتی ہے اگرچہ اُس کا ہم مذہب ہو کہ صحت نماز کے لیے پہلی شرط اسلام ہے اور وہابیہ تو ہیں خدا و رسول کے سبب اسلام سے خارج ہیں فتاویٰ علمائے کرام حرمین شریفین میں ہے من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع برتا پور ضلع بریلی سولہ گلزار شاہ ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی ناخواندہ قطعاً ہیں اور ان آدمیوں میں ایک کچھ خواندہ عربی کا ہے لیکن پیشہ فقیری کا ہے اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

فقیری کا پیشہ کہ تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں حرام ہے اور اُس کی کمائی ضعیف اور اُسے امام بنانا گناہ اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اس میں سے کسی پر ہینر گارجو سنی صحیح العقیدہ ہو وضو غسل ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو امام بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ضلع سیونی چھپارہ محلہ قاضی مالک متوسط سولہ محمد طور احسن صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مندرجہ ذیل حدیث شریف کو جھوٹا کہتے ہیں وہ یہ ہے عن عمرو بن سلمۃ قال لما كانت وقعة الفتح بادر کل قوم باسلامہم و بدر ابی قومی باسلامہم فلما قدم قال جئکم واللہ من عند اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقاً فقال صلو ا صلاۃ کذا فی حین کذا و صلاۃ کذا فی حین کذا فاذا حضرت الصلاۃ فلیؤذن

احدکم و یومکم اکثرکم قریانا فظروا فلم یکن احد اکثر قریانا منی لما کنت اتلقى من الرکبان فقد مونی بین یدیم وانا ابن ست او سبع سنین وکانت علی بردة کنت اذا سجدت تقلصت معنی فقالت امرأة من الحی الا تظنوا عنا است قاریکم فاشترؤا فقطعوا لی قبصا فما فرحت بشئ فرحی بذلک القميص رواه البخاری وفي رواية النسائی کنت اومهم وانا ابن ثمان سنین وفي رواية لابن داود وانا ابن سبع سنین او ثمان سنین وفي رواية لاحمد وابی داود فما شهدت جمعا من جرم الا کنت امامهم الی یوم هذا۔ عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو ہر ایک قوم نے اسلام لانے میں جلدی کی اور میرے والد نے اپنی قوم سے اسلام لانے میں جلدی کی پس جب وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس آئے تو انھوں نے فرمایا میں تمھارے پاس اُس بچے نبی اور حق کے پاس سے آیا ہوں پس تم لوگ نماز ایسے ایسے وقت میں پڑھا کرو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان سکے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا تمھاری امامت کراوے پس انھوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن خواں کسی کو نہ پایا کیونکہ میں سواروں سے (جو ہمارے پاس سے گزرتے تھے) سیکھ لیا کرتا تھا انھوں نے مجھ کو اپنا امام بنا لیا اور میں چھوٹا سات برس کا لڑکا تھا اور مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ چادر مجھ سے سٹک جاتی تھی پس قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم ہم سے اپنے قاری امام کے سرین نہیں ڈھانکتے پس انھوں نے کپڑا خریدا اور انھوں نے میرے لیے ایک کرتا بنا یا پس میں جیسا اُس کپڑے سے خوش ہوا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوا بخاری اور نسائی کی روایت بھی ہے کہ میں ان کی امامت کرتا تھا اور میں آٹھ برس کا تھا اور ابی داؤد کی روایت میں زیادہ ہے کہ سات یا آٹھ برس کا لڑکا تھا اور احمد اور ابوداؤد کی ایک روایت میں زیادہ ہے کہ میں جرم قبیلہ کے کسی مجمع میں نہیں حاضر ہوا مگر وہ آج کے دن تک وہاں مجھ کو ہی امام بناتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بچہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور امام حسن بصری اور اسحاق اور امام شافعی اور امام یحییٰ کا بھی مذہب ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بچے کی امامت کے منع میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں اور اگر کوئی شخص اس حدیث شریف کو جھوٹا کہے تو اُس کے واسطے شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے اور ایک لڑکا ہے جو دیکھنے میں بالغ معلوم معلوم ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں اور بالغ کی علامت پائی جاتی ہے اور اُس کی عمر ۱۴ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف کو ٹھیک طور سے حمد کی ادائی کے ساتھ پڑھتا ہے لیکن بعض لوگ اس کو نابالغ کہتے ہیں اس کی بات پر یقین نہیں کرتے دریافت طلب یہ بات ہے کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں ہر دو سوالوں کے جواب باصواب سے مشرف فرمایا جاوے۔

الجواب

بعدہ برس کی عمر کا لڑکا جب کہے کہ میں بالغ ہوں اُس کا قول واجب القبول ہے اور اُسے بالغ مانا جائے گا اور اُس کے پیچھے نماز جائز ہوگی جبکہ ظاہر حال اُس کی تکذیب نہ کرتا ہو اور نابالغ ہمارے ائمہ کے نزدیک بالغ کا امام نہیں ہو سکتا کہ وہ مستقل ہے اور یہ فرض و نقل متضمن فرض نہیں ہو سکتا۔ حدیث مذکور صحیح ہے اسے جھوٹا کہنا جہل یا عناد اور اُس کے جوابات فتح القدیر و مینی شرح ہایہ میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ قراولان مسؤلہ عبد الکریم خیاط قادری رضوی ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ ہجری
کیا ارشاد ہے شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بد مذہبوں کے یہاں کا کھانا علانیہ کھاتا ہے بد مذہبوں سے میل جول رکھتا ہے
مگر خود سنی ہے اُس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے۔ بینوا تو جو و

الجواب

اس صورت میں وہ فاسق معین ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ ذخیرہ مسؤلہ منشی شوکت علی صاحب محرر چنگی ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ ہجری
کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں کی جائز ہے اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ اور سب سے بہتر امامت
کس شخص کی ہے۔

الجواب

جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی رضی
غیر مقلد نہجری قادیانی چکڑا لوسی وغیرہم یا وہ جو ان میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہو کہ اُس کے کفر میں شک کرے یا اُس کے کافر کہنے
میں تامل کرے اُن کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے
ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابو موسیٰ اشعری وغیرہ بن شعیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو
برکتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہہ ہے کہ انھیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جہنمی پڑھی ہوں
سب کا پھیرنا واجب اور انھیں کے قریب ہے فاسق معین مثلاً داڑھی منڈا یا خشناشی رکھنے والا یا کتروا کہ حد شرع سے کم کرنے والا یا
کنڈھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھواٹے اور اُس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑے پہنے یا منفرد
ٹوپی یا ساڑھے چار ماشے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگر چہ بل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں
یا سود خوار یا ناچ دیکھنے والا اُن کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو فاسق معین نہیں یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز
فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرو یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس
قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تتریبی ہے کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور بڑھلیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں
سب سے زائد مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتے ہو تو انھیں کی امامت اولیٰ ہے بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے کہ اگرچہ علم متبحر ہو
وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور اُن کا امام بدعتی یا فاسق معین ہے اور دوسرا امام
نہ مل سکتا ہو وہاں اُن کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لے جا دیں بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم نہ اُن کی نماز نماز ہے نہ اُن کے پیچھے
نماز نماز الفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے جمعہ
کے بے نہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوغنی نہیں امام اُسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءۃ مسائل نماز و طہارت کا عالم

غیر فاسق ہو نہ اُس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو یہ ہے اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل و اطباب
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب -

مسئلہ - از ٹھہر یا موہن پور ضلع بریلی مسئلہ حافظ ابراہیم خاں ۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت کا مصلیٰ اگر در میں ڈالا جائے تو کون سے در میں ڈالا جائے اگر بائیں در میں ڈال لیا جائے تو جائز ہے یا نہیں

الجواب

سنت یہ ہے کہ امام مسجد کے وسط میں کھڑا ہو اگر مثلاً اندر کی مسجد چھوٹی ہو اور باہر کی مسجد جنوب یا شمال کی طرف زیادہ وسیع ہو تو جب اندر پڑھائیں
اُس حصہ کے وسط میں امام کھڑا ہو اور جب باہر پڑھائیں تو اس حصہ کے وسط میں خواہ وہ کسی در کے مقابل ہو یا سب دروں سے باہر ہو جائے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - شہر کمنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئلہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص جھوٹے مسئلے ظاہر کرے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر قصداً جھوٹا فتویٰ دیا قابل امامت نہیں کہ سخت کبیرہ کا مرتکب ہو اور جہالت سے ایک آدھ بارتوی میں دخل دیا اُسے سمجھایا جائے
تا تب ہو اور آئندہ باز رہے تو اُس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر عادی ہے اور نہیں چھوڑتا تو فاسق ہے اور لائق امامت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از شہر محلہ بھوڑ مسئلہ حشمت علی ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دہا بیہ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اہلسنت و جماعت کا زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے
یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

جو دہابی کو دہابی جانتے اُس کے پیچھے نماز پڑھے اگر دہابی کو قابل امامت جانتا ہے خود دہابی ہے اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض
ورنہ اپنی نماز کا باطل کرنے والا اور کم از کم فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھر پنی
واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - بشارت گنج ضلع بریلی مسئلہ حاجی غنی رضا خاں صاحب رضوی ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے والے کو اول صف میں جماعت میں شریک ہونا چاہیے یا پچھلی صف میں
زید کہتا ہے کہ اُس کی مانعت کسی جگہ شرع میں نہیں ہے اور داڑھی منڈانے والا جماعت بھی پڑھا سکتا ہے کیونکہ نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے
اور یہی تحریر فرمائیے گا کہ امام کی داڑھی کتنی بڑی ہونی چاہیے اور داڑھی منڈانے والے کی نماز میں تنہا پڑھنے میں کچھ فرق آتا ہے کہ نہیں۔

الجواب - داڑھی منڈانا فاسق ہے اور فسق سے تسلسل ہو کر بلا توبہ نماز پڑھنا باعث کراہت نماز ہے جسے ریشمی کپڑے پہن کر یا صر

پانچا مہینہ بن کر اور دلاڑھی منڈانے والا فاسق ملعون ہے نماز ہو جانا بایں معنی ہے کہ فرض ساقط ہو جائے گا ورنہ گنہگار ہوگا اُسے امام بنا ناگناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب باقی اگر وہ صف اول میں آئے تو اُسے ہٹانے کا حکم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو شخص تارک الجماعة بھی ہو اور نماز پنجوقتہ پڑھانے کی اجرت یا تنخواہ بطور چندہ مسلمانوں سے طلب کرے اُس کے پیچھے نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور وہ قبر کی نوکری بھی کرتا ہو۔

الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ یہ شخص باوصف قدرت اصلا جماعت میں نہیں آتا اور اپنا آنا اس شرط پر مشروط کرتا ہے کہ مجھے تنخواہ دو تو امامت کروں اور قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی نوکری کیا کرتا ہے تلاوت قرآن مجید کی نوکری تو ناجائز و حرام ہے کما حقہ العلامة الشامی فی اجابة رد المحتار اور امامت کی نوکری اگرچہ اب جائز ہے کما صرح بہ فی الملتون مگر نہ اس طرح کہ نوکری نہ ہو تو جماعت ہی کو نہ آئے ایسا تارک جماعت باوصف قدرت بیشک فاسق مردود الشہادۃ ہے نص علیہ العلماء الکبار و شہدت بھا الاحادیث والاثار اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب مجرام ہے کما حقہ المولی المحقق ابوہامید الحلبی فی الغنیۃ شرح المینیۃ جہاں کہ جمعہ متعدد مساجد میں ہوتا ہے نماز جمعہ بھی ہرگز اُس کے پیچھے نہ پڑھی جائے لانه بسبیل من التحول کما فی فتح القدیر وغیرہ ایسے شخص کو امام بنا ناگناہ ہے کما افادہ فی فتاویٰ الحجۃ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پبلی ہیٹ محلہ بھینسا بھاڑ مکان عبدالکریم صاحب رنگریز مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۷ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک شخص کو قطرہ کا عارضہ ہے مگر ہر وقت نہیں آتا ہے جس وقت پیشاب پھرتا ہے اُس کے بعد میں برابر آتا رہتا ہے اور ڈھیلے سے استنجاء نہیں سوکتا ہے مگر بانی سے استنجاء کر کے نصف گھنٹہ لنگوٹ باندھ لیتا ہے تو سوکھ جاتا ہے پھر جب تک پیشاب نہیں پھرتا ہے نہیں آتا ہے مگر کبھی دوسرے تیسرے دن پیشاب پھرے غیر وقت میں بھی آ جاتا ہے ہر روز نہیں آتا ہے ایسے شخص کے پیچھے فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں اور یہ شخص حافظ قرآن بھی ہے اس کے پیچھے تراویح بھی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اُس کے پیچھے فرض و تراویح وغیرہ سب درست ہیں درمختار میں ہے یجب رد عذره او تقلیلہ بقدر قدرته ولو بصلاۃ مؤمناً و بردہ لا یبقی ذاعذر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ امام مصلیٰ پر کھڑا ہو اور مقتدی بغیر مصلے یعنی فقط صحن میں کھڑا ہو اس صورت میں نماز مکروہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ حدیث و فقہ میں کہیں اس کی ممانعت نہیں نہ امام کی تنظیم شرعاً ممنوع ہے نہ یہ افراد علی الدکان کی قبیل سے ہے بحر الرائق میں ہے الکراہۃ لا یدلہا من دلیل خاص منخ الفقار میں ہے بمثل هذا لا تثبت الکراہۃ اذ لا یدلہا من دلیل خاص

البتہ اگر امام براہ کبر و استعلا ایسا امتیاز چاہے تو اُس کی یہ نیت سخت گناہ و حرام و کبیرہ ہے قال اللہ تعالیٰ الیس فی جہنم مثویٰ للمتکبرین ۵
اعاذنا اللہ سبحنہ و تعالیٰ بمنہ و کمال کرمہ امین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قصبہ سردار علاقہ کشن گڑھ متصل اجیرہ ہوشیاروں کی مسجد مسئلہ جناب قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) غیر مقلدین کے پیچھے ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں (۲) غیر مقلدین کی
ہماری مقلدین کی مسجد میں آنے دینا درست ہے یا نہیں (۳) جس کسی محلہ کی مسجد میں محلہ داران حنفیہ نے متفق ہو کر اپنے محلہ کی مسجد میں ایک تو
مؤذن اور ایک پیش امام مقرر کر رکھا ہو اور نماز کے وقت مؤذن وقت کی راہ دیکھتا ہے کہ وقت ہو جائے تو اذان کہے اور پیش امام مذکور یا وضو
مسجد مذکور میں یا خاص مصلے پر بیٹھا ہو اس حالت میں بلا رضا مندی پیش امام مقررہ کے دوسرا کوئی مسجد مذکور میں اسی محلہ کا یا دوسرے محلہ کا
یا دوسرے گاؤں کا اذان دے یا نماز پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں اگر بلا رضا مندی اذان دینا یا نماز پڑھنا مقرر کے سوائے ناجائز ہو اور محلہ داران
مذکور منع کرتے ہوں اور وہ زمانے تو شرع شریف سے اُن کے لیے کیا حکم؟ فقط

الجواب

(۱) ان کے پیچھے نماز محض باطل ہے جیسے کسی یہودی کے پیچھے فتح القدیر میں ہے الصلوۃ خلف اهل الاہواء لا تجوز واللہ تعالیٰ
اعلم (۲) یہ تو معلوم ہو چکا کہ نماز میں اُن کا کوئی حق نہیں اُن کی نماز نماز ہی نہیں تو مسجد میں اُنھیں آنے کا حق نہیں اور اُن کے آنے سے
فتنہ ہوتا ہے اور فتنہ کا بن کرنا فرض ہے اور وہ قصد مسلمانوں کو ایذا دیتے ہیں کم از کم اپنی آئین بالجبر کی آوازوں سے جو قصد اعتدال سے بھی زائد
نکالتے ہیں اور مؤذی کو مسجد سے روکے جانے کا حکم ہے درمختار میں ہے یمنع منه کل مؤذو ولو بلسانہ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) امام مین جب
موجود و حاضر ہے تو بے اُس کی مرضی کے دوسرے کا زبردستی بلا وجہ شرعی امام بن جانا ناجائز و گناہ ہے حدیث میں فرمایا الا لا یؤمن الرجل
فی سلطانہ الا باذنه اور مؤذن مقرر کیے ہوئے کے خلاف مرضی بلا وجہ شرعی اذان دینا اُس کے حق میں ناحق دست اندازی اور نفرت دلانا ہے
اور صحیح حدیث میں اس سے منع لبتہا واکلا تنفوا ایسے لوگ مفسد ہیں اگر نہ مانیں تو مسجد سے باہر کر دینے کا حکم ہے ہاں اگر امام ناقابل امت
ہے مثلاً غلط خواں یا دیوبالی وغیرہ تو نہ وہ امام ہے نہ اُس کا پڑھنا امامت۔ یوہیں اگر مؤذن ایسی حالت پر ہو جس کی اذان کے لیے شرعاً حکم اعادہ
ہے تو ایسوں کو اذان و امامت سے باز رکھنا بجا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر جامع مسجد مولوی محمد افضل صاحب

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ شخص امام را خوب نمی داند باعتبار عقد خود و در خانہ نماز میگذارد رواہست یا نہ۔

الجواب

اگر فی الواقع امام بد مذہب یا فاسق معین یا فاسد القراۃ است و تبذیرش نتواند نہ جماعت دیگر در مسجد می توان کرد و آنگاہ بخاند باہل خود
اقامت جماعت باید کرد یا تنہا گزارد اگر دیگرے ندارد۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی عمامہ باندھے ہوں اور امام فقط ٹوپی پہنے تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں۔ بینوا تو جوہوا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ نماز عامہ کے ساتھ نماز بے عامہ سے افضل کہ وہ اسباب مجمل ہے ہی اور یہاں مجمل محبوب اور مقام ادب کے مناسب اس لیے تلاوت قرآن کے وقت تعیم مندوب ہوا کما فی فتاویٰ قاضی اور نماز میں کہ گویا دربار عظیم الشان حضرت ملک السموات والارض جل جلالہ کی حاضری ہے رعایت آداب نسبت تلاوت کے اہم اور امام کہ سردار و مطاع قوم ہے اُس کے ساتھ احق والین لہذا نظافت ثوب پاکیزگی لباس وجہ تقدیم استحقاق امامت سے قرار پائی کما فی الدار المختار مگر با اس ہمہ صورت مستفہرہ میں صرف ترک ادلیٰ ہوا تو اُس سے کراہت لازم نہیں آتی تاوقتیکہ اُس کا ثبوت کسی خاص دلیل شرعی سے نہ ہو ورنہ نماز چاشت و اشراق وغیرہا مستحب کا ترک مکروہ ٹھہرے اور یہ صحیح نہیں حاشیہ ثانیہ میں بحر الرائق سے نقل کیا لا یلیزم من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ اذ لا بد لہا من دلیل خاص وفیہا عن تحریر الاصول خلاف اولیٰ مالیس فیہ صیغۃ ھٰی کثرک صلاۃ الضمی بخلاف المکر وہ تنزیہا انھٰی وتمامہ فیہا بالجملہ حبیبک اس مادہ میں نہی ثابت نہ ہوگی کراہت زمانی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ التہدوا حکم

مسئلہ - از سرکار ماہرہ مطرہ ضلع ایٹہ درگاہ کلاں سولہ حضرت صاحبزادہ والا مرتبت بالانصبت حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب پیکریم ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ۔

جامع کمالات منبع برکات مولانا المعظم زادت برکاتہم پس از سلام سنون عارض ہوں فساد کی امامت علی المذہب المفی بہ مکروہ تحریمی قابل اعادہ یا مکروہ تنزیہی یا کچھ تفصیل اگر فساد کی امامت سے صلیا بھی اور فساد دونوں نماز پڑھیں۔ بر تقدیر اعادہ صرف صلیا کے لیے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہے یا صلیا و فساد دونوں کے لیے اور صلیا اگر من فساد عن الامامۃ سے عاجز ہوں تو صلوات خمسہ بے جماعت پڑھنا یا فساد کی امامت سے پڑھنا اولیٰ در مختار میں ہے کہ فساد داعی و عہدہ ولد الزنا وغیرہ کی امامت جب مکروہ ہے جب دوسرے ان سے اچھے موجود ہوں ورنہ نہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو لوگ مکروہ کہتے ہیں اُن کے نزدیک بھی یہی حکم ہے یا کچھ اور دینیو اتوجزا

الجواب

امامت فساد کی نسبت علما کے دونوں قول ہیں کراہت تنزیہیہ کما فی الدر وغیرہ اور کراہت تحریمی کما فی الغنیہ وفتاویٰ الحجۃ المتیین والنشر بنالیۃ وابی السعود والطحاوی علی مراتب الفلاح وغیرہا اور ان میں توفیق یہ ہے کہ فاسق غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے تحریمی مبتدع کی بدعت اگر حد کفر کو پہنچی ہو اگرچہ عند الفقہاء یعنی منکر قطعیات ہو اگرچہ منکر ضروریات نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ اُس کے پیچھے نماز باطل ہے کما فی فتح القدیر و مفتاح السعاده والخیاتیۃ وغیرہا کہ وہ ہی احتیاطاً جو تکلیف کو اُس کی تکفیر سے باز رکھے گی اُس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی فان الصلاۃ اذا صححت من وجوہ وفسدت من وجہ حکم بفساد ہا ورنہ مکروہ تحریمی جن صورتوں میں کراہت تحریم کا حکم ہے صلیا وہ فساد سب پر اعادہ واجب ہے جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو منفرداً پڑھیں کہ جماعت واجبہ اور اسکی تقدیم ممنوع بکراہت تحریم اور واجب مکروہ تحریم دونوں ایک مرتبہ میں ہیں ودرء المفسد اہم من جلب المصلح ان اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو جمعہ پڑھیں کہ وہ فرض ہے اور فرض اہم۔ اسی طرح اگر اُس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھیں ورا عادہ کریں کہ الفتنة اکبر من القتل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۲، صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر استاد وہابی ہو تو شاگرد اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وہابی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ اپنا استاد ہو بلکہ اُسے اُستاد بنانا ہی اس کے حق میں نہ ہر قاتل سے بدتر ہے فوراً پرہیز کرے کہ صحبت بد آدمی کو بد بنا دیتی ہے نہ کہ بد کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لا یضلوکم ولا یفتنونکم اُن سے دُور بھاگو اور اُن کو اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از فیض آباد ڈاک خانہ شہزاد پور مسئلہ عبد اللہ خطاب العلم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ آیا ذاتی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزر گئی نماز جماعت میں تفرق ہو گیا ہے حدیث اور کتاب کی سند ہو یا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں اُن کا پھیرنا واجب ہے ردالمحتار میں ہے ہنسی فی شرح المذنی علی ان کواھة تقدیر یعنی الفاسق کواھة تحریم در مختار میں ہے کل صلاة ادیت مع کواھة التحریم تجب اعادتها۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کاسٹنگ ضلع ایٹہ محلہ نواب مسئلہ عباد اللہ صاحب ویکسینٹر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بزعم امامت نماز فرض پنجگانہ و نماز جمعہ بجماعت کثیر معمولی جو تہ جو ہر وقت پینا کرتا ہے پہن کر پڑھتا ہے وقت اعتراض بکر کو ترجمہ حدیث مشکوٰۃ شریف دکھاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے الدوام پڑھی ہے چونکہ یہاں کوئی ذخیرہ کتب دینیہ ہے جو دیکھ کر اطمینان کرایا جاوے اور نہ کوئی عالم ہے جس کے ذریعہ سے پایہ ثبوت کو پہنچیں لہذا آپسے التجا کی جاتی ہے کہ براہ نوازش عالمانہ آپ مع حوالہ کتاب و باب و صفحہ و سطر حسب قاعدہ مرحمت فرمائیے۔

الجواب

تنظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ ”تو“ ہے اور یہاں جو باپ کو ”تو“ کہے بے شک بے ادب گستاخ اور اس آیت کریمہ کا مخالفت ہے لا تقل لہما اف ولا تنھما وقل لہما قولا کو بہا ہاں باپ کو ہوں نہ کہ نہ جھڑک اور اُن سے عروت کی بات کہہ۔ صد ہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں ائمہ دین نے اُس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی امام برہان الملئہ والدین صاحب ہدایہ کی کتاب التخنیس والمزید اور محقق بحر زین ابن نجیم کی بحر الرائق اور فتاویٰ سرسجدیہ اور فتاویٰ علی گیریہ جلد پنجم صفحہ ۲۵۲ کتاب الکراہت باب خامس میں ہے دخول المسجد متنعلا مکروہ آج اگر کسی نواب کے دربار میں آدمی جو تاپنے جائے بے ادب ٹھہرے نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے مسلمانوں کی

راہ کے خلاف چلنا اور اُن میں فتنہ و فساد پیدا کرنا اور اُنھیں نفرت دلانا قرآن عظیم و احادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ترپول سولول ڈاکخانہ ہرول ضلع درجنگہ بلگر چرسہ مسئلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
اگر کوئی مسلمان کاتبستی سے باہر دوسرے محلہ میں مکان ہو اور وہ امام بھی ہو اور کبھی پنجوقتہ نماز میں دھوکے سے آکر نماز پڑھے اور امامت کرے اور وہ ہمیشہ اپنے محلہ میں موجود رہتا ہے اور اپنی نماز پنجوقتہ اور امامت کا خیال نہیں کرتا ہے اور مسجد میں ایک مفسر ہیں جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے آیا کرتا ہے اور ہمیشہ امامت کا جستجو رکھتا ہے کہ ہم امام ہیں ایسے مقام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اس امام کی شرکت کرنے والے جو لوگ ہیں اُن کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

جن شخص کو جمعہ کا امام مقرر کیا ہے وہ اگر فقط جمعہ ہی کو آکر امامت کرتا ہے یا اور بھی کبھی کبھی آجاتا ہے یا نہیں آتا اور اپنے محلہ میں نماز باجماعت پابندی سے پڑھتا ہے تو اُس پر کوئی الزام نہیں نہ اُس کے شرکیوں پر کوئی الزام ہے اور وہ ضرور جمعہ کا امام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شرفراشی محلہ مسئلہ اہل محلہ معرفت ہدایت اشہ بخار ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ جس کی نسبت تفضیلیہ ہونا کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوائفوں کے ساتھ علانیہ خلاف شرع راہ درسم وغیرہ رکھتا ہے نیز جس کے سر کے بال بھی مثل عورتوں کے شانوں سے نیچے ٹپکتے ہوں وہ کسی جائے نماز پر بلا اجازت اس موقع کے پیش امام کے اگر نماز جمعہ ادا کرنے کی غرض سے بحیثیت امام آمادہ ہو اور ایک گروہ کثیر اس کے امام ماننے اور اتباع کرنے کے خلاف ہو اس پر وہ شخص متعدد آدمیوں کا امام بن کر نماز جمعہ ادا کر کے مع اپنے ہمراہیوں کے چلا جائے بعد اس کے باقی انہو اسی موقع اور جگہ پر وہ ہیں مجوز امام کی تقلید سے اس کے پیچھے دوسری بار نماز جمعہ ادا کریں تو ایسی صورت میں پہلے امام کی نماز جو اس نے ادا کی ہے جائز ہوئی یا دوسرے امام کی یا دونوں نہ ہوں۔

الجواب

مسلمان نماز حکم شرعی ہے احکام شرع کے مطابق ہی ہو سکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کر لیا حکم شرعی یہ ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے سلطان اسلام یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذن شرط ہے اور جہاں سلطان اسلام نہ ہو عالم دین فقیہ معتد اعلم اہل بلد کے اذن سے امام جمعہ و عیدین مقرر ہو سکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو بمجوعہ جیسے وہاں کے عالم مسلمین انتخاب کر لیں وہ امامت جمعہ یا عیدین کر سکتا ہے ہر شخص کو اختیار نہیں کہ بطور خود یا ایک دو یا دس بیس یا سو پچاس کے کہے سے امام جمعہ یا عیدین بن جائے ایسا شخص اگرچہ اُس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق و فجور نہ ہو جب بھی امامت جمعہ و عیدین نہیں کر سکتا اگر کرے گا نماز اُس کے پیچھے باطل محض ہوگی کہ اُن تین طریقوں میں سے ایک وجہ کا امام یہاں شرط صحت نماز تھا جب شرط مفقود مشروط مفقود لہذا صورت مسئلہ میں پیچھے لوگوں کا جمعہ باطل محض ہو اور دوسرے لوگوں کا صحیح درمختار میں ہے بشرط لصحتها السلطان او ما مورہ باقامتها ہدایت

میں ہے اخذ خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موكلة الى العلماء و یلزم اکامۃ الرجوع الیہم فاذا عسر جمعہم
لی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثیروا فالمتبع اعلمہم تنویر الابصار و در مختار میں ہے (نصب العامة)
الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کاہنور پربھتی ناتھ اسکول مسؤلہ قاضی محمد شمس الدین ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے بریلی اس بارہ میں کہ اگر کوئی شخص حنفی المذہب و کرامات اولیاء اللہ کا قائل علم دین و فن تجوید سے بہرہ ور
حالت پیری میں نابینا ہو گیا ہو تو اُس کی امامت کیسی ہے شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۳۳ باب الحجۃ میں مرقوم ہے کہ من صلح اماما فی غیرہا
(فی غیر صلوۃ الجمعة) صلح فیہا ای ان ام المسافر والمريض او العبد فی الجمعة صحیح الخ کیا اس عبارت مختصر و کا پچ شرح وقایہ
سے یہ تنقید مترشح ہوتی ہے کہ جو نابینا نصف بہہ اوصاف مذکورہ بالا ہو اُس کے امام بننے سے مقتدیوں کی نارہنیں ہوتی نسخہ بھرا لائق
جلد اول صفحہ ۳۶۹ کی عبارت صاف دال ہے کہ ابن ام مکتوم جو نابیر اٹھے امام بنائے گئے تھے بخوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیے۔

الجواب

نابینا سنی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءة بلاشبہ امام ہو سکتا ہے صرف اُس کا "غیر" اولیٰ ہے اگر یہ اُس سے مسائل نماز
و طہارت میں علم زیادہ نہ رکھتا ہو ورنہ یہی اولیٰ ہے کما فی الدردو غیرہ عبارت مذکورہ سوال کو امامت نابینا کی نفی سے کوئی تعلق نہیں
ہاں جمعہ و عیدین میں بینا ہو یا نابینا وہی شخص امام ہو سکتا ہے جو خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا ماذن یا وہاں کا علم اہل بلد یا اُس کا
ماذن ہو ورنہ بضرورت جسے عام مسلمانوں نے ان ماذنوں میں امام مقرر کیا نابینا اگر ان پانچ میں سے ہے تو جمعہ و عیدین اُسی کے
پیچھے ہو سکیں گے اور بینا اگر ان میں سے نہیں تو اُس کے پیچھے نہ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بشارت گنج صلح بریلی مسؤلہ حاجی رضا خاں صاحب ۴۴ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلہ میں کہ زید قوم سادات سے ہے اور امامت بھی کرتا ہے وہابیہ اور سنی عالم کو کیساں سمجھتا
ہے مسئلہ علم غیب کا جب ذکر آتا ہے جواب میں یہ کہتا ہے یہ سلسلہ جدید نہیں ہے قدیم سے اسی طرح جھگڑا ہوتا چلا آیا ہے اور عالم باہمی
تقریر اور محبت کرتے چلے آئے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور مسائل ایک مفتی سنی عالم کے جو کہ واجبات سنت و مستحب سے
تعلق رکھتے ہیں اُن کے بارے میں کہتا ہے کہ کرے تو ثواب ہے نہ کرے تو حرج نہیں اور خلافت کیٹی جو علمائے وہابیہ کر رہے اُن کی امداد
پہنچانے کی غرض سے نہایت کوشش سے چندہ فراہم کر کے پہنچاتا ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ سنی عالم انکار کرتے تو جواب میں کہتا ہے
کہ ہم کس کا مونہ پکڑیں لوگ تو سنی عالموں کو طرفدار انگریز و ملازم کہتے ہیں عمر و ایک سنی مفتی عالم کامرید ہے زید کی ان باتوں سے متنفذ ہو کر
ماز جمعہ ترک کر کے ظہر پڑھتا ہے آیا اس صورت میں زید قابل امامت ہے یا نہیں معتبر کتب سے ثبوت ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو شخص وہابیہ اور اہلسنت علیٰ اکو کیساں سمجھتا ہے اُسی قدر بات اُس کے خارج از اسلام ہونے کو بہت ہے اُس کے پیچھے

نماز باطل ہے جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے۔ جمعہ اگر اور جگہ نہ مل سکے نہ اُسے امامت سے جدا کر سکے تو فرض ہے کہ نظر پڑھے اُسکے پیچھے جمعہ پڑھے گا تو سخت شدیدہ کبیرہ گناہ کرے گا اگرچہ بعد کو نظر بھی پڑھ لے اور اگر نہ پڑھے تو نہ جمعہ ہوگا نہ نظر۔ فرض سر پر رہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے روى محمد بن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان الصلاة خلف اهل الاھواء لا تجوز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ماہرہ شریف ضلع ایٹہ مسئلہ جناب سید ظہور حیدریاں صاحب ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہمیشہ ہجرت احتلام یا کسی اور مرض جسمی کے بجائے غسل تیمم سے نماز ادا کرتا ہے امامت کرنا اُس کو تیمم سے بمقابلہ اور مقتدیوں کے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

کثرت احتلام تو خود کوئی وجہ جواز تیمم کی نہیں جب تک نہانے سے مضرت نہ ہو بے صحیح اندیشہ مضرت کے تیمم سے پڑھے تو اُس کی خود نماز نہ ہوگی دوسرے کی اُس کے پیچھے کیا ہو یا جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو جس میں نہانا نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہے اور یہ نقصان و خوف یا تو اپنے تجربے سے معلوم ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے بتائے سے تو اُس کو تو اُسے تیمم سے نماز جائز ہوگی اور اب اُس کے پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے غرض امام کا تیمم اور مقتدیوں کا پانی کی طہارت سے ہونا صحت امامت میں خلل انداز نہیں ہاں امام نے تیمم ہی بے اجازت شرع کیا ہو تو آپ ہی نہ اُس کی ہوگی نہ اُس کے پیچھے اور دل کی۔ تنویر میں ہے صحیح اقتداء متوضیٰ بمقیمہ براجرائق میں ہے ترجمہ المذہب بنعل عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین صلی بقومہ بالتیمم لحوف البرد ومن غسل الجنابة وهم متوضئون ولم یأمرهم علیہ الصلاة والسلام بالاعادة حین علم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۷ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام فقط نماز جمعہ پڑھاتا ہے دیگر اوقات پنجگانہ نماز میں کبھی امامت نہیں کرتا اور اس امامت جمعہ کے عوض میں سال بھر کے بعد رمضان المبارک کے آخر جمعہ میں اور زبیر عیدین کی نماز کے بعد اجرت امامت جمعہ و امامت عیدین مصلیین سے طلب کرتا ہے یہ اجرت اُس کو حلال ہے یا حرام اور باوجود منع بھی اخذ اجرت سے باز نہیں آتا ایسے شخص کے پیچھے نماز جمعہ و عیدین مکروہ ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

اجرت امامت اگر اس شخص سے قرار پائی ہے کہ فی جمعہ یا ماہوار یا سالانہ اس قدر دیں گے یا خاص اس سے قرار داد نہ ہوا مگر وہاں اس امامت کی تنخواہ معین ہے اسے بھی معلوم تھی یہ اُسی کے لیے امام بنا اور امام بنانے والوں نے بھی جانا اور مقبول رکھا غرض صراحتہ یا دلائل تقیین اجرت ہو لیا تو یہ اجرت اُسے حلال ہے اور اس وجہ سے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ امامت و اذان و تعلیم فقہ و تعلیم قرآن پر

اجرت لینے کو ائمہ نے بغیر صورت زمانہ جائز فرمادیا ہے کما نصوصاً علیہ فی الکتب قاطبہ اور جب تعین ہو لیا تو اجارہ صحیح ہو جس میں کوئی مضائقہ نہیں ادا اگر اجارہ صراحۃً خواہ دلالتاً واقع ہو یعنی اس نے اجرت کے لیے امامت کی اور قوم نے بھی اسے اختیار سمجھا مگر تعین اجرت نہ بیان میں آیا نہ قرآن سے واضح ہو تو اجارہ فاسد ہے وہ اجرت اُس کے حق میں غیبت ہے اُسے تصدیق کر دینے کا حکم ہے مگر اصل اجارہ اب بھی باطل نہیں نہ طلب اجرت ظلم ہے ایسا اجارہ اگر متعدد بار کرے گا فاسق ہو گا ادا اُس کے پیچھے نماز مکروہ اور اگر سرے سے اجارہ ہی نہ ہو نہ صراحۃً نہ دلالتاً اور اب اجرت مانگنا ہے تو صریح ظلم و فسق و کبیرہ ہے یہاں مطلقاً اُس کے پیچھے کراہت نماز کا حکم ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۲۲ رضی قعدہ ۱۲۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مسجد یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد مضامینہ تخصیص نماز فجر درست نہیں اور اہل محلہ کہتے ہیں درست ہے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اس کے جواز کے قائل نہ ہو گے تو ہم تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے اس لیے کہ تمہارا مذہب ہمارے مذہب کے خلاف ہے لہذا فرمائیے کہ شرع شریف میں کس طرح ہے اور کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مضامینہ بعد نماز مباح ہے نص علی تصحیح العلامة الحنفی فی نسیم الریاض امام اگر سنی المذہب ہے صرف اسی مسئلہ میں اس کا خیال بنظر بعض عبارات فقہیہ ہے تو اُسے سمجھا دینا چاہیے کہ تصحیح و ترجیح جانب جواز ہے صرف اتنی بات پر وہ ترک اقتدار کا مستحق نہیں اور اگر بر بنائے وہابیت اس کا انکار کرتا ہے تو دہائی بلاشبہ لائق امامت نہیں اہل محلہ کو چاہیے ہرگز اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کی پڑھائی معین کر کے لینا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

درست ہے مگر بہتر بچنا ہے اللہ کے واسطے پڑھائے اور نمازی اسے حاجت مند دیکھ کر اشد کے لیے اُس کی اعانت کریں یہ صاف کر لیا جائے کہ امامت کی اجرت کچھ نہ لی دی جائے گی یوں بلا وقفہ حلال طیب ہے لان النفعی الصبیح یزید حکم دلالة الحال فان الصبیح یفوق الدلالة کما فی قاضی خاں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبد الباری صاحب ۱ صفر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بعد فراغت نماز اگر امام مقتدیوں کو مجبور کرے کہ باتباع اُس کے ویسے ہی بیٹھے رہیں اور نہ اُنہیں تاخیر میں مقتدیوں کا قریب نصف گھنٹہ کے ضائع ہو اور در صورت عدم شرکت بوجہ مجبوری اُن پر اہتمام مذکور بھی لگائے تو یہ چیز کیا ثابت اس کے لیے کون سی حدیث ناطق اور اُس چیز کا نام سنت نبوی رکھنا اور اُن کو مجبور کرنا حتیٰ کہ اُن پر الزام توہمب کا نہیں بلکہ تمب کا لگانا شرع شریف میں کس مقام پر وارد ہے۔

الجواب

امام کو سلام کے بعد مقتدیوں پر کوئی جبر کا اختیار نہیں سلام سے تو اس کی ولایت منقطع ہو چکی عین نماز میں جب تک وہ متبوع تھا اور اس کی پیروی مقتدیوں پر واجب تھی اس وقت بھی اسے حرام تھا کہ سنت سے زیادہ کوئی بات ایسی کرے جو مقتدیوں پر ثقیل و گراں ہو اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غضب شدید فرمایا اور ایسا کرنے والے کو فاقان بنایا یعنی سخت فتنہ گر تو بعد نماز بلا وجہ شرعی مجبور کرنا اور نہ ماننے والے کو جھوٹا اتہام لگانا۔ کیسا سخت حرام شدید اور ظلم بعید ہے۔ پھر اس ظلم و حرام کا نام معاذ اللہ سنت رکھنا نہایت سخت اشد اور صریح گمراہی اور سنت پر افتراء ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - سؤلہ کرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی -

تارک فرض و واجب نیز سنت موکدہ اور تارک مستحب و مباح کس درجہ کا گنہگار ہے۔ تارک امور خمسہ یا تارک مستحب و مباح کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

فرض کے ایک بار ترک سے فاسق ہے اور ترک واجب کی عادت سے سنت موکدہ حکم میں قریب واجب ہے۔ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اور فسق بالاعلان ہو تو اسے امام بنا نا گناہ۔ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ۔ اور پھر فی واجب مستحب و مباح کے ترک میں کچھ گناہ نہیں۔ نہ ان کے تارک کی امامت میں کچھ نقص۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ ہجری

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ۔ اس مسئلہ میں کہ امام ضم سورہ میں اس قدر دیر کرتا ہے کہ بعد آمین کہنے کے کلمہ طیبہ پڑھ لیا جائے۔ اس قدر دیر کرنا امام کو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو منع کیا گیا کہ اس قدر دیر نہ کیا کرے۔ تو وہ کہتا ہے کہ سورہ سوچنے میں دیر ہو جاتی ہے اور وہ دیر کرنے کو نہیں چھوڑتا ہے۔ پس اس امام کی اقتداء سے نماز میں کسی قسم کی کراہت ہو جاتی ہے یا نہیں۔

الجواب

سورت سوچنے سے اتنی دیر جس میں یمن بار سخن اللہ کہ لیا جاوے ترک واجب و موجب سجدہ سو ہے کما نص علیہ فی التتویر والد والغبیۃ وغیرہما تو یہ جن کی عادت ہے اس کے پیچھے نماز میں ضرور کراہت ہے عالمگیرہ محیط میں ہے من یقف فی غیوہ مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لا ینبغی ان یؤمر وکذا من یقف عند القراءۃ کثیراً جو وقف و وصل بے جا کرے یا پڑھتے وقت بار بار کھکھارے جب اسے فرماتے ہیں کہ اس کی امامت سزاوار نہیں حالانکہ مراعات وقف و وصل واجبات نماز سے نہیں۔ تو جو واجب نماز یعنی وصل سورہ و فاتحہ بے اجنبی کے ترک کا عادی ہو۔ بدرجہ اولیٰ لاین امامت نہیں ہاں فاتحہ کے بعد اتنی دیر کہ دم راست کرے آمین کے۔ کوئی سورت ابتداء سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے کہ یہ دیر بھی تقریباً کلمہ طیبہ پڑھنے کے برابر ہو جائے گی۔ بلاشبہ مباح و سنت و مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر کتبہ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کتا ہے کہ بعد کلمہ لا الہ الا اللہ کے محمد رسول اللہ کی کیا ضرورت ہے۔ اگر جنت نہ جائے گا تو کیا اعراف میں بھی نہ جائے گا۔ زید قیام میں نماز کے بعد رسالت بار اللہ اکبر کہنے کے ٹھہرتا ہے۔ کتا ہے کہ صرف سبحن اللہ وجمدہ کہنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ بے کرۃ ٹوپی۔ کہ نماز ادا کرتا ہے۔ کتا ہے کہ صرف پانچ بار سے نماز ہو جاتی ہے۔ یوں بھی کتا ہے کہ نماز میں الحمد و سورت کی کچھ حاجت نہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا چاہیے یا نہیں؟ اہل اسلام کا سہرناؤ اس سے چاہیے یا نہیں؟ جواب بدلیل قرآن و حدیث و فقہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صرف پانچ بار پسنے بالائی حصہ بدن کا ننگا رکھ کر نماز بائیں معنی تو ہو جاتی ہے کہ فرض ساقط ہو گیا۔ مگر مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ واجب ترک ہوتا ہے۔ فاعل گنہگار ہوتا ہے اس کا پھیرنا گردن پر واجب رہتا ہے۔ پھر سے تو دوسرا گنہگار ہوتا ہے۔ ہاں اگر اتنے ہی کپڑے کی قدرت ہے تو ایسی محتاجی میں مجبوری و معافی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ منہ شیء ہرگز تم میں کوئی شخص ایک ہی کپڑا پہن کر نماز نہ پڑھے۔ کہندھے پر اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ رواہ الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ خطیب بغدادی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ فی السراویل یعنی فقط پانچ بار سے نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ خلاصہ و مہندیہ وغیرہا میں ہے لوصلی مع السراویل والقیص عندہ یکمرہ نماز میں فرضیت قرأت کا انکار احادیث کثیرہ صحیحہ صریحہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا رد اور اجماع اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خرق بلکہ بعد انقطاع اقوال شاذہ اجماع مستقر کا خلاف اور اب گمراہی و ضلالت صاف صاف ہے۔ امام عبد الوہاب شمرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں اجمع الائمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی ان الصلوۃ لا تصح الا مع العلم بدخول الصلوۃ و علی ان للصلوۃ ارکاناً داخلۃ فیہا و علی ان النیۃ فرض و کذا لک تبکیرۃ الاحرام والقیام مع القدرة والقراءة والركوع والسجود والجلوس فی التشہد الاخیر (الی ان قال) هذا ما وجدته من مسائل الاجماع اللتی لا یصح دخولها فی مرتبۃ المیزان۔ رحمۃ الامم فی اختلاف الائمۃ میں ہے۔ اتفقوا علی ان القراءة فرض علی الامام والمنفرد فی رکعتی الفجر و فی الركعتین الاولیین من غیرہا بلکہ امام ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں نسب صاحب غایۃ البیان الاصلہ الی خرق الاجماع وهو یفید سبق الاجماع علی الافتراض قبل ذہابہ الی عدمہ عالمگیری میں ہے من انکر خبر الواحد لا یكلف غیرانہ یا ثم بترك القبول هكذا فی الظہیریۃ طحاوی میں ہے۔ من كان خارجاً عن هذه الاسبوعۃ فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار (یعنی جو ان چاروں مذہب سے اس زمانہ میں باہر ہے وہ بدعتی جہنمی ہے) نماز میں الحمد و سورت کی حاجت نہ ماننا بھی جہل قبیح اور ارشادات حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار صریح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بها تحۃ الکتاب یعنی بے سورہ فاتحہ کے نماز ناقص ہے۔ رواہ الائمۃ احمد والسنۃ

عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه. ووسرى حديث میں فرماتے ہیں صلى الله تعالى عليه وسلم من صلى صلاة لم يقربها بفاتحة الكتاب فهي خداج يعني جو نماز بے سورہ فاتحہ کے ہو۔ وہ ناقص ہے رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذى والنسائى عن ابى هريرة واحمد وابن ماجه عن ام المؤمنين الصديقه رضي الله تعالى عنهما تيسرى حديث میں ابو هريرة رضي الله تعالى عنه سے ہے۔ ان النبى صلى الله عليه وسلم امره ان يخرج فينادى لاصلواة الا بقراءة فاتحة الكتاب فنادى بينى رسول الله صلى الله عليه وسلم نے انھیں حکم دیا کہ باہر جا کر نادى کرو کہ سورہ فاتحہ اور کچھ نائذ قرأت کی نماز ناقص ہے ہواہ احمد وابوداؤد چوتھی حدیث میں ہے۔ فرماتے ہیں صلى الله عليه وسلم لا يجوز لى صلاة الا بفاتحة الكتاب ومعها غيرها نماز کام نہیں دیتی بے فاتحہ اور اس کے ساتھ اور قرأت کے رواہ الامام الاعظم ابو حنیفہ رضي الله عنه عن سيدنا ابى سعيد الخدري رضوان الله تعالى عليه ومعناه فحوة عند الترمذى وابن ماجه اور ان سب سے سخت تر دنا پاک تر اس کا وہ قول مردود ہے کہ کھ طیبہ میں (خاکش بدین) محمد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم کہنے کی کیا ضرورت؟ اگر اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ اسلام لانے کو صرف لا اله الا الله مانا کافی ہے محمد رسول الله کی حاجت نہیں جب تو قطعاً یقیناً ناکافر مرتد ہے۔ عورت اس کی اس کے نکاح سے نکل گئی پاس جائے گا تو زنا ہوگا۔ اولاد ہوگی تو ولد الزنا ہوگی۔ عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر یہ مراد نہیں تاہم اس ناپاک کلام کی طرز سون سخت گستاخی و بے باکی سے خبر دے رہی ہے۔ اور وہ لفظ کہ جنت میں نہ جائے گا تو کیا اعراف میں نہ جائے گا؟ دین متین کے ساتھ استہزاء کا پتہ دیتا ہے۔ بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ شخص مذکور فاسق فاجر گمراہ بد مذہب ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز و ممنوع ہے۔ کما حققناه فى رسالتنا النخى الاكيد و ذكرناه فى عدة مواضع من فتاونا سلمان اس سے تو بلیس اگر تو بہ کر لے فہا ذر نہ اس کے ساتھ وہ معاملہ برتیں جو گمراہوں بد دینوں کے ساتھ چاہئے واللہ الهادی واللہ سبحنہ وتعالى اعلم۔

النهي الاكيد عن الصلاة وراء عدى التقليد

۱۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذى هدانا لهذا الشئ ۞ ووقانا المحن ۞ وجعل فينا كل امام حسن ۞ به يتأشئ وعليه يؤتمن ۞ واعنانا ان نفتدى باهل الفتن ۞ والصلاة الحنانه والسلام الا حق ۞ على الامام الامين الامان الا من محمل مرقى الروح والبدن ۞ وآله وصحبه فى السر والعلن ۞ ولائمة المجتهدين مصابيح الزمان ۞ كاشفى ما خفى ومظهرى ما بطن ۞ الثقات السراة هداة الشئ ۞ السقااة الفزاة من فوات الشئ ۞ وعلينا بهم يا عظيم المن ۞ واشهد ان لا اله

اللاہ وحدہ لا شریک لہ واشھدان محمد اعبدہ ورسول صلی علیہ ربہ وسلم ومن ۛ اما بعد یہ چند سطور کا تقاضا
 جلیلۃ الفائدہ جمیلۃ العائدہ ہیں اظہار صواب میں اس سوال کے جواب میں جو فقیرنا سزا عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری بکائی
 بریلوی غفر اللہ لہ وحق اللہ واصلح عملہ کے پاس مولوی فضل الرحمن صاحب حفظ عن الشرور امام جامع مسجد فیروز پور کا بھیجا کتب
 فیروز پور ملک پنجاب سے آیا فقیر ان دنوں ایک مبارک رسالہ بجواب سوال مونگیر بنگالہ سیمے بہ تجلی الیقین بان نبینا
 سید المرسلین کھنے میں مشغول اور اس کے بعد اور چند مسائل دیگر بلاد کو بسندہ پنجاب پر حق تقدم حاصل جب ان سے فراغت پائی
 اس کی نوبت آئی النہی اککید عن الضلّۃ وراء عدی التقليد اس تحریر کا نام اور یہی اس کی تاریخ آغاز و انجام اس
 رسالہ میں اصل مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نازنا روا ہے اس کے ضمن میں ان کے بعض عقائد و احوال و مکائد و
 دیگر فوائد بہ نہایت اجمال تحریر میں آئے مگر اس سے معلوم کہ قبول فرمائے اہل اسلام و سنت کو نفع پہنچائے اذ انجا کہ موضوع رسالہ
 رد مخالف نہیں لہذا محاذ مجادل سے کنارہ گزیر کہ وہ تو ایک فتویٰ ہے جواب مسئلہ کی حد پر مقتصر اور اپنے موافقوں پر ایک حکم کا
 منظر ہے اس رنگ کا کلام شتاق بنائے تصانیف افاضل یا فقیر حقیر کے دیگر رسائل مندرجہ مجموعہ الباریۃ الشارقة علی
 ماریۃ المشارقة کی طرف رجوع لائے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل و افضل الضلّۃ علی الحبيب الجمیل والہ وصحبہ
 بالوف التبیحیل امین امین یا عزیز یا جلیل -

نقل عبارت استفتا

باسمہ سبحانہ - بخدمت بابرکت حضرت مولینا و بالفضل و اکمال اولنا مخدوم مکرم معظم حضرت مولینا احمد رضا خاں صاحب
 سلمہ الرحمن - سلام سنوں بہ نیاز مقرون کے بعد عرض ہے کہ شد اس استفتا کا جواب مرحمت فرمادیں کہ عندا شد باجور و عند الناس مشکور
 ہوں - مولوی غلام نبی صاحب امام مسجد قصابان خور و جو شاگرد مولویان لکھنؤ کی علاقہ فیروز پور کے ہیں اول انھوں نے رسالہ شاہ طہوہ میں
 حضرت ابن عربی اور مولینا دوم مولینا عبد الرحمن جامی علیہم الرحمۃ کی تفسیر درج تھی اور وہ رسالہ مطبع فیروز پور میں حافظ محمد صاحب لکھنؤ
 نے چھاپا تھا اس کی تصدیق پر اپنے دستخط کر دیے تھے جس کے شاہد بہت لوگ موجود ہیں اور اس کا کسی قدر ذکر رسالہ تصریح ابجاٹ فرید کوٹ
 کے صفحہ ۱۸۱ کے متن و حاشیہ میں مندرج ہے - پھر جب ریاست فرید کوٹ میں علمائے مقلدین کا مناظرہ ہوا تھا تب بھی یہ مولوی صاحب
 بشمول علمائے غیر مقلدین کے تھے اور ان کے زمرہ میں ریاست سے رخصتہ نہ لے کر واپس آئے تھے جیسا کہ اشتہار اور فروری ۱۳۸۸ء
 مطبوعہ ریاست فرید کوٹ اس پر شاہد ہے اور رسالہ کے صفحہ ۱۸۱ میں بھی اس کا نام بزمہ غیر مقلدین شامل ہے - پھر مسائل اور واقعات
 ان کے بھی صریح غیر مقلد کی دلیل ہیں جس کا نمونہ ایک یہ ہے کہ سماء فاطمہ بنت امام الدین خاں کو جب اس کے شوہر نے مطلق کیا
 اور طلاق نامہ تحریر ہوا تو انیس روز بعد ازاں عدت کے اندر ہی مولوی مشار الیہ نے اس مطلقہ کا نکاح باہرین ملازم
 سکوت لال کرتی سے منع کر دیا اور اس کی دلیل مولوی جمال الدین امام مسجد بوچران کلاں کو دکھلائی کہ حدیث ترمذی سے ثابت ہے

تعالیٰ عنہ و حدیث کان عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا لقى الرجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال تعالیٰ تو من بریئاً ساعة فقال ذات يوم لرجل فغضب الرجل فجاء الى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ الا تری الى ابن رواحہ یرغب عن ايمانك الى ايمان ساعة فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرحمہ اللہ ابن رواحہ انہ یحب المجالس الی یبهاہی بہ الملتکة رواہ احمد بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث ابہر یرحمہ اللہ تعالیٰ عنہ حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعائین فاما احدهما فبثثہ واما الاخر فلو بثثہ قطع هذا البعثہ اخرجہ البخاری و آیت ید اللہ فوق ایدیہم و آیت و ما یمیت و لکن اللہ یرئی و آیت انما تو لو جوہکم فتم وجہ اللہ و آیت قل الروم من امری و ما اوتیتہم من العلم الا قلیلاً و آیت اتینہ رحمہ من عندنا و علمتہ من تدنا علماً و آیت قال انک لن تستطیع معی صبراً و کیف تصبر علی ما لم یحط بہ خبراً و آیت قال فان اتبعنی فلا تنأ عن شئ حتی احدث لک منہ ذکرًا و آیت فانطلقا حتی اذا ركبنا فی السفینۃ خر فہما قال اخرقنا لیغرق آہلہما لقد جئت شیئاً امراً و آیت قال انک لن تستطیع معی صبراً و آیت فانطلقا حتی اذا لقیا علماً فقتلہ قال آقتلت نفساً زکیۃً یغیر نفسی لقد جئت شیئاً نکراً و آیت قال انک لن تستطیع معی صبراً و آیت قال هذا فراق بینک و بینک ساء نیتک بتاویل ما لم تستطع علیہ صبراً و آیت و ما فعلتہ عن امری ذلک تاویل ما لم تستطیع علیہ صبراً و غیرہ ذلک آیات و احادیث سمجھ وال کے لیے علم باطن اور اس کے رجال و مضائق مجال و حقائق اقوال و دقائق افعال کا پتہ دینے کو بہت ہیں و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فہما لہ من نور و ما ہذا اس بحر عین کے لیے ساحل نہ یہ حضرت اس کی سیر کے قابل نہ اس معنی سے اصل غرض سائل لہذا فقیر این و اس سے قطع نظر کہ نفس مرام مسؤل عنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی نماز میں حضرات غیر مقلدین کی اقتدا کا حکم کہا ہے اور اذا انجا کہ اس کی نتیجہ ان کی کشف بعض بدعات پر موقوف لہذا اس بارے میں ایک اجمالی مقدمہ لکھ کر عنان قلم جانب جواب مصروف ہر چند اس باب میں علما متقدم و تحریریں کر چکے مگر امید کرتا ہوں کہ بحول اللہ تعالیٰ یہ موجود تحریر کافی و کامل وافی و کامل شافی و نافع صافی و واضح واقع ہو و باللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق انہ نعم المولیٰ و نعم المعین و الحمد للہ رب العالمین۔

مقدمہ فی الکلام الاجمالی علی بدعتہ غیر المقلدین

یا معشر المسلمین یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید اللہ دین کے دشمن آویں پکارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں اللہ ہدی کو اجبار و رہبان ٹھہرائیں سچے مسلمانوں کو کافرو مشرک بنائیں قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا ارشاد اللہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں ہے راہ چل کر پیچہ چل کر حرام خدا کو حلال کر دیں حلال خدا کو حرام کہیں ان کا بدعتی بد مذہب مکرہ بے ادب ضال مضل غوی مبطل ہونا نہایت جلی و اظہر بلکہ عند الانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشروا ضرر و اشغوا نجر کمالا یضیی علی ذی بصیر صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً اور شرح السنۃ امام بنو ی و تہذیب الآثار امام طبری میں موصولاً واروکان

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بری الخوارج شہرا خلق اللہ وقال انہما انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین
یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے کہ انہوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اٹھا کر مسلمانوں
رکھ دیں بعینہ یہی حالت ان حضرات کی ہے کہ یہ کہیں گے اَلْحَبَّارُ رُحَمَاءُ رُحَبَا لَہُمْ اَرَبَا بَا مِیْن دُونَ اللہ کہ کفار اہل کتاب اور ان کے
عمائد و ارباب میں اترتی ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہل سنت و ائمہ اہل سنت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں علامہ طاہر برہمت غافر کے مجموع
بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کر کے فرماتے ہیں قال المذنب تاب اللہ علیہ وامن منهم من یجعل آیات اللہ
فی شرا للیہود علی علماء الامۃ المعصومة المرحومة طہر اللہ الارض عن رجسہم یعنی ان خاریجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں کہ ان شرار
یہود کے حق میں جو آیتیں اتریں انہیں اُمت محفوظہ مرحومہ کے علم پر ڈھالتے ہیں اللہ تعالیٰ زمین کو ان کی خباثت سے پاک کرے آمین اصل
اس گروہ ناحق بڑھ کی نجد سے نکلی صحیح بخاری شریف میں ہے عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فقال اللہم بارک لنا فی شامنا اللہم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا قال اللہم بارک لنا فی شامنا
اللہم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثة هناك الزلازل والفتن وبھا یطعم قرون الشیطان یعنی
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اُمّی ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں اُمّی ہمارے لیے برکت رکھ ہمارے یمن میں
صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں حضور نے دوبارہ وہی دعا کی اُمّی ہمارے لیے برکت کر ہمارے شام میں اُمّی ہمارے لیے برکت بخش
ہمارے یمن میں صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ
پھر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلی گی سنگت شیطان کی اس خبر صادق مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے مطابق عبد الوہاب نجدی کے پسر اتباع نے حکم آنکھ سے پدا کر اگر توازد پسر تمام کند۔ تیرہویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا اور
ناکردی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ و فتنہ کا اٹھانہ رکھا وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○ حاصل ان کے
عقائد ناٹنے کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشیت ذلیل موحّد سلمان ہیں باقی تمام مؤمنین معاذ اللہ مشرک اسی بنا پر انہوں نے حرم خدا و حرم
مصطفیٰ علیہ افضل الصلوة والثناء کو عیاذ باللہ دار الحرب اور وہاں کے رگن کرام ہمسائیگان خدا و رسول کو (خاک بدہان گستاخان) کافر
و مشرک ٹھہرایا اور بنام جہاد خروج کر کے لوٹے فتنہ عظمیٰ پر شیطنت کبریٰ کا پرچم اُڑایا علامہ فہامہ خاتمہ المحققین مولانا امین الدین محمد بن
عابدین شامی قدس سرہ السامی نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائے کافریا رد المحتار حاشیہ در مختار کی جلد ثالث کتاب ایحیاء باب البغاة میں زیر
بیان خوارج فرماتے ہیں کہ واقعہ فی زماننا فی اتباع عبد الوہاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتقلون من
الحنا بلۃ لکنہم اعتقدوا انہم ہم المسلمون وان من خالف اعتقادہم مشرکون و اسلحوا بذلک قتل اہل السنۃ و قتل
علما ثقیہ حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتہم و خرب بلادہم و ظفر بہم عسا کر المسلمین عامثلث و ثلثین و ما تین و الف یعنی
خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروان عبد الوہاب سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر غلب
کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو صلی تھے مگر ان کا یہ عقیدہ تھا کہ بس وہی سلمان اور جو ان کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں

اس وجہ سے انھوں نے اہلسنت و علماء اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر و دیار کیے اور لشکر مسلمین کو اُن پر فتح بخشی مسئلہ ہجری میں) والحمد للہ رب العالمین ۵ غرض یہ فتنہ شنیعہ وہاں سے مطرود اور خدا و رسول کے پاک شہروں سے مدفوع و مردود ہو کر اپنے لیے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس اراکین ہندوستان کی نرم زمین اُسے نظر پڑی آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے باقی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر و شرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک یہاں یہ طائفہ بحکم اَلَّذِیْنَ قَرَّؤْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوا شِیْعًا خود متفرق ہو گیا ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید اللہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے حج قدم عشق پیشتر بہتر کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا چلیے آپس میں چل گئی وہ انھیں گمراہ یہ انھیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفت اہلسنت و عداوت اہل حق میں پھر حملہ واحد ہے ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ لیکن پھر کلام الامام امام الکلام ان کے امام و بانی و ثانی کو شرک و کفر کی وہ تیز و تند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک کا فرمانے کو حدیث صحیح مسلم لا یدھب اللیل والنہار حتی یصلد اللات والعزی (الی قول) یبعث اللہ رجحاً طیبة فوقی من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیقیقہ من لاخیر فیہ فیرجعون الی دین ابا نھم مشکوۃ کے باب لا تقوم الساعة الا علی شرار الناس سے نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجود پر جاری جس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات و عزی کی پھر پختش نہ ہو اور وہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھالے گی جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہوگا اتھال کرے گا جب زمین میں نہ رہے گا فرہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور جاری ہو جائے گی) اس حدیث کو نقل کر کے صاف لکھ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ ہوشمند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث میں دی ہے تو واجب ہوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام و نشان باقی نہ ہو پچھلے مانس اب تو اور تیرے ساتھی کہ ہر چ کر جاتے ہیں کیا تمھارا طائفہ دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستہ ہے تم سب بھی انھیں شرار الناس و بدترین خلق میں ہوئے جن کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان کا نام نہیں اور دین کفار کی طرف پھر کرتوتوں کی پوجا میں مصروف ہیں سچ آیا حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ جبک الشئ نعیمی ویصم مشرک کی محبت نے اس ذی ہوش کو ایسا اندھا ہر کر دیا کہ خدا اپنے کفر کا اقرار کر بیٹھا غرض تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پرانے شکون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہو جائے اور اُس بیباک چالاک کی نہایت عیاری یہ ہے کہ اُسی مشکوۃ کے اُسی باب لا تقوم الساعة الا علی شرار الناس میں اسی حدیث مسلم کے برابر متصل بلا فصل دوسری حدیث مفصل اسی صحیح مسلم کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وہ موجود تھی جس سے اس حدیث کے معنی واضح ہوتے اور اُس میں صراحت ارشاد ہوا تھا کہ یہ وقت کب آئے گا اور کیونکر آئے گا اور آغاز بت پرستی کا منشا کیا ہوگا وہ حدیث مختصر ہے وعن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخرج الدجال فیمکت اربعین فیبعث اللہ عیسیٰ بن مریم فیھلکھ ثم یمکت فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداۃ ثم یرسل اللہ رجحاً باردة من قبل الشام

فلایبقی علی وجه الارض من فی قلبہ مثقال ذرۃ من خیر ادا یمان الا قبضتہ حتی لو ان واحد کمدخل فی کبد جیل لدخلتہ علیہ حتی نقبضہ قال فیبقی شرار الناس فی حفۃ الطیر واحلام السباع لا یحرفون مع وفاء ولا ینکرون منکرا فیتمثل لہم الشیطان فیقول الا شتیون فیقولون ماتا مؤمنینا مرہم بعبادۃ الاوثان ثم یفخ فی الصور (رواہ مسلم) یعنی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں دجال نکل کر چالیس تک بٹھڑے گا پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وہ اُسے ہلاک کریں گے پھر سات برس تک لوگوں میں اس طرح تشریف رکھیں گے کہ کوئی دودل آپس میں عداوت نہ رکھتے ہوں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا کہ روئے زمین پر جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اُس کی روح قبض کر لے گی یہاں تک کہ اگر تم میں کوئی پہاڑ کے جگر میں چلا جائے گا تو وہ ہوا وہاں جا کر بھی اُس کی جان نکال لے گی اب بدترین خلقت باقی رہ جائیں گے فسق و شہوت میں پرندوں کی طرح ہلکے بک اور ظلم و شدت میں درندوں کی طرح گراں سخت جو اصلاً کبھی بھلائی سے آگاہ ہوں گے نہ کسی بدی پر انکار کریں گے شیطان ان کے پاس آدمی کی شکل بن کر آئے گا اور کہے گا تمہیں شرم نہیں آتی یہ کہیں گے پھر تو ہمیں کیا حکم کرتا ہے وہ انہیں بُت پرستی کا حکم دے گا اس کے بعد نفع صور ہوگا (عیار ہوشیار اس حدیث کو الگ بچا گیا کہ یہاں تو سارے مکر کی قلمی کھلتی اور صاف ظاہر ہوتا کہ حدیث میں جس زمانے کی خبر دی ہے وہ بعد خروج و ہلاک دجال و انتقال عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آئے گا اُس وقت کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہے گا جس طرح احمد و مسلم و ترمذی کی حدیث میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقوم الساعة حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ قیامت نہ آئے گی جب تک کہ زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے) اللہ اللہ یہ حدیث بھی مشکوٰۃ بحوالہ مسلم اسی باب کے شروع میں ہے فرور چالاک دلدادہ اشراک برابر کی حدیثیں نقل کرتا تو مسلمانوں کو کافر مشرک کیونکر بناتا اور اس جھوٹے دعوے کی گنجائش کہاں سے پاتا کہ اپنے زمانے کی نسبت کہہ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا مسلمان دیکھیں کہ جو عیا و صریح واضح متداول حدیثوں میں ایسی معنوی تحریفیں کریں بے پرکی اُڑانے میں اپنے باطنی علم کے بھی کان کتریں جھوٹے مطلب دل سے بنائیں اور انہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود ٹھہرائیں حالانکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متواتر حدیث میں ارشاد فرمائیں مَنْ کذب علی معتمد ا فلیتوبوا مقعدہ من النار جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے) ایسوں کا مذہب معلوم اور عل بالحدیث کا مشرب معلوم ص قیاس کن زگلتاں شان بہار شاں - جب اصول میں یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ فروع مسائل فقیہہ میں حدیثوں کی کیا کچھ گت نہ بناتے ہوں گے پھر دعویٰ یہ ہے کہ ہم تو خیر البریہ یعنی قرآن اور قول خیر البریہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی حدیث پر چلتے ہیں سچ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یاقی فی اخرا الزمان قوم حد ثاء الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریہ یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم

لہ راوی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ چالیس دن فرمایا یا سینے یا برس اتنی اور دوسری حدیث میں چالیس دن کی تصریح ہے پہلا دن سال بھر کا دوسرا ایک مہینہ کا تیسرا ایک ہفتہ کا باقی دن عام دنوں کی طرح رواہ مسلم عن النواص بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل ۱۲ منہ

من الرمیۃ لا یجادزایما نہم حنا جوہم آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السنہ فیہ العقل آئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے منکر ہیں گے
اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر شانہ سے نکل جاتا ہے ایمان اُن کے گلوں کے نیچے نہ اُترے گا اخوجہ البخاری و مسلمہ وغیرہما عن
امیر المؤمنین علی کو م اللہ تعالیٰ وجہہ واللفظ للبخاری فی فضائل القرآن من الجامع الصحیحہ واقعی یہ لوگ اُن پرانے خوارج کے
ٹھیک ٹھیک بقیہ و یادگار ہیں وہی سُنے وہی دعوے وہی انداز وہی وتیرے خارجیوں کا داب تھا اپنا ظاہر اس قدر مشرّع بناتے کہ
عوام مسلمین انہیں نہایت پابند شرع جانتے پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعویٰ عجب دام در سبزہ تھا اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں
باقی سب مشرک ہیں رنگ ان حضرات کے ہیں آپ سوا اور سب مشرکین آپ محمدی اور سب بدین آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب
چنیں و چناں بزم خبیث پھر ان کے اکثر مکلفین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں اہلسنت کان کھول کر سُن لیں کہ دھوکے
کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا تحقیقاً و صلاحاً تکلم مع صلا تہم و صیامکم مع
صیامہم و عملکم مع عملہم تم اپنی نماز اُن کے آگے حقیر جانو گے اور اپنے روزے اُن کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال اُن کے اعمال
کے مقابل) باہنہ ارشاد فرمایا و یقنن القرآن لا یجادز حنا جوہم یمرو من الدین کما یمرو السہم من الرمیۃ ان اعمال پر
اُن کا یہ حال ہو گا کہ قرآن پڑھیں گے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے رواہ البخاری و مسلمہ عن ابی
سعید الحدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر شان خدا کہ ان مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنار خارجی بالائی باتوں میں
بھی بالکل یک رنگی ہے انہیں ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے قیل ما سیماہم قال سیماہم التحلیق عرض کی گئی یا
رسول اللہ اُن کی علامت کیا ہو گی فرمایا سر مُنڈانا یعنی اُن کے اکثر سر مُنڈے ہوں گے رواہ البخاری و لیس بعدہ فی الجامع الصحیحہ
الاحدیث واحد بعض احادیث میں یہ بھی آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا پتا بتایا مشتمی الاذ (گھٹنی ازار والے
او کما ورد عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بیشمار درودیں حضور عالم ماکان و مایکون پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باجمہ یہ حضرات خوارج
نہروان کے رشید پس ماندے بلکہ غلو و بیباکی میں اُن سے بھی آگے ہیں یہ انہیں بھی نہ سوجھی تھی کہ مشرک و کفر تمام مسلمین کا دعویٰ اس حدیث صحیح
سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا صاع طرفہ شاگردے کہ میگو یہ سبق اُستاد را۔ مگر حضرت حق عزوجل کا حسن انتقام
لائق عبرت ہے چاہ کن را چاہ در پیش من حصن بیدار خبیہ فقد وقع فیہ حدیث سے سدا لائے تھے مسلمانوں کے کافر مشرک بنانے کو اور
بجدا اللہ خود اپنے مشرک کافر ہونے کا اقرار کر لیا کہ جب یہ وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں تو یہ متدل بھی انہیں کافروں میں کا
ایک ہے قضی الرجل علی نفسه اقرار مرد آزار مرد المؤمن مواخذ باقوادہ مدہوش بیچارہ خود کردہ را علاج نیست میں گرفتار ہوا اور
مسلمانوں کو تو خدا کی امان ہے اُن کے لیے اُن کے سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی بشارت آئی ہے کہ یہ امت مرحومہ ہرگز
مشرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی امام احمد سند اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے راوی صفحہ بر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کی نسبت فرماتے ہیں اما انہم لا یعبدون شمساً ولا قمراً
سلہ ظاہر ہے کہ علامت قوم وہ جو تمام قوم یا اکثر میں ہوں ۱۲ منہ

ولا حجرا ولا وشنا ولكن يرأون اعمالهم خيرا ربه بيشك ده نه سورج کو پوچیں گے نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بُت کو ہاں ہوگا کہ دکھاوے کے لیے اعمال کریں گے) اسی لیے جب قیامت آئے کو ہوگی اور شرک محض کا وقت آئے گا ہوا بھیج کر مسلمانوں کو اٹھالیں گے والحمد لله رب العلمین پھر اہل عرب کے لیے خاص فرزدہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پریش میں مبتلا نہ ہوں گے احمد و سلم و ترمذی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الشیطان قد یئس ان یعبدا المصلون فی جزیرۃ العرب ولكن فی التحدیش بینہم بیشک شیطان اس سے ناامید ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب کے نمازی اُسے پوچیں ہاں اُن میں جھگڑے اٹھانے کی طمع رکھتا ہے) ابویعلیٰ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الشیطان قد یئس ان یعبدا کما صنما فی ارض العرب ولكنه سیرضی منکم بدون ذلک بالمحقرات الحدیث یعنی شیطان یہ اُمید نہیں رکھتا کہ اب زمین عرب میں بُت پوجے جائیں مگر وہ اس سے کم درجہ گناہ تم سے کر دینے کو غنیمت جانے گا جو حقیر و آسان سمجھے جاتے ہیں واصلہ عنہ عند احمد والطبرانی بسند حسن یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکیر اور حضرت عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقریر راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وداع کرتے وقت ارشاد فرمایا ان الشیطان قد یئس ان یعبدا فی جزیرتکم هذه ولكن بطاع فیما تحقیقون من اعمالکم فقد رضی بذلک یعنی شیطان کو یہ اُمید نہیں کہ اب تمہارے جزیرے میں اُس کی عبادت ہوگی ہاں اُن اعمال میں اُس کی اطاعت کرو گے جنہیں تم حقیر جانو گے وہ اسی قدر کو غنیمت سمجھتا ہے) امام احمد حضرت عبادہ بن صامت و ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے معاذ راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشیطان قد یئس ان یعبدا فی جزیرۃ العرب بیشک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پریش ہو) یہ سچہ صحابیوں کی حدیثیں ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہاں انہیں سن کر مسلمان کہے کہ دیکھو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہوا کفر و شرک جب سے جزیرہ عرب سے نکلے وہ دن اور آج کا دن پھر اُدھر کا ہونہ کرنا نصیب نہ ہوا والحمد لله رب العلمین پھر خطبہ مبارکہ حجاز یعنی حرمین طیبین اور اُن کے مضافات کے لیے اس سے اجل و اعظم بشارت آئی جامع ترمذی میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الدین لیا رنالی الحجاز کما تأرد الحیة الی حجرھا ولیعقلان الدین من الحجاز معقل الارویۃ من الجبل بیشک دین حجاز کی طرف ایسا سٹے گا جیسے سانپ اپنی بانی کی طرف اور بیشک دین حرمین طیبین کو ایسا اپنا مسکن و ما من بنائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو) پھر مدینہ امینہ کا کہنا ہی کیا ہے کہ وہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اول و آخر لمجا و مناص ہے صلی اللہ تعالیٰ علی من جلاھا کلہذا و باریک و سلم اُس کی نسبت بالتخصیص ارشاد ہوا ان الایمان لیا رنالی المدینۃ کما تأرد الحیة الی حجرھا بیشک ایمان مدینے کی طرف یوں سٹے گا جیسے سانپ اپنی بانی کی طرف رواۃ الائمة احمد و البخاری و مسلم و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ و فی الباب عن سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم انصاف کیجیے تو صرف یہی حدیثیں اور اُن کی امثال ان سفہاء کے ابطال مذہب میں کافی و دافعی و برہان ثانی کی لگا کر ان کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل حجاز و اہل عرب و اہل تمام بلاد و اہل اسلام سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں اور مسلمان صرف یہی

ہند کے چند بے ہجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے ہمار بقیۃ السیف انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ اسی طرح وہ متواتر حدیثیں ان کی بطل مذہب جن میں ارشاد ہوا کہ اس امت مرحومہ کا بڑا حصہ ہرگز گرا ہی پر مجتمع نہ ہوگا میں اُن کی وفور کثرت و کمال شہرت کے سبب یہاں اُن کی نقل سے دست کشی کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تحریر جدا گانہ میں اُن کی شوکت قاہرہ کو جلوہ دیا جائے گا ہر مسلمان اور یہ حضرات خود بھی جانتے ہیں کہ تمام بلاد اسلامیہ میں امت مرحومہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرداروں اربوں آدمی جادک اللہ تعالیٰ فہم وعلیہم اس مذہب سے مندرجہ دہری ہیں اس کے نام بوا نقض ہی ذلیل و قلیل مشتے چند ہندی و نجدی ہیں عرفہ یہ کہ اُن کے بعض مبکبین اپنی اس شذوذ و قلت و مخالفت جماعت پر ناز کرتے اور احادیث جماعت و سواد اعظم کے مقابل آئیے و لعجب کثرۃ الخبیث پڑھتے ہیں یہ کیدان اصل جوت کہ تمام مذاہب باطلہ کے غلط مجموعہ میں حضرات روافض سے اُڑایا وہ اپنی ذلت و قلت کو اپنی حقانیت کی حجت ٹھہراتے اور آیات قرآنہ میں یوہیں تحریریں کر کے خواہی خواہی مدعا پر جاتے ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اشاعرہ میں فرماتے ہیں کید یا دہم آنکہ گویند مذہب اشاعرہ حق است زیرا کہ اشاعرہ قلیل و ذلیل اند و اہل سنت کثیر و عزیز و خدا سے تعالیٰ در حق اہل حق می فرماید و قلیل ماہم و دریں تقریر تحریف کلام اللہ است زیرا کہ حق تعالیٰ در حق اصحاب الیمین فرمودہ است ثلثہ من اکابرین و ثلثہ من الاخرین و اگر قلت و ذلت موجب حقیت شود باید کہ نواصب و خوارج حق و ادلی بحق باشند کہ بسیار قلیل و ذلیل اند بلکہ حق تعالیٰ جا بجا ظہور و غلبہ و تسلط در شان اہل حق می فرماید و در احادیث جا بجا اتباع سواد اعظم از امت و موافقت با جماعت تاکید فرمودہ اند اہ ملئقطا لطفت یہ ہے کہ اس کے بعد جو شاہ صاحب نے روافض کے حالات اور اُن کی بد مذہبی کے ثمرات لکھے کہ بیچ ملک ناحیہ را از کفار بدست نیاوردہ و دارالاسلام ساختہ بلکہ اگر گاہے ایشان را ریاست ناحیہ بدست آمدہ با کفار را ہمنہ نمودہ و دارالاسلام را دارالکفر ساختہ اند ہر گاہ در ملکہ تشیع راجع شد فتنہ و فساد و نفاق فیما بین فوج باریدہ حالت ہندوستان باید دید و حالت ملک عرب و شام و روم را با دوسے باید سنجید اہ لمخصایہ سب باتیں بھی حرف بکرت اس طائفہ جدیدہ پر منطبق اول تو انھیں نکلے اتیسے کئے دن ہوئے تاہم جب سے سر اُٹھا دارالاسلام غصہ مسلمانوں ہی پر اُتار ہمیشہ مسلمانوں کو مشرک کہا سلتا ہوں ہی کے قتل و غارت کا حوصلہ رہا آخر کچھ دین شوکت بھی پانی فوج و جمہیت بھی ہاتھ آئی پھر کونسا ملک کافروں سے لیا کونسا حملہ مشرکوں پر کیا ہاں خدا و مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہروں کو دارالحرب بتایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ماننے والوں کا خون بہایا آدمی کو جب قوت ملتی ہے دل کی دبی بھڑک کر جلتی ہے جن سے غیظ تھا انھیں ٹوٹے خدا و مصطفیٰ کے شہر ٹوٹے۔ صلی علیہ اللہ تعالیٰ و سلعلم الظالمین المثلوی جب وہاں ان کا ستارہ شکر سلطانی نے گرفتار بیت الوبال کیا ان آزاد بلاد نے جہاں نہ کوئی پیرسان سنت نہ خبر گیران قت انھیں جلالت علی غار بک کہہ کر لیا قدموں کی برکت کہاں جائے جب بخدا جاؤ کہ ہند میں آئے یہاں ان کے دم سے جو فتنہ و فساد پھیلے باہم مسلمانوں میں نفاق و شقاق کے چشتے اُبلے غتاہر و عیاں ہیں کس پر نہاں ہیں خصوصاً اُن شہروں کی توپوری شامت جن میں اُن کے عائد کی کثرت کچھ دین قدیم جھگڑ رہے ہیں کچھ بگڑ گئے کچھ بگڑ رہے ہیں باپ سنی ذریت دہائی شہر شتی عورت دہائی گھر گھر فتنے آئے دن فساد عیش منقص چیں برباد ابتداء بانی ثانی نے بھی وہی رنگ جھلے بلاد اسلام دارالکفر ٹھہرائے جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلع قمع ہوا تو پرنس جیکے کہ ۱۲۳۳ھ تمام اسی

سال سے انھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتویٰ دیا امام الطائفہ نے ترغیب ہما کے ضمن میں لکھا ہندوستان دریں جزو زمان کہ
 ۱۲۳۳ھ یک ہزار دو صد و سی و سوم ست اکثرش دارالحرب گردیدہ مگر زمانے نے زیادہ ملت ندی دل کی حسرت طہ ہی میں رہی
 اتباع میں اتنا کوئی نہ ہوا کہ ٹٹے جگ کو جوٹے ناچار زبان قلم و قلم زبان سے چلے دل کے پھپھولے پھوڑے تکفیر مسلمین اصل
 مذہب ہے کفر و شرک تو پہلا لقب ہے ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں کہ اہل سنت کفار حربی ہیں ان کے خون مال
 حلال بلکہ اس سے زائد شیطانی اقوال موقع پائیں تو کیا کچھ نہ کر دکھائیں قَدْ بَدَأَ الْبَعْضَاءُ مِنْ آفْوَاهِهِمْ وَمَا تَخْفَى صُدُورُهُمْ
 أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ هُوَ الْمُسْتَعَانُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ غَرَضُ کَمِیں خوارج کی ہمسگی کہیں ردافض سے ہرنگی مع مذہب
 معلوم و اہل مذہب معلوم - اور شاہ صاحب کے اخیر فقرے تو موتیوں میں تولنے کے قابل کہ حالت ہندوستان باید دید و حالت

ملک عرب و شام و روم را بادے باید سنجید واقعی دیکھیے یہاں ان کی آزادی و بے قیدی سے مذہب حق پر کتنا ضرر ہے اور وہاں جو
 عام بلاد میں ان کا نشان نہیں اور نجد میں جو بقیۃ السیف رہے ان میں سر اٹھانے کی جان نہیں دین متین کس قوت پر ہے ماشاء اللہ
 لا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ان صاحبوں سے پوچھیے آپ بھی شاہ صاحب کی طرح یہ عرب و روم و شام کا ہندوستان سے موازنہ مانیں گے یا
 ان بکت والے ملکوں کو اس سے بھی بدتر حال میں جانیں گے کہ ہاں آپ کے مذہب کو اشتہار بھی ہے اعلان مشرب کا اختیار
 بھی ہے اور وہاں تو یہ اعزاز مذہب جدید کہ نام لیا اور آفت رسید والحمد للہ العلی المجید غرض کہاں تک کیسے کلام طویل تو
 فرصت قلیل عرب و عجم کے علماے اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلہ نے بکرات و مبرات اس طائفہ تالفہ کے رد بلغ فرمائے اور
 فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے بھی متعدد فتاویٰ میں ہر بار کلام تازہ و فوائد جدیدہ بیان میں آئے یہاں سائل کا جس قدر سے سوال ہے
 اُس کی طرف توجہ کا خیال ہے فَاُولَئِیْ مَسْتَعِیْنًا بِالْقَرِیْبِ الْمَجِیْبِ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَالِیْہِ اَنِیْبُ ۝

الشرع فی الجواب بتوفیق الملک الوہاب

بلاشبہ غیر مقلد کے پیچھے ناز نہ کروہ و ممنوع و لازم الاحتراز انھیں باختیار خود امام کرنا تو ہرگز کسی متنی محب سنت و کارہ بدعت کا
 کام نہیں اور جہاں وہ امام ہوں اور منع پر قدرت نہ ہو متنی کو چاہیے دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے حتیٰ کہ جمعہ میں بھی
 جبکہ اور جبکہ مل سکے امام محقق ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں یکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصنوع
 علی قول محمد بن الملقی بہ لانہ بسبیل الی التحول اور اگر مجبوری ان کے پیچھے پڑھ لی یا پڑھنے کے بعد حال کھلا تو ناز پھر لے
 اگرچہ وقت جاتا رہا ہو اگرچہ مدت گزر چکی ہو کما حقہ المولی الفاضل معینی امین الدین محمد بن عابد بن الشامی رحمہ اللہ
 تعالیٰ فی رد المحتار فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن کرتا ہے - وباللہ التوفیق

دلیل اول

یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائحہ کار طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہل بدعت سے ہے اور فاضل علامہ سیدی احمد

مصری طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ حاشیہ در مختار میں ناقل من شد عن جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شد فیما یدخله فی النار فعلیکم معاش المؤمنین باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصر الله تعالی وحفظه وتوفيقه فی موافقتهم وخذلانه وسمخه فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت الیوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمهم الله تعالی ومن كان خاصا عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ و سواد اعظم سے جدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تھا ہو جو اُسے دوزخ میں لے جائے گی تو اُسے گروہ مسلمین تم پر فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اُس کا حافظہ و کارساز رہنا موافقت اہلسنت میں ہے اور اُس کا چھوڑ دینا اور غضب فرماتا اور دشمن بنانا سینوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی مالکی شافعی حنبلی اللہ تعالیٰ اُن سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ انھوں نے ان کے اسلاف نجد کو خارجیوں میں شمار فرمایا۔ یہ اخلاف کے اصول میں اُن کے مقلد اور فروع میں اعلان بے لگامی سے اُن پر بھی نازلند کہ وہ بظاہر دعائے صلیت رکھتے تھے یہ اس نام کو بھی سوائے شرک اور اپنے حق میں دشنام سخت جانتے ہیں کیونکہ خوارج میں داخل اور اپنے اگلوں سے بڑھ کر گمراہ و مبطل نہ ہوں گے ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس و اجتہاد کا منکر تھا جنھیں ظاہر یہ کہتے ہیں جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا داد و ظاہری و متابعانش را از اہلسنت شمر دن در چہ مرتبہ از جہل و سفاہت ست انہ۔ مگر وہ بیچارے بالاینہم تقلید کو شرک اور مقلدان اللہ کو شرک نہ جانتے تھے جب تصریح شاہ صاحب انھیں سُنی جانتا سخت جہالت و حماقت ہے تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں اُن سے ہزار قدم آگے کیونکہ ممکن کہ بدعتی گمراہ نہ ٹھہریں بالحدان کا مبتدع ہونا اظہر من الشمس و امین من الامس ہے اور اہل بدعت کی نسبت تا کتب فقہ و متون و مشروح و فتاویٰ میں صریح تصریحیں موجود کہ اُن کے پیچھے ناکر وہ اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یعنی حرام کی مقاب گناہ کی جالب اعادہ ناکر کی موجب کما اثبتنا علیہ عن شہ التحقیق بحول ربنا ولی التوفیق فی تحریر لنا مستقل اینق و آجبنا فیہ عما ینزای من خلاف هذا القول التحقیق بقیول اهل التدقیق و لکن کو طرفا من الکلام اقادة لمزید التوفیق علیا فرماتے ہیں نماز اعظم شاعر دین ہے اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب آداباً مامت میں اُس کی توقیر و تعظیم مقصد شرع سے بالکل بجانب طبرانی معجم کبیر میں عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولاً اور بھی شخب الایمان میں ابراہیم بن مسروق کی سے مرسل راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من و مرہ صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اُس نے دین اسلام کے ڈھانے پر مدد کی) **اقول** و باللہ التوفیق اوکا ظاہر ہے کہ امام سرور ہوتا ہے اور مقتدی اُس کے پیرو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما جعل الامام لیؤتمر بہ امام تو اسی لیے مقرر ہوا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے رداۃ الاثمہ احمد و البخاری و مسلم و غیرہم عن ام المؤمنین الصدیقة وعن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك العرش جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب تبارک و تعالیٰ غضب فرماتا ہے اور اُس کے سبب عرش الہی ہل جاتا ہے رواہ الامام ابو بکر بن ابی الدنیا فی ذم الغيبة عن انس خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابن عدی فی الکامل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام عبد العظیم منذری زکی الدین علیہ الرحمۃ الی یوم الدین نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک ترہیب اس بارے میں لکھی کہ فاسق یا بدعتی کو سردار وغیرہ کلمات تعظیم سے یاد نہ کیا جائے حدیث قال الترہیب من قوله لفاسق او مبتدع یا سیدی و نحوہا من الکلمات الدالة علی التعظیم پھر اُس میں حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تقولوا للمنافی یا سید فانہ ان یکن سیداً فقد استخطتہ ربکم عزوجل منافق کو اسے سردار کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہوا تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا رواہ ابوداؤد النسائی باسناد صحیحہ اور حاکم کے لفظ یہ ہیں اذا قال الرجل للمنافی یا سید فقد اغضب ربہ عزوجل جب کوئی شخص منافق کو اسے سردار کہہ کر پکارے تو بیشک وہ اپنے رب عزوجل کو غضب میں لایا قلت وھکذا اخرجه المبیہقی فی شعب الایمان۔ سخن اللہ جب فاسق و بدعتی کی زبانی تعریف اور انھیں صرف محل خطاب میں بلفظ سردار نہ کرنا موجب غضب الہی ہوتا ہے تو اُسے بحالت اختیار حقیقۃ امام و سردار بنانا اور آپ اُس کے تابع و پیرو بننا معاذ اللہ کیونکر موجب غضب نہ ہوگا اور بیشک جو بات باعث غضب رحمن عزوجل ہو اُس کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے ثانیاً ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اھل البدع شر الخلق والخلق بدعتی لوگ تمام جہان سے بدتر ہیں (بہت ہی) کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صلاة ولا صوما ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهادا ولا صفا ولا عدلا یمخرج من الاسلام کما یمخرج الشعرة من العجین اللہ تعالیٰ کسی بد مذہب کی نماز قبول کرے نہ روزہ نہ زکاة نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ فرض نہ نفل بد مذہب اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال (امام دارقطنی) و ابو حاتم محمد بن عبد الواحد خزاعی اپنے جزء حدیثی میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اصحاب البدع کلاب اھل النار اہل بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں (اور ان کے سوا بہت حدیثیں بد مذہبوں کی مذمت شدیدہ میں وارد ہوئیں اور پُر ظاہر کہ نماز مقام مناجات و راز اور تمام اعمال صالحہ میں معزز و ممتاز ہے کیا لطافت ایمانی گو ارا کر سکتی ہے کہ ایسی جگہ ایسے اشرار کو بلا عذر اپنا پیشوا و سردار کیا جائے جن کے حق میں مگان جہنم وارد ہوا عقل سلیم تو یہی کہتی ہے کہ اگر اہل بدعت و اہوا زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ظاہر ہوتے اُن کے پیچھے نماز سے منافقت آتی نہ یہ کہ صرف خلاف اولیٰ ہے پڑھ لو تو کچھ مضائقہ نہیں ثالثاً بدعتی مبغوض خدا ہے اور مبغوض خدا سے نفرت و دوری واجب و لہذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا وَ اَمَّا یُؤَسِّرُکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَعْتَدُ بَعْدَ الذِّکْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ۝ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پڑھ لو کہ پانچ (نہ بیٹھ) اور اسی لیے احادیث میں فرق باطلہ سے قرب و اختلاط کا منع آیا احمد و ابوداؤد و حاکم حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تجالسوا اھل القدر ولا تقاطعوھم قدریوں کے

پاس نہ بیٹھو ان سے سلام کلام کی ابتدا کرو) عقیلی و ابن جہان انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابا و اصحابا و سیفاتی و مرسیونہم و ینقصر نہم فلا تجالسوہم ولا تشاربوہم ولا تاتوا کلہم ولا تناکحوہم بئیک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب و اصحاب چن لیے اور قریب ایک قوم آئے گی کہ انہیں برا کہے گی اور انکی شان گھٹائے گی تم انکے پاس نہ بیٹھنا انکے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا نہ شادی یا ہمت کرنا جن کے پاس بیٹھنا خدا و رسول کو ناپسند ہو جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں امام بنا کر بھیجے کیونکہ اگر افرائے گی و المکر وہ تنزیہا سائغ مشروع یجامع الاباحۃ کما نص علیہ العلماء الکرام و ذکرنا تحقیقہ فی رسالتنا مجلیۃ ان المکر وہ تنزیہا لیس بحیصۃ بلکہ اسی حدیث میں روایت ابن جہان ان لفظوں سے ہے فلا تواتوا کلہم ولا تشاربوہم ولا تملکوا علیہم ولا تضلوا معہم یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا نہ پانی پینا نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو) رابعاً ابن ماجہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یؤمن فاجر مؤمن الا ان یفہرہ بسلطانہ یخاف سیفہ او سوطہ ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اس کو بزرگ سلطنت مچھو کر دے کہ اس کی تلوار یا کوڑے کا ڈھو) بلکہ ابن شاہین نے کتاب الافراد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تقر بوالی اللہ ببعض اهل المعاصی والقوہم بوجہ مکفہرۃ والتمسوا رضا اللہ بسخطہم و تقر بوالی اللہ بالقباعد عنہم اللہ کی طرف تقرب کرو فاسقوں کے بعض سے اور ان سے ترش رو ہو کر ملو اور اللہ کی رضامندی ان کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ کی نزدیکی ان کی دُوری سے چاہو) جب فساق کی نسبت یہ احکام ہیں تو مبتدعین کا کیا پوچھنا ہے کہ یہ تو فساق سے ہزار درجہ بدتر ہیں ان کی نافرمانی فردع میں ہے ان کی اصول میں وہ گناہ کرتے اور اُسے برا جانتے ہیں یہ اُس سے اشد و اعظم میں مبتلا اور اُسے عین حق و ہدی جانتے ہیں وہ گاہ گاہ نادم و مستغفر یہ گاہ و بے گاہ مصر و تکبر وہ جب اپنے دل کی طرف رجوع لاتے ہیں اپنے آپ کو حقیر و بدکار اور صلحا کو عزیز و مقرب دربار بتاتے ہیں یہ اتنا غلو و توغل بڑھاتے ہیں اتنا ہی اپنے نفس مغرور کو اعلیٰ و بالا اور اہل حق و ہدایت کو ذلیل و پُر خطا ٹھہراتے ہیں و لہذا حدیث میں ان کی نسبت بدترین خلق وارد ہوا کما روینا اور غنیہ شرح منیہ میں ہے المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد و هو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق و یخاف و یستغفر بخلاف المبتدع بالتجملہ بد مذہبی فی نفسہ ایسی ہی چیز ہے جسے امامت دینی سے ممانیت یقینی ہے اور اُس کے بد مذہب پر دوسری دلیل کی چنداں حاجت نہیں کس کا دل گوارا کرے گا کہ جنم کے کٹوں سے ایک گستاخات الہی میں اُس کا مقتدا ہو علامہ یوسف چلبی ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ النظمیٰ میں فرماتے ہیں بدعتہ المبتدع تقضی الی عدم الاعتداء بہ سیما فی اہم الامور رد المختار میں ہے المبتدع تکرہ امامت بکل حال علامہ ابراہیم حلبی نے تصریح فرمائی کہ فاسق و مبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو ان کے پیچھے نماز اصلا ہوتی ہی نہیں جیسے کسی کافر کے پیچھے شرح صفیر منیہ میں فرمایا لیکرہ تقدیر الفاسق کراہۃ تحویر و عند مالک لا یجوز تقدیمہ و ہورواۃ عن احمد و کذا المبتدع علامہ طحاوی حاشیہ در مختار میں فاسق و بد مذہب کے پیچھے نماز کے باب میں فرماتے ہیں الکراہۃ فیہ تحریمیۃ علی ما سبق بحر العلوم عبد العلی

لکھنوی نے ارکان اربعہ میں دربارہ تفصیلیہ فرمایا اما الشیعة الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیہما اصلا کالزیدۃ
 فتجوز خلفہم الصلاة لکن تکرہ کراہتہ شد بدعتہ جب تفصیلیہ کہ صرف جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو حضرات شیخین پر فضل
 کہنے سے مخالفت اہلسنت ہوئے باقی اُن کی سرکار میں معاذ اللہ گستاخی نہیں کرتے اُن کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی یہ تو اشد
 مبتدعین جن کی اہلسنت سے مخالفتیں غیر محصور اور محبوبان خدا پر طعن و تشنیع اُن کا دائمی دستور ان کے پیچھے کس عظیم درجہ کی کراہت
 چاہیے ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شخصوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا اور اُس کی وجہ یہی فرمائی کہ یہ یعنی میں فی شرح
 الفقہ اکابر عن مفتاح السعادة عن تلخیص الزاہدی عن الامام ابی یوسف عن الامام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال
 فی رجلین یتنازعان فی خلق القرآن لا تصلوا قال ابو یوسف فقلت اما الاول فعمد فانہ لا یقول بقدم القرآن واما الآخر فما بالہ
 لا یصلی خلفہ قال انہما یتنازعان فی الدین والمنازعۃ فی الدین بدعتہ۔ قال القادی ولعل وجہ ذمہما اخر حث اطلاق فانہ
 حدث انزالہ ام **اقول** لعل الامام اطلع منہ علی انہ یرید المراء لیخجل صاحبہ لا اظہار الحق واللہ تعالیٰ اعلم بلکہ محرر المذہب
 امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ بد مذہب کے پیچھے نماز اصلا جائز نہیں محقق
 علام کمال الدین بن الہمام فتح میں فرماتے ہیں روی محمد عن ابی حنیفہ و ابی یوسف ان الصلاة خلف اهل الاہواء لا تجوز اسی
 میں روایت امام ابو یوسف لا یجوز الا قتداء بالمتکلم وان تکلم بحق کی شرح میں امام ابو جعفر منذرانی سے نقل کیا یجوز ان ینکون مراد
 ابی یوسف من یناظر فی دقائق علم الکلام انتہی **اقول** المناظرۃ فی دقائق لا یرید علی بدعتہ اوفسق وعلی کل یقید عدم الجواز
 خلف المبتدع کما لیس بخلاف غیاث المفیہ پر مفتاح السعادة پھر شرح فقہ اکبر میں امام ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے لا یجوز خلف
 المبتدع **اقول** وبالشد التوفیق جواز کبھی بمعنی صحت مستعمل ہوتا ہے بقول البیہ عند اذان الجمعة یجوز ویکرہ ای یصحیح وینعہ اور گاہے
 بمعنی صحت لا یجوز الصلاة فی الارض المتعصوبۃ ای لا یصل وان صحت اگر یہاں معنی اخیر مراد لیں لایسا جبکہ افعال میں اکثر وہی ہے کما
 ان الاکثر فی العقود الاول کما صرح بہ فی رد المحتار وغیرہ تو یہ روایت بھی قول سابق کے منافی نہ ہوں گی کہ مکروہ تحریمی بھی بایں معنی
 ناجائز ہے ومعلوم ان ابداء الوفاق اولی من ابقاء الخلاف ولذا صرحوا بانہ یوفی بین الروایات مہما امکن کما
 فی الشامیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دلیل دوم

غیر مقلدین بد مذہبی کے علاوہ فاسق ملعون جیسا کہ مجاہد بھی ہیں اور فاسق متہتک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کما اثبتناہ فی تحویرنا
 ذاک **اقول** وبہ یحصل التوفیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق دلیل اول میں اس مسئلے پر بعض کلام آور ضعیفی و طحاوی کا نص گزر اور اسی طرف
 امام علامہ زلیعی نے تبیین المحتائق شرح کنز الدقائق اور علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نور الایضاح اور علامہ ابوالسعود نے حاشیہ مراتب الفلاح
 میں اشارہ فرمایا اور یہی فتاویٰ حجاز کا مفاد آور تعلیل مشائخ کرام سے مستفاد یہاں تک کہ علما نے تصریح فرمائی اگر غلام یا گنوار یا حرامی یا اندھا
 علم میں افضل ہوں تو انہیں کو امام کیا چاہیے مگر فاسق اگرچہ سب سے زیادہ علم والا ہو امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اُس کی عظمت اور وہ شرعا

سستی اہانت مختص امداد الفتاح میں ہے کراہۃ امامۃ الفاسق العالم لعدم اہتمامہ بالمدین فنجب اہانتہ شرعاً فلا یعظم بتقدیمہ
 للامامۃ واذ اعتذر منہ ینقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعة وغیرہ اسیدی احمد مصری اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں قولہ فنجب
 اہانتہ شرعاً فلا یعظمہ بتقدیمہ للامامۃ) تبع فیہ المزیلعی ومفادہ کون الکراہۃ فی الفاسق تحریمیۃ اور حاشیہ شرح علانی میں
 فرماتے ہیں اما الفاسق العلم فلا یقدم لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہما اہانتہ شرعاً ومفادہذا کراہۃ التحقیر فی
 تقدیمہ البرا بسعود انھی علامہ محقق حلی غنیہ میں فرماتے ہیں العالم اولی بالتقدیم اذ کان یجتنب الفواحش وان کان غیرہ اوبع
 منہ ذکرة فی المحیط ولو استویا فی العلم والصلاح واحد ہما اقرء فقد موافقاً لاولیاً ثنوں فالاساءۃ لترك السنۃ وعدم الاتم
 لعدم ترك الواجب لانہم قد موارجل صالحا کذا فی فتاویٰ الحجۃ وفیہ اشارۃ الی انہم لو قد موافقاً ثنوں بناء علی ان
 کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحقیر لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط
 الصلاۃ وفعل ما ینافیہا بل هو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا تمیز الصلاۃ خلفہ اصل عند مالک وروایۃ عن احمد الخلیفہ ما یہ کہ
 غیر مقلدین فساق مجاہد کو مکر ہیں یہ خود واضح و بین کون نہیں جانتا کہ ان کے اکابر اصغر عموماً دواماً ائمہ شریعت و علمائے ملت و اولیائے
 امت رحمہم اللہ تعالیٰ کے طعن و توہین میں گزارتے ہیں اور عام مسلمین کی سب و شتم تو ان کا وظیفہ ہر ساعت ہے جس نے جانا اُس نے عجبا اور
 جس نے نہ جانا وہ اب ان کے رسائل دیکھے باتیں سُنے خصوصاً اُس وقت کے کچھ خدائے سنوائے جب یہ باہم تنہا ہوتے اور اذا خلوا کا وقت
 پا کر آپس میں کھلتے ہیں یا بعض اہل حق نے جو اپنی تصانیف میں ان کے کلمات ان کی تالیفات سے نقل کیے وہی دیکھے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ ان
 ہفتوات مغضوبہ کا زبان قلم پر لانا پسند نہیں کرتا و نہ نقل کر لاتا تو ان میں فسق اول سب و دشنام اہل اسلام ہے حضور پر نور صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم حدیث مشہور میں فرماتے ہیں سباب المسلم فسوق مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق ہے اخرجہ احمد والبخاری ومسلم
 والترمذی والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مغفل وعن عمرو بن
 النعمان بن مقرن وابن ماجہ وعن ابی ہریرۃ وعن سعد بن ابی وقاص والد ارقطنی فی الاخر اذ عن جابر بن
 عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فسق دوم طعن علی طبرانی کبیر میں بسند حسن ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا یتخفف بہم الا منافع ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط میں شخص ہیں
 جن کی تحقیر نہ کرے گا مگر منافی ایک وہ ہے اسلام میں بڑھاپا آیا دوسرا ذی علم تیسرا امام عادل احمد بسند حسن واللفظ لہ اور طبرانی و حاکم عبادہ
 بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس من امتی من لم یجلب کبیرنا ویرحمہم صغیرنا
 ویرفت لعالمنا میری امت سے نہیں بڑھاپا اور ان کے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے منہ الفودس
 میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العالم سلطان اللہ فی الارض فمن
 وقع فیہ فقد هلك عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں تو جو اُس کی شان میں گستاخی کرے ہلاک ہو جائے والیاذ باللہ تعالیٰ فسق سوم
 عداوت عامہ اہل عرب و حجاز انھیں جو تعصب اُن کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورہم

اکبر اور اس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتوے ان کی تضلیل و تذلیل میں آنا اور بکرات و مرآت ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا جس کی حکایات خواص و عوام میں مشہور و مذکور کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ ملکب مجاہدین ہمارے وہاں رہے اور اپنے دام بچھانے چاہے حال کھلتے ہی تعزیر پاکر نکالے گئے جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہل حرمین نے ہماروں کو نکال کر معاذ اللہ سواد الوجہ فی الدارین حاصل کیا حالانکہ علاوہ اور باتوں کے ان سیفہان گستاخ نے یہ بھی نہ جانا کہ دارالاسلام سے دارالاسلام کو جانا مجاہرت نہیں یہ صورت مجاہرت ہے اور مجاہرت خود مکہ و مدینہ کی مگر افراد اولیاء اللہ کے لیے کماحققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ تو وہ جہاں مدعیان فضل و کمال اس فعل میں بھی آثم تھے خصوصاً جبکہ وہاں جا کر اشاعت بدعات چاہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَرِدْ فِيْهِ بِالْجَاكِ بِطُلْمٍ ذُنُوْبُهُ مِنْ عَذَابِ الْيَمِيْنِ جو مکہ منظمہ میں براہ ظلم کسی بے اعتدالی کا ارادہ کرے گا اُسے دردناک عذاب چکھائیں گے اور یہ تو ابھی کی بات ہے کہ ان کے امام العصر جنھیں یہ حضرات شیخ اکل فی اکل کہا کرتے ہیں بخوف مسلمانان عرب کشتارن دہلی و بمبئی کی چھٹیاں لے کر حج کو گئے وہاں جو گزری انھیں سے پوچھ دیکھے اگر ایمان سے کہیں ورنہ صد ہا حاضرین و ناظرین موجود ہیں اور خود مکہ منظمہ کے چھپے ہوئے اشرار شہروں شہروں شہرت باچکے عرض کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ان کو تمام عمائد و علمائے عرب و حجاز سے سخت نفیض و عداوت ہے اور طبرانی معجم کبیر میں یہ سند حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بغض العرب نفاق جو اہل عرب سے عداوت رکھے منافق ہے فسق چہارم پھر یہ عداوت منجر بشتب و دشنام ہوتی ہے جس کی ایک نظیر ہم اوپر لکھ چکے اور بھی شعب الایمان میں حضرت امیر المؤمنین عارفون اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سب العرب فاو لئک ہم المشاکون جو اہل عرب کو سب و تم کمریں وہ خاص مشرک ہیں فسق پنجم مدینہ طیبہ کو جزیرہ عرب پر جس قدر فضیلت ہے اُسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کو اہل مدینہ کے ساتھ زیادت ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایکید اهل المدينة احد الا انما عکما ينما ع الملح فی الماء کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بداندیشہ نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا جیسے نک پانی میں اخرجہ الشیخان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اداد اهل المدينة لبسوء اذا به الله كما يذوب الملح فی الماء جو اہل مدینہ کے ساتھ کسی طرح کا برا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اُسے ایسا گلا دے جیسے نک پانی میں گل جاتا ہے اخرجہ احمد و مسلم و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی اهل المدينة اذا خا الله وعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعین لا یقبل منه صیوف ولا عدل جو مدینہ والوں کو ایذا دے اللہ سے مصیبت میں ڈالے اور اُس پر خدا اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ دُاُس کا نفل قبول کرے نہ فرض اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ اُن سے کیے تعالوا الی کلمۃ سواء بیفنا و بینکم ہم اور تم سب مل کر حرمین کر دین کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے حرمین طبعین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً کا ہے فریقین کو مقبول ہوگا اگر بے تکلف اس پر راضی ہو جائیں نہا ورنہ جان لیجیے کہ یہ قطعاً اہل حرمین کے مخالف مذہب اور سنیان ہند وغیرہ کے مثل اُن پاک مبارک شہروں کے علمائے کو بھی معاذ اللہ مشرک و گمراہ و بددین جانتے ہیں پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا سننے اور خود ان سے پوچھنے کی حاجت

کیا ہے علمائے حرمین عظیم اللہ تعالیٰ کے فتاوے ان صاحبوں کے رد میں بکثرت موجود انہیں سے حال کھل جائے گا کہ مخالفان مذہب میں جیسا ایک دوسرے کو کہتا ہے دوسرا بھی اُس کی نسبت وہی گمان رکھتا ہے عداوت ہو خواہ محبت دونوں ہی طرف سے ہوتی ہے جب وہ اکابر ان کے عمائد کو لکھ چکے کہ **أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ** تو کیونکر معقول کہ یہ ان کے دشمن نہ ہوں آخر نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے امن و امان والی حرمین کو اپنے لیے محل خوف و خطر سمجھا اور کشتن ذلی و بسبی کی چٹھیوں کو سپرد الاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فق ششتم عداوت اولیائے کرام قدس سرہم جس کی تفصیل کو دفتر دکار جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب مجبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کر دی کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے اتنی اور چوڑے چار اور ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہے خود حضور سید المجوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ وہ بھی مرکز میں مل گئے **اشد مقت اللہ علی کل من عادی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ وآلہ وبارک وسلم اللہ تعالیٰ** فرماتا ہے **وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دھک کی مار ہے اور فرماتا ہے **لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا** اللہ نے ان پر لعنت کی دنیا و آخرت میں اور ان کے لیے تیار رکھا ہے ذلت کا عذاب) سچ اللہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں ان اللہ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے اخراجہ احمد و ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم و ابونعیم کلہم عن اوس بن ابی اوس الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وار د فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کلمہ روح القدس لم یؤذن للارض ان تأکل من لحمہ جس سے جبریل نے کلام کیا زمین کو اجازت نہیں کہ اُس کے گوشت پاک میں کچھ تصرف کرے اخراجہ الزبیر بن بکار فی اخبار المدینۃ وابن زبالبۃ عن الحسن مرسلا امام ابوالعالیہ تابعی نے کہا ان لحوم الانبیاء لا تبلیہا الارض ولا تأکلہا السباع انما کا گوشت زمین نہیں کھاتی نہ درندے گستاخی کر سکیں اخراجہ الزبیر والبیہقی اور رب العالمین جل مجدہ ان کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرماتے **وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ** جو خدا کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں اور فرماتے **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ** فرحین خبردار شہیدوں کو مردہ نہ جانو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں شاد شاد ہیں اور ایک سفیر مغرور مجبوبان خدا سے نفور خود حضور پر نور اکرم المجوبین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وسلم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے کہ یعنی میں بھی ایک دن مرکز میں ملنے والا ہوں قیامت میں انشاء اللہ تعالیٰ مرکز میں ملنے کا مرا الگ کھلے گا اور یہ جدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اسی ناپاک معنی کی برہمی جو تو نے یعنی کہہ کر محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کیا حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پر لا سرائے **الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ**

مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ بھلا جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے اور حضرت حق عزوجل فرماتا ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحبوب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دیدیا اُس سے لڑائی کا اخرجہ الامام البخاری عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ عن جبل اور حضور پر نور سید المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من عادی اولیاء اللہ فقد اذنتہ باللحارۃ جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی وہ سر میدان خدا کے ساتھ لڑائی کو نکل آیا اخرجہ ابن ماجہ والحاکم والبیہقی فی الزہد عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الحاکم صحیح ولا علة له اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی سچی محبت پر دُنیا سے اٹھائے امین بجاہم عندک یا ارحم الراحمین یا من احبہم فامرنا بحبہم حبیبہم الینا وحبینا الیہم یحبینا یا اہم یا اکوہم الا کوہم امین امین فسق مفتقر ہم او پر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی باقی تمام مسلمان شرک میں پڑ کر ہلاک ہو گئے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا سمعت الرجل یقول ہلک الناس فہو اہلک ہم جب تو کسی کو یوں کہتے ہو گئے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ اُن سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے اخرجہ احمد والبخاری فی الادب و مسلم وابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقت یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنیں وچنیں کہتے ہیں خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں اور اللہ جل جلالہ فرماتا ہے فہل یملک الا القوم الفاسقون ۝ کون ہلاک ہوا سو فاسق لوگوں کے پھر ان کے اشد الفاسقین سے ہونے میں کیا شبہ ہے والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ پھر ستم بر ستم یہ کہ وہ ان محرمات کا صرف ارتکاب ہی نہیں کرتے انھیں حلال و مباحات بلکہ افضل حسنات بلکہ اہم واجبات سمجھتے ہیں یہ سب اگر تاویل کا قدم در میان نہ ہوتا تو کیا کچھ ان کے بارے میں کہنا نہ تھا اللہ تعالیٰ نے یہ دین پر استقلال اور کلمہ طیبہ کا ادب و اجلال بمنہ و کرم ہم اہل سنت ہی کو عطا فرمایا ہے کہ بد مذہبان گمراہ ہماری تکفیر کریں ہم پاس کلمہ سے قدم باہر نہ دھریں وہ ہر حق اس فکر میں کہ کسی طرح ہم کو مشرک بنائیں ہم ہمیشہ اس خیال میں کہ جہاں تک ممکن ہو انھیں مسلمان ہی بتائیں۔ جیسے وہ بھوکے اونٹنی جس کے پیچھے ہری بولیں رہیں اور اُن میں شیر اور آگے صاف میدان پھر آباد شہر وہ بولوں کی ہریالی پر ہماری توڑ پٹی اڑتی جاتی ہے کہ خود بھی ہلاک ہو اور سوار کو بھی ہلکے میں ڈالے سوار چھینریں کرتا تا زیا نے لگاتا آگے بڑھتا ہے کہ آپ بھی نجات پائے اندر اُسے بھی بچالے ۝

ہوئی ناقصی خلفی وقد اعی الہوی وانی وایا ہا لمختلفان

منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہل حق و مبطلین کا فرق ظاہر و احمد للہ رب العلمین ۝ قُلْ كُلٌّ یَعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ ہُوَ اٰہْدٰی سَبِیْلًا ۝ تنبیہ عبارت مذکورہ غنیہ دیکھ کر بعض اذہان میں یہ خیال گزر سکتا ہے کہ طائفہ غیر مقلدین اگرچہ ان فسقیات کے عادی ہیں مگر وہ انھیں فسق جان کر نہیں کرتے بلکہ اپنے زعم میں کارِ ثواب و عینِ صواب سمجھتے ہیں یہ ان کی فہم کی کمی اور مذہب کی بدی ہے اس سے وہ بیباکی ثابت نہ ہوئی جس کی بنا پر امامت فاسق ممنوع ہوئی تھی کہ جب اُسے دین کا اہتمام نہیں تو کیا عجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا شرائط نماز سے کوئی اور شرط چھوڑ جائے اقول منہ امامت فاسق صرف اسی پر مبنی نہ تھا بلکہ اس کی بڑی علت وہ تھی کہ تقدیم میں علت اور فاسق شرعاً مستحق اہانت یہ بہر حال موجود بلکہ عیوب و ذنوب کو صواب و ثواب جاننے میں اور زیادہ

شدید الورد کہ اس سے سن ہزار چند ہو جاتا ہے تو اسی قدر استحقاق اہانت ترقی پائے گا اور اس کی ترقی پر اتنا ہی شائبہ امت میں جوش آئے گا مہذا جس نے تجربہ کیا ہے اس سے پوچھیے کہ دنیا دکن خاص امور دین میں اصاغر بالائے طاق ان کے اکابر و متدین میں جو شیخ بیباکیاں عظیم سفایاں پھیل رہی ہیں خدا نہ کرے کہ کسی فاسق سے فاسق کو بھی ان کی ہوا لگے کیا نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے اپنے ہمراہ فتوے میں دودھ کے چچا کو بھتیجی دلائی کیا نہ جانا کہ ان کے رشید شاگرد نے مطبوعہ رسالے میں حقیقی پھوپھی تک حلال بتائی کیا نہ کہ دوسرے شاگرد نے سوئی خال کو بھانجے کے حق میں مباح کر دیا اور اس آفت کے فتوے سے امتا صاحب نے اپنی ہمر کا نکاح کر دیا پھر امام العصر کا اجرت لے کر مسائل لکھا ایک ہی مقدمہ میں مدعی مدعا علیہ دونوں کے پاس حضرت کا فتویٰ ہونا کیسی اعلیٰ درجے کی دیانت ہے ان سب وقائع کی تفصیل بعض احباب فقیر نے رسالہ سیف المصطفیٰ علی ادیان الکافرا و رسالہ نشاۃ السکین علی حلون البقا السمین میں ذکر کی پھر بات بنانے کو اجا و اموات پر ہزاروں اقترا و بہتان کرنا فرضی کتابوں سے سند لانا خیالی عالموں کے نام گروہ لینا نقل عبارت میں قطع بریکرنا جرح محدثین کو نسب بدل لینا احادیث و اقوال کے غلط حوالے دینا اور ان کے سوا دیدہ و دانستہ ہزاروں قسم کی عیاریاں ان کے عمائد و متکلمین اپنی مذہبی تصانیف میں کر گزرے زائیں کھائیں الزام اٹھائے اور باز نہ آئے رسالہ سیف المصطفیٰ انھیں امور کے بیان و اظہار میں تالیف ہوا جس میں عزیزم مؤلف حفظہ اللہ نے اکابر طائفہ کی ایک سو ساٹھ دانتوں کو جلوہ دیا پھر کون گمان کر سکتا ہے کہ جرات و جرات میں ان کا پایا کسی فاسق سے گھٹا ہوا ہے مہذا آزما لیجیے کہ یہ حضرات جس مسئلہ میں خلاف کریں گے آرام نفس ہی کی طرف کریں گے کبھی وہ مذہب ان کے نزدیک راجح نہ ہوا جس میں ذرا مشقت کا پلہ جھکا تراویح میں ۲۰ رکعت چھوڑیں تو ۶۴ کی طرف دگے جو امام مالک سے مروی نہ چالیس لیں جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول اور امام اسحق بن راہویہ و اہل مدینہ کا مذہب تھا آٹھ پر گئے کہ آرام کا سبب تھا اور ان کے بعض مسائل کا نوبہ انشاء اللہ تعالیٰ عفریب آتا ہے مسلمانوں جب بیباکی وہ ہے کہ جو چاہا کہ دیانہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے کام اجماع ائمہ تو کس چیز کا نام ادھر آرام طلبی کا جوش تام تو کیا عجب کہ بے غسل یا بے وضو نماز جائز کر لیں خصوصاً جبکہ موسم سرما ہو اور پانی ٹھنڈا آخر یہ پھوپھی بھتیجی خالہ کی حلت سے عجب تر نہ ہو گا سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ع آزا کہ حیائیت از ویج عجب نیست : والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

دلیل سوم

اس کی تقریر میں اوگلا یہ مٹنیے کہ ان حضرات کی فقہی مسائل متعلقہ نماز و طہارت جو انھوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے کیا ہیں اور وہ علی الاطلاق مذہب راشدہ یا خاص مذہب خفیہ سے کتنے جدا ہیں محبت مولوی دسی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے فتوائے جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد میں عقائد غیر مقلدین نقل کر کے ان کے بعض عملیات بھی تلخیص کیے ہیں یہاں اسی کے چند کلمات بطور القاط لکھنا کافی سمجھتا ہوں مسئلہ (۱) پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بویا مزہ نہ بدے یواب صدیق حسن خاں بہادر شوہر ریاست بھوپال نے طریقہ محمدیہ ترجمہ دربرہ مصنف قاضی

شوکانی ظاہری المذہب مطبوعہ فاروقی دہلی کے صفحہ ۶۷ پر اس کی تصریح کی اس کتاب پر مولوی نذیر حسین صاحب نے مہر کی اور لکھا اس پر موصدین بے دھڑک عمل کریں اور دیباچے میں خود نواب مترجم لکھتے ہیں متبع سنت اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرے اور اپنی اولاد اور بی بیوں کو پڑھائے اور یہی مضمون فتح المغیث مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۵ میں ہے یہ وہی کتاب طریقہ محمدیہ ہے جس کا نام بدل کر نواب بھوپال نے دوبارہ و دوبارہ بھوپال اور لاہور میں چھپوایا اس مسئلے کا مطلب یہ ہوا کہ کو اس تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دیجیے پاک رہے گا مرنے سے وضو کیجیے نماز پڑھیے کچھ مضائقہ نہیں مسئلہ (۲) اسی فتح المغیث کے صفحہ ۵ اور طریقہ محمدیہ کے صفحہ ۱ میں ہے نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق مگر موت لڑکے شیر خوار کا اور لعاب ہے کتے کا اور لینڈ بھی اور خون بھی حیض و نفاس کا اور گوشت ہے سور کا

اور جو اس کے سوا ہے اُس میں اختلاف ہے اور اصل اشیا میں پاکی ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔ یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصہ کر دیا باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا جب تک نقل صحیح غیر معارض وارد نہ ہو میں کہتا ہوں اب مثلاً اگر کوئی غیر مقلد مرعی کے گوہ یا سور کے موت یا کتے کی منی سے اپنے چہرہ و ریش و بدنت و جامہ پر عطر و گلاب افشانی فرما کر نماز پڑھ لے یا یہ چیزیں کسی ہی کثرت سے پانی میں مل جائیں اگرچہ رنگ و مزہ و بو کو بدل دیں اور غیر مقلد صاحب اُس سے وضو کریں اصلاح حرج نہیں کہ آخر جائزہ بدن پر کوئی نجاست نہیں نہ پانی کے اوصاف کسی نجس نے بدلے پھر کیا مضائقہ ہے سب مباح و روا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ثم اقول آیه کریمہ قل لا اجد فیما اوحی الیّ محرماً علی طاعہ طیعہ الا یہ نہ کافی موجود اور جس طرح نجاست بے نقل صحیح غیر معارض ثابت نہیں ہو سکتی اور اصل اشیا میں طہارت ہے یہ وہی حُرمت کا ثبوت بھی ہے اس کے نہ ہوگا اور اصل اشیا میں اباحت تو غیر مقلد کو ان چیزوں کے نوش جان کرنے میں کیا مضائقہ ہے صغیر بر تو حلال ست تلاوت باد مسئلہ (۳)

نواب موصوف روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں شراب و مُردار و خون کی حرمت اُن کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے اھ ملخصاً شرعاً میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلاف شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سُنتا ہوں کہتا ہوں چھوٹا نہیں شراب کبھی بے وضو کیے قابل میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

جس میں شریعت جدیدہ کا خلاف بھی نہ ہوتا اور زیادت مبالغہ سے حسن شعر بھی بڑھ جاتا کہ بیتا نہیں سے چھوٹا نہیں میں کہیں زیادہ مبالغہ ہے مسئلہ (۴) نواب صاحب اپنے صاحبزادہ کے نام سے نبج المقبول من شرائع الرسول مطبوعہ بھوپال کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں مشقت منی از برائے استفادہ بودہ است نہ بنا بر نجاست و بر نجاست خمر و دیگر مسکرات دلیل کہ صالح مسک باشد موجود نیست و اصل در ہمہ چیز با طہارت ست و در نجاست حکم خوک خلاف ست و دم مسفوح حرام ست نہ نجس اھ ملخصاً مسئلہ (۵) اسی فتح المغیث کے صفحہ ۶ پر ہے کافی ہے مسح کرنا ہتھوں پر یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجیے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجیے وضو ہو گیا اگرچہ قرآن عظیم فرمایا کرے و اَمْسَحُوا بِرُؤُسِکُمْ اپنے سروں کا مسح کرو مسئلہ (۶) مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین ہدایت قلوب قاسیہ کے صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اُس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے مسئلہ (۷) فتاویٰ ابراہیمیہ صفحہ ۱۰۷ پر ابراہیم غیر مقلد مطبوعہ دھرم پرکاش الہ آباد کے صفحہ ۲ میں ہے وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے انھوں نے پاؤں کے مسئلے میں رافضیوں سے

بھی آگے قدم رکھا وہ بچا رہے بھی صرف جواز مانتے ہیں نہ افتراض واللہ المستعان علی شئ الرفاض وقوم شہ من الرفاض ثانیاً خیال کیجیے کہ انھیں اہلسنت کے ساتھ کس درجہ تعصب ہے اور تعصب وہ شے ہے کہ خواہی نخواہی آدمی نیش عقرب ہو کر بقاضائے طبع ایذا و ضرر پہ کرے کتا ہے اور جہاں تک بن پڑے شقاق و خلاف کو دوست رکھتا ہے اگر علانیہ نہ ہو سکے تو خفیہ ہی کوئی بات کر گزرے اور آپ ہی آپ دل میں منہس لے جھال روافض کی حکایات مشہور ہیں کہ ان کی مجالس مرتبہ میں جو جاہل سُنی جا بیٹھے انھوں نے قلتین کے چھینٹے شربت میں ملائے بعض اشقیانے اسمائے طیبہ پر چوں پر لکھ کر فرش کے نیچے رکھ دیے کہ سُنی بیٹھیں تو پاؤں کے نیچے آئیں اگرچہ نادانستہ ہی سہی پھر جہاں ایسا موقع ہاتھ لگا کہ کوئی خاص چیز کسی تہان یا حاجتمند سُنی ناواقف کے کھانے پینے کو پیش کی ظاہری تکلف حد سے گزرا اور بعض نجاسات قطعہ سے آلودہ کر دی یہ سب شاخیں تعصب کی ہیں پھر حضرت غیر مقلدین کا تعصب ان روافض سے کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ یہ دشمن تازہ ہیں اور ان کے حوصلوں کی نئی اُٹھان ہے اب ان کی بیباکی و جرات و مسائل مسالمت و شدت عداوت دیکھ کر نہ صرف احتمال قوی بلکہ ظن غالب ہوتا ہے کہ اگر یہ امام کیے جائیں ضرور اپنے ان بعض مسائل مذکورہ پر عمل کریں گے انھیں کیا غرض پڑی ہے کہ مذہب مقتدیان کی رعایت کر کے ان امور سے باز آئیں اور تعصب برت کر دل ٹھنڈا نہ کریں پھر بعض جگہ غسل وغیرہ کی مشقت اٹھانی ہو وہ نفع میں ثالثاً اب یہ غور کیجیے کہ علمائے دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اہل حق و ہدیٰ کے مذاہب مختلفہ مثلاً باہم حقیقہ و شافعیہ میں ایک کی دوسرے سے اقتدار کیا کلام کیا ہے یہ مسئلہ ہمیشہ سے معرکہ آرا رہا اور اُس میں تکرر شقوق و اختلاف اقوال بشدت ہوا ہیں یہاں طرف اس صورت سے غرض ہے کہ دوسرے مذہب والا جو نماز و طہارت میں ہمارے مذہب کی مراعات نہ کرے اور خروج عن الخلاف کی پردہ نہ رکھے اُس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے پہلے اس احتیاط و مراعات کے معنی سمجھ لیجئے بعض باتیں مذاہب راشدہ میں مختلف فیہ ہیں مثلاً فصد و حجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا ہمارے نزدیک جاتا ہے مس ذکر و مس زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا اُن کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے دو قلعہ پانی میں اگر نجاست پڑ جائے اُن کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا ہمارے نزدیک ہو جائے گا اُن کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے ہمارے یہاں ربع سر کا ضرور ہمارے مذہب میں نیت و ترتیب وضو میں فرض نہیں اُن کے نزدیک فرض و علی ہذا القیاس اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیے جس کے باعث اختلافِ علمائے واقع نہ ہو جب تک یہ احتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے تو محتاط شافعی فصد و حجامت سے وضو کر لیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے اور محتاط حنفی مس ذکر و مس زن سے وضو کر لیتے ہیں اور ترتیب و نیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہ کیا منع بھی تو نہ فرمایا پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی دوسرے پر نہیں اور کر لینے میں بالاتفاق طہار بوجائیں گے اور اپنے مذہب میں وضو علی الوضو کا ثواب پائیں گے جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے اور دوسرے مذہب کے خلاف و وفائے کام نہیں کھتے جمہور مشائخ کے نزدیک اُن کی اقتدا جائز نہیں کہ صحیح مذہب پر رائے مقتدی کا اعتبار ہے جب اس کی رائے پر خلل طہارت یا اور وجہ سے فساد نماز کا مظہر ہو یہ کیونکر ایسی نماز پر اپنی نماز بن کر سکتا ہے خانیہ و خلاصہ و سراجیہ و کفایہ و نظم و بحر الفتاویٰ و شرح نقایہ و مجمع الانہر و حاشیہ مرقی الفلاح وغیرہ کتب میں اس کی

لے بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف مثلاً یارنگ یا مزہ متغیر نہ ہو جائے ورنہ بالاتفاق ناپاک ہو جائے گا۔ ۱۲

تصریح فرمائی اور اسے علامہ سندھی پھر علامہ حلبی پھر علامہ شامی نے بہت مشائخ اور علامہ علی قاری نے عامہ مشائخ کرام سے نقل کیا فتاویٰ
 علمگیری میں ہے الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان اکامام یجامی مواضع الخلاف بان یتوضاً من الخارج النجس من غیر
 السبیلین کالفصد ولا یکون متعصباً ولا یتوضاً من الماء الرکک القلیل یغسل ثوبه من المنی ویفرک الیابس منه ویستحس برأسه
 رأسه هکذا فی النهایة والكفاية ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسة کذا فی فتاویٰ قاضی خاں ولا بالماء المستعمل
 هکذا فی السراجیه ام ملخصاً فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے اما الاقتداء بشافعی المذہب قالوا لا بأس به اذا لم یکن متعصباً
 وان یکن متوضاً من الخارج النجس من غیر السبیلین ولا یتوضاً بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسة ام ملخصاً فتاویٰ امام طاہر
 بن عبد الرشید بخاری میں ہے الاقتداء بشافعی المذہب ان لم یکن متعصباً ویکون متوضاً من الخارج من غیر السبیلین ولا یتوضاً
 بالماء الذی وقعت فیہ النجاسة وهو قد رقتین یجوز ام ملخصاً جامع الرموز میں ہے هذا اذا علم بالاحتراز عن مواضع الخلاف
 فلو شک فی الاحتراز لم یجز الاقتداء مطلقاً کما فی النظم فلا بأس به اذا لم یتعصب اسی لم یغض للحنفی او ساقی الکلام فی مسائل
 السراعاة فجمع وادعی ثم قال (اکل فی بحر الفتاویٰ شرح ملقی البحر میں ہے جواز اقتداء الحنفی بالشافعی اذا کان الامام یحیط
 فی مواضع الخلاف علامہ احمد مصری حاشیہ نور الایضاح میں فرماتے ہیں صحۃ الاقتداء اذا کان یحیط فی مواضع الاختلاف کما ان
 یجد والوضوح بخروج فحود مردان یمسح برأسه وان یغسل ثوبه من منی او یفرک اذا جفت الخ والاحتراز میں ہے قال کثیر من المشائخ
 ان کان عادته مراعاة مواضع الخلاف جاز ولا فلا ذکرہ السنندی المتقدم ذکرہ ح قلت وهذا بناء علی ان العبرة لرأی المقتدی
 وهو الاصحیح الخ اسی میں ہے فی رسالۃ الاہتداء فی الاقتداء لمن لا علی القاری ذہب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان
 یحیط فی مواضع الخلاف والا فلا اسی طرح اور کتب میں تصریح ہے بقی ان الشامی نقل عن القاری بعد قوله المذکور المعنی انه
 یجوز فی المرعی بغیر کراہۃ وفی غیرہ معها اقول وهذا یخالف تصریح الہندیۃ بعد الصحة لکن لا ینکر علی لانی انما
 عبرت بعدم الجواز الشامل للفساد وکراہۃ التحریم فینطبق علی تفسیر القاری وتصریح الہندیۃ جسیعاً والذی یتظہر لی
 وارجوان یکون هو الصواب انشاء اللہ تعالیٰ ان البطلان انما هو اذا علم عدم المراعاة فی خصوص الصلاة کما اختاره العلامة
 السفناقی وجزم بہ فی وترالدر وغیرہ والا فالصواب مع القاری فتصویر عدم العلم بالمفسد وتکرر لکونہ غیر محتاط وان حملت
 الصحة فی کلام الہندیۃ علی الجواز وان کان فیہ بعد فیترا فی القولان ومن الدلیل علی هذا الحمل ان صاحب الہندیۃ
 ادخل کلام قاضی خاں تحت مسئلۃ عدم الصحة وانما نص الخانیۃ کما سمعت تعلیل نفی البأس بتلك الشرائط فانما یفید
 بمفہوم المخالفة وجود البأس عند عدمها ووجود البأس لا یتلزم البطلان نعم هو مساوق لعدم الجواز بمعنی عدم الحل للجماع
 لکراہۃ التحریم ویؤید ذلك ما نص علیه العلامة الحلبي فی الغنیۃ الاختلاف انما هو فی الکراہۃ والا فلعلم الجواز یعنی الصحة الجماع

لہ قلت ای بحث تقع المسألة فیہ بنا علی نجاسة الماء المستعمل ۱۲ من ۳ قلت ای اذا بلغ حد المنع ۱۲ من ۳ قلت ای لا یجوزی باقل من ۱۲ من ۳
 قلت ای تسمیہ غیرہ کا ثانیۃ بالقلیل ۱۲ من ۳

ثم لا يذنب عنك ان الكراهة ههنا للتحريم اذ هو الذي يصح تفسير عدم الجواز به كما فعل القاري فافهم وتثبت هذا
ما ظهر لي وقد بقي خبايا والعبد الضعيف حقق الكلام في هذا المرام في فتاواه الملقبة بالعطايا النبويه في الفتاوى الرضويه
وبالله التوفيق بحسن الشرح كما به احتياط شافعي کے پیچھے نماز جموں المہ کے نزدیک ناجائز تو ان مبتدعین تہورین کو اہل حق و ہدایت سے
کیا نسبت ان کے پیچھے بدرجہ اولیٰ ناجائز و ممنوع تر ہونا چاہیے کیا لایحقی تنبیہ خانیہ و خلاصہ و نہایہ و کتایہ و بحر الفتاویٰ و شرح نقایہ
و ہندیہ کے نصوص سن چکے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اس کی تفسیر گزری کہ متعصب وہ جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو اب
غور کر لیجیے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین المہ دین سے کس قدر بغض شدید و کین مدید ہے خصوصاً جو عنایت حضرات حنفیہ
خصم اللہ بالظاہر حنفیہ کے ساتھ ہے بیان سے باہر تو ان روایات پر یہ جداگانہ دلیل ہوئی ان کی اقتدا ناجائز ہونے کی لکن قتال
المحقق فی الفتح لا یخفی ان تعصبہ انما یوجب فسقہ اھ اقول قد علمت ان عدم الجواز بمعنی عدم الحل الصادق بکراہۃ
التحریم وان الصلاة خلف الفاسق مکروہۃ تحریم فان اعيد الاشكال بما فی الهدیۃ اعدنا الکلام بما قد مناوہ یؤول
هذا الدلیل الی الدلیل الثانی کما لا یخفی و بهذا الحمل تكون الروایات مؤیدات لما حققنا من ان الکراہۃ خلف
الفاسق والمبتدع کراہۃ تحریم واللہ سبحنہ بكل شیء علیم -

دلیل چہارم

حضرت امام الامامہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں (جن میں لغزش موجب
کفر ہوتی ہے) یہ چاہے کہ کسی طرح اس کا مخالفت خطا کر جائے وہ کافر ہے کہ اس نے اس کا کافر ہونا چاہا اور مسلمان کو مبتلائے کفر
چاہنا رضا بالکفر ہے اور رضا بالکفر آپ ہی کفر علماً فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں فتح القدیر میں ہے قال صاحب المجتبى
واما قول ابی یوسف لا تجوز الصلاة خلف المتکلم فیمجوز ان یرید الذی قدرہ ابو حنیفہ حین رائی ابنہ حماد انما ظرفی الکلام
فنهاہ فقال رأیتک تناظر فی الکلام وتنہائی فقال کما تناظر وکان علی رؤسنا الطیر مخافة ان یزل صاحبنا وانتم
تناظرون وتريدون زلة صاحبکم ومن ا زاد زلة صاحبہ فقد اراد ان یکفر فهو قد کفر قبل صاحبه فهذا هو الخوض
المنهى عنه وهذا المتکلم لا یجوز الا قتداء به انتہی جب اس متکلم کے پیچھے نماز ناجائز ہوئی جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا

لہ اقول ایسے ہی شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ سے بغض رکھنے والا عذر من براہ اللہ من التعصب کہ اہل حق سے بغض نہ رکھے گا مگر بد مذہب اور بد مذہب کے پیچھے
نماز ممنوع ۱۲ منہ سلمہ کافر ہے یہ ادا کہ اس کفر کا اندیشہ ہے والیعا ذی اللہ تعالیٰ فی الخلاصۃ سمعت القاضي الامام (برید الامام ابو جلال قاضی خاں) ان اراد
تجیل انھم کفر قال و عندي لا یفر و یجشی علیہ الکفر اھ وقال العلامة بدر الرشید الحنفی فی رسالۃ فی کلمات الکفر فی المحيط من وصی کفر نفسہ فقد کفر ای اجماعاً
و کفر غیرہ اختلف المشائخ و ثم ذکر عن شیخ الاسلام ما حق ان یطرح علی الصدور و حاصلہ انہ انما یكون کفر اذا کان یستحقہ ثم قال (وقد عثرنا علی روایۃ ابی حنیفہ
ان الرضا کفر الغیر کفر من غیر تفصیل اھ قلت و ہی ہذہ الروایۃ الی ذکر فی المجتبى قال العلامة القاری بعد نقل ما فی رسالۃ البدر الجواب ان روایۃ ابی حنیفہ رحمہ اللہ
تعالیٰ اذا کان تہملۃ او عبارۃ مطلقۃ قلنا ان فصلنا و یتیمہ اعلیٰ مقتضى القول عدا حنیفہ ۱۰ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ سلمہ رہے -

یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامہ مومنین معاذ اللہ سب کفار و مشرکین ہوئے نہ سہی آخر اتنا تو اجلہ بد بیاس سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صد ہا برس سے لاکھوں اولیا علیا محدثین فقہاء عامہ اہلسنت واصحاب حق و ہدی غاشیہ تقلید المذہب الاربعہ پوش بہت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی کوئی شافعی کوئی مالکی کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت ان چار مذہب میں مختصر ہو گیا جیسا کہ اُس کی نقل سید علامہ احمد مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اول میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے معتمدین و مستندین طائفہ سے ہیں تفسیر منظری میں لکھتے ہیں اہل السنۃ قد افترقت بعد القرون الثلاثۃ او الاربعۃ علی اربعۃ مذاہب ولم یبق فی الفروع سوی ہذہ المذاہب الاربعۃ اہلسنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذہب پر تقسیم ہو گئے اور فروع میں ان مذاہب الاربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا (طبقات حنفیہ و طبقات شافعیہ وغیرہما تصانیف علما دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذہب کے مقلدین کیسے کیسے المذہب ہی واکابر محبوبان خدا گزرے جنہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مثلاً حنفی یا شافعی کہا اور ہمیشہ اسی لقب سے یاد کئے گئے اور ہمیشہ اپنے ہی مذہب پر فتوے دیے اور ہمیشہ اُسی کی ترویج میں دُفر لکھے یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک چنیں و چناں ہوئے جانے دو عمل نہ سہی قول تو مانو گے اُن جماعات کثیرہ علماء کو کیا جانو گے جنہوں نے تقلید شخصی کے حکم دیے اور یہی اُن کا مذہب منقول ہوا امام مرشد الانام بحیر غزالی قدس سرہ تعالیٰ احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں مخالفتہ للمقلد متفق علی کو نہ منکرنا بین المحصلین تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ نقل کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شیعہ و واجب الانکار ہے) شرح نقایہ میں کشف اصول امام بزدوی سے منقول من جعل الحق متعددہ کا ملعزلة اثبت للعامی الخیار من کل مذہب ما یراہ و من جعل واحد العلماء الزم للعامی اماما واحدا یعنی جن کے نزدیک مسائل نزاعیں حق متعدد ہے کہ ایک شے جو مثلاً ایک مذہب میں حلال دوسرے میں حرام ہو تو وہ عند اللہ حلال بھی ہے اور حرام بھی وہ تو عامی کو اختیار دیتے ہیں کہ ہر مذہب سے جو چاہے اخذ کر لے یہ مذہب معتزلہ وغیرہم کا ہے اور جو حق کو واحد مانتے ہیں وہ عامی پر امام معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علما وغیرہم کا ہے (علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق و اشباہ وغیرہما رسالہ کبار و صفائیں فرماتے ہیں اما الکبار فقلوا ہی بعد الکف الزنا واللواطۃ و شرب الخمر و مخالفتہ المقلد حکم مقلدہ اہ مختصرا یعنی کبیرہ گناہ علمائے یوں گناہے کہ عیاذ باللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا و اغلام و شراب خواری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا) ظل و دخل میں ہے علماء الفریقین لم یجوزوا ان یاخذوا العامی الحنفی الا بمذہب ابی حنیفہ والعامی الشافعی الا بمذہب الشافعی دونوں فریق کے علما یہ جائز نہیں رکھتے کہ عامی حنفی مذہب ابو حنیفہ یا عامی شافعی مذہب شافعی کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرے) شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ میں لکھتے ہیں المرجع عند الفقہاء ان العامی المنتسب الی مذہب لہ مذہب فلا تجوز لہ مخالفتہ فقہاء کے نزدیک ترجیح اس ہے کہ عامی جو ایک مذہب کی طرف انتساب رکھتا ہے وہ مذہب اُس کا ہو چکا اُسے اُس کا خلاف جائز نہیں) اب فرمائیے تمام منتہی فاضل جن سے امام غزالی ناقل کہ ترک تقلید شخصی کو منکر و ناجائز مانتے اکابر المذہب جن کے قول سے کشف کا کشف کہ تقلید امام معین کو واجب ٹھہراتے مشائخ کرام جن کے صحاب کلام سے صاحب بحر منقول کہ ترک تقلید شخصی کو گناہ کبیرہ کہتے علمائے فریقین و فقہائے عظام جن سے ظل و دخل و شاہ ولی اللہ عالمی کہ تقلید معین کی مخالفت ناجائز رکھتے یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے طور پر صریح کفار و مشرکین ٹھہرے

اس سے بھی درگزر و ان اللہ دین کی خدمات عالیہ میں کیا اعتقاد ہے جنہوں نے خود اپنی تصانیف جلیلہ و کلمات جمیلہ میں وجوب تقلید معین وغیرہ ان باتوں کی صاف صریح تصریحیں فرمائیں جو مختارے مذہب پر خالص کفر و شرک ہیں ان سب کو تو نام بنام تبیین اسم (خاک بدمان گستاخان) معاذ اللہ کافر و مشرک کہیے گا یہ نوجر رسالہ کو اطلاع اہل حق کے لیے ایک مختصر فتوے ہے جو اپنے منصب یعنی اظہار حکم فقہی کو نبیج احسن ادا کر چکا اور کرتا ہے اس میں ان اقوال وافرہ و نصوص مشکثہ کی گنجائش کہاں۔ مگر انشاء اللہ العظیم تو فیق ربانی مساعادت فرمائے تو فقیر ایک جامع رسالہ اس باب میں ترتیب دینے والا ہے جو ان اقوال کثیرہ سے جملہ صاحب کو ایک نئے طرز پر جلد دے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ غیر مقلدین کے اصول مذہبی کو ان کے مستندین ہی کے کلمات مستندہ سے ایک ایک کر کے متاصل کرے گا میں یہاں صرف ان اللہ دین و علمائے مستندین کے چند اسماء شمار کرتا ہوں جو خاص اپنے ارشادات و تصریحات کے رو سے مذہب غیر مقلدین پر کافر و مشرک ٹھہرے والیہذا بشتر رب العالمین ان میں سے ہیں امام ابو بکر احمد بن اسحاق جوزجانی تلمیذ التلمیذ امام محمد امام ابن السمعانی امام کیا ہر اسی امام اجل امام الحرمین امام محمد محمد محمد غزالی امام برہان الدین صاحب ہدایہ امام طاہرین احمد بن عبدالرشید بخاری صاحب خلاصہ امام کمال الدین محمد بن الہمام امام علی خواص امام عبدالوہاب شمرانی امام شیخ الاسلام زکریا انصاری امام ابن حجر مکی علامہ ابن کمال باشا صاحب الاضاح و اصلاح علامہ علی بن سلطان محمد قاری مکی علامہ شمس الدین محمد شارح نقایہ علامہ زین الدین مصری صاحب بحر علامہ عمر بن نجیم مصری صاحب نہر علامہ محمد بن عبداللہ غزالی قمر تاشی صاحب تنویر الابصار علامہ خیر الدین رملی صاحب فتاویٰ خیرہ علامہ سیدی احمد حموی صاحب غفر علامہ محمد بن علی دمشقی صاحب درو خرائن علامہ عبدالباقی زرقانی شارح مواہب علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین حسینی صاحب جواہر اخلاطی علامہ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی علامہ احمد شریف مصری طحاوی علامہ آفندی امین الدین محمد شامی صاحب منیہ صاحب سراجیہ صاحب جواہر صاحب مصفے صاحب ادب المقال صاحب تلخیص صاحب مجمع صاحب کشف مؤلفان علیگیر کہ باقر مؤلف امداد المسلمین پانسو علمائے حق یہاں تک کہ جناب شیخ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب فتاویٰ شفاء اللہ بانی پتی حقی کہ خود میاں نذیر حسین دہلوی اور ان کے اتباع و مقلدین گروہوں کہ اناھم اللہ من حیث کلایشعراون ۵ والحمد للہ رب العلمین ۵ اور لطف یہ ہے کہ ان میں وہ بھی ہیں جن سے خود امام العصر و دیگر متکلمین طائفہ نے براہ ہجرت و تجاہل استناد کیا اور ان کے اقوال باہرہ و کلمات قاہرہ کو جو اصول طائفہ کے صریح بیلگن تھے دامن عیاری میں چھپالیا میں انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ میں یہ بھی ثابت کروں گا کہ علمائے سلف سے ان کے استناد محض مغالطہ و تبلیس عوام ہیں ان کے مذہب کو ان سے اصلا علاقہ نہیں بلکہ خود ہی اقوال جنہیں اپنی سند ٹھہراتے ہیں ان کے اصول مذہب کی بنیاد گراتے ہیں مگر حضرات کو موافق و مخالف کی تیز بینی یا ہے تو قصداً اغوائے جہال کو سبز باغ دکھاتے ہیں میں بحول اللہ تعالیٰ اس رسالے میں یہ بھی تنبیہ کروں گا کہ اپنے مباحثہ میں ان حضرات کا تقلید شخصی کے وجوب و عدم وجوب کی بحث چھیڑ دینا ناکید و فریب دہیسیں بزیب ہے کہ اہل تعین و اصحاب تخیر دونوں فریق جواز تعین و عدم حرج کو تسلیم کیے ہوئے ہیں جن کے نزدیک سرے سے تقلید شرک و کفر ان کے مسلک سے اسے کیا تعلق وہ امر ابتدائی یعنی عدم شرک و جواز کو طے کر لیں اس کے بعد آگے چلیں یہ چالاک لوگ اپنے لیے راہ آسان کرنے کو ادھر سے ادھر طرفہ کر جاتے ہیں اور ہماری

طرف کے ذی علم ارتقاء اللعان اُس میں گفتگو کرنے لگتے ہیں حالانکہ اگر کشتن روز اول باید ابتدائاً ان ہوشیاروں کی راہ روکا جائے کہ پہلے شرک پھر جوست سے جان بچا لیجئے اُس کے بعد آگے قصد کیجیے۔ فریقین کے اقوال کے اقوال ان حضرات کے رد میں یک دل و یک زبان اور طرفین کے علما ان کے زعم پر معاذ اللہ مشرک و گمراہ ہوتے ہیں یکساں بلکہ میں بفضلہ تعالیٰ ثابت کروں گا کہ اقوال تخمیران کی رد و تکذیب میں اتم و اکمل ہیں پھر ان سے استناد دیا اُن کا تذکرہ عجب تماشا ہے میں بوند تعالیٰ یہ بھی واضح کروں گا کہ ان حضرات کو ابھی خود اپنا ہی مسلک منقح نہیں ہوا ہے متن قنص کلام متخالف احکام لکھتے اور جمل جیسا موقع پاتے ہیں ویسا ہی بیان کر جاتے ہیں دعویٰ میں کچھ دلیل میں کچھ اعتراض میں کچھ جواب میں کچھ کبھی ایک پائے پر قرار نہیں کرتے اور بیشک تمام اہل بدعت کا یہی دیر ہے خصوصاً جو اس قدر نو پیدا ہو کر آخو جتے جتے ایک زمانہ چاہیے میں یہاں اصل نزاع کی بحث و تحقیق میں نہیں ان کے اقتدا کا حکم واضح کرنا ہے لہذا اُس کی طرف رجوع مناسب بالکل اصلا محل شہ نہیں ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں کر دروں علما و اولیا و صلحا و اصفیاء بلکہ امت مرحومہ محمدیہ علی مولہا و علیہ الصلوٰۃ و التیمۃ کے دہل حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طائفہ تالفہ کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر وہ خود کافر ہے اور طرفہ یہ کہ اس فرقہ ظاہر یہ کو ظاہر احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعویٰ ہے امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی و اللفظ ملسلم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما اموی قال لایخیر کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال واکار جعت علیہ یعنی جو شخص کسی کفر کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جیسے کہ وہ حقیقہ کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پڑے گا صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا قال الرجل لایخیر یا کافر فقد باء بھا احدھا جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک کی رجوع اس طرف بیشک ہو امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس من دعا رجلا بالكفر او قال عدو الله و لیس كذلك الا حار علیہ و لا یرمی رجل رجلا بالفسق و لا یرمیہ بالكفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ كذلك جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کہنا اسی پر لپٹ آئے اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر لپٹا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا (ہذا مختصراً) امام ابن حبان اپنی صحیح میں بالتقاسیم و الا انواع میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما کفر رجل رجلاً قط الا باء بھا احدھما ان کان کافراً و الا کفر بتکفیرہ یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اُس سے نجات پا جائیں بلکہ اُن میں ایک پر ضرور گرے گی اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اُسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا (علما فرماتے ہیں یوں کسی کو مشرک یا زندق یا ملحد یا منافق کہنا علامہ عارف باللہ شہیدی عبدالغنی بن اسماعیل نالہی قدس سرہ القدسی حدیقہ زندہ میں یہ حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں من دعا رجلاً بالكفر بالله تعالیٰ او بالشک بہ و کذ لک بالزندقة و الا لحداد و النفاق الکفری اء ملخصاً اور زیر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کذ لک یا مشرک و نحوہ اقول و باللہ التوفین یہی خود

انہیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدو اللہ ہے اور عدو اللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی بیلتا ہے تو مشرک تو بہت بدتر بلکہ اجنبی انعام کفار سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی داخل اولیٰ رکھتا ہے۔ والیاء باللہ یعنی اللہ تعالیٰ وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے صبح ترک و ہند و در من آن بندہ کہ دوست و المرؤۃ یفیس علی نفسہ جب اس نے اسے کافر یا مشرک یا فاسق کہا اور وہ ان محبوب سے پاک تھا تو حقیقتاً یا وضاً ذمیمہ اسی کہنے والے میں تھے جن کا عکس اُس آئینہ الہی میں نظر آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اُس کریمہ بدنہ شکل کو آئینہ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامن آئینہ اس لوٹ و غبار سے صاف و منتر ہے یہ تو حدیث تھی جو حکم یقولون من خیر قول البریۃ ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا لا یجاوز تراقیہم اب فقہ کی طرف چلے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابو بکر اعلمش وغیرہ علمائے بلخ و بعض ائمہ بخارا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم احادیث مذکورہ پر نظر فرما کر اس حکم کو یوں مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجب کفر جانتے ہیں یہی سبب التعلیل نامی شرح در و غر مرقیٰ خسرو میں فرماتے ہیں لو قال للمسلم کافر کان الفقیہ ابو بکر الاعلمش یقول کفر وقال غیرہ من مشایخ بلخ لا یکفر واتفقت ہذا المسئلۃ ببخارا فاجاب بعض ائمۃ بخارا انہ یکفر فوجع الجواب الی بلخ انہ یکفر فمن افتی بخلاف قول الفقیہ ابی بکر رجع الی قولہ الخ ملخصاً رسالہ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر لعلی قاری میں ہے فوجع الکمل الی فتویٰ ابی بکر البلیخی وقالوا کفر الشاتم احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے ویلغی ان لا یکفر علی قول ابی الیث وبعض ائمۃ بخارا اور مذہب صحیح و معتد و مرجع فقہائے کرام تفصیل ہے کہ اگر بطور سب و دشنام بے اعتقاد تکفیر کیا تو کافر نہ ہوگا جیسے۔ یہاں کوں بے قید وں کو خربے بجام درگ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں در نہ کافر ہو جائے گا فتاویٰ ذخیرہ و فصول عمادی و شرح در و غر و شرح نقایہ برجندی و شرح نقایہ قستانی و نہر الفائق و شرح وہبانیہ علامہ عبدالبر و مختار و حلیۃ ندیہ و جواہر خلاطی و فتاویٰ علیگیری و رد المحتار وغیرہ کتب معتدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار و مختار للفتویٰ و مفتی ہے علیٰ فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اُسے کافر سمجھا اور وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہ وہ کافر ہے۔ اقول و باللہ التوفیق تو ضیح اس دلیل کی علی حسب مرامہم یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں فان الکفر و الاسلام علی طرفی النقیض بالنسبۃ الی الانسان لا یجتمعان ابدالاً لا یرتفعان قال تعالیٰ اِمَّا شَاکِرًا وَاِمَّا کَفُورًا و قال تعالیٰ وَمَا جَعَلْنَا لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ اَبٌ جَوْشَعٌ مِثْلًا ذِیْئُومِنٌ کَاکِفْرَتِہٖ اس کے یہ معنی کہ اُس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے نصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لا جرم یہ خاص اُسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید انصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر اب عبارات علما نے یہ میں ہے المختار للفتویٰ فی جنس ہذا المسائل ان القائل بمثل ہذا المقالات انکان اراد الشتم ولا یعقده کافر الا یکفر وان کان یعقده کافرًا فخطا بہ ہذا ابتداءً علی اعتقادہ انہ کافر یکفر کفائی الذخیرۃ انتہی زاد الشامی عن النہج عن الذخیرۃ لانه لما اعتقد المسلم کافرًا فقد اعتقد دین الاسلام کفرًا و مختار میں ہے عن الشاتم

بیا کافر و هل یکفر ان اعتقد المسلم کافر انعم والا لابه یفتی علامہ ابرہیم اخلاطی نے فرمایا المختار للفتویٰ فی جنس هذه المسائل ان القائل اذا اراد به الشتم لا یکفر واذا اعتقد کفر المخاطب یکفر لانه لما اعتقد المسلم کافر ان فقد اعتقد ان دين الاسلام کفر ومن اعتقد هذا فهو کافر علامہ عبد العلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا قد اختلف فی کفر من ینسب مسلماً الى الکفر ففی فضول العمادیۃ اذا قال لغيره یا کافر کان الفقیه ابو بکر الاعمش یقول یکفر القائل وقال غیره لا یکفر والمختار للفتویٰ فی جنس هذه المسائل الخ ذکر مثل ما مر عن الذخیرۃ بنقل الہندیہ والہم معاً سواء بسواء علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا المختار انہ لو اعتقد هذا الخطاب شتماً لم یکفر ولو اعتقدت الخطاب کفر لانه اعتقد الاسلام کفر کما فی العمادی وما فی المواقف انہ لم یکفر بالاجماع اريد به اجماع المتکلمین مجمع الاثر شرح منقح الابحر میں ہے قد فتن مسلماً بیا کافر و اراد الشتم ولا یعتقد کفر اذ انہ یعز رولا یکفر ولو اعتقد الخطاب کافر کفر لانه اعتقد الاسلام کفر علامہ عبد الغنی شرح طریقہ محمدیہ میں احکام سے ناقل المختار للفتویٰ (فذا کرعین ما مر عن ابو جندی و زاد) ومن اعتقد ان دين الاسلام مکفر یکفر اس مذہب مفتی بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ کو سخت دقت کہ یہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اس پر فتوے دیتے ہیں تو باتفاق ہر دو مذہب ان کا کفر جو نا لازم اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سبحن اللہ کہ کر دکنیافت چاہ کن را چاہ در راہ مسلمانوں کو ناحق مشرک کہا تھا احادیث صحیحہ و مذاہب ائمہ کرام و فقہائے عظام پر خود انھیں کے ایمان کے لالے پڑ گئے سہ

دیدم کہ خون ناحق پرواز شمع را چنداں اماں ندا کہ شب را سحر کند

ماذا اخاضک یا مغرور فی الخطر حتی هلکت فلیت النمل لم تقدر

مگر حاش شرم بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہیں جو چاہیں کہیں ہم زہار ان کو کفار نہ کہیں گے ہاں ہاں یوں کہتے ہیں اور خدا و رسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں خا طی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ضال ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر مہیات کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بد راہ نہیں اپنی جانوں کے دشمن ہیں عدوا اللہ نہیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کفوا عن اهل لا اله الا اللہ لا تکفروا و هم بذنب فمن کفر اهل لا اله الا اللہ فهو الى الکفر اقرب یعنی لا اله الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لا اله الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے اخرجہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلث من اصل الایمان الکفر عمن قال لا اله الا اللہ ولا یکفر بذنب لا یخرجہ من الاسلام بعمل الحدیث یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا اله الا اللہ کہنے والے سے زبان روکی جائے اُسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرۃ اسلام سے خارج نہ بنائیں اخرجہ ابو داؤد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاسلام یعلو ولا یعلی اسلام غالب ہے مغلوب نہیں اخرجہ اللہ الا فضی

والبیہقی والضیاء عن عائذ بن عمرو والمذنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تکفر واحد من اهل القبلة اهل قبلہ سے کسی کو کہ فرما کہ اخرجہ العقیلى عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد لا تکفر احد من اهل القبلة اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا لا یخرج الانسان من الاسلام الا بحود ما ادخلہ فیہ یاد ہے اور جب تک تاویل و توجیہ کی سب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہو جائیں مدعی اسلام کی تکفیر سے عمدتاً چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعہ سابقہ صلاح و دیانت طائفہ کے لیے پورا مرثیہ اور انھیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوائے نفس کو پالتے اور اُس کے آگے کیسا کیسا احادیث کو پس پشت ڈالتے ہیں هذا واقول یشہد للعبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ ان ہمنا فی کلمات العلماء اطلاقی موضع التقیید کا ہو اب اکثر من المصنفین فی غیر ما مقام وانما محل الکفار یا کفار المسلم اذا کان ذلک لا عن شبهة او تاویل والا فلا فانه مسلم بظاہرہ ولم یؤمر بشق القلوب والتطلع الی مکامن الغیوب ولم یغتر منه علی انکار شیء من ضروریات الدین فکیف یحجم علی نظیر ما یحجم علیہ ذلک السفیہ ہذا هو التحقیق عند الفقہاء الکرام لایضایذ عن بذلک من احاط بکلامہم واطلع علی مرامہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما اجمعین الا ترى ان الخوارج خذ لہما اللہ تعالیٰ قد الکفر و الامیر المؤمنین ومولی المسلمین علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم ہم عندنا لا یکفرون کما نص علیہ فی الدار المختار و بحر الرائق وردا المختار وغیرہا من معتبرات الاسماء واما ما مر من تقریر الدلیل علی التکفیر فانت تعلم ان لانہ المذہب لیس بمذہب واما الاحادیث فمؤولہ عند المحققین کما ذکرہ الشراح الکرام اقول ومن ادل دلیل علیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الحدیث المار فہو الی الکفر اقرب فلم یسمہ کافرا وانما قرہ الی الکفر لان الاجتزاء علی اللہ تعالیٰ بمثل ذلک قد یکون برید الکفر والعیاذ باللہ رب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خیر تاہم اس قدر میں کلام نہیں

کہ یہ حضرات غیر مقلدین و سائر اخلاف طوائف نجد یہ مسئلہ نوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہر کر ہزار ہا اکابر ائمہ کے طور پر کافر ہو گئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے والعیاذ باللہ بخندہ تعالیٰ علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں انہ یصیر ہر تداعلی قول جماعة و کفی بهذا خسارا و تقریظا تو حکم شرع ان پر تو بہ فرض اور تجدید ایمان لازم اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں فی الدار المختار عن شرح الوہبانیۃ للعلامہ حسن الشرنبلالی ما یکون کفر الا تقا قایبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد ذنی وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح المسلمت کو چاہیے اُن سے بہت پرہیز رکھیں اُن کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں انھیں شریک نہ کریں ہم اوپر احادیث نقل کر آئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالفت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بد مذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب منقلب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما مثل المجلس المصلح وجلس السوء کما مل المسک ونا فخر الکبر اما ان تبترع منه واما لا

وامان تجد منه ریحاً طيبة ونا فح الکبر امان یحرق ثیابک واما ان تجد منه ریحاً خبیثة نیک ہنشین اور بد جلس کی مثال یہ ہیں ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور وہ دوسرا دھونکنی دھونکتا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک مہیہ کرے گا یا تو اس سے خریدے گا اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو آئے گی اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا رواہ الشیخان عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مثل جلیس السوء مکمل صاحب الکبران لم یصیبک من سوادہ اصابتک من دخانہ یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لہار کی بھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا رواہ عنہ ابو داؤد والنسائی حاصل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما مثل القلب مثل ریشة الفلاة تعلقت فی اصل شجرة قلبها الريح ظهر البطن دل کو قلب اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے دل کی کمادت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پٹری کی جڑ سے ایک پڑ لپٹا ہے کہ ہوائیں اُسے پٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی اُٹا رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفظه عند ابن ماجہ مثل القلب مثل الریشة قلبها الريح بفلاة اسنادہ جید اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعتبار الارض باسمائها واعتبروا الصاحب بالصاحب زمین کو اس کے ناموں پر قیاس کرو اور آدمی کو اس کے ہنشین پر اخراجہ ابن عدی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً والبیہقی فی الشعب عند موقوف اولہ فہو اھدھا یدقی الی درجۃ الحسن اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاک وقرین السوء فانک بہ تعرف برے صاحب سے نکاح کہ تو اسی سے پہچانا جائے گا رواہ ابن عساکر عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست برخواست ہوتی ہے لوگ اُسے جیسا ہی جانتے ہیں اور بد مذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ مستبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہونا کہ ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ المقالة المسفہة عن احکام بدعة للمکفرہ میں ذکر کیں بالجملہ ہر طرح ان سے دوری مناسب خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں ماہرین یا عقل سے مجانب امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان منکم ان تقبل صلا تکر فلیؤمکم خیارکم اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہیے کہ تمہارا نیک تمہاری امامت کریں (حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرثد بن ابی مرثد غوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان منکم ان تقبل صلا تکر فلیؤمکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم وبن دیکو اگر تمہیں اپنی نماز کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہیے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہو کہ وہ تمہارے سفیر میں تم میں اور تمہارے رب میں) داؤد بن ابی اسنن میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اجعلوا اثمتکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم وبن دیکو اپنی نیکیوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے وصائل میں در بیان تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے) اقول والا حادیث وان ضحفت فقد تائیدت اذ عن ثلثة من الصحابة ورودت علیہم

جميعا رضوان المولى جل وعلا وتقديس وتعالى - الحمد لله الذي جعلنا من ذى القعدة من شهر ربيع الاول من سنة ۱۳۰۵ هجرية قديرة على صاحبها العتق صلاة وتحيية كود رسائے انتقام ہوئی - وصلى الله تعالى على خاتم النبیین بدار سماء المرسلین محمد وآله والا ئمة المجتهدین والمقلدین لهم باحسان الى يوم الدين والحمد لله رب العلمین والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتموا حکم -

بَابُ الْجَمَاعَةِ

مسئلہ - از میرٹھ خیر نگر دروازہ خیر المساجد مسئلہ مولوی ابوالعارف محمد صیب اللہ صاحب قادری برکاتی ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسجد خیر نگر دروازہ کا صحن محراب کے ہر دو جانب میں سادی نہیں ہے بلکہ دست راست کی جانب ۱۶ فٹ بڑھا ہوا ہے گرمی برسات وغیرہ میں جب نماز صحن مسجد میں پڑھی جاتی ہے تو جماعت اس سرے سے اُس سرے تک قائم ہوتی ہے جو محراب کی نسبت سے دائیں جانب ۱۶ فٹ متجاوز ہوتی ہے جس کا ایک خاکہ بھی مسئلہ خدمت ہے اب دریافت طلب یہ ہے کہ جب صحن مسجد میں جماعت قائم ہو جائے تو امام کو رعایت وسط صحن کی لازم ہے یا محاذات محراب ضروری ہے - بینوا توجروا

الجواب

امام کے لیے سنت متواترہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے اب تک یہود ہے وسط مسجد میں قیام ہے کہ صحن پوری ہو تو امام وسط صحن میں ہو اور یہی جگہ محراب حقیقی و متواتر ہے محراب صوری کہ طاق نما ایک خلا وسط دیوار قبلہ میں بنا نا حادث ہے اُسی محراب حقیقی کی علامت ہے یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اُس کا اتباع نہ ہوگا بلکہ مراعات تو وسط ضروری ہوگی کہ اتباع سنت و انتقام کراہت و اشتغال ارشاد حدیث تو سطوا الامام جوچیں مسجد میں مقف تھیں وہاں یہ محراب صوری ہوتی ہی نہیں جیسے الفضل المساجد مسجد الحرام شریف اور اس میں ہر مسجد کا صحن داخل ہے کہ باختلاف موسم مسجد متقل ہے فقہائے کرام درجہ سقف کو مسجد شتوی کہتے ہیں اور غیر سقف کو مسجد صیفی جب اُن کے وسط مطابق نہ ہوں تو ہر مسجد کے لیے اُس کا اپنا وسط معتبر ہے پس صورت مستفسرہ میں جبکہ مسجد صیفی مسجد شتوی سے سولہ فٹ جانب راست رائد ہے تو امام محراب صوری اندرونی کی محاذات سے آٹھ فٹ جانب راست ہٹ کر صحن میں کھڑا ہو کہ اس مسجد کی محراب میں قیام حاصل ہو در مختار میں ہے یصف الامام ویقف وسطا رایہ شرح ہدایہ میں ہے السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصحن الا تری ان المحادیب ما نصبت الا وسط المساجد وہی قد عینت لمقام الامام مبسوط امام بکر خواہر زادہ میں ہے لو قام فی احد جانبی الصحن یکرہ ولو کان المسجد الصیفی یجنب الشتوی وامتلاء المسجد یقوم الامام فی جانب المحاط لیستوی القوم من جانبيه الخاثرہاش) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از اردو نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئلہ مسئلہ محمد صادق علی خاں صاحب - رمضان شریف ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے باہر در میں جو مشرق کی جانب ہوتا ہے اُس میں تنہا امام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھانی کیسے

اور اکثر مساجد میں باہر کا صحن اندر کے صحن سے بہت نیچا ہوتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

امام کو دور میں کھڑا ہونا مکروہ ہے فی رد المحتار عن المعراج الدرایۃ عن سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی اکوہ للامام ان یقوم بین الساریتین پھر امام و مقتدی ان کا درجہ بدلا ہوتا کہ امام درجہ برتقت میں ہے اور ب مقتدی صحن میں یہ دوسری کراہت ہے کما فی جامع الرموز پھر اگر در کی کرسی صحن سے بقدر امتیاز بلند ہوئی تو یہ تیسری کراہت ہے کما فی الدال المختار و التفصیل فی فتاویٰ و ما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ڈھاکہ بنگالہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طالب العلم پر جو طلب علم دین کرتا ہے جماعت نماز بیجا نہ واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

علماء نے طالب و مشغول علم کو احیاناً ترک جماعت میں معذور رکھا ہے بچند شروط اُس کا اشتغال خاص علم فقہ سے ہو کہ مقصود اصلی ہے نہ نحو صرف و لغت و معانی و بیان و بدیع و غیرہ اگرچہ وجہ آیت داخل علم دین ہیں اور وہ اشتغال بدرجہ استفراق ہو جس کے سبب فرصت نہ پائے نہ یہ کہ اشتغال فقہ کا بہانہ کر کے جماعت کو ترک کرے اور اپنا وقت بطالت فضولیات میں گزارے جیسا کہ بہت طلبائے زمانہ کا اندازہ ہے یا حالت ایسی ہو کہ کسی وقت اہتمام جماعت کے سبب اُس کے کام میں حرج واقع ہو جس کا بند و بست نہ کر سکے نہ دوسرا وقت اس کا بدل سکتا ہو مثلاً ایک مجمع طلبہ کے ساتھ فقہ کا درس رکھتا ہے اگر اس جماعت کو جائے یہ جماعت نہ پائے پھر بائیں ہمہ کسل نفس کے لیے اس مسئلہ کو حیلہ بنا کر ترک جماعت پر مداومت نہ کرے بلکہ احیاناً واقع ہو ورنہ معذور نہ ہوگا بلکہ سختی تعزیر پھرنے کا درختار میں دربارہ اعذار ترک جماعت لکھا کہ الاشتغال بالفقہ لا یغیرہ کذا اجزم بہ الباقی تبعاً للہنسی الا اذا واطب تکاسلاً فلا یعد و یغیر۔ فوراً ایضاح و مرقا الفلاح میں ہے (و تکرار فقہ) لا یخول و لغت (بجماعت تفرغ) و لم ید اوم علی ترکھا قینہ کے لفظ ہیں من لا یحضرہا لاستغراق اوقاتہ فی تکرار الفقہ الخ علامہ شامی نے فرمایا ثم اشتغال لا یغیر الفقہ فی بعض من الاوقات عذر معتبر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پٹنہ عظیم آباد مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر صحن اول کے مقتدی امام کے ایسے متصل کھڑے ہوں کہ ان کے پیچھے امام کی ایڑی کے برابر ہوں یا ایک بالشت امام کی ایڑی سے پیچھے ہوں اس غرض سے کہ دوسری صف بھی مسجد کے اندر ہو جائے حالانکہ صحن میں جگہ ہے اور صف اول کا کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ ہو اس صورت میں کراہت ہوگی یا نہیں اگرچہ ہوگی تو کیسی کراہت ہوگی۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیشک کراہت تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے مرتکب آثم و گنہگار کہ امام کا صف پر مقدم ہونا سنت دائمہ ہے جس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی اور مواظبت دائمہ دلیل وجوب ہے اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کا

از تکاب گناہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں ترك التقدم لاما للرجال محرم وكن صرح الشارح وسماه في الكافي
مكروها وهو الحق اى كراهة تحريم لان مقتضى المواظبة على التقدم منه عليه الصلاة والسلام بلا ترك الوجوب فلعنه كراهة
التحريم اى في مقتضى فعله صلى الله تعالى عليه وسلم التقدم على الكثير من غير ترك الوجوب بحر الرائق میں ہے التقدم واجب
على الامام للمواظبة من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وترك الواجب موجب كراهة التحريم المقتضية للاشراق **قول** وبالله
التوفيق ظاہر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ تقدم ہمیشہ یوہیں تھا کہ صفت کے لیے پوری جگہ عطا فرماتے نہ وہ ناقص وقاصر تقدم
جو سوال میں مذکور ہوا دلیل واضح اس پر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکمیل صفت کا نہایت اہتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرج
چھوڑنے کو سخت ناپسند فرماتے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ارشاد ہوتا اقيموا صفوفكم وتراصوا فاني اراكم من وراء ظهري
اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں اخوجه البخاري والنسائي
عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه وسلم بلفظ اتصوا الصفوف فاني اراكم خلف ظهري نہ سری حدیث میں ہے سدوا الخلل
فان الشيطان يدخل فیما بینکم بمنزلة الخذف یعنی صفت چھدری نہ رکھو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی وضع پر اس چھوٹی ہوئی جگہ میں داخل ہوتا
ہے رواہ الامام احمد عن امامة الباهلی رضى الله تعالى عنه اور یہ معنوں حدیث انس رضى الله تعالى عنه سے بالفاظ عدیدہ مروی ہوا امام
احمد بسند صحیح ان سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں راصوا الصفوف فان الشيطان يقوم في الخلل یعنی صفیں خوب گھنی رکھو
جیسے انگ سے درزیں بھر دیتے ہیں کہ فرج رہتا ہے تو اس میں شیطان کھڑا ہوتا ہے نسائی کی روایات صحیح میں ہے راصوا صفوفكم وقاربوا بينها
وحاذوا بالاعتناق فالذي نفسي بيده اني لارى الشياطين تدخل من خلل الصفف كما تخال الخذف اپنی صفیں خوب گھنی کرو اور آپس پاس
کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک میں شیاطین کو رخزہ صفت میں داخل ہوتے دیکھتا ہوں
گو یا وہ بھیڑ کے بچے ہیں ابوداؤد طیالسی کی روایت میں یوں ہے اقيموا صفوفكم وتراصوا فالذي نفسي بيده اني لارى الشياطين
بين صفوفكم كما نفا غنم غنض گویا وہ بکریاں ہیں جھکے رنگ کی **فائدہ** بھیڑ بکری کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکثر دیکھا ہے کہ
جہاں چند آدمی کھڑے دیکھے اور دو شخصوں کے بیچ میں کچھ فاصلہ پایا وہ اس فرج میں داخل ہو کر ادھر سے اُدھر نکلتے ہیں یوہیں شیطان جب
صفت میں جگہ خالی پاتا ہے دلوں میں دوسرہ ڈالنے کو آگھٹتا ہے اور جھکے رنگ کی تنصیف شاید اس لیے ہے کہ حجاز کی بکریاں اکثر اسی رنگ
کی ہیں یا شیاطین اس دقت اسی شکل پر متشکل ہوئے۔ چوتھی حدیث میں اس تاکید شدید سے ارشاد فرمایا اقيموا الصفوف فانما يصفون
بصف الملائكة وحاذوا بين المنكبا وسدوا الخلل ولينوا بايدي اخوانكم ولا تذروا فرجات للشياطين ومن وصل صفا و
صله الله ومن قطع صفا قطعه الله یعنی صفیں درست کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صفت بندی چاہیے اور اپنے شانے سب ایک سیدھ میں
رکھو اور صفت کے رخنے بند کرو اور سلاخوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور صفت میں شیطان کے لیے کھڑکیاں نہ چھوڑو اور جو صفت کو وصل کرے اللہ
اُسے وصل کرے اور جو صفت قطع کرے اللہ اُسے قطع کرے رواہ الامام احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر والحاکم وابن خزيمة وصحاح
عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما وعند النسائي والحاکم عنه بسند صحيح الفصل الاخير اعني من قوله من وصل الخلد يث

ملائکہ کی صف بندی کا دوسری حدیث میں خود بیان آیا خرج علیہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال الا تصفون کما تصف
 الملائکۃ عند ربھا فقلنا یا رسول اللہ کیف تصف الملائکۃ عند ربھا قال یتون الصف الاول ویتراصفون فی الصف سید عالم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے باہر تشریف لاکر ارشاد فرمایا ایسے صف کیوں نہیں باندھتے جیسے ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بستہ ہوتے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول
 ملائکہ اپنے رب کے حضور کیسی صف باندھتے ہیں فرمایا اگلی صف کو پورا کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں اخوجہ احمد و مسلم
 و ابوداؤد و الذہبی و ابن ماجہ عن جابر بن سمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جانا یہ کہ اگر اگلی صف میں کچھ
 فرجہ رہ گیا اور بیٹیں باندھ لیں اب کوئی مسلمان آیا وہ اس فرجہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہے مقتدیوں پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے تو انہیں حکم ہے کہ
 دب جائیں اور جبکہ دیریں تاکہ صف بھر جائے فتح القدیر و بحر الرائق و مراۃ الفلاح و در مختار و غیرہ میں ہے واللفظ لشر نبلائی قال بعد
 ایراد الحدیث الرابع وبهذا یعلم جمل من یستسک عند دخول احد بجانبہ فی الصف یظن انه ریاء بل ہوا عانۃ علی ما امر بہ النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نہایت یہ کہ اگر اگلی صف والوں نے فرجہ چھوڑا اور صف دوم نے بھی اس کا خیال نہ کیا مگر اپنی صف گھنی کر لی اور
 بیٹیں بندھ گئیں حالانکہ ان پر لازم تھا کہ صف اول والوں نے بے اعتدالی کی تھی تو یہ پہلے اس کی تکلیل کر کے دوسری صف باندھتے اب ایک شخص آیا
 اور اس نے صف اول کا رخ نہ دیکھا اُسے اجازت ہے کہ اس دوسری صف کو چیر کر جائے اور فرجہ بھر دے کہ صف دوم بے خیالی کر کے آپ تقصیر دار
 ہے اور اس کا چیز نادرہ۔ قنیہ و بحر الرائق و شرح نور الایضاح و در مختار و غیرہ میں ہے واللفظ لشرح التوزیر لو وجد فرجۃ فی الاول لا لثانی
 لہ خرق الثانی لتقصیرہم بھر میں ہے لاحرمۃ لہم لتقصیرہم یہ ہیں اس رخ نہ بندی کے لیے پھیل صف کے نازیوں کے آگے گزرتا جائز ہے
 کہ انھوں نے خود اس امر عظیم میں بے پرواہی کر کے جس کا شرع میں اس درجہ اہتمام تھا اپنی حرمت ساقط کر دی۔ قنیہ میں ہے قام فی اخر صف
 و بینہ و بین الصفوف مواضع خالیۃ فلذل ان یردین ہدایہ لصل الصفوف لانه اسقط حرمۃ نفسه فلا یانقر المار
 بہن ید یہ حدیث میں ہے من نظر الی فرجۃ فی الصف فلیس دھا بنفسہ فان لم یفعل فمر مار فلیخط علی رقبۃ ونا نہ
 لاحرمۃ لہ یعنی جسے صف میں فرجہ نظر آئے وہ خود وہاں کھڑا ہو کر اسے بند کر دے اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو وہ اس کی گردن پر قدم
 رکھ کر چلا جائے کہ اس کے لیے کوئی حرمت نہ رہی اخوجہ الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ ہیں اگر صف دوم میں کوئی
 شخص نیچے باندھ چکا اس کے بعد اُسے صف اول کا رخ نہ نظر آیا تو اجازت ہے کہ عین نماز کی حالت میں چلے اور جا کر فرجہ بند کر دے کہ پیش قیام
 حکم شرع کے امتثال کو دافع ہوئی ہاں دو صف کے فاصلہ سے نہ جائے کہ مٹی کثیر ہو جائے گی علامہ ابن امیر الحاج علیہ میں ذخیرہ سے ناقل
 ان کان فی الصف الثانی فرأی فرجۃ فی الاول فمشی الیھا لم تفسد صلاتہ لانه مامور بالمراصۃ قال علیہ الصلوۃ والسلام
 تراصوا فی الصفوف ولو کان فی الصف الثالث تفسد علامہ ابن عابدین رد المحتار میں فرماتے ہیں ظاہر التعلیل بالامرانہ یطلب
 منه المشی الیھا تامل ثم اقول و باللہ التوفیق یہ احکام فقہ و حدیث باعلیٰ نہ اندازی کہ وصل صفوف اور ان کی رخ نہ بندی اہم
 ضروریات سے ہے اور ترک فرجہ ممنوع و ناجائز یہاں تک کہ اس کے دفع کو نازی کے سامنے گزر جانے کی اجازت ہوئی جس کی بابت حدیثوں
 میں سخت نہی وارد تھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو یعلم العاربین یدی المصلی ما ذاعلیہ لکان ان یقف اربعین

خیر اللہ من ان یربین ید یہ اگر نمازی کے سامنے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کتنا گنہ ہے تو چالیس برس کھڑا رہنا اس گزر جانے سے اُسکے حق میں بہتر تھا اخرجہ الاثمہ احمد والسنة عن ابی جھیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الحافظ فی بلوغ المرام ووقع فی البزاس من وجہ اخراربعین خریفا قلت والاحادیث یفسر بعضها بعضا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو یعلم احدکم ماله فی ان یربین یدی اخیه معترضا فی الصلاة کان لان یقیم مائة عام خیر له من الخطوة التي خطاها اس میں تئیس برس کھڑا رہنا اُس ایک کام رکھنے سے بہتر فرمایا رواہ احمد وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام طحاوی فرماتے ہیں پہلے چالیس ارشاد ہوئے تھے پھر زیادہ تعظیم کے لیے تئیس فرمائے گئے تیسری حدیث میں ہے لو یعلم الماربین یدی المصلی لاحتب ان یکسر فخذہ ولا یربین ید یہ اگر نمازی کے آگے گزرنے والا دانش رکھتا تو چاہتا اس کی ران ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سامنے سے نہ گزرے۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ عن عبد الحمید بن عبد الرحمن منقطع۔ چوتھی حدیث میں ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا صلی احدکم الی شئ یستره من الناس فاراد احد ان یجتاز بین ید یہ فلیدفعه فان ابی فلیقاتله فانما هو شیطان۔ جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور کوئی سامنے سے گزرنا چاہے تو اُسے دفع کرے اگر نہ مانے تو اُس سے قتال کرے کہ وہ شیطان ہے اخرجہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الحدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر ہے کہ ایسا شدید امر جس پر یہ تشدیدیں اور سخت تشدیدیں ہیں اُسی وقت رد کرکھا گیا ہے جب دوسرا اس سے زیادہ اشد اور اشد تھا کما لا یخفی ایک دلیل اس وجوب اور فرج رکھنے کی کراہت تحریمی پر یہ ہے دلیل دوم احادیث کثیرہ میں صیغۃ امر کا وارد ہونا کما سمعت وما ترکک لیس باقل مما سدرت اس لیے ذخیرہ وحلیہ میں فرمایا انہ مامور بالامراصة۔ فقہ القدر و بحوالائق وغیرہا میں فرمایا سد الفرجات مأمور بہ فی الصف اور اصول میں برہن ہو چکا ہے امر مفید وجوب ہے الا ان یصرف عنہ صارف ولیل سوم علی تصریح فرماتے ہیں کہ صف میں جگہ چھوٹی ہو تو اور مقام پر کھڑا ہونا مکروہ ہے فی الخانیة والدار المختار وغیرہما واللفظ للعلاء لوصلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صفہ مکانا مکروہا لقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجة اور کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے الا اذا دل دلیل علی خلافہ کما نص علیہ فی الفقہ والبحر وحاشی الذر وغیرہما من تصانیف الکرام الغر ولیل چہارم احادیث سابقہ میں حدیث رابع کے وعید شدید من قطع صفا قطعہ اللہ علامہ طحاوی پھر علامہ شامی زیر عبارت مذکورہ درمختار فرماتے ہیں قول لقیامہ فی صف الخهل الکراہۃ فیہ تنزیہیۃ او تحمیۃ ویؤشد الی الثانی قول علیہ الصلوۃ والسلام ومن قطعہ اللہ انتہی فافہم جب یہ امر واضح ہو گیا تو اب صورت مذکورہ سوال میں دوسری وجہ کراہت تحریم کی اور ثابت ہوئی ظاہر ہے کہ جب امام و صف اول میں صرف اس قدر فاصلہ قلیلہ چھوٹا تو بالیقین صف اول ناقص رہے گی اور امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ چھوٹے گی وہ بھی ایسی جسے وجہ تنگی مقام کوئی بھر بھی نہ سکے گا تو یہ فعل ایک مکروہ تحریمی کو مستلزم اور جو مکروہ تحریمی کو مستلزم ہو خود مکروہ تحریمی ہے محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد عبارت منقولہ صدر جواب کے فرماتے ہیں واستلزم معاذکر ان جماعة النساء تکرہ کراہۃ تحریم لان ملزوم متعلق بالحکم اعنی الفعل المعین ملزوم لذلك الحکم انتہی۔ بحکمہ اللہ اس تحقیق انیق سے چند سائل

نفیسہ ثابت ہوئے اولاً امام کا صف پر تقدم جو نبض ہدایہ و کافی وغیرہ واجب ہے وہ صرف ٹھوڑا آگے بڑھ جانے سے ادا نہیں ہوتا جب تک پوری صف کی جگہ نہ چھوٹے ثانیاً ہر صف میں اول سے آخر تک دوسری صف کے لیے صف کامل کی جگہ بچنا واجب ہے ثالثاً کسی صف میں فرج رکھنا مکروہ تحریمی ہے جب تک اگلی صف پوری نہ کر لیں صف دیگر ہرگز نہ باندھیں رابعاً صورت مذکورہ سوال دو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے ایک ترک تقدم دوسری بقائی فرج خامساً اکثر واقع ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی تھا دوسرا آیا بائیں ہاتھ کو کھڑا ہو گیا یہاں تک تو کراہت تنزیہی تھی لکن السنۃ بھرا اور لوگ بھی آتے اور یہیں برابر کھڑے ہو جاتے ہیں نہ امام آگے بڑھتا ہے نہ مقتدی پیچھے ہٹتے ہیں یہ صورت مکروہ تحریمی ہے کہ اگرچہ ایسے مقتدی کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے داہنی جانب بالکل اس کے محاذی کھڑا ہو نہ متاخر اور یہ سنت عوام میں صد ہا سال سے متروک ہے اکیلا بھی امام سے کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوتا ہے امام نسفی کافی شرح دانی میں فرماتے ہیں الواحد یقوم عن یمینہ - ای ان کان مع الامام واحد وقف عن یمین الامام لانه علیہ الصلوۃ والسلام صلی بابن عباس فاقامہ عن یمینہ ولا یتأخر عن الامام فی ظاہر الروایۃ وعن محمد انہ یضع اصابعہ عند عقب الامام وهو الذی وقع عند العوام انھی قلت وعوام زماناً قد تعدوا حتی خرجوا عن روایۃ محمد ایضاً کما هو مشاہد۔ پھر جو بعد کو آئے وہ اس مقتدی کی محاذات میں کھڑے ہوں گے جس کے باعث امام کو قدرے تقدم رہے گا اس صورت میں وہ توسط جس کی نسبت درمختار میں فرمایا لو توسط اثنین کمرہ تنزیہا وتنحیما لو اکثر اگر نہ بھی مانا جائے تاہم اس صورت میں کراہت تحریم ہی رہے گی کہ توسط نہ سہی فرج رکھنا اور صف کامل کی جگہ نہ چھوڑنا خود موجب کراہت تحریمی ہے یہ مسائل واجب الحفظ ہیں اکثر اہل زمانہ اُن سے غافل ولعلک لا تجد هذا للتحقیق الخطیر بهذا الا یضاح والفقیر فی غیر هذا الفخیر والحمد لله علی ما علمنا الله سبحانه وتعالی اعلم۔

مسئلہ - یکم جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صف میں دوڑ کر کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُسے صف سے دوڑ یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے فان صلاة الصبی المميز الذی یفعل الصلاة صحیحة قطعاً وقد امر النبی صلی الله تعالی علیہ وسلم بسد الفرج والتراص فی الصفوف ونهی عن خلافہ بنہی شدید اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علیاً سے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کے صاف اجازت دیتے ہیں درمختار میں ہے لو واحد دخل الصف من الفلاح میں ہے ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الوجال بعض بے علم جو ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اُسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جهالت ہے اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برا کر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و خطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔

فتح القدر میں ہے اما محاذاة الامر دفع صرح الكل بعدم افساده الامن شذو ولا مفسك له في الرواية ولا في الدراية والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدہ اتموا حکم۔

مسئلہ - از ہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مسئلہ حافظ عمر جلیل ۱۶ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں (۱) اگر کوئی نماز کسی وجہ سے دہرائی جائے تو وہ شخص کہ نماز مشکوکہ میں شریک نہیں تھا وہ عبادت ثانیہ میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں (۲) امام فرض پڑھا رہا ہے ایک مقتدی دوسری یا تیسری رکعت میں ملا تو اس کا جو چھوٹ گیا ہے باواز بلند پڑھے یا آہستہ (۳) قضا عمری کو امام وداع جمعہ کو فجر سے عشا تک بھر پڑھا دے تو سب کی عمر بھر کی قضا کیا ادا ہو جائے گی - (۴) نماز جمعہ میں اگر کوئی شخص تشدد میں شریک ہو تو نماز ہوگی یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

(۱) نماز اگر ترک فرض کے سبب دہرائی جائے نیا شخص شریک ہو سکتا ہے ورنہ نہیں (۲) عمل تصریح فرماتے ہیں کہ مسنون اپنی چھوٹی ہوئی رکعات میں مغفوب ہے اور تصریح فرماتے ہیں کہ مفرد کو جہری رکعتوں میں جہر جائز بلکہ افضل ہے مگر اس میں یہ دقت ہے کہ مفرد کا جہر اور کے شامل ہونے کا داعی ہوگا اور یہ دعوت خیر ہے کہ دونوں کو جماعت مل جائے گی لیکن مسنون کا جہر کہ ناواقف کو شرکت کی طرف داعی ہو امر ناجائز کی طرف داعی ہوگا اور اس کا وہ عمل باطل جائے گا لہذا یہ ہی اصوب معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہر نہ کرے۔ (۳) یہ قضا عمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز و باطل ہے (۴) سلام سے پہلے جو شریک ہو گیا اُسے جمعہ مل گیا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی ابھی التحیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہو گیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات پوری کر لے یا اتنی ہی پڑھ کر چھوڑ دے - بینوا توجروا

الجواب

ہر صورت میں پوری کر لے اگرچہ اس میں کتنی ہی دیر ہو جائے لان الشہد واجب والواجب لا یتروک لسنة والمسئلة منصوب علیہا فی الحانیتہ وغیرہا فی کتب العلماء واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از فیض آباد مسئلہ منشی احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینیر ریلوے ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ (۱) زید مسجد یا خلافت آں نماز فرض پڑھا رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہونے یا ہو جانے کے بکر تنہا یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صفت پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نے نہ بنے کیا حکم ہے اُن کی نماز کا۔ یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے باواز بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا۔ آیا وہ نماز درست ہوئی اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کر کے وہ نماز اعادہ کرے مفصل فرمائیے (۲) اگر بیڑا یا عورت یا نابالغ یا شیعیہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے آیا اُسی محلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ۔ کیا اس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے - بینوا توجروا۔

الجماعات

(۱) اگر زید قابل امامت تھا اور انھیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انھوں نے اقتداء کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولی ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولی ہوئی تو گنہگار ہوئے اور اگر زید قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہو اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لیے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کیے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی نیت توڑ دے باقی جماعت معدومہ کی تحصیل کے لیے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں۔ (۲) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازیر ٹھکبہ دروازہ کارخانہ داروغہ یاد آئی صاحب مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ کی نسبت کیا حکم ہے یہاں بعض لوگوں کو اس کی ممانعت میں تشدد ہے جماعت اولی کے بعد آٹھ آٹھ دس دس آدمی جمع ہو جاتے ہیں مگر جماعت نہیں کرتے برابر کھڑے ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے۔ بلیوا تو جو روا

الجماعات

(۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے جس کے لیے اہل معین نہیں جب تو بالاجماع اُس میں تکرار جماعت باذان جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں (۲) اور اگر مسجد محلہ ہے تو اگر اُس کے غیر اہل جماعت کر گئے ہیں تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز (۳) یا اول اہل ہی نے جماعت کی مگر بے اذان پڑھ گئے (۴) یا اذان آہستہ دی تو اُن کے بعد آنے والے باذان جدید و رجسنت اعادہ جماعت کریں (۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرأت وغیرہ یا فسق یا کفایت مذہب کے باعث جماعت اولی فاسدہ یا مطلقاً مکروہہ یا باقی ماندہ لوگوں کے حق میں غیر اکمل واقع ہوئی جب بھی انھیں اعادہ جماعت سے مانع نہیں یہ سب صورتیں تو قطعی یقینی ہیں اب رہی ایک صورت کہ مسجد مسجد محلہ ہے اور اُس کے اہل بر وجہ سنون اذان دے کر امام تطبیق موافق المذہب کے پیچھے جماعت کر چکے اب غیر لوگ یا اہل محلہ ہی سے جو باقی رہ گئے تھے آئے انھیں بھی اُس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ظاہر اردایہ سے حکم کراہت نقل کیا گیا اور علامہ محقق اجل مولیٰ خسرو نے درود غرہ اور مدق اکمل علامہ محمد بن علی دمشقی حنفی نے خزائن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اُس صورت میں ہے جب یہ لوگ باذان جدید جماعت ثانیہ کریں ورنہ بالاجماع مکروہ نہیں اور اسی طرف در مختار میں اشارہ فرمایا اور ایسے ہی منہج وغیرہ میں تصریح کی اور قول محقق منہج یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اذان جدید کے ساتھ اعادہ جماعت کریں تو مکروہ تحریمی ورنہ اگر محراب نہ بدلیں تو مکروہ تنزیہی ورنہ اصلاً کسی طرح کی کراہت نہیں یہی صحیح ہے اور یہی ماخوذ للفتویٰ در مختار میں ہے یکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام له ولا مودن رد المحتار میں ہے عبادتہ فی الخرائن اجمع مما هنا ونصہا یکرہ تکرار الجماعة فی مسجد محلة باذان واقامة الا اذا صلی بها فیہ ولا غیر اہلہ لکن بخلافہ الاذان ولو کمر اہلہ بدوہا او کان مسجد طریق جازاً جماعاً کما فی مسجد لبس له امام ولا مودن

و یصلی الناس فیہ فجاءوا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة علیہ کہانی امالی قاضی خاں اہ و نحوه فی الدرس
والمراد بمسجد المحلة ماله امام و جماعة معلومون کہانی الدرس وغیرہا قال فی المنبع والتقلید بالمسجد المختص بالمحلة
احتراز من الشارع وبالأذان الثاني احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغیر اذان حیث یباح اجماعاً اہ ثم قال اعنی
الشامی بعد ما نقل الدلیل علی الکراهة مقتضی هذا الاستدلال لا کراهة التکرار فی مسجد المحلة ولو بد من اذان و یؤیدہ
ما فی الظہیریہ لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی فیہ اہلہ یصلون وحداناً و هو ظاهر الروایة اہ وهذا مخالف للحکایة
الاجماع المارة الخ وقال قبل هذا فی باب الاذان بعد نقل عبارة الظہیریہ فی آخر شرح المنیة وعن ابی حنیفة لو كانت
الجماعة اکثر من ثلثة یکرہ التکرار والا فلا وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الھیئة الاولى لا تکرہ والا تکرہ وهو الصحیح وبالعدل
عن المحراب فتختلف الھیئة کذا فی البزازیة اہ و فی المتأخرات عن الولوالجیة وبہ ناخذ اُسی میں ہے قد علمت ان الصحیح
انہ لا یکرہ تکرار الجماعة اذا لم تکن علی الھیئة الاولى بالجملہ جماعت ثانیہ جس طرح عامہ بلاد میں رائج و معمول در و منبع و خزان شروح
معتدہ کے طور پر تو بالاجماع اور عند التحق قول صحیح و مفتی بہ پر بلا کراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے بتجدید اذان نہیں کرتے اور محراب
ہٹ ہی کر کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پر لازم کہ ائمہ فتویٰ جس امر کی ترجیح و تصحیح فرمائے اُس کا اتباع کریں درمختار میں ہے اما نحن فعلمنا
اتباع ما دجوه و ما صححوہ کما لو ا فتونا فی حیاتہم پھر خلاف صحیح مذہب اختیار کر کے اسے ناجائز و ممنوع بتانا اور اُس کے سبب
لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو گنہگار ٹھہرانا محض بیجا ہے ثم اقول حال زمانہ کی رعایت اور مصلحت و وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب علمائے فراتے ہیں
من لم یعرف اہل زمانہ فهو جاہل اب دیکھیے نہ کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کو شش و کاوش سے یہ تو نہ ہو کہ عوام جماعت اولی کا التزام
تام کر لیتے رہا دی کہ کچھ آئے کچھ نہ آئے ہاں یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ دس دس جو رہ جاتے ہیں ایک مسجد میں ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر ناحق
روافض سے مشابہت پاتے ہیں حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے زمانے میں ایسی مشابہت پیدا ہونا درکنار خود جماعت کی برکات عالمیہ
ظاہریہ و باطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا جس کے ڈر سے عوام خواہی خواہی جماعت اولی کی کو شش کرتے اب وہ خون بالائے طاق اور
اہتمام التزام معلوم۔ جماعت کی جو قدرے وقت نگاہوں میں ہے کہ اگر رہ گئے اور تنہا پڑھی ایک طرح کی بخلت و نہامت ہوتی ہے جب بغتوی
مفتیان ہی انداز رہے اور گروہ کے گروہ اکیلے اکیلے پڑھا کیے تو ایک تو مرگ انبوہ جس نے دار و دوسرے شدہ شدہ عادت پڑ جاتی ہے چند روز میں
یہ رہی سہی وقت بھی نظر سے گر جائے گی اور اُس کے ساتھ ہی ہستی و کاہلی اپنی نہایت پر آئے گی اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر اگر پہلی جماعت
وقت ہوئی ایسی دیر تو نہ کیجیے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی و نہامت کا صدر اٹھائیں جب یہ ہوگا کہ جماعت تو آخر ہو چکی اول ہو چکی اب
جماعت تو ملنے سے رہی اپنی اکیلی نماز ہے جب جی میں آیا پڑھ لیں گے یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے لاؤ گھری میں سہی یا ہذا ائمہ فتویٰ رحمہم
تبارک و تعالیٰ کچھ سوچ سمجھ کر ترجیح و تصحیح فرمایا کرتے ہیں من و تو سے اُن کے علوم وسیعہ و عقول رفیعہ لاکھوں درجے بلند و بالا ہیں روایت و دایت
و مصالغ شریعت و زمانہ و حالت کو جیسا وہ جانتے ہیں دوسرا کیا جائے گا پھر اُن کے حضور دخل در عقولات کیسا فائدہ اللہ العالی و ولی
الایادی اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور بعد ذیل پختہ مولیٰ عزیز و جلیل اگر تفصیل کیجیے رسالہ مبسوط ہوتا ہے لیکن عذر خانہ اگر کس است

یکھو بس است تنبیہ مگر یہ اُن کے لیے ہے جو اچانک کسی عذر کے باعث حاضری جماعت اولیٰ سے محروم رہے نہ یہ کہ جماعت ثانیہ کے بھروسہ پر قصداً بلا عذر مقبول شرعی جماعت اولیٰ ترک کریں یہ بلاشبہ ناجائز ہے کماحقہ فی فتاویٰ دینا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از دین مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ۱۳۰۳ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ دو جماعت در یک مسجد در یک وقت بلا علیٰ پس نماز مصلین جماعت ثانیہ جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب

در جواز یعنی صحت شک نیست اگرچہ باوصف علم باشد آری بحال علم جواز یعنی حل نیست مگر آنکہ امام اول ناشر یا امامت باشد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کلکتہ دھرم تہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ جماعت جو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے جیسے پانچ چھ مقتدی امام کے برابر کھڑے ہیں یا امام کی آستین کینوں تک چڑھائی ہوئی ہیں یا وہ کلام مجید صحیح نہیں پڑھتا اُس میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

غلط خوانی امام اگر تاحد فساد ہے جب تو ظاہر کہ اُس جماعت میں شرکت نہ کی جائے کہ شرفادہ جماعت و نماز ہی نہیں اور اگر صرف اس قدر کہ مثلاً حرف صحیح تو خوب ادا کر لیتا ہے مگر پورے اوصاف زائدہ مثل تغیم و ترفیق لام و را وغیرہا نہیں ادا ہوتے یا اظہار و انخافا مد و قصر و تحقیق و تمیل وغیرہا اُن قواعد تجوید کی رعایت نہیں کرتا جس کی مراعات اگرچہ تجویداً واجب ہو فقہاً صحت نماز کے لیے کچھ ضرور نہیں تو ضرور شریک ہو کہ جماعت کا ترک یا اُس سے اعراض صرف اتنی بات پر ہرگز روا نہیں ہو ہیں اگر جماعت کراہت تحریم پر مشتمل ہو تو شرکت ذکر کے فان سلب المقاصد اہم من جلب المصالح اور اگر صرف کراہت تنزیہ ہو جیسے امامت فاسق غیر معلن میں تو اگر دوسری جماعت پاکیزہ ملے اُس میں بھی شرکت نہ چاہیے در نہ شریک ہو جائے کہ ترک جماعت کراہت تنزیہی سے اشد ہے بخلاف کراہت تحریم کہ اُس کا مرتبہ قل سنیت جماعت پر ترک جماعت سے بدتر اور مسلک معتد یعنی وجوب جماعت پر مہر و برابر ہے فی حاشیۃ الحللی نشر الشامی علی الدر الجامعۃ واجبة فقدم علی ترک کراہۃ التنزیہ وفیہ فی المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعۃ لانه فی غیرہا یجد اماما غیرہ اہ قال فی الفتح و علیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصو علی قول محمد المفتی یہ لانه بسبیل الی التحول اہ وفی الدر عن النضر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اہ فی رد المحتار افاد ان الصلاۃ خلفہما اولیٰ من کلا نفر ادا و وفیہ لو انتظر امام مذبذب بعبید عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکمل من سذۃ الجماعۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کلکتہ دھرم تہ نمبر ۶ مرسلہ غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی برابر کھڑا ہے دوسرا اور آیا نہ وہ مقتدی اول پیچھے ہٹا ناام آگے بڑھا تو یہ اُس مقتدی کو نیت باندھ کر کھینچے یا بے نیت باندھے۔ بینوا توجروا

الاجوام

دونوں صورتیں جائز ہیں فتح القدیر سے مستفاد کہ نیت باندھ کر کھینچنا اولیٰ ہے اور خلاصہ میں تصریح فرمائی کہ پہلے کھینچ کر نیت باندھنی مناسب ہے بہر حال دونوں طریقے روا ہیں فتح کی عبارت یہ ہے لواقندی واحد باخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولو جذبہ قبل التکبیر لا یضوہ خلاصہ کا نص یہ ہے ینبغی ان یجذب احدا من الصف فی المسجد اذ فی الصلوة اولاً ثم یکبر مگر میان واجب التنبہ یہ بات کہ کھینچنا اسی کو چاہیے جو ذی علم ہو یعنی اس مسئلہ کی نیت سے آگاہ ہو ورنہ نہ کھینچے کہ مبادا وہ بسبب ناواقفی اپنی نماز فاسد کر لے تحقیق منع اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے کلام کرنا مفید ہے یہ ہیں اللہ و رسول کے سوا کسی کا کہنا ماننا جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس اگر ایک شخص نے کسی نمازی کو پیچھے کھینچا یا آگے بڑھنے کو کہا اور وہ اُس کا حکم مان کر ہٹا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندھ چکا ہو اور اگر اس کے حکم سے کام نہ رکھا بلکہ مسئلہ شرع کے لحاظ سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں اگرچہ اس کہنے والے نے نیت نہ باندھی ہو اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس کے کہتے ہی فوراً حرکت نہ کرے بلکہ ایک ذرا تاہل کر لے تاکہ بظاہر غیر کے حکم ماننے کی صورت بھی نہ رہے جب فرق صرف نیت کا ہے اور زمانہ پر جمل غالب تو عجیب نہیں کہ عوام اس فرق سے غفل ہو کر بلا وجہ اپنی نماز خراب کر لیں ولہذا علما نے فرمایا غیر ذی علم کو اصلاً نہ کھینچنے اور یہاں ذی علم وہ جو اس مسئلہ اور نیت کے فرق سے آگاہ ہو درمختار میں ہے لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فقدّم فسدت بل یکثّر ساعة ثم یقصد ثم یقدم بذا یہ قہستانی معزیا للزہدی رد المحتار میں ہے فی المصحح بعد ان ذکر لوجذبہ اخر فتاخر الا صحیح لا یفسد صلاتہ وفي القنیة قبل لمصل مفرد تقدم فقدّم بامور فسدت وعلاہ فی شرح القدوری بانہ امثال لغير الله تعالى اہ کلام المصنف و ذکر اللہ نبالی ان امثاله انما هو لا مر رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یضراہ قال ط لوقیل بالتفصیل بین کونہ امثال امر الشارع فلا یفسد و بین کونہ امثال امر الداخل مراعاة لحاطرة من غیر نظر لا امر الشارع ففسد لکان حسنا اہ ما فی رد المحتار ملقطاً **اقول** و هذا التفصیل صما تری من الحسن بمکان بل ہوا المحمل لکلمات العلماء وبہ یحصل التوفیق وبالله التوفیق درمختار میں ہے یجذب احدا لکن قالوا فی زماننا تو کہ اولیٰ خزائن الاسرار میں ہے ینبغی التفویض الی رأى المبتلى فان رأى عالما جذبہ رد المحتار میں ہے ہو توفیق حسن اختارہ ابن وہبان فی شرح منظومہ رہا یہ کہ جب نہ مقتدی ہٹے نہ امام بڑھے نہ وہ ذی علم ہو کہ یہ کھینچ سکے یا مثلاً امام قعدہ اخیرہ میں ہو جہاں ان باتوں کا محل ہی نہیں تو ایسی صورت میں اُس آنے والے کو کیا کرنا چاہیے اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو اُس کے بائیں ہاتھ پر یہ مل جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہونا صرف خلاف اولیٰ ہے قال الشامی الظاہر ان هذا اذا لم یکن فی القعدة الا خيرة والاقتدی الثالث عن یسار الا امام ولا تقدم ولا تاخر اور اگر پہلے سے دو ہیں تو یہ پیچھے شامل ہو جائے کہ امام کی برابر تین مقتدیوں کا ہونا مکروہ تحریمی ہے فی الدردلو توسط اثنتین کرۃ تنزیہا و تنجیہا لو اکثر مراتی الفلاح میں ہے جذب عالما بالحکم لا یتاذی بہ ولا قام وحده اہ **قلت** فارشد الی القیام وحده صونا لصلوة غیرہ عن الفساد المحتمل فکیف اذا کان فیہ صون صلاة نفسه وغیرہ جمیعاً عن الخلل المتیقن الموجب للاعادة والله تعالیٰ اعلم۔

الْقِلَادَةُ الْمَرْصَعَةُ فِي نَحْرِ الْأَجُوبَةِ الرَّابِعَةِ

۱۲ ۱۳ ہجری

مسئلہ - ازکان پور بازار میدہ دکان نور بخش و محمد سلیم مرسلہ مولوی شفیع الدین صاحب لکھنؤی تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری
۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ

بخدمت مجمع کمالات عقلیہ و نقلیہ جناب احمد رضا خاں صاحب دامت افضالہم السلام علیکم ایک استفتا خدمت شریف میں مرسل ہے پہلا جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا دوسرا جواب مولوی قاسم علی مراد آبادی نے لکھا ہے چونکہ دونوں جوابوں میں مخالفت ہے لہذا ارسال خدمت شریف میں کیا گیا ہے جو جواب صحیح ہو اُس کو ٹھہر و دستخط سے مزین فرمائیں اگر دونوں جواب خلاف تحقیق ہیں تو جناب علیحدہ جواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ ما جوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالیٰ ان مسئلوں میں کہ (۱) ایک شخص اپنے ایک پیسے مزدور ہے چونکہ اُس کو شب کو دوبارہ مسجد میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص مسجد میں قبل اذان و جماعت کے اپنی نماز عشا ہمراہ ایک شخص کے اقامت کہہ کر پڑھ لیتا ہے پس شخص مذکور کو جماعت کا ثواب ہوگا یا نہ۔ اور جو جماعت مع اذان کے بعد کو ہوگی اُس میں کچھ کراہت ہوگی یا نہ۔ (۲) ہمراہ شخص مذکور کے جو نماز پڑھتا ہے تو وہ بعد والی جماعت بسبب فوت ہونے تہجد کے ترک کرتا ہے جائز ہے یا نہ۔ (۳) ایک شخص ہمیشہ قیلوہ اس طرح کرتا ہے کہ اُس کی ظہر کی جماعت اولیٰ ترک ہو جاتی ہے اور عذر اُس کا خوف فوت تہجد ہے جائز ہے یا نہ۔ (۴) چند شخصوں کو کوئی ضرورت درپیش ہے وہ چند شخص قبل اذان و جماعت اپنی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھیں جائز ہے یا نہ۔ بینوا تو جبر و

جَوَابِ کَانَ پُور

جواب سوال اول - نفس جماعت کا ثواب ملے گا مگر جماعت اولیٰ کی تفصیل سے محروم رہے گا جماعت اولیٰ وہی ہوگی جو اذان و اقامت سے اس کے بعد ہوگی اور اُس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ **جواب سوال دوم** خوف فوت تہجد ترک جماعت اولیٰ میں عذر نہیں ہے۔ **جواب سوال سوم** یہ عذر ترک جماعت ظہر نہیں ہو سکتا۔ **جواب سوال چہارم** ضرورت شدیدہ میں ترک جماعت اولیٰ جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

اشرف علی
ازگرہ اولیا

جَوَابِ مُرَادِ اَبَاد

جواب سوال اول کا یہ ہے کہ شخص مندرجہ ہال کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے ثواب جماعت اصلاً نہ ہوگا اس لیے کہ اذلاً تو

مذور ہے جماعت ساقط ہے بلکہ بلاجماعت امید حصول ثواب بوجہ مذوری کے ہے کما فی الہندیۃ وتسقط الجماعة بالاعتذار حتی لا تجب علی المریض والمقعد والزمن ومقطوع الید والرجل من خلاف والمفلوج الذی لا یستطیع المشی والشیخ الکبیر العاجز او کان قیما للمریض او یحتاج ضیاع ماله انتھی ملخصاً ومعمداً اس شخص کا بغیر اذان واقامت کے جماعت کرنا علی الخصوص ایسے شخص کے ساتھ کہ وہ شرعاً مذور نہیں ہے موجب کراہت تحریم کا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے ویکوہ اداء المکتوبۃ بالجماعة فی المسجد بغیر اذان واقامة ونیز درانت الاذان سنة لاداء المکتوبۃ بالجماعة وقیل انه واجب الصحیح انه سنة موکدة پس حصول ثواب نفس جماعت کماں بلکہ بوجہ ترک سنت موکدہ کے موجب معصیت ہے کما قال العلامة الشامی صرح العلامة ابن نجیم فی رسالته المولفة فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریم من الصغائر وصرح ایضاً باختم شرطاً لا یسقط العدالة بالصغیرۃ الادمان اور جماعت بعد کوع اذان ہوگی وہ بلا کراہت ہوگی کما مر فقط۔

جواب سوال دوم کا یہ ہے کہ جواب سوال اول سے بخوبی مرہن ہو گیا کہ شرعاً یہ جماعت مکروہ تحریم ہے پس دوسرے شخص کا اس مذور کے ساتھ قبل اذان کے بخون فوت نماز تہجد کے نماز پڑھنا ترک کرنا جماعت کا ہے اور ترک جماعت کہ سنت موکدہ قریب واجب کے ہے واسطے ادائے صلوۃ تہجد کے کہ سبب ہے درست نہیں اس واسطے کہ ترک سنت معصیت ہے برخلاف امر مندوب کہ وہ معصیت نہیں درمختار میں لکھا ہے ومن المندوبات رکعتا السفی والقدر ومنه وصلوة اللیل علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں قال فی البحران الظاهر من کلامہ ان الاثم منوط بترك الواجب او السنة الموكدة لتصریحهم بان ثم من ترك سنن الصلوات الخمس علی الصحیح وتصریحهم بان ثم من ترك الجماعة مع انها السنة الموكدة علی الصحیح فقط **جواب سوال سوم** بہتر یہ ہے کہ بخون فوت تہجد کے اس قدر قیلولہ نہ کرے کہ جو موجب ترک فضیلت جماعت اولیٰ کا ہووے و ہذا اگر کرے تو جائز ہے بشرطیکہ جماعت ترک نہ ہو جائے کہ جماعت ثانیہ ہوگی اس لیے کہ ہمارے اساتذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قول محقق یہی ہے کہ جماعت ثانیہ بلا کراہت درست ہے اور مساوی ہے ثواب میں نفس جماعت اولیٰ کے اور جماعت اولیٰ اولیٰ ہے چنانچہ میرے استاد دو کامل ومحدث والد ماجد قدس سرہ کا اثبات جماعت ثانیہ کے بارہ میں ایک رسالہ مبوط ہے من شاء فلیطلع علیہا بناؤ علیہ واسطے ادائے نماز تہجد کے کہ اعلیٰ درجہ کی سبب ہے اس قدر قیلولہ کرنا کہ جس سے جماعت اولیٰ ترک ہو جائے مطلق جماعت بلاشبہ جائز ہے اس لیے کہ فضیلت جماعت کی مساوی فضیلت تہجد کے نہیں ہے بلکہ کمتر ہے من شاء فلیطلع الاحادیث المرویۃ فی هذا الباب من الصحاح واحسان فقط **جواب سوال چہارم** بحالت عذر شرعی کے بھی قبل اذان کے مسجد میں جماعت کرنا اشخاص مندرجہ سوال کا درست نہیں مگر وہ ہے البتہ بعد اذان کے درست ہے کما فی الہندیۃ ویکوہ اداء المکتوبۃ بالجماعة فی المسجد بغیر اذان واقامة یہی حکم مورسولہ کا کہ تحریر ہوا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط

العجوب صحیحہ والمحبیح نجیحہ

قاسم علی خلعت
مولانا محمد عالم علی

منظیر سنہ ۱۳۰۶
شکستہ محمد گل

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَدُّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى صَاحِبِ الْقَفْلَةِ
وَالِإِلهِ وَصَحْبِهِ ۝ أَوْلَى الْبَرَاءَةِ وَسَائِرِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ۝ **جواب سوال اول و چارم**
ہاں فعل مذکور کردہ و محظوظ ہے نہ اس وجہ سے کہ محدثوں سے جماعت ساقط یا اسے بے جماعت ثواب ثابت کہ **اَوَّلًا** تطہر و جب
نہ جواز بلکہ جماعت افضل و عزیزیت و فی رد المحتار قول من غیر خروج قید لكونها سنة مؤكدة او واجبا فبالجرح یرفع الائمہ
ویرخص فی ترکها و لکنہ یفوته الا فضل الخ ثانیاً نہ بے جماعت ثواب جماعت مانع جماعت ہشتان مابین الحکمہ و الحقیقہ
سورہ اخلاص ثلث قرآن عظیم کی برابر ہے کیا تین بار اسے پڑھنے والا ختم قرآن سے ممنوع ہوگا جماعت عشا قیام نصف شب اور جمعہ
فجر قیام تمام ییل کے مساوی ہے کیا یہ نمازیں جماعت سے پڑھنے والا اچھائے ییل سے باز رکھا جائے گا شرع میں اس کی نظائر ہزار
در ہزار ہیں **فی** الحدیث المتواتر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قل هو الله احد تعدل ثلث القرآن اخرجہ مالک
واحمد والبخاری وابوداود والنسائی عن ابی سعید الخدری والبخاری عن قتادة بن النعمان واحمد ومسلم عن ابی الدرداء
ومالك واحمد ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه والحاكم عن ابی ہریرۃ واحمد والترمذی وحسنہ والنسائی
عن ابی ایوب الانصاری واحمد والنسائی والضیاء فی المختارۃ عن ابی بن کعب والترمذی وحسنہ عن ابن بن مائد
واحمد وابن ماجه عن ابی مسعود البدری و فی الباب عن عبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عمرو ومعاذ بن جبل وجابر
بن عبد اللہ وعبد اللہ بن عباس و ام کلثوم بنت عقبہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم **مالک** واحمد ومسلم
عن امیر المومنین عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی العشاء فی جماعۃ
فکانما قام نصف لیلة ومن صلی الصبح فی جماعۃ فکانما صلی اللیل کلہ **ثالثا** نہ ایسی حالت میں بے ادائے جماعت ثواب جماعت
منا ثابت قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدر والعلامة ابراہیم الحبلی فی الغنیہ فی مسأله الاعسی و قول النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم له ما اجد لك رخصة معناه لا اجد لك رخصة تحصل لك فضيلة الجماعة من غیر
حضورها لا الايجاب علی الاعسی لانه علیہ الصلوة والسلام رخص لعثمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی ما فی
الصحيحین **تنبيه اقول** استشهدنا انما هو بجما افا من عدم حصول الفضيلة ولو للعد و ربدون الحضور وفيه
ايضا تفصيل يعلم بالرجوع الى المطرق وغيرها اما كون معنى الحديث هذا فعندى محل نظير فانه من جميع طرق الحديث
ففى صحيح مسلم عن ابی ہریرۃ قال اتى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجل اعسى فقال يا رسول الله انه ليس لى

له رواه عنه الطبرانی فی الكبير ۱۲ من ۱۱۰ رواه الطبرانی فی الكبير ۱۲ من ۱۱۰ رواه الطبرانی فی الكبير ۱۲ من ۱۱۰ رواه الطبرانی فی الكبير ۱۲ من ۱۱۰
ابو عبد اللہ ۱۲ من ۱۱۰ رواه الطبرانی فی الكبير ۱۲ من ۱۱۰ رواه الطبرانی فی الكبير ۱۲ من ۱۱۰ رواه الطبرانی فی الكبير ۱۲ من ۱۱۰

قائد یقودنی الی المسجد فسأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان يرخص له فيصلى في بيته فوخص فلما ولى دعاه فقال تسمع النداء بالصلاة فقال نعم قال فاجب واخرجه السراج في مسنده مبينا فقال ان ابن امر مکتوم الاعشى الحديث وعند الحاكم عن ابن مکتوم قلت يا رسول الله ان المدينة كثيرة الهوام والسباع قال تسمع صي على الصلوة صي على الفلاح قال نعم قال فحميد لا وعند احمد وابن خزيمة والحاكم عن بسند جيد ايسعنى ان صلى في بيتي قال التمع القائمة قال نعم قال فأتها وفي اخرى قال فأتها ولم يرخص له وللبيهقي عنه سأل ان يرخص له في صلاة العشاء والفجر قال هل تسمع الاذان قال نعم مرة او مرتين فلم يرخص له في ذلك وله عن كعب بن عجرة جاء رجل فمر بالی النبی صلى الله تعالى عليه وسلم فيه ابلغك النداء قال نعم فاذا سمعت اجب ولا حمد والی یعلی والطبرانی فی الاوسط وابن حبان عن جابر واللفظ له قال التمع الاذان قال نعم قال فأتها ولو جوا فكان ذلك فيما نرى والله تعالى اعلم انه رضى الله تعالى عنه لم يكن يشق عليه المشى وكان يمتدى الى الطريق من دون حرج كما يشاهد الآن في كثير من العميان ثم راجعت الزرقاني على المؤطا فرأيت نص على ذلك نقلا فقال جملة العلماء على انه كان لا يشق عليه المشى وحده لكثير من العميان اروج يترج بحث العلامة الشامي حيث بحث ايجاب الجمعة على امثال هؤلاء فقد يظهر لي وجوبها على بعض العميان الذي يمشى في الاسواق ويعرف الطرق بلا قائد ولا كلفة ويعرف اى مسجد اراده بلا سؤال احدا لانه حينئذ كالمرضى القادر على الخروج بنفسه بل ربما تلحقه مشقة أكثر من هذا تامل اهد ثم رأيت التمام النوى نقل في شرح مسلم ما ذكر المحققان من معنى الرخصة عن الجمهور فقال اجاب الجمهور عنه بانه سأل هل له رخصة ان يصلى في بيته وتحصل له فضيلة الجماعة بسبب عذره فقيل لا قال ويؤيد هذا ان حضور الجماعة يسقط بالعذر باجماع المسلمين ودليله من السنة حديث عتب بن مالك الخ **اقول** وقد علمت ما في هذا التأييد فان الشان في ثبوت الحرج له رضى الله تعالى عنه ولعل عتب بن مالك ممن يتخرج بالمشى وحده دون ابن امر مکتوم رضى الله تعالى عنها ثم ان الامام النوى استشعر ورود قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فاجب فاجاب باحتمال انه بوجي تنزل في الحال وباحتمال تغير اجتهاده صلى الله تعالى عليه وسلم وبان الترخيص كان بمعنى عدم الوجوب وقوله فاجب ندب الى الافضل **اقول** اما الاولان فتسليم للقول واما حمل فاجب على الندب فخلافت الظاهر لا سيما مع بقاءه على سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فافهم والله تعالى اعلم رايعا سبب قطع نظريتي في هذا عند من في المحضو في عند المصنفين في المشايخ **اولا** وهي ايتان جماعت بے اذان کہ در باب استئذان موکہ اذان اگرچہ مواہب الرحمن و مرا فی الفلاح و رد المحتار کے اطلاقات بہت وسیع ہیں و یار ضحا کہتیر من روایات المبسوط والمحیط والحاشیة والبرازیة والہندیة وغیرہا من المعبرات حتی نفس رد المحتار و مشر و حہ الدار المختار کما بینا فیما علقتا علی ہامشہ مگر اس قدر بلا شہر ثابت کہ نماز پجگانہ سے نماز تقویٰ لہ دخلت الجمعة و خرجت صلوة العیدین والکسوت والجنابة والاستسقاء وغیرہا والفوائت وجماعة النساء والعصیان والعبيد والعراة و جماعة البیوت والنساء ومستند کل ذلك مذکور فیما علقتا علی رد المحتار ۱۱ منہ غفر لہ

رجال احرام غیر عراۃ مسجد میں باجماعت ادا کریں اُس کے لیے سوا بعض صورتیں کے وقت میں اذان کا پہلے ہولینا سنت ہو کہہ قریب ہو جب تک اور بے اُس کے جماعت کر لینا مکروہ و گناہ یہاں تک کہ یہ جماعت شرعاً اصلاً معتبر نہیں اس کے بعد جو جماعت باذان واقامت ہوگی وہی پہلی جماعت ہوگی بلکہ علماء فرماتے ہیں اگر کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کر لی کہ آذان اذان اوروں کو نہ پہنچی تو ایسی جماعت بھی داخل شمار و اعتبار نہیں نہ کہ جب سرے سے اذان دی ہی نہ جائے و حیز امام کر دہی میں ہے ویکرہ للرجال اداء الصلوۃ بجماعۃ فی مسجد بلا اعلامین لا المفازۃ والکروم والبیوت الخ **اقول** قولہ بلا اعلامین ای بدون الجمعۃ بینہما بنافی الکراہۃ ہوالایتان بہما لا باحدہما بدلیل قولہ لا فی المفازۃ الخ فان ترک اعلام الشرع مکروہ مطلقاً ولو فی المفازۃ وقد نص علی الاساءۃ فی ترکہما دروغر علامہ مولیٰ خسرو میں ہے (یأتی بہما) ای بالاذان والاقامۃ (المسافر والمصلی فی المسجد جماعۃ) فی بیتہ بصر وکرہ للاول (ای المسافر (ترکھا) ای الاقامۃ (وللثانی) ای المصلی فی المسجد (ترکہ) ای الاذان (ایضاً) ای کلاقامۃ علیگیر یہ میں ہے لوصلی بعض اہل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل موزن والا مام وبقیۃ الجماعۃ فالجماعۃ المستحبۃ لہم والکراہۃ للاولی کذا فی المضمرات یہ خاص جزئیہ مسئلہ ہے خلاصہ و خانہ دہندیہ وغیرہ میں ہے واللفظ للامام البخاری جماعۃ من اہل المسجد اذ فہی فی المسجد علی وجہ الخافۃ بحیث لم یسمع غیرہم ثم حضری من اہل المسجد قوم وعلوہم ان یصلوا بالجماعۃ علی وجہہا ولا عبرۃ للجماعۃ الاولی اھیں اُس معذور اور اُس کے شریک اور ان ضرورت والوں کا یہ فعل جماعت سنو نہ معتبر شرعیہ نہیں بلکہ مکروہ ممنوع ہے اور جو جماعت باذان واقامت اس کے بعد ہوگی اُس میں کچھ کراہت نہ ہوگی بلکہ وہی جماعت سنو نہ جماعت اولی ہے ثانیاً جب یہ جماعت جماعت نہیں تو دقیق نظر حاکم کہ ان کا یہ فعل بعد دخول وقت مسجد سے بے نیت نہ ہو جماعت باہر جانا ہوا یہ بھی مکروہ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد ابن ماجہ عن امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لا یرید الرجوع فھو منافق در مختار میں ہے کرہ تحویلاً للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمواد دخول الوقت اذن فیہ افلا یجوز الابی میں ہے الظاہر من الخروج من غیر صلاۃ عدم الصلاۃ مع الجماعۃ الخ **اقول** وظاہر ان المراد بالجماعۃ ہی الجماعۃ المسنونة المشروعة دون المکروہۃ المنعوتۃ فان النہی عن الخروج انما ھو لطلب الجماعۃ فلا یتناول الا الجماعۃ المطلوبۃ شرعاً کیف وقد تقدم ان الجماعۃ بلا اذان کلاجماعۃ فلا یعتد بہا اصلاً واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتروا حکم جواب سوال دوم خون ووت تہجد

لہ شلاً تہجد کے دن شریعت میں جو معذور نظر نہیں اُنہیں اذان کی اجازت نہیں اگرچہ جماعت کریں کہ اُنہیں جماعت کرنا بھی جائز نہیں تو کچھ میں معذور وفاقاً مزدلف کے لیے صرف تکبیر ہوتی ہے نہ اذان کما فی الہندیۃ عن الخانیۃ ولا حاجۃ ہذا الی استثناء فرائض تو دی فی المسجد کما فعل الشامی ولا ما وراہ اول فرائض ولوا دیت فی غیر المسجد کما زناہ علیہ لان الکلام ہذا فی الاداء ۱۲ منہ غفل لہ سہ سندہ ضعیف واقصرنا علیہ تبعاً للبحر وغیرہ وقد ثبت بسند صحیح من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکن فیہ تخصیص مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یسمع النداء فی مسجدی ہذا ثم یخرج منہ الا حاجۃ ثم لا یرجع الیہ الا منافق رواۃ الطبرانی فی الاوسط والابی داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یخرج من المسجد احد بعد النداء الا منافق الا بعد حاجۃ وھو یرید الرجوع منہ غفل لہ

مذکر جماعت مامور بہا کا مجوز ہو سکتا ہے نہ بعد دخول وقت بے شرکت جماعت شرعیہ مسجد سے نکل جانے کا بیع نہ جماعت مکروہہ ممنوعہ کا داعی نہ خود اس عذر کا غالباً کوئی محصل صحیح کیا اذان موجب فوت تہجد ہے غرض یہ بہانہ ممنوع نہیں اگرچہ تہجد سنت ہی سہی کمال الیہ کلام المحقق فی الفتح و مال الیہ تلخیصہ المحقق محمد الحنبلی فی الحلیۃ قائلانہ الاشبہ کما **اولاً** وہ بر تقدیر سنت بھی معارضہ جماعت کا صلح نہیں دوبارہ تہجد صرف ترغیبات ہیں اور ترک جماعت پر سخت ہونا تک و عیدیں حتی کہ حکم کفر تک دارو علی تاویلات المعروفہ فی امثال المہام و حدیث عند احمد و الطبرانی فی الکبیر عن معاذ ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسند حسن و قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المتخلفین عن الجماعات لو ترکتم سنتہ نیکم کفرتم اور جماعت عشا کے نہ حاضر ہونے پر گھر جلا دینے کا قصد فرمانا ثابت کما فی الصحیحین من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الباب غیرۃ **ثانیاً** فوت سنت آئندہ کے خون یتیقن سے فی الحال اپنے ہاتھوں سنت جلیلہ چھوڑ دینے کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص مرگ فردا کے اندیشہ سے آج خود کشی کرے **ثالثاً** یہ جاگنے میں قصد مکروہات و منہیات شرعیہ کا ارتکاب ہوگا اور تہجد نہ بھی ملا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوم میں تفریط نہ رکھی احمد و مسلم و ابوداؤد و ابن حبان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ بلکہ بنیت تہجد سونے والے کو اگرچہ تہجد نہ پائے ثواب تہجد کا وعدہ فرمایا اور اس کی نیند کو رب العزت جل جلالہ کی طرف سے صدقہ بتایا مالک فی الموطا و ابوداؤد و النسائی عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ما من امرئ تکلن لہ صلاۃ اللیل یغلبہ علیہا نوم کا کتب اللہ لہ اجر صلاتہ و کان نومہ علیہ صدقۃ و هو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب التہجد بسند جید النسائی و ابن ماجہ و خزیمہ و البزار بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اتی فراشہ و هو ینوی ان یقوم یصلی من اللیل فغلبتہ عیناہ حتی اصبح کتب لہ ما نوی و کان نومہ صدقۃ علیہ من ربہ عزوجل و هو معنایہ عند ابن حبان فی صحیحہ عن ابی ذر و ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہکذا بالشک امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو حاتمہ اور ان کے صاحبزادہ سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عجات صبح میں نہ دیکھا ان کی زوجہ اور ان کی والدہ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سبب پوچھا کہا نماز شب کے سبب نیند نے غلبہ کیا نماز صبح پڑھ کر توبہ فرمایا مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا نماز تمام شب سے محبوب تر ہے **مالک** عن ابن شہاب عن ابی بکر بن سلیم بن ابی حاتمہ

لہ سیاقی نص فی جواب السؤال الثالث ۱۲ منہ ہذا روایۃ ابی داؤد و الحدیث بلفظ لفضلہ عند مسلم وغیرہ ۱۲ منہ بعض احادیث میں عشا بعض میں فجر بعض میں مجرب بعض میں مطلق جماعت وار ہے اور سب صحیح ہیں کما فی عمدۃ القادی للامام العینی یہاں ذکر عشا ہی تھا لہذا اس کی تخصیص کی ۱۲ منہ غفرلہ لہ فانہ حدیث مشہور و درمن حدیث عمرو بن ام مکتوم عند احمد و عن اسامۃ بن زید عند ابن ماجہ و عن انس بسند جید و عن ابن مسعود کلہما عند الطبرانی فی الاوسط و عن جابر بن عبد اللہ عند الطحاوی فی مشکل الآثار و قد ذکرنا احادیثہم فی رسالتنا حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ اما حدیث ابی ہریرۃ فرواہ من لا یحصی من اصحاب الصحاح و السنن و المسانید و المعاجیم و اللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ عشا فی الجامع الصغیر لاحمد و ابن حبان قال شارحہ المنادی و رواہ عنہ ابوداؤد وغیرہ ۱۲ ولا شک انہ موجود فی صحیحہ المسلم ۱۲ منہ

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقد سلیم ابن ابی حثمہ فی صلاۃ الصبح وان عمر بن الخطاب غدا الی السوق و
 مسکن سلیم بن السوق والمسجد النبوی فمر علی الشفا ام سلیم فقال لہا لمار سلیم فی الصبح فقالت انه بات یصلی فقلبتہ
 عیناہ فقال عمر لان اشہد صلاۃ الصبح فی الجماعة احب الی من ان اقر لیلۃ عبد الرزاق فی مصنفہ عن معمر عن
 الزہری عن سلیم ابن ابی حثمہ عن امہ الشفا قالت دخل علی عمر وعندی رجلان نائمان تغنی زوجا ابائحمہ وابنہما
 سلیم فقال اما صلیا الصبح قلت لم یزالا یصلیان حتی اصبحا فصلیا الصبح وناما فقال لان اشہد الصبح فی جماعة احب
 الی من قیام لیلۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔ **جواب سوال سوم۔ اقول وبالله التوفیق۔** اس مسئلہ میں جواب حق وحق جواب
 یہ ہے کہ عذر مذکور فی السؤال سرے سے بیہودہ و سراپا اہمال ہے و زعم کرتا ہے کہ سنت تہجد کا حفظ و پاس اُسے تقویت جماعت پر باعث ہوتا
 ہے اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اُس کی محافطت کرتا نہ کہ اُلٹا فوت کا سبب ہوتا قال اللہ عزوجل ان الصلاۃ
 تنفی عن الفحشاء والمنکر بیشک نماز بیحائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بقیام
 اللیل فانہ داب الصلحین قبلکم وقربۃ الی اللہ تعالیٰ ومنہا عن الا شہد و تکفیر للسیئات ومطرۃ للداء عن الجسد
 تہجد کی تلازمیت کرو کہ وہ اگلے نیکوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنے والا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن
 سے بیماری دور کرنے والا رواہ الترمذی فی جامعہ وابن ابی الدنیا فی التہجد وابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک
 وصحیحہ والبیہقی فی سننہ عن ابی امامۃ الباہلی واحمد والترمذی وحسنہ والحاکم والبیہقی عن بلال والطبرانی فی
 الکبیر عن سلمان الفارسی وابن السنی عن جابر بن عبد اللہ وابن عساکر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین
 تو فوت جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرع مطہر کر اپنے احوال وافعال تو لے تو کھل جائے کہ
 یہ الزام خود اُسی کے سر تھا بھلا یہ تہجد و قیلولہ وہ ہیں جو اس نے خود ایجاد کیے جب تو انہیں تقویت شعار عظیم اسلام کے لیے کیوں عذر بناتا
 ہے اور اگر وہ ہیں جو حضور رب عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً منقول ہوئے تو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 کب ایسے تہجد و قیلولہ کی طرف بلایا جن سے جماعت فریضہ فوت ہو کیا قرآن وحدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں کیا سلف صالح نے
 ایسے ہی قیام لیل کیے ہیں حاشا و کلا۔ ہر رسم نہ رسی کبھی اے اعرابی کہیں رہ کہ تو میسوی برکستان است یا ہذا سنت ادا کیا چاہتا ہے
 تو بروجہ سنت ادا کر یہ کیا کہ سنت لیجے اور واجب فوت کیجیے۔ ذرا بگوش ہوش سن اگرچہ حق تلخ گزرے دوسرے ڈانے والے نے تجھے یہ چھوٹا
 بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے تجھے تقویت جماعت کی اجازت دے جس کی نظر اکید
 جماعت پر جائے تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ من ابلی بلیتین اختاروا ہونفسا ہر حال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی
 دستاویز نقد ہے مگر حاشا خدام فقہ وحدیث نہ تجھے تقویت واجب کا قوی دیں گے نہ عادی تہجد کو ترک تہجد کی ہدایت کر کے ارشاد حضور رب الاسماء
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترك قیام اللیل کا خلاف کریں گے رواہ الشیخان عن
 عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ اس لیے کہ وہ توفیق عزوجل حقیقت امر سے آگاہ ہیں اُن کے یہاں عقل سلیم

و نظر قویم دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تجمہ و جماعت میں تنازع نہیں اُن میں کوئی دوسرے کی تقویت کا داعی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفس شریر و سوئے طرز تدبیر سے ناشی ہوا یا ہذا اگر تو وقت جماعت جاگتا ہوتا اور بطلب آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحتہ آشوب و تارک واجب اور اس عذر باطل میں مبتل و کاذب ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الجفاء کل الجفاء والكفر والنفاق من مع منادی اللہ ینادی الی الصلوات فلا یجیبہ ظلم پر اظلم اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو ناز کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو حدیث حسن قد ذکرنا تخویجہ و لفظ الطبری ینادی بالصلاة و یدعو الی الفلاح اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جا بجا کہ یہ فتنہ خواب کیونکر جاگا اور یہ فساد عجاب کہاں سے پیدا ہوا اُس کی تدبیر کر کیا تو قیلوہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہو شہار نہیں ہونے پاتا یوں ہے تو اول وقت خواب کر اولیائے کرام قد سنا اللہ تعالیٰ باسرا ہم نے قیلوہ کے لیے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں یعنی صخوة کبریٰ سے نصف النہار تک وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تجمہ میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک۔ دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہیے کہ پیش از زوال وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقت زوال کے ابتدائے ظہر ہے ذکر و تلاوت میں مشغول ہو امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سرور دی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوارف شریف میں فرماتے ہیں النوم بعد الفراغ من صلاة الضحی و بعد الفراغ من اعداد اخر من الركعات حسن قال سفین کان یجھم اذا فرغوا ان یناموا طلبا للسلامة و هذا النوم فیہ فوائد منها انه یعین علی قیام اللیل (الی قولہ قدس سرہ) و یغنی ان یکون انتباہہ من نوم النہار قبل الاستواء بساعة حتی یتکمن من الوضوء و الطہارة قبل الاستواء بحیث یکون وقت الاستواء مستقبل قبلہ ذاکرا و امسبحا و تالیما الخ ظاہر ہے کہ جو ہمیش از زوال بیدار ہو یا اُس سے وقت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں کیا اس وقت سونے میں تجھ کچھ عذر ہے اچھا ٹھیک دوپہر کو سو گز نہ اتنا کہ وقت جماعت آجائے ایک ساعت قلیلہ قیلوہ بس ہے اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے تکیہ نہ رکھ بچھو نا بچھا کہ بے تکیہ بے بستر سونا بھی سنون ہے سوئے وقت دل کو خیال جماعت سے خوب متعلق رکھ کر فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقت نوم تک بخارات طعام فرو ہو لیں اور طول منام کے باعث نہ ہوں سب سے بہتر علاج تقلیل غذا ہے سید المرسلین فرماتے ہیں ماملأ آدمی دعاء شرا من بطنہ یحسب ان ادم اکلک یقمن صلیہ فان کان لا محالة فثلث لطعامہ و ثلث لشرا بہ و ثلث لنفسہ آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اُس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لیے تہائی پانی تہائی سانس کو رواۃ الترمذی و حسنہ وابن ماجہ وابن جابر عن المقدام بن معدیکوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بائجھ سے بچہ مانگنا ہے جو بہت کھائے گا بہت پیے گا جو بہت پئے گا بہت سوئے گا جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا ۱۔ استغفر اللہ من قول بلا عمل ۲۔ لقد نسبت بہ لشدائد عقیقہ و لہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کثرة الاکل شؤم بیشک بہت کھانا شؤم ہے رواۃ البیہقی فی شعب الایمان عن امار المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں بھی نہ گزرے تو قیام لیل میں تخفیف کر دو رکعتیں خفیف و تمام بعد نماز عشا ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدمی رات سے پہلے ادا ہے تجمہ کو بس ہیں مثلاً نہ بجے عشا پڑھ کر سورہا دس بجے اُٹھ کر دو رکعتیں

پڑھ لیں تہجد ہو گیا حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یحب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح انہ تہجد
انما التہجد المرء یصلی الصلوۃ بعد رقدۃ ثم ینسج کسی کا یہ گمان ہے کہ رات کو اٹھ کر صبح تک نماز پڑھے بھی تہجد ہو تہجد صرف اس کا نام ہے
کہ آدمی ذرا سو کر نماز پڑھے رواۃ الطبرانی عن الحجاج بن عسرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن انشاء اللہ تعالیٰ سوتے وقت
اٹھ کر وجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اس پر سچا توکل مولیٰ تبارک و تعالیٰ جب تیرا حسن نیت و صدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمایا گیا
من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ عوارضہ بشریف میں ہے لتغییر العادۃ فی الوسادۃ والغطاء والطعام تاثیر فی ذلک ومن ترک
شیئاً من ذلک واللہ عالم بنیتہ وعزیمتہ ینتہبہ علی ذلک بتیسیر مارام اسٹپنے اہل خانہ وغیرہم سے کسی مسئلہ کو متعین کر کہ
وقت جماعت سے پہلے جگادے کما وکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا لارضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلۃ التعرین ان باتوں
تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے انشاء اللہ تعالیٰ فوت جماعت سے محفوظ ہوگی اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ بھی کھلی اور جگانے والا
بھی بھول گیا یا سو رہا کما وقع لسیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو یہ اتفاقی عذر سموع ہوگا اور امید ہے کہ صدق نیت و حسن تدبیر پر
ثواب جماعت پائے گا وباللہ التوفیق کیا تیری سجد میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوپہر سے اس تک سونے کا وقفہ نہیں جب
تو سب رقتوں سے چھوٹ گیا سو کر پڑھی یا پڑھ کر سوئے بات تو ایک ہی ہے جماعت پڑھ ہی کر نہ سوئے کہ خوف فوت اصلاً نہ رہے جیسے صحابہ کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم روز جمعہ کیا کرتے تھے الشیخان عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما کنا نقیل ولا نتغذی الا بعد الجمعة
وفی لفظ البخاری کما انضلی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمعة ثم تكون القاٹلة وعنده عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کما ینکر الی الجمعة ثم نقیل غرض یہ تین صورتیں ہیں پیش از زوال سواٹھنا بعد جماعت سونا ان میں کوئی خدشہ ہی نہیں اور تیسری صورت
میں وہ سات تدبیریں ہیں وہ عز وجل سے ڈرے اور بصدق عزیمت ان پر عمل کرے پھر دیکھیں کیونکہ تہجد تقویت جماعت کا موجب ہوتا ہے بالکل
نہ ماہ نیم ماہ کہ ہر غیر روز کی طرح روشن ہو کہ عذر مذکور کبیرہ دفعہ و محض ناسموع جماعت و تہجد میں اصلاً تقارض نہیں کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک
کی دستاویز کیجیے اور بوجہ تعدد جمع راہ ترجیح لیجیے ہذا هو حق الجواب واللہ الہادی الی سبیل الصواب بالایمنہ اگر اس تقدیر ضائع و
فرض خلاف واقع کا مان لینا ہی ضرور تو جماعت اولیٰ پر تہجد کی ترجیح محض باطل و مجور اگر حسب تصریح عامہ کتب تہجد مستحب و حسب اختیار جمہور
مشائخ جماعت واجب مانے جب تو ظاہر کہ واجب و مستحب کی کیا برابری نہ کہ اس کو اس پر تفصیل و برتری اور اگر تہجد میں اعلیٰ الاقوال کی طرف
ترقی اور جماعت میں ادنیٰ الاحوال کی جانب تنزل کر کے دونوں کو سنت ہی مانے تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں جماعت بر تقدیر سنیت
بھی تمام سنن حتیٰ کہ سنت فجر سے بھی اہم و اکمل و اعظم ہے ولہذا اگر امام کو نماز فجر میں پائے اور سمجھے کہ سنتیں پڑھے گا تو تشہد بھی نہ ملے گا تو بالا جماع
سنتیں ترک کر کے جماعت میں مل جائے والمسئلۃ منصوص علیہا فی کتب المذہب کافیۃ طحاوی حاشیہ مرانی الفلاح شرح نور الاضیاح
میں زیر قول صنف الجماعة سنة فی الاصح فرمایا فی البدائع عامة المشایخ علی الوجوب وبہ جزم فی الحقۃ وغیرہا فی جامع
الفقہ اعدل الاقوال واقومها الوجوب (الی ان قال) وعلى القول بانها سنة هی اكد من سنة الفجر بدو المختار بابا نوافل میں ہے

سہ علق بالمشیۃ لان فیہ ابن لہیعۃ والکلام فیہ معروف ولا صوب فیہ عندی ان حدیثہ حسن انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

لیس له ترك صلاة الجماعة كما هان الشعائر فهي اكد من سنة الفجر ولذا يتركها خوفاً من الجماعة او سنت فجر بالاتفاق بغيره
تمام سنن سے افضل ولذا بصورت فوت مع الفريضة بعد وقت قبل زوال اُن کی قضا کا حکم ہے بخلاف سائر سنن کہ وقت کے بعد کسی کی قضا
نہیں ولذا باعذر مبیح سنت فجر کو بیٹھ کر پڑھنا ناجائز بخلاف دیگر سنن کہ بے عذر بھی روا اگرچہ ثواب آدھا ولذا صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کہ
قابل سنیت وتر ہوئے سنت فجر کو اُس سے اُکد ماننے کی طرف گئے درختا میں ہے السنن اُکد ہا سنة الفجر اتفاقاً وقیل بوجوبها فلا تجوز
صلاتها قاعداً بل عذري الاصح ولا يجوز تركها لعالم صار مرجعاً في الفتاوى بخلاف باقي السنن وتقضى اذا فاتت معه بخلاف
الباقى اھ ملخصاً بحر الرائق میں ہے سنة الفجر اقوى السنن باتفاق الروایات لہا فی الصحيحین عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ
عنها قالت لم یکن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی شیء من النوافل اشد تعاهداً امنہ علی رکعتی الفجر اُسی میں خلاصہ
سے ہے اجمعوا علی ان رکعتی الفجر قاعد امن غیر عذر لا تجوز کذا روی الحسن عن ابی حنیفۃ اُسی میں قیہ سے ہے اذا لم یسع
وقت الفجر الا الترتوا الفجر او السنة والفجر فانه یوتر ویترك السنة عند ابی حنیفۃ وعند ہما السنة اولی من الترتیر مذہب
اصح پر سنت قبلہ نظریہ سنن سے اُکد ہیں صحیح المحسن واستحسنہ المحقق فی الفتح فقال وقد احسن لان نقل المواظبة الصریحۃ
علیہا اقوی من نقل مواظبتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی غیرہا من غیر رکعتی الفجر اھ وکذا اصحی فی الدرایۃ والعناية
والنهاية وکذا ذکر تصحیحہ العلامة فوح کما فی الطحطاوی علی مرقا الفلاح وکذا اصحی فی البحر عن القنیہ وعللہ بورد
الوعید وبتبعہ فی الدر اور امام شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک سنت فجر کے بعد افضل واکد رکعتیں مغرب ہیں پھر رکعتیں نذر پھر رکعتیں عشا
پھر قبلہ نظر کما فی الفتح وغیرہ **قلت** وعلیہ مشی فی الہندیۃ عن تبیین الحقائق للامام الزبلی فقال اقوی السنن رکعتا
الفجر ثم سنة المغرب ثم التي بعد الظهر ثم التي بعد العشاء ثم التي قبل الظهر پھر شک نہیں کہ ہمارے الائمہ کرام رضی اللہ
تعالیٰ عنہم کے نزدیک سب سنن رواتب تجدد سے اہم واکد ہیں **اقول** وکیف لا وقد ثبت استئناھا موکداً من دون تردد
بخلاف التہجد فان جمهور العلماء یعدونه من المندوبات حتی جاء المحقق ابن الہمام فبحث بحثاً ولم یقطع قولاً فتردد فی
ندبہ واستثنائہ مع التخصیص بان الادلۃ القویۃ انما قیدت الذب ثم بحث تلخیصہ المحقق ابن امیر الحاج اشبہیۃ سنیتہ علی
ما فیہ من نزاع طویل ولولا غرابۃ المقام ومخافة الطویل لا تینا بما فیہ من قال وقیل ولہذا ہمارے علما سنن رواتب کی نسبت
فرماتے ہیں انہما لتاکدھا اشبہت الفریضة کما فی الدر اور یہی مذہب جمہور وشرع منصوص ہے وان خالفہم الامام ابو اسحق
المروزی من الشافعیۃ فقال بتفضیل التہجد مطلقاً وتبعہ الامام الاجل ابو زکریا النووی الشافعی فی المنہاج مستدلاً
بما لا حجة له فیہ عند المتدقیق کما بینا ^{لہ} فی بعض تعلیقنا وقد علمت مذہب اصحابنا واجماعہم علی ان اقوی الاکد

لہ اخرجہ الاثمتہ احمد ومسلم والاربعة عن ابی ہریرۃ ومحمد بن ہارون الروبانی فی مسندہ والطبرانی فی الکبیر عن جندب رضی اللہ
تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الصلوات بعد المكتوبات صلاة فی جوف اللیل فحملہ ابو اسحق المروزی و
من واقعہ علی ظاہرہ فقالوا ان صلاة اللیل افضل من السنن الراتبۃ قال الامام النووی وقال اکثر اصحابنا الرواتب افضل لا تھلشہ
الفرائض قال والاول اقوی وادق للحدیث اھ وتبعہ العلامة میرک فقال فیہ حجة لا بی اسحق المروزی من شافعیۃ علی ان صلاة

مطلقاً سنة الفجر فلا عليك من جرح الفاضل ميرك وبالله التوفيق تعالى وتبارك توہجد جماعت کے کتر از کتر سے کتر یا پوچھیں درجہ میں واقع ہے سب سے اکہ جماعت پھر سنت فجر پھر قبیلہ نظر پھر باقی روایت پھر تہجد وغیرہ سنن و نوافل اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں درجہ میں جا کر پڑے گا کہ سب سے قوی جماعت پھر سنت فجر پھر سنت مغرب پھر بعد یہ عشا پھر قبیلہ نظر پھر تہجد وغیرہ پائیں تہجد کو سنت پھر کہ بھی جماعت سے افضل کیا برابر کہنے کی بھی اصلاً کوئی راہ نہیں نہ کہ مستحب مان کر اگر کیسے یہاں کلام جماعت اولیٰ میں ہے کہ سوال میں اس کی تفسیر موجود اور واجب یا اس اعلیٰ درجہ کی نوکہ مطلق جماعت ہے نہ خاص جماعت اولیٰ بلکہ وہ صحت افضل و اولیٰ اور افضل تہجد اس سے اعظم و اعلیٰ تو حفظ تہجد کے لیے ترک اولیٰ جائز و روا اگرچہ افضل اتیان و ادا **أَقُولُ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ** قطع نظر اس سے کہ جب تعارض مسلم اور افضل تہجد اکہ و اعظم تو حفظ تہجد کو ترک اولیٰ نہ ترک اولیٰ ملکہ ترک ہی اولیٰ کما لا یخفی یہ تاصیل و تقریب سراسر بے اصل و احداث شیعہ کہ نہ احادیث حضور پر نور سید الانام علیہ علی آلہ الصلاۃ والسلام اس کے مساعد نہ کلمات و روایات علمائے کرام و فقہائے عظام مؤید و شاہد اگر ایسا ہو تو بے عذر فوت تہجد وغیرہ بجلے چنگے بیٹھے بٹھائے بھی جماعت اولیٰ قصد اذیت کر دینا جائز و روا ہو جبکہ ایک آدمی اپنے ساتھ جماعت کے لیے حاضر و ہتیا ہو کہ آخر کچھ گناہ نہ کیا صرف ایک اولویت ترک کی جس میں حکم کراہت بھی نہیں معاذ اللہ مسلمان اگر اس پر عمل کریں تو ام جماعت میں کس قدر تفرق و شیعہ

(بقیہ حاشیہ ۳۳۳)

اللیل افضل من الرواتب وقال اکثر العلماء ان الرواتب افضل والا قول اقوی لمنص هذا الحديث قال وقد يجاب بان معناه من افضل الصلوة وهو خلاف سياق الحديث اهـ اماموا فقوا الجمهور فاولوه بان المراد انغراض وتوابعها ای کان الرواتب لشدة النصاقها بالمكتوبات وشبهها بها دخلت في قوله صلى الله تعالى عليه وسلم بعد المكتوبة قال المولى على القارى في المرقاة افضل الصلوة بعد المفروضة ای ورواتبها اهـ وقال المنادى في تيسيرای ولوا حقها من الرواتب ونحوها من كل نقل یسن جماعۃ اذ هی افضل من مطلق النقل علی الاصح اهـ ومثلها في السراج المنير للعن یزی وقال عمداً المحففى في تعلیقاته علی الجامع الصغیر ای النقل المطلق فی اللیل افضل منه فی النهار والا فالارابة فی النهار افضل من التهجداه وابدی القارى جوابین اخرین فقال وقد یقال التهجدا افضل من حیث زیادة مشقته علی النفس وبعده عن الریاء والرواتب افضل من حیث الاکدیه فی المتابعة للمفروضة فلا منافاة اهـ ای ان التهجدا له هذا الفضل الجزئی علی الرواتب فلا ینا فی فضلها الکی قال او یقال صلاة اللیل افضل لا شتمالها علی الوتر الذی هو من الواجبات اهـ اقول هذا لا یصلح بیاناً للمعنی کلام الشارح صلی الله تعالى علیه وسلم اذ لا واجب عندنا انما شتم طلب جازم فافترض او غیر جازم فندب کما حققه المحقق حیث اطلق فی الفتح فان کان الله ترعنده واجبا لدخل فی ثنیا المكتوبة ولو ترک قوله الذی هو من الواجبات وهی الکلام علی استئذان الوتر کما هو صدق صاحبین لم یجبه ایضا لان سنة الفجر افضل من الوتر علی قولهما کما سمعت اقول وظهر للعبد الضعیف جواب حسن احسن من کل ما سبق وهوان النبی صلی الله تعالى علیه وسلم لم یقل ان التهجدا افضل الصلوة بعد المكتوبات حتی یكون دلیلاً لمن شذ انما قال صلاة اللیل فان ثبت ان صلاة اللیل تشتمل علی نافلة غیر التهجدا هی افضل النوافل مطلقاً حتی روا تب سقط الاحتجاج به وهو ثابت بحمد الله تعالى بحديث الصحیحین عن ام المومنین الصدیقة رضی الله تعالى عنها قالت کان النبی صلی الله تعالى علیه وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرة رکعة منها الوتر ورکعتا الفجر فهذه ام المومنین وامام الفقها والمحدثین وغرة العرب العرباء الافصحین رضی الله تعالى عنها قد عدت سنة الفجر من صلاة اللیل فهذه هی النافلة التي تفرق الصلوات کلها بعد المكتوبة فبالا شتمال علیها فضلت صلاة اللیل علی صلاة النهار بالاطلاق فهذا الجواب القاطع بحمد الله تعالى ثمر لا غرو من الامام الاجل النوی انما العجب من العلامة میرک کیف تبعه و خلفه اجماع اثمة مذنبه علی ان سنة الفجر اكد النوافل مطلقاً وبالله التوفیق ۱۳ منہ

واقع ہوتا ہے وجوب جان کر ترک پخت سخت و عیدیں سن کر تو بہت لوگ کسل و کاہلی کر جاتے ہیں کاش یہ سن پائیں کہ جماعت اولیٰ کی حاضری شرعاً کچھ ضرور نہیں ایک بہتر بات ہے کی کی نہ کی نہ کی تو ابھی جو رہا سہا انتظام جماعت ہے سب درہم برہم ہو جاتا ہے لوگ منے سے اذان سنیں اور اپنے لہو و لب میں مشغول رہیں کہ جلدی کیا ہے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنالیں گے کیا ایسی ہی متفرق بے نظم جماعتوں کی طرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلایا کیا انھیں کے ترک پر سخت سخت جگر ٹکات و عیدوں کا حکم سنایا حاشا حاشا شد ذرا نگاہ اٹھا دو کار کہ یہ قصداً تقریب جماعت و تقلیل حضار کس قدر مقاصد شرع سے دور اور نوزائنت حق و صواب سے بعید و منحور ہے نہیں نہیں بلکہ یقیناً وجوب تاکد مذکور خاص جماعت اولیٰ کے لیے منظور اور وہی صدر اول سے محمود اور وہی احادیث و عید علی الترتیب میں مقصود اور زہار زہار ہرگز جائز نہیں کہ بے عذر مقبول شرعی جماعت ثانیہ کے بھروسے پر جماعت اولیٰ قصداً چھوڑ دیجیے اور داعی اکہی کی اجابت نہ کیجیے جماعت ثانیہ کی تشریح اس غرض سے ہے کہ احیاناً بعض مسلمین کسی عذر صحیح مثل مدافعت اعدائین یا حاجت طعام وغیرہ کے باعث جماعت اولیٰ سے رہ جائیں وہ برکت جماعت سے مطلقاً محرومی نہ پائیں بے اعلان و تداعی محراب سے جدا ایک گوشے میں جماعت کر لیں نہ کہ اذان ہوتی رہے داعی اکہی پکارا کرے جماعت اولیٰ ہو کرے منے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں یا پاؤں پھیل کر آرام فرمائیں کہ محبت کیا ہے ہم اور کر لیں گے یہ قطعاً یقیناً بعثت سیدہ شہیدہ ہے ہذا معالایہ شک فیہ من دخل بستان الفقہ فشعر فیہ فالانوارہ الفاتحۃ او ففتح اجفان الفکر فثام برفا من انوارہ الاثمۃ و مالنا نستمرسل فی سر والبراہین علی مثل ہذا الواضح المبین ولكن لا باس ان نذکر شیئاً من التنبیہ لیستظہر الفقہ ویبذلک التنبیہ **فاقول** وبہ نستعین **اولاً** فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کا ایک موجز و جامع رسالہ کسی بنام تاریخی حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ ہے جس میں بفضلہ سبحنہ و تعالیٰ حکم جماعت کی تحقیق حدیثی و فقہی اعلیٰ درجہ کمال و جمال پر مبنی ہوئی ہمارے علمائے در باب جماعت شاذ و مشہور و مقبول و مجدد چھ قول ماثور فرض عین فرض کفایہ واجب عین واجب کفایہ سنت مؤکدہ مستحب اس نفیس مبارک رسالہ نے بعونہ تعالیٰ ثابت کر دکھایا کہ ان اقوال میں اصلاً تدافع و تمانع نہیں سب حق و صحیح اور اپنے اپنے معنی پر راجح و منجیح ہیں یہ جلیل تحقیق جلیل توفیق و شہ احمد والہ عجب نادر معجب و عقائے مغرب ہے جس کا نام سن کر ناظر متحیر نہ کہے ہذا الا یکن و کیف یکن اور جب اس کی زاہر و خبیر باہر تقریر پر اطلاع پائے متعجباً و اعتراف کرے کہ کمثل ہذا اقلیل العالمون اس رسالہ میں ہم نے احادیث عبد اللہ بن عباس و ابو ہریرہ و بریدہ و کعبہ بن عجرہ و انس بن مالک و عثمان غنی و عمرو بن ام مکتوم و ابو امامہ و جابر بن عبد اللہ و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان سن کر حاضری واجب فرمائی ادا شناس سخن انھیں احادیث سے جان سکتا ہے کہ اذان کس جماعت کے لیے بلاتی اور شرع اس کی اجابت کیوں واجب فرماتی ہے مگر میں یہاں اصرار و اوضح ذکر کروں حدیث حسن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ او پر گزری جس میں ندا سن کر حاضر ہونے پر حکم جفا و کفر و نفاق فرمایا گیا طبرانی کے یہاں بطریق آخریوں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بحسب العوم من الشقاء و الخبیۃ ان لیسع الموزن یشوب بالصلۃ فلا یجیبہ سلاطون کو یہ بد بختی و نامرادی بہت ہے کہ موزن کو تکبیر کہتے تھے اور اس کا بلانا قبول نہ کرے اس روایت نے روایت سابقہ کی تفسیر کر دی کہ وہاں بھی ندا سے یہی تکبیر مراد تھی فان الاحادیث یفنی بعضها بعضاً و خیر تفسیر

لحدیث ما یستبین بجمع طرقہ بلکہ عند تحقیق احادیث ایجاب اجابت فلیہ عند الاذان کا مرجع بھی اسی طرف کہ ہم نے رسالہ مذکورہ میں احادیث و آثار ابو قتادہ و جابر بن عبد اللہ و ام المؤمنین و ابو ہریرہ و جابر بن سمرہ و امیر المؤمنین فاروق اعظم و عبد اللہ بن عمرو و ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ یہ وجوب تا وقت اقامت موسع ہے اگرچہ قنہ و مجتبیٰ میں صراحتہ تفسیق کی کہ جواز ان میں کر تکبیر کے انتظار میں بیٹھا رہے بدکار و مردود الشہادہ ہے بحر الرائق میں ہے فی القنیۃ لو انتظر اقامۃ لدخول المسجد فهو مسیئ اسی میں ہے فی المجتبے من کتاب الشہادۃ من سمع الاذان فی بیتہ لا یقبل شہادۃ غرض حدیث سے ثابت کہ جو تکبیر سن کر حاضر جماعت نہ ہو اسے بد بخت نامراد ظالم اظلم کا فرمان فرما لگے اللہ انصاف کیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف ہلاتی ہے کیا اس جماعت میں بلونہ طور پر دعوت تکبیر کی اجابت ہو جاتی ہے کیا اس میں سحی علی الصلوۃ سحی علی الفلاح کے یہ معنی ہیں کہ چاہے اس نماز و فلاح میں حاضر ہو چاہے نہ ہو اپنی انگ کر لینا شاید قد قامت الصلوۃ کا یہی مطلب ہو گا کہ یہ نماز تو کھڑی ہو ہی گئی اب اس میں اگر کہا کر دے گے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اٹھانا حاشا دکتا بلکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف ہلاتی اور اسی کی عدم حاضری پر وہ حکم و کفر و نفاق و شقاق و غیبت ہے تو قطعاً حکم و وجوب و اذکار کی مصداق یہی ماثور و مہود جماعت ہے **ثانیاً** یہ توسیع تو ہمارے طور پر تھی اگر تصریح قنہ و مجتبے و تقریر پر نظر کیجیے تو امر اظہر کہاں وہ تفسیق کہ اذان کے بعد تکبیر کا انتظار بھی جائز نہیں کہاں یہ توسیع شیعہ کے سرے سے جماعت اولیٰ میں حاضر ہونا ہی کچھ ضرور نہیں ثالثاً روشن تر نص قاطع لیجیہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شانہ اطہر سے مسجد انور میں قریش امامت جلوہ فرما ہوتے ایک دن نماز عشا کو تشریف لائے جماعت میں قلت دیکھی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہایت شدید غضب و جلال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے ظاہر ہوا ارشاد فرمایا خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے کہ مؤذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امامت کے لیے فرماؤں پھر بھڑکتی ہوئی شعلیں لے جاؤں اور ان لوگوں پر ان لوگوں کے گھر بھونک دوں جنہیں یہ

لہ ہذا ثابت فی غیر ہذا الحدیث من عدۃ احادیث صحاح اور دناہا فی حسن البراعۃ ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۱۳ ہذا منصوص علیہ فی ہذا الحدیث عند مسلم فی صحیحہ و عند غیرہ ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۱۳ ہذا عند احمد وغیرہ من حدیث کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عند سراج فی مسندہ فی ہذا الحدیث ۱۴ ہذا فی روایۃ المساجد قال ثم خرج الی المسجد فاذا الناس عنون واذا هم قلیلون فغضب غضباً شدیداً لا أعلم انہ رأیہ غضب غضباً استہمہ ثم قال لقد هممت ان امر رجلاً یصلی بالناس ثم اتبع ہذا الدور التي تخلفوا ہلوا عن ہذا الصلوۃ فاضرمہا علیہم بالنیر ان ۱۵ فان قلت الیس فی نفس الحدیث ما یدل ان الاولی لا یجب عیناً والا لما ہمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یتقیر الصلوۃ ثم ینصرف الیہم لاجرا فی بیوتہم قلت ہذا السؤال قد ورد قبل علی الاحتیاج بالحدیث لوجوب الجماعت وقد تصدی الطمأنینا بحجابه قال العلامة السبکی عمود العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری الثالث (اعنی من وجوہ الجواب عن حدیث الباب) مالہ ابن بریدۃ عن بعضہما انہ استنبط من نفس الحدیث عدم الوجوب لکونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم بالوجوب الی المتخلفین فلو كانت الجماعت فرض عین ما ہم بترکها اذا توجه قال العینی ثم نظریہ ابن بریدۃ بان الواجب یجوز ترکہ لما هو واجب منہ اہ کلام الہدۃ اقول فلفظ صحیح مثل ذلک عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الجمعۃ اخرج مسلم فی صحیحہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ لقد هممت ان امر رجلاً یصلی بالناس ثم احرق علی وجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتہم اقول علان عبد اللہ بن وہب روى الحدیث فی مسندہ فقال حدثنا ابن ابی ذئب حدثنا عجلان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فذاکر الحدیث وفیہ یفتنہن رجال من حول المسجد لا یشہدون العشاء والاحرق بیوتہم وقد قال فی حدیث سقنا عن الجامع لیجیہ ثم اخذ شعلۃ من نار ولا نسلم ان بین ان یدہب بعد الاقامت یتنفل قد اوقدت فی بیوت حول المسجد فیظہر ما علیہم و بین الرجوع الی المسجد ما یوجب تقویت الجماعت حتی یلزم الترتک لغیر نفوت الادراک من اول الصلوۃ وھولیس الا فضیلتہ ربما یترک لاقل من ہذا علی السکینۃ فی المشی لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلوۃ وعلیکم بالسکینۃ والوقار فما اردکم فاضلوا وما فاکم فاموا رواہ الشیخان وغیرہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تسقط الاشکال راساً واللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ فاما حکمہ منہ رضی اللہ تعالیٰ

اذان سنے یہ وقت ہو گیا اب تک گھروں سے نماز کو نہیں نکلتے **البخاری** عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس صلاۃ اقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیہا لا توہما ولو جہلوا لقد ہست ان امرالمؤمن فیکفیر ثم امرہ جلا یوم الناس ثم اخذ شعلۃ من نار فاحرق علی من لا یمیجج الی الصلاۃ بعدہ یہ حدیث صحیح صریح ہے کہ وقت اقامت تک مسجد میں نہ حاضر ہونا وہ جرم قبیح ہے جس پر حضور قدس صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماۃ علیہ و علی آلہ الکرام نے اُن لوگوں کے جلا دینے کا قصد فرمایا علیا فرماتے ہیں یہ اوشاد کہ تکبیر کہلو اگر نماز شروع کراؤں اُس کے بعد تشریف لے جاؤں اُسی بنا پر تھا کہ اُن کی عدم حاضری ثابت اور الزام مختلف قائم ہو لے اس کا منشا وہی تحقیق ہے جو ہم نے ذکر کی کہ ایجاب اجابت تا وقت اقامت موسع ہے امام اجل ابو زکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں انما ہم باقیانہم بعد اقامۃ الصلاۃ لان ذلک الوقت یتحقق مخالفتہم و تخلفہم فینتوجہ اللوم علیہ الخ **اقول** یہاں سے واضح ہو گیا کہ ظاہر حدیث میں جو کلام قنینہ و محبت کی تائید نکلتی تھی ممنوع و ساقط ہے مہمذا شک نہیں کہ حضور مسجد مقبہ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ غرض نشود جماعت ہے اور قبل از اقامت وقت جماعت غیر مقبول تو اقامت تک وجوب موسع ماننے سے چارہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ اقامت تک تاخیر یا تو امام معین کو میسر جس کے بن آئے جماعت قائم ہی نہوگی یا اُسے جس کا مکان مسجد سے ایسا ملاصق کہ تکبیر کی آواز اُس پر محض نہ رہے گی ان کے سوا اور نمازیوں کو انتظار اقامت کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں کہ جب نہ تکبیر اُن پر موقوف نہ اُنہیں اُس کی آواز آئے گی تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں ایسوں کو اُسی وقت تک تاخیر واجب تک تقویت کا خوف نہر حدیث ایسے ہی لوگوں پر محمول اور ممکن کہ کلام قنینہ و محبت بھی اسی معنی پر حمل کریں فیحصل التوفیق و باللہ التوفیق **رابعا** اگر بفرض باطل یہ احکام مطلق جماعت کے ہوتے کہ اولی و ثانیہ دونوں جس کے فرد تو واجب تھا کہ بعد فوت اولی ثانیہ بالتعین واجب و مرکب ہوتی کہ اب براہت ذرا اسی فرد میں منحصر ہو گئی حالانکہ ہمارے الکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بعد فوت اولی وجوب دکن نفس جواز ثانیہ میں نزاع عظیم ہے ظاہر الروایہ منع و کراہت اگرچہ ماخوذ و مختار جواز ہے جبکہ بے اعادہ اذان ہیأت اولی بدل کر ہو کما بینا فی فتاونا بما یقبل المنصف وان کا بر المتعسف امام اجل ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں لو دخل جماعۃ المسجد بعد ما صلی فیہ اہلہ یصلون وحدانا و هو ظاہر الروایۃ و بعبارة **اخری** جس جماعت کو صلوا واجب یا سنت کو کہہ سکتے ہیں اُس کا تاکد متفق علیہ ہے اور ثانیہ کا بعد فوت اولی بھی نفس جواز مختلف فیہ تو ثانیہ کسی وقت اُس جماعت سے نہیں جس کا حکم وجوب و تاکد ہے لیکن ثانیہ دائما مطلق جماعت کی فرد ہے تو لا جرم یہ احکام مطلق اصولی کے نہیں بلکہ خاص اولی کے ہیں و هو المطلوب رد المحتار میں ہے قد علمت ان تکرارہا مکروہ فی ظاہر الروایۃ الا فی روایۃ عن الامام و روایۃ عن ابی یوسف کما قد مناکہ قویا و سیأتی ان الراجح عند اہل المذہب وجوب الجماعۃ و انہ یا ثم یقفونہا اتفاقا بجلادہ کیا چیز ہے جس کی تقویت

لہ قولہ بعد نقیض قبل مبنی علی الضم فلما حذف منہ المضاف الیہ بنی علی الضم و سمی غایۃ لانتفاء الکلام الیہا و لیس بعد ان یسمی الذم الی الصلاۃ اہم عدۃ القادی قلت والنفی اذا لا فی زمانا استغنی عن جمیع اجزائہ فیمتد من بدء وقت المضاف الیہ الی ان التکلم ولذا یرجع حاصلہ فی امثال المقام الی قولک الی الان نقول ما جاء فی بعد ان یسمی ان ذہب الی هذا الحین وهذا یصح فی غایۃ لانتفاء الکلام الیہا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۳ یہاں کلام علی ما هو المشہور بین کثیر من الناس ہے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ پر کہ اس کی تحقیق کمال توفیق و جلیل تطہیق فائض ہوتی خاص بابین تحریر فقیر سے دیدنی ۱۲ مہر رحمہ اللہ ۱۳ قلت و روایۃ عن محمد کما فی البحر و المجتبی والحلیۃ وغیرہا ۱۲ منہ

بالا اتفاق گناہ ثانیہ کو تو اسی عبارت میں ردائیت مشورہ پر مکروہ بتا رہے ہیں لاجرم وہ اولیٰ ہی ہے تو ثانیہ کے اعتماد پر اُسے قوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور گناہ کی اجابت دینی اُس سے بھی بدتر و بعبارة ثالثة وہی علم کہ جماعت ثانیہ کو مکروہ بتاتے ہیں وجوب تاکد جماعت کی تصریح فرماتے ہیں کمالاً یخفی علی من تتبع کلمات القوم وقد علمت الخلف والوفاء اور وجوب تاکد کا کراہت سے اجتماع بمعنی نہی عن الفعل یا نذر ترک بعد حصول المتاکد یقیناً محال اگرچہ معنی المطلوب الدفع قبل الحصول و مطلوب الفعل بعد الحصول ممکن اور شک نہیں کہ یہاں اجتماع ہوگا تو بمعنی اول فاعرف و افهم ان کنت تفهم بالیقین وہ حکم جماعی ایسی ہی جماعت کا ہے جو ثانیہ کو شامل نہیں در نہ قول مشورہ صرف مجور بلکہ قول بالحال اور محاذ ابتر قانون عقل و تیز سے دور ہوگا وای شناعة استغفر من ذلک خامساً ایک بدیہی بات سیفیت کا ہے سے ثابت ہوتی ہے موافقت حضور ید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلقاً یا مع ترک حیثاً اور وجوب کو کیا چاہے انکار علی ترک بھی یا صرف موافقت دائرہ اب دیکھ لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس جماعت پر موافقت فرمائی اور کس کے ترک پر نکیر آئی ظاہر ہے کہ وہ جماعت اولیٰ ہی تھی تو وجوب یا استئذان ہو کہ اُسی کا حکم ہے نہ مطلق ثانیہ کا تنبیہ احکام افراد جانب مطلق سرائت کرتے ہیں شبہ نہیں مگر وہ مطلق مطلق منطقی ہے جس کے تحقق کو تحقق فرد واحد اور اُس پر صدق حکم کو صدق علی فرد و علی خلاف سائر افراد کا فی و لہذا بتضاد احکام افراد و احکام متضاد ہوتا ہے بایں معنی مطلق جماعت بیشک فرض واجب سنت مستحب مباح مکروہ حرام سب کچھ ہے کہ جماعت جمعہ جماعت پنجگانہ جماعت کسوف و جماعت و تر رمضان و جماعت نوافل بلا تداویٰ بتداعی و جماعت ظہر فی المصردوم الحجہ وغیرہ سب کو شامل اس معنی پر حکم فرد کی مطلق سے نفی دوبار قول بالمتنافقین ہے لثبوتہ و نفیہ کلہما والمطلق کلہما کلام اس میں نہیں مطلق اصولی یعنی فرد شائع یا ماہیت مقررہ فی ای فرد یا د میں کلام ہے اس کی طرف احکام خاصہ فرد دون فرد ہرگز ساری نہیں ہو سکتے اور جو حکم اس کے لیے ثابت وہ ہر فرد کو ثابت مالم یمنع مانع یہ نکتہ ضروری المحفظہ ہے کہ اس سے غفلت باعث غلط و شرط ہوتی ہے وقد حققہ تاج المحققین خاتمة المدققین سیدنا الوالد قدس سرہ الما جہ فی کتابہ المسماة اصول الرشاد لقمع مباح فی الفساد واللہ الہادی الی سبیل السداد یا بکلمہ جماعت اولیٰ پر ترجیح تجد وجہ صحت رکھتی ہے نہ حکم وجوب و تاکد جماعت اولیٰ سے متعدی ہے نہ باعتماد ثانیہ ترک اولیٰ کی اجازت ہو سکتی ہے نہ ہرگز اولیٰ و ثانیہ کا ثواب سادہ ہے بلکہ باعتماد ثانیہ تقویت اولیٰ گناہ قطعی جماعی ہے ہاں مسجد اگر مسجد شائع ہوئی اُس کے لیے کوئی جماعت معلوم نہیں جیسے بازاروں کی مسجدیں کہ کسی خاص محلہ و گروہ سے مختص نہیں کچھ راگیر آئے پڑھ گئے کچھ بھڑ آئے وہ پڑھ گئے یہ ہیں متفرق گروہ آتے اور پڑھتے جاتے ہیں تو وہاں اس قول کی گنجائش ہے کہ ایسی مساجد کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے فان الادلی الناہیۃ عن الثانیۃ مطلقاً و بشرطہ ہی ما فعلہا اهل المسجد باذان جہر او اقامۃ حتی لو ان مسجد من مساجد الحی اتاہ قوم من غیر اہلہ فاذا نوا و اقاموا وصلوا جماعة کان لاہلہ ان یصلوا جماعة من دون حاجۃ الی العدول عن المحراب لان الحی لہم فلا یبطل بفعل غیرہم کما نصوا علیہ

لہ لانہ ان اقبل للفرد فقد اثبت للطلق بحکم السراۃ لکنہ اثبت للفرد و اثبت للمطلق وقد نفی عنہ لکنہ لم یثبت لاسطون فلم یثبت للفرد وقد اثبت لہ ۱۲ متہ

و مساجد الشوارع لا اهل لها معينا فلا يتحقق فيها الاولى بالمعنى المذكور بل الكل اولى اذ ليس بعض من بعض باولى ولهذا هرگز وہ کہ آتا جائے اپنی اپنی جدا اذان واقامت سے جماعت کرے کما فی رد المحتار عن خزائن الاسرار عن اُمّالی الامام قاضیخان و فی خانیتہ مسجد لیس لہ مؤذن امام معلوم یصلی فیہ الناس فوجا فوجا بجماعة الا فضل ان یصلی فیہ کل فریق باذان واقامة علی حدة اھ و فی الثامیة عن الطنج اما مسجد الشارع فالناس فیہ سواء لا اختصاص لہ بفریق دون فریق اھ الحمد للہ کلام اپنے ذرؤہ اقصیٰ کو پہنچا اور حکم مسائل نے غایت انجلا پایا ہلکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق روشن رہے کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کو کسی کے کلام پر اخذ مقصود نہیں بلکہ صرف اظہار حق و ادائے واجب اکد و احق کہ بعد سوال اعانت جواب و ابانت صواب اہم واجبات شرعیہ سے ہے جس پر ہم سے حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد واثق لیا اللھم اجعلنا من المفلحین وبعھد بنیک من الموفین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ و التسلیم ینا تقبل منا انک انت السميع العليم الحمد للہ کہ یہ ضروری و موجز جواب کا شرف صواب فرصت اختلاصی کے چند متفرق جلسوں میں ۲۴ صفر ۱۳۱۳ ہجریہ روز جان افروز و شنبہ کو وقت اشراق ہر مشرق سمائے ختام و لمحاظ تاریخ بدو و ختم القلادۃ المرصعہ فی نحو الاجوبۃ الاربعہ اس کا نام ہوا و آخر دعوتنا ان الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین امین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ ۱۵ حکم۔

الْقُطُوفُ الدَّانِيَةُ مَنْ أَحْسَنَ الْجَمَاعَةَ الثَّانِيَةَ

۱۳ ————— ۱۳

مسئلہ - از مراد آباد مدرسہ امدادیہ مدرسہ مولوی سید محمد حبیب الرحمن صاحب سلسلہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ بغیر اذان واقامت در صورت بدل دینے ہیأت جماعت اولیٰ کی از روئے شرع شریف بلا کراہت جائز ہے یا نہیں - بینا توجروا

الجواب

صورت مستقرہ میں جماعت ثانیہ بلا کراہت مطلقہ مطلقاً جائز و مباح عند اہل التحقیق ہے جس کی تنقیح بالغ و توضیح بازغ مع ردوائع لاہام تاریخ بعض اہل علم نے زمانہ بونہ تعالیٰ رسائل فقیر سے ظاہر و عیاں بیان نفس مسئلہ کے اجمالی احکام اور ان کے متعلق نقول و نصوص علمائے کرام پر اقتصار کیجیے کہ شان قوی اسی کے شایاں — فَاَقُولُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ و بہ الوصول الی ذری التحقیق اولاً جماعت کا جواز و فضیلت کی وہ صورتیں سینے جن میں اصلاً نزاع کو گنجائش نہیں (۱) جو مسجد شارع عام یا بازار یا ایٹیشن یا سرا کی ہے جس کے لیے اہل معین نہیں وقت پر جو لوگ گزرے یا آتے یا پڑھ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت ہو

اوروں کا آنا اتفاقی و عارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع مکرار جماعت باذان جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت ہو بت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں (۲) مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص ہے اختصا رکھتی ہے اُس میں اقامت جماعت انھیں کا حق ہے اگر اُن کے غیر جماعت کر گئے تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز ہے جیسے کہ ناجائزہ حالانکہ اُس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر دلی بے اذن دلی پڑھا جائے اب دلی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا (۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے (۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذان جدید بروچ سنت اعادہ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو (۵) محلے میں حنفی و غیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کر لی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرض طہارت یا فرض صلاۃ یا شرط امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چارم سر سے کم کا مسح یا آبِ قلیل نہ خواست اُفتادہ سے وضو یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ مٹی یا صاحبِ تیب کا باوصف یا دو وسعت وقت بے ادائے فائزہ دقیقہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہ اپنی جماعت جدا گا نہ کریں کہ اگرچہ شرعاً اُن جماعت کرے والوں کے لیے اُسے جماعتِ اولیٰ مانے مگر حنفی تو اُس میں اقتدا نہیں کر سکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو (۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامہ غیر مقلدین کہ خواہی خواہی اہل حق سے مخالفت اور مذہبِ رابعہ خصوصاً مذہبِ حنظلہ حنفیہ کی مضادات پر حرکیں ہوتے ہیں جب بھی حنفیہ کو اُن کی اقتدا گناہ و ممنوع ہے اپنی جماعت جدا کریں (۷) اُس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی اُن کی اقتدا خالی از کراہت نہیں تو جماعتِ ثانیہ کا فضل مبین (۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم تبصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعتِ ثانیہ ہی افضل و اکمل اور اسی پر حرین محترمین و مصر و شام و غیرہ بلاد دارالاسلام میں جمہور مسلمین کا عمل (۹) جس نے جماعتِ اولیٰ کی فاسد العقیدہ بد مذہب بدعتی تھا مثلاً دہابی یا قاضیانی یا معاذ اللہ امکان کذب الہی شانہ ماننے والا یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی کو بُرا جاننے والا کہ عند التحقيق ایسوں کی اقتدا بکراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے (۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زنا کار یا دارِ بھی مٹا سود خوار کہ یہ لوگ اُن دہابیوں کذبوں و غیرہ ہم بد مذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں پھر بھی اُن کی اقتدا شرعاً ثابت ناپسند (۱۱) امامِ اولیٰ زابے علم جاہل نماز و طہارت کے مسائل سے غافل تھا جیسے اکثر گنوار غلام و غیرہ ہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انصاف (۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً 'ع یات ، ط یات ، س ، ص یاح ، کا یا ذ ، ز ، ظ میں تیز کرنے والے کہ آج کل اس دارالافتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں و حسبنا اللہ و نعم الوکیل و انا للہ و انا الیہ راجعون پھر خواہ بے خیالی بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پروائی یا زبان کی نادمی کوئی سبب ہو مذہب معتبر پر صحیح حوالہ کی نماز اُس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صورتوں میں مذہب متاخرین خود اُس کی اپنی نماز کے لیے بہت سختی سے عند التحقيق بھی بشرط معلومہ مضبوط کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا تا قادر نا قادر کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورتِ صحیحہ واقع ہو کہ وہ جماعتِ اولیٰ ٹھہرے لاجرم صحیح خوانوں کو جماعتِ ثانیہ ہی کا حکم ملے یہ صورتِ صورتِ اولیٰ کی مانند ہے اول باختر نسبتہ وار و فرض ایسی صورتیں جماعت

ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلاً کلام کی گنجائش نہیں ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعت اولیٰ اہل مسجد یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہ ہو تو ہمیں جماعت ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ در صورت کراہت تصدّقاً تقویت اولیٰ کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور در صورت فساد تو اس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو اب ان تمام طالب پر نفوس علماء سنیہ فقیر نے ان سب مسائل میں بتوفیقہ تعالیٰ قول متبحر اختیار کیا ہے اسی کے متعلق عبارات کتب بایجاز و اختصار نقل کروں کہ ذکر اقاویل و تطبیق و توفیق و ترجیح و تحقیق و تدقیق محتاج تطویل مہذا بعونہ تعالیٰ ان مباحث میں یہ سب مدارج فتاویٰ و رسائل و قوانین فقیر میں طے ہو چکے ہیں و باللہ التوفیق یتن غرر میں ہے لا تکرر فی مسجد محله باذان و اقامۃ الا اذا صلی بہما فیہ اولاً غیر اہلہ اوصلی اہلہ بمخافۃ الاذان خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار میں ہے لو کان مسجد طریق جازاً جماعاً کما فی مسجد لیس لہ امام و لا مؤذن و یصلی الناس فیہ و جاف و جافان الا فضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامۃ علی حدۃ کما فی امالی قاضی خاں دروغتاویں ہے نکرہ خلف مخالف کشفی لکن فی و ترابحران یتقن المراءعۃ لم یکرہ او عدا مہا لم یصم وان شک کرہ بحر الرائق میں ہے حاصلہ ان صاحب الہدایۃ جوز الاقتداء بالشافعی بشرط ان لا یعلم المقتدی منہ ما یمنع صحۃ صلاۃ فی زائے المقتدی کا نقص و نحوہ و عدد مواضع عدم صحۃ الاقتداء بہ فی الغایۃ و غایۃ البیان بقولہ کما اذا لم یتوضاً من الفصد و الخارج من غیر السبیلین او کان شاکی فی ایمانہ بقولہ انا مومن انشاء اللہ او متوضاً من القلتین او یرفع یدہ عند الکوکع و یرفع الراس من الکوکع اولم یغسل ثوبہ من المنی ولم یفرکہ او انخر ف عن القبلة الى اليسار و صلی الوتر بتسلیمتین او اقتصراً علی رکعۃ اولم یوتر اصلاً او فہقہ فی الصلاۃ ولم یتوضاً او صلی فرض الوقت مرۃ تمام القوم فیہ زاد فی النہایۃ وان لا یراعی الترتیب فی الفوائت وان لا یمسح برأسه و زاد قاضی خاں وان یکون متعصباً و اکل ظاہر ماعد الخمسة اشياء **الاول** مسئلۃ التوضؤ من القلتین فانه صحیح عندنا اذا لم یقع فی الماء نجاسة ولم یختلط بمستعمل مساو له او اکثر فلا بد ان یقید قولہم بالقلتین المتنجس ماؤہما والمستعمل بالشرائط المذكور لا مطلقاً **الثانی** مسئلۃ رفع الیدین من وجہین الاول ان الفساد روایتہ شاذۃ لیسبت بصحیحہ روایۃ ولا درایۃ الثانی ان الفساد عند الکوکع لا یقتضی عدم صحۃ الاقتداء من الابداء مع ان عروض البطلان غیر مقطوع بہ حتی یجعل کا لمحقق عند الشروع لان الرفع جائز الترتیب عندہم لسنیۃ **الثالث** مسئلۃ الانحراف عن القبلة الى اليسار لان المانع عندنا ان یجاوز المشارق الى المغرب و الشافعیۃ لا یمحون ہذا الانحراف **الرابع** مسئلۃ التعصب لان التعصب علی تقدیر وجودہ منهم انما یوجب الفسق و الفسق لا یمنع صحۃ الاقتداء **الخامس** مسئلۃ الاستثناء فی الايمان فان التکفیر غلط و الاستثناء قول اکثر السلف اہم ما یقطعی کلام بحر فی البحر **اقول** وقد کانت ظہرت لی بحمد اللہ الخمسة المذكورة اول ما نظرت الکلام مع زیادۃ فلند کرنا بقی من الابحاث تنبیہاً للافادة الاول قولہم لم یوتر اصلاً لا یشہر لہ وجہ فانه بترکہ لا یفسق

لہ صادق بان لا اہل لہ اوصلی من لیس من اہلہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فضلاً عما يوجب بطلان الاقتداء فان الوتر وان وجب عندنا فهو مجتهد فيه ولا تفسير بالاجتهاديات وان حمل على انه ان لم يصله لم يصح الاقتداء به في الفجر بشرطه لفوات الترتيب نافاه قوله زاد في النهاية وان لا يراعى الترتيب ثم رأيت العلامة الشامي عله في مفتحة الخالق بهذا ثم اعله بالتكرار قال فليتأمل بالمواد **اقول** بل هو أشد من التكرار فان قوله زاد لا يحمّله كما علمت الثاني **اقول** وينبغي اسقاط صلاته الوتر بتسليمتين فان طريان المبطّل غير المبطّل من رأس كما افاده البحر ثم على ما ذهب اليه الامام ابو بكر الرازي لا يفسد بالمال ايضاً لان امامه لم يخرج عنده نفسه بالسلاّم فانه يحجب ما بعده من الوتر وهو مجتهد فيه نعم الاصح الفساد كما جزم به في متن التنوير وهو الموقد بقول الجمهور الصحيح المشهور من ان العبرة لرائي المقتدى الثالث مثله الكلام في اقتصاره على ركعة الرابع افاد الشامي قال افاد شيخنا حفظه الله تعالى ان المراد انهم اذا اجتهدوا في القبلة مع وجود المحاريب القديمة فانه يجوز عندنا عندنا فافلوا نحن عن المحاريب القديمة (اي انحرافاً جازاً والمشارك الى المغرب) لا يصح الاقتداء به اه **اقول** وهو وجهه مسقط لوجه اسقاط عند الانحراف نعم لا بد من التقييد وهو غير بعيد فان عدم رعاية الترتيب وعدم غسل المني او فركه كل مقيد كما نبهنا عليه ولم يوجب اسقاطهما فكذا هذا وبه ظهر الخامس وهو عدم اسقاط التوضوء من القلتين وان كان الوجه هو التقييد الا ان يفرق بالغالب والناذر والحفي والمتبادر ولنرجع الى ما كنا فيه من الكلام فما كان الا من تجاذب القلم عنان الرقم لمناسبة المقام نيزج من به فصار الحاصل ان الاقتداء بالشافعي على ثلاثة اقسام الاول ان يعلم منه الاحتياط في مذهب الحنفي فلا كراهة الثاني ان يعلم عدمه فلا صحة لكن اختلفوا هل يشترط ان يعلم منه عدمه في خصوص ما يقتدى به او في الجملة صح في النهاية الاول وغيره اختار الثاني وفي فتاوى الزاهدي الاصح انه يصح وحسن الظن به اولى الثالث ان لا يعلم شيئاً فالكراهة رد المحتار من به نقل الشيخ خير الدين عن الرمل الشافعي انه مشى على كراهة الاقتداء بالمخالف حيث أمكنه غيره ومع ذلك هي افضل من الافراد ويحصل له فضل الجماعة وبها فتى الرمل الكبير واعتمد السبكي والاسنوي وغيرهما قال والحاصل ان عندهم في ذلك اختلافاً وقد سمعت ما اعتمد الرمل وافتي به والفقير اقول مثل قوله فيما يتعلق باقتداء الحنفي بالشافعي والفقير المنصف ليسم ذلك وانا رملي فقه الحنفي لا مراعاة اتفاق العالمين اه ملخصاً يعني به نفسه ورملي الشافعية رحمهما الله تعالى فتحصل ان الاقتداء بالمخالف المراعى في الفرائض افضل من الافراد اذا لم يجد غيره والا فلا اقتداء بالمواقي افضل اُسى من مولنا على قارى عليه رحمة الباري عى به لو كان لكل مذهب امام كما في زماننا فلا فضل الاقتداء بالمواقي سواء تقدم او تاخر على ما استحسنته عامة المسلمين وعمل به جمهور المؤمنين من اهل الحرمين والقدس ومصر والشام ولا عبرة بمن شذ منهم بغير خود فرماي والذي يميل اليه القلب عدم كراهة الاقتداء بالمخالف ما لم يكن غير مراعى في الفرائض وانه لو انتظر امام مذهب بعيداً عن الصفوف لم يكن اعراضاً عن الجماعة للعلم بانه يريد جماعة اكمل من هذه الجماعة اُسى من زير سلمه امامت عبود اعزالي

وغیرہما تبعاً للبحر ہے بیکرہ الاقتداء بہم تنزیہاً فان امکن الصلاة خلف غیرہم فهو افضل والا فلا فتداء اولی من الا افراد
 اسی میں ہے فی المعراج قال اصحابہ الا یلین ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرہما یجد اماماً غیرہ بلکہ اسی میں ہے
 بقی لو کان مقتدیاً بیکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لا کراہۃ فیہ ل یقطع ویقتدی بہ استظهر ط ان الاول لو فاسقا
 لا یقطع ولو مخالفاً وشک فی مراعاتہ یقطع اول والاظهر العکس ان الثانی کراہۃ تنزیہیۃ کالاعسی والاخر ابی بخلاف
 الفاسق فانه استظهر فی شرح المنیۃ انها تحریمیۃ لقولہما ان فی تقدیمیہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علینا
 اہانتہ الخ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی للعلامة ابراہیم الحلی میں ہے بیکرہ تقدیم المبتدع ایضاً لانه فاسق من حیث الاعتقاد
 وهو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع تنزیراً لا تبصاراً ودر مختار
 میں ہے لا یصح اقتداء غیر الا لثغ بالاثغ علی الاصح کما فی البحر وحرر الحلی وابن الشیخ انہ بعد بذل جہدہ دائماً احتما
 کالامی فلا یؤم الا مثله ولا تصح صلاتہ اذا مکنتہ الاقتداء او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض مع الاثغ فیہ هذا هو الصحیح
 المختار وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف رد المحتار میں ہے وذلك کالرہمن الرہیم والشیطان الرجیم والظلمین
 وایاک نابدا وایاک نستئین الساعات انا مت فکل ذلك حکمہ مامرقاوی خیرہ میں ہے سے امامۃ الاثغ للقصیح فاسدۃ
 فی الراجح الصحیح: اب محل نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان واقامت بروجنت امام موافق المذہب
 سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولی خالیہ عن الکراہۃ ادا کر لی پھر باقی ماندہ لوگ آئے انہیں دوبارہ اس مسجد میں
 جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اور یہ تو کراہت یا بے کراہت اس بارے میں عین تحقیق حق وثیق واصل این نظر دین
 وائر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادۃ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
 مذہب مذہب نظام الروایہ ہے متن متین مجمع البحرین و بحر الرائق علامہ زین میں ہے ولا تکررہا فی مسجد محلہ باذان ثان در مختار و
 خزائن الاسرار میں ہے والنظم لدیکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلہ لا فی مسجد طریق او مسجد امام لہ ولا
 مؤذن غرالا حکام اور اس کی شرح درالحکام میں ہے او تکرار الجماعۃ فی مسجد محلہ باذان واقامۃ یعنی اذا کان المسجد امام و
 جماعۃ معلومان فضلہ بعضہم باذان واقامۃ لا یباح لہما فیہم تکرارہا جہما شرح المجمع للمصنف الامام العلامة ابن الساعاتی
 وفتاویٰ ہندیہ میں ہے المسجد اذا کان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ فضلی اہلہ فیہ بالجماعۃ لا یباح تکرارہا فیہ بلان
 ثان وچکروری وغنیہ علامہ حلی میں ہے لو کان لہ امام وموذن معلوم فیکرہ تکرار الجماعۃ فیہ باذان واقامۃ عندنا ذخیرۃ البقیۃ شرح
 صدر الشریعۃ العظمیٰ میں ہے ان کان للمسجد امام معلوم وجماعۃ معلومۃ وصلوا فیہ بالجماعۃ باذان واقامۃ لا یباح تکرارہا جہما
 جس کا حاصل عند التحقیق کراہت اذان جدید کی طرف راجع نہ نفس جماعت کی طرف ولہذا اسی مذہب کو امام محقق محمد محمد ابن امیر الحاج
 حلی نے جلیس میں اس عبارت سے ارشاد فرمایا المسجد اذا کان لہ اہل معلوم فصلوا فیہ او بعضہم باذان واقامۃ کرہ لغیر اہلہ
 وللباقین من اہل اعادۃ الاذان والاقامۃ اور اگر بغیر اس کے تکرار جماعت کریں تو قطعاً جائز و روا ہے اسی پر ہمارے علی کا اجماع ہے

خزان میں ہے لو کہراہلہ بد و نھما جازا جماعا در میں ہے لوکان مسجد الطریق یباح تکرارہا بھما و لو کہراہلہ بد و نھما جازا
شرح الجمع للمصنف و علیگریہ میں ہے اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعا و کذا فی مسجد قارۃ الطریق ذخیرۃ العقبی و شرح الجمع للعلاء
میں ہے لوصلا فیہ بلا اذان یباح اتفاقا عجیب و ملقط و شرح در البحار و رسالہ علامہ رحمۃ اللہ السندی تلمیذا لمحقق ابن الہمام و حاشیہ
البحر للعلامہ خیر الدین الرملی استاذ صاحب الدار المختار میں ہے یجوز تکرار الجماعۃ بلا اذان و بلا اقامۃ ثانیۃ اتفاقا و لفظ بعضہا
اجماعا پھر یہ جواز مطلق محض و خالص ہے یا کہیں کراہت سے بھی مجامع اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں جماعت ثانیہ کریں تو مکروہ
اور محراب سے ہٹ کر تو اصلا کراہت نہیں خالص مباح و ما ذون فیہ ہے بزاز یہ و شرح منیرہ و رد المحتار میں ہے عن ابی یوسف اذ لم
تکن علی الہیئۃ الاولی لا تکرہ والا تکرہ و هو الصحیح و بالعدل عن المحراب تختلف الہیئۃ و لا یجوز و تاثر خانہ و شامیہ میں ہے
بناخذ اسی میں ہے قد قلت ان الصحیح تکرار الجماعۃ اذ لم تکن علی الہیئۃ الاولی یہ ان احکام میں اجمالی کلام تھا بالتفصیل
محل آخر الحمد للہ العلی اکبر و الصلاۃ والسلام علی الحبيب الاذہن و آلہ واصحابہ الا طائب الغر و اللہ سبحنہ و تعالی
اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ - زید نے وقت مغرب ایک مسجد میں داخل ہو کر دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے اور امام قرات بچہ پڑھ رہا ہے زید نے اس امام
کی اقتدانہ کی اور اُس آن واحد میں علیحدہ اپنی قرات بچہ شروع کر دی اور دوسری جماعت قائم کی پس زید کا کیا حکم ہے اور اس جماعت ثانی کا
جو بحالت موجودگی جماعت اول قائم ہوئی ہے کیا حکم ہے اور دو شخص ایک آن میں قرات بچہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

تفریق جماعت حاضرین حضرت حق سبحنہ و تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے حتیٰ کہ انتہا درجہ کی ضرورت میں یعنی جب عساکر مسلمین و لشکر کفار
میں صف آرائی ہو مورچہ بندی کر چکے ہوں اور وقت نماز آجائے اُس وقت بھی نماز خوف کی وہ صورت قرآن مجید میں تعلیم فرمائی جس سے تفریق
جماعت نہونے پائے اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز ہو ورنہ ممکن تھا کہ نصف بر سر سر کر رہیں اور نصف باقی اپنی جماعت کر لیں پھر پانصاف
مقابلہ پر چلے جائیں اور وہ اگر اپنی نماز پڑھ لیں اتحاد جماعت کی عند اللہ ایسی ہی تو کچھ سخت ضرورت ہے جس کے لیے عین نماز میں مشی کثیر عہدہ
صلوٰۃ ہے روا رکھی گئی علاوہ بریں صد ہا آیات و احادیث اس فعل کی مذمت پر دال ہیں اور حکمت ایک جماعت کی مشروعیت کہ ایالات مسلمین
ہے کہ نہایت محبوب الہی ہے یقل بالکلیہ اُس کے مناقض ہے کمالا بخفی جس زمانے میں نظم خلافت حقہ گسیختہ اور بنائے امامت راشدہ
ازہم ریختہ ہو گئی تھی اور سلطنت فساد و فجار بلکہ بد مذہبان فاسد العقیدہ کو پہنچی تھی وہ لوگ امامت کرتے اور صحابہ و تابعین و کافہ مسلمین مجبور
ان کے پیچھے نماز پڑھتے اُس وقت بھی ان اکابر دین نے تفریق جماعت گوارا نہ کی پس اس دوسری جماعت کی شاعت میں کوئی شبہ نہیں
اور فاعل اُس کا عوض ثواب کے مستوجب طعن و ملام ہوا خصوصاً جبکہ وہ اس تفریق کا سبب کسی نبض دنیاوی کے جو اسے امام اول سے
ٹھاکر تکب ہوا یا بوجہ اپنے فاسد العقیدہ ہونے کے عناد امام اول کو بد مذہب و مبتدع ٹھہرا کر اُس کی اقتدا سے استنکاف کیا کہ ان صورتوں
میں تشیع اُس پر راشد و اکد ہے مگر یہ کہ در حقیقت امام اول سے بدعت تا بکفر و ارتداد مرتقی ہو گئی ہو مثلاً سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

حیاءاً باشد تو ہین کرتا ہو حضور کے ختم نبوت میں کلام رکھتا ہو حضور والا کے بعد کسی کو حصول نبوت میں حرج نہ جانتا ہو حضور اقدس کی تعظیم جو بعد تعظیم الہی کے تمام معظمین کی تعظیم سے اعلیٰ و اقدم ہے مثل اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کے جانتا ہو و علیٰ ہذا القیاس دیگر عقائد زائفہ کفرہ و کھتا ہو اس تقدیر پر تو البتہ فعل زید کا نہایت محمود ہوگا اور وہ اس پر اجر جزیل پائے گا کہ صورت مذکورہ میں وہ جماعت عند اللہ جماعت ہی نہ تھی کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز رأساً باطل ہے فی القیور و یکبرہ امامۃ المبتدع لم یکفر بھا و ان کفر بھا لم یصح الاقتداء بہ اصلاً اہ ملخصاً اور اگر صورت مرقومہ میں امام ثانی مقتدا و متبوع حضار کا ہو اور جس وقت وہ شخص امامت کر رہا ہے عین اسی حالت میں اس کا دوسری جماعت قائم کر دینا اور اس کے پیچھے نماز سے احتراز مجمع میں ظاہر کرنا باعث اس کے زبرد تو بیج یا حاضرین کی نگاہ سے اس کے گر جانے کا ہو تو اب یہ فعل ادبھی موکد و ضروری ہو جائے گا اسی طرح اگر کفر و ارتداد کے سوا اور کوئی وجہ ایسی ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز باتفاق روایات باطل محض ہوتی ہو تو جب بھی یہ جماعت ثانیہ قطعاً جائز ہوگی لما ذکرنا ان الجماعۃ الاولیٰ لیست بجماعۃ فی الحقیقۃ لبطلان الصلاۃ بالاقتداء بکلام امام الاول لیکن اس فعل میں اگر کوئی غرض صحیح شرعی نہ ہو تو اس تقدیر پر اس سے احتراز اولیٰ ہے ختم جماعت کا انتظار کر کے اپنی جماعت کر لے و ہذا کلہ ظاہر جد الاخفاء فیہ عند عقل سلیم و راء نبیہ و اللہ تعالیٰ اعلم و علیٰ جبل مجد کا اتم و حکمہ عن شانہ احکم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک شخص واسطے امامت کے مقرر ہے اگر وہ امام قبل از نماز عشا یا کسی اور وقت میں کسی مقتدی سے یہ کہہ جائے کہ میں کسی کام کو جاتا ہوں میرا انتظار کرنا یعنی بعد پورا ہونے وقت معینہ کے میرا انتظار کرنا بعدہ مبطل ہے اپنے وقت معینہ پر جمع ہو گئے اور اس کے بعد انھوں نے پاؤں گھٹا وقت معمول سے دیر واسطے تعمیل حکم امام صاحب کے۔ پھر انھوں نے ایک شخص کو امام بنا کر نماز پڑھ لی آیا ان سب کی نماز درست ہوگی یا نہیں اور اگر امام صاحب پھر ان کے لوگوں سے کہیں کہ تم لوگوں کی نماز نہیں ہوئی تو یہ قول امام صاحب کا صحیح ہوگا یا نہیں اور امام صاحب کوئی فتویٰ اپنی رائے سے واسطے خواہش نفس کے دیں تو شرعاً کیا حکم ہوگا۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

مقتدیوں کے ذمہ امام معین ہی کے انتظار میں بیٹھا رہنا اور جب تک وہ نہ آئے جماعت ذکرنا ہرگز ضرور نہیں بعض اوقات حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں کسی اور محلہ میں تشریف لے گئے ہیں اور واپس تشریف لائے میں دیر ہوئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جماعت ادا کر لی ہے ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام کیا ایک بار عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا کما ہو مصحح بہ فی الاحادیث امام کا کہنا کہ تمھاری نماز نہ ہوئی اگر صرف اسی بنا پر ہے کہ میرا انتظار نہ کرنے اور دوسرے کو امام بنا لینے سے تمھاری نماز نہ ہوئی تو محض باطل اور تشریف مطہرہ پر صریح افتراء ہے اپنی خواہش نفسانی کے لیے اپنی رائے سے فتویٰ دینے والا لائن امامت نہیں ہاں جس شخص کو اس کی غیبت میں مقتدیوں نے امام بنایا وہ اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے فساد نماز ہو یا معاذ اللہ اس کے مذہب میں ایسا فساد تھا جس سے اس کی امامت صحیح نہ ہو تو اس بنا پر امام کا قتل درست ہے

کہ تمہاری نماز نہ ہوئی۔ اس تقدیر پر مقتدیوں نے سخت خطا کی انہیں تو یہ چاہیے کہ اس نماز کی قضا پڑھیں واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تارک الجماعت کس کو کہتے ہیں بینوا توجروا

الجواب

تارک جماعت وہ کہ کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصداً جماعت میں جاضر نہ ہو مذہب صحیح معتد پر اگر ایک بار بھی بالقصد ایسا کیا گنہگار ہوا تارک واجب ہوا سخت عذاب ہوا والعیاذ باللہ تعالیٰ اور اگر عادی ہو کہ بارہا حاضر نہیں ہوتا اگرچہ بارہا حاضر بھی ہوتا ہو تو بلا شبہ قاسم جابر مردود الشہادۃ ہے فان الصغیرۃ بعد الاصل اربکبیرۃ مختار میں ہے (الجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال) قال الزاہد فی ارادہ بالتکید الوجوب (وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ) ای عامۃ مشائخنا وہ جزم فی الخفۃ وغیرہا قال فی البحر وہو الراجح عند اہل المذہب (فتن او تعجب) ثمرتہ تظہر فی الانشہ بترکہا مرامہ مختصراً والمختار میں ہے قولہ - قال فی البحر وقال فی النہر ہو اعدل الا قال واقواہا ولذا قال فی الاجناس لا تقبل شہادۃ اذا ترکہا استخفافاً ومجانۃ اما مہو او بتاویل لکون الامام من اہل الالہواء ولا یراعی مذہب المقتدی فقیل اھط واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بلدان ملک برار مرسلہ شیخ فتح محمد صاحب حلال حرم ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مسلمان حلال خود جو پنجوقتہ نماز پڑھتا ہو اس طرح پر کہ اپنے پیشہ سے فارغ ہو کر غسل کر کے ظاہر کپڑے پہن کر مسجد میں جائے تو وہ شریک جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر جماعت میں شریک ہو تو کیا پچھل صف میں کھڑا ہو یا جہاں اس کو جگہ ملے یعنی اگلی صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے اور اس طرف بعد نماز صبح و بعد نماز جمعہ نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں سے مصافحہ اور مسجد کے لوگوں سے دھوکہ دے سکتا ہے اور جو حلال خورینا پیشہ نہ کرتا ہو صرف جادوب کشی بازار وغیرہ کی کرتا ہو اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے اطلاع بخجی - بینوا توجروا

الجواب

بیشک شریک جماعت ہو سکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہو گا اور بیشک صف اول یا ثانی میں جہاں جگہ پائے گا قیام کرے گا کوئی شخص بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا اللہ عزوجل فرماتا ہے ان المسجد للہ بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لیے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العباد عباد اللہ بندے سب اللہ کے بندے ہیں - جب بندے سب اللہ کے مسجدیں سب اللہ کی تو پھر کوئی کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم آئی کیونکہ روک سکتا ہے اللہ عزوجل نے کہا ارشاد فرمایا من اظلم من منع مسجد اللہ ان ینذکریہا اسمہ اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے اُن میں خدا کا نام لینے سے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بلا شاہ حقیقی عز جلالہ کا یہ عام مدد بار خاں صاحب - شیخ صاحب بغل صاحب یا

تجار زمیندار معافی دار ہی کے لیے ہے کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آئے پائیں علماء جو ترتیب صفوں لکھتے ہیں اُس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت ہے ہرگز نہیں وہ مطلقاً فرماتے ہیں یصف الرجال ثم الصبیان ثم الخنثاء ثم النساء یعنی صف باندھیں مرد پھر لڑکے پھر خنثی پھر عورتیں بیشک زبال یعنی پاخانہ کمانے والا یا کنس یعنی جاروب کش مسلمان پاک بدن پاک لباس جبکہ مرد بالغ ہو تو وہ اگلی صف میں کھڑا ہوگا اور خالص صاحب اور شیخ صاحب مغل صاحب کے لڑکے کچھل صف میں جو اس کا خلعت کرے گا حکم شرع کا عکس کرے گا شخص مذکور جس صف میں کھڑا ہو اگر کوئی صاحب اُسے ذلیل سمجھ کر اُس سے بچ کر کھڑے ہوں گے کہ بیچ میں فاصلہ رہے وہ گنہگار ہوں گے اور اس وحید شہید کے سختی کے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اُسے کاٹ دے گا اور جو متواضع مسلمان صاف لایا اپنے رب اکرم و نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجالائے تو اُس سے شانہ بشانہ خوب مل کر کھڑا ہوگا اللہ عزوجل اُس کا رتبہ بلند کرے گا اور وہ اُس وعدہ جمیلہ کا سختی ہوگا کہ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من وصل صفا وصلہ اللہ جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اُسے وصل فرمائے گا دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں الناس بنو آدم و آدم من تراب۔ لوگ سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے رواہ ابو داؤد و الترمذی و حسنہ و البیہقی بسند حسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یا ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی العجمی ولا العجمی علی العربی ولا احمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقویٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اے لوگو بیشک تم سب کا رب ایک اور بیشک تم سب کا باپ ایک تم لو کچھ بزرگی نہیں عربی کو عجمی پر نہ عجمی کو عربی پر نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر نہ گرجا پر ہیزگاری سے بیشک اللہ کے نزدیک تم میں بڑا تہذیب والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے رواہ البیہقی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہاں اس میں شک نہیں کہ زبالی شرعاً مکروہ پیشہ ہے جبکہ ضرورت اُس پر باعث ہو مثلاً جہاں نہ کا فر جنگی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں نہ وہاں زمین مثل زمین عرب ہو کہ رطوبت جذب کر لے اسی جگہ گریض مسکین مسلمانوں پر سے دفع اذیت و تنظیف بیوت و حفظ صحت کی نیت سے اسے اختیار کریں تو مجبوری ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو بیشک کراہت ہے لتعاطی الخجاسات من دون ضرورة وہ بھی ہرگز حدیث تک منہی نہیں فح القدر و فقاوی علیگیری میں ہے اما شہادة اهل الصناعة الدنیۃ کالکساح والزبال والحائک والحجام فالاصح انھا تقبل لا تخافد ولا تخاف قوم صالحون فما لم یعلم القاصح لا مبنی علی ظاہر الصناعة مگر ان قوم دار حضرات کا اُس سے تغیر ہرگز اس بنا پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرتکب ہے وہ تفر کرنے والے حضرات خود صمد ہاں امور محرکات و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق تفر ہیں ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی نشہ بازی یا قمار بازی یا سود خوار شیخ صاحب تجارت یا رشوت متاں مرزا صاحب عمدہ دار اگر کھڑے ہوں تو ہرگز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب اگر شامل ہوں تو ان کے برابر کھڑے ہونے کو تو فرمایا نہیں گے حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں واللہ یقول الحق و هو یمدی السبیل و یمتد و یمو میں ذیل پیشہ کا ذکر کر کے فرمایا و اما اتباع الظلمۃ فاحسن من الکل تو ثابت ہوا کہ ان کی نفرت

خدا کے لیے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رسمی تکبر کی شان ہے تکبر ہر نجاست سے بدتر نجاست ہے اور دل ہر عضو سے شریف تر عضو انوس کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اُس مسلمان سے نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے غرض جو حضرات اس بیہودہ وجہ کے باعث اُس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اُس بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اُس سے زیادہ ظالم کون ہے اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد و جماعت ترک کریں گے وہ اُن سخت سخت ہولناک و عیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الجفاء کل الجفاء والكفر والنفاق من سمع منادی الله ينادى ويدعو الى الفلاح فلا يجيبه نظم پر اظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی موزن کو سنے کہ نماز کے لیے بلاتا ہے اور حاضر ہو رواۃ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن اور جو بندہ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس مزاحمت و نفرت سے بچے گا مجاہدہ نفس و تواضع اللہ کا ثواب جلیل پائے گا بھلا فرض کیجئے کہ ان مساجد سے تو ان مسلمانوں کو روک دیا وہ مظلوم بیچارے گھروں پر پڑھ لیں گے سب میں افضل و اعلیٰ مسجد مسجد الحرام شریف سے انہیں کون روکے گا اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اُسے حج سے روکیں گے اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے یا مسجد الحرام سے باہر کوئی نیا کعبہ اُسے بنادیں گے کہ اُس کا طواف کرے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشنے آمین۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ مسجد کے لوٹے جو عام مسلمانوں پر وقت ہیں اُن سے وضو کو بھی اسے کوئی منہ نہیں کر سکتا جبکہ اس کے ہاتھ پاک ہیں رہا مصافحہ خود ابتداء کرنے کا اختیار ہے کیجئے یا نہ کیجئے فان المصافحة بعد الصلوات علی الاصح من المباحات والمباح لا یلام علی فعله ولا ترکہ مگر جب وہ مسلمان مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے اور آپ اپنے اس خیال بے معنی پر ہاتھ کھینچ کیجئے تو بیشک بلا وجہ شرعی اُس کی دل شکنی اور بیشک بلا وجہ شرعی مسلمان کی دل شکنی حرام قطعی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے بیشک مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے بیشک اللہ عزوجل کو ایذا دی رواۃ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر کتبہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر جماعت نماز کی ہوتی ہے اور یہ بھی نماز پڑھتا ہے اور جماعت کے وقت بھی حاضر رہتا ہے جماعت ترک کر کے اوں جماعت سے یا بعد جماعت کے نماز پڑھتا ہے اس میں کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو تو مثلاً قرآن عظیم غلط پڑھتا جس سے نماز میں فسادیں آئے یا وہ اپنی رافضی یا غیر مقلدہ ہو یا کم از کم تفضیلیہ یا فاسق ہونا تو زیہ پر الزام نہیں اور اگر بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے اس پر تو یہ واجب ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یشاق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدای ویتبع غیر سبیل المؤمنین فوله ما تونی ونصلہ جہنم وساء مصیرا حکم قرآن ایسا معلن شخص کہ بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرے سختی جہنم ہے خصوصاً ترک بھی ایسا کہ جماعت ہوتی ہے اور یہ بیچارہ ہے۔

مسئلہ - از بنگالہ ضلع ڈھاکہ موضع چیتا رچو مرسلہ نواب عبدالواحد صاحب ۱۰ جمادی آخرہ ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے مع ایک مقتدی کے نماز شروع کی بعد ایک رکعت کے دوسرا اور ایک شخص آیا
تو اس صورت میں امام سامنے بڑھے گا یا وہ شخص مقتدی کو پیچھے کی طرف کھینچے گا اگر امام سامنے بڑھے تو قبل اشارہ کے یا بعد اشارہ کے اگر
بعد اشارہ کے تو قبل تکبیر تحریرہ کے اشارہ کرے گا یا بعد اگر قبل تکبیر تحریرہ کے اشارہ سے امام بڑھے گا یا مقتدی کو قبل تحریرہ کے وہ شخص اپنی
جانب کھینچے گا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔

الجواب

جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے ہاں اگر مقتدی مسئلہ نہ جانتا ہو یا پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو
ایسی صورت میں امام کو بڑھنا چاہیے کہ ایک کا بڑھنا دو کے ہٹنے سے آسان ہے پھر اگر مسئلہ جانتا ہو تو جب کوئی دوسرا ملا چاہتا ہے تو خود ہی
پیچھے ہٹنا چاہیے خواہ امام خود ہی آگے بڑھ جائے ورنہ اس آنے والے شخص کو چاہیے کہ مقتدی کو اور وہ مسئلہ نہ جانتا ہو تو امام کو اشارہ کرے
انہیں مناسب ہے کہ معاً اشارہ کے ساتھ ہی حرکت ذکر میں کہ امتثال امر غیر کا شبہ نہ ہو بلکہ ایک تامل خفیف کے بعد اپنی رائے سے اتباع حکم
شرع و ادائے سنت کے لئے نہ اس کا اشارہ ماننے کی نیت سے حرکت کریں اس صورت میں برابر ہے کہ یہ آنے والا مقتدی نیت باز نہ کر اشارہ
کرے خواہ بلا نیت کے بہر حال وہ اطاعت حکم شرع کریں گے، نہ اس کے حکم کی اطاعت اور جو جاہل اس کا حکم ماننے کی نیت کرے گا تو اس کا
تکبیر تحریرہ کے بعد اشارہ کرنا کیا نفع دے گا کہ امام یا مقتدی کو دوسرے مقتدی کا حکم ماننا کب جائز ہے لغو قرائت میں یا افعال میں لینا کہ امام کو
جائز ہے وہ بھی حکم شرع ہے نہ کہ اطاعت حکم مقتدی جو اس کی نیت کرے گا اس کی نماز خود ہی فاسد ہو جائے گی اور جب وہ امام ہے تو اس کے
ساتھ سب کی جائے گی۔ فی الدار المختار لو امثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فقدم او دخل فرجة الصف احد فوضع له فسدت بل یملکت
ساعة ثم یقدم برأ یہ قہستانی معزیا للزہدی و فی رد المحتار عن المصنف لوجذبہ اخرجنا خلاصہ لا یصح ولا یفسد صلاتہ اہ و عن
الشرنبلالی فی تیسیر المقاصد ان امثالہ انما ہو کما مر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یضراہ و عن الطحطاوی لوقیل
بالفصل بین کونہ امثل الشارح فلا یفسد و بین کونہ امثل امر الداخل مراعاة لحظہ من غیر نظر لمر الشارح
ففسد لکان حسنا اہ و رأ یتنی کتبت علیہ مانصہ **اقول** و هو من الحسن بکان بل هو مل حمل لکلمات العلماء و بہ
یحصل التوفیق و باللہ التوفیق و فی الہندیۃ رجلا ن صلیا فی الصحراء و انتم احدہما بالآخر و قام عن یمین الامام فجاہ
ثالث و جذب المؤمن الی نفسه قبل ان یکبر لاففتاح حکى عن الشیخ الامام ابی بکر بن طرخان انہ لا یفسد صلاۃ المؤمن
جذبہ الثالث الی نفسه قبل التکبیر و بعدہ کذا فی المحیط و فی الفتاوی العتابیۃ ہوا الصحیح کذا فی التارخانیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از فیض آباد مرسلہ احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویسنٹ انجینیئر ریلوے ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ (۱) مسجد یا خلافت مسجد امام کا مصلی مقتدیوں کی صف سے
ملا رہے یا علیحدہ اگر علیحدہ ہو تو کس قدر فاصلہ پر امام مصلے کے کنارہ پر کھڑا ہو یا کچھ آگے بڑھ کر تاکہ مقتدیوں کو کافی جگہ ملے فرمائیے اللہ آپ کو

ابو عظیم عطا فرمائے (۲) زید مسجد یا خلافت آں نماز فرض پڑھ رہا ہے اور اُس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت اور بکر تنہا یا شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہوئے یا ہو جانے کے تنہا بکر یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صفت پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نے بے کیا حکم ہے اُن کی نماز کا۔ یا پہلے اُن کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے باواز بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا آیا وہ درست ہوئی اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کر کے وہ نماز اعادہ کرے مفصل فرمائیے۔ بینوا توجروا (۳) اگر بھڑایا عورت یا نابالغ یا شیعیہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے کیا اُس مصلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ کیا اُس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) فصل بقدر کفایت و حاجت ہو جس میں مقتدی بخوبی سجدہ کر لیں اور اس سے زائد فضل کثیر مکروہ و خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر زید قابل امامت تھا اور انہیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انہوں نے اقتدار کی بلکہ جہاد فرض پڑھے تو اگر جماعت اولی ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولی ہوتی تو نگہا رہے اور اگر زید قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہو اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت توڑ دینا صحت جماعت قائم کی تحصیل کے لیے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کیے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے لایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو نیت توڑ دے باقی جماعت معذور کی تحصیل کے لیے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۳) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر فیروز پور محلہ پیران والا مسئلہ منشی عنایت اشرف شاہ قادری

چرمی فرما یند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت اولیہ پڑھی نہیں گئی اور امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے وہ اپنے کام کے واسطے امام معین کا انتظار نہیں کرتے حاضرین میں سے کسی کو بغیر اجازت امام کے امام بنلاتے ہیں اور نماز جماعت ادا کر لیتے ہیں یا اگر جماعت ہو چکی ہے اور آگے والا شامل جماعت نہیں ہوا تو پھر دیکھا کہ ایک دو آدمی موجود ہیں جو شامل جماعت نہیں ہوئے ان کو ہمراہ لے کر جماعت پڑھائی یا اُن میں سے کسی کو امام بنادیا اور امام سے نہیں پوچھا بعض کی یہ عادت ہے کہ مسجد میں آئے اور امام کا مصلے لیا اور بچھایا اور اُس پر نماز پڑھی یا پوچھ گئے کیا اُن کا ایسا کرنا اور بغیر امام کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔ بینوا بالعدلیل توجروا ہا جہرا الجوزیل۔

الجواب

جو لوگ جماعت معینہ سے پہلے جماعت کر کے چلے جائیں اُس میں چند صورتیں ہیں اگر امام معین محلہ میں واقع کوئی معذور غرضی ہے مثلاً وضو طہارت ٹھیک نہ ہونا یا تجوید و قرائت میں ایسی غلطی کہ مورثی فساد نماز ہو یا محاذائے بندہ نہ ہو یا تنہا ہو یا بیعت و غیرہ منقولہ وغیرہ یا فسق بالاعلان مثلاً مدعی حد شرع سے کم رکھنا تو ان تین صورتوں میں ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں بلکہ اُسی جماعت محلہ پر الزام ہو گا جو ایسے امام القابل است

یا ممنوع التقدیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ ہیں اگر وہ مسجد کسی خاص جماعت کی مسجد نہ ہو جیسے مسجد شارع دسراواٹیش جب بھی کوئی الزام نہیں کہ وہاں امام معین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا جو جماعت آئے جدا اذان سکے اور جدا قامت کرے اور اپنے سے ایک شخص صالح امامت کو امام بنا کر جماعت پڑھے یہ سب جماعتیں جماعت اولی ہوں گی ان میں کسی دوسرے پر ترجیح نہیں اور اگر مسجد محلہ ہے جس کے لیے امام و جماعت معین ہے اور امام میں کوئی محذور شرعی نہیں اور چند لوگ اپنی کسی ضرورت خاصہ شرعیہ سے پیش از جماعت نماز پڑھ کر جانا چاہتے ہیں مثلاً کہیں انھیں جانے کی ضرورت جائزہ ہے اور جماعت کا انتظار کریں تو ریل کا وقت جاتا رہے گا ایسی صورت میں بھی ان کو اجازت ہوگی کہ باہم جماعت کر کے چلے جائیں کہ شرع ذرا ان کو یہ حکم دے گی کہ جماعت کا انتظار کرو اور ریل نکل جانے دو نہ یہ حکم دے گی کہ جبکہ تم جماعت کا انتظار نہیں کر سکتے الگ الگ پڑھو اور جماعت نہ کرو نہ اس جماعت میں منصب امام معین سے کوئی منازعت ہوگی کہ وہ محلہ کی جماعت اولی کا امام معین ہے اہل محلہ کے لیے جماعت اولیٰ وہی ہوگی جو وہ اپنے امام کے ساتھ اپنے وقت معین پر پڑھیں گے ان چند آدمیوں کا بضرورت پہلے جماعت کر جانا ان کے ثواب جماعت میں کچھ کمی نہ کرے گا اور جب منازعت نہیں تو استیذان امام کی بھی حاجت نہیں پھر بھی احسن یہ ہے کہ محراب سے ہٹ کر جماعت کریں تاکہ صورت معارضہ سے بچیں اور باعث تنفیذ و حشمت امام معین نہ ہو اور اگر ان کو کوئی ضرورت شرعیہ نہیں تو ضرور مورد الزام شرعی ہیں کہ مرکب تفریق جماعت ہوئے پھر نیت کے اختلاف سے حکم اشد ہوتا جائے گا مثلاً اپنے کسی ابو و لب سباح کی جلدی کے باعث جماعت کر گئے تو صرف تفریق جماعت کا الزام ہے اور اگر کسی ابو و لب ناجائز کی جلدی تھی یا کسی ناجائز جگہ جانے والے تھے اور وقت ریل نکلے سبب جلدی کی تو الزام دو چند ہے اور اگر اپنی بد مذہبی کے باعث امام سنی صحیح العقیدہ صالح امامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہی تو الزام سب میں سخت تر ہے والکل ظاہر عندا من له ادنی مسکة فی العلم یہ صورت تقدیم کا جواب ہوا رہی صورت تاخیر اس میں بھی اگر وہ مسجد مسجد محلہ نہیں تو ہم اوپر کہ چکے کہ یہاں نہ تقدیم ہے نہ تاخیر ہے نہ معین امام کے کوئی معنی سب جماعت اولیٰ ہیں اور سب یکساں اور اگر مسجد مسجد محلہ ہے اور امام معین میں کوئی محذور شرعی تھا جس کے سبب انھوں نے قصداً تاخیر کی جب بھی ان پر کچھ الزام نہیں کہ مقصود اصلاح جماعت سے انارت فتنہ ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر یکساں اور اگر امام میں کوئی محذور شرعی بھی نہیں مگر جماعت اولیٰ بے اذان یا اذان خفی ناکافی اعلان کے ساتھ کی گئی جب بھی ان کو باعلان اذان اعادہ جماعت کی اجازت بلکہ حکم ہے کہ پہلی جماعت جماعت مسنونہ نہ ہوئی جماعت مکروہ ہوئی اور اگر یہ بھی نہیں مگر امام معین مذہب فقہی میں اس جماعت باقیہ کا خلاف ہے مثلاً وہ شافعی المذہب ہے یہ حنفیہ ہیں اپنی جماعت جدا کرنا چاہتے ہیں تو کوئی بھی الزام نہیں کہ افضل یہی ہے کہ امام مخالف المذہب کے پیچھے نماز پڑھی جائے اگر مخالف المذہب حتی الامکان مراعات مذاہب اربع رکھتا ہو ان سب صورتوں میں اس جماعت ثانیہ کو نہ اذان امام اول کی حاجت نہ تبدیل محراب و محلے کی ضرورت اور اگر ان سب وجوہ سے جدا ہو تو پھر تاخیر میں نظر باعث وہی شقوق عود کریں گے جو تقدیم میں تھیں مگر باعث تاخیر کوئی ضرورت شرعیہ تھی مثلاً بھوکا ہونا یا استنجے کی ضرورت ہونا وغیرہ لکسچہ اعدا نہ فقہانے تحریر فرمائے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر اعادہ اذان کی اجازت نہ ہوگی اور محراب نہ بدلتا مکروہ اور بعد تبدیل محراب شرعی اجازت ہے اذین امام کی حاجت نہیں نہ اس کے منصب میں منازعت نہ اس میں اس کے لیے تنفیذ و حشمت اور اگر بھی اور وہ کہے کہ اگرچہ جماعت اولیٰ میں نے ہی کی اور میرے حق میں کوئی دست اندازی نہ ہوئی پھر بھی تم نے میری مسجد میں

بے میرے اذن کے کیسے جماعت ثانیہ کر لی تو اس وحشیانہ وحشت کا الزام خود اُس پر ہے نہ ان پر۔ اور اگر بے ضرورت شرعی کسی امر مباح کے سبب تاخیر کی تو تقریر جماعت و ترک جماعت اولیٰ کا اُن پر وبال ہے اور اگر کسی امر ناجائز کے سبب تو وبال دو چند اور اپنی بد مذہبی کے باعث امام سنی صالح الامامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہی تو وبال سب میں سخت تر ہے کما تقدم اور مصلائے امام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خاص اُس کی بلکہ ہو کہ اُس نے اپنے لیے مسجد میں بچھا رکھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بے اُس کے اذن کے کسی کام میں استعمال نہیں ہو سکتا جو استعمال کرے گا گنہگار ہوگا دوسرے یہ کہ مصلے وقف ہو اس میں پھر تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ واقعہ نے صرف امام کے لیے وقف کیا تو اُسے کوئی نمازی منفرد یا مقتدی بھی نہیں لے سکتا چہ جائے کہ غیر۔ بلکہ اگر خاص امام جماعت اولیٰ کے لیے وقف کیا ہو تو امام جماعت ثانیہ بھی نہ لے سکے گا۔ دوسرے یہ کہ واقعہ نے نماز کے لیے وقف کیا تو ہر نمازی لے سکتا ہے اگرچہ منفرد ہو سوائے نماز اور جلوس کے لیے نہیں لے سکتے جبکہ واقعہ نے اسے جائز نہ رکھا ہو تیسرے یہ کہ مسجد کے لیے وقف کیا اور صراحتہ یا دلالتہ حاضران مسجد کے لیے اُس کا استعمال مطلق جس طرح چٹائیوں میں معروف ہے تو اُسے نماز کے لیے بھی لے سکتے ہیں اور غیر وقت نماز میں کسی ایسے جلوس کے لیے بھی کہ شہر عاصی میں جائز ہو پھر اتنا لحاظ رہے کہ بحال اطلاق بھی جس طرح صفیں جماعت کے لیے ہوتی ہیں مصلے میں حق امام زیادہ ملحوظ ہوتا ہے تو عین وقت امامت امام کو اُس سے محروم نہیں کیا جاسکتا ہاں خالی وقت میں لے لینا اور وقت امامت کے لیے مقام امام پر پھر بچھا دینا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کھربا پوٹہ کلاں ضلع پبلی بھیت مرسلہ شرف الدین صاحب زمیندار، رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظہر کی نماز دو بجکر پچیس منٹ پرتین شخص جماعت کر لیں وہ بہتر ہے یا دو بجکر پینتیس منٹ پر پچیس آدمیوں کی جماعت ہو یہ بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں کون سی جماعت اولیٰ ہے۔ فقط

الجواب

جماعت جتنی کثیر ہوگی ثواب عظیم ہوگا اور اس دس منٹ میں کچھ وقت تنگ نہیں ہوتا اکثر جماعت ہی کے لیے شرعاً مٹھرنے نماز فجر کو آخر وقت میں پڑھنے پر ثواب زیادہ رکھا ہے اصل حکم یہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی خاص صورت باعث فتنہ ہو تو فتنہ سے بچنا لازم ہے اور وبال فتنہ کرنے والے پر اور مسجد محلہ میں امام معین اکثر اہل محلہ کے ساتھ جو جماعت بروجہ سنت ادا کرے وہ جماعت اولیٰ ہے اُس سے پہلے دو چار بلا وجہ یا اپنے کسی کام کے سبب جماعت کر جائیں تو وہ ان اکثرین کی جماعت کا ثواب کم نہ کرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ توسط جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی، صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت ابھی تک نہیں پڑھی گئی امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے امام معین کی انتظاری نہیں کرتے اپنے میں سے ایک کو امام بنایا اور نماز باجماعت ادا کی اور چل دیے امام سے بھی امامت کا اذن نہیں لیا علیٰ ہذا اگر جماعت ہو چکی اور دیکھا کہ دو چار آدمی اور بھی جمع ہیں جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے ایک کو امام بنایا اور جماعت کرائی اسی طرح بد اور آئے اور انہوں نے بھی ایسا ہی کیا بعض کی عادت ہے کہ امام کا مصلیٰ جو اُس کے نام سے نامزد ہے اور وہ اُس پر ہمیشہ

کھڑا ہو کر امامت کرتا ہے جیسا کہ دستور ہے اٹھایا اور اُس پر نماز ادا کی یا بیٹھ گئے امام سے پوچھا بھی نہیں لوگوں کو اگر منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ نیک کام ہے اس سے روکنا نہ چاہیے سابقہ لائحہ عمل حکم ہے ضرورت کے وقت چونکہ شمولیت جماعت مقررہ سے شریعت کی جانب سے رجعت ہے اور انفرادی حالت میں بہ نسبت جماعت کے ثواب کم ہے اس واسطے شریعت کی جانب سے ایسی امامت کی نہی نہیں معلوم ہوتی اور مضمرات کی عبارت ولو صلے بعض اہل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل المودن والا امام وبقیۃ القوم فالجماعۃ المستحبۃ لہم والکواہۃ للاولیٰ علیگیرہ کو بلا ضرورت اقامت جماعت ثانیہ للاعراض عن المقررة یا احداث فتنہ پر محمول رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مساجد کی وضع عبادت کے لیے ہے صفیں جیسے مقعدیوں کی نماز کے لیے ہیں ایسے مصلیٰ امام کے لیے امام صفت پر نماز پڑھا سکتا ہے ایسا ہی اگر مصلیٰ پر کوئی غیر امام نماز پڑھے تو کچھ حرج نہیں بعض کا قول ہے مصلیٰ امام کی ملک نہیں فقہ کی متداولہ کتابوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معین امام کی انتظاری لازم ہے اور بغیر اجازت امام معین کے امامت نہ کرائیں اگر انتظار میں وقت مکروہ ہو یا کسی ضروری کام کے لیے جانا چاہتا ہو مثلاً ریل کا وقت جاتا رہے گا تو الگ الگ نماز پڑھ کر چلے جاویں ترک جماعت میں اُن کے حق میں امام کا اذن نہ دینا اس قبیل سے ہو گا حدیث لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ علی تکوینہ الا باذنہ رواہ مسلم مشکوٰۃ معناه ما ذکرہ اصحابنا وغیرہم ان صاحب البیت والمجلس وامام المسجد احق من غیرہ وان کان ذلک الغیاء فقہ وافرء واورع وافضل منہ الخ نووی شرح مسلم قوله فی سلطانہ ای موضع ملکہ وتسلطہ علیہ بالتصوف کصاحب المجلس وامام المسجد مجمع بحار الانوار لیس للفاضل ان یصلی بہم اذ لم یومر بہ صریحاً او دلالة کبیری علت نہی کی یہ ہے دھندلا یودی الی تھوین امر سلطنتہ وخلع ربقۃ اطاعتہ والتباغض والخلاف الذی شرع الاجتماع لرفعہ مجمع بحار الانوار ان منقولات سے پایا جاتا ہے کہ امام کہیں ہو جہاں تک ممکن ہو امام سے اجازت کے کراہت کرائیں کہ امامت بلا اذن منع ہے امام کا جماعت میں بالفعل موجود ہونا شرط نہیں اور عموم حدیث کی ثالث بھی اسی پر ہے موض الامیر فضلی الشماطی لم یجز الا باذنہ علیگیرہ کی عبارت کا بھی یہی مقصود ہے بعض کا خیال ہے کہ حدیث مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہے کہ منع امامت امام دیگر بوقت حضور امام المحلہ ہے نہ وقت عدم حضور کیونکہ مراد رجل اولیٰ سے امام دیگر ہے اور رجل ثانی سے امام المحلہ یا صاحب البیت ہے اور کہا کہ رجل اولیٰ رجل ثانی کی امامت نہ کرے اگر رجل ثانی حاضر ہو گا تو اس کی امامت ممکن ہے اور نہی امور ممکنہ سے متعلق ہو اگر تہی ہے جماعت ثانیہ اگر تحت عموم حدیث کے ہو تو اُس کا بھی یہی حکم ہے اور یہی علت ہے اگر خارج ہے تو بھی فقہانے اسے مکروہ تحریمیہ لکھا ہے اور بعض کہتے ہیں اگر ہیئت اولیٰ کے خلاف ہے تو مکروہ نہیں جیسا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نفی جو امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مذکور ہے مراد اُس سے کراہت تحریمیہ کی نفی ہے نہ مطلق بہر حال کراہت سے خالی نہیں مصلیٰ پر امام کے نماز پڑھنا یا بیٹھنا بلا اُس کے اذن کے اسکی ممانعت بھی مذکورہ بالا کے آخری فقرہ میں ولا یقعد فی بیتہ علی تکوینہ الا باذنہ سے پائی جاتی ہے قولہ علی تکوینہ ہو موضع خاص لجلوسہ من فراشہ اور یہ صحاح بعد کا کرامہ نہ ہی بقیۃ تاء وکسہا کفرائش وسجادة ونحوہا مجمع بحار الانوار چونکہ ہر سہ سوالات کی نسبت قول علماء و عبارات کتب مختلف ہیں اس واسطے بہت تردد رہتا ہے اور تسکین نہیں ہوتی ہے بظاہر عبارت کتب سے تو نہی الجمع معلوم

ہوتی ہے اور اقبال علمائے مخالف اس لیے ادب سے التماس ہے کہ حقیقت امر سے مفصل امداد ملے طبعاً اور کتب اور عبارات سے آگاہ فرمادیں تاکہ شق راجح پر عمل درآمد ہو بینوا قوجروا۔

الجواب

مسجد اگر جامع یا سراسر بازار یا اسٹیشن کی غرض مسجد عام ہے کہ ایک جماعت خاصہ سے مخصوص نہیں جب تو اس میں ان حالات کا محل ہی نہیں اس کی سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہیں جو گروہ آئے اپنی جماعت کرے اور محراب ہی میں امامت کہے اور افضل یہ ہے کہ ہر گروہ جلیبہ اذان واقامت کرے کہما نص علیہ فی فتاویٰ قاضی خاں وغیرہاں مسجد محلہ جس کے لیے جماعت معین امام معین ہے اُس میں ضرور امام مقرر کا حق مقدم ہے جبکہ اس کی طہارت، قرات، عقیدے، عمل میں خلل نہ ہو کہما فی الدر المنثور وروا المحاضر وغیرہا صحت کلاسفار اور قصداً بلا وجہ شرعی تفریق جماعت ضرور موجب ذم و شامت خواہ یوں ہو کہ امام معین سے پہلے پڑھ جائیں یا جماعت اولیٰ فوت کر کے اپنی جماعت الگ بنائیں۔ رہے اہل ضرورت وہ مستثنیٰ ہیں اور اُن کی جماعت اگرچہ پہلے ہو (مثلاً جماعت معین کا ابھی وقت نہ آیا اور انتظار میں ریل کا وقت نہ رہے گا پڑھ کر چلے گئے) امام اور اہل محلہ کے حق میں جماعت اولیٰ نہ ہوگی تو اس سے حق امامت میں مزاحمت نہ ہوگی الا لا یومن الرجل الرجل فی سلطانہ کا کچھ خلاف نہ ہو کہ نہ امام معین کی امامت کی نہ اُس کی امامت میں مزاحمت کی اور ہرگز شرع مطہر سے کوئی دلیل نہیں کہ ایسے لوگ بے اذن امام جماعت سے ممنوع ہیں نہ اصلاً کہیں اُن پر حکم ملے گا کہ مجتمع ہوتے ہوئے الگ الگ پڑھیں اور روافض سے تشبہ کریں یہ ہیں جو اتفاقاً بلا تقصیر جماعت سے رہ گئے وہ شرعاً افراد پر مجبور نہیں نہ شرع سے کوئی دلیل کہ جماعت میں اذن نام کے محتاج ہیں کہ یہاں بھی اُس کے حق میں مزاحمت نہیں البتہ نیز جماعت اولیٰ واجباً نہ فرق واحترار صورت مزاحمت کے لیے محراب سے الگ ہونا چاہیے وبالعدد ولعن المحراب تختلف الہیئة هو الصحیح وہیہ ناخذ کما اثرہ فی رد المحتار عبارات ضرورت کا محل دہی صورت تفریق بلا ضرورت ہے یہ وہی حکم انتظار محل عدم ضرورت میں ہے ما جعل علیکم فی الدین من حرج بصورت ضرورت روجہ مذکور جماعت میں نہ امامت معین کی تہوین نہ امام معین کی توہین نہ کوئی وجہ تباہی محض بخیرین عبارت علیگری و بیات کبیری دونوں دربارہ جمعہ ہیں اور جماعات کا اُس پر قیاس باطل کہ جمعہ میں شرط ہے کہ امام خود سلطان ہو یا اُس کا ماذون اسی کی تفریح میں دونوں کتابوں کی وہ عبارات ہیں کبیری میں فرمایا الشہد للثانی کون الامام فیہا سلطانا ومن اذن له السلطان (الی ان قال) المتقلب الذی لا منشور له اذا کان سیرتہ فی الرعیۃ سیرۃ الاموال ویجوز اقامتہا لان بذلک تثبت السلطۃ فلیحقق الشرط ولیس للقاضی ان یصلی بھم الخ علیگریہ میں ہے منها السلطان حتی لا یجوز اقامتہا لغير امر السلطان او امر نائبہ موصی الامیر الخ حدیث کی عبارت النص اگرچہ صورت امامت للامام میں ہے مگر بلا وجہ شرعی اُس کی امامت فوت کر کے خود امام بن جانے کو بھی دلالت شامل لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبشر واولاد تنقوا اور جو صورتیں اوپر گزریں نہ اُن میں عبارتہ منصوص نہ دلالت داخل جماعت ثانیہ کی تفصیل فتاویٰ فقیر میں ہے جس کا محل یہ ہے کہ مسجد عام میں ہر جماعت اولیٰ ہے اور مسجد محلہ میں قصداً تفریق یا اولیٰ کی تفویض بلا عذر صحیح شرعی ناجائز ورنہ باعادہ اذان ہو تو مکروہ تحریمی اور محراب نہیں تو سلطان اولیٰ ورنہ اصلاً کراہت نہیں ہو الصحیح وہیہ ناخذ تاثر خانہ صلی اللہ علیہ وسلم امام ہے جب تو ظاہر کہ اُس کے بے اذن اُس میں تصرف

حرام اور اگر واقف نے خاصہ امام جماعت اولیٰ کے لیے وقت کیا جب بھی اور لوگ استعمال نہ کریں لاق شرط الواقف کنص الشارع ورنہ اس پر نماز میں اصلاح حرج نہیں جبکہ بلا وجہ امامت سے مزاحمت یا تنفر ناحق یا اثارت فتنہ ہوا احکام کہ فقہ میں مذکور ہوئے آپ پر واضح ہیں اور بعض کی استبانت کے لیے یہ عبارت بحوالہ الزلزلہ پیش نظر ہونا مانع قال رحمہ اللہ تعالیٰ من ہذا یعلم جمل بعض مدرسی زماننا صوف منعہم من یدرس فی مسجد تقر فی تدربیسہما وکراہتہم لذلک لاسمین الاختصاص بما دون غیرہم حتی سمعت من بعضهم انہ یضیفہا الی نفسہ ویقول ہذا مدرستی اھلک تدرس فی مدرستی وھذا کلمہ جمل عظیم فقد خال اللہ تعالیٰ وان المسجد للہ فلا یتعین مکان مخصوص کلا حد حتی لکان للدرس موضع من المسجد یدرس فیہ فسبقہ غیرہ الیہ لیس لہ ازعاجہ واقامہ منہ اھ مختصراً واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ انعموا حکم۔

مسئلہ۔ از شہر محلہ مسجد جامع مسئلہ مولوی محمد احسان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب بہنگام ضرورت محراب مسجد میں یعنی آثار دیوار پچھت مسجد کے اندر کھڑا ہے اور اپنے دائیں و بائیں برابر ایک ایک یا زیادہ مقتدی کھڑے کر لیے باقی اور صفیں عقب حدود مسجد میں ہوں تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ بیخودا تو جہودا

الجواب

وقت ضرورت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور اپنے برابر کسی مقتدی کے لینے کی حاجت نہیں بلکہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر ہونا خود مکروہ ہے امام کا محراب میں ہونا بضرورت تھا کہ مکروہ نہ رہا یہ کس ضرورت سے ہوا اور اگر تین یا زیادہ مقتدی امام کے برابر ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو جائے گی محراب میں بلا ضرورت کھڑا ہونا بھی ایسا ہی مکروہ بلکہ یہ سخت و شدید مکروہ و منوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از عبد الغفور صاحب میونسپل کمشنر کیکڑی ضلع اجیر شریف ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مذہب حنفی امامت کر رہا ہے اور اس کے مقتدی کل حنفی ہیں اور ان میں چند اشخاص غیر مقلد شریک ہو کر آئین باجمہور خیرین کریں تو اس صورت میں امام کے نماز حنفی میں نقص واقع ہوتا ہے یا نہیں کہ جس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا فاسد۔

الجواب

غیر مقلد ہیں نماز بکرم فقہاء تصریحات عامہ کتب فقہیہ کافر تھے ہی جس کا روشن بیان رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ و رسالہ سل السیون و رسالہ النہی الاکیدہ وغیرہ میں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور منکران ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے حامی و ہرہہ تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر و ارتداد میں شک نہیں اور کافر کی نماز باطل تو وہ جس صف میں کھڑے ہوں گے اتنی جگہ خالی ہوگی اور صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ جو صف کو ملائے اللہ اپنی رحمت سے اُسے ملائے اور جو صف قطع کرے اللہ اپنی رحمت سے اُسے جدا کرے تو جتنے اہلسنت ان کی شرکت پر راضی ہوں گے یا اوصاف

قدرت منع نہ کریں گے سب گنہگار سخت وعید عذاب ہوں گے اور نماز میں بھی نقص آئے گا کہ قطع صفت کردہ تحریمی ہے اور اگر صرف ایک ہی صفت ہو اور اُس کے کنارہ پر غیر مقلد کھڑا ہو تو اس صورت میں اگرچہ فی الحال قطع صفت نہیں مگر اس کا احتمال و اندیشہ ہے کہ ممکن کہ کوئی مسکن بعد کو آئے اور اُس غیر مقلد کے برابر یا دوسری صفت میں کھڑا ہو تو قطع ہو جائے گا اور جس طرح فعل حرام حرام ہے یوہیں وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان ہیا اور اُس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے و لہذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ اُن کے قرب سے بھی ممانعت ہوئی کہ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا مَعَهَا ابْنِ جَابِر کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَقْرَبُوا حُدُودَهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا حُدُودَهُمْ اُن کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔ بعد ازیں ہوں گے ساتھ نماز نہ پڑھو واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از نجیب آباد ضلع بجور مسلولہ احمد حسین خاں صاحب، ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

و بار دوم از قصبہ سردار علاقہ کشن گڑھ متصل اجیر شریف ہوشیارپور کی مسجد مسلولہ قاضی اکبر صاحب، ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا کسی امام کے مذہب میں آئین باؤ از بلند کنا جائز ہے اگر کوئی جماعت میں آئین زور سے کہتا ہو حنفی سنیوں کی جماعت میں شریک کرنے سے نماز میں تو کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔

الجواب

آئین باجمہر امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ہے اگر کوئی سنی شافعی مذہب آئین باؤ از کہے وہ بلا تکلف حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو بلکہ بشرائط مذکورہ کتب فقہ ہدایت کرے ہم اُس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے کہ ہم اور وہ سب حقیقی بھائی ہیں ہمارا باپ اسلام ہماری ماں سنت سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مگر یہاں جو آئین باجمہر والے ہیں یہ غیر مقلد وہابی ہیں یہ اللہ و رسول کی توہین کرنے والے ہیں یہ ہمارے اللہ اکرام کو گالیاں دینے والے ہم کو شرک کہنے والے ہیں ان کی شرکت جماعت حنفی سے ضرور ضرر ہے کہ ان کے عقائد باطلہ تکذیبیہ و توہین رسول کے باعث ان کی نماز ہی نہیں تو جماعت میں ان کا کھڑا ہونا بالکل ایسا ہے کہ ایک شخص بے نماز بیچ میں داخل ہے اس سے صفت قطع ہوگی اور صفت کا قطع کرنا حرام۔ حدیث میں فرمایا من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ حدیث میں حکم فرمایا کہ نماز میں خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیچ میں شیطان نہ داخل ہو، یہاں آنکھوں دکھا شیطان صفت میں داخل ہے یہ جائز نہیں تو بشرط قدرت اُسے ہرگز اپنی جماعت میں نہ شامل ہونے دیں اور جو مجبور ہے معذور ہے۔

مسئلہ - از ریاست الورد راجپوتانہ محلہ قاضی واڑہ مسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ بمجرى

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَامِعُ بَرَعَتٍ وَضَلَّاتٍ جَامِعِ مَقُولٍ وَمَقُولِ جَنَابِ مَوْلَانَا اَحْمَدُ رِضَا خَاں صَاحِبِ اَدَامِ فَيُؤْنِمْ وَبِرْكَاتِهِمُ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی نادیدہ مشتاق زیارت دوسلے خدمت شریف میں پیش کر کے امیدوار ہے کہ جناب اپنی تحقیق سے اس عاجز کو ممنون فرمادیں اللہ تعالیٰ اس کا اجر عظیم عطا فرمادے گا ایک مسئلہ تو جماعت ثانی کا ہے اس میں گزارش یہ ہے کہ رد المحتار میں جو اقوال کراہت و عدم کراہت کے نقل کیے ہیں اُن میں سے کراہت کا قول اُس محلہ کی مسجد کی نسبت کہ جس میں

امام اور مؤذن اور غازی معین ہوں ظاہر الروایۃ بیان کیا ہے اور اس کو مدلل بھی کر دیا ہے اور عدم کراہت کے قول کی صحت بھی منقول ہے کہ جو منسوب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے وہ بھی اُس میں موجود ہے اب یہ فرمائیے کہ ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں جبکہ وہ مدلل بھی جو دوسرے قول بلا دلیل کی ترجیح کس طرح ہو سکتی ہے۔ بدینوا توجروا

الجواب

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

بلا خط مولانا البجل المکرم؛ لکنین جملہ اللہ تعالیٰ من شید ہم رکن الدین۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے امام ہمام سراج اللہ امام الاثر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مذہب و ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مسجد محلہ جس کے لیے اہل معین ہوں جب اُس میں اہل محلہ باعلان اذان واقامت امام موافق المذہب صالح امامت کے ساتھ جماعت صحیحہ مسنونہ بلا کراہت ادا کر چکے ہوں تو غیر اہل محلہ یا باقی ماندگان اہل محلہ کو اذان جدید کے ساتھ اس میں اعادۃ جماعت مکروہ و ممنوع و بدعت ہے مجمع البحرین و بحر الرائق میں ہے لا تکررہا فی مسجد محلۃ باذان شان شرح المجمع للمصنف فتاویٰ علیگیر یہ میں ہے المسجد اذا کان له امام معلوم و جماعۃ معلومۃ فی محلۃ فضلی اہلہ فیہ بالجماعۃ لا یباح تکرارہا فیہ باذان ثان اسی طرح فتاویٰ یزازیہ و شرح کبیر منیہ و غرر و درر و خزائن الاسرار و در مختار و ذخیرۃ العقبی وغیرہا میں ہے اور اُس کا حاصل حقیقۃ کراہت اعادۃ اذان ہے فان الحکم المُنصب علی مقید انما ینسحب علی القید کما قد عرف فی محلہ و لہذا امام محقق ابن امیر الحاج حلی ارشد تلامذہ امام ابن الہمام نے حلیہ میں اسی مذہب مذہب کو اس عبارت سے ادا فرمایا المسجد اذا کان له اهل معلوم فضلوا فیہ او بعضهم باذان واقامت کمرہ لغیر اہلہ والباقی من اہلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ و لہذا کتب مذہب طافح ہیں کہ بے اعادۃ اذان مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ بالاتفاق مباح ہے اُس کے جواز و اباحت پر ہمارے مجمع المذہب کا اجماع ہے حجاب و ملقط و منہج و شرح در البحار و شرح مجمع البحرین للمصنف و شرح الجمع لابن ملک و رسالہ علامہ رحمت اللہ علیہ امام ابن الہمام و ذخیرۃ العقبی و خزائن الاسرار و شرح تنویر الابصار و حاشیۃ البحر للعلامة خیر الدین الرملی و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ کتب معتدہ میں اس پر اتفاق و اجماع نقل فرمایا خزائن میں ہے لو کور اہلہ بدو نھا او کان مسجد طریق جازا اجماعا علیگیر یہ و شرح الجمع للمصنف میں ہے اما اذا اصلوا بغیر اذان یباح اجماعا و المختار میں منہج سے ہے التفتید بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز عن الشارع و بلا اذان الثانی احتراز عما اذا اصل فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعا حاشیہ علامہ طحاوی علی الدر المختار میں ہے اما اذا کورت بغیر اذان فلا کراہۃ مطلقا و علیہ المسلمون یہ عبارت تو نہ صرف ہمارے المذہب کا اتفاق بلکہ جملہ مسلمانوں کا اسی پر عمل بتاتی ہے اور خود لفظ اجماع کہ عامۃ کتب میں واقع اسی طرف ناظر توکید نہ کر سکتے کہ ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہو ظہیر یہ میں کہ تنہا پڑھنا لکھ کر اُسے ظاہر الروایۃ بتایا **اقول** واجب کہ اُس سے مراد نفی وجوب جماعت ہونہ و ثبوت نفی جماعت کہ اجماع کے خلاف بڑے اور یہ ضرور حق ہے اُس کا حاصل اس قدر کہ جس طرح عمت اولیٰ جہود کر تنہا پڑھنا ناجائز و گناہ تھا یہاں ایسا نہیں یہ الگ الگ پڑھ لیں وہ نہیں پڑھ سکتے تھے عقل و نقل کے قاعدہ متفق علیہا سے واجب ہے کہ محکم کو محکم کی طرف رد کریں کہ محکم کو محتمل سے رد کریں تو عبارت ظہیر یہ سے رد نقول متظاہرۃ اجماع نامکن ہے بلکہ مکرر دوسرے

معنی صحیح نہ رکھتا نہ اصلاً محتمل بلکہ خلاف اجماع میں نص مفسر ہوتی تو حسب قاعدہ قاطعہ نقول عامہ کے خلاف خود ہی بوجہ غرضت نامقبول
 ٹھہرتی مگر بالکس رد المحتار باب سجود التلاوة میں ہے ہذا اعزاء فی الجرح المضمومات وقال ان الثاني غریب اور وجہ غرضت
 انہ انفرادی بدکرہ صاحب الظہیریۃ ولذا اعزاء من بعدہ ایما فقط اسی کے باب الیاء مسئلہ اعتبار میں ہے قولہ فی الاصح
 ذکرہ فی المجتبیٰ والتمتاشی والایضاح والمبتغی وعزائہ فی القنیۃ الی شرح صمد القضاء وجمع التقاریر وھو متوغل فی
 الاغراب مختلف لما اطلقہ جمہور الاصحاب کما فی شرح الوہابیۃ پھر جبکہ بحال اعادہ اذان اصل مذہب و ظاہر الروایۃ کراہت
 تحریم ہی لہذا فہمدا المتعارفہ ویکرہ ای تحویما لقول الکافی لا یجوز والجمع لا یمباح اور بے اذان ثانی جواز و عدم کراہت پر اجماع و اب
 اس میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ جواز و اباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہت تنزیہ سے بھی مجامع امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی
 کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت فان المکرہ تنزیہا من قسم المباح کما فی رد المحتار وحققناہ فی جمل مجملیۃ اس باب میں امام ابو یوسف
 رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے اور اس سے ہٹ کر اصلاً کراہت نہیں البتہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی کہ لا یجوز
 و یجوز کروری و تاتارخانیہ وغنیہ وغیرہ میں اسی کو ہوا الصحیح و بہ ناخذ فرمایا بعد اللہ تعالیٰ اس تقریر میر و تو فی و تحقیق سے واضح ہوا
 کہ یہ تصحیح ظاہر الروایۃ کے خلاف ہیں نہ ظاہر الروایۃ کی حکایت اجماع کے خلاف اور مسئلے میں قول منفتح یہ نکلا کہ مسجد محلہ میں بشرائط
 مذکورہ (جن کے محترفات کی تفصیل جمل فتاویٰ فقیر میں مذکور ہے) باعادہ اذان جماعت ثانیہ ناجائز و مذکورہ تقریر سے ہی ظاہر الروایۃ
 و مذہب امام ہے اور بے اذان ثانی بلاشبہ جائز اس پر خود اتفاق و اجماع المس ہے مگر محراب میں بکراہت اور اس سے ہٹ کر خالص مباح
 با کراہت ہی صحیح و ماخذ و مستند ہے اب شہدہ اصل سے منقطع ہو گیا اور بالفرض اگر براہ تنزل مان بھی لیں کہ اللہ نے خلاف ظاہر الروایۃ کی تصحیح
 فرمائی تو ہم پر لازم کہ انہیں کا اتباع کریں ظاہر الروایۃ کی ترجیح اس وقت ہے کہ اس کے خلاف پر تصحیح صریح نہ ہو چکی ہو ورنہ ترجیح ضمنی صریح
 تصحیح کے معارض نہ ہو سکے گی اور اسی تصحیح صریح کا اتباع ہوگا۔ درختار میں ہے اما نحن فہمنا اتباع ما رجحہ و ما صححہ کہا لو
 اتفاقاً حیث ہم رد المحتار میں ہے ترجیح ضمنی کل ما کان ظاہر الروایۃ فلا یعدل عنہ بلا ترجیح صریحہ مقابلہ و مخار میں ہے
 اذا ذیل روایۃ بالصیح ہو الماسخوذ بہ لم یفت بخلافہ اور مختصر ارد المحتار میں ہے اذا کان التصحیح بصیغۃ تقتضی
 قصر الصحیح علی تلك الروایۃ فقط کا لصیح و الماسخوذ بہ و لخواہما مسا یفید ضعف الروایۃ المخالفۃ لم یجوز الا قناع
 بعینا لہما کما سیاقی ان الفتی بالمرجوح جمل اسی میں ہے لو ذکرۃ مسئلۃ فی المتون ولم یصرحوا بتصحیحہا بل صرحوا
 بتصحیحہا مقابلاً فقد افادوا للعلاۃ قاسم ترجیح الثانی لانہ تصحیح صریح و ما فی المتون تصحیح التزامی و التصحیح المصحح
 مقدم علی التصحیح الا التزامی ای التزام المتون ذکر ما هو الصحیح فی المذہب اب رہیں بعض تعلیلات اول تو بعد تصحیح المس ترجیح میں
 نظر فی الدلیل کی حاجت نہیں نہ وہ ہمارا منصب پھر ہونہ تعالیٰ اس کا حال ملاحظہ تعلیقات سے واضح ہوگا جو فقیر نے کتاب مستطاب رد المحتار پر
 لکھیں اسفا فالمرام اس مقام سے اس کی نقل مسطور قولہ ولنا انہ علیہ الصلاۃ والسلام کان خرج فیصلہ بین وقد غلطی المسجد
 وقد صلی اهل المسجد رجوع الی منزلہ فجمع اہلہ وصلی ولو جاز ذلک لما اختار الصلاۃ فی بیتی علی الجماعۃ فی المسجد

أقول أولا لا يتعين هذا سببا لذلك فان في اعادته صلى الله تعالى عليه وسلم الجماعة في المسجد كان اجماعا من امرهم
بجماعة القوم فلعلمه ان اردف ذلك الوهم وتأكيد تقريرهم على ما فعلوا وثانيا لعل الباقي من اهله صلى الله تعالى عليه
وسلم للجماعة للنساء الطاهرات وحدهن فاحب الجماعة ولم يجب ان يخرجن وحدهن من الجماعة للمسجد وعسى ان يراه
الناس ممن قد صلوا فيجبوا اعادة الصلاة خلفه صلى الله تعالى عليه وسلم او يجزي بعض من لم يصل بعد فيقفوا خلفهن
فقد صلوا ثم وثالثا من فاتته الجماعة وحده فهو مخير في الانفراد واتباع الجماعة وان ياتي اهله فيجمع بهم
كما نص عليه في الخاتمة والبرازية وغيرهما وقد نصوا كما في رد المحتار وغيره ان لا يحرمه لوجع باهله لا يكره وينال فضيلة
الجماعة لكن جماعة المسجد افضل ام وقد كان صلى الله تعالى عليه وسلم ربما يترك الافضل لبيان الجواز وكان حينئذ
هو الافضل في حقه صلى الله تعالى عليه وسلم لما فيه من التبليغ المبعوث له من عند ربه عز وجل فكيف يصح قوله ولو
جاز ذلك لما اختار وفيه **رابعاً** ايضاً العلامة المحشى ان قد انعقد اجماع بلا نزاع على جواز اعادة الجماعة في
المسجد العام بل صرحوا قاطبة انه الافضل ومعلوم قطعاً ان مسجد صلى الله تعالى عليه وسلم ليس مسجد محلة فلو
تم هذا الاستدلال لصادم اجماع واتى بتقرير ما ليس في حله بل ولا فضله محل نزاع **أقول** ومثله في الضيف بل
اضعف ما قدم في الاذان من الاستدلال بطريق عن انس رضي الله تعالى عنه ان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم كانوا اذا فاتتهم الجماعة في المسجد صلوا في المسجد فرأى فانه ليس فيه ان الجماعة كانت تفوت جماعة منهم فكانوا
يصلون في المسجد فرأى مجتمعين وحاش لله متى عهد هذا من الصحابة رضي الله تعالى عنهم وانما كانت تفوت نادراً
واحداً بعد واحد منهم ولا دلالة يصنع الجمع على القرآن في الفعل فان معناه انهم كانوا كل من فاتته الجماعة صلى في المسجد
منفرداً ولم يكونوا يتتبعون المساجد نفياً للخرج فكان كقول انس ايضاً صليت خلف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
والي بكر وعمر وعثمان فكانوا يستفتون بالحمد لله رب العالمين رواية احمد ومسلم هل لقائل ان يقول ان في نفس الحديث
دليلاً على هذا المعنى وذلك اننا لا نسلم ان المراد بالجماعة الجماعة الاولى عيناً بل مجزئاً هي على رسالها والجماعة لا تقرب
الجماعة الا ان يمنعوا عن تكرارها فهو وقت الاستدلال به على اقباب مانعة التكرار فيعود مصادرة على المطلوب وقد
ذكر البخاري في صحيحه عن انس نفسه رضي الله تعالى عنه انه جاء الى مسجد قد صلى فاذا نواقام وصلّى جماعة ام فلم
تفت الجماعة اذ لم يكن بمسجد واحد وصح ان رجلاً دخل المسجد وقد صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يا صحابه فقل
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من يصدق على ذاك فيصلي معه فقام رجل من القوم فضلى معه رواية احمد وابو داود
والترمذي وابو بكر بن ابي شيبة والدارمي وابو يعلى وابن خزيمة وابن حبان وسعيد بن منصور والحاكم كلهم عن ابي سعيد
الخدري والطبراني في الكبير عن ابي امامة وعن عصمة بن مالك وابن ابي شيبة عن الحسن البصري وموسى بن عبد الرحمن
في مصنفه وسعيد بن منصور في سننه عن ابي عثمان الهذلي وموسى بن ابي مريم في الباب عن ابي مريم الاشعري والحاكم في المستدرج

كما في الترمذي رضي الله تعالى عنهم اجمعين وفي بعضهما ان ذلك المتصدق على الرجل ابو بكر الصديق رضي الله تعالى
 عنها **قول** - وكان في اطلاق هكذا اتقليل الجماعة معنى فانهم لا يجتمعون اذا علموا انها لا تقوتهم **قول** - لسنا نبيح تعدد ترك
 الجماعة الاولى انك لا على الاخرى فمن سمع منادى الله ينادى ولم يجب بلا عذر اثم وعز رفاين الاطلاق وانما نقول فيمن غابوا
 فحضر واو كانوا مشتغلين بنحو اكل تماقت اليه انفسهم او التخلي وغير ذلك من الاعذار فتخلفهم عن الاولى قد كان باذن الشارع
 فعلاهم يعاقبون مجرمات الجماعة وفيهم تودي الى التقليل وقد اثبتنا في رسالتنا حسن البراعة في تنقيح حكم الجماعة ان
 الواجب هي الجماعة الاولى عينا فاذا علموا انهم لم يحضروا فاتهم الواجب فكيف لا يجتمعون اما الكسالى وقليل المبالاة
 فلا يجتمعون وان علموا انهم تقوتهم الاولى والاخرى جميعا الا ترى ان بعض العصريين ممن يدعى العلم والدين قد شدد
 في ذلك تشديدا بليغا وزعم ان تكرار الجماعة معصية مطلقا فتبعه بعض عوام تلك البلاد في ترك تكرار الجماعة ولم
 يتبعوه في ايتان الاولى فترى فوجا من الاحابيش ياتون بعد الجماعة فيصلون معا فردي فيزيدون مشابهة بالروافض
 والله المستعان **قول** - ويؤيده ما في الظهيرية لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه اهله يصلون وحدا انا وهو ظاهر
 الرواية اه وهذا يخالف لحكاية الاجماع المارة **اقول** - لا تأييدا ولا خلاف فان يصلون ليس نصا في الايجاب ومن
 تتبع ابواب صفة الصلاة والحج من اى كتاب شاء وجد قاطير مقنطرة من صيغ الاخبار واردة فيها ليس بواجب بل
 ولا سنة انما قصارة الذنب وقد قال في البحر الرائق والطحاوى في حاشية الدارن ذلك اى دلالة الاخبار على الوجوب
 فيما اذا صدر من الشارع اما من الفقهاء فلا يدل هو ولا الامر منهم على الوجوب كما وقع لما حمد حيث قال في صفة
 الصلاة افترش رجله اليسرى ووضع يده وامثال ذلك كثيرة اه ولست انكر انه كثيرا ما يجبي للوجوب كما بيناه
 في كتابنا فصل القضاء في رسم الافتاء وانما اريد ان المحتمل لا يقضى على المفسر فكيف يرد به الاجماع المتظافر
 على نقله المعتمدات بل كيف يصح ان يحمل على ما يصير به مخالفا للاجماع ولو كان كذا كان هو احق بالرد من الاجماع
 اذا لما كى الواحد عن ظاهر الرواية اقرب الى السهول من الجماعة بل لقائل ان يقول لا يمكن الحمل ههنا على الوجوب اصلا
 وان قلنا بكراهة تكرار الجماعة في مسجد الحى مطلقا وذلك كما نصوا عليه في الوجيز والتبيين والهندية وغيرها ومياتي
 شرحا وحاشية ان من فاتته في مسجد ندب له طلبها في مسجد اخر الا المسجدين الملكى والمدنى كما في القنية ومختصر البحر
 وبحث في الغنية الحاق الاقصى وذكر القندورى يجمع باهله ويصلى بهما ويبنال ثواب الجماعة كما في الفقه فاذا بالجماعة
 معهم لا يحتاجون الى التفتيش عنها فمن ذا الذي حرم عليهم ان يذهبوا الى بعض البيوت مثلا ويجمعوا وينالوا الفضل
فان قلت عاقهم عن الخروج الدخول **قلت** كلاهما المذكور مطلق فيمن دخل ومن لم يدخل والخروج لا ادراك
 الجماعة لا يمنع الدخول الا ترى ان مقيما بالجماعة يخرج تكبيرا الجماعة الاولى باذنيه فلان يجوز لهؤلاء الخروج ولا تكبير

ولا اولى لاولى وبالحجة لا محل ههنا لايجاب وعليه كان يتوقف التأييد والخلاف **فان قلت** فاذا وجوب فما مترع الكلام **قلت** افادة جواز الانفراد لهم بل حظر ولا يجوز بخلاف ما لو لم تقم الجماعة بعد حيث لا يجوز الصلاة منفردا الا بعد رما فيه من تفويت الجماعة الواجبة على المعتمد او القرينة من الوجوب على المشهور فظن كان على وزان ما قال العيني في عمدة القارى قال ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه انها او نام او شغله عن الجماعة شغل جمع باهله في منزله وان صلى وحده يجوز له وهذا معنى صاف لا غبار عليه انشاء الله تعالى وبه يزول كل اشكال والله الحمد **قول** وعن هذا ذكر العلامة الشيخ رحمه الله السندى تلميذ المحقق ابن الهمام في رسالته ان ما يفعله اهل الحرمين من الصلاة بائنة متعددة وجماعات مترتبة مكروهة اتفاقا الى قوله واقره الرملى في حاشية البحر **اقول** يا سبين الله اى مساس لهذا بما نحن فيه فان انكارهم على التقريين العمدى كما هو الواقع في الحرمين المكرمين فانهم جزء والجماعة اجزاء وعينوا اكل جزء اما ما والتقريين بالقصد حيث لا باعث عليه شرعا لا يجوز اجماعا والالما سن الله تعالى صلاة الخوف وهذا يستوى فيه مساجد الاحياء والقوارع والجوامع والبرارى جميعا ولا فضلا من دون فضل ثم وقع الخلاف في الاقتداء بالمخالف على وجوه فصلها في الجورود والمختار وغيرهما واتينا على لبابه في فتاونا فمن لا كراهة عنده اصلا اى اذ لم يعلم ان الامام لا يراعى مذهب غيره بناء على اعتباره رأى المقتدى كما هو الاصح او ولو علم انه غير مراعى بل لم يراعى عند من يقول العبرة برأى الامام فهذا التقريين عنده من دون باعث شرعى وهؤلاء هم الذين حضروا الموسم تلك السنة وانكروا ومن حكم بالكرهية عند الشك في المراعاة او اعتقد ان الافضل الاقتداء بالموافق مهما امكن وان تحققت المراعاة فهو عنده بوجه شرعى وهم الجمهور وعليه العمل فلا انكار على اهل الحرمين وليس في فعلهم خلل ولا زلل والعلامة السيد المحشى هو الناقل فيما سياتى عن الملا على القارى انه قال لو كان لكل مذهب امام كما في زماننا فلا فضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر على ما استحسنه عامة المسلمين وعمل به جمهور المؤمنين من اهل الحرمين والقدس ومصر والشام ولا عبرة من شذ منهم اراء وعلى كل فهذا الكلام من واد اخرا لا تعلق له بجواز التكرار وعدمه **قول** لكن يشك عليه ان نحو المسجد المكى والمدنى ليس له جماعة معلومون فلا يصدق عليه انه مسجد محلة بل هو كمسجد شارع وقد مر انه لا كراهية في تكرار الجماعة فيه اجماعا فليتأمل **اقول** انما نبشأ الاشكال من حمله على مسألة التكرار وقد علمت ان لم يقصدوها وانما انكروا تعمدا والتقريين وهو محذور قطعاً ولو في مسجد شارع فالعجب من السيد العلامة المحقق المحشى يورد على مسألة التكرار ما لا ورك له عليها ثم يستشكل هذا الوارد بما لا اشكال به اصلا ولكن لكل جولة كسوة نسأل الله سبحانه عفوته ثم **اقول** واشد العجب من العلامة الشيخ رحمه الله رضى الله تعالى عنه حيث قال الاحتياط في عدم الاقتداء به اى بالمخالف ولو من اعيانهم سيفعله المحشى عنه ثم قال ههنا بكرهية ترتيب الجماعات وادعى الاتفاق على خلاف ما عليه الجمهور وليت شعري اذا كان هذا مكروها وفاقا فكيف يعمل بالاحتياط الذى اعترفتم به ا يجعل الناس كلهم على مذهب واحد ام سيكون مقلدا واكل امام فى بلدة يعلية او يجعل لكل منهم مسجد بحاله ويمنع اهل ثلاثة مذاهب عن الصلاة في المسجدين الكريمين او يجعل الجماعة لمذهب واحد

و یومر الباقون بالصلاة فرادی ثم اقول ویرد مثله علی تقریر العلامة خیر الملة والدين الرملى رحمه الله تعالى لما مر وهو الناقل كما سيأتى حاشية عن العلامة الرملى الشافعى انه مشى على كراهة الاقتداء بالمخالف حيث امكنه غيره وبه افتى الرملى الكبير واعتمده السبكي والاستوى وغيرهما قال والمحصل ان عندهم في ذلك اخلافا وكل ما كان لهم علة في الاقتداء بصحة وفساد او كراهة وفضلية كان لنا مثله عليهم وقد سمعت ما اعتمده الرملى وافتى به والفقير اقول مثل قوله فيما يتعلق باقتداء الحنفى بالشافعى والفقير المنصف يسلم ذلك سه وانا رملى فقه الحنفى لا مرا بعبدا اتفاق عالمين به فاذا كان الفقه والافتاء هو كراهة الاقتداء بالمخالف فكيف ينكر على ما فعله اهل الحرمين لا جرم رجع العلامة نفسه في حاشيته على شرح زاد الفقير للعلامة العزى والمتن للامام ابن الهمام الى موافقة الجمهور فقال كما نقله في منحة الخاتمة على البحر الرائق بقى الكلام في الافضل ما هو الاقتداء به او الانفراد لما من صرح به من علمائنا وظاهر كلامهم الثانى والذى يظهر ويحسن عندى الاول لان فى الثانى ترك الجماعة حيث لا تحصل الا به ولو لم يكن بان كان هناك حنفى يقتدى به الافضل الاقتداء به الحنفى فقد اعترف ان الافضل الاقتداء بالحنفى اذا وجد وان كان الشافعى الذى يؤم صالحا عالما تقيا نقيبا يراعى الخلاف كما وصفه به فى تلك الحاشية یہ تمام عبارت تعلیقات فقیر علی رد المحتار کی ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اُس سے حق واضح و جلی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سنبل ضلع مراد آباد مرسلہ از سید محمد علی مدرس فارسی مدرسہ جارج مسلم اسکول -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ مسجد کے فرش پر محراب کے محاذ میں جماعت ہونا افضل ہے خواہ نمازی کم ہوں خواہ کسی درخت وغیرہ کے ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی طبیعت پر بار ہو اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ شامی کے اندر مضمون ظاہر کرتا ہے کہ محراب میں امام کا کھڑا ہونا افضل ہے اسی پر قیاس کر لیا جاوے عمر یہ کہتا ہے کہ تمام فرش مسجد کا ایک حکم میں ہے کسی جگہ کے واسطے فضیلت نہیں ہو سکتی اگر اس قدر نمازی ہوں کہ محراب سے راست و چپ میں جماعت ممکن ہو اور نمازیوں کو بھی وہاں آسائش ہو تو ضرور جماعت کر لی جاوے دوسرے یہ کہ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کا اختتام ہو گیا علمائے حال کا قیاس کیا ہو سکتا ہے جبکہ علمائے حال کی کیفیت ہے کہ لفظ کے لغوی معنی غلطی ہے کچھ سے کچھ خیال کرتے ہیں لہذا مکلف خدمت ہوں کہ جواب مع دلیل تحریر فرمادیں۔ مگر یہ کہ زید محراب کے محاذ میں جماعت ہونے کی فضیلت میں کوئی قول منقول پیش نہیں کرتا محض قیاس سے کام لینا چاہتا ہے عمر قیاس کو رد کر کے منقول دلیل مانگتا ہے۔

الجواب

فی الواقع سنت متواترہ یہی ہے کہ امام وسط مسجد میں کھڑا ہو اور صف اس طرح ہو کہ امام وسط صف میں رہے محراب کا نشان اسی غرض کے لیے وسط مسجد میں بنایا جاتا ہے اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر امام ایک کنارے کی طرف جھکا ہو اکھڑا ہو تو اگر جماعت زائد ہے فی الحال امام وسط صف میں ہوگا اور ارشاد حدیث توسطوا الامام کا خلاف ہوگا اور اگر ابھی جماعت قلیل ہے تو آئندہ ایسا ہونے کا اندیشہ ہے لاجرم خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص ہے کہ گوشہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے نہ کہ حدیث کا ارشاد ہے امام کو وسط میں رکھو یہ طاق جسے اب عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانہ اقدس و زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اجمعین میں نہ تھا محراب حقیقی وہی صدر مقام اس کا مسجد میں قریب حد قبلہ ہے یہ محراب صوری اُس کی علامت ہے جس مسجد کے دو حصے ہوں ایک مسقف دوسرا صحن جیسا کہ اب اکثر مساجد میں ہیں وہ دو مسجدیں ہیں مسقف مسجد شتوی ہے یعنی جاڑوں کی مسجد اور صحن مسجد یعنی گرمیوں کی مسجد ہر مسجد کے لیے وہ محراب حقیقی موجود ہے اگرچہ محراب صوری صرف مسجد شتوی میں ہوتی ہے اعتباراً اسی محراب حقیقی کا ہے یہاں تک اگر محراب صوری وسط مسجد میں نہ دیا جائے مسجد بنا دینے سے اب وسط میں نہ رہے تو امام اُس میں نہ کھڑا ہو بلکہ محراب حقیقی میں کہ وسط مسجد ہے اور جب یہ حکم عام ہے جملہ مساجد کو شامل اور صحن مسجد بھی ایک مسجد ہے تو وہ بھی یقیناً اس حکم منصوص میں خود داخل ہے نہ کہ یہاں کسی قیاس کی حاجت ہے صحن مسجد میں جو جگہ قریب حد قبلہ وسط میں ہے وہ خود محراب حقیقی ہے خواہ محراب صوری کے محاذی ہو یا نہ ہو یا سرے سے اُس مسجد میں محراب صوری نہ بنی ہو اس محراب حقیقی میں امام کا کھڑا ہونا سنت ہے بشرط جماعت اولیٰ لیکن جماعت ثانیہ کے لیے اسی مقام سے دہنے یا بائیں ہٹ کر امامت کرنا نافی کراہت ہے معراج الدرا یہ شرح ہمایہ میں ہے فی مبسوط بکوالسنة ان يقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبي الصنف يكره ولو كان المسجد الصنفي بمجنب الشئ وامتلا المسجد يقوم الامام فی جانب الحائط ليستوی القوم من جانبيه والاصح ما روی عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال اکوہ ان يقوم بین الساریتین او فی زاویة او فی ناحية المسجد او الی ساریة لانه خلاف عمل الامة قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سطوا الامام وسدوا الخلل اُسی میں ہے المحارب ما نصبت الا وسط المساجد وہی قد عینت لمقام الامام - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کان پور نئی شرک سنو کہ حاجی فہیم بخش صاحب عرف چھٹن ۱۳ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید اور عمرو کے بارے میں دونوں خفیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ترجمہ حدیث زید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب من صلی الصلاۃ مرتین میں ہے حسب ذیل کرتے ہیں زید آخری حصہ حدیث اذا جئت الصلوۃ فوجدت الناس فضل معہم وان کنت قد صلیت تکن لک نافلۃ وھذہ مکتوبۃ کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ پہلی نماز جو گھر میں پڑھی گئی ہو نفل ہوگی اور جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے وہ فرض ہو جائے گی دلیل یہ ہے وان کنت قد صلیت تکن لک نافلۃ میں ان شرطیہ ہے اور تکن جزا ہے ان وصلیہ اس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ وصلیہ آخر کلام میں آیا کرتا ہے اُس کے بعد مستقل جملہ اور کلام متانف ہو کرتا ہے یہاں ایسا نہیں عمر وکتا ہے کہ زید کا یہ ترجمہ مذہب حنفی کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے عمر و آخری حصہ حدیث مندرجہ بالا کا ترجمہ یوں کرتا ہے کہ گھر والی نماز جو پہلے پڑھی ہے وہ فرض ہوگی اور جو بعد میں جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہوگی اس وجہ سے کہ ان وصلیہ ہے دلیل یہ ہے کہ وان کنت قد صلیت میں اول واد داخل ہے دوسرے کنت موجود ہے جو ماضی کے لیے مخصوص ہے اور قد تحقیق ماضی کے لیے نیز ھذہ اسم اشارہ قریب ذکر کے لیے ہے پس قد صلیت سے جو صلوۃ مدلول ہے وہ مشار الیہ ہے اور یہ پہلی ہی ہوگی وہی فرض ہوگی اور جو صلوۃ فضل معہم سے مدلول ہے وہ بعد ذکر ہے وہ مشار الیہ نہیں اگر خود کنت ماضی کو شرط بنایا جاوے تو تکن جزا مرتب کون مخاطب پر نہیں ہے نیز فضل معہم امر بھی جواب کو چاہتا ہے اور شرط بھی جزا کو علی سبیل التسلیم تب بھی تکن لک نافلۃ جواب امر کا ہے جزا نہیں جو مقدم ہونے امر کے جیسے جملہ قسمیہ جب مقدم ہو بشرط پر تو جزا نہیں ہوتی بلکہ جواب قسم سے استغناء ہو جاتا ہے ان دونوں قائلوں میں کونسا قائل

لاستی پر ہے نیز او پر بیان کی ہوئی دلیلیں قابل قبول ہیں یا نہیں زید و عمرو کی دلیلوں میں سے کس کی دلیلیں زیادہ صحت کے ساتھ مانی جاسکتی ہیں اور قبول کی جاسکتی ہیں دیگر جو نماز رکوع: بخود والی علاوہ مجروح و مغرب جماعت سے پڑھی یا پڑھائی ہو عام ہے کہ نماز عید و جمعہ ہی کیوں نہ ہو دوبارہ جماعت ملنے پر نفل انکرار نماز کر سکتا ہے یا نہیں اگر اوپر بیان کی ہوئی حدیث سے تکرار نماز پر اس طور سے کہ پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض یا واجب اقتدا یا امامت کر کے دوسری جماعت دوسرے روز ملنے پر تکرار نماز کر سکتا ہے اور وہ نفل ہو گی استدلال لایا جاوے تو صحیح ہے یا نہیں۔ بدینوا توجروا رحمکم اللہ تعالیٰ

الجواب

زید کا قول غلط اور دلیل باطل۔ اولاً ان وصیہ کا آخر کلام ہی میں آتا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام متانف ہی ہونا سب باطل و بے اصل ہے وہ کلام واحد کے وسط اجزائیں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے قوله تعالیٰ وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین رضی میں ہے قد یدخل الواد علی ان المدلول علی جوابها بما تقدم ولا تدخل الا اذا كان ضد الشرط اولی بذالك المقدم والظاهر ان الواو فی مثله اعتراضیہ ونعنی بالجملة الاعتراضیة ما يتوسط بين اجزاء الكلام متعلقا به معنی مستانفا لفظا كقوله ع تری كل من فيها وحاشاك فانیا: وقد یجئ بعد تمام الكلام كقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اناسید ولد آدم ولا فخر فقول فی الاول زید وان كان غنيا بمخیل وفي الثاني زید بمخیل وان كان غنيا والا اعتراضیة تفصل بین ای جزئین من الكلام کا نا بد تفصیل اذا لم یکن احدهما حرفا محضاً لا جرم صحیحین میں ابو زر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك الا دخل الجنة وان زنی وان سرق وان زنی وان سرق وان سرق علی رعمانف ابی ذر ثانیاً حدیث کی بہتر تفسیر حدیث ہے امام مالک و احمد و نسائی نے مجن بن اورع و طبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا حیث المسجد و کنت قد صلیت فاقیم الصلاة فصل مع الناس وان کنت قد صلیت یہاں یقیناً وصیہ ہے مرقاة میں ہے (فصل) ای نافلة لا قضاء ولا اعادة (مع الناس وان) وصلیة ای ولو (کنت قد صلیت) ثالثاً صرف ان کا وصیہ یا شرطیہ ہونا یا احادیث میں کن قیمن نہیں کرتا تو اس میں بحث فضول اور اس سے استناد نامقبول ملا ضمیر تکیں کے مرجع اور ہذا کے مشار الیہ پر ہے اگر ضمیر ثانیہ کے لیے ہے اور اشارہ ادنیٰ کی طرف کہ وہی اقرب ذکر ہے کما قالہ عمرو و اولی فرض اور ثانیہ نفل ہوگی اگر چہ ان شرطیہ ہوا و عکس ہے تو عکس اگر چہ ان وصیہ ہوں و ہذا ظاہر جدا اشعة اللغات میں ہے (وان کنت قد صلیت) و اگر ہستی تو کہ تحقیق نماز گزار دہ (تکن لك نافلة) باشد نمازیکہ دوم باریک بینی بامردم نفل مرزا (و ہذا مکتوبہ) و باشد این نماز کہ نخست گزار دہ فرض و این معنی موافق است بظاہر احادیث کہ دلالت دارد بر بودن نماز دوم نفل از جهت سقوط ذمہ بادائے اولی پھر طبعی شافعی سے دوسرے معنی نقل کیے۔ دیکھو ان شرطیہ یا اور نماز دوم کو نافلة قرار دیا مرقاة میں ہے (فصل معهم وان کنت قد صلیت) لیحصل لك ثواب الجماعة و زیادة النافلة (تکن) ای صلاتك الاولى (لك نافلة و ہذا) ای التي صلیتها الان قیل و یحتمل العکس (مکتوبہ) شرح میں وان کنت قد صلیت کے بعد

لیحصل لك الخ لانے سے ظاہر ہے کہ ان وصلیہ لیاور نہ شرط و جزا کے بیچ میں اس کے لانے کا کوئی محل نہ تھا فصل معہم کے بعد لکھتے
 اور نماز دوم کو فریضہ بتایا **اقول** ولا یبعد ان یتكون القدح فی ذهنہ اولاً ما هو الاوفق بالاحادیث والا لصق بالقواعد فجعل
 ان وصلیۃ ویویدہ قولہ و زیادۃ النافلۃ وان امکن تاویلہ بان المراد بالنافلۃ ہی الاولی وترتبطا علی قولہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم فصل معہم مع وقوعہا سابقاً باعتبار وصف نافیۃ فانہ انما یتظہر بصلاتہ معہم فافہم ثم اذا اتی علی قولہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکن حاد النظر الی حاشیۃ الطیبی فنقل ما فیہا واللہ تعالیٰ اعلم عمر و کا قول صحیح اور دلائل زائل
اولاً ہم بیان کر چکے کہ ان کا وصلیہ ہونا کچھ مفید نہ شرطیہ ہونا مضر ثانیاً دخول واد وصلیہ ہونے پر کیا دلیل شرطیہ پر بھی عاطفہ آتا ہے
 ثالثاً کنت اور قد بھی منافی شرطیہ نہیں قد کا دخول خود فعل شرط پر ممنوع ہے فلا نقول ان قد فعلت وان قد تفعل اھ "رضی"
 یہاں فعل شرط کنت ہے جسے ابقائے معنی ماضی ہی کے لیے شرط کرتے ہیں کقولہ تعالیٰ عن عبدہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام
 ان کنت قلتہ فقد علمتہ وقولہ تعالیٰ عن شاہد یوسف علیہ الصلاۃ والسلام وان کان قمیصہ قد من دبر یعنی وہ نفس
 ماضی جسے شرط کرنا اور معنی پر بانی رکھنا منظور ہو اگر اُس پر ان داخل کرتے مستقبل کر دیتا لہذا اُسے خبر کان اور کان کو
 شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر بانی رہتا ہے رضی میں ہے اعلان لیکن شرطہا فی الاغلب مستقبل المعنی فان
 امردت معنی الماضی جعلت الشرط لفظ کان کقولہ ان کنت قلتہ وان کان قمیصہ لان الفائدة التي لیستقا دمنہ فی الكلام
 الذی ہو فیہ الزمن الماضی فقط ومع النص علی الماضی لا یمکن استفادۃ الاستقبال اور جب وہ فعل معنی ماضی پر بحال ہے تو
 ماضی کے لیے قنکا آنا کیا محال ہے رابعاً نماز اول اگر قریب ذکر اُسے دوم قریب وقوعاً ہے اور شک نہیں کہ جدید متاخر الوقوع قیوم متاخر الذکر
 سے اقرب ہے خامساً ضمیر بھی مرج قریب چاہتی ہے تکن سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر صلاۃ سابقہ کی طرف اور اُس کا
 تقاضا اقضائے ہذا سے پہلے ہوا یا سا و سا شرط بلاشبہ کنت ہے مگر معنی سببیت کہ شرط میں ہیں نفس فعل شرط میں نہیں ہوتے بلکہ
 مع جمیع متعلقات ان تلوتہ لیس فی بیتی عند رأسی ثلاث لیل مستقبلی القبلة متوضیین فانتم احرار ان ساتوں قید کے
 جمع ہونے سے آزاد ہوں گے مجرد تلاوت سے نہیں ہوتے خصوصاً کان جس کی دلالت حدیث مطلق وزمانہ ماضی کے سوا کسی چیز پر نہیں
 کما قد مننا انقاع الرضی تو سبب کون مخاطب نہیں بلکہ کو نہ قد صلی یعنی تقدم ایقاع صلاۃ کہ اُس کا نافلہ ہونا اُس کے
 وقوع پر موقوف سابقاً امر کے لیے جواب لا سکتے ہیں نہ یہ کہ امر طالب جواب ہے بخلاف قسم تو نامستدعی جواب کا تقدم شرط مستدعی
 جزا کے اقتضا پر مرج نہیں ہو سکتا ثامناً اگر تکن جواب امر ہی ہو تو یہ بھی تعین احد المعنیین سے عاری ہے جزائے ان کنت
 نہ سہی اُس سے پہلے قد صلیت کلام میں تو واقع ہے رجوع ضمیر کو اتنا ہی درکار ہے بالکملہ دلائل طرفین کچھ نہیں ہیں اس تمام بیان
 کی حاجت نہ تھی اگر سوال میں نہ ہوتا کہ کس کی دلیلیں قبول کی جاسکتی ہیں اور طریق صحیح یہ ہے کہ اولاً کلام اس میں ہے کہ پہلے فرض
 بنیت فرض وقت میں باستجماع شرائط ادا کر چکا ہو ورنہ ہاتھ پہلی نماز نماز ہی نہ تھی یا کوئی نقل تھی اگر دوسری میں شامل نہ ہوتا جب بھی وہ
 نقل یا باطل ہی رہتی اور جب صورت یہ ہے تو قطعاً اُس وقت پڑھنے سے فرض زمر سے ساقط ہو گیا اب نہ وہ وقت میں عود کر سکتا ہے نہ

وقت میں دو فرض ہو سکتے ہیں تو یقیناً یہ دوسری نہ ہوگی مگر نفل۔ ہاں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ برکت و ثواب جماعت میں حصہ ملے گا مکافی حدیث مالک و ابی داؤد عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلک لہ سهم جمع **واقول ثانیاً** اگر ثانی فرض ہو تو طلب جماعت فرض ہو حالانکہ اس حکم کو حدیث نے مصلیٰ کے آنے پر محمول فرمایا ہے کہ اذا جئت الصلاة فوجدت الناس فصل معهم وان كنت قد صليت یہ نہیں فرمایا اذا صليت فی رحلك افتض علیک ان تاتی الجماعۃ فتصلی معهم ابو داؤد و ترمذی و نسائی کی حدیث میں یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا صليتما فی رحاکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معهم فانها لکما نافلة بلکہ حدیث میں تنخیر کی تصریح ہے کہ جب میں آئے تو شامل ہو جاؤ سنن ابی داؤد میں عبادہ ابن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال سیکون علیکم بعدی امراء تشغلکم اشیاء عن الصلاة لوقتھا حتی یدھب و قمتھا فصلوا الصلاة لوقتھا فقال رجل یا رسول اللہ اصلى معهم قال نعم ان شئت فرض میں اختیار کیسا اقول والمراد بالوقت المستحب ای یوخر و الی وقت انکراہۃ اذا لم یجود من اولئک الامراء لان یصلوا العصر جماعۃ بعد الغروب والعشاء بعد الطلوع وثالثاً دارقطنی بسند صحیح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا صليت فی اهلك ثم ادرکت فصلها الا الفجر والمغرب فجر ومغرب کا استثناء اسی بنا پر ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری نفل ہو کہ نہ فجر میں نفل ہے نہ نفل میں ایثار اگر یہ فرض ہوتی تو فجر و مغرب میں ادائے فرض سے کون مانع ہے و رابعاً حدیث بتا رہی ہے کہ ان میں ایک کا نفل ہونا اس کے شریک جماعت ہونے پر مرتب ہے ”تکن“ اگر جواب امر ہے جب تو ظاہر اور جزائے ان کنت قد صليت ہے جب بھی مطلب یہی ہے یہ ہرگز مراد نہیں کہ جس وقت فرض پہلے پڑھے تھے اسی وقت وہ نفل ہوئے تھے چاہے بعد کو جماعت ملتی یا نہیں شریک ہوتا یا نہیں اور جب ترتب نفیست شرکت پر ہے اب اگر اس ایک سے نماز دوم مراد ہو تو بے تکلف مستقیم ہے کہ یفل اُسے شرکت ہی سے ملیں گے اور اگر اول مراد ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ اب تک اُس سے فرض ادا ہوئے تھے اس جماعت کی شرکت اُن فرضوں کو نفل کی طرف منقلب کر دے گی اور یہ کہ حتماً مطلوب نہ تھی فرض واقع ہوگی ان دونوں باتوں کے لیے شرع میں نظیر نہیں و خامساً سند احمد و صحیح مسلم میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف انت اذا کانت علیک امراء یمیتون الصلاة او قال یوخرون الصلاة عن وقتھا قال قلت فما تأمرنی قال صل الصلاة لوقتھا فان ادرکتھا معهم فصل فانها لک نافلة اس میں ضمیر انھا صلات نماز ثانی کی طرف راجع ہے اولی کی طرف ارجاع بعید عن الفہم ہونے کے علاوہ ارشاد اقدس صل الصلاة لوقتھا کے منافی ہے کہ پہلی کو اس کے وقت میں پڑھ کے اوقات فرض کے لیے ہیں نہ کہ نفل کے واسطے و سادساً حدیث مذکور عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں یوں ہے کہ فرمایا واجعلوا صلاتکم معهم تطوعاً اس میں صلات تصریح ہے کہ یہ دوسری نفل ہوگی سابعاً اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلے اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک کلمہ بدیعہ ہے ظاہر ہے کہ نماز تہنا ناقص اور جماعت میں کامل ہے جس نے فرض اکیلے پڑھ لیے پھر نادام ہو کر جماعت میں ملا تو قضیہ اصل حکم عدل یہ ہے کہ اُس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوئے مگر اُس کی مذمت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس

کامل کو اُس کی فرست فراغ میں داخل فرمایا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضل پائے اور یہ اُس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے اولئک یدل اللہ سینا فہم حسنت جب اُس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے اب حاصل یہ رہا کہ ہے تو پہلی ہی فرض اور دوسری نفل مگر رحمت الہی اس نفل کو فرض میں شمار فرمائے گی اسی طرف شیر ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد جب اُن سے پوچھا گیا میں اُن دونوں میں کس کو اپنی نماز یعنی فرض تصور کروں فرمایا وذلک الیک اما ذلک الی اللہ عن وجل یجعل ایتہما شاء یہ کیا تیرے ہاتھ ہے یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے اُن میں جسے چاہے شمار فرمائے گا رواہ الامام مالک هذا ما عندی - العلم بالحق عند ربی - ظہر وجمعہ وعشا نفلاً دوبارہ پڑھ سکتا ہے نماز عید کے ساتھ تنقل شرع سے ثابت نہیں - حدیث دوسرے روز ملنے پر کسی طرح دلیل نہیں کہ وہ اُس صورت میں ہے کہ یہ نماز تنہا پڑھ چکا اب اُس کی جماعت قائم ہوئی حدیث مجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا کنک قد صلیت فاقیمت الصلوۃ حدیث ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے یصلی فی منزله الصلاۃ ثم یاتی المسجد فقام الصلاۃ حدیث ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا فان ادرکتھا معہم سنن ابی داود میں حدیث یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک لفظ یہ ہیں اذا صلی احدکم فی رحلہ ثم ادرک الصلاۃ مع الامام فلیصلھا معہ فانھا لہ نافلۃ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تھا اذا صلیت فی اھلک ثم ادرکت حدیث اخیر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے اصلی فی بیتی ثم ادرک الصلاۃ فی المسجد مع الامام دوسرے روز اُس نماز کی جماعت نہیں ہو سکتی آج کی ظہر ظہر دیر روزہ کی غیر ہے ولہذا امام و مقتدی کا قضا واد میں اختلاف بطل اقتدا ہے اور دوسرے دن اگر لوگ کل کی قضا جماعت پڑھتے ہوں تو اسے ادراک نہ کہیں گے اور واجب سے تو اسے علاقہ ہی نہیں کہ وہ یا وتر ہے یا نماز عیدین اول میں تنقل گناہ اور ثانی میں شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کانپور محلہ بوچڑخانہ - مولوی نثار احمد صاحب ۲۰ صفحہ ۳۳۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم - حامداً و مصلیاً و مسلماً - حضرات علمائے کرام ادام اللہ بقائہم علی رؤس المسلمین و حامم - ان چند سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں (۱) یہ کہ اختلاف علما ہویوم النحر میں تو قربانی کو احتیاطاً ایک روز مؤخر کرانے والا اختلاف علما سے بچنے کے لیے مجرم ہے یا نہیں (۲) رشتہ دار ذی الحجہ کو عید الضحیٰ کی نماز واجب کی نیت سے پڑھانے والا امامت سے بوجہ ثبوت شرعی ماننے کے اور چہار شنبہ کو اُس جگہ حاضر ہو کر جہاں عید الضحیٰ بوجہ ثبوت کامل نہ ہونے کے عید رشتہ کو نہیں ہوئی تھی بلکہ آج چہار شنبہ کو عید الضحیٰ تھی اور جماعت میں شریک ہو گیا نفلی نیت سے مجرم ہوا یا نہیں (۳) رشتہ دار امامت و خطبہ کے بعد احتیاطی جملہ کا تلفظ اور دوسرے روز اُسی کا جماعت میں بہ نیت نفل شریک ہونا لوگوں کو شبہ دلاتا ہے کہ اس نے اپنی نماز دوہرائی اور ہم لوگوں کی نمازیں خراب کیں مگر امام دو شنبہ کو اعلان وقت نماز کے یقین تھا عید کا اور راضی تھا اور خود رشتہ کو وہ ایک اعلان دینے پر راضی تھا کہ میں نے ثبوت کو یقین جان کر بہ نیت واجب پڑھی اور امام ہو کر اقرار کرتا ہے اصرار سے کہ واجب یقینی جان کر پڑھائی اور احتیاطی جملہ میں بھی یہ عرض کیا کہ دینی بھائیو آج عید ہے اور اکثر جگہ ہے نماز بھی عید کی پڑھی گئی مگر قربانی کل کرنے میں احتیاط ہے ایسی اختلافی حالت میں کس کے قول کو مانا جانا جائے امام کے قول کو یا مقتدیہ کے

(۴) پڑھی ہوئی نماز نفل کی نیت سے پھر پڑھنا حنفیوں کے نزدیک حدیث یزید ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب "من صلی الصلوة مرتین" میں ہے۔ سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں (۵) اس حدیث میں وان کنت قد صلیت میں ان وصلیہ ہے یا شرطیہ اولی وصلیہ ہوتا ہے یا شرطیہ (۶) آیہ کریمہ من تطوع خیرا فهو خیر لہ اور من تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم سے عبادات مالیہ اور بدنیہ جس میں نفلی نماز بھی داخل ہے کوئی ثابت کرے تو استدلال درست ہے یا نہیں اور معطوف علیہ نہ ہونے کی وجہ سے تحریر میں بغیر داو کے لکھنے والا اور آیہ ثانیہ میں بغیر ترتیبیہ کے لکھنے والا غلطی کرنے والا ہے یا نہیں۔ بلینوا لوجروا رحمکم اللہ تعالیٰ

الجواب

(۱) محل اختلاف علما میں مراعات خلاف جہاں تک ارتکاب مکروہ کو مستلزم نہ ہو بالا جماع مستحب ہے۔ مستحب جرم نہیں ہوتا بلکہ اسے جرم کہنا جرم ہے در مختار میں ہے یندب للخروج من الخلاف لا سیما للامام لکن بشرط عدم ارتکاب مکروہ مذہب (۲) جبکہ اُس نے ثبوت شرعی پایا اور روزِ شنبہ کو روزِ عید جان کر بہ نیت واجب نماز عید ادا کی اور دوسرے جن کو ثبوت نہ پہنچنے کے باعث اُن پر شرعاً آج عید واجب تھی اُن کی جماعت جماعت روزِ اول تھی اور سہ شنبہ کے دن پڑھنے والے کے نزدیک اگرچہ جماعت روزِ دوم تھی مگر اس امام صالح امامت عید اور اُس کے مقتدیوں نے کل ادا نہ کی تھی اور یہاں تاخیر بالعدو بالا جماع بلا کراہت جائز ہے اور عدم تحقق ثبوت عند ہم سے بڑھ کر اور کیا عذر ہو سکتا ہے بہر حال یہ نماز امام و قوم اور اس کل پڑھنے والے سب کے نزدیک جماعت واجبہ تھی تو اس کا بونیت نفل اُس میں مل جانا ہرگز جرم نہیں ہو سکتا جرم نہیں مگر مخالفت امر اللہ ہی ان کون سے امر اللہ کا خلاف ہوا ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون ہاں اگر ایک دن نماز عید ہو کر دوسرے دن مطلقاً ناجائز ہوتی حتیٰ کہ اُس امام صالح امامت عید و قوم کو بھی جس نے کل بعد از پڑھی تو البتہ اسے شریک ہونا جرم ہوتا اگرچہ اُن پر جرم کیسا وہ اپنا ادا ہے واجب کر رہے تھے کہ اُن کو کل کا ثبوت نہ پہنچا تھا مگر اس کے اعتقاد میں تو عید کل ہو چکی تھی آج دوسرا دن تھا جس میں نماز ناجائز تھی تو یہ اپنے اعتقاد کی رو سے ایک ناجائز نفل میں شرکت کرتا اور مجرم ہوتا فان الموءمناخذ بزعمہ مگر ایسا ہرگز نہیں بلکہ قطعاً جواز ہے کما انصوا علیہ قاطبہ ذابک جماعت جائزہ میں متفقاً شریک ہونا کس نے منع کیا نماز عید نماز جنازہ نہیں جس سے نفل میں شرعاً جواز کا حکم ثابت ہے بلکہ امام ملک العلما میں ہے لا یصلی علی میت الامرۃ واحداً لاجماعہ ولا وحداً انا عندنا لما روی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی علی جنازۃ فلما فرغ جاء عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیاً فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلۃ علی الجنازۃ لا تعادولکن ادع للمیت واستغفر لہ وهذا فی الباب (الی قولہ) دلیل علی عدم جواز التکرار صلاۃ عید میں نہی کہاں ہاں ثبوت بھی نہیں پھر عدم ثبوت کو ثبوت عدم سے کیا علاقہ وهذا بحث لقد فرغنا عنہ فی الود علی الوہابیۃ مراراً غایت یہ کہ بے طلب شرع بے وجہ ہے جبکہ کوئی عارض خاص ہو مثلاً مرید یا تلمیذ یا ابن کے نزدیک کل ثبوت شرعی ہو گیا تھا پڑھ لی شیخ یا استاذ یا اب کے یہاں آج طے کو حاضر ہوا اُن کے نزدیک آج عید ہے یا نماز کو کھڑے ہوئے اب ان کی مخالفت اُس امر میں کہ شرعاً ممنوع و حرام نہیں معیوب و قبیح ہے لہذا متفقاً شریک ہو گیا تو یہ صورت بے وجہ بھی نہیں بلکہ وجہ وجہ ہے امام مجتہد مطلق عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجہ مزار مبارک امام الامہ سیدنا

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور نماز صبح پڑھائی دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ و آمین جہر سے کہے نہ غیر تحریر میں رفع یدین فرمایا اعلیٰ
 مافی الروایات خود اپنا مذہب مجتہد نے ترک کیا اور عذر بھی بیان فرمایا کہ مجھے ان امام اجل سے شرم آئی کہ ان کے سامنے ان کا خلافت
 کروں کہا بیناہ فی حیاۃ الاموات فی بیان سماع الاموات (۳) امام اپنے قلب سے نیت کرتا ہے اور قلب غیب ہے اور زبان اس کا
 ذریعہ بیان - ہر سلم اپنے مافی الضمیر پر امین ہے جب تک ظاہر اس کا کذب نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں
 افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقاہا ام لا رواہ مسلم مقتدیوں کا یہ وسوسہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام قال تعالیٰ یا ایہا الذین
 امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم وانظن فان الظن اکذب لحدیث
 (۴) ہاں ثابت ہے کہ ما فصلناہ فی الفتوی السابقتہ بما لا مزید علیہ فجر و مغرب کا حدیث میں استثناء فرمایا رواہ الدارقطنی
 مسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلیل حکم نے فجر سے عصر مغرب سے
 وتر کا الحاق بتایا اور یہی مذہب خفیہ ہے (۵) وصلیہ اولیٰ ہے بدلیل حدیث محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم اذا جمعت المسجد وکنت قد صلیت فاقیمت الصلاة فصل مع الناس وان کنت قد صلیت یہ وہی مضمون و حکم ہے
 اور اس میں وصلیہ متقین والحدیث خیر تفسیر للحدیث (۶) ہاں درست ہے جہاں شرع مطر سے مانعت ثابت نہ ہو ادھر یہ عموم کریمہ
 کی تخصیص نہیں بلکہ وہ عموم میں داخل ہی نہیں کہ من تطوع خیرا فرمایا ہے اور ممنوع خیر نہیں کہ خیر ممنوع نہیں **اقول** تحقیق مقام یہ
 ہے کہ شے مطلوب الفعل او التکرر باحد الطلبین الجازم وغیرہ ہوگی یا لا ولا ہیں سے احکام خمسہ پیدا ہوئے ان کا خاص مباح و تمام
 الکلام فیہ مجیث لا یوجد فی شئ من الکتاب فی رسالتنا الجود الحاد فی ارکان الوضوء اربع اول کو ثبوت درکار اور عدم ثبوت
 طرفین کا نتیجہ خاص مگر یہ خاص کسی مستحق کے نیچے اندراج اور نیت حسنہ کے اندراج سے مستحق ہو جاتا ہے جیسے نیت قبیحہ سے مستحق فعل
 لوح سادہ ہے اور نیت نقش صورت اخیرہ میں وہ مکروہ حرام اور اس سے بدتر ہو سکتا اور اولیٰ میں تطوع ہو کر دونوں آئیہ کریمہ کے
 عموم میں آئے گا۔ اشباہ در المختار وغیرہ میں ہے المباحات تختلف صفتها باعتبار ما قصدت لاجلہ فاذا قصد
 بها التقوی علی الطاعات او التوصل الیہا کانت عبادۃ کالاکل والنوم واکتساب المال والوطء انتھی لہذا مسئلہ دائرہ
 میں یہ حکم نہ دیں گے کہ نماز عید دوبارہ پڑھنا مستحب ہے کہ یہ طلب شرعی سے خبر دے گا یعنی شرعاً مطلوب ہے کہ دوبارہ پڑھے
 اور یہ باطل ہے کہ اس کو ثبوت درکار اور ثبوت نہیں ولہذا اس کا فعل بے وجہ ہوگا کہ سبب نہیں یہ اس کا فی نفسہ حکم ہے پھر اگر
 خارج سے وجہ پیدا ہو مثلاً یہ امام متبرک بہ ہے یا اس جماعت میں وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ پڑھنے میں امید رحمت ہے کہ ہم
 القوم لایشتی بھم جلیس ہم یا وہ وجہ جو ہم نے نبردوم میں بیان کی کہ معظم دینی سے موافقت و محو صورت مخالفت تو یہ سب نیت
 محمودہ ہیں اور مباح نیت محمودہ سے محمود اور محمود کا ادنیٰ درجہ نفل خصوصاً نماز کہ الصلاة خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر
 منها فلیستکثر رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یوں تحت کریمتین داخل ہوگا کشف الغمہ میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے کان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاینبی

احداً اقلوع بشی زائد علی السنۃ ویقول فمن تطوع خیراً فهو خیر لہ رہا کر میتین میں ترک واو وفا یہ لکھنا تلاوت قرآن کا وقت نہ تھا بلکہ استدلال کا اور ترک کسی ایسے حرف کا نہ کیا جس پر نظماً یا معنی صحت کو توقف یا موجب تغیر ہو تو اسے کسی طرح غلطی نہیں کہہ سکتے ابن ابی حاتم و بیہقی نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی انہ وجلاساً لہ عن الہدی فضا ہو فقال من الثانیۃ الازواج فكان الرجل شک فقال هل تقرأ القرآن قال نعم قال فسمعت اللہ یقول لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقہم من بھیمۃ الانعام ومن الانعام حمولہ وقرشاًط قال نعم قال فسمعتہ یقول من الصائتین ومن المعزائتین ومن الاربیل اثنتین ومن البقر اثنتین قال نعم امیر المؤمنین نے ایک آیت ستر ہو میں پارسے کی لی ایک آٹھویں کی اور ان کو سیاق و احادیث میں ذکر فرمایا دوبارہ سورہ انعام کی آیتوں میں خاص و مط میں سے اتنے جملے چھوڑ دیے قل والد کو بہن حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبیونی بعلم ان کنتہ صدقین اب یہاں کیا حکم ہوگا نبیونی بعلم ان کنتہ صدقین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر کتبہ بریلی محلہ کانکر ٹولہ مسئلہ محمد ظہور خاں صاحب ۱۳ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز امام پڑھا رہا ہے اب دوسرا نمازی آیا تو شامل جماعت ہو جاوے یا اول سنت ادا کرے اگر مسجد چھوٹی ہے یا صحن مسجد قلیل ہے اور کانوں میں امام کا آواز آ رہا ہے ایسی صورت میں لو اگی سنت کس صورت سے ہونا چاہیے یا بلا ادائیگی سنت شامل ہو جاوے اور سنت بعد طلوع آفتاب ہونا بہتر ہے یا اول یعنی جماعت میں جو شامل ہو گیا تھا اس کے بعد۔

الجواب

اگر جانتا ہے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکے گا اور صف سے دوسریتیں پڑھنے کو جگہ ہے تو پڑھ کر لے ورنہ بے پڑھے پھر بعد بلندی آفتاب پڑھے اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے کان میں آواز آنے کا اعتبار نہیں۔ امام اندر پڑھ رہا ہو باہر پڑھے باہر پڑھتا ہو اندر پڑھے حد مسجد کے باہر پاک جگہ پڑھنے کو ہو تو سب سے بہتر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض نمازیوں کی کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے مثلاً بازار کو خرید و فروخت کے لیے جانا ہوتا ہے تو اس کے لیے ان کی رعایت سے وقت مستحبہ نماز کو ترک کرنا اور اول وقت پڑھنے میں کچھ قباحت تو نہیں ہے یا امام کو وقت مستحب پھر پڑھنا چاہیے مثلاً عصر کے وقت کہ بعد گزرنے دو مثل سایہ کے پندرہ بیس منٹ کا وقفہ اذان و صلوٰۃ کے لیے دے کر جماعت کرنے میں افضلیت تو ترک نہ ہوگی۔

الجواب

عام جماعت کو ضرورت ہو تو حرج نہیں ایک کے لیے جماعت منتشر کرنا یا سب کو ترک وقت مستحبہ کی طرف بلانا بجا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ سکریٹری انجمن مشفق المسلمین محلہ براسیم پورہ بریلی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مبتلا ہے جذام کو جس سے طبایا اجتناب واجب ہے

اور مسلمانان محلہ اُس کے دخول مسجد واستعمال ظروف سے حذر کرنے ہیں مسجد میں بغرض شرکت جماعت وغیرہ آنے سے شرعاً بغرض فائدہ عوام روکا جاسکتا ہے یا نہیں جلینا توجروا

الجواب

ہاں جبکہ اُس کے آنے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوباً اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عوام و احتمال تقلیل جماعت ہو تو استحباباً واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - حافظ نجم الدین گندہ نالہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو اس وقت اس کو کیا کرنا چاہیے (۲) جبکہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ ہوئی یا سنونہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی یا نہیں۔

الجواب

(۱) انہی کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے (۲) اگر اُس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی پیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانو تک نہ جائے تو نماز ہو گئی اور اگر تکبیر انتقال کی یعنی ٹھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہوگی اُسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقال پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے درمختار میں ہے لہذا الامام را کعاً فکبر منحنیان الی القیام اقرب صحیح ولغت فنیۃ تکبیرۃ الکوع واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - دو شخص ایک چٹائی ایک مصلے پر جدا جدا برابر کھڑے ہو کر ایک ہی نماز قریضہ قبل جماعت یا بعد جماعت پڑھ رہے ہیں ان کی نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

نماز تو ہر طرح ہو جائے گی لیکن قبل جماعت الگ الگ پڑھیں اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم ہو اور ان میں ایک قابل امامت ہے اُس کو کوئی عذر شرعی نہ ہو تو ان پر ترک جماعت کا الزام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر بریلی محلہ باغ احمد علی خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

جماعت جمعہ کے اندر پہلی صف میں دو یا تین شخص جن کی داڑھی منڈی ہوئی اور ایک شخص کی کٹری ہوئی اُس نے یہ لفظ کہا کہ بزرگ لوگ پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اگلی صف میں آجائیں اور منڈی اور کٹری ہوئی پیچھے چلے جائیں لہذا اُس نے گناہ کیا یا نہیں اور اگلی صف میں منڈی ہوئی ہیں اور پیچھے صف میں برہمن گار اور متقی ہیں ان کو پہلی صف میں لے جائیں اور منڈی ہوئی کو پیچھے ہٹایا جائے یا نہیں اور وہ لوگ جن کی داڑھی منڈی ہوئی اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو نماز پڑھنے کو جاتے ہیں اور ایک کے ساتھ ایک یا دو داڑھی والے بھی جاتے ہیں اس بات کو ان لوگوں کو نہایت ناگوار معلوم ہوا

الجواب

واڑھی کترانا منڈانا حرام ہے اور اس کے مرکب فاسق ان کو قہیم ہدایت کی جائے بہتر یہ ہے کہ امام کے قریب دانشور لوگ ہوں حدیث میں فرمایا لیلینی منکم اولوا الاحلام والہی اور وہی دانشور ہے جو متقی ہو متقیوں کو چاہیے تھا کہ یہی پہلے آئے کہ سب سے اول میں جگہ پاتے اب کہ وہ دوسری قسم کے لوگ پہلے آگئے تو انہیں مناسب ہے کہ متقیوں کے لیے جگہ خالی کر دیں ورنہ انہیں ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ سب فتنہ ہو اعمال میں ہدایت نرمی سے چاہیے کہ سختی سے ضد نہ بڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر بانس منڈی مسؤلہ محمد جان بیگ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور صوم و صلاۃ کا بھی پابند ہے مگر مسجد میں تین وقت کی نمازیں ظہر و عصر و مغرب مسجد میں اور عشا و فجر کی اپنے مکان پر تنہا پڑھتا ہے اور وجہ تنہائی میں پڑھنے کی یہ ہے کہ بعد نماز عشا و فجر کے وظیفہ میں زیادہ وقت لگتا ہے اور قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتا ہے تنہا پڑھنے میں علیحدہ کوئی حرج تو نہیں۔

الجواب

پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے ایک وقت کا بھی بلا عذر ترک گناہ ہے وظیفہ و تلاوت باعث ترک نہیں ہو سکتے فرض مسجد میں باجماعت پڑھ کر وظیفہ و تلاوت مکان پر کرے ورنہ صورت مذکورہ فسق و کبیرہ ہے فان کل صغیرۃ بالاعتقاد کبیرۃ و کل کبیرۃ فسق حدیث میں ہے ظلم اور کفر اور نفاق سے ہے یہ بات کہ آدمی اللہ کے منادی یعنی موذن کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو وہ وظیفہ و تلاوت کہ جماعت و مسجد سے روکیں وظیفہ و تلاوت نہیں بلکہ ناجائز و معصیت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از اسیریاں محلہ سادات ضلع فتح پور مسؤلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ میں اقامت کہی جائے یا نہیں اور جماعت ثانیہ میں امام کو زور سے جہری نماز میں قراوت کرنی چاہیے یا جماعت اولیٰ کے لوگ جو تہتیں پڑھ رہے ہیں ان کے خیال سے برائے نام آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کی نماز میں ذہن نہ منتقل ہو جو شرعی حکم ہوا ارشاد فرمائیں

الجواب

جماعت ثانیہ کے لیے اعادۃ اذان ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں اور اس کا امام نماز جہری میں بقدر حاجت جماعت جہر کرے گا اگرچہ اور لوگ سنتیں پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ شہر کرنہ محلہ دھمی ٹولہ مسؤلہ حبیب اللہ صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر باہم و شتہ دار ہیں دونوں میں خانگی معاملات میں محکمہ رشتہ داران زید و بکر عرصہ سے نا اتفاقی ہے اور زید و بکر دونوں شرکاء ہو کر ہو کر ایک جماعت میں ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔ امام صاحب سے کسی کو کچھ کدورت نہیں ہے اب اہل محلہ زید و بکر سے کہیں کہ تم دونوں باہم میل کر لو بکر یہ جواب دے کہ ہم باہم رشتہ دار ہیں ہمیں میل کرنے میں کچھ

انکار نہیں ہے مگر اس معاملہ میں دیگر رشتہ دار داماد بھائی حقیقی وغیرہ بھی شریک ہیں جن کے ساتھ زید کو مع دیگر رشتہ داران ناراضگی ہے اُن کی موجودگی کی بھی ضرورت ہے اُس وقت پورا میل ہو سکتا ہے تنہا میل کرنے میں دیگر رشتہ داران کو مجھ سے رنج ہو جائے گا بغیر اُن کی موجودگی کے غیر ممکن ہے یہ جواب بکر کا چند اشخاص کو ناگوار معلوم ہوا اور اُن اشخاص نے ناخوش ہو کر بکر سے کہا کہ اگر تم اس وقت ہمارے کہنے سے میل نہیں کرو گے تو ہم جماعت میں شریک نہیں ہونے دیں گے ہر طرح پر پریشان کریں گے لہذا اس بنا پر ایک شخص نے سبھی میں وقت نماز اعلان کیا کہ زید و بکر میں باہم رنج ہے جب دشمنی ایسے جن میں رنج ہے وہ شریک جماعت ہوں تو پوری جماعت کی نماز نہیں ہوتی ہے اور نہ دعا اس جماعت کی قبول ہوتی ہے اور صرف بکر کو یہ کہہ کر جماعت سے علیحدہ کر دیا تو یہ عمل ان اشخاص کا جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو علیحدہ کر دینے والوں کو شرع شریف کا کیا حکم ہے (۲) سوال بصورت حال مندرجہ بالا جو اشخاص وقت نماز جماعت سے علیحدہ کر دیں اُن کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔

الجواب

(۱) اس صورت میں اُس کو جماعت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں اور یہ کہنا محض باطل ہے کہ جس جماعت میں دو شخص آپس میں رنج رکھتے ہوں نماز نہیں ہوگی اور یہ بھی غلط محض ہے کہ وہاں دعا قبول نہیں ہوگی ہاں باہم اہل سنت کے اتفاق رکھنے کا حکم ہے اور دو بھائیوں میں کسی دنیوی وجہ سے قطع مراسم تین دن سے زیادہ حرام ہے اور جو باہم موافقت کی طرف سبقت کرے گا وہ جنت کی طرف سبقت کرے گا اور جس سے اُس کا بھائی معافی چاہے گا اور وہ بلا عذر شرعی معاف نہ کرے گا تو حدیث میں فرمایا کہ اُسے روز قیامت جہنم کوثر پر میرے پاس حاضر ہونا نصیب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم (۲) بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے علیحدہ کرنا ظلم شدید ہے اس میں حق کا بھی مواخذہ ہے اور حق العبد کی بھی گرفتاری تو یہ بھی کریں اور ان لوگوں سے معافی بھی چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر تکیہ سفر علی شاہ مسؤل مولوی احمد بخش صاحب ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا کے واسطے (۰۸) بجے وقت مقرر کر لیا گیا بلا انتظار کیے دوسرے کے اُس وقت جماعت کھڑی ہو جائے گی کل شب میں ۱۴ آدمی دروازے پر مسجد کے کھڑے تھے پانچ سات کو وضو کرنا تھا دو تین کر چکے تھے یہ سب ایک مسئلہ پر ذکر کر رہے تھے جماعت کی تکبیر دالے نے اُن سب کو نہیں بلایا نماز شروع کر دی آیا بلانا۔ آیا انتظار واجب تھا یا نہیں۔

الجواب

اگر اذان کے بعد انتظار بقدر سنون کر لیا گیا ہو پھر زیادہ انتظار کی حاجت نہیں اور اگر وقت میں وسعت ہو اور حاضرین پر گراں نہ ہو تو جو آگئے ہیں اُن کے وضو کا انتظار کر لینا بہتر اذان کے بعد غیر مغرب میں بحالت وسعت وقت اتنا انتظار سنون ہے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے جسے قضاء حاجت کرنی ہے اس سے فراغ پائے اور طہارت و وضو کر کے آجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسؤلہ عبدالصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں پانچ آدمی ہیں اور سب کلام مجید خواں اور نمازی ہیں ایک روز زید نے

وقت عشا بوجہ تنہائی مکان اپنے گھر نماز ادا کی بوجہ حاضر نہ ہونے مسجد کے زید کا سنا اُس کے برادران اور اہل خانہ حقد پانی بھنگی بھشتی دھبی جلد کام والوں سے بند کر دیا اور پانچ دن سے بند ہے یعنی یکم صفر سے ۵ صفر تک حالانکہ زید نماز کے لیے کوئی عذر وحیلہ نہیں کرتا بلکہ بوجہ مجبوری کے حاضر نہیں بنایا زید اس سزا کا مستوجب تھا کہ نہیں اگر نہ تھا تو سزا دہندگان کو کیا کرنا چاہیے۔

الجواب

اگر واقعی مکان تنہا تھا اور تنہا چھوڑ کر آنے میں اندیشہ تھا تو یہ عذر قابل قبول ہے اور ایسی حالت میں سزا دینا ظلم ہے اور اگر کوئی عذر صحیح نہ ہو بلا عذر جماعت چھوڑے تو شرعاً قابل سزا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مؤذیا جاگر ضلع بریلی مسؤلہ عبدالصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض جذام ہے سال گزشتہ میں ڈاکٹر نے مرض مذکور کی تصدیق کر دی ہے اب زخون وغیرہ کے دیکھنے سے مرض کی شدت کا ثبوت ہوتا ہے چونکہ زید مسجد میں آکر دھوکرتا ہے جس سے بعض اشخاص تنفر کرتے ہیں بلکہ مسجد میں نماز پڑھنے سے جماعت سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور اکثر مقتدیان کا عزم ہے کہ زید اگر جماعت میں شامل ہوگا تو ہم گھر پر نماز پڑھ لیا کریں گے دریں صورت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے آیا زید کو مسجد سے روک دینا چاہیے یا لوگوں کو گھر پر نماز پڑھ لینا اور کبھی کبھی خود بھی نماز پڑھانے کو کھڑا ہو جاتا ہے۔

الجواب

اس صورت میں زید کو چاہیے کہ گھر میں پڑھے جماعت منتشر نہ کرے اور اُس کی امامت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از محلہ سوداگراں مسؤلہ شمس الممدی صاحب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

حنور اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا ہو کہ دہائی کے مدرسہ میں پڑھتا ہو اور اُن کے اقوال بھی جانتا ہے اور پھر دہائی کے مکان میں رہتا ہے اور اُس کے یہاں کھانا کھاتا ہے تو اس صورت میں اُسے اہلسنت کی نماز جماعت میں کھڑا ہونے دیں یا نہیں اور اگر کھڑا ہوگا تو فصل لازم آئے گا یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ دہائیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انھیں مسلمان جانتا ہے تو ضرور صف میں اُس کے کھڑے ہونے سے فصل لازم آئے گا اور صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قطع صفا قطعہ اللہ اور اگر وہ دہائیہ کو کافر جانتا ہے تو اُن سے میل جول کے باعث جس میں سب سے بدتر اُن سے بڑھنا ہے سخت فاسق ہے امامت کے قابل نہیں نماز اُس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر صف میں اُس کے کھڑے ہونے سے صف قطع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگراں بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جماعت میں چار صغیف ہیں صف اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضو جاتا رہتا ہے وہ مقتدی

یا امام باہر کس طرح آسکتا ہے کیونکہ درمیان میں تیس صفیں ہیں جو شانہ سے شانہ ملائے ہیں اور مقتدی کہ جو جگہ خالی ہے اُس کے واسطے کیا حکم ہے۔

الجواب

مقتدی جس طرح جگہ پائے چلا جائے یا وہیں امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر اب صفوں کا سامنا سامنا نہیں کہ امام کا سترہ سب کا سترہ ہے اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اُسے بھر دے یا وہیں رہنے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئلہ نیاز احمد صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محلہ میں دو گروہ آباد ہیں دیوبندی و سنی حنفی اس محلہ کی مسجد میں دو دو جماعتیں ہوتی ہیں پہلی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہوتی ہے وہ لوگ عداوت کی وجہ سے مغرب اور فجر کی نماز میں دیکر دیتے ہیں اس میں جماعت (نماز) قضا ہونے کا اندیشہ ہے اگر سنی اپنی جماعت پہلے کرنا چاہتے ہیں تو وہ لوگ فساد پر آمادہ ہوتے ہیں ایسی حالت میں سنیوں کو کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

عین اُن کی جماعت ہونے کی حالت میں سنی اپنی جماعت کر سکتے ہیں کہ اُن کی جماعت جماعت ہے نہ اُن کی نماز نماز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر مبارہ ضلع شرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نماز پڑھاتا ہے جماعت کو بعد دوسرے آدمی امام شافعی علیہ الرحمہ کے مقلد اُسے اور صحن میں جماعت پڑھانے لگے اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں ساتھ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور صحن میں ایک امام نماز پڑھا رہا ہے مقلد شافعی کے پاس سبوت کے ساتھ اقتدا کرنا جائز ہے اسی طرح نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور امام آیا اور تکبیر ہوئی اور جماعت کھڑی ہوئی اُسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعتیں ایک ساتھ قصد کرتا بلا وجہ شرعی ناجائز و منوع ہے لیکن ایک جماعت خفیہ کی امام حنفی کے پیچھے ہو اور دوسری شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ کی اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے ہو اس میں حرج نہیں جس طرح حرمین شریفین میں معمول ہے کہ یہ وجہ شرعی ہے سبوت کی اقتدا ہمارے مذہب میں باطل ہے اگرچہ وہ سبوت شافعی مذہب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از موضع دھرم پور ضلع بلند شہر پگنڈو بانی کوٹھی نواب صاحب مسئلہ عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز باجماعت ہو چکی بعد میں دو چار آدمی فراہم ہو گئے اور جماعت سے رہ گئے تو وہاں سے مل کر نماز جماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا تھا اب ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول جماعت کے بعد پھر جماعت سے نماز پڑھنا بوجہ ثواب نہیں بلکہ عذاب ہے لہذا جو حکم شریعت ہو اُس سے آگاہ فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو مسجد کسی معین قوم کی نہیں جیسے بازار یا سرائے یا اسٹیشن کی مسجد میں ان میں تو ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے ہر جماعت کا امام اسی محل قیام امام پر محراب میں کھڑا ہو کر امامت کرے بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر جماعت جدید اذان سے وہاں مسجد محلہ میں جس کے لیے امام و جماعت معین ہیں اس اعتماد پر کہ ہم اپنی جماعت دوبارہ کر لیں گے بلا عذر شرعی مثل بد مذہبی امام وغیرہ جماعت اولیٰ کا قصد ترک کرنا گناہ ہے اور اگر امام کے ساتھ اہل محلہ کی جماعت ہو گئی اور کچھ لوگ اتفاقاً یا عذر صحیح کے سبب رہ گئے تو ان کو اذان جدید کی اجازت نہیں اور محراب میں قیام امام کی جگہ ان کے امام کو کھڑا ہونا مکروہ ہے اذان دوبارہ نہ کہیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کریں یہی افضل ہے اسے جو موجب عذاب بتاتا ہے غلط کہتا ہے کما حقناہ فی فتاونا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسئلہ مولوی عبداللہ مدرس ۳، ۳۳۹۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صف پر دو یا چار شخص علیحدہ علیحدہ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں - بئینوا تو جروا

الجواب

اگر جماعت کر سکتے ہوں تو ترک جماعت نہ کریں رافضیوں سے مشابہت نہ کریں اور اگر یہ جماعت جماعت اولیٰ ہے جب تو اس کا ترک گناہ اور ناجائز ہے مگر نماز سب کی بہر حال ہو جائے گی - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گوکھپور محلہ دھوبی مسئلہ سعید الدین ۹، ۳۳۹۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) جماعت کے لیے تعین وقت گھڑی سے جائز ہے یا نہیں (۲) امام کو کسی مقتدی کیلئے جو ممبر مسجد و میر محلہ ہو اور سید ہو باوجود گزر جانے وقت معین گھڑی کے جماعت کے لیے انتظار کرنا درست ہے یا نہیں (۳) امام کے نزدیک تمام مقتدیوں کی عزت برابر ہونی چاہیے یا نہیں (۴) ایک مقتدی کو جو ممبر مسجد و میر محلہ اور سید ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں - (۵) اگر کوئی مقتدی سنت سخت نماز پڑھتا ہو تو اس کی سنت ختم ہونے تک امام کو انتظار کرنا چاہیے یا نہیں سنت مؤکدہ کی تعریف کیا ہے (۶) کسی مقتدی کا جو اس کی امارت و اعزاز کے باوجود معینہ گھڑی وضو اور سنت کا انتظار کرنا جائز ہے یا ناجائز (۷) امام کا کہنا کہ ہم کو مقتدیوں کے انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ مقتدیوں کو امام کے انتظار کی ضرورت ہے صحیح ہے یا نہیں (۸) امام کو وقت معین گھڑی پر آنا جائز ہے یا نہیں (۹) امام کا کہنا کہ گھڑی کا معین صرف مؤذن کی اذان کے لیے ہے جماعت کے لیے نہیں درست ہے یا نہیں (۱۰) باوجود تعین وقت گھڑی امام کا کہنا کہ جب امام نماز کے لیے کھڑا ہو جائے وہی وقت نماز کا ہے درست ہے یا نہیں (۱۱) مقتدیوں کا پیش امام سے جو کہ وقت معین پر نماز پڑھاتے ہوں کہنا کہ آپ وقت معین سے ۲-۴-۱۰ منٹ پہلے تشریف لائے درست ہے یا نہیں (۱۲) امام کا کہنا میں حشر تک نہ آؤں گا درست ہے یا نہیں - بئینوا تو جروا

الجواب

(۱) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) درست ہے جبکہ حاضرین پر گراں نہ ہو اور وقت وسیع ہو - واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جس کو دینی

عزت زائد ہے ہر مسلمان کے نزدیک زائد ہے اُس کی وہ رعایت کی جائے گی جو دوسرے کی نہ ہوگی جب تک کوئی حرج شرعی لازم نہ آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) ہے مگر نہ ایسی کہ اُس کی فاقی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی معین کی رعایت جائز نہیں مثلاً امام رکوع میں ہے اور کوئی سڑیک ہونے کو کیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اُس کے لیے رکوع میں بعض تسبیحیں زائد کر سکتا ہے جس میں وہ شامل ہو جائے کہ یہ دین میں اعانت ہے لیکن اگر پہچانا کہ فلاں ہے اور اُس کی خاطر سے زائد کرنا چاہے تو جائز نہیں دینحشی علیہ امر عظیم واللہ تعالیٰ اعلم (۵) انتظار کر سکتا ہے اگر وقت میں وصعت ہو اور اوروں پر گرانی نہ ہو۔ سنت ہو کہ وہ امر دینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر نادرا کیا کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو اُس پر انکار بھی نہ فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۶) اس کا جواب ۵ کے مطابق ہے مگر خاص اُس کی مالدار کے سبب رعایت کی اجازت نہیں لیکن اُس حالت میں کہ رعایت نہ کرنے سے فتنہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۷) مقتدیوں کو امام کا انتظار چاہیے امام کو تا حد وسعت مقتدیوں کا انتظار چاہیے حدیث میں ہے لوگ جلد جمع ہو جاتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلد نماز پڑھ لیتے اور لوگ دیر میں آتے تو تاخیر فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۸) جائز کیا بلکہ مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۹) تعیین وقت جماعت ہی کے لیے کی جاتی ہے لوگ جب وقت معین پر آجائیں تو امام کو بلا ضرورت زیادہ دیر لگانے کی اجازت نہیں کہ وجہ نقل و باعث نفرت جماعت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰) جب وقت معین ہو چکا تو اُس کے بعد دیر کر کے امام کا نماز پڑھانا اس کا حکم ابھی سوال سابق میں گزرا اور اس سے پہلے جلدی کر کے پڑھ لینا باعث تفرق جماعت ہوگا اور بلا ضرورت جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱) پیشتر کی استدعا فضول ہے یہ استدعا کریں کہ وقت معین پر تشریف لایا کیجیے واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲) اگر پیشتر آنے سے انکار ہے تو بجا نہیں امام انتظار کے لیے نہیں بنایا گیا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از چاند پارہ ڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی مسوٰلہ محمد یار علی نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو مقتدی کے صف کے آگے کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ہے تو امام صف مقتدی میں کس صورت سے کھڑا ہو آیا امام مقتدی سے کچھ امتیاز کے واسطے آگے کھڑا ہو یا مقتدی امام کی دونوں جانب یعنی دہنی بائیں امام کے پیر کے برابر کھڑے ہوں۔ بینوا توجروا

الجواب

جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر دہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام قعود رکوع سجود کی حالت میں اُس کے پاؤں کا گنا امام کے گنے سے آگے نہ بڑھے اسی احتیاط کے لیے امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنا پنجہ امام کی اڑی کے برابر رکھے اور اگر دو مقتدی ہوں تو اگرچہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں پھر بھی اگر امام کے دہنے بائیں برابر کھڑے ہو جائیں گے حرج نہیں مگر دوسے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صف سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صف کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز و گناہ ہے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداد ہوگی اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے یا ہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں کچھ صف الگ صف کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لیے جگہ بقدر ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملنا ممکن نہ ہو نہ ان میں کچھ لوگ دوسری جگہ

نماز کو جائز کیا مثلاً معاذ اللہ کسی ایسی کوٹھری میں مجبوس ہیں جس کا عرض جانب قبلہ گزرا کر ہے تو یہ صورت مجبوری محض ہے اس میں قواعد شرع سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اُس کا اعادہ کریں جماعت اقامت شعار کے لیے اور اعادہ رفع مثل کے واسطے۔ درمختار میں ہے کہ صلاۃ ادیت مع کراہۃ التحريم تجب اعادتها اُسی میں ہے لو توسط اثنين کراہۃ تنزیها و تنجیها لو اکثر اھ ولا یقال الجماعۃ واجبة بل قیل سنة مؤكدة و کراہۃ التحريم فی جانب النہی کا لوجوب فی جانب الکامر والا جتناب عن المناہی اھم من اتیان الاوامر فی الحدیث لترك ذریۃ مما غی اللہ خیر من عبادۃ الثقلین لانا نقول اقامة الشعار اھم من كل شیء حتی ابا حوالہ الختان و لیس الا سنة صریح المحرمات من النظر والمس فی المندیۃ عن العنابیۃ فی ختان الکبیر اذا امکن ان یختن نفسه والا لم یفعل الا ان یمکن ان یتزوج اولی شری ختانة فتختنیہ ذکر الکرخی فی الجامع الصغیر و یختنہ الحماحی **اقول** و یؤدہ ما عن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہم كانوا لا یختنون اولادہم الا بعد البلوغ وقال فی الدروقتہ غیر معلوم و قیل سبع سنین و قیل عشر و قیل اقصاۃ اثنتا عشرة سنة زاد الشامی عن الطحطاوی و قیل لا یختن حتی یملح لانه للطہارۃ ولا تجب علیہ قبلہ قال فی الدروقتہ العبرة بطاقتہ و هو الا شہہ قال ش ای بالفقہ زبلی و ہذہ من صیغہ التصحیح اھ فشمع اذ لم یطو ا بعد البلوغ لا یقال فلیصل ثلثۃ ثلثۃ تقری یوم کل اثنين امام فالجماعۃ یحترزون وعن الکراہۃ یحترزون لانا نقول لا اصل فی الشریعۃ الطاہرۃ لثبوت الجماعۃ الحاضریۃ ولم یرض اللہ بہ المسلمین و ہم فی غیر العد و فضاظنک بسائر الاحوال ہذا ما ظہر لی و عند ربی علم حقیقۃ کل حال واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر جمعی غازی پورہ ، ار ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین (۱) ایک مسجد میں دو تین جماعتوں کا یکے بعد دیگرے ہونا کیسا ہے چاہے یا نہیں (۲) اگر اہم جماعت ثانیہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے (۳) ایک مسجد میں ایک ہی وقت دو تین آدمیوں کا فرداً فرداً فرض پڑھنا کیسا ہے (۴) اور اگر فرداً فرداً چند شخص فرض پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

(۱) مسجد دو قسم ہے ایک مسجد عام جسے کسی خاص محلہ سے خصوصیت نہیں جیسے مسجد جامع یا بازار یا سرا یا اسٹیشن کی مسجد دوسری مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہو اُس کی معمولی جماعت معین ہے اگرچہ کچھ داگیر یا سافر بھی متفرق اوقات میں شریک ہو جائیں۔ اور یکے بعد دیگرے چند جماعتیں کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جماعت موجودہ کے دو یا چند حصے کر دیں۔ جب ایک حصہ کر لے تو دوسرا کرے۔ دوسرے یہ کہ وہ حاضر ہوا پڑھ گیا دوسرا اُس کے بعد آیا یا اب جماعت کرتا ہے تعدد جماعت کی پہلی صورت بلا ضرر و رعب شرعیہ مطلقاً حرام ہے۔ خواہ مسجد محلہ ہو یا مسجد عام۔ ہاں بضرورت جائز ہے جیسے صلاۃ الخوف میں۔ یا یہ کہ مسجد میں کوئی بد مذہب گمراہ یا فاسق ملن یا قرآن مجید کا غلط پڑھنے والا امامت کرتا ہے کچھ لوگ براہ جہل یا تعصب اُس کے پیچھے پڑھتے ہیں دوسرے لوگ

اُس کے روکنے پر قادر نہیں ہے اُس کی اقتدا سے باز رہتے ہیں اور اُس کے فراغ کے بعد اپنی جماعت جدا کرتے ہیں جس کا امام سب بلاؤں سے پاک ہے یہ صورت مطلقاً جائز بلکہ شرعاً مطلوب ہے مسجد عام ہو خواہ مسجد محلہ۔ اور تعدد جماعت کی صورت ثانیہ کہ یہ گروہ پہلی جماعت کے وقت حاضر نہ تھا یہ مسجد عام میں مطلقاً جائز و مطلوب ہے یہاں تک کہ کتابوں میں تصریح ہے کہ بازار وغیرہ کی عام مساجد میں افضل یہ ہے کہ جو گروہ آتا جائے نئی اذان نئی اقامت سے نئی جماعت کرے سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہوں گی کما فی فتاویٰ الامام قاضی خاں وغیرہ اور مسجد محلہ میں بھی اگر پہلی جماعت کسی غلط خواں یا بد مذہب یا مخالف مذہب نے کی یا بے اذن دیے ہو گئی یا اذان آہستہ دی گئی دوسری جماعت مطلقاً جائز و مطلوب ہے اور اگر ایسا نہیں بلکہ اہل محلہ موافق المذہب سنی صالح صحیح خواں امام کے پیچھے باعلان اذان کہہ کر پڑھ گئے اب باقی ماندہ آئے تو انھیں دوبارہ اذان کہہ کر جماعت کرنی مکروہ تحریمی ہے اور بے اذان دیے محراب جماعت اولیٰ میں امامت کرنی مکروہ تنزیہی اور اگر محراب بدل دیں تو اصل کراہت نہیں اس مسئلہ کی تفصیل تام فقیر نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کی (۲) اس کا جواب جواب اول میں آگیا (۳) اگر ان میں کوئی شرعی حیثیت سے قابل امامت ہو اور دانستہ بلا وجہ شرعی ترک جماعت کریں تو گنہگار ہوں گے اگرچہ گناہ نہ ہو جائے گی۔ اور نادانستہ ہو یعنی ایک شخص فرض پڑھ رہا ہے دوسرا آیا اُسے معلوم نہیں کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اُس نے بھی فرض کی نیت الگ باندھ لی اسی طرح تیسرا آیا اُس نے بھی فرض نیت باندھ لی یا ان میں کوئی قابل امامت نہیں تو حرج نہیں (۴) نماز ہو جاتی ہے مگر ترک جماعت سے گناہ ہوتا ہے جبکہ کوئی عذر شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۹، صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں۔ بلینوا توجروا

الجواب

وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادتِ اجر و تحصیلِ فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اتنا ہی ثواب ہے کہ سارا وقت ان کا نماز ہی میں کھا جائے گا وقد صح عن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم انتظار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی مضی نحو من شطو اللیل وقد اقرہم علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال انکم لن تزالوا فی صلاۃ ما انتظروتم الصلاۃ ورنہ اوسطہ وجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو فی الافق وید عن التا تاریخا نیت عن المنقذی للامام الحاکم الشہید ان تاخیر المؤمنون و تطویل القراءة لادراك بعض الناس حرام هذا اذا كان لاهل الدنيا تطویلا و تاخیرا یشق علی الناس والحاصل ان التاخیر القلیل لا عانة اهل الخیر غیر مکروہ ولا باس بان ینظروا لامام انتظارا و سطا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرشد شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبد العلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی پیر یا مولوی عربی خواں مسجد کے قریب رہتا ہو اور اُس مسجد کا منتظم ہو جماعت میں شریک نہ ہو اور اذان وقت بے وقت ہو اور

کبھی نہ ہو لوگ بلا اذان نماز پڑھ جائیں ایسا شخص گنہگار ہے یا نہیں۔

الجواب

ترک جماعت اور ترک حاضری مسجد کا عادی فاسق ہے اور فاسق قابل اتباع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر جوناگڑھ محلہ کیتانہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مستحب کہے اُس کو علمائے دین کیا کہیں گے یہاں پر ایک مدرسہ ہے اُس میں تھوڑے عرصہ سے شور و غوغا مچا ہے اور آپ علمائے دین کی نصفی پر سب کا اتفاق ہے برائے خدا ہم جاہلوں کو راہ راست بتائیں

الجواب

جماعت کو مستحب سمجھنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ اُسے واجب یا سنت مؤکدہ نہیں جانتا صرف ایک مستحب بات مانتا ہے تو سخت بطل شدید

خاص ہے اور احادیث صحیحہ اور تمام کتب فقہ کے ارشاد کا مخالف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از ترسائی کا ٹھیاواڑ مدرسہ احمد داد صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

ایک ہی مسجد میں جماعت ثانی بلا وجہ ہو سکتی ہے یا نہیں مثلاً سو سے جماعت اول کو نہ پہنچ سکے اور بعد میں جماعت ثانی کر لے خواہ گاؤں ہو یا شہر شارع عام ہو یا کوچہ قائم امام ہو یا نہ ہو۔

الجواب

جو مسجد شارع یا بازار یا سرایا اسٹیشن کی ہو کہ کسی محلہ یا امام سے مخصوص نہیں اُس میں سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہیں جو کہ وہ آئے نئی اذان

واقامت سے محراب میں جماعت کرے اور جو مسجد محلہ ہے جس کے لیے امام و جماعت معین ہے اُس میں جب امام پہلی جماعت باعلان اذان

مطابق سنت ادا کر چکا تو بعد کو جو آئیں انھیں اعادہ اذان ناجائز ہے اور محراب میں امامت مکروہ اور بلا اعادہ اذان محراب سے ہٹ کر بے کراہت

جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر کنہ محلہ مردہی ٹولہ مسئلہ بشیر الدین صاحب ۱۹ رمضان شریف ۱۳۳۶ھ

ایک مصلیٰ پر دو شخص علیحدہ نماز فرض ادا کریں تو ایسا حالت میں فرض ادا ہوتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

اگر اُن میں کوئی امامت کے قابل ہے اور قصد ترک جماعت کیا اور یہ مسجد محلہ نہ تھی یا تھی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ ہوتی تو جس کی طرف

یہ ترک ہے وہ گنہگار ہوا ایک خواہ دونوں اور اگر یہ مسجد محلہ تھی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ نہ ہوتی تو بڑا کیا رافضیوں سے مشابہت تو قدیم سے تھی

اب دیوبندیوں گنگوہیوں سے بھی ہوئی اور اگر اُن میں کوئی قابل امامت نہ تھا تو حرج نہیں بہر حال فرض ادا ہر صورت میں ہو جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از ملتان تلی تال کوہ نیلی تال مدرسہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی بریس ۵ ہر شوال ۱۳۳۶ھ

جماعت صرف عورتوں کی جن کا محض امام مرد ہو دست ہے یا نہیں اور امام کے سوا کوہ لڑکی یا عورت بتا سکتی ہے یا نہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا۔

الجواب

اگر یہ جامع مسجد میں ہو مطلقاً مکروہ ہے کہ عورات کو حاضری مسجد منع ہے اور اگر مکان ہو اور مرد کو حاضری مسجد سے کوئی عذر صحیح شرعی نہیں تو مطلقاً مکروہ ہے کہ مرد پر حاضری مسجد واجب ہے اور اگر اُسے عذر ہے اور جامعہ میں جتنی عورتیں اُس کی محرم یا زوجہ یا غیر مشتہاتہ لڑکیوں کے سوا نہیں تو مطلقاً بلاکراہت جائز ہے اور نامحرم مشتہاتہ ہیں تو مکروہ بہر حال، اگر امام کو سہو ہو تو عورت تصفیق سے اُسے متنبہ کرے یعنی سیدھی سیمیلی بائیں پشت دست پر مارے آواز سے تسبیح وغیرہ نہ کہے کہ مکروہ ہے درمختار المرأة تصفیق لا بطن علی بطن ولو صفحت او مبهت لم تقصد وقد تركا السنة تا تاريخاً فیہ **اقول** ہاں اگر امام نے قرأت میں وہ غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو تو عورت مجبوراً آواز ہی سے بتائے گی جبکہ تصفیق پر امام کو یاد نہ آجائے وذلک لان الضرورات تبیح المحظورات واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - یکم جمادی الاخرہ ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اسے حکم ہے کہ صف سے دور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے - بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں اسے صف سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے فان صلاة الصبی المميز الذی یعقل الصلاة صحیحۃ قطعاً وقد امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسبب الفرج والتواضع في الصفوف ونهی عن خلافہ بھی شدید اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علماً اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں درمختار میں ہے یصف الرجال ثم الصبیان ظاہرہ تعددہم ولو احدا دخل الصف مراقی الفلاح میں ہے ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خدیج میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا بر ۱ بر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و خطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں فتح القدیر میں ہے اما محاذاة الامر قد صرح الكل بعدم افساده الا من شذ ولا مقصود له فی الروایة ولا فی الدرایة واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتم واحکم -

مسئلہ - از کلثہ دھرم تلامذہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۶ صفر ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپ نے پہلے سیرے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ امام کے بائیں ہاتھ میں ہو جائیگا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی ایک حافظ صاحب کہ آدمی ذی علم ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب نے جو حالہ دیا ہے وہ مختار کے متن سے نہیں بلکہ شرح سے ہے اور چاہتے ہیں کہ اصول سے جواب تحریر فرمادیں - بینوا توجروا

الجواب

یہ مطالبہ سخت عجیب ہے درمختار تو شرح ہی کا نام ہے کیا شرح معتبر نہیں ہوتی یا ان میں درمختار نامعتبر ہے یا اصل میں شرح کے

خلاف لکھا ہے اور جب کچھ نہیں تو ایسا مطالبہ اہل علم کی شان سے بعید درمختار بحر علم کی وہ درمختار ہے کہ جب سے تصنیف ہوئی مشرق و مغرب ارض میں فتوائے مذہب حنفی کا گویا مدار اُس کی تحقیقات عالیہ و تدقیقات عالیہ پر ہو گیا۔ اللہ عز و جل رحمت فرمائے علامہ سید ابن عابدینؒ فرماتے ہیں ان کتاب الدار المختار شرح تنویر الابصار قد طار فی الاقطار و ساری الاحصار و فان فی الاستہدای علی الشمس فی رابعة الفہار حتی اکب الناس علیہ و صار مفزعہم الیہ و ہوا الحوی بان یطلب و یکون الیہ المذہب فانہ الطراز المذہب فی المذہب فلقن حوی من الفروع المنقحة و المناہل المصنحة مالم یجوز غیرہ من کبار الاسفار و لم یتنبہ علی منوالہ پیدا افکار خلاصہ یہ کہ درمختار نے تمام عالم میں آفتاب چاشت کی طرح شہرت پائی مخلوق ہر تن اُس سے گرویدہ ہو کر اپنے نہات میں اُس کی طرف التجا لائی یہ کتاب اسی لائق ہے کہ اسے مطلوب بنائیں اور اس کی طرف رجوع لائیں کہ یہ دامن مذہب کی زرنگار گوشت ہے وہ نصیح و تنقیح کے مسائل جمع ہیں کڑی کڑی کتابوں میں مجتمع نہیں آج تک اس انداز کی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔ سبحان اللہ کیا ایسی کتاب اس قابل ہے کہ اُس کا ارشاد بلا وجہ محض قبول نہ کریں خیر فتح القدیر تو معتبر ہوگی جس کے مصنف امام ہمام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن محمد بن الہمام قدس سرہ ذہ امام اجل ہیں کہ اُن کے معاصرین تک اُن کے لیے منصب اجتہاد ثابت کرتے تھے کما ذکرہ فی رد المحتار تبیین المحتائق تو مقبول ہوگی جس کے مصنف امام اجل فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیعی شامی کنز ہیں جن کی جلالت شان آفتاب نیروز سے روشن تر یہ امام محقق علی الاطلاق سے مقدم اور اُن کے مستند ہیں کافی امام نسفی تو معتبر ہوگی جس کے مصنف امام بکر الانام حافظ الملک والدین ابو البرکات عبد اللہ بن محمد نسفی صاحب کنز الدقائق ہیں سب جانے دو ہدایہ بھی ایسی چیز ہے جس کے اعتماد و استناد میں کلام ہو سکے یہ اب اکابر ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جماعت رجال میں امام کا قوم کے برابر ہونا حرام و مکروہ تحریمی ہے ہدایہ میں ہے محرم قیام الامام وسط الصف فتح القدیر میں ہے صریح فی ان ترک التقدم لامام الوجہ محرم و کذا صرح الشارح و سماہ فی الکافی مکروہا و ہوا لحتی اسی کراہۃ تحویم لان مقتضی المواظبۃ علی التقدم منہ علیہ الصلاۃ والسلام بلا ترک الوجہ فاعدا مکراہۃ التحویم فاسم المحرم مجاز بجر الرائق میں ہے محرم قیام الامام وسط الصف کذا فی الہدایۃ و ہو یدل علی انها کراہۃ تحویم لان التقدم واجب علی الامام للمواظبۃ من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ترک الواجب موجب لکراہۃ التحویم المقضیۃ للاثم و ذکر الاحکام علامہ مولیٰ خسرو میں ہے مخطور قیام الامام وسط الصف اہم ملخصا و خیرۃ العقبیٰ میں ہے اما کراہتہا فلعدم خلوها عن المحرم مجمع الانہر میں ہے قیام الامام وسط الصف مکروہ کراہۃ تحویم اہم ملخصا مستخلص میں ہے محرم و قوت الامام وسط الصف فتح المعین علامہ سید ابی السعود ازہری میں زیر قول شارح والاثنان خلفہ وان کثر القوم کہ قیام الامام وسطہم فرمایا اسی صحیح بالترک الواجب رواہ المختار میں ہے تقدم الہمام امام الصف واجب باہیں ہمہ اگر دلیل درکار ہو تو فتح القدیر و بحر الرائق کا ارشاد پیش نظر کہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہمیشہ صف پر تقدم فرمایا اور ایسی ملامت کہ کبھی ترک نہ فرمائیں دلیل وجوب ہے اقول وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی رواہ البخاری عن مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں امر ہے اور امر کا مفاد وجوب توجب تک دلیل خصوص مثل ترک ایچا نایا اقرار علی التکرر ثابت نہ ہو اس عموم میں داخل اور وجوب حاصل اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی

گنہ صغیرہ اور صغیرہ بعد اعتقاد کبیرہ اور کبیرہ کا مرتکب فاسق و مردود الشہادۃ اور گنہ تو ایک ہی بار میں ثابت نہائی اللہ العفو والعافیۃ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ منکورہ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۸۵ھ

سوال اول زید کی امامت سے جماعت ثانیہ مسجد، بازار یا سرے میں ہو رہی ہے اسی مسجد میں بکر بھی آیا اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ جماعت ثانیہ ہے اس نے طلوعہ و تنہا جماعت کے قریب یا کسی قدر فاصلے سے اپنی نماز ادا کی تو نماز بکر کی ادا ہو گئی یا نہیں۔

الجواب

نماز باہن معنی تو ہو گئی کہ فرض سرے اتر گیا مگر سخت کراہت و لزوم معصیت کے ساتھ کہ بے عذر شرعی ترک جماعت گنہ و شاعت ہے نہ کہ خود بحال قیام جماعت صریح خلاف واضاعت یہاں تک کہ اگر کسی نے تنہا فرض شروع کر دیے ہنوز جماعت قائم نہ تھی اس کے بعد قائم ہوئی اور اس نے ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تو اسے شرعاً مطلقاً حکم فرماتی ہے کہ نیت توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے بلکہ مغرب و فجر میں تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو حکم ہے کہ نیت توڑ کر مل جائے اور باقی تین نمازوں میں دو بھی پڑھ چکا ہو تو انہیں نفل ٹھہرا کر جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو شریک ہو جائے فی التثویذ شرع فیہ ما اداء منہ داثم اقامت یقطعہا قائماً بتسلیمۃ واحدة ویقتدی بالامام ان لم یقید الركعة الاولى بسجدة او قیدہا فی غیر رباعیۃ او فیہا وضم الیہا اخری وان صلی ثلاثاً منہا اثم ثم اقتدی متفلاً ویدرک فضیلة الجماعة الا فی العصور جب پیش از جماعت تنہا شروع کرنے والے کو حکم ہے حالانکہ اس نے ہرگز مخالفت جماعت نہ کی تھی اور نیت توڑنا بے ضرورت شرعیہ سخت حرام ہے قال اللہ تعالیٰ لا تبطلوا اعمالکم اپنے عمل باطل نہ کرو مگر شرعاً مطلقاً جماعت حاصل کرنے کے لیے نیت توڑنے کو ابطال عمل نہ سمجھا احوال عمل تصور فرمایا تو یہاں کہ جماعت قائم کے خلاف اپنی الگ پڑھنا ہے کیونکہ شرعاً مطلقاً گوارا ہو سکتا ہے بلکہ جو شخص مسجد میں نماز تنہا پوری پڑھ چکا ہو اور جب جماعت قائم ہوئی اگر نظر یا عشا ہے تو شرعاً اس پر واجب ہے کہ جماعت میں شریک ہو کہ مخالفت جماعت کی تمت سے بچے اور باقی تین نمازوں میں حکم ہے کہ مسجد سے باہر نکل جائے تاکہ مخالفت جماعت کی صورت نہ لازم آئے فی الدار المختار من صلی الظهر والعشاء وحده مرة فلا یکرہ خروجہ بل ترکہ للجماعة الا عند الشروع فی الاقامة فیکرہ لمخالفتہ الجماعة بلا عذر بل یقتدی متفلاً ومن صلی الفجر والعصر والمغرب مرة ینخرج مطلقاً وان اقامت فی المنہا ینبغی ان یجب خروجہ لان کراہۃ مکثہ بلا صلاۃ اشد اہ مختصوا فی رد المختار تحت قوله الا عند الشروع فی الاقامة لان فی خروجہ قہمة قال الشیخ اسمعیل وهو المذکور فی کثیر من الفتاوی والقمۃ ہنا فتاوت من صلاتہ منفرداً فاذا خرج یؤیدھا الخ وفیہ عن المحیط بمخالفتہ الجماعة ورنہ عظیم جب جماعت سے پہلے تنہا پڑھنے والا جماعت میں شریک نہ ہو تو مستہم اور مخالفت جماعت اور وزیر عظیم میں مبتلا قرار پاتا ہے تو جو باوصف قیام جماعت قصداً مخالفت کر کے اپنی الگ شروع کر دے کیونکہ سخت تمت و صریح مخالفت و گرفتار گناہ شدید نہ ٹھہرے گا بلکہ علماً فرماتے ہیں کہ قیام جماعت کی حالت میں اگر کچھ لوگ آکر دوسری جماعت جُداً قائم کر دیں مبتلائے کراہت ہوں گے کہ تقریباً جماعت کی حالانکہ نفس جماعت کے تارک

نہ ہوئے نہ ان پر اصل جماعت سے مخالفت کی تمت آسکتی ہے تو اکیلا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنانے والا کس قدر شدید مخالفت ہوگا
فی الخلاصة ثم الهندية قوم جلوس في المسجد الداخل وقوم في المسجد الخارج اقام الموزن فقام امام من اهل الخارج
فامهم وقام امام من اهل الداخل فامهم من يسبق بالمشروع فهو والمقتدون به لا كراهة في حقهم اور اس جماعت کا جماعت
ثانیہ ہونا ان شائقوں سے نہیں بچا سکتا اگرچہ جماعت ثانیہ کی مخالفت کا تمت سے مطلقاً بری ہونا مان بھی لیا جائے کہ جب مسجد مسجد محراب نہیں بازر
یا سرا کی مسجد ہے تو اس کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے کماحقہ فی فتاویٰ ہاں اگر یہ امام قرآن عظیم ایسا غلط پڑھتا ہے جو مفید نماز ہو
یا اس کی بد مذہبی تاحد فساد ہے یا نقص طہارت وغیرہ کوئی اور وجہ افساد کی ہے تو الزام نہیں کہ ان صورتوں میں وہ جماعت خود جماعت ہی
نہیں بلکہ اب اس میں شرکت تمتع ہوگی لبطلان الصلاة خلفه والله سبحانه وتعالى اعلم سوال دوم ایک عالم صاحب فرماتے
ہیں کہ جماعت ثانیہ کیا بلکہ جماعت اولیٰ بھی ہوتی ہو اس وقت کوئی دوسرا شخص اسی مسجد میں آئے اور تنہا اپنی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز
ہو جائے گی جماعت کا پچیس گنا ثواب نہ ملے گا نماز ہو جانے کا سبب یہ بتایا کہ جماعت سنت ہو کہ نہ ہے نہ فرض ہے نہ واجب اس بارے میں
کیا ارشاد ہے۔

جواب سوال دوم اس کا جواب جواب سوال اول سے واضح ہے۔ ہو جانا بمعنی سقوط فرض مسلم مگر اس قائل کے فوائے کلام سے
ظاہر ہے کہ صرف اس قدر اس کی مراد نہیں بلکہ اس میں فقط کمی ثواب مانتا اور بحسن اثم سے پاک جانتا ہے ولہذا تعلیل میں نہ واجب کا
لفظ پڑھا یا در سقوط فرض تو بحال ترک جمیع واجبات بھی حاصل ہے اب یہ قول محض غلط ہے اولاً مذہب معتز میں جماعت واجب ہے اور اسے
سنت ہو کہ نہ کہنا بوجہ ثبوت بالنسبہ ہے اور نہ بھی سہی تاہم اس کے قصدی ترک میں بحسن گناہ سے مفر نہیں فی الدار المختار الجماعۃ سنة
موکدة للرجال قال الزاهدی ارادوا بالتکید الوجوب الخ وفيه وقيل واجبة وعليه العامة اى عامة مشائخنا وادبہ جوہر
فی التحفة وغیرہا قال فی البحر وهو الواجب عند اهل المذهب اه وفي البحر من باب صفة الصلوة الذی یتظهر من کلام
اهل المذهب ان الاثم منوط بترك الواجب او السنة المؤکدة علی الصحيح لتصریحهم بان من ترك سنن الصلوات الخمس
قليل لا ياء ثم والصحيح انه ياء ثم ذكره في فتح القدير وتصریحهم بالا ثم لمن ترك الجماعة مع انها سنة مؤکدة علی الصحيح
ولذا فی نظائره لمن تتبع كلامهم فلا شك ان الاثم مقول بالتشکیک بعضه اشد من بعض فلا ثم لتارك السنة المؤکدة
اخذ من الاثم لتارك الواجب اه وفي رد المحتار عن النهر عن الكشف الكبير عن اصول ابی اليسر حکم السنة ان یبندب الی
تحصیلها ویلازم علی ترکها مع بحسن اثم یسیر اه سیدنا عبد اللہ بن سعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لقد رأيتنا وما يتخلف عنها الا
مناقب معلوم الاتفاق یعنی ہم نے اپنے آپ کو عہد رسالت میں دیکھا کہ جماعت سے پیچھے نہ ہٹتا تھا مگر کلامنا منافی اور فرماتے ہیں لو ترکتم سنة
نبیکم لصلتتم اگر تم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ترک کرو گے گمراہ ہو جاؤ گے رواہ مسلم اور ایک روایت میں ہے لکھن تم
تم کا فر ہو جاؤ گے رواہ ابوداؤد یعنی کفران یا یہ کہ معاصی برید کفر ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں امام کے واسطے مصیبتی مخصوص کرنا اور مقتدی بغیر مصیبت کے قصد اکھرے

کے جاویں بایں نیت کہ امام بہ نسبت مقتدیوں کے ممتاز ہونا چاہیے مکروہ ہے یا غیر مکروہ۔ بلیوا توجروا

الجواب

اتفاقاً ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں یا امام نے خود نہ چاہا کسی مقتدی نے نہ اس لیے کہ امام و مقتدی میں امتیاز چاہیے بلکہ امام کو کسی فضیل دینی کی تنظیم کے لیے مثلاً وہ عالم دین ہے اُس کے نیچے مصلی بچھا دیا تو بھی حرج نہیں اور خاص اُس نیت سے بالقصد مقتدیوں کو بے مصلیٰ کرنا کہ نماز میں امام و مقتدیوں کا یوں امتیاز ہونا چاہیے محض بے اصل و خلاف سنت اور دین میں نئی بات نکالنا ہے۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی رمضان میں اور مسجد میں کلام شریف سننے جائے تو اپنی مسجد میں عشا کی جماعت اُس کے جانے سے بالکل جاتی ہے کیا ایسا شخص مقیم جماعت نہ ہوگا گو امام مقرر مسجد نہیں مگر قرآن شریف مابجوز بہ الصلوٰۃ پر قادر ہے در صورت اس کے موجود ہونے کے جماعت ہو سکتی ہے چنانچہ جمعہ مسجد میں یہی شخص پڑھاتا ہے اس کو غیر مسجد میں جانا اپنی مسجد کو ایک وقت بے عمل چھوڑنا بغرض استعمال قرآن جائز ہے یا مکروہ یا کراہت ہے لیکن استعمال قرآن تراویح میں صرف تراویح سے ثواب اتنا زیادہ ہے کہ کراہت کان لم تکن ہو جائے بلیوا توجروا

الجواب

ایسا شخص بلاشبہ مقیم جماعت ہے اُسے چاہیے کہ نماز فرض اپنی مسجد میں پڑھا کر تراویح کے لیے دوسری مسجد میں چلا جائے کہ جب اپنی مسجد میں قرآن عظیم نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں اس غرض سے جانا کوئی باک نہیں رکھتا بلکہ مطلوب و مندوب ہے ہاں تعطیل جماعت فرض جائز نہیں لہذا فرض یہاں پڑھا کر دوسری جگہ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی جواب ہذا السؤال۔ جماعت تراویح میں بعض لوگ صف اول و دوم میں متفرق طور پر اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ چار آدمی کھڑے ہو کر پھر چار بیٹھ کر بعد ہی اُس کے دو کھڑے ہوئے زان بعد پھر تین بیٹھے ہوئے پڑھتے اور قرآن سنتے ہیں اگرچہ یہ بیٹھے والے سب ضعیف و معذور نہیں ہیں بلکہ بیشتر نوجوان ہیں جن کو بخیاں تطویل قرات امام برابر کھڑا رہنا بوجہ اپنی کالی و کاسل کے ناگوار ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا ان کا اندر صفوں بلا کراہت جائز ہے کیا تسویہ صفوں کا حکم اس سے قطعاً غیر متعلق ہے کیا جماعت فرض تراویح میں اس کی بابت کوئی حکم تخصیصی ہے ایک فریق کہتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے آخر صف میں نماز پڑھیں دوسرا فریق مجوز ہے کہ ایسی جماعت بلا کراہت صحیح و درست ہے چاہے کسی صف میں کوئی شخص بیٹھ کر پڑھتا ہو یا کھڑا ہو کر اس میں کوئی مخطوٰۃ شرعی نہیں ہے ایسی حالت میں کون حق پر ہے۔ بلیوا توجروا

الجواب

دربارہ صفوں بشرط تین باتیں بتا کیہ مامور ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمتروک ہو رہی ہیں یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیلی ہوئی ہے اول تسویہ کہ صف برابر ہو مخم نہ ہو مخم نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ مغربہ پر گزرا ہے عمود ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرماتے ہیں

عباد اللہ لتسود صفو فکر او لیثا لفظ اللہ بین وجوہ کم اللہ کے بند و ضروریات تو تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔ حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا اُس پر یہ اشارہ فرمایا رواہ مسلم عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راحوا صفو فکر وقاربوا بینہما وحاذوا بالاعناق فالذی نفسی بیدہ فی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کا غا الخذف اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اُس کی جس کے ہاتھ نہیں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخسہ صف کے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقیمو الصفوف فانما تصفون بصف الملئکة وحاذوا بین المناکب صفین سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملکہ کی سی صف بندی چاہیے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو رواہ احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر وابن خزیمہ والحاکم وصحیحہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوم کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہر کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اُس میں کہیں باقی تھی اُسے بغیر پورا کیے پیچھے اور صفیں باندھ لیں بعد کو ایک شخص آیا اُس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اُسے حکم ہے کہ ان سب صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اُس نقصان کو پورا کرے کہ انھوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے مغفرت فرمائے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الا تصفون کسا نصف الملئکة عند ربھا ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ملکہ کیسی صف باندھتے ہیں فرمایا یتمون الصف الاول ویتراصون فی الصف اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ عن جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف الملوخر پہلی صف پوری کرو پھر جو اُس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب میں پھیلی صف میں ہو۔ رواہ الاثنتہ احمد وابوداؤد والنسائی وابناحان وخزیمہ والضیاء باسانید صحیحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اُسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کر دے رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہو من تمة حدیثہ الصحیح المذکور سابقا عند احمد وابی داؤد والثلثۃ الذین معہما ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من نظرالی فرجة فی صف فلیسدھا بنفسہ فان لم یفعل فمر مار ملیتہ علی رقبته فانہ لا حرمة لہ جو کسی صف میں غلل دیکھے وہ خود اُسے بند کر دے اور اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو اُسے چاہیے کہ وہ اُس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اُس غلل کی بندش کو جائے کہ اُس کے لیے کوئی حرمت نہیں رواہ فی مسند الف دوں عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ وملتکنتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف ومن سد فرجة دفعہ اللہ بما درجۃ - بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرج بند کرے

اللہ تعالیٰ اُس کے سبب جنت میں اُس کا درجہ بلند فرمائے رواہ احمد وابن ماجہ وابن حبان والحاکم وصحیحہ واقوہ عن امر
العومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سوم تراویح یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے اللہ عز وجل فرماتا ہے صفا کا نظم
بنیان مرصوص ۵ ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے را نگا پلائی ہوئی، را نگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرج نہیں
رہتا ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحہ و تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اور پرگزریں اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اقیموا صفوفکم و تراصوا فانی ادرکم من وراء ظہری اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں
رواہ البخاری والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی اُسی اتمام صفوف کے متمات سے اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں کما
حققناہ فی فتاویٰ و کتابنا و کثیر من الناس عند غافلون اور یہاں چوتھا امر اور ہے تقارب کہ صفیں پاس پاس ہوں بیچ میں قدر سجدہ سے
زائد فضول فاصلہ نہ چھوئے جس کا ذکر حدیث دوم میں گزرا وہ یہاں زیر بحث نہیں صف میں کچھ مقتدی کھڑے کچھ بیٹھے ہوں تو اُس سے
امر اول یعنی تسویہ صف پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا کہ قائم وقاعد بھی خط واحد تقیم میں ہو سکتے ہیں تسویہ میں ارتفاع کی برابری ملحوظ نہیں نہ وہ ملحوظ
ہونے کے قابل کہ ایک پیمائش کے قد کہاں سے آئیں گے ہاں جبکہ بیٹھے والے محض کسل و کاہلی کے سبب بے معذوری شرعی بیٹھیں گے تو
فرائض و واجبات مثل عیدین و وتر میں امر دوم و سوم کا خلاف لازم آئے گا کہ جب بلا عذر بیٹھے تو ان کی نماز نہ ہوئی اور قطع صف لازم آیا کہ
نمازیوں میں غیر نمازی داخل ہیں ان بیٹھے والوں کو خود فساد نمازی کا گناہ کیا کم تھا مگر انہیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صف سے نکال نہ دینا
یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہو گا کہ وہ خود اپنی صف کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کر دے اُن پر لازم تھا کہ انہیں
کھڑے ہونے پر مجبور کریں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دُور کریں ہاں نمازی اس پر قادر نہ ہوں تو معذور ہیں اور اس قطع صف کے وبال
عظیم میں بھی یہی بیٹھے والے ماخوذ ہیں یہ حکم فرائض و واجبات کا تھا رہی تراویح اس میں ہمارے علما کو اختلاف ہے کہ آیا یہ بھی مثل واجبات و
سنت فخر بلا عذر بیٹھ کر ناجائز و فاسد ہوتی ہیں یا مثل باقی سنن جائز ہو جاتی ہیں اگرچہ خلاف توارث کے سبب مکروہ ہوتی ہیں بعض علما حکم اول
کی طرف گئے اور صحیح ثانی ہے در مختار میں ہے (التراویح نکرہ قاعداً) لزیادۃ تاکدھا حتی قیل لا تقیم (مع القدرۃ علی القیام)
کما یکبرہ تاخیر القیام الی رکوع اکامام للتشبیہ بالمنافقین خانیہ و ہذا المختار میں ہے لوصلی التراویح قاعداً قیل لا یجوز بلا عذر
لساروی الحسن عن ابی حنیفۃ لوصلی سنۃ الفجر قاعداً بلا عذر لا یجوز فکل التراویح لان کلا منہما سنۃ موکدۃ وقیل یجوز و هو
الصحیح والفرق ان سنۃ الفجر سنۃ موکدۃ بلا خلاف والتراویح دو مخافی التاكد فلا یجوز التسویۃ بینہما قول اول پر کاہلوں کا
بلا عذر صف میں بیٹھنا ویسا ہی ناجائز و مورد گناہ و موجب قطع صف ہو گا جیسا واجبات میں کہ اس قول پر یہ لوگ بھی نماز سے خارج ہیں اور
قول ثانی پر مستحب ہو گا کہ ان اہل کسل کو مؤخر کیا جائے اور صفوں میں یوں داخل نہ ہونے دیا جائے کہ ایک قول پردہ گناہ و معصیت ہے اور دوسرے
پر بعض بے ضرورت ہے تو اُس سے احتراز ہی میں فضیلت ہے علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے مذاہب جو اپنے مذہب سے بے علاقہ ہیں
جیسے حنفیہ کے لیے شافعیہ مالکیہ حنبلیہ اُن کے خلاف کی رعایت رکھنی بالا جماع مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آتا ہو
تو یہ خلاف تو خود اپنے علمائے مذہب میں ہے در مختار میں ہے لا ینقضہ مس ذکر و امراۃ لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما

للاماھر لکن بشی ط عدم لزوم ارتکاب مکروه مذہبہ مگر یہاں ایک اور نکتہ واجب الحافظ ہوگا کہ تاخیر اتنے کا ہوں کی ہوجس قدر تمام صفت سے زائد ہوں ورنہ اطراف صفت آخر میں اقامت ہو تاکہ مذہب صحیح پر قطع صفت نہ لازم آئے اُس سے تخریج مستحب تھا یہاں واجب ہوگا توضیح یہ کہ یہاں تین صورتیں ہوں گی اول یہ کہ قائمین بقدر کمال صفت ہوں یعنی اُن سے ایک یا چند صفیں پوری کامل ہو جائیں کہ نہ آدمی زائد بچے نہ صفت میں جگہ رہے اس صورت میں صفوں سابقہ کا ملہ قائمین سے کر لی جائیں اور کاہلین سب سے آخر میں اپنی صفت یا صفیں کامل یا ناقص جس قدر ہیں باندھیں یہ صورت کاہلین کی تاخیر مطلق کی ہوگی دوم قائمین سے اکمال صفت نہیں ہوتا خواہ اس قدر کم ہیں کہ پہلی ہی صفت پوری کرنے کو اور آدمیوں کی حاجت ہے یا کثیر ہیں ایک یا چند صفیں اُن سے مکمل ہو گئیں اور اب اتنے بچے جن سے بعد کی صفت پوری نہیں ہوتی اور قاصرین سے تکمیل ہو جائے گی اور زیادہ نہ بچیں گے تو لازم ہے کہ قائمین کی اخیر صفت میں کاہلین کو ایک کنارے پر جگہ دے کر تکمیل صفت کریں حتیٰ کہ اگر صفت اول ہی ناقص تھی تو اُسی کے کنارے پر انھیں رکھیں اس صورت میں کاہلین نے اصلاً تاخیر نہ پائی ہاں ایک کنارے پر جمع کر دیے گئے سو تکمیل صفت میں کاہلین کی حاجت ہے اور وہ بعد تکمیل بھی بچتے ہیں تو جس قدر تکمیل کے لیے مطلوب ہیں قائمین کی صفت آخر کے ایک کنارے پر انھیں رکھ کر باقی کی صفت ناقص یا کامل اخیر میں کر دی جائیں یوں بعض کی تاخیر اور بعض کی طرف پر اقامت ہوگی اور وجہ ان سب کی وہی ہے کہ جب مذہب صحیح میں کاہلین کی نمازیں صرف کراہت ہے نہ باطل محض اور قائمین کی صفت کو تکمیل کی حاجت ہے تو اُس سے ہٹا کر کاہلین کو صفت دیگر میں رکھنا صفت اخیر قائمین کو ناقص چھوڑنا ہوگا اور یہ جائز نہیں پھر بہر حال اگر اور قائمین آتے جائیں یا انھیں میں سے بعض توفیق پاتے جائیں تو وہ بجائے کاہلین فی طرف الصفت ہوں اور کاہلین فی الطرف منخروجے جائیں یہاں تک کہ مثلاً صورت ثانیہ صورت اولیٰ کی طرف رجوع کرے اور ثالثہ ثانیہ یا اولیٰ ہو جائے الی غیر ذلک من الاحتمالات یہ سب اُس صورت میں ہے کہ کاہلین دست شرع میں نرم ہوں ورنہ بحال فتنہ قدر میسر پر عمل چاہیے وباللہ التوفیق هذا ما افادہ التفقہ والکتاب واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم بالصواب -

مسئلہ - از جان دھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی محمد جان صاحب مسئلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ رشتوال ۱۲۸۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کتاب میں یہ عبارت لکھی ہے البتہ چار مصلے جو کہ معظمہ میں مقرر کیے ہیں لازیب یہ امر زبون ہے کہ تکرار جماعت و افتراق اُس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بھی رہتی ہے اور شرک جماعت نہیں ہوتی اور مرکب حرم ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے ہے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اُس کو کوئی اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرکب اس بدعت کے ہوئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ چار مصلے کس کی سلطنت میں ہوئے اور کس امر و بنیاد پر قائم کیے گئے کہ جو زید لکھتا ہے کہ لازیب یہ امر زبون ہے صد ہا علمائے کاہلین و صلحائے مقبولین گزرے کسی نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ جواب زید یہ اعتراض کرتا ہے اُس کا کھنا درست ہے یا خلاف اور زید کو شرعاً کیا کہنا چاہیے جواب مدلل مکمل صاف صاف تحریر فرمائیں بنیوا بالتفصیل جزاکم اللہ الوب الجلیل -

الجواب

حقیقت امر یہ ہے کہ حرمین طیبین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیفاً میں چاروں مذاہب حقہ اہلسنت حقہم اللہ تعالیٰ کے لوگ مجتمع ہیں اور ان میں باہم طہارت و نماز کے مسائل میں اختلاف رحمت الیگ بات ایک مذہب میں واجب دوسرے میں ممنوع ایک میں مستحب دوسرے میں مکروہ ایک کے نزدیک ایک امر ناقص طہارت دوسرے کے نزدیک نہیں ایک کے یہاں کسی صورت میں وضو تکام دوسرے کے یہاں نہیں توجہ امام کسی مذہب کا ہو اگر اُس نے دوسرے مذہب کے فرائض طہارت و صلاۃ کی رعایت اور ان کے نواقض و مفسدات سے مجاہدت نہ کی جب تو اس مذہب والوں کی نماز اُس کے پیچھے باطل و فاسد ہی ہوگی اور اگر مراعات و مجاہدت مشکوک ہو تو مکروہ و تہفیف مذاہب باجماع جمہور ائمہ حرام و باطل اور بحال رعایت بھی ہر مذہب کے مکروہات سے بچنا یقیناً محال اور بعض امور ایک مذہب میں سنت اور دوسرے میں مکروہ ہیں اگر بجالا یا تو مذہب ثانی اور تارک ہوا تو مذہب اول پر کراہت و لہذا غایت امکان قدر فرائض و مفسدات تک ہے محققین نے تصحیح فرمائی کہ ہر حال موافق المذہب کی اقتدا اکمل و افضل تو انتظار موافق کے لیے نوافل یا ذکر وغیرہا میں مشغول رہنا جماعت سے اعراض نہیں بلکہ اکمل و اعلیٰ کی طلب ہے اور یہ تفریق جماعت نہیں بلکہ تکمیل و تحسین ہے خصوصاً ان دو مسجد مبارک میں کہ مسجد محلہ نہیں ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے اس لیے آئمہ سویرس یا زائد سے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ و بیت المقدس و جدہ و مصر و شام وغیرہا بلاد اسلام میں عامہ مسلمین کا عمل اس پر جاری و ساری رہا اور بعض کا انکار شاذ و مجرور قرار پایا تو بعد و ضوح حق و استقرار امر اُسے زبون و حرام و بدعت کہنا باطل و جہل و سفاہت ہے چار مصلیٰ ہونا اسی طریقہ انیقہ سے عبارت ہے جسے علمائے مذاہب نے بنظر مصباح جلیلہ مذکورہ پسند و مقرر رکھا باقی کسی مکان یا علامت کا بننا کہ یہ بھی صد ہا سال سے معمود و مقبول ہے نہ اُس کے لیے ضرورت نہ ان میں خلل بلکہ وہ بھی منافع پر مشتمل درمختار میں ہے بیکہ تطوع عند اقامۃ صلوٰۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذہب رد المحتار میں لوانتظر امام مذہب بصید اعن الصفوف لم یکن اعدوا عن الجماعة للعلم بانہ یرید جماعة اکمل من ہذا الجماعة شیخ علمائے مکہ معظمہ مولانا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ اہتدایں فرماتے ہیں لوکان لکل مذہب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمہور المومنین من اهل الحرمین والقدس ومصر والشام ولا عبرۃ بمن شذ منهم علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیر شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں قد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات المنصوبة حول الکعبة التي یصلون فیہا الآن باریعة ائمة علی مقتضی المذاهب الاربعۃ فاجاب بانها بدعة ولكنها بدعة حسنة لاسیئۃ لانها تدخل بدلیل السنة الصحیحۃ وتقریرہا فی السنة الحسنۃ لانها لم یحدث منها ضرر ولا حرج فی المسجد ولا فی المصلدین من المسلمین لعمامة اهل السنة والجماعة بل فیہا عدم النفع فی المطر والحو الشدید والبرد و فیہا وسیلۃ للقرب من الامام فی الجمعة وغیرہا ففی بدعة حسنة و یسمون بعلوم السنة الحسنۃ وان كانت بدعة اهل السنة لا اهل البدعة لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من سن سنة حسنة الى اخر ما اطلال و اطاب علیہ رحمۃ الملائک الوہاب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از غازی پور محلہ میاں پورہ مسئلہ منشی علی بخش صاحب محرد دفتر ججی غازی پور ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام پر تحکم کرنا مقتدیوں کو یا انتظار کرنا امام کو مقتدی کا بعد اوقات معینہ کے بھی بالخصوص
ایسے مقتدی کا جو بے علم اور مشہور جھگڑالو ہو درمیان میں مقتدیوں کے اور یہ چاہتا ہو کہ جب ہم کہیں جب ہی اذان ہو اور جب ہم کہیں جب
ہی نماز ہو اگرچہ وقت کچھ ہی ہو جائے اور امام پانچوں وقت بعد اذان کے خود آکر ہمیں گھر سے بلالے جایا کرے پس ایسے شخص کا نماز کے
باب میں انتظار کرنا اور متبع ہونا امام کو سزاوار ہے یا نہیں۔

الجواب

مقتدی کو امام پر تحکم نہیں پہنچتا اور وہ خیالات جو سوال میں مذکور ہوئے محض ظلم و اثم ہیں امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اس کی ان
نفسانی خواہشوں کا لحاظ ہرگز نہ چاہیے مگر جبکہ شریعہ و مودعی ہو اور اس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو بجمہوری تا حد امکان انتظار
کر سکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے قال اللہ تعالیٰ الفتنة اشد من القتل لمتزمان جماعت جب تک حاضر نہ ہوں اور وقت میں
کراہت نہ آئے امام انتظار کرے ورنہ نہیں وقد کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا حضر الناس عجل واذا اثاروا اُخدر۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہرکنہ مسئلہ رحیم بخش - بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کھانا تیار ہے اور جماعت بھی تیار ہے تو اول کھانا کھائے یا نماز پڑھ لے۔

الجواب

جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے تو بھوک کے سبب دل کھانے میں
لگا رہے گا یا کھانا سرد ہو کر بے مزہ ہو جائے گا یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا
کھالے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا دقت نہ آئے گی نہ اسے ایسی بھوک ہے تو جماعت نہ کھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مسئلہ اصغر علی خاں بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں دس بیس شخص نمازی روزمرہ جمع ہوتے ہیں ان سب کی رائے سے
وقت ظہر دو بجے اور عصر پانچ بجے اور عشا ۹ بجے قرار پایا ہے اذان ہوئی اور دو ایک شخص تشریف لا کر بیٹھ رہے یہاں تک کہ اور نمازی بھی
جمع ہو گئے اور صفت باندھ کر کھڑے ہوئے تو ان صاحب نے جو پیشتر سے تشریف لائے ہیں کہا کہ ہم نے تو ابھی وضو ہی نہیں کیا ہے لہذا کچھ
صاحبوں کی اہل جماعت سے رائے ہوئی کہ وضو کر لینے دو جملہ نمازی کھڑے رہے جب ان صاحب نے وضو کر لیا بلکہ پاؤں دھونا باقی تھے
کہ اس عرصہ میں دو چار شخص اور آ گئے ان کو وضو سے فائدہ نہ ہونے دیا اور فوراً کھڑے ہو گئے۔ دیگر یہ کہ کوئی صاحب تشریف لائے اور وضو
کر کے جماعت میں دیر دیکھ کر اپنے مکان کو تشریف لے گئے تو ان کا انتظار کیا جائے یا نہیں اور جماعت تیار ہے۔ بینوا تو چروا

الجواب - یہ دو چار شخص جو بعد کو آئے اور ان کے وضو کا انتظار نہ کیا اور جماعت قائم کر دی اگر لوگ اہل محلہ سے نہ تھے انھیں

اُس تعین وقت پر جو اہل مسجد نے مقرر کر لی ہے اطلاع نہ تھی اور وقت میں تنگی بھی نہ تھی اور حاضرین میں کسی بلا انتظار سے کوئی ضرر حرج بھی نہ تھا تو اس صورت میں ان کے وضو کا انتظار کر لینا مناسب تھا خصوصاً جبکہ اس انتظار نہ کرنے میں اُن کی دل شکنی ہو کہ بلا وجہ کسی مسلمان کی دل شکنی بہت سخت بات ہے دو چار منٹ میں وضو ہو جائے گا اس میں ان کا ایک نفع اور اپنے تین، اُن کا تو یہ کہ تکبیر اولیٰ پالیں گے اور اپنا پہلا نفع یہ کہ اُس فضیلت کے ملنے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجر عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ تعاونا علی البر وال تقویٰ یہاں تک کہ عین نماز میں امام کو چاہیے کہ اگر رکوع میں کسی کی پچھلے سے اور اُسے پہچانا نہیں تو دو ایک تسبیح زیادہ کر دے کہ وہ شامل ہو جائے دوم اس رعایت سے اُن مسلمانوں کا دل خوش کرنا متعدد احادیث میں ہے احب الاعمال الی اللہ بعد الفرائض ادخال السرور فی قلب المسلم او كما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرائض کے بعد سب اعمال میں اللہ کو زیادہ پیارا مسلمان کا دل خوش کرنا ہے سوم صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ انکہ فی صلوٰۃ ما انتظرتم الصلوٰۃ بیشک تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں ہو ورنہ انتظار نہ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوا جو شخص جماعت میں دیر دیکھ کر چلا گیا وقت مقررہ کے بعد اس کے انتظار کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گراہ ضلع بدایوں مرسلہ نبین خاں، ۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا دوسرا آیا اس کے برابر کھڑا ہو گیا تیسرا آیا وہ دوسری طرف برابر کھڑا ہو گیا چوتھا آیا اس نے دونوں مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر کے شامل ہوا پوچھا گیا کہ نماز میں کوئی قصور تو نہ ہوا کہا حدیث میں آیا ہے کہ مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر لیوے۔ بینیوا توجروا

الجواب

آج کل بوجہ غلبہ جبل کھینچنا منہ ہے پھر بھی نماز ہو گئی اگر ہٹنے والے حکم شرع ماننے کے لیے ہٹے ہوں اور اگر کھینچنے والے کا حکم ماننے کو ہٹے نہ مسئلہ کے لحاظ سے تو ان ہٹنے والوں کی نماز نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ڈیرہ غازی خاں ہلاک ۱۲ مسؤلہ احمد بخش صاحب ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلامی شمس الفضلہ مقتدائے اہل ایمان پیشوائے اہل ایقان ادام اللہ تعالیٰ فضلم و مجدہم الی یوم الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نیاز مند مشتاق زیارت محتاج دعا ہزار ہزار نیاز کے بعد عرض کرتا ہے کہ ان ایام میں ایک مسجد جدید تیار کرائی جاتی ہے جس کے متعلق یہ ارادہ ہے کہ سقف پر عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ تیار ہو اس حالت میں جماعت کی وضع اور صورت یہ ہوگی کہ بعض صفوں رجال جو نیچے زمین پر ہوں گی عورتوں کی صفوں سے مقدم اور بعض محاذی زیر دبالا اور بعض مؤخر بیرونی صحن میں پس کیا ایسی جماعت اس لیے کہ عورتوں کے صفوں بعض صفوں رجال کے ادبر اور بعض صفوں رجال سے جو بیرونی صحن میں ہوں گی مقدم ہیں مگر وہ یا نا جائز ہوگی اس لیے کہ عورتوں کے صفوں اور صفوں رجال کے درمیان دیواریں اور پردے حائل ہوں گے یا کوئی کراہت نہیں۔ بینیوا توجروا

الجواب

جبکہ بیچ میں سقف و جدار حائل ہیں باعث بطلان نماز رجال نہیں ہو سکتا کہ محاذات نہ ہوئی تو ہرالا بصر میں ہے و اذا احاذتہ

امراة ولا حائل بينهما في صلاة مطلقة فسدت صلاته مگر یہ صورت بوجہ کراہت و مانعت سے خالی نہ ہوگی **اولا** عورتوں کا مسجد میں جانا خود ممنوع ہے تو ایک امر ممنوع کے لئے سامان کرنا ہے تو تیز لا بصار میں ہے ویکرہ حضورہن الجماعة مطلقا علی المذہب ثانیاً بے ضرورت شرعیہ مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ شدت گرمی بھی اس کے لیے عذر دہانی گئی علیگیر میں ہے الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحر کبرہ ان یصلوا بالجماعة فوقہ ثالثاً یہ اگرچہ تقدیم محسوس نہیں مگر واقع میں بعض صفوف رجال سے تقدیم اور بعض سے معیت ضرور ہے اور حکم یہ ہے کہ آخر وہن من حیث آخرہن اللہ لہذا اس سے احتراز ہی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل المسبوق

مسئلہ۔ از فیض آباد مرسلہ منشی احمد حسین خوسد نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینیر ریلوے ۲۱، ریلوے ایجنسی اول شریف ۱۳۲۳ھ
س کتاب ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملے وہ جب اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں قعدہ کرے
کیونکہ قاعدہ مصرح ہے نماز مسبوق درحق قرأت حکم اول نماز دارد درحق قعود حکم آخر نماز ع کتاب ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے
کہ بعض کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری رکعت پر قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گی پس سوال یہ ہے کہ قول
س کا قابل عمل ہے یا ع کا۔ بینوا توجروا

الجواب

قول س کا صحیح ہے المذہبی سے اسی کا اختیار مفید ترجیح ہے کتب معتدہ میں اس کی تصریح ہے درمختار میں ہے یقنی اول صلاتہ
فی حق قراءۃ و آخرھا فی حق تشہد فسد رک رکعت من غیر فجر یا قی برکعتین بقا تحتہ وسورة وتشہد بینہما و براۃ الرباعی
بقا تحتہ فقط ولا یقعد قبلہا خلاصہ وہند یہ میں ہے لو ادرك رکعة من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدة فتكون بثلاث
قعدات یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترک واجب کے سبب
ناقص و واجب الاعادہ البتہ استحساناً حکم جواز و عدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے ردالمحتار میں ہے قال فی شرح
المنیۃ ولو لم یقعد جازاً استحسننا لا قیاساً ولم یلزم سجود السہو لکون الركعة اولی من وجہ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ حافظ عبداللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی بتاریخ ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۲۶ھ

جماعت رکوع میں ہو تو مسبوق نمازی کو نیت کر کے اور تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھنا چاہیے یا بے ہاتھ باندھے دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں
جانا چاہیے یا ایک ہی تکبیر اس کے واسطے کافی ہے یا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ ہاتھ باندھنے کی تو اصلاً حاجت نہیں اور فقط تکبیر تحریر کہہ کر رکوع میں مل جائے گا تو نماز ہو جائے گی مگر سنت

یعنی تکبیر رکوع فوت ہوئی لہذا یہ چاہیے کہ یہ ہا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے اور سبحانک اللہم پڑھنے کی فرصت نہ ہو یعنی احتمال ہو کہ امام جب تک سر اٹھائے گا تو معاً دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیکر کرتا ہے سبحانک اللہم پڑھ کر بھی شامل ہو جاؤں گا تو پڑھ کر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو یہ سنت ہے اور تکبیر تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہنی تو فرض ہے بعض ناواقف جو یہ کرتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے تکبیر تحریمہ جھکتے ہوئے کسی اور شامل ہو گئے اگر اتنا جھکنے سے پہلے کہ ہاتھ پھیلائیں تو گھٹنے تک پہنچ جائیں اللہ اکبر ختم نہ کر لیا تو ناز نہ ہوگی اس کا خیال لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ہندی افریقہ سائل حاجی عبداللہ وحاجی یعقوب علی -

ناز نظر کے جماعت کھڑی ہے میں نے وضو کیا تب تک تین رکعت خلاص ہو گئی چوتھی میں جا ملا اب میں تین رکعت کس ترتیب سے ادا کروں۔

الجواب

سلام امام کے بعد کھڑے ہو کر سبحانک اللہم الخ پہلے اگر نہ پڑھا تھا تو اب پڑھے ورنہ اعوذ سے شروع کرے اور الحمد و سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے بیٹھ کر التحيات پڑھے پھر کھڑا ہو کر الحمد و سورت پڑھے اور رکوع وسجدہ کر کے بغیر بیٹھے کھڑا ہو جائے اور چوتھی رکعت میں فقط الحمد پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے التحيات پڑھے اور نماز تمام کرے درمختار میں ہے لقیضی اول صلاۃ فی حق قراءۃ و آخرھا فی حق تشهد فسد رکعت من غیر فجی یا فی برکتین بفاتحۃ وسورۃ ولشہد ببنیما و براۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعہ قبلھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار گوالیار مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۹ صفر ۱۳۱۷ھ

مخدوم نیاز منداں بسط اللہ ظلمکم ابداً مسبق سجدہ سو میں امام سے ملے یا نہیں یعنی اگر اُس کو علم ہو کہ امام اور اُس کے مقتدی سجدہ سو کر رہے ہیں یا تشهد بعد سجدہ سو میں بیٹھے ہیں باوجود اس علم کے اُس کی اقتدا درست ہے یا نا درست۔ بینوا توجروا

الجواب

ضرور مل جائے ہر حال میں اقتدا درست و صحیح ہے ردالمحتار میں زیر قول درمختار المسبوق لیسجد مع امامہ مطلقاً سواء کان السهو قبل الاقتداء او بعدہ لکھا شمل ایضاً ما اذا سجد الامام واحداً ثم اقتدی بہ قال فی البحر فانه یتابعہ فی الاخری ولا یقضی الاولی کہا لا یقضیہا لواقندی بہ بعد ما سجد ہما انتھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۲ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید صبح کی نماز کے وقت وضو کر کے فارغ ہوا تو گمان کیا کہ امام نصف التحيات پڑھ چکا اور جماعت دوسری بھی طیار ہے اُس نے سنت پڑھنا شروع کیا بعد سنت کے جماعت ثانی ہوئی زید اُس میں شریک ہوا آیا پستین اُس کی ہوئیں یا نہیں اور زید امام اول کی التحيات میں شریک نہ ہونے سے گنہگار ہوا یا نہیں اور اُس التحيات میں شریک ہونا اُسے ضروری تھا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سنیں ہو تو ہر حال میں گئیں مگر زید کو حکم یہی تھا کہ امام اول کی التحیات میں شریک ہو جائے جماعت ثانیہ کے اعتماد پر اولیٰ کی شرکت نہ چھوڑے زید بالقصد بلا عذر صحیح شرعی جماعت اولیٰ فوت کر دینے سے گنہگار ہوا درمختار میں ہے اذ اخاف فوت رکعتی الفجر کلا شغلہ بسنتہما تو کھاردا مختار میں ہے الواح عند اهل المذهب وجوب الجماعة وانه ياتم بتفويتها اتفاقا اه وقد حققنا في فتاواننا بتوفيق الله تعالى ان هذا الحكم للجماعة الاولى عينا ہاں اگر جماعت اولیٰ کا امام غلط خواں یا معاذ شہد مذہب گمراہ یا فاسق معلن تھا اور امام ثانی ان بلاؤں سے پاک تو زید نے بہت اچھا کیا ایسا ہی چاہیے تھا بلکہ اگر امام اول مثلاً شافعی المذہب تھا اور اس نے امام حنفی المذہب کی اقتدا چاہی اس نیت سے تاخیر کی جب بھی گناہ نہ ہوا کما بینا کل ذلك في فتاوانا والمسائل في رد المختار وغیره۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از گونڈل مرسلہ ید غلام محی الدین صاحب راندھیری ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق بروقت اختتام نماز امام قعدہ اخیرہ میں تائیت شہد کے بعد گویا فقیہ احوال کے بموجب شہادتین کو مسبوق دوہرایا کرے تا سلام امام بجائے شہادتین کے اگر السلام علیک ایہا النبی سے دوہرایا کرے تو کچھ حرج ہے۔

الجواب

فتحا نے تکرار شہد ہی کو لکھا ہے اور اگر السلام سے تکرار کرے جب بھی کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس ۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کی متابعت سجدہ و سلام دونوں میں کرے گا یا فقط سجدہ میں اور اگر بالفرض والتقدیر سلام میں متابعت کرے تو نماز مسبوق کی باقی رہے گی یا فاسد۔ بینوا توجروا جوا کما لاہی اللہ تعالیٰ

الجواب

مسبوق صرف سجدہ میں متابعت کرے نہ سلام میں اگر سلام میں قصد متابعت کرے گا اگرچہ اپنے جہل سے یہ ہی سمجھ کر کہ مجھے شرعاً سلام میں بھی اتباع امام چاہیے تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی ہاں اگر سہواً سلام کیا تو نماز مطلقاً نہ جائے گی اور سجدہ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں کرنا نہ ہوگا اگر یہ سلام سہواً سلام امام سے پہلے یا معاً اس کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر کے تھا اور اگر سلام امام کے بعد بھول کر سلام پھیرا تو اس سجدہ سہو میں تو امام کی متابعت کرے ہی پھر جب اپنی باقی نماز کو کھڑا ہو تو اس کے ختم پر اس کے سہو سلام کے لیے سجدہ سہو کرے رد المختار میں ہے المسبوق لیسجد مع امامہ قید بالسجود لانه لا یتابعہ فی السلام بل لیجحد معہ ویستشهد فاذا سلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامداً فسدت ولا ولا یسجد علیہ ان سلم سہواً قبل الامام او معہ وان سلم بعدہ لزم لکونہ منفی دأ حینئذ یجروا دأ بالمعیتہ المقارنتہ وھونا درالوقوف کما فی شرع للمعیتہ وفیہ لو سلم علی ظن ان علیہ ان یسلم فھو سلام عمد یمنع الذباء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقيم نے امام مسافر کی اقتدا کی اور ایک یا دونوں رکوع نہ پائے مثلاً دوسری رکعت یا صرف التحیات میں شریک ہوا تو بعد سلام امام کے اپنی نماز کس طرح ادا کرے۔ بلیغاً توجروا

الجواب

یہ صورت سبق لاحق کی ہے دو پچھلی رکعتوں میں کہ مسافر سے ساقط ہیں مقيم مقتدی لاحق ہے لہذا نہ لم یدر کہ مع الامام بعد ما اقتدی بہ اور اس کے شریک ہونے سے پہلے ایک رکعت یا دونوں جس قدر نماز ہو چکی ہے اُس میں سبق ہے لہذا فاتتہ قبل ان یقتدی در مختار و رد المحتار میں ہے مقيم اثم بمسافر فہو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یكون مسبوقاً ایضاً کما اذا فاتتہ اول صلاة امامه المسافر اور حکم اس کا یہ ہے کہ جتنی نماز میں لاحق ہے پہلے اُسے بے قرأت ادا کرے یعنی حالت قیام میں کچھ نہ پڑھے بلکہ اتنی دیر کہ سورہ فاتحہ پڑھی جائے محض خاموش کھڑا رہے بعدہ جتنی نماز میں سبق ہوا اُسے مع قرأت یعنی فاتحہ و سورت کے ساتھ ادا کرے فی الدار المختار واللاحق یبدؤ بقضاء ما فاتتہ بلا قرأۃ ثم ما سبق بہ بھان کان مسبوقاً ایضاً ملاحظہ فرمادہ مختار میں ہے قولہ ثم ما سبق بہ بھان الخ امی ثم صلی اللاحق ما سبق بہ بقراءة ان کان مسبوقاً ایضاً بان اقتدی فی اثناء صلاة الامام ثم نام مثلاً و هذا بیان للقسمة الرابع وهو المسبوق اللاحق الخ پس اگر دونوں رکوع نہ پائے تھے تو پہلے دو رکعتیں بلا قرأت پڑھ کر بعد التحیات دو رکعتیں فاتحہ و سورت سے پڑھے اور اگر ایک رکوع نہ ملا تھا تو پہلے ایک رکعت بلا قرأت پڑھ کر بیٹھے اور التحیات پڑھے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوئی پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور دوسری ہی بلا قرأت پڑھ کر اس پر بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے کہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے اور رکعات فائزہ کو نماز امام کی ترتیب پر ادا کرنا ذمہ لاحق لازم ہوتا ہے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت با فاتحہ و سورت پڑھ کر بیٹھے اور بعد تشهد نماز تمام کرے فی رد المحتار عن شریح المنیۃ والمجمع انہ لو سبق برکعة من ذوات الاربعة و نام فی رکعتین یصلی اولاً ما نام فیہ ثم ادا رکعہ مع الامام ثم ما سبق بہ فیصلی رکعة مما نام فیہ مع الامام ویقعد متابعۃ لہ لہا ثانیۃ امامہ ثم یصلی الاخری مما نام فیہ ویقعد لہا ثانیۃ ثم یصلی التی انتبہ فیہا ویقعد متابعۃ لامامہ لہا رابعۃ وکل ذلك بغیر قرأۃ لہ مقصد ثم یصلی الرکعة التی سبق بھا بقراءة الفاتحة وسورة والا صل ان اللاحق یصلی علی ترتیب صلاة الامام والمسبوق یقضى ما سبق بہ بعد فراغ الامام اه **قول** فہذا ہی الصورة المسئول عنہا بیدان مانحن فیہ اعنی اداء المقيم بالمسافر لا یتحقق فیہ الادراک بعد ما صار لاحقاً لہ انما یصیر لاحقاً فی الاخیرین وذلك انما یتصور بعد سلام الامام فلا تتأخر عنہ صورة المتابعۃ بعد اداء ما هو لاحق فیہ کما لا یخفی ولذلك تغیر بعض الترتیب والله سبحانه وتعالی اعلم۔

مسئلہ - اگر امام ضلع ہر دہائی محلہ میدانی پورہ مدسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی ۲۰ صفر ۱۳۸۵ھ

امام نماز ظہر یا عصر یا عشاء پڑھتا ہے اور ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے کہ دوسرا شخص آکر شامل ہوا تو بعد ختم نے نماز کے یہ مقتدی اپنے رکعات باقیہ جو پڑھے تو اُس میں فاتحہ و سورت قرأت کرے یا بعد پڑھنے فاتحہ و سورت کے ساکت رہ کر رکوع و سجود

بجائے تشریحا لکھا جاوے اور اسی طرح اگر مسافر نماز میں مذکور نصف پڑھ کر ختم کرے تو مقتدی فاتحہ پڑھے یا بقدر قرات ساکت رہے۔
بلیوا توجروا۔

الجواب

صورت اولیٰ میں مقتدی کہ بعد سلام امام رکعت اولیٰ یا اولین قضا کرے فاتحہ و سورت وجوباً پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنے رکعات میں مثل منفرد اور فرد پر قرات لازم اور صورت ثانیہ میں مقیم کہ بعد سلام مسافر رکعتین اخیرتین ادا کرے بجائے قرات ساکت رہے کہ وہ ان رکعات میں لاحق ہے اور لاحق حکماً مقتدی اور مقتدی کو قرات ممنوع فی الدار المختار واللاحق من فاتتہ الركعات کلھا اور بعضہا بعد اقتدائہ لمقیم ائمتہ بمسافر وحکمہ کہ مؤخر فلا یأتی بقراءة ولا سهو والمسبقون من سبقہ الامام بھا اور بعضہا وهو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ ویفیم یقضیہ فمد رک رکعة من غیر فجر یا فی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینہما وبراۃ الرباعی بفاتحة فقط اھ ملقط واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ ائمتہ واحکم۔

مسئلہ - از پبلی بحیث و موضع بھنڈ وہ علاقہ آٹولہ یکم شوال ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس امام کے ساتھ چار رکعت کی نماز میں ایک رکعت ملی وہ باقی نماز کی تکمیل ادا کرے۔
بلیوا توجروا۔

الجواب

امام کے سلام کے بعد اٹھ کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس کے بعد التحیات کے لیے بیٹھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اُس پر نہ بیٹھے پھر ایک رکعت صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور قعدہ اخیرہ کہ کے سلام پھیر دے ہذا ما اعتمدہ الائمة الحلۃ وعلیہ اقصر فی الخلاصۃ وشرح الطحاوی والا سیبجانی وفتح القدیر والبحر الرائق والدرر والدار المختار والھندیہ وغیرہا من معتمدات المذہب ودرختار میں ہے یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ و اخوها فی حق تشهد فمد رک رکعة من غیر فجر یا فی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینہما وبراۃ الرباعی بفاتحة فقط ولا یقعد قبلہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ میرزاوالی ڈاکٹرانگھریلی ضلع گوجرانوالہ مرسلہ حافظ شاہ ولی اللہ صاحب، مرحوم الاحرام ۱۳۰۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بخدشت عالی جناب قدسی القاب مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ از فقیر غافل ولی اللہ شاہ بعد از تسلیات و آداب ما وجب معروض آنکہ عرصہ ایک سال کا گزر رہے کہ بندہ حضور کی قدوسی سے مشرف ہوا تھا اور ایک مسئلہ حضور سے دریافت کیا تھا در باب اقتدار مقیم کا مسافر کے ساتھ نماز رباعی میں اس حالت میں جو مسافر ایک رکعت ادا کر چکا ہو اور مقیم اگر ملا تو ایک رکعت مقیم نے امام مسافر کے ساتھ پائی پھر وہ تین کس طرح پرادا کرے میں نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ دل و رکعت جو خالی قرات سے ہیں وہ ادا اس طرح پر کرے کہ بقدر الحمد کے قیام کرے اور اس میں قرات نہ پڑھے بعدہ ایک رکعت جو مسبوقانہ ہے ادا کرے

اور اس میں ثنا و فاتحہ و سورۃ پڑھے اور یہی مسئلہ مسافر والے کا اس جگہ تنازع دو مولوی صاحبوں کا آپس میں پڑا ہوا ہے بلکہ بہت عالموں سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا ہے سب کے سب آپ کے برخلاف بیان کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ یہ اس کتاب کے ہم نہیں مانتے اور دوسری جگہ ہمیشہ جب امام سے علیحدہ ہو کر مسبقاً نہ ادا کرتا ہے تو پہلے ابتداء سے شروع کرتا ہے یعنی ثنا و فاتحہ و سورۃ شروع کرتا ہے کیا وجہ ہے کہ مقیم نماز رباعی میں امام مسافر کے ساتھ مسبق ہو جائے تو اول خالی دو رکعت ادا کرے برخلاف ترتیب معمولہ کے لہذا امر بانی فرما کر محض واسطے ثواب کے یہ مسئلہ مسافر والا مفصل مع حوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرمائیں تاکہ تنازع رفع ہو جائے مگر بجز حوالہ کتاب کے تسلی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے اس جگہ بہت کتب سے معلوم کیا ہے کچھ تسکین نہیں ہوئی اور اگر پہلی خالی دو رکعت کو ادا کرے تو اس میں قعدہ ایک پر کرے یا نہ اور قرات و سجدہ سو بھی ادا کرے یا نہ کرے از جانب نیازمند امیر احمد اگر چہ ظاہر آپ سے شرف ملاقات حاصل نہیں مگر زبانی حافظہ دلی اللہ شاہ صاحب سے آپ کی تعریف سن کر شائق ہوں کہ آپ جیسا شاید ہندوستان میں کوئی عالم حنفی مذہب موجود نہیں جو مسئلہ حافظہ دلی اللہ شاہ صاحب نے ادا کر رکھا ہے آپ پورا پورا بعینہ حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان کلی حاصل ہو اور کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے اور دوسرے صریح نیازمند یہ شبہ واقع ہوا ہے کہ مسافر کے ساتھ مقیم نے نماز چار گانہ میں دوسری رکعت میں اگر اقتدار کیا تو اب پہلی رکعت جو بعد فراع امام اٹھ کر پڑھے گا کس طرح پڑھے گا کیونکہ اس کی تین رکعت باقی ہیں اور یہ جو رکعت امام کے ساتھ اس نے پائی ہے مقتدی کی کون رکعت ہوگی آیا عموم قاعدہ کے جو رکعت امام کی وہی رکعت مقتدی کی اس نماز میں تو یہ رکعت امام کی بلحاظ مسافر ہونے کے آخر کی ہے اور مقیم کی دوسری اب وہ دوسری رکعت میں الحمد و قل پڑھے گا یا نہیں ہر رکعت میں جیسے قرات پڑھنی کتب سے ثابت ہو تحریر فرماؤں تکلف و قات گرامی امیر احمد عفی عنہ مکر عرض یہ ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ جو رکعت امام کی قرات والی ہے اس کی بھی قرات والی رکعت اس کے ساتھ ملحق ہو جائے یا کہ پہلی دو رکعت وہ ادا کرے جو خالی سورۃ والی ہیں فقط بنیوا تو جروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم! نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم شاہ صاحب کرم فرما اگر کم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حکم مسئلہ جو کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بیان کیا صحیح و مطابق کتاب تھا منشا اشتباہ ناظرین یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ مقیم بھی بیوقوف ہے اور ہم مسبق کو دیکھتے ہیں کہ حق قرات میں اول نماز سے ابتدا کرتا ہے درمختار میں ہے المسبق یقضی اول صلاتہ فی حق قراۃ تو چاہیے تھا کہ یہ بھی بعد سلام امام رکعت اولیٰ ہی ادا کرتا جس میں اس کی حکم قرات ہے مگر انھوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ صورت مسطورہ میں مقیم تنہا مسبق نہیں لاحق بھی ہے دو رکعت اخیرہ کی نظر سے لاحق اور اولیٰ کے اعتبار سے مسبق درمختار میں ہے الا لاحق من فاتحہ الركعات کلھا او بعضها بعد اقتدائہ مکفیم انما بعد مسافر ردالمحتار میں ہے ای فہو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبقاً کما اذا فاتہ اول صلاۃ امام المسافر اور مسبق لاحق کو یہی حکم ہے کہ پہلے دو رکعت بے قرات ادا کرے جن میں لاحق ہے ان سے فارغ ہو کر رکعت مسبق بہا کی قضا با قرات کرے درمختار میں ہے الا لاحق یبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراۃ ثم ما سبقت بہا ان کان مسبقاً ایضاً تو علماء کا فرمانا کہ مسبق قضا کے رکعات میں اول نماز سے آغاز کرے اس کے یہ معنی نہیں کہ سب سے پہلے رکعات مسبق بہا کی قضا کرے

یہ تو نہ لفظوں کا مفاد نہ ان کی مراد نہ واقع میں صحیح و مضبوط بعد اتمام کتب فقہیہ جن میں خود انھیں علماء کی صاف و صریح تصریح ہے کہ مقتدی جس نماز میں لاحق ہو اسے مسنون بہا سے پہلے ادا کرے اس کے بطلان پر شاہد عدل بلکہ علماء اس حکم سے صرف رکعات مسنون بہا کی باہمی ترتیب ارشاد فرماتے ہیں یعنی چند رکعتوں میں مسنون ہو وہ ان کی قضا کے وقت الاول فالاول ادا کرے مثلاً تین میں مسنون ہو تو پہلے میں ثنا و تہود و فاتحہ سب کچھ پڑھے دوسری میں صرف فاتحہ و سورۃ تیسری میں فقط فاتحہ غرض حکم منکشف ہے اور شبہ منکشف یونہی دوسرا شبہ کہ قیاس چاہتا ہے کہ رکعت قرأت رکعت قرأت سے ملتی ہو اولاً نصوص صریحہ کے مقابل ہمارے خیالات کو کیا دخل ثانیاً جسے چار رکعتی نماز میں صرف اخیرہ ملی بعد سلام امام دو رکعت قرأت پڑھے گا تو جیسے خالی سے خالی کا اتصال ضرور نہیں یونہی بھری سے بھری کا ثالثاً یہ دیکھنا تھا کہ وہ رکعت قرأت کون سی ہے جس سے رکعت قرأت ملتی ہوئی ہے اور وہ کون سی ہے جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے وہ رکعت قرأت رکعت اولیٰ ہے جس کے بعد رکعت قرأت ہوتی ہے اور اس نے ہمراہ امام رکعت ثانیہ پائی اس سے رکعت بے قرأت ہی ملتی ہے غرض یونہی دیکھئے تو دوسری کے بعد تیسری کا محل ہے نہ وہ پہلی کا بخلاف مسنون کہ چوتھی تک ادا کر چکا لاہرم اب پہلی سے شروع کرے گا رہا حکم تہود و سجود جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہو ایک رکعت پڑھ کر اسے تہود چاہیے کہ اگرچہ اصل میں یہ تیسری رکعت ہے مگر اس کی ادائی میں دوسری ہے تو اس پر ایک شفعہ تام ہوگا اور ہر شفعہ پر قعدہ مطلقاً چاہیے امام منفرد مقتدی مدک لاحق مسنون اس قدر حکم میں سب شرابک ہیں مسنون کے لیے درمختار و خلاصہ و ہند یہ ہیں ہے واللفظ لھا تین لو ادرك رکعة من المغرب قضی رکعتین وفضل بقعدة فتكون بثلاث قعدات ولو ادرك رکعة من الرباعیة یقضی رکعة ویتشهد الخ لاحق کے لیے شرح مجمع وغنیہ ورد المختار میں ہے لو سبق برکعة من ذوات الاربعة ونام فی رکعتین یصل اولاً ما نام فیہ ثم ما ادرک مع الامام ثم ما سبق به فیصلی رکعة مما نام فیہ مع الامام ویقعد متابعاً لہ لانها ثانیة امامہ ثم یصلی اخری مما نام فیہ ویقعد لانها ثانیة الخ دیکھو ان کی ادائی میں جو رکعت دوسری تھی اس پر قعدہ کا حکم دیا اگرچہ واقع میں وہ مسنون کی پہلی اور لاحق کی تیسری تھی کما لا یخفی یہ عبارت بھی نص صریح ہے کہ لاحق مسنون جس رکعت میں لاحق ہوا اسے رکعت مسنون بہا سے پہلے ادا کرے گا اور مقیم مذکور کو بعد فراغ امام جو سہو ہوا اگر وہ سو رکعت مسنون بہا میں ہے تو بالاجماع سجدہ سہو لازم لانہ فیہا مسنون وعلی المسنون السجود لبھوة اور اگر ان دور رکعت میں ہے جن میں اسے حکم لاحق دیا گیا تو لزوم سجدہ میں علی مختلف ہیں اور اصح لزوم ہے بحر الرائق میں ہے المقلید المقتدی بالمسافر اذا قام الی اتمام صلاتہ و تھا ذکر فی الاصل انہ یلزم سجود المسہو صحیح فی البدائع ملخصاً واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علی جبل مجد اتم واحکم فقہ

فصل الاستخلاف

مسئلہ - از کپ بریلی ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز پڑھاتے ہیں امام کا وضو جاتا رہے تو مقتدی کیا کریں اور انکی نماز کیونکر درست ہے۔ بلیو اتوجروا

الجواب

یہ صورت استخلاف کی ہے کہ امام قبل اس کے کہ وضو کرنے کو مسجد سے باہر نکلے مقتدیوں میں سے کسی صالح امامت کو اپنا خلیفہ کر دے اور وہ خلیفہ نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے ایک کو امام کر دیں یا اُن میں سے کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے بشرطیکہ امام ابھی مسجد سے خارج نہ ہوا ہو کہ خلیفہ اُس کی جگہ جاکھڑا ہوا ان صورتوں میں بعد لحاظ شرائط کثیرہ نماز قائم رہے گی اور اگر پانی مسجد ہی میں مل سکے کہ وضو کے لیے باہر جانا نہ پڑے تو ان باتوں کی حاجت نہیں بلکہ مقتدی اپنی حالت پر باقی رہیں اور امام وضو کر کے آجائے اور نماز جہاں سے چھوڑی تھی شروع کر دے مگر یہ مسئلہ اختلاف ایک سخت دشوار و کثیر الشقوق مسئلہ ہے جس میں بہت شرائط اور بکثرت اختلاف صورت سے اختلاف احکام ہے جن کی پوری مراعات عام لوگوں سے کم متوقع لہذا وہ ان امور کے خیال میں نہ پڑیں بلکہ جو بات احسن و افضل و اعلیٰ و اکمل ہے اُسی پر کاربند رہیں یعنی اس نیت کو توڑ کر از سر نو نماز پڑھنا کہ جو لوگ علم کافی رکھتے اور مراعات جمیع احکام پر قادر ہیں اُن کے لیے بھی افضل یہی ہے تو عام لوگ ایک خلاف فضل بات کے حاصل کرنے کو ایسے راہ دشوار گزار میں کیوں پڑیں فی الدال المختار اعلیٰ ان لجواز البناء ثلثة عشر شہ ط الخ ثم قال سبعون الامام حدث غیر مانع للبناء استخلف ای جازلہ ذلک ما لم یجاءز الصفوف لوفی الصیاء و ما لم یخرج من المسجد لوفیہ ولو کان الماء فی المسجد لم یجوز للاستخلاف واستثنایہ افضل تمحزنا عن الخلاف اھ ملقطا ردالمحتار میں ہے ان قدم القوم واحدا او تقدم بنفسه لعدم استخلاف الامام جازان قام مقام الاول قبل ان یخرج من المسجد ولو خرج منه فسدت صلاة الكل دون الامام کذا فی الخانیۃ انھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو حدث ہوا اس نے ایک امی مقتدی کو خلیفہ کیا اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کر دیا آیا یہ نماز صحیح ہوئی یا فاسد - بینوا توجروا -

الجواب

اگر یہ خلیفہ فی الحقیقۃ امی ہے کہ ایک آیت بھی قرآن کی اُسے یاد نہیں اور اس نے قبل اس کے کہ امام مسجد سے باہر جاوے اور آسمان امام کی جگہ پہنچے دوسرے شخص صالح امامت کو خلیفہ کر دیا اور وہ امام کے نکلنے سے پہلے اُس کی جگہ پر پہنچ گیا تو نماز صحیح ہوگئی کہ ہر چند اُمی صلاحیت خلاف نہیں رکھتا لیکن اس حالت میں خلیفہ دوسرا شخص ہے نہ وہ فی الہندیۃ و شرط جواز صلاة الخلیفۃ والقوم ان یصل الخلیفۃ الی المحراب قبل ان یخرج الامام عن المسجد کذا فی جمیع النائق ولو استخلف فاستخلف الخلیفۃ عنده قال الفضلی ان لم یخرج الاول ولم یأخذ الخلیفۃ مکانہ حتی استخلف جاز یصیر کان الثانی تقدم بنفسه او قدم الاول والا لم یجوز ہکذا فی الخلاصہ اور جو امام نے اُسے شہد میں یا اُس سے پہلے خلیفہ کیا اور اُس نے امام کی جگہ پر پہنچنے کے بعد دوسرے شخص کو خلیفہ کیا تو نماز فاسد ہوئی اب اصلاح اس کے دوسرے کو خلیفہ کرنے سے متصور نہیں فی الدال المختار واستخلف الامام امیا فی الاخریین ولو فی الشہد اما بعدہ فقصم لخروجه بصنعه نقصد صلاحہم اسی طرح دوسرا شخص امام کی جگہ پر بعد اس کے کہ امام مسجد سے خارج ہو پہنچا تو نماز فاسد ہوگئی۔ اور جو خلیفہ اول کو ایک آیت قرآن کی یاد ہے تو وہ صالح خلافت تھا اسی صورت میں دوسرے کو خلیفہ کرنے سے نماز اُس کی فاسد ہوگئی

کہ اختلاف بدون ضرورت کے نماز کو فاسد کرتا ہے کما فی الہدایۃ فی مسئلۃ من الحدث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر یازار شہاست گنج مسئلہ نثار احمد صاحب و صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور امام رکوع ان ابراہیمہ کان پڑھ رہا تھا اور جو خلیفہ امام نے بنایا اُس کو رکوع مذکور یاد نہیں تھا اب وہ خلیفہ کوئی سورت یعنی اخلاص یا اور کوئی سورت پڑھے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں اور وضو کے بعد امام اپنی جگہ آسکتا ہے یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

نماز ہو جائے گی اور امام کے خلیفہ نے جتنی پڑھی اتنی پڑھ کر اگر خلیفہ نماز میں ملے اُس کا شریک ہو جائے یہ نہیں کر سکتا کہ باقی نماز میں اُسے ہٹا کر خود امام ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب مُفسدات الصلوٰۃ

مسئلہ۔ از بمبئی مسجد قضا بان کرافٹ مارکیٹ ۲۹ شعبان ۱۳۳۹ھ مسئلہ مولوی عمر الدین صاحب

مولانا المعظم ذی الفضل الاعظم دست برکاتہم العالیہ بتسلیمات بصید تعظیبات کے واضح رائے عالی ہو کہ زمانہ اطاب علمی میں کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ مصلیٰ کو غیر مصلیٰ پنکھا کرے تو مصلیٰ کو اگر اُس پر رضامندی ہے تو نماز اُس کی فاسد ہو جائے گی اب اس مسئلہ کو بہت تلاش کیا ہوں نہیں ملتا البتہ مولوی عبدالحی کے رسالہ نفع المفتی والسائل میں ہے قلت فہما فی مجمع البرکات من فساد صلوٰۃ من روحہ غیر مصلیٰ بمروحة معللاً بانہ رضی بفعل الغیر معتدا علیہ فانہ مخالف للدرایۃ والروایۃ وقد کان الوالد العلام افقی بہ مرۃ ثم رجح عنہ وحکم بكونہ غلطاً وقد اغتر بہ بعض معاصوہ فاصر علی کلافتاء بہ واعتمد علیہ عملاً وافشاء ولہ یدار کونہ لغوا مجمع البرکات کس کی تصنیف ہے اور حضور کی رائے عالی اس مسئلہ میں اُس کے موافق ہے یا مخالف بر تقدیر موافقت برقی پنکھا جو آدمی کی صفت ہے اس حکم میں داخل ہے یا نہیں چارچہ سطر اس کے متعلق اگر جوابی کارڈ پر تحریر فرمائی جائے تو عین بندہ نوازی ہوگی۔

الجواب

مولانا المجلد المکرم المعظم جیلہ المولیٰ سبحانہ تعالیٰ کا سہمہ عمر الدین آئین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مجمع البرکات مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے اگر یہ عبارت اُس کے کسی نسخہ صحیحہ میں ہو تو اُس سے مراد نماز قلبی کا فساد ہوگا نہ نماز فقی کا کہ ادائے فرض و دفع کبیرہ ترک کے لیے باذنہ تعالیٰ کافی ہے ظاہر ہے کہ فعل غیر پر وضاع عمل قلیل بھی نہیں کثیر درکنار تو فساد نماز فقی ناممکن ہے ہاں نماز قلبی تذل و تضرع و تخشع ہے کما فی الحدیث اور یہ امر نوع تجر بردال ہے لہذا اُس میں مغل ہو سکتا ہے اگر اُس کی نیت خود استخدام اور نماز میں اپنا اعظام ہو تو یقیناً مفسد نماز قلب ہے درہ مفسد کی صورت ہے لہذا احتراز درکار ہے پنکھا کہ کل کے ذریعہ سے چلے اگر اُس کے

مسئلے میں مٹی کا تیل وغیرہ بدبو چیزیں ہوں تو ایسی اشیاء کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند و خلاف مصالح ہے پچھلے کا مسئلہ فتاوائے فقیر میں بہت مفصل ہے۔ فلیراجع واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ شوکت علی۔ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے اور اُس کی نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور نمازی کے آگے سے کس قدر دور تک گزر نہ کرنا چاہیے۔

الجواب

نماز میں کوئی خلل نہیں آتا نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک زیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجد تک نکلنے کی اجازت نہیں اُس سے باہر نکل سکتا ہے موضع سجد کے یعنی کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع و خضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجد پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اُس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع سجد میں ہے اُس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اُس سے باہر جائز درمختار میں ہے مردہ فی الصحواء فی مسجد کبیر بموضع سجدہ فی الاصحہ او مردہ بین یدین الی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعة واحدة ردالمحتار میں ہے قولہ بموضع سجدہ کما فی الدرر و هذا مع القیود التي بعدہ انما هو لانتفاء الفساد منتف مطلقا قولہ فی الاصحہ صحیحہ الثمرات شی و صاحب البدائع و اختارہ فخر الاسلام و رجحہ فی النہایۃ و الفتح انہ قدر ما یقع بصرہ علی المار لوصولی بخشوع ای رامیا ببصرہ الی موضع سجدہ اہ مختصوا منہ الخائق میں تجنیس سے ہے الصحیح مقدر منتهی بصرہ و هو موضع سجدہ وقال ابو نصر مقدار ما بین الصف الاول و بین مقام الامام و هذا عین الاول و لكن بعبارة اخرى و فيما قرأنا علی شیخنا منہاج الاثمة رحمہ اللہ تعالیٰ ان یمر بحیث یقع بصرہ و هو یصلی صلاۃ الخاشعین و هذه العبارة اوضح علامہ شامی فرماتے ہیں فانظر کیف جعل لكل قولا واحدا و انما الاختلاف فی العبارة لانی المعنی نیز ردالمحتار میں ہے (قولہ فی بیت) ظاہرہ و لو کبیر او فی القفستانی و ینبغی ان یدخل فیہ ای فی حکم المسجد الصغیر الدار و البیت رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے فاضل قسطنی نے لکھا چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس گز مگر سے کم ہو نفی ردالمحتار عنہ مسجد صغیر ہوا قل من ستین ذراعا و قیل من اربعین و هو المختار کما اشار الیہ فی الجواہر **اقول** یہاں گز سے گز راحت مراد ہونا چاہیے لانه الاولین بالمسوحات کما قالہ الامام قاضی خاں فی الماء فہمنا ہوا المتعین بالاولیٰ اور گز راحت ہمارے اس گز سے کہ آڑا نہیں انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گزہ اور دو تائی گزہ ہے کما بینا ہ فی بعض فتاوانا تو اُس گز سے چالیس گز مگر ہمارے گز سے چون گز سات گزہ اور گزہ کا نواں حصہ ہوا کما لا یمخفی علی المحاسب تو اس زعم علامہ پر ہمارے گز سے چون گز سات گزہ مگر مسجد صغیر ہوئی اور ساڑھے چون گز مسجد کبیر یہ ہے وہ کہ انھوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اُس میں ان کا اتباع کیا **اقول** مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جو اہر سے گز عبارت جو اہر الفتاویٰ دربارہ دار ہے نہ دربارہ مسجد مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف

شرط ہے جیسے مسجد خاندن کھولہ ہزار ستون پر ہے باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز کسبھوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز کما بیناہ فی قتادنا - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از کلئہ فجداری بالا خانہ ۳۶ مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب آخر بیچ الاخر ۳۶
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو قعدہ اولیٰ میں اپنی عادت سے دیگر لگی اور مقتدی نے بخمال اس امر کے کہ امام کو سہوا ہوگا تکبیر یا از بلند بنا بر اطلاع امام کہی تو نماز مقتدی کی فاسد ہوئی یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قراءت یا ذکر مثلاً تسبیح و تکبیر ہے اور یہ بجز اجزاء و اذکار نماز سے ہیں مگر معنی کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تو بھولا اس کے بعد تجھے یہ کرنا چاہیے پر نظام کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ صورت قرآن یا ذکر و لہذا اگر نماز میں کسی یحییٰ نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آئے کریمہ لیجی اخذ الکتب بقوۃ پڑھی بالاتفاق نماز جاتی رہی حالانکہ وہ حقیقتہً قرآن ہے اس بنا پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ بر محل ہو مفسد نماز ہو کہ جب وہ لحاظ معنی کلام ٹھہرا تو بہر حال افساد نماز کرے گا مگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے ہمارے ائمہ نے اس قیاس کو ترک فرمایا اور حکم استحسان جس کے اعلیٰ وجہ سے نص و ضرورت ہے جواز کا حکم دیا و لہذا صحیح یہ ہے کہ جب امام قراءت میں بھولے مقتدی کو مطلقاً بتانا اور اگرچہ قدر واجب پڑھ چکا ہو اگرچہ ایک سے دوسرے کی طرف انتقال ہی کیا ہو کہ صورت اولیٰ میں گو واجب ادا ہو چکا مگر احتمال ہے کہ رکنے اُبھنے کے سبب کوئی لفظ اس کی زبان سے ایسا نکل جائے جو مفسد نماز ہو لہذا مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لیے بتانے کی حاجت ہے بعض عوام حفاظ کو شاہدہ کیا گیا کہ جب تراویح میں بھولے اور یاد نہ آیا تو ایس آں یا اور اسی کی قسم الفاظ بے معنی ان کی زبان سے نکلے اور فساد نماز کا باعث ہوئے اور صورت ثانیہ میں اگرچہ قراءت و اذان ہے تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فساد نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نص وارد و هو حدیث سورۃ المؤمنین الذی ذکرہ المحقق فی الفتح وغیرہ فی غیرہ مع اطلاقات احادیث اخروارۃ فی الباب کما بینہ فی الحلیۃ من المفسدات

اقول والاحسن من کل ذلک التمسک بما اخرج ابو داود و عبد اللہ ابن الامام فی زوائد المسند عن مسود بن بزید المالکی قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فترك اية فقال له رجل يا رسول الله اية كذا وكذا فقال فها اذكر تنبها و ذلک لان حدیث الفتح فی ترک کلمۃ و هو انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی الصلوة سورۃ المؤمنین فترك کلمۃ فلما فرغ قال المکیں فیکم ائی قال بلی قال فلا فکت علی فظاہر ان حکم ترک کلمۃ اضیق من حکم الانتقال من اية الى اية و اثر علی کرم اللہ تعالیٰ و جہہ اذا سقط کم کلام امام فاطمہ رواہ سعید بن منصور فی سننہ و ذکرہ فی الحلیۃ و الفتح فیما اذا سکت الامام ینتظر الفتح و حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنا نفتر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الاثمۃ رواہ الدارقطنی و الحاکم و صحیحہ مجمل بخلاف ما ذکرنا ففیہ تصریح ترک اية وان کان قد یقال

علیٰ ہذا و علیٰ ما تمسک بہ فی الفتح من حدیث الکلمۃ انہما من وقائع العین لیس فیہما ان ذلک کان بعد ثلاث او قبلہا
 و لہذا اگر کوئی مکان میں آنے کا اذن چاہے اور یہ اس غرض سے کہ اُسے نماز میں ہونا معلوم ہو جائے تسبیح یا تکبیر یا تہلیل کے نماز فاسد نہ ہوگی کہ
 اس بارے میں بھی حدیث وارد و ہو علیٰ ما ذکر علماء نا فی الہدایۃ و الکافی و التبیین و الفتح و الحلیۃ و النہیۃ و البحر و غیرہا حدیث
 سہل بن سعد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من نابہ شیء فی صلاتہ فلیسیمہ اخرجہ الشیخان و غیرہما **قول** والا قرب
 ما اخرج احمد فی المسند عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قال کان لی ساعۃ من السجود دخل فیہا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم فان کان قائما یصلی سجد لی الحدیث بس جو بتا تا حاجت و نص کے مواضع سے جدا ہو وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے گا
 کہ وہاں اُس کے حکم کا کوئی معارض نہیں اس لیے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی
 یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہو جائے گی کہ اُس کی غلطی سے اُس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت
 واقع ہوا اور نماز گئی بخلاف امام کہ اُس کی نماز کا خلل بعینہ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بنانا ہے تبیین الحقائق میں ہے قولہ
 و فتح علی غیر امام الا نہ تعلیم و تعلم من غیر ضرورۃ فکان من کلام الناس و قولہ علی غیر امامہ لیشمل فتح مقتدی علی
 المقتدی و علی غیر المصلی و علی المصلی وحدہ و فتح الامام و المنفرد علی ای شخص کان و کل ذلک مفسد الا اذا قصد بـ
 التلاوة دون الفتح اہ ملخصا در مختار میں ہے یفسد ہا کل ما قصد بہ الجواب او الخطاب کقولہ لمن اسمر یحییٰ یحییٰ خذ الکتاب
 بقوة اہ ملخصا در مختار میں ہے قولہ او الخطاب الخ هذا مفسد بالاجماع و هو مما اورد نقضا علی اصل ابی یوسف فانہ
 قرآن لم یوضع خطا بالسنن خاطبہ المصلی و قد اخرجہ بقصد الخطاب عن کونہ قرأنا و جعلہ من کلام الناس علامہ ابن امیر
 الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں الذی یفتیہ کان یقول خذ منی کذا و التعلیم لیس من الصلاۃ فی شیء و ادخال ما لیس منہا فیہا
 یوجب فسادہا و کان قضیۃ ہذا المعنی ان نقصد صلاتہ اذا فتح علی امامہ لکن سقط اعتبار التعلیم للاحادیث و للحاجۃ
 الی اصلاح صلاۃ نفسہ فماعداد ذلک یعمل فیہ بقضیۃ القیاس اہ ملخصا بالمعنی اُسی میں ہے ہذا اقتداستعمل فی
 موضع الجواب و قد ارید ذلک منہ و فہم فیصیر من ہذا الوجه کلام الناس فیفسد وان لم یکن من حیث الصیغۃ فی
 الاصل من کلامہم فالقیاس فساد الصلوۃ الا انا ترکناہ بالنص و المعدول بہ عن القیاس لا یقاس علیہ اہ ملخصا
 اُسی میں ہے م ان فتح بعد ما قرأ قد رما تجوز بہ الصلاۃ تنفسد ش لانہ لیس فیہ اصلاح صلاتہ فیبقى تعلیمہا
 و جوابا لہ وان اخذ الامام بفتحہ تنفسد صلاۃ الكل م الصحیحہ لاش کذا فی الخانیۃ و الخلاصۃ و نص القاضی فی شرح
 الجمع الصغیرانہ الاصح و عللہ ہو وغیرہ بانہ لو لم یفتح رہا جاری علی لسانہ ما یكون مفسداً فکان بمنزلۃ الفتح و الاولی
 فی التعلیل حدیث المسور بن یزید و اطلاق ما روی عن علی و عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ان انتقل الامام الی
 آیۃ اخرى ففتح علیہ بعد الانتقال تنفسد ش لوجود التلقین من غیر ضرورۃ کذا فی الہدایۃ و غیرہا و جعل صاحب
 الذخیرۃ ہذا محکمیا عن القاضی الامام ابی بکر الزنجوی و ان غیرہ من المشائخ قالوا لا تنفسد کذا نقلوہ عن المحيط و اخذ

من هذا صاحب النهاية ان عدم الفساد قول عامة المشائخ ووافقه شيخنا رحمه الله تعالى على ذلك وهو الا وفق لاطلاق
الخص الذي روينا اه ملخصا فتح القدير میں ہے خروج قصد اعلام الصلاة بالحديث لانه لم يتغير بعزيمة فيبقى
ماوراءه على المنع اه ملخصا جب یہ اصل مہم ہوئی حکم صورت مسئلہ واضح ہو گیا ظاہر ہے کہ جب امام کو قعدہ اولیٰ میں دیر ہوئی اور
مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدہ اخیرہ سمجھا ہے تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہوگا یعنی امام قعدہ اولیٰ
ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اُس نے اس بار التحیات زیادہ ترتیل سے ادا کی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت
بلکہ محض غلط واقع ہوا تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسد نماز ہوا بقول الحلیہ ان ماوراء ذلك يعمل فيه بقضية القياس ولقوله المعدل
به عن القياس لا يقاس عليه ولقول الفقه يبقی ماوراءه على المنع ولقول التبيين لا يقاس عليه غيره وهذا واضح جدا
یا اس کا گمان صحیح تھا غور کیجیے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو و بے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت
کہ جب امام قعدہ اولیٰ میں اتنی تاخیر کر چکا جس سے مقتدی اُس کے سو پر مطلع ہوا تو لاجرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب
و لزوم سجدہ مسودہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرفوع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو فیصل کیا جائے
کہ غایت درجہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سو کا سو رہے گا ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اُس وقت حاجت
محقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہیے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا عجب نہیں کہ
کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ تو سوا فضول و بے فائدہ کے
کیا باقی رہا لہذا مقتضائے نظر فتنی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے نظیر اس کی یہ ہے کہ جب امام قعدہ اولیٰ چھوڑ کر پورا کھڑا ہو جائے تو اب
مقتدی بیٹھنے کا اشارہ نہ کرے ورنہ ہمارے امام کے مذہب پر مقتدی کی نماز جاتی رہے گی کہ پورا کھڑے ہونے کے بعد امام کو قعدہ اولیٰ کی طرف
عود ناجائز تھا تو اس کا بتانا محض بے فائدہ رہا اور اپنے اصلی حکم کی رو سے کلام ٹھہر کر مفسد نماز ہوا بجز الرائق میں ہے لوعرض للامام شئ
فسبح المأموم لا بأس به لان المقصود به اصلاح الصلوة فقط حکماً الکلام عند الحاجة الى الاصلاح ولا يسبح للامام اذا قام
الى الاخيرين لانه لا يجوز له الرجوع اذا كان الى القيام اقرب فلم يكن التسبيح مفيداً لكذا في البدائع وينبغي فساد الصلوة به
لان القياس فسادها به عند قصد الاعلام وانما ترك الحديث الصحيح من نابه شئ في صلاته فليسبح فللحاجة لم يعمل
بالقياس فعند عدمها يبقى الامر على اصل القياس ثم رأيت في المجتبى قال ولو قام الى الثالثة في الظهر قبل ان يقعد
فقال المقتدى سبحان الله قيل لا تقصد وعن الكرخي تقصد عندهما اه وبه انتهى ما نقلناه عن البحر قلت وقوله عندهما
يريد به الطرفين فان مذهبهما تغیر الذکر بتغير العزيمة خلافاً لابی يوسف فعند ما كان ذكراً بصيغته لا تعمل فيه النسبة
وكن اوله اعني المجتبى لو سبح او هلك يريد به زجراً عن فعل او امراً به فسادت عندهما اه فانما اراد الطرفين رضي الله
تعالى عنهما ثم اقول وبالله التوفيق لا يبعد ان يكون قام في القيل للامارة لقوله تعالى يا ايها الذين امنوا اذا قمتم الى
الصلوة وفي رواية الكرخي للحقيقة لقوله تعالى وانه لما قام عميد الله يدعوه اليه وهذا جمع كما ترى حسن انشاء الله تعالى

و لا فلا شک ان الدلیل مع الکوفی و انه ہو قضیة مذهب الامام والا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فعلیہ فلیکن التعویل
 فان قیل فی القیل لو اراد الازایرة فما الوجه لتخصیص المسألة بالذکر فانہا معلومة من اطلاق قولہم لو عرض للامام شیء **الاول** بلی
 کان ملتوہما ان یتوہم عدم الجواز ہذا مطلقا کما یتوہم من ظاہر لفظ البدائع لا یسبح للامام اذا قام الی الاخرین حیث
 لم یفصل والحادی علی الوہم ان المقتدی لا یطلع علی قیام الامام بغورہ بل یتاخر ذلک عن افاضتہ فی القیام ولو لخطات
 کما ہو معلوم مشاہد فعند ذلک یسبح ثمر الامام لا ینبہ بغورہ ما بدأ المقتدی بحجج التسمیہ بل یتاخر ولو لخطۃ ثم ہو رہا
 لا یتقد کر مجر السماع والتنبہ علی تنبیہہ بل قد یحتاج الی شیء من التأمل فہذا ثلث وقفات والامام اذا تخض تخض ولم
 یکن فیہ تدرج یقتضی مکثا معتد ابہ فرجا لا یتنبہ بتسمیہ الابعاد ما قات وقت العود لاسیما علی قول من قال بقواتہ
 اذا قرب الی القیام کما ہو مختار صاحب البدائع والہدایة والوقایة والکنز وغیرہم من الجملۃ الکرام وان کان الاصح العبرة
 بتام القیام کما اعتدہ فی مواہب الرحمن ونور الایضاح والتنبیہ والفتح والدر المختار وغیرہا وجعلہ فی الدر ظاہر المذهب
 فاذا کان الامر علی ما وصفنا لک نفسی ان یتوہم کونہ عبثا مطلقا فیحکم بفساد الصلوۃ بہ علی الاطلاق فہست الحاجة الی
 التصویح بذلک فان المسموع ہو کونہ مفید احین وقوعہ ہو کذلک فی فور القیام ولو بما یرجى العودیہ بل ربما یقع و ہذا
 حسبہ ولا یضوہ ان تعجل الامام ولم یلتفت کما اذا فتح ولم یأخذ **فانقلت** یحتمل ان الامام لما ظن ان صلاتہ تمت
 لعلہ یتعمد الکلام او الذہاب او الضمک قبل ان یسلم **قلت** ہذا فی غایۃ البعد ولا یتوقع من المسلم بل ہو اساعۃ
 ظن بہ والفقہ لا یبنی علی نادر فضلا عما عساه لم یقع قط بل ہو احتمال علی احتمال لان ظن الامام تمام الصلوۃ
 ایضا غیر معلوم کما قد منا فان شہۃ الشہۃ ولا عبرۃ بها اصل ہذا ما وقع فی الحلۃ نقلنا عن المحیط الرضوی اذا فتح علی امامہ
 یجوز مطلقا لان الفتح وان کان تعلیما ولكن التعلیم لیس یعمل کثیرا و انه تلذذۃ حقیقۃ فلا یکون مفسداً وان لم یکن محتاجا الیہ ام
فاقول یجب ان یحتمل فیہ لام التعلیم علی العهد ای ہذا التعلیم من المقتدی للامام مکمل لام الفتح فلیس المراد الا ہذا الفتح
 لا مطلقا ولو من غیر مقتدی علی امامہ وذلك لان کون مطلق التعلیم من العمل القلیل باطل بداہتہ وتشہد بہ فروع فی المذهب
 متواترات بل قد نص فی الفتح فی نفس مسئلۃ الفتح ان التکرار لم یشترط فی الجامع ای ان الجامع الصغیر لم یشترط للافساد تکرار الفتح
 بل حکم بہ مطلقا قال دہو الصحیح و کذا صحیح فی الخانیۃ وقد علم ہذا من مذهب الامام فانه اذا جعل کلاما فقیلہ و کثیرہ
 سواء فاعرف وتثبت وبالله التوفیق ہذا امامہ عندی والله سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کلمتہ علی موتی گلی، جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں اکثر لوگ بے پڑھے نماز ظہر و عصر و مغرب و عشا کے فرض تنہا پڑھنے کی حالت میں
 تکبیرات انتقالیہ بجز اس غرض سے کہتے ہیں کہ دوسرے نمازی معلوم کر لیں کہ شخص فرض پڑھتا ہے اور شریک ہو جائیں اس صورت میں ہر کے
 ساتھ تکبیر کرنے سے نماز میں فساد ہوتا ہے یا نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا شخص آیا اور منتظر اس امر کا ہے کہ

یہ نمازی بجز تکبیر کے تو میں شریک ہو جاؤں چنانچہ اُس نے اُس کی اطلاع کی غرض سے تکبیر ہجر کے ساتھ کہی اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا صحیح۔ بینوا تو جروا

الجواب

دونوں صورتوں میں اگر نمازیوں نے اصل تکبیرات انتقال بہ نیت ادا کی سنت و ذکر الہی عز وجل ہی کہیں اور صرف ہجر بہ نیت اطلاع کیا تو نمازیں کچھ فساد نہ کیا ردالمحتار میں ہے وقال فی البیض ومما لحق بالحبوب ما فی المجتبیٰ لوسیع اوہل یرید زجوا عن فعل اوامر بہ ہندت عند ما اقلت والظاهر انه لو لم یسبح ولكن جہا بالقراءة لا لفساد لانه قاصد للقاء وانما قصد الزجر اطلاع بہ نیت مذکورہ کہی جاتی ہو یا اگر کوئی جاہل اہل ایسا قصد کرے تو اُس کی نماز ضرور فاسد ہو جائے گی علی قول الامام والامام محمد خلا لا امام ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ ان مسائل میں حضرات طہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نمازی جس لفظ سے کسی ایسے معنی کا افادہ کرے جو اعمال نماز سے نہیں وہ کلام ہو جاتا اور فساد نماز قرار پاتا ہے اگرچہ لفظ فی نفسہ ذکر الہی یا قرآن ہی ہو اگرچہ اپنے محل ہی میں ہو مثلاً کسی موسیٰ نامی شخص سے نمازی نے کہا ماتک بیہینک یا موسیٰ نماز جاتی رہی اگرچہ یہ الفاظ آکر یہ ہیں یا التحیات پڑھ رہا تھا جب کلمہ تشہد کے قریب پہنچا موزن نے اذان میں شہادتین کہیں اُس نے نہ نیت قراءت تشہد بلکہ بہ نیت اجابت موزن اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد عبدة ورسوله کہا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ ذکر اپنے محل ہی میں تھا باری الا ان میں ہے اذا ذکر فی التشہد الشہادتین عند ذکر الموزن الشہادتین فسد ان قصد الاجابة اھ مگر جبکہ ایسا قصد بضرورت اصلاح نماز ہو جیسے مقتدیوں کا امام کو بتانا یا اُس کے جواز میں خاص نص آگیا ہو جیسے کوئی دروازے پر آواز دے یہ نماز پڑھتا ہو اُس کو مطلع کرنے کے یہ سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر کہے تو صرف ان صورتوں میں نماز نہ جائے گی اور ان کے ماورائے مطلقاً اُسی اصل کلی پر عمل ہو کر فساد نماز کا حکم دیا جائے گا فتح القدیر میں ہے قلنا خرج قصد اعلام الصلوة بقوله اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا ناب احدکم نائبة وهو فی الصلوة فلیسبح الحدیث اخرجه الستة لانه لم یتغیر بعزيمة فان مناط کون من کلام الناس کونه لفظا افید به معنی لیس من اعمال الصلوة لا کونه وضع لا فائدة ذلک فیبقى ما وراة علی المنع الخ قلت وقد اوضحنا المسألة بقولها فیما تقدم من فتاونا اور شک نہیں کہ جب نمازی نے اشہد اکبر یا سمع اللہ من حمدہ صرف اس اطلاع کی نیت سے کہ میں پڑھ رہا ہوں میرے شریک ہو جاؤ تو یہ ایک لفظ ہے جس سے ایسے معنی کا افادہ چاہا جو اعمال نماز سے نہیں کہ اعمال نماز اُس کے افعال مخصوصہ معلوم ہیں کسی سے یہ کہنا کہ نماز میں مل جاؤ اور اس خصوص میں نہ نص وارد ہے نہ یہ کسی نہ جاننے والے کو اس کا بتانا ہے کہ میں نماز میں مشغول بلکہ اس سے اپنے فرض میں ہونے کا اعلام اور اپنی نماز کی طرف بلانا مقصود ہے یہ دونوں باتیں مجرد قصد اعلام صلوة سے قائم ہیں کہ اس قدر تو وہ آنے والے خود ہی جانتے ہیں کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ صورت اُن صور استثنائے داخل نہیں اور حکم فساد نماز ہے مگر اگر اصل لفظ سے کوئی امر بیرونی مقصود نہیں بلکہ صرف رفع صوت بقصد دیگر ہے تو یہاں کوئی لفظ ایسا نہ پایا گیا جس سے کسی خارج

بات کا قصد کیا گیا ہو اور تنہا رفع صوت کلام نہیں تو مناسط فساد متحقق نہ ہوا لہذا امام محقق علی الاطلاق مکمل الدین محمد بن الہمام قدس سرہ نے جبکہ اُن مکبروں کی نسبت جو تکیہ ارت انتقالات میں گانے کے طور پر اپنی آواز بنانے کے لیے گھٹاتے بڑھاتے اور سامعین کو اپنی خوش الحانی جتانے کا قصد کرتے ہیں فساد نماز کا حکم دیا اُسے دو امر پر مبنی فرمایا ایک یہ کہ ان تکیہ ارت سے اُن کا قصد اقامت عبادت نہیں ہوتا بلکہ اپنی صناعت موسیقی کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو اب یہ تکیہ میں خود ہی وہ الفاظ ہیں جن سے معنی خارج کا افادہ مراد ہوا دوسرے یہ کہ اس جزو دوم سے حروف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو اصل کلمات تکیہ میں نہیں تو اگرچہ نفس تکیہ سے اُن کا قصد وہ ہو مگر یہ حروف تو ضرور اسی قصد سے بڑھائے گئے اور اب یہ وہ الفاظ بقصد افادہ معنی خارج ہوئے بہر صورت فساد نماز چاہیے فتح القدیر میں درایہ سے مکبرین کے لیے رفع صوت کا جواز نقل کر کے ارشاد فرمایا مقصودہ اصل الرفع لا بلاغ الانتقالات اما خصوص هذا الذي تعارفوه في هذا البلاد فلا يبعد انه مفسد فانهم يبالغون في الصياح زيادة على حاجة البلاغ والاستغفال بتجديدات النغمات لظهور الصناعة النغمية لا اقامة للعبادة والصياح ملحق بالكلام وهذا معلوم ان قصده اعجاب الناس به ولو قال اعجبوا من حسن صوتي وتجویری فیہ افسد وحصول الحروف لازم من التلحين اه مختصرا وقد اقره في النهرواسمحة في الحلية فقال وقد اجاد فيما اوضح وافاد علامہ شامی تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام میں فرماتے ہیں ان المحقق لم يجعل مبنى الفساد مجرد الرفع بل زيادة الرفع الملحق بالصياح المشتغل على النغم مع قصد اظهاره لذلك والاعراض عن اقامة العبادت فقول المحقق والصياح ملحق بالكلام ای الصياح المشتغل على ما ذكره بدليل سواين الكلام ولو احقر الخ اُسی میں ہے فحاصل کلام المحقق ان الاشتغال بتجویر النغم والتلحين والصياح الزائد علی قدر الحاجة لا قصد القربة بل ليعجب الناس من حسن صوته ونغمه مفسد من وجهين الاول ما يلزم من التلحين من حصول الحروف المفسد غالبا والثاني عدم قصد اقامة العبادت الخ **قول** وللعبد الضعيف في بعض كلام العلامة الشامي هنا كلام بينته على هامشه ولكن المرجح ————— بالحكمة لفظ بقصد فساد نه هو مجرد رفع صوت كسے معنی زائد کلام وہ فساد نہیں و لہذا علامہ حموی نے رسالہ القول بالتبلیغ میں فرمایا فی کون الصياح بما هو ذکر ملحقا بالكلام نظر لان المفسد للصلاة المملووظ لا عزیمة القلب اه ملخصا رد المحتار من صلاۃ میں ماشیہ علامہ ابوالسعود ازہری سے ہے ما نقل عن الطحاوی اذا بلغ القوم صوت الامام فبلغ الموزن فسدت صلاته لعدم الاحتياج اليه فلا وجه له اذ غايته انه رفع صوته بما هو ذكر بصيغته وقال الحموي اظن ان هذا النقل مكذوب على الطحاوی فانه مخالف للقواعد اه والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدده اتم واحكم۔

مسئلہ۔ از گلستہ فوجہاری ص ۳۱۷ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ رجب سنہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد کیا تو نماز اُس کی ہوئی یا نہیں۔ بینوا تو جرو!

الجواب

ہوگئی اگرچہ بلا ضرورت ایسی تاخیر سے گنہگار ہوا اور بوجہ ترک واجب اعادہ نماز کا حکم دیا جائے تحقیق مقام یہ ہے کہ متابعت امام جو

مقتدی پر فرض میں فرض ہے تین صورتوں کو شامل ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعل امام کے ساتھ کمال مقادرت پر محض بنا فصل واقع ہوتا ہے
یہ عین طریقہ مسنونہ ہے اور ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم دوسرے یہ کہ اس کا فعل فعل امام کے بعد بدیر واقع
ہو اگرچہ بعد فراغ امام فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً مقتدی قعدہ اولیٰ میں
آکر ملا اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا اب اسے چاہیے کہ اتھمات پوری پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جاملے فرض کیجیے کہ
اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا تو اس کا قیام قیام امام کے بعد اختتام واقع ہوگا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت شرعی تھی اور اگر بلا ضرورت
فصل کیا تو قلیل فصل میں جس کے سبب امام سے جا ملنا فوت نہ ہو ترک سنت اور کثیر میں جس طرح صورت سوال ہے کہ فعل امام ختم ہونے کے بعد
اس نے فعل کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پورا کر کے اعادہ کرنا۔ قیسرے یہ کہ اس کا فعل فعل امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں
اس سے آئے مثلاً اس نے رکوع امام سے پہلے رکوع کر دیا لیکن یہ بھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہوگئی یہ
صورت اگرچہ سخت ناجائز و ممنوع ہے اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد مگر نازیوں بھی صحیح ہو جائے گی جبکہ امام سے شرکت ہو لے اور اگر
ابھی امام مثلاً رکوع یا سجدہ میں نہ آنے پایا کہ اس نے سر اٹھا لیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد اس فعل کا اعادہ کیا تو مقتدی کی نماز اصلاً نہ ہوگی کہ
اب فرض متابعت کی کوئی صورت نہ پائی گئی تو فرض ترک ہوا اور نماز باطل رد المختار میں ہے وتكون المتابعة فضا بمعنى ان يأتي بالقرض
مع امامه او بعده كما لو ركع امامه فركع معه مقدارنا او معايقا وشاركه فيه او بعد ما دفع منه فلو لم يركع اصلا او ركع ودفع قبل
ان يركع امامه ولم يعد له معه او بعده بطلت صلاته والحاصل ان المتابعة في ذاتها ثلاثة انواع مقارنة لفعل الا كما هو مثل
ان يقارن احرام امامه وركوعه لو كوعه وسلامه لسلامه ويدخل فيها ما لو ركع قبل امامه ودام حتى ادركه امامه
فيه ومقارنة لابتداء فعل امامه مع المشاركة في باقية ومتراخية عنه فمطلق المتابعة الشامل لهذه الانواع الثلاثة
يكون فرضا في الفرض وواجبا في الواجب وسنة في السنة عند عدم المعارض او عدم لزوم المخالفة كما قد مناه والمتابعة
المقيدة بعدم التأخير والتراخي الشاملة للمقارنة والمعاقبية لا تكون فرضا بل تكون واجبة في الواجب وسنة في السنة عند
عدم المعارض وعدم لزوم المخالفة ايضا والمتابعة المقارنة بلا تعقيب ولا الخ سنة عنده لا عندهما الى اخر ما افادوا جاد
عليه رحمة الملك الجواد **اقول** وفي التقسيم الذي ذكره المولى المحقق الفاضل والذي ابداه هذا العبد الظوم الجاهل
نوع تقنين ومال الاقسام واحد فهو رحمه الله تعالى جعلها ثلثا مقارنة ومعاقبية ومتراخية وادخل المتقدمة التي الت
الى المشاركة في المقارنة والعبد الضعيف قسم هكذا متصلة ومنفصلة ومتقدمة وادخل المتراخية والمعاقبية في المنفصلة
وجعل المتقدمة شيئا بجما لها وذلك لاني رأيت المتقدمة تبين المقارنة لانها مفاعلة من الطرفين فكسا ان تاخر المتقدمة
ينحجب عن القران حتى جعل المعاقبة شيئا للمقارنة فذلك تقدمه وايضا رأيت احكام المتابعة المجزئة ثلثة سنة وكولها
الا لضرورة وكراهة شديدة مطلقا فاجبت ان تنفرد بالاقسام بحسب الاحكام بخلاف ما صنع هو رحمه الله تعالى فان
المقارنة على ما افاد تشتمل الكمل مطلوب واشنع مهروب اعني المتصلة والمتقدمة كما سمعت وعلى كل فالحاصل واحد

والحمد لله اُسی میں ہے قال فی شرح المنیۃ متابعة الامام من غیر تاخیر واجبة فان عارضها واجب یا تی به ثم یتابع کما لو قام الامام قبل ان یتلمز المقتدی بالشہد فانه یتلمز ثم یقوم اھ ملخصاً در مختار میں ہے لورفع الامام رأسه من الركوع او السجود قبل ان یتلمز الامام التسمیحات الثلاث وجب متابعتها بخلاف سلامه او قیامه لثالثه قبل اتمام الطوتم بالشہد فانه لا یتابعه بل یتلمز لوجوبه رد المختار میں ہے قوله فانه لا یتابعه الخ ای ولو خاف ان تقوته الركعة الثالثة مع الامام كما صرح به فی الظہیریۃ در مختار میں ہے سجود السهو یجب علی مقتد بسھو اما لا بسھوۃ اصلاً رد المختار میں ہے قال فی النہر ثم مقتضی کلامهم انه یعیدھا لثبوت الکراہۃ مع تعدد الجاہل **قلت** فاذا کان هذا فی السهو فالعمد اولی بالاعادة مع تصریحهم بانھا ہی سبیل کل صلاة ادیت مع کراہۃ التحریم واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولانا حشمت علی صاحب طالب علم قادری رضوی ۲۹ محرم ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یا یہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً پڑھی مقتدی کے منہ سے عادتاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل گیا نماز فاسد ہوئی یا نہیں۔

الجواب

اس میں جواب امام مقصود نہیں ہوتا بلکہ امثال امر آئی لہذا فساد نماز نہیں۔

مسئلہ - از میرٹھ لال کرتی کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب مدرسہ مولوی محمد احسان الحق صاحب ۲۴ رمضان ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) زید ایک مسجد کا امام تراویح میں قرآن مجید پڑھتا ہے عمرو اسی مسجد کا مؤذن ہوتا ہے مسجد کی طرف سے زید کا سامع مقرر کیا گیا ہے محمود ایک تیسرا شخص ہے جو ہمیشہ یا کبھی کبھی اسی مسجد میں زید کے پیچھے تراویح پڑھا کرتا ہے اگر محمود کے خیال میں زید (امام) نے کچھ غلط پڑھا اور عمرو مقرر کیا ہوا سامع سو یا بعداً خاموش رہا یا یہ کہ زید نے صحیح پڑھا اور عمرو نے سو یا بعداً غلط بتایا یا یہ کہ زید نے غلط پڑھا اور عمرو نے بھی سو یا بعداً غلط بتایا تو ان تینوں صورتوں میں محمود شخص ثالث کو غلطی کی تصحیح کا اگرچہ وہ غلطی مفسد نماز نہ ہو حق حاصل ہے یا نہیں اور ایسی تصحیح اُس کو حالت قرائت میں کرنی چاہیے یا بعد اختتام نماز کے وجوباً کرنی چاہیے یا اختیاراً۔ قرآن مجید کے غلط پڑھے جانے کے غالب گمان ہونے کی حالت میں محمود کی خاموشی اُس کے لیے گنہگار ہونے کا باعث ہوگی یا نہیں (۲) شرع شریف میں امامت اور مؤذن کی طرح سماعت قرآن مجید کا بھی کوئی منصب مقرر ہے یا نہیں یعنی آیا یہ بات شرعاً جائز ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سننے کے لیے کسی طرف سے ایسا سامع مقرر کیا جائے جس کی بلا اجازت و اذن دوسرا شخص امام کو فتح ذکر سکے کسی متمم مسجد کا ایک ایسی بات کو جو شرعاً مستحسن و ادنیٰ یا واجب ہو اپنے ذاتی رسوم اور تکلف اور اعلیٰ شخصیت کی وجہ سے حکم بند کر دینا یعنی در صورت خلاف درزی حکم کے خلاف کرنے والے کو مسجد سے نکال دینا یا آئینہ اُس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کی ہدایت کرنا یا اور تشدد کرنا شرعاً و اخلاقاً کیسا ہے خصوصاً اُس حالت میں کہ جس فعل کے ارتکاب سے دوسروں کو تشدد کے ساتھ روکا جاتا ہو خود مانع اُس کو نہیں تفسیر کے ساتھ متعدد بار کر چکا ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

۱۔ امام جب ایسی غلطی کرے کہ جو بفساد نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرنا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے ان میں سے جو بتا دے گا سب پر سے فرض اتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی وذلك لان الغلط لما كان مفسدا كان السكوت عن اصلاحه ابطالا للصلاة وهو حرام بقوله تعالى ولا تبطلوا اعمالكم اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی بتانا فرض ہوگا یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو وثوق حاصل ہو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتانے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ مقتد ضہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے وذلك لان الاصلاح ههنا فرض ومالا يتم الفرض الا به فهو فرض **اقول** ونظيره ان الشهادة فرض كفاية فان علم الشاهد انه اسرع قبولاً عند القاضي وجب عليه الاداء عهنا وان كان هناك من قبل شهادته كما في الخانية والفقه والوهبانية والبحر والدر وغيرها اور اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے اگر ایک بتا دے اور اس کے بتانے سے کارروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گنہگار رہیں گے فان قيل له مصلحه اخر وهو سجود السهو فلا يجب الفقه عينا قلت بلى فان ترك الواجب معصية وان لم ياتر بالسهو ودفع المعصية واجب ولا يجوز التقدير عليها بناء على جابر يجوزها كما لا يخفى اور اگر اس غلطی میں بفساد نماز ہے نہ ترک واجب جب بھی ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے ہوا الصحيح كما نفع عليه في الدر وغيره من الاسفار لغیر مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الموجب **اقول** مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کر کے خود متنبہ ہوا اور یاد نہیں آتا یا دکر کرنے کے لیے رکا اگر تین بار سبحن الله کہنے کی قدر رکے گا نماز میں کراہت خیرم آئے گی اور سجدہ سهو واجب ہوگا فی الدر المختار اذا شغله الشك فتفكر قد راداء ركن ولم يشغل حالة الشك بقراءة وجب عليه سجود السهو تو اس صورت میں جب اسے رکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر ناجائز تک نہ پہنچے۔ دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراراً ان سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں کوئی اوں اوں کہتا ہے کوئی کچھ اور اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہے وہ جب رکے پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے وذلك لانه اذن يكون حياءً من البطلان وهي فريضة غيران وقوعه مظنون للعادة لا مقطوع به فينزل فيما يظهر الى الوجوب عليه في نفس القاضي في شرح الجامع الصغير على انه الاصح وعمله هو وغيره بانه لو لم يفقه ربما يجزى على لسانه ما يكون مفسداً **اقول** ولا يرد عليه ما في الحلية انه كما يكره للامام الجاء القوم الى الفقه عليه بكرة للمقتدى ان يفقه عليه من ساعته قال في الذخيرة لانه ربما يتذكر الامام من ساعته فكون قراءته خلفه قراءة من غير حاجته اه فان هذا حيث لم يخش الفساد اما اذا خشي كما ذكرنا فحاجة وامى حاجه **اقول** اور ان دونوں صورتوں کے سوا جب تراویح میں

ختم قرآن عظیم ہو تو دیکھیں بھی مقتدیوں کو بتانا چاہیے جبکہ امام سے نہ نکلے یا وہ آگے رواں ہو جائے اگرچہ اُس غلطی سے نمازیں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم کتاب عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پورا نہ ہو گا یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اُس وقت نہ بتائے بعد سلام اطلاع کرنے امام دوسری تراویح میں اُس نے الفاظ کو میرے کا صحیح طور پر اعادہ کر لے مگر اولیٰ ابھی بتانا ہے کہ حتی الامکان نظم قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو خانیہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے اذا غلط فی القراءة فی التراويح فترک سورۃ او آیتہ وقرأ ما بعدھا فامسح بہ ان یقرء المذکورۃ ذکرہ المقرۃ لیکون علی الترتیب اور ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں ارشادات حدیث و فقہ سب مطلق ہیں ابن عساکر نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی قال امرنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نرد علی الامام ہم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام پر اُس کی غلطی رد کر دیں ابن منبج نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں ابو عبد الرحمن سے روایت کی قال قال علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ من السنۃ ان تفتح علی الامام اذا استطعمک فیل لابی عبد الرحمن ما استطعم الامام قال اذا سکت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا سنت ہے کہ جب امام تم سے نعمہ مانگے تو اُسے نعمہ دو ابو عبد الرحمن سے کہا گیا امام کا مانگنا کیا کہا جب وہ پڑھتے پڑھتے چپ رہے کتب مذہب میں عموماً میجوز فتحہ علی امامہ فرمایا جس میں ضمیر مطلق مقتدی کی طرف ہے کہ اُسے امام کو بتانے کی اجازت ہے مسئلہ کی دلیل جو علما نے فرمائی وہ بھی تمام مقتدی کو شامل ہے بجز الرائق وغیرہ میں ہے لانه تعلق بہ اصلاح صلاتہ لانه لو لم یفتح ربما یجری علی لسانہ ما یکون مفسد او لاطلاق ما روی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا استطعمکم الایام فاطعموہ واستطعموہ سکوتہ ولہذا لو فتح علی امامہ بعد ما انتقل الی آیتہ اخری لانفسد صلاتہ وهو قول عامۃ المشایخ لا لطلاق المرخص اھ مختصراً حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تیز درجہ کا بھی اُس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے قنیہ پھر بھر ہندیہ میں ہے وفتح المراءن کا البالغ قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اُس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیونکہ سب ہو سکتا ہے اور اُس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلوا دینا سخت حرام ہے اللہ عز وجل فرماتا ہے ولا تقنوا ان اللہ لا یحب المعتدین زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو اور فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یدل کو فہا اسمہ اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں نام خدا لینے سے روکے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلماً فقد اذی من اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق یا زیادتی اُس نے مجھے اذی اور جس نے مجھے اذی وہ بیشک اُس نے اللہ عز وجل کو اذی رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن اور دوسرے کو منع کرنا اور خود متکبر ہونا دوسرا الزام ہے اللہ عز وجل فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون ہ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ہ اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کو سخت دشمن ہے یہ کہ کہو اور نہ کرو۔ اس بیان سے جملہ الرائج سوال کا جواب منکشف ہو گیا بیشک محمود کو سب صورتوں میں عین نماز میں بتانے کا حق ماحصل ہے کہیں وجوہاً کہیں اختیار جس کی تفصیل ادھر گزری اور بحال وجوب عینی خاموشی میں گناہ ہو گا خصوصاً اُس حالت میں کہ عمر و غلط بتائے کہ اب تو بہت جلد فوراً فرما دیجئے کی طرف

مبادرت واجب ہے کہ بتانا تعلیم و کلام تھا اور بصورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتاتے میں نہ اصلاح نہ ضرورت۔ تو اصل پر رہنا چاہیے تو عمر و نے اگر قصد مغالطہ دیا جب تو یقیناً اُس کی نماز جاتی رہی اور اگر امام اس کے مغالطہ کو لے گا عام ازیں کہ امام غلط پڑھا ہو یا صحیح تو ایک شخص خارج از نماز کا اشتغال یا اُس سے قلم ہوگا اور یہ خود مقصد نماز ہے تو امام کی نماز جائے گی اور اُس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی لہذا اس فساد کا اسناد فوراً واجب ہے بحر الرائق میں ہے القیاس فسادا ہا بہ وانما ترک للحاجة فعند عد مجاہد بقی الامر علی اصل القیاس اھ مختصراً اور اگر سہو غلط بتایا تو بظاہر حکم کتاب و قضیہ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے اقول مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجید فی التراجع میں اس باب میں تفسیر فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر نہیں اور غالباً قاری اُسے لے لیتا یا اُس کے اشتغال کے لیے اُدھر سے پھر عود کرتا ہے تو اگر ہر بار بحال سہو فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کر لیں حج ہوگا والحدوح مدفوع بالنص بہر حال یہ حکم قابل غور و محتاج تہریر تام ہے تو اندیشہ فساد سے تحفظ کے لیے عمر و کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو صحیح بتانے کی طرف فوراً مبادرت چاہیے واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از میرٹھ لال کرتی بازار مرسلہ حاجی شیخ علاؤ الدین صاحب رئیس ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک امام مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی اُس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے امام اُس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے اب کوئی حافظ بھی امام کو اپنے خیال کے موافق لقمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے موافق اُس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کر دیتا ہے اور امام اس شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے غرض کہ امام کو کئی شخصوں کے لقمہ دینے سے اور زیادہ شکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہو کر معمول سے زیادہ غلطی کرنے لگتا ہے چنانچہ یہ بات بارہا تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے علاوہ بریں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی یاد جتانے کے واسطے ذرا ذرا شبہ بر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں اور بعض اوقات امام اور نئے بتانے والے میں غلط بتانے پر جھگڑا بھی ہوتا ہے اور قاری ملامت کرتا ہے کہ کیوں غلط بتایا جس کے باعث نماز میں بے لطفی پیدا ہوتی ہے ان امور پر لحاظ فرما کر علمائے کرام اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اور حفاظ بعد سلام اپنے شکوک کا اظہار فرمائیں اگر فی الواقع وہ غلطی نکلے گی اور اس کی وجہ سے نماز میں نقصان کچھ واقع ہوگا تو نماز دہرائی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ فقط کراہت کی وجہ سے نماز دہرائی جائے ایسی صورتوں میں اُن حفاظ کو باوجود اپنے شک کے کہ قاری غلط پڑھتا ہے سکوت کرنے میں کچھ گناہ تو لازم نہیں آتا خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب اُن کو ایسے شبہات کے موقع پر جس سے نماز میں قطعاً فساد پیدا ہوتا ہو بولنے کی اجازت بھی دیدی جائے کیونکہ اگر حافظ عالم بھی ہو تو ایسے فساد معنی پر اُس کو کما حقہ آگاہی ہو جائے گی اور ایسے مواقع میں شبہ نہیں بلکہ یقیناً اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع فساد نماز کا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہو جائے گا (۱) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے رد المحتار میں ہے لیکو ان یفتی من ساعته

ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسد معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان عالم کا حق ہے کہ بتائے کہ اُس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسد معنی نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اُس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو فان الامر بالمعروف والنہی یقسط بالاعمال کما فی الفتاویٰ العلمگیریہ وغیرہا بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ اُلجھ جاتے اور کچھ حروف اُس گھبراہٹ میں اُن سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ اُن کا ہونا باعث فساد نماز ہوگا (۲) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لبشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تقصروا اور بیشک آج کل بہت حفاظ کا یہ شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقت یہود کے اُس فعل میں داخل ہے لا تمعوا لہذا القرآن والغافیہ (۳) اپنا حفظ جتانے کے لیے ذرا ذرا شبہ پر رو کنا ریا ہے اور ریا حرام ہے خصوصاً نماز میں (۴) جبکہ غلطی مفسد نماز نہ ہو تو محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب بعد سلام تحقیق کر لیا جائے اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فہما اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیل ختم کے لیے حافظ اُسے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کر لے گا حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقت کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسد نماز مگر ضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو بیچ میں شک واقع ہوا اور محرم موجود ہے لہذا حرام ہوا جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اُس کی ادیب کی نماز فاسد ہوگی تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہو سکتا (۵) غلطی کا مفسد معنی ہونا سببائے فساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے ہندوستان میں جو علما گئے جاتے ہیں اُن میں چند ہی شاید ایسے ہو سکیں کہ نماز پڑھتے ہیں اُس پر مطلع ہو جائیں ہزار جگہ ہوگا کہ راسخ گمان کہیں گے اور حقیقت فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاویٰ کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز اور جو ریا و تشویش چاہیں اُن کو روکا جائے نہ مانیں تو اُن کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موزی ہیں اور موزی کا دفع واجب درمختار میں ہے وینفع منہ کل موز ولو بلسانہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جلال پور ڈاکخانہ خدائے صنع شاہجہاں پور مرسلہ سید مشتاق علی صاحب ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

ذات فیض سہ ماہ قبلہ از باب علم و کعبہ اصحابِ حلم کی ہمیشہ فدویوں کے سروں پر سایہ انداز رہے بعد سلام نیاز و شوق قدسِ ہوس کے عرض پر واز ہوں کہ ایک مسئلہ میں ضرورت جناب کے حکم کی بوجہ شرعی و حدیث نبوی کے ہے کہ اُس میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے۔ ذیل کے سوال کا جواب بواپسی ڈاک ہم لوگوں کو مکروہیت اور گناہ سے بچائیے وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے نماز جمعہ پڑھاتے وقت مقتدی لقمہ درمیان قرات کے لیا اور پھر سجدہ سہو کیا تو اُس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں و جب شک کے پیدا ہونے کی یہ ہوئی ہے کہ ایک دوسرے صاحب بمقام کفنیوں میں نماز جمعہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے جو کسی اسلامیہ اسکول کے غالباً منہتی طالب علم تھے اتفاق سے قرات میں بھول گئے لہذا میں نے فوراً لقمہ دیا مائتاً انھوں نے نماز سلام کے ساتھ ترک کر کے دوبارہ نماز پڑھائی اور یہ کہا کہ فرضوں میں لقمہ دینا ناجائز ہے فرضوں میں لقمہ دینے سے سجدہ سہو کیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی ہے میری غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اُن صاحب سے بالتشریح نہ دریافت کیا کہ اس کا

کیا ثبوت علاوہ اس کے اُن صاحب نے یہ بھی کہا کہ بجز تراویح کے دوسرے نماز فرض یا واجب کسی میں لقمہ دینا بھی جائز نہیں لہذا اسکی بابت بوالہسی جواب جلد سرفراز فرمائیے۔

الجواب

امام جب نماز یا قرائت میں غلطی کرے تو اُسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل اور اُس میں سجدہ ہو کی بھی کچھ حاجت نہیں ہاں اگر بھولا اور تین بار سبحن اللہ کہنے کی دیر تک چپکا کھڑا رہا تو سجدہ سو آئے گا جس نے لقمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اُس نے محض جهالت برقی اور مبتلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بنگور ڈاکخانہ گجادر گنج لین مین اشیشن بکسر مسئلہ حاجی عبد اللہ خاں ۲۳ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز امام پڑھاتا ہو اور درمیان میں رک گیا لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور اگر لقمہ دیا گیا تو سجدہ سو جائز ہے یا نہیں۔ بقیہ تو جروا۔

الجواب

امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز بلکہ اگر اُس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے نہ دے گا اور اُس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز جاتی رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدہ سو نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب مکروہات الصلوٰۃ

مسئلہ۔ از مکتبہ فوجداری بالاخانہ دوکان ۳۶۷ مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا دو دستوں گے بیچ میں اور مقتدیوں سے تین گروہ اونچی جگہ پکڑا ہوا کیسا ہے بقیہ تو جروا

الجواب

امام کا دو دستوں گے بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے رد المحتار میں ہے فی معراج الدراية من باب الامامة الاصح ما روى عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال اکروہ للامام ان يقوم بین الساریتین او زاویۃ او ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامۃ اسی طرح امام کا تمام مقتدیوں سے بلند جگہ میں ہونا بھی مکروہ سنن ابی داؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا امر الرجل القوم فلا يقوم فی مکان ارفع من مقامہما ونحو ذلک یعنی جب کوئی شخص نمازیوں کی امامت کرے تو اُن کے مقام سے اونچی جگہ میں نہ کھڑا ہو ابو داؤد و ابن جبان و حاکم حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی و هذا الفی الحاکم فی مستدرک ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان يقوم الامام فوق و یبقی الناس خلفہ یعنی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ امام اونچا کھڑا ہو اور مقتدی پیچھے رہیں پھر ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے

ظاہر الروایہ میں اس کراہت بلندی دہشتی کو کسی مقدار معین مثلاً ایک ذراع شرعی وغیرہ پر موقوف نہ مانا بلکہ جس قدر سے امام و قوم کا مقام میں امتیاز واقع ہو مطلقاً باعث کراہت جانا اور اسی کو امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کا شانی قدس سرہ الربانی نے بدائع میں صحیح اور امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام صاحب فتح القدیر وغیرہ محققین نے ادب و ارجح فرمایا اور یہی اطلاق احادیث کا مفاد تو اسی پر فتویٰ اور اسی پر اعتماد و اہتمام و نقایہ و جامع الروز و غیرہ میں حکم کراہت کو مطلق رکھا درمختار میں کراہت افراد الامام علی الدکان للہمی و قدر الارتفاع بذراع ولا باس بما دونہ و قیل ما یقع بہ الامتیاز وهو الاوجه ذکوة الکمال وغیرہ رواحتار میں قولہ و قیل الخ ہو ظاہر الروایۃ کما فی البدائع قال فی البحر والحاصل ان التصحیح قد اختلف والاولی العمل بظاہر الروایۃ واطلاق الحدیث اھو کذا رجح فی الحلیۃ امام ملک العلماء ابو بکر بدائع میں فرماتے ہیں الصحیح جواب ظاہر الروایۃ لما روی ان حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما قام بالمداثن یصلی بالناس علی دکان فحذ بہ سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم قال ما الذی اصابک اطل العہد ام نسیت اما سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لا یقوم الامام علی مکان انشز مما علیہ اصحابہ و فی روایۃ اما علمت ان اصحابک ینکھون ذلک فقال تذکرت حین جذ بتنی منیر میں ہے لیکرہ ان ینفرد فی مکان اعلیٰ من مکان القوم اذالم یکن بعض القوم معہ نقایہ کے مکروہات الصلاۃ میں ہے وتخصیص الامام بمکان شرح علامہ شمس الدین محمد میں ہے (تخصیص الامام) ای افرادہ (بمکان) اما بان یکون مقامہ اعلیٰ و اسفل من مکان القوم الخ و یافی تمامہ ہمارے مذہب کے قواعد مقررہ سے ہے کہ عند اختلاف الفتاویٰ ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے بحر الرائق میں ہے اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا اور علما فرماتے ہیں جب روایت و داریت متطابق ہوں تو عدول کی گنجائش نہیں علامہ حلبی نے غنیہ میں فرمایا لا یعدل عن الدراۃ ما دافقہا روایۃ یہاں جبکہ یہی ظاہر الروایۃ اور اسی کے مطابق دلیل و روایت و لا جرم قول یہی ہے کہ ادنیٰ ما بہ الامتیاز بلندی بھی مکروہ ہے ہاں ایسا قلیل تفاوت جس سے امتیاز ظاہر نہ ہو معفو ہے فان فی اعتبارہ حرجا والحرج مدفوع بالنص یہ ہیں اگر پہلی صف امام کے ساتھ ہو باقی صفیں نیچی تو بھی مذہب اصح میں کچھ حرج نہیں کما قد مناعن اطنیۃ وغیرہ وقال فی الدر المختار لم یکرہ لو کان معہ بعض القوم فی الاصحاب اقول ورجما یشیر الیہ ما فی حدیث الحاکم و یبقی الناس خلفہ فافہم اور شک نہیں کہ تین گروہ بلندی قطعاً ممتاز و باعث امتیاز ہے کہ ہر شخص بنگاہ اولیں فوراً تفاوت میں جان لے گا تو مذہب ہمت پر اس کی کراہت میں شبہ نہیں بلکہ علی تصریح فرماتے ہیں کہ امام کے لیے تخصیص مکان کی کراہت میں یہ صورت بھی داخل کہ مثلاً وہ مکان مسقف میں ہو اور مقتدی صحن میں شرح نقایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے و اما بان یکون فی صفۃ و ہم فی وسط الدار مثلاً کما فی الجواہر و اما بان یقوموا فی المسجد والا امام فی طاق یقتضی المحاب یہاں تک کہ امام کے مقتدیوں سے تقدم کو فرماتے ہیں یہ بھی تخصیص مکانی ہے اگر شریعت مطہرہ میں اس کا حکم نہ آتا مکروہ ہوتا علامہ برجدی نے شرح نقایہ میں فرمایا یدخل فی تخصیص الامام بمکان قیامہ فی الطاق ای المحاب ببحث یکون قد ماہ فیہ والتقدم علی القوم وان کان تخصیصا لہ بمکان لکنہ مستثنیٰ شرعاً جب اسے فرق کو بھی تخصیص مکانی ٹھہراتے ہیں علامہ بکھان واحد اور زمین ہمارے جس میں فی نفسہ اصلاً کوئی فرق و امتیاز نہیں تو مثلاً کرسی مکان یا چوہرہ کی بلندی اگرچہ دو تین ہی گروہ ہو بدرجہ اولیٰ

تخصیص مکانی باعث کراہت ہوگی کہ یہاں نفس مکان میں تفرق و تفاوت موجود اور دالان و صحن کے فرق میں تو سرے سے درجہ ہی بدل گیا تو یہ سب صورتیں ارشاد امام علام صدر الشریعہ قدس سرہ و تخصیص الامام بمکان میں داخل ہیں جزاۃ اللہ خیر اجزاء کیا دو لفظوں میں تمام صور کا احاطہ فرمایا اور بہت نزاعوں کا تصفیہ کر دیا فاللہ رب العالمین پس ثابت ہوا کہ جہاں دالان مسجد کی کرسی صحن مسجد سے بلندی ممتاز رکھتی ہو جیسا کہ اکثر مساجد میں ہے وہاں امام کا دوستوں کے درمیان کھڑا ہونا جیسا کہ عوام ہند میں مشاہد ہے نہ صرف ایک کراہت بلکہ تین کراہتوں کا جامع ہوگا **اولا** یہی بین الساریتین قیام امام **ثانیاً** مقتدیوں پر بلندی ممتاز **ثالثاً** اس کا زیر سقف اور مقتدیوں کا صحن پر ہونا **ہکذا** ایذنبی التحقین واللہ تعالیٰ ولی التوفیق وھو سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ ۱۵۸۵۸۵۸۵

مسئلہ - از شہر کتبہ بریلی مسئلہ محمد ظہیر محمد صاحب ۱۲۱۲ شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) بعض شخص نماز میں رکوع کے بعد سجدہ کو جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں پانچوں کو گھٹنوں سے اوپر کو چڑھالیا کرتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے (۲) ہاتھوں کی کٹنی کھول کر آستین اوپر کو چڑھا کر نماز پڑھنے میں کس قدر نقصان ہے کس درجہ کی وہ نماز ہوگی زید کا خیال ہے وہ نماز مکروہ ہوئی مگر عمر و کا خیال ہے کہ مکروہ نہیں ہوئی اور عمر و کا سوال ہے کہ اگر مکروہ ہوئی تو صحت کے ساتھ بتلا دیا جائے۔

الجواب

(۱) مکروہ ہے (۲) نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اگر نہ پھیرے گا نہ ہٹکارے گا۔ درمختار علیہ وغیرہ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئلہ احسان علی مظفر پوری طالب علم بتاریخ ۱۳۱۳ شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسائل میں کہ (۱) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہیے یا نہیں (۲) امام قرائت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے سے دراز کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کر رہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کر دے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اٹھالینا افضل ہے جبکہ بار بار نہ گرسے اور اگر تذلل و انکسار کی نیت سے سر برہنہ رہنا چاہے تو نہ اٹھانا افضل درمختار میں ہے سقطت قلنسوتہ فاعادتها افضل الا اذا احتاجت لتکریر او عمل کثیر رد المحتار میں ہے الظاہ ان فضلیتہ اعادتها حیث لم یقصد بتکھا تذلل (۲) اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لیے منظور تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یحشی علیہ امر عظیم یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لیے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت (اور یہ اس صورت میں واضح ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے اٹکی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہے کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑ جائے گا تو

بڑھا دینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کرتا رہے اس کے لیے قدرِ خون پر نہ بٹھائے بلکہ اگر بٹھائے مروج نقل حاضرین نماز ہوگا تو سخت ممنوع و ناجائز المسألة دوارۃ فی الکتب و بسطھا الشامی من صفة الصلوة و ما قلته عطر المحقق۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے منع کرنے پر کہ آستین چڑھے ہوئے سے نماز نہ پڑھا کر د آستین اتار لیا کرو جواب دیا کہ کس کا قول ہے کس حدیث میں ہے اور اس کا راوی کون ہے۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صحیحین کی حدیث ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں اور جاہل کو ایسے سوالات نازیبا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی محلہ ذخیرہ مسئلہ مسعود حسین ۲۹ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر دھوپ کپڑا بدل کر لائے تو اس کو پہن کر عورتوں کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور چوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

بدلا ہوا کپڑا پہننا مرد و عورت سب کو حرام ہے اور اس سے نماز مکروہ تحریمی جوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لیے ضرور ہے حدیث میں صاف نھی الرجل ہے عورت کے بال عورت ہیں پریشان ہوں گے تو انکشاف کا خوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اُسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شمر گندھی چوٹی میں ہے جب اس میں حرج نہیں جوڑے میں کیا حرج ہے مرد کے لیے منافعت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گرے اور اس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی المرقاة وغیرہا اور عورت ہرگز اس کے مامور نہیں لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا ہو مختص بالرجال دون النساء۔ وهو تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع مانیوالہ ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور پرگنہ انفل گرٹھ مرسلہ کفایت علی ولد حمایت علی ۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

حضور کی مسجد میں ایک مرتبہ نمازِ عشا کی پڑھ رہا تھا سر پر چادر اوڑھے ہوئے تھا وہ چادر بدن پر قائم رہی مگر سر پر اتار کر کندھے پر گر گئی تھی میں نے یہ سنا نہ ہی نہیں تھا آپ کے خلیفہ مولوی امجد علی صاحب نے یہ فرمایا اگر چادر رکوع میں یا کھڑے ہونے سے گر جائے تو ہاتھ سے اشارہ کر کے سر پر رکھ لینی چاہیے اگر نہیں رکھے گا تو نماز مکروہ ہوگی اور بھیتر چادر اوڑھنے کے ٹوپی کے ڈوپٹہ بندھا ہوا تھا جیسا کہ انھوں نے بتایا تھا ویسا خاکسار عمل میں لایا تھا مگر غریب خانہ آنکر جو نمازوں کو دیکھا تو وہ چادر یا رضائی سر کے اوپر سے نہیں اوڑھے بلکہ کاندھے پر اوڑھے ہیں میں نے ان سے کہا کہ چادر نماز پڑھتے ہیں سر پر سے اوڑھنی چاہیے اگر سر پر گر جائے تو ہاتھ سے سر پر رکھ لینی چاہیے ان نے کہا نماز پڑھتے ہیں چادر سر پر رکھے گا نماز نہیں ہوگی اب اس مسئلہ کا خواستگار ہوں تحریر کیجیے۔ بلینڈا تو جردا

الجواب

ابونعیم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا ینظر اللہ الی قوم لا یجعلون عما تمہم تحت ردائهم یعنی فی الصلوۃ اللہ تعالیٰ اُس قوم کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے علمائے اپنی چادروں کے نیچے نہیں کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سردلی کلاں ڈاکخانہ کچھا ضلع بنی تال مسئلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہو سکتی ہے یا نہیں اور بغیر ٹوپی کے رومال باندھا جائے تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بدینا تو جروا

الجواب

رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے بیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہو گیا اور چھوٹا رومال جس سے صرف دو ایک بیچ آسکیں لپیٹنا مکروہ ہے اور بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی نہ چاہیے نہ کہ رومال حدیث میں ہے فرفق ما بیننا وبين المشرکین العمامۃ علی القلائس ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامہ ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر مبارک ضلع شرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو جاگتے میں کچھ غفلت ہوئی یا نماز پڑھتے میں کچھ شیطانی خیال آگیا اور آنکھوں کے سامنے عورت کی فرج کو دکھا اور اپنا ذکر سامنے کیا لیکن دخول نہیں کیا ایک منٹ کے بعد اُس خیال کو دور کیا اور نماز تمام کی اب اُس نے نہ دخول کیا اور نہ ذکر کھڑا ہوا تھا اور نہ منی یا ہڈی نکلی ہے ایک سذر اس پر خیال اُس کو تھا لیکن پیشاب اُس کو لگا ہے غسل کرنا ہو گا یا نہیں اور اُس کی ناک کیسی ہوئی اُس کا خیال ہے کہ مجھ پر غسل نہیں اور نماز میں پڑھتا ہے قرآن مجید پڑھتا ہے اب نماز میں پڑھنا یا قرآن مجید اور دُعا پڑھنا درود پڑھنا سب کیسا ہے۔ بدینا تو جروا

الجواب

جب نہ اُس نے دخول کیا نہ منی نکلی تو غسل واجب نہ ہوا۔ قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے اور سوائے قرآن مجید اور اذکار غسل حکم طہرہ و تسبیح و تہلیل و درود شریف وغیرہ تو حالت جنابت میں بھی پڑھ سکتا ہے اور جبکہ صورت مذکورہ میں مذبی بھی نہ نکلی تو نماز بھی ہوگی بشرطیکہ اس کا پرہیز عضو عورت کی پرہیزہ شرکاء سے ملانہ ہو ورنہ وضو جاتا ہا اور نماز نہ ہوئی باقی نماز میں ایسا خیال بہت بد ہے اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا نماز سخت مکروہ ہوگی اور اگر پرہیز ایسی ہو جس سے دوسرے کی نظر سے حجاب نہ ہو تو اسی قدر سے نماز جاتی رہے گی جبکہ چارمھنوں کی قدر پر نہ کرے مگر چہ وضو نہ جائے گا جبکہ پرہیزہ شرکاء زن سے ملنا نہ ہو یہ سب اُسی صورت میں ہے کہ وہاں واقعی کوئی عورت موجود ہو ورنہ مجرد خیال سے نہ وضو جائے گا جب تک مذبی نہ نکلے نہ غسل واجب ہو گا جب تک منی نہ نکلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از حبشہ پور ڈاکخانہ خاص ضلع سنگھ بھوم آفس کارکیسے مسئلہ حمید اللہ ۹ رتوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پتلون پہن کر نماز درست ہے یا نہیں جبکہ اس میں نشست و برخاست پوری طور سے ہوتا ہے۔
بینوا توجروا -

الجواب

پتلون پہننا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے سے نماز بھی مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ - گلوبند یا بگڑی یا رومال سے پیشانی چھپی ہے تو سجدہ درست ہوگا یا نہیں۔

الجواب

سجدہ درست ہے اور نماز مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مرزا اصغر علی خاں بانس منڈی بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر جماعت میں امام مسجد کے درمیں اور مقتدی باہر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اس میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

امام کا درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے کما فی رد المحتار من معراج الدارایہ عن سیدنا الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ - جو ایسے پن کر پاؤں میں نماز پڑھنا درست ہے۔ نہیں زید کہتا ہے کہ جبکہ ان کے پننے سے ٹخنے بند ہو گئے تو نماز مکروہ ہوگی۔
بینوا توجروا -

الجواب

زید کا قول غلط ہے موزی پہن کر نماز پڑھنا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سرکار پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری درگاہ اقدس مسئلہ امام علی شاہ صاحب، ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

حق حق حق۔ جناب مولانا السلام علیکم مکلف ہوں کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ کے آستانہ پاک میں اسی بزرگ صاحب مزار کے روضہ منورہ کے دروازے کو بند کر کے روضہ کے آگے ہی اگر نماز پڑھ لی جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ اخبار دبیر سکندر ری میں لکھ دیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھ لیں زیادہ نیاز المکلف فقیر محمد امام علی شاہ اولاد بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ از درگاہ حضرت جناب بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ گنج شکر قطب عالم اغیاث ہند پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری

الجواب

جناب شاہ صاحب علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ صورت مذکورہ میں نماز جائز اور بلا کر اہم جائز اور قرب مزار محبوباں کرو گار کے باعث زیادہ ثمر برکات و انوار و مورد رحمت جلیبہ عفا رخصلا صرہ و خیرہ و محیط و ہندیہ وغیرہ میں ہے واللہ اعلم۔ قال محمد اکوہ ان تكون قبلة المسجد الى المخرج والحمام والقبر (الى قوله اعني المحيط) هذا كله اذ الم يكن بين المصلى وبين هذه المواضع

حائط اوسترة اما اذا كان لا يكره وبصير الحائط فاصلا سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علی من طیبہا وآلہ وسلم میں روضہ اقدس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نمازیوں کی صفیں کی صفیں ہوتی ہیں جن کا سجدہ خاص روضہ انور کی طرف ہوتا ہے مگر نیت استقبال قبلہ کی ہے نہ استقبال روضہ اطہر کی لہذا ہمیشہ علیائے کرام نے اسے جائز رکھا ہاں بلا مجبوری مزار اقدس کو پیچھے کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہومسک متوسط اور اس کی شرح مسلک منقطع ملا علی قاری میں ہے (لا یستند برالقبر المقدس) ای فی صلاۃ ولا غیرھا الا بضرورۃ ملجوع الیہ نیز شرح نہ کو میں ہے لا تکرہ الصلوۃ خلف الحجرة المشرفة الا اذا قصد التوجه الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام اجل قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح پھر علامہ علی قاری مرقاۃ المفاتیح نیز علامہ محدث طاہر فتنی مجمع بحار الانوار نیز امام قاضی ناصر الدین بیضاوی پھر امام جلیل علامہ محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر امام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ شریف پھر شیخ محقق محدث دہلوی لمعات التتبع میں فرماتے ہیں وهذا لفظ اکادین من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلے فی مقبرہ وقصد الاستظهار بروحہ او وصول اثر من آثار عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوه فلا حرج علیہ الا تری ان موقدا اسمعیل علیہ الصلاۃ والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذلك المسجد افضل مکان یقوی المسجد لصلاۃ یعنی جس نے کسی نیک بندے کے قرب میں مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی روح سے استمداد و استعانت کا قصد کیا یا یہ کہ اس کی عبادت کا کوئی اثر اسے پہنچے نہ اس لیے کہ نماز سے اس کی تعظیم کرے یا نماز میں اس کی طرف منہ ہونا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیا دیکھتے نہیں کہ یذا اسمعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا مزار شریف خاص مسجد الحرام میں حطیم کے پاس ہے پھر یہ مسجد سب سے افضل وہ جگہ ہے کہ نمازی نماز کے لیے جس کا قصد کرے، اخیرین کے لفظ یہ ہیں خروج بذلک اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلوۃ عند قبرہ لا لتعظیمہ والتوجہ نحوه بل لوصول مدد منہ حتی تکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ لتلك الروح الطاهرة فلا حرج فی ذلک لما ورد ان قبر اسمعیل علیہ الصلاۃ والسلام فی الحجر تحت المیزاب وان فی الحطیم و بین الحجر الاسود وزمزم قبر سبعین نبیا ولم یکن احد عن الصلاۃ فیہ یعنی کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد بنانا اور ان کی قبر کے حیم کے پاس نماز پڑھنا ان دونوں سے بلکہ اس لیے کہ ان کی مدد مجھے پہنچے ان کے قرب کی برکت سے میری عبادت کا مل ہو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ وارد ہوا ہے کہ اسمعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا مزار پاک حطیم میں میزب الرحمة کے نیچے ہے اور حطیم میں اورنگ اسود و زمزم کے درمیان شرف پیروں کی قبریں ہیں علیہم الصلاۃ والسلام اور وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہ فرمایا شیخ محقق فرماتے ہیں کلام الشارحین متطابق فی ذلک تمام اصحاب شرح اس بارے میں یکہ بان ہیں الحمد للہ کرام کے اس اجماع و اتفاق نے جان دہا بیت پر کیسی قیامت توڑی کہ خاص نماز میں مزارات اولیائے کرام سے استمداد و استعانت کی ٹھہری اب تو عجب نہیں کہ حضرات وہابیہ تمام المذہب کو گور پرست کا لقب بخشیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر روضہ مبارک کا دروازہ مقدسہ بند کرنے کی بھی ضرورت اس حالت میں ہے کہ قبر انور نمازی کے خاص سامنے ہوا اور بیچ میں چھڑی وغیرہ کوئی سترہ نہ ہو اور قرب اتنی قریب ہو کہ جب یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے تو حالت قیام میں قبر پر نظر پڑے اگلا مزار مبارک ایک کنارے کو ہے یا بیچ میں کوئی سترہ ہے اگرچہ آدھ گز اونچی کوئی لکڑی ہی کھڑی کر لی ہو یا مزار مطہر نماز کی جگہ سے اتنی دور ہے کہ نمازی نیچی نظر کیے اپنے سجدہ کی جگہ نظر جمائے تو

مزار شریف تک نگاہ نہ پہنچے تو ان صورتوں میں دروازہ بند کرنے کی بھی حاجت نہیں یہیں نماز بلا کراہت جائز ہے تا تا خانہ پھر فتاویٰ علی گیریہ میں ہے ان کان بلینہ و بین القبر مقدار ما لوکان فی الصلوۃ ویمر انسان لا یکرہ قہننا ایضاً لا یکرہ جامع مغفرت شرح قدوری پھر جامع الرموز شرح نقایہ پھر طحاوی علی مرقی الفلاح ورد المحتار علامہ شامی میں ہے لا تکرہ الصلوۃ الی جهة القبر الا اذا کان بین یدینہ بحیث لوصلہ صلاۃ الخاشعین وقع بصیۃ علیہ یہ قلب و ہایت پر کبیر شاق ہوگا کہ مزار مبارک بلا حائل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلہ سے عین نماز میں نمازی کے سامنے ہے اور نماز بلا کراہت جائز کیا یہ فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے والعیاذ باللہ رب العالمین یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وہ دونیت فاسدہ نہ ہوں یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ یا بجائے کعبہ نماز میں استقبال قبر کا قصد۔ ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ نیت عبادت قبر ہو تو صریح شرک و کفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظر یہ ہے کہ کوئی ناخذ ترس کعبہ معظمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیم کعبہ کے لیے پڑھتا ہے ایسی نماز بیشک حرام اور نیت عبادت کعبہ ہو تو سلب اسلام مگر اس میں کعبہ معظمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا فتور ہے یہیں جو مزارات کے حضور ہے اور مزار کریم مستور ہے یا نظر خاشعین سے دُور ہے تو فاسد نیت سے مازور ہے اور تبرک و استوداد کی نیت سے ماجر ہے کہ نماز دنیا کا اجتماع نور علی نور ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتموا حکم۔

مسئلہ - از موضع سر نیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲۲ رجب ۱۳۳۱ھ

(۱) وضو، نماز، غسل، جماعت، لباس، نماز جنازہ، کفن، دفن، نکاح وغیرہ میں کتنے کتنے اور کون کون سے فرض، مستحب، واجب ہیں جس کے ترک سے نماز فاسد، یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا کہ بطور دہرانے کے یا سجدہ سو کے قابل ہو جاتی ہے یا کیا چیز ترک ہو جس سے امام نے دوبارہ جماعت شروع کی اب اور نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے ہیں اور کس ترک کے سبب سے اب نئے آدمی بھی شامل ہو سکتے ہیں اسی طرح غسل، جماعت، لباس، کفن، دفن، نکاح سب کا حال علیحدہ علیحدہ ترتیب وار تحریر فرمایا جائے (۲) زید متبا کو کھانے پینے کی اکثر باندھ کر نماز پڑھتا ہے نماز ہوگی؟ (۳) زید اکثر رزائی، مکمل چادر کی گھوکی ڈال کر نماز پڑھتا ہے ہوگی یا نہیں۔

بلیوا تو جبروا۔

الجواب

(۱) اس سوال کا جواب اگر مفصل لکھا جائے تو کم از کم دو ہزار ورق ہوں گے سائل کو چاہیے علم سیکھے یہ باتیں آجائیں گی۔ فرض کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے اور واجب کے ترک سے مکروہ تحریمی اور سنت مکوہ کا ترک بہت بُرا ہے اور غیر مکوہ کے ترک سے مکروہ تنزیہی اور مستحب کے ترک سے غیر اولیٰ فرض کے ترک میں پھر پڑھنا فرض ہے کہ پہلی نماز اصلاً نہ ہوئی اور اسی صورت میں نئے آدمی شامل ہو سکتے ہیں اور واجب بھول کر چھوٹا تو سجدہ سو کا حکم ہے اور قصداً چھوٹا یا بھول کر چھوٹا تھا مگر سجدہ سو نہ کیا تو عاودہ واجب ہے اور سنت کے ترک میں سنت اور مستحب کے ترک میں مستحب اور ان سب صورتوں میں نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے۔ (۲) ہاں نماز ہو جائے گی مگر بدبو آئے تو کراہت ہے (۳) نماز مکروہ ہوگی جب تک ایک پلہ اُس کا دوسرے کندھے پر نہ ڈالا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازنگلتہ دھرم تلائے مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو ریشمیں کپڑا پہن کر نماز کیسی ہے اور جب امام باوصف معلوم ہو جانے حرمت کے
لباس ریشمیں پہن کر امامت کیا کرے تو ساری جماعت کے نماز میں کراہت تحریمی کا وبال امام پر ہوگا یا نہیں۔

الجواب

فی الواقع ریشمیں کپڑا پہن کر نماز مرد کے لیے مکروہ تحریمی ہے کہ اُسے اتار کر پھر پڑھنا واجب کہ ماہورہ معلوم من الفقہ فی غیر ما موضع
شرح مقدمہ غزوہ پھر فتاویٰ انقرویہ میں ہے تکرار الصلوٰۃ فی ثوب الحویر وعلیہ ایضا لانہ محرم علیہ لبسہ فی غیر الصلوٰۃ ففیہا
اولیٰ فان صلی فیہا صحت صلاتہ لان النہی لایختص بالصلوٰۃ انتھی قول وقولہ وعلیہ ایضا مبہن علی قولہما من
حرمۃ افتراش الحویر والا فہو جائز عند الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان المحرم لبسہ لاسائر وجوہ الانتقاع کما
فی رد المحتار وغیرہ نعم تکرار الصلوٰۃ علیہ وان جازا افتراشہ لان الصلوٰۃ لیست موضع التوقیر وھذہ التکواھت تنزیہیۃ
جبکہ اشد حر وجہل نے مرد کو ریشمیں کپڑا گھر میں پہننا حرام کیا تو خود اس کے دربار میں اُسے پہن کر حاضر ہونا کس درجہ گستاخی و بے ادبی ہوگا جو
بات گھر بیچ کر تنہائی میں کرتا تو قانون سلطانی میں جرم ہو وہ خود بادشاہ سلطانی میں اُس کے حضور گھڑے ہو کر کرنا کیسی صریح بیباکی اور بادشاہ کا
موجب ناراضی ہوگا والعیاذ باللہ تعالیٰ اور پڑ ظاہر کہ نماز امام کی یہ کراہت نماز مقتدیان کی طرف بھی سرایت کرے گی تو ان سب کی نماز میں خراب و
ناقص ہونے کا یہی شخص باعث ہوا اور معاذ اللہ ارشاد حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی کا مصداق ٹھہرا ہے اے اب تنہا ز خود راداشت بدو
بکہ آتش در ہنہ آفاق زدو بعینہ ہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے جیسے ریشمیں کمر بند یا مغز ٹوپی یا دیکڑا جس پر ریشم یا
چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بونا چار انگل سے زیادہ عرض کا مویا ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھلے یا کان
میں بالی یا بند یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی ٹمگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں
اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں اور ان سے نماز مکروہ تحریمی اور تانبے پیتل لوہے کے زیور تو
عورتوں کو بھی حرام ہیں انھیں پہن کر ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ان مسائل کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے اشد غزوہ وجہل مسلمانوں کو ہدایت
فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بایوں پچھری منصفی مرسلہ شیخ حامد حسین وکیل ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا اہل ان پٹروں سے نماز ہوتی ہے یا نہیں اور ہوتی ہے تو
کیا ہت تحریمی یا تنزیہی یا بلا کسی فساد کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام اشد حرام اور انھیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بکلام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے
پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار سیدی علامہ اسمعیل نابلسی شرح درر وغرہ پھر علامہ عارف باللہ عبد الغنی

نامیسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں ما فعلہ بعض ارباب الحرف بدمشق لما زینت المبلدۃ بسبب اخذ بلد من الافرنج من لبسہم زی الافرنج فی رؤسہم وسائر بدنہم وجعلہم اساری فی القیود وعرض ذلک فی البلدۃ علی زعمانہ حسن وهو العیاذ باللہ کذا علی الصحیح وخطا عظیم علی القول المرجوح اعاذنا اللہ من الجہل المورود موارد السوء علیگیری میں تاتارخانیہ سے ہے تکررہ الصلاۃ مع البرنس - واللہ سبحنہ وتعالی اعلم -

مسئلہ - از ملک ابربرہما چھاؤنی مسکنہ مرسلہ حاجی ہادی یار خاں ۶ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے اُس کے کپڑا بہت ہے لیکن آستینیں چڑھا کر کُنی سے اوپر نماز پڑھتا ہے کچھ کراہت نماز میں آتی ہے یا نہیں اس کا جواب مع حدیث شریف تحریر فرمائیے -

الجواب

مکروہ ہے نماز پھیرنے کا حکم ہے درمختار میں ہے کرہ سدل ثوبہ وکرہ کفہ ای دفعہ ولولہ ثواب کشمیر کما وذل رد المحتار میں ہے حور الخیر الرملی ما یفید ان الکراہۃ فیہ تحرمیۃ حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء وان کاکت شعرا ولا ثوباً رواہ الستۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حسین ۲ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کُنی تک چڑھی ہوئی نماز پڑھنی مکروہ ہے یا نہیں - بینوا تو جروا

الجواب

ضرور مکروہ ہے اور سخت و شدید مکروہ ہے صحاح ستہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء وان کاکت شعرا ولا ثوباً صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان کاکت الشعر والثیاب تام متون مذہب میں ہے کرہ کف ثوبہ فتح القدیر ودر المنثور میں ہے یدخل ایضا فی کف الثوب تشمیر مکیہ درمختار میں ہے کرہ کف ای دفعہ ولولہ ثواب کشمیر کما وذل رد المحتار میں ہے حور الخیر الرملی ما یفید ان الکراہۃ فیہ تحرمیۃ غنیہ میں ہے یکرہ ان یکف ثوبہ وھو فی الصلاۃ بعمل قلیل بان یرفع من بین یدیه او من خلفہ عند السجود او یدخل فیہا وھو مکفوف کما اذا دخل وھو مشموا لکم والذیل علامتین محققین جلیلین شارحین منیہ تحقیق فرماتے ہیں کہ اکثر کلامیہ برسے آستین چڑھی ہونا ہی کرہ است کہ کافی ہے اگرچہ کُنی تک نہ غنیہ میں ہے (و) یکرہ ایضا (ان یرفع کفہ) ای شمرہ (الی المرفقین) وھذا قید اتفاقی فاہ لو شمرہ الی ما دون المرفق یکرہ ایضاً لانہ کف للثوب وھو منہی عنہ فی الصلاۃ لہما وھذا اذا شمرہ خارج الصلوۃ وشرع فی الصلوۃ وھو کذلک اما الوشمۃ فی الصلاۃ تفہید لا نہ عمل کثیر علیہ میں ہے ینبغي ان یکرہ تشمیرھما الی ما فوق نصف الساعد لصِدق

لہ ذکرہ فی النوع الثامن من المبحث الاول من القسم الثاني من المصنف الثاني في احوال اللسان وهو نوع السخريه ۱۲ منہ

لہ ہکذا هو بالعين فی نسختی الحدیقة ۱۲ منہ

کفت الثوب علی هذا تالازم ہے کہ آستینیں اتار کر نماز میں داخل ہو اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے تو اعادہ کی جائے
کما هو حکم کل صلاۃ اریث مع الکراہۃ کما فی الدرود وغیرہ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ غزہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی المذہب ہے اور اُس نے کسی وجہ سے نماز دست کشا پڑھی تو وہ اُس کی نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا اُس کا اعادہ کرنا چاہیے یا کیا۔

الجواب

نماز ہو جائے گی مگر کبر اہست لتک السنۃ اعادہ چاہیے علی وجہ الاستحباب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مارہرہ مطرہ ضلع ایٹہ محلہ کبودان مسئلہ تاج الدین حسین خاں صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

موسم گرما میں میں ساری بہت نیچی باندھتا ہوں اکثر نماز مولوی صاحبوں کے ہمراہ پڑھی کسی نے اعتراض نہ کیا ایک سید صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا جو اونچی دھوتی باندھتے ہیں اُن کو کاجھ کھولنی ضرور ہے کہ ستر پوشی ہو اور تم بہت نیچی باندھتے ہو اس میں ضرور نہیں کہ ستر چھپا رہتا ہے میں نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا اس پر چند آدمیوں نے اعتراض کیا کہ کھول دیا کرو ورنہ نماز میں خلل پڑتا ہے پس اُن محذور کو تکلیف دیتا ہوں حکم شرع بیان فرمائیے اور اگر باندھنا ساری کا داخل پوشاک مشرکین ہو تو میں موقوف کروں کیونکہ میرا اعتقاد آپ کے قول پر ہے بمقابلہ آپ کے میں کسی کے قول کو ترجیح نہیں دیتا ہوں بقول مخدوم مینا صاحب قدس سرہ العزیز
ہمہ شہر پڑخو باں نم و خیال ما ہے و چاکم کہ چشم بدخون کند کس نگاہے و از یادہ نیاز

الجواب

مکرمی سلم اللہ تعالیٰ جواب مسئلہ انھیں لفظوں میں ہے جو آپ نے تحریر فرمائے کہ اس عقدے کو حل فرمائیے واقعی ساری نیچے نہ کھولنا کراہت نماز کا موجب ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اموت ان لا اکف شعاع اولاً و ثانیاً غنیہ شرح منہ میں ہے یکوہ ان یکف ثوبہ و هو فی الصلاۃ یعمل قلیل بان یرفعہ من بین ید یدہ او من خلفہ عند السجود او یدخل فیہا و هو مکفوف کما اذا دخل و هو مشغول بالکلمۃ او الذیل اور ساری یا دھوتی باندھنا جہاں کے شرفا میں اس کا رواج نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں شرفا کے لیے خود بھی کراہت سے خالی نہیں کما حققنا فی کتاب المحظون فتاونا اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احتراز نوکد ہے حرج پیچھے گھرنے میں ہے ورنہ تہ بند تو عین سنت ہے اور گنوں سے اوپر تک ہونا چاہیے اس سے زیادہ نیچی کردہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
یہ تو آپ کے سوال کا جواب تھا اور ان سب باتوں سے زیادہ ضروری مسئلہ قیام نماز ہے فرض و تہ سنت فخر بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت صرف اُن حالت میں ہے کہ کھڑے ہونے پر اصلاً قدرت نہ ہو نہ دیوار کی ٹیک نہ کسی آدمی یا گھڑی کے سہارے سے اور عجز بھی ایسا ہو کہ ایک بار اللہ اکبر کہنے کی دیر تک بھی کھڑا نہ ہو سکے اگر اتنی ہی دیر قیام کی طاقت ہو اگرچہ کسی سہارے سے تو فرض ہے کہ بغیر تحریک کھڑے ہو کر کسے پھر طاقت نہ رہے تو بیٹھ جائے آج کل اکثر لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں ذرا تکلیف ہوئی اور نماز بیٹھ کر پڑھ لی اور سید سے کھڑے ہو کر گھر کو راہی ہوئے یوں نمازیں

قطعاً باطل ہوتی ہیں بلکہ جتنی دیر جس قدر اور جس طرح کھڑے ہونے کی قدرت ہو اتنا قیام ہر رکعت میں فرض ہے یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے وقد بینا فی فتاونا وبالله التوفیق ثمر السلام -

مسئلہ - ۲۸ جہادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وقت نماز اپنی جوتیاں سجدہ کے رو برو رکھ کر نماز ادا کرے تو نماز میں کیا شرعاً کراہت آتی ہے اور دہنے یا بائیں طرف رکھنے سے کیا نفع نقصان ہے اگر سجدہ کے برابر رکھ کر کپڑے وغیرہ سے چھپا دی جائیں تو علیحدہ ہونے کے مرتبہ میں ہوئی یا نہیں اور کس حدیث سے جوتیوں کو سجدہ کے رو برو رکھنا منع آیا ہے اور ایسے وقت میں نزول رحمت کا بند ہونا کیوں ہے معمولی جوتیاں جو ہر شخص پہنے پھرتے ہیں پہنے ہوئے مسجد میں چلائے اور پہنے ہوئے نماز ادا کرے جائز ہے یا نہیں کن بزرگان دین نے ایسا فعل کیا تھا - بینوا تو جودا -

الجواب

سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیه عن یمینہ ولا عن یسارہ فتكون عن یمین غیرہ الا ان لا یكون احد ولیضع ہما بین وجلیہ جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جوتی اپنے دہنے طرف نہ رکھے دہنے بائیں طرف رکھے کہ دوسرا جو اس کے بائیں ہاتھ کو ہے اُس کے دہنی طرف ہوں گی ہاں اگر بائیں طرف کو کوئی نہ ہو تو بائیں جانب رکھے ورنہ اپنے پاؤں کے بیچ میں رکھے رواہ الحاکم ایضاً والبیہقی دوسری روایت میں اس مانعت کے لیے یوں حدیث آئی فلا یؤخذ بها احد کسی کو ایذا نہ ہو رواہ الثلثۃ المذکورون وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث میں اس ایذا کی یوں تصریح آئی لا تضع ہما عن یمینک ولا عن یسارک فتؤذی الملتکۃ والناس دہنے ہاتھ کو رکھے گا تو ملائکہ کو ایذا ہوگی بائیں کو رکھے گا تو جو لوگ بائیں طرف ہیں انہیں ایذا ہوگی رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمائے اس ایذا کی وجہ فرمائی یعنی وہ نوع اہانتہ لہ جس کی طرف جوتا رکھا جائے اُس کی ایک طرح کی اہانت ہوتی ہے قالہ الطیبی ونقلہ فی المرقاۃ اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا کان احدکم یصلی فلا یصبت قبل وجہہ فان اللہ تعالیٰ قبل وجہہ اذا صلی جب تم میں کوئی نماز میں ہو تو سامنے کو نہ تھو کے کہ نمازی کے سامنے اللہ عزوجل کا فضل و جلال و رحمت و عظمت ہوتے ہیں رواہ مالک فی الموطا عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ومن طریقہ الشیخان فی الصحیحین اللہ دین اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں یجب علی المصلی اکرام قبلتہ بما یکرم بہ من یناجیہ من المخلوقین عند استقبالہم بوجہ یعنی نمازی پر واجب ہے کہ معظمین کے سامنے کھڑے ہونے میں جس بات میں ان کی تعظیم جانتا ہے وہی ادب اپنی اپنی جانب قبلہ میں ملحوظ رکھے کہ اللہ عزوجل سب سے زیادہ احق بالتعظیم ہے ذکوہ ابن بطلان ونقلہ فی ارشاد السادی ان احادیث میں دہنے بائیں کا حکم صاف مصرح ہے اور سامنے کا حکم اُس حدیث صحیح کہ دلالت النض اور اسی ارشاد علی کے عموم اور نیز اس قاعدہ مسلمہ مرعیہ عقلیہ شرعیہ سے معلوم کہ توہین تعظیم کا مدار عرف و عادت الناس و بلاد پر ہے وقد حققہ المولی علامۃ خاتمۃ المحققین سیدنا والوالد قدس سرہ الماحجد فی اصول الرشاد اور شکتیں کہ اب عرف عام تمام بلاد یہی ہے کہ دربار شاہی میں بحضور سلطانی بائیں کرنے کھڑا ہوا اور جوتا سامنے رکھے بے ادب گنا جائے گا فقیر نے بحیث خود

دیکھا ہے کہ کعبہ معظمہ پر پھو بار برسی تھی میزاب رحمت سے بوندیں ٹپک رہی تھیں مسکین حاضر تھے اُن بوندوں کو لیتے اور چشم و دل سے ملے ان میں کوئی ہندی شخص جو تاہاتھ میں لیے کھڑا تھا ترکی خادم دوڑا اور اُس کی گردن دبا دی تناسی ربک و فغلاک بیدک جوتیاں ہاتھ میں لیے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے بلکہ سنن ابن ماجہ میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یوں ہے فاجعلہما بین رجلین ولا تجعلہما عن یمینک ولا عن یسارک ولا عن ورائک فتوزی من خلفک یعنی جوتے اپنے پیچھے بھی نہ رکھ کہ جو پیچھے ہے اُس کے آگے ہوں گے اُسے ایذا ہوگی انجاء الحاجر میں لکھا ہے اذا وضعہا وراءک یکنان قد امد من کان فی الصف الموحود رحمۃ اللہ تعالیٰ تنزل علیہم فیکون هذا الفعل اساءة ولهذا المکرہ دین نے تصریح فرمائی کہ استعمالی جوتیاں پہنے ہوئے مسجد میں جانا بے ادبی و مکروہ ہے امام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید پھر علامہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں قد قیل دخول المسجد متعلا من سوء الادب رد المحتار میں عمدۃ المفقی سے ہے دخول المسجد متعلا من سوء الادب فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے دخول المسجد متعلا مکروہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ دو جوڑے رکھتے تھے استعمالی جوتا پہن کر دروازہ مسجد تک تشریف لاتے پھر دوسرا جوڑا پہن کر مسجد میں جاتے ذکرۃ ایضاً فی المجموع عن التجنیس و اذا لامردار علی العرف فالحکم الحظر الازن مع ثبوته عن سید المتادین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذلك کترك الکلاب تدور فی المسجد و وضع السیر و ادخال البعیر وضوب الخیمۃ للرضی وغیرہم فیہ ولنا دسالة فی الباب سیمنا ہا جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال واخری نفیسة حافلة فیما تصان عنه المساجد ہاں اگر بائیں جانب یا پیچھے رکھنے میں چوری کا خوف ہو اور بریاں جوتی پاؤں کے نیچے میں جو فرج نمازیں ہوتا ہے چار انگلی اس قدر میں آنے کے قابل نہیں ہوتے تو کپڑے سے چھپانا کافی ہے ہذا اکلہ ماضہ لی تفقہا و بما قرأت ظہران لاوس و دلبقیۃ حدیث الخطیب المذکور وان سلّم ان سلّم من الضعف لان الاحکام ہمہنا بالعرف - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۴۔ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اخفاء رحم کرے اللہ آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے رہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ دردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اُس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا مکروہ تحریمی حکش حبسیت۔

الجواب

وہ دردی پہن کر نماز مکروہ ہے خصوصاً جبکہ سجدہ بردر جسٹون سے مانع ہو فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے او الحیاط اذا استوجو علی خیاطۃ شیء من ذی الفساق و یعطی لہ فی ذلک کثیر اجر ولا یستحب لہ ان یعمل لانه اعانة علی المعصیۃ اور دھوتی باندھنا بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھرنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لیے بس ہے لہذا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کف ثوب او شع ہاں پیچھے نہ گھریں تو وہ دھوتی نہیں تہ بند ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے واللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عینک لگا کر نماز پڑھا تا ہے تو مقتدیوں کی نمازیں کچھ تصور تو نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

اگر عینک کا حلقہ یا قیاس چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اُس کی اور مقتدیوں سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے ورنہ تائبے یا اور دھات کی ہیں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے میں اُتار لے ورنہ یہ خلاف اولیٰ اور کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے در و محراب میں نماز پڑھنا ناجائز ہے یا نہیں اور اگر آگے در کے چوتراہ یا لکڑی کی مثل چوکی کے بنا کر اُس پر نماز پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم در کے باہر نماز پڑھتے ہیں اور بعض در ایسے ہیں کہ کچھ دروازہ اُن کا عمارت میں نکال دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دریچ کا آگے کو ان دونوں دروں سے نکال دیا گیا ہے تب ان صورتوں میں کیا حکم ہے۔ بیٹھا توجروا۔

الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ تنہا ایک شخص کہ نہ امام ہے نہ مقتدی بلکہ اپنی نماز جدا پڑھ رہا ہے اُسے در میں کھڑے ہو کر اپنی نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے اور مقتدی کو در میں کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر بضرورت کہ جگہ نہیں ہے یا مثلاً مینہ برس رہا ہے صحیح حدیث میں ہے کہنا نقتی هذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہے کہما بینا فی فتاویٰ کما فی حکم منفرد مقتدی کے لیے تھا رہا امام اُس کے لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ در میں کھڑے ہونا مکروہ ہے تا تار خانہ و در المختار میں امام سے ہے انی اکوہ لا امام ان یقوم بین السادیتین اور اُس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ خلاف عمل امت ہے کما فی المعراج وغیرہ اور دوسرے یہ کہ امام و مقتدی کا درجہ بدل گیا اگر امام ایک درجہ میں تھا ہے اور مقتدی دوسرے درجہ میں ہے تو یہ مکروہ ہے کما فی الفہستانی فی شرح النقایہ در کا اُس پاس کے دروں سے آگے نکلا ہونا اس سے کراہت کا دفع نہیں ہو سکتا البتہ امام در کے باہر کھڑا ہو اور سجدہ در کے اندر کرے تو وہ کراہت جاتی رہے گی کہ اب امام و مقتدی ایک ہی درجہ میں ہیں لان العبرة للقدم کما فی الفہستانی وغیرہ مگر اب غالب ساجد میں ایک اور کراہت پیش آئے گی وہ یہ ہے کہ اگلے درجے کی کرسی صحن سے بلند ہوتی ہے تو کھڑا ہوا نیچے اور سجدہ بلند یا پر کیا یہ بلند کی اگر دو خشت بخارا یعنی ۱۲ انچ یعنی پاؤں کی قدر ہوئی جب تو نماز ہی نہ ہوگی کما فی الفہستانی فی الدال المختار اور اگر اس سے کم ہوئی جب بھی کراہت کا خالی نہیں لہذا اس کا علاج یہ ہے کہ در کی کرسی اس قدر جس میں امام سجدہ کر سکے زمین کاٹ کر صحن کی برابر کر دی جائے اب امام در کے باہر کھڑا ہو اور اُس کئی ہوئی زمین میں سجدہ کرے سب کراہتیں جاتی رہیں اور وہ جو چوکی رکھ دیتے ہیں یا لکڑی وغیرہ کا چوتراہ بنا دیتے ہیں اس سے اگرچہ دو کراہتیں جاتی رہیں کہ اب نہ امام در میں ہے نہ اُس کا سجدہ پاؤں کی جگہ سے بلند ہے مگر تیسری کراہت اور عارض ہوئی کہ امام کو مقتدیوں سے بلند جگہ بقدر امتیاز کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے کما فی الدال المختار و ہوالا صحیح المختار اور مشابہت یہود ہے اور حدیث میں فرمایا لا تشبہوا بالیہود وقد قالوا انھم یقیمون امامھم علی دکان ممتازا عن خلفہ تو چارہ کار وہی ہے جو اوپر بتایا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تيجان الصّواب

في قيام الامام في المحراب

۲۰ — ھ — ۱۳

مسئلہ - از جبل پور قریب مسجد کو توالی مرسلہ مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ
 اما بعد ما یقول سیدنا وسندنا ومولنا ومرشدنا والذخیر لیلومنا وعدنا ووسیلتنا وبرکتنا فی الدنیا والدین ایتہ
 من آیات اللہ رب العلمین نعمۃ اللہ علی المسلمین اعلم العلماء المتبحرین افضل الفضلاء المتصدرین تاج المحققین
 صراج المدققین مالک ازمۃ الفتاوی والمفتیین ذوالمقامات الفاخرۃ والکمالات الزاہرۃ الباہرۃ صاحب الحجۃ
 القاہرۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ العلامة الاجل الایجل حلال عقدۃ مالا ینحل بحی العلوم کاشف السرا لمکتوم
 صدر الشریعۃ شی السنۃ المحدث الفقیہ العدیم النظیر التحریر لآل الت لوامع افکارہ توضیح غوامض مشکلا

وانوار اسرارہ
 المعضلات فی هذا الامام **سوال اول** امام راتب اگر محراب راگزاشتہ در مسجد یا در صحن بازائے وسط قیام
 نماید آیا این ترک مقام معین و مقام در غیر محراب مکروہ باشد یا نہ بر تقدیر اول انچه در کتاب مستطاب رد المحتار در باب الامامۃ مذکور است والظاهر
 ان هذا فی الامام الراتب لجماعۃ کثیرۃ لئلا یلزم عدم قیامہ فی الوسط فلو لم یلزم ذلك لایکرہ فاما المراد منه وبر تقدیر ثانی انچه
 در ہماں کتاب در مکروہات الصلوۃ مسطور است ومقتضاہ ان الامام لو ترک المحراب وقام فی غیرہ بیکرہ ولو کان قیامہ وسط الصف
 لانہ خلاف عمل الامۃ وهو ظاہر فی الامام الراتب دون غیرہ والمنہج داخ فاما المستفاد عنہ از عبارات اولی مفهوم می شود کہ
 ترک محراب سبب کراہت نیست بلکہ لزوم عدم قیام فی الوسط باعث کراہت است پس اگر امام راتب ہم ترک محراب نمودہ در غیر محراب بمجاذات
 وسط صف قیام نماید در مسجد باشد یا در صحن مسجد باجماعت قلیل کہ از عدم مجاذات وسط صف لازم نیاید مکروہ نباشد و از عبارات اخری استفادہ می شود
 کہ امام راتب را ترک محراب و قیام در غیر محراب مطلقا اگرچہ بازائے وسط صف باشد و بہر کجا کہ بود اندرون مسجد یا بیرون مسجد در صحن و غیرہ مکروہ باشد
 لانہ خلاف عمل الامۃ وظاہر ہما یدل علی التضارب والتنافی بینہما فکیف التطبیق **سوال دوم** قیام امام در محراب بطوریکہ
 مصرح فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالی است یعنی قیامہ خارجہ و سجودہ فیہ چہ حکم دارد مباح یا سنت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ در جامع الصغیر
 می فرماید عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا بأس ان یکون مقام الامام فی المسجد وسجودہ فی الطاق ویکرہ ان
 یقوم فی الطاق اھلکنا فی الہدایۃ ودر کتاب الآثار می نویسند واما نحن فلا نری باسا ان یقوم بحیال الطاق ما لم
 یدخل فیہ اذا کان مقامہ خارجا منہ وسجودہ فیہ وهو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ فیفہم من هذه العبارات

الاذن والوخصۃ فیہ واز اکثر کتب معتدۃ فقہیہ ہم جواز مطلق مفہوم می شود کہ عبارات متون و شروح معتبرہ مشیرہ بیکرہ قیام الامام
فی الطاق لا یکرہ سجودہ فی الطاق اذا کان قائما خارج المحراب الخ ملخصا عینی کنز لا سجودہ فیہ و قد ماہ خارج الخ
مختصرا و در مختار لا یکرہ ان قام الامام فی المسجد و مسجد فی الطاق الخ مختصرا قہستانی و غیرہا من العبارات المتقاربت لہا
مشعر بہین معنی خواہند شد از این تصریحات معلوم می شود کہ قیام امام در محراب بطور مذکور مباح و جائز است نہ کہ سنت و مندوب پس از ترک
محراب و قیام در غیر آن بیسج کراہت لازم نیاید اما علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ در رد المحتار از معراج الدراہ و بسوط نقل می فرماید السنۃ
ان یقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبي الصف یکرہ الخ ایضا السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط
الصف الا ترى ان المحارب ما نصبت الاوسط المساجد و ہی عینت لمقام الامام ایضا و الاصح ما روی عن ابی حنیفۃ
انہ قال اکرہ ان یقوم بین الساریتین او فی زاویۃ او فی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ قال علیہ الصلوۃ
والسلام توسطوا الامام الخ و از آثار خانہ می آرند و یکرہ ان یقوم فی غیر المحراب الا بصیورۃ و نیز می فرماید یفہم من قولہ او الی
ساریۃ کواہت قیام الامام فی غیر المحراب و یؤیدہ قولہ قبلہ السنۃ ان یقوم فی المحراب و کذا قولہ فی موضع آخر و سنۃ ان
یقوم الامام ازاء وسط الصف الی آخر ما ہوا المنقول والمذکور فیہ کل ذلك يدل علی ان السنۃ للامام ان یقوم فی المحراب
و یکرہ ان یقوم فی غیرہ فمما صورۃ التطبيق بین هذه الاقوال المختلفۃ او التراجیح لو احد علی وجہ یتبین بہ الصواب والحکم
الصحیح ای امام راتب را قیام در صحن مسجد بجای ذی محراب در صف کما ہوا المتعاد فی دیارنا بنا بر اعتبار فرق مسجد صغیری و شتوی جائز دانستہ شدہ یا بوجہ
دیگر فامستول من الحضرة العلیۃ الہیۃ السنیۃ الرضویۃ المطہرۃ القدسیۃ ان نستفیض بتحقیق المقام و توضیح المرام
بحیث یدکشف بہ المشکل و یحل بہ المعضل فتطمئن بہ الاوہام - بنیوا توجروا - فقیر حقیر مستہام غلام تراب الاقدام اذل خدام
الحضور عالی مقام احقر الطالب محمد عبد السلام سنی حنفی قادری جیپوری عفی عنہ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم - محمدہ وفضل علی رسولہ الکریم اما بعد برضیہ منیر ہدی تخمیر بولتنا الفاضل الکامل العالم العامل
التقی النقی الحنفی الوفی الصفی الذکی السننی السنی الجلیل الجلیل المولوی الشاہ محمد عبد السلام القادری البرکاتی السننی الحنفی سلمۃ اللہ تعالیٰ بالعز والاکرام
والسلامۃ والسلام وحماۃ الاسلام وجعلناہ دایہ دار السلام آمین آمین یا ذا الجلال والاکرام ستر غیبت کہ مسلمہ سلمہ سامی برچار سوال
اشتمال دارد یکے تنافی از دو عبارات علامہ شامی کہ جائے منبائے کراہت در حق امام عدم توسط صف را دانستہ است نہ ترک محراب را تا آنکہ اگر
میانہ صف ایستد کراہت نبود اگرچہ ترک محراب گوید و دیگر جانفس ترکش را تا آنکہ اگر در غیر محراب ایستد کراہت باشد گویند نصف باش دوم دفع تدافع
از تفضیصات متون و غیرہا کہ قیام بنفس محراب را مکروہ فرمودہ اند و باز اسے اداست دن را چنانکہ سجده در محراب افتد بہ لفظ لا باس بہ کہ مفید بود
اباحت عاری از تفضیلت بلکہ در غالب اطلاق مشعر بکراہت است تعبیر نمودہ و تصریحات بسوط امام خواہر زادہ و معراج الدراہ و آثار خانہ و غیرہا کہ
قیام امام در محراب سنت است و ترکش موجب کراہت و اساءت سوم آنکہ امام راتب را ترک محراب باوصف توسط امام خواہر زادہ و معراج الدراہ و آثار خانہ و غیرہا کہ

یا خیر چہ ارم آنکہ امام را بازائے محراب ایستادن چنانکہ سجده درون طاق باشد سنت و وجہ فضیلت است یا محض مباح دو سوال پیشین متشابہ و متماثل است عبارت اول شامی کہ ترک محراب را وجہ ایراث کراہت نداشت بانصوص متون موافق می آید کہ قیام بازائے محراب را لباس بہ گفتند پیدا است کہ ترک مباح کراہت ندارد و عبارت دومش باقوال مبسوط و مامعہ مشایعت نماید کہ قیام فی المحراب چون مسنون است نفس ترکش ہر آئینہ مکروہ و زہون است و سوال سوم نیز از ہمیں ناشی ناشی آمدہ کہ اونیز از کراہت و عدم کراہت ترک محراب مستحسن می راند و اگر سبک بکنند سوال چہ ارم نیز از ہمیں گریبان سر برزدہ زیرا کہ چون تبصریحات المہذب قیام و نفس طاق مکروہ است لاجرم آنجا کہ حکم فضیلت یا سلب کراہت کنند مراد نباشد مگر قیام بازائے او قریباً پس سوال از دو شق فضیلت و اباحت محضہ راجع شود بتجالف مافی المتون و المبسوط پس گریہ کہ این جا باید کشود ہمین است کہ معنی قیام فی المحراب و حکمش در حق امام از کراہت و اباحت و استحباب حبسیت و ہر چہ منفع شود در کلمات کرام این چہ تنافی است فقیر گوید یعنہ اللہ لہ اما دفع تدافع میان حکم سنیت و تعبیر بلا لباس بہ نظر ظاہر خود آسان است کراہت بلا لباس گاہے برای دفع توہم باس آید گو آنکار خود سنت بلکہ واجب باش قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارش حضرت ام المومنین مجوبہ محبوبہ رب السلمین عائشہ صدیقہ نبیہ الصدیقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہا و آلہا و سلم و ابیہا و علیہا و سلم را ازین بیت پرسید و گفت فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ ام المومنین فرمود ببش ما قلت یا ابن اختی ان ہذہ لو کانتم کما اولتہا علیہ کانت لا جناح علیہ ان لا یطوف بہما ولكنہما انزلت فی الانصار کما نوا قبل ان یسلموا یجولون لمناء الطاغیۃ انتی کافوا یعبدونها عند المشلل فکان من اهل یتخرج ان یطوف بالصفا والمروۃ فلما اسئلوا سئلوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ذلک قالوا یا رسول اللہ انا کنا یتخرج ان یطوف بین الصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الایہ وقد سن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الطواف بینہما فلیس لاخذ ان یتروک الطوف بینہما نظر کردنی است ام المومنین چہاں نفی حرج را بردن تویم حرج مرزد آمد و ہم مرزدہ لیکرم دلیل ساطع را کرد کہ اگر چنان بودے لا جناح علیہ ان لا یطوف بودے نہ ان یطوف یعنی منافی و وجوب نفی حرج از ترک است نہ از نفل کہ او خود لازم و وجوب است زیرا کہ واجب را در ترک حرج باشد و ثبوت حرج در ان مستلزم انتقائے آن از نفل است و اثبات لازم منافی ثبوت لزوم نباشد بلکہ موکد و مقرر آن است یعنی شریف بالطف و انحصار لفظاً و فرمود و لهذا چون عروہ این حکایت پیش ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام برد ابو بکر گفت ان ہذا العلم و آیت البسیبہ دیگر از ہل علم آورد کہ اما ذکر اللہ تعالیٰ الطواف بالبیعت ولم ینذکر الصفا والمروۃ فی القرآن قالوا یا رسول اللہ کنا نطوف بالصفا والمروۃ وان اللہ تعالیٰ انزل الطواف بالبیعت فلما ینذکر الصفا فہل علینا من حرج ان نطوف بالصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الایہ قال ابو بکر فاسمع ہذہ الایۃ نزلت فی الغر یقیم الخ رواہ الشیخان این دگر نیز از ہماں دادی است کما لا یخفی در رد المحتار باب ما یکرہ فی الصلاۃ قبیل حکام المسجد است قد یقال ان لا یاس ہنا لدفع ما یتوہمان علیہ باسائیز در اوائل ادراک الغریضہ گوید لیس کلمۃ لا یاس ہنا بخلاف الاولی لان ذلک غیر مطرد فیہا بل قد تاتی بمعنی یجب ہم در باب العیدین فرمود کراہت لا یاس قد تہے فی المندوب کما فی البیہر من الجناز و الجہاد ومنہ ہذا الموضع اینجا نیز از آنزد کہ قیام فی الطاق را مکروہ فرمودہ بود نہ تو ہم می شود کہ شاید ایر چنان قیام کہ سجده و طاق افتد نیز مکروہ باشد دفع این التباس را لا یاس آوردند اما نفی تنافی از دو کلام شامی فاقول بخیر

سامی علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ در ہر دو باب کلام امام امام کلام و کلمات علمائے کرام از مبسوط و درایہ و آثار خانیر آوردہ مقتضائش و انود کہ قضیہ این سخن کراہت ترک محراب است مر امام را مطلقاً اگرچہ زیادہ صفت ایستہ این اطلاق را بنظر او دو تخصیص بود یکے مستفاد از حکم منصوص و آن تخصیص امام غیر راتب است اسے در مسجد محلہ زیر کہ فرق احکام راتب و غیر او ہما نجاست اما مساجد القوارع و الجوامع العامۃ و امثالہا فلا راتب لہا و ان کان بلا فضل لہ علی غیرہ بل اکل فیہا سواء و لن اکانت کل جماعۃ فیہا جماعۃ اولی و کان الافضل فی کل جماعۃ ان تقام باذان و اقامۃ جدیدین کما نض علیہ فی الخانیۃ و غیرہا و بیناۃ فی فتا و لنا علم تصریح فرمودہ اند کہ بعد امام راتب اعنی بعد جماعت اولی در مسجد محلہ امام دیگر را باید کہ از محراب عدول نماید **اقول** و لعل ذلک ابانۃ لشرف الاولی و تنبیہا علی ان من تاخروا عن اشرف المقامات و ایضا قد تأدی عن المسجد فلا یکرم فی صلاۃ مرتین لحدیث لا یصلی بعد صلاۃ مثلہا رواہ ابن ابی شیبۃ عن امیر المومنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قوله و ظاہر کلام الامام محمد انہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح و محمد اعلم بذلک مناء و قد حملہ علی الجماعۃ الثانیۃ الامامان الجلیلان فخر الاسلام و فخر الدین قاضی خان قال فی البحر فالحاصل ان تکرار الصلاۃ ان کان مع الجماعۃ فی المسجد علی ہیئۃ الاولی فمکروہ الخ و فی رد المحتار عن الغنیۃ عن البرازیۃ عن ابی یوسف اذ المکن علی ہیئۃ الاولی لا تکرہ و لا تکرہ قال و هو الصحیح و بالعدول عن المحراب فتختلف ہیئۃ و فیہ عن التتار خانینۃ عن الولوالجیۃ وہ ناخذہ این تخصیص چون مبنی بر تخصیص بود ہر دو جا و را بیان نمود و در مکروہات خود سخن در آن نفرد و بلکہ در آخرش بجلہ فاغتنتم هذه الفائدة لب کثرت دوم آنکہ از حکمت و علتش استنباط خواست و تحقیقش علی ما قول چنانست کہ معبود و متوارث الزمان برکت تو امان حضور سید الانس و الجنان و علی آلہ افضل الصلوۃ و السلام قیام امام در محراب است فاما ظاہر این سنت بقصد لعینہا نیست بلکہ لغیرہا و اصل سنت توسط امام در صفت است لحکم بالغۃ سیأتیک بیان بعضها انشاء اللہ تعالیٰ و لہذا جائیکہ قیام در محراب با توسط صفت بر طرت اقتدا اعنی جمع میان ہر دو نتوان کرد آنجا توسط صفت اختیار کنند و قیام محراب را ترک دہند مثلاً چون مسجد صغیری در جنب شتوی باشد و مردمان کثرت گرو آئند کہ ہر دو مسجد بصدیق جملۃ یکے شد آن گاہ را امام را حکم است کہ محراب گزارشہ بکنار دیوار ایستد تا میانہ صفہا باشد فی رد المحتار عن معراج الدرایۃ عن مبسوط الامام بکہ خواہر زادہ السنۃ ان یقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان و لو قام فی احد جانبی الصف یکرہ و لو کان المسجد الصغیر بجنب الشتوی و امتلاً المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ و الاصح ما روی عن ابی حنیفۃ الی قولہ قال علیہ الصلاۃ و السلام توسط الامام پس این استدلال بحدیث و آن فرع نفیس خاصہ بعد آن مقال کہ السنۃ ان یقوم فی المحراب و تعلیلش بآن کہ ليعتدل الطرفان و تعقیبش بقول او و لو قام فی احد جانبی الصف یکرہ این ہر ہا دلیل روشن است بر آنکہ اصل مقصود توسط امام ست نہ نفس قیام فی المحراب آرس غالب آنست کہ محراب بمقام تقادل طرفین است چون صفت کامل باشد خود ظاہر است و آن گاہ بترک محراب ترک سنت مقصودہ بالفعل نقد وقت است ورنہ در عامۃ مساجد استکمال صفت پس آیند گاہ موجود متوقع می باشد یا زیادتش بہیکہ توسط موجود از ہم باشد پس ترک محراب تعرض بترک سنت و مخالفت عمل است بود و احکام فقہیہ بر امور غالبہ السحاب و باید ازین ممر حکم

پسینت قیام فی المحراب کردہ اند اما اگر مسجد در جائے خالی بعید از محرم و مورد باشد کہ ہمیں چند کساں در و حاضر اند و آن بقدر زیادت اصل متوقع نیست آنجا اگر امام راتب در گوشہ از مسجد میانہ صفت موجود است ظاہر مخالفت سنت نباشد زیرا کہ سعنت قولیہ و سطوا الامام خود ادا شد و سنت فعلیہ متنبی بر ہمیں حکمت بود و این جا از عدم توقع زیادت مذکورہ خود را معرض مخالفت افکندن لازم نیست و فعل متواتر از زمان اقدس در مسجد است کہ از اشہر و اعمر مساجد بود همچو مسجد خاں را بر آن قیاس نتوان کرد و گراہست حکم شرعی است بے دلیل شرعی رنگ ثبوت نیا بد پس ظاہر این صورت نادر تر باشد این ست مطمح نظر علامہ شامی و این جملہ مطالب را با وجہ کلام درین دو لفظ ادا فرمود و الظاہر ان هذا فی الامام الواتب لجماعة کثیرة فعنی قوله الامام الواتب ای امام الجماعة الاولى دون الثانية وهو فی مسجد المحلة ظاہر و فی غیرہ کل امام لان جمیع جماعاتہ اولی فالکل فی حکم الواتب فی مسجد المحلة ومعنی قوله لجماعة کثیرة ای واقعة او متوقعة وکن ا قوله لئلا یلزم ای حالا او مالاظنا و احتمالا هذا ما یعطیه الفقه فی تفسیر کلامہ و تبیین مواہمہ واللہ تعالی اعلم با حکامہ لکن از آنجا کہ برخلاف تخصیص اول اینجا نصی کہ مفید او باشد بدست نبود باستظهار خودش بودن او تصریح نمود و در آخر امر بتأمل فرمود زیرا کہ می تواند کہ شارع علیہ الصلاة والسلام را بنفس قیام امام راتب فی المحراب حکمتی باشد پس جزم حکم نتوان نمود کما هو داب العلماء فی اینجا شہر این را تنافی توان گفت کہ جائے بخصوص و مفاد از انصوص اقتضای در زیدہ و جائے بر آن خود استظهار خصوص و گرنہ نظر بر این ترک و انظار و اقتضای و استظهار در کلام شرح و تحشیش و خود علامہ شامی بوفور یافتہ می شود فانہم اذا لم یجزموا بما استظهروا لم یثبتوا علی المنصوص و یفقدون البیہ و یفقدون الذلہ اما تحقیق کلام در تفسیر و احکام محراب و قیام **فاقول** و باللہ التوفیق و بہ الاعتصام حضرت عرہ منزہ از صورت جلالت الالہ و توالت نعمادہ درین عالم ہر شئی را صورتی دادہ است و ہر صورت را حقیقتی نہادہ شرع مطہر در غالب احکام مطمح نظر حقیقت شئی را داشت و صورت را نیز ممل نگذاشت اے با احکام کہ تنہا بر صورت میرود و گاہے مجموع حقیقت و صورت بیایات اجتماعیہ ملحوظ می شود و کل ذلک جلی عند فضلکم لا یخفی علی مثکم پس چنانکہ مسجد را حقیقتی است و آن بقعہ مخصوصہ موقوفہ للصلاة مفرزة فی جمیع الجهات عن حقوق العبادت کہ بیچ بنائے عمارت را در سطح ماہیتش مدخل نیست فی الخانیہ و فی الہندیۃ عن الذخیرۃ عن الواقعات للامام الصدر الشہید رجل لہ ساحة لا بناء فیہا امر قوما ان یصلوا فیہا ابدًا و امرہم بالصلاة مطلقا و لوی الابد صارت الساحة مسجد الوما ت لا یورث عنہ اھ مختصرا در آیہ کریمہ انما یعمر مسجدا لله من امن بالله و کرمیہ و لا تباشر و ہن و انتم عاکفون فی المسجد و حدیث خیر البقاع المساجد و شر البقاع الا سواق رواہ الطبرانی و ابن حبان و الحاکم بسند صحیح عن ابن عمر و معنای مسلم عن ابی ہریرۃ و لا حید و الحاکم عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و حدیث لا صلاة بجا المسجد الا فی المسجد رواہ الدارقطنی عن جابر بن ہریرۃ و فی الباب عن امیر المؤمنین علی و عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہم کلہم عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و اکثر احدث و احکام فقہیہ متعلقہ لمیاجہ نظر اصلی یا کلی ہمیں حقیقت است و ادرا صورتی است کہ عبارت از بنائے مخصوص بر وجہ مخصوص باشد در آیہ کریمہ و لولادفع اللہ الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یدکر فیہا اسم اللہ کثیرا و کرمیہ و السدین اتخذوا مسجدا و اضرا و حدیث ابنو المساجد و اتخذوا مسجدا رواہ البیہقی عن انس و ابن ابی شیبہ عنہ و عن ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحديث ما اوت بتشييد المساجد رواه ابو داود عن ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحيح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وُسْلَةُ نَفْسٍ وَكَانَ مَسْجِدُ بَابِ زُرٍّ وَغَيْرُ بَابٍ مِنْ صُورَةٍ سِتٍّ
بِمِخْلٍ مَحْرَابٍ صُورَتُهُ دَاوُدَ آسَ طَاقٍ مَعِينٍ دَرَجَاتٍ قَبْلَهُ اسْتَحْقِيقُ كَمَا فِي صُورَةٍ بَرَأَسَ عِلْمٌ بِأَشَدِّ مَوْضِعَةٍ سِتٍّ اِذَا سَجَدَ بَرَأَسَ قِيَامُ اِمَامٍ مَحْظُوظٍ
بِهِ وَحَافِظٍ كَيْفَ اَنْكَرَ دَرَعُضَ سَجْدَةٍ (كَهْطُ عُمُودٍ سِتٍّ بِرُخْطٍ مَارِازٍ مَصْلَةٍ قَبْلَهُ چنانکہ در دیوار ما جنو با شمالاً) واقع در وسط بود لحدیث و تبطوا العام
وُسْتٌ وَالْحَلَلُ رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ عَنْ ابِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَكَذَا رَأَى تَعْدِيلَ
وَاِعْتِمَالِ دَرَقَرِبٍ وَبَعْدَ رَجَالٍ وَسَمَاعٍ قَرَأَتْ وَاِطْلَاعَ اَنْتِقَالَ وَسِرْيَانِ فَيُوضُّ بِمِيزَانٍ اِذَا اِمَامٌ سِتٍّ دُومٌ اَنْكَرَ دَرَجَتٍ قَبْلَهُ تَامِدٌ تَسْرِعُ
عَادِيٍّ هَرْجَةٍ تَامِتْرَاقَرِبٍ قَبْلَهُ بِأَشَدِّ لَحْدِيثٍ كَانَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْحُجَّادِ اَوْ مَرَّ شَاةٌ رَوَاهُ اَلْاَلْمُتَّةُ
اَحْمَدُ وَالشَّيْخَانِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَحَدِيثُ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُوْخِرَهُمُ اللّٰهُ عَنْ وَجَلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَابُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ ابِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثُ ابْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ
تَعَالٰی عَنْهُ لَا يَصِلِينَ اَحَدَكُمْ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَجُوَّةٌ رَوَاهُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ فِي مَصْنُفِهِ در دے توسیع برائے مقتدیان و پس
آئینہ گان و عدم تفسیق بزرگواران و گزندگان و عدم تعطیل پارہ از قبلہ مسجد با ہمال آں و تغاؤل حسن بقرب رحمت و نزدیکی رحمان سست جل و علا
فان احد كما اذا قام في صلاته فانه يباحي ربه وان ربه بينه وبين القلعة كما رواه الشيخان وغيرهما عن انس رضي الله
تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم پیداست و تعیین این موضع را بطاق معروف بلکہ بی تیج بنا ہرگز نیاز نیست تا آنکہ اگر مسجد
ساتھ سادہ باشد این موضع بتعیین و تحدید او خود متعین می شود و در زبان عرب نیز معنی محراب با صورت طاق جفت نیست عرباں ہر مکان رفع
و صدر مجلس و اشرف مواضع بیت را محراب نامند لانه معا يتنافس فيه و يتنازع عليه فربما أدى الى حرب و قتال و فی الحدیث
اتقوا هذه المذابح یعنی المحارِب رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالبَيْهَقِيُّ فِي السَّنَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ
تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَنَاقِبُ فِي التَّيْسِيرِ اَي تَجَنَّبُوا تَحْوِي صَدْرَ الْمَجَالِسِ يَعْنِي التَّنَافُسَ
فِيهَا وَحَرَابَ مَسْجِدٍ تَصْرِيحُ الْمَلِكُ وَتَفْسِيرُ اَزْهَمِيْنِ مَعْنَى مَا خُذْتُ لِأَنَّهُ صَدْرُ الْمَقَامِ وَمَقْدَمُهُ وَاشْرَفُ مَوْضِعٍ فِيهِ لَكُونُهُ مَقَامُ
الْاِمَامِ اَوْ سَطْرُ قِطْعَةٍ تَلِي الْقِبْلَةَ لِأَجْرَمِ مَحْرَابٍ رَابِطُ مَقَامٍ فِي الْمَسْجِدِ تَفْسِيرُ كَرْدِهِ اَنْدَرُ مَجْمُوعٌ بِكَارِالْاَنْوَارِ سِتٍّ دَخَلَ مَحْرَابًا اَلْهَمُّ هُوَ
الْمَوْضِعُ الْعَالِي الْمَشْرِفُ وَصَدْرُ الْمَجْلِسِ اَيْضًا وَمِنْهُ مَحْرَابُ الْمَسْجِدِ وَهُوَ صَدْرُهُ وَاشْرَفُ مَوْضِعٍ فِيهِ وَمِنْهُ مَحْرَابُ الْمَسْجِدِ
كَانَ يَكُونُ الْمَحَارِبِ اَي لَمْ يَكُنْ يَحِبُّ اَنْ يَجْلِسَ فِي صَدْرِ الْمَجْلِسِ وَيُزْفَعُ عَلَى النَّاسِ دَرَقَامُوسُ فَرَمُودُ الْمَحْرَابِ الْغُرْفَةُ وَصَدْرُ
الْبَيْتِ وَاَكْرَمُ مَوَاضِعِهِ وَمَقَامُ الْاِمَامِ مِنَ الْمَسْجِدِ وَالْمَوْضِعُ يَنْفُذُ بِهِ الْمَلَأُكُ فَيَتْبَاعِدُ عَنِ النَّاسِ دَرْمُخْتَارُ رَازِي مِنْتَجِبُ صَحَابِ سِتٍّ
الْمَحْرَابِ صَدْرُ الْمَجْلِسِ وَمِنْهُ مَحْرَابُ الْمَسْجِدِ دَرَصْرَاحٍ سِتٍّ مَحَارِبٍ بِرِشْكَاهِ اَيْ مَجَالِسٍ وَمِنْهُ مَحْرَابُ الْمَسْجِدِ دَرْمَصْبَاحِ الْمَنِيرِ سِتٍّ
الْمَحْرَابِ صَدْرُ الْمَجْلِسِ وَيُقَالُ هُوَ اشْرَفُ الْمَجَالِسِ وَهُوَ حَيْثُ يَجْلِسُ الْمُلُوكُ وَالسَّادَاتُ وَالْعِظَمَاءُ وَمِنْهُ مَحْرَابُ الْمَسْجِدِ
وَرَتَّاجُ الْعُرُوسِ سِتٍّ اَمَّا حَرَابُ نقلہ الہروی فی غریبہ عن الاصمعی و قال الزجاج المحراب از رفع بیت فی الدار
و ارفع مکان فی المسجد و قال ابو عبیدۃ المحراب اشرف الاماکن قال ابن الانباری سمي محراب المسجد لانہ ارفع الامام

فیه و بعدہ من القوم و فی لسان العرب المحارب صدرا لمجالس ومنہ محراب المسجد ومنہ محارب عثمان باليمن و محراب
القبلة و محراب المسجد ایضا صدرہ و اشرف موضع فیه و المحراب اکرم مجالس الملوك عن ابی حنیفہ و قال ابو عبیدۃ المحراب
سید المجالس و مقدمہا و اشرفہا قال و كذلك هو من المساجد اہم مخصصا در معالم التنزیل فرمود المحراب اشرف المجالس و مقدمہا
و كذلك هو من المسجد در انوار التنزیل است (المحراب) ای الغرفة او المسجد و اشرف مواضعه و مقدمہا سمي به لانه محل
محاربة الشیطان کا تھا (ای سید تنامویم) وضعت فی اشرف موضع من بیت المقدس در شرح او غایۃ القاضی است ذکر للمحراب
معانی المشہور منها الاخير و لذلک قصو علیہ اخیر فی قولہ کا تھا الخ در جلائین است (المحراب) الغرفة و هی اشرف المجالس در تفسیر کبریٰ
المحراب الموضع العالی الشریف و قیل المحراب اشرف المجالس و ارفعہا در کثافت قیل غرفة و قیل اشرف المجالس و مقدمہا
این است معظم عبارات المفسرین کہ از ہما نفس موضع نشان می دہد نہ از صورت طاق و چہاں از نشان دہند کہ او خود حادث است در مساجد قدیمہ
تا سال ہشتاد و ہشت ہجری تا سہ ازان نبود افضل المساجد مسجد الحرام ہنوز ازان خالیست و در مسجد اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز نہ زمان
اقدس بود نہ بعد خلفائے راشدین نہ بعد امیر معاویہ و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بلکہ ولید بن عبدالملک مروانی در زمانہ امارت
خود احداث کردہ است و مانا کہ حامل برآں غیر زینت اعلام مقام امام بعلانی متعظا ظاہرہ قیمنہ باشد کہ در توسط صفت خاصہ بمساجد کبار حاجت نظر
و آزمودن نیفتد و شب نیز بے روشنی مدرک شود و برائے مقتدیان سجدہ امام در طاق فراخی فراغی ہم نماید چون کار متثل مصالح بود راج گرفت
و زان باز در عامہ بلاد اسلام معبود شد پس اطلاق محراب برآں نام معین برائے معین است اعنی تسمیۃ الدال باسم المدلول
سید سمودی قدس سرہ در خلاصۃ الوفا در فصل ہشتم باب چہارم فرماید لیجی عن عبدالمہم بن عباس عن ابیہ مات عثمان و لیس فی
المسجد شرفات ولا محراب فاول من احدث المحراب و الشرفات عمر بن عبد العزیز ہمد فضل دوم ازان فرمود لم یکن للمسجد محراب
فی عہدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا فی عہد الخلفاء بعدہ حتی اتخذ عمر بن عبد العزیز فی عمارۃ الولید امام عقلا فی
در فتح الباری شرح صحیح بخاری آورد قال الکوفانی من حیث انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقوم بجانب المنبر ای و لم یکن للمسجد
محراب امام عینی رحمۃ القاری شرح بخاری فرمود انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقوم بجانب المنبر لانه لم یکن المسجد محراب علامہ
شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز در جذب القلوب شریف فرماید در زمان آن سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامت محراب کہ الآن در مساجد متعارف
نہود ابتداء آں از وقت عمر بن عبدالعزیز است در دقتیکہ امیر مریہ منورہ بود از جانب ولید بن عبدالملک اموی اہ ہمد آن است طول مسجد در زمان ولید
دو بیست ذراع بود و عرض آں یکصد و شصت و ہفت ذراع دوی در تکلف و تصنع عمارت با نفی الغایۃ کوشید و علامت محراب کہ الآن در مساجد
متعارف است او ساخت و پیش ازان نبود اہ مختصرا ازیں تقریر نیز مستفیض شد کہ بیچ مسجد شتوی خواہ صیفی تا آنکہ بقعہ اسادہ موقوفہ للصلاہ نیز از محراب
حقیقی تہی نتوان بودہ ہمنو است مقام امام متوارث الزمان امام الانام علیہ و علی آلہ افضل الصلاہ والسلام پس جائیکہ قیام امام فی المحراب را
سنت گفتہ اند مرا دہمین است و نہ قیام در محراب صدی یا باز آئے آن کہ او خود زمان است بود و جائیکہ مکرر گفتہ مراد محراب صدی است این سبب چیکہ با نذر تھا
لہ تعبر کا صہ را اکبری رحمہ اللہ تعالیٰ ظہرنا و اوقع فی الفتح سالہ للقیام فی الطوائف انہ فی المساجد المحارب من لدن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و لم یکن مسجدہ

او باشد بلیل دلیل و آن اشتباه حال امام است بر قولی و تشبیه به یهود و شبیه اختلاف مکان بر قول اصح و وجه اطلاق محمد **اقول** و فی تعلیل
الاشتباه نظر و اشتباه فانه لا یحصل غالباً الا اذا ازداد طول الصف و هو یحصل بدون القیام فی المحراب بل مع عدم المحراب
و البناء اصلاً و ایضا ان ارید اطلاع الكل بنظر نفسه فان النظر له حد لا یتجاوز فکما یجوز عند قیام الامام فی المحراب لبعده
ما یجوز ایضاً بدونه علی بعد اخروان اکتفی بالاطلاع ولو بواسطة من معه فی الصلاة فلا معنی للاشتباه بالقیام فی
المحراب ولا شک ان الاخیر هو المعبر والا لم یکن لكل من بعد الصف الاول بد من الاشتباه ولا لمن فی طرفی الاول
علی بعد یمنع النظر الا بالالتفات عن القبلة در رد المحتار است صرح محمد فی الجامع الصغیر بالکراهة و التفضل فاختلف
المشائخ فی سببها فقیل کونه یصیر ممثلاً راعیهم فی المكان المحراب فی معنی بیت آخر و ذلك صنیع اهل الکتب و اقصا
علیه فی الهدایة و اختاره الامام السرخسی و قال انه الاوجه و قيل اشتباه حاله علی من فی یمینه و یساره فعلى الاول یکرهه
مطلقاً و علی الثانی لا یکرهه عند عدم الاشتباه و اید الثانی فی الفتی بان امتیاز الامام فی المكان مطلوب و تقدمه واجب و
غایة التفات الملتزمین فی ذلك و ارتضاة فی الحلیة و ایدة لکن نازعه فی الجواب مقتضی ظاهر الروایة الکراهة مطلقاً و بان
امتیاز الامام المطلوب حاصل بتقدمه بل و قوف فی مكان آخر و لهذا قال فی الولوالجیة و غیرها اذا لم یضق المسجد بسن
خلف الامام لا ینبغی له ذلك لانه یشبه تباین مکانین اه یعنی و حقیقة اختلاف المكان تمنع الجواز فتشبهة الاختلاف
توجب الکراهة و المحراب وان کان من المسجد فصورته و هیأته اقضت شبهة الاختلاف اه ملخصاً قلت ای لان المحراب
انما نبی علامة لمحل قیام الامام لیکون قیامه وسط الصف کما هو السنة لان یقوم فی داخله فهو وان کان من بقاع المسجد
لکن اشبه مکاناً اخر فاورث الکراهة و لا یمحی حسن هذا الکلام فافهم لکن تقدم ان التشبه انما یکره فی المذموم و فیما قصد
به التشبه لا مطلقاً و لعل هذا من المذموم تأمل اه کلام الشامی **اقول** و لا محل للترجی بعد ما افادنا قلاً عن الولوالجیة
و غیرها انه یشبه تباین مکانین و حقیقته تفسد فتشبهه تکره بل لوعده هذا دلیل براسه لکفی و شفی کما لا یمحی بید است
که این شبهه و تشبیه و اشتباه همه با همین در محراب صوری است نه حقیقی اما قیام بمحاذات محراب صوری آنچنان که سجده در طاق اقتدیس فی نفسه کراهت
دارد لعنه الوجوه المذکورة من التشبه و التشبهه فیة فیضیلة لما قد مناه انه لم یکن فی اصل السنة محراب صوری و لا
محاذاته پس نظر بذات خودش نباشد جز مباح ازینجا است که این راست نگفته اند و چون مکروه هم نبود دفع توهم را با پاس آوردند آری اگر این
قیام بمحل محراب حقیقی موافق آید کما هو الغالب لاجرم سنت باشد نه ازاں رو که محاذات محراب صوری است بل ازاں جهت که موافق محراب حقیقی
ازین تحقیق این بگذارد روشن شد که اگر امام در مسجد صغیری بمحراب حقیقی ایستد یقیناً اصابت سنت یافته باشد و هیچ کراهت بر او نبود گو محراب صوری را محاذی
هم نباش چنانکه صغیری در عرض ازید از شتوی باشد آنگاه باید که از محاذات طاق بجانب زیادت میل کند و بوسط صغیری بایستد تا بمحراب حقیقی قیام
کرده باشد و بدستور دشتوی نیز اگر طاق در حاق وسط نبود امام را طاق گزاشته بوسط شتوی عدول باید که محراب حقیقی بدست آید در ولایت افغانست
از علی زمان که قیام امام را در مسجد صغیری مکروه گویند دلیل بر آن از همان سنیست قیام فی المحراب چوں در سوا لیکه نزد فقیر ازاں ولایت آمده بود
را نموداشی از اشتباه معنی محراب است عزیزان او را محراب صوری گماشتند و از حقیقی غفلت کرده اند و دانسته شد که قیام در صوری سنت نیست

بلکہ بمعنی حقیقی شہ خود مکر و سہ است و انکہ سنت است بسجده صغی نیز نقد وقت است پس کراہت از کجا امام ابن الہمام در فتح این معنی را رنگ ایضاً داد کہ فرمود لولہ تبین (ای المحادیب) کانت السنۃ ان یتقدم فی محاذاة ذلک المکان لانہ یحاذی وسط الصف وهو المطلوب اذ قیامہ فی غلبہ محاذاتہ مکروہہ اھ و اگر چنان باشد کہ صغی مطلقاً از صلاحیت اقامت جماعت بدرود زیرا کہ آنجا محراب صوری نتوان یافت و مجرد محاذات اگرچہ از دور بندہ نیست کما علمت و قد اعترفوا بہ والا لہم یحکموا بکراہتہ قیام الامام فی الصغی مطلقاً و این برخلاف عمل و نیست جملہ امت است سجد را برود در سہر و گرما از ہمیں رو بخش میکنند کہ بہر نوم اقامت جماعت بسجہ نتوانند اگر این پارہ از قیام امام معطل ماند لاجرم جماعت را نیز لازم باشد ہم در پارہ شتوی صفیاستن کہ انفراد امام بدرجہ خود مکروہ است پس از صغی بہرہ نیابند مگر بعض قوم در بعض احیان آن گاہ کہ شتوی ہمہ آمودہ شود و این یقیناً مخالف نیست و قصد جملہ بنیان و عمل و توارث عامہ مومنان است باز در ہندیہ و بزاریہ و خلاصہ و ظہیر فی خوانہ لمفتین و غیرہ بکتب معتدہ است قوم جلوس فی المسجد الداخل و قوم فی المسجد الخارج اقام المودن فقام امام من اهل الخارج فامہم و قام امام من اهل الداخل فامہم من یسبب بالشروع فهو والمقتدون بہلا کراہتہ فی حقہم چرا بلای نفی جنس مطلقاً سلب مستغرق نمایند چرا نگویند کہ امام مسجد صغی و مقتدیانش بہر حال در گرد کراہت اند زیرا کہ قیام فی المحراب را ترک گفتند با جملہ این خطائے فاحش است کہ ولایتیان دریں جزو زمان احداث کردہ اندازیں با خبر باید بود سخن ماندن ماند از استظهار علامہ شامی عاملہ اللہ باللطف الثانی

اقول انچہ بالا گفتہ ایم غایت توجیہ کلام آن فاضل غلام بود و ہنوز کل نظر سے دیدن دارد ما ثور و موروث چنانکہ دانی ہماں قیام امام در محراب حقیقی است و آن مقام اشرف موضع و صدر مسجد است چنانکہ شنیدی پس ترک اوبے عذر شرعی عدول از افضل و خلافت متوارث العمل و فرع مبسوط دلالت بر آن ندارد کہ اینجا فی نفسہ اصلاً منظور نیست بلکہ غایتش آنست کہ توسط صف سنت عظیمہ ہم ترا از آن ست چوں ہر دو دست و گریبان شود اختیار بہ سنت توسط رود پس انچہ بدل می چسپد کلمات المئرا بر اطلاق آنها داشتن اگرچہ در کمال خمول باشد غیر امام جماعت ثانیہ فی مسجد المحلہ را محراب حقیقی گزاشتن است ہذا اخر الکلام فی ہذا المقام و قد اتضح بہ کل مرام و انکشف بہ جمیع الاوهام و التائم کلمات الائمہ الکرام و ما توفیقی الا باللہ المملک العلم والسلام مع الکرام علی مولدنا عبد السلام واللہ سبحنہ و تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اعدوا حکمہ

مسئلہ - از بنگالہ ضلع چائنگام تھانہ را و جان موضع پھر ام سلمہ مولوی اسمعیل صاحب ۴۴ شوال ۱۳۲۱ھ

چپی فرمایند علمائے دین و فضلائے شرع متین اندرین صورت کہ شخصے مصلی ردائے خود را بدین نوع پوشد کہ اولاً وسط را دارا بر پشت نہادہ و ہر دو سرش را تحت ابطین بیروں آوردہ باز جانب چپ را بر منکب راست و طرف راست را بر منکب چپ افکند حتی کہ ہر دو سرش نیز بطرف پشت و سرین رسد این صورت در حالت صلاۃ شرعاً جائز است یا نہ

الجواب

جائز است فی الصحیحین عن عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالی عنہما قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یصل فی ثوب واحد مستملاً بہ فی بیت ام سلمۃ واضعاً طرفیہ علی عاتقیہ و للبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ

قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من صلى في ثوب واحد فليخالف بين طرفيه شيخ محقق دہلوی قدس سرہ
در اشعة اللغات می فرماید صورت اشتغال آن است کہ طرفے راست از جامہ کہ بردوش راست ست گرفته بردوش چپ بند از دوطرف چپ کہ
بردوش چپ ست از زیر دست چپ گرفته بردوش راست بند از دستربند ہر دوطرف را برسیند وغالباً احتیاج بستن ہر دوطرف برسیند
بر تفریقہ نیست کہ گویا جامہ دراز نباشد و بیم داشتن بود و اگر دراز بسیار باشد احتیاج بستن نباشد چنانکہ از لباس فقرائے مین ظاہر
میگردد و لہذا در عبارت بعض شارحان این قید واقع نشدہ - واللہ تعالی اعلم -

مسئلہ - از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مدرسہ عبدالحکیم ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوترہ جو صحن میں ملاصق بیچ کے دریں
اہم کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کو اگر دور کر دیا جائے تو نماز جائز ہوگی یا نہیں -

الجواب

یہ صورت مکروہ ہے لمشاہدۃ الیہود فانہم یجعلون لامامہم دکانا ولا صحن لا تقدیو بل کل ما یقع بہ الامتیاز بیکرہ
کما فی الدردار اگر اُسے دور کر دیں تو امام اگر دریں کھڑا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے لقول امامنا رضی اللہ تعالی عنہ انی اکوہ للامام ان یتقوم بین
السادتین کما فی المعراج اور اگر صحن میں کھڑا ہو کر کرسی کی بلندی پر سجدہ کرے تو یہ سخت ترکمذہب ہے یہاں تک کہ وہ بلندی بالشت بھر ہو تو نماز
ہی نہ ہوگی کما فی الدردار المختار وغیرہ تو جب صحن میں صفوں کے لیے زیادہ وسعت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ در کی کرسی بقدر سجدہ کھود کر
طاق کے مثل بنائیں اور اتنا کھڑا صحن سے ہموار کر دیں امام صحن میں کھڑا ہو کر اُس طاق نما میں سجدہ کرے اب کوئی کراہت نہیں - واللہ تعالی اعلم
مسئلہ - از اترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالحکیم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلی رکعت میں قل یا اے چوتھے دوسری رکعت میں انا اعطینا پڑھے ترتیب واجب میں فرق آما اٹھا
قرآن پڑھنے سے - بینوا تو جروا -

الجواب

ترتیب اٹھنے سے نماز کا اعادہ واجب ہو دسجدہ سہو آئے ہاں یہ فعل ناجائز ہے اگر قصد اکوے گنہگار ہوگا ورنہ نہیں اور اگر بعد کی سورت پڑھنا چاہتا
تھا زبان سے اوپر کی سورت کا کوئی حرف نکل گیا تو اب اُسی کو پڑھے اگرچہ خلاف ترتیب ہوگا کہ یہ اس نے قصد کیا اور اُس کا حرف نکل جانے سے
اُس کا حق ہو گیا کہ اب اُسے چھوڑنا قصداً چھوڑنا ہوگا ترتیب السور فی القراءۃ من واجبات التلاوۃ واما جواز للصغار تسھیلاً لضرورۃ
التعلیم والتعکس والفضل بقصیرۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سہوا فلا شح المندیہ واذا انتقت الکراہۃ فاجراضہ عن
التی شرع فیہا لا ینبغی وفي الخلاصۃ افتتح سورۃ وقصدہ سورۃ اخرى فلما قرأ آیۃ او آیتین اراد ان یتروک تلك السورۃ
ویفتتح التی ارادہا یکرہ الخ وفي الفتح ولو کان ای المقروء وحرفاً واحداً الخ مراد المختار انہم قالوا یمجب الترتیب فی سورۃ القرآن
فلو قرأ منکوساً ثم لکن لا یلزمہ سجود السہولان فذلك من واجبات القراءۃ لا من واجبات الصلوۃ کما فی البیجر

باب السہو الخ شامی اقول وبہ یظهر ما فی افتاء الشیخ الملائم الدین والد ملک العلما بحجۃ العلوم رحمہما اللہ تعالیٰ بالیحباب السجود فیہ بناءً علی وجوبہ فانہ خلاف المنقول المنصوص علیہ فی کتب المذہب وقد کان یتوقف فیہ المولیٰ بحجۃ العلوم قدس سرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

اگر کسی شخص نے صبح کی نماز کے وقت جلدی میں غلطی سے یا اندھیرے میں اٹنی ڈالنی اور نہ کرنا پڑھی تو وہ نماز مکروہ تحریمی یا واجب الاعادہ ہوگی یا فاسد وغیرہ - بیہوا توجروا

الجواب

واجب الاعادہ اور مکروہ تحریمی ایک چیز ہے کپڑا اٹا پھینا اور نہنا خلاف معتاد میں داخل ہے اور خلاف معتاد جس طرح کپڑا پہن یا اوڑھ کر بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے کہ دربار عزت الحق بادیب تعظیم ہے واصلہ کراہۃ الصلوۃ فی ثیاب مہنتہ قال فی الدر وکروہ صلاتہ فی ثیاب مہنتہ قال الشامی وفسرہا فی شرح الوقایۃ بما یلبس فی بدتہ ولا یدھب بہ الی الاکابر اور ظاہر کراہت تنزیہی فان کراہۃ التحویر لا بد لہا من غی غیر مصروف عن الظاہر کما قال ش فی ثیاب المہنتہ والظاہر ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور اسے سدل میں کہ مکروہ تحریمی اور اس سے نہی وارد داخل نہیں کہ وہ بلبس خلاف معتاد نہیں بلکہ کپڑا اوپر سے اس طرح سے ڈال لینا کہ دونوں جانبین ٹٹکتی رہیں مثلاً چادر سر باندھیں پر ڈال لی اور دوبالا نہ مارا یا انگرکھا کندھے پر ڈال لیا اور آستین میں ہاتھ نہ ڈالا کما فی الدر وغیرہ اور اگر آستینوں میں ہاتھ ڈالے اور بند نہ باندھے تو یہ بھی سدل نہ رہا اگرچہ خلاف معتاد ضرور ہے ہاں امام ابو جعفر مندوانی نے اس صورت کو مشابہ سدل ٹھہر کر فرمایا کہ براکیا امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ایک قید اور بڑھائی کہ اگر نیچے کرنا نہ ہو ورنہ حرج نہیں اور اقرب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حرج ہے قال فی رد المحتار قال فی الخواص بل ذکر ابو جعفر انہ لو داخل ید یہ فی مکیمہ ولم یثب وسطہ اولہ من زرارۃ فھو مستی کا نہ یشبہ لسدل اہ قلت لکن قال فی الحلۃ فیہ نظر ظاہر بعد ان یکون تحتہ قمیص او نحوہ مما یستر البدن اہ اقول وفيہ نظر ظاہر فان انکشاف شی من صدر الرجل و بطنہ لا اساءۃ فیہ اذا کان عاتقہ مستورین وانما غی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عما اذ اصل فی ثوب واحد ولبس علی عاتقہ منہ شی ولا شک ان ارسال اطراف مثل الشایۃ من دون ان یزیرا اذ راھا انما یشبہ السدل بنفس ہیأتہ ولا مدخل فیہ لوجود القمیص تحتہ وعدمہ کما ان السدل سدل وان کان فوق القمیص وراۃ یتنی کتبت علی هامشہ مانصہ اقول المنظر ان کان ففی کراہۃ التحویر اما التنزیہی فلا شک فی ثبوتہ - ہاں اگر قصد ایسا کیا یوں کہ نماز کو محل بے پرواہی جانا اور اس کا ادب و اجلال ہلکا مانا تو کراہت و حرمت درکنار عاذا شد اسلام ہی نہ رہے گا کما قالوا فی الصلاۃ حاسر الراس اذا کان للاستہانۃ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی نے گلوبند سر میں لپیٹ کر نماز پڑھائی بغیر ٹوپی کے تو یہ نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوئی یا نہیں -

الجواب

مخالفت سنت ہوا حدیث میں ہے الفرق بیننا و بین المشرکین العماۃ علی القلائس وقرن الشیعہ قدس سرہ فی اللغات ان تعمیم مشرک العرب ثابت معلوم فالمعنی انا نجعل العماۃ علی القلائس وھم تبعسون بد و نھا پھر اگر گلوبند چھوڑا ہو کہ ایکے و بیچ سے زائد ذکر سکے تو یہ سنت عمامہ کا بھی ترک ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازراہ پور مرسلہ جناب مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب ۴۴ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ (مع رسالہ فہم الجواب فی مسئلہ المحراب)

خلاصہ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید امام مسجد کتا ہے کہ محراب ہی کے پاس نماز پڑھنا سنون ہے باہر مسجد کے مکروہ ہے باوجودیکہ اندر مسجد کے عشا کے وقت سخت گرمی اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے زید اندر ہی محراب کے پاس پڑھتا ہے اکثر ضغفا کو اس تکلیف و گرمی سے بچے بھی ہو جاتی ہے اور بیوشی ہوتی خوف ہلاکت ہوتا ہے لیکن زید نہیں مانتا۔ بینوا توجروا

الجواب

محریر فقیر برجواب مولوی معز اللہ خاں صاحب و تائید مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب

جزی اللہ الجلیب خیرا و ینیب واید الفاضل المؤید بنصوہ القیاب فی الواقع زید کا قول محض باطل و جہالت اور اس پر ایسا اصرار اور اس کے سبب نمازیوں بلکہ خود نماز و جماعت نماز کو اس درجہ اصرار صریح ضلالت ہے فقیر نے اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ کی تنقیح تام اور محراب کی حقیقی و صوری اقسام اور حدیث و فقہا ان کے احکام اور تحقیق مرام و ازالہ اوہام بفضلہ تعالیٰ بروجہ کافی و ثانی ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ ہندیہ و برازیہ و خلاصہ و ظہیریہ و خزائنہ المفتین وغیرہ کتب معتدہ میں ہے قوم جلوس فی المسجد الداخل و قوم فی المسجد الخارج اقام المودن فقام امام من اهل الخارج فامهم و قام امام من اهل الداخل فامهم من یسبق بالشروع فهو المقتدون بہ لا کراہۃ فی حقہم امام ابن امیر الحاج حلبی شرح منیہ میں فرماتے ہیں المسجد الخارج صحن المسجد دیکھو کیسی تصریح ہے کہ صحن مسجد میں نماز پڑھنی جماعت کرنی امامت کرنی اصلاح کسی طرح مکروہ نہیں لان السابق بالشروع فی الصلوۃ المذکورۃ انکان امام الخارج و هو الذی ہو و مقتدوہ کلہم فی الصحن کانوا المحکوم لہ بقول الائمۃ ہو و المقتدون بہ لا کراہۃ فی حقہم ولا ہذہ لנفی الجنس فقید نفی کل کراہۃ عنہم و هو المقصود واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازراہ مرسلہ مطہرہ کبہ محلہ مرسلہ چودھری محمد طیب صاحب ۴۴ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ

جو تیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے کہا ہم کو ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی نے خبر دی کہا میں نے انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے انھوں نے کہا ہاں حد ثنا آدم بن ابی ایاس قال انا ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی قال سألت انس بن مالک اکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی فی نعلیہ قال نعم (حاشیہ) ابن بطال نے کہا جب جوئے پاک ہوں تو ان میں نماز پڑھنا جائز ہے میں کہتا ہوں سبب ہے کیونکہ اوداود اور حاکم کی

حدیث میں ہے کہ یہودیوں کا خلعت کر وہ جو توں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمر و ثیبانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اس کو مارتے تھے اور ابراہیم سے جو امام ابو حنیفہ کے استاذ ہیں ایسا ہی منقول ہے شوکانی نے کہا صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور جوتوں میں اگر نجاست ہو تو وہ زمین پر گر کر دینے سے پاک ہو جاتے ہیں خواہ کسی قسم کی نجاست ہو تر یا خشک جرم والا یا بے جرم۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب **اقول** وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق سخت اور تنگ پنچے کا جوتا جو سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہوا ایسا جوتا پہن کر نماز پڑھنی صرف کراہت و اسارت درکن مذہب مشہور و مفتی بہ کی رو سے راساً مفہ نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہو اسجدہ نہ ہو اور جب سجدہ نہ ہو نماز نہ ہوئی امام ابو بکر جصاص و امام کرخی و امام قدوری و امام برہان الدین صاحب ہدایہ وغیرہم اجلہ المائے نے اس کی تصریح فرمائی محیط و خلاصہ و برازیہ و کافی و فتح القدیر و سرارج و کفایہ و بحیثیہ و شرح المجمع للمصنف و منیہ و غنیہ بشرح منیہ و فیض المولیٰ الکریم و جوہرہ نیرہ و نور الایضاح و مرآۃ الفلاح و درمنقی و درمختار و علیگیر و فتح العین علامہ ابو السود ازہری و حواشی علامہ نوح آفندی و غیرہ کتب معتدہ میں اسی پر جزم فرمایا زہدی نے کہا یہی ظاہر الروایہ ہے علامہ ابراہیم کرکی نے فرمایا اسی پر قوی ہے جامع الرموز میں قنیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے رد المحتار میں لکھا کتب مذہب میں یہی مشہور ہے درمختار میں ہے فیہ (اسی فی شرح للملتقی) یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والالہ تجزوا الناس عنه غافلون و شرط طهارة المكان وان یجد حجرة الارض والناس عنه غافلون اہ ملخصاً اسی میں ہے منها (ای من الفرائض) السجود یجہتہ و قدمیہ و وضع اصبع واحدة منهما شرط منیہ میں ہے لو سجد ولم یضع قدمیہ علی الارض لا یجوز ولو وضع احدہما جاز غنیہ میں ہے المراد من وضع القدم وضع اصابعها قال الزاہدی و وضع رؤس القدمین حالۃ السجود فرض و فی مختصر النکخی سجد و رفع اصابع رجلیہ عن الارض لا تجوز و کذا فی الخلاصۃ و البرازی و وضع القدم بوضع اصابعہ وان وضع ظہر القدم بلا اصابع ان وضع مع ذلك احدي قد منیہ صحیح و لا فلا و فہم من ہذا ان المراد بوضع الاصابع توہیجھا نحو القبلة لیکون الاعتماد علیہا و لا فہو وضع ظہر القدم و قد جعلہ غیر معتبر و ہذا مما یجب التنبیہ لہ فان اکثر الناس عنه غافلون بحر الرائق و شرہ بلایہ میں ہے السجود فی الشریعۃ وضع بعض الوجہ مسالاً شحریہ فیہ و خرج لبقولنا لا شحریۃ فیہ ما اذا رفع قدمیہ فی السجود فانه لا یصح لان السجود مع رفعہما بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم والجلال و یکفینہ وضع اصبع واحدة فلو لم یضع الاصابع اصلاً و وضع ظہر القدم فانه لا یجوز لان وضع القدم بوضع الاصابع اہ ملقطاً جوہرہ نیرہ میں ہے من شرط جواز السجود ان لا یرفع قدمیہ فان رفعہما فی حال سجدہ لا تجزیہ السجدة وان رفع احد لہما قال فی المرتبۃ یجوز مع الکراہۃ و لوصلی علی الدکان و ادلی رجلیہ عن الدکان عند السجود لا یجوز و کذا علی السامیر اذا ادلی رجلیہ عنہا لا یجوز فتح القدیر میں ہے اما افتراض وضع القدم فلان السجود مع رفعہما بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم والجلال و یکفینہ وضع اصبع واحدة و فی الوجیز وضع القدمین فرض فان رفع احد لہما دون الاخری

جائز ويكره شرح نقايه تستاني ميں ہے الصحيح ان رفع القدمين مفسد كما في القنينة فتح اشرا المعين ميں ہے وضع اصبع واحدة من القدمين شرط اُسي ميں ہے يفترض وضع واحدة من اصابع القدم اُسي ميں زر قول كنز وجه اصابع رجله نحو القبلة فرمايا خص اصابع الرجلين بالذكر مع ان اصابع اليدين كذلك حتى يكره نحو يلها عن القبلة انما خصها لافتراض وضعها موجبة كما ذكره نوح افندي ونصه قال الزاهدي ووضع رؤس القدمين حالة السجود فرض وفي مختصر الكرخي سجد ورفع اصابع رجله عن الارض لا يجوز قال وفهم من هذا ان المراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها والا فهو وضع لظاهر القدم وهو غير مقبول وكذا الحلبي عن المنية الخ نور الايضاح ومرآة الفلاح ميں ہے من شرط صحة السجود وضع شيء من اصابع الرجلين موجها بباطنه نحو القبلة ولا يكفي لصحة السجود وضع ظاهر القدم رد المحتار ميں ہے وكذا قال في الهداية واما وضع القدمين فقد ذكر القادياني انه فرض في السجود اه فاذا سجد ورفع اصابع رجله لا يجوز كذا ذكره الكرخي والجصاص ولو وضع احد لهما جاز قال قاضي خاں ويكره قال في المحققة ظاهر ما في مختصر الكرخي والمحيط والقادياني انه اذا رفع احد لهما دون الاخرى لا يجوز وقد رأيت في بعض النسخ فيه روايتان اه ومشي على رواية الجواز برفع احد لهما في الفيض والخلاصة وغيرهما وذهب شيخ الاسلام الى ان وضعهما سنة واختار في العناية هذه الرواية وقال انها الحق واقرة في الدرر وجهه ان السجود لا يتوقف تحققه على وضع القدمين فيكون افتراض وضعهما زيادة على الكتاب بخبر الواحد لكن رده في شرح المنية وقال ان قوله هو الحق بعيد عن الحق وبضد احسن اذ الرواية تساعد والدراية تنفيه لان ما لا يتوصل الى الفرض الابه فهو فرض وحديث تظافرت الروايات عن ائمتنا بان وضع اليدين والركبتين سنة ولم ترد رواية بان فرض تعيين وضع القدمين او احد لهما للفرضية ضرورة التوصل الى وضع الجبهة وهذا الوجه لم ترد به عنهم رواية كيف والروايات فيه متوافرة اه ويؤيده ما في شرح المحقق لمصنفه حيث استدلال على ان وضع اليدين والركبتين سنة بان ما سمي السجدة حاصلة بوضع الوجه والقدمين على الارض الخ وكذا ما في الكفاية عن الزاهدي من ان ظاهر الرواية ما ذكر في مختصر الكرخي وبه جزم في الفيض وبه يفتي هذا وقال في الحلية والاوجه على منوال ما سبق هو الوجوب لما سبق من الحديث اذ اي على منوال ما حققه شيخنا من الاستدلال على وجوب وضع اليدين والركبتين وتقدم انه اعدل الاقوال فكذلك هنا واختاره في البحر والشر نبالية قلت ويمكن حمل الروايتين السابقتين عليه بمحمل عدم الجواز على عدم الحل لعدم الصحة ونفي شية الاسلام فرضية وضعهما الاينافي الوجوب ونص في القديري بالفرضية يمكن تاويله فان الفرض قد يطلق على الواجب تامل وما مر عن شرح المنية للبحث فيه مجال لان وضع الجبهة لا يتوقف على وضع القدمين بل توقف على الركبتين واليدين ابلغ فدعوى فرضية وضع القدمين دون غيرهما ترجيح بلا مرجح والروايات المتظافرة انما هي في عدم الجواز كما يظهر من كلامهم في الفرضية وعدم الجواز صادق بالوجوب كما ذكرنا والحاصل ان المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية والارجح من حيث القواعد الوجوب والله تعالى اعلم - **قول** ولو واحدة صرح به في الفيض **قول** نحو القبلة اقول وفيه نظر فقد قال في الفيض ولو وضع ظهر القدم دون الاصابع بان كان المكان ضيقا او وضع احد لهما دون الاخرى لضيقه جاز كما لو قام على قدم واحد وان لم

لیکن امکان ضمیمہ کیکرہ اھ فہذا صریح فی اعتبار وضع ظاہر القدم وانما الکلام فی الکراہۃ بلا عذر لکن رأیت فی الخلاصۃ ان وضع
 احدہما بان الشرطیۃ بدل او العاطفۃ اھ لکن ہذا الیس صریحاً فی اشتراط توجیہ الاصابع بل المصرح یہ ان توجیہا نحو القبۃ
 سنہ کیکرہ ترکھا کما فی البرجندی والقمستانی یہ غلام شامی کا کلام ہے کہ قدرے اختصار کے ساتھ منقول ہوا وانا **اقول** وبالله
 العون حصل عدم الجواز علی عدم الخل فی الصلاۃ بعید ولہذا اعترفتم ان المشہور فی کتب المذہب اعتماد الفرضیۃ مع
 قولکم ان تطافر الروایات انما هو فی عدم الجواز فلولا ان مرادہ الشائع الذائع هو الافتراض فہن این یکون اعتماد الفرضیۃ
 مشہور فی کتب المذہب ڈمر المحصل منہ غایت یقال لم یجزوا الضمیر لرفع القدمین مثلاً اما اذا قیل لم تجزوا الضمیر للصلاۃ
 فہن مفید عدم الصحۃ وثبوت الفرضیۃ بالمعنی المقابل للوجوب وهو کذلک فی غیو ما کتاب منہا مخفی لکرمی کما تقدم
 ہذا وجہ والثانی مثله اضافۃ عدم الجواز للجمود کما مضی عن الجوہرۃ والثالث اظہر منہ التعبير بعدم الاجزاء کما
 سلف عنہا ایضا فہو مفسر لا یقبل التاویل والرابع کن الحکم بالفساد کما سمعت عن جامع الرموز عن القنیۃ والخاص
 مقابلہ عدم الجواز ہذا بحکم الجواز علی ما اذ ارفع احدی القدمین کما فی الفتح والوجیز والجوہرۃ وغیرہا نص ایضا
 فی ارادۃ الجواز بمعنی الصحۃ الا ترى انہم حکمو علیہ بالکراہۃ والمراد کراہۃ التحریم کما ہو المحمل عند الاطلاق وکما ہو قضیۃ
 الدلیل ہذا فالجواز بمعنی الخل منہ فیہ ایضا والسادس قد عبر فی عدۃ کتب کالخلاصۃ والہزازیۃ والغنیۃ والبحر الرائق
 ونور الايضاح ومراقی الفلاح وغیرہا کما سبق بعدم الصحۃ وهو صریح فی المراد والسابع مثله الحکم بالشرطیۃ کما فی الدر
 والجوہرۃ وابی السعود ونور الايضاح ومراقی الفلاح والثامن صریح فی شرح المجمع والکافی والفتح والبحر وغیرہا کما مر بدخول
 ذلک فی حقیقۃ السجود شرعاً وکل قاض بالافتراض بالمعنی الخاص غیر قابل للتاویل الذی ابدی ثبوتہ فکیف یکمن ارجاع جمیع
 تلک الصراحتی ما تا باہ بالاباء الواضحتی فی تیسرے متوفیق ومن این یسوغ ترک النصوص المذہب بحث ابداء العلامۃ ابن
 امیر الحاج وان تبعہ البحر والشر نبلا لی علی مناقضۃ منہا لا نفسہما رحمہما اللہ تعالیٰ والبحر صریح ہذا وقبلہ بان السجود مع رفع
 القدمین تلاعب والشر نبلا لی قد جزم فی منہ وشرحہ بافتراض وضع بعض الاصابع والمحقق علی الاطلاق اعلم وافقہ من
 تلہذا ابن امیر الحاج وقد جزم بما جزم وقد سمعت کل ذلک ثم النظر فی دلیل العلامۃ ابراہیم الحلبي مد فوع بساقد منا
 عن الفتح والبحر والشر نبلا لی ان السجود مع رفع القدمین بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم ولا تسلیم ان کذلک الیدان والرکبتان
 وکون توقف وضع الوجه علی وضع ہاتین ابلغ من توقفہ علی وضع القدمین مع ظہور ضعفہ فی الیدین فلا حاجۃ فی وضعہ الی
 وضعہما اصلاً وکذا فی الرکبتین فان الواقع ہما التساوی لا الابلغیۃ نحن لا نبنی الکلام علی توقف وضع الوجه بل علی توقف
 وضع الوجه بل علی توقف السجود المطلوب الشرعی علیہ وهو الذی یکون علی حجتہ التعظیم والاجلال ولا تعظیم اذا وضع الوجه ورف
 القدمین کما اذا تحقق علی الاطلاق فہن ہذا کان وضع القدمین مسا لا یوصل الی الفرض الا بہ فکان فرضاً لا جزم لم یفرد العلامۃ
 الحلبي ہذا التعلیل بل سبقہ الیہ امام جلیل وهو الامام ابوالبرکات النسفی قال فی شرح وافیہ الکافی وضع القدمین فرض

فی السجود لانه لا يمكن تحقيق السجود الا بوضع القدمين اذ فلم يقل لا يمكن وضع الوجه بل تحقيق السجود اما قول الغنية نحو القبلة وقد تبعه عليه العلامة الشر بنبلالی فی مرقی الفلاح والمدقق العلائی والعلامة نوح أفندی والعلامة ابوالسعود الازهری وقد تلونا عليك نصوصهم جميعا **فاقول** حملة على ما فهمتم بعيد من موافقهم كل البعد وكيف يروونه وهم مصرحون بانفسهم ان توجيه الاصابع سنة يكره تركه فلم يحتج عليهم بالبرجندی والقهستانی لم لا يحتج عليهم بهم قال الحلبي قبيل فضل النوافل يعني كل شيء لم يذكر انه فرض او واجب وقد ذكر في صفة مما سوى ما عيناهما انه سنة فهو ادب لكن هذا التعميم فيه نظر فان من جملة ذلك وضع اليدين والركبتين في السجود وهو سنة وكذا ابداء الضبعين ومجافاة البطن عن الفخذين وتوجيه الاصابع نحو القبلة فيه فان كل ذلك سنة لما تقدم من ادلة هناك وقال الشر بنبلالی متناوشر حاكمة تحويل اصابع يديه اورجليه عن القبلة في السجود وغيره لما فيه من ازالتهما عن الوضع المسنون وقال العلائی يستقبل باطراف اصابع رجليه القبلة ويكره ان لم يفعل ذلك بل انما ارادوا رحمهم الله تعالى على ما الهنسي الملك المنعم عزجلاله ان يقولوا يفترض وضع بطن الاصبع ولا يكفي وضع ظهرها ولا رأسها الكائن عند ظهرها لان على الاول يكون وضع ظهر القدم وقد اسقطوه عن الاعتبار وعلى الثاني يكون وضعها مجردا عن الاعتماد والمقصود الاعتماد وقد بين هذا بقوله ليكون الاعتماد عليها والا فهو وضع ظهر القدم وقد جملة غير معتبر وانما عبر عنه بالتوجيه نحو القبلة لان المصلحة ان اراد في سجوده الاعتماد على بطن اصبع قدمه لم يمكن ذلك الا بتوجيهها نحو القبلة اعني بالمعنى المفترض في الاستقبال ممتدا بين الجنوب والشمال لا بالمعنى المسنون النافي للانحراف وكذلك ان اراد توجيهها للقبلة بالمعنى العام لم يأت له الا باصابة بطنها الارض وهذا ظاهر جدا فبينهما تلازم في الصلاة وان كان يمكن خارجا من سجد غلطا او عمد الغير القبلة ان يعتمد على بطنها وهي على خلاف جهة القبلة فكان هذا من باب الطلاق اللازم واردة الملزوم اما السنة فجعلها على مسامحة القبلة من دون انحوات وهذا الذي ليس في تركه الا الكراهة والاساءة هكذا ينبغي ان يفهم هذا المقام والحمد لله الملك المنعم وذلك ما نقل الامام ابن امير الحاج في الحلية عن التحقيق مقرا عليه بالمعتبر في القدمين بطون الاصابع الخ اما ما نقلتم عن الفيض في العبادة في الخلاصة والوجيز والحلية والغنية والهندية وغيرها بلا خلاف بان الشرطية دون او العاطفة فاو في نسخة الفيض تصحيف وقد اغتربه العلامة البرجندی في شرح النقاية فليتنبه وبالجملة **فتح** رسالتهم ان الاعتماد في السجود على بطن احدی اصابع القدم العشر فريضة في المذهب المعتمد المفتي به والاعتماد على بطون كلها او اكثرها من كلتا القدمين لا يبعد ان يجب لما حرسه في الحلية وتوجيهها نحو القبلة من دون انحوات سنة اغتنم هذا التحوير المفرد المنير فلعلمك لا تجد من غير الفقير والله الحمد والمنة اورشك نيس که ان بلاد میں اکثر جوئے سلیم شاہی پنجابی خیردو کے مندرے گرگانی وغیرہ خصوصاً جبکہ نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگیوں کا پیٹ زمین پر باعتماد تمام کچھ دے دیں گے تو ان جو توں کو پہن کر مذہب مفتی پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ و ناجوازی تو ضرور نقد وقت بہر شریف کے جو توں میں صرف پاؤں کے نیچے چڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لیے

قسم جسے شرک کہتے تھے پھر عرب میں نخل کی تعریف پہنچی کہ نرم و رقیق ہو یہاں تک کہ صرف اکہرے پر ت کی زیادہ پسند رکھتے تھے مجمع بجا والا نوازیں
 زیر حدیث ان رجلا شکا الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا من الانصار فقال یا خیر من یشی بنعل فردھی الفردھی المتی تخفف
 ولم تطارق وانماھی طارق واحد والعرب یجدح برقة النعال ویجعلها من لباس الملوک تودہ کیسے ہی نئے ہوتے سجدہ میں فرض
 دو واجب کیا کسی طریقہ نسخہ کو بھی مانع نہ ہوتے اُن نعال پر یہاں کی جوتیوں کا قیاس صحیح نہیں پھر اگر اُسی طرح کے جوتے ہوں کہ سنت سجدہ میں
 بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وہ نئے بالکل غیر استعمالی ہیں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو درمختار میں ہے
 صلاۃ فیہما افضل مگر عند التحقیق استعمالی جوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کو کہ حاضری بارگاہ شہنشاہ حقیقی ملک الملوک
 رب العرش عز جلالہ ہے ہلکا جان کر استعمالی جوتا پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہو گیا تو صریح کفر ہے پھر بے نیت استحضاف ذی کراہت بھی اُس حالت
 میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمالی جوتے پہنے جانا ہی ممنوع و ناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جوتا پہنے شرکت جماعت نماز و دخول
 مسجد کے یہ احکام بھدا اللہ تعالیٰ دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجب تطویل ہوگی لہذا چند کلمات نافع و سود مند باذن اللہ تعالیٰ القاکرین کہ
 بعونہ تعالیٰ احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں **فاقول** وباللہ استعین افادہ اول متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں
 بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ ثیاب بذلت و حشمت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے
 جنہیں میل کچیل سے بچانا نہیں جاتا انہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے تنویر البصائر و درمختار میں ہے ذکرہ صلاۃ فی ثیاب بذلت
 یلبسہا فی بیتہ (و مہنتہ) ای خدمۃ ان لہ غیر ہادر و غر و شرح وقایہ و شرح نقایہ و مجمع الانہر و بحر الرائق و رد المحتار میں اُن کی تفسیر کی
 ما یلبسہ فی بیتہ ولا ینذہب بہ الی الا کا بر غنیہ میں اُن کی تفسیر کی ما لا یصان ولا یحفظ من الدنس و نحوہ اُسی میں ہے یکرہ تکیلا لرعاۃ
 الادب فی الوقوف بین ید یدہ تعالیٰ بما امکن من تجمیل الظاہر و الباطن و فی قولہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد اشارۃ الی ذلک
 وان کان المراد بہا سترا للعودۃ علی ما ذکرہ اہل التفسیر کما تقدم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی
 کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا فرمایا بھلا بتاؤ اگر میں کسی آدمی کے پاس تھے بھیجوں تو انہیں کپڑوں سے چلا جائے گا۔ کہا نہ فرمایا تو اللہ عز و جل زیادہ
 مستحق ہے کہ اُس کے دربار میں زینت و ادب کے ساتھ حاضر ہو حلیہ پھر بحر الرائق میں ہے احتج لہ فی الذخیرۃ بانہ روی ان عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ راٰ رجلًا فعل ذلک فقال ارایت لو ارسلتک الی بعض الناس اکنت تمرفی ثیابک ہذا فقال لا فقال عمر فالثیاب احق ان
 یتزین لہ بحسب اللہ کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمالی جوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں انہیں
 پہن کر مکروہ نہ ہو معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے اُن سے نماز میں کراہت ہو اور استعمالی جوتے کہ نجاسات سے بچائے نہیں جاتے اُن سے
 نماز میں کراہت نہ ہو یہ بداہت عقل کے خلاف اور صریح خون انصاف ہے و لیس ہذا من باب القیاس بل کما تری استدلال بفقوی
 الخطاب لا یجوز حولہ شک ولا ارتیاب افادہ دوم متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ مذہب
 کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اُسے نجاست سے کامل احتیاط دشوار ہے ہدایہ میں ہے یکرہ تقدیم الاعشی لانہ لا یتوقی النجاستہ کافی امام نسفی
 میں ہے الاعشی لا یصون ثیابہ عن النجاسات فالجسید اولی بالامامۃ و مختار میں ہے و نحوہ الاعشی غمر رد المحتار میں ہے الاعشی

ہوسمی البصر لیلاد و غمارا قاموس و هذا ذکرہ فی النہر بجنا اخذ من تعلیل الاعی بانہ لا یتوقی النجاستہ ابوالسعود علی الکثرین
ہے والا عی کا نہ لایتوقی النجاستہ و هذا یقتضی کراہۃ امامۃ الاعثنی لمطہادی علی المراقی میں اس کے بعد ہے و هو الذی لا یتصور
لیلاد محل النصات ہے کہ نمازی پر ہیز گار بننا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ و مظنہ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جوتوں پر
جنہیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہونا یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں
کئی حصے ہونا ہے افادہ سوم علمائے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
قیاس صحیح نہیں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کون احتیاط کر سکتا ہے **اقول** اور اگر نادرا کوئی شے واقع ہو تو جبریل امین
علیہ الصلاۃ والسلام حاضر ہو کر عرض کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلوۃ سے ثابت ہے مجمع بحار الانوار میں بر وزن فرمایا یصل فی
النعلین لا یؤخذ منہ لغیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان حفظ غیرہ کا یلحق بہ افادہ چہارم بے جرم نجاست مثل رول
وغیرہ کا مطلقاً صرف زمین پر گر کر دینے سے پاک ہو جانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح صریح کتب معتبرہ تمام المذہب کے خلاف
ہے امام محمد کے نزدیک تو نعل و خف بھی مطلقاً بے دھوئے پاک نہیں ہو سکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جرم دار
اور خشک ہو گئی ہو اُس کے بعد اس قدر گر گئیں کہ اُس کا اثر زائل ہو جائے اُس وقت طہارت ہوگی اور اگر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ
بے دھوئے پاک نہ ہوں گے اور امام ابی یوسف کی روایت میں اگرچہ خشک ہو جانا شرط نہیں تر بھی ملنے والے اثر زائل کر دینے سے پاک
ہو سکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرورت قید ہے اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار الفتویٰ ہے تو بے جرم نجاست کی
بے دھوئے تطہیر ائمہ ثلاثہ مذہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار الفتویٰ کے بھی خلاف ہے وقد صرحوا ان
لا عبرۃ بالیخف علی خلاف المنقول ہدایہ میں ہے اذا اصاب الخف نجاستہ لھا جرم کالروث والعذرة والدم فنجفت
فذلک بالارض جازوہذا استحسن وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا یجوز و هو القیاس وفي الرطب لا یجوز حتی یغسلہ وعن
ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ اذا مسحہ بالارض حتی لم یبق اثر النجاستۃ یطہر نعموم البلوی و اطلاق مایروی و علیہ
مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ فان اصابہ بول فیس لم یجوز حتی یغسلہ و کذا کل ما لا جرم لہ کالخمر فتح القدیر میں ہے و علی
قول ابی یوسف اکثر المشائخ و هو المختار غایہ میں علیہ اکثر مشائخنا قال شمس الائمۃ السرخسی و هو صحیح و علیہ الفتویٰ علیہ
میں ہے فی الخلاصۃ و علیہ عامۃ المشائخ و هو الصحیح ونص فی الفتاویٰ الحنفیۃ والکافی والحاوی علی ان الفتویٰ علیہ بکراۃ
میں ہے علی قولہ اکثر المشائخ و فی النہایۃ والعنایۃ والحانیۃ والخلاصۃ و علیہ الفتویٰ دنی فتوۃ القدیر و هو المختار تنویر الابصار
میں ہے یطہر خف و نحوہ بنجس بدنی جرم بدلف والا فیغسل لمطہادی علی المراقی الفلاح میں ہے واحتراز بہ عن غیر ذی الجرم فانہ
یغسل اتفاقاً ذکرہ العینی بحر میں ہے ان لم یکن لھا جرم فلا بد من غسلہ واشترط الجرم قول الکل لانہ لو اصابہ بول
فیس لم یجوز حتی یغسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق مقید بالمختص و اختار الخلق میں ہے الحاصل
انہم اتفقوا علی التقیید بالجرم غنیہ میں ہے ان لم یکن لھا ای للنجاستۃ التي اصابت الخف جرم کالبول والخمر و نحوہما

فلابد من الغسل بالاتفاق رطباً كان او يابساً رد المختار میں علامہ مقدسی سے ہے البحت لا يقضى على المذهب اُسی میں ہے الفرض فی اشواط الطواف اکثر السبع لا کلها وان قال المحقق ابن الہمام ان الذی ندین اللہ تعالیٰ به ان لا یجوزی اقل من السبع ولا یجبر بعضہ بشیء فانہ من ابحاثہ المخالفة لاهل المذهب قاطبة کما فی الجرح وقد قال تلمیذہ العلامة قاسم ان ابحاثہ المخالفة للمذهب لا تعتبر اور شک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجہ کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔

مسئلہ - ۲۱۔ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حق تعالیٰ کو پینے والے کے مونہ کی بونماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے۔ بینوا و جروا

الجواب

مونہ میں ہرچہ ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک مونہ صاف نہ کر لے اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدو سے لے کر کو ایذا پہنچی ہے حدیث میں ہے ان الملئکة تنادی صابراً یا ذی بہ بنو آدم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبد المجید خاں صاحب سرشتہ دار ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت نماز میں اگر کسی مقام پر کھجلی چلے تو کجاوے یا نہیں اور اگر کجاوے تو کتنی مرتبہ۔

الجواب

ضبط کرے اور نہ ہو سکے یا اُس کے سبب نماز میں دل پریشان ہو تو کجاوے لے کر ایک رکن مثلاً قیام یا قعود یا رکوع یا سجود میں تین یا نہ کجاوے دوبار تک اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مرسلہ احمد شاہ از موضع نگریہ سادات یکم ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) اگر تہبند کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو تو نماز جائز ہے یا نہیں (۲) تہبند کا بیچ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں (۳) دائرہ میں ڈانبا بندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۴) کمر میں پٹکا باندھ کر نماز درست ہے یا نہیں (۵) کسی چیز کی مورد اگر جیب میں رکھی ہو تو نماز ہوگی یا نہیں (۶) روپیہ پیسہ جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا سینے گھرنے سے منع فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) منع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں بالوں کے روکنے سے منع فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۴) درست ہے مگر دامن اُس کے نیچے نہ دب جائے واللہ تعالیٰ اعلم (۵) نماز درست ہوگی مگر یہ فعل مکروہ و ناپسند ہے جبکہ کئی ضرورت نہ ہو ورنہ اشرفی میں ضرورت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۶) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شکر سنہ ۱۲۸۸ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرمانے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کھکے کے بند یا گھنڈی بلا باندھے یا لگائے یا کرتے کے بٹن جو سامنے سینہ پر گوث میں لگے ہوتے ہیں بلا لگائے ہوئے یا کرتے کی وہ گھنڈی جس کے کہ گوث آگے سینہ پر نہیں ہوتے بلکہ دونوں کندھوں پر ایک ایک گھنڈی لگی ہوتی ہے ایک گھنڈی لگا کر نماز پڑھے تو کوئی حرج تو نہیں ہے اگر کسی شخص کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ وہ گھنڈی کرتے کے گلے میں جو ہیں ایک کھل رکھے جس سے کہ کچھ گلا کھلا ہوا ہے تو کوئی حرج ہے یا نہیں - بینوا قوجروا

الجواب

اصل یہ ہے کہ سدل یعنی پہنے کے کپڑے کو بے پہنے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے نماز واجب الاعادہ جیسے اگر کھایا کرتا کندھوں پر سے ڈال لینا بغیر آستینوں میں ہاتھ ڈالے یا بعض بارانیاں وغیرہ ایسی بنتی ہیں کہ ان کی آستینوں میں نوٹدھوں کے پاس ہاتھ نکال لینے کے چاک بنے ہوتے ہیں ان میں سے ہاتھ نکال کر آستینوں کو بے پہنے چھوڑ دینا یا رضائی یا چادر کندھے یا سر پر ڈال کر دونوں آنچل چھوڑ دینا یا شال یا رومال ایک شانہ پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں پلو آگے پیچھے چھوٹے رہیں اور اگر رضائی یا چادر کا مثلاً سیدھا آنچل بائیں شانہ پر ڈال لیا اور بائیں آنچل چھوڑ دیا تو حرج نہیں اور کسی کپڑے کو ایسا خلاف عادت پہننا جسے ہندب آدمی جمع یا بازار میں نہ کر سکے اور کرے تو بے ادب خفیف اور کثرت سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے جیسے اگر کھکھا پہننا اور گھنڈی یا باہر کے بند لگانا یا ایسا کرتا جس کے بٹن سینے پر ہیں پہننا اور بوتام اتنے لگانا کہ سینہ یا شانہ کھلا رہے جبکہ اوپر سے انگر کھانہ پہنے ہو یہ بھی مکروہ ہے اور اگر اوپر سے انگر کھاسے یا اتنے بوتام لگالیے کہ سینہ یا شانہ ڈھک گئے اگرچہ اوپر کا بوتام نہ لگانے سے گلے کے پاس کا خفیف حصہ کھلا رہا یا شانوں پر کے چاک بہت چھوٹے چھوٹے ہیں کہ بوتام نہ لگائیں جب بھی کرتا نیچے ڈھکے گا شانے ڈھکے رہیں گے تو حرج نہیں اسی طرح اگر کھکے برج صدری یا چنہ پہنتے ہیں اور عرف عام میں ان کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے میسوب بھی نہیں سمجھتے تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہیے کہ یہ خلاف معتاد نہیں ہذا ما ظہر لی من کلماتہم والعلم بالحق عند ربی و مختار میں ہے کہ تحویما سدل ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد و کذا النقیاء بکلمہ الی وراء ذکرہ الحلیہ کشد و مندیل یرسلہ من کتفیہ فلو من احدہما لم یکرہ کحالۃ عذر و خارج صلاۃ فی الاصح و المختار میں ہے ظاہر کلامہما نہ لافرق بین ان یکون الثوب محفوظا من الوقوع و لا فعلہ ہذا لا تکرہ فی الطیلسان الذی یجعل علی الواس و قد صرح بہ فی شرح الوقایۃ ای اذ لم یدرہ علی عنقہ و الا فلا سدل و الا قبیۃ الرومیۃ التی یجعل لاکما ما خروق عند العضد اذا اخرج المصلی یدہ من الخرق و ارسل الکر یکرہ لصدق السدل لانہ ارخاء من غیر لبس لان لبس الکر باوخال الید و تمامہ فی شرح المنیۃ والسند شی معتاد و وضعہ علی الکتفتین کما فی البحر و ذلک نحو الشال فاذا ارسل طرفا منہ علی صدرہ و طرفا علی ظہرہ یکرہ و فی الخزان ذکر ابو جعفر انہ و اولوخل یدہ فی کبیرہ و لم یذرا ازراۃ فہو مسی لانہ یشبہ السدل لکن فی الحلیۃ فیہ نظر ظاہر بعد ان یکون تحت قمیص او نحوہ مما یستر البدن او مختصراً و لانا فی ما قال فی الحلیۃ نظر قد مناه - والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کالج علی گڑھ مکرمہ ۱۲۸۸ مسد محمد عبدالمجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کمرہ میں یا مکان میں تصاویر مردم آدمیاں ہوں اُس میں نماز پڑھنا جائز یا ناجائز حرام ہے یا مکروہ اگر ناجائز یا مکروہ ہے تو شارع نے جو مصلحت اس میں رکھی ہے وہ برائے خوبی اور باریکی ظاہر ہونے کے بیان فرمائے جادیں دوسرے یہ کہ نماز ساتھ خیال غیر اللہ اور ہمت تنصرون ہو کر ہونا چاہیے لہذا کیا مضائقہ ہو سکتا ہے اگر تصاویر اُس جگہ ہوں یا احتیاطاً کیا اس قدر کافی نہیں ہو سکتا ہے کہ صرف سامنے یا اُس حد تک کے جہاں تک نظر پڑ سکے تصاویر ہٹا دی جائیں اور پس پشت اگر تصاویر ہوں وہ رہیں اور نماز پڑھ لی جادے تو نماز ہو جادے گی یا کیا نقص پیدا ہو جائے گا فقط

الجواب

جاندار کی اتنی بڑی تصویر کہ اُسے زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضا بالتفصیل نظر آئیں بشرطیکہ نہ سر پریدہ ہو نہ چہرہ محو کردہ نہ پاؤں کے پنچے نہ فرش پا انداز میں نہ مخفی پوشیدہ جس کمرہ میں ہو اُس میں نماز مطلقاً مکروہ ہے خواہ آگے ہو یا پیچھے یا دہنے یا بائیں یا اوپر یا سجدہ کی جگہ اور اُن سب میں بدتر جائے سجود یا جانب قبلہ ہونا ہے پھر اوپر پھر دہنے بائیں پھر پیچھے اور اُس میں کراہت کے متعدد وجوہ ہیں اُس مکان کا معبد کفایت سے مشابہ ہونا تصویر کا بطور اعزاز ظاہر طور پر رکھا یا لگا ہونا آگے یا جلے سجود پر ہو تو اُس کی عبادت سے مشابہ ہو ملکہ رحمت کا اُس مکان میں ذات متواتر حدیثوں میں ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان المملکۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب ولا صورة بیشک فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو یہ وجہ اُن تمام صور مذکورہ کو شامل اور ہم مذکور فی السؤال کا علاج کامل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بجندی بازاہر مسلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام ازار ٹخنوں کے نیچے تک پہن کر نماز پڑھائے وہ نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی قبلہ رخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے براہ ہمدردی استغنا بحوالہ عبارت کتب متداولہ مقبرہ نقیہ ارقام فرمائیں - بینوا توجروا

الجواب

ازار کا گٹوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبیر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور نماز میں بھی اُس کی غایت خلاف اولیٰ - صحیح بخاری شریف میں ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اُس کا خاص لحاظ نہ رکھوں فرمایا انت لست ممن یصنعہ خیلۃ ثم ان میں نہیں ہو جو براہ تکبیر ایسا کریں فتاویٰ علیگیرہ میں ہے اسبیل الرجل اذا وہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراہۃ تنزیہ کذا فی الغرائب واللہ تعالیٰ اعلم وہ نون باتیں خلاف سنت و مکروہ ہیں ہاں تراویح بین القدرین یعنی تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور رکھنا پھر تھوڑی دیر دوسرے پر سنت ہے کما حقہ فی الحلیۃ ویبناہ فی فتاویٰ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادر رزاقی کرمانی ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

آج کل دیار بنگال کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سرنیکا کر کے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے اگر کسی نے کہا

کہ جماعت کی اہانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی و انکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عاجزی و انکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے تو کیا ننگا سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے ناجائز ہوگی یا مکروہ ہوگی اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرور کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امامین متطہرین یا حضرات صحابہ کرام یا اولیائے عظام نے کبھی فرض جماعت میں ننگا سر نماز پڑھی ہے یا نہیں اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں اور صوفیائے عظام کی کتابوں میں ننگا سر رہنا تہذیب و آداب آیا ہے یا نہیں اور احادیث شریفہ و فقہ سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں۔ بینوا تو جو روا

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کریمہ نماز مع کلاه و عمامہ ہے اور فقہائے کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے اگر برنیت تواضع و عاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر جب وہ مسلمان اپنی نیت تواضع بتلاتے ہیں تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں مسلمان پر بدگمانی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت میں مشابہ روز برابر سر پہننا رہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام سب سے ثابت بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ و بازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعاً محمود بلکہ وہ منجملہ اسباب شہرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اٹھیں شرعاً مکروہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے الخروج عن عادة البلد شہادۃ و مکروہ صوفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر کہنہ محلہ سہوانی ڈاکٹر مولانا حافظ رحیم اللہ صاحب ارجمادی الاخری ۱۳۳۲ھ

بعد الحمد کے محمد رسول اللہ والذین معہ رکوع پڑھا ایک مقتدی کے مونہ سے سہواً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلا اور دوسرے مقتدی نے عمر اہلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا حضور ان دونوں مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں اور جو شخص یہ کہے کہ نماز کے اندر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ سہواً کہنا چاہیے نہ عمدتاً ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔

الجواب

اللہ عز و جل کا نام پاک سن کر حکم ہے کہ عز و جل یا جل جلالہ یا اس کی مثل کلمات تعظیمی کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علیہ افضل الصلاۃ والسلام یا اس کے مثل کلمات درود کہے مگر یہ دونوں وجوب میں نماز میں نماز میں سوا ان کلمات کے جو شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے مقرر فرمادیے ہیں اور ان کی اجازت نہیں خصوصاً ہر نماز میں وقت قراءت امام مقتدی کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے یہ وہی امام کے خطبہ پڑھتے ہیں جب اللہ عز و جل اور یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ آئیں سامعین دل میں کلمات تقدیس و درود کہیں زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں نماز میں نام الہی سن کر جل و علا یا نام مبارک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا اگر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی سہواً ہو یا قصداً اور اگر بلا قصد جواب بقصد ممنوع اور سہواً پر مواخذہ نہیں درمختار ہے جمع اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی علیہ او قراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ نفسدان قصد جوابہ اھ قال العلامة الشاشی ذکر فی البھوانہ لوقال مثل

ما قال الموزن ان اراد جوابه تفسد كذا لو لم تكن نية لان الظاهر انه اراد الاجابة وكذلك اذا سمع اسم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فضلى عليه فهذا اجابة اه ويشكل على هذا كله ما مر من التفصيل فيمن سمع العاطس فقال الحمد لله تأمل استنفيد انه لو لم يقصد الجواب بل قصد الثناء والتعظيم لا تفسد لان نفس تعظيم الله تعالى والصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا ينافي الصلوة كما في شرح المنية اه كلام العلامة ش **اقول** والذي من التفصيل ان سامع عطسة غيره لو قال الحمد لله فان عني الجواب اختلفت المشايخ او التعظيم فسدت او لم يرد واحد منها لا تفسد نعم وصح في شرح المنية عدم الفساد مطلقا لانه لم يتعارف جوابا قال بخلاف جواب السائر بالحمد لله للتعارف اه ش رأيي كتبت على قوله عدم الفساد مطلقا مانصه **اقول** لا بد من استثناء ارادة التعليم كما لا يخفى والتعليل لا يمس فان العلة في شيء اخر غير كونه جوابا وهو كونه خطبا فهذا ما مر من التفصيل وانت تعلم انه لا مساس له بانها من الفروع فان الحمد لله ليس جوابا للعطاس وانما هو سنة العاطس فاذا لم يرد به التعليم لم يكن الا انشاء حمد بخلاف ما هنا فكله جواب وقد عرف جوابا فقد عرف الجواب عن الاشكال - والله تعالى اعلم

مسئلہ - از داتا گنج ضلع بدایوں مرسلہ عاشق حسین صاحب ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

جوتہ پن کر یعنی فل بوٹ جو ٹخنوں تک بندھا ہوتا ہے خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو خواہ نیا ہو یا پرانا نماز جائز ہے یا نہیں یہ ادویات ہے کہ مسجد میں چونکہ سب لوگ رواجاً آج کل جوتا اتار کر جاتے ہیں ان میں ایک شخص انگشت نمائی کے خوف سے جوتا پن کر نہ جائے مگر مسئلہ کیا ہے آیا کوئی شخص اپنے مکان میں یا جنگل میں یا سفر میں بوٹ پن کر نماز پڑھ سکتا ہے ایک مولوی نے فرمایا تھا کہ بوٹ نیا ہو یا پرانا خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو پن کر نماز جائز اور صحیح بخاری میں لکھا ہوا بتایا تھا -

الجواب

مسجد میں جوتا پن کر جانا خلاف ادب ہے فتاویٰ ^{ہندیہ} دخول المسجد متنعلا سوء الادب ادب کی بنا عرف و رواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ و ملک و قوم سے بدلتا ہے عرب میں باپ سے آنت کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تُو۔ زمانہ اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی یہی خطاب ہوتا تھا سیدنا اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد ماجد سیدنا ابراہیم شیخ الانبیا خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی اے میرے باپ تو کہ جس بات کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے محبت بنا کر اپنے باپ کو تو کہتا کہ اے ضرور گستاخ مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پن کر جائے۔ یہ تو ادب کا حکم ہے اور آج کل لوگوں کے جوتے صحابہ کرام کے جوتوں کی طرح نہیں ہوتے ردالمحتار میں ہے نعالہم المتنجسة پھر بوٹ غالباً ایسا پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ مسجد میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے نہ دے گا تو ادب درکنار سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کراۃ ضلع بدایوں مرسلہ یسین خاں ۶ رذی الحج ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے پہلی رکعت میں لم یکن الذین کفر وا پڑھی اور دوسری میں سورہ دھر اس سے کہا کہ ایک تو تم نے قرآن شریف

اُن پڑھا دوسری پہلی سورہ چھوٹی پڑھی اور بعد کی بڑی نماز میں کراہت تو نہیں آئی کہا کچھ حرج نہیں حدیث سے ثابت ہے۔ فقط

الجواب

اس میں دو کراہتیں ہوئیں ایک دوسری رکعت کی پہلی سے اس قدر تطویل اور دوسری سخت اشک کراہت ہے قرآن مجید کو معکوس پڑھا یہ گناہ سخت ناجائز ہے حدیث میں ہے ایسا شخص خون نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اُس کا دل الٹ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ازدحام پر ضلع بجور مسئلہ حافظ سید بنیاد علی صاحب ۸، محرم الحرام ۱۴۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرائض کے قبل و بعد کے سنن مؤکدہ میں بھی برائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل صلاة المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد نہ آئے گنہگار ہے چند بار ایسا ہو تو فاسق مرد و الشہادۃ ہوگا حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا صلاۃ لجماع المسجد الا فی المسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوری کا کپڑا پہن کر نماز کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

چوری کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا لان الفساد مجاور مگر ناکرہ تحریمی ہوگی للاشتغال علی المحرم کہ جائز کپڑے پہن کر اس کا اعادہ واجب کا لصلوۃ فی الارض المخصوبۃ سواء بسواء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سر پر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو تو کسی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں اور اگر کچھ خلل ہوتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے اور اگر خلل ہے تو کس قسم کا خلل ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں عامہ مستحبات نماز سے ہے اور ترک مستحب سے خلل درکار کراہت بھی نہیں آتی وذلك لان القسم من سنن الزوائد وسنن الزوائد حکمها حکم المستحب در مختار میں ہے لہا آداب ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل رد المحتار میں ہے السنۃ نوعان سنۃ الہدی و ترکھا یوجب اساءۃ و کراہۃ کا جماعۃ والاذان والاقامۃ ونحوها وسنۃ الزوائد و ترکھا لا یوجب ذلك کسیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی لباسہ والنفل ومنہ المندوب یتاب فاعلہ ولا یسئ تارکہ کذا حقیقۃ العلامۃ ابن کمال فی تغییر التقیج و شرحہ فلا فرق بین النفل وسنن الزوائد من حیث الحکم لانہ لا یکرہ ترک کل منها وقد مثلوا بسنۃ الزوائد بتطویلہ علیہ الصلاۃ والسلام القراءة والركوع والسجود ولما لم تکن من مکملات الدین وشعاثرۃ سمیت سنۃ الزوائد بخلاف سنۃ الہدی وہی السنن المؤکدۃ القریبۃ من الواجب الستی

بفضل تارکھا ۱۵ ملخصاً - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - مسئلہ محمد ابراہیم محلہ خواجہ قطب بریلی ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کی نماز پڑھانے کے واسطے جو جائے نماز ملتی ہے اُس سے کر تالیا کچھ اور کپڑا بنانا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں تو اُس سے جو نماز مفروضہ پڑھی گئی وہ لوٹانی جائے گی یا نہیں اور اُس کفن سے یہ جائے نماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں با دلیل و حوالہ کتب تحریر کریں - بینوا توجروا

الجواب

اس جائے نماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں ایک یہ کہ اکثر نماز جنازہ راستے وغیرہ بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے مسجد کہ صاف و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اُس میں نماز جنازہ منع ہے تو بغرض احتیاط ہام کے نیچے جائے نماز بچھا دی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لیے اُس کا جتیا کرنا دشوار ہوتا ہے اور اگر فرض کیجیے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ سب کی نماز نظر واقع نہ ہو سکے تو جائے نماز کے سبب امام کی نماز ہو جائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض و ابراے ذمہ کے لیے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں۔ دوسری نفع فقیر کہ وہ جانا زبجہ کسی طالب علم یا اور فقیر پر تصدق کر دی جاتی ہے اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اُس کے جو انویں کلام نہیں اور جس فقیر پر وہ تصدق کی گئی اُس کی ملک ہے کرنا وغیرہ جو چاہے بنائے اُس میں نماز کر دہ بھی نہیں نہ اصلاً حاجت اعادہ کمالا ینفی واللہ تعالیٰ اعلم

باب الوتر والنوافل

مسئلہ - ۲۱ ربيع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز ظہر و عشا باجماعت پڑھ چکا خواہ امام تھا یا مقتدی اب دوسری جماعت قائم ہوئی وہ شریک جماعت ہوا تو وہ نیت نماز کی کیا کرے - بینوا توجروا

الجواب

نفل کی نیت چاہیے فان الفریضة فی الوقت لا تکرر فی الحدیث لا یصلی بعد صلاة مثاہما اور اگر فرض کی نیت کرے گا جب بھی نفل ہی ہوں گے فان الفریضة فی الوقت لا تکرر - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع سریناں ضلع بریلی مسئلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۵ھ

نیا کپڑا اور جوتا پہن کر نفل پڑھنا کیسا ہے -

الجواب

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا بہتر ہے یہ ہیں نیا جوتا بھی اگر اُس کا پنجہ اتار کر نہ ہو کہ پاؤں کی کسی انگلی کا پیٹ زمین سے نہ لگنے دے ایسا

ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بریلی مرسلہ ذاب سلطان احمد خاں صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ
آج کل وتر باجماعت پڑھنا بوجہ فضل جماعت افضل یا بوقت تہجد بھی بہتر ہے۔ بینیوا توجروا

الجواب

در رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدس سرہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثل نماز نفل گھر پر
تنہا دونوں قول باقوت ہیں۔ اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کا اُس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے
ثانی کو فیضیت کہ وہ ظاہر الروایہ ہے رد المحتار میں زیر قول درمختار الجماعت فی وتر رمضان مستحبہ علی قول فرمایا وغیر مستحبہ علی قول
اخبر بل یصلھا وحده فی بیتہ وھا قولان مصححان و سیاق قبیل ادراک الفریضۃ تو صحیح الثانی بانہ المذہب درمختار میں ہے
هل الا فضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہابیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی و اقراء المصنف وغیرہ
رد المحتار میں ہے رجح الکمال الجماعۃ بانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان او تر بہم ثم بین العذر فی تأخرہ مثل ما صنع فی
التراویح فالوتر کالتراویح فکما ان الجماعۃ فیہا سنۃ فکذا الک الوتر یجوز فی شرح المنیۃ الصحیحۃ ان الجماعۃ فیہا افضل الا ان
سینہما لیست کسنیۃ جماعۃ التراویح اھ قال الخیر الرملی وھذا الذی علیہ عامۃ الناس الیوم اھ وقواہ المحشی ایضا بانہ
مقتضی ما مر من ان کل ما شرع بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ اھ ما فی رد المحتار **اقول** فی ہذا التقویۃ عندی نظر ظاہر
فانہ لو کان المراد ان ما جاز بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ فممنوع فان کل نفل یجوز بجماعۃ ما لم یکن علی سبیل التداعی مع ان
الا فضل فیہ البیت وفاقا وان کان المراد ما ندب فیہ الشرع الی الجماعۃ فمسلم لکن ہذا اول المسئلۃ فلا استناد بہ صریح
المصادرة فلیتأمل بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت و حالت اور اپنی قوم و جماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اُس پر عمل کا اختیار
رکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از کلکتہ دھرم تلامذہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان شریف ۱۳۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں عشا کی نماز فرض جس مصلی تہجد گزار یا غیر تہجد گزار نے جماعت کے ساتھ ادا کی ہو
اُس کو نماز و تر جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں۔ بینیوا توجروا

الجواب

کسی کو بھی ضرور نہیں بلکہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ ہمارے اصل مذہب میں افضل یہی ہے کہ تنہا گھر میں پڑھے۔ اور ایک قول پر
مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ اب اکثر مسلمین کا عمل اسی پر ہے کما فی الدرر وحاشیہ و بینا ہ فی فتاواننا بہر حال ضروری کسی
کے نزدیک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از سوردن ضلع ایٹہ محمد ملک زاداں مرسلہ مرزا عابد حسین صاحب ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز تہجد واجب ہے یا سنت اگر سنت ہے تو موکدہ یا غیر موکدہ اس کا تارک گنہگار ہے یا نہیں یعنی قصد ترک کرنے والا مفصل مع احادیث ارقام فرمائیے گا۔ بینوا توجروا

الجواب

تہجد سنت مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم و اہم قرآن عظیم و احادیث حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی ترغیب سے مالا مال۔ عامہ کتب مذہب میں اسے مندوبات و مستحبات سے گنا اور سنن موکدہ سے جدا ذکر کیا۔ تو اس کا تارک اگرچہ فضل کبیر و خیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں بجز الرائے و علیگیری و در مختار و فتح اللہ المعین للسید ابی السعود لازمہری میں ہے من المندوبات صلاة اللیل مرتی الفلاح میں ہے سن تھیجۃ المسجد و نذوب صلاة اللیل غنیہ شرح منیہ میں ہے من النوافل المستحبۃ قیام اللیل حلیہ میں ہے مشی صاحب الحاوی القدسی علی انہا مندوبۃ جامع الروزی میں ہے الاحسن اتمام السنن الموقتہ بذا کو صلاة الصبح والمستحبات بذکر التہجد اہ ملخصا غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکورہ علی جہۃ النقل میں اس کا استحباب ہی مصرح۔ ہاں بعض علمائے مالکیہ و شافعیہ مثل امام ابو عمر ابن عبد البر و امام ابو زکریا نووی جانب سنت گئے۔ اور بعض المذہب تابعین حسن بصری و عبیدہ سلمانی و محمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے۔ کما یظہر بمطالعۃ عمدۃ القاری و شرح الموطن الزرقانی وغیرہما قول وجوب کو تو جمہور علمائے مذاہب اربعہ رد فرماتے اور مخالفت اجماع بتاتے ہیں۔ کما فیہما و فی شرح مسلم للنووی و البخاری للقسطانی و المواہب للزرقانی وغیرہما اور ہمارے علماء وجوب و سنت کی یکساں تضعیف فرماتے ہیں۔ شرح نقایہ قسستانی میں ہے ثمان رکعات بقسبیلۃ او تسلیمتین للتہجد و قیل لہ رکعتان سنۃ و قیل فرض کما فی المحيط البتہ ہمارے علمائے متاخرین سے امام ابن الہمام نے سنت و استحباب میں تردد اور بالآخر جانب اول میل اور انھیں کے اتباع سے ان کے تلمیذ علامہ حلی نے حلیہ میں اسے اشر فرمایا۔ یہ ان امام کی اپنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص یا آنکہ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف استحباب ہی کا افادہ فرماتے ہیں۔ مستند ان کا مواظبت فعلیہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنت جو فعل نفل پر ہو تو اس مسئلہ کی بنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر ہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو وجہ مواظبت امت کے لیے سنت ہو گا۔ ورنہ مستحب قال قدس سرہ بقی ان صفة صلاة اللیل فی حقنا السنۃ او الاستحباب یتوقف علی صفتہا فی حقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان كانت فرضا فی حقہ فہی مندوبۃ فی حقنا لان الادلة القولية فیہا انما تنفید النذوب والمواظبة الفعلية ليست علی تطوع لتكون سنة فی حقنا وان كانت تطوعا فسنۃ لنا اب اسی معنی کو دیکھیے تو اس میں بھی قول جمہور مذہب مختار و منصور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوعہ وارد قال اللہ تعالیٰ نایہا المزمع لقمہ اللیل۔ وقال تعالیٰ ومن اللیل فہجد بہ ان آیاتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امر آئی ہے اور امر الہی مفید وجوب و کلا ینافیہ۔ قولہ تعالیٰ نافلۃ فالنافلۃ الزیادۃ ای زائدۃ فی فوائضک او فی درجاتک بقخصیص ایجابہ بک فان الفرائض اعظم درجات و اکبر تفضیلا بل مؤیدۃ قولہ تعالیٰ لک قال الامام ابن الہمام

ربما یعطی التعمید بالمجور ذلك فانه اذا كان النفل المتعارف يكون كذلك له ولغيره اه طبرانی معجم اوسط اور ہیثمی سنن میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ثلاث هن علی فراٹھن وهن لکم سنة الوتر والسواک وقيام الليل تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمہارے لیے سنت ہیں۔ وتر و سواک و قیام شب **اقول** والحديث ان لم یصلح حجة فقد استظهر بظاهر الكتاب العزيز وقد نص المحقق نفسه في فتحه القدیر مسئلة امرأة المفقود ان الحديث الضعیف یصلح مرجحاً لا مثبته بالاصالة قال وموافقة ابن مسعود مرجح **اخرا قول** وهما موافقة سلطان المفسرین مرجح **اخرا** وجعفر طبری حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی امیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیام اللیل وکتب علیہ دون امتہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام شب کا حکم تھا حضور پر فرض تھا امت پر نہیں، امام مجاہد بنوی عالم میں فرماتے ہیں کانت صلاة اللیل فريضة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الابتداء وعلى الامة ثم صار الوجوب منسوخا في حق الامة وبقى في حق النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اه ملخصاً فتح القدیر میں ہے علیہ کلام الاصولیین من مشائخنا شرح مواہب زرقانی میں ہے هو قول الاكثر ومالك مواہب میں ہے هذا ما صححه الراضی ونقله النووي عن الجمهور شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعة اللغات میں فرماتے ہیں محمداً آنست کما از امت منوخ شد برا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی ماند تا آخر عمر وقد حقق ذلك في موضعه تویوں بھی سنیت تہجد ثابت نہ ہوئی۔ اور وہی مذہب واستحاب مؤید بقول جمهور وشرب ومحمداً ومنصور رہا **اقول** شک نہیں کہ تہجد ابتدائے امر میں حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ اور حضور کی امت سب پر فرض تھا۔ کما شہدت بہ سورة المزمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اب ان کی فرضیت ثبوت ناسخ پر موقوف است کے حق میں ناسخ بدلیل اجماع است ثابت وان لم یفعل سند اجماع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں دعویٰ نسخ کو بھی کوئی ایسی ہی روشن دلیل چاہئے جو اپنے افادہ میں احتمالات سے منزہ ہو فان الاحتمال یقطع الاستدلال ولا یقوم بامر محتمل حجة حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان اللہ عزوجل افترض قیام اللیل فی اول هذه السورة فقام بنی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ حولاً وامسک اللہ خاتمہا اثنی عشر شهراً فی السماء حتی انزل اللہ فی اخر هذه السورة التحقیف فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فريضة رواه مسلم وابوداؤد والنسائی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسخ میں رض نہیں ولہذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا دلالتہ لیست بقویۃ لاحتماله رسائل الارکان مولانا بحر العلوم میں ہے هذا لا یقنع به القائل بالفريضة لانه یقول لعل ام المؤمنین ازادت ان صلاة اللیل كانت فريضة على الامة ثم نسخها اللہ تعالیٰ عن الامة وصارت نفلاً واما علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فبقیت الفريضة کما كانت یظہر من خاتمة سورة المزمل **اه قول** کا نہ یرید قولہ تعالیٰ علماں لم تحضروا قیام علیکم وقوله تعالیٰ علماں سیکون منکم مرضی واخرون یضربون فی الارض یمتحنون من فضل اللہ فان الظاهر ان الخطاب فیہ للامة **ثم اقول** میں احتمال کا فی خصوصاً جبکہ بوجہ عدیدہ اس کا پتہ چلتا ہوا **اولا** اسی حدیث میں لفظ ابی داؤد یوں ہیں قال (ای سعد بن هشام قلت حدثنی من قیام اللیل قالت الست تقربوا یابها المرسل قال قلت بلی قال فان

اول هذه السورة نزلت فقام اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى انتفعت اقد امهم وحلبس خاتمها في السماء
اثني عشر شهرا ثم نزل اخرها فساد قيام الليل تطوعا بعد فريضة يها كلام خاص اصحاب كرام میں ہے **ثانیاً** خود ام المؤمنین
سے حدیث گزری کہ قیام لیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض امت کے لیے سنت تھا **ثالثاً** اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنا نے نسخ ذکر فرمایا کہ ارواہ ابوداؤد حالانکہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت مانتے ہیں۔ **کما تقدم**
رابعاً جب ام المؤمنین کا ارشاد ان تک پہنچا فرمایا صدقت کما بدتہ مسلحہ والنسائی اور فرمایا هذا والله هو الحدیث کما عند
ابی داؤد اگر اس کے معنی وہ اپنے خلاف سمجھے بیان فرماتے **ثم اقول** بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخر سورت نے مطلق قیام لیل نسخ و فرمایا بلکہ
اول سورة میں جو نصف شب یا قریب نصف کے تقدیر تھی اُسے منسوخ فرما کر مطلق قیام کی فرضیت باقی رکھی لفظ تعالیٰ فتاب علیکم
فاقروا ما تیسر من القرآن اس کے بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہو کر استحباب رہا ہے جلالین شریف میں ہے خفف عنهم بقیام ما تیسر
منہ ثم نسخ ذلك بالصلوات الخمس کثات وارشاد العقل وغیرہا میں ہے عبء عن الصلوة بالقراءة لانها بعض اوکا نہا کما
عبء عنها بالقیام والکوع والسجود یرید فصلوا ما تیسر علیکم ولم یعذر من صلاة الليل وهذا نسخ الاول ثم نسخا جميعا
بالصلوات الخمس تفسیر کرخی و فتوحات البیہ میں ہے هذا هو الاصح ام المؤمنین یقیناً نسخ اول کا ذکر فرما رہی ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ
اُس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی داخل پھر اس سے انتقائے فرضیت کہاں حاصل نسخ ثانی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کا دخل کب ثابت ہوا نہ ہرگز اُس میں کوئی نص نازل تو حدیث مذکور سے انتقائے وجوب پر تمسک سرے سے زائل دھنا تحقیقات
اخر اجل واعز اتینا بما بتوفیق الله العلی الاکبر فی رسالة لنا صنفنا ہا بعد وروہذا السؤال فی تحقیق هذا المقال سمینا
رعاية المنيہ فی ان التهجد نقل ام سنہ فلینظر ثمة والحمد لله علی کشف الغمہ **ثم اقول** وبالله التوفیق فقیر کے
نزدیک اسی بحث میں حق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں صلاۃ لیل و نماز تہجد صلاۃ لیل ہر وہ نماز نفل کہ بعد فرض عشا رات میں پڑھی جائے
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما کان بعد صلاۃ العشاء فهو من اللیل جو نماز بعد عشا پڑھی جائے وہ سب نماز شب ہے
رواہ الطبرانی عن ایاس بن مغویۃ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن یہ ہے شک سنت مؤکدہ ہے کہ اس میں عشا کی سنت بعد
بلکہ سنت فجر بھی داخل صحیحین میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کانت صلاۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی شہر
رمضان وغیرہ ثلاث عشرة رکعة باللیل منها رکعتا الفجر اس معنی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلاۃ لیل کو بعد فرض
ہر نماز سے افضل بتایا کہ ام المسلم من ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرفعہ افضل الصلاۃ بعد الفریضة صلاۃ اللیل
ورہ جمهور علیہا اتفاق ہے کہ سنن راتبہ سب سنون نمازوں سے افضل ہیں اور ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ سنت فجر سنن راتبہ سے بھی اعلیٰ
واجل اور نماز تہجد وہ نفل کہ بعد فرض عشا قدرے سو کر طلوع فجر سے پہلے پڑھی جائیں طبرانی حجاج بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی
انما التهجد الموء بصلی الصلاۃ بعد رقدۃ معالم میں ہے التهجد لا یكون الا بعد النوم علیہ میں قاضی حسین سے ہے
انہ فی الاصطلاح صلاۃ التطوع فی اللیل بعد النوم ولهذا روا المختار میں فرمایا صلاۃ اللیل و قیام اللیل اعم من التهجد

یہ مستحب سے زائد نہیں ورنہ سونا بھی سنت ہو گا اور شب بیداری گناہ ٹھہرے کہ تہجد سنت ہو کہ وہ بے نوم حاصل نہیں ہو سکتی اور سنت ہو کہ وہ کا حصول جس پر موقوف ہے وہ سنت ہو کہ وہ ہے لان حکم المقدمۃ حکم ما بھی مقدمۃ لہ اور سنت ہو کہ وہ کا ترک مطلقاً یا بعد عادت گناہ اور بعد اصرار کبیرہ شب بیداری کی غایت یہ تھی کہ مستحب ہوتی مگر جب وہ ترک سنت ہو کہ وہ کی موجب تو مستحب کیسی کمزور و ممنوع ہوتی لازم کوئی مستحب کیسی ہی فضیلت والا ہو جب کسی سنت ہو کہ وہ کے وقت کا موجب ہو مستحب نہیں ہو سکتا۔ مذموم ہو گا۔ ہمارے امام مذہب سیدنا امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینا لیشن برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی کیا معاذ اللہ پینا لیشن سال کامل ترک سنت ہو کہ وہ پر اصرار فرمایا فقد ظهر الحق واسفر الفلق وبقیۃ الکلام فی تلك الرسالۃ والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی مسجد میں اور روافض کی مشابہت اور رافض کی تہمت سے بچنے کو مسجد میں پڑھنا ضرور لازم ہے یا نہیں اور حدیثوں میں جو گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی وہاں صرف نوافل ہیں یا سنتیں بھی۔

الجواب

ومن اللہ سبحنہ توفیق الصدق والمصواب تراویح و تحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ ہو کہ وہ یا غیر ہو کہ وہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بالصلوۃ فی بیوتکم فان خیر صلاۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کے لیے اُس کے گھر میں ہے سوا فرض کے رواہ البخاری ومسلم اور فرماتے ہیں صلاۃ المرء فی بیتہ افضل من صلاۃ فی مسجدی هذا الا المکتوبۃ نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرض رواہ ابوداؤد اور خود عادت کر یہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسی طرح تھی احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا شاذ فلک آتا ہے میں پڑھنا ثابت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت فجر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو رکعتیں پڑھتے اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے اور عشا کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے اخراج مسلم فی صحیحہ و ابوداؤد فی السنن واللفظ لمسلم عن عبد اللہ بن سفین قال سألت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت ان یصلی فی بیتی قبل الظهر واربعا ثم یمخر فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء و یدخل بیتی فیصلی رکعتین ثم ذکرک صلاۃ اللیل والوتر انی ان قالت وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین زاد ابوداؤد ثم یمخر فیصلی بالناس صلاۃ الفجر اسی طرح سنن جمعہ کا مکان جنت نشان میں پڑھنا صحیحین میں مردی زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گو یا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے ہی نہیں فی الفقہ عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جميعا حتی لا یبقی فی المسجد احد کا فہم لا یصلون بعد المغرب حتی یصلیوں الی اہلہم سیدنا امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا یہ نماز گھر میں پڑھا کرو اور اخرج ابو داؤد والترمذی والنسائی
عن کعب بن عجرۃ وابن ماجہ عن حدیث دافع بن خدیج والسیاق لابن داؤد قال ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی
مسجد بنی عبد الاشہل فصلی فیہ المغرب فلما قضاوا صلا تہم راہم لیسبحون بعدھا فقال ہذہ صلاۃ البیوت ولفظ الترمذی
والنسائی علیکم ہذہ الصلاۃ فی البیوت وابن ماجہ ارکعوا ہاتین الرکعتین فی بیوتکم شیخ محقق علامہ عبدالحی محدث دہلوی قیس الشہ
سرہ الغریبہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ہر گاہ تمام کر نہ مزد مردم نماز فرض را دید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایساں را کہ نماز نفل میگزارند کہ مراد
بوسے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایس یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در
خانہا باید گزارند نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ گزارند بچنین بود علی اس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر بیسیہ یا عذرے
خصوصاً سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد گزارد و بعضی اعلیٰ گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد گزارد زہد سنت واقع ہئی شود و بعضی گفتہ اند کہ عاصی می گردد و از
جہت مخالفت امر کہ ظاہر شد در وجوب است و محمود بر آئند کہ امر برائے استحباب است۔ الخ گاہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو علی و
فرماتے ہیں وہ کسی عذر و سبب سے تھا کما موعن الشیخ و بمثلہ قل العلامة ابن امیر الحاج فی شرح المنیۃ معہذا ترک ایجا ثبات فی منیۃ
واستحباب نہیں بلکہ اس کا مقرر و مؤکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت و وجوب کما فی البحر و غیرہ علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے دائماً سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں
پڑھنا چاہیے اور فرمایا باورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے بلکہ مسجد میں پڑھتے دیکھ کر وہ
ارشاد فرمایا کہ نماز گھروں میں پڑھا کرو کما مرکل ذلک تو ہمارے لیے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں رہے کہ قول نفل پر مرجح ہے۔ اور ان احادیث
میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہو سکتی کہ باورائے فرائض میں سنن بھی داخل اور قضیۃ مسجد بنی عبد الاشہل کا خاص سنن مغرب میں تھا
کما سبق اسی طرح فقہا بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے ہدایہ میں ہے واکا فضل فی عامۃ السنن والنوافل المنزل
وہو المروی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح القدیر میں ہے عامتہم علی اطلاق الجواب بعبارة الکتاب وبہ یفتی
الفقہ ابو جعفر قال الا ان یحتمل ان یشغل عنہا اذا رجح فان لم یحتمل فالأفضل البیت شرح صغیر میں ہے ثم السنۃ فی
سنۃ الفجر وکذا فی سائر السنن ان یاتی بها اما فی بیتہ وھو الأفضل او عند باب المسجد واما السنن التي بعد الفریضۃ
فانہ ان تطوع بها فی المسجد فحسن وتطوع بها فی البیت الفضل وھذا غیر مختص بما بعد الفریضۃ بل جمیع النوافل ماعد
الترائیح و تحیۃ المسجد الا فضل فیہا المنزل لما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یصلی جمیع السنن والوتر فی
البیت الخ اھ ملخصاً اور جب ثابت ہو چکا کہ سنن و نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت طیبہ اور
حضور نے یہی حکم فرمایا تو بخیاں مشابہت روانہ اسے ترک کرنا کچھ وجہ نہ رکھتا ہے۔ اہل بدعت کا اختلاف ان کی بدعت یا شعار خاص میں
کیا جائے دیکھ کہ اپنے مذہب کے امور خیر سے جو بات وہ اختیار کریں۔ ہم اسے چھوڑتے جائیں آخر افضلی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں بالجملہ اصل
حکم استحبائی یہی ہے کہ سنن قبلیہ مثل رکعتین فجر و رباعی ظہر و عصر و عشا مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں۔ اور سنن بعدیہ

مثل رکعتین ظہر و مغرب و عشا میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہوگا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر اور اس سے ایک زیادت ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادہ بادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حنات میں لکھے جائیں گے۔ قال تبارک و تعالیٰ و تکتب ما قدموا و اثارہم رکعتی احصینہ فی امامہ مبین اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ حفاظ الفضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو۔ اور یہ معنی عارضی افضلیت صلاۃ فی البیت کے معنی میں نہیں۔ نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جانے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کہانی کتب الفقہ گلاب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے۔ اور اس میں مصاحح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت نائی و انقضاء ظنون و فتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصاحح کی رعایت اس پر مروج ہے اللہ دین فرماتے ہیں الخروج عن العادة شہرة و مکروہہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب غزہ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

(۱) نقل کا سبائے تراویح و نماز کسوف و خسوف بجاعت منسوخ ہونا تو معلوم ہے لیکن بعض مشائخ کے یہاں جو باعتبار کسی کسی کتاب کے بعض نمازیں نقل کی مثل صلاۃ قضائے عمری (۴ نقل قبل آخری جمعہ کے) اور نقل شب براءت بجاعت ادا ہوتے ہیں ان کی کیا اصل ہے۔ جواز کس بناء پر ہے اور مانعیت کیوں ہے۔ جن قادی کی دوسے جواز نکالا ہے وہ کہاں تک معتبر ہے (۲) نقل یم عاشوراء ہم کو پڑھنا مناسب ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے۔ اسی حکم میں نماز خسوف بھی داخل کہ وہ بھی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امام جمعہ حاضر ہو کہما فی الشامی عن اسمعیل عن البرجندی علیہ میں ہے اما للجماعة فی صلاۃ الخسوف فظاہر کلام الحکم الغفر من اہل المذہب کراہتہا الخ صرف تراویح و صلاۃ الکسوف و صلاۃ الاستسقاء مستثنیٰ ہیں و ذلک بوفاق ائمتنا علی الاصح فالخلف فی الزخی فی الاستئذان دون الجواز کما صرح بہ فی الدر المختار تداعی مذہب اصح میں اس وقت متحقق ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں دو تین تک کراہت نہیں فی الدیکوۃ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدر اھ و فی الخططاوی علی مرقاۃ الفلاح فی اقتداء ثلثۃ الاصح عدم الکراہۃ نماز قضائے عمری کہ آخر جمعہ ماہ مبارک رمضان میں اس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اس میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی پائی بلکہ ماں باپ کی بھی قضا ئیں اتر جاتی ہیں محض باطل و بدعت سیئہ شنیعہ ہے کسی کتاب معتبر میں اصلاً اس کا نشان نہیں نماز شب براءت اگرچہ مشائخ کرام قدس اسرار ہم نے جماعت بھی پڑھی وقت القلوب شریف میں ہے لیستحب احیاء خمس عشرۃ لیلۃ (الی قولہ) لیلۃ النصف من شعبان و قد کاوا یصلون فی ہذہ اللیلۃ ما تہ رکعۃ بالف مرۃ قل ہوا لله احد عشر فی کل رکعۃ و یسمون ہذہ الصلاۃ صلاۃ الخیر و یعرفون برکۃھا و یجمعون فیھا و یرجوا صلواھا جماعۃ اور یہی مذہب علمائے تابعین سے لقمان بن عامر و خالد بن معدان اور ائمہ مجتہدین سے اسحق بن راہویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے مگر ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب وہی ہے کہ جماعت بتداعی ہو تو مکروہ ہے کما فی علیہ فی البزازیۃ و المتارخانیۃ و الحادی القدسی و الحلیۃ و الغنیۃ و نور الايضاح و مرقاۃ الفلاح و الاشباہ و شروحا و الدال المختار و حواشیہ وغیر

ذلك من الكتب المعتمدة (۲) عاشورایام فاضلہ سے ہے اور نماز بہترین عبادات اور اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی مکثیہ قطعاً مطلوبہ و مندوب مگر اس دن نوافل معینہ بطریق مخصوصہ میں جو حدیث روایت کی جاتی ہے علیرا اسے موضوع و باطل بتاتے ہیں کما صرح بہ ابن الجزری فی موضوعاتہ واقوہ علیہ فی الالامی موضوعات کبیرہ علی قاری میں ہے صلاۃ عاشوراء موضوع بالاتفاق واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از علائقہ جاگل تھانہ ہری پور کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ شیر محمد شیخ ۱۴ رمضان شریف ۱۳۷۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں نیت وتر کی کرے یا واجب بھی یا سنت کی یا کیا۔ بینوا توجروا

الجواب

وتر کی نیت تو ضروری ہے پھر چاہے اسی قدر پر قناعت کرے اور بہتر یہ ہے کہ وتر واجب کی نیت کرے کہ ہمارے مذہب میں وتر واجب ہی ہیں اور اگر سنت بمعنی مقابل واجب کے نیت کی تو ہمارے امام کے نزدیک وتر ادا نہ ہوں گے۔ فی الدار المختار لا بد من التعمین عند النیۃ لفرض انہ ظہر او عصر و واجب انہ و ترا و نذر او مختصراً و فی رد المحتار لا یلزمہ تعین الوجوب وان کان حنفیاً ینبغی ان بنویہ لیطابق اعتقادہ الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ملک بنگالہ ضلع چانگام ڈاک خانہ جلدی مرسلہ محمد حبیب اللہ صاحب ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۷۰ھ

چہی فرماید علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب درالابد سنہ آوردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صلاۃ تجتہون قیام بسیار میفرمودند حتی کہ در پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورم و منشق شدہ است قول مذکور قابل اعتبار است یا نہ و ورم و منشق در صحاح ستہ ثابت است تا خروج از صحاح بعض عالم میگویند کہ ورم قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صحاح ستہ ثابت است و منشق ثابت نیست قول کہ امام کس معتبر است۔ بینوا بسند الکتاب و توجروا من اللہ الوہاب۔

الجواب

ایں جا سخن قاضی درست دسوی است انکارش از نادیدہ روی ست تو رم و انشقاق ہر دو در صحاح ستہ خبر سنن ابی داؤد مروی ست در جامع صحیح امام بخاری ست حد ثنا صدقہ بن فضل اخبرنا ابن عیینہ ثنا زیاد نہ سمع المغیرۃ یقول قام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی تورمت قدماء فقیل له قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا اكون عبداً شكوراً حد ثنا الحسن بن عبد العزیز ثنا عبد اللہ بن یحیی اخبرنا حیوۃ عن ابی الاسود نہ سمع عن وة عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تقطر قدماء فقالت عائشۃ لم تصنع هذا یا رسول اللہ وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا احب ان اكون عبداً شکوراً الحدیث قال البخاری فی کتاب الصلوۃ تقطر قدماء الفطور الشقوق انقطرت اشقت ام واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی محلہ مندل خاں کی بند یہ ۲۹ ذی القعدہ ۱۳۷۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا میں آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہیے یا کھڑے ہو کر سر کا اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

کس طور پر ہمیشہ ان نفلوں کو ادا فرمایا اور کس طرح پڑھنا باعث زیادتی ثواب ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھی مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ میں تمہارے مثل نہیں میرا ثواب قیام و قعود دونوں میں یکساں ہے تو امت کے لیے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز تہجد ادا کرتا ہے لہذا اس کو دو تہجد فراغت تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں یا کسی کی تراویح اتفاق سے کچھ باقی رہ گئی ہیں تو وہ امام کے پیچھے تراویح پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

تہجد پڑھنے والا بعد تراویح دو تہجد پڑھ سکتا ہے بلکہ جاگنے پر اعتماد نہ ہو تو پہلے ہی پڑھ لینا بہتر ہے جس نے امام کے ساتھ بعض تراویح دہرائیں تو بعد امام ان کو پڑھے خواہ تہجدوں سے پہلے یا بعد اور اول بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ریاست الوراء چوتھا محلہ قاضی وارثہ مسئلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ
مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں اگر قضا ہو جائیں تو بعد فرض جماعت کے اُسے سنت وقت کے اندر قضا کر لے یا نہیں اس میں بھی صاحب رد المحتار تحریر فرماتے ہیں کہ جمعہ کی سنت مثل سنت ظہر کے نہیں ہیں لہذا گزارش ہے کہ اس کی تحقیق سے بولیں ڈاک اطلاع بخشی جائے۔ در چار علما سے جو گفتگو ہوئی تو انھوں نے جناب کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔

الجواب

ہاں وقت میں انہیں ادا کر لے وہ ادا ہو گئی نہ کہ قضا در مختار میں ہے بخلاف سنتہ الظہر و کذا الجمعة فانہ ان خاف فوت رکعتہ یتروکہا ویقتدی ثم یاتی بها علی اھا سنتہ فی وقتہ ای الظہر بحر الرائق میں ہے وحکم الاربع قبل الجمعة کالاربع قبل الظہر کما لا یخفی حاشیہ علامہ خیر الدین الرطبی علی البحر الرائق میں فتاویٰ علامہ سراج الدین حانوتی سے ہے ما قالہ فی المتن وغیرہا من ان سنتہ الظہر تقضی یقضی ان تقضی سنتہ الجمعة اذ لا فرق اھ ثم نقل عن روضۃ العلماء ما ردہ فی صفحۃ الحائق و رد المحتار جامع الرموز میں ہے سنتہ الظہر ولو حکما فیدخل فیہ سنتہ الجمعة فقضی علی الخلاف سنتہ الظہر رہا علامہ شامی کا استدلال کہ قد یستدل للفرق بینہما بان القیاس فی السنن عدم القضا وقد استدل قاضی حناں بقضاء سنتہ الظہر بما عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا فاتتہ الاربع قبل الظہر قضاہن بعدہ فیکون قضاءہا ثبت بالحدیث علی خلاف القیاس اُس پر فقیر غفرلہ المبولی القدر نے اپنی تعلیقات میں یہ لکھا اقول فیہ ان الحاق سنتہ الجمعة بسنتہ الظہر بدلیل المساواة فلا یضوكون القضاء فیہن علی خلاف القیاس لان الاحاق دلالة لا یختص بمعتول المعنی کما نص عنہ الامام ابن الہمام وغیرہ من الاعلام بل لعل لقائل ان یقول ان سنتہ الجمعة من افراد سنتہ الظہر فلا وبالجملة فالاحوط الایتان بما خروجا عن العہدۃ بقیین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۰ محرم سنہ ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہو گیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد - بینوا توجروا

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے ہمارے المہ رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے نہ اس کے بعد پڑھے نہ اُس سے پہلے ردالمحتار میں ہے اذا قامت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراہۃ النقل واما بعد طلوع الشمس فکلنا عندہما وقال محمد احب الی ان یقضیہا الی الزوال کما فی الدرس اور یہ خیال کہ اس میں قصد وقت قضا کرنا ہے ناواقفی سے ناشی سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہو گئیں اُن کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہرگز نہ ہوں گی الا تری الی قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سمی صلاۃ قبل الطلوع بعد الفرض قضاء لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں لہذا ہمارے امانوں نے اُس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہذا اجازت دی - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۸۵ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکرو ضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے - بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و اگہ ہے جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا فی الدار الخاذا خان فوت رکعتی الفجر لا یشغاله بسنتہما ترکھا لکن الجماعۃ اکمل الخ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مقام یو مدقلعہ رام چھاونی ڈیرہ اسماعیل خاں رحمت ۲۵ بنگال ملک وزیرستان مرسلہ عبداللہ خاں صاحب ۱۳ صفر ۱۳۸۵ھ

۱۔ اے لقاے تجواب ہر سوال؛ مشکل از تو حل شود بے قیل و قال - بعد قنائے قدوسی کے مدعا یہ ہے کہ بیاں ہم لوگوں میں ایک حافظ قرآن شریف بہت عمدہ تلاوت کرتے ہیں سب جوانوں کا مشورہ ہوا کہ حافظ صاحب ہم کو پورا قرآن سنائیں سب کی صلاح سے بعد نماز عشاء کچھلی دو رکعت نفل میں دہ پارے روز سنائے دس یوم بعد معلوم ہوا کہ نفلوں میں جماعت درست نہیں بعد کو سب کے رائے سے عشا کے فرضوں میں دو رکعت پیشتر میں قرآن سنایا ۸ یوم سا ہوگا کہ بعض نے کہا تھا ہی نماز درست نہ ہوئی اب آپ

لکھئے کہ کسی طرح قرآن شریف علاوہ رمضان مبارک سنا نا درست ہے یا نہیں اب سب کہتے ہیں و تروں میں سناؤ اور اب یہ بھی سنا ہے کہ سنتوں میں جماعت درست نہیں ہے پھر کیا بند و بست کیا جائے اور جو نماز اس طور پڑھی ہے وہ قبول ہوئی یا پھر قضا کریں یہ جگہ پہاڑ ہے ایک قلعہ ہے جس میں ہم قریب سو جوانوں کے رہتے ہیں۔

الجواب

استسقاء کے سوا ہر نماز نفل و تراویح و کسوف کے سوا ہر نماز سنت میں ایسی جماعت جس میں چار یا زیادہ شخص مقتدی نہیں مکروہ ہے اور و تروں کی جماعت غیر رمضان میں اگر اتفاقاً کبھی ہو جائے تو حرج نہیں مگر التزام کے ساتھ وہی حکم ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو اگر امت ہے اور فرضوں میں قرات طویل قدر سنت سے اس قدر زائد کہ مقتدیوں میں سے کسی شخص پر بارگزرے سخت ناجائز و گناہ ہے یہاں تک کہ اگر ہزار مقتدی ہیں اور سب خوشی سے راضی ہیں کہ قرات قدر سنت سے زیادہ پڑھی جائے مگر ایک شخص کو ناگوار ہے تو اسی ایک کا محاذ و جہا ہوگا اور قدر سنت سے بڑھا گناہ ہوگا در مختار میں ہے یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعة رکعتین کالفضل و صلاۃ الکسوف سنة و اختار فی الامر ارجوہا و اختلف فی استئذان صلوۃ الاستسقاء و هو بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ ۱ ہ ملقطاً اسی میں ہے لا یصلی الوتر ولا التطوع مجباعۃ خارج رمضان ای یکوہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرس رد المحتار میں ہے قولہ یکوہ ذلک اشار الی ما قالوا ان المراد من قول القدری فی مختصرہ لا يجوز الکواہۃ لا عدم اصل الجواز لکن فی الخلاصۃ عن القدری انہ لا یکوہ و ایدہ فی حلیۃ بما اخرجہ الطحاوی عن المسوس بن محرزۃ قال دفنا ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلا فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی لمار و ترفقام و صفقنا و راء فضلی بنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی آخرهن ثم قال و یکن ان یقال الظاہر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثمان کان ذلک احیاناً کما فعل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان مباحاً غیر مکروہ و ان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروہۃ لانه خلاف المتوارث و علیہ یحکم ما ذکرہ القدری فی مختصرہ و ما ذکرہ فی غیر مختصرہ یحمل علی الاول و اللہ تعالیٰ اعلم در مختار میں ہے یکوہ تحریماً تطویل الصلاۃ علی القوم زائد علی قدر السنۃ الخ و تمام الکلام علیہ فی رد المحتار و الحلیۃ و غیرہا و بالبحث و التفتیر یظہر ما ذکرنا پس اگر اس کا بند و بست منظور ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) یہ کہ فرضوں کی دو رکعت پیشیں میں قرات ہو اس شرط پر کہ جماعت کے آدمی گئے بند سے ہوں اور وہ سب دل سے اس تطویل پر راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معین نہیں اور لوگ بھی اگر شریک فی الصحیح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر یہ بعد دو لوگ راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معین نہیں اور لوگ بھی اگر شریک ہو جاتے ہیں اور ان کا اس تطویل پر راضی ہونا معلوم نہیں تو جائز نہ ہوگا حدرا عن الوقوع فی الحرام (۲) سنتوں، نفلوں، و تروں میں حافظ قرات کرے اور ہر بار مختلف لوگ مقتدی ہوں کہ کسی بار میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں مثلاً عشا کے بعد دو سنتوں میں تین مقتدیوں کے ساتھ آدھا پارہ پڑھ لیا پھر و تروں میں دوسرے تین آدمی شریک ہو گئے آدھا ان میں پڑھا پھر نفلوں میں دوسرے تین مل گئے آدھا اب پڑھایا و تروں سے پہلے جتنے نفل چاہے۔ امام نے مختلف تین تین آدمیوں کے ساتھ پڑھے کہ سو یا زیادہ شخص سب کو حصہ رسد ایک قرات طویل میں

شرکت پہنچ گئی (۳) سنتوں خواہ نفلوں میں سب مقتدی ایک ساتھ شریک ہو کر ایک ہی بار میں ساری قرأت سب نہیں مگر یوں کہ مقتدی سب یا تین سے جتنے زیادہ ہیں یوں منت مان لیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر کی کہ یہ رکعتیں اس امام کے ساتھ باجماعت ادا کروں اس صورت میں بھی کراہت نہ رہے گی اگرچہ کوئی ایسی پسندیدہ بات یہ بھی نہیں درمختار میں ہے فی الاشباہ عن البزازیة یکوہ الاقتداء فی صلاہ رعنا ثب وبراءة وقد رالا اذا قال نذرت کذا رکعة بهذا الامام جماعة اھ قلت وتمتة عبارة البزازیة من الامامة ولا ینبغی ان یتکلف کل هذا التکلف لاهو مکروہ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - اذا احمد اباد گجرات دکن محلہ مرزا پور مدرسہ اسلامیہ مدرسہ شیخ علاء الدین صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نزدیک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علمائے حنفیہ کی نماز تہجد کی ساتھ باجماعت کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور دیگر ایام مخصوصہ چنانچہ یوم عاشوراء وغیرہ میں نفل جماعت سے جائز ہیں یا نہیں اور یہاں کے مولوی نماز تہجد کی جماعت سے پڑھنا از حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما منصوص کہتے ہیں اور وقت تہجد کے باجماعت بھی کرتے ہیں آیا جماعت تہجد اور نفلوں کی کرنا مستحب یا سفیہ کیا ہے اور جبکہ برعکس ہو تو کیا مکروہ ہے یا بدعت۔ ہے کیا ہے اللہ اعلم نا بدینا بحکمہ الکتاب تو جروا یوم الحساب۔

الجواب

تراویح و کسوف و استسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب معلوم و مشہور اور عامہ کتب مذہب میں مذکور و مسطور ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ تداعی ایک دوسرے کو بلا ناجع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے اور اس کی تحدید امام نسفی وغیرہ نے کافی میں یوں فرمائی کہ امام کے ساتھ ایک شخص تک بالاتفاق بلا کراہت جائز اور تین میں اختلاف اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ۔ یہ تحدید امام شمس الائمہ سے منقول ہے کافی کا نص عبارت یہ ہے (لا یصلی تطوع بجماعة الا قیام رمضان) وعن شمس الائمة ان التطوع بالجماعة انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکرہ و اذا اقتدی ثلثة بواحد اختلف وان اقتدی اربعة بواحد کوہ اتفاقا اور اصح یہ ہے کہ تین مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے قولہ اختلف فیہ والا صحیح عدم الکراہة مگر انھیں امام شمس الائمہ سے خلاصہ وغیرہ میں یوں منقول کہ تین مقتدیوں تک بالاتفاق کراہت نہیں چار میں اختلاف ہے اور اصح کراہت فتاویٰ خلاصہ کا نص عبارت کتاب الصلوۃ فصل حاشی عشر میں یہ ہے اصل هذا ان التطوع بالجماعة اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ فی الاصل للصمد والشہید اما اذا صلی بجماعة بغیر اذان واقامة فی ناحية المسجد لا یکرہ وقال شمس الائمة الحلو فی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کان سوی الامام ثلثة لا یکرہ بالاتفاق وفي الاربع اختلف المشائخ والا صحیح انہ یکرہ بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین اور چار میں اختلاف نقل و مشائخ اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں چار میں ہے تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں دہندہ در و غرہ پھر در مختار میں فرمایا یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة واحد پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تہجد ہی ہے یعنی خلاف اولی لمخالفة التوارد نہ تحریری کہ گناہ و ممنوع ہو رد المحتار میں ہے فی الحلۃ الظاہر ان الجماعة فیہ غیر مستحبۃ لثان کان

ذلك احيانا كان مباحا غير مكروه وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لانه خلاف المتوارث اه ويؤيده ايضا
 ما في البدائع من قوله ان الجماعة في التطوع ليست بسنة الا في قيام رمضان اه فان لفظة السنة لا يستلزم الكراهة ثم ان كان
 مع المواظبة كان بدعة فيكرة وفي حاشية البحر للخير الرملي على الكراهة في الضياع والنهاية بان الوتر نقل من وجه والنقل
 بالجماعة غير مستحب لانه لم تفعله الصحابة في غير رمضان اه وهو كالصحيح في انها كراهة تنزيه تامل اه اه مختصر اصالة الزناب
 وصلاة البراءة وصلاة القدر كجماعات كثيرة وكسامة بكثرة بلاد اسلام من رائج تهيئ متأخرين كما ان پراكار اس نظر سے ہے کہ عوام سنت نہ سمجھیں
 ولہذا وجہ کروری میں بعد بحث وکلام فرمایا فلو ترك امثال هذه الصلوات تارك ليعلم الناس انه ليس من الشعائر فحسن اور بعض ناس کا
 غلو و افراط سموع نہیں اور حدیث بروایت مجاہیل آنا موجب وضع نہیں نہ وضع حدیث موجب منع عمل ہے عمل بالحدیث الموضوع اور عمل بسا
 فی الحدیث الموضوع میں زمین آسمان کا بل ہے کما حققنا کل ذلك فی منیر العین فی حکم تقبیل الایہامین خصوصاً ان کا فعل عجت
 اجلہ اعظم اولیائے کبار و علمائے ابرار حتی کہ ایک جماعت تابعین کرام و ائمہ مجتہدین اعلام سے ثابت و منقول ہے لطائف المعارف امام
 حافظ زین الدین ابن رجب میں ہے و لیلة النصف من شعبان كان التابعون من اهل الشام كخالد بن معدان ومكحول ولقمان
 بن عامر وغيرهم يعظمونها ويجتهدون فيها في العبادة ومنهم اخذ الناس فضائلها وتعظيمها وقد قيل انه بلغهم في ذلك آثار
 اسر ائيلية فلما اشتموا ذلك عنهم في البلدان اختلف الناس في ذلك فمنهم من قبله ووافقهم على تعظيمها منهم طائفة من
 عباد اهل البصرة وغيرهم وانكر ذلك اكثر العلماء منهم عطاء وابن ابي مليكة وعبد الرحمن بن زيد بن اسلم من فقهاء
 المدينة وهو قول اصحاب مالك وغيرهم وذلك كله بدعة واختلف علماء اهل الشام في صفة احيائها على قولين احدهما انه
 يستحب احيائها جماعة في المساجد كان خالد بن معدان ولقمان بن عامر وغيرهما يلبسون فيها احسن ثيابهم ويتجرون و
 يلبسون ويقومون في المساجد ليلتهم ذلك ووافقهم اسحق بن راهويه على ذلك الخ وقد ذكر بعد القول الاخر وهو كراهة
 الجماعة وون الانفراد وبن عليه امام الشام الاوزاعي لكن فيه سقطا في نسخة فلم يتيسر لي نقله ويتضح بسا ذكره عن الثوري لاني
 فانه انما اخذه عنه مراقي الفلاح شرح نور الايضاح میں ہے انكره اكثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابي مليكة وفقهاء
 اهل المدينة واصحاب مالك وغيرهم وقالوا ذلك كله بدعة ولم ينقل عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولا عن اصحابه
 احياء ليلته العيد جماعة واختلف علماء الشام في صفة احياء ليلة النصف من شعبان على قولين احدهما انه استحباب احياء
 جماعة في المسجد طائفة من اعيان التابعين كخالد بن معدان ولقمان بن عامر ووافقهم اسحق بن راهويه والقول الثاني انه يكره
 الاجتماع لها في المساجد للصلاة وهذا قول الاوزاعي امام اهل الشام وفقههم وعالمهم ان دون عبارات کا حاصل یہ ہے کہ
 اہل شام میں ائمہ تابعین مثل خالد بن معدان و امام مکحول و لقمان بن عامر وغیر ہم شب برات کی تنظیم اور اس رات عبادت میں کوشش عظیم
 کرتے اور انہیں سے لوگوں نے اُس کا فضل ماننا اور اُس کی تنظیم کرنا اخذ کر لیا ہے کوئی کتا ہے انہیں اسباب میں کچھ آثار اسرائیلی پہنچے تھے
 خیر جب اُن سے یہ امر شہروں میں پھیلا علما اس میں مختلف ہو گئے ایک جماعت نے اسے قبول کیا اور تنظیم شب برات کے موافق ہوئے اُن میں سے

ایک گروہ عابدین اہل بصرہ وغیرہم ہیں اور اکثر علما نے انکار کیا اُن میں سے ہیں امام عطاء بن ابی ملیکہ و عبد الرحمن بن زید بن اسلم
 فقہائے مدینہ سے اور یہ قول مالکیہ وغیرہم کا ہے کہ یہ سب نوپیدائے اہل شام اس رات کی شب بیداری میں کہ کس طرح کی جائے دوقل
 پر مختلف ہوئے ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ سجد ہے خالد بن معدان و لقمان بن عامر وغیرہما اس شب اکابر تابعین اچھے
 سے اچھے کپڑے پہنے بخور کا استعمال کرتے سر نہ لگاتے اور شب کو مسجدوں میں قیام فرماتے امام مجتہد احقر بن راہویہ نے بھی اس بارے میں اُن کی
 موافقت فرمائی دوسرا قول یہ کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے اور یہ قول شام کے امام و فقیہ و عالم امام ادزاعی کا ہے۔ شیخ محقق اعظم
 علماء الهند مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی ماثریت بالسنۃ میں حدیث صلاۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کر کے ارشاد فرماتے ہیں
 هذا اما ذكره المحدثون على طريقهم في تحقيق الاسانيد ونقد الاحاديث وعجبا منهم ان يبالغوا في هذا الباب هذه المبالغة
 ويكفيهم ان يقولوا لم يصح عندنا ذلك و اعجب من الشيخ محي الدين النودى مع سلوكه طريق الانصاف في الابواب الفقهيّة
 وعدم تعصبه مع الحنفية كما هو دأب الشافعية فما نحن فيه اولى بذلك للنسبته الى المشائخ العظام والعلماء الكرام قدس
 اسرارهم يعني یہ وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق اسناد و تنقید آثار پر ذکر کیا اور اُن سے اسی قدر مبالغہ کا تعجب ہے انھیں اتنا کتنا
 کافی تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچی اور زیادہ تعجب امام محی الدین نودی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہ انصاف چلتے
 ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں زیادہ انصاف و ترک افراط کے لائق تھا اس لیے
 کہ یہ فعل اولیائے عظام و علمائے کرام قدس اسرارہم کی طرف منسوب ہے پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے دربارہ صلاۃ الرغائب خود نبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام زرین سے نقل کی جس کی وضع اس لیے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں
 جمع کرے اور اُس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا هذا الحديث مما وجدته في كتاب زرین ولم اجداه في واحد من الكتب
 الستة والحديث مطعون فيه يعني یہ حدیث میں نے کتاب زرین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اُس پر جرح ہے پھر فرمایا وقد
 وقع في كتاب بهجة الاسرار ذكر ليلة الرغائب في ذكر سيدنا وشيخنا القطب الرباني وغوث الصمد اني الشيخ محي الدين
 عبد القادر الحسيني الجبيلي رضى الله تعالى عنه قال اجتمع المشائخ وكان ليلة الرغائب الى اخر ما ذكر من الحكاية وذكر ايضا
 انه نقل عن الشيخين القندوتين الشيخ عبد الوهاب والشيخ عبد الرزاق قالوا بكرة الشيخ بقا بن بطوس سحر يوم الجمعة الخامسة من
 رجب السنة ثلث واربعين وخمسائة الى مدرسة والذنا الشيخ محي الدين عبد القادر رضى الله تعالى عنه وقال لنا الاساقفة
 عن سبب بكوري اليوم اني رأيت البارحة نورا اضاءت الآفاق وعمما فطار الوجود ورأيت اسرار ذوى الاسرار فمنها ما يتصل
 به ومنها ما يمنع مانع من الاتصال به وما اتصل به سر الا نضا عت نوره فطلبت ينبوع ذلك النور فاذا هو صادر عن الشيخ
 عبد القادر فاردت الكشف عن حقيقته فاذا هو نور شهود قابل نور قلبه وتقارح هذان النوران وانعكس ضياؤهما على مرآة
 حاله واتصلت اشعته المتقارحات من محيط جمعه الى وصف قربه فاشرق به الكون ولم يبق ملك نزل الليلة الا اناءه وصافى
 واسمه عند هم الشاهد والمشهود قالوا فتبنا رضى الله تعالى عنه وقلنا له اصليت الليلة صلاۃ الرغائب فاشهد

اذا نظرت عینی وجوه حجابی؛ فقلت صلاتی فی لیالی الرغائب؛ وجوه اذا ما اسفرت عن جمالها؛ اضاعت بها الاکوان من کل جانب؛ ومن لم یوف الحب ما یستحقه؛ فذات الذی لمریات قطب واجب؛ اہ ما نقلہ الشیخ قدس سرہ والذی راہ العبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ فی البہجۃ الکریمیۃ نصہ ہکذا ولم ین ملک انزل اللیلۃ الی الارض واناہ وصافحہ الخ یعنی کتاب تطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر قدس میں صلاۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیا جمع ہوئے الی آخر کلماتہ نیز امام ابو الحسن نور الدین علی قدس سرہ نے بسند خود حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب و سیدنا تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق ابنائے حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی کہ روز جمعہ پنجم رجب ۳۲۳ ھ کو حضرت شیخ بقابن بطوق قدس سرہ العزیز صبح تر تک مدرسہ انور حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اول وقت کیوں آیا میں نے آج کی رات ایک نور دکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں جو اس سے اتصال پاتا ہے اس کا نور دوبالا ہو جاتا ہے تو میں نے عور کیا کہ اس نور کا خزانہ ذبیح کیا ہے کہاں سے چمکا ہے ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پُر نور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صادر ہوا ہے اب میں نے اس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نور قلب سے مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر منعکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے یکے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اس رات اترے تھے سب نے حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ کیا (اور بہجۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اس رات زمین پر نہ اتراد اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ دیکھا ہو یعنی تمام ملکہ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا سے مصافحہ کیے) فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کہ مشاہدہ الہی ہیں اور مشہود کہ سب ملکہ ان کے پاس آئے قال تعالیٰ ان قرآن الفجر کان مشہودا ای تشهدہ المملکۃ) دونوں شاہزادگان دو جہاں نے فرمایا ہم یہ سن کر حضور پُر نور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عہض کی کیا آج کی رات حضور نے صلاۃ الرغائب پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چمکے یہ شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبائے رغائب میں میری ناز ہے وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب بجا نہ لایا (پیاریاں عالم قدس کی تجلیاں ہیں) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبد المجید خاں صاحب سرشتہ دار ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں ان کا بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے ہو کر۔ کتاب مالا بد منہ ہندی میں ۵۰
س ۵ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔

الجواب

کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان صلی قاثما فهو افضل

ومن صلی قاعد افله نصف اجر القائم اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اس کے لیے کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ہے رواہ البخاری عن عثمان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابة جميعا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں بیٹھ کر بھی پڑھی ہیں کما عند مسلم عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت بعد ما ذکرت وثرة صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وهو قاعد ولا یصلی عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلیہما بعد الوتر وهو جالس اور کبھی ان میں قنود و قیام کو جمع فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھتے رہے جب رکوع کا وقت آیا کھڑے ہو کر رکوع فرمایا فلا بن ماجہ عن ام المومنین ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین خفیفتین وهو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فزکع مگر بیٹھ کر پڑھنا دواماً نہ تھا بلکہ اس بات کے بیان کے لیے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ خود ان نفوس کا پڑھنا بھی اس بیان کے واسطے تھا کہ وتر کے بعد نوافل جائز ہیں اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ جتنے نوافل پڑھنے ہوں سب پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا اپنی نماز شب میں سب سے آخر وتر رکھو رواہ مسلم عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا امام نووی منہاج پھر علامہ قاری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ہاتان الركعتان فعلہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالساً لیان جواز الصلوة بعد الوتر و بیان جواز النفل جالساً ولم یواظب علی ذلک بلکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے جب بھی ہمارے لیے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی افضل ہوتا کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے لیے نفل ہوتا اور ہمارے لیے صاف وہ ارشاد قویٰ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھے کا ثواب آدھا ہے اور اصول کا قاعدہ ہے کہ قول فعل میں ترجیح قول کر ہے کہ فعل میں احتمال خصوصیت ہے نہ کہ یہاں تو صریحاً بیان خصوصیت فرمایا ہے صحیح مسلم شریف میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے مجھے حدیث پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدھی ہے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا میں نے سیرافہ براہ تھ رکھا **اقول** یعنی یہ خیال گزرا کہ شاید بخار وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ رہے ہوں) و هذا بحمد اللہ منزوع نقیس واضع یستغنی بہ عما اطال الطیبی وابن حجر والقاری و وقعوا

لہ (فوجدتہ یصلی جالساً فوضعت یدے) لعل بعد الفراغ من الصلاة ثم رأیت ابن حجر جزم بہ وقال بعد فراغه اذ لا یظن بہ اوضع قبلہ (علی رأسہ) ای لیتوجہ الیہ وکانہ کان هناك مانع من ان یحضر بین یدیه ومثل هذا الایمی خلاف الادب عند طائفة العرب لعدم تکلفهم وکمال تألفهم وکذلک فی قولہم لہ انت دون انت الذی هو مقتضی حسن الاواب فی معرض الخطاب لایتوجہ علی قائلہ العتاب و تکلف الطیبی ہنا فی شرح الکتاب وادرا السؤال والجواب ونسب قلة الادب الی الاصحاب وقال علی وجہ الاطناب فان قلت الیس یجب علیہ خلاف ذلک توقیر الہ علیہ الصلوۃ والسلام قلت لعلہ صدر عنہ لاعتن قصد الیہ واستغرب کو نہ علی خلاف ما حدث عنہ واستبعد فاراد تحقیق ذلک فوضع یدہ علی رأسہ ولذلک انکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقولہ مالک الخ فسماء ونسب الی اہلبیہ وکذا قول عبد اللہ وانت تصلی قاعد فانہ حال مقارۃ لمحۃ الاشکال ثم رأیت ابن حجر قال کان ذلک فی عادۃہم لفعلة المستغرب الشئ المتعجب من وقعہ مع من استغرب منہ ذلک فلا ینا فی المتعارف الا ان ذلک خلاف الادب ونظیرہ ان بعض العرب کان ربما یس لحیۃ شریفة عند مقادیرہ معہ اھ وقد شوہد فی زماننا ان بعض اجلات العرب یسک لحیۃ شریف مکة ویقول ان ذلک یا حسن والحال انہ قد ینکون لعلہ معلقا فی اصبعہ ۱۱ منہ

فیما کان لہم مندوحة عنہ وباللہ التوفیق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو کیا ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے سنا تھا کہ حضور نے فرمایا بیٹھے کی نماز آدمی ہے۔ اور حضور خود بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں فرمایا اجل ولكن لست کا حد منکم ہاں بات وہی ہے کہ بیٹھے کا ثواب آدھا ہے مگر میں تمہارے مثل نہیں میرے لیے ہر طرح پورا کامل اکمل ثواب ہے۔ یہ میرے لیے خصوصیت و فضل رب الارباب ہے مرقاة میں ہے یعنی ہذا من خصوصیات ان لا ینقص ثواب صلاقی علی ای وجہ تکون من جلداتی و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء قال تعالیٰ وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بھنڈی بازار کارخانہ کرسی مرسلہ نفعی خاں ولد احمد خاں معمار ۲۹ رجب ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ التشیع پڑھنے کی کیا ترکیب اور اس کا کیا وقت ہے۔

الجواب

اس نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب اور اس میں بڑی معافی کی امید ہے وہ چار رکعت نفل ہے کہ غیر وقت مکر وہ میں ادا کی جائے یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں اور ٹھیک دوپہر کو جائز نہیں اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اس پر نگاہ بے تکلف ٹھہرنے لگے اس وقت جائز نہیں نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت جائز نہیں غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے ہیں ان اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ ٹھہرے پہلے پڑھے کما فی الہندیۃ عن المضمورات عن الملعنہ اور افضل دن جمعہ کا ہے اور اس کا مناسب طریقہ کہ ہمارے المذکر کرام کے مذہب سے موافق ہے یہ ہے کہ سبحانک اللہم پڑھ کر پندرہ بار سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر الحمد وسورت پڑھ کر یہی کلمہ دس بار پھر رکوع میں تسبیحات رکوع کے بعد دس بار پھر رکوع سے کھڑے ہو کر دینا لا الہ الا اللہ الحمد کے بعد دس بار پھر سجدہ میں تسبیحوں کے بعد دس بار پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدہ میں اسی طرح دس بار یہ ایک رکعت میں پچھتر بار ہو پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہو کر الحمد سے پہلے پندرہ بار پھر الحمد وسورت کے بعد دس بار پھر رکوع میں بدستور کہ یہ بھی پچھتر ہوئے اسی طرح باقی دونوں رکعتوں میں بھی کہ یہ سب مل کر تین سو بار ہو جائیں گے سورت کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ کہ پہلی رکعت میں الھکمہ التکاثر دوسری میں والعصر تیسری میں قلیا پوتھی میں قل ھو اللہ یہ نماز ہر روز پڑھے درنہ ہر جمعہ درنہ ہر مہینے درنہ سال میں ایک بار تو ہو جایا کرے اور نہ ہو تو عمر بھر میں ایک بار تو ہو جائے کہ اس میں بڑی دولت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اوہ نگہ ڈاکخانہ اچھیرہ ضلع آگرہ مسوکر جناب محمد صادق علی صاحب رمضان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت تراویح یا اور نوافل ایک نیت سے پڑھے قعدہ اولیٰ میں درود شریف و دعاؤ
تیسری رکعت میں سبحانک اللہم پڑھے یا نہیں۔

الجواب

پڑھنا بہتر ہے در مختار میں ہے لا یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولیٰ فی الاربع قبل الظہر

والجمعة ولا يستغفره اذا قام الى الثالثة عنها وفي البواقي من ذوات الاربع يصلي على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ويستغفره ويتعوذ ولونذالان كل شفيع صلاة مكر تاروح خود ہی دو رکعت بہتر ہے کا نہ ہو المتوارث تنویر میں ہے عشر و ن رکعت بعشر تسلیما ت سراجہ میں ہے کل ترویجۃ اربع رکعت بتسلیمتین یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض الم کے نزدیک دو ہی رکعت کے قائم مقام ہوں گی اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں شمار ہوں گی جبکہ ہر دو رکعت برقعہ کرتا رہا ہو علمگیری میں ہے ان قعد فی الثانیۃ قد التھمہ اختلافہ فی فعلی قول العامة یجوز عن تسلیمتین و هو الصحیح حکذا فی فتاوی قاضی خان - واللہ تعالی اعلم

مسئلہ۔ مسئلہ علی حسین صاحب از آؤلہ محلہ خیل حکیمان معرفت جناب حاجی علیم اللہ صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ رمضان شریف میں لڑکوں کے پیچھے دن میں دو تین بالغ حافظ وغیرہ نماز نفل کے اندر قرآن مجید سنتے ہیں یہ امر مشروع ہے یا نہیں بظاہر کتب فقہیہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ نوافل روز میں ستر پڑھنا واجب ہے بوجہ اس کے لڑکا ہو یا بالغ اُس کی نماز کراہت تحریمی سے تو خالی نہ ہوگی یہ اور بات ہے کہ لڑکے کے ذمہ اعادہ واجب نہ ہو جیسا کہ لڑکا اگر نماز نفل کو فاسد کر دے گا تو اجتماعاً اُس کے ذمہ قضاء نہ آئے گی اور یہ اقتدار لڑکے کے پیچھے مختار مذہب کے موافق تو صحیح ہی نہیں ہے اس کے متعلق جواب باصواب بحوالہ عبارات کتب فقہیہ تحریر فرمائیے اجر جزیل کے عذا شد مستحق ہو جیے۔ بیادنا توجروا

الجواب

یہ امر بالاتفاق نامشروع و ممنوع ہے مذہب صحیح پر تو اس لیے کہ وہ جماعت باطل ہے لان نفل البالغ مضمون فلا یصح بناء الاقوی علی الاضعف اور در مختار میں ہے صلاة العید فی القری تکرہ نحو ما لانه اشتغال بالایصح ایہ مذہب ضعیف پر اس لیے کہ دن کے نفل میں انخاف واجب ہے حدیث میں ہے صلاة النہار عجماء در مختار میں ہے یجھوالامام وجوباً فی الفجر واولی العشائین الی قوله وکثیر فی غیرہا کمقتل بالنہار۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از قصبہ اردو ضلع علی گڑھ محلہ کٹرہ بر مکان شیخ عبدالحی صاحب رسالہ مسئلہ شیخ عبدالحی صاحب نے فرمائی قادی ۱۴ رمضان ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و صوفیائے محققین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فجر آفتاب طلوع ہونے پر جو نوافل اشراق (دو لغایت چھ رکعت) اور ایک پہر دن چڑھے پر جو نوافل نماز چاشت (دو لغایت بارہ رکعت) پڑھے جاتے ہیں شرح مشکوٰۃ میں ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت ہی کو نماز ضعیفی کہا ہے لیکن ایک بزرگ صوفی مشرب نماز ضعیفی کو ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت سے علیحدہ بتلاتے ہیں اور وہ خود بھی عرصہ چالیس سال سے اشراق اور چاشت کے علاوہ نماز ضعیفی کے نوافل (دو لغایت آٹھ رکعت) علیحدہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے پیر طریقت نے علیحدہ پڑھنا بتلایا ہے اور ملک سندھ میں عام آدمی نماز ضعیفی کے نوافل نماز اشراق اور چاشت کے علاوہ علیحدہ پڑھتے ہیں اور بعض علماء سے تصدیق کر لینا بھی ظاہر کرتے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہو گیا ہے اس لیے استفتا ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور نماز ضعیفی۔ اشراق اور چاشت کے نوافل کو کہتے ہیں یا علیحدہ نماز ہے۔ بیادنا توجروا۔

الجواب۔ نماز ضعیفی وہی نماز چاشت ہے نوافل پڑھنے کا اختیار ہے تمام اوقات غیر مکروہہ میں اگر نوافل ہی پڑھے کون منع کرتا ہے

مگر شرعی معنی میں اپنی طرف سے جدت نکالنا ضرور شنیع و معیوب ہے ہر شخص جانتا ہے کہ ضعیفی کا ترجمہ چاشت ہی ہے تو صلاۃ الضعیفی نہیں مگر نماز چاشت۔ اور ان دو کے سوا کسی تیسری نماز کا اصلا کسی حدیث سے ثبوت بھی نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از عثمان پور ضلع بارہ بکلی سولہ محمد حسن یار خاں صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز تہجد میں خیر متین ترجمہ صحیح حصین کے دیکھنے سے بروایت چار رکعت اور آٹھ رکعت اور تیرہ رکعت نماز تہجد میں ہے ایک شخص تہجد گزار اہل سے معلوم ہوا کہ بارہ رکعت تہجد کی اور ترکیب پڑھنے کی یہ ہے کہ اول رکعت میں ایک مرتبہ قل ہوا اللہ شریف دوسری میں دوبار بارہویں میں بارہ مرتبہ یا ہر رکعت میں تین تین بار قل ہوا اللہ شریف پڑھا جائے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ صحیح کون سا قاعدہ ہے اور تہجد میں کس رکعت پڑھنا چاہیے اور بعد احمد کے جیسا کہ نماز میں قاعدہ ہے کہ جو سورہ چاہے ملائے خیر متین میں قل ہوا اللہ شریف پڑھنے کا قاعدہ مسطورہ بالا نہیں لکھا ہے اور جو تہجد وتر کے دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں اُن کو بھی تہجد کے وقت میں پڑھنا چاہیے مثل وتر کے یا عشا کے وقت ادا کرنا چاہیے اور نماز صلاۃ التسبیح میں کلمہ تہجد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ایک شخص کہتا ہے کہ ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار پڑھنا چاہیے چار رکعت میں دو رکعت کی نیت کی جائے یا چار کی۔ دعائے ماثور کیا ہے معلوم نہیں اور کس موقع پر پڑھی جائے دعائے تہجد بغرض تصحیح مرسل ہے یا مقلب القلوب قل قلبی الیک یا مصروف القلوب صرف قلبی علی دینک وطاعتک اور خیر متین میں سنت فجر میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہوا اللہ پڑھنے کو لکھا ہے اس ترکیب سے پڑھنا سنت فجر یا نفل میں جائز ہے یا نہیں۔ اور جیسا کہ فرض میں بقید سورہ پڑھنا ناجائز ہے اور سنن ابن ماجہ کے ترجمہ رفع الحاجر کی دو جلدیں میرے پاس ہیں جس میں تہجد وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جلد اول میں ہے اور ایک کتاب وظیفہ میں قلیا اور قل ہوا اللہ سنت میں پڑھنے کو لکھا ہے اور دوسری میں الم نشرح اور الہ ترکیب لکھا ہے جو فرض و وتر میں بغرض فلا حجت لکھا ہے اور وتر میں اخیر رکعت میں قل ہوا اللہ پڑھنا ضرور ہے یا اور سورہ کو ملا کر پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔ بلیوا تو جروا۔

الجواب

عشا کے فرض پڑھ کر آدمی سو رہے پھر اس وقت سے صبح صادق کے قریب تک جس وقت آنکھ کھلے دو رکعت نفل صبح طلوع ہونے سے پہلے پڑھے تہجد ہو گیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مردی ہے اور مشائخ کرام سے بارہ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو ہی رکعت پڑھتے اور اُن میں قرآن عظیم ختم کرتے غرض اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نبیہ علیہ السلام اگرچہ دو ہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں فرمایا احب الاعمال الی اللہ اذ وہا وان قل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو قرات کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورہ اخلاص پڑھے کہ اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے خواہ یوں کہ بارہ رکعتیں ہوں پہلی میں ایک بار دوسری میں دوبار یا پہلی میں ۱۲ دوسری میں ۱۱۔ اخیر میں ایک کہ یوں ۶ ختم قرآن کا ثواب ہو گا اور پہلی صورت میں ۲۰ کا ہوتا اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یاد ہو اُس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں۔ تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اُٹھنے براطینان ہو اُسے افضل یہ ہے کہ وتر بعد تہجد پڑھے پھر وتر کے بعد نفل پڑھے جتنے نوافل

پڑھنا ہوں وتر سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر سونے کے بعد ہیں تو تہجد میں داخل ہوں گے (۲) صلاۃ التہجد میں سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہر جگہ دس دس بار پڑھنا چاہیے گیا رہ بار بتانے والا غلط کہتا ہے مگر ہر قیام میں قرات سے پہلے پندرہ بار ہے (۳) صلاۃ التہجد چار رکعت کی نیت کی جائے (۴) بعد دونوں درودوں کے قبل سلام یہ دعا پڑھے اللھم انی اسألك توفیق اهل الهدی و اعمال اهل الیقین و مناصحة اهل التوبة و عزم اهل الصبر و جدا اهل الخشية و طلب اهل الرغبة و تعبد اهل الورع و عرفان اهل العلم حتی اخافک - اللھم انی اسألك مخافة یحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملاً استحق بہ رضاک و حتی انا صحت بالتوبة خوفاً منك و حتی اخلص لك النصیحة حباً لك حتی اتوکل علیک فی الامور حسن ظن بك سبحن خالق النور (۵) سنت فجر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی دناؤ سنت وہی ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ کفرؤن اور دوسری میں اخلاص اور الم نشرح اور الم تریکف پڑھنا مشائخ سے بطور عمل مروی ہے جس کا فائدہ دفع اعدا اور ہے یہ کہ نوافل میں اختیار ہے جس طرح جو چاہے پڑھے (۶) وتر میں اخیر رکعت میں قل ھو اللہ احد شریف پڑھنا اور ہے مگر ضرور نہیں جو چاہے پڑھے بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سبح اسم ربك الاعلیٰ یا انا انزلناہ اور دوسری میں کفرون تیسری میں اخلاص - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - امام نے ظہر کے وقت چار رکعت نماز سنت ادا کرنے کے بعد کلام دنیا کیا بعد اس کے نماز پڑھائی تو اس فرض نماز میں کچھ نقصان آوے گا یا نہیں اور نماز سنت کا ثواب کم ہو جائے گا یا باطل ہو جائے گی۔

الجواب

فرض میں نقصان کی کوئی وجہ نہیں کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی ہاں اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے تو یہ بالابصار میں ہے ولو تکلم بین السنتہ والفرض لایسقطھا ولكن ینقص ثوابھا - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبد المجید خاں صاحب سر رشته دار ۱۸ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں پڑھنے کے بعد اگر گفتگو کی جادے تو پھر اعادہ سنتوں کا کرے یا نہیں۔

الجواب

اعادہ بہتر ہے کہ قبل سنتوں کے بعد کلام وغیرہ افعال منافی تحریر کرنے سے سنتوں کا ثواب کم ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک سنتیں ہی باقی رہتی ہیں تو تکمیل ثواب و خروج عن الاختلاف کے لیے اعادہ بہتر ہے جبکہ اس کے سبب شرکت جماعت میں خلل نہ پڑے مگر فجر کی سنتیں کہ ان کا اعادہ جائز نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پہلی بھیت محلہ پنجابیان قصل مسجد مرسلہ شیخ عبد الحکیم صاحب غزہ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں ایک مسجد کہ اس میں فجر کی نماز کے وقت بعد شروع ہو جائے جماعت کے اکثر نمازی آتے جاتے ہیں اور بعد حصول طہارت سنتیں فجر ادا کر کے شریک جماعت ہوتے جاتے ہیں مگر سنتیں فجر کی خلافت قاعدہ شرعیہ ادا ہوتی ہیں صورت یہ ہے کہ ایام گراما میں اندر دینی درجہ مسجد میں تو سبب گرمی کے جماعت نہیں ہوتی اکثر اوقات دوسرے سائبان مسجد میں ہو کر کرتی ہے بسا اوقات

اندر دینی درجہ میں سنتیں ادا کرنے کے واسطے جانے کی گنجائش نہیں رہتی یا بسبب شدت گرمی کے نمازی اندر جانا بھی گوارا نہیں کرتا ایسی شکل میں بعض واقفین تو صحن مسجد میں ستونوں کی آڑھ میں سنتیں پڑھ لیتے ہیں وہ بھی چار باج شخص بقدر تعداد ستونوں کے پڑھ سکتے ہیں مگر نمازی بعد کو آنے والے زیادہ ہوتے ہیں سب لوگ آؤ ستونوں کی نہیں پاتے اور بعض لوگ بوجہ عدم واقفیت یا کم توہی کے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے اور بعض اوقات شدت گرمی سے صحن مسجد میں نماز ہوتی ہے تو ستون بھی ستونوں کی آڑھ کو نہیں ملتے اکثر بدون حائل کسی شئی کی سنتیں پڑھی جاتی ہیں مگر ازلے اُس مسئلہ فقہیہ کے کہ جماعت شروع ہو جانے کے بعد سنتیں فجر کی خارج از مسجد ادا کی جائیں ہم کو عمدہ موقع حاصل ہے کہ مسجد سے ملحق چار طرف مسجد کے چار کمرے مدرسہ کے ہیں اس طرح سے کہ فرش سے فرش ملا ہے حد فاصل مابین مسجد اور مدرسہ کے صفوں کی تفصیلیں ہیں جو ایک ہاتھ تختینا چوڑی اور ایک بالشت اونچی ہیں اور یہ جملہ مکانات مسجد اور مدرسہ ایک احاطہ کے اندر ہیں اگر ہم ایک صف خواہ چٹائی صحن مدرسہ میں یا کسی کمرہ مدرسہ میں ملحق صحن مسجد کے واسطے ادائے سنتوں فجر کے بچھا دیوں اور وہ لوگ جو پیچھے آتے ہیں طہارت حاصل کر کے اُس چٹائی پر جو مدرسہ میں خارج از مسجد بھی ہے سنتیں فجر ادا کر کے شریک جماعت ہوتے جائیں تو سنتیں بھی حسب قاعدہ شرعیہ ادا ہوں اور نمازیوں کی بھی سہولت کا باعث ہو مگر زید اس کو دو بنا پر ناجائز کہتا ہے ایک یہ کہ نمازی جب مسجد کی فیصلوں پر جو وضو کرنے کا موقع ہے بیٹھ کر وضو کرے گا تو لا بد مسجد کے صحن میں سے گزر کر مدرسہ کے صحن میں جو چٹائی بچھی ہے سنتیں ادا کرنے کے واسطے جائے گا تو یہ صورت خلاف شرعیہ ہے اس وجہ سے کہ بعد از اذان مسجد سے خارج ہونا جائز نہیں اس گناہ کا مرتکب ہو گا سائل کہتا ہے کہ اگر ایسا ہی خارج ہونا ہے تو اس بنا پر اور بھی مسائل متفرع ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ پانی لینے کا کنواں اور سقاۃ اور پاکی حاصل کرنے کا غسلخانہ یہ سب کو احاطہ مسجد کے اندر ہیں مگر مسجد کے حدود فیصلوں سے باہر ہیں نمازی حسب عادت مروجہ زمانہ کے اکثر اول مسجد میں آتا ہے اپنا کپڑا وغیرہ مسجد میں رکھ کر بعد کو پانی لے کر طہارت وضو وغیرہ کرتا ہے بلکہ یہ عادات زمانہ کی عام مقامات کی مسجد کے موافق ہیں تو کیا یہ سب بعد اذان مسجد سے خارج ہونے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا احاطہ مسجد کے بیرون دروازہ سے نکلنے والا اور وہ بھی جو مسجد میں اپس آنے کا قصد نہ رکھتا ہو اس گناہ کا مرتکب ہو گا دوسری وجہ ممانعت زید کی یہ ہے کہ صحن مدرسہ کا بھی فرش پختہ ہے اور چھوٹے لڑکے بعض برہنہ یا پیشاب کو یا پاخانہ میں اور غسلخانہ میں جلتے ہیں اور اُسی فرش صحن مدرسہ پر ہو کر گزرتے ہیں اور فجر کو اکثر شہنم کی کچھنی فرش پر ہوتی ہے اور گاہے شب کی بارش کی بھی نمی فرش پر ہوتی ہے پس ایسے مشکوک فرش پر چٹائی کا بچھنا چٹائی کا بخش کرنا اور نیز نمازیوں کی نماز خواب کرنا ہے حالانکہ افضل عبادات کی نماز ہے سائل کہتا ہے پس ایسے مشکوک کی وجہ سے صحن مدرسہ میں جو چٹائی بچھائی گئی ہے اُس پر سنتیں ادا کرنا یا اُس پر سے وضو کر کے جس حالت میں کہ نمازی کے پیر وضو کے پانی سے ہنوز خشک نہیں ہوئے ہیں گزر کر کمرہ مدرسہ میں سنتیں ادا کرنا جائز ہو گا یا نہیں اور وہ چٹائی بخش ہوگی یا پاک قابل ادائے نماز رہے گی اور پیر اُس نمازیوں کے جو وضو کر کے اُس مشکوک فرش سے گزرا ہے پاک رہیں گے یا ناپاک ہو جائیں گے اور ایسی چٹائی کا بچھانے والا واسطے اہتمام ادائے سنتوں فجر کے طریقہ نیک کا جاری کرنے والا ہو گا اور ثواب پائے گا اُن وجوہات مرقومہ صدر جو باعث ممانعت زید کے ہیں اُن کی وجہ سے بعد از اذان مسجد سے نمازیوں کے خارج کرنے کا اور مشکوک فرش پر سنتیں ادا کرنے والے نمازیوں کی نماز خواب کرانے کا باعث ہو کر عذاب پائے گا یا اس قسم کے مشکوک پیدا کر کے تمام نمازیوں کو تنگی میں ڈالنے والا ہو گا بیان فرمائیے ثواب پائے۔

الجواب - زید کے دونوں اعتراض باطل و بے معنی ہیں مسجد سے بے نماز پڑھے باہر جانا دو شرط سے ممنوع ہے ایک یہ کہ وہ خبیث بے حاجت

ورنہ بلاشبہ جائز ہے مثلاً جس شخص کی ذات سے دوسری مسجد کی جماعت کا انتظام وابستہ ہے وہ بعد ازاں بلکہ خاص اقامت ہوتے وقت باہر جاسکتا ہے یہاں جسے دوسری مسجد میں بعد نماز دینی سبق پڑھنا یا سنی عالم کا وعظ سننا ہو اسی طرح پیشاب یا استنجے یا وضو کی حاجتیں دوسرے یہ کہ شروع جماعت تک واپسی کا ارادہ نہ ہو ورنہ مضائقہ نہیں اگرچہ بے ضرورت ہی کسی فی الدار المختار ذکرہ نحو یا للذی خرج من المسجد من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولاً الامن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ اولاً استاذہ لدرسہ او لسماع الوعظ والحاجة ومن عزمہ ان یعود غداہ فی رد المحتار قولہ للذی هو ما فی ابن ماجہ من ادراك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج للحاجة وهو لا یرید الرجوع فهو منافق اہ وفیہ عن البحر ولو كانت الجماعۃ یخرجون لدخول الوقت المستحب کا لصیہ مثلاً فخرج ثم رجع وصلى معهم ینبغی ان لا یکرہ اہ قال وجزم بذلك کلمہ فی النہر للدلائل کلامہم علیہ قولہ الامن ینتظم بہ لہ الخروج ولوعظ الشروع فی الاقامة وبہ جزم فی متن الدرر والقہستانی وشرح البقائۃ اہ مختصراً یہاں دونوں شرطوں سے ایک بھی تحقق نہیں ہوتا بحال قیام جماعت بیرون مسجد پڑھنے کا حاجت شرعی ہو نا بھی ظاہر اور قصد رجوع بھی بدیہی تو عدم جواز و حصول گناہ کا حکم صریح باطل قطعی فی الدار المختار اذا خاف فوت الوقت لاستغاله بستمہا ترکھا والا لابل یصلیہا عند باب المسجد وفی رد المحتار ای خارج المسجد کما صرح بہ القہستانی وقال فی العناۃ لانه لو صلاھا فی المسجد کان متغفلًا فیہ عند اشتغال الامام بالفریضۃ وهو مکروہ ومثله فی النہایۃ والمعراج اہ مختصرین - بعینہ صورت سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعت فجر قائم ہو چکی تھی انھوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مطہرہ مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سنتیں حجرہ میں پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شامل جماعت ہوئے امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں حدثنا علی بن شیبۃ ثنا الحسن بن موسیٰ ثنا شیبان بن عبد الرحمن عن یحییٰ بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ جاء والامام یصلی الصبح ولم یکن صلی الرکعتین قبل صلاۃ الصبح فصلاھا فی حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثم اذ صلی مع الامام ففی هذا الحدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ صلاھا فی المسجد لان حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما من المسجد بلکہ جب وہ مدارس متعلق مسجد حدود مسجد کے اندر ہیں ان میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحن کا امتیاز کر دیا ہے تو ان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کو جانا جائز نہ ہو گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے وھذا ما قال الامام الطحاوی ان حجرۃ ام المؤمنین من المسجد فی رد المحتار عن البدائع لوصعد ای المعتکف المنارۃ لم یفسد بخلاف لانھا منہ لانہ ینفع فیہما من کل ما ینفع فیہ من البول ونحوہ فاشبہ زاویۃ من زوايا المسجد چٹائی کو ان خیالات بعیدہ کی بنا پر نہیں بتانا محض بیرونی ادھام ہے شرع مطہر نے دربارہ طہارت ظاہر ایسے لیت و لعل کو اصلاً گنجائش ندی کما فصلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ والحدیقۃ النندیۃ وبنیۃ العبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ فی الاحلی من السکر بطلبۃ سکورو سر رد المحتار میں تا تاریخانیہ سے ہے من شک فی اناۃ او ثوبہ او بد نہ اصابتہ نجاسة اولاً فهو طاهر ما لم یستیقن وکذا الابار والحمایض والحباب الموضوعۃ فی الطرقات ویستقی

منہا الصغار والكبار والمسلمون والكفار طريقة وحديقة میں ہے سئل الامام الخجندی عن بئر وجد فيها نعل ثلثین ویمشی بها صاحبها في الطرقات لا یدری متى وقع فيها وليس عليها اثر النجاسة هل یحکم بنجاسة الماء قال لا انفس میں ہے كذلك حکم الماء الذي ادخل الصبي يده فيه لان الصبيان لا يتوقن النجاسة لكن لا یحکم بها بالشك والظن اه ملخصین نیت مذکور سے چٹائی، بچھانے والوں کے لیے امید ثواب ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ - از کھنڈہ ضلع برہان پور مسجد دارالشفاء مرسلہ محمد مسلم صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیرزادہ سید صاحب نے نماز تراویح میں بیک سلام دس رکعت سفر کی حالت میں امامت سے پڑھا دیے جماعت معترض ہوئی کہ نماز ناجائز ہوئی۔ سید صاحب نے کہا کہ منیتہ المصلیٰ میں صاف طور سے بلا کر اہمیت بیک سلام جائز ہے وہ عبارت یہ ہے ولو صلے التراويح کلاھا بتسلیمۃ واحدة وقد قعد علی راس کل رکعتین جائز ولا یکرہ لان اکمل ذکرہ فی المحیط اس پر سید صاحب کو بڑا کھنا اور نماز کو ناجائز و حرام کھنا ان کے حق میں کیسا ہے۔

الجواب

نماز کو ناجائز و حرام کھنا باطل ہے اور سید کی توہین و بے ادبی سخت گناہ ہے اور صحیح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز ہو گئی دسوں رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی مگر خلاف و مکروہ ضرور ہوئیں منیتہ کا قول لایکیرہ خلاف صحیح ہے غنیہ شرح منیتہ میں قول المصنف لایکرہ مخالف لسا فی الخلاصة وغیرھا انہ لیکرہ حید شرح منیتہ میں ہے وهو مشکی بانہ خلاف المنقول واذا قالوا بکراہۃ الزیادۃ علی ثمان فی مطلق التطوع لیل فلان یكونوا قائلین بکراہتھا فیما کان منہ مسنوناً اولی فلا جرم لنا فی النصاب وخزانة الفتاوی الصمیمہ انہ لو قعد ذلك لیکرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بیلی بھیت مدرسہ پنجابیان مرسلہ حافظ محمد احسان صاحب۔ ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کے پیچھے نماز تراویح جائز یا ناجائز اور جس حافظ کا سن چودہ سال کا ہو حد بلوغ میں داخل ہے یا خارج اور شرعاً حد بلوغ کی ابتدا از روئے سن کس سال سے معتبر ہے۔ بدینوا توجروا

الجواب

مسئلہ میں اختلاف مشاع اگرچہ بکثرت ہے مگر اصح و ارجح واقعی یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہو نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں ہدایہ میں ہے المختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلاھا بحر الرأتین میں ہے وهو قول العامة وهو ظاهر الروایۃ اور اقل مدت بلوغ پسر کے لیے بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لیے پندرہ برس ہے اگر اس تین سال میں اثر بلوغ یعنی انزال منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہو نہا ورنہ بعد تہامی پندرہ سال کے شرعاً بالغ ٹھہر جائے گا اگرچہ اثر اصلاً ظاہر نہ ہو فی التئیر بلوغ الغلام بالانزال فان لم یوجد فحتی تنمر خمس عشرة سنة به یفتی وادنی مداته لاثنتا عشرة سنة هو المختار اه ملخصاً پسر چارہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یوہیں کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہو جانا اور انزال منی واقع ہونا بیان کرتا ہو اور اس کی ظاہر صورت و حالت اس بیان کی تکذیب

نہ کرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائیگا ورنہ نہیں فی الدار المختار فان بلغا ہذا السن فقال بلغنا صداق ان لم یکن ہما الظاہر کذا ائیدہ فی العبادۃ وغیرہا بعد سنتی عشرۃ سنۃ یشترط اخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وهو ان یکون بحال یحکمہ مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وہبانیۃ واما حیث نہ کبل بالغ حکما فلا یقبل بحجودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ الخ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اوچین مسئلہ یعقوب علی خاں ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

چہی فرماید علمائے کرام دین مسئلہ کہ غیر مقلدین نماز تراویح را بدعت عمری قرار دادہ از بست تخفیف نمودہ یا زودہ رکعت پنجا نہ جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تراویح سنت مؤکدہ است و نزد محققین بترک سنت مؤکدہ نیز آثم شود خاصہ چوں ترک را عادت گیر و عددش نزد جمہور علمائے امت بست رکعت است و در روایتی از امام مالک سی و شش رکعت فی الدار المختار و التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین و ہی عشر و ن رکعت باز سنت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین سنت حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با حکم باقتدائے ابوبکر و عمر فرمود رضی اللہ تعالیٰ عنہما و تاکید تام باتباع سنت خلفائے راشدین نمود رضی اللہ تعالیٰ عنہم احمد و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ عن العریاض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ الترمذی و حسنہ عن عبد اللہ بن مسعود و احمد و الترمذی و ابن ماجہ و الرویانی عن حذیفۃ بن الیمان و ابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر و عمر و انکما ابن بے بالک سنت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ را بکاسہ لسی روا فض بدعت عمری نامند و مہوران ایشاں خذلہم اللہ تعالیٰ تصریح بضلابت حضرت والا یش کنند جوابش محول بر دوز جز است و سید علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵۔ نسأل اللہ العافیۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بگرام شریف محلہ میدان پورہ مسئلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں پورا کلام اللہ تعالیٰ سننا یا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا سنت یا مستحب وغیرہ اور بعد سننے ایک پورے کلام اللہ شریف کے جو لوگ سورہ فیل سے آخر تک دوبارہ پڑھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے یعنی ہر رات رمضان شریف میں تراویح بست رکعتیں پڑھنا سنت مؤکدہ یا سنت یا مستحب وغیرہ ہے یا کیا ارشاد ہے ایک رات اسی ماہ صیام میں طبیعت میری نادرست تھی تراویح ایک شب کی مجھ سے نہ ہوئیں اب ان کی قضا کروں یا نہیں اور کروں تو کس وقت۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سننا سنت مؤکدہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد ختم کلام مبارک بھی تمام لیالی شہر مبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھنی سنت مؤکدہ ہے تراویح اگر ناغہ ہو گئیں تو ان کی قضا نہیں کل ذلک مصرح بہ فی کتب الفقہیۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بگرام شریف محلہ میدان پورہ مرحلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۲۳ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں تراویح میں بعد سورہ فاتحہ سورہ اخلاص پڑھنا جائز ہے یا مکروہ باوجودیکہ امام ادریس و تیس بھی جانتا ہے - بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے بلا کر اہم اگرچہ سورہ فیل سے آخر تک تکرار کا طریقہ بہتر ہے کہ اس میں رکعات کی گنتی یاد رکھنی نہیں پڑتی ردالمحتار میں ہے فی التجنیس واختار بعضهم سورة الاخلاص في كل ركعة وبعضهم سورة الفيل ای البداءة منها ثم يعيدها وهذا احسن مشلا يشغل قلبه بعد الركعات ورمختار میں ہے لا بأس ان يقرأ سورة ويعيدها في الثانية (الی قوله) ولا يكره في النفل شيء من ذلك والله تعالى اعلم -

مسئلہ - از شہر کسہ ربلی مرحلہ مولوی شجاعت علی صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کے لیے ایک بار جہر سے سبھ پڑھنا چاہیے یا میں فقط بینوا توجروا

الجواب

ہاں - فی المسلم وشرح الفواح البسلة من القرآن آية فتقرأ في الختم مرة على هذا ينبغي ان يقرأها في التواضع بالحمد مرة ولا تتأدى سنة الختم دونها والله سبحانه وتعالى اعلم

مسئلہ - از صاحب گنج گیا مرحلہ مولوی کریم رضا صاحب یکم ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نماز تراویح کی جماعت اس طور پر کہ الم ترکہ سے شروع کرتے ہیں اور والناس تک ایک ایک سورہ ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور پھر الم ترکہ سے والناس تک دوبارہ دس رکعتوں میں پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں (۲) ہر ترویج کے بعد دعائے مانگنا جائز ہے یا نہیں (۳) کسی حافظ کو اس طویلہ پر نماز تراویح کی پڑھانی کہ پہلے اسی قوم کے ساتھ جو آٹھ رکعتیں تراویح منفرد پڑھ چکے ہوں بارہ رکعتیں ختم تراویح پڑھا کر پھر دوسری قوم کے پاس جو بارہ رکعتیں تراویح کی منفردہ پڑھ چکے ہوں جا کر آٹھ رکعتیں تراویح کی ہر شب میں پڑھانی جائز ہیں یا نہیں - بینوا بالفقہ والسنة والكتاب توجروا من الله حسن المآب -

الجواب

(۱) جائز ہے فی الہندیۃ بعضهم اختار قل هو الله احد فی کل رکعة وبعضهم اختار سورة الفيل الى اخر القرآن وهذا احسن القولین لانه لا يشتبه عليه عدد الركعات ولا يشتغل قلبه بحفظها كذا فی التجنیس اه والله تعالى اعلم (۲) جائز ہے فی ردالمحتار قال القهستانی فیقال ثلاث مرات سبحن ذی الملك والملكوت سبحن ذی العزة والعظمة والقدرۃ والکبریاء والجبوت سبحن الملك الحی الذی لا یموت سبحن قدوس رب الملئکة والروح لا اله الا الله نستغفر الله نسألك الجنة ونعوذ بك من النار كما فی منهج العباد ه اه والله تعالى اعلم (۳) اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بیش رکعت تراویح سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد

یا عورت بلا عذر شرعی ترک کرے مبتلائے کراہت و اسارت ہو اور اُن کی جماعت کی مساجد میں اقامت سنت کفایہ کہ اگر اہل محلہ اپنی اپنی مسجد میں اقامت جماعت کریں اور اُن میں بعض گھروں میں تراویح تنہا یا با جماعت پڑھیں تو حرج نہیں اور اگر تمام اہل محلہ ترک کریں تو سب گنہگار ہوں ردالمحتار میں ہے اصل التراويح سنۃ عین فلو ترکھا واحد کمرہ در مختار میں ہے والجماعة فیہا سنۃ علی الکفایۃ فی الاصحہ و فلو ترکھا اہل مسجد انشوا لاولیٰ ترک بعضہم ردالمحتار میں ہے ظاہر کلامہم ہذا ان المسلمون کفایۃ اقامتہا بالجماعۃ فی المسجد حتی لو اقاموها جماعة فی بیوتہم ولم تقدم فی المسجد الا کل پس صورت مستفسرہ میں امام اور دونوں جگہ کے مقتدی تینوں فریق سے جس کے لیے یہ فعل اس شاعت کا موجب ہو اُس کے حق میں کراہت و اسارت ہے ورنہ فی نفسہ اُس میں حرج نہیں مثلاً امام دہر دو قوم کی مساجد میں جماعت تراویح جدا ہوتی ہے یہ گھروں پر بطور مذکور جماعت و افراد پڑھتے ہیں تو کسی پر مواخذہ نہیں کہ ہر گروہ مقتدیان نے اگر بعض ترویجات تنہا اور ہر سہ فریق نے مسجد سے جدا پڑھیں مگر جبکہ اُن کی مساجد میں اقامت جماعت ہوتی ہے سنت کفایہ ادا ہو گئی ہاں امام دونوں قوموں کو پوری تراویح پڑھاتا تو یہ جدا کراہت ہوتی اس سے صورت مستفسرہ خالی ہے فی الہندیۃ امام یصلی التراويح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی محیط السخی و الفتوی علی ذلک کذا فی المضمورات اور اگر اُن میں کسی فریق کی مسجد میں ہی جماعت بطور مذکور ہوتی ہے تو اُس کے لیے کراہت ہے کہ اُس کی مسجد میں پوری تراویح جماعت سے نہ ہوئیں لہذا اس صورت میں یہ چاہیے کہ ایک فریق آٹھ بارہ رکعتیں دوسرے امام کے پیچھے پڑھ کر باقی میں اس حافظ کی اقتدا کرے اور دوسرا فریق بارہ یا آٹھ رکعات میں دوسرے کا مقتدی ہو کر باقی میں اس کا مقتدی ہو کہ اب دونوں مسجدوں میں پوری تراویح کی اقامت جماعت سے ہو جائے گی اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ بعض ترویجات میں ایک امام کی اقتدا ہو اور بعض دیگر میں دوسرے کی ہاں یہ ناپسند ہے کہ ایک ترویج میں دو رکعت کا امام اور ہو دو کا اور فی الخانیۃ اقاموا التراويح بامامین فصلی کل امام تسلیمة بعضہم جوز و ذلک والصحیحہ انہ لایستحب و انما یستحب ان یصلی کل امام ترویجۃ لیکون موافقا عمل اہل الحرمین سراج و ہاج میں ہے ان صلوا بامامین فالمتحب ان یکون انصاف کل واحد علی کمال الترویجۃ فان انصاف علی تسلیمة لایستحب ذلک فی الصحیحہ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بدایوں محلہ کٹرہ براہم پورہ مسئلہ شیخ عبد الغنی صاحب ۱۱ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ

ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بیس رکعت پڑھاتا ہے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں تراویح بیس رکعت جماعت سے پڑھاتا ہے آیا یہ امامت اُس کی صحیح ہے یا نہیں اور مقتدیان مسجد دیگر کی تراویح ہو جاتی ہے یا نہیں فقط

الجواب

مذہب راجح میں امامت صحیح ہے تراویح ہو جاتے ہیں مگر خلاف علما و اختلاف تصحیح و مخالفت طریقہ متوارثہ سے بچنے کے لیے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے فی الخانیۃ و الخلاصۃ و الظہیریۃ وغیرہا اذا صل التراويح مقتدیا بمن یصلی المکتوبۃ او بمن یصلی نافلۃ غیر التراويح اختلافوا فیہ والصحیحہ انہ لایجوز اھ و فی الہندیۃ امام یصلی التراويح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی محیط السخی و الفتوی علی ذلک کذا فی المضمورات اھ و فی امامۃ التنبیرو والدرو متنفل بمقتضیٰ غیر التراويح

فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ علی ہیأۃ مخصوصۃ فی راعی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اھ فی رد المحتار ان ما ذکورہ المصنف ہنا مخالف لما قدمہ فی شروط الصلاۃ بقولہ وکفی مطلق نیتہ الصلوۃ لنفل وسنۃ وتراویحہ و ذکر الشاح ہنا کہ انہ المتمد ولقدنا ہناک عن البحرانہ ظاہر الروایۃ وقول عامۃ المشائخ وصحیحہ فی الہدایۃ وغیرہا ورجحہ فی الفتح ونسبہ الی المحققین الخ والفتویٰ متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کیمپ میرٹھ کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب بازار لال کرتی مرسلہ مولوی احسان الحق صاحب ۲۶ ماہ مبارک ۱۳۲۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر جگہ رمضان شریف کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں شبینہ پڑھا جاتا ہے یعنی ایک یا ایک سے زیادہ رات میں ختم قرآن عظیم ہوتا ہے اور یہ نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ کلام مجید باجماعت نوافل میں ترتیل کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھا جاوے وہ بھی منوع ہے اور نیز کہتے ہیں کہ جماعت نوافل کی سوا تراویح کے اصلاً جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں تہجد کے وقت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شرکت نوافل تہجد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے مروی ہے وہ مثبت صریح اقتدا ایک شخص کا ہے تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ سنتیں فجر کی اگر رہ جائیں اور فرضوں میں کوئی شامل ہو جائے تو پھر اس کو وہ سنتیں نہ قبل طلوع آفتاب پڑھنی چاہئیں نہ بعد میں ان تینوں مسائل کو امید ہے کہ شرح بیان فرماویں۔ جزاک اللہ خیر الجزاء۔

الجواب

علمائے بظن من کسل و مال اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت و نشاط ہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں بہت اکابر دین سے منقول ہے کہما بسطہ المولیٰ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقة الندیۃ وغیرہ فی غیرہا خود امام غفر فی الشرح فی عنہ نے دو رکعت میں قرآن شریف ختم کیا کہما فی الدال المحتار لنفل غیر تراویح میں امام کے ہوائیں آدمیوں تک تو اجازت ہی ہے چار کی نسبت کتب حنفیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہ جس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ گناہ و حرام کہما بدیناۃ فی فتاویٰ دنا مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بات داعی ثابت ہے اور عوام نفل خیر سے منع نہ کیے جائیں گے علمائے است و حکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے در مختار میں ہے اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلاً لقلة رغبتہم فی الخیرات بحوالہ اسی میں ہے ولا یمنع العامة من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحرج و محبتی وغیرہ حدیقہ ندیہ میں ہے ومن ہذا القبیل بھی الناس عن صلاۃ الرغائب بالجماعۃ وصلات لیلۃ القدر ونحو ذلک وان صحح العلماء بالکراہۃ الجماعۃ فیہا فلا یفتی بذلک العوام لئلا تنقل رغبتہم فی الخیرات وقد اختلف العلماء فی ذلک فصنف فی جوازہا جماعۃ من المتأخرین وابقاء العوام راغبین فی الصلاۃ اولیٰ من تنفیہ صبح کی سنتیں اگر نہ پڑھیں اور فرضوں میں شامل ہو گیا قبل طلوع و ارتفاع شمس تو البتہ ان کی اجازت نہیں اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اور بعد بلند آفتاب ان کا پڑھنا ہرگز ممنوع نہیں ضرور مستحب ہے کلام علماء میں لا یقضی یعنی نفی مطالبہ ہے نہ مطالبہ نفی رد المحتار میں ہے اذا فاتت وحدھا لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع اما بعد طلوع الشمس فذلک عندہما وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

احب الی ان یقضیہا الی الزوال کما فی الدرر قیل ہنا قریب من الاتفاق لان قولہ احب الی دلیل علی انہ لو لم یفعل لا لوم علیہ وقال لا یقضی وان قضی لا یاس بہ کذا فی الجنازیۃ ومنہم من قال الخلاف فی انہ لو قضی کان نفلاً مبدئاً او سنۃ کذا فی العناویۃ یعنی نفلاً عندہما سنۃ عندہ کما فی الکا فی اسمعیل - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از سنہل مسئلہ حکیم کفایت اللہ صاحب ۹ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فرض عشا تنہا ادا کیا اور تراویح جماعت سے اب وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں ادا والی کیا ہے مع ادلہ وحوالہ کتب بیان فرمایا جاوے - بئینا اللہ توجروا عند اللہ -

الجواب

جس نے فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا کما فی الغنیۃ وجامع الرموز و رد المحتار جس نے فرض کسی جماعت میں پڑھے ہوں اس کے باب میں بھی علما مختلف ہیں کہ وتر جماعت سے ادا کرنا اولیٰ ہے یا تنہا پڑھنا دونوں طرف ترجیحیں ہیں اور زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ جماعت افضل ہے رجحانہ الامام ابن الہمام وصحیحہ العلامة الحلبی فی الغنیۃ وقال خیر الرہلی علیہ عامۃ الناس الیوم - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سیلہ پور ضلع بریلی مسئلہ حافظ کلن صاحب ۲۳ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان شریف میں دو حافظوں نے ایک مسجد میں قرآن عظیم اس ترتیب سے سنایا کہ ایک حافظ نے اول مثلاً دس تراویح میں ایک یا دو یا ڈیڑھ پارہ آٹھ سے سنایا اور پھر دوسرے حافظ نے آخر دس تراویح میں وہی پارہ ایک یا سو یا ڈیڑھ آٹھ کا پڑھا یعنی ابتدا سے انتہا تک یہی طریقہ قراۃ کا رکھا کہ جو کچھ پہلے حافظ نے پڑھا تھا وہی پارہ دوسرے حافظ نے پڑھا اور ایک ہی تاریخ پر مثلاً پچیس یا چھبیس تک دونوں نے ختم قرآن کریم فرمایا پس از روئے شرع مطہر کے یہ طریقہ قرآن شریف کے پڑھنے کا جائز ہے یا نہیں بئینوا بالکتاب توجروا بغیر حساب -

للجواب

یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر ثابت ہو کہ بعض مقتدیوں پر گراں گزرنے کا باعث تھا (اور ضرور ہوگا) تو سخت ممنوع ہے کہ یوں دو ختم عاقبت سے زائد ہوں تو ایک امر زائد از سنت کے لیے مقتدیوں پر گراں کی گئی اور یہ ناجائز ہے وانما علل عدم ترک ختم بکسل القوم لانه سنۃ فضا زاد بترك لانه فتنۃ - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از بلندی افریقہ سائل حاجی عبد اللہ و حاجی یعقوب علی ۲۲ محرم ۱۳۳۲ھ

رمضان المبارک میں میں نے نماز عشا جماعت سے ہمیں پڑھی ہے مسجد میں جاتے وقت جماعت عشا ہو گئے تھے اور نماز تراویح کے کھڑی تھی میں نے جلدی سے نماز عشا ادا کی اب تراویح کے جماعت میں شامل ہو کر نماز تراویح ادا کر سکتا ہوں یا نہیں یا اکیلے پڑھنا چاہیے -

الجواب - جس شخص نے نماز عشا تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے تنہا نہ پڑھے ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا

جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے۔ درمختار میں ہے مصلیہ وحدہ یصلیہا معہ ای مصل الفرض وحدہ یصل التواذیہ مع الامام ردالمحتار میں ہے اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از فیض آباد محلہ رکاب گنج مرسلہ فیاض حسین ٹھیکیدار پتھر ۲۳ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ

حضور والادست بہتہ سلام سنون کے بعد عرض ہے تا بعد از بخیریت ہے خوشنودی مزاج اقدس درکار از راہ شفقت مرہبانہ معاف فرمایا جاوے کہ آج سے پہلے عریضہ نہ لکھ سکا اور آج پھر جو موقع ملا ہے وہ خاص ضرورت سے براہ کرم شرع شریف کے مقدس قانون کے مطابق رائے صائب و حکم مناسب سے اطلاع بخشی جاوے میرے وطن اٹاواہ میں ایک بزرگ مفتی قوم میں سے از راہ خیر و برکت ختم قرآن شریف کے دن بیشمار رکعت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے مفلحون پڑھنے کے بعد چند آیات مختلف ماکان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کے بابت فرمایا کرتے ہیں لیکن اس زمانے کی نئی روشنی اس کے خلاف ہے لہذا اس کے جواز کے متعلق جو آیات شریفہ کتب احادیث سے پائی جاویں ان سے اطلاع بخشی جاوے تاکہ مخالفین کو سمجھادی جاویں براہ کرم و شفقت مرہبانہ بواسطی ڈاک جواب با صواب عریضہ ہذا سے خاد فرمایا جاوے کیونکہ اس کی یہاں فوری ضرورت ہے۔ فقط

الجواد

یہ صورت بلاشبہ جائز و مباح ہے سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پست آواز سے پڑھتے دیکھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت بلند آواز سے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سورت سے لیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی قد اسمعت من ناجیت یا رسول اللہ میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ اوقظ الوسمان واطرد الشیطان یا رسول اللہ میں اس لیے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ اونگھنا جاگے اور شیطان بھاگے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کلام طیب یجمعہ اللہ بعضہ الی بعض یا رسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے اور کچھ وہاں سے میں ملا لیتا ہوں ارادۃ الہیہ یہیں ہوتا ہے فرمایا کلکم قد اصابتم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا فتاویٰ خلاصہ میں ہے الانتقال من آية الی آية اخوی من سورة اخوی او آية من هذه السورة بینہما آیات مکروہ فی الفرائض اما فی النوافل لا یکرہ اہ ملقط غنیہ شرح منیہ میں ہے قراءۃ آية من بین الايات کقراءة سورة من بین السور فکمالا یكون قراءة سورة متفرقة من اثناء القرآن مغیر اللالیف والنظم لا یكون قراءۃ آية من کل سورة مغیر الہ ردالمحتار میں ہے امام ضمہ آیات متفرقة فلا یکرہ ضمہ سور متفرقة بدلیل ما ذکرناہ من القراءۃ فی الصلاة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از دھا پور محلہ بند و قچیان ضلع بجنور ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ مسؤلہ اللہ دیا۔

جناب فیض انتساب فضائل باب جناب مولانا صاحب زادہ فضلم بعد آداب گزارش ہے کہ شخص جو صوم و صلاۃ کا پابند ہے مگر تراویح قصداً

چھوڑ دیتا ہے اس کے واسطے وعید ہے یا نہیں اور بھی غور کریں کہ حضرت ابو بکر نے کیوں نہیں پڑھیں ان پر وعید ہے یا نہیں۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین عضو علیہما بالنواجذ تم پر لازم ہے میری سنت کا اتباع اور خلفائے راشدین کی سنت کا اُسے دانتوں سے مضبوط پکڑو اور فرمایا اقتدوا باللہ من بعدی ابی بکر و عمر ابو بکر و عمر کی پیروی کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرما کر بخوفِ فرضیت ترک فرمادی تو اُس وقت تک وہ سنتِ مؤکدہ نہ ہوئی تھی جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے اجرا فرمایا اور عامرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس پر مجتمع ہوئے اُس وقت سے وہ سنتِ مؤکدہ ہوئی نہ فقط فعل امیر المومنین سے بلکہ ارشاداتِ سید المرسلین سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب ان کا تارک ضرور تارکِ بسنتِ مؤکدہ ہے اور ترک کا عادی فاسق و عاصی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بنارس رام نگر مرسلہ حافظ امام الدین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۷ھ

جب احقر کا حافظہ ہو گیا تو لوگوں نے اسی سے پڑھوایا مسجد کے پیش امام صاحب نے بخوشی ضرور روپے احقر کو عنایت کیے جسے احقر نے اُسی وقت اپنے استاذِ مکرم کی نذر کر دی میرے ایک مکتبی بھائی کی خواہش تھی کہ ان پانچ میں سے چندہ تبرک میں کچھ دوں مگر حضرت استاذی کی حالت بمقابلہ تبرک قابلِ ترجیح معلوم ہوئی لہذا میں نے چندہ تبرک میں اس میں سے کچھ نہ دیا دوسرے سال معلوم ہوا کہ اب کے سال امام صاحب مقرر دیں گے پھر ننگیا کہ ضرور ہی دیں گے اس پر قوی خیال کی بنا پر سمجھا گیا کہ انھیں مکتبی بھائی صاحب کی بدولت پانچ کر دیا گیا ہے جن کی غرض کے مطابق چندہ تبرک میں میں نے نہیں دیا تھا اس لیے میں نے ان سے شکایت کی کہ استاذ میرے بھی ہیں اور آپ کے بھی پھر آپ ان کی بھلائی کے بجائے ان کی نقصان رسانی کے درپے کیوں ہیں اس پر بات بڑھی اور امام صاحب مسجد کے کاؤں تک پہنچی اس کے بعد مجھے روپے کی گفتگو پر سخت افسوس ہوا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا ثواب نہ زائل ہو جائے اس لیے میں نے باعلان کہا کہ صاحبو میں کوئی اجرت نہیں مقرر کرتا یہ جس قدر ہاتھیں ہوئی ہیں بھائی صاحب سے بات بڑھ جانے کے سبب ہوئیں۔ پھر ختم کے دن امام صاحب نے سات ہی روپے دیے جنہیں لیتے وقت احقر کے دل کی عجب حالت تھی مگر بخیال نفع استاذِ مکرم کے لیے اور اُسی وقت اُن کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تاہم مجھے ہر وقت اس کا خطرہ رہتا ہے کہ گوتم اپنے لیے نہیں لیتے پھر بھی لیتے ہیں لیکن اس خیال سے کہ اب استاذِ مکرم کو بھروسہ رہتا ہوگا کہ اسے سات روپے ملیں گے اور یہ مجھے دے گا اور پھر اس سے میرا فلاں فلاں کام چلے گا لینے سے انکار کرتے بھی نہیں بنتا۔ شینہ کیسا ہے جو ایک دن میں چند حفاظ مل کر ختم کرتے ہیں۔

الجواب

مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ ایسے بندوں کو برکت دے جو قرآن عظیم پر اجرت لینے سے بچیں آپ صاف کہہ دیں کہ محض ادائے سنت و حصولِ ثواب کے لیے پڑھتا ہوں کوئی معاوضہ دہا ہوتا ہوں نہ ہوگا اس کے بعد امام یا جو مسلمان کچھ خدمت کریں وہ اجرت نہیں ہو سکتی اُس کا لینا حلال اور مستحکم دینا معاوضہ فتویٰ امام قاضی خاں میں ہے الصریح یفوق الدلالة شہینہ کہ ایک یا چند حفاظ مل کر کرتے ہیں مگر وہ ہے اکابر نے ایک ایک بات میں بروقت ختم فرمایا ہے مگر وہ خاص اپنے لیے ذکرِ جماعت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصاً اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بار

سمجھیں اور شرما شرمی میں شریک رہیں حدیث صحیح میں ہے اذ اقام احدکم فلیخفف اور ارشاد فرمایا لا یسأم حتی تسأموا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازادریاضلع اٹاودہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ عبدالحی صاحب مدرس ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کے ہر چار رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا چاہیے یا صرف تسبیح بلا ہاتھ اٹھائے پڑھے۔

الجواب

تسبیح میں ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت ہاں کوئی دعا مانگے تو ہاتھ اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کلتہ مانک تلہ حاجی زکریا لین علی مدرسہ شیخ روشن علی صاحب ۳۱ شوال ۱۳۳۳ھ

ایک شخص جو اپنے کو اہلسنت سے کہتا ہے ان کا قول ہے کہ نماز تراویح کے اندر دو چیز ہے ایک قرات قرآن مجید کا جو کہ فرض ہے اور دوسری تراویح سنت مؤکدہ جب نماز تراویح میں قرآن شریف پڑھا گیا تو دونوں مذکورہ بالا چیزوں سے ایک ادا ہوئی ایک باقی رہ گئی ہے یعنی تراویح سنت مؤکدہ کا ثواب تو حاصل ہوا مگر قرات کے ثواب سے محروم رہ گیا جو کہ فرض ہے اس لیے جماعت کے لوگ بعد نماز تراویح کے بیٹھ جائیں کسی سے قرآن شریف سن لیں تاکہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں کیا یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

الجواب

زید کا قول محض باطل اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور شریعت مطہرہ پر اقرار ہے تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ان میں ایک باختم دوسری سنت مؤکدہ ہے صرف ایک آیت کا پڑھنا ہر نماز میں ہر عین ہر وقت میں فرض ہے تمام قرآن مجید کی تلاوت خارج نماز خاص رمضان شریف میں فرض ہو چیل محض ہے جب تراویح پڑھیں اور ان میں قرآن عظیم پورا پڑھا سنا دونوں سنتیں ادا ہو گئیں دونوں کا ثواب بعونہ تعالیٰ مل گیا بعد تراویح بیٹھ کر پھر قرآن مجید پورا سنا فرض دکنار نہ واجب نہ سنت مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اگر کوئی کرے تو ایک مستحب ہے جیسے اور اوقات میں تلاوت اور اسے فرض یا واجب یا مؤکد سمجھنا حرام و بدعت اور وہ قرآن کریم کہ تراویح میں پڑھا گیا اسے ناکافی سمجھنا سخت جالت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم رد المحتار میں ہے قراۃ الختم فی صلاۃ التراويح سنتہ وصحیحة فی الخانیۃ وغیرہا وعزاہ فی الہدایۃ الی اکثر المشائخ وفی الکافی الی الجمهور وفی البرہان وهو المردی عن ابی حنیفۃ ذالمفعول فی الاثار کافی وہندیہ میں ہے السنۃ فی التراويح انما هو الختم مرة فلا یترک لکسل القوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ کاشی پور محلہ قاضی بلغ ضلع بنی نال مسئلہ جناب شیخ الشیخ محمد وزیر خاں ۱۴ محرم ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کے اندر جو ایک سو چودہ سورتیں ہیں اگر حافظ قرآن تراویح میں ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں یا کیا نفع نقصان ہے ایک شخص یہاں ہر سورہ میں بسم اللہ شریف ظاہر کر کے پڑھتے ہیں تو ان پر اعتراض واجب ہے یا نہیں ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں ہم نے کسی حافظ اور عالم کو ظاہر کر کے بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

الجواب

ناز میں بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنا منع ہے صرف تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک کسی ایک

سورہ پر آواز سے پڑھ لی جائے کہ ختم پورا ہو ہر سورہ سے آواز سے پڑھنا منوع ہے اور مذہب حنفی کے خلاف۔ گنگوہہ وغیرہ کے بعض جاہلوں نے جو اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے حماقت و جهالت ہے والتفصیل فی رسالتنا وصاف الوحی فی بسطہ التواویح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از دہرم پور ضلع بلند شہر پگنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسؤل عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح حافظہ کے نہ ہونے سے سورہ الم ترکیف سے پڑھی جائیں میں رکعت لیکن اس طریق سے کہ ایک ایک رکعت میں ایک سورہ دوسری میں قل ہوا شد یہاں تک کہ بیس رکعت میں نو سورہ الم ترکیف سے اور گیارہ سورہ قل ہوا شد پڑھی جائیں مگر گیارہویں رکعت میں جبکہ سورہ اذا جاء پڑھی جائے اور بارہویں میں قل ہوا شد تو ایک سورہ تبت بیچ میں رہ جاتی ہے اور اسی طرح سے جب انیسویں رکعت میں قل ہوا شد اور بیسویں میں ناس تو فتن رہ جاتی ہے اس صورت میں کچھ کراہت ہے یا نہیں۔ بینوا تو جودا

الجواب

یہ دونوں صورتیں وجہ کراہت ہوں گی کہ بیچ میں چھوٹی سورت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ آسان ہے کہ دس رکعتوں میں سورہ فیل سے سورہ اس تک پڑھے پھر انھیں کا اعادہ کرے اعمام فی الدار المختارہ دلائلکہ فی النفل شیء من ذلک فضع قطع النظر عما اور ادلیٰ ہذا الکلیۃ لم یثبت ان النفل ہذا یثمل السنۃ الملوکہ بل ہو مقابلا وقد قالہ فی الدار المختارہ قبیلہ فی الحجۃ یقرأ فی الغرض بالترسل حرفا حروفا فی التواویح بین بین و فی النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اھ و فی الغنیۃ الا صحیح کواہۃ اطالۃ الثانیۃ بعد الاولیٰ فی النفل ایضا انما قالہ بالغرض فیما لم یرد بہ التخصیص من التسعۃ کجوازہ قاعدۃ ابلعذر ونحوہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مین پوری مسؤل حکیم محمد احمد صاحب علوی شب ۱۰ ر شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شبینہ پڑھنا یعنی ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنا تراویح یا تہجد یا نفل میں جائز ہے یا نہیں اور جو شخص اس طرح ہر کہ نہایت صحت اور قواعد کے ساتھ صاف صاف پڑھتا ہے اس کی اقتدا میں اگر کچھ لوگ ذوق و شوق اور خلوص و ہمت سے داخل ہو کر شرکت کریں تو ان مقتدیوں اور امام کی بابت کیا حکم ہے زید کہتا ہے کہ شبینہ مطلقاً ناجائز ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ حرام ہے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں کبھی نہیں ہوا اور یہ جو بعض بزرگوں کی نسبت مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے ایک رات میں اتنے اتنے ختم کیے بالخصوص حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت وہ محض خصوصیات ہیں ان کا یہ فعل ہمارے لیے محبت نہیں ہے بلکہ کہتا ہے کہ نفس شبینہ جائز اور مباح ہے بلکہ بزرگان دین کا معمول ہے یہ اور بات ہے کہ اگر منہیات شرع اس میں شامل ہوں یا لوگ اس کو اچھی طرح نہ سنیں بلکہ اس وقت بیٹھے باتیں کریں یا حقہ اور چائے پینے میں مشغول رہیں یا قرآن مجید ایسا غلط اور جلد جلد پڑھا جائے کہ سمجھ میں نہ آئے تو بیشک ایسی صورت ناجائز ہوگی بلکہ ایسی صورت اگر تراویح میں واقع ہو تو تراویح کے لیے کیا حکم نہ ہوگا کیا نفس تراویح ان عوارض کی وجہ سے ناجائز ٹھہرے گی زید کہتا ہے شبینہ پڑھنے والے اور سننے والے کو مانع نہیں لگنا چاہیے اس سال رمضان مبارک ۱۳۳۹ھ میں ہم چند مسلمانان مین پوری نے اپنے اپنے ذوق و شوق سے چند حافظہ بولائے جو نہایت عمدہ اور صاف پڑھنے والے تھے سب نے مل کر نفل نماز میں تائیسویں شب کو ایک قرآن مجید ختم کیا جس میں نہ منہیات شرعیہ تھے نہ کسی پر بار ہوا سب نے نہایت مستعدی اور سکون سے سنا اس پر زید کو بہت غصہ آیا زید امام جامع مسجد ہے انھوں نے بالا اعلان ہم سب

مسلمانوں پر اسی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب پھلے پکھڑے ہو کر ماں بہن کی گالیاں دیں اور کہا شہینہ سننا اور وہاں جانا سب گناہ ہے کوئی شہینہ کو جائز ثابت کر دکھائے تو پچاس روپیہ دوں گا ایسے شخص کی نسبت جو اس قسم کے سبب شتم مسلمانوں کو دے بازاروں اور خوش گھات اُس کے زبان زد رہتے ہوں اور اہل نون کو جو اُس کے مقتدی نہیں ماں بہن کی گالیاں دے چنانچہ اس بنا پر وہ کل مقتدی اُس سے ناخوش ہوئے اسی امامت کا کیا حکم ہے۔ بیٹو! توجروا

الجواب

فقیر ہر شعبان سے بوجہ عیالات رمضان شریف کرنے اور شدت گراماگزرنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے ہجرا اپنی کتب سے دور لٹا دیا ہے شرح و بسط سے معذور مگر حکم مسئلہ بفضلہ تعالیٰ واضح و میسر شہینہ فی نفسہ قطعاً جائز و روا ہے اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے اُسے حرام کہنا شریعت پر اقرار ہے امام الامام سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے رد المحتار میں ہے قال الحافظ الذہبی قد تواتر قیامہ باللیل و تہجدہ و تعبہ اے ومن ثم کان یسمی بالوند لکثرة قیامہ باللیل بل احیاء یقارۃ القرآن فی رکعة ثلاثین سنتہ بلا دلیل شرعی کسی حکم کو بعض عباد سے خاص مان لینا جزا ہے اور یہ کہنا کہ اُن کا یہ فعل ہمارے لیے حجت نہیں ادب کے خلاف محض لاف ہے اُن کا فعل حجت نہ ہوگا تو کیا زید و عمر کا ہوگا جو اسراف الفتاویٰ امام کرمانی پھر فتاویٰ علیگیریہ میں ہے انما یتمسک بافعال اہل الدین علماء کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض ایک بار دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ میزان الشریعہ امام عبد الوہاب شرعی میں کہ یہدی علی صغریٰ قدس سرہ نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرماتے آثار میں ہے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دہننا پاؤں رکاب تک نہ پہنچتا کہ کلام شریف ختم ہو جاتا بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے گھوڑے پر نہ کھڑے ہوئے اور اتنی دیر سے کم میں زہد یا توراۃ مقدس ختم فرما لینے توراۃ شریف قرآن عظیم سے مجسم میں کئی حصے زائد ہے والحدیث رواہ احمد والبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال خفف علی داود القرآن فکان یامر بدوا بہ ففسر ج فیقرأ القرآن من قبل ان تسجد دو ابہ یہ سب روایات اور ان سے زائد ہماری کتاب الفیوض المملکیۃ ملحق الدولۃ المملکیۃ میں ہیں ان افعال کریمہ کو حجت نہ ماننا کیسی گستاخی ہے جاہل وہ کہ اسوت اور حجت میں فرق نہ جانے ہم ان میں اقتدار نہیں مگر وہ حجت شرعیہ ضرور ہیں کہ فی نفسہ یہ فعل حسن ہے کراہت یا ممانعت اگر آئے گی تو عواجز سے اور وہ یہاں پانچ ہیں اول عدم قطع یعنی جلدی کی وجہ سے معانی قرآن کریم میں تفکر و تدبر نہ ہو سکے گا اصل وجہ منصوص فی الحدیث ہی ہے سنن دارمی والبی داؤد و ترمذی وابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے لم یفقه من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اُس نے سمجھ کر نہ پڑھایا وجہ صرف نفی افضلیت کرنی ہے جس سے کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی ولما علیگیری میں کراہت شہینہ کے قول کو بصیغہ ضعف و مرجوحیت نقل کیا حدیث قال افضل القراءۃ ان یتدبرو فی معناه حتی یقول بکواہ ان یفقه القرآن فی یوم واحد اقول پھر یہ بھی ان کے لیے ہے جو تفکر معانی کریں یہاں کے عام لوگ کہ کتنا ہی دیر میں پڑھے تفکر سے محروم ہیں اُن کے لیے دیر بے سود ہے اور وہ مقصود لذاتہ نہیں بلکہ اسی لیے مقصود ہے اُن کے لیے معتدل جلدی ہی کا افضل ہونا چاہیے کہ جس قدر

جلد پڑھیں گے قراءت زائد ہوگی اور قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں سو کی جگہ پانچ سو حرف پڑھے تو ہزار کی جگہ پانچ ہزار نیکیاں ملیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قرا حرفاً من کتاب اللہ فلہ حسنة والحسنة بعشرا مثلاً ہالا اول الہ حرف الف حرف وکلام حرف ومیہ حرف جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اُس کے لیے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیاں میں نہیں فرماتا کہ الہ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میہ ایک حرف ہے رواہ الدادہی والترمذی وصحیحہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہر ثواب فہم پر موقوف نہیں امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رب عز وجل کو خواب میں دیکھا عرض کیا اے میرے رب کیا چیز تیرے بندوں کو تیرے عذاب سے نجات دینے والی ہے فرمایا میری کتاب عرض کی اے رب بفہمہ وبغیر فہمہ اے میرے رب سمجھ کر یا بے سمجھ بھی فرمایا بفہمہ وبغیر فہمہ کچھ کر اور بے سمجھ و ووم کسل۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ لا یسألم حتی تسأموا بیشک اللہ عز وجل ثواب دینے میں کمی نہیں فرماتا جب تک نہ اکتاؤ اقول یہ درجہ عام عوام کو عام ہے اور احکام فقہیہ میں غالب ہی کا اعتبار ہوتا ہے کما بینا فی رسالتنا کشف الدین علی حکم مجاورۃ الحومین ورسالتنا جمل النور فی غی الشفاء عن زیادۃ القیور مگر اس وجہ کا مفاد صرف کراہت تنزیہی ہے علانیہ تصریح فرمائی کہ کسل قوم کے سبب تراویح میں ختم قرآن نہ چھوڑیں تنزیہ الا بصار ودر مختار میں ہے الختم مرتۃ سنۃ ولا یترک لکسل القوم اگر کراہت تحریم ہوتی اُس سے احتراز از حرار سنت پر مقدم رہتا اور مکروہ تنزیہی جواز و اباحت رکھتا ہے نہ کہ گناہ و جرم کما حققنا فی رسالتنا جمل مجلیہ ان المکرۃ تنزیہا لیس بمعصیہ سوم ہر گھاس کا شا۔ در مختار میں ہے یا قی الامام والقوم بالشفاء ویزید علی الشہد (بان یا قی بالدعوات بحج۔ ش۔ م) الا ان یل القوم فیاتی بالصلوٰت ویترک الدعوات ویجتنب المنکرات کھذ رمتہ القراءۃ وترک تعوذ و تسمیۃ وطمانینۃ وتسلیم واستراحتۃ بعض لوگ ایسا جلد پڑھتے ہیں علیمہ یا حکیم یعقلون تعلمون غرض لفظ ختم آیت کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ نفس منہ کا مافی اور بدعت شنیعہ اور اسادت ہے چہارم ترک واجبات قراءۃ مثل بدھصل یہ صورت گناہ و مکروہ تحریمی ہے پنجم امتیاز حروف متناہی مثل ص ت ط ز و غیر ہا نہ رہنا۔ یہ خود حرام و منفسد نماز ہے مگر ہندوستان کی جہالتوں کا کیا علاج حفاظ و علی کو دیکھا ہے کہ تراویح درکنار فرض میں بھی اس کی رعایت نہیں کرتے نمازیں مفت برباد جاتی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شنیعہ مذکورہ سوال کہ ان عوارض سے خالی تھا اُس کے جوازیں کوئی شبہ نہیں مگر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ جماعت نفل میں تداعی نہ ہوئی ہو کہ مکروہ ہے بسلمانوں کو بخش گالیاں دینا خصوصاً ماں بہن کی خصوصاً مسجد میں سخت فسق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی مسلمان نہیں ہوتا بہت طعنہ کرنے والا بہت لعنت کرنے والا نہ بے جفا بخش گو رواہ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وحسنہ وابن حبان والحاکم فی صحیحہما عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خصوصاً جو اس کا عادی ہے اُس کے سخت فاسق و فنیہ ہونے میں کلام نہیں اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب فتاویٰ مجہ و غنیہ میں ہے لو حقوا فاسقا یا ثنوں تبیین الحقائق امام زلیحی میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از گھوسی ضلع اعظم گڑھ محلہ کریم الدین پور مرسلہ جامع فنون عقلیہ و نقلیہ فقیہ ملت مولانا حکیم محمد امجد علی صاحب غلطی رضوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہار شریعت ۸، رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

حضور والا برکت دامت برکاتہم بعد سلام و نیاز غلامانہ معروض حافظ نے تراویح میں فاتحہ اور سورہ توبہ کے درمیان اعوذ باللہ پڑھنا دس شر الکفار الخ بالجہر قصد پڑھا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں اور ہوئی تو کیسی اگر نماز واجب الاعادہ ہو تو ان دونوں رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا ختم کے پورا ہونے میں اس کا اعادہ بھی ضرور ہے یا کیا۔

الجواب

سورہ توبہ شریف کے آغاز پر بجائے تسبیح یہ تہذیبیہ عوام سے ہے شرع میں اس کی اصل نہیں خیر یہ دن نماز اس میں حرج نہ تھا رہی نماز اگر سورہ فاتحہ کے بعد یہی سورہ توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ اعوذ بڈھی تو نماز مکہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی کہ واجب ضم سورہ بوجہ فصل بالا جنبی ترک ہوا مگر اعادہ تراویح سے اعادہ قرآن عظیم لازم نہیں یہ جب تھا کہ تراویح باطل ہو جاتی اور اگر فاتحہ کے بعد کچھ آیات انفال پڑھ کر توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ تہذیب پڑھا تو اگرچہ کراہت تحریم و وجوب اعادہ نہیں مگر جماعت تراویح میں مثل جماعت فرائض و واجبات یہ فعل مکروہ و خلاف سنت ضرور ہے اور اس کا جہر سے پڑھنا اور زیادہ نادانی و قلت شعور ہے ان دو رکعتوں کا اعادہ اولیٰ ہے قرآن عظیم کے اعادہ کی اصلاح حاجت نہیں درمختار میں ہے الامام لا يشتغل بغیر القرآن و ما ورد حمل علی النقل منفردا رد المحتار و حلیہ میں ہے اما الامام فی الفرائض فلما ذکرنا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یفعلہ فیہا و کذا الاثمۃ من بعدہ الی یومنا ہذا فکان من المحذات ولانہ تنقل علی القوم فیکرہ و اما فی المتطوع فان کان فی التراويح فکذلک الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از جاندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کہے کہ نماز تراویح میں قرآن شریف کے سننے سے ذکر و تلاوت باسراحت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سنا اچھا ہے آیا یہ شخص غلطی پر ہے یا نہیں جو الکتب تحریر کریں۔

الجواب

اگرچہ قرآن عظیم و تہلیل و تکبیر و تسبیح و ذکر شریف حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب ذکر الہی ہیں کریمہ و درغنا لک ذکر الہی کی تفسیر میں حدیث قدسی سے ہے جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکوک فقد ذکونی یعنی رب العزت عز و علا اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا مگر قرآن عظیم عظیم طرق اذکار الہیہ ہے حدیث قدسی میں ہے یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب عز وجل فرماتا ہے من شغلہ القرآن عن ذکری و مسألتي اعطیتہما فضل ما اعطیت السائلین و فضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ جسے قرآن عظیم میرے ذکر و دعا سے روکے یعنی بجائے ذکر و دعا قرآن عظیم ہی میں مشغول رہے اسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل سب کلاموں پر ایسا ہے جیسا اللہ عز وجل کا فضل اپنی مخلوق پر رواۃ الترمذی و حسن خصوصاً تراویح کا ایک ختم کہ سنت جلیلہ ہے اور مجلس میلاد مبارک عمل مستحبات اور سنت

مستحب سے ملاشبہ افضل ہاں اگر کسی شخص کے لیے کوئی عارض خاص پیدا ہو تو ممکن کہ ذکر شریف سننا اُس کے حق میں قرآن مجید سننے بلکہ اصل تراویح سے بھی اہم و اگد ہو جائے مثلاً اُس کے قلب میں عد و رحیم نے معاذ اللہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ وسوسے ڈالے اور ایک عالم دین مجلس مبارک میں ذکر اقدس فرما رہا ہے اُس کا سننا اس وسوسے کو دور کرے گا اور دل میں معاذ اللہ معاذ اللہ اُن کے حکم جانے کا احتمال ہے تو قطعاً اُس پر لازم ہوگا کہ ذکر شریف میں حاضر ہو کر محبت و تعظیم حبیب کریم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات و التسلیم اصل کار و مدار ایمان ہے معاذ اللہ یہ نہ ہو تو پھر نہ قرآن مفید نہ تراویح نافع نسأل اللہ العفو والعافیۃ

مسئلہ۔ از ہنگالہ ضلع چانگام تھانہ راؤ جان موضع پھر امسلہ مولوی حمدی صاحب ۱۲ شوال ۱۳۲۱ھ

چومی فریاد علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ درماہ رمضان المبارک جماعت و ترمز نمودن و ہر روزانہ جماعت موجودہ بیرون رفتن شرعاً جائز است یا نہ و تارک جماعت و ترمز فاسق و فاجر وغیر اُن خواندہ شود یا نہ حسب شرع شریف چہ حکم است۔ بینوا توجروا

الجواب

جماعت و ترمز واجب است نہ نوکد در ترک او بیچ بڑہ کاری نیست بلکہ اختلاف درست کہ افضل جماعت است یا و ترمزنا گزاردن فی الدار المختارہل کا فضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیح جان الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از موضع خور و منو و کانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسلولہ سید صفدر علی صاحب ۲۳ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ کچھ قید ہے کہ نماز وتر کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ اخلاص ہی ضم ہو نہ دوسری صورت

الجواب

کوئی قید نہیں اختیار ہے جو سورہ چاہے پڑھے یا چھوٹی آیتیں یا بڑی ایک آیت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ نظر الاسلام بریلی ۹ صفر ۱۳۲۱ھ

وتروں میں مشابہ سے دعائے قنوت بھول جانے پر کیا پڑھنا چاہیے اور ایسی حالت میں سجدہ ہو کر بنا ہوگا یا نہیں =

الجواب

ہر دعا پڑھنے سے واجب قنوت ساقط ہو جاتا ہے ہاں اگر بالکل کوئی دعا بھول کر نہ پڑھی تو سجدہ سو کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر مراد آباد محلہ مغلیورہ حصہ اول مدرسہ مولانا مولوی سید اولاد علی صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ و تروں کے مسنون کو اپنے فوت شدہ رکعت میں قنوت پڑھنی چاہیے یا نہیں۔

الجواب

مسنون کی اگر وتر کی تینوں رکعتیں فوت ہوئیں اخیر میں قنوت پڑھے اور اگر ایک رکعت بھی ملی ہے اگرچہ تیسری کے رکوع ہی میں شامل ہوا ہو تو باقی نماز میں قنوت نہ پڑھے گا در مختار میں ہے المسنون یقتد مع امامہ فقط ویصید مددگاہ و لا ینک رکوع الثالثۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسؤلہ شوکت علی صاحب ۱۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد اٹھ وقل کے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کے برائے میں ۳ بار قل ہوا اللہ شریف پڑھ لیتا ہے اور دعائے قنوت اُس کو نہیں آتی ہے پس اُس کی نماز وتر کی صحیح ہوتی ہے یا نہیں اور اگر وہ ہر روز سجدہ سہو کر لیا کرے تو نماز وتر اُس کی صحیح ہو جایا کرے گی۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں نہ یہ سجدہ سہو کا محل کہ سہو کوئی واجب ترک نہ ہو دعائے قنوت اگر یاد نہیں یا ذکر ناچاہیے کہ خاص اُس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو اللہم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار پڑھ لیا کرے یہ بھی یاد نہ ہو تو اللہم اغفر لی تین بار کہہ لیا کرے یہ بھی نہ آئے تو صرف یا رب یتیم بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا رہا یہ کہ قل ہوا اللہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا کہ نہیں اُتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ ثنا ہے اور ہر ثنا دعائے بل قال العلامة القاری وغیرہ من العلماء کل دعاء ذکر و کل ذکر دعاء وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الدعاء الحمد للہ رواہ الترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم وصحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہذا ولیچسر واللہ تعالیٰ اعلم۔

اجتناب العصال عن فتاوی الجہال

مسئلہ - از شہد من عہداری پر گیزر رسالہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابی نے اول چند رسائل عقائد و دہابیت و گستاخی شان معظمان دین پر شتم طبع کیے جس پر علمائے مبنی وغیرہ نے ۱۳۱۳ھ میں اُس کی وہابیت پر فتویٰ دیا اُس نے باصرار جماعت اہلسنت مجبور ہو کر اپنے تحفظ کے لیے ربیع الاول ۱۳۱۴ھ میں اُس وقت ایک پرچہ باظہار توبہ چھاپ کر شائع کر دیا جب اہلسنت اُس کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو اُس نے اپنے اُسی زمانہ سابق دہابیت کی تحریرات سے ایک تحریر حال کی بتا کر ظاہر کی جس کا تاریخی نام ”ضروری سوال“ لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۳ھ پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائط بحث لکھے ہیں وہ تحریر خاص اُس کے قلم کی لکھی ہوئی مع توبہ نامہ و شرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظہ میں حاضر کر کے چند امور کا استفسار ہے (۱) اس تحریر میں جو حکم اُس نے قرار دیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ و فساد و غلبہ کفار جائز و باقی وغیرہ منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون و وبا وغیرہ کے وقت

جائز نہیں یہ حکم تفصیلی ہمارے ائمہ کا ہے یا اُس کا اپنا اختراع ہے (۲) طاعون یا وبا کے لیے قنوت ماننے کو کذب و بہتان بتانا علمائے کرام و فقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں (۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ و طرز بیان و املا و انشا سے اس شخص کا بے علم و جاہل و منصب فتویٰ کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں (۴) اگر ظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اُس کے کسی فتوے پر عوام کو اعتماد چاہیے یا نہیں (۵) اُس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریریں لکھی ہیں اگر اُن سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُنکی جمالت و بے علمی سے ہے یا کہیں بددیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے (۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بتائے وہ جاہل و نادانم ہے یا نہیں (۷) شرائط و باحشہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اُس کے اگلے اشتہار تو یہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُسے اُس کی قدیم وہابیت کی بوسیدہ ہوتی ہے یا نہیں - بلینا تو جروا

الجواب

اللهم لك الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلاف تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحات کتب متون دیکھیے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقت غلبہ کفار کا بھی کہیں استثناء نہیں اور اگر تحقیقات جوہر شاہین کرام پر نظر ڈالیے تو مطلقاً نازلہ کے لیے قنوت لکھے ہیں خاص فتنہ و غلبہ کفار کی ہرگز قید نہیں لگائے غنیہ شرح منیہ میں ہے قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی انما لا یقنن عندنا فی صلاة الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا یاس بہ یعنی امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا نماز فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہوتا اُس وقت ہے کہ کوئی بلا مصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز صبح میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں شرح نقایہ برجندی میں ہے فی الملتقط قال الطحاوی فذا کو نحوہ یعنی امام ناصر الدین محمد ثرقندی نے ملقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا بحر الرائق میں ہے فی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنن الاکامام یعنی علامہ ثمنی نے شرح نقایہ میں بحوالہ غایۃ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے نسخہ الخاقان میں ہے کن فی شرح الشیخ اسمعیل لکنہ عزاء الی غایۃ البیان ولما جرد المسأله فیہا فلعنہ اشقہ علیہ سغایۃ السروجی لغایۃ البیان لکنہ نقل عن البنایۃ ما نصہ اذا وقعت نازلۃ قنن الاکامام فی الصلاة الجهریۃ وقال الطحاوی لا یقنن عندنا فی صلاة الفجر من غیر بلیۃ اما اذا وقعت فلا یاس بہ اہ یعنی اسی طرح پیرسلہ شرح شیخ اسمعیل للدرر والغریب میں ہے انھوں نے اُسے غایۃ البیان علامہ اتقانی کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا شاید غایۃ سروجی سے اشتباہ ہوا اور انھیں نے غایۃ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کوئی سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا وہی ارشاد ذکر فرمایا اُس میں ہے قول ولہما انہ منسوخ قال العلامة تلوح آفندی هذا علی اطلاقہ مسلم فی غیر النوازل واما عند النوازل فی القنوت فی الفجر فینبغی ان یتابعہ عند الكل لان القنوت فیہا عند النوازل لیس بمنسوخ علی ما ہوا للتحقیق کما مر الخ یعنی علامہ نوح آفندی نے فرمایا جب حنفی کسی شافعی کے پیچھے نماز فجر پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں اُس کا اتباع نہ کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے اور بلاؤں کے وقت صبح میں ہمارے سب اماموں کے طور پر مقتدی کو اتباع امام قنوت پڑھنا چاہیے کہ تحقیق یہی ہے کہ تحقیقوں کے وقت نماز صبح میں قنوت منسوخ نہیں اشتباہ و الظائر میں ہے فی

فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت للنازلة مستمرة لم تفسح یعنی فتح القدر میں ہے کہ دفع سختی کے لیے قنوت پڑھنے کی شرعاً اجازت برابر چلی آئی ہے منسوخ نہ ہوئی اُسی میں ہے ذکر فی السراج الوہاج قال الطحاوی الخ سراج الوہاج میں امام طحاوی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کوئی بلا اسے تو قنوت فجر میں حرج نہیں مرقی الفلاح شرح نور الایضاح میں غایہ سروجی کا کلام نقل کر کے مثل علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ فرمایا فتکون مشروعیۃ مستمرة وهو محمل قنوت من قلت من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعد وفاته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو مذہبنا وعلیہ الجمهور وقال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ الخ یعنی سختیوں کے وقت قنوت کا مشروع ہونا باقی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بعد وفات اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو قنوت پڑھی اُس کا موقع یہی ہے یعنی سختی کے وقت پڑھتے تھے ہمارا اور جمهور امہ کا یہی مذہب ہے امام طحاوی فرماتے ہیں کوئی فتنہ یا بلا ہو تو قنوت میں مضائقہ نہیں حاشیہ مرقی السید الطحاوی میں ہے قولہ وهو محمل الخ ای حصول نازلة قولہ وهو مذہبنا ای القنوت للحادثۃ ودر مختار میں ہے لا یقنن لغیرہ الا للنازلة یعنی وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے مگر کسی سختی کے لیے فتح اللہ العین حاشیہ کنز للعلامۃ السید ابی السعود الازہری میں امام طحاوی کا ارشاد مذکور کہ کسی بلا کے وقت قنوت فجر میں حرج نہیں نقل کر کے فرمایا وظاہرہ انہ لو قنن فی الفجر لبلیۃ انہ یقنن قبل النکوح حموی یعنی علامہ سید احمد حموی نے فرمایا امام طحاوی کے اس ارشاد سے ظاہر یہ ہے کہ اگر کسی بلا کے سبب نماز فجر میں قنوت پڑھے تو رکوع سے پہلے پڑھے طحاوی حاشیہ در میں ہے قال العلامة نوح بعد کلام قد فعلی هذا لایکون القنوت فی صلاۃ الفجر عند وقوع النوازل منسوخا بل یکون امرا مستمرا ثابتا ویدل علیہ قنوت من قلت من الصحابة بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیکون المراد بالسنخ لیس عموما حکم لا سنخ نفس حکم قال فی المنقط قال الطحاوی الخ (ثم قال) قال بعض الفضلاء هو مذہبنا وعلیہ الجمهور یعنی علامہ نوح نے ایک کلام ذکر کر کے فرمایا تو اس تقدیر پر بلائیں اُترتے وقت نماز فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی و ثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علماء جو قنوت فجر کو منسوخ بتاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ سختی وغیر سختی ہر صورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہو گیا نہ یہ کہ قنوت رہا ہی نہیں ملقط میں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں بعض علماء نے فرمایا یہ ہمارا اور جمهور کا مذہب ہے رد المحتار میں عبارات بحر و شربلہ فی شرح شیخ اسمعیل ونبایہ و اشباہ وغایہ وغنیہ ذکر کر کے فرمایا قنوت النازلة عندنا مختص بصلاۃ الفجر سختی کے لیے قنوت ہمارے نزدیک نماز فجر سے خاص ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے قال الخطابی فیہ دلیل علی جواز القنوت فی غیر الوقت قلت لکن یقید بما اذا نزلت نازلة وحید عن اختلاف فیہ یعنی نماز فرض میں قنوت خاص اُس صورت میں ہے جب کوئی سختی اُترے اُس وقت اُس میں خلاف نہیں کلام یہاں سلسلہ قنوت نازل اور اس کے اجماعی یا خلافی ہونے کے بحث میں نہیں وقد تقدم عن الشربلہ والحبلی ونوح افندی والطحاوی بنیۃ الی الجمهور المشعۃ بحصول خلاف وافاد الامام ابن الہمام فی الفتح وتبعہ الحبلی فی الغنیۃ ان قنوت النوازل امر مجتہد فیہ و ذکر کلام النظرین کلام اس میں ہے کہ اولاً ان سب عبارات میں نازلہ بلیۃ حادثہ سب لفظ مطلق ہیں کسی میں خاص فتنہ غلبہ کفار کی تخصیص نہیں نازلہ ہر سختی نازلہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہوا شبابہ میں ہے قال فی المصباح النازلة المصیبة الشدیدة تنزل بالناس انتھی د فی القاموس النازلة الشدیدة انتھی د فی الصحاح النازلة الشدیدة من شدائد الدهر تنزل بالناس انتھی خود صنعت ضروری سوال کا ترجمہ

کہ عند النازلة کی قید سے ہر سختی سمجھی جاتی ہے با اینہم برخلاف اطلاقات علما اپنی طرف سے خاص فتہ و فساد و غلبہ کفار کی قید لگانا اور
کنا کہ ہر ایک نازلہ نہیں کلام علما میں تصرف بجائے ثانیاً میں اطلاق سے احتجاج کرتا ہوں کلمات علما میں صاف تقسیم موجود ہے عامہ
عبارت مذکورہ دیکھیے لفظ نازلة یا ہلیۃ مکرہ وضع شرط میں واقع ہوا کہ اگر کوئی سختی یا کسی قسم کی بلا آئے تو نماز فجر میں قنوت پڑھے یہ صریح ہر نصبت
ناس کو عام ہے لسانضوان النکرة فی حیل الشرط تعم توزید کا ان کے معنی میں وہ حکم لگا دینا کلمات علما کا بگاڑنا بدنام ہے ثالثاً ابن جبران
نے اپنی صحیح بالتقسیم والافواع میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سعید و ابی مسلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کی قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقنت فی الصبح الا ان یدعو لقوم او علی قوم رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان
کی دعا فرماتے۔ فتح القدیر وغیرہ و مرقاۃ شرح مشکوہ میں فرمایا و ہوسند صحیح یہ سند صحیح ہے خطیب بغدادی نے کتاب القنوت میں بطریق
محمد بن عبد اللہ الانصاری ثنا سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ان النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یقنت الا اذا دعا لقوم او دعا علی قوم بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے
یا کسی قوم پر دعا فرمائی ہوتی کتب ثلاثہ مذکورہ میں ہے ہذا سند صحیح قالہ صاحب تنقیح التحقيق یہ سند صحیح ہے صاحب تنقیح التحقيق نے
اس کی تصریح کی امام زبیری نسب لاریں یہ دونوں حدیثیں ذکر کر کے فرماتے ہیں قال صاحب التتقیح و مسند ہذین الحدیثین صحیح و ہما
نص فی ان القنوت مختص بالنازلة یعنی صاحب تنقیح نے کہا ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ قنوت وقت بعیت
کے ساتھ خاص ہے یہ دونوں حدیثیں بھی مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص فتہ و غلبہ کفار کی نہیں اور شک نہیں کہ مثلاً رفع طاعون دفع و بارز ال قحط
کے لیے دعائی دعا لقوم کے اطلاق میں داخل کہ یہ بھی مسلمانوں کے لیے دعائے نفع ہے تو صحیح حدیثوں سے اس کا جواز ثابت ہوا خان اعظمی
بجمل المطلق علی المقید قلنا لیس ہذا محمل فان ذکرنا وقعہ عین ما خلہ فی اجمال بیان لا یحصی فیہا عند احد علی انہ انما ہو
مسلك الشافعیہ وانت تظہر من نفسک الاعتماد علی مذهب الحنفیۃ وقد انبأت فی غضون کلامک انک ہنا بصمد ثابتات مذہبہم
و صرح فی آخر الرسالة انہا علی اصول مذہب امامنا الاعظم ابی حنیفۃ النعمان رضی عنہ وعن مقلد بہرہم بلفظک مع ان الصمیم
فی المسئلۃ الاصولۃ قولنا فقد اقام ائمتنا علیہا براہین لا قیل لاحد بما فیہم التزام ولا یبقی لاحد مجال کلام راجعاً مرقاۃ شرح مشکوہ
میں ہے قال ابن حجر اخذ منہ الشافعی انہ یسن القنوت فی اخیرۃ سائر المکتوبات للنازلة التي تنزل بالمسلمین عامۃ کو بقاء قحط و
طاعون او خاصۃ بعضہم کا سبب العالم او الشجاع مسن تعدی نفعہ مقول الطحاوی لم یقل بہ فیہا غیر الشافعی غلط منہ بل قنوت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المغرب بصفین اھ و تسبۃ ہذا القول الی الطحاوی علی ہذا الاموال غلط اذا طبق علماءنا علی جواز القنوت
عند النازلة اسی میں ہے قال الامام النووی القنوت مسنون فی صلاۃ الصبح دائماً و اما فی غیرہا ففیہ ثلاثۃ اقوال والصمیم المشہور
انہ اذا نزلت نازلة کعدا و قحط او بلاء او عطش او ضرر ظاہر فی المسلمین و نحو ذلک قنوتوا فی جمیع الصلوات المکتوبۃ والا فلا ذکرہ الطیبی
وفیہ ان مسنونۃ فی الصبح غیر مستفادۃ من ہذا الحدیث دیکھو مولف علی قاری نے امام ابن حجر کی سے تصریح صریح نقل فرمائی کہ جس

نازلہ کے لیے قنوت پڑھی جاتی ہے وہ باوجود طاعون وغیرہ سب کو شامل ہے اور امام طہیسی سے انھوں نے امام اجل ابو زکریا نووی سے نقل کیا کہ نازلہ میں قنوت واجب و تشکیکی وغیرہ سب داخل ہیں اور ان اقوال کو مسلم و مقرر رکھا اور بعض بیان کہ خلاف مذہب سمجھے اُن پر اعتراض کر دیا اسے برقرار رکھا بلکہ نازلہ کے معنی مذکور نقل کر کے صاف فرمادیا کہ امام طحاوی کی طرف قنوت نازلہ کا انکار اس طرح نسبت کر دینا ٹھیک نہیں کہ اُس کے جواز پر تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے اس سے صاف مفہوم کہ وہی نازلہ جس کے معنی ابھی بیان ہو چکے کہ قنوت واجب و طاعون سب اُس میں داخل ہیں اُسی کے لیے ہمارے علماء جواز قنوت کے قائل ہیں **خاصاً** کیوں کہ وہ دوسرے نشان معنی مقصود دیکھ کر کلمات علماء سے صاف صریح تصریحیں لیجے اسی مرقاۃ شریف میں ہے قال ابن الملك وهذا يدل على ان القنوت في الفرض ليس في جميع الاوقات بل اذا نزلت بالمسلمين نازلة من قحط وغلبة عدد وغير ذلك یعنی علامہ ابن فرشتہ نے فرمایا اس حدیث سے ثابت ہے کہ فرض میں قنوت ہمیشہ نہیں بلکہ خاص اُس وقت ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں پر کوئی سختی آئے جیسے قحط اور دشمن کا غلبہ وغیرہ علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری نے کتاب الاشباہ میں غایہ دشمنی و فتح کی عبارات کو نازل میں قنوت روا ہے نقل کر کے فرمایا فالقنوت عندنا في النازلة ثابت وهو الداء برفعها ولا خلاف ان الطاعون من اشد النوازل یعنی ان عبارات علماء سے ثابت ہوا کہ ہمارے نزدیک بلا سختی کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی ہے کہ اُس بلا کے دفع کی دعا کی جائے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ نور الاضیاح اور علامہ سید محمد دمشقی نے حاشیہ شرح تنویر میں دفع طاعون کے لیے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انھیں بحر محقق صاحب بحر کا حوالہ دیا اول کی عبارت انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتی ہے اور ثانی نے زیر قول شارح مدق لا یقنن لغیرہ الا لنازلة فرمایا قال فی الصحاح النازلة الشدة یدق من شدائد الدهر ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل اشباہ **تنبیہ** ان بیانوں سے چند امر روشن ہوئے **اقول** یہ کہ طاعون و وبا اور ان کے مثل ہر بلیہ عامہ کے لیے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے تو زید یعنی مصنف "ضروری سوال" کا قنوت نوازل کو جائز و ثابت مان کر اُسے بعض نازلہ سے خاص کرنا اور باقی کی نسبت کہنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل نہ ملے وہ کام یا تو بدعت ہوگا یا گنہگار نہ محض بے معنی ہے کیا اطلاق احادیث اس شخص کے نزدیک کوئی اسل شرعی نہیں کہ اُس کے حکم کو بے اصل و گناہ مانتا ہے دوم قنوت طاعون و وبا کو نہ صرف اطلاقات کلام علماء بلکہ اُن کی صاف قیامیں شائن جن میں خود امام اجل ابو جعفر طحاوی بھی داخل تو اُس کی بنا پر زید کا ادعا کہ نہ اقوال خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت اور نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے وہ ایک زائد بات ہے تصریح نا فہمی ہے سوم اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کما بدینہ خاتمہ المحققین سیدنا والوالد قدس سرہ الامجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقعق مباحی الفساد مثلاً اس اخیر زمانہ فتن میں طرح طرح کے فتنے قسم قسم کے باجے ایسے پیدا ہوئے جن کی حرمت کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوال ائمہ میں مگر انھیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ کل مسکوح و حرام کے عموم اور یہ حدیث یتستحلون الخمر والحمر والمعاذ و کرکیم من الناس من یشعوى لهو المحدث کے شمول و اطلاقات میں داخل اب اگر کوئی جاہل کہہ اُٹھے کہ یہ تو تم قیاس کرتے ہو احادیث میں کیسے تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے ہمارے علماء قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بے کار رہے تو اُس سے یہی کہا چاہیے کہ اے ذی ہوش یہ قیاس نہیں بلکہ جب ایک حکم مطلق و عام

احادیث و کلمات علمائے کرام میں وارد ہے تو اس کے دائرے میں جو کچھ داخل سب کو وہ حکم محیط و شامل تو ثابت ہوا کہ زید کا ضروری سوال میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا "کہ جب قنوت عند انزالہ ثابت اور جائز ہوئی تو ہر قسم کی بلا اور مصیبت پر جائز ہوئی چاہیے اور اس کا یہ حمل جواب دینا کہ ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے توابعین کے اقوال سے "صریح نادانی ہے چہارم اگر صرف یہی اطلاق و عموم احادیث و اقوال ائمہ ہوتے تو ثابت کرنے کے لیے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہرگز کذب و بہتان نہیں کہہ سکتے دوسرے دلائل کی نظر سے راجح وارجح کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ اوپر سن چکے کہ طاعون و وبا و قحط وغیرہ کے لیے قنوت کی صاف صریح تصریحیں (امام اجل ابو زکریا نوذی شارح صحیح مسلم شریف رحمہ اللہ جلالت شان پر علمائے جمیع مذاہب حقہ کا اجماع ہے) اور (امام جلیل شرف الدین حسن بن محمد طبری شارح مشکوٰۃ و امام شہاب الحق والدین احمد بن حجر مکی ہاشمی و علامہ عبد اللطیف بن عبد العزیز شہیر با بن فرشتہ از اجلہ علمائے حنفیہ و محقق فقیہ زین بن خیم مصری عمدہ فقیہ و مولانا علی بن سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی و فاضل جلیل سید احمد مصری طحاوی حنفی و عالم نبیل سید محمد آفندی شامی حنفی نے فرمائیں اور امام ابن حجر مکی نے اُسے امام مجتہد عالم قریش سیدنا امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا تو مصنف ضروری سوال کا قول کہ "طاعون یا وبا کے لیے قنوت ثابت نہیں وہ ایک قسم کا کذب اور بہتان ہے اگر خطا ایسا کلمہ بے موقع کسی سے سرزد ہو جائے جناب اہل میں توبہ و استغفار جلد کر لے" محض کذب و بہتان اور ان ائمہ کرام و علمائے اعلام کی جناب میں گستاخی و توہین شان ہے زید پر لازم ہے کہ اپنی اس خطا اور بے موقع کلمے سے جلد جناب اہل میں توبہ و استغفار کرے اگر بغرض باطل یہ قنوت نازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالاتفاق اُس سے انکار فرماتے تو غایت یہ کہ سلسلہ ائمہ مجتہدین کا اختلاف یہ اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا اُسے کذب و بہتان کہنا اُس حالت میں بھی حلال نہ تھا نہ کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ و علمائے کبار بھی اطلاق و عموم و خصوص سب کچھ موجود اور اگر اُسے خصوص نقل فعل کا منکر ٹھہرائیے تو اول تو یہاں اُس کا محل نہیں کہ اس خصوص کا مدعی کون تھا جس کے رد میں زید یہ الفاظ لکھتا تھا نیا اوپر واضح ہو چکا کہ عدم نقل فعل نہ زید کو مفید نہ اُس کے مخالفت کو مضر تو اس کا ذکر محض فضول نادانی ہے بالجلد آفتاب کی طرح واضح ہوا کہ زید نے اس تحریر "ضروری سوال" میں نہ ہمارے متون مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شارحین اعلام کا قول یا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا فتویٰ گڑھ دیا ملی قد وقع مایوہم فی کلام بعض ائمہ الحدیث فی تقریر مذہب الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فی کلام بعض ائمہ ثنائی توجیہ مذہب بعض الصحابة رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین لہم بعمدہ ولا جعلہ مذہب علمائنا ولا ذکرہ فی تقریر کلامہم مع انہ قد ائروا عنہ التعمیم صریحا فیجہل ان یكون الفیض ہذا وقع وفاقا لاحصوا وایا ما کان فجعل ہذا مذہبا لنا لاسلف لزید فیہ فیما اعلیہ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلیہ "ضروری سوال" کے اظہار خطا کو اسی قدر بس تھا بے حاجت شرعیہ ناقصوں قاصروں کی جہالتوں سفاہتوں کا شمار اپنا شیوہ نہیں لقولہ تعالیٰ واعرض عن الجہلین مگر امور متعلقہ بدین میں بعد سوال سائل بیان امر حق ضروری اور یہاں صحت دینی اُس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم کم فہم و مشکوک و متہم شخص اپنے آپ کو مفتی و مصنف بنائے ہوئے ہے اور بعض عوام اُسے عالم و قابل اعتماد سمجھتے ہیں تو اُس کے پرجہل و نااہل ہونے کا

آشکارا کرنا انشاء اللہ تعالیٰ دین عوام کو نافع اور فضلات و جہالت میں پڑنے کا دافع ہوگا و با اللہ التوفیق زیر کی ترکیب و بندش الفاظ و انشاء و اظہار میں اگرچہ خطا ہائے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض و اب محصلین نہیں لہذا انھیں چھوڑ کر اس کے باقی کثیر و بسیار غلط و جہالات سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے جمالت (۱) حدیث مذکور ابن حبان کہ زید کے دعویٰ تخصیص کا صاف رد تھی براہ نادانی اپنی دلیل بنا کر لکھی اور اس پر فائدہ یہ جا دیا کہ "یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نصرت چاہیے طاعون کے لیے قنوت ثابت نہیں" عقلمند سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں ظلم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر سے سوا ضرر کے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوا جمالت (۲) قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے و لہذا حکم دیتے ہیں کہ حنفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں اس قدر ہر تو کلمات علما متفق ہیں ہاں محل نظریہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازل و بنے نازلہ کسی حال میں قنوت فجر کی مستوعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہو گیا اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ و بنے نازلہ ہر حال میں عموماً قنوت کا پڑھا جائے یا منسوخ ہو یا صرف بحالت نازلہ باقی رہا نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ دلیل ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی اور سند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت شہر ایدعو علی احياء من احياء العرب ثم تركه زاد ابن ماجة في صلاة الصبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جیسے تک نماز صبح میں قنوت پڑھی عرب کے کچھ قبیلوں پر دعائے ہلاک فرماتے تھے پھر چھوڑ دی و هو عند البخاری في مغازی بزيادة بعد الكوع وترك ثم تركه اور صحاح ستہ میں بعض حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیہ کریمہ لیس لك من الاموشیٰ او يتوب علیہم و بعدہم فانہم ظالمون ہ ہے یہاں نظر و طرف جاتی ہے اگر معنی آیت مطلقاً مانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک فرمانا برائے ارتقاء شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی اور اگر معنی آیت ان خلص لوگوں کو دعائے ہلاک سے مانعت ہو کہ ان میں بعض علم الہی میں مشرف باسلام ہونے والے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک انھیں کے بارے میں نہ مطلقاً تصرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر ان کی تبعیت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائی ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے و اذا ثبت الغنم وجب حمل الذی عن انس من رواية ابی جعفر (ہو الرازی) و نحوه (کدینار بن عبد اللہ خادم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما زال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنن فی الصبح حتی فارق الدنیا را ما علی الغلط لان الرازی کثیر الوہم قالہ ابو زرعة و دینار و قد قیل فیہ ما قیل) و علی طول القیام فانہ یقال علیہ ایضاً و یحمل علی قنوت النوازل و یكون قوله رای قول انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم تركه فی الحدیث الآخر (المرای فی الصحاح) یعنی الدعا علی اولئک القوم لا مطلقاً اھ مختصراً مزیداً منی ما بین ہلاکین نیز کتابین مذکورین میں ہے فیجب کون بقاء القنوت فی النوازل مجتہداً فیہ و ذلک ان هذا الحدیث (ای حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق حماد بن ابی سلیمان و ابی حمزۃ القصاب عن ابراہیم عن علقمۃ عند قال لم یقنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الصبح الا شہراً ثم تركه لم یقنن قبلہ ولا بعدہ و لفظ حماد لم یقنن قبل ذلک ولا بعدہ) لم یؤثر عنہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قوله ان لا قوت فی نازلة بعد هذه بل مجرد العدم بعد ما فتحة الاجتهاد بان یظن ان ذلك انما هو لعدم وقوع نازلة بعد ما تستدعى القنوت فتكون شرعية مستقرة وهو محتمل قنوت من قلت من الصحابة بعد وفاته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان یظن رفع الشرعية نظر الی سبب تركه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو انه لما نزل قوله تعالیٰ لیس لك من الامر شیء تركه واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم اھ بزیاة روشن علم تو یہ ہے مگر مصنف "ضوری سوال" کی سخت نافرمانی کہ دوستانی باتوں کو ایک کر دیا اور کچھ نہ سمجھا۔ خود اسی کا ایک کلام دوسرے کو رد کرنے کا مسلک تو وہ اختیار کیا کہ قنوت نازلہ باقی ہے منسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ و فساد وغلبہ کفار کے لیے ایک جگہ لکھا عند انزالہ بدعت نہیں مادامت بدعت اور دین میں نیا کام ہے پھر لکھا "دلیل اور نسخ قنوت کے مادامت کے طور پر اور دلیل واسطے جواز قنوت کے عند انزالہ" پھر لکھا "مادامت کے طور پر منسوخ اور عند انزالہ غیر منسوخ" اور مزے سے وہی آئیے کر رہے اور وہی حدیث بخوانے صحیحین ذکر کر کے کہہ دیا "اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہوا سوائے قنوت وتر کے" ذی ہوش سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں کس چیز پر قنوت مذکور تھی نازلہ پر اور نزول آیت کس قنوت کے بارے میں ہوا قنوت نازلہ میں اگر آیت حدیث سے اس کا نسخ ثابت مانتا ہے تو قنوت نازلہ کہاں باقی رہی وہی تصریح ان سے منسوخ ہوئی یہ طرفہ تماشہ ہے کہ وہی منسوخ وہی باقی دلا حول دلا قوۃ الابا للہ العلی العظیم جہا لمت (۳) حدیث طارق الشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہ انکار قنوت فجر (جس طرح معمول ثانیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وہ بدعت ہے اور ترمذی وابن ماجہ نے یوں کہ ان کے صاحبزادے سعد ابومالک نے ان سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے فرمایا نئی نکالی ہوئی ہے ایک ہی حدیث مضمون ایک ہی صحابی ایک ہی مخرج اور مصنف ضوری سوال نے اُسے بلفظ اول ذکر کر کے نسائی وابن ماجہ و ابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کو بے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا "ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا وارد ہے" اسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاح فقہاء کہنا اصطلاح محدثین پر بھی ٹھیک نہیں آسکتا یہ زید کی بے خبری و غفلت ہے جہا لمت (۴) قنوت مذکور المہ ثانیہ و المہ مالکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتا کر آگے حاشیہ جمایا "او حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدث بدعت و کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار" قطع نظر اس سے کہ جملہ اولیٰ حکم بدعت نہیں حکم بدعت ہے اجتہادیات المہ دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دیں کسی بے باکی و جرأت ہے حاشا المہ کرام السنہ کا کوئی مسئلہ ضلالت و فی النار کا مصداق نہیں وہ سب حق و ہدایت و سبیل جنت ہے جہا لمت (۵) تا (۸) حدیث عاصم بن سلیم ذکر کی قلنا لا نس بن مالک ان قوما یرعون ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الفجر فقال کذبوا انما قلت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہراً واحداً یدعو علی احياء من احياء المشرکین اور اُس کا ترجمہ کیا "ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے یہ کہ مقرر ایک قوم گمان کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نماز فجر میں سو جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے ہمیں ایک سو بھی بدعا کرنے کو اور پڑھنے کے قبیلوں کے مشرکین کے "اولاً محارہ عرب میں زعم یعنی مطلق قول بھی شائع یہاں تک کہ صحیح حدیث میں زعم جبریل تاب واقع ثانیاً کلام نامحقق یا خلاف تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک

ہوتا ہے جو اسے بلفظ زعم تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مستفاد نہیں کہ وہ زاعم خود بھی اسے مشکوک یا مظنون سمجھتا ہے زید نے زبردستی یزعمون کے معنی بتالیے کہ جو قنوت فجر کی بھا کے قائل ہیں خود ہی اسے شک و گمان کے مرتبے میں جانتے ہیں اور اسی بنا پر کنہ بوا کا ترجمہ کیا کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں "یہ نیز جاکر اب اس پر فائدہ جزا اس حدیث سے یہ بھی سمجھاتا ہے کہ زمانہ تابعین میں قنوت کا فقط گمان ہی گمان تھا یقینی امر تھا پس جتنی روایات ان روایات کے مخالف ہیں وہ سب ظنیات ہونی چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب افسوس کہ جو کہنا چاہا تھا وہ بھی کہہ نہ جاتا عقلند سے پوچھا جائے کہ قائلان قنوت مالکیہ وشافعیہ نے کس دن کہا تھا کہ قنوت فجر یقینی ہے یا مانعان قنوت خفیفہ وحبلیہ کہہ سکتے ہیں کہ عدم قنوت قطعی ہے مسائل اجتہاد یہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کونسا فائدہ آپ نے نکالا اور اس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو رہا ہے اس سب سے قطع نظر کیجیے تو ان قوما یزعمون میں لفظ قوم نکرہ چیز اثبات میں ہے جس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ کچھ لوگ بطور دہم بقائے قنوت مانتے ہیں اس سے کب لازم ہوا کہ زمانہ تابعین میں سب قائلان قنوت اسے اسی درجہ میں جانتے ہیں جہاں (۹) حدیث ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن القنوت فی الفجر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت فجر سے منع فرمایا جس میں تین راوی ضعیف وشدید الضعیف ہیں ذکر کر کے تضعیف رواۃ کا جواب دیا کہ "امام صاحب کی تحقیق کردہ مانع نہیں دوم یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس نہی کی ضرورت خبر ہوگی اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظ نہی کا ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا "قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے قائل حضرت طارق اشجعی ہیں نہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو پیدا کرنے سے اس گمان کی راہ کہ ہر سے ملی ضرور انہیں اس نہی کی خبر ہوگی انہوں نے صراحتہ نو پیدا ہونے کی وجہ ارشاد فرمادی تھی کہ میں نے سید عالم و خلفائے کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب کے پیچھے ناز پڑھی اسے فرزند نہ نئی نکلی ہے اس میں نہی پر اطلاع کی بوجہ نہیں نکلتی نہ کہ اس سے گمان ہو کہ ضرور نہی معلوم ہوگی بلکہ انصافاً اس سے یہی متبادر کہ نہی یا تو واقع ہوا یا ہوئی یا ہونی تو انہیں خبر نہ تھی در نہ عدم فعل کا ذکر نہ کرتے صاف جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اسے منع فرما چکے ہیں جواب مسئلہ میں دلیل اتوی کا ترک کیوں کیا جاتا جہاں (۱۰) ایک حدیث کی سند ذکر کی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ترجمہ میں بھی لکھا "انس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے "عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابہ کرام سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسلمان ہی نہ ہوا جاہلیت میں مرا اسے رضی اللہ عنہ میں شامل کرنا کیسی جاہل اور دانستہ ہوتو سخت تر آفت جہالت (۱۱) آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبد اللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ لہٰذا لیکن انس نفسه یقنن فی الصبح کما رواہ الطبرانی واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر اما علی الغلط او علی طول القیام فانہ یقال علیہ ابع فی الصبح عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل الصلوٰۃ طول القنوت ای القیام قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلاں یا زیر آیت چنان اہل علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ اس آیت و حدیث کی تفسیر و شرح یا اس کی بحث میں ایسا کہا یہاں مجوٹ عنہ حدیث ابی جعفر رازی ہے اسی کے تحت اسی کی بحث میں حدیث ابن مسعود و حدیث طبرانی وغیرہما مذکور ہیں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت فتح کا صاف مطلب جسے ہر حرف شناس عربی بے تکلف پہلی ہی نگاہ میں سمجھ لے یہ ہے کہ حدیث ابی جعفر میں جو دوام قنوت مذکور ہوا ممکن کہ وہاں قنوت سے طول قیام مراد ہو کہ لفظ قنوت اس معنی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ بہتر ناز طول قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو مصنف ضروری سوال ایسی سلیس

عبارت کے واضح معنی کو خاک نہ سمجھا لفظ ایضا کو کہ صراحتہً يقال کی طرف ناظر تھا اُس سے قطع کر کے مابعد سے ملایا اور ایضا فی الصحیحہ کے
 سند جدا کا ذکر فرمایا و لہذا لفظ ایضا پر نشان (۔) کے علامت فصل ہے لگایا اور عبارت کا ترجمہ یوں فرمایا "کیونکہ وہ لفظ قنوت کا مقرر ہوا لگیا ہے اور
 طول قیام کے اور بھی پنج صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے جو مروی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ افضل ترین نمازوں کی وہ نماز
 ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو" اس جہالت کی کچھ حد ہے اور ذرا یحسُن ادا بھی قابلِ محاذ کہ "پنج صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے" گویا
 یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کہیں لفظ قنوت آیا ہی نہیں جہالت (۱۲) اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا والا شکل نشا من اشتراك
 لفظ قنوت بین ما ذکرہ بین الخضوع والسکوت والدعاء وغیرہا یہاں ما ذکرہ سے مراد وہی طول قیام تھا اور اُس کے معطوفات خضوع
 وسکوت ودعاء وغیرہ یعنی قنوت کا لفظ جبکہ ان سب معانی پر ہوا لاحق ہے اس وجہ سے حدیث ابی جعفر میں قائلان قنوت فجر کو اشتباہ پیش آیا اُس سے
 دعا سمجھ لے حالانکہ مراد طول قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں قیام طویل فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر مبتدی
 بے تامل سمجھ لے اب مصنف صاحب کا علم دیکھیے عبارت صرف ما ذکرہ تک نقل کی اور ترجمہ فرمایا "اور وہ جو مشکلیں پیدا ہوئی ہیں وہ لفظ قنوت
 کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے درمیان اُس چیز کے جو مذکور ہوئی یعنی اپنے محل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدیر کی عبارت کا "گویا آپ کے
 نزدیک بین صرف شے واحدہ پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ما ذکرہ کے معنی یہ کہ اپنے محل پر مذکور ہوئی ہے اسی پر مطلب تمام
 ہو گیا جہالت (۱۳) سوال قائم کیا جب نسخ قنوت ثابت ہوا تو عند انزالہ جواز کہاں رہا "اور اُس کے جواب میں لکھا "جواب بصورت اجماع اجماع
 یہ ہے فی فتح القدیر دو تروا نازل کی بحث میں قولہ ان مشروعیۃ القنوت فی النازلۃ مستقرۃ لم یستقر الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا پنج وقت
 سختی منسوخ نہیں "فتح القدیر سے استناد اور قنوت نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بکف چراغ دارد کا تا شاہے فتح القدیر کی اسی عبارت میں صراحتہً
 فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فیہ ہے منسوخ ہونا ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے وقد تقدم نضہ فی بیان الجہالت الثانیۃ اسی عبارت مقولہ
 زید کے بعد بلا فصل فرمایا تھا "وبہ قال جماعة من اهل الحديث" کہاں ایک گروہ محدثین کا قول ہونا اور کہاں اجماع جہالت (۱۴) "جو
 قنوت دونوں حضرات نے نماز فجر میں پڑھی وہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تھی نہ بدعہ "بدعہ انہیں مگر دعائے وصول مکروہہ اور شکائیں
 کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغلوبی مکروہہ ہوتی ہے اور شک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ مانگتی تھیں مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میر المومنین بنی
 علی کرم اللہ تعالیٰ و جہاں الکریم سے ہے انہ لما قنت فی الصبح انکول الناس علیہ فقال استنصرنا علی عدونا محرر مذہب سیدنا امام محمد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں قال ابراہیم (ہو النحی) وان اهل الکوفۃ انما اخذوا القنوت عن علی قننت
 یدعو علی معویۃ حین حاربہ واما اهل الشام فانما اخذوا القنوت عن معویۃ قننت یدعو علی حین حاربہ قال محمد و
 بقول ابراہیم ناخذ و هو قول ابی حنیفۃ جہالت (۱۵) "بعید نہیں کہ اُن حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو" کہ اللہم
 اصلح بیننا و بین قومنا فانہم اخواننا بنوا علینا امیر المومنین کی طرف سے یہ قنوت محتمل کیا امیر معویہ بھی معاذ اللہ امیر المومنین کو
 باغی سمجھتے تھے یہ نرا جابلانہ افترا ہے امیر معویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صاف تصریح بندہ صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع نہیں
 تھی اپنے آپ کو مولیٰ علی کا ہمسر سمجھتا ہوں وانی لاعلم انہ افضل منی واسحق بالامور لکن لستم تعلمون ان عثمان قتل ظلما

وانا ابن عمہ وولیعہ اطلب بدامہ میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ منہ سے افضل و احق بہ امامت ہیں مگر کیا تمہیں خبر نہیں کہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلماً شہید ہوئے ہیں اُن کا ولی اور ابن عم ہوں اُن کا قصاص مانگتا ہوں دواہ مجبی بن سلیمان الجعفی استاذ الامام البخاری فی کتاب صفین بسند جمید عن ابی مسلم الخولانی جہالت (۱۶) خود ہی سوال میں لکھ

”جب قنوت عند الزلزلہ جائز ہوئی تو مصیبت پر جائز ہوئی چاہے جس طرح قلت باران و سیلاب، زلزلہ، آندھ، امراض مختلفہ خاصکے باد و طاعون کہ وہ اشد الزلزلہ ہے“ اور جواب دیا ”ہمارا تمہارا قیاس بیکار ہے اُن مصیبتوں کے لیے شارع علیہ السلام نے جدا جدا طریقہ بنا دیا اور اُن کا حکم بھی بنا دیا چنانچہ کتب فقہ اُن سے ملو ہیں الخ“ اس قیاس بتاتے کی جہالت اوپر مذکور ہو چکی مگر طاعون کو خود ”اشد الزلزلہ“ لکھنے سے رہا سہا اور بھی جہل کا پردہ کھول دیا جب قنوت نازل ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نازل ہے تو اس کے لیے بدلاتہ النص قنوت ثابت اور دلائل النص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت اب مصنف ضروری سوال کی مثال اُس ذی ہوش کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اشد عروہ جل نے فرمایا لا تقل لہما اف ماں باپ سے ہوں نہ کہ جب ہوں کہنے سے مانعت ہے تو مارا کہ اس سے سخت تر ہے بد جہاد ولی منہ ہے وہ کہے ”ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہ دینیہ میں بے کار ہے“ قرآن میں تو کہیں والدین کو مارنے کی مانعت نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم جہالت (۱۷) قطع نظر اس سے قلت و کثرت باران و سیلاب و زلازل و ریاح و امراض مختلفہ سب کے لیے جدا جدا طریقہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں بتایا اگر اس بیان پر مصنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے بالفرض جدا جدا طریقے ارشاد بھی ہوئے ہوں تو سب کے لیے ایک طریقہ عامہ ہونے کی کیا ممانی ہے پھر اس باب سے سوا اپنے اظہار علم اور کیا حاصل ہوا جہالت (۱۸) اشباہ و النظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ ۹۹۹ نو سو نو دے میں مصر القاہرہ میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا تھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سو میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں میں حکم کر نہیں سکتا چنانچہ قولہ سئل عنہ فی الطاعون سنۃ تسع وتسعين تسعمائة بالقاهرة فاجبت بانی لہ ارادۃ صیحا صاحب اشباہ و جمہ اللہ لثمان مضین من رجب سنۃ سبعین وتسعمائة شرح اشباہ فن ثانی کتاب الوقت میں نقل فرماتے ہیں قد وثق فی المصنف رحمہ اللہ لثمان مضین من رجب سنۃ سبعین وتسعمائة آپ ۹۹۹ کا واقعہ اُن سے لکھوا ہے میں حقیقۃ اشباہ میں یہاں سنۃ تسع وستین وتسعمائة ہے یعنی ۹۹۹ نو سو نو ہتر جے آپ ۹۹۹ بتا رہے ہیں جہالت (۱۹) اور پھر بیان کیا (یعنی صاحب اشباہ نے) کہ اگر کوئی قنوت پڑھا چاہے تو اکیلا دو رکعت نازل نفل کی نیت کر کے پڑھے چنانچہ یقیناً للطاعون لانه اشد النوازل بل ذکرہ انہ یصلے رکعتین فزادی فزادی وینوی رکعتی لدفع الطاعون ”قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے کیونکہ مقرر وہ بڑی سخت ہے مخفیوں سے مگر جماعت سے نہ پڑھے بلکہ پڑھے دو رکعتیں اکیلے اکیلے اور نیت کرے دو رکعت نفل کی واسطے دفع طاعون پورا ہوا حاصل مطلب اشباہ والے کا ”قطع نظر اس سے کہ یہ عبارت اشباہ کی نہیں بلکہ صاحب اشباہ سے نقل کی ہے اور اُس میں بل ذکر کی ضمیر خود صاحب اشباہ ہی کی طرف ہے جے آپ نے چنانچہ کہہ کر عبارت اشباہ ہونے کا اشعار کیا

لے ضروری سوال میں یہ ہیں لکھا اور اسی غلطی کی بنا پر طاعون کو خود بھی اشد الزلزلہ کہا حالانکہ اشباہ میں من اشد النوازل ہے ۱۲ ملے ہکذا بخط و صوابہ بل ذکرہ ۱۳ ملے ہکذا بخط و صوابہ رکعتیں ۱۴ ملے ظاہر کہیں طحاوی حاشیہ راقی الفلاح دیکھئے کول غمی اُس میں انھوں نے فرمایا تھا فی الاشباہ یقیناً للطاعون لانه من اشد النوازل بل ذکرہ یصلے لہ رکعتیں فزادی وینوی رکعتی دفع الطاعون یہ صاحب اپنی خوش فہمی سے سمجھے کہ یہ عبارت فی الاشباہ کے تحت میں داخل ہے ۱۵

اور بل ذکر کا مطلب کچھ نہ بنا لہذا اُسے ترجمہ سے خارج کر دیا طرف سخت جہالت فاحشہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلہ قوت کا تہہ بنادیا کہ "قوت پڑھا چاہے تو ایک یا دو رکعت نفل کی نیت کر کے پڑھے" اور اسی لیے اپنی طرف سے ترجمے میں مگر تراش لیا کہ "مگر جماعت سے نہ پڑھے" حالانکہ کوئی کم علم بھی عبادت اشباہ خواہ عبادت مذکورہ ناقل عن الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جہالت کا گمان بھی نہ کرے گا اشباہ میں تو قوت طاعون ثابت فرما کر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور جدا گانہ دلیلوں سے اُس کا ثبوت دیا حدیث قال صرح فی الغایۃ بانہ اذا نزل بالمسلمین ناذلۃ قنت العام فی صلاۃ الفجر فالقوت عندنا فی النازلۃ ثابت ولا شک ان الطاعون من اشد النوازل و فی السوایج الوہاج قال الطحاوی لا یقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ فلا بأس بہ کذا فی الملتقط انھی فان قلت هل لہ صلاۃ قلت ہو کاخصون لما فی منیۃ المفتی فی الحسنون والظلمۃ فی النہار واشتداد الوبیح والمطر والشیل والافزع وعموم الموضع یصلی وحدانا انھی ولا شک ان الطاعون من قبیل عموم الموضع فتسن لہ رکعتان فرادی اہ مختصرا اور ناقل نے بھی بل ذکر لکھ کر اُسے جدا کر دیا تھا مگر جب آدمی کو سہل سہل عبادت کا ترجمہ سمجھنے کی لیاقت نہ ہو تو مجبور ہے جہالت (۲۰) اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحب اشباہ کا مطلب وہ ٹھہرایا کہ طاعون میں قوت کی تصریح کہیں نہیں ہیں حکم نہیں کر سکتا اور عبادت یہ نقل کی کہ یقنت للطاعون جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ "قوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے" کیوں حضرت کیا یہ حکم نہ ہو ادا واقعی جو بزرگوار اپنا لکھا آپ نہ سمجھ سکے پورا معذرت ہے یہ سر درست بیٹا جہالتیں ہیں اور شروع کلام میں اولے خاصا اور اُس کے تنبیہ ہیں اول سے چہارم تک جو سخت وجوہ قاہرہ سے ضروری سوال کی بطلانیں جہالتیں ثابت کی گئیں انہیں شامل کیجیے تو یہاں تک ۲۹ جہالات شدیدہ بیان ہوئیں اب تیسویں جہالت سب سے بڑھ کر سفاهت ملاحظہ ہو ضروری سوال کی ساری محنت دیا لکھا ہی اپنے اس ادعا کے باطل کے اثبات کو بھی کہ قنۃ وغلبۃ کفار کے سوا طاعون وغیرہ نازل کی قوت کذب باطل و بہتان ہے ثبوت دگناہ و بدعت و ضلالت و فی النار ہے جو اُسے ثابت مانے اُس پر حکم نہیں تو بد و استغفار ہے ساڑھے پانچ ورق کی تحریر میں دس صفحے اسی مضمون میں سیاہ کیے یہ سب کچھ لکھا کر اب چلتے وقت حاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا "ف زمانہ طاعون میں نماز پڑھنے کی ترکیب" اور متن میں لکھا "ہذہ الکیفیۃ لصلاۃ الطاعون پہلے دل میں نیت کر کے زبان سے کہے فیت ان اصلی اللہ تعالیٰ رکعتین صلاۃ النفل لدفع الطاعون متوجھا الی جہۃ الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر پھر دوسری رکعت کے آخر کو شروع میں جو قوت ماثورہ ہو پڑھے کہ مثل ہو اور طاعون کے اور اگر ایسی قوت اُس کو یاد ہی نہ ہو تو رہنا اتنا فی الدنیا حسنة وقتار بنا عذاب النار پڑھے یہ آیہ وانی ہدایہ جامع جمیع ادویہ کی ہے "اللہ تعالیٰ دلوں کے ارادے سب جانتا ہے چلیے وہ اگلا بچھلا لکھا لکھا بھولنا درکار ہی یاد نہ رہا کہ ضروری سوال کی تحریر کس غرض کے لیے تھی کس بات کا دعویٰ کا ہے سے انکار تھا اپنے زعم میں جنت کا راستہ کیا طریق نار تھا خود ہی کذب و بہتان بنانے لگے ضلالت و فی النار کی ترکیبیں بتانے لگے یا رب مگر اسے اختلال حواس کے سوا کیا کیسے طرفہ بہ کہ اوپر سوال قائم کیا تھا "بارادہ دفع طاعون یا دوا کوئی قوت ہے" اور جواب دیا تھا "کہیں پتہ نہیں" اب حکم ہوتا ہے کہ "قوت ماثورہ پڑھے کہ مثل ہو اور طاعون کے" اب خدا جانے کہاں سے اُس کا پتا لگ گیا تصحیف اغلاط یعنی عبادت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ یوں تو زیادت و نقص لے یہ ترکیب بھی نئی ہے قوت میں علی مختلف ہیں کہ قبل رکوع ہے یا بعد آپ فرماتے ہیں خود رکوع میں پڑھے "اسلکہ غریب زبیر زبیر بن جابر جیسے تحریر میں تیغ کو بیخ مقرر لکھتے ہیں"

گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لیے دعا فرمائی جاتی تھی حالانکہ یہ حدیث اُس حدیث سے جدا ہے صحیح بخاری شریف صفة الصلاة میں ہے ذکر غفار
 واسلم صرف حدیث اول روایت فرمائی اور استقامت میں کہ اسے اُس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتا دیا حدیث قال عن ابی ہریرۃ ان النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا رفع راسہ من الركعة الاخرۃ یقول اللھم انج عیاش بن ابی ربيعة اللھم انج سلتہ بن ہشام اللھم
 انج الولید بن الولید اللھم انج المستضعفین من المؤمنین اللھم اشدد و طأ تیک علی مضی اللھم اجعلہا سنین کسنی یوسف وان النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال غفار غفر اللہ لہا واسلم سالہا اللہ تعالیٰ فتح الباری وعمدة القاری وارشا الساری شرف صحیح بخاری میں ہے
 قولہ وان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ حدیث اخر وہو عند البخاری بالاسناد المذکور فکانہ سمعہ ہکذا فاوردہ کما سمعہ زاد
 العینی وقد اخرجہ احمد کما اخرجہ البخاری ذہبوش نے یہ بھی نہ دیکھا کہ روایت میں غفار مرفوع ہے نہ منصوب نہ ولید پر عطف کیونکہ ممکن اغلاط
 روایت ضروری سوال میں واقعہ بیرموند بطور غم ذکر کیا جسے بے اصل اغلاط سے بھر دیا خلاصہ عبارت یہ ہے ایک عامر بن مالک کا دو گھوڑے
 دو اونٹ وغیرہ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ لایا حضور نے فرمایا ہم کا فرکا ہدیہ قبول نہیں کرتے وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور بولا
 اے حبیب خدا میرے پیچھے ایک قوم ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو اسید کہ وہ سب مسلمان ہو جائیں آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام شریا چالیس جوان
 انصار سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے عامر کے ہمراہ کر دیے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہوا ان پر مندر کو سردار کیا اور بنام عامر بن طفیل
 ایک خط لکھوا کر حوالہ مندر کے کر دیا یہ صحابہ بیرموند کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا جب وہ
 خط عامر بن طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کر ڈالا پھر اپنے تمام حلیوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ اُن صحابہ کو
 قتل کر ڈالا اور مندر کو زندہ قید کر لیا قطع نظر اس سے اولاً عامر بن مالک ابو براء نے "اے حبیب خدا" ہرگز نہ کہا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا
 ثانیاً "ہمراہ ہوا" سے ظاہر ہے کہ بطور خود ساتھ ہوا حالانکہ حدیث میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلب سلمی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کو رہبری کے لیے ہمراہ فرما دیا تھا فقد اخرج الطبرانی من طریق عبد اللہ ابن لہیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال ثم بعث النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المذنبین عمر والسعدی وبعث معہ مطلب السلمی لیدلہم علی الطريق الحدیث ذکر فی الاصابۃ فی ترجمہ
 للمطلب ثالثاً فرمان اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ رؤسائے نجد و بنی عامر کے نام تھا خمیس میں ہے و کتب کتابا بالی رؤساء نجد
 و بنی عامر و ارجح میں ہے مکتوبے بر رؤسائے نجد و بنی عامر و ثمت رابعاً حافظ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی
 کیا خصوصیت اُنہیں قرآن نام رکھنے کی یہ وجہ نہیں ہو سکتی ادا اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن عظیم اُس وقت تک اُترادہ سب اُن سب کو یاد تھا تو اس کا کوئی ثبوت
 نہیں بلکہ اُنہیں قرآن رکھنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس و تلاوت قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے یتدا ارسون
 القرآن باللیل ویصلون عمدة القاری کن ب الجماد باب العون بالمرد میں ہے معوا بہ لکثرة قراءتہم خامساً عامر بن طفیل کے خاص اپنے
 قبیلہ بنی عامر نے ہرگز تک نہ دی بلکہ صاف انکار کر دیا کہ تیرا چچا عامر بن مالک اُنہیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اُس کا ذمہ ہرگز نہ توڑیں گے

۱۔ سب انصاری نہ تھے بعض مہاجر تھے خمیس میں ہے کان اکثرہم من الانصار و اربعة من المهاجرین و ارجح میں ہے اکثر ایشا ان انصار بودند و بعضے از ہما جزاں نیز خمیس
 میں ہے لم یکن القرآن الذکورون کلمہ من الانصار بل کان بعضہم من المهاجرین مثل عامر بن نفیرۃ مولیٰ ابی بکر الصدیق خاضع بن بدیل بن درقاء الخ انما علی غیرہم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم۔

مواہب لدینہ میں ہے استصخ علیہم بنی عامر فلم یجیبوہ وقالون فنحن اباء وقد عقد لہم عقدا وجوارا سیرت ابن ہشام میں ہے استصخ علیہم بنی عامر فابوا ان یجیبوہ الی ما دعاہم الیہ وقالوا لن فنحن الی اخر ما مرخیں میں ہے استصخ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین فامتنعوا وقالوا لا فنحن ذمۃ ابی براء عموک الخ مدارج میں ہے "تمامہ بنی عامر از جنگ مسلمانان آبادند سا و عامر بن طفیل کا حال فرمان اقدس حرام بن لحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنا بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو اسلام لے آیا کما رواہ الطبرانی عن ثابت البنانی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عند اللہ عامر بن طفیل کفر پر ماکافی صحیح البخاری عن اسمعیل بن ابی طلحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح بخاری شریف میں ہے جعل یحذی ثوبہ فاقواما والی دجل فاتاہ من خلفہ فطعنہ یعنی حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا فرد کو پیام اقدس پہنچاتے اور ان سے باتیں فرما رہے تھے کہ انھوں نے کسی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے اگر نیزہ مارا امام حافظ الثانی عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا لہم اعوف اسم الرجل الذی طعنہ مجھے اس نیزہ مارنے والے کا نام نہ معلوم ہوا ذرقانی شرح مواہب میں ہے فی الطبرانی من طریق ثابت عن انس ان قاتل حرام بن ملحان اسلم وعامر بن الطفیل مات کافرا کما تقدم انھی من الفتنہ سابقا ان سب سے قطع نظر کے بعد اس میں ایک غلطی یہ ہے کہ جب وہ خط عامر نے پڑھا آگ بن گیا" کتب سیر میں تصریح ہے کہ اس ضیث نے فرمان اقدس دیکھا تاکہ نہیں سیرت ابن احق و سیرت ابن ہشام و مواہب لدینہ میں ہے لہذا تا کہ لا یظنوا انی الکتاب ثامنا سمعت غلطی فاحش یہ ہے کہ "منذ کو زندہ قید کر لیا" حالانکہ منذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین معرکہ میں شہید ہوئے ہیں عالم التزیل میں ہے قتل المذنبین عمروا صحابہ الا ثلثۃ نفر کا ہذا فی طلب ضالۃ لہم الخ مدارج میں ہے تمامہ اصحاب شہید شدند الامنذربن عمرو با و گفتند اگر خواہی ترا مان و ہم او مان ایساں را قبول نہ کرد و با ایساں مقاتلہ کرد تا شہید شد۔ سیرت ابن احق و ہشام میں ہے لہذا و ہم اخذوا سیوفہم ثم قاتلوہم حتی قتلوا من عند اخرہم یرحمہم اللہ الا کعب بن زید اخا بن دینار بن البخاری فافہم ترکوہ و بہ رمق فارتش من بین القتلۃ فغاش حتی قتل یوم الحندق شہید ابرحمہ اللہ مواہب میں ہے قتلوا الی اخرہم الا کعب بن زید الخ خمیں میں ہے قتلوا من عند اخرہم الا کعب بن زید الخ خمیں میں ہے قتلوا من عند اخرہم الا کعب بن زید الخ خود حدیث میں ہے حضور ید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ان اخوانکم لقوا المشرکین فاقطعوا عنہم فلم یبق منہم احد وانہم قالوا ربنا بلغ قومنا اننا قد رضینا ورضی عنا ربنا فانارسلوہم الیکم قد رضوا ورضی عنہم رواہ الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فریب دہی عوام جہالات و غلط کثیرہ کے ساتھ فریب دہی عوام بھی ضروری سوال میں ضرور ہے فریب ۱ حدیث مذکور ابن جان ذکر کی جو صراحت مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا ضرر کی دعا فرمائی ہوتی و مصنف ضروری سوال نے اس کا ترجمہ لکھ کر دعا پڑ لگا دیا یعنی سوا اس کے پیر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے تھے "جس سے عوام سمجھیں حدیث میں کسی خاص مصیبت کا ذکر ہے اسی کے لیے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے باقی بے ثبوت اس مغالطے سے جو فائدہ اٹھا چاہا اسے یہیں ظاہر بھی کر دیا "کہ اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نماز فجر میں نصرت چاہے طاعون یا دبا کے لیے قنوت ثابت نہیں" حالانکہ ہر ایک جہاں عربی بتا سکتا ہے یحضر ہو گا دیا ہے حدیث میں اصل کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے غیر دفنی قنوت ہو فریب ۲ قنوت نازلہ خود بھی تو غیر منسوخ مانی ہے اگرچہ خاص

ایک نازلے میں۔ اب جو اس پر سند پیش کرنی ہوئی تو علامہ طحاوی و علامہ شامی و محقق سامی بحرطامی صاحب اشباہ نامی کا دامن پکڑا کہ ”چنانچہ حاشیہ درمختار طحاوی و شامی و اشباہ و النظائر وغیرہ نے اُس کی تصریح کی ہے“ حالانکہ اوپر واضح ہو چکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تعمیم نوازل بلکہ خاص طاعون ہی کے لیے قوت ثابت کرتے ہیں جس کے سبب معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک کذب و بہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پورے نقل ذکر نا درکنار جو عبارت اُن کے نام سے نقل کی اُس میں دو کارروائیاں کہیں ایک یہ کہ خود اُن کے ترجمہ کلام میں وہ الفاظ ملا دیے جو اپنے ساختہ مذہب کے مطابق تھے دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اُس کلام سے ملا دی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کر دیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کرام کا ہے۔ وہ نقل و ترجمہ لمخصایہ ہے ”وغیرہ وغیرہ نے اُس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ وقد قنت ابو بکر الصديق وعمو وعلى ومعوية فالقنوت في النازلة ثابت فافهموا واعتفموا قلت والمراد بالنازلة هناك هو الذي مذکور فی الاحادیث ولا یقاس علی غیرہ واللہ اعلمہ ترجمہ اور مقرر قنوت پڑھی ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت علی اور حضرت معویہ نے پس قنوت بیچ دانع ہونے سختی اور فتنہ اور فساد اور غلبہ کفار و شرار کے ثابت ہے سو سمجھ اور غیبت جان اب کہتا ہوں میں کہ مراد نازلہ سے اُس جگہ وہی نازلہ مراد ہے جو مذکور ہوا ہے حدیثوں میں اور نہیں خیال کیا جاوے گا اور غیر اُس نازلہ کے اعنی ہر ایک نازلہ نہیں ”ترجمہ اصل میں فتنہ و فساد اور غلبہ کفار و شرار لفظ بڑھا دیے کہ زے بے علم کہیں دیکھو جو بات مولوی صاحب نے کہی تھی وہی ان کتابوں میں لکھی ہے ورنہ اصل عبارت علمائے ذان لفظوں کا اصلاً پتا اُس غرض فاسد کے سوا ترجمہ میں اس پونہ کا کوئی منشا پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی گڑھ کہ عبارت سے ملا دی اُس کا ترجمہ ترجمہ سے کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت اُنھیں علمائے فرمایا ہے ورنہ یہ کہیں کا دور نہیں کہ اردو رسالے میں جو بات اردو ہی زبان میں ظاہر کرنی ہو اُسے پہلے عربی میں بولیں پھر اپنی عربی کی اردو کریں اور کلام علمائے قلت ہزار جگہ ہوتا ہے توصاف اسی طرف ذہن جائے گا کہ یہ کلام بھی اُنھیں کا ہے فریب ۳ اشباہ میں فرمایا تھا فائده في الدعاء برفع الطاعون سئل عنه فاجبت بانى لعماره صويحيا يعني فائده طاعون دور ہونے کی دعا میں مجھ سے اس کا سوال ہوا تھا میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح میں نے نہ دیکھی پھر غایہ دشمنی و فح القذیر کی وہ عبارتیں نقل فرمائیں کہ نازلہ کی قنوت پڑھے پھر سہرا یا فالقنوت عندنا في النازلة ثابت ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل یعنی ان عبارات سے واضح کہ ہمارے نزدیک بلا میں قنوت ثابت ہے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے پھر اس دعوے کے ثبوت کو کہ نازلہ ہر شدت و سختی کو عام ہے مصباح و قاموس و صحاح کی عبارت مذکورہ سابق نقل فرمائیں پھر عبارت سراج و باج و مطلق و کلام امام طحاوی سے ثبوت موکد قائم فرمایا کہ جو کوئی بلا ہو اُس کے لیے قنوت پڑھنے میں حرج نہیں کسی عاقل غیر مجنون کے نزدیک اس کلام کے معنی سوا اس کے کچھ نہیں ہو سکتے کہ طاعون کے لیے قنوت پڑھی جائے نہ فرمایا ہے ہیں لاجرم علامہ سید شریف طحاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں فرمایا فی الاشباہ یقنت للطاعون لانه من اشد النوازل یعنی اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لیے قنوت پڑھے اس لیے کہ وہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے اب مصنف ضروری سوال کی سنیے ”اشباہ و النظائر والے صاحب نے فرمایا ہے لوگوں نے مجھ سے پوچھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سو میں نے جواب دیا کہ صریح مسئلہ اس کا کہیں نہیں دیکھا میں حکم کر نہیں سکتا“

لے اس خوبی علم کو دیکھے کتنا مقصود ہے کہ لا یقاس علیہ غیرہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جاوے گا اور کہا یہ کہ لا یقاس علی غیرہ نتیجہ کی بنا پر اُس نازلہ

اول تو سوال خاص قنوت طاعون سے ہونا بنایا کہ جو جواب گڑھا جائے گا وہ بالخصوص صراحۃً اسی پر دارد ہو پھر جواب میں یہ لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیے کہ میں حکم کر نہیں سکتا "حالانکہ عبارت اشباہ میں اس کا وجود مفقود بلکہ بالضرر اُس میں قنوت کا حکم دینا موجود اسے کس درجہ کی تحریف و بددیانتی و مغالطہ و فریب دہی کہا جاسکتا ہے والعیاذ باللہ رب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم مخالفت تو یہ نامہ خود اس ضروری سوال سے بھی پیدا اُولا اُس میں اپنے طرفداروں کے ایک رسالے کی نسبت لکھا تھا کہ "اُس میں سادات کرام و علمائے عظام کی شان و عظمت کے خلاف الفاظ رکیکہ برتے گئے ہیں واقعی یہ کمال درجہ کی بے ادبی میرے طرفداروں سے تو گویا مجھ سے ہوئی میں رشداً ان کل حضرات بابرکات سے معافی چاہتا ہوں خواہ حضرات سادات و علما اہل سورت خواہ اہل ممبئی خواہ آفاقی" وہاں تو آج کل کے علما کو جو آپ کے طرفداروں نے کچھ الفاظ رکیکہ لکھے اُس سے معافی چاہی اور ضروری سوال میں خود آپ اکابر سابقین علمائے عظام و فقہائے کرام و سادات فخام مثل امام نووی و امام ابن حجر و امام طیبی و علامہ ابن ملک و محقق زین الاحدین ابن نجیم و مولانا علی قادری کی دسید علامہ طحطاوی و سید علامہ شامی و امثالہم کو معاذ اللہ کذب و بہتان کی طرف نسبت فرما رہے ہیں شاید یہ الفاظ رکیکہ ہنوں کے ثانیاً اُس میں لکھا تھا "واللہ بالشد میں مذاہب اربعہ حقہ کو سچے دل سے حق جانتا ہوں" یہاں صراحۃً قنوت فجر کو کہ مذہب امام مالک و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے بدعت و ضلالت و فی النار بتایا اور قنوت طاعون و و باکو کذب و بہتان ٹھہرایا شرح حقیقہ سے قطع نظر بھی کیجیے تو ائمہ شافعیہ کے یہاں اُس کی صریح تصریحیں موجود اور امام ابن حجر کی نے خود امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان مذہب میں اُسے ذکر فرمایا مثلاً اُسی میں لکھا تھا "جمہور علما کا اتباع اختیار کیا اولیائے کرام نذر و نیاز عرفی میں جبکہ فقہائے کرام نے تصفیہ کر دیا ہے اور مستحسن کر رکھا ہے تو ہم انھیں کی پیروی کریں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن بندہ اپنے پرانے خیالات سے باز اگر اولیا کی نذر و نیاز عرفی جو فی زمانہ خاصا عوام میں مروج ہے کہ اس کو مستحسن جانتا ہوں سوائے اس کے میری تصانیف میں جو بات خلاف اقوال جمہور علما ہو اُس کو واپس لیتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ علمائے کرام کے مخالف کوئی مسئلہ نہیں کہوں گا" اور یہاں نہ ظاہر ارشاد جمیع متون ہذا اقتصار لیا نہ طریقہ مصرعہ جمہور شارحین اختیار کیا سب کے مخالف مسئلہ لکھ دیا یہ ضروری سوال کی مخالفتیں تھیں رابعاً شرائط بحث میں تو صراحۃً اُس نوبہ کو توڑ دیا نذر و نیاز عرفی اولیائے کرام قدس سرار ہم جو فی زمانہ مروج ہے ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں اس پر کوئی نزاع قائم نہ ہوئی نہ اس کا کوئی تصفیہ اُس وقت کے فقہائے کرام نے کیا تو لاجرم تو بنائے میں جمہور علمائے متاخرین ہی کی پیروی کو لکھا اور ان کی مخالفت کا عہد کیا تھا اب شرائط ثلثہ کی بحث میں قرون ثلثہ کے متاخرین متقدمین سب کو بالائے طاق رکھ کر صاف لکھ دیا کہ سند دین میں اصول و فروع مسائل میں زمانہ خیر القرون کی ہونی چاہیے یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور اُس پر عمل بھی جاری ہوا ہو یوئے وہاں بیت پیدا ہونے کو اُولا و ثانیاً ضروری سوال ہی کی وہ تقریریں کہ یہ ارشاد فقہا کذب و بہتان ہے اور وہ مذہب ائمہ بدعت و ضلالت و فی النار ہے کافی تھیں مثلاً اگر شرائط بحث میں توصات صاف وہی معمولی تقریر دہا بیہ کہ قرون ثلثہ کی سند معتبر ہے باقی سب باطل صراحۃً لکھ دی اور اُس کے ساتھ اور تنگی بڑھا دی کہ صحابہ و تابعین کی سند بھی مقبول نہیں جب تک اُس پر عمل نہ جاری ہوا ہو یہ باتیں ضرور وہاں بیت کی ہیں رابعاً اور شرط لگائی کہ "کوئی مسئلہ کسی کتاب میں بے سند لکھا ہو وہ بغیر اس کے تسلیم نہ کیا جائے گا ہر شخص جانتا ہے کہ کتب فقہ

متون و شروح و فتاویٰ کسی میں ذکر اسناد نہیں ہوتا تو اس شرط میں صاف بتا دیا کہ کتب فقہ مہمل و ناقابل عمل ہیں ان کا مسئلہ تسلیم کیا جائیگا یہ اول نمبر کی دہائیت غیر نقلی ہے ان وجوہ سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ زید اپنی قدیم دہائیت پر باقی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

بالجملہ ان تمام بیانات جلیلہ سے واضح ہوا کہ ضروری سوال کی تحریر ہمارے علمائے کرام کے خلاف ہے وہ سرسرخ غلطیوں سے بھری ہے جو اسے صحیح و درست بتائے سخت جاہل و نا فہم ہے۔ ضروری سوال کا مصنف علم دین سے بہرہ نہیں رکھتا وہ نہ عجارت سمجھ سکتا ہے نہ توحید کی لیاقت رکھتا ہے پھر مطلب سمجھنا تو بڑا درجہ ہے وہ خود اپنا لکھا نہیں سمجھتا نہ نافع و مضر میں تیز کرتا ہے اور اس کے ساتھ کلمات علم کو بدلنا گھٹانا بڑھانا مغالطہ عوام کو کچھ کچھ مطلب بنانا علاوہ ہے ایسا بے علم و کج فہم ہرگز فتویٰ دین کی قابلیت نہیں رکھتا اس کے فتوے پر اعتماد ہو سکتا ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اتخذ الناس رؤسا جھالافسٹلوا فافسٹلوا بغیر علم فضلوا واضلوا لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے ان سے سسلے پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے آپ بھی گمراہ ہوں گے اور وہ کو بھی گمراہ بنائیں گے اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کریگا گمراہ ہو جائے گا نیز اس کے اقوال و کلمات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ارشادات علما کو کذب و بہتان بتاتا اور مذہب اہل حق کو ضلالت و فی الان ربنا تا اور تمام کتب فقہ کو مہمل و بیکار ٹھہراتا ہے اس نے اپنی توبہ توڑی اور قدیمی دہائیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس کی صحبت سے احتراز چاہیے کہ حکم صحیح گمراہی میں پڑنے کا اندیشہ ہے ایسی حالت میں جو اس کی اعانت کرے گمراہی کی بنیاد قائم کرتا ہے ہاں اگر وہ پھر از سر نو ان تمام حرکات سے تائب ہو اور ایک زمانہ متذکر رہے جس میں اس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی توبہ دوم کا بر خلاف توبہ اول سچا ہونا ظاہر ہو تو اس وقت اس سے تعرض نہ کیا جائے مگر اس کے فتوے پر اعتماد پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر سے اس کا جمل نائل ہو کر عالم نہ ہو جائے گا لاکھوں عوام سنی المذہب مجدد اللہ تعالیٰ ایسے ہیں جن سے تمام عمر میں کبھی کوئی بات بد مذہبی یا گستاخی شان اللہ و فقہاء کتب فقہ کی صادر ہی نہ ہوئی مگر جبکہ وہ بے علم ہیں مفتی نہیں بن سکتے اللہ عز وجل خدلان سے بچائے اور بطیفیل خاکپائے بندگان بارگاہ بیکس پناہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توفیق علم و عمل عطا فرمائے آمین آمین آمین والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و آلہ و صحبہ اجمعین آمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم کتبہ محمد بن المعرف و محمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد بن النبی الاحمدي صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم۔

فی الواقع تفصیل کہ فتوے تازہ جائز ہے مگر اس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص باقی اس میں ناجائز ہمارے اللہ کرام کا مذہب نہیں مصنف ضروری سوال کی تحریروں سے اس کی جہالت و بطالت صاف ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مفتی بنانا حلال نہیں اس کے فتوے پر اعتماد جائز نہیں بلکہ القریب المحیب نے جو امور بالجہد میں لکھے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل ہیں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہیے کہ باذنہ تعالیٰ مضر دینی سے محفوظ رہیں واللہ العزیز واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم کتبہ عبداللہ بن احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد بن المعرف النبی الاحمدي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسئلہ - (زرگون گلی ۲۵) دوکان ۲۵ مسئلہ حافظ محمد یوسف صاحب ۵ رذی قعدہ ۱۳۲۹ھ

ہمارے سنی حنفی عالم لوگ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دینین روئے سے فجر کے فرض دوسرے رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتا ہے یعنی سلطان کے واسطے دعا مانگتا ہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے آمین پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارا مذہب حنفی سے یہ امام صاحب کیسا ہیں اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

الجواب

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ لا یقنت فی غیرہ غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے مگر محققین شرح نے باتباع امام طحاوی وقت نازلہ و حدیث بلایے عام نماز فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بنا پر اس عالم کے پیچھے نماز میں کچھ حرج ہو جبکہ وہ واقع میں سنی المذہب صحیح العقیدہ ہے اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ بددین ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز محض کما حقہ انہ فی النہی الاکید عن الصلوۃ و راء عدی التقلید و مختار میں ہے لا یقنت لغیرہ الا للنازلة غنیہ میں ہے ہومذہبنا و علیہ الجمہور رد المحتار میں کلام امام طحاوی نقل کر کے فرمایا ہو صریح فی ان قنوت النازلة عندنا مختص بصلاة الفجر دون غیرہا من الصلوات الجمعیۃ و السبغ امام کو چاہیے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعا ہی پڑھیں ہاں اگر امام قنوت بآواز پڑھے تو مقتدی آمین کہیں مگر بآواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہہ کر آمین نماز میں مکروہ ہے پھر علما کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد ہو یا پہلے اور محققین یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہیے رد المحتار میں ہے هل المقتدی مثله ام لا وهل القنوت قبل الركوع او بعده لعمارة والذي يظهر لي ان المقتدی يتابع امامه الا اذا جهل فيؤمن وانه لا يثبت بعد الركوع ثم رأيت الشرح نبلا في مراقي الفلاح صحیح بانہ بعدہ واستظهر المحموی انہ قبلہ والاظهر ما قلناه والله تعالیٰ اعلم **اقول** هل الاحق بالقبول ما قال السيد المحموی لقول الفتح ولما ترجح ذلك خروج ما بعد الركوع من كونه محلا للقنوت اه وقال ايضا وهذا تحقيق خروج القنوت عن المحلية بالكلية الا اذا اقتدى بمن يقنت في الوتر بعد الركوع فانه يتابعه اتفاقا اه والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کراچی گاڑی حاطہ مولیٰ نہ یمن محلہ رام باغ مرسلہ نور احمد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا حنفی امام نماز فجر میں دعائے قنوت دو دیگر دعاؤں کو بآواز بلند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے ولا یقنت فی غیرہ مگر جب معاذ اللہ کوئی بلائے عام نازل ہو جیسے طاعن و وبا وغیرہ تو امام اجل طحاوی و امام محقق علی الاطلاق وغیرہ شرح نے نماز فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے کما فصلتہ فی فتاؤنا والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ سائل مذکور الصدہ

حنفی امام بعد اللہ و امین آہستہ حنفی طریقہ پر یہ پڑھے اور دعائے قنوت دو دیگر دعاؤں کو ثانوی طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتدا جائز ہے یا نہیں۔ بفضل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی عبادت گاہ میں متواتر تین روز کی رکوع میں کئی قیام ملے کوئی مسجد میں قیام نہ ملے یا نہیں۔

الجواب

پہلے صورت نازلہ جو کوئی ایسا کہے گا موجب کراہت ہوگا اُسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اُس کی اقتداء نہ کریں ۲۱ جس نے امام سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہوا اور پھر امام کا اُس میں ساتھ نہ دیا مثلاً وہ متوجہ قنوت ہوا اور یہ رکوع میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اس نے سر اٹھالیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوئی در نہ ہوگئی اور اُس میں جو بظنی ہوئی اُس کا وبال امام کے سر پر نہیں دینے تو جمیع وعیدین میں سجدہ سو معاف رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوگا بعض کو باعث عفو و حشر ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ وہ بدعت نماز ہے نہ کہ عین وسط نماز میں بے اطلاع مقتدیان ایسی نئی حرکت کس قدر باعث فتنہ ہے نسائی اللہ العفو العافی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازکرامی بندر صدر بازار دوکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ امام خفی المذہب در وقت حدوث حادثہ نازلہ طاعون و دہاد رعت اخیر نماز فرض فجر دعا قنوت شفعویہ مع چند الفاظ دعائے عربیہ اذاع الوبا سر روز یا ہفت روز خواند آیا دریں صورت این فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہ است یا نہ و اگر کہے این امام را باعث مرکب شدن فعل صدر دہادی و غیر مقلد خوانست پس حکم دو چیست -

الجواب

قنوت در نازلہ تحقیق حنفیہ مثل امام طحاوی و امام ابن الہمام وغیرہما کبرائے اعلام اثبات کردہ اند عمل برویچ علاقہ بوباسیت و غیر مقلدی ندارد و ہر کہ بایں طعنہ زنیہ ہیں است تقسیم باید کرد۔ آنجا کہ مجمع ہجو عوام باشد اقام بایں کار نہایہ کرد کہ باعث تنفیذ و فتح باب غیبت نشود قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیہ دایلا تنفیذ و اللہ منع فرمودہ اند کہ پیش جہال قرار نہائے کہ گوش او باو آشنا نیست بخوانند تا سحر بفتنہ ایشان نشود اگرچہ ہمہ قرائتہا یقیناً حسی است کما فی غنیۃ العلامة ابراہیم الحلبی وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ہیئتی ۳۲ مسؤلہ محمد سعد اللہ گلی خطیب زکریا مسجد ۳۲ صفر ۱۳۳۵ھ

ما قولکم دام فضلکم نظر بمصائب حاضرہ جنہوں نے آج کل بالخصوص سلطنت اسلامیہ عثمانیہ اور بالعموم تمام مسلمانان عالم کو گھیر رکھا ہے بعض ہفتین ہری فرض نمازوں میں با د از بلند قنوت خوانی کا فتویٰ دیتے ہیں نوشتا فتویٰ مولوی کفایت اللہ دہلوی کا لفظ ہذا ہے علمائے اہل سنت کے نزدیک (۱) وقت نازلہ قنوت تمام ہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں (۲) بعد مع اللہ ملن حمدہ یا تمنا تھا کہ بھر پڑھی جائے یا کس طرح (۳) یہ وقت اس کا مقتضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے بینوا اجرکم اللہ

الجواب

قنوت نازلہ امام طحاوی وغیرہ شرح نے جائز رکھی ہے وہ صرف نماز فجر میں ہے اور ہمارے نزدیک بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہیے کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر اس ہندوستان میں اسلام اُس وقت خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت نزع میں ہے قنوت کا وقت ہے واللہ تعالیٰ اعلم وہ رکعت ثانیہ میں بعد قرائت ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور امام و مقتدی سب ہستہ قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از دھاپور محلہ موچیان ڈاکخانہ خاص ضلع بجنور مسؤلہ غلام محمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

جناب مولوی صاحب رہنمائے گرامان دام انضالہ بعد اوائے نیاز سندانہ کے معروض خدمت ہے یہاں قصبہ دھاپور میں زمرہ خلافت نے نماز میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز میں اخیر فرض میں رکوع کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور امام صاحب عاباد ازبند پڑھتا ہے اور مقتدی باکواز بلند کئی کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعدہ بعدہ میں جا کر سلام پھیرتے ہیں عابجا ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز یا کسی اصحاب نے یا کہ الامین میں سے کسی نے پڑھی ہے اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یا کہ فاسد ہو جاتی ہے ہم کو اس نماز میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

یہ طریقہ قنوت نازلہ کا ہے جو متون مذہب حنفی کے خلاف ہے مگر بعض شرح نے اجازت دی ہے اُس سے بھی چار باتوں میں مخالف ہے اول بعد رکوع ہمارے نزدیک محل قنوت ہی نہیں کما حقہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ووم امام کا ہر سے دعا پڑھنا مخالف قرآن کریم و مذہب حنفی ہے سوم یہ ہیں مقتدیوں کا آمین بالجہر چارم قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف نازلہ نہیں ہے اور بعض کتب میں نماز جہر واقع ہوا پانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر فرض لازم آئے گی اور اُس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ خالص حنفی جماعت مل سکتی ہو اور شرکت کی ہو ظہر و عصر بلکہ عند التحقیق غیر فجر کا اعادہ کر لیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت کریں کہ مذہب حنفی میں خلاف محل ہے اگرچہ شامی و شرنبلالی کو شبہ ہوادہ مذہب میں صاحب قول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کوہ کسوئی کسریٹ روٹی گودام مسؤلہ عبد اللہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عرصہ ایک سال سے میں سنا کرتا ہوں کہ اس جگہ اور دیگر شہروں میں ایک نماز رواجاً پڑھی جا رہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہ کرمال دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرضی نماز کی آخر کعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور لکھ دعائے قنوت کی عربی عبارت دریافت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب سخت حیرت اور تعجب کا مقام میں مسجد جانے سے قاصر بلکہ مستغنی اس وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے (۲) اس خادم کی نظر سے ربع اول مظاہر حق جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت مند جہذیل احادیث گزریں جس سے بالکل حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امر ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خود ظاہر کر رہی ہے کہ حضور نے بفرمان ربی اس کو ترک کر دیا فضل اول کتاب مذکور عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یدعو علی احد او یدعو لحد قنوت بعد الركوع فربما قال اذا قال مع الله لمن حمد الله بنينا لك الحمد اللهم انج الوليد وسلم بن هشام وعياش بن ابي ربيعة اللهم اشهد وطأتك على مضر منين كسني يوسف يجهر بذلك وكان يقول في بعض صلواته اللهم العن فلانا وفلاناً وهما من العرب

حتیٰ انزل اللہ لیس لك من الامر شیء الا یتفق علیہ و عن علیہم الاحول قال سئلت انس بن مالک عن القنوت فی الصلوة کان قبل الركوع او بعده قال قبلہ انما قننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الركوع شہراً انہ کان یبث اناساً یقال لہم القراء فاصیبوا فقننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الركوع شہراً یدعوا علیہم متفق علیہ فصل ثانی کتاب مذکور عن ابن عباس قال قننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہراً امتنا بعا فی الظهر والعصر والمغرب والعشاء و صلاۃ الصبح اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ من الركعة الا خیرۃ یدعوا علی اہیاء من بنی سلیم علی رعل وذکوان وعصیۃ ولو من من خلفہ رواہ ابو داود۔ وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قننت شہراً ثم ترکہ رواہ ابو داود والنسائی۔ چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آئین آواز سے کہنا روکا گیا ہے مگر اب تو پورے پندرہ منٹ آئین اس زور سے کہی جاتی ہے کہ مسجد گونج اٹھتی ہے بلکہ نماز جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آئین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے اس سبب میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے مذہب حنفی کے سبب پیرو ہیں امام مسجد جن سے اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کر رہے ہیں کہ اس کی ادائیں اگر کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اُس کا جنازہ مسلمان نہیں اٹھائیں گے سبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں اُن کے لیے ایسا نادر شاہی حکم بہت ہی گراں ہو رہا ہے اور بے وقت پردیس میں موت ہونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کر رہے ہیں وہی مثل کہ زبردست مارے رونے نہ دے اور حقیقہ قہر و دیش۔ رجوانہ و دیش کے مصداق ہو رہے ہیں۔ والسلام

الجواد

(۱) اصل مسئلہ متون یہ ہے کہ دتروں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں تو بلا ابصار وغیرہ میں ہے دلائقننت فی غیبرہ مگر امام طحاوی وغیرہ شرح نے معاذ اللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اُس کے دفع کے لیے بھی قنوت جائز رکھی اسی بارے میں حدیث ہے قننت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہراً اعلیٰ عدۃ قباثل من الکفار اس کے لیے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعت و دبا یا غلبہ کفار والعیاذ باللہ تعالیٰ اس کے دفع کی دعا کی جائے گی تحقیق یہ ہے کہ یہ قنوت صرف نماز فجر میں ہے و ما وقع فی بعض الکتاب فی صلاۃ الجہر فصمعت من صلاۃ الفجر اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قرائت قبل رکوع ہوا ان ما بعد الركوع قد خرج عن محلیۃ القنوت کما حققہ المحقق فی العتق اور امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں لانہ دعاء وسنتہ الدعاء الاخفاء جن مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آئین کہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) او پر بیان ہوا کہ اس قنوت کا جواز ہی ظاہر متون مذہب حنفی کے خلاف ہے ذکر معاذ اللہ اُس پر ایسا اصرار کہ جو ذکرے خارج از اسلام سمجھا جائے اور مسلمان اُس کا جنازہ نہ اٹھائیں یہ ظلم اور اشد ظلم ہے اور سخت کبیرہ ہے اور اشد و رسول پر اقرار اور نئی شریعت دل سے گرھنا اور مسلمانوں کو ناحق معاذ اللہ کافر بنانا اور حکم ظواہر احادیث خود کا فریضہ ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد باؤ بہ احدہما اور آئین باجمہر مذہب حنفی میں کہیں نہیں ہاں شرح وقت نازلہ قنوت اُسی طریقہ پر روارکتے ہیں جس کی تحقیق او پر بیان ہوئی اور حدیث فعلی بھی مثل حدیث قولی حجت ہے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا کما دأبتمونی اصلی اور ترک دعا بوجہ قضاء حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عزوجل کی عافیت نفس دعا سے منع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از دین قریب سورت بخدست جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالیٰ) و از انجا بفضل تصدیق نزد فقیر
۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کس مصیبت کے نازل ہونے کے وقت فرائض پنجگانہ میں پڑھنا یا خاص کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا نہیں خاص کر ایام و بابائے طاعون میں اور اس کے پڑھنے کا محل فرض کی آخر رکعت میں قبل رکوع کے قمر میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یا صرف امام کا و از بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم ۝ اللهم لك الحمد عامه بلکہ عام متون مذہب میں دربارہ و ترارشاد ہوا لا یقنن فی غیرہ و کذا صرحوا ان الماموم لا یقلع امامہ القانت فی الفجر و علوہ بانہ منسوخ و انہ محدث و تحقیقین شرح مثل امام ابن الہمام و علامہ سرحدی و امام عینی شارحین ہدایہ و علامہ شمس شاریق نقایہ و علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ و علامہ زین بن نجیم شارح کنز و علامہ شرنبلالی شارح نور الایضاح و علامہ علائی شارح تنویر و علامہ سید حموی شارح اشباہ و علامہ نوح آقندی و علامہ سید ابوالسعود ازہری ممشی کنز و علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید محمد شامی حشاشان در و غیر ہم بتبیین امام اجل حافظ الحدیث ابو جعفر طحاوی ہنگام نزول نوازل مثل طاعون و غیرہ والیاض باللہ تعالیٰ صرف نماز فجر میں تجویز قنوت کی تنقیح و تنقید اور اطلاق متون کی اس سے تفسیر فرماتے ہیں غنیۃ المستملی و مراقی الفلاح و غیر ہا میں ہے ہومن ہبنا و علیہ الجہم و راہ و قد صمد الحدیث فی الصیحیحین و غیرہما عن النس و ابی ہریرۃ و غیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا و ہو محمل ماروی من قنوت امراء المؤمنین الصدیق و الفاروق و المرتضیٰ و معویۃ و غیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم قلت و لیست المسئلۃ مما تجوز فیہ المماکستہ پھر بر تقدیر قنوت بلا شبہ سبیل وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ المجیب نے اختیار فرمائی کہ امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں **اقول** و ما وقع من الخلف بین ائمتنا الکرام و مشائخنا الاعلام فی قنوت الوتر هل یجہر بہ ام یسر و ہوا المختار کما فی الہدایۃ و ہوالا صحیح کما فی المحیط و الصیحیح کما فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خاں و ہل یؤمن الماموم ام یقنن و ہوالصیحیح المختار کما فی المحیط و الشرح المذکور و غیرہما فانما منشوۃ ان لقنوت الوتر اللہم انما نستعینک الخ شبہۃ القرآن علی ما ذکرہ فکما یجہر الامام بالقرآن فکذا بما فیہ شبہۃ و کما لا یقر و الموتہ القرآن فکذا امالہ شبہۃ کما قورۃ فی الحلیۃ و الغنیۃ و البحر و غیرہا و لا کذا لک قنوت النوازل و انما ہو دعاء محض فی شترک فیہ الامام و الماموم و یخفی انہ کسائر الادعیہ فانہ ہوا المندوب الیہ فی الدعاء مگر انما در جب نہیں کہ ہر گناہ ہو و قد صرحوا بانہ اذا جہر سمعوا بشئ من الادعیۃ والا ثنیۃ لا یجیب علیہ السجود کما فی رد المحتار و لو وجب لوجب کما لا یخفی پھر اگر امام جہر کرے تو بنظر حشمت امامت مقتدیوں کا اس کی دعا پڑھتے آمین کہنا ہی اس کے جدا اپنی اپنی متفرق دعائیں مشغول ہونے سے اولیٰ ہے کما استظہرہ علامۃ الشامی رہایہ کہ قول بقنوت نازلہ پڑ اس کا محل قبل رکوع ہے یا بعدہ شارح مذہب و علمائے معتدین سے اس باب میں کوئی قول منقول نہیں متاخرین شرح کی نظر مختلف ہوئی علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر علامہ شامی نے اسی کو انہر کما علامہ سید حموی نے فرمایا قبل رکوع چاہیے علامہ ازہری نے اسے مقرر رکھا علامہ طحطاوی نے فرمایا مقتضائے نظر تحریر ہے چاہے قبل پڑھے یا بعدہ شارح نور الایضاح میں ہے قال الامام ابو جعفر الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ انما لا یقنن عندنا فی الفجر من غیر بلیۃ فان

وقعت فتنۃ اوبلیۃ فلا باس به فعلم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای بعد الکوۃ کما تقدم فتح الشراعیین میں بعد نقل قول امام طحاوی ہے ظاہرہ انہ لو قنت فی الفجر لبلیۃ انہ یقنت قبل الکوۃ حموی حاشیہ مرقی میں ہے قال الحموی ویبغی ان یتوکل القوت قبل الکوۃ فی الركعة الاخيرة ویکبر له قول شربلانی ای بعد الکوۃ پر لکھا هذا یخالف ما قد مناه عن الحموی رد المحتار میں ہے السدی یتھرب ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جه فیومن وانه یقنت بعد الکوۃ لا قبلہ بدلیل ان ما استدل به الشافعی علی قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد الکوۃ حملہ علی ما ونا علی القنوت للنازلة ثم رأیت الشربلانی فی مرقی الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظهر الحموی انہ قبلہ ولا یتھرب ما قلناہ طحاوی علی الدر المختار میں ہے قلت قد ورد فعلہ قبلہ وبہ قال الامام مالک وبعده وبہ قال الامام الشافعی فمقتضى النظر التخيير وذكر الشربلانی انہ یقنت بعد الکوۃ **اقول** اس قضیہ نظر میں نظر ظاہر ہے فلیس اختلاف المجتہدین قاضیا بالتسوية عندنا اذا كان احد القولین الیقین ہذا ہبنا واقد باصولنا اور فقیر کے نزدیک اقرب والنسب ختم رسید علامہ حموی ہے محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں فرمایا لما ترجح ذلك خرج ما بعد الکوۃ من كونہ محلا للقنوت فلما ادوی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ نقالی انہ لو سمی عن القنوت فتدکرہ بعد الاعتدال لا یقنت ہاں اس میں شک نہیں کہ بر تقدیر قنوت نوازل مقتدی قبلیت وبعیدت میں اتباع امام کرے گا اگر امام بعد کوۃ پڑھے تو یہ بھی بعد ہی پڑھے گا فانہ اذا کان یتابعہ فی قنوت الوتر بعد الکوۃ مع نص المذہب انہ قبل الکوۃ فھذا الاولی فتح القدر میں ہے ہذا یحقق خروج القنوت عن المحلیۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الکوۃ فانہ یتابعہ اتفاقا ہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفع طاعون ووبائے کے لیے ناز فجر میں قنوت پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وقت نزول نوازل وحلول مصائب ان کے دفع کے لیے ناز فجر میں قنوت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت اور مشروعیت اس کی ستر فرسخ روای الامام البخاری والامام مسلم فی صحیحہما والمافظ النسائی فی سننہ واللفظ للبخاری قال اخبرنا احمد بن یونس ثنا زائدة عن الیتمی عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہرا یدعو علی رعل وذکوان ولفظ المسلم من طریق المعمر عن سلیم التیمی عن ابی مجلز عن انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہرا بعد الکوۃ فی صلوۃ الصبح یدعو علی رعل وذکوان ویقول عصیۃ عصت اللہ ورسولہ وفی صحیحہ ابیضا حد ثنا محمد بن عمر الرازی فذکرہ باسناده عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ حد ثمن ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت بعد الركعة فی صلوۃ شہرا اذا قال سمع اللہ من حمدہ یقول فی قنوتہ اللھم نج الولید بن اللھم نج سلی بن ہشام اللھم نج عیاش بن ربیعۃ اللھم نج المستضعفین من المؤمنین اللھم اشد دو طائف علی مضر اللھم اجعلہا علیہم سنین کسنی یوسف قال ابو ہریرۃ ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترک الدعاء بعد فقلت اری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترک الدعاء لھم قال فقیل وما تر لھم قد قد ما عبد الرزاق وحاکم وداؤد قطنی باسناد صحیح بطریق امام باقر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فجر خلاف

شافعیہ کو انہیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھہراتی ہیں صریح نوازل میں وارد ان پر محمول۔ پس حاصل یہ کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت نزول شدائد دوام قنوت پڑھی اور جب وہ بلا دفع ہو جاتی ہو جو ارتفاع ضرورت ترک فرماتے اور شریعت اس قنوت کی کتب حنفیہ میں بھی مصرح ہے کہ احتیاطاً وہ در مختار و بحر الرائق وغایت و ملقط و سراج و ہاج و شرح نقایہ ضمنی و فتح القدیر ابن الہمام و کلام رئیس و امام ابو جعفر بن سلام و طحاوی وغیرہ سے ثابت متون میں غیر وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ٹھہرایا شارحین کرام نے قنوت نوازل کو اس سے استثنا فرمایا فی الدر المختار ولا یقنن فی غیرہ الا لنازلۃ فیقنن العام فی الفجر وقیل فی الكل وفي البحر الرائق فی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قلت الامام فی صلوة الفجر وهو قول الثوری واحمد وقال جمهور اهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلہا و فی الاشباہ والنظائر فائدۃ فی الدعاء برفع الطاعون سئل عنہ فی طاعون سنۃ تسع وتسعين وتسعمائة بالقاهرة فاجبت بان لہ ارادہ صریحا و لکن صریح فی الغایۃ وعزۃ الشعمی الیہا بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنن الا امام فی صلوة الفجر وهو قول الثوری واحمد وقال جمهور اهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلہا انتہی و فی فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت لنازلۃ مستمرة لم تنسخ وبہ قال جماعة من اعلیہ حدیث وحملوا اهل الحدیث ابی جعفر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما زال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنن حتی فارق الدنیا ای عند النوازل وما ذکرنا من اخبار الخلفاء یفید تقرره لفعلمہ ذلك بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقد قنن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی محاربة الصحابة رضی اللہ عنہم مسیلة انکذاب وعند محاربة اهل الکتاب وكذلك قنن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکک قنن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی محاربة معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وقنن معاویۃ فی محاربة رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتہی فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت وهو لا یدعوا برفعہا ولا شک ان طاعون من اشد النوازل قال فی المصباح النازلۃ المصیبة الشدیدة تنزل بالناس انتہی وذكر فی السراج الوہاج قال الطحاوی ولا یقنن فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ فلا بأس بہ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانه قنن شہرا فیہا بدعو علی رعلی و ذکوان و بنی الحیان ثم ترکہ کذا فی الملنقط انتہی یہاں سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ و حنفیہ دوبار قنوت فجر کہ وہ علی الدوام حکم دیتے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوازل میں ہے نہ قنوت نوازل میں اور بلا شبہ طاعون و وبا اشد نوازل سے ہیں اور ان کے عموم میں داخل کما من الاشباہ کا پس اگر امام دفع طاعون دوبار کے لیے نماز فجر میں قنوت پڑھے تو اس کے جواز و شریعت میں کوئی شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ہجادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے ناز وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو آخر رکعت میں دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جواب امام کے پیچھے پڑھی کافی ہے۔ بلینا توجردا

الجواب

اسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرار قنوت مشروع نہیں فی الدر اما المسبوق فیقنن مع امامہ فقط اھ فی رد المحتار

لانہ آخر صلاتہ وما یقضیہ اولہا حکما فی حق القراءۃ وما اشبہا واذ وقع قوتہ فی موضعہ بیقین لایکسر لان تکواریہ غیر مشغوع
شرح المنیۃ ۱۱ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۰
دوسرے مردم در آن مسجد کہ امام بجاعت تراویح مشغول تامست حاضر گردیدند آنہا نماز فرض بجاعت ادا نمایند یا جداگانہ خواندہ ملحق بجاعت
تراویح شوند و باز تر را ہر اہ امام بخوانند یا تنها چرا کہ امام را بجاعت فرض نیافتہ - بینوا قوجروا۔

الجواب

جماعت تراویح مانع جماعت فرض نیست لان قیام جماعت انما یمتنع اقامۃ جماعت اخروی فی زما غا و مکا اذا کان انت الاولی داعیۃ
لکل من یأتی الی الدخول فی نفسها و جماعت التراویح لا تدعو من لم یصل الفرض الی الدخول فیها فان الصحیح المعتمد بطلان
التراویح قبل اداء الفرض ولذا قال فی جامع الرموز اذا دخل واحد فی المسجد والامام فی التراویح یصلی العشاء اولاً ثم یتابعہ
پس آنانکہ از پس رسیدند چون شرعاً مامورند بادائے فرض پیش از تراویح چرا ممنوع باشد از جماعت حالانکہ چون امام در تراویح مستحضر باشد
پس عدول ازو کہ مبدل ہیأت و بر مذہب صحیح و مفتی بنانی کراہت مست کما فی علیہ فی مواضع من رد المحتار اینجا خود حاصل مست پس بر مذہب
صحیح اینان را بیچ مانع از اقامت جماعت نیست آرسے ہر قدر کہ تواند دور از جماعت قوم جماعت فرض برپا کنند تا ہم خوشتن از التباس غل
و اشتغال بال الین باشند ہم برابر تراویح خصوصاً امام تالی قرآن تبیس نمایند ہذا کلمہ معالایحفی علی من لہ مساس بالفقہ باز آنکس
کہ فرض بجاعت گزارده است خواہ خود امام بود یا با امام دیگر غیر این امام اقتدا نمودہ اولیٰ مرسد کہ در و تر باین امام اقتدا کند آرسے ہر کہ فرض بہتہائی
ادانود اورا در و تر ہم منفرد باید بود علامہ شامی در رد المحتار فرمود لو صلاھا (یعنی صلاۃ العشاء) جماعت مع غیرہ ثم صلی الوتر مع لا کراہۃ ومن
فقیر این مسئلہ را در فتاویٰ خود ہر چہ تمام تر رنگ تفصیل دادہ ام - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۰
بقلم نجمتہ رقم عبارت فتاویٰ صاحب جنین ترقیم آدہ است کہ ہر آنکس کہ نماز فرض بجاعت گزارده است خدا امام بود یا با امام دیگر غیر این امام اقتدا
نمودہ اورا ہر سد کہ در و تر اقتدا بکند آرسے ہر کہ فرض بہتہائی ادانود اورا در و تر ہم منفرد باید بود بدین طور علامہ شامی در رد المحتار فرمودہ است
نقطہ صاحبہ در فوائد الاعمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروز پوری کہ فیروز پورہ از توابع ملک بیوات مست و این کتاب در علم فقہ معتبر است انعام
فرمودہ کہ بعد نماز فرض درجہ واجب مست پس سبب سنت جماعت واجب را ترک نماید و سنت را ادا سازد کہ روا بود بل لازم و واجب مست بعد ادائے نماز
و تر تراویح باقی مانده ادا کند اگرچہ بجاعت فرض مشغول نشدہ باشد ہمین مست حکم کتب الفقہ در شامی جلد اول صفحہ ۴۶ و در مطہادی جلد اول صفحہ ۲۹ و
در رد المحتار و تکریم القیام مصنف مولانا صاحب عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بہتہائی باشد تا ہم و تر را ضرر بجاعت
اداسازد لا بہتہائی جماعت فرض و تر را بجاعت ادا نمودہ در بہتہائی حکم مانع مست مطلع فرمایند و این گتخی کا ذیل احقر البرہ
نفتہ است معاف فرمایند و بخوف طول اصل عبارت موقوف داشتہ۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب هربا ناسك مسئلة هربا ناسك فقير ناسك وانچه از چار كتاب آورده اند كه جماعت و تر مطلق ضروری و لا بدی
در سه پیشین یعنی حاشیه شامی و طحاوی و در مختار و زینار ازین معنی نشانی نیست و تزکیة القیام را فقیر گاهی ندیده بلکه نامش نشنیده ام اگر از
تصانیف شیخ محقق قدس سره العزیز است یقین دارم كه این حكم در هرگز نباشد و چنان گمان برده آید كه علی معتمد همچو شیخ مستند این چنین كلامی
بے سند بر خلاف اجماع رقم زد ضروری و لا بدی بود نش در كنار علل اختلاف است كه افضل در و تر جماعت است یا بخانه خوش تنها گزاردن الله
افتاب هر دو قول را تصحیح فرموده اند طرفه آنكه در در مختار همین قول اخیر یعنی تفصیل افراد را مذہب قرار داد و شیخ محقق در ما ثبت بالسنه تمیہ را مختار
گفت و آنكه تفصیل جماعت را مرجع داشتند سپید نگاشتند كه جماعت در و تر سنتی بیش نیست بلكه سنت است از سنت جماعت تراویح نازل است
و در بحر الرائق و غیره همین بلفظ استحباب تعبیر رفت - اینك عبارت در مختار هل الا فضل فی الوتر الجماعه ام المنزل تصحیحان لكن نقل شارح
الوہبانیه ما یقتضی ان المذهب الثاني واقره المصنف و غیره شیخ فرماید اختلافوا فی الا فضل فقال بعضهم الا فضل الجماعه وقال
الآخرون الا فضل ان یوتر فی منزل منفردا و هو المختار - علامه شامی قدس سره السامی فرمود رجح الكمال الجماعه و فی شرح المنیة
و الصبیح ان الجماعه فیها افضل الا ان سنینہا لیست كسنت جماعت التراويح اھل مخلصا - علامه طحاوی زیر قولش فی رمضان
یصلی الوتر بھای بالجماعه تحریر نمود ای استحبنا با كما فی البھر و ظاہر ما سیاقی لہ انھا فیہ سنة كالتراويح پس روشن شد كه نسبت
كلام مذکور باین علی پر غلط بوده است و اگر از حكم ضروری و لا بدی بودن جماعت قطع نظر نموده آید تا ہم نسبت بعلامه شامی نسبت بمخالف است
نیز كه او رحمتہ تعالیٰ تصریح فرموده است كه ہر كہ در فرض منفرد بود و تر ہم اقتدا كنند از علامہ شمس قسستانی آورده اذالم یصل الفرض معہ
لا یقبعہ فی الوتر باز خود گفت یعنی ان یكون قول القسستانی معہ احتراز عن صلاحها منفردا اما لوصولها جماعه مع غیره ثم
صلی الوتر معہ لا كواحدة كامل اھ و در در مختار این مسئلہ را اصلا ذكر نہ نیست مصنف و شارح اعظم اللہ تعالیٰ اجور ہما و فاض علیہما
نور ہما ہمیں نوشته اند كه ہر كہ در تراویح منفرد بود در جماعت و تراویح می تواند شد حیث قالوا لولم یصلھا ای التراويح بالامام اوصلھا
مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ این مسئلہ را با مسئلہ ما چه علاقہ كه اینجا كلام در منفرد فی الفرض است نہ منفرد فی التراویح و منہ نیست كه ہر كہ تراویح تنها
گزارده است در فرض نیز منفرد بوده باشد باز شارح رحمہ اللہ تعالیٰ سوالے آورده است كه اگر ہمہ ہا جماعت تراویح را ترك گفتہ باشند آیا ایشا تراویح
كه در جماعت گزارند اینجا میج حکم نمود و امر براجعت كتب فرمود حیث قال بقی لوتر كھا الكل هل یصلون الوتر بجماعه فلیراجع آرس
علامہ حلبی محشی در جواب این سوال از رائے و فہم خود چنان بحث كرد كه گو جماعت تراویح بكر متروك باش تا ہم مقتضای تعلیل آن است كه
جماعت و تر روا باشد زیرا كه اذنا مستقل بنفسہ است و هذا انضہ علی ما نقل العلامة الطحاوی قولہ فلیراجع قضیة التعلیل فی
المسئلة السابقة بقولہم لا تخاف ان یصلی الوتر بجماعه فی هذه الصورة لانه ليس بقیع للتراويح ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ
تعالیٰ اینجا نیز چنانكه دیدی كلام در منفرد فی الفرض نیست نعمد بایوہم قوله ولا للعشاء جواز جماعت الوتر وان تركوا جماعت الفرض اصلا
لكنہ كما علمت خلاف المنقول و ما كان لبحث ان یقبل علی خلاف المنصوص لاسیما و هو غیر مستقیم فی نفسہ اذ لیس قضیة

التعلیل ما مرکما افاد العلامة الشامی واجاد حیث قال قولہ بقی الخ الذی یتظہر ان جماعۃ الوتر یتبع لجماعۃ التواویح وان کان الوتر نفسہ اصلا فی ذاتہ لان سننۃ الجماعۃ فی الوتر انما عرفت بالاثرتا بتابعۃ للتواویح علی انہما اختلفوا فی افضلیۃ صلاتھا بالجماعۃ بعد التواویح کما یأتی اھ ومن فقیر در فتویٰ عربیہ کہ بجواب سوال مولوی محمد عبد اللہ صاحب پنجابی ہزاری بتاریخ نو ذہم شریعہ الآخر سنہ ہجریہ نوشتہ ام ایس مقام را باقصائے مراتب تنقیح و توضیح رساندہ ام وبالله التوفیق سخن گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال ہر ما معتبر ہون کتابے نزد بعض معتقدین چیزے و معتبر ہونش فی نفسہ چیزے دیگرے است باز اعتبار کتابے مستلزم آن نیست کہ ہر چہ در مذکور است مختار و منظور است ز ہمار در کتب اجلہ المہمچ یک کتابے نیابی کہ در بعض مواضع مجال نقد و تنقیح نداشتہ باشد تا بتالیف ما احدث ہند چہ در مذکور است اگر این مسئلہ را از پیش خد گفتمہ است بجوئے نیز زور نہ برد لازم بود کہ نص کتاب آوردے یا لا اقل نام کتاب بردے تنہا گفتنش کہ ہمین است حکم کتب الفقہ چگونہ قول اقتدہ حالانکہ در کتب فقہ بمجموعۃ الفقہاء وغنیہ و شرح نقایہ در الحدائق تنصیص بخلافش می یابیم باز اگر بر خاطر اجاب گراں نیاید سخن از نقد کلامش را نم و برہنگان واضح و لائح گردانم کہ ایس کلام چہ قدر از پایہ تقاہت دور و مجہد افتادہ است اولاً باید دانست کہ علم را در وقت تراویح و در قول مذیل بطراز تصحیح است یکے آنکہ وقتش ما بین عشاء و ترست تا آنکہ بعد و تر و انہ چنانکہ پیش از فرض روانست صحیحہ فی الخلاصۃ و درجہ فی غایۃ البیان بانہ الماثور المثار است اھ ش عن البحر دوم آنکہ بعد عشاء تا طلوع فجر دہمین است ارجح التصحیحین عزاء فی الکافی الی الجمہور و صحیحہ فی الہدایۃ والاحتانیۃ واللمحط اھ ش عن الزین بر مذہب اول ہر کر چیزے از تراویح باقی ماند و امام بوتر بر خاست حکم ہمین است کہ ببقیہ تراویح اشتغال نماید و جماعت و تر در نیاید زیرا کہ نزد ایشان پس از وقت تراویح فوت میشود امام طاہرین احمد بخاری در خلاصہ فرمود بشتغل بالترویحۃ الفائتۃ لانه لا یمکنہ الاتیان بها بعد الوتر و بر مذہب دوم ہر دو امر بخیر است اما اختلاف در افضل اقتدہ کہ در و تراویح را بہتر دانستہ نزد او اشتغال بتر ویکہ فائتہ حسن باشد و ہر کہ جماعت نیکوتر گفتمہ پیش او جماعت و تر در ساختن و تر ویکہ فائتہ را پس انداختن خوشتر آید و مانا کہ ہمین احب باشد و فقیر کہ ہم چوں تصحیح دوم جانب عدم صحت تراویح بعد و ترست ینبغی النسب مراعات آں باشد والله تعالی اعلمہ قال فی الدار المختار و قہما بعد صلاة العشاء الی الفجر قبل الوتر و بعدہ فی الاصحہ فلو فاتہ بعضہا وقام الامام الی الوتر او ترمعہ ثم صلی ما فاتہ اھ قال فی سرد الحدائق قولہ فلو فاتہ بعضہا الخ تقریر علی الاصح لکنہ مبنی علی ان الافضل فی الوتر الجماعۃ لا المنزل و فیہ خلاف سیاقی فقولہ او ترمعہ ای علی وجہ الافضلیۃ الخ بالجملہ یک مذہب راہ ہمین است کہ جماعت و تر شرکت نکند و بر مذہب دیگر نزد بعض افضل ہمین است و ہر چہ بعضے اگر چاقہ افضل اما وجوب و لزوم اقتدہ کہ صاحب فوائد نوشتہ مذہب ہیچ عالمے نیست نہ ہمار از شرع بردے دلیلے۔ ثانیاً قول او پس بسبب سنت جماعت واجب را ترک نماید سنت را ادا سازد کہ رفابود طرذ استدلالے است اگر لفظ واجب صفت جماعت است بداہتہ غلط و باطل بالا گفتمہ ایم کہ جماعت و تر نزدیک کے واجب نیست و اگر مضامین است پس دلیل واضح الاختلال سخن در ترک جماعت و تر نہ ترک و تر پس قول او "کے روایہ" کے روایہ الحاصل حکم ہمان است کہ فقیر در فتوائے پیشین نوشتہ ام و از رد و قدح بمجملات سکوت اولی بود اگر البضاح صواب و کشف ادریاب مقصود نبودے باز در ضمن بیان مسائل نافعہ کہ بردے کار آمد نفع خوبی است کہ عالمین بر حق تعالی

مهرباناً سخن برانچه نقل فرموده اند روان کردم و در نه فقیر کتاب فوائد الاعمال هم ندیده ام ندانم که اصل عبارتش چیست موفش کسیت والله تعالی اعلم
مسئله - مسئله بولوی محمد عبدالمصاحب پنجابی هزاری مدرس اول مدرس عربیه بریلی ۱۹ ربیع الآخر شریف سنه ۱۳۱۰
 ما قولکم رحمکم الله تعالی فی الرجل الذی اقتدی بالامام فی التراويح وقد صلی الفرض فی بیتہ او مع غیر
 ذلک الامام هل یصلی الترتباً للجماعة ام لا والترتباً للجماعة تابع لومضان ام للجماعة الفرض - بینوا توجروا -

الجواب

من صلی الفرض منفرداً لا یدخل فی جماعة الترتباً من صلاها جماعة ولو خلف غیر هذا الامام فله ان یتبعه فی الترتب
 ای وان لم یکن ادرك التراويح معه هو الصحيح المعتمد فی الغنیة فروح المنیة للعلامة ابراهیم الحلی اذ لم یصلی الفرض
 مع الامام فعن الثمّة الکرا بلیسی انه لا یتبعه فی التراويح ولا الترتب وکذا اذا لم یتبعه فی التراويح لا یتبعه فی الترتب
 وقال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئاً من التراويح یصلی معه الترتب وکذا اذا لم یدرك معه شیئاً منها وکذا اذا صلی
 التراويح مع غیره ان یصلی الترتب معه وهو الصحيح ذکره ابو اللیث وکذا قال ظهیر الدین المرغینانی لو صلی العشاء وحده فله
 ان یصلی التراويح مع الامام وهو الصحيح حتی لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض وشرع فی التراويح فانه یصلی الفرض
 اولاً وحده ثم یتبعه فی التراويح و فی القنیة لو ترکوا الجماعة فی الفرض لیس لهما ان یصلوا التراويح جماعة کلاهما تبع للجماعة ام
 وقال فی رد المحتار عند قوله لو لم یصلها (ای التراويح) بالامام انه ان یصلی الترتب معه فی التارخانیة عن الثمّة انه سئل
 علی بن احمد عن صلی الفرض والتراويح وحده او التراويح فقط هل یصلی الترتب مع الامام فقال لا اه ثم رأیت القهستانی ذکر
 تصحیح ما ذکره المصنف (ای من جواز الترتب جماعة لمن صلی التراويح منفرداً ای والفرض جماعة قال الشامی) ثم قال (یعنی
 القهستانی) لکنه اذ لم یصلی الفرض معه لا یتبعه فی الترتب **قلت** وعزاه القهستانی للمنیة وهی منیة الفقهاء الامنیة
 المصلی كما ظنه بعض المتصدين للفتوی فی عصرنا فنسبه الی عدم مطابقة النقل للنقل عنه قال الشامی نقول (یعنی
 المصنف) ولو لم یصلها ای وقد صلی الفرض معه لکن ینبغی ان یکون قول القهستانی مع احتراز عن صلاتها منفرداً
قلت فیکون علی وزان قول الغنیة الماراذ المیدرك معه شیئاً منها فانما اراد به الانفراد لا ما یشمل الادراک مع غیره
 بدلیل قوله عطفاً علیه وکذا اذا صلی التراويح مع غیره قال الشامی اما لو صلاها (یعنی الفریضة) جماعة مع غیره ثم صلی الترتب
 معه لا کراهة تأمل انتهى **اقول** معلوم ان الضمیر فی قوله لا یتبعه للامام مطلقاً لا لمخصوص هذا الامام فان من صلی الفریضة
 منفرداً لیس له ان یدخل فی جماعة الترتب مع هذا الامام ولا مع غیره فکذلک فی قوله مع وبالجملۃ فاما لمحصل شیئاً احداً
 ان المنفرد فی الفرض ینفرد فی الترتب وما وقع فی منیة الدار الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید للفاضل المفقی محمد
 عنایت احمد علیه رحمة الاحد ان لم یصلی الفرض بجماعة فله ان یدخل فی جماعة الترتب وعزاه لحاشیة الطحطاوی
 فسهو - وانا قد راجعت المعزى الیه فلم اجد ما صابها من نعم قد تشتم من بعض کلماته راحة ذلك حیث قال عند قول

الدر المختار لو تركها الكل (يعني جماعة التراويح) هل يصلون الوتر بجماعة فليراجع قضية التعلييل في المسئلة السابقة لاي لا تركها الجماعة في الفرض لم يصلوا التراويح جماعة) بقولهم كما نها يتبع ان يصلى الوتر جماعة في هذه الصورة لانه ليس يتبع للتراويح ولا للعشاء عند الامام رحمه الله تعالى انتهى حلي انتهى فقد يؤهم قول ولا للعشاء جواز الوتر بجماعة ولو لم يصل هو بل الكل الفرض بها لكت كما علت خلاف المنصوص فان الذي في رد المحتار عن شرح النقاية عن المنية ان لم يحمل على ما مر كان ادخل في الرد على هذا الايجام واما ما ذكر انه ليس يتبع عند الامام فعمد ونعم الجواب عنه ما افاد المولى المحقق ابن عابدين ان اصله في ذاته لا يتنافى كون جماعته تبعاً **قلت** الا ترى ان الظهر والعصر من اعظم الفروض المستقلة والجمع بينهما من توابع الوقت بعرفة ولو في حجة نافلة فافهم قال الشامي على انهم اختلفوا في افضلية صلاحها بالجماعة بعد التراويح ام اى فكانت جماعته ادون حالا من جماعة التراويح المسنونة عند الجمهور حتى لو تركها الكل اثموا فكيف بجماعة الفرض الواجبة على الصحيح الرجح فشاغ ان يكون تبعاً في الجماعة وان كان اصلاً في الذات حتى افند تذكره المكتوبات **قلت** على ان التعديل بالقضية المذكورة تعلييل بالنفي وهو عندنا من التعليقات الفاسدة كما صور حوا به في الاصول وحصر القلة في التبعية ممنوع محتاج الى البيان هذا **والاخر** ان من صلى الفرض بجماعة يجوز له الدخول في جماعة الوتر سواء صلى الفرض خلف هذا الامام او خلف غيره كما قرر الشامي وسواء صلى التراويح وحده او خلف هذا الامام او غيره كما نصوا عليه **قلت** بل ومن لم يصلها رأساً كما يشمله اطلاق قوله ولو لم يصلها بالامام يصل الوتر فانه يصدق بالتقاء القيد والمقيد جميعاً ويجوز اما ما ذكره ان جماعة الوتر هل هي تبع لجماعة التراويح ام لا جني القاضلان الحلبي والطهطاوى في حواشي الدرالى الثاني كما سمعت واستظهر الشامي الاول قائلاً ان سنية الجماعة في الوتر انما عرفت تابعة للتراويح **قلت** وهذا هو الاظهر فان شريعة جماعة لو كانت لاصالة فاصالة دائمة لا تختص برمضان ثم ايت العلامة البرجندى نص في شرحه للنقاية ان الجماعة فيه بتبعية التراويح على ما هو المشهور اه فقد ثبت روايته واعضد درايته وتوجج شهرة فانه قطع النزاع فاعلم ان هذا كله فيما لو ترك الكل جماعة التراويح كما قد منا من الغيبة عن القنية ما اذا جمع القوم وتختلف عنهما ناس ثم ادركوا الوتر مع الامام فلا شك ان لهم الدخول في جماعة الوتر اذا كانوا اصلوا الفرض بجماعة كما سمعت نعم ذهب بعض كالامام على بن اخنود وعين الاثمة الكرايلى الى تبعية لجماعة التراويح في حق كل مصل بمعنى ان من لم يدركها مع الامام لا يتبعه في الوتر لكنه كما علت قول مرجوح **قلت** وبهذا التحقيق ظهر التوفيق بين كلام العلامة البرجندى المذكور وكلام الفاضل مطفي زادة في مجمع الانهر شرح ملتقى الانجر حيث قال ولو لم يصلها يعني التراويح مع الامام صلى الوتر به لا نه تابع لرمضان وعند البعض لانه تابع للتراويح عنده وفي القمستانى ويجوز ان يصلى الوتر بالجماعة ومن لم يصل شيئاً من التراويح مع الامام او صلاحها مع غيره وهو الصحيح اه ما في الجسة فانه صريح في ان القول بتبعية التراويح قول مرجوح خلاف الجمهور وصريح ما في البرجندى انه هو القول المشهور وجب التوفيق ان التبعية في كلام المجمع

في جواب امانى قوله اماماً ذكره - ٢٠

ماخوذة بالنظر الى كل احد في خاصة نفسه ولذا ابني عليه منع من لم يدركها مع الامام عن دخوله في الوتر وفي كلام البرجدي
 بمعنى وقوعه بعد اقامة الناس جماعة التراويح وان لم يدركها بعض القوم فليكن التوفيق وبالله التوفيق ثم انما المعنى بتبعيته
 لرمضان ان جماعته غير مشروعة الا في السلب تبعيته عما سواه سلقا حتى ينافي تبعيته لجماعة التراويح بل والفرض فان
 فيه ما قد علمت فاذا خلافت بين التبعيتين الاعلى قول البعض المرجوح هكذا ينبغي التحقيق والله تعالى ولي التوفيق نعم
 وقع في شرح المنية الصغير ما نصه اذ لم يصل الفرض مع الامام قيل لا يتبعه في التراويح ولا في الوتر وكذا اذ لم يصل معه
 التراويح لا يتبعه في الوتر والصحيح انه يجوز ان يتبعه في ذلك كله حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض وشرع في التراويح
 فانه يصلي الفرض اولاً وحده ثم يتابع في التراويح وفي القنية لو تركوا الجماعة في الفرض ليس لهما ان يصلوا التراويح جماعة
 اه فاهم ذلك عند بعض الناس ان الحلبي صحيح جواز اتباع الامام في الوتر وان لم يتبع في الفرض وانا **اقول** ليس هو رحمه الله
 تعالى من اصحاب التصحيح وانما وظيفة النقل عن ائمة الترجيح ومعلوم ان شرح الصغير انما هو ملخص من شرح الكبير
 وهذه عبارة الكبير برأسه عين منك لا ترى فيه تصحيحاً اصلاً ناظر الى هذا المتوهم وانما فيه تصحيحان **الاول** من الامام
 الفقيه ابى الليث بجواز اتباع الامام في الوتر سواء صلى التراويح كلها وبعضها معه او مع غيره او وحده منفرداً وهذا محل قول
 يجوز ان يتبعه في ذلك كله **والثاني** عن الامام ظهير الدين المرعيني في لجواز الاتباع في التراويح وان لم يتبعه في الفرض وعليه
 يتفرع الفرع المذكور في الشرحين معاً حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض فالمتوهم الحاصل في عبارة الشرح الصغير انما
 منشؤه ما وقع فيه ههنا من الاختصار المخل الا ترى انه اقتص في التقرير المذكور كما صله الكبير على قوله يتابع في التراويح
 ولو كان مراده بقوله في ذلك كله ما يشمل المتوهم لزيد ايضا والوتر وبالحجة فالمعروف والمعلوم من تصحيحات الائمة هو الذي
 بينه في الشرح الكبير وهذا المتوهم لا يعرف له تصحيح ولا ترجيح فلا يعارض ما نص عليه في منية الفقهاء وحكم به حكماً
 جازماً من دون ذكر خلاف فعليك بالتبصر والا نضاف ولك ان تقول ان الامام معروف باللام وضمير يتبعه راجع اليه والمعرفة
 اذا اعيدت معرفة كان المراد عين الاول غالباً فالمعنى اذ لم يصل الفرض مع هذا الامام فله ان يتبعه في الوتر لا يجب
 لا يتبعه في الوتر ان يكون اتبع هذا الامام بعينه في الفرض وهذا صحيح لا شك ويؤيد هذا الفهم ان القمستانى لما قال اذا
 لم يصل الفرض معك لا يتبعه في الوتر احتاج الشاخص الى ابانته مرادة وان المقصود مع امام ما لا مع خصوص هذا الامام وان
 جادل مجادل فقول الشرح الصغير مطالب بتصحيح نقل هذا التصحيح الذي لا يعلم له اثر اصلاً في كتاب قبله حتى في
 الكبير الذي كان اصله والله الموفق فقد تحرر بما تقر بان جماعة الوتر تتبع لجماعة الفرض في حق كل احد من المصلين و
 لجماعة التراويح في الجملة لا في حق كل ولرمضان بمعنى انما تكره في غيره لوعلى سبيل التداعي بان يقتدى اربعة واحداً كما
 في الدر عن الدر حتى جازا قنداء ثلثة بامام بلا كراهة في الاصح كما في حاشية العلامة الطحطاوى على مواد الفلاح
 شرح نور الايضاح للعلامة الشرنبلالي رحمه الله تعالى على العلماء جميعاً اتقن هذا فلتحك لا تجده هذا التحوير في غير هذا

لتقیر وما توفیقی الا بالعلیم الخبیر واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم۔

مسئلہ۔ دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولیٰ بھول گیا تین چکر کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہوا یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت اولیٰ میں مذہب اصح پر نماز ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے فی رد المحتار لو تطوع بثلاث بقعدۃ واحدة کان یبغی الجواز اعتبارا بصلاۃ المغرب لکن الاصح عدم کلا نہ قد فسد ما اتصلت بہ القعدۃ وهو الركعة الاخیرۃ لان التثقل بالركعة الواحدة غیر مشرع ۛ ۛ یفسد ما قبلہا۔ اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولیٰ نہ کیا تو مذہب ہفتی بہ پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے کما صرح بہ فی رد المحتار عن النہر الفائق عن الزاہدی اور دونوں قعدے کیے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں ولا کراہۃ ایضاً کما یفیدہ التعلیل المذکور فی رد المحتار نعم الا فضل مثنیٰ مثنیٰ کما لا یجفی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ازجوالاپور ضلع سہارنپور مرسلہ سید یاد علی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جماعت تراویح میں مشغول ہے اب چند آدمی آئے وہ فرض جماعت سے پڑھیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں ولو فی مسجد محلۃ حیث لم یکسر والاذان وعدلوا عن المحراب کما ہو معلوم مشاہد حاشیہ طحاویہ میں ہے اذ اکبرت بغیر اذان فلا کراہۃ مطلقاً علیہ المسلمون۔ غنیہ میں ہے عن ابی یوسف اذا لم یکن علی الہیئۃ الاولیٰ لا یکرہ والا یکرہ وهو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الہیئۃ کذا فی فتاویٰ البزازیۃ اھ مگر جہاں تک ممکن ہو جماعت تراویح سے دور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ تخلیط و تلبیس سے امین رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار

۵۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ۔ از دہلی کھرکی فراش خانہ مسجد حضرت حافظ عبد العزیز صاحب قدس سرہ مرسلہ جناب سٹاٹاب مولانا مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادی ادا خرم بیچ الاول شریف ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور شرع میں جائز ہے

یا نہیں زید اس کی روایت کو بے اصل اور اُسے بھجوا اسرار میں کسی فاسق بختی کا الحاق بتانا اور تصانیف شیخ اکبر و امام شجرانی کی نظیر دیتا ہے کہ ان میں بھی الحاق ہوئے اور کہتا ہے کہ نماز فرض کے بعد قبلے سے انحراف اور کسی مزار و دلی کی تیسین سمت اور ہیأت نماز یا تعظیم اُس طرف چلنا تذلل و خشوع تمام کرنا ہرگز درست نہیں اور کہتا ہے آجنگاہ یعنی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب و سنت و سیرت صحابہ کے اتباع اور احکام شرع پر قیام اور محدثات سے اجتناب تام اور طاعات میں اخلاص اور ہر حال میں خدا پر توکل و اعتماد میں استقامت کا ملکہ تھی وہ ان امور کے خلاف کیونکر فرماتے کہ بعد نماز مغرب عراق کی طرف تعظیم تمام چلو اور دل سے متوجہ ہو کر میرا نام لے کر حاجت چاہو یہ فعل کتاب و سنت و طریقہ پر خلفائے راشدین کے خلاف ہے اور سیرت و عمل صحابہ کے موافق نہیں اور تابعین و تبع تابعین و دیگر اسلاف کرام و ائمہ اعظام سے اس کا مثل منقول نہیں عوام کہ اسے عمل مشائخ کہتے ہیں قابل التفات نہیں مشائخ میں جو اہل علم و فقہاء و ائمہ ہوئے کسی نے اس کے مثل تصریح نہ کی اور قول و فعل بعض غیر موثق پر عمل نہ چاہیے بلکہ سواد اعظم کا اتباع چاہیے صحابہ محبت و تعظیم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہم سے زیادہ اور ثواب و حسنات پر بہت حریص تھے اگر عمل موجب ثواب و قربت الی اللہ ہوتا تو سلف کرام بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ مدینہ منورہ کی طرف کرتے، آیا یہ کلام اُس کا غلط ہے یا صحیح۔ بیٹو! توجروا!

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله على حسن بلائنا : ملا ارضه و ملا سماعه : و ملا ماشاء في قدره و قضائه : والشكر للمصطفى
على نعمائه : شكري اياي في حسن الاثمة : و يكا في عنا مزيد عطائه : صلى الله تعالى عليه وعلى ابناؤه : و ازواجه
و اصحابه و احيائه و وارث علمه و محبته و سنائه : غوثنا الاعظم رافع لوائه : و مشايخنا الكرام و سائر اوليائه :
صلاة تكشف لنا الاسرار : و تصرف عنا اذى الاشوار : و تكون عداة ليوم لقائه : و اشهد ان لا اله الا الله وحده
لا شريك له شهادة موجبة لرضائه : و اشهد ان محمدا عبده و رسوله الصادق بالحق بعد خفائه : صلى الله تعالى
وسلم عليه : و على كل عبد مرضى لديه : صلاة تأتي على قد كبريائه : و سلام يدوم بدوامه و بقاءه : آمين
امين : الله الحق امين يا ارحم العبد و سامع دعائه : قال البعيد الذليل : للمولى الجليل : ابو محمد عبد المصطفى
احمد رضا : المحمدى السننى : الحنفى القادري : البركاتى البيريلوى : لطف به الله في شدته و رحناؤه :
مستعينا بالله في دفع الالتياب : و رفع الحجاب : عن وجه الصواب : مسميا للجواب : بعلم يعلم عام املائه :
انهار الانوار : من شمس صلاة الاسرار : جعلها الله ذخيرة لديه : و ذريعة اليه : يوم تشرق الارض
بنور سما و جميل ضيائه : آمين : و الحمد لله رب العالمين :

اللهم هداية الحق والصواب

الجواب

في الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدس اسرار ہم العزیزہ کی معمول اور قضائے حاجات و حصول مرادات کے لیے

عمدہ طریق مرضی و مقبول اور حضور پر نور غوث الکونین غیاث الثقلین صلوات اللہ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ سے مروی و منقول اجلہ علماء و اکابر کلا اپنی تصانیف علیہ میں اُسے روایت کرتے اور مقبول و مقرر و مسلم معتبر رکھتے آئے امام اجل ہمام اجل سیدی ابوالحسن فضل الدین علی بن جریر نحوی خطونی قدس اللہ سرہ العزیز ربہند خدیجہ الاسرار شریف میں اور شیخ شیوخ علماء السنہ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ زبدۃ الآثار لطیف میں اور دیگر علمائے کرام و کلمائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے اپنے اسفار صنیف میں اُس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب سے راوی و ناقل کے ارشاد فرمایا من صلی رکعتین (زید فی روایۃ) بعد المغرب (و زاد ا) یقرؤ فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشرة مرة (ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ للامام ابی الحسن قال) ثم یصلی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد السلام ویسلم علیہ ثم یخطو الی جهة العراق احدى عشرة خطوة و یدن کر اسمی و یدن کر حاجتہ فانھا تقضی (زاد الشیخ) بفضل اللہ و کرمہ (وقال اخر) قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص یلذہ بار پھر بعد سلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام عرض کرے پھر عراق شریف کی طرف گیا رہ قدم چلے اور میرا نام یاد اور اپنی حاجت ذکر کرے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس کی مراد پوری ہو اسی طرح امام جلیل علامہ زبیل امام عبد اللہ یافعی مکی طیب اللہ ثراہ صاحب خلاصۃ المفاتیح اختصار مناقب الشیخ عبد القادر نے روایت کی یہ ہیں فاضل کامل مولانا علی قاری ہمدانی زمینی مکہ معظمہ صاحب شروح فقہ اکبر مشکوٰۃ اکرم اللہ نزول نے زہرۃ الخاطر میں ذکر فرمایا زبدۃ مبارک میں اپنے شیخ و استاذ احسن اللہ مثواہ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا اور حضرت شیخ محقق نقیہ اللہ رحمۃ اللہ سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس عجائب ہے اُس سے ثابت کہ حضرت دبرع سرا با سعادت حامل شریعت کامل طریقت سیدی عبد الوہاب متقی مکی برد اللہ مضجعہ نے کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار کو معتمد و معتبر اور اس مبارک روایت کو مسلم و مقرر فرمایا اور مولانا شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی علیہ رحمۃ التزوٰن الہادی کے سال وفات امام اجل علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ میں متولد ہوئے حضرت شیخ غوث گویا رومی علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاذ مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقامات رفیعہ و تصانیف کثیرہ بدیعہ ہیں بیضاوی دہلوی و تلویج و شرح و قایہ و مطول و مختصر و شروح عقائد موافقت و غیر باہر حواشی مفیدہ رکھتے ہیں اور کبرائے متکرمین نے بھی اپنے رسائل میں اُن سے استناد کیا نہایت شد و مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے اور اُس پر بتا کید اکید تحریریں و ترغیب فرماتے یہ ہیں شیخ نے انبیاء الابرار شریف اور مولانا ابوالمعالی محمد سلمیٰ علامہ اللہ تعالیٰ بظہ نے جنہیں رسالہ مذکورہ شیخ محقق میں علمائے سلسلہ علیہ سے شمار کیا تھے شریفہ اور حضرت سیدنا مولانا اسد اللہ اہلین جیل العلم و البقیۃ حضرت سید شاہ حمزہ عینی قادری فاضل حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاشف الاسرار شریف میں اُسے نقل و ارشاد فرمایا اور امام یافعی بل اللہ توبۃ نصیر فرماتے ہیں کہ حضور پر نور غوث اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے اصحاب کرام عطا اللہ فی انھم القادسیۃ اس نماز کو عمل میں لاتے اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقہ علیہ عالیہ قادریہ و حوت الزواجر کے آداب میں فرمایا و ملازمۃ صلاۃ الاسماء الالہیۃ بعد ہا الخطی احدی

لہ نقلہا برمتہا مولانا سراج الحق محمد عمر القادری حفظہ اللہ تعالیٰ ابن الفاضل الجلیل مولانا فرید الدین الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ ریاض کونار من شاء فلیرجع الیہا ۱۱ م ۱۲ یعنی ۱۱۹۹ و وفاتہ السخ ص ۱۱۹۹ م ۱۲ منہ

عشرۃ خطوۃ یعنی اس خاندان پاک کے آداب سے ہے صلاۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے یا ایسے اس کا اعمال مشائخ کرام سے ہونا ماننا آفتاب روشن کا انکار کرنا ہے اور خود کون سی راہ ہے کہ ان المذاکا بر کو خواہی بخوابی جھٹلائے اور عبادت اللہ یعنی دنیا و آخرت کو شش ٹھہرائے پھر یہ مقبولان خدا صرف اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اُسے خاص حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد بتاتے ہیں اور حضور کے ارشاد واجب الانقیاد پر رد و ایما اگر انجانی سے نہ ہو تو معاذ اللہ وہ آتش سوزاں و بلائے بے درماں و قریبے مان ہے جس کا حرہ اس دارالغرور والالتباس میں نہ کھلا تو کل کیا دوسرے الا ان موعدهم الصبح العیس المصبح بقریب ۵ حضور خود ارشاد فرماتے ہیں تکلن بیکم علی سحر قاتل لذلک یا نکر و سبب لذلک و دنیا کمر و آخر اکمر میرے ارشاد کو خلافت بتانا تمہارے دین کے لیے زہر قاتل اور تمہاری دنیا و عقبی دونوں کی بربادی ہے والیاذ باللہ تعالیٰ اور ان کا برکت و علمائے امت کو نقل و روایت میں بھی غیر موثق جاننا اسی دارالافتن ہندوستان میں آسان ہے جہاں کسی کو جو کلام نہ کسی زبان کی روک تھام یہ امام ابو الحسن نور الدین علی شطرنوی قدس سرہ کہ بجز الاسرار شریف کے مصنف اور پرہیز حدیث پسند متصل اس روایت جلیلہ کے پہلے مخرج ہیں اجلہ علماء المذکرۃ و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں امام اجل شمس الدین ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ اجلہ محدثین و علمائے قراءت سے ہیں جن کی حصص جبین مشہور و معروف دیا و امصار ہے اُس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں ہیں انھوں نے یہ کتاب بجز الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اُس کی سند و اجازت حاصل کی اپنے رسالہ طبقات القراء میں فرماتے ہیں انی قرأت هذا الكتاب اعني هجعة الاسرار بمصر وکان فی خزانه سلطان المصیر علی الشیخ عبد القادر وکان من اجله مشایخ مصر فاجازنی روايته الخ یعنی میں نے یہ کتاب بجز الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے حاصل کر کے شیخ عبد القادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے پڑھی اور انھوں نے مجھے اُس کی روایت کی اجازت دی امام شمس الدین ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ علم حدیث و نقد رجال میں اُن کی جلالت شان عالم آشکار اُس جناب کے معاصر تھے اور با آنکہ حضرات صوفیہ کرام کے ساتھ اُن کی روش معلوم ہے صاحبنا اللہ تعالیٰ وایاہ امام ابو الحسن ممدوح کی ملاقات کو اُن کی مجلس تدریس میں گئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں اُن کی مدح و تائیس سے رطب اللسان ہوئے فرماتے ہیں علی بن جریر اللخمی الشطرنوی الامام الا و احد نور الدین شیخ القراء بالدار المصوبۃ ابو الحسن اصلہ من الشام ولد بالقاهرة سنة اربع واربعم وستمائة و تصدیر للاقراء مجامع الا زہر وغیرہ نکات علیہ الطلبة و حضرات مجلس اقراءہ فاجبونی سمعہ و سکوتہ و کان ذاعرا م بالشیخ عبد القادر الجیللی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جمع اخبارہ و مناقبہ فی نحو ثلث مجلدات اہ ملخصا یعنی علی بن جریر مخفی شطرنوی امام یکتا ہیں نور الدین لقب ابو الحسن کنیت بلاد مصر میں علمائے قراءت کے استاد ہیں اصل اُن کی شام سے ہے ۶۴۰ھ میں قاہرہ مصر میں پیدا ہوئے اور جامع قراء وغیرہ میں سند اقراء پر صدقہ بینی کی بکثرت طلبہ اُن کے پاس جمع ہوئے میں اُن کی مجلس درس میں حاضر ہوا اُن کی نیک روش و کم سخن مجھے پسند آئی ختمہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیدائی تھے انھوں نے حضور کے فضائل میں جملہ کے قریب میں جمع کیے ہیں، مگر ظاہر کہ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اُس جناب کی کمال وثاقت و عدالت و دوز علم و جلالت پر شاہد عدل و دلیل فصل ہیں اور

لہ بینہ اسی طرح امام بھل جلال الملک والدین سیوطی نے حن الحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ میں اُس جناب کو الامام الا و احد کھا یعنی بے مثل امام ۱۲۰۰ غفر

خود امام احمد یعنی بمثل امام یک امام کا لفظ اجل و اعظم تمام فضائل و مناقب جلیلہ کا یک جامع اکمل و اتم ہے وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانہ اقدس حضور پر نور صوفی نقیبن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت قریب ہیں انہیں حضور اقدس تک صرف دو واسطے ہیں قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابوصالح نصر قدس سرہ کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابوبکر تاج الملک والدین عبد الرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ اپنے والد ماجد حضور پر نور سید السادات عوٹ الافرقہ قطب الارشاد عوٹ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ و مرید و صاحب و مستفید ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ ذبہ الانار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب ہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرات سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور پھر وہی داہن و بھڑی کے وہ احوال نقل فرمائے اور رسالہ مذکورہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اسی نماز مبارک کے بارے میں مرقوم اقویٰ دلائل و دلائل و دلائل دریں باب کتاب عزیز ہجۃ الاسرار معدن الانوار کہ معتبر و مقرر و مشہور و مذکورست و مصنف این کتاب از شاہیر مشائخ و علمایست میان وی و حضرت شیخ یعنی حضرت عوٹ الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو واسطہ است و مقدم است بر امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اشیاں نیز از متنبیان سلسلہ شریفہ و بحبان جناب عوٹ الاعظم اند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں امام یافعی و علامہ علی قادری و حضرت شیخ محقق دہلوی و غیر جم اکابر کی امامت و جلالت و وثاقت عدالت سے کون آگاہ نہیں ہے

وکیف یصح فی الاعیان شیء اذا احتاج المنہادی دلیل

باجملہ اپنے اکابر کی روایات مستندہ کو بے وجہ و جبرہ رد کرنا یا سخت جہالت ہے یا بحث و مضالمت و العیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ اور بے دلیل و دعویٰ الحاق بعض مردود و رد تصانیف اللہ سے امان اٹھ جائے اور نظام شریعت درہم و برہم نظر آئے جو نہ پیش کیجے مخالفت کہ نہ یہ الحاقی ہے چلیے شک و استناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا بہتات کیا برہم زبان کہہ دینا قابل قبول ہو سکتا ہے حاشا و کلاماً دعائے بے دلیل مطرود و دلیل آں ہم کو مسلم کہ بعض کتابوں میں بعض الحاق بھی ہوئے مگر اس سے ہر کتاب کی ہر عبارت تو مطروح یا مشکوک نہیں ہو سکتی کسی خاص عبارت کی نسبت یہ دعویٰ زہرا سکوع نہیں جب تک بوجہ و جبرہ اس میں الحاق ثابت نہ کر دیں جس کے لیے امثال مقام میں صرف دو طریقے مقصود ایک تو یہ کہ اس کتاب کے صحیح و عمدہ قدیم نسخے اس عبارت سے خالی یافیں یا خاص مصنف کا اصل مسودہ پیش کیا جائے جس میں اس عبارت کا نشان نہ ہو حضرت جناب شیخ اکبر و امام شعراقی قدس سرہما کی تصانیف میں الحاق یوہیں ثابت ہوا امام شہرانی رحمۃ اللہ علیہ لوائح الانوار میں فرماتے ہیں قدّم علینا الاخ العالم الشریف شمس الدین السید محمد ابن السید ابی الطیب المدنی المتوفی ثمانی و خمسمین و تسعمائة فاخرج الی نسخۃ من الفتوحات التي قابلها علی النسخۃ التي علیها خط الشیخ محمد بن الفضل بقونیه فلم ار فیها شیئاً مما توقفت فیہ و حذفہ فعدلت ان النسخۃ التي فی مصر الان کلها کتبت من النسخۃ التي بسوا علی الشیخ لہ اشارۃ الی انہ قد بعلم ذلك بالرجوع الی المتکلم و انکارہ عند من لا یتقہ و یتعرف تارة باعتبار المفتی کما وقع لبعض الوضاعین و یقبل اخرى اذ انضی علی ذلك من يرجع الی لفظہ و فضله و لا ینکر علیہ ثقتہ و عدلہ و كذلك یحکم بہ اذا لم یأت دالک الا من طریق من عرف بالکذب بقولی المحدثین ان هذا موضوع ای فی سندہ و ضاع او کذاب و هذا انما یعطی عدم المحوّم لا الجرم بالعدم الا اذا اضما الیہ دلیل اخر فالکذب و بقد یصدق فالدلّہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

فیہا ما یخالف عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کما وقع لہ ذلک فی کتاب الفصوص وغیرہ الخ یعنی ہمارے دوست عالم شریف سید شمس الدین محمد بن سید ابوالطیب مدنی جن کی وفات ۱۲۵۹ھ میں ہوئی ہمارے یہاں آئے ہیں نے فتوحات شیخ اکبر قدس سرہ کا تذکرہ کیا انھوں نے ایک نسخہ فتوحات نکالا جسے انھوں نے اُس نسخے سے مقابلہ کیا تھا جو شرفیہ میں کہ شیخ اکبر قدس سرہ کا وطن ہے خاص شیخ قدس سرہ کے دستخط شریف سے مزین ہے اس نسخے میں میں نے کہیں اُن عبارتوں کا نشان نہ پایا جن میں مجھے تردد تھا اور میں نے فتوحات کے انتخاب میں قلم انداز کر دی تھیں تو مجھے یقین ہوا کہ اب جس قدر نسخے مصر میں ہیں یہ اسی نسخے سے نقل ہوئے ہیں جس میں لوگوں نے عقد اہل سنت و جماعت کے خلاف عبارتیں شیخ پر انتر کر کے ملا دی ہیں جیسا کہ ان کی فصوص وغیرہ کے ساتھ بھی یہی واقع ہوا اس کے بعد امام شعرانی نے وہ تحریریں نقل فرمائیں جو عالم مدوح سید شریف مدنی مرحوم نے نسخہ مذکورہ قونیہ پر خود حضرت شیخ مددگار رحمہ اللہ سے نقل کئے دستخطوں سے لکھی دیکھیں اور بیان کیا کہ یہ نسخہ خود حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا وقت فرمایا ہوا ہے شیخ نے اپنی علامت وقت یوں تحریر فرمائی ہے وقت محمد بن علی بن عربی الطائی هذا الکتاب علی جمیع المسلمین یہ کتاب محمد بن علی بن عربی طائی نے تمام مسلمانوں پر وقت کی اور اُس کے آخر میں قلم شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تحریر ہے قد تم هذا الکتاب علی يد منشئہ وهو النسخة الثانیة منه بخط یدی وكان الفراغ منه بکرة يوم الاربعاء الرابع والعشرين من شهر ربيع الاول سنة ست وثلثین وستمائة وکتبه منشئہ یہ کتاب بقلم مصنف تمام ہوئی اور یہ میرے خط سے دوسرا نسخہ ہے اس کی تحریر سے روز چار شنبہ وقت صبح تیر بجے بست وچارم ماہ مبارک ربيع الاول ۳۲۰ فرغ ہوا لکھا ہے اس کے مصنف نے رحمہ اللہ تعالیٰ اور سید موصوف نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سینتیس جلدیں ہیں اور اس میں اُس نسخے سے جس میں محدوں نے عقائد شیعہ الحاق کیے عبارت زیادہ ہے اور اُس کی پشت پر نام کتاب بخط مصنف علیہ الرحمہ لکھا ہے اس کے نیچے شیخ صد الدین قونی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خط سے یہ عبارت تحریر ہے انشاء مولانا شیخ الاسلام وصفوة الانام محی الدین بن عربی یہ کتاب ہمارے آقا سردار سلیمان ابن رگزیدہ جہاں محی الدین بن عربی کی تصنیف ہے (اس کے نیچے لکھا ہے ملک هذه المجلدة محمد بن اسحق القونی یہ مجلد محمد بن اسحق قونی کی ملک میں آیا) اس کے نیچے شیخ صد الدین مدوح کے خط سے محمد بن ابی بکر تبریزی کی روایت کہ اُن سے بطریق سماع حاصل ہوئی مکتوب ہے اور محمد بن اسحق قونی کی شرح دستخط یہ ہے انقل الی خادمہ وربیب لطف محمد بن اسحق سنة سبع وثلثین وستمائة یہ کتاب مصنف کے خادم و لطف پروردہ محمد بن اسحق قونی کی طرف ۳۲۰ میں منتقل ہوئی) آئندہ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کونسا نسخہ معتد ہوگا خود قلم خاص حضرت مصنف قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی تحریر اور اُس کے اول و آخر میں خود مصنف و دیگر علماء و عمائد کے دستخط کثیر جب یہ نسخہ اُن عبارات شیعہ سے خالی ملا تو الحاق و افترا میں کیا شک رہا والحمد للہ رب العالمین ولہذا مفتی سلطنت عثمانیہ عمدہ علما اے روم علامہ ابوالسعود علیہ رحمۃ الملک الودود نے اپنے فتوے میں تصریح فرمائی کہ یتقن ان بعض اليهود افتراھا علی الشیخ قدس اللہ سرہ ہمیں یقین ہے کہ بعض یہودیوں نے یہ کلمات شیخ قدس سرہ پر افترا کیے ہیں) کما نقلہ فی الدار المختار عن معروضاتہ اب کلام امام شعرانی کا حال سنئے خود امام موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ میزان میں فرماتے ہیں وقع لی ذلک مع بعض الاعداء فانهم دسوا فی کتابی المسمی بالیھود المودود فی المواثیق والعهود امورا تخالف

ظاہر الشریعہ و دار و اجہا فی الجامع الا زہر وغیرہ وحصل بذلک فتنۃ عظیمہ وما خمدن الفتنۃ حتی ارسلت لہم سفیختی النبی علیہا خطوط العلماء ففتنہا العلماء فلم یجدوا فیہا شیئاً مما یخالف ظاہر الشریعۃ معادسہ الا عداۃ قال اللہ تعالیٰ یغفر لہم ویسا محمد امہ یعنی مجھے یہ واقعہ بعض اعدا کے ساتھ پیش آچکا ہے انہوں نے میری کتاب البحر المورود فی الموائق والہموک خلافت شرع باتیں الحاق کر دیں اور اُسے جامع انہر وغیرہ میں لیے پھرے اور اس کے سبب بڑا فتنہ اٹھا اور فرو نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے اُن کے پاس اپنا نسخہ جس پر علما کے دستخط تھے بھیج دیا اہل علم نے تلاش کی تو اُس میں وہ امور مخالفہ شریعت جو دشمنوں نے ملائیے تھے اصلاً نہ پائے اللہ تعالیٰ اُن کے مغفرت کرے اور درگزر فرمائے) خیر ایک طریقہ تو ثبوت الحاق کا یہ ہے دوسرے مصنف کا امام معتمد و عالم متدین مستند ہونا معلوم ہے اور یہ کلام کہ بے تواتر حقیقی اُس کی طرف نسبت کیا گیا صریح معصیت یا بد مذہبی و ضلالت جس میں اصلاً تاویل و توجہ کی گنجائش ہی نہیں تو اس وجہ سے کہ علما تو علما عام اہل اسلام کی طرف بے تحقیق تواتر و ثبوت قطعی کسی کبیرہ کی نسبت مقبول نہیں کما نص علیہ الامام الاجل حجة الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی الاحیاء رد ذکر دیں گے اور تحسین للظن الحاقی کہیں گے اور اسی سے ملتی ہے بات کا ایسا صحیفہ در ذیل ہونا کسی طرح عقل سلیم اُس امام عظیم سے اس کا صدور منظور نہ کرے جیسے باب ذوی الارحام میں قبیل فضل صنف اول سراجیہ میں یہ نمل عبارت لان عندہما کل واحد منہم اولیٰ من ذریعہ و فرعہ وان سفلی اولیٰ من اصلہ جس کے لیے اصلاً کوئی محصل نہیں و لہذا علامہ سید شریف نے شرح میں نقل فرمایا لہ فضل منہا معنی نفی من ملحقات بعض الطلبة القاصین الخ اور اسی قبیل سے ہے وہ عبارت جس میں کسی طائفہ تائفہ کے لیے کوئی غرض فاسد ہو اور امام مصنف اُس سے بری اور جا بجا خود اُس کا کلام اُس غرض مردود کے خلاف ہر شاہ جیسے بعض خدا نارسوں کا امام حجة الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی کی طرف معاذ اللہ کلمات مذمت امام الامام مالک الا زہر کا شرف النہ سراج الامام سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسبت کرنا حالانکہ اُن کی کتب متواترہ احیاء وغیرہ مناقب امام کی شاہد عدل ہیں اور مثل آفتاب روشن و بے نقاب کہ ما نحن فیہ میں ان صورتوں سے کوئی شکل نہیں والحمد للہ رب العلمین اگر منکر بھتہ الاسرار شریف کے نسخ قدیمہ صحیحہ معتمدہ اس روایت سے خالی دکھا دیتا یا زبانی انکار کے سوا کوئی دلیل معقول قابل قبول ارباب عقل اُس کے یقینی ضلالت و مخالفت عقیدہ اہل سنت ہونے پر قائم کر لیتا تو اُس وقت دعویٰ الحاق زبید دیتا نہ کہ علی الرغم اُس کے علمائے مابعد طبقہ فلبقہ اُس روایت کو نقل فرمائیں اور مقررہ دستم رکھتے آئیں اور بھتہ کا ایک نسخہ معتمدہ بھی اُس کے خلاف نہ ملے اور محض براہین زوری الحاق کا ادعا بے باطل کر دیا جائے فن اصول میں جسے ادنیٰ مداخلت ہے اس پر کاشمیں واضح کہ مجرد امکان متانی قطع و یقین بالمعنی الا عام نہیں جب تک احتمال ناشی عن دلیل نہ ہو ورنہ تمام نفوس قرآن و حدیث سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ہمیں سے ظاہر ہو گیا کہ منکر کا تصانیف شریفہ جناب شیخ اکبر و امام شرفانی قدس سرہ ہا کی نظیر دینا

لہ ما ینسب الی الامام الغزالی بردہ ما ذکرہ فی احیائہ المتواترۃ حیث ترجمہ الامام الاربعۃ وقال دام ابو حنیفہ فلفظ کان ایضاً عابداً زاہدا عارفاً باللہ خائفاً منہ موبداً وحباً للہ تعالیٰ یعلیہ الخ اور مختار یعنی امام حجة الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ابو حنیفہ خدا کی قسم عابد زاہد عارف باللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے دہر اللہ کا ارادہ رکھنے والے ۱۲

کس درجہ لغو و بے محل تھا کہاں وہ روشن وقائع قطعی ثبوت کہاں یہ زبانی ثبوت سے حیلہ بہوت کا تشکر نے جہاں تصانیف مذکورہ کا نام لیا تھا وہاں امام شعرانی کے اقوال مسطورہ بھی نقل کر لائے تاکہ دعویٰ مدلل و ادعائے بے دلیل کا فرق کھل جاتا واللہ الحجه السامیۃ اور اس نماز کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض ہتان و افترا ہرگز ہرگز قرآن و حدیث میں کہیں اُس کی مانعت نہیں نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے ثبوت و دعویٰ میں پیش کر سکا ہر جگہ صرف زبانی ادعائے کام لیا مگر یہ وہی جہالت قبیوہ و سفاہت فبیوہ ہے جس میں فرقہ جدیدہ طائفہ حادثہ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن و حدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اُس کی مانعت بھی قرآن و حدیث میں نہ ہو ان ذی ہوشوں کے نزدیک امر و نہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے ترمذی و ابن ماجہ و حاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ و الحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت فہو مٹاعفا عنہ حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ مٹاعفو ہے یعنی اُس میں کچھ مواخذہ نہیں اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ یا ایھا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدل لکم تسؤلکم وان تسئلوا عنہا حین یانزل القرآن تبدل لکم عفا اللہ عنہا واللہ غفور رحیم ۵ اے ایمان والو وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں بُرائے اور اگر قرآن اُترتے وقت پوچھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے اُن سے معافی فرمائی ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے) بہت باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے تو حرام ہو جاتیں پھر جو انہیں چھوڑنا یا کراگانہ میں پڑنا اُس مالک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں ہر مہربانی کے لیے کہ یہ شفقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم بھی اُن کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمہیں کو دقت ہوگی اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ ہو سکے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں دارقطنی ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضییہا و حرم حرمات فلا تنہکوها و حد و حد و فلا تقعدوا و سکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبخثوا عنہا بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کیں انہیں ہاتھ سے نہ دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بے محول سکوت فرمایا اُن میں کاوش نہ کرو (احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذنوبی ما ترککم فانما هلاک من کان قبلکم بیکثرۃ سؤل الہم و اختلا فہم علی انبیائہم فاذا خدیتکم عن شیء فاجتنبوہ و اذا امرتکم بامرفاً تو امنہ ما استطعت یعنی جس بات میں میں نے تم پر تنزیہ نہ کی اُس میں مجھ سے تعقیب نہ کرو کہ اگلی امتیں اسی بلا سے ہلاک ہوئیں میں جس بات کو منع کروں اُس سے بچو اور جس کا حکم دوں اُسے بقدر قدرت بجالاؤ) احمد بخاری مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شیء لم یجہم علی الناس فحوم من اجل مسألته بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بُرائے ہر گز وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اُس کے سوال کے بعد حرام کر دی گئی) یہ احادیث باعلیٰ ندا منادی کہ قرآن و حدیث میں جن باتوں کا

ذکر نہیں نہ ان کی اجازت ثابت نہ مانعت وارد وہ اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے والے کی کیا خطا اُس کے بغیر پوچھے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی یا بحکم یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن حدیث سے جس چیز کی بھلائی یا بُرائی ثابت ہو وہ بھلی یا بُری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح و دُعا اور اُس کو حرام و گناہ و نادرست و ممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افتراقِ ربنا تبارک و تعالیٰ کا تقولوہا نصف السنۃ الکذب هذا حلال و هذا احرام لغتہ و علی اللہ الکذب ان الذین یفتنون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۵ اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین و صحابہ کرام کے مخالف کہنا بھی اُسی سفاہتِ قدیمہ پر مبنی کہ جو فعل اُن سے منقول نہ ہو عموماً اُن کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدم ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواعظ لدنیہ و منہ محمدیہ میں فرماتے ہیں الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لا یدل علی المنع کرنا توجہ کی دلیل ہے اور نہ کرنا مانعت کی دلیل نہیں (رافضیوں نے اس طائفہ جدیدہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اُس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفۃ الاشراف میں لکھتے ہیں مکرون چیزیں دیگرست و منع فرمودن چیزیں دیگرست مخصوصاً - امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذان مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا نہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے فرماتے ہیں ثم الثابت بعد هذا نفی المنع و بیه اما ثبوت الکواہت فلا الان یدل دلیل اخر یعنی بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اُس پر قائم نہ ہو اور اسے اخلاص و توکل کے خلاف مانع عجیب جہالت بے مزہ ہے اس میں محبوبانِ خدا کی طرف توجہ بغیر توسل ہے اور اُن سے توسل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص و توکل کے منافی نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ و جاهدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۵ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اُس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو) اور انبیاء و ملکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے اولئک الذین یدعون یتبعون الی رجھ الوسیلۃ وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء و صلحا و علما و عرفا علیہم التحیۃ و الثناء کا قدیم و جدیداً حضور اقدس غایۃ الغایات بنایۃ النہایت علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیمات سے حضور کے ظہور پر نور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمانِ برکت نشان میں اور بعد بھی عہدِ مبارک صحابہ و تابعین سے کب تک اور آج سے قیامِ قیامت عرصاتِ محشر و دخولِ جنت تک استشفاع و توسلِ اخادیت و آثار میں جس قدر وفور و کثرت و ظہور و غیبت کے ساتھ وارد محتاج بیان نہیں جسے اُس کی گونہ تفصیل دیکھنی منظور ہو مواعظ لدنیہ امام قسطلانی و خصائص کبریٰ امام جلال الدین سیوطی و شرح مواعظ علامہ زرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و لمعات و اشعہ شرح مشکوٰۃ و جذب القلوب الی ديار المحبوب و مدارج النبوة تصانیف شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ کتب و کلام علمائے کرام و فضلاء عظام علیہم رحمۃ العزیز العلام کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجابِ غفلت منکشف ہوتا ہے اور نصف خطا سے منصرف و باللہ سبحنہ و تعالیٰ التوفیق اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلبِ باراں میں توسل کرنا مروی و مشہور حصین میں ہے وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیاء و صلحا و الصالحین من عبادہ شیخ یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اُس کے انبیاء سے توسل کرے اسے بخاری و دوزار و حاکم نے

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ کہے اسے بخاری نے اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح معروف و مشہور ہے جسے نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و طبرانی و ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے بشرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبد العظیم منذری وغیرہ المرقۃ المفحجہ نے اس کی تصحیح کو مسلم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدس لمجاہیکساں ملاذد و جہاں افضل صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تہ علیہ و علیٰ ذریارہ نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے اللھم انی استعانتک و اتوجه الیک بنبیتک محمد بنی الرحمة (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فی حاجتی ہذا لتقضی لی اللھم فتدفع فی انبی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں وسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ میرا نبی میں یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو اسی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حسن حصین میں لتقضی لی بسیدہ معروف واقع ہوا یعنی یا رسول اللہ میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت ردوائی کر دیں) مولانا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرمین شرح حسن حصین میں فرماتے ہیں وہی نسخۃ بصیغۃ فاعل ای لتقضی الحاجۃ لی و المعنی تکنون سببا للحصول حاجتی و وصول مرادی فالاسناد مجازی اھ اور یہ حدیث نفیس شیخ ذیل بطراز گراں ہائے تصحیح امام ابوالقاسم سلیمان بنی طبرانی کے پاس یوں ہے ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حاجۃ لہ و کان عثمان لا یلقت الیہ و لا ینظر فی حاجۃ فلقی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فشکا ذلک الیہ فقال (عثمان بن حنیف انت المیضاۃ فوضا ثمت المیضاۃ فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسألتک و اتوجه الیک بنبیینا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فیکضی حاجتی و تدکر حاجتک و روح الی حتی اروح معک فالظلم الرجل فصاع ما قال لہ ثم اتی باب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجاء البواب حتی اخذہ بیدہ فادخلہ علی عثمان بن عفان فاجلسہ معہ علی الطنفسہ و قال حاجتک فذا کر حاجتہ فقضا ما لہ شرفا لہ ما ذکرک حاجتک حتی کان ہذا الساعۃ و قال ما کان لک من حاجۃ فأتنا ثمار الرجل خرج من عندہ فلقی عثمان بن حنیف فقال لہ جزاک اللہ خیرا ما کان ینظر فی حاجتی و لا یلقت الی حتی کلمتہ فی فقال عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ ما کلمتہ و لکن شہدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اتاہ رجل ضریب فشکا الیہ ذہاب بصیرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انک المیضاۃ فوضا ثمت صلی و کتبتین ثمار و بعدہ الدعوات فقال عثمان بن حنیف فواللہ ما تقر قنا و طال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کا نہ لہ لیکن بہ ضرفہ یعنی ایک حاجتہ اپنی حاجت کے لیے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا امیر المؤمنین نے اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر

لہ امام منذری ترغیب میں فرماتے ہیں قال الطبرانی بعد ذکر طوقہ و الحدیث صحیح طبرانی نے اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کر کے کہا حدیث صحیح ہے ۱۷۰
لہ مکن اھو ہنا بنبت الصلاۃ فی نفس الحدیث فی النسخۃ الصحیحۃ للترغیب التي من اللہ تعالیٰ جماعی ہذا المحتاج و لعل عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ردی الحدیث الی بہ کما هو واقفا علی الرجل زاد الصلاۃ کما هو المطلوب فی امثال المقام واللہ تعالیٰ اعلم و منہ

نظر فرماتے اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی انھوں نے فرمایا حضور کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر یوں دعا مانگ آئی میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں یا رسول اللہ میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے اور اپنی حاجت کا ذکر کر شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں حاجت مند نے یوں ہی کیا پھر آستان خلافت پر حاضر ہوا دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ سند پڑھایا مطلب پوچھا عرض کیا فوراً رو افرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو یہ شخص وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کہا تمہیں جرنلے خیر دے امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف التفات نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میرے بارے میں عرض کی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو تیرے معاملے میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یوہیں اُسے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھ پھر یہ دعا کرے خدا کی قسم ہم اُسکے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گو یا کبھی اندھا ہی نہ تھا (تنبیہ ایہا المسلمون حضرات منکرین کی غایت دیانت سخت محل انوس و عبرت اس حدیث جلیل کی عظمت رفیعہ و جلالت منیعہ اور پر معلوم ہو چکی اور اس میں ہم اہل سنت و جماعت کے لیے جواز استمداد و التجا و ہنگام توسل ندائے محبوبان خدا کا بھلا اللہ کیساروشن و واضح دین و دلالت ثبوت جس سے اہل انکار کو کہیں مفر نہیں اب ان کے ایک بڑے عالم مشہور نے باوجود اس قدر دعویٰ بلند علم و تدین کے اپنے مذہب کی حمایت بجا میں جس صریح بیباکی و شجاعتی کو کام فرمایا ہے انھیں اُس سے شرم چاہیے تھی حضرت نے حصن حصین شریف کا ترجمہ لکھا جب اس حدیث پر آئے اُس کی قاہر شوکت عظیم حوت نے جرات نہ کرنے دی کہ نفس متن میں اُس پر طعن فرمائیں اور ادھر پاس شرب ناخن بدل جوش عقہیت اب گسل ناچار حاشیہ کتاب بریوں ہجوم ہجوم کی تسکین فرمائی کہ یک راوی ابن حدیث عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ مشرک الحدیث مست چنانکہ در تقریب موجود است و حدیث راوی مشرک الحدیث قابل حجت نمی شود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون انصاف و دیانت کا تو یہ یقینی تھا کہ جب حق واضح ہو گیا تھا تسلیم فرماتے ارشاد مفترض الانقیاد حضور پر نور سید الانبیاء صلوات اللہ و سلامہ علیہ وعلیٰ آلہ الامجاد کی طرف رجوع لاتے نہ کہ خواہی خواہی بزور تحریف ایسی صحیح رجحان حدیث کو جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یزبان تصحیح فرمائی معاذ اللہ ساقط و مردود قرار دیجیے اور انتقام خدا و مطالبہ حضور سید روز جزا علیہ الفضل الصلاۃ و الثناء کا کچھ خیال نہ کیجیے اب حضرات منکرین کے تمام ذیلوں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ مشرک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب مستہ میں کہیں روایت نہیں یا عثمان بن عمر بن فارسی بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم و غیر ہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں کاتب اتنا ہی نظر فرمائیے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اُس کا مدار روایت وہ شخص کیونکر ممکن جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں داتے بیباکی مشہور و متداول صحاح کی حدیث جن کے لاکھوں نسخے ہزاروں بلاد میں موجود ان کی اسانید میں صاف صاف عن عثمان بن عمر مکتوب پھر کیا کہا جائے کہ ابن عمر کا ابن خالد بن لینا کس درجہ کی حیاد دیانت ہے لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم

اور سنیے ابن السنی عبد اللہ بن سعود اور بنار عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا نفلت دابة احدكم بارض فلاة فليناد يا عباد الله احبوا فان الله تعالى عبادا في الارض تحبسه جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہیے لوں ندا کرے اے خدا کے بند و روک لو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اُسے روک لیں گے) بنار کی روایت میں ہے یوں کہے اعیون یا عباد الله مدد کرو اے خدا کے بند و سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لفظوں کے بعد رحمکم الله اور زیادہ فرماتے رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اذکار میں فرماتے ہیں ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا چھوٹا ہوا جانور فوراً رُک گیا اور فرماتے ہیں ایک بار ہمارا ایک جانور چھٹ گیا لوگ عاجز آئے ہاتھ نہ لگا میں نے یہی کلمہ کہا فوراً رُک گیا جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا نقلہ سیدی علی القاسمی فی الحوزا الثمین امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا نفل احدكم شيئا و اراد عونا و هو بارض ليسابها انليس فليقل يا عباد الله اعيونني يا عباد الله اعيونني يا عباد الله اعيونني فان الله عباد الايراهم جب تم میں کوئی شخص انسان جگہ میں پکے بھولے یا کوئی چیز گم کرے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے اے اللہ کے بند و میری مدد کرو اے اللہ کے بند و میری مدد کرو اے اللہ کے بند و میری مدد کرو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا) عتبہ بن غزوٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قد جرب ذلك باليقين یہ بات آزمائی ہوئی ہے) رواہ الطبرانی ایضاً فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ بعض علماے ثقات سے ناقل ہذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے) اور فرمایا مسافروں کو اس کی ضرورت ہے اور فرمایا مشائخ کرام قدس سرادہم سے مروی ہوا انہ مجرب قون بہ الفحج یہ مجرب ہے اور مراد طینی اس کے ساتھ مفقون) ذکرہ فی الحوزا الثمین ان احادیث میں جن بندگان خدا کو وقت حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کا صاف حکم ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم و افاض علیہنا انوارہم یہی قول اظہر و اشہر ہے کما نض علیہ فی الحوزا الوصیین اور ممکن کہ ملکہ یا مسلمان صالح جن مراد ہوں و کیفا کان ایسے توسل و ندا کو شرک و حرام اور منافی توکل و اخلاص جاننا سناؤ اللہ شرع مطہر کو اصلاح دینا ہے تنبیہ یہاں تو حضرات منکرین کے انھیں عالم نے یہ خیال فرما کر کہ معجم طبرانی بلاد ہند میں متداول نہیں بے خوف و خطر خاص متن ترجمہ میں اپنے زور علم و دیانت و جوش تقویٰ و امانت کا جلوہ دکھایا فرماتے

ہیں اس حدیث کے راویوں میں سے عتبہ بن غزوٰن مجہول الحال ہے تقویٰ اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ایک کتاب کا ہے اسامہ الرجال کی کتابوں میں سے اقول مگر مجد اللہ آپ کا تقویٰ و عدالت تو معلوم کیسا طہشت ازبام ہے خدا کی شان کہاں عتبہ بن غزوٰن رفاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جنہیں تقریب میں مجہول الحال اور میزان میں لا یعرف کہا اور کہاں اس حدیث کے راوی حضرت عتبہ بن غزوٰن بن جابر مازنی بدری کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر تہجد و مجاہد غزوہ بدر میں جن کی

لے جن کے سید و مولیٰ و سند و اوسے حضور پُر نور سیدنا عبدالقادر جیلانی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکما نض علیہ سیدنا الخفض علیہ الصلوٰۃ والسلام رواہ ونقلہ فی البہجة والزبدة و الخفة و غیرہا ۱۲ منہ

جلالت شان بدر سے روشن ہر سے اَبْنِ رَضِی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معروف کہ حریفین اُن کے پیش نظر ہے شاید اُس حریف میں یہ عبارت تو نہ ہوگی رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عقبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا جس تقریر کا آپ نے حوالہ دیا اُس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی عقبہ بن غزوان بن جابر المزی صحابی جلیل محاجر بدی مات سنۃ سبع عشرة اھ مخلصا پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم المکان کو زور زبان و زور بخان درجہ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لادالے اور اُن کے عدالت و بدرجلالت کو معاذ اللہ مردود الہ وایہ مطعون چالت بنانے کی بدراہ نکالے و لکن صدق نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا لم تستح فاصنع ما شئت مسلمان دیکھیں کہ حضرات منکرین انکار حق و اصرار باطل میں کیا کچھ کر گزے پھر دعائے حقانیت گویا تیز کا وضوئے حکم ہے ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم خیر یہ توحید میں تھیں اب شاہ ولی اللہ صاحب کی سنیہ اپنے فقیہہ الطیب النعم کی شرح میں پہلی بسم اللہ یہ لکھتے ہیں کہ لا بدست از استمداد بروح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسی میں ہے نظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہین دست در ہر شدت اُسی میں ہے بہترین خلق خداست و نافع ترین ایشان مست مردمان نزد یک مجموع حوادث زماں اُسی میں ہے فصل پانزدہم در ابہتال با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت فرستہ بر تو خداے تعالیٰ اے بہترین کسیک امید داشتہ شود و اے بہترین عطا کنندہ اُسی میں ہے اے بہترین کسیک امید داشتہ شود برائے ازالہ مصیبت اُسی میں ہے تو پناہ دہندہ منی از ہجوم کردن مصیبت و فیکہ بخلا نہ دل بدترین چنگا لہا ما اور اپنے قصیدہ ہمزہ کی شرح میں رقیاست ہی توڑ گئے لکھتے ہیں آخر حاشیہ مادیح آنحضرت راضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فیکہ احساس کند نارسانی خود را از حقیقت شنا آنست کہ نہ کند زار و خوار شدہ بشکلی دل و اطہار بے قدری خود با خلاص در مساجات و پناہ گرفتن بایں طریق اے رسول خدا اے بہترین مخلوقات عطاے ترا مجزا ہم روز فیصل کردن اُسی میں ہے و فیکہ فرد آید کا عظیم در خایت تاریکی پس قوی پناہ از ہر بلا اُسی میں ہے ہوتے تست آوردن من و دست پناہ گرفتن من و دست اسید داشتن من با جملہ بندگان خدا سے توسل کو اخلاص و توکل کے خلاف نہ جانے گا مگر سخت جاہل محرم یا ضال مکار بطور رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام اولاً جب اس کی ترکیب خود حضور بدو غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعی تسنن کو کیا گنجائش انکار خود منکرین کی زبانیں اس شہادت میں ہمارے دل و زبان کی شریک ہیں کہ وہ جناب اتباع قرآن و حدیث و اقتضائے سنت سنیہ و مراعات سیرت صحابہ و اجتناب محدثات شنیعہ و التزام احکام شرعیہ پر استقامت کا ملکہ رکھتے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه و امدا نافی الدما دین بنعماہ امین ثانیاً دو علما و اولیاء جن میں بعض کے اسمائے طیبہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ ہم نے ذکر کیے جنہوں نے یہ نماز پسند کی اجازت دی سند لی خود پڑھی منکرین میں کون اُن کے پائے کا ہے پھران کے کہے سے کیونکر مسلم ہو کہ حکم شرع پر ہی چلے اور وہ صلب معاہدہ شکن ہنگام رفاق بدعتی گزبے اور ان اکابر کو غیر مؤثر کہ کما تبع سواد اعظم کی طرف بلانا دہی پڑانی سمجھیں ہے سواد اعظم کا خلاف جب ہو کہ جمہور المؤمنین فقہاء و محدثین عرفائے محدثین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس نماز سے مانعت کرتے آئے ہوں جب منکرین و دچار ائمہ معتدین سے صحیح طور پر (جو دہرہ و دانستہ کذب و افتراء وضع اسمائے کتب و علماء و استفادہ بجائیل و اجزائے خلاف سے کہ داب قدیم کا پرنکرین)

خالی ہو) اس نماز کریم کی ممانعت کا ثبوت نہ دے سکے نہ انشاء اللہ تعالیٰ قیام قیامت دے سکیں تو سوادِ اعظم کا نام لینا صرف عوام کو دھوکا دینا ہے **ثالثاً** ان صاحبوں کے اصول پر تو اس نماز کے جواز و اباحت اور منع و انکار کی قباحت و شناخت پر نئے طور سے (جسے معارضہ بالقلب کہیں) سوادِ اعظم ائمہ و علما و محدثین و فقہاء کا اجماع قطعی ثابت ہوگا پہلے معلوم ہو چکا کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر ذکر عدم ہے اور خود یہاں منکرین کے اذعانے سوادِ اعظم کا یہی سہنی کمال یعنی اب ہم کہتے ہیں کلمات اللہ میں اس نماز پر انکار جائز ہونا ہرگز مذکور نہیں ومن ادعی فغلیب البیان ولا یستطیعہ حتی یرجع القارظان اور عدم بیان بیان عدم تو لاجرم اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ان سب ائمہ کے نزدیک اس نماز مبارک پر انکار روا نہیں اور جس پر انکار ناجائز ہوگا وہ اقل درجہ مباح ہوگا فثبت المقصود و بھت العود والحمد لله العلی الودود **رابعاً** ان حضرات کی عجیب عادت ہے جواز کے عقلاً و نقلاً محتاج دلیل نہیں ہے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدم جواز کے لیے ان کے ذہانی دعوے کافی ہوجاتے ہیں کاش جہاں یہ کہتے ہیں کہ توجہ بفران درویش باوب درست نہیں وہاں اس پر کوئی دلیل شرعی بھی قائم کرتے اور جب کچھ نہیں تو ہمارے لیے اصل جواب وہی ہے جو دعیان بے ثبوت کے مقابل قرآن عظیم نے تعلیم فرمایا کہ قل ھاؤا برھانکم ان کنتم صادقیں ۱۵ اور نہ کہنے لگنا 'تقریر میں جو اپنے لیے بات آسان کرنے کو میثات نماز و تذلل تام و انتہائے تعظیم کی قیدیں بڑھالیں وہ خود اسی پروردگار ہرگز ترکیب صلاۃ الاسرار میں ان باتوں کا نشان نہیں ہاں محبوبانِ خدا کی نفس تعظیم بیشک اہم و واجبات و اعظم قریات سے ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یعظم حرمت اللہ فذلک خیر لہ عند ربہ وقال تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب ۵ وقال تعالیٰ انا انزلناک شاہداً و مبشیراً و نذیراً ۱۰ لئومنوا باللہ ورسولہ و تغز وہ و توفروہ ۱۱ خود منکر نے کہا کہ صحابہ کرام تعظیم سید الانام علیہم الصلاۃ والسلام میں ہم سے زیادہ تھے بلکہ شاید ابھی منکرین کو خبر نہیں کہ علمائے دین نے روضہ منورہ کے حضور خاص بیات نماز قیام کرنے کا حکم دیا تو منکر کو اس قید کا اضافہ بھی کام نہ آیا بلکہ گناہ بے لذت ٹھہرا لباب و شرح لباب کی عبارت عنقریب مذکور ہوگی بالفعل اختیار شرح مختار و فتاویٰ علیگیر کی تصریح کیجیے فرماتے ہیں یتوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یقف کما یقف فی الصلاۃ و یمثل صورۃ الکویۃ البھیۃ ۱۲ منقطعاً یعنی قبر شریف سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے ۱۳ اے عزیزِ اصل کا یہ ہے کہ محبوبانِ خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے وہ نہ حقیقت خدا ہی کے لیے تواضع ہے و لہذا بکثرت احادیث میں استاذ و شاگرد و علما و عام مسلمین کے لیے تواضع کا حکم ہوا جنہیں جمع کیجیے تو دفتر طویل ہوتا ہے طبرانی معجم اوسط اور ابن عدی کامل میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تعلموا العلم و تعلموا للعلم السکینۃ و الوقار و تواضعوا لمن تعلون منہ علم یکھو اور علم کے لیے سکون و محابت یکھو اور جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور خطیب نے کتاب الجامع لآداب الراوی والسامع میں ان سے یوں روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تواضعوا لمن تعلون منہ و تواضعوا لمن تعلونہ دلائل و اجابۃ العلماء فیقلب جملہ علم جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور جسے علم سکھاتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور منکر عالم نہ ہو کہ تمہارا جبل تمہارے علم پر غالب ہو جائے ۱۴ اب انہیہ علی نے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لیے تواضع حرام ہے خدا ہی ہندو میں ہے تواضع لغیر اللہ حرام کذا فی الملقط تو بات وہی ہے کہ انبیاء و اولیاء و علما و مسلمین کے واسطے تواضع اس لیے ہے کہ اللہ کے

نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں وہ دین الہی کے قیم ہیں یہ ملت الہیہ پر قائم ہیں تو علت تو اضع جب وہ نسبت ہے جو انہیں بارگاہ الہی میں حاصل تو یہ تو اضع بھی درحقیقت خدا ہی کے لیے ہوئی جیسے صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی تعظیم و محبت بعینہ محبت و تعظیم سید عالم ہے علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما نض علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غیر ما حدیث و سخن فی غنی عن سر دھا بھنا دھا ہی شوا رد بل معلومہ الموائد تو اضع لیس اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذ اللہ کسی کا فر یا دنیا دار غنی کے لیے اُس کے سبب تو اضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں اسے عزیز کیا وہ احادیث کثیرہ بشیرہ جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خشوع و خضوع بجا لانا مذکور اس وجہ اشتهار پر نہیں کہ فقیر کو اُن کے جمیع و استیعاب سے غنا ہو اواد و دنائی نرذی ابن ہاجر امام بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اصحابہ حولہ کأن علی رؤسہم الطیر من سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور کے اصحاب حضور کے گرد تھے گویا اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں یعنی سر جھکائے گردنیں خم کیے بے حرج و حرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جانکر سروں پر آ بیٹھیں اس سے بڑھ کر اخشوع کیا ہوگا ہند بن ابی ہارہ و صاف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی عنہ کی حدیث حلیۃ اقدس میں ہے اذ انکلم اطوق حلسا وہ کأن علی رؤسہم الطیر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے جتنے حاضران مجلس ہوتے سب گردنیں جھکا لیتے گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں

عجب است با وجودت کہ وجود من بماند تو بکفین اندر آئی و مرا سخن بماند

مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں لکھتے ہیں یکے از مشایخ گوید کہ من و شیخ علی ہسیتی در مدرسہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بودیم کہ یکی از اکابر بغداد پیش آمد و گفت یا سیدی قال جدک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من دعی فلیجب دھا ناد عوقا الی منزلی گفت اگر مرا اذن کنند بیایم زمانے سرور پیش انداخت پس گفت می آئیم و براستر سوار شد شیخ علی ہسیتی رکاب راست دی گرفت و من رکاب چپ تابسرائے آن شخص رسیدیم ہمہ مشایخ بغداد و علما و اعیان آنجا بودند سلاطے بر شیند بروی انواع نعمتھا و سلاطے بزرگ سر پوشیدہ دکھن و شہر آوردند و در آخر سلاطے بہناد بعد ازاں آن شخص کہ صاحب دعوت بود گفت الصلا شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور پیش آگندہ بود و شیخ بخورد و اذن نیز نداد و بیکس ہم خورد و اہل المجلس کأن علی رؤسہم الطیر ہیبتہ یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیا و علما و عمائد بغداد تھے ہیبت سرکار قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں مقصود اسی قدر تھا مگر ایسی جاں فرابات کا نام تمام بہناد دل کو نہیں بھاتا مگر تفریح قلوب سنت و غیظ صدور بدعت کے لیے تمتہ روایت نقل کروں فرماتے ہیں شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمن و شیخ علی ہسیتی اشارتی کر دے کہ اُن ملہ را پیش آکر بد بر خاستیم و اُس را پیش برداشتیم پس گراں بود در پیش شیخ ہناویم و فرمود تا سر آئنا بکشادیم فرزند اُن شخص بود نا بینائے مادر زاد بر جاکے ماندہ و مجرد و مفلوج گشتہ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دی را گفت قہ باذن اللہ معافی آں کودک بر خاست دواں و بینا و یرایج آفتی نے فریاد یہ فائدہ ضرور ملاحظہ ہو سہ عجیب تر بشنو مرزا مظہر جانجانا صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں ابشاں بجناب پیر خود نوشتند کہ محبت شہا بر محبت خدا و رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غالب است و موجب الافعال میشود و جواب بزرگداشتند کہ محبت پیر میں محبت خدا و رسول است و سبب جذب کمالات الہیہ کہ در باطن پیر ثابت است می شود و چوں دیدہ عقل آمد احوال بہبود و تسری است اول بد انتہی بلفظ ۱۱ منہ

از حاضران برخاست شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ در انبوه مردم بیرون آمد و بیچ نخورد پیش شیخ ابوسعید قلیبی رقم و آں قصہ بادے گفت کہ گفت
شیخ عبدالقادر پیرمیں الاکسمہ و الا برص و یحییٰ الطوقی باذن اللہ عن وجل است انتہی سے

قادر قدرت تو داری ہر چہ خواہی آں کنی مرہہ راجا نے دہی و در در اماں کنی

امام ابو ابراہیم نجیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واجب علی کل مؤمن متے ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او ذکر عندہ ان یخضع و یخضع و
یتوقر ویسکن من حرکتہ و یاخذ فی ہیبتہ واجلالہ بماکان یاخذ بہ نفسہ لوکان بین ید یدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
و یتأدب بما ادبنا اللہ تعالیٰ بہ ہر سلمان پر واجب ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرے یا اُس کے سامنے حضور کا
ذکر آئے خضوع و خشوع بجالائے اور باوقار ہو جائے اور اعضا کو حرکت سے باز رکھے اور حضور کے لیے اُس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جائے
جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو اُس پر طاری ہوتی اور ادب کرے جس طرح خدا تعالیٰ نے ہمیں اُن کا ادب سکھایا ہے اُم
علامہ شہاب الدین خواجہ نسیم الریاض میں اس قول کے نیچے لکھتے ہیں یغرض ذلک ویلاحظہ و یتشلہ فکانہ عندہ یعنی یاد حضور
کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو حاضر ہوں اور حضور کا خیال کرے اور صورت اقدس کا تصور
باندھے گویا حضور کے سامنے حاضر ہے (امام اجل سیدی قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں امام نجیبی کا ارشاد نقل کر کے فرماتے
ہیں و ہذا کانت سیرۃ سلفنا الصالح و ائمتنا الماضین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمارے سلف صالح و ائمہ سابقین رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کا یہی داب و طریقہ تھا) اور فرماتے ہیں کان مالک اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتغیر لونہ و ینحنی امام مالک
رحمہ اللہ تعالیٰ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے رنگ اُن کا بدل جاتا اور جھک جاتے نسیم میں ہے لشدہ خشوعہ
یہ جھک جانا سبب شدت خشوع تھا شفا شریف وغیرہ تصانیف علما میں اس قسم کی بہت روایات مذکور شاہ ولی اللہ قصیدہ ہمزہ میں
لکھتے ہیں سے

ینادی ضارعا بخضوع قلب و ذل و ابتہال و التجاء

رسول اللہ یا خیر البرا یا فوالک ابغی یوم القضاء

دیکھو صاف بتاتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا اور حضور سے عرض حاجت کرے تو تضرع و خضوع قلب و تذلل الخارج و زاری
سب کچھ بجالائے میں کہتا ہوں واللہ ایسا ہی چاہیے مگر آپ کے ان شرک فروشوں کی دوا کوں کرے غرض اس مطلب نفیس میں کلمات علما کا
استیعاب کیجیے تو دفتر چاہیے لہذا میں یہاں منک متوسط اور اُس کی شرح مسلک تنقسط کی ایک نفیس عبارت کہ بہت فوائد عظیمہ پر مشتمل
تخصیصاً اور ذکر کرتا ہوں مولانا رحمۃ اللہ سندی متن اور فاضل علی قاری شرح میں فرماتے ہیں فاذا فرغ من ذلک قصد التوجہ الی
القبر المقدس و فرغ القلب من کل شئی من امور الدنیا و اقبل بکلیتہ لما ہو بصددہ لیصلہ قلبہ للاستمداد منہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم و لیلحظ مع ذلک الاستمداد من سعة عفوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و عطفہ و رافقہ (ای شدہ
رحمتہ علی سائر العباد) ان یسامحہ فیما عجز عن ازالۃ من قلبہ ثم توجہ (ای بالقلب و القالب) مع رعاۃ غایۃ الادب

فقام تجاه الوجه الشريف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلة والانكسار والخشية والوقار والهيبة والا فتقار غاض الطرف
مكفوف الجوارح (من الحركات) فارغ القلب (عن سوى مقصوده ومرامه) واضعا يمينه على شماله (تأوبا في حال اجلاله)
مستقبلا للوجه الكريم مستدبرا للقبلة ناظرا الى الارض متمثلا صورته الكريمة في خيالك مستشعرا بانه صلى الله تعالى
عليه وسلم عالم بحضورك وقيامك وسلامك (بل بجمع افعالك واحوالك وارتحالك ومقامك) مستحضرا عظمت و
جلالته وشرافه وقدره صلى الله تعالى عليه وسلم ثم قال من غير رفع صوت (لقوله تعالى ان الذين يخفون اصواتهم
عند رسول الله الايه) ولا اخفاء (اي بالمرة لغوت الاسماع الذي هو السمتة وان كان لا يخفى شئ على الحضرة) بحضور
(قلب واستحياء) السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته ثم يقول يا رسول الله اسألك الشفاعة ثلاثا (لانه اقل
مراتب الحاج لتحصيل المنال في مقام الدعاء والسؤال) يعني جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قبر انور کی طرف توجہ کا قصد اور
دل کو تمام خیالات دنیویہ سے فارغ کرے اور ہمہ تن اُس طرف متوجہ ہو جائے تاکہ اُس کا قلب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آمیزش
کے لائق ہو یا ایہہ جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے ازالہ پر قادر نہ ہو اُس کی معافی کے لیے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال
معفرت و ہر بانی درافت اور تمام بندوں پر حضور کی شدت رحمت سے مدد مانگے پھر دل و بدن دونوں سے نہایت ادب کے ساتھ مابہر شریف
میں حاضر ہو تواضع و خضوع و خشوع و تذلل و انکسار و خوف و وقار و ہیبت و احتیاج کے ساتھ آنکھیں بند کیے اعضا کو حرکت سے
روکے دل اُس مقصود مبارک کے سوا سب سے فارغ کیے ہوئے ادب و تعظیم حضور کے لیے دھنا ہاتھ بالیں پر رکھے حضور کی طرف موٹے اور
قبلے کو پیٹھ کر کے نگاہ زمین پر جمائے رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور باندھے اور ہوشیار ہو کہ حضرات
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حاضری و قیام و سلام بلکہ تمام افعال و احوال اور منزل بمنزل کے قیام و ارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت
و جلال و شرف و منزلت کو خوب خیال کرے پھر توبہ و آذیند ہو کہ اللہ تعالیٰ اُن کے حضور نسبت آواز کا حکم دیتا ہے نہ بالکل آہستہ جس میں نشانے
کی سنت فوت ہو اگرچہ سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں اس طرح حضور قلب و شرم و حیا کے ساتھ عرض کرے السلام علیک ایھا النبی و
رحمة الله وبركاته پھر کہے یا رسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یا رسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یا رسول اللہ
میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں تین بار اس لیے کہ یہ دعا سوال میں حصول مقصود کے واسطے ادنیٰ مرتبہ الحاج کا ہے و صلی اللہ
تعالیٰ علی قاضی حاجاتنا و منطیہ موادنا ستیدنا و مولانا محمد وآلہ و صحبہ اجمعین ان احادیث و روایات و کلمات طیبات سے
کالشمس فی وسط السماء روشن و آشکا ہو گیا کہ ہنگام توسل محبوبانِ خدا کی طرف موٹھ کرنا چاہیے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور دل کو اُن کی طرف
خوب توجہ کرے یہاں تک کہ ہر این و آن خاطر سے محو ہو جائے اور اُن کے لیے خضوع و خشوع محمود و شروع اور اس میں اُن کا زمانہ و وقت
ظاہری و حضور قد و ذکر مجرب و سب برابر ہے اور ان کے سوا عبارت اخیرہ سے جو اور فوائد جمیلہ و عوائد جمیلہ حاصل ہوئے بیان سے غنی ہیں
والحمد لله رب العالمین پس زید منکر نے کہ توبہ قلب و خشوع و ہیأت نماز وغیرہ کی قیدیں بڑھا کر گن کیا تھا کہ اب اُسے اثبات عدم
جواز کی طرف راہ آسان ہوگی بھلا اللہ ثابت ہو کہ اُس کا محض خیال ہی خیال تھا واللہ یجت الحق بکلمتہ ولو کوہ المیطلون فقیر صیران ہے

کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلاۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں اور کونسی تو اس میں کیا گناہ ہے ہر نماز مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سن کر معلوم ہے پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت ہاں جو کچھ غیظ و غضب کرنا ہو تعین سمت پر کیجیے اور اس کا جواب مرزا مظہر جانجاناں شہید سے لے لیجیے جنہیں شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ - قیم طریقہ احمدیہ - داعی سنت نبویہ تھکی با ذراع فضائل و فضائل لکھتے ہیں اور حاشیہ مکتوبات پر شاہ صاحب مذکور سے مرزا صاحب موصوف کی نسبت منقول انچہ قدر ایشاں ما مردم بیدائیم شامچہ دانید احوال مردم ہند بر ما مخفی نیست کہ خود مولد و منشأ فقیر ست و بلاد عرب را نیز دیدہ ایم و سیر نمودہ و احوال مردم ولایت از ثقات آنجا شنیدہ ایم و تحقیق کردہ عزیز ہے کہ بر جادہ شریعت طریقت و اتباع کتاب و سنت ہمچنین استوار و مستقیم باشد و در ارشاد طالبان شان عظیم و نفسے قوی دارد و دریں جزو زمان مثل ایشاں در بلاد مذکور یافتہ نمی شود مگر در گزشتگان بلکہ در ہر جزو زمان وجود ایں چنین عزیزاں کثر بودہ است چہ جائے ایں زمان کہ پرفتنہ و فساد ست انتہی یہی جناب مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک مرید رشید کو (جن کی بی بی کی نسبت فرمایا تھے پاک در خاک آن عقیقہ کاشتہ ایم بروقت مقدر سبز خواہ شد) تحریر فرماتے ہیں انچہ از قصد خود و مردم خانہ بجانب شاہ جمال کاشتہ اند بشرط امن مبارک ست و تا رسیدن شما فقیر انشاء اللہ تعالیٰ بعد نماز یکے و گھڑی روز برآمدہ پیش از حلقہ یا بعد آں بجانب آں ستورہ شما متوجہ خواہ شد باید کہ ہر روز منتظر و متوقع فیض رو بایں طرف کردہ بعد نماز صبح بنشینند کہ محبت ایں عقیقہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ است انچہ دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں جان من سلامت باشی و دریں مدت مفارقت دو رقعہ شمارید و حوزہ جاں گردید باید دید کہ امکار با ما چہ میکند ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشیند بے ناغہ توجہ میدہم انکسی توجہ نگیرد زیادہ عمر و مزہ عمر باد انتہی ملخصاً انھیں مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے نسبت ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ میرسد و فقیر انیا زے خاص ما بجناب ثابت ست در وقت عروض عارضہ جہانی توجہ با حضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد انچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب شرح رباعیات میں اپنی یہ رباعی لکھی ہے۔

آنانکہ زادناں سہمی جہتند باجستہ او اہم ہوسند
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند

پھر اس کی شرح میں لکھا یعنی توجہ بارواح طیبہ شاخ در تہذیب روح و سر رفع بلوغ دارد انھیں شاہ صاحب نے ہجرات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا بارواح طیبہ شاخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا زیارت قبر ایشاں رود از آنجا انجذاب در پوزہ کند نفیسہ امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں لم یزل العلماء و ذو الحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و یتوسلون عنده فی قضاء حوائجہم و یرون نجر ذلك منهم الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانه جاء عنہ انه قال انی لا یتبرک با بھنیفۃ و اجمعی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین و جئت الی قبرہ و سألت اللہ تعالیٰ عنده ففقضی ساریا یعنی ہمیشہ سے علما و اہل حاجت امام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت دوائیوں کو بارگاہ آئی میں اُن سے توسل کرتے اور اس سبب سے فوراً مرادیں پاتے ہیں

اُن میں سے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرماتے ہیں میں ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تبرک کرتا اور اُن کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا اور اُن کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں کچھ دیر نہیں لگتی کہ حاجت روا ہوتی ہے (فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ یہاں محاکات غامضہ ہیں کہ اُن پر مطلع نہیں ہوتے مگر توفیق والے جب معلوم ہو گیا کہ حق جل و علا عز مجد کی طرف اُس کے محبوبوں سے توسل محمود و مقصود و سنت ماثرہ و طریقہ مامورہ اور ہنگام توسل اُن کی جانب توجہ دکار یہاں تک کہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا دعائیں قبلہ کی طرف موخہ کروں یا مزار مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف فرمایا ولم تصرف وجهک عنہ وهو وسیلتک و وسیلۃ ابیک آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام الی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعک اللہ تعالیٰ کیوں اپنا موخہ اُن سے پھیرتا ہے وہ قیامت کو تیرا تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں بلکہ انھیں کی طرف موخہ کرو اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ تیری درخواست قبول فرمائے) (اخر جہ الامام القاضی عیاض فی الشفاء وغیرہ فی غیرہ اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْتَعِیْزُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوةِ ط پھر کامل اکسیریہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جائے اسی طرف حق جل و علا نے قرآن عظیم میں ہدایت فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ أَذْلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَعْفُوا وَاللَّهُ فَاسْتَعْفَى لَهُمُ الرُّسُولُ لَوْ جَدَّ اللَّهُ تَوَابًا رَحِيمًا ۝ اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول اُن کے لیے استغفار کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں) سبحان اللہ خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گناہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر تم سے دعائے بخشش کریں اور قدیم و حدیثاً علما و صلحا اس آیت کریمہ کو زمانہ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کی حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا کیے اور اوقات زیارت میں بھی آیت کریمہ تلاوت کر کے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہے اس مضمون کی بہت روایات و حکایات موابہ لدنیہ و منج محمدیہ و مناقب النبوة و جذب القلوب الی دیار المحبوب و خلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ و غیر انصاف علی میں مذکور مشہور بعض اُن سے حضرت مقدم المحققین خدمت والدہ قدس سرہ الماجد نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں ذکر کر کے اس مسئلے کا اثبات فرمایا من شاء فلیتشرّف بمطالعۃ اسی طرح بہت غل مصنفان مناسک باب زیارت شریفہ مدینہ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں ثوابت ہوا کہ محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال اُن کی قبور کی طرف چلنا دونوں یکساں جیسا کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار فاضل الانوار کے ساتھ کیا کرتے اب یہ کہ گدائے سرکار قادر یہ اُس آستان فیض نشان سے دور و محو رہے گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے سیر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اُس سمت چل کر اُن چلنے والوں کی شکل بناتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث حسن میں ارشاد فرمایا من تشبہ بقوم فهو منهم جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں سے ہے (اخر جہ الطہرانی فی الاوسط عن حدیثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد حسن وان کان طریق ابی داود عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مالم یس بذلک ایک نکتہ تو اس چلنے میں یہ ہے ثانیاً توسل میں توجہ باطن ضرور اور ظاہر عنوان باطن ہدایہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب حالت قلب پر شاہد جو جس طرح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استقامتیں قلب روا فرمایا کہ قلب لباس قلب احوال

وکشف باس کی خبر سے شاہ ولی اللہ نے قول الجھیل میں قضائے حاجت کے لیے صلاۃ کن فیکون کی ترکیب لکھی جس کے آخر میں ہے کہ پھر پگری
اُتار سے آستین گلے میں ڈالے پچائش بار دعا کرے ضرور مستجاب ہو) اُس پر اُن کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں بعض واقعات
نے اعتراض کیا ہے آستین گردن میں ڈالنا کیونکر جائز ہوگا حالانکہ ادعیہ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب ردائینی چادر کا اُلٹنا
پلٹنا نماز استسقاء میں رسول علیہ السلام سے ثابت ہے تا حال عالم کابل بدل جائے تو اس طرح آستین گردن میں ڈالنا امر مخفی کے اظہار کے واسطے
یعنی تضرع کے واسطے حصول شفاعت گردش حال کے یا مقصود کے کیونکر ناجائز ہوگا۔ اتنی مترجمانہ ترجمۃ الملوسی خرم علی البلبھوری فی شفاء
العلیل ترجمۃ القول الجھیل میں کہتا ہوں جب آستین گلے میں باندھنا یا آنکھ طرق ماثورہ میں وارد نہیں اس وجہ سے کہ اُس میں تضرع مخفی کا
اظہار شدید ہے اگرچہ نفس اظہار گزر گزرنے کی صورت سے حاصل تھا جائز ٹھہرا تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا اس وجہ سے کہ اُس میں
توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے کیونکہ ناجائز ہوگا مثلاً ظاہر صلیح خاطر و لہذا جس امر میں جمع عزیمت و صریح الادوات کا اہتمام چاہتے ہیں وہاں اس کے
مناسب افعال و جوارح رکھے جاتے ہیں کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو اسی لیے نماز میں تلفظ بہ نیت بقصد جمع عزیمت علما نے
مستحسن رکھا کما فی المبسوط والہدایۃ والکافی والحلیۃ وغیرہا شاہ ولی اللہ ترجمۃ البالغہ میں لکھتے ہیں من جبلة الانسان انه
اذا استقر فی قلبه شیء جری حسب ذلك الارکان واللسان وهو قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی جسد ابن آدم مضغۃ
الحديث ففعل اللسان والارکان اقرب مظنة وخليفة لفعل القلب اور یہی سر ہے کہ کبیر تحریر کے وقت رفیع الدین اور تشہد میں
انگشت شہادت سے اشارہ مقرر ہوا شاہ ولی اللہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں الھیۃ المندوبۃ توجع الی معان منها تحقیق الخضوع کصفت
القدمین ومنها محاکاة ذکر اللہ تعالیٰ باصابعہ ویدۃ حد و ما یعقلہ مجتہد نہ کہ رفع الیدین والاشارۃ بالمسبحۃ لیکون بعض الامور
معاضد البعض الخ اہ ملخصاً اور اسی قبیل سے ہے دعائیں ہاتھ اٹھانا چہرے پر پھیرنا شاہ ولی اللہ تضرع کرتے ہیں کہ یہ افعال رغبت
باطنی کی تصویر بنانے کو ہیں کہ قلب اُس پر خوب متنبہ ہو جائے اور حالت قلب ہیأت بدن سے تائبہ پائے کتاب مذکور میں ہے اما رفع
الیدین وسمی الوجہ بہما قصور للربغۃ ومظاہرۃ بین الھیۃ النفسانیۃ وما یناسبہا من الھیۃ البدنیۃ و تنبیہ للنفس علی
تلك المحالۃ بعینہ ہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بتاتا اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے جیسا کہ اس عمل شریف
کے بجالانے والوں پر روشن گوئی مجرم بخبر باش ع ذوق ایں شے شناسی بخدا تا بخشی بہ رابعاً سنت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والتیمۃ
ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے اسی لیے جب ایک بار سفر میں آخر شب حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نزول فرمایا اور آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ آفتاب چمکا حضور نے وہاں نماز پڑھی اور سر ریا
اس جگہ شیطان حاضر ہوا تھا اپنے مرکبوں کو یوہیں لیے چلے آؤ پھر وہاں سے تجاوز فرما کر نماز قضا کی مسلم فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ قال عن سماع نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم نستیقظ حتی طلعت الشمس فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لیأخذ کل رجل برأس راحلته فان هذا منزل حضورنا فیہ الشیطان قال ففعلنا ثم دعا بالماء فتوضأ الحدیث یہاں بھی جب یہ
محتاج ذکر کست نماز پڑھ چکا اور اب وقت وہ آیا کہ جہت توسل کی طرف موٹ کر کے اللہ جل جلالہ سے دعا چاہتا ہے نفس نمازیں جو کست حضور
وغیرہ قصور سرزد ہوئے یاد آئے اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الہی میں تقصیر کرا دی ناچار ہٹتا ہے اور

پڑھا کہ جنت توجہ اس کے لیے اولیٰ وایسرینا وشمالاً انصراف میں ترک توجہ اور رجعت قمری بعد کی صورت اور اقبال نشان اقبال
نکان ہوا لختار خامسا خادم شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو باب دعا میں تفاوت پر بہت نظر ہے اسی لیے ہر قائل
میں قلب رد فرمایا کہ تبدیل حال کی فال ہو الدار قطنی بسند صحیح علی اصولنا عن الامام ابن الاصلام ابن الاصلام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہم عن ابیہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حول رداءہ للفقول الفطام امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں قالوا والتحول شرع تفاوت لا
تبعید الحال من الفطام الی نزل الغیث والخصب ومن ضیقت الحال الی سعتہ اسی لیے بدخواہی کے بعد جو اس کے دفع شرک دعا
تعلیم فرمائی ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے تاکہ اس حال کے بدل جانے پر فال حسن ہو مسلم و ابو داود والضحائی وابن ماجہ
عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً اذا رأى احدكم الرؤيا يكرهها فليبصق عن يساره ثلاثا وليسعد بالله من الشيطان
ثلاثا وليقول عن جنبه الذي كان عليه علامه مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں تفاوت لا بقول تلك الحال اسی لیے ہنگام استعنا پست دست
جانب آسمان رکھے کہ برچھانے اور باطن آنے کی فال ہو مسلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقى
فاشار بظهور كفيه الى السماء اشتمت اللغات شرح مشکوٰۃ میں ہے طبعی گفتہ این نیز برائے تفاوت است بقلب و تبدل حال مثل صبیغ وے
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در تحویل ردا اشارت بظہون سحاب بجانب زمین گرد و بریزد انچه در دست از امطار و اللہ تعالیٰ اعلم
اسی لیے علم نے مستحب رکھا جب دفع بلا کے لیے دعا ہو پست دست سوئے سا ہو گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا اور جوش بلا کو دباتا ہے
اشتم میں ہے گفتہ اند چون دعا برائے طلب و سوال چیزے از نعا بود مستحب است کہ گردانیدہ شود بطن کفہا بجانب آسمان و ہر گاہ کہ برائے دفع
و دفع فتنہ و بلا باشد پشت برائے دست بجانب آسمان کند از برائے اطفالے نائرۃ فتنہ و بلا و پست کردن قوت حادثہ و غلبہ آں اسی لیے دعا کے بعد چہرے
پر ہاتھ پھیرنا سنون ہو کہ حصول مراد و قبول دعا کی فال ہو گویا دونوں ہاتھ خیر و برکت سے بھر گئے اس نے وہ برکت اعلیٰ و اشرن اعضا پائل کی کہ اس کے
توسط سے بدن کو پہنچ جائے گی ترمذی و حاکم کی حدیث میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دفع یدہ
فی الدعاء لم یجعلہما حتی یجھما و جھہ علامہ عبد اللہ مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں تفاوت لا باصاۃ المراد و حصول الامداد اور حدیث حسن ابی داود
عن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دفع یدہ سمع وجھہ بید یہ کے نیچے کھا تفاوت لا و
تیا مناباۃ کفہ ملکتا خیمافافاض منہ علی وجھہ اور حدیث ابی داود و بیہقی عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سلوا اللہ بظہون الکفہم ولا تسلوہ بظہورہا فاذا فرغتم فامسحوا بھما وجوہکم کے تحت میں کھا تفاوت لا باصاۃ المطلوب
و تبرکایا یصل الی وجھہ الذی ہوا مشرف الی اعضاء و منہ یمس الی بقیۃ البدن فاقبل علی قاری نے حرز ثین میں فرمایا
لعل وجھہ انہ ایاہ الی قبول الدعاء و تفاوت لا بدفع البلاء و حصول العطاء فان اللہ سمیعہ یستجیب ان یرد ید عبد صفرا
خالیا من الخیر فی الخلاء والملاء اسی طرح صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقاصد شرع
پر لحاظ فرما کر خاص اُن کے موافق یہ چلنا مقرر فرمایا کہ نفی اعراض و عطاء قربت و حصول اغراض و اقبال اجابت کے لیے فال حسن ہو
واللہ تعالیٰ اعلم و سوا صحیح شریف میں بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ثابت کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و سلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اُس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے اور یہ نماز صلاۃ الکسوف تھی وذلک قوله (بعد ما وصف صلاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکسوف) ثم تأخر (یعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وتأخرت الصفوف خلفه حتی انقھینا (قال مسلم وقال ابوبکر یعنی ابن ابی شیبہ شیخہ حتی انقھی) الی النساء ثم تقدم وتقدم الناس معه حتی قام فی مقامہ فانصرف حین انصرف وقد اضت الشمس فقال (وقص الحديث حتی قال) ما من شیء توعد ونه الا وقد رأیتہ فی صلاتی هذه لقد جئ بالنار وذلکم حین رأیتونی تأخرت (وساق الخبر الی ان قال) ثم جئ بالجنة وذلکم حین رأیتونی تقدمت حتی قمت فی مقامی ولقد مددت یدی وانا اريد ان اتناول من ثمرها (الحديث مختصر) اسی طرح جب ارباب باطن واصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر روجہ توسل عراق شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انوار و برکات و فیوض و خیرات اُس جانب مبارک سے باہر ازل جوش و ہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں یہ بیتا باند ان خوشہ ہائے انگور جنات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے اور ان عزیز ہماؤں کے لیے رزم باجمال تلقی و استقبال بجالاتے ہیں سبحان اللہ کیا جائے انکار ہے اُس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات و خیرات کی طرف ساعت کئے۔

ان جنتکم قاصدا السعی علی بصری لمرافق حقا وای الحق ادیث

رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شفقہ لسان و اضطراب ارکان ہے و بس نسأل اللہ العفو والعافیۃ ہم اس امر جمیل میں اُن اہل بصائر کے طفیل ہیں ع و لا ارض من کأس الکرام نصیب جیسے نماز کہ اُس کے اکثر افعال و احکام اُن اسرار و حکم پرستی جو حقیقہ صرف احوال سنیہ اہل قلوب پرستی پھر عوام بھی صورت احکام میں اُن کے مشارک مثلاً نماز نہاری میں اخفا واجب ہو اور لیلیٰ میں ہجر کہ لیل آیت لطف ہے اور اُس کی تجلی لطیف اور نہار آیت تہری ہے اور اُس کی تجلی شدید پھر تجلی جہری تجلی ستری سے بہت قوی و گرم تہذیب تبدیل کے لیے تجلی تہری کے ساتھ تہذیبی تجلی رکھی گئی اور لطفی کے ساتھ گرم حمہ و عیدین میں باوجود نہایت حکم ہر ہوا کہ وجہ کثرت حاضرین انس حاصل اور دہشت زائل اور قلب بوجہ شہود خلق شہود تجلی سے قدرے ذاہل بھی ہوگا مہذا ایک ہفتہ کی تفصیلات جمع ہو کر حجاب میں گونہ قوت پیدا کرتی ہیں تو گلہ ہے اسے یہ معالجہ مناسب ہو جو اپنی حرارت سے اُسے گلادے جیسے اطباء خطوط دقیقہ دیکھنے سے منع کرتے اور نادراً بغرض قرین اُسے علاج سمجھتے ہیں اور کسوف میں گوجاعت کثیر اور وقفہ طویل ہے پھر بھی اخفا ہی رہا کہ وہ وقت تخویف تجلی جلال اور وقفہ طویل ہے ہجر نہ ہو سکے گا اسی لیے ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں اصلا قرات نہیں کہ یہ سبب عظیم و تجلی جلال تجلی شدید قرآنی سے جمع نہ ہو اور جو قرات کہتے ہیں وہ بھی ہجر نہیں رکھتے کہ شدت بر شدت بڑھ جائے گی۔ رشب کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کو چار سے زیادہ منع کہ سنت آئیم ہے تجلی ثیاف شیا و ارد کرتے اور ہر ثانی میں اول سے قوی بھیجتے ہیں تو تجلی گرم نہاری کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی اسی لیے ہر دو رکعت پر جلسہ طویل کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد واجب ہوئی کہ لطف جمال سے حظ اٹھائے اور پھلی رکعتوں میں قرات معات کہ تجلیات بڑھتی جائیں گی شاید دشواری ہو اور منفرد ہر جہر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت و ہیبت زیادہ جوتی ہے عجیب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اُسے اُس کے حال و وقت پر چھوڑنا مناسب رکوع و سجود میں قرات قرآن

ممنوع ہوئی کہ ان کی تجلی تجلی قیام سے سخت اشد دوسری تجلی شدید قرار مل کر افراط ہوگی نیز قعود میں قرات ممنوع ہوئی کہ وہ آرام دینے کے لیے رکھا گیا تجلی قرآنی کی شدت مل کر اُسے مقصود سے خالی کر دے گی اسی لیے رکوع کے بعد قنوت کا حکم ہوا کہ اس تجلی قوی سے آرام لے کر تجلی قوی کی طرف جانے ورنہ تاب نہ لائے گا اسی بنا پر بین السجدین اطمینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا کہ تجلی سجدہ ثانیہ اور اشد و اعظم ہوگی اشد برآمد کی توالی سے نبیان بشری نہ منہدم ہو جائے امام عارف باللہ عبد الوہاب شمرانی قدس سرہ الربانی میزان میں نقل فرماتے ہیں انہ وقع لبعض تلامذۃ سیدی عبد القادر حیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سجد فصار یضعل حتی صار قطرة ماء علی وجه الارض فاحذہا سیدی عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقطنۃ ودفنہا فی الارض وقال سبحن اللہ رجع الی اصلہ بالتجلی علیہ یعنی حضور پر نور تینا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مریدوں نے سجدہ کیا جسم گھٹنا شروع ہوا یہاں تک کہ گوشت پست ہڈی پسلی کسی شے کا نشان رہا صرف ایک بوند پانی کی زمیں پڑی رہ گئی حضور پر نور نے رفی کے پھوٹے سے اٹھا کر زمین میں دفن کر دی اور فرمایا سبحن اللہ تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا

قسمت نگر کہ کشتہ اشیر عشق یافت مرگے کہ زندگان بدعا آرزو کنند

سابقاً دیدہ انصاف بے غبار و صاف ہو تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے اُس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے جدائی مقصود ہو اُس سے کچھ گام دور ہونا بھی نافع و بکار آمد ہوتا ہے جب کمال قرب و بند میرن ہو طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے مستدرک میں بر شرط یحییٰ ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کل شیء یتکلم بہ ابن آدم فانہ مکتوب علیہ فاذا اخطا بالخطیئۃ ثم احب ان یتوب الی اللہ عزوجل فلیأت بقعة مرفعه فلیہن دیدہ الی اللہ ثم یقول اللہ انی اؤب الیک منہا لا ارجع الیہا ابدا فانہ یغفر لہ ما لم یرجع فی عملہ ذلک آدمی کا ہر قول اللہ لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اُسے چاہیے بلند جگہ پہنچے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہے اکی میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی اُدھر عود نہ کروں گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرما دے گا جب تک اُس گناہ کو پھر نہ کرے (توبہ کے لیے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع معصیت سے بُد اور محل طاعت و منزل رحمت یعنی آسمان سے قرب حاصل ہو جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ انتقال قریب آیا بن میں تشریف رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا وہاں تشریف لے جانا میرن ہوا دعا فرمائی کہ اُس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پر تاب قریب کرے بخاری سلم نسائی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ارسل ملک الموت الی موسیٰ علیہا الصلوٰۃ والسلام (فذکوا الحدیث الی ان قال) نسأل اللہ ان ید فیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ محجہ شیح محقق رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں دعائے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوں ترجمہ کرتے ہیں نزدیک گردان مرا ازان اگر چہ مقدار ایک سنگ اندازہ باشد ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سر دست عراق تشریف کی حاضری متذکرہ اندازہ قدم اُس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ مالا بدرت کلمہ لا یتروک کلمہ واللہ الحمد دقہ و جملہ یہی عدد دیا زہد کی تخصیص اُس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان اللہ تعالیٰ وترحب الوتر اللہ تعالیٰ طاق ہے طاق کو دوست رکھتا ہے قالہ النبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم رواہ اکامام احمد عن ابن عمر بسند صحیح والترمذی عن علی بسند حسن وابن ماجہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور افضل الاول والاولیٰ اور اولیٰ اولیٰ ایک ہے مگر یہاں تکثیر مطلوب اور اس کے ساتھ تیسیر بھی ملحوظ لہذا یہ عدد مختار ہوا کہ یہ افضل الاول کا پہلا ارتفاع ہے جو خود بھی و تراور شا بہت زوج سے بھی بعید کہ سوا ایک کے اس کے لیے کوئی کسر صحیح نہیں اور اس سے ایک گھٹا دینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے زوج محض ہے نہ زوج الا زوج کہ اس کے دونوں حصص متساویہ خود افراد ہیں بلکہ مخلوق پر وہ بعینہ ایک ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ بالغہ میں لکھتے ہیں الشرع لم یخص عددا الا لحکمہ ترجیح الی اصول الاول ان الوتر عدد مبارک لا یجاوز عنہ ما کان فیہ کفایۃ ثم الوتر علی مراتب وتریشہ الزوج کالتسعة والخمسة فانہما بعد اسقاط الواحد ینقسمان الی زوجین والتسعة وان لم تنقسم الی عددین متساویین فانہما تنقسم الی ثلثة متساویۃ وامام الاولاد الواحد وحید اقضت الحکمۃ ان یؤمر بکثر اخطار عدد ما یحصل بالترفع کا الواحد یترفع الی احد عشر اہم ملتقطا اس کے بعد فقیر گدائے سرکار قادر یہ غفر اللہ لہ کل ذنب و خطیہ نے سرکار غوثیت مدار سے اس عدد مبارک کے اختصاص پر بعض دیگر نکات جمیلہ عظیمہ جلیلہ پائے ہیں کہ بتوفیق اللہ تعالیٰ رسالہ مبارکہ انہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار میں ذکر کیے یہاں ان کا بیان زخمہ بر عود پسین گواں فمن شاء فلیرجع الی ذاک التحریر لایق واللہ سبحنہ ولی التوفیق و بیدہ از مۃ المحققین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وال و صحبہ اجمعین۔ بالجملہ اس نماز مقدس میں اصلا کوئی محدود شرعی نہیں اور خود کو فاسطریقہ دیانت و انصاف ہے کہ جو اہم حضور پر نور محی الملتئم مقیم اللہ ملاذ العلما معاذ العرفاء و آثر الانبیاء ولی الاولیاء متبع الارشاد و مرجع الافراد امام الائمہ مالک الازمہ کا شرف الغمہ لمجا آلامہ قلب الالعلم غوثنا الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه و جعل حوزنا فی الدارین رضاہ ارشاد فرمائیں اور حضور کے اصحاب اکابر انجاء قد ست اسرارہم و تمت انوارہم کہ بالیقین اعظم علما و اجلہ کلماتھے اُسے بجا لائیں اور طبقہ فطیئہ اولیاء و علمائے سلسلہ علیہ عالیہ قادر یہ روح ادواح اصحابا و آروی قلوبنا بناہل عباہا اُسے اپنا معمول بنائیں اور ثقات علما و کبار اولیاء اپنی تصانیف میں اُسے نقل و روایت کریں اجازتیں دیں اجازتیں لیں اور منکرین مکابرین کو اصلا قدرت نہ ہو کہ آیت و حدیث تو بڑی چیز ہے کہیں دو چار عمائد دین و فقہائے معتدین ہی سے اُس پر رد و انکار بے اعانت کذب و اختلاق و مکابرہ و شقاق ثابت کر سکیں یہی جمیل چیز جلیل عزہ نہ کہ محض اپنی ہوائے نفسانی و اصول بہتانی کی بنا پر بلحاظ اصل مذہب شرک قطعی اور فاعلوں مجوزوں کو معاذ اللہ شرک کہنہی اور بخوف اہل حق تسہیل امر کو ہارے جی سے صرف فاسق بدعتی بتائے اور انکار ارشاد سپہ الاولیاء و تفصیل تفسیق علما و عرفا کا وبال عظیم گردن پراٹھائیے و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵ اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ تابعین سے منقول نہیں صحابہ محبت و تقیم میں ہم سے زیادہ تھے ثواب ہوتا تو وہی کرتے اولاً وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہل سنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے علی الخصوص کتاب تطاب اصول الرشاد قطع مبانی الفساد و کتاب لا جواب اذا تہ الامام لما فی عمل المولد والقیام وغیرہما تصانیف لطیفہ و تألیف سنیہ حضرت تاج المحققین سراج المدققین حامی السنن مآخی الفتن بقیۃ السلف حجة الخلف فردا لا مائل فخر الا کا بردارث العلم کا بر اعن کا بر سیدی والدی حضرت

مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اعظم اللہ اجرہ و نور قبرہ و قدس سرہ و سرزقنا برہ و اعطاه المسرة و دواہ المضرة و کل معرة مجاہد المصطفیٰ وآلہ الشرفا علیہ و علیہم الصلاۃ و الثناء امین امین یا اهل التقویٰ و اهل المغفرة اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس بحث اور اس کے امثال کو ہر وجہ اجمال رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام بنی ہر نامہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین - وغیرہما اپنے رسائل و مسائل میں بقدر کفایت منفع کرچکا و الحمد للہ رب العالمین ثانیاً یہاں تو ان حالات کا کوئی محل ہی نہیں یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لیے کیا جاتا ہے اور اعمال مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت شاہ ولی اللہ ہوا مع میں لکھے ہیں اجتہاد و اختراع اعمال تصرفیہ راہ گشاہ است مانند استخراج اطبا نسخائے فرابادین را ایں فقیر معلوم شدہ است کہ در وقت صبح صادق تا اسفار مقابل صبح شستن و چشم را باں نور و وقتن و یا نور را گفتن تا ہزار بار کیفیت کلمہ راقوت میدہد و احادیث نفس رامی نشانہ اُسی میں ہے چند نوع از کرامت از بیچ ولی الاما شاہ اللہ منک نمی شود از آنجملہ ظہور تاثیر در اعمال تصرفیہ و تا غایہ بغیض او منتفع شوند اہ ملخصاً خود شاہ ولی اللہ اور اُن کے والد شاہ عبد الرحیم صاحب اور اُنکے فرزند ارجمند شاہ عبد العزیز صاحب نے ہر گونہ حاجات کے لیے صد ہا اعمال بتائے کہ تازہ بنے تھے یا آپ ہی بتائے جن کا پتا قرون ثلثہ میں اصلاً نہ تھا بعض اُن میں سے فقیر نے اپنے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین میں ذکر کیے اور خود اُن کی قول الجمیل ایسی باتوں کی حائز و کفیل جامع تر سینے شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انھوں نے جو اہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الباری کی سندیں اور اُس کے اعمال کی اجازتیں اپنے استاد علم حدیث مولانا ابوطاہر مدنی دمشقی محمد سعید لاہوری مرحومین سے حاصل کیں حدیث قال ایں فقیر خرقہ از دست شیخ ابوطاہر کردی پوشیدہ و ایشاں بعل انچہ در جو اہر خمسہ است اجازت دادند عن ابیہ الشیخ ابراہیم الکردی عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی عن السید صبیحۃ اللہ عن الشیخ وجیہ الدین علوی الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الگوالیاری و ایضاً البہا الشیخ ابوطاہر عن الشیخ احمد الذخلی بسندہ الی اخرہ و ایضاً فقیر سفر حج چوں بہ لاہور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جو اہر خمسہ دند خود بیان کردند و ایشاں دریں زمانہ یکی از اعیان مشائخ طریقہ احسنیہ و شطاریہ بودند و چوں کسی را اجازت میدادند اور اور دعوت رحمت نمی شود رحمہ اللہ تعالیٰ قال الشیخ المعصوم النفقۃ حاجی محمد سعید لاہوری اخذت الطریقۃ الشطاریہ و اعمال الجواہر الخمسة من السیفی و غیرہ عن الشیخ محمد اشرف لاہوری عن الشیخ عبد الملک بایزید الثانی عن الشیخ وجیہ الدین الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الگوالیاری انتہی حضرات منکرین ذرا مہربانی فرما کر جو اہر خمسہ پر نظر ڈال لین اور اُس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلثہ سے دیدیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر اُن اعمال کو بدعت و شرک ہی سے بچالیں جن کے لیے شاہ ولی اللہ جیسے سنی موصد محدثانہ بند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اُسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جو اہر خمسہ میں کیا لکھا ہے نا دعل ہفت بار یا سہ بار یا یکبار بخواند و اُن انیسٹ تا و علیا مظهر العجاائب تجددہ عونالک فی النوائب کل ہمد و غم سیغلی بولایتک یا علی یا علی یا علی

مسئلہ۔ قال اللہ تعالیٰ واذ اخذنا اللہ میثاق الذین اذنا الکتاب لتبییننہ للناس ولا تکتمونہ اور جب خدا نے عہد لیا ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی اُسے صاف بیان کر دیں گے لوگوں سے اور چھپائیں گے نہیں) اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملت نجدیہ ہداهم اللہ تعالیٰ الی الملة الخنفیة کہ جو لوگ ناد علی پڑھیں پڑھائیں سیکھیں سکھائیں اُس کی سندیں دیں اجازتیں لائیں اُس کے سلسلے کو سلاسل اولیاء اللہ میں داخل کر جائیں اُس کے حکم دینے والوں کو دلی کامل بتائیں اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ بتائیں ان میں بعض کو بلفظ نقد و ایمان مشائخ اور ان کی ملاقات کو بکلمہ دستبوس تبصیر فرمائیں انھوں نے غم و مصیبت درخ و آفت کے وقت یا علی یا علی کہنا اور رکھا یا نہیں اور اسے درد و غم بنایا یا نہیں اور غیر خدا کو خدا کا شریک فی العلم و شریک فی النقص نہ لایا یا نہیں اور وہ اس سبب سے مشرک کا فریب ایمان جہنمی ہوئے یا نہیں پھر جو ایسوں کو اپنا پیر جائیں عالم اُمت حامی سنت و قطب زمان و مرشد دوراں بانیں (جیسے جناب شاہ عبد العزیز صاحب) انھیں مقتدائے دین و پیشوائے سلیں بتائیں ان کے علم و افضال و عرفان و کمال پر پختہ دل سے ایمان لائیں (جیسے تمام اصاغردا کا بر حضرات و ہامیہ) انھیں سید الکمال و سید العلماء و قطب المحققین فخر العارف المکملین اعلمہم باللہ و قبلہ اور اب تحقیق و کتبہ اصحاب تدقیق و قدوہ اولیاء و زبدہ ارباب صفا بلکہ امام معصوم و صاحب وحی تشریفی ٹھہرائیں (جیسے میاں اسماعیل دہلوی) ان سب صاحبوں کی نسبت کیا حکم ہے یہ حضرات ایک مشرک جو شرک پسند شرک آموز کو پیر و پیشوا امام و مقتدا بنا کر سید العلماء و مقبول خدا بنا کر خود بھی کافر و مشرک و سخت عذاب الیم و ہلک ہوئے یا نہیں اور ان پر بھی مسئلہ الرضاء بالکفر کفر و مسئلہ من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر و حکم آئے کریم و من یتولہم فانہم منہم و حدیث صحیح المرء مع من احب جاری ہوگا یا نہیں بیٹو اتوجروا خیرہ تو جملہ معترضہ تھا پھر اصل بحث یعنی در بارہ اعمال تجدید و انحراف کی طرف چلے یہی شاہ ولی اللہ صاحب اسی انتباہ میں قضائے حاجات کے لیے ختم خواجگان چشت قدس اسرار ہم کی ترکیب بتاتے اور اُس کے آخر میں یوں فرماتے ہیں وہ مرتبہ درود خواندہ ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا سے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز بخواندہ باشد انشاء اللہ تعالیٰ و ہدایام معدودہ مقصود بحصول انجام مرزا مظہر جانجانا صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں دعائے حزب البحر و طیفہ صبح و شام و ختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرار ہم ہر روز بجمت حل مشکلات باید خواندہ دوسرے مکتوبات میں لکھے ہیں ختم خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد حلقہ صبح لازم گیرید مکتوبات آخر میں کہتے ہیں ختم حضرات خواجہ احمد ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز اگر بار بار جمع آئند بعد از حلقہ صبح براں موافقت نمایند کہ از معمولات مشائخ نست و فائذہ بسیار و برکت بشمار دارد اور مرزا صاحب موصوف کے معمولات رسمی معمولات مظہری سے اُس کی ترکیب یوں منقول اول دست برداشتہ سورہ فاتحہ یکبار بخواند الخ اخیر میں لکھا بعد ازاں از جناب خدا کے عزوجل حصول مطالب بتوسل ایس بزرگواراں باید خواست و تا سرانجام مقصود مدد و دست باید نمود الخ ان صاحبوں سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقہ قرون ثلثہ میں کہاں منقول ہیں ان میں کچھ ثواب یا تقرب الی اللہ کی امید ہوتی تو صحابہ ہی بجالاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فاتحہ شیرینی پر دلاتے والحمد للہ علی توضیح الحق مثالاً خیر صلاۃ الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے کہ بارگاہ بندہ اپنے حصول اعراض و دفع اعراض کے لیے پڑھتا ہے مزاج پُرسی ان حضرات کی ہے جو خاص امور ثواب و تقرب رب الارباب میں جو محض اسی نیت کے لیے جاتے ہیں

ہمیشہ تجدید و اختراع کو جائز سمجھتے اور ان محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں وہ کون شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز مرزا منظر جانناں شیخ مجدد الہ ثانی مولوی انجیل دہلوی مولوی خرم علی بھوری وغیرہم جنہیں منکرین بدعتی و گمراہ کہیں تو کس کے ہو کر رہیں خود شاہ ولی اللہ قول انجیل میں اپنے اور اپنے پیران مشائخ کے آداب طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں لم یثبت تعین الاداب والاعمال الا شغال یہ خاص آداب و اشغال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوئے) شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیہ قول انجیل میں فرماتے ہیں اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات و ہماآت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے جن کو مرد صافی الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے (الی قول) تو اس کو یاد رکھنا چاہیے انتھی بدو حجة البھوری مولوی خرم علی صاحب بصف نصیحة المسلمین اسے نقل کر کے لکھتے ہیں یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعات سید نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں انتھی اور سنیے اسی قول انجیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی کہ ثالثھا الرابطة بشیخہ فاذا صحبہ خلی نفسہ من کل شیء الا محبته وینظر لما یفیض منہ واذ اغاب الشیخ عنہ یخیل صورۃ بہن عینیہ بوصف المحبة والتعطیۃ فقید صورۃ ما تقید صحبته اھ ملخصاً یعنی تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اُس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے اور فیض کا منتظر ہو اور جب شیخ غائب ہو تو اُس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے جو فائدے اُس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی) شفاء العلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا جاتا ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ تر قریب ہے انتھی اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیک بت پرستی بتائیں مرزا منظر صاحب نے اگرچہ کتاب وسنت کو طرق حادثہ سے افضل مانا اور بیشک ایسا ہی ہے مگر ان کے بھی مباح و مفید ہونے کی تصریح فرمائی مکتوبہ میں لکھتے ہیں ذکر جہر باکیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات باطوار معمولہ کہ در قرون آخرہ رواج یافتہ از کتاب وسنت ما خوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدعہ فیاض اخذ نمودہ اند و شرع ازاں ساکت است و داخل دائرہ اباحت و فائدہ در آن محقق و انکار آن ضرور ہے اور سنیے مکتوبہ میں ہے اگرچہ از مصحف مجید فال زون در حدیث شریف نیامدہ اما ممنوع ہم نیست اگر کسی زند مضایقہ ندارد انھیں کے ملفوظات میں ہے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ طریقہ نو بیان نمودہ و مقامات و کمالات طریقہ خود بسیار تحریر فرمودہ و دلائل مقامات بیج شہ نیست کہ باقرار ہزاراں علماء و عقلا بتواتر رسیدہ اھ ملخصاً اسی میں ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ طریقہ جدیدہ بیان نمودہ اند و در تحقیق اسرار معرفت طرز خاص دارند مثل ایشان در محققان صوفیہ کہ جامع اند در علم ظاہر و باطن و علم نو بیان کردہ اند چند کس گزشتہ باشند اھ ملخصاً یہاں انجیل دہلوی عراطہ المستقیم میں لکھتے ہیں اشغال زمانہ ہر وقت دریا طاعت ملائم ہر قرن جدا جدا ہے باشند و لہذا مختلف ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کو ششہا کردہ اند بنا علیہ صلوٰۃ و ید وقت چنان اقتضا کر دے کہ یک باب از کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب این وقت است تعین کردہ شود و انہاب خدا جلنے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے اور انھیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کیلئے کیے جاتے ہیں نئی نئی باتیں جو

لے اقول یہ جناب مرزا صاحب کا خیال تھا صحیح یہ ہے کہ قرآن عظیم سے قال کھوں منع ہے حدیقہ نہ یہیں ہے قال والدی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی شرح الدرر و فی کتاب القحفۃ اخذ الفال من المعصمت مکوہ کذا ذکرہ (القہستانی یعنی کواہۃ التحریم الخ ۱۲ منہ دام ظلہ

قرآن میں نہ حدیث میں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں نکالنی اور عمل میں لانی اور اُن سے امید وصول الی اللہ رکھنی کس نے جائز کی مسئلہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سئل عن علم فکتمہ الجحیم اللہ یوم القیمۃ بلجام من نار اخرجہ احمد و ابوداؤد والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والحاکم وصحیحہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے کوئی علمی بات پوچھی جائے وہ اُسے چھپائے اللہ تعالیٰ روز قیامت اُسے آگ کی لگام دے) اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسمعیلیہ ہدھم اللہ تعالیٰ الی الشریعۃ الحقۃ الابراہیمیۃ کہ دین خدا میں ایسی نئی باتیں نکالنا اور یہ اقرار کر کے کہ کتاب و سنت سے ان کا ثبوت نہیں اُن پر عمل کرنا اور انھیں موجب ثواب و قرب رب الارباب سمجھنا بدعت سیدہ شیعہ ہے یا نہیں اور یہاں حدیث من احدث فی امرنا مالیس منه فهو راد و حدیث کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار و حدیث شاکل امور محدثا تھا و حدیث اصحاب البدع کلاب اهل النار وارد ہوں گی یا نہیں اور جن صاحبوں نے یہ باتیں ایجاد فرمائیں آپ کیس اوروں سے کرائیں کتابوں میں لکھیں زبان بتائیں حسب تصریح تقویۃ الایمان اُن کے اصل ایمان میں خلل آیا یا نہیں اور وہ بدعتی فاسق مخالف سنت قرار پائے یا نہیں اور اُن سے بھی کہا جائے گا یا نہیں کہ صحابہ ثواب و حسنات پر تم سے زیادہ حریص تھے بھلائی ہوتی تو وہی کر جاتے اور میان بشر قنوجی یہاں بھی ہیأت عبادات کو توقیفی بتائیں گے یا نہیں پھر جو لوگ ان صاحبوں کو امام و پیشوا جانتے اور ان کی مدح و ستائش میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں جیسے شاہ ولی اللہ مداح و معتقد مرزا مظہر صاحب اور شاہ عبدالعزیز و صاف و مرید شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسمعیل غلام و بادشاہ ہرودشاہ صاحب اور تمام حضرات و ہابیرہ داعین و معتقدین جمیع صاحبان مذکورین) ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے آیا بحکم حدیث من و قر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام یہ سب کے سب قصر اسلام کے ڈھانے والے ہوئے یا نہیں یا یہ احکام صرف مجلس میلاد وغیرہ انھیں امور کے لیے ہیں جن میں محبوبان خدا کی محبت و تنظیم ہو باقی سب حلال و طیب اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے کہ تصور برزخ کو اتنا پسند کیا کہ اُسے سب سے زیادہ قریب تر راستہ خدا کا بتایا اور مولوی خرم علی صاحب نے اُسے نقل کر کے مسلم رکھا یہ دونوں صاحب مع اصل کاتب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب پھر ان صاحبوں کے معتقدین و مداح سب کے سب مشرک و مشرک پرست ٹھہرے یا نہیں یا یہ حضرات احکام شرع سے مستثنیٰ ہیں اور تقویۃ الایمان و تذکیر الاخوان وغیرہما کی آیتیں حدیثیں صرف مؤمنین اہل سنت کو جو خاندان عزیزی سے نہ ہوں معاذ اللہ مشرک بدعتی بنانے کے لیے اُتری ہیں۔ بینوا تو جروا۔ سچے اللہ ان صاحبوں کے یہ احدث و اختراع سب مقبول ہوں اور ناجائز و بدعت ٹھہرے تو وہ تازہ جو حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصائے حاجات کے لیے ارشاد فرمائی ع میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا: حق جل علاہ مسلمانوں کو نیک توفیق بخشنے اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعت نہ کرے خصوصاً حضور سیدہ المہربین مطلوب الملوہین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم جمعین آمین۔ یہ ہے جو اس گمراہ سرکار فیض باری قادریہ پر برکات و نعمات حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائض ہوا ع مگر قبول افتد زہے عز و شرف بگڈ لے مینوا فقیر نام سزا اپنے تاجدار عظیم البجود عظیم العطا کے لطف بے منت و کرم بے علت سے اس صلے کا طالب کہ عفو و عافیت و حسن عاقبت کے ساتھ اس دارِ ناپائیدار سے رخصت ہوتے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزیز پسر بتول زہرا کے تحت جگر علی مرتضیٰ کے ذمہ نظر

حسن و حسین کے قرۃ بصر محی سنت ابی بکر و عمر صلی اللہ تعالیٰ علی الحبيب و علیہم وسلم یعنی حضور غوث صمدانی قطب ربانی و اہلب الآمال و معطی الامانی حضور پُر نور غوث اعظم قطب عالم محی الدین ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه و جعل حرزنا فی الدارین رضاه کی محبت و عشق و عقیدت و اتباع و اطاعت پر جائے اور جس دن یوم ندو کل اناس بامامہہ کا ظہور ہو یہ سرا یا گناہ نہ ہو اوائے بکس پناہ سرکار قدرت ظل اللہ جگہ پائے فان ذلک علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شیء قدیر بحمد اللہ وقع الفراغ من تسویدہ لثمان خلون للفقہ الزہر من شہر سیدنا الغوث الفاخر اعنی شہر ربیع الآخر فی ثلثہ مجالس من ثلث غدوات عام الف و ثلث مائتہ و خمس من ہجرتہ سید الکائنات علیہ و علی آلہ و ابنہ الوارث لمجدہ و کمالہ افضل الصلوٰت و اکمل التسلیمات و اذکی البقیات و انی البرکات امین امین و الحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

ازہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار

۵ ۰ ۳ ۱ ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شکرا لک یا من بالتوسل الیہ یغفر کثر الذنوب و حمد لک یا من بالتوکل علیہ یجبر کسر القلوب : اسألك ان تصلى وتسلم وتبارک على سراج افقك و ملجأ خلقك و افضل قائم بحقوقك و المبعوث بتيسيرك و رفقك و رحمة للعلمين و شفيعا للمذنبين و اما نا للخائفين و ليس الالبائسين و لبشرى للارثسين و محمد بن النبی الرؤف الرحيم و الجواد الکريم و العلی العليم و الغنی المحي الحکیم الحلیم و مصحح الحسنات و مقيل العثرات و قاضی الحاجات و اهاب المراتب و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ الطاهرين و واصحابہ الظاهرين و وازواجه الطيبات امهات المؤمنین و اولیاء امتہ الکاملین العارفين و وامناء ملتہ الراشدين المرشدين و لاسیما علی هذا الفرد الفريد و الغوث المجید و الغوث الجید و واهب النعم و سالب النقم و کاسب العدم و صاحب القدم و جود الجود و کرم الکرم و ملاذ العرب و معاذ العجم و مناح العطايا و مناع الرزايا و القطب الربانی و والغوث الصمدانی و سیدنا و مولانا ابی محمد عبد القادر الحسنى الحسینی الجیلانی و رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه و جعل حرزنا فی الدین : امین امین یا ارحم الراحمین و واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و واشهد ان محمدا عبده و رسوله بالرحمة ارسله و صلوات الله و سلامه علیہ و علی کل محبوب و مرضی لہ و اما بعد فقد سألتی الفاضل کمال و جمیل الشائل جامع الفضائل و الفخر الجسیم و الشرف العظیم و مولانا الشاہ محمد ابراہیم و القادری المدرسی الحمید ربانی

جعله الله من اولى الايادى : وحفظه من شر الاعادى : اجازة الصلاة الغوثية : المباركة المرضية : المعروف عندنا
 بصلاة الاسرار : المجيبة موار القضاة الاوطار : ودفع الاشرار : تحسين ظن منه بهذا العبد الظلام : الكثير الاثام : بالفقير
 الازل : المحقير الازل : عبد المصطفى احمد رضا : المحمدى السنى الحنفى : القادري البركاتى البريلوى : لطف الله به :
 وعفان ذنبه : واصلم عمله : وحقق امه : مع انى لست هنالك : ولا اهلا لذلك : لكنى اجبته بالاقتياد : واجزته
 بالمراد : رجاء البركة لى وله فى الدنيا والاخرة : ان ربنا تعالى هو اهل التقوى واهل المتعة : كما اجازنى بهاسيدى وملاى
 ومبندى ومأوى : شينى ومرشدى : وكزى وذخرى ليومى وعدى : تاج الكاملين : سراج الواصلين : حضرة السيد
 الشاه ال الرسول الاحمدى : الماهرى : رضى الله تعالى عنه بالرضى السمرمدى : بحج روايته لها واجازته بها
 عن شيخه الاجل : وعنه الاجل : الامام الكامل : والكرم الاشمل : والقمر الاجمل : فرد عصاة : وقطب دهره :
 ذى الفيض العظيم والفضل المبين : حضرة ابى الفضل شمس الملة والدين : السيد الشاه ال احمد اچھميان
 الماهرى : رضى الله تعالى عنه بالرضوان الابدى : عن ابيه العريث : النبى الغطريف : البحر الطمطم : والحبر
 العمصام : ذى الفناء والبقاء : والوصول واللقاء : حضرة السيد الشاه حمزة العيى الماهرى : عليه
 الرضوان الدائم من العلى القوى : بسند المسلسل كابر عن كابر : عن الحضرة الرفيعة : والسدة المنيعة : مرجع
 البرية : الحضرة القادرية : على حضارها وخدا امهارضوان القادر : فان اصلها ما تور بطرق عديدة : عن الحضرة
 المجيدة : كما ذكره العلماء منهم الامام ابو الحسن نور الدين على بن جرير اللخنى الصوفى الشطنوفى فى بحر الاسرار والامام
 الاجل عبد الله بن الاسعد البافى الشافعى الفاضل على بن سلطان محمد القارى الهروى الملى والشية المحقق شيخ شيخ علماء الهند
 عبد الحق بن سيف الدين المحدث الدهلوى وغيرهم رحمة الله تعالى عليهم اجمعين انه قال سيدنا ومولانا الغوث
 الاعظم رضى الله تعالى عنه من توسل بى فى شدة فرجت عنه ومن استغاث بى فى حاجة قضيت له ومن صلى
 بعد المغرب ركعتين ثم يصلى ويسلم على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ثم يخطو الى جهة العراق احدى عشرة خطوة
 يذكر فيها اسمى قضى الله تعالى حاجته قلت وفرجت وقضيت تحتلان صيغة المجهول لواحدة غائبة وصيغة المعلوم
 للواحد المتكلم وعلى هذه ترجمة الشاه ابى الملعالى رحمه الله تعالى فى التحفة القادرية وايا ما كان فالاحاصل واحد اولهما
 تحتل الحقيقة الباطنة الذاتية والظاهرة المستفادة والاخرى متعين للاخير والمرجع ما ذكره رضى الله تعالى عنه اخرا

له بعب ان يعلم ان ليس يابن جضم الذى تكلم فيه الذهبى على دابع الصوفية اقلام فى الميزان فانه مقدم على سيدنا الغوث الاعظم رضى الله تعالى عنه زمان وهذا ماصر الذهبى
 وبينه وبين سيدنا واسطغان صحب الولى اباصالح قاضى القضاة نصر صحب اياه سيدى عبدالرزاق صحب اياه سيدنا الغوث الاعظم رضى الله تعالى عنه وقد وصفه الذهبى نفسه فى
 طبقات القراء بالامام الاوحد وكذلك الامام الجلال السيوطى فى حسن المحاضرة للنسبة الذهبى كتاب بهجة الاسرار الى ذلك فان كان ايضا كتاب رسمه هذا فذلك والا
 فاشبهه عظيم واجب التنبية : وهى التى تبث بالغات من دون عطاء والا الاستدلال الى جبل وهذا يخص بعضات الشد سمحة وتعالى فحسب : وهى التى حصلت بالخطا
 ولا ثبوت لها الا بالاجل وكذا جميع صفات المتكلمون كالعلم والقدرة والعطاء والعون حتى الوجود

بقوله قضى الله تعالى حاجته ان الى ربك المنتهى ثم ان لما يخاف قد ست اسرارهم ورحمنا الله تعالى بهم في هذا الصلوة
طريقتين صغيرى وكبرى والمعول عندنا الا سهل الا شمل من حيث السو غ كل احد من دون الاختصاص بالقائمين في
مجالى الشهود الهائمين في فيا في الوجود هي الطريقة الا نيقة الصغرى صفتها بحيث يكون كالشرح لللفظ الكريم ويتضمن
مختارات هذا العبد الا تميم ان من عرضت له حاجة دينية او دنيوية صلى بعد صلاة المغرب بسنة اركعتين
من غير فريضة نادى صلاة الا سار تقربا الى الله تعالى وهدية لروح سيدنا الغوث الاعظم رضى الله تعالى عنه وان
جدد لهما الوضوء فهو وضوء وقد عهدنا ذلك من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في صلاة الحاجة والا فهو بسبيل من
الرخصة فان توطأ فليحسن وضوءه هكذا امر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ذلك المكفوف بصره واحب الي ان يقدم
صدقة فانها اسراع في الانجاح واسد لا بواب البلاء وقد امر الله تعالى من يتاجى رسوله ان يقدم ما بين يدي فجو لهم
صدقة فنجوى الله تعالى احق مع ان هذه الصلوة تشتمل على نجوى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ايضا والوجوب وان
لشجوة من الله تعالى فلا مرية في الاستحباب هذا ويقف فيها بعد الفاتحة ما تيسر من القرآن فان قرأ الاخلاص احدى
عشرة مرة فهو احسن حتى اذا سلم حمد الله تعالى واثنى عليه بما هو اهل له والافضل الصيغة الواردة عن النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم فانه لا يقدر احد ان يحمد الا احد كحمد احمد صلى الله تعالى عليه وسلم ومن احسنها اللهم ربنا لك الحمد
حمد كثير اطيبا مبركا فيه كما تحب ربنا وترضى ملا السموات وملا الارض وملا ما شئت من شئ بعد ومنها اللهم لك الحمد
حمد دائما مع دوامك ولك الحمد حمد اخالدا مع خلودك ولك الحمد حمد الامنته له دون مشيتك ولك الحمد حمد دائما
لا يريد قائله الارض لك الحمد حمد اعد كل طرفه عين وتنفس كل نفس ومنها اللهم لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك
وعظيم سلطانك ومنها اللهم لك الحمد شكرا ولك امن فضلا ومنها اللهم لك الحمد كما تقول وخيرا مما نقول الى غير
ذلك مما وردت به الاحاديث فليجمعها اوليكفت ببعضها ويعجبني ان يحفظها بقوله اللهم لا احصى ثناء عليك انت كما
اشئت على نفسك فانه من اجمع حمد واوسع ثناء عليه سبحانه وتعالى ومن لم يحسن من ذلك شيئا فليقل الحمد لله
تثا او ليقراء الفاتحة او اية الكرسي بنية الثناء فلا يحجب ثناء افضل منها ثم يصلى ويسلم على النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم احدى عشرة مرة اذ لا يستجاب دعاء الا بالصلوة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم واما بالسلا حرازا
للفضلين واحترارا عن الخلف فان من العلماء من كره الافراد ثم العبد يختار هذا الصلوة الغوثية المروية عن سيدنا

له الافضل الاسرار من القرن وهي تقى مصارع السوء كما في الحديث وفضائلها اكثر من ان تحصى والاحسن ان تصدق بزومين بفضل ذلك ورد حديث وفسان وجان
وخران زوجان ومن لم يجد فردحتان زوجان والودعة خر عمره ١٢ سنة كقول اللهم لك الحمد جدا الى ان تفك ويكافى في مزرك كركم وقوله اللهم لك الحمد ان تيمر السنون والارض من
فمن ولك الحمد انك السموات والارض ومن فيهن ولك الحمد انك السموات والارض ومن فيهن ولك الحمد وقوله اللهم لك الحمد في بلائك وصنيعك الى خلقك ولك الحمد في
بلائك وصنيعك الى اهل بيوتنا ولك الحمد في بلائك وصنيعك الى انفسنا خاصة ولك الحمد بما هدقنا ولك الحمد بما اكرمتنا ولك الحمد بما سترتنا ولك الحمد بالقرآن ولك الحمد بالاهل
والمال ولك الحمد بالعبادة ولك الحمد حتى ترضى ولك الحمد اذا رضيت يا اهل التقوى يا اهل المعرفة الى غير ذلك من صيغ كثيرة ١٢ من

الغوث الاعظم رضي الله تعالى عنه وهى اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد معدن الجود والكرم وآله وسلم والعبد
يقولها هكذا اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد معدن الجود والكرم وآله الكرام وابنه الكريم وامته الكريمة يا
اكرم الاكرمين وبارك وسلم ثم ليتوجه بقلبه الى المدينة الطيبة وليقل احدى عشرة مرة يا رسول الله يا بنى الله اغثنى
وامددنى فى قضاء حاجتى يا قاضى الحاجات ثم **يخطو الى جهت العراق** وهو من بلادنا بين الشمال والمغرب افاده سيدى
حمزة رضي الله تعالى عنه وهى ايضا جهة المدينة المنورة وكر بلاء والعبد الضعيف قد استخرج جهة حضرة بغداد من بلدتنا
بريلى بالمؤامرة البرهانية على ان عرضها **١٢٠** وطولها **١٢٠** وعرض بريلى **١٢٠** كا وطولها **١٢٠** الرغاء الانحراف الشمالى
اعنى من نقطة المغرب الى نقطة الشمال **١٢٠** فيستخرج خط الزوال ويقوم عليه عمود الى المغرب ويدبر عليها قوسا
بجعل راس القائمة مركزا فيجتزئها **١٢٠** ويصل خطا بين الراس والخمس الاول مما يلي المغرب فهذا الخط هو سمت

حضرة بغداد  اما المدينة الكريمة فاربع درج اعنى نحو من نقطة المغرب الى الشمال على ما استخرجت
بعده طرق برهانية احد عشر خطوة معتدلة متعاقدة فانه المتبادر من الكلام لا ما يفعله بعض العوام من
انهم لا يرفعون قدمهم ولا يخطون خطوة وانما يتقدمون كل مرة نحو ثلاث اصابع او اربع فليس هذا من الخطوة في شيء
وانما امرنا بالخطا فالعدول عنها بدون ضرورة عين الخطا نعم ان كان في مضيق لا يجد مساعا للخطوات المعهودة ولا
الخروج الى مندوحة فليأت بما استطاع واشد شناعة من هذا ما رأيت بعضهم من انه يصلي ركعتين حتى اذا
كان في اخر قراءة الاخرى انخوف الى العراق فتخطي ثم عاد الى مكانه فوجه نحو القبلة واتم الصلاة ولا يدري المسكين
ان هذا مع مخالفته للوارد مفسد لصلاته وابطال العمل حرام ثم النفل يجب بالشروع فيلزمه القضاء وهو لا يريد
ولا يدري به فيا ثم مرتين ومثل هذا وورد في الحديث المتعبد بغير فقه كالحمار في الطاحون واكثر اثما منه شيخي الذي
علمه هذا ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم هذا اوليكن عند التخطي على هيئة الهيبة والخضوع والادب
والخشوع وانا احب ان يتخيل كانه حاضر في بغداد ومرفوعة رضى الله تعالى عنه بين عينيه وهو راقد فيه مستقبل
القبلة الكريمة والعبد يعتمد كومه فيريد ان يتقدم اليه اذ يعثر به الحياء من قبيل المعاصي فيقف حيرانا كانه يستأذن

سأله أعلم أن لفظة رتبة ما دولتنا من زيادات الفقير على ما بلغنا عن مشايخنا وقد زاد أمير المؤمنين عمداً ابنه عبد الله رضي الله تعالى عنه على تلبية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأما زيادة العلم وزيادة السيادة في الصلاة كما في الدر المختار فكيف في غيرها وقصته التركية في قراءة دلائل الخيرات معلومة والولاية مثل السيادة ١٢ سأل ثلاثة وثلاثون درجة وثلثون ١٣ سأل أربع واربعون درجة وثلاثون دقيقة ١٤ سأل ثمان وعشرون درجة واحدة وعشرون دقيقة ١٥ سأل تسع وسبعون درجة وسبع وعشرون دقيقة هن قرئ من عهد لندن ١٦ سأل ثمان عشرة درجة ومثلها الدقائق ١٧ سأل أقصر على التخميس لعدم الحاجة إلى تدقيق الدقائق مع ما فيه من الدقة ١٨ سأل في صفة هذه الصلاة عن رتبة النوف ١٩ سأل رضي الله تعالى عنه كما سمعت ٢٠ سأل لأن الشيء عمل كثير ٢١ سأل الإبطال حاضر الوقت ٢٢ سأل ترك القضاء يظهر عند الموت والعياذ بالله تعالى ٢٣ سأل أخرج أبو نعيم في الحديث عن وأئمة بن الأصبغ رضي الله تعالى عنه ومثله قول علي كرم الله وجهه تكلم ظهري أشان جاهل متشكك وعالم متشكك سألى الله العفو والعافية ٢٤

وليس تشفع اليه رضى الله تعالى عنه بسعة جوده وببشرى مقاتله أن لم يكن مريدي جيد افا ناجيد فبينما هو كذلك وهو رضى الله تعالى عنه ينظر اليه ويعلم فقره وحياءه اذ يهيج الكرم العميم فيشفع للعبد الاثيم فكانه رضى الله تعالى عنه يقول اذنت لهذا الفقير المضطرب يخطو الي تلك الخطوات ويبين كرفيها السعي ولا يخشى المعاصي عندي فاني انا ضميمته وكفيل مهماته في الدنيا والاخرة فينشط العبد ويتقدم على اقدام الوجد قائلا على كل خطوة يا غوث الثقلين ويا كريم الطرفين فانه رضى الله تعالى عنه حسنى الاب حسيني الام اغثنى وأمددني في قضاء حاجتي يا قاضي الحاجات ثمليدع الله سبحانه وتعالى متوسلا اليه بمجاه سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم ثم مجاه ابنه هذا السيد الكريم غوثنا الاعظم رضى الله تعالى عنه وليا راع آداب الدعاء المذكورة في كلمات العلماء كالحصن الحصين وغيره ومن احسن من فضلها وجمع شتاها مقدام المحققين امام المحدثين العالم الرباني سيدي ووالدي قدس سره الزكي في كتابه الشريف احسن الوعاء لآداب الدعاء وقد خصها بتفصيصا حسنا في باب الحج من كتابه المستطاب جواهر البيان في اسرار الاحكام وليهيبا بيا رحم الراحمين ثلثا فان من قاله ناداه ملك موكل به ان ارحم الراحمين قد اقبل عليك بوسيط يد مع السموات والارض يا ذا الجلال والاكرام فانه اسم الله الاعظم على قول وكذا السبيح سيدنا ذي النون على نبينا الكريم وعليه الصلاة والسلام وليختمه بأسمين ثلثا فانه خاتم الدعاء ومما خص الله تعالى به هذه الامة المرحومة وبالصلاة والسلام على خاتم النبيين والحمد لله رب العلمين ليكون الهدى وختم كلامها بالصلاة على واهب الصلوات صلى الله تعالى عليه وسلم فان الدعاء طائر والصلاة جناحه فذلك يتم الجناحان ولان الصلاة عليه الصلاة والسلام مقبولة لاشك فاذا استجيب الطرفان فالله تعالى اكرم من ان يدع ما بينهما وليكن الدعاء وترا فان الله وتر يحب الوتر وليصل بعد كل مرة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فانه لم ير شي اجلب للاستجابة من الصلاة والسلام على هذا النبي الكريم عليه وعلى آله افضل الصلاة والتسليم وليجتهد ان يخرج دمة فانها علم الاجابة فان لم يربك فليتبناك فمن تشبه بقوم فهو منهم ثم المختار عندي ان يبقى حين الدعاء ايضا كما هو مستقبل الجهة العراقية فاها كما

له اخراج الامام الشافعي روح الله تعالى في روحه في بجمه الاسرار عن الشيخ القدوة ابي الحسن علي القرشي قال قال سيدي الشيخ محي الدين عبد القادر الجيلاني رضي الله تعالى عنه عطينت سجدة بالبصرة في اسماء اصحابي ومريدي الى يوم القيمة وقيل لي وهو الكرم وسألت انك خازن النار هل عندك من اصحابي احد فقال لا وعزة ربي وجلاله ان يري علي مريدي كالمسا على الارض ان لم يكن مريدي جيدا فانا جيد في عزة ربي وجلاله لا برحت قدماي من بين يدي ربي حتى يفلت بي ويكلمني الى الجنة اه والحمد لله رب العالمين الكرم عظيم والرجاء عظيم ١٢ منه صلى الله عليه واله الزاوي ابا عبد الله هرايتم الزاوي هرايتم السنين ما هي الفتن العالم الفاضل الكامل الحاج الزاوي جامع الفوائد مولانا المولوي محمد تقى علي خان الحنفي السني الحنفي القادي البركاني البريلوي اجل خلفا حضرة شيخنا ومرشدنا بحر الرحمة مولانا النعمة حضرة السيد الشاه آكل الرسول الاحمدى الماراهري قدس الله تعالى سرهما وافاض عليهما بزمهما ولد رحمه الله تعالى ستمل رحمت الله ونشأ في بحر العلم والعرفان تفقه على ابيه الفاضل الاجل العارف الاكمل مولانا المولوي محمد رضا علي خان قدس سره وصنف تصانيف جليلة تأقت خمسة وعشرين من اجملها كتاب الكافي في الفقه الذي لم يشدني بابه والتفسير الكبير لسورة الانشراح ورسود القلوب سنة ذكر المحبوب واصول الرشد لفتح مباني الفساد واذا قد الامام المانع على المولد والقيام وغير ذلك توفي سنة ١٢٩٥ هـ رحمه الله تعالى رحمة واسعة

امعناك حجة الشفعاء الكرام ولا عليه ان لا ينفخ الى القبلة وقد سأل ابو جعفر المنصور ثاني الخلفاء العباسية عالم المدينة مالك بن انس رضى الله تعالى عنه يا ابا عبد الله استقبل القبلة وادعوا ما استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله عز وجل يوم القيمة بل استقبله واستشفعه فيشفعك الله تعالى اه فسن فعل ذلك موقفا بقلبه غير مستعجل من ربه يقول دعوت فلم يجب لي قضي الله تعالى حاجته ما لم يدع باثما وقليلة رحم ففذه صفحتها واللفظ الكريم مكتوب فيها بالحبرة وما عليه خطا حذر ففو الذي بلغنا عن مشايخنا قد ست اسرارهم وما دون ذلك فهو من هذا العبد الا نتم غفر الله تعالى له وليعلم العارف ان ما ذكرته لا يركن الى خلاف لذرة من الكلمات العلية ولا فيه عليها زليخة اجنبية وانما هو تصريح مطوى او توضيح منوى او تبين مجمل او تعيين افضل معتمدا في ذلك على احاديث كثيرة اشترت اليها في جمل لسييرة يعرفها الماهر كالشمس في فيءه ويسر الغافل كأن لم يكن شئ فجاءت بحمد الله عروسا مليحة مكشوفة النقاب عن عوارضها الصبيحة بحليتها حليتها ثم اجلتيها فالحمد لله اولا واثرا وباطنا وظاهرا والمامل من لطف مولانا الشاه محمد ابراهيم وغيره من اخواننا القادرية سلمهم المولى الكريم ان لا ينشوا هذا الفقير في صالح دعائهم غب هذه الصلاة وفي سائر اناتهم وليس حواله لسؤال المغفرة وكمال العافية في الدنيا والاخرة والعبد يدعوه ولهم والدعاء يغني عن دروع واطم لا سيما دعوة المسلم لاخيه بظهر الغيب طهرنا الله جميعا من كل عيب ووقانا شر والجهل والريث وحشرنا طرا في ائمة المحمدية والجماعة المباركة السنية الشيعة والزمرة الكريمة القادسة القادرية انه على ما يشاء قد ير فقم المولى ونعم النصير (لطيفة نظيفة) بامرة رضى الله تعالى عنه ان يخطواحدى عشرة خطوة علمان لهذا العدد مزية اختصاص بالحضرة القادرية من زمته رضى الله تعالى عنه وليس ان القادرين هم اختاروه لكون العرس الشريف في الحادى عشر ولكن لم اكن اعلم سراً في ذلك حتى صليت في شامهجهان اباد ذات ليلة صلاة الاسرار وانا مقبل عليها بشراش قلبى ما كانت منى القاعة الى ذلك اذ لمعت بارقة سر جليل في خاطر كليل والله اعلم متى جاءت وكيف جاءت ما شعرت بها الا وهى حليمة ببالي فتأملت بعد الفراغ من الصلاة فاذا هى كما اودوا شتى وهى ان

له قال الفقير احمد رضا غفر الله تعالى له ابنا سراج الخفية عبد الرحمن بن عبد الله السراج اشكى عن مفتى الخفية جمال بن عمر المكي عن المولى عابد السندى الدينى عن الشيخ صالح الفلانى عن محمد بن محمد بن الشريف محمد بن عبد الله عن محمد بن ارকাশ عن الحافظ ابن حجر العسقلانى عن ابى اسحق التوزي عن ابى الموهب ربيع بن ابى عامر يحيى بن عبد الرحمن بن ربيع انا الحسن بن على القاضى اجازنا القاضى عياض شمس القاضى ابى عبد الله محمد بن عبد الرحمن الاشترى وابو القاسم احمد بن يحيى الحاكم وغير واحد فيها اجازة قالوا ابو عباس احمد بن عمر بن دهاش نا ابو الحسن على بن فخر ابو بكر محمد بن احمد بن الفرج نا ابو الحسن عبد الله بن المقتب نا يعقوب بن اسحق بن ابى اسرائيل نا ابن حميد قال ناظر ابو جعفر امير المؤمنين مالكا فذكر الحديث وفيه وقال يا ابا عبد الله ما استقبل الحديث ١٢ منه يحفظ الله تعالى ابداهى قاعدة ديار الهند المعروفة بهلى وكان ذلك سنة اثنتين بعد الالف وثلاث مئة حين شددت اليها على قاصدا زيادة تيدى سلطان المشايخ نظام الحق والدين قدس الله تعالى سره المكين ١٢ منه ٥٥ اى كجى اجزاء ١٢

والصلاة والسلام على خاتم النبيين : محمد وآله وصحبه اجمعين : وابنه هذا الفرد المكين : والغوث المبين :
وعليهما بهديا رحما لراحمين : وافي ختامه ستايقين : من صفر الخير يوم جمع المسلمين : سنة الف وثلثمائة وخمس :
من هجرة من اتى بالصلوات الخمس : ومرتات لامره من المغرب الشمس : صلى الله عليه وعلى آله اجمعين : والحمد
لله رب العالمين -

وصاف الرجیع فی بسملة التراويح

۱۲ ۱۳ ۱۴

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ - ازاد جین، مکان میر خدام علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی ملا محمد یعقوب علی خاں صاحب ۲۶ رجب ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلاد ہندوستان میں کہ سب اہل سنت و جماعت بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب ہیں
ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا کہ تمام حفاظ قرآن تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی نہ کسی سورت پر بس ملوک بار آواز سے
پڑھتے ہیں اب بعض لوگ پیدا ہوئے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھتے ہیں زید کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باتلج دو مولویوں
گنگوہی و پانی پتی کے دعویٰ کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ یا بھر ہر سورت کے سرے پر ماسوا سورہ برات کے از بس لازم ہے ورنہ
ایک سو تیرہ اور کبھی کہتا ہے ایک سو چودہ آیت کا نقصان لازم آئے گا بسم اللہ کا جزویت اور غیر جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے آج تک تواتر منقول ہے حنفیہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ بلکہ اجماع امت متفق ہیں عمرو نے اس
جہ سے انکار کیا اُس پر زید نے اُسے کہا بتسویل نفسانی نہ کہ سیات کے جو اور تخریب دین محمدی میں کمر باندھ کر اصول و قواعد دینیہ سے
برطرف ہوا اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فتوے مولویین مذکورین سے نقل کئے صفحہ ۱۵ رکھا قادی عہد الرحمن صاحب پانی پتی تبیین الضلالت
ترجمہ تھانذریہ میں فرماتے ہیں جان کہ جب اہل قرات کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے یا نہیں ہیں تمام قرآن کو تراویح
میں پڑھنے والے پر جو ان قاریوں کی قرات پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر
پکار کر پڑھے ورنہ ختم قرآن مجید میں سے اُس کو ایک سو چودہ آیوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے ان شہروں
میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے پس معلوم نہیں کہ اس ترک و غفلت کا کیا سبب ہے
فقط صغیر رکھا استفتائے مولوی رشید احمد گنگوہی "بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قباحہ
نہیں ہوتی یہ بھی قرا کا مذہب ہے اگر حضرت حفص کی اقتدا کرو درست و مقبول ہے اور جب مذہب حنفیہ نہ پڑھتا ہم کوئی عیب نہیں سب
حق پر ہیں سب کے مذاہب صحیح و درست ہیں لیکن حفاظ قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب فرمان مولوی عبد الرحمن صاحب کے

عند الحنفی ختم میں نقصان ہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی " ص ۱۰ پر لکھا استفتاء قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی " زمانہ قرا سب کا زمانہ اجتہاد و عمل بالسنہ کا تھا زمانہ تابعین کا تھا اور مذہب مسائل اجتہاد یہ میں ہوتا ہے نہ منقولہ میں اور مدار قرار کا فقط روایت و حکمت پر ہے اور قرار سب اپنی اپنی قراءت کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہذا قراءت میں کسی اہل ہوا کا خلاف نہیں ہے المذہب تازمانہ قرا محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے المذہب قراءت کو پوچھنا کہ کیا مذہب رکھتے تھے حق ہے بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذا صحیح الحدیث فہو منہ ہی قول احناف کا ہے جب مدار صحت روایت پر مذاہب اربعہ میں ہوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قراءت پڑھے گا اس کی قراءت میں جہ ہوا اسکی اتباع کہے جو کہ امام عاصم کی قراءت میں بروایت حفص بسم اللہ درمیان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایت اور کہیں حنفیہ کی کتب میں مانعت قراءت عاصم و حفص کی استیعاب واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہوا والا پورا ختم روایت حفص میں نہ ہوا فقط واللہ اعلم بالصواب البد عبدالرحمن عفی عنہ " ص ۱۰ پر لکھا " صلاة مفروضة میں ختم مقصود نہیں اس لیے وہاں جہ لازم نہیں وہاں اتباع ابو حنیفہ کا چاہیے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرآن مسلمان بسم اللہ کو جہراً پڑھنا ساتھ تاکہ کے جائز ہے در ختم میں نقصان لازم آتا ہے چنانچہ یہی تقریر خاکسار نے بارہا قاری عبدالرحمن صاحب کی زبانی بھی سنی ہے " اب علماء سے عرض ہے کہ یہ بیانات و فتاویٰ صحیح ہیں یا غلط اور یہاں مذہب حنفی میں کیا حکم ہے - بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله سرادجہاد و لیلا و نہما احمد اکبار ادا مة و اکثارا و الصلوات السامیة و التحیات النامیة علی من سن فی الصلاة اسرار التسمیة و علی الہ و صحبہ النفوس الحامیة لبیضة السنة من الغوغاء العامیة امین امین یا ارحم الراحمین بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہر مذہب حنفی میں لازم و واجب ہونا محض بے اصل و باطل صریح اور حنفیہ کرام پر افتراء قبیح ہے تحصیل سنت ختم فی التراویح کے لیے صرف ایک یا کسی سورت پر جہر کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے زید بے علم اور اُس کے دونوں متبعین کی تقریر سراسر بے قریر و غیر صحیح ہے سلم الثبوت میں ہے البسملۃ من القرآن آیة فقراً فی الختم مرة یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے ملک العلماء بحوالہ علوم اس کی شرح فوائد الرحموت میں فرماتے ہیں علی هذا ینبغی ان یقرأ اھا فی التراویح بالجہر مرة و لا ینادی سنة الختم دونھا یعنی اس بنا پر چاہیے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں جہر سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت ختم ادا نہ ہوگی شرح مولانا ولی اللہ میں ہے من قال بكون البسملۃ جزء من القرآن من غیر قیمن المحل اذ یجزئہ ہالہ فی اول کل سورة قال یوجب قراءتھا فیما یختلف فیہ القرآن من الصلاة کالتراویح الا ان الجماعة الاولی تقول بوجوب قراءتھا جہراً مرة و الثانیة تقول بوجوب قراءتھا جہراً فی اول کل سورة سوی المراءۃ یعنی جو علم بسم اللہ شریف کو جزو قرآن مجید مانتے ہیں خواہ بے تعین محل (جیسے علماء حنفیہ وغیرہم) یا یوں کہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے (جیسے

علماء شافعیہ) ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا جائے جیسے تراویح اُس میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے
 ائمہ جمہور علماء کے نزدیک صرف ایک بار باواز اور شافعی مذہب میں سورہ برأت کے سوا ہر سورت کی ابتدا پر قرآن اتمار مولانا عبد الحکیم
 انصاری میں ہے اعلم ان التسمیۃ آیۃ من القرآن کله انزلت للفصل بین السور ولست جزء من الفاتحة ولا من کل سورة
 فالقرآن عبارة عن مائة واربعۃ عشر سورة وآیۃ وهی التسمیۃ فلا بد فی ختم القرآن من قراءة التسمیۃ مرة علی صدر
 آیۃ سورة کانت وهذا کله عندنا علی المختار اه مختصراً یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے کہ سورتوں میں
 فصل کے لیے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جز ہے نہ ہر سورت کی تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ سورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ شریف ہے
 پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی سورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے یہ سب ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے جواب مسئلہ تو اسی قدر
 سے ہو گیا مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بعون رب قدر جل جلالہ تحقیق حق نصح و تلخیص قول رجح کے لیے چند افادات عالیہ لکھے جن سے توفیق تعالیٰ
 احکام مسئلہ کو نور انکشاف اور اوہام باطلہ کو ظور انکشاف ملے واللہ المعین وبہ نستعین **افادۃ اولی** بسم اللہ شریف کے باب میں
 ہمارے ائمہ کرام بلکہ جمہور ائمہ صحابہ و تابعین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب حق و محقق یہ ہے کہ کسی سورت قرآن کی جز نہیں جدا گانہ
 آیت واحدہ ہے کہ تبرک و فضل بین السور کے لیے مکرر نازل ہوئی امام عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الباری کراجلۃ اللہ حفیہ سے
 ہیں کتاب التحقیق شرح حسامی میں فرماتے ہیں الصحیحۃ من المذہب انھا من القرآن لکنھا لیست جزء من کل سورة عندنا بل
 هی آیۃ منزلة للفصل بین السور کذا ذکر ابو بکر الرازی ومثله ردی عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ امام محقق ابن امیر الحاج حلینی
 فرماتے ہیں المشہور عن اصحابنا انھا لیست بایۃ من الفاتحة ولا من غیرھا بل هی آیۃ من القرآن مستقلة نزلت للفصل
 بین السور علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں ان مذهبنا ومذہب الجمہور لیست آیۃ من الفاتحة ولا من کل سورة امام
 ابوالبرکات نسفی کنز الدقائق اور علامہ ابراہیم حلبی ملقی البحر اور علامہ محمد بن عبداللہ غزالی قمر تاشی تنویر الابصار میں فرماتے ہیں ہی آیۃ من
 القرآن انزلت للفصل بین السور ولست من الفاتحة ولا من کل سورة امام عینی عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں قال
 اصحابنا البسطة آیۃ من القرآن انزلت للفصل بین السور لیست من الفاتحة ولا من اول کل سورة اسی طرح بہت کتب میں ہے
افادۃ ثانیہ مجرد تکرر نزول ہرگز موجب تعدد نہیں در نہ قائلان تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں دوسورہ فاتحہ مانتے کہ ان کے نزدیک فاتحہ
 مکہ منظمہ میں نازل ہو کر مدینہ طیبہ میں دوبارہ اُتری علامہ حسن حلبی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں تعدد نزولھا لا یقتضی تعدد قرائنھا
 کیف وقد قیل بتکوار نزول الفاتحة ولم یقل احد بتعدد قرائنھا علامہ مولیٰ خسرو کے حاشیہ تلویح میں ہے القول بتکمرہ
 لا یقتضی القول بتعددھا کیف وقد قیل الی اخر ما مروا لہذا علامہ بحر نے بحر الرائق میں فرمایا انھا فی القرآن آیۃ واحده **افادۃ**
 بھا کل سورة وعند الشافعی آیات فی السور اسی طرح قرآن اتمار سے بھی گذرا کہ وہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں
 صرف ایک آیت ہے نہ یہ کہ ایک سو تیرہ یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تراویح میں اس کی صرف ایک بار تلاوت
 ادائے سنت ختم کے لیے آپ ہی کافی کمالاً بخفی علی کل عاقل فضلا عن فاضل کون جاہل کہے گا کہ ایک آیت کو جب تک توبار

نہ پڑھو ختم پورا نہ ہو افادۃ ثالثہ بسم اللہ شریف کا جزو سورت ہونا ہرگز ہرگز حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار ثابت کرنا دشوار اس کے تواتر کا ادعا محض بہتان و افتراء بلکہ احادیث صحیحہ اس کلیہ کے نقض پر صاف گواہ کھدایت قیمۃ الصلوٰۃ و حدیث ثلثین آیۃ لک و غیرہا کما فصلہ العلماء الکرام فی تصانیفہم ولا حاجۃ الی ایذاہا ہنا فان شہدۃ الکلام فیہ اغنتنا عن اعادۃ و اطالۃ المقال بتذکرۃ افادۃ رابعہ یہ ہیں اُس پر اجماع است کا بیان افتراء بہتان بلکہ عمل فرماتے ہیں صحابہ کرام و تابعین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جزو سورت نہیں قول جزئیت اُن کے بعد حادث و نہ پیدا ہوا یہی مدعی فقہ مرقی علی نوری سفاقی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں ہذا ان قلنا ان البسمۃ لیست بأیۃ ولا بعض آیۃ من اول الفاتحۃ و لا من غیرہا و انما کتبت فی المصاحف للیتم والتبرک و ادانہا فی اول الفاتحۃ لا ابتداء الکتاب علی عادۃ اللہ جل و عن فی ابتداء کتبہ و فی غیر الفاتحۃ للفصل بین السور قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یعرف فصل السورۃ حتی ینزل علیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم و هو مذہب مالک و ابی حنیفۃ و الثوری و حکی عن احمد و غیرہ و انتصر لہ مکی فی کشفہ و قال انہ الذی اجمع علیہ الصحابۃ و التابعون و القول بغيرہ محدث بعد اجماعہم و شفع القاضي ابو بکر بن الطیب بن البیہقی فی الما لکی البصوی نزول بعد ادعی من خالفہ و کان اعمی الناس بالمناظرۃ و ادقہم فیہا نظرا امام زبیری تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابوالسود ازہری فتح اللعین میں فرماتے ہیں قال بعض اهل العلم من جعلها من كل سورة في غير الفاتحة فقد خرق الاجماع لانهم لم يختلفوا في غير الفاتحة امام بدر الدین محمد بن عیسیٰ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں فان قيل نحن نقول ان آیۃ من غیر الفاتحۃ فکذا لک انہا آیۃ من الفاتحۃ قلت هذا قول لم یقبل به احد ولهذا قالوا زعم الشافعی انہا آیۃ من كل سورة وما سبقہ الی هذا القول احد لان الخلاف بین السلف انما هو فی انہا من الفاتحۃ او لیست بأیۃ منها و لم یعدہا احد آیۃ من سائر السور افادۃ خامسہ تمام مصاحف خفصہ میں ہر بسم اللہ شریف پر نشان آیت موجود ہے وہ بلاشبہ اُن کے نزدیک آیت نامہ ہے اب سورہ بقرہ سے لے کر سورہ ناس تک تمام سور میں آیات خفصہ کی گنتی بتائیے دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آئی ہے مثلاً سورہ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ ہی چار آیتیں ہیں سورہ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے جدا ہی تین آیتیں ہیں و علی هذا التماس بخلاف سورہ فاتحہ کرسات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انفس علیہم پر آیت نہیں و لهذا ہمارے مصاحف میں اُس پر نشان آیت عند الغیرہ لکھے ہیں نہ ۵ صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قرار کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے ناس تک کسی سورت کی جز نہیں بلکہ ایک انھیں قاریوں کی کیا تخصیص سب کے نزدیک سوا فاتحہ کے کہ مختلف فیہا ہے باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے یہ بھی اُس ارشاد علی کا بتا دیتا ہے کہ قول جزئیت حادث و خلاف اجماع ہے امام زبیری تبیین پھر علامہ ازہری فتح اللعین میں فرماتے ہیں ان کتاب المصاحف کلہم عددوا آیات السور فاخرجوها من كل سورة وقال بعض اهل العلم الی اخر ما مر عمدہ میں امام عینی کا ارشاد گزرا لم یعدہا احد آیۃ من سائر السور تنبیہ شمار سے اخراج تو عدم جزئیت میں صریح ظاہر ہے اور ادخال میں علیؑ کے کرام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیت جزئیت نہ ہو سکے گا امام ذہبی نصب الراية اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں لعل ابابہرۃ

سمیع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرؤها فظنہا من الفاتحة فقال انھا احدی اياتھا ونحن لاننکر انھا من القرآن ولکن
النزاع وقع فی مسئلتین احدھما انھا آیۃ من الفاتحة والثانیۃ ان لھا حکم سائر آیات الفاتحة جہرا و سراً ونحن نقول انھا آیۃ
مستقلة قبل السورة ولیست منها جمعا بین الأدلة وابوہریرۃ لم یخبر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال ہی احدی
ایاتھا وقرءتھا قبل الفاتحة لا یدل علی ذلك و اذا جاز ان یکون مستندا ابی ہریرۃ قراءۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لھا وقد ظہر ان ذلك لیس بدلیل علی محل النزاع فلا یعارض بہ ادلتنا الصحیحۃ الثابتۃ **افادۃ سادسہ** جزئیۃ
بسم اللہ شریف کو قطعی کتب محض جہالت اور تصریحات الہی کرام و علمائے عظام سے غفلت ہے بلکہ جزئیۃ سورت درکار جزئیۃ قرآن بھی خبراً
تواتر نہیں ولذا انکروا الامام الادزاعی والامام مالک وبعض مشائخنا ونسب للمقدمین بل وقع فی التلویح وحواشی الکشاف
وغیرہما انہ المشہور من مذهب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال القہستانی ان هذا لم یوجد قال الشامی فی رد المحتار
ای بل هو قول ضعیف عندنا علامہ حسن علی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں قال الجدید المحقق فی تفسیر الفاتحة قال ابو حنیفۃ
ومالک رحمہما اللہ تعالیٰ المعتبر التواتر فی قرائتہا لانی نقلہ فقط وهو الحق اذ من الظاہ ان النقل اذا لم یکن علی انہ
قرآن لا یفید القرآنیۃ والتواتر فی نقل البسامل لیس علی انہ قرآن والا لم یخالف فیہ بل کتب فی المصاحف للفصل والتبرک بھا
ہمارے الہی کہ اثبات فرماتے ہیں بوجہ اثبات فی المصاحف و امر بالتجربہ دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں نہ تواتر سمی بالجلہ حق یہ کہ بسم اللہ شریف کا
جز قرآن عظیم ہوتا تو ہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگر جز سور ہونا ہرگز نقل عقل کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل
قطعی سے باطل اور بعض اخبار احاد کو کہ وہم جزئیۃ واقع ہوئے مخالفت قاطع کے سبب نامقبول و مضمل بتاتے ہیں نہایت یہ کہ علمائے
شافیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کہ قائلین جزئیۃ ہیں خود منکر قطیعت ہیں امام نووی شافعی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے امام عبدالعزیز بن احمد بخاری یقین
میں فرماتے ہیں النقل المتواتر لما لم یثبت انھا من السورة لم یثبت ذلك علامہ ہاری سلم الثبوت اور علامہ برفاویح الرموت میں
فرماتے ہیں (لم یثبتوا تراثھا جزء منها) فلا تثبت الجزئیۃ اذ قد سبق ان تواتر الجزئیۃ شرط لا ثباتھا انھیں میں ہے (عارضہ
القاطع) وهو عدم تواتر الجزئیۃ الدال علی عدمھا فی الواقع فیصفحل المظنون وهذا هو الجواب عن الاخبار الاحاد الستی
توہم الجزئیۃ بل یجب ان تكون هذا الاخبار مقطوع السہو والا لتواترت الہی علامہ ابراہیم علی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں لا ینبت
کوئھا آیۃ من کل سورة من السور بل دلیل قطعی کما فی سائر آیات واجماع الصحابة علی اثباتھا فی المصحف لایلزم منه
کوئھا آیۃ من کل سورة بل اللازم منه مع الامر بالتجوید عن غیر القرآن انھا من القرآن وبہ نقول انھا آیۃ منہ نزلت
للفصل بین السور علامہ بحر الفقہ زین بن نجیم مصری شرح منار بحر علامہ سید محمد آفندی شامی منحة الخالق حاشیہ بحر الرائق میں فرماتے
ہیں ہی قرآن لتواترھا فی محلھا ولا کف لعدم تواتر کوئھا فی الاولائل قرآنا علامہ سید ابوالسود اذہری فتح اللہ المعین میں فرماتے
ہیں ثبوت قرائتہا لا علی سبیل التواتر و لهذا علل فی النہر عدم تکفیر جاحدا بعدم تواتر کوئھا قرآنا علامہ سیدی احمد
طحاوی مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں انھا وان تواترت لکن بتھا فی المصاحف لم یثبتوا تواتر کوئھا قرآنا

علامہ شہاب خفاجی عنایتہ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں ولم یقوانر تسمیتها قرآنا وایۃ بالنقل عنه علیہ الصلوۃ والسلام اذ لو
تواتر لکف جاحدا وھو لا یکفر بالافتاق اسی میں امام قرطبی رحمہ اللہ سے ہے المسألة اجتماع دینہ ظنیۃ لاقطعیۃ کما ظنہ
بعض الجھلۃ من المتفقہ اسی میں تفسیر امام سین سبسی بالوجیز سے ہے المطلوب ہذا الظن لا القطع اسی میں امام حجة الاسلام محمد غزالی
شافعی سے ہے انہ اقام الدلیل علی الکفۃ بالظن فیما نحن امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں
البطلۃ آیت من الفاتحۃ ظنا لا علما وقطعا الخ نقلہ عنہ القاری فی المرقات علامہ سفاقی غیث النفع فی القراءات السبع
میں فرماتے ہیں ان المحققین من الشافعیۃ وعزاه للماورادی للجمہور علی انہ آیت حکما لا قطعاً قال النوزی والصحیح انھا قرآن
علی سبیل الحکم ولو کان قرآنا علی سبیل القطع لکفنا فیہا وھو خلاف الاجماع اسی میں شرح منہاج النوزی تصنیف امام جلال الدین
محل شافعی سے ہے البطلۃ منہا ای من الفاتحۃ عملا لانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عدھا آیت منہا صحیحۃ ابن خزیمہ
والحاکم وکیفی فی ثبوتھا من حیث العمل الظن **افادۃ سابعہ اقول** وباشد التوفیق قرآن عظیم کے ختم میں لا اقل ایک بار بسم اللہ
شریف پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت سورۃ غیر براءت میں اتیان بسم اللہ علیہ ہے پھر ہر دو سورۃ کے درمیان اثبات
وحذف میں قراء مختلف ہیں امام نافع مدنی بروایت قالون اور امام عبد اللہ بن کثیر مکی و امام عاصم بن ہمدانہ کوفی و امام علی بن حمزہ کسائی کوفی
پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورش اور امام عبد اللہ بن عامر شامی و امام حمزہ بن حبیب زیات کوفی و امام ابو عمرو بن العلاء بصری حذف کرتے
ہیں تو اگر جلسہ واحدہ میں کوئی شخص قرآن عظیم بتداء واحد ختم کرے تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قراء پڑھے گا اور تکرار میں اختلاف ہے کہ
غیث النفع میں ہے لا خلاف بینہم فی ان القارئ اذا افتتح قراءتہ باول سورۃ غیر براءۃ انہ یبسم سوا کان ابتداء عن
قطع او وقف (الی ان قال) واکتلفوا فی اثباتھا بین السورتین سواء کانتا مترتبتین او غیر مرتبتین فانثبتھا قالون والمکی
وعاصم وعلی وخذ فیہا حمزۃ ووصل السورتین (الی قولہ) وانما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء لانہما مرسومۃ فی المصاحف
فمن ینکرھا فی الوصل لولہ یأت بہا فی الابتداء لخالف المصاحف وخرق الاجماع الخ سرار القاری شرح شاطبیہ میں ہے اخبرنا
رجالا یسمولوا بین السورتین وھم قالون والکسائی وعاصم وابن کثیر والباقرین لا یبسمون بین السورتین لان ہذا من قبیل
الاثبات والحذف اھ ملخصا اب نظر غائر کیجئے تو حذف صراحۃ نافی ومانی جزئیست ہے کہ اگر جزوی تو حذف کیونکر ہو سکتی اور اثبات اصلا
مفید جزئیست نہیں کہ اثبات اعوذ پر بھی اجماع قراء ہے اور وہ بھی مثل اثبات بسم اللہ متواتر حالانکہ باجماع مسلمین قرآن نہیں غیث النفع میں ہے
لا خلاف بین العلماء ان القارئ مطلوب منہ فی اول قراءتہ ان یتعوذ الخ شرح الشاطبیہ لابن القاصح میں ہے الاستعاذۃ قبل
القراءۃ باجماع وقولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء وفي جمیع القرآن و مجرد اثبات وروایت متواترہ قراء سے عند تحقیق جزئیست قرآن پر
بھی جزم نہ ہو سکتا کہ خاص جزئیست سورۃ پر اور اہل علم عالم جیسا کہ اثبات و تواتر تعوذ پر اجماع کر کے اس کی عدم قرآنیت پر اجماع رکھتے ہیں
لے شروع تلاوت اگر ابتداء سورۃ کے علاوہ کہیں وسط سے ہو تو بسم اللہ کی حاجت نہیں بہتر ہے اور اگر ابتداء سورۃ سوائے براءت سے تلاوت آغاز کرے تو
بسم اللہ باجماع پڑھے پھر اثنائے تلاوت میں جو سورتیں آتی جائیں ان پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۲

یہ ہیں اثبات و تواتر بیک بار مطلقاً پر اجماع فرما کر اس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثبات قراء و تواتر روایت سے جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے ہاں قرآنیت بسم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اوپر گذرنا مجبوراً ملے قائل قرآنیت ہوئے اور جزئیت سموت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لند اجمود اللہ جانب جزئیت نہ گئے محمد اللہ تعالیٰ اس تقریر سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ اگر قراءت کا اثبات تواتر اصلاً مفید جزئیت نہیں اس بنا پر حضور پوریتہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تواتر جزئیت کا ادعا بے باطل درکنار قراء سے تواتر قول بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہو سکتا بالحدیث کہنا حق ہے کہ اثبات و حذف دونوں تواتر قطعی اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت عدم دونوں قطع مادی کہ اثبات و جزئیت میں شرق و غرب کا فرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح و روشن یہ بھی ہے کہ قائلان جزئیت بعض احادیث آحاد سے احتجاج و استناد کی طرف جھکے اور اس بنا پر کہ ثبوت قطعی نہیں ظنیت مسئلہ کی تصریحیں کر گئے دفع اعتراض کے لیے یہاں کفایت ظن کے قائل ہو لیے جیسا کہ ابھی کلمات امام حجت الاسلام و امام ماوردی و امام زودی و امام محلی و امام ابن حجر وغیرہم سے مذکور ہوا اگر اثبات قراء مثبت جزئیت ہوتا تو اسی پر تہنویل کرتے قطعیت چھوڑ کر ظنیت کی طرف کیوں اترتے ہذا اکلہ جلی واضحہ عند کل من له فہم و عقل فضلاً عن اہل العلم و الفضل اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت و سخت سفاہت ہے بلکہ حقیقتاً روایت قراء نے جزئیت میں کچھ دخل نہ دیا اور انہوں نے انہا سمجھ لیا آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سن چکے کہ مسئلہ اجتہاد یہ ہے علامہ بہاری و علامہ بحر فرماتے ہیں (ترکھا نصف القراء) و ہم ابن عامر و نافع بروایۃ الودش و حمزۃ و ابو عمرو و قال مطلع الاسرار الالہیہ قدس سرہ فی غیر الفاتحۃ (و تواتر انہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم (ترکھا) عند قراءۃ السورۃ لقراءۃ القراء متواترۃ (ولا معنی عند قصد قراءۃ سورۃ ان یترک اولھا) فیجب ان لا تكون جزء و یشہد علیہ ما روی فی الخبر الصبیح عدم البہر بما فی الصلاة فان قلت قد قرءھا الباقون من القراء فتواتر قراءتہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ الصلاة والسلام فیجب ان تكون جزء قال (و تواتر قراءتہا عنہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بقراءۃ) القراء (الآخرین لا یستلزم کونھا) جزء (منھا) لجواز ان یكون للتبرک کالاستعاذۃ اسی طرح اور کتب میں ہے مگر جہاں زمانہ کو خبر نہیں افادۃ ثامنہ اقول روایت اثبات کا اثبات جزئیت عند المسلمین سے بھی بے علاوہ ہونا تو ظاہر ہو چکا اور ہم یہ پھر ثابت کر آئے کہ شار آیات سورہ دلیل واضح ہے کہ قراء المسلمین بھی جزئیت سورہ نہیں مانتے تاہم اب اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ متواتر بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب جزئیت تھا تو وہ عبادات ہے اس میں ہیں کلام نہیں مذہب میں ہم ان کے مقلد نہیں نہ ان کی قراءت کا اقتدار خلاف مذہب ان کے مذہب پر عمل لایا کر سکے امرواض پر دلیل روشن درکار ہو تو سنئے شک نہیں کہ ہمارے ائمہ نے قراءت عاصم و دیگر شخص اختیار فرمائی اور شک نہیں کہ بالاجماع ناسریرہ و ہر یہ سب میں ہمارے یہاں اخفاء بسم کا حکم اور شک نہیں کہ مذہب امام پر نماز جہرہ میں ایک آیت کے سوا اخفاء بالاتفاق سجدہ اور عمدۃ پر اعادہ لازم تو قطعاً ثابت کہ حفص و عاصم اگرچہ جزئیت فاتحہ کی طرح جزئیت ہر سموت بھی مانتے ہوں مگر ان کی قراءت اختیار کرنے نے ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور نہ کیا درہ ضرور جہرہ میں جہر تسمیہ علی الفاتحہ کا حکم ہر دور اس کا ترک سجدہ سہو یا اعادہ چاہتا پھر بعد فاتحہ سر سموت پر اتیان بسم میں عامہ متون مذہب مثل ہادیہ و وقایہ و نقایہ و اصلاح و غیرہ و تفسیر البحر و تنویر وغیرہ انکار محض پر ہیں اہل اسی پر بدلتے و شریح و وقایہ و در و جہرہ نیزہ و مجمع الانس و غیرہ

شروع نے مثنیٰ فرمائی محققین کے نزدیک اگرچہ اُس کا حاصل کراہت نہیں صرف نفی سنت ہے کما بینا ہ فی فتاویٰ العطاۃ النبویہ
فی الفتاویٰ الرضویہ تاہم اگر اختیار قرات عاصم اختیار جزئیہ لازم کرتا تو نفی سنت اور التزام ترک سبک میں نفی کراہت پر اجماع حقیقہ ممکن
تھا ابھی مسلم و فرائض سے من چکے کہ سورت پڑھتے وقت اُس کے اول سے ایک آیت چھوڑ دینا بے معنی ہے سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جامع صغیر میں فرماتے ہیں فیہ بھی شئی من القرآن و ذہب لیس من اعمال المسلمین اہ نقلہ النشامی عن النضر عن الامام فی باب
مجموع التلاوة پس آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہمیں عمل قول جزئیہ پر مجبور کرنا ہمارے اللہ کرام کے اجماع تام کے خلاف اور محض اپنے
ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد و عدم قصد ختم سے تفرقہ محض ہماست اختیار قراء عاصم موجب عمل بر جزئیہ نہیں تو ختم میں کیا نقصان اور
اگر ہے تو فرض میں وجوب ہر کیون نہیں کیا فرض میں ہم قرآن بقرات عاصم نہیں پڑھتے بھلا ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنت ناقص رہی یہاں تو
واجب ترک ہوتا ہے افادہ تاسعہ اول بطور منظر علی التزل اگر ان کیجیے کہ اختلاف قرات روایت جزئیہ و عدم جزئیہ ہے
تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھی اُس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا نقص اگر ہوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں تو پورے قرآن کا
ثواب ملنا کیا معنی کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام عاصم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو اگر اول مانو تو محض
باطل اور شرع مطہر پر کھلا افتراء کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا تمام سنون اور ثانی مانو اور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو باقطع
والیقین یوں بھی ختم ہو گیا پھر کامل ثواب نہ ملنا یعنی چہ کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر عاذا اللہ ناقص حاش شہرہ طرح تام و کامل ہے
ورنہ لازم آئے کہ بعض بلکہ ہر عرض میں حضور پر نور سید العالمین و حضرت جبریل روح الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم میں ناقص قرآن کا دور ہوا
ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قرات میں بہ نسبت دوسری کے کچھ نکچھ اثبات و عذت ہے اپنے نزدیک تمامی عند اللہ تمامی کو مستلزم نہیں
اور جب عند اللہ تمامی تو نقص ثواب کا زعم رب العزت کی جناب میں سوئے ظن ہے ان الله لا یضییع أجر الموحسین ۵ اگر کہے گو یہ ستران
فی نفسہ تام و کامل ہے مثلاً امام عاصم کے نزدیک پورا نہ ہوا اول دو حال سے خالی نہیں یا تو قرات کے نزدیک روایات آخر بھی متواترہ نہیں
اور ان میں ایک کا اختیار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یہ ہیں بڑھان کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی تو اتر باقی پر اطلاع نہ ملی علی الاول
بلاشبہ امام عاصم پر یہ اعتقاد فرض کہ کلام الہی پورا ختم ہو گیا اگرچہ ان کی روایت پوری نہ ہوئی اور ثواب کامل اسی پر منوط تھا نہ خاص ان کی
روایت پر و علی الثانی جب ہم پر ہر حیرت و زواہ نیم ماہ کی طرح ان روایات کا تو اتر روشن ہو گیا تو امام عاصم کا نہ جاننا مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں
عرض نہ عاصم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاصم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ باقطع والیقین حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
اُس کا خلاف متواتر مانو کیا مزے کی بات ہے کہ امام مذہب بلکہ انصاف امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب تو محض اپنے اس زعم
باطل پر چھوڑا جلتے کہ اذا صح الحدیث فهو من حی قول احنات ہے اور امام عاصم کا ایک خیال کہ عدم اطلاع پر یہی ہو اُس پر چھوڑا ایسا
ضرور کہ اُس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو اتر قطعی بھی نامشور افادہ عاشق اگر بعد طلوع فجر ساطع و ظہور حق
لاح اپنی خطا پر مطلع ہو کہ دعویٰ نقصان ثواب سے عدول کر کے اس راہ چلیے کہ بلاشبہ قرآن بھی کامل ختم کامل کا ثواب بھی حاصل مگر جبکہ ہم
قرات امام عاصم اختیار کیے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعاً یہی واجب کہ انہیں کی روایت پر قرآن ختم کریں اول یہ بھی محض باطل ابتداء قرات

واحدہ صرت ہنگام روایت واجب ہے کہ روایت ابدالقرآن کا نام کر کے بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی النسبۃ و تخلیط و تغلیط لازم آئے کہ اس تقدیم پر اس کا مخاریف ہوگا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اُس کی روایت نہیں تلاوت میں تعین قرات واجب نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب عن منزل من عند الرحمن ہے تو تخصیص بعض و انکار بعض کے کیا معنی اختلاف قرات مثل اختلاف مذہب نہیں کہ تعین واجب یا تفہیم باطل ہو یہاں اگر بعض سورہ بلکہ ایک سورت کی بعض آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قرات کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر بعض دیگر کے تو عند التحقیق اصلاً مانعت نہیں جب تک وہ تفہیم موجب اختلاف نظم یا فساد معنی نہ ہو اور اگر ایک کلام ختم ہو کر دوسری بات شروع ہو جب تواتر داولیٰ باجواز ہے خصوصاً جبکہ مجلس متبدل ہو امام خاتم الحفظ جلال الحق والدین سیوطی القان شریف میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس الملت والدین ابوالخیر ابن الجوزی سے نقل فرماتے ہیں الصواب ان یقال ان کانت احدی القرائتین مرتبۃ علی الاخری منع ذلک منع تحریم کمن یقرؤ فقلق ادم من ربہ کلمت برفعہا او نصبہا اخذ ارفع ادم من قراءۃ غیر ابن کثیر و رفع کلمات من قراءتہ و نحو ذلک مما لا یجوز فی العربیۃ واللغة وما لم یکن کذلک فرق فیہ بین مقام الروایۃ و غیرہا فان کان علی سبیل الروایۃ حرماً ایضاً لانه کذب فی الروایۃ و تخلیط وان کان علی سبیل التلاوۃ جاز ہاں المکرام نے حفظ دیہ عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قرات غریبہ و وجہ عجیبہ نہ پڑھیں کہ مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزا کی آفت میں پڑیں و مختار میں ہے یجوز بالروایات السبعہ لکن الاولیٰ ان لا یقرء بالغریبۃ عند العوام صیانہ لدینہم رد المحتار میں ہے قوله یجوز بالروایات السبعہ بل یجوز بالاعتناء ایضاً کما نص علیہ اهل الاصول ہ قوله بالغریبۃ ای بالروایات الغریبۃ والامالات لان بعض السفهاء یقولون ما لا یعلمون فیقعون فی الالثر والشقاء ولا ینبغی للائمة ان یحملوا العوام علی ما فیہ نقصان دینہم ولا یقرؤ عندہم مثل قراءۃ ابی جعفر و ابن عامر و علی بن حمزہ و الکسانی صیانۃ لدینہم فلعلہم ینتخفون او یضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ قطعۃ و مشایخنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو حفص عن عاصم ام عن التتار خانہ عن فتاویٰ الحجۃ اسی طرح علیگیریہ وغیرہ میں ہے افادۃ حادی عشر اقول جس مصلحت کے لیے یہاں علمائے پیش عوام روایت غریبہ کی تلاوت سے منع کیا مسئلہ مسئلہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلا میں خاص صورت اخفاء میں ہے کہ یہاں کے تمام حفاظ و قراء و سامعین عامہ مسلمین کے کان ہر سورت پر ہر بسم اللہ سے اصلاً آشنا نہیں وہ اسے سن کر مخالفت کریں گے طعن و اعتراض سے پیش آئیں گے تمہارے مذہم میں یہ اعتراض اُس امر پر ہوگا جو قرآن فقرنا حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے اور دوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں یعنی اخفاء تم خود بھی مقرر ہو کہ وہ بھی حق و صحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے تو اُسی کو کیوں نہ لیجئے اور عکس کر کے مسلمانوں میں فتنہ عوام میں شورش کیوں پیدا کیجئے اب اپنے ذمہ باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار و اعتراض کرا کیا اسی کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے کیا اسی پر قادی یا ملابونا راہ گیا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک کہ باہر نئی بیگانہ تازی جدا اکثر مسلمین کے گوش نا آشنا نہ ہو شہرت نام کا ذلیعہ نہیں ہوتی مگر پناہ ہم بخدا کہ قاریاں قرآن قرات قرآن سے شہرت نام کی نیت نہیں

علمائے کرام ایسے محل پر ترک افضل کی رائے دیتے ہیں نہ کہ ترک مساوی امام علامہ جمال الدین زلیعی نصب الراية میں نقل فرماتے ہیں
یسوع للانسان ان یترك الا فضل لاجل تالیف القلوب واجتماع الكلمة خوفا من التنفیر كما ترك النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم بناء البیت علی قواعد ابراهیم لکون قریش کا نواحدی عہد بالجہلیہ و خشی تنفیر ہم بذلک و رای
تقدیر مصلحت الاجتماع علی ذلک ولما انکر الربیع علی ابن مسعود اکماله الصلاة خلف عثمن قال الخلفاء شر وقد نص
احمد وغیر علی ذلک فی البسطة وفي وصل الوتر وغير ذلك مما فيه العدول عن الافضل الى الجائر المفضول مراعاة
لا لتلاف المامومین اولئکہ يفهم السنة وامثال ذلك وهذا اصل کبیر فی سد الذرائع یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ بضر باطل
قطعت جزئیات مان لی جائے ورنہ حق تحقیق کا ایضاح پہلے ہو چکا اُس تقدیر پر قادی و ملا اپنی اس تنقیر و اثارت فتنہ کی حد بتائیں یہاں تو
بہتہ عام اُس غیر قصدی الزام سے بھی محفوظ اور یہ تنفیذ و ایقاع اختلاف ویسے مستند معتد سے محفوظ کما لا یخفی واللہ اعلم
افادہ ثانیہ عشری یہاں تک عوی قطعت جزئیات و لزوم نقصان ختم کا رہا کہ بحمد اللہ با حسن وجہ ظاہر ہوا اب بوجہ تعالیٰ ہر واقعہ
کی طرف چلے تراویح میں ہر سہلہ کا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر کنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صریح اقرار ہے
تواتر در کنار نہا کسی حدیث آحاد سے بھی اس کا ثبوت نہیں جہر فی التراویح کو جدا مطلقا کسی نماز میں حضور والا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بسم اللہ
شریف جہر سے پڑھنا ہر گز ہرگز متواتر نہیں تو اتر کیسا نفس ثبوت میں تحت کلام و نزاع ہے امام حافظ عقیلی کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں
لا یصح فی الجہر بالبسطہ حدیث مسند بسم اللہ میں کوئی حدیث مستصحیح نہیں ذکرہ فی عمدۃ القاری امام دارقطنی فرماتے ہیں
لم یصح فی الجہر حدیث جہر تفسیر میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی ذکرہ فی عنایۃ القاضی یہی امام دارقطنی جب مصر شریف لے گئے
کسی مصری کی درخواست سے دربارہ ہر ایک جز تصنیف فرمایا بعض مالکیہ نے قسم دے کر پوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے آخر
براہ انصاف اعتراف فرمایا کہ کل ما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الجہر فلیس بصحیح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے جہر میں جو کچھ روایت کیا گیا ہے اُس میں کچھ صحیح نہیں ذکرہ الامام الزلیعی عن التقیہ عن شایخہ عن الدارقطنی
والمحقق فی الفتح امام ابن الجوزی نے کہا لم یصح عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الجہر شی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جہر
بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ذکرہ القاری فی المرقاة یہاں تک کہ تنقیح میں احادیث جہر لکھ کر فرمائے ہذا الاحادیث لا یحسن
بسن لہ علم بالنقل ان یعارض بما الاحادیث الصحیحۃ ولولان یعارض للثقیۃ شیعہ عند سماعها فیظنھا صحیحۃ لکان الاثر
عن ذکرھا اولی ویکفی فی ضعفھا اعراض المصنفین للسانید والسنن عن جمہورھا خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل
نہ ذکر کے قابل ولہذا مصنفان مسانید و سنن نے اُن کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب الراية خود پیشوائے دہلیہ ابن القیم نے اپنی کتاب
مسعی بالہدی میں لکھا صحیحہ تلاف الاحادیث غیر صریحہ و صریحہا غیر صحیحہ ان حدیثوں میں جو صحیح ہے وہ جہر میں صریح نہیں اور جو
جہر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں نقلہ امام الوہابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار امام زلیعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں الحاصل ان
احادیث الجہر لم تثبت خلاصہ یہ کہ جہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوئیں اثرہ السید الاذہری فی الفتح امام زلیعی نصب الراية میں فرماتے ہیں

هذه الاحادیث كلها ليس فيها صريح صحيح وليست مخرجة في شيء من الصحيح ولا المسانيد ولا السنن المشهورة وفي رواها
 الكذايون والضعفاء والمجاهيل الخ ان حديثوں میں کوئی حدیث صریح و صحیح نہیں ہے صحاح و مسانید و سنن مشہورہ میں مروی ہوئیں انکی روایتوں
 میں کذاب، ضعیف، مجہول لوگ ہیں امام عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں احادیث الجہر لیس فیہا صریح بخلاف حدیث الاخفاء
 فانہ صحیح صریح ثابت فی الصحیح و المسانید المعروفة و السنن المشهورة ہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح و صریح نہیں بخلاف حدیث
 اخفاء کہ وہ صحیح و صریح اور صحاح و مسانید و سنن مشہورہ میں ثابت ہے امام اعظم ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد چاروں ائمہ مذہب
 اور بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ چھوٹے ائمہ حدیث اور دارمی و طحاوی و ابن خزیمرہ و ابن حبان و دارقطنی و طبرانی و ابویعلیٰ
 و ابن عدی و بیہقی و ابونعیم و ابن عبد البر و غیر ہم اکابر حفاظ و اجلہ محدثین اپنی صحاح و سنن و مسانید و معاجم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا
 انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفت
 ابی بکر و عمرو و عثمان فلما سمع احدا منهم یقول بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا اللفظ مسلم و فی لفظ الامام احمد و النسائی و ابن
 حبان فی صحیحہ و غیرہم باسناد علی شرط الصحیح کما افادہ فی الفتح کا ذالایم جہرون بسم اللہ الرحمن الرحیم و فی لفظ
 لابن خزيمة و الطبرانی و ابی نعیم کا ذالایسرون بسم اللہ الرحمن الرحیم و لابن ماجہ فکلہم یخفون بسم اللہ الرحمن الرحیم
 میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف
 پڑھتے نہ سنا وہ بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرماتے تھے وہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب
 اور چھوٹے اصحاب صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی نے انہیں سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یسب بسم اللہ الرحمن
 الرحیم و ابابکر و عمرو و عثمان و علیا بیثک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسم اللہ شریف
 آہستہ پڑھتے تھے امام الامام ابو حنیفہ و امام محمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و غیر ہم ابن عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال سمعنی
 ابی وانا اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال ای بنی ایاک و الحمد ثم قال و لما اراد احد امن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کان انقبض الیہ الحدیث فی الاسلام یعنی منہ قال و صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع ابی بکر و مع عمرو و مع عثمان فلما سمع
 احدا منهم یقولها فلا تقلها انت اذا صلیت نقل الحمد لله رب العالمین یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے نہ فرمایا میں نے یہ
 جہر سے نہ سنا ابی عبد اللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں ان سے زیادہ کسی کو اسلام میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا انہوں نے فرمایا
 میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف
 پڑھتے نہیں نہ تم بھی نہ کہ جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرو انہیں عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے
 پڑھتے نہ پایا کہ فرمایا یا عبد اللہ انی صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابی بکر و عمرو و عثمان رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم فلما سمع احدا منهم یجہر بها اے خدا کے بندے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ
 عنہم کے پیچھے نماز میں پڑھیں ان میں کسی کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے نہ سنا رواہ الامام الاعظم ذکوة فی الفتح امام اعظم امام محمد

وامام طحاوی و امام ابو عمر بن عبد البر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم
 قراءۃ الاعراب بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گواروں کی قرأت ہے نیز اسی جناب سے مروی ہوا الجہر للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم بالبسملة حتی مات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی بسم اللہ شریف کا جہر فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے ذکرہ
 الحق فی الفتح اثرم بسند صحیح عکرمہ تابعی شاگرد خاص حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی انا اعرابی ان جہرت
 بسم اللہ الرحمن الرحیم میں گوار ہوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی حدیثنا حماد بن زید عن
 کثیر بن شظیر ان الحسن سئل عن الجہر بالبسملة فقال انما یفعل ذلک الاعراب یعنی امام حسن بصری سے جہر بسم اللہ کا
 حکم پوچھا گیا فرمایا یہ گواروں کا کام ہے ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابو امام محمد بن حنفی تابعی سے راوی الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم
 بدعۃ بسم اللہ شریف جہر سے کہنا بدعت ہے اثرم انھیں سے راوی ما درکت احدی الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم والجہر بما
 بدعۃ میں نے صحابہ و تابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر کرتے نہ پایا اُس کا جہر بدعت ہے بحسن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سے تو اتر کر ان حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی ثبوت ہوتا تو کیا یہ اجلہ صحابہ و تابعین معاذ اللہ سے بدعت بتاتے یا گواروں کا فعل کہہ سکتے
 و لکن الجہلۃ یقولون ما لا یعلمون نہایت کہ امام الفقہارام المحدثین اودھ الادویا اودھ المجتہدین سیدنا امام سفین ثوری رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مجرور و مجرور مانا اور اُس کے انھا کو افضل و ادلی سمجھا تتمہ بحقائد اہل سنت جانا محدث لا لکائی
 کتاب السنہ میں بسند صحیح راوی حدیثنا المخلص نا ابو الفضل شعیب بن محمد نا علی بن حرب بن لبام سمعت شعیب بن جریر
 یقول قلت لسفین الثوری حدثت بحديث السنة ینفعنی اللہ بہ فاذا لو قفت بین یدیه قلت یارب حدثنی بهذا سفین فانیجوا نا
 و توخذنا قال اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم القرآن کلام اللہ غیر مخلوق (و جعل یسرا دلی ان قال) یا شعیب لا ینفک
 ما کتبت حتی تری المسح علی الحفین وحی تری ان اخفاء بسم اللہ الرحمن الرحیم افضل من الجہر بہ و حتی تو من بالقد ر
 (الی ان قال) اذا وقفت بین یدی اللہ فسلک عن هذا فقل یارب حدثنی بهذا سفین الثوری ثم خل بی و بین اللہ عزوجل
 یعنی شعیب بن جریر نے امام سفین ثوری سے کہا مجھے عقائد اہل سنت بتا دیجیے کہ اللہ عزوجل مجھے نفع بخشے اور جب میں اُس کے حضور کھڑا ہوں
 تو عرض کروں کہ اکی یہ مجھے سفین نے بتائے تھے تو میں نجات پاؤں اور جو بچہ کچھ ہو آپ سے ہو فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن
 اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور اسی طرح اور عقائد و مسائل لکھو اگر فرمایا اے شعیب یہ جو تم نے لکھا تمہیں کام نہ دے گا جب تک مسح موزہ کا
 جواز نہ مانو اور جب تک یہ اعتقاد نہ رکھو کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا باذانہ پڑھنے سے افضل ہے اور جب تک تقدیر الہی پر ایمان نہ لاؤ جب تم
 اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہو اور تم سے سوال ہو تو میرا نام لےوینا کہ یہ عقائد و مسائل مجھے سفین ثوری نے بتائے پھر مجھے اللہ تعالیٰ کے
 حضور جہود کر لگے ہو جانا امام ذہبی طبقات الحفاظ میں فرماتے ہیں هذا ثابت عن سفین و شیخ المخلص نقیہ یہ روایت سفین سے
 ثابت ہے اور راوی ثقہ واللہ تعالیٰ اعلم افادۃ ثالث عشر اقول ہم آفتاب روشن کی طرح ثابت کر آئے کہ اگر بغرض باطل نہیہ
 ماصم جزئیات ہر صورت صحیح تاہم اختیار قرأت ماصم میں اختیار جزئیات پر مجبور نہیں کر سکتا یہاں اگر بغرض ماصم سے ثابت ہو حالانکہ ہرگز

ثابت نہیں کہ اُن کا طریقہ نماز میں ہر جگہ جبرسم اللہ تھا تاہم اُن کی قراءت اختیار کرنی ہرگز اسے مستلزم نہیں کہ نماز میں دوبارہ جہر و اخفا اُن کی پیروی ضرور ہو کہ یہ مسئلہ فقہیہ ہے اور ہم فقہ میں اُن کے تقلد نہیں آخر نہ دیکھا کہ ہمارے الکرام نے اُن کی قراءت اختیار فرمائی اور نماز میں بسم اللہ شریف کے اخفا کا حکم دیا لاجرم ہمارے علمائے صاف صریح تصریح فرمائی کہ جہر و اخفائے بسم اللہ شریف میں امام قراءت کا اتباع بخلاف نماز میں اخفائی کرے اور بیرون نماز بھی اتباع قاری خاص صرف بوجہ اولویت ہے نہ بطور وجوب و لزوم و ضرورت لہذا قدامت القراءات کما حقہ بالیقین لا احتمال فیہا الخطا ولا ینافی بعضہا بعضاً فلا یجوز فی شئ منها الاجمعاً ولا افراداً ما لم یؤد التلیف فی الی التعلیل بخلاف المجتہدات الخلافیۃ فان المجتہد یخطئ ویصیب فلا تعد و عما اعتقدنا انہ صواب یحتمل الخطأ الی ما ظننا انہ خطأ یحتمل الصواب ولئن لفقت لربما اتفق الا قال علی فساد العمل محضی شرح قدوری پھر کھائی یہ شرح ہادیہ پھر رد المحتار حاشیہ مختار میں ہے لا یجہر بها فی الصلوۃ عندنا خلافاً للشافعی وفي خارج الصلاة اختلاف الروایات والمشافیح فی التعوذ والتسمیۃ قبل یحیی التعوذ دون التسمیۃ والصحیح انہ یتخیر فیہما ولكن یتبع امامہ من القراء وهم یجہرون بها الاحموزۃ فانہ یخفیہا ہا ہ بسم اللہ تعالیٰ یہ خیالات جدیدہ و ہادیہ کے رد میں ہمارے علمائے صریح ہے **افادہ رابعہ عشر اقول** وبالله التوفیق حقیقت امر یہ ہے کہ روایات قراء طبعہ فطریقہ قرآناً فقرناً بذریعہ تدریس و تعلیم و تلقی تلامذہ عن الشیوخ ہیں تو یہ جہر و اخفا اوقات تعلیم و اقران کی خبریت ہیں نہ خاص حال نماز کی حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلامذہ پڑھنے استاذ سنتے بتاتے نہ یہ کہ نمازوں میں سن سن کر سیکھتے جس میں سوال و جواب و تفہیم و تفہیم کا کوئی موقع نہیں بیرون نماز بھی قراءت شیخ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی سمجھتے اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرز ادا تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا دریافت کر لیتا استاذ اعادہ کر دیتا **اتقان شریف** میں ہے اوجہ التعلیل عند اهل الحديث السماع من لفظ الشيخ والقراءة عليه السماع عليه بقراءة غيره والمناولة والاجازة والمكاتبه والوصية والاعلام والوجادة فاما غير الاولين فلا ياتي هنالما يعلم مما سئل ذكره واما القراءة على الشيخ فهي المستعلة سلفاً وخلفاً واما السماع من لفظ الشيخ فيحتمل ان يقال به هنالان الصحابة رضی اللہ عنہم انما اخذوا القرآن من فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لكن لم يأخذ به احد من القراء والممنع فيه ظاهر لان المقصود هنا كيفية الاداء وليس كل من سمع من لفظ الشيخ يقدّر على الاداء كهيأته بخلاف الحديث فان المقصود فيه المعنى اذ اللفظ لا بالهيئات الملتزمة في اداء القرآن واما الصحابة فكانت فصاحتهم وطباعهم السليمة تقتضي قدرتهم على الاداء كما سمعوه من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانه نزل بلغتهم ومما يدل للقراءة على الشيخ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القرآن على جبریل فی رمضان کل عام اہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اگرچہ سب کمال افادہ حضور و خلف علی کمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نہایت استعداد و نفوس قابل رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر سیکھا مگر وہ بھی بطور تعلیم و تفہیم ظاہر باطن و نظم و منی و حکمت تھا نہ یوں کہ صرف نماز میں قراءت اقدس سے لفظ یاد کر لے صحابہ کرام دسل دسل آیتیں مع اُن کے علم و عمل کے سیکھتے جب اُن پر قادر ہو جاتے ہوں اور تعلم فرماتے اسی طرح امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ برس میں سورہ بقرہ

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تدریس دیر زائد دیر زائد ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال کنا اذا تعلمنا من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشر آیات من القرآن لم نتعلم العشر التي بعدها حتى نعلم ما فيه فقیل لشريك من العمل قال نعم ابو بکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابو عبد الرحمن سلمیٰ سے راوی قال حدثنا من كان يقرأ ما من اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انهم كان يقرأون من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عشر آيات ولا يأخذون في العشر الاخرى حتى يعلموا ما في هذه من العلم والعمل فعملنا العلم والعمل ابن سعد طبقات میں بطریق عبد اللہ بن جعفر عن ابی السخ عن سمیون اور امام مالک موطا میں بلاغا راوی ان ابن عمر تعلم البقرة في ثمان سنين خطيب بغدادی کتاب رواة مالک میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی قال تعلم عمر البقرة في اثنتي عشرة سنة فلما ختمها نحر جزورا تو ظاہر ہوا کہ یہ روایات جہر و اخفاء قراءات خارج از نماز کی نقل ہیں اب بحمد اللہ تعالیٰ اُس ارشاد علی کا راز واضح ہوا کہ بیرون نماز اتباع امام قراءات مناسب ہے اس کی نظیر نیز مسئلہ تعوذ ہے عامۃ قرا کا اُس کے جہر پر اتفاق ہے امام اجل ابو عمرو دانی نے اس پر اجماع اہل ادا نقل فرمایا امام عارت باللہ شاطبی نے باوصف حکایت خلافت تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ و رواة اُس کا اخفاء نہیں مانتے تیسری باب ذکر الاستعاذہ میں ہے لا اعلم خلافا بین اهل الاداء في الجهر بها عند افتتاح القرآن وعند الابتداء بروس الاجزاء وغيرها في مذهب الجماعة اتباعا للنص واقتداء بالسنة حرزالامانی و وجہ التہانی میں ارشاد فرمایا ہے اذا ما اسر دت الدهر نقراء فاستعد جہارا من الشيطان بالله سبحانه وسبحلا سراج القاری میں ہے "قوله سبحانه اي مطلقا لجميع القراء وفي جميع القرآن" پھر فرمایا ہے واخفاؤه فصل آباء وعائتائہ و کم من فنی کاملہ دی فیہ اعلا و شرح میں ہے ای روی اخفاء التعوذ عن حمزة و نافع اشار الی حمزة بالقاء من فصل والی نافع بالالف من آباء و جہر بہ الباقون و ہم ابن کثیر و ابو عمرو و ابن عامر و عاصم و الکسائی ہذا هو المقصود بهذا النظم بالباطن و نبيه بظاها علی ان من ترجح قراءته اليهم من الائمة ابوا الاخفاء ولم ياخذوا به بل اخذوا بالجهر للجميع ولذلك امر به مطلقا في اول الباب اب کون عاقل کہے گا کہ یہ اطباء جمہور رواة و اتفاق جمیع اہل ادا نماز و غیر نماز سب کو شامل وہ سب تمام قرا کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بکھر پڑھتے تھے ماشا بلکہ قطعاً یہ روایات و نقول سب محل روایت و تلاوت بیرون نماز سے متعلق ہیں لا جرم شرح میں فرمایا قوله فاستعد جہارا هو المختار لسائر القراء و هذا في استعاذة القاری علی المقری او بحضرة من يسمع قراءته اما من قترأ خاليا او في الصلوة فالاخفاء اولی امام جلیل جلال سیوطی اتقان میں کتاب النشر امام القراء محمد محمد ابن الجوزی سے ناقل المختار عند ائمة القراءۃ الجہر بها و قیل یس مطلقا و قیل ما عدا الفاتحة وقد اطلقوا اختیارا الجہر و قیدہ ابو شامہ بقید لا بد منه و هو ان یكون مجبضة من یسمعه لان الجہر بالتعوذ اظهار شعار القراءۃ کا الجہر بالتلبیة و تکبیرات العید و من فوائد ان السامع یبصت للقراءة من اولها لا یفوتہ منها شیء و اذا اخفی التعوذ لم یعلم السامع بها الا بعد ان فاته

له ای وان جاءت الروایة علی اخفاء فصلها ۱۱ منہ

من المقر وثنی وهذا المعنى هو الفارق بين القراءة في الصلاة وخارجها اه افادة خامسه عشر قرآئت بسم الله ضروري
 ہے مگر وہ ہرگز من حیث الروایہ ثابت نہیں بلکہ کتابت مصاحف واجماع علی التجرید سے ولما جب امام ولی صالح قدس سرہ المجتہد نے فقہ
 میں فرمایا ہے ولیمیل بین السورتین بسنة ورجال نحوها دسریة وتحملها شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ اراد بالسنة
 التي نحوها كتابة الصحابة لها في المصحف پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلام الہی ہے نہ یہ کہ ہر سورت کی جڑ سے یا ختم
 میں ہر جگہ اس کا جملہ لازم کیا مگر فی الافادۃ السادسة اور جب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجیے اور صرف اس کی صحت کو
 مناط ان کراشات مدعا کا حوصلہ کیجیے تو یہ محض باطل و موس عا طل فقط صحت روایت پر مدار قرأت ہونے سے کیا مقصود ہے آیا یہ
 کہ صرف اس قدر سے قرآئت ثابت ہو جاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآئت بے دلیل قطعی یقیناً مفقود افادہ ششم میں اس کا بیان موجود
اقول ولا نسلم ان في الفرض حتى عن السبعة ما لم يتواتر وان اشتمل بل القرآن متواتر قطعاً بجميع اجزائه وان لم
 تقف انت على تواتر بعضه فليس من شرط المتواتر تواتره عندك اتقان میں ہے لا خلاف ان کل ما هو من القرآن يجب
 ان يكون متواتراً باصله واجزائه واما في محله ووضعه و ترتيبه فذلك عند محققى اهل السنة لان العادة تقضى
 بالتواتر في تفاصيل مثله لان هذا المعجز العظيم الذي هو اصل الدين القويم والصراط المستقيم مما تتواتر دواعی علی
 نقل جملة وتفصيله فما نقل احاداً ولم يتواتر يقطع بانه ليس من القرآن قطعاً الخ اور اگر یہ مراد کہ جب روایت صحیح ہو و نہ کریں گے
 صرف اسی قدر پر پڑھنا جائز سمجھیں گے تو اولاً یہ بھی چاروں مذہب میں باطل جمہور محققین قرا و محدثین و فقہاء اصولیین اس کے بطلان
 کے قائل **اقول** كيف لا وانما الكلام في قراءته قرأنا وهي موقوفة على ثبوت قرآئته الموقوفة على تواترها والا فلا شك في
 جواز قراءة الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بها في حكمه كخبر الواحد والاستشهاد بها على مسألة ادبية مثلاً اذا لم يعتقد
 قرآئتها ولم يؤتمرها والا حرم باجماع مسلمين كما نص عليه في غيث النفع عن ابى القاسم النويرى في شرح طيبة
 النشر عن الامام ابى عمر في التمهيد غيث النفع میں ہے مذهب الاصوليين وفقهاء المذاهب الاربعة والمحدثين
 والقراء ان التواتر شرط في صحة القراءة ولا تثبت بالسند الصحيح غير المتواتر ولو وافقت رسم المصاحف العثمانية
 والعربية وقال الشيخ ابو محمد مكي القراءة الصحيحة ما صح سندها الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وما صح وجهها
 في العربية ووافقت خط المصحف وتبعه على ذلك بعض المتأخرين ومشى عليه ابن الجزري في نشره وطيبته وهذا
 قول محدث لا يعول عليه ويؤدي الى تسوية غير القرآن بالقرآن ولا يقدح في ثبوت التواتر اختلاف القراء فقد تواتر القراء
 عند قوم دون قوم الخ اور بعض متأخرین کہ جائز رکھتے ہیں وہ بھی شہرت واستفاضہ و قبول قرا شرط کرتے ہیں مجر و صحت روایت پر قناعت
 کسی معتمدی الفتن کا قول نہیں خود امام ابن الجزری جنہوں نے نشر میں یہ ضابطہ باندھا کہ کل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت
 احدی المصاحف العثمانية ولو احتمالاً لا و صح سندها فهي القراءة الصحيحة انھیں نے اس ضابطہ کی تشریح میں آپ ہی فرمایا
 اذا كانت القراءة مما شاع وذاع وتلقاه الاثمة بالاسناد الصحيح اذ هو الاصل الاعظم والركن الاقوم پھر فرمایا نفعی بہ ان

یروی ثلاث القراءۃ العدل الضابط عن مثله وهكذا حتى تنتهی وتكون مع ذلك مشہورۃ عند ائمة هذا الشأن امام جلیل
جلال سیوطی جنہوں نے یہاں کلام امام القراء کی تعریف کی اگرچہ اس کے بعد وہ کلام مذکور سابق افادہ فرمایا جس نے اس کے مضمون کی تصحیح^۱
کی اعنی لا خلاف ان کل ما هو من القرآن يجب ان يكون متواترا الى اخر ما مر اس کلام کی تلخیص میں فرماتے ہیں اتقن الامام ابن
الجوزی هذا الفصل جدا وقد تحرر لي منه ان القراءات انواع الاول المتواتر الثاني المشهور وهو ما صح سندہ ولم يبلغ درجة
التواتر ووافق العربية والرسم وانتتهى عند القراء ويقرؤ به على ما ذكر ابن الجوزي الثالث الاحاد وهو ما صح سندہ
وخالف الرسم والعربية ولم يشتهر الاشتهار المذكور ولا يقرؤ به ا ه ثانياً اگر بالفرض یہ مسلم بھی ہو تو اس سے
حاصل کتنا جواز قرات نہ ہو جز قرآنیت۔ یہ محض ایک امر زائد و خارج ہے جس سے ملزم حضرت ثابت ہو سکے نہ بحال ترک کسی لحاظ کے
نزدیک حکم نقصان ختم کی راہ میں اللہم الاعند مجنون نابذ العقول لا يسمع ما يقال ولا يدري ما يقول بالجمله یہاں تین چیزیں اثبات
مسببین کتابت مصاحف روایت مخصوصہ اول تو اولاً بحث سے محض برکھاں جس سے جزئیت سور درکنار قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر ہوگا
ثانیاً روایات جہر و اثبات سب بیرون نماز کی حکایات اس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم ناقابل التفات ثالثاً بغیرض باطل بطور ناظرہ
ادعائے نقصان ختم میں یوں بھی کلام کہ خلاف و اثبات دونوں طور پر قرآن تمام و دوام ثبوت قرآنیت پر ضرور دلیل مسبین مگر حاشا جزئیت سور
وجہ فی الصلاۃ سے علاقہ نہیں نہ تکرر نزول تعدد آیات پر دلیل مقولہ تراویح ایک بار پر اقتصار میں نقصان ختم کا زعم مخدول سوم اکی دو صورتیں ہیں
تواتر یا مجرد صحت اور ہر ایک دربارہ جہر فی التراویح یا در باب جزئیت بسم اللہ شریف میں تواتر نفس تو سرے سے دربارہ قرآنیت ہی نہیں تواتر جزئیت
چہ رسد اور جہر مذکور و جزئیت سور میں نفس صحت معدوم تا بتواتر چہ کشفہ خود قائلان جزئیت مصرحان ظہنیت و نافیان قطعیت اور عند تحقیق
انتقائے قطعیت خود انتقائے جزئیت و لہذا صحابہ و تابعین و جہر اللہ دین کو اس سے انکار اور قول جزئیت کے محدث و نو پیدا ہونے کا صانع
اظہار ہاں صرف دربارہ فاتحہ بعض اخبار آحاد مذکور کہ عند المحققین مخالفت قاطع کے سبب مجرد صحت روایت پر اقتصار و قناعہ باطل
و مقبور پھر علی التسلیم ان سے ثابت ہوگا تو وہ امر جدید جو دعویٰ مخالف کے عموم و خصوص دونوں کا مخالف و رد شدہ یعنی صرف جزئیت فاتحہ
ہر صورت پر جہر کے لیے تقسیم سور کا ادھوا اور فاتحہ کے ساتھ قرآن جہر میں اخفا کس وجہ سے اس نے تخصیص تراویح کی باطل کیا یہ تو امور ثابتہ تھے
دلوہو جو جن میں مخالفت کے لیے اصلاً سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اس کی سند اور یہیں سے واضح کہ مسئلے کو منصوصہ قطعہ اجماعیہ غیر اجتہادیہ ماننا
مذہب کو اس میں دخل نہجانا محض جہل سرزد اب نہ رہا مگر یہ جاہلانہ زعم زاعم کہ جزئیت سور یا جہر فی التراویح مذہب عاصم اور ان کی قرات کے
آخذہ جہر و اخفا نماز میں ان کا اتباع لازم اول ائمہ قرات برافراہمت اور ثانی محض جہل و سفاهت مخالفت تصریح ائمہ حقیقت غرض حفاظہ
حقیقہ پر سر ہر صورت پر جہر محض ظلم و قہر نہ شرع سے اس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ و فروعیہ ہمارے قول پر حاکم ہمارے ہی قول
کی ناصرداعی مصالح شرعیہ ہمارے ہی قول کی طرف داعی و اللہ الحمد والمنة والصلاۃ والسلام علی نبینا سید الانس والجنۃ
والہ وصحبہ سادات الجنۃ۔ آمین۔

تذیل

الحمد للہ آفتاب عالم تاب حق و صواب بے نقاب و حجاب شک و ارباب جلوہ فرمائے منظر اجاب ہو اب کیا حاجت کہ حیثیات زائدہ و انویات بے فائدہ کے رد و ابطال میں تضيغ وقت کیجیے زید بے قید اپنی شدت جہالت و وقت سفاهت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ ایسی بات قابل التفات ہو اُس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر نہ کیا زور تناقض و شور قعارض نے جا بجا اپنا ہی لکھا خود رد کر دیا عناد و اجترار و مکارہ و افتراء سب و شتم علمائے کرام بیت اللہ الحرام کے ماوراء جو باتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں متبوعوں ہی کے کلام سے اخذ کیں متبوعین میں گنگوہی صاحب نے طرفہ تاشا کیا کہ اول تو اپنے پیشوا جناب قادی صاحب کا صاف رد لکھا قادی صاحب نے فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں گنگوہی صاحب فرماتے ہیں قبلہ یہ باطل مبین دخل نہ ہونا کیا معنی صریح اجتہاد یہ ہے حفص کا مذہب ہر امام اعظم کا مذہب اخفا ہے جس کی پیروی کیجیے درست و بجا ہے قادی صاحب جہر فی الختم اگرچہ نمازیں ہو حفص کی روایت ہے عاصم کی قراوت ہے منقول عن الرسول بروج صحت ہے گنگوہی صاحب حضرت نہیں بلکہ حفص کی رائے ہے عقلی اجتہاد سے ہاں مذہب سب بجا ہیں یوں حق و رشاد ہے قادی صاحب یہ اُن مورسے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ مذہب بھی خلاف سے کنارہ گزریں گنگوہی صاحب قبلہ یہ لاف ہے صاف گزان ہے خود المہ سنت نزاع کر رہے ہیں خود امام اعظم کا صریح خلاف ہے قادی صاحب یہاں چاروں مذہب میں صحت روایت پر مدار کا رہے گنگوہی صاحب حضرت چاروں درکنار خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے قادی صاحب جب مسئلہ روایت صحیحہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہو چکا خلاف و حنیف باقی ہی کب رہا اذا صحیح الحدیث فھو مذہبی قول اخاف ہے تو بعد صحت روایت خلاف و تخالف سے مطلع صاف ہے گنگوہی صاحب قبلہ یہ تو بدامہنہ مردود خلاف امام اعظم قطعاً موجود قادی صاحب بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابل سماعت گنگوہی صاحب واہ حضرت سب حق و ہدایت جس کی اقتدا کروا ہتدا کی بشارت غرض اولاً قادی صاحب کے خیالات گار دہلی فرما کر اخیر میں سارا دھڑا قادی صاحب کے سردھرا کہ یہ سب کچھ ہے مگر حافظوں پر وہی ضرور جو حضرت قبلہ قادی صاحب کو منظور ملک خدائے غالب کا حکم جناب قادی صاحب کا جو ہر سورت پر جبریم اللہ ذکرے کا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا اقول ان سب خرافاتوں کا ردہ بالغ و طرز بازغ تو طرح طرح سے افادات میں گذرا یہاں حضرت سے اولاً انتادریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت سب کے اقتدا کی عام اجازت تو اب حفاظ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم و ضرور ہو گیا حفص کا خلاف تو پہلے بھی معلوم ہی تھا اُس وقت تک تو آپ یہی فرما رہے تھے کہ اس میں عیب نہ اُس میں حج اب قادی صاحب کے فرمان میں کیا کسی تازہ وحی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناحق ایک ہدایت کو ضلالت ایک جائز کو ناجائز کر دیا مثلاً تیار یہ آپ فتویٰ لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی پنجائیت قادی صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت کو کسی شرعی محنت مثلاً ثبوت تو دیکھیے کہ مذہب حفص تمام سود میں جزئیات بامل تھا راجعاً بلکہ پہلے اسی سے چلے کہ امام حفص کو منصب اجتہاد حاصل تھا خامساً مسئلہ اجتہاد یہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو اپنے فتویٰ میں ذکر فرمان

پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیرے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیت میں امام اعظم ملت امامت کے مقلد ہیں یا محمد العصر پانی پت کے
 باتباع ہوا تقلید امام کو آگ دکھانا پانی پت کی خاک پر دھونی رہنا کس نے مانا اور یوں بھی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم حنفیہ کو انکے
 خلاف امام فتویٰ بتانا کیسا ستم افیس کہ آپ نے اہل تو تقلید شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجا سب پر عمل روا آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا
 کہ امام کا اتباع متروک و مجور اور تقلید پانی پت کی پت رکھنی ضرور اس شترگر بگی کی کیا سند ضلّت علی الاسد و بُلّت عن النقد خیر
 انھوں نے تو سب ڈھلی بگڑی قاری صاحب پر ڈھال کر ان کی ڈھال پکڑی قاری صاحب کی سینے تو ان سے بہت کچھ کہتا ہے کہ وہ
 بھی کوئی سند نہ لاسکے ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھاسکے اور عاقل جانتا ہے کہ محل فتویٰ میں ادعا ہے بے دلیل ذلیل و علیل دوم سند
 دکھانا کہاں کا خوب جانتے تھے کہ یہ جملے خلاف مذہب کسے لہذا وہ راہ چلے کہ اتباع مذہب کا جھگڑا ہی نہ رہے اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے
 معرض ہیں ترک تقلید پر معرض ہیں انھیں گمراہ و مفسد بتایا کرتے ہیں تحریر و تقریر اعلیٰ کئی سنایا کرتے ہیں اب کہ اپنا اجتہاد گریا یا وہ کچھ فرمایا کہ
 انھیں بھی شرمایا بقہ صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت عمل بالحدیث ہی طریق انصاف ہے جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلاف ہے فقہ
 مذہبی خود قول احناف ہے زمانہ قراء زمانہ اجتہاد و عمل بالسنہ گزرا تخصیص دلیل ہے کہ جب دور تقلید آیا عمل بالسنہ نے مونہ چھپایا
 حالانکہ تقلید المذہب ہی عمل بالسنہ ہے اس کا خلاف صریح فتنہ ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظم سوم اذا صح الحدیث تو سن لیا
 مگر صحت فقہی و صحت حدیثی میں میں فرق کیا خاص اس باب میں فقیر کا رسالہ الفضل الملوہی فی معنی اذا صح الحدیث فقہو
 مذہبی مطالعہ کیجیے کہ مطلب کھلے شک و ریب کی ظلت ڈھلے چہارم اگر تلقی والقلیٰ بیرون نمازیں صحت روایت جہر مراد چشم ماروٹن لیا
 شاد اس سے تراویح پر حکم خط القناد اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مقصود تو ممنوع و مردود افادہ ۱۲ و ۱۳ یاد کیجیے اور
 خدا انصاف دے اذا صح الحدیث سے اپنے عکس مراد کا مرذہ لیجیے کہ حدیث صحیح ہمارے ہی ساتھ اور خصوص تراویح میں تو آپ یک دست
 خالی ہاتھ پنچم مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کہی مجھ کو کسی روایت صحیحہ کا وجود مسئلے کو مجتہد فیہا نہ رکھے یہ تو بدابہت مردود و کتب مغللہ خلا فیہ
 دیکھے ہزاروں مسائل اجتہادیہ ہیں ہر فرقہ یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایات صحیحہ موجود ہاں نص قطعی مشہور متواتر دکھاسکتے کہ بسم اللہ ہر
 سورت کا جز ہے یا ختم تراویح میں ہر سورت پر اس کا جہر چاہیے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہوتا کہ مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ ان منقولہ میں اور جب
 اس کی قدرت نہیں تو محض زبانی ادعاؤں سے مذہب حنفیہ رد ہو جائے حاشا یہ ہوس ہی ہوس ہے ششم جزئیات جمع سور میں اختلاف اللہ قرات
 آپ نے کہیں دیکھا یا محض طبعی جودت افادہ ۴ ملاحظہ ہو کہ مادرائے فاتحہ میں قول جزئیات حادث دے اصل ہے افادہ ۵ مطالعہ ہو کہ
 سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک بسم اللہ باتفاق قراءت سے خارج امارت فضل ہے ہفتم ایک سو چودہ آیاتوں کی کمی کس حساب سے جمی
 قرآن عظیم میں کل سورتیں اسی قدر ہیں اور قرات میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو بسائل ادائل ایک سو تیرہ ہی رہیں حفاظ بالاتفاق ایک بار جہر
 کے عامل تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک سو بارہ ہی کا نقصان حاصل چودہ کس گھر سے آئیں کیا حقد و خلع بھی دو سورتیں شمار فرمائیں بالفرض
 کوئی جاہل حافظ مطلقاً بارک جہر ہی سہی تاہم کیا برات ششٹی ہو کر بھی گنتی چودہ کی چودہ ہی رہی اس سے تو زید بیچارہ آپ کا مقلد ہی اچھا
 رہا جس نے کہیں کہیں اپنے خیال سے تیرہ کہا ششم یہ تو اہل ابواگر اہان باطنوی کی خوب ہی حمایتیں فرمائیں قرات امر منقول ہے

نہ اجتہادی لہذا اس میں کسی بد مذہب کا خلاف نہیں سخن اشد مگر اگر ہوں کا خلاف فروعات ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یادہ اشقیاء صریحہ ہوتے
منکر صدق و اطیع و نصوص و یحک یا مقری کا نیک لا تداری ماعلی لسانک یجری سے فانکنت لا تداری الخ نہم قرائت میں ہل ہوا کا
خلاف نہ ماننا بھی عجب بے خبری ہے یا کوئی نظری خلاف کی دو صورتیں ہیں ہمارے اللہ کی کسی قرات پر طاعن و منکر ہوں یا کہیں اپنی
نئی گزشت کے نظر اہل ہوا خذلم اللہ تعالیٰ دونوں راہ چل چکے سر دست تحفہ اشنا عشریہ ہی کا تحفہ کافی جسے ہر فارسی خواں بھی سمجھ سکے
باب دوم مکائد و رافض قلم اللہ تعالیٰ میں فرماتے ہیں کید سیر دہم آنکہ گویند عثمان بلکہ ابوبکر و عمر نیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن را تحریف کردند
و آیات فضائل اہل بیت اسقاط نمودند از بجلہ و جعلنا علیا صھرا کہ در الم نشرح بود "ایک سنی نے اس پر ملاحظہ کیا ہاں اس کے بعد
ایک آیت اور بھی وہ رافضیوں نے گھٹا دی یعنی و علی الرواض فقہرک تتمہ باب چہارم میں اُن اشقیاء کا زعم نقل کیا "صحابہ بجائے من
الموافق الی المرافق ساختند و بجائے ائمہ ہی ازکی من ائمتکم - ائمہ ہی ادبی من ائمہ نوشتند و علی ہذا القیاس "شرح حدیث ثقلین
میں ذکر کیا کلینی رافضی نے کافی میں کہ روافض کے نزدیک اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے روایت کی کسی نے امام جعفر صادق کے حضور قرآن
کے کچھ لفظ ایسے پڑھے کہ لوگوں کی قرات میں نہ تھے امام نے فرمایا کیا ہے ان الفاظ کو نہ پڑھ جیسا لوگ پڑھ رہے ہیں اسی طرح پڑھ یہاں تک
کہ ہمدی اگر قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھیں اُسی میں روایت ہے امام زین العابدین نے یہ آیت یوں پڑھی و ما ارسلنا من قبلك من
رسول ولا نبی ولا محدث نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہ نبی نہ محدث جس سے فرشتے باتیں کریں اور فرمایا مولیٰ علی محدث تھے
اُسی میں روایت ہے امام جعفر صادق نے فرمایا ائمہ ہی ادبی من ائمہ کلام اللہ نہیں اس میں تحریف ہوئی اللہ تعالیٰ نے یوں آثار اٹھا
ائمتہ ہی ازکی من ائمتکم یہیں شاہ صاحب نے ان ملاعنہ کا زعم نقل فرمایا کہ لفظ و یلاک قبل لا تخون ان اللہ معنا ساقط کردہ اند
ولفظ عن ولایۃ علی بعد ازین آیت وقفوہم انھم مسئولون و یملکہ بنو امیۃ بعد خیر من الف شھر و یعلی بن ابی طالب بعد
و کفی اللہ المؤمنین القتال و آل محمد ازین لفظ و سبعلہم الذین ظلموا آل محمد و لفظ علی بعد از و لکل قوم ہادہ ذکر کل ذلک
ابن شہر آشوب المازندانی فی کتاب المشالب لہ و علی ہذا القیاس کلمات بسیار و آیات بے شمار را کردہ اند "نیز کلینی نے امام
جعفر صادق سے روایت کی انھوں نے ائمہ ہی ادبی کی جگہ ائمہ ہی ازکی پڑھا راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں
کیا ائمہ ہے - فرمایا ہاں خدا کی قسم، میں نے کہا لوگ تو ادبی پڑھتے ہیں حقارت سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا ادبی کیا دہم آج کے
زعم میں بسم اللہ شریف کا جزء ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت صحیح ہو چکا اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب
اربعہ یہاں صرف صحت روایت پر مدار ہے ائمہ حقیقہ کا حال تو فادہ ۸ میں ظاہر ہو گیا کہ انھوں نے کیونکر آپ کے اس مدار کا دما ز کلاما لکھ
سے پوچھے وہ کیا فرماتے ہیں ہمارے یہاں تو باوصف جبر سوراخا ہی کا حکم تھا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مشہور یہ کہ فرضوں میں
بسم اللہ ہرگز پڑھے ہی نہیں نہ آواز سے نہ آہستہ روایت اباحت ضعیف ہے بیٹھیکا تو ناز کردہ ہوگی ہاں نقلوں میں اختیار ہے کیا انھیں
اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امام قرات حضرات نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قالون بسم اللہ پڑھتے ہیں علامہ زرقانی مالکی
شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں المشہور من مذہب مالک کواہتھا فی الفرض مقدّر عشماویہ علامہ عبد الباری منینی قاضی

مالکی میں ہے المشہور فی البسملۃ والتعوذ الکراہۃ فی الفریضۃ دون النافلۃ وعن مالک القول بالاباحۃ عمدۃ القاری میں ہے قال ابو عمر قال مالک لا فقر والبسملۃ فی العوض سیرا ولا جہاد فی النافلۃ ان شاء فضل وان شاء ترک ذلک تفریق کو بھی اپنے مدار سے تطبیق دیجیے یا زود ہم تا شا زود ہم تقریر شریف میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ زمانہ قرا سب سے زمانہ اجتہاد تھا زمانہ تابعین تھا امام مذہب تا زمانہ قراء محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے قراء کا مذہب پوچھنا بحث ہے ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلاً دخل ہی نہیں تو زمانہ قراء زمانہ اجتہاد ہو یا عصر تقلید عہد تابعین ہو یا وقت جدید امام مذہب اس وقت محتاج الیہم ہوں یا بیکار معدودے چند ہوں یا بے شمار قراء سے سابق ہوں یا لاحق قاری مجتہد ہوں یا مقلد ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا اور ان کے خلاف بھی مائے توقاوت کیا فتوائے سامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اسی کے متعلق کہ زمانہ تبع تابعین و محدثین تک چار میں حصر مذہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے جب اور مذہب مندرج ہو گئے مذہب اہل حق ان چار میں محصور ہو گیا اور بھی ہے کہ وہ بھی محل سے رہیں بیگانہ و اجنبی ہے ہفتہ ہم ثبوت تو دیجیے کہ قرا سب سے مجتہد تھے اگر مجتہد فی الذہب بھی ہوئے تو مذہب پوچھنا کیوں حقاقت ہوئے لگا یہ مجتہد ہم اس زمانہ میں عدم حصر و کثرت مجتہدین مسلم مگر کیا اس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگرچہ کسی فن کا ہو فقیہ و مجتہد تھا اس کا تو زعم ذکر کے کا مگر سخت احمق جاہل یا انتساب کو عام نہ تھا اصلاً و تھا اس کا بھی مدعی نہ ہو گا مگر بے خبر غافل کیا امام ابو یوسف و امام و محمد و غیر ہما خیفہ اور امام اشعوب و امام قاسم و غیر ہما مالکیہ میں معدودہ نہیں (کتاب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقیناً قطعاً تقلید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں حتم ہوا تو زود ہم در فن تاریخ ہم کمالے دارند امام مذہب بعد قراء کے تھے شہب جانے دیجیے بدور ہی میں کلام کیجیے سات میں چار ہمارے امام سے وفات متاخر ہیں امام ابو عمرو بن العلاء بصری نے ۱۵۷ھ یا ۵۵ھ امام حمزہ زیات نے ۱۵۷ھ یا ۵۶ھ امام نافع مدنی نے ۱۶۹ھ امام علی کسائی نے ۱۷۹ھ امام الامام ابو حنیفہ نے ۱۸۰ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس چھوٹے ہیں امام کی ولادت ۱۸۰ھ یا ۱۸۱ھ میں ہے اور ان کی ۱۸۹ھ میں یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر بن امام محمد کے اقران سے ہیں دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رے میں فقہ و ادب دونوں دفن کر دئے اب کون جاہل کہے گا کہ امام اعظم امام محمد کے بعد ہوئے ہیں بسم اللہ مذہب محتاج الیہ و محصور نہ تھے یہ خاص امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا یا مطلق اول تو بدہر عقل سے عاقل چار کبھی بھی نامحصور نہیں ہو سکتے اور ثانی اس سے بڑھ کر شیعہ و باطل زمانہ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نگرہ کہ امام کی طرف احتیاج نہ ہو ہر زمانے میں مقلدین کا عدد مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے تو اللہ سے بے نیازی کہ کوئی ممکن بلکہ علماء کی طرف حاجت تو حجت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکام تکلیفی نہیں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اهل الجنة لیحتاجون الی العلماء فی الجنة وذلک انہم یرون اللہ تعالیٰ فی کل جمعة فیقول لہم تسوا علی ما شئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ماذا نقنی فیقولون تمنوا علیہ کذا کذا انہم یحتاجون

۱۷ بلکہ ایک قول میں ولادت امام ۱۸۰ھ میں ہے کافی دنیات الامعان یوں تقریباً ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲

الیہم فی الجنة کما یتحتاجون الیہم فی الدنیا بے شک اہل جنت، جنت میں علما کے محتاج ہوں گے یوں کہ ہر جمعہ کو انھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جا کر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علما کی طرف مومنہ کر کے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو تو لوگ جنت میں بھی علما کے محتاج ہوں گے جس طرح دنیا میں اُن کے محتاج ہیں رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اللہم انی استلک بعلماء امة حبیبک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ترحمنابہم فی الدنیا والاخرۃ وترزقنا بجاہہم عندک العلم النافع والقلب الخاشع والعفو والعافیۃ والمغفرۃ صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اُمین والحمد للہ رب العلمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب احکام المسجد

مسئلہ۔ از کٹھن محلہ علی گنج مرسلہ حافظ عبد اللہ ۵ رذی الحجہ ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علما دین جو اب اس مسئلہ کا کہ سقف مسجد پر سب گرمی کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بنیوا توجروا

الجواب

مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ در ہے تو باقی ماندہ لوگ چھت پر صفت بندی کر لیں یہ بلا کراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حال امام شنبہ نہ ہو فی العلم الکبریۃ الصعود علی کل مسجد مکروہ ولہذا اذا شئت الحو لیکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فیجوز لیکرہ الصعود علی سطحہ لضرورۃ کذا فی انغاثب واللہ تعالیٰ اعلم۔

التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد

۱۳۰۶ھ

مسئلہ۔ از قصبہ کٹھن اسٹیشن سائن ضلع سورت ملک گجرات مسجد پرب والے مرسلہ مولوی عبد الحق صاحب مدرس مدرسہ عربی کٹھن
وسیلہ باتا بجائی صاحب مہتمم مدرسہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علما شریعت اس صحن مسجد کے حکم میں کہ جس پر موسم گرما میں ہمیشہ نماز فرض باجماعت مغرب و عشاء و فجر اور کبھی عصر بھی ادا کی جائے اور یہ مسجد چونکہ برسر بازار واقع ہے اس واسطے آمد و رفت نمازیوں کی زیادہ ہے عصر و مغرب کو کبھی جماعت ہو چکی ہو تو اکثر آدمی اگر اُس صحن پر اکیلے فرض نماز پڑھ لیتے ہیں کبھی دو چار آدمی آگئے تو وہاں پر جماعت بھی کر لیتے ہیں اور موسم اعتدال و بیج و خریف میں بھی کبھی معمولی جماعت صحن مذکور پر ہو جایا کرتی ہے اب صحن مذکور کو حکم مسجد کا دیا جائے یا نہیں اُس پر جنبی وغیرہ ناپاک آدمی کا

بلاعذر شرعی کے جانا جائز ہے یا نہیں دو شخص باہم مناظرہ کرتے ہیں ایک کے نزدیک صحن مذکور مسجد ہے اور جنبی کا اُس پر جانا حرام اور دوسرے کے نزدیک مصلے عید کے حکم میں ہے جنبی کو اُس پر جانا جائز ہے دلیل اُس کی یہ ہے کہ ہمارے شہر سورت میں اندرون مسجد کو جماعت خانہ اور صحن مسجد کو خارج بولتے ہیں دوسری دلیل یہ کہ فنا اور حریم مسجد اور صحن مسجد باعتبار مضموم کے متحد ہیں فنا اور حریم مسجد پر جب جنبی کو جانا جائز ہو تو صحن پر بھی جائز ہوگا کس واسطے کہ فنا کو حکم مصلے عید کا ہے اور علمائے سہابت میں سے دو عالم صحن مذکور حکم مسجد کا فرماتے ہیں ان دونوں عالموں میں سے ایک عالم صاحب اس شخص کے جو صحن مسجد کو خارج مسجد کہتا ہے استاذ بھی ہیں اب ہر ایک مناظرین مرقوم بالا میں سے ایک دوسرے کو مفسد کہتا ہے مفسد فی الدین کون ہے اور مصلح عند الشرع کون اور لفظ فنا مسجد اور حریم مسجد کے معنی صحن مسجد کے سمجھنا صحیح ہیں یا غلط اور دوسرے یہ کہ ساکن بن شہر سورت کا عرف کہ اندرون مسجد جماعت خانہ اور صحن مسجد خارج مسجد بولنا یہ عند الشرع معتبر ہے یا نہیں اور کس قدر نمازیں ہر سال میں اُس صحن پر ادا کی جائیں کہ وہ صحن مسجد بن جائے اُس صحن کی مسجد بن جانے میں سوائے نماز کے اور کوئی دوسری شرط بھی عند الشرع معتبر ہو تو تحریر فرمائیں۔ بینوا تو جبروا

الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ

صحن مسجد قطعاً جز مسجد ہے جس طرح صحن خارجہ دار یہاں تک کہ اگر قسم کھائی زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحن میں گیا بیشک حائث ہوگا کما یظهر من الهدایة والہندیة والدرا المختار و رد المحتار و عامۃ الاسفار اسی طرح اگر قسم کھائی مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا ہرگز حائث نہ ہو اور لہذا معتکف کو صحن میں آنا جانا بیٹھنا رہنا یقیناً روا۔ یہ مسئلہ اپنی نہایت وضاحت و غایت شہرت سے قریب مسجد کے بدیہیات اولیہ سے ملتی ہو جس پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل و افعال شاہد عدل جن کے بعد اصلاً احتیاج دلیل نہیں ہاں جو دعویٰ خلاف کرے اپنے دعوے پر دلیل لائے اور ہرگز نہ لائے کہ حتیٰ یلج الجہل فی سمر الخیاط مدعی خلاف نے کہ صحن مسجد کے مسجد نہ ہونے پر دو دلیلیں پیش کیں ایک عام جس میں دلیل کی صورت بھی نہیں بلکہ محض دعوئے بے دلیل ہے دوسری خاص ساجد ضرورت سے متعلق دونوں محض باطل و ذاہق فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اس مسئلہ واضح کی ایضاً کو حکم ضرورت صرف دس وجہیں ذکر کرتا ہے جن سے حکم اٹھائے تمام پائے اور دونوں دلیل خلاف کا ازالہ اوہام ہو جائے اسی کے ضمن میں انشاء اللہ تعالیٰ تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہو جائیگا **فاقول** وبالله التوفیق وافاضۃ التحقیق اولاً مسجد اُس بقعہ کا نام ہے جو بغرض نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا و تمام تعریفہ مع فوائد قیودہ فی الوقف من کتابنا العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ پر تعریف بالیقین صحن کو بھی شامل اور عمارات و بنا یا سقف وغیرہ ہرگز اُس کی ماہیت میں داخل نہیں یہاں تک کہ اگر عمارت اصلاً نہ ہو صرف ایک چوڑا یا محدود میدان نماز کے لیے وقف کر دیں قطعاً مسجد ہو جائے گا اور تمام احکام مسجد کا استحقاق پائے گا فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ ذخیرہ و فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے رجل لہ ساحة امر قومان یصلوا فیہا بجماعة ان قال صلوا فیہا ابدا و امرهم بالصلوة مطلقاً و ذی الابد صارت الساحة مسجد الومات لا یورث عنہ اھمل خصاً پھر سقف و غیر سقف میں فرق کرنا اُسے مسجد اسے فنا مسجد ٹھہرانا محض بے معنی

ثانیاً ہر عاقل جانتا ہے کہ مسجد و معبد ہو یا مسکن و منزل ہر مکان کو لمحاظ اختلاف موسم و دو حصوں پر تقسیم کرنا عادات مطرودہ بنی نفع انسان سے ہے جس پر معظم معمرۃ الارض میں تمام اعصار و امصار کے لوگ اتفاق کیے ہوئے ہیں ایک بارہ مسقف کرتے ہیں کہ برت و بارش آتا ہے بچائے دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے ہوا لینے گرمی سے بچنے کے کام آئے زبان عرب میں اول کو مستوی کہتے ہیں اور دوم کو صیفی کہا افادۃ العلامة بدرالدین محمود العینی فی کتاب الایمان من البنایۃ شرح الہدایۃ یہ دونوں ٹکڑے قطعاً اُس مسجد یا منزل کے یکساں دو جزو ہوتے ہیں جن کے باعث وہ مکان ہر موسم میں کام کا ہوتا ہے اور بالیقین مساجد میں صحن رکھنے سے بھی واقفین کی یہی غرض ہوتی ہے ورنہ اگر صرف شنتوی یعنی مسقف کو مسجد اور صیفی یعنی صحن کو خارج از مسجد ٹھہرائے تو کیا واقفین نے مسجد صرف موسم سرما و عصرین گرمی کے لیے بنائی تھی کہ ان اوقات میں تو نماز مسجد میں ہو باقی زمانوں میں نماز و اعتکاف کے لیے مسجد نہ ملے یا ان کا مقصد یہ جبر کرنا تھا کہ کیسی ہی صحن و حرارت کی شدت ہو مگر ہمیشہ مسلمان اسی بند مکان میں نمازیں پڑھیں معتکف رہیں ہو اور راحت کا نام نہ لیں یا انھیں دنیا کا حال معلوم نہ تھا کہ سال میں بہت اوقات ایسے آتے ہیں جن میں آدمی کو درجہ اندرونی میں مشغول نماز و تراویح و اعتکاف ہونا درکار دم بھر کو جانا ناگوار ہوتا ہے اور جب کچھ نہیں تو بالآخر ثابت کہ جس طرح انھوں نے اپنے چین کے لیے مکان سکونت میں صحن و دالان دونوں درجے رکھے یہ وہی عام مسلمین کی عام اوقات میں آسائش و آرام کے لیے مسجد کو بھی انھیں دو حصوں پر تقسیم کیا مثلاً اب نمازیوں سے پوچھیے آپ اذان سن کر گھر سے کس ارادہ پر چلتے ہیں یہی کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے یا کچھ اور قطعاً یہی جواب دیں گے کہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اب دیکھیے کہ وہ موسم گرمیاں میں فجر و مغرب و عشا کی نمازیں کہاں پڑھتے ہیں اور ان کے حفاظ قرآن مجید کہاں سناتے ہیں اور ان کے معتکف کہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں خود ہی کھل جائے گا کہ مسلمانوں نے صحن کو بھی مسجد سمجھا ہے یا نہیں تو مسجدیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف راہباً بلکہ غور کیجیے تو جو صاحب انکار رکھتے ہیں خود انھیں کے افعال ان کی خطا پر دال اگر وہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہوں تو لاجرم موسم گرمیاں میں عام مسلمانوں کی طرح صحن ہی پڑھتے ہوں گے پھر ان سے پوچھیے آپ گھر چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھنے کیوں آئے اور جب یہ مسجد نہیں تو یہاں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت سمجھی فضیلت درکار داعی اللہ کی اجابت کب کی اور حدیث لا صلوة لجمار المسجد الا فی المسجد کی تعمیل کہاں ہوئی اور سنت عظیمہ حبلیہ کس واسطے چھوڑی کیا کوئی ذی عقل مسلمان گواہ کرے گا کہ مکان چھوڑ کر اذان سن کر نماز کو جائے اور مسجد ہوتے سائے مسجد میں نہ پڑھے بلکہ اُس کے حریم و حوالی میں نماز پڑھ کر چلا آئے کیا اہل عقل ایسے شخص کو مجنون نہ کہیں گے تو انکار والوں کا قول و فعل قطعاً متناقض اگر یہ عذر کریں کہ جہاں امام نے پڑھی مجبوری ہمیں پڑھنی ہوئی ہے تو محض بجا و نامعقول و ناقابل قبول آپ صاحبوں پر حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم و اقدم تھی جب آپ نے دیکھا کہ سب اہل جماعت مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھتے ہیں آپ کو چاہیے تھا خود مسجد میں جا کر پڑھتے اگر کوئی مسلمان آپ کا ساتھ دیتا جماعت کرتے ورنہ تنہا ہی پڑھتے کہ حق مسجد سے ادا ہوتے یہاں تک کہ علما اس تنہا پڑھنے کو دوسری مسجد میں باجماعت پڑھنے سے افضل بتاتے ہیں نہ کہ غیر مسجد میں فتاویٰ امام قاضی خاں پھر خزانۃ المفتیین پھر رد المحتار وغیرہ میں ہے یدھب الی مسجد منزلہ و یؤذن فیہ و یصلی وان کان واحداً لان المسجد منزلہ حقاً علیہ فیؤدی حقہ مؤذن مسجد لا یحضرہ مسجدہ احد

قالوا بوزن و فقیہ و یصلی و حذ لک احب من ان یصلی فی مسجد اخر تنبیہ انھیں وجہ سے ظاہر ہو گیا کہ اہل سورت کا خاص درجہ شتویٰ کو جماعت خانہ کنا ایک اصطلاح خاص ہے اور صیغی یعنی صحن کو خارج اسی معنی پر کہتے ہیں کہ اُس جماعت خانہ مصطلح سے باہر ہے نہ بایں معنی کہ جز مسجد نہیں اور اگر خارج مسجد ہی کہتے ہوں تو یہ کنا ایسا ہے جیسے علمائے کرام ظاہر بدن کو خارج البدن فرماتے ہیں جس کے یعنی کہ بدن کا بیرونی حصہ نہ یہ کہ بدن سے باہر ہو میں خارج مسجد یعنی مسجد کا بیرونی ٹکڑا نہ یہ کہ مسجد سے خارج اور بالفرض اگر انھوں نے اپنی اصطلاح میں مسجد صرف شتویٰ یعنی سقف ہی کا نام رکھا ہو تو اسے مسجد نہ کہنے کا حاصل اس قدر ہوگا کہ درجہ شتویٰ نہیں نہ یہ کہ شرعاً مسجد نہیں اُن کے افعال دائمی یعنی موسم گرما میں ہمیشہ جماعت مغرب و عشا و فجر صحن ہی پر پڑھنا اور اذان سننے پر کانون سے بارادہ صلوٰۃ فی المسجد اگر یہاں جماعت کرنا جس کی تصریح سوال میں موجود اور رمضان گرما میں یہیں تراویح پڑھنا مستحکم رہنا عادیہ بالقطع معلوم و مشہود اس مراد و مقصود پر شاہدین و مفید تبیین و ہدایت یقین کمالاً بخفی علی صبی عاقل فضلاء عن فاضل خامسا طرفہ یہ کہ انکار کرنے والے علت و دخل جن میں بحث و نزاع کرتے ہیں اُن کے قول پر یہ معاذ اللہ صراحت بدعت شیعہ مسلمانوں سے علی الدوام والا التزام واقع ہوتی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور صحن مسجد تلف کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ خلاف میں اپنی بھی تکلیف ہے اب اگر وہ اپنے قول باطل پر اصرار کر کے اسی فکر میں پڑیں کہ نماز صحن مطلقاً بند کر دی جائے اور ہمیشہ ہر موسم ہر وقت کی جماعت اندر ہی ہو کرے اور بالفرض اُن کی یہ بات خلق کو نماز صحن سے مانع آئے تو دیکھئے موسم گرما میں کتنی مسجدیں نماز و جماعت و تراویح و اعتکاف سے معطل محض ہوئی جاتی ہیں کہ لوگ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندر ان افعال کی بجائے آدھی سے بالطبع گھبراہٹیں گے لاجرم مسجد کے آنے سے باز رہیں گے اور اگر ایک دو نے یہ ناحق و سبب کی سخت مصیبت گوارا بھی کر لی تو عام خلافت کا تقرقظی یقینی تو اس نزاع بجا کا انجام معاذ اللہ ساجد کا دیران کرنا اور اُن میں ذکر و نماز سے بندگان خدا کو روکنا ہے قال اللہ عز وجل ومن اظلم ممن منع مسجداً للہ ان یدنکر فیہا اسمہ و سعی فی خواہما اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو اُن میں تمام حنہ یا د سکئے جانے سے روکے اور اُن کی دیرانی میں کوشش کرے اب صحن کو مسجد نہ ماننے والے غور کریں کہ کس کا قول افساد فی الدین تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم ساوئاً اس مسئلہ جلیہ کو کلمات اللہ کرام ہی سے استخراج کرنا چاہیے تو بوجہ کثیرہ میسر علی تصریح فرماتے ہیں کہ مسجد مبارک حضور ربہ المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ اقدس میں جنوباً شمالاً یعنی دیوار قبلہ سے پائین مسجد تک سو گز طول رکھتی تھی اور اسی قدر شرقاً غرباً عرض تھا اور پائین میں یعنی جانب شام ایک مسقف دالان جنوب رویہ تھا جسے صفہ کہتے اور اہل صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس میں سکونت رکھتے یہی جز مسجد تھا علامہ رحمۃ اللہ سندہی تلمیذ امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام منسک متوسط اور مولانا علی قاری مکی اُس کی شرح منسک منقسط میں فرماتے ہیں (حدۃ) ای حدود المسجد الاول (من المشرق من وراء المنبر نحو ذراع ومن المغرب الاسطوانۃ الخامسة من المنبر ومن الشام حیث ینتھ مائة ذراع من محرابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وهو معلوم لاهل المدینۃ بالعلامة الموضوعۃ اہ ملخصاً علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں اہل الصفۃ فقہاء المہاجرین

ومن لم یکن له منهم منزل یسکنہ فکانوا یاوون الی موضع مظلل فی مسجد للندینۃ صحیح بخاری شریف میں ہے باب
 نوم الرجال فی المسجد وقال ابو قلابۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدم رھط من عکک علی النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم فکانوا فی الصفتۃ وقال عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان اصحاب الصفتۃ الفقراء علامہ
 احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں الصفتۃ بضم الصاد وتشدید الفاء موضع مظلل فی اخوات المسجد
 النبوی تاوی الیہ المساکین اب شاہدہ کرنے والا جانتا ہے کہ محراب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ محراب امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کی جانب شمال ہے پائین مسجد کو پیمائش کرتے آئیے تو سوگز کی مساحت ایک حصہ صحن میں آئے گی اور قطعاً معلوم کہ زمانہ اقدس میں
 جس قدر بنائے مسجد تھی اُس میں کمی نہ ہوئی بلکہ افزونیاں ہی ہوتی آئیں تو واجب کہ اُس وقت بھی یہ سوگز صحن تھی اور جبکہ صفہ تک جز مسجد
 تھا کما ظہر مما نقلنا من العبارات تو کیونکر معقول کہ بیچ میں صحن خارج مسجد گنا جائے سابقاً علما ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد میں پیڑ بونا
 ممنوع ہے کہ اُس سے ناز کی جگہ رکے گی مگر جبکہ اُس میں منفعت مسجد ہو اس طرح کہ زمین مسجد اس قدر گل ہو کہ ستون بوجہ شدت رطوبت نہ ٹھہرتے
 ہوں تو عذب تری کے لیے پیڑ بوئے جائیں کہ جڑیں پھیل کر زمین کی خم کھینچ لیں ظہیر یہ و خانہ و خلاصہ و ہند یہ و بحر الرائق وغیرہ میں ہے یکرہ
 غرس الشجر فی المسجد لانہ یشبہہ بالبیعة یشغل مکان الصلوۃ الا ان تكون فیہ منفعة للمسجد بان کان الارض نزعہ لا
 تستقر اما طینھا فیغرس فیہ الشجر لیقفل النزع ظہیر یہ کے لفظ یہ ہیں فتعریس لتجذب عروق الاشجار ذلک النزع فی یجوز والافلا
 واما جواز مشائخنا فی المسجد الجامع بخارالما فیہ من الحاجة اھ ظاہر ہے کہ ستون مسجد مسقف ہی میں ہوتے ہیں اور پیڑ درجہ اندرونی میں
 نہیں ہوتے بلکہ سائے میں پرورش نہیں ہوتے معہذا جب تری کی وہ بیشتر کی ستون نہیں ٹھہرتے تو ایسی رطوبت پھولاری وغیرہ کے
 چھوٹے چھوٹے پودھوں سے دفع نہیں ہو سکتی نہ اُن کی جڑیں اتنی پھیلیں کہ اطراف سے جذب کر لیں اور بڑے پیڑ اندر بوئے جانا معقول
 نہیں تو واجب کہ اس سے مراد صحن مسجد میں بونا ہے اور اسے اُنھوں نے مسجد میں بونا قرار دیا جب تو غرس فی المسجد کی صورت جواز میں رکھا اور
 مثال ظہیر یہ نے تو اس معنی کو خوب واضح کر دیا قطعاً معلوم کہ جامع بخارا تا مسقف نہیں نہ زہار اُس کے درخت زیر مسقف ہیں بلکہ یقیناً صحن
 میں بوئے گئے اور اسی کو علماء کرام نے غرس فی المسجد جانا مثلاً علما فرماتے ہیں دروازہ مسجد پر جو دوکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں کہ مسجد
 سے متصل ہیں فتاویٰ امام قاضی خاں پھر فتاویٰ علیگیر یہ میں ہے یصح الاقتداء لمن قام علی الدکانین الیٰ التی تكون علی باب المسجد
 لانھا من فناء المسجد متصلة بالمسجد ظاہر ہے کہ جو دوکانیں دروازہ پر ہیں صحن مسجد سے متصل ہیں نہ درجہ مسقف سے تو لاجرم صحن مسجد مسجد
 ہے اور یہیں سے ظاہر کہ صحن کو فنا کہنا محض غلط ہے اگر وہ فنائے مسجد ہوتا تو دوکانیں کہ اُس سے متصل ہیں متصل بہ فنا ہوتیں نہ متصل بہ مسجد پھر
 اُن دوکانوں کے فنا ٹھہرنے میں کلام ہوتا کہ فنا وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فنا ہو ورنہ اس تعریف پر لزوم دور کے علاوہ متصل بالفنا بھی
 فنا ٹھہرے تو مثلاً شہر بالا اقل تمام محلہ فنائے مسجد قرار پائے کمالاً یخفی اور یہ ادعا کہ صحن و فنا کا مفہوم واحد جبل شدید ہے کہ کسی عاقل سے
 معقول نہیں شاید یہ قائل اُن دوکانوں کو بھی صحن مسجد کہے گا تا سعادۃ انصاف کیجیے تو یہ خاص جزئیہ بھی صحن مسجد میں جنب کا جانا ناجائز ہوا
 کلمات علماء سے استفادہ ہو سکتا ہے ائمہ فرماتے ہیں جنب کو مسجد میں جانا جائز نہیں مگر جبکہ پانی کا چشمہ مسجد میں ہو اور اُس کے سوا کہیں پانی نہ ملے

تو تمیم کر کے لے آئے مہبوط و غنا یہ ورد المختار و فتاویٰ حج و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ اسفار میں ہے واللفظ للثلثة الاول مسافر و مسجد
 فیہ عین ماء و هو جنب ولا یجد غیرہ فانہ یتیم لدخول المسجد عندنا ظاہر ہے کہ عامہ بلاد میں عامۃ مساجد جماعات مسقف
 ہوتی ہیں اور چشمہ آب غادۃ صحن ہی میں ہوتا ہے اور کلمات فقہا امور عادیہ غالبہ ہی پرستنی ہوتے ہیں بہت نادر ہے کہ حصہ اندرونی میں چشمہ
 آب ہو تو انھوں نے صحن ہی میں جنب کو جانے پر یہ احکام فرمائے فافہم و تبصر ان کے سوا اور بہت وجوہ کثیرہ سے استنباط ممکن مگر
 بعد ان دلائل قاہرہ کے جو ابتداء و زور گوش سامعین ہوئے حاجت تطویل نہیں عاشر ایا ہذا ان براہین ساطعہ کے بعد صحن مسجد کا
 جزو مسجد ہونا جلی بدیہیات تھا جس پر اصلاً تصریح کتب کی احتیاج نہ تھی بلکہ جو اسے مسجد نہیں مانتا وہی محتاج تصریح صریح قطعی تھا
 اور ہرگز نہ دکھا سکتا نہ کہی دکھا سکے تاہم فقیر نے بطور تبرع یہ چار استنباط بھی کلمات اللہ سے ذکر کیے کہ یہ بدیہی مسئلہ اپنے غایت وضوح و انتشار
 کے باعث اس قبیل سے تھا جس پر خادم فقہ کو کتب اللہ میں تصریح جزئیہ ملنے کی امید نہ ہوتی کہ ایسی روشن و مشہور باتوں پر فقہائے کرام کم
 توجہ فرماتے ہیں مثلاً اگر کوئی اس امر کی تصریح کتابوں سے نکالنا چاہیے کہ مسجد کے درجہ شتوی میں جسے اہل سورت جماعت خانہ کہتے ہیں تین
 درہیں ان میں بائیں طرف کا در بھی جزو مسجد ہے اور اس میں بھی جنب کو جانا ممنوع یا نہیں تو غالباً ہرگز اس کا جزئیہ نہ پائے گا مگر بحمد اللہ
 تعالیٰ جب فقیر یہاں تک لکھ چکا مسئلہ کا خاص جزئیہ کلمات علما میں یاد آیا جس میں اللہ دین نے صاف تصریحیں فرمائی ہیں کہ مسجد کے صحن
 و شتوی یعنی صحن و مسقف دونوں درجے یقیناً مسجد ہیں اب سنیہ امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری فتاویٰ خلاصہ پھر امام فخر الدین ابو محمد
 عثمان بن علی زلمی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر امام حسین بن محمد سماعی خزائن المفتین پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام
 فتح القدیر پھر علامہ عبدالرحمن بن محمد رومی مجمع الانہر شرح طغی الابحر پھر علامہ سیّدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح پھر
 خاتم المحققین سیدی محمد بن عابد بن شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں واللفظ للخاصة والخزانة رجل انتہی الی الامام والناس فی
 صلاة الفجر ان یدرک رکعة فی الجماعة یا فی برکعتی الفجر عند المسجد وان لم یمکن یا فی بہما فی المسجد الشتوی ان
 کان الامام فی الصیفی علی العکس وان کان المسجد واحد اوقف فی ناحیة المسجد ولا یصلیہما مخالطاً للصف فخالفاً للجماعة
 فان فعل ذلك یکرہ اشدد الکراہة اور المختار میں ہے قوله عند باب المسجد ای خارج المسجد كما صرح به القمستانی الخ **اقول** و
 یوضعه قول الهدایة والہندیة یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل امام ابو البرکات حاتظ الدین نسفی کافی شرح ملانی میں
 فرماتے ہیں الا فضل فی السنن المنزل ثم باب المسجد ان کان الامام یصلی فی المسجد ثم المسجد الخارج ان کان الامام یصلی فی
 الداخل او الداخل ان کان فی الخارج اور ملخصاً محقق علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ سیّدی احمد طحاوی حاشیہ در مختار
 میں فرماتے ہیں السنة فی السنن ان یأتی بہا فی بیتہ او عند باب المسجد وان لم یمکنہ ففی المسجد الخارج الخ منیہ و شرح صفیر
 منیہ للعلامہ ابراہیم الحلبي میں ہے (السعة) المؤکدة (فی سنة الفجر) ان لا یأتی بہا مخالطاً للصف ولا خلف الصف من غیر
 حائل و (ان یأتی بہا) اما (فی بیتہ) وهو الا فضل (او عند باب المسجد) ان امکن بان کان هناك موضع لائق للصلاة
 (وان لم یمکنہ) ذلك (ففی المسجد الخارج) انکانوا یصلون فی داخل وبالعکس ان کان هناك مسجد ان صیفی و شتوی اور

امام محقق علامہ محمد محمد بن امیر الحاج حلبی حلیہ میں اسی قول منیہ کے نیچے فرماتے ہیں المسجد الخارج صحن المسجد اھ دیکھو اول کی ساری کتابوں میں صحنی و شتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آٹھ سے گیارہ تک چار کتابوں میں انھیں مسجد داخل و مسجد خارج سے تعبیر کیا صغیری نے ان عبارات شتی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کر دیا اور حلیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحن مسجد کا نام ہے تو صاف واضح ہو گیا کہ صحن مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علماء کبھی مسجد صغیری اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد للہ علی وضوح الحق ان نصوص صریحہ کے بعد ان استنباطوں کی حاجت نہ تھی مگر کیا کیجیے کہ فقیر انھیں پہلے ذکر کر چکا تھا مہذ ان کے ابقا میں طالبان علم و خادمان فقہ کی منفعت کے اقوال علماء سے استنباط مسائل کا طریقہ دیکھیں و باللہ التوفیق اب کہ بھدا اللہ کا شمس علی نصف النہار واضح و آشکار ہو گیا کہ صحن مسجد بالیقین جز مسجد ہے تو اس کے لیے تمام احکام مسجد آپ ہی ثابت جن کا ثبوت صحن پر نمازیں پڑھے جانے خواہ کسی شرط پر اصلاً موقوف نہیں کہ مسجد مذہب راجح پر واقع کے صرف اس کہنے سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول صحیح ظاہر الروایہ میں دو آدمیوں کی جماعت باذان و اقامت بلکہ واقف کے سوا ایک ہی شخص کی اذان و اقامت و نماز برہمیت جماعت اور ایک قول ظاہر الروایہ میں ہواٹے واقف ایک ہی آدمی کے منفرداً نماز پڑھ لینے سے کچھ اجزاء مسجد ہو جاتی ہے تو ہر ہر جز میں جداگانہ نماز ہونے کی بالا جماع حاجت نہیں مذہب اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز یا دو شخصوں کی جماعت ہر پارہ مسجد کو شامل نہیں ہو سکتی کمالاً مخفی فوضہ المقصود والحمد للہ العلی الودود تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے یزول ملکہ عن المسجد بقوله جعلته مسجداً عند الثاني (رونی الدر المنقہ) و قدم فی التنبیہ والدرسا والوقایہ وغیرہا قول ابی یوسف و علمت ان رجیئہ فی الوقت والقضاء اھ ش) و شرط محمد والامام الصلاۃ فیہ بجماعۃ (و اشتراط الجماعۃ لانھا المقصودۃ من المسجد ولذا شرط ان تكون جہراً باذان و اقامۃ و کلاً لم یصر مسجد اقل الذیلعی و ہذا الرعاۃ ہی الصیحۃ وقال فی الفتح ولواحد الامام والمؤذن و صلی فیہ وحدۃ صار مسجد بالانفاق لان الاحاء علی هذا الوجه کما جماعۃ لکن لو صلی الواقف وحدۃ فالصحیح انہ لا یکفی اھ ش) وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ (و علیہ المتن کالکثر والمثلثۃ وغیرہا وقد علمت تصحیح الاول و صحیۃ فی الخانیۃ و علیہ اقتصار فی کافی الحاکم فہو ظاہر الروایۃ ایضاً اھ ش) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ۔ از بری سال مرسلہ جان محمود ساکن چاند

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے مکان میں ایک مسجد مدت سے قائم ہے اور وہ خود متولی ہے اور جمعہ کی نماز بھی ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ابھی متولی مسجد نے ایک شخص کو کسی وجہ سے منع کیا کہ وہ اس مسجد میں نہ آوے جب اس کو منع کیا تو وہ شخص اور چند مصلی متبع ہو کر دوسری جگہ پر ایک مسجد نئی بنا کر لی اس قدر فاصلہ ہے کہ اگر بلند آواز سے اذان سکے تو احتمال سنائی کی ہے اس صورت میں دونوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا ایک میں اگر ایک میں ہے تو اول یا ثانی اگر صورت مذکورہ میں منع کرنا کسی مصلی کو شرعاً کوئی وجہ سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بحوالہ الکتاب توجہ و ایوم الحساب۔

الجواب

جو شخص موزی ہو کہ نمازیوں کو تکلیف دیتا ہے برا بھلا کہتا ہے شریعہ سے اُس سے اندیشہ رہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے اور اگر بد مذہب گمراہ مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا پیروی یا ندوی یا تفضیلی وغیرہا ہے اور مسجد میں آکر نمازیوں کو ہکاتا ہے اپنے مذہب ناپاک کی طرف بلاتا ہے تو اُسے منع کرنا اور مسجد میں نہ آنے دینا ضرور واجب ہے فقد نص فی العینی ثم در المختار وغیرہا من معتمدات الاسفار باخراج کل مودو لوبلسا نہ یوہیں جس کے بدن میں بیو ہو کہ اُس سے نمازیوں کو ایذا ہو مثلاً معاذ اللہ گندہ دہن یا گندہ نفل یا جس نے خارش وغیرہ کے باعث گندہک ملی ہو اُسے بھی مسجد میں نہ آنے دیا جائے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یق بن مصلا نا اور بلا وجہ شرعی اپنی کسی بخش دوزی کے باعث مسجد سے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے لقولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یدکر فیہا اسمہ وصعی فی خواہا اور مسجد جبکہ بنیت خالصہ بنائی جائے تو پہلی مسجد کے کسی قدر قریب ہو کچھ حرج نہیں لہذا فی الاستبلا والدان لاهل المحلة ان یجعلوا المسجد مسجدین مگر جمعہ قائم کرنے کے لیے ضرور ہے کہ امام جمعہ وہ ہو جسے بادشاہ اسلام نے امام جمعہ مقرر کیا یا وہ جسے اُس نے اپنا نائب کیا اور یہ نہ ہو تو وہ جسے اہل اسلام جمع ہو کر امام جمعہ مقرر و معین کریں ہر شخص جمعہ و عیدین کی امامت نہیں کر سکتا کما نصوا علیہ فی معتمدات المذہب اس طرح کا امام اگر اس دوسری مسجد کو میسر ہوگا تو اُس میں بھی جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شر پور بندر ملک کا ٹھیا واڑ محلہ ڈیڑوڈ مسولہ کھتری عمر ابو بکر صاحب ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں (۱) صحن مسجد داخل مسجد ہے یا خارج مسجد ہے (۲) اذان ثانی جمعہ جو صحن مسجد میں پڑھی جائے تو داخل مسجد قرار پائے گی یا نہ (۳) کوئی شخص باوجود داخل مسجد ہونے کے صحن مسجد میں نماز پڑھے تو اُس کو مسجد کا پورا ثواب ملے گا یا کم (۴) جنازہ مسجد میں یا صحن مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صحن مسجد جزو مسجد ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ اُس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے پٹے ہوئے درجے کو مسجد شتوی کہتے ہیں یعنی موسم سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسم گرما کی مسجد۔ اذان مسجد میں منع ہے نہ اذان میں اجازت ہے نہ صحن میں۔ مسجد و صحن مسجد میں جنازے کے لیے اجازت نہیں ہوا الصحیح۔ صحن کسی حکم میں مسجد سے جدا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پیل بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب ۱۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ نفیل حوض خارج مسجد ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حوض قدیم کی نفیل فنائے مسجد ہے نہ عین مسجد و نہ اس پر وضو ناجائز ہوتا اور فنائے مسجد میں اذان جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از تریپول سولول ڈاکٹا ہرول ضلع در بنگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

ایک جگہ بستی میں بستی کے سارے مسلمان مل کر کے مسجد بنوایا لیکن زمین دوسرے آدمی کے نام سے جس کے نام سے زمین ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسجد ہماری ہے ہم جس کو حکم دیں گے وہ نماز پڑھے گا اور ہم جس کو حکم دیں گے وہ امامت کرے گا وہ جسے روکنے پاتا ہے اس مسجد میں اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اس مسجد کو کیا کہا جائے گا۔

الجواب

اشعر و جل فرماتا ہے ان المسجد لله مسجد خاص اللہ کی ہیں ان میں کسی کا کوئی دعویٰ نہ زمین والے کو نہ علمے والوں کا اور بلاوجہ شرعی کسی سنی مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے اشعر و جل فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان يذکر فيها اسمه وتسمى فی خواجہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکنے میں اللہ کا نام لیا جانے سے اللہ ان کی ویرانی میں کوشش کرے مگر اس کے منع کرنے سے نہ مسجد میں کوئی نقصان آئے گا نہ وہ جسے منع کیا اسے مسجد میں نماز پڑھنا منع ہو جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر راجھی تھاب محلہ مرسلہ شیخ ولی محمد سوداگر چہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر قلد و بابی جو تقلید کو بدعت کہے ائمہ مجتہدین پر طعن کرے ختم نبوت اور کرامات و لیا کا قائل نہ ہو جناب ولی الاولیاء غوث الاعظم پر طعن کرے انعقاد مجلس میلاد اور یار رسول اللہ کہنے کو بدعت کہے آئین باجھ و رفع الیدین کہے وغیرہ وغیرہ ایسے شخص کی اقتدا اور اس کی موافقت و مکالمت صوم و صلوٰۃ جائز ہے یا نہیں ایسے عقیدہ والوں کو واسطے دفعہ فتنہ و فساد کے جو موجب اس کا خلاف عقیدت باہمی سے مسجد میں نہ آنے دینا جائز ہے یا نہیں بحسب فرمان شرع شریف بحوالہ کتب ارشاد ہو۔

الجواب

ایسا شخص کا فرم مرتد ہے اس کے مرتد ہونے کے لیے صرف انکار خائیت ہی کافی ہے قال اللہ تعالیٰ ولكن رسول الله و خاتم النبيين - تتمہ الفتاویٰ اور اشباہ والنظائر میں ہے ان لم يعرف ان محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم اخيراً النبيا فلم يسلم لانه من الضروريات تقليد کو بدعت کہنا ائمہ مجتہدین پر طعن کرنا اور بے تقلید امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رفع یدین اور جہر سے آئین کہنا خائیت و علامات غیر قلدی ہیں اور کرامات اولیا سے انکار اور حضور سید الاولیاء پر طعن گمراہی و بد نصیبی اور مجلس میلاد پاک اور یار رسول اللہ کہنے کو بدعت کہنا شعار و بابیت ہے اور بابی لوگ وغیرہ قلدین زمانہ پر حکم کفر ہے جس کی تفصیل الکوکبة المشہابہ اور اسل السیوف الہندیہ اور حسام الحرمین سے روشن شخص مذکور کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور اس سے مجالست و موافقت حرام قال اللہ تعالیٰ و اما یفسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع العوام الظالمین وقال اللہ تعالیٰ ولا ترکوا الی الذین ظلموا فمقسکم النار و فی فتنہ و فساد بقدر قدرت فرض ہے اور مفسدوں کو بظہر استطاعت مسجد سے روکا جائے گا عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف میں ہے ہر مرتد مختار میں ہے ویسفع منه کل موزو لو بلسانہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - لاہور مگم ضلع احمد آباد ہجرات جامع مسجد مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب ۱۳ رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہر مگم ہجرات میں جو عیگاہ ہے اس پر چند لوگ جن کا چار پارچہ نقرے

زیادہ عدد نہیں خود بخود بلا اجازت بانی مسجد و بلا اجازت مسلمانان شہر ایسے قابض و متصرف ہو گئے ہیں کہ گویا وہ مالک ہی ہیں چنانچہ علی الاعلان اس امر کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ اس مسجد میں سوائے ہمارے دوسرے کا حق نہیں جس کو ہم چاہیں گے امام بنا دیں گے اور امام جو بناتے ہیں تو ایسا کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تمام مسلمانان شہر اور اہل علم حضرات کراہت کرتے ہیں اور یہ کراہت شرعی ہوئی نہ مخالفت ذاتی پر قابضین کی قلیل جماعت کے عقائد کی کیفیت ہے کہ نکاح ثانی کو حرام قطعی سمجھتے ہیں اور مسجد پر تصرفات میں سے یہ بھی ہے کہ اہل شہر کے ساتھ نماز پڑھنے میں مزاحمت کرتے ہیں آیا اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور دوسری عید گاہ قرار دے کر اہل شہر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے اور ان لوگوں کو مزاحمت کا کوئی حق نہیں اگر وہ مانع آئیں گے سخت ظالم ہوں گے قال تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان ینذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابھا اور ایسا امام کہ وہ مقرر کریں معتبر نہ ہوگا امام وہی مانا جائے گا جسے عام مسلمانان شہر حسب شرائط شرعیہ مقرر کریں گے اس کے سوا وہ امام جسے وہ پانچ چھ شخص برخلاف اہل شہر مقرر کریں نماز عید باطل محض ہوگی اہل شہر اگر کسی وجہ سے اُس عید گاہ میں نماز نہ پڑھ سکیں دوسری جگہ پڑھیں اگرچہ کسی میدان میں کہ عید گاہ میں عمارت کی حاجت نہیں اور اگر دوسری عید گاہ ہی تعمیر کرنی مناسب ہو تو انھیں اس کا بھی اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مراد آباد مرسلہ مولوی عبدالباری ہے، صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام بعد فراغت نماز جمعہ کے مقتدیوں کو اپنے پیچھے قطعی نماز نہ پڑھنے دے اور خود اذکار وغیرہ سے مشغول رہے اور مصلیٰ سے کئے کہ مسجد کے دروازے تک سیدھ میں کوئی نمازی نماز نہ پڑھنے پاوے بلکہ اگر کسی نے نیت بھی باندھ لی تو وہ نیت جبراً توڑ دے اس لیے کہ اُس کے نکلنے میں حرج ہوگا کیونکہ اُس کی عادت ہے بعد فراغت جمعہ بہت دیر کے بعد وہ اپنے حجرہ میں جاتا ہے قاتنی دیر تک کوئی مصلیٰ اُس کے محاذ اور عقب میں نماز نہ پڑھے اگر کسی ناواقف نے ایسا کر بھی لیا تو اُس پر نہایت تشدد کرتا ہے یہ کہاں تک ہے۔

الجواب

اللہ عز وجل فرماتا ہے وان المنجد للہ مسجدیں خاصہ اللہ کے لیے ہیں ان میں کسی کا ذاتی دعویٰ نہیں پہنچتا اور فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان ینذکر فیہا اسمہ اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی لیے جانے سے روکے یہ سب ظلم شدید ہے اور بندہ ہی ہوئی نیت توڑ دینا اشد ظلم ولا تبطلوا اعمالکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہرکنہ محلہ بخار پورہ مسؤلہ عبدالرحمن بیگ صاحب ۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جو قدیمی تعمیر کردہ اہلسنت و جماعت کی ہے اور زمانہ قدیم سے آج تک مسجد منکرہ پر قبضہ بھی اہلسنت و جماعت کا ایسی مسجد میں شیعہ کئی ہر دو فریق کا باہم نماز پڑھنا اور اذان و اقامت بھی ہر دو فریق کی ہونا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

اہل سنت کی مسجد میں ردائض کا کوئی حق نہیں اہل سنت کی معتد کتابوں خلاصہ و فتح القدیر و علمگیری و تنویر الابصار و در مختار میں تصریح ہے کہ ردائض کا فرہیں اور کافر کا مسجد میں کوئی حق نہیں عبارت یہ ہے الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما والعیاذ باللہ تعالیٰ فهو کافر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ملک بنگالہ قصبہ گوری پور ضلع مین سنگھ مرسلہ میاں عبد الجلیل ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بڑا فتنہ و مفسد ہے جماعت المسلمین بوجہ اس کے افتراق ہو گیا ہے لوگ دوسری مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور وہ مفسد امام اس قوم باغین کا ہے اور یہ بغاوت دینی نہیں بلکہ محض نفسانیت ہے اس صورت میں اس مسجد کہنے کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں یا نہیں - بلینوا توجروا

الجواب

مسجد کہہ ان کے جانے اور نماز پڑھنے پڑھانے سے مسجد ضرار نہیں ہو سکتی کہ مسجد ضرار وہ مسجد ہے جو ابتداءً افساد فی الدین و تفسیق بین المؤمنین کے لیے بنائی گئی ہو قال تعالیٰ والذین اتخذوا مسجداً ضواً وادکفوا وافتراقاً بین المؤمنین الی قولہ تعالیٰ ہم من افسس بیننا نہ علی شفا جوف ہا ولا لایہ تعمیر شدہ مسجد میں مفسدین کا جانا خواہ ان کا قبضہ و تسلط ہو جانا اسے مسجد ضرار نہیں کر سکتا جیسے واقعہ حرم میں لشکر یان یزید یا حادہ مسجد میں متبعان نجدی بلید کا حجاجہ طیبہ حرمین محترمین میں مفسد داخل والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گوالہا باری ضلع ماہہ انگریز آباد ڈاکا دھولاہاٹ مرسلہ شیخ غریب اللہ صاحب ۴ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں مسلمانان ہم قوم ہم مذہب قریب دو اڑھائی سو گھر کے رہتے ہیں اور ایک مسجد پختہ عرصہ دس بارہ برس سے کہ بنوائی ہوئی انھیں مسلمانان کی ہے اور ایک دن ایک رات ہو کر اسی مسجد میں نماز پنجگانہ جمع مسلمانان باشندہ بستی مذکورہ ادا کرتے ہیں اتفاق وقت کہ صد چند سال کے دو مسلمان رئیس میں جو رہنے والے اسی بستی کے ہیں جھگڑا و تکرار دنیاوی در بارہ زمین خواہ کسی امر دنیاوی کے برپا ہوا اور منوز ہے یا نہیں ہے کہ بچلہ دو کے ایک نے بلا سبب اپنے اور انسانی و ضد میں آکر چالیس پچاس گھر مسلمانوں کو شامل اپنے لئے کہ اس مسجد مذکورہ سے روگرداں ہوا اور ہو کر ایک مسجد گیا ہی جسے چھوٹی کہتے ہیں اپنے مکان کے قریب تعمیر کر کر نماز پنجگانہ جمع ہر ایمان خود ادا کرتا ہے تو کیا رہتے ہوئے مسجد پختہ کے کہ مسجد ہذا سے مسجد گیاہ اندازی دو سو قدم پر واقع ہے اور ان دونوں کے راستہ و میان کسی طرح کا خوف جان و مال کا نہیں ہے نماز پنجوقتہ مسجد گیاہ میں ادا ہو سکتی ہے کہ نہیں اس کے جواز و الا جواز سے جہاں تک تعمیل فرما کر ممتاز فرمایا جائے گا عین نوازش و اکرام ہے اور ان دونوں رئیسوں کا بلکہ سائر مسلمانان کا فیصلہ ہے مگر آنکہ ان لوگوں نے جتنے روز تک اس مسجد گیاہ میں جان بوجھ کر نماز پڑھی تو ان بھوں کی نماز ہوئی یا نہیں اور بصورت نکلنے حکم جواز امتنا صدقاً و بصورت نکلنے ناجواز ان مسلمانوں روگردانوں پر اوردئے شرع شریف کے کیا لازم آسکتا ہے اور ان لوگوں کو جماعت میں پھوٹ ڈالنے والا کہہ سکتے ہیں یا نہیں اور جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے پر کیا حکم طاعت شرع کے جاری کیا جائے گا اور وہ لوگ کیا کہے جاسکتے ہیں آگاہ فرمایا جادے - بلینوا توجروا -

الجواب

جتنی نمازیں اُن لوگوں نے اس نئی مسجد میں پڑھیں اُن کی صحت اور اُن سے ادائے فرض میں تو اصلاً شبہ نہیں اگرچہ یہ مسجد انھوں نے کسی نیت سے بنائی ہو لفظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجداً و طہوراً فایما رجل من امتی اذ رکعت الصلوة فلیصل ہاں یہ کہ وہ مسجد شرعاً مسجد ہوئی یا نہیں اور اُس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں اور یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے ہوئے یا نہیں یہ اہم ان لوگوں کی نیت پر موقوف ہیں اگر یہ مسجد انھوں نے بغرض نماز خالص اللہ عزوجل ہی کے لیے بنائی اگرچہ اُس پر باعث باہمی بخش ہوئی کہ بسبب رنج ایک جگہ جمع ہونا مناسب نہ جانا اور نماز بے مسجد ادا کرنی نہ چاہی لہذا یہ مسجد بنیت بجا آوری نماز ہی بنائی تو اس کے مسجد ہونے اور اس میں نماز جائز و ثواب ہونے میں کوئی شبہ نہیں لاندہ وقف صدر عن اہلہ فی محلہ علی وجہہ اور اس نیت کی حالت میں یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکتے کہ اُن کا مقصود اپنی نماز باجماعت ادا کرنا ہے نہ دوسروں کی جماعت میں تفرق ڈالنا یہاں تک کہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ اہل محلہ کو جائز ہے کہ بغرض نماز ایک مسجد کی دو مسجدیں کر لیں درمختار میں ہے لاہل المحلۃ جعل المسجدین واحداً و عکسہ لصلوۃ لالدرس اذ ذکر الشہاء میں ہے لاہل المحلۃ جعل المسجد الواحد مسجدین والاولیٰ ان یکون لکل طائفۃ مؤذن اور اگر یہ نیت نہ تھی مسجد اللہ کے لیے نہ بنائی بلکہ اُس سے مقصود اگلی مسجد کو ضرر پہنچانا اور اس کی جماعت کا متفرق کر دینا تھا تو بیشک یہ مسجد مسجد نہ ہوئی نہ اس میں نماز کی اجازت بلکہ نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت اور اس صورت میں یہ لوگ ضرر و تفریق عبادت مومنین کے وبال میں مبتلا ہوتے کہ حرام قطعی و گناہ عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ والذین استخفوا مسجدنا و استخفوا کعبنا و تقربوا بین المومنین الایہ مگر نیت امر باطن سے اور مسلمان پر بدگمانی حرام و کبیرہ اور ہرگز مسلمان سے توقع نہیں کہ اُس نے ایسی فاسد ملعون نیت سے مسجد بنائی قال اللہ تعالیٰ ولا تقف مالم یس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا تو بے ثبوت کافی شرعی ہرگز اس بے نیت کا گمان کرنا جائز نہیں بلکہ اسی پہلی نیت پر محمول کریں گے اور مسجد کو مسجد اور اُس میں نماز کو جائز و ثواب اور اُس کی آبادی کو بھی ضرر نہ سمجھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے۔ بدینوا توجروا

الجواب

اَوَّلُ وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ تحقیق یہ ہے کہ علمائے کرام ۱۱ مسئلوں میں مسجد صغیر و کبیر میں فرق فرماتے ہیں ایک مسئلہ صحت اقتداء اتصال صفوف کہ مسجد بقعہ واحدہ ہے اُس میں امام و مقتدی کا فصل مانع صحت اقتداء نہیں اگرچہ امام محراب میں اور مقتدی یا صف قریب باب ہو مگر مسجد کبیر میں حکم مثل صحرا ہے کہ اگر امام و صف میں اتنا فاصلہ ہو جس میں دو صفیں ہو سکتیں تو اقتداء صحیح نہ ہوگی دوسرے مسئلہ اتم مرد پر مصلیٰ کہ مسجد میں دیوار قبلہ تک جائز نہیں جب تک بیچ میں خالی نہ ہو یا مسجد کبیر مثل صحرا ہے کہ مصلیٰ جب خاشنہ کی سی نماز پڑھے کہ نگاہ کو صحن سجود پر جائے رہے تو اس حالت میں چنانچہ اُس کی نظر پہنچے کہ نظر کا قاعدہ ہے جہاں جائی جائے اُس سے کچھ آگے جڑھتی ہے وہاں تک گزرنے سے منع دنا جائز ہے اس سے آگے لے کر ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر مبنی

یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول و عرض میں سو گز ہوں اما موقع فی القہستانیتہ عند ذکر المسجد الصغیر ہواقل من ستین ذراعا وقل من اربعین وهو المختار كما اشار الیہ فی الجواہر فی الطحاوی قولہ او مسجد کبیر ہو ما کان اربعین ذراعا فاکثر والصغیر ما کان اقل من ذلك وهو المختار فی قہستان فی عن الجواہر فی الشامیۃ بمثلہ بالسند المذکور فرأیتنی کتبت علیہ فیما علق علی رد المختار ما فیہ **اقول** وبالله التوفیق یظهر لی ان ہذا خطاء بل الفاصل ہنا فی الصغیر والكبیر ما تقدم فی الكتاب (اعنی رد المختار عن الامداد) فی مسئلۃ الفصل المانع فی الاقتداء من انہ لا یمنع الا فی مسجد کبیر جہد المسجد القدس وذلك لانہم علی التکراہۃ المرور بین یدیه فی المسجد الصغیر الی جہد القبلة بان المسجد بقعۃ واحدۃ کما فی شرح الوقایۃ وفی شرحنا ہذا وقد ذکر محشینا فی تقریرہ مسئلۃ الفصل المانع فقال بخلاف المسجد الکبیر فانه جعل فیہ مانعا لئلا یظن انہ کبیر ذاک ما هو الا الکبیر جہد المسجد القدس وما ذکر القہستانی عن الجواہر فانما کان فی الدار فی مسئلۃ الفصل لا فی المسجد کما مرّت عبارة الجواہر (حیث قال العلامة المحشی فی القہستان فی البیت کا لصحراء والا صحیح انہ کا المسجد ولہذا یجوز الاقتداء فیہ بلا اتصال الصفوف کما فی الخبیۃ ام ولم یدکر حکم الدار فلیراجع لکن ظاہر التقید بالصحراء والمسجد الکبیر جہد ان الدار کا لبیت تامل ثم رأیت فی حاشیۃ المدنی عن جواہر الفتاویٰ ان قاضی خان سئل عن ذلك فقال اختلفوا فیہ فقد رآہ بعضهم بستین ذراعا وبعضہم قال ان كانت اربعین ذراعا فہی کبیرۃ والا فصغیرۃ ہذا المختار ام وحاصلہ ان الدار الکبیرۃ کا لصحراء والصغیرۃ کا المسجد وان المختار فی تقدیر الکبیرۃ اربعین ذراعا **اقول** وبہذا تلتئم کلماتہم ولله الحمد فان منهم من قید ہذا المسئلۃ بالمسجد الصغیر کمتنا ہذا والغیر والنقایۃ والبحر والکافی والبرجندی عن المنصور یہ عن الامام قاضی خان وظہیر الدین المرغینانی ومنہم من اطلق کا خلاصۃ وجوامع الفقہ کما فی الفتاویٰ والمراد واحد فان الصغیر احتراز عن الکبیر جہد اقعامہ المساجد فی حکم الصغیر فباع الاطلاق لمن اطلق بل اوضحہ جہد کلام العلامة ابن السبلی علی التبيين عن الدرایۃ عن شیخ الاسلام ان ہذا اعتبار موضع السجود اذا کان فی الصحراء او فی الجامع الذی لہ حکم الصحراء اما فی المسجد فالحد هو المسجد ام فانظر کیف اطلق المسجد واراد بہ مقابل ذلك الکبیر جہد او ایضاً تلتئم کلمات الذخیرۃ فانہ ذکر فی الفصل الرابع من کتاب الصلوۃ فی مسئلۃ المرور الاصح ان بقاع المسجد فی ذلک کلہ علی السواء الخ واستشهد علیہ بکلام محمد المطلق فی المساجد غیر المختص قطعاً بما دون اربعین ثم اعاد المسئلۃ فی الفصل التاسع فقال ان کان المسجد صغیراً یکرہ فی ای موضع یمروا لی ہذا اشار محمد فی الاصل فذکر ذلک الکلام لمحمد بعینہ فعلمو لله الحمد ان المراد بالمطلق والمقید واحد وہی المساجد کلہا سوا ما یمنع فیہ الفصل بصفتین الاقتداء ولا ینافیہ اطلاق من اطلق وقال انما یأثر بالمرور فی موضع السجود کثیر الا سلام وصاحب الہدایہ والوقایۃ وغیرہم وذلك لان المساجد بقعۃ واحدۃ فالی جہد القبلة کلہ فی حکم موضع السجود کما قالہ فی شرح الوقایۃ بل اشار الی محمد فی الاصل کما فی الذخیرۃ فتوصل والله الحمد ان لا خلاف بینہم وان الممنوع فی المسجد الممنوع مطلقاً فی جہد القبلة و فی الجامع الکبیر

جدا والصحواء الى موضع نظرا لمصلحة الخاشع وبه ظهران بحث المحقق في الفتح وقع مخالفا لما ذهب ولما اطبقوا عليه فاعتقته فان هذا التحرير من فيض القدير على العاجز الفقير والله الحمد حمد الكثیر الطيبا مبارک فيه اه ماکتبت عليه والله تعالی اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ جہولی مسؤلہ مولوی غلام حیات بختی طالب علم مدرسہ المسنت وجماعت ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

زید نے دس برس ہوئے مسجد کے پیچھے جو زید کا مکان مسجد کے متصل بنا دیا تھا اور مسجد کی بنائے بھی اُس کی بنا جدا گانہ تھی اور زمین بھی زید کی اپنی موردی تھی اُس مکان پر زید نے ایک بالا خانہ بنایا اور زید کے نیچے مکان کا چھت مسجد کی چھت کے برابر ہے صرف بالا خانہ مسجد سے اونچا ہے بلکہ بالا خانہ مسجد کے برابر بھی نہیں ہے مسجد کے بائیں جانب طالب علم کے حجرے کے برابر ہے ہاں کچھ ٹھوڑا سا کونا بالا خانے کا مسجد کے کونے کے برابر بھی ہے لیکن زید بالا خانہ بنانے کے بعد دل میں ناوم ہوا اور چونکہ روپیہ خرچ ہو چکا تھا اس وجہ سے اُس نے بالا خانے کو اکھڑا نہیں لیکن مسجد کی عزت کی وجہ سے زید مع آل و عیال بالا خانہ میں نہیں رہتا نیچے مکان میں رہتا ہے اب اس بالا خانے کو اکھڑنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ مسجد کی کسی چیز میں تصرف نہ ہو تو اُس کا اکھڑنا کچھ ضرر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سیرام پور ضلع ہوگلی مسؤلہ محمد عبد الحکیم بیٹری مرچنٹ ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قبل سے ہے اور نماز بچگانہ ہو کر رہی ہے اور تنوی مسجد کا نہ منزل مکان مسجد کے متصل ہے بعد انتقال تنوی کے لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور عذریہ ہے کہ جس مسجد کے قریب کوئی اونچی عمارت ہو اُس مسجد میں نماز نہیں جائز ہے لہذا لوگوں نے دوسری مسجد متصل پہلی مسجد کے پندرہ قدم کے فاصلہ میں بناتے ہیں اور منع کرنے سے نہیں مانتے حالانکہ اس مسجد کے بنانے سے سابق مسجد کے ویران ہو جانے کا احتمال ہے لہذا حکم خدا و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہے۔

الجواب

یہ شخص جاہل۔ ظن خیال ہے شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں کعبہ معظمہ کے گرد مکہ مکرمہ میں بہت بلند کئی کئی منزل کے مکان ہیں کہ بظاہر کعبہ معظمہ سے بہت اونچے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ کوئی مکان کعبہ معظمہ سے اونچا ہو سکتا ہے کسی مسجد سے کعبہ و مسجدان ظاہری و باطنی کا ہم نہیں بلکہ اتنی جگہ کے محاذی ساتوں آسمان تک سب مسجد ہے اُس سے اونچا کیا اُس کے کرور دیں حصے برابر کوئی مکان بلند نہیں ہو سکتا اگرچہ سو منزل ہو درختار میں ہے انہ مسجد الی عنان السماء روا لہما میں ہے وکذا الی تحت الثری کما فی البیہدی عن الاسیجیابی اس پروردہ خیال کی بنا پر دوسری مسجد پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر بنانا جس سے پہلی مسجد کی جماعت کو نقصان پہنچے خود ہی ممنوع تھا ایک تو وہ خیال باطل دوسرے جماعت مسجد میں تقریبی کہ مسجد ضرار کے اغراض فاسدہ سے ایک غرض ہے قال تعالیٰ وتقر یقابین المؤمنین یہاں کہ اس سے مقصود مسجد اول کا باطل و معطل کر دینا ہے یہ سخت حرام اشد ظلم ہے قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع ملجہا للہ ان یذکر فیہا اسمہ و سعی فی خواہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از موضع بیراڈا کھانہ لٹرا گنج ضلع ڈھاکہ ملک بنگال مرسلہ مولوی خواجہ شمس الدین محمد فریدی۔ ارجمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطراف ضلع نریہ پور موضع کھنڈا میں قدیم سے ایک مسجد ہے جس میں اہل محلہ بھگانہ و نماز جمعہ
 پڑھتے چلے آئے ہیں ان دنوں دنیا دی کسی لین دین کے جھگڑے میں بعض مصلیٰ وغیرہ مصلیٰ اس مسجد قدیم کے مقابل چار پانچ سوہاڑ کے فاصلہ میں
 محض ضد و مخالفت سے دوسری ایک مسجد بنائی ہے اور اس مسجد قدیم کے باقی مصلیٰ صاحبوں کو یہاں سے بھگا کر لے جانے کی پوری کوشش
 کر رہا ہے تاکہ یہ مسجد قدیم ویران ہو جائے اور یہاں پڑھنے والے لوگ اچھی طرح سے ضبط ہو جائیں مسجد قدیم میں امام صاحب بیٹہ مثالی صاحب
 دیگر مصلیٰ صاحبان کبھی کسی کو پڑھنے سے مانع مزاحم نہ ہوا اور نہ اُس لین دین کے جھگڑے میں شامل ہے تاہم چند قدیمی مصلیٰ صاحبوں کو
 بوجہ عداوت و مخالفت یہاں سے بھگا لے گیا ہے پس اس صورت میں مسجد جدید میں نماز جائز ہوگی یا حکم میں مسجد ضرار کے ہوگا اگر شرعاً
 مسجد ضرار قرار پائے بوجہ مخالفت و عداوت و تفریق جماعت تو اُس مسجد کو کیا کرنا ہوگا اگر شرعاً مسجد جدید مسجد ضرار ثابت ہو جائے تو جن
 مولوی صاحبان نے جدید مسجد میں نماز عدم جواز و مسجد ضرار فرمایا تھا اُن عالموں کو کالی دینے و بڑا کتنے و عداوت لکھنے حقیر جاننے والے پر شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر واقع میں ایسا ہی ہے کہ یہ لوگ یہ مسجد اللہ کے لیے نہیں بناتے محض ضد اور فسادیت اور مسجد قدیم کی جماعت تفریق کرنے
 کے لیے بناتے ہیں تو ضرور وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے اور اس حالت میں اُن لوگوں کو جو اُسے مسجد ضرار کہتے ہیں بڑا کتنا اور کالی دینا سخت حرام
 اور موجب عذاب شدید ہے اور اگر واقعی کسی جھگڑے کے سبب وہ مسجد قدیم میں نہیں آسکتے اور وہاں نماز پڑھنے میں صحیح اندیشہ اپنی آبرو
 وغیرہ کا رکھتے ہیں اس مجبوری سے اُس میں آسا ترک کر کے ایسا اپنی جماعت کے لیے دوسری مسجد لوجہ اللہ بناتے ہیں تو وہ ہرگز مسجد ضرار
 نہیں ہو سکتی جو اُسے ضرار کہتے ہیں بڑا کتنے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از موضع میسیٰ تحصیل وڈا کھانہ کھیا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالرحمن بدھان ۲ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے گاؤں کی مسجد پرانی خام تھی وہ شکستہ بھی ہے دوسرے آبادی کم ہو جانے سے ایک کنالہ پر
 آبادی کے بگڑی ہے جو بہت بے موقع ہے اس لیے مسجد اندر آبادی جدید تعمیر کرانے کی خواہش ہے اس واسطے مطابق حکم شرع شریف دوسری
 جگہ میں مسجد جدید تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں اگر ہو سکتی تو کس طرح خلاصہ حکم سے آگاہی بخشیے۔

الجواب

مسجد نچ آبادی میں تعمیر کریں ثواب عظیم پائیں گے اور اُس پہلی مسجد کا بھی آباد رکھنا فرض ہے اُس کنارے والے پانچوں وقت اُس میں
 نماز پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر محلہ گڑھیا موصولہ از شیخ ولایت حسین

ایک مسجد متصل کتب خانہ دو منزلہ پر واقع تھی دیوار زینہ مسجد پر اہل ہندو سے بھئی تھکت تنازعہ ہو کر کل مکانات مع جائے تنازعہ کے
 اہل اسلام صاحبان بریلی نے بھئی مسجد زیارت مع ایک قطعہ دیگر آراضی ہندو سے خرید لیا مسجد نہایت چھوٹی ہونے کے سبب توسیع اُس کی ہونا

تجزیہ کیا گیا انجمن اسلامیہ بریلی نے تمام تعمیر وغیرہ کا انتظام اپنے ذمہ یعنی سپردگی میں لیا اور توسیع مسجد مذکورہ قطعہ آراضی دیگر میں تجویز کر کے کام تعمیر شروع کیا مسجد کہنے کو چھوڑ کر متصل اُس کے دوسری مسجد جدید تعمیر کی اور مسجد کہنے کو ایسا منہدم کیا کہ نشان تک اُس کا باقی نہ رہا اور بجائے مسجد کہنے کو دیگر دو کانات میں بغرض حصول زر شامل کر لیا جاتا ہے سوالات ذیل برائے جواب پیش ہیں۔ ۱۔ بجائے توسیع مسجد کہنے کے دوسری جگہ جدید مسجد تعمیر ہونا کیا مسجد اول کا حکم بلو جب شرع شریف رکھے گی ۲۔ جگہ مسجد کہنے منہدم کو دیگر تعمیر دنیوی میں شامل کر کے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں ۳۔ جن اہل اسلام صاحبان سے فیصلہ مذکورہ بالا طور میں آیا حکم یا عملاً مشیران کے لیے شرعاً کیا حکم ہے ۴۔ بقیہ اہل اسلام کو فاعل مذکورہ بالا سے کیا عمل درآمد کرنا چاہیے۔

الجواب

جبکہ اس مسجد جدید کو بھی مسلمانوں نے مسجد کر لیا یہ بھی مسجد ہو گئی مسجد اول کی اور اس کی دونوں حفاظت و آبادی فرض ہے مسجد اول کو منہدم کر کے تعمیر دنیوی نہیں تعمیر دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے جنہوں نے ایسا کیا ہو اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیت کریمہ کے تحت میں ہیں ومن اظلم من منعت مسجد الله ان یذکر فیہا اسمہ۔ دسجی فی خرابہا اولئک ما کان لہم ان یدخلوها الا خائفین ۵۔ لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم ان سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لیے جانے سے روکیں اور ان کی دیرانی میں کوٹیاں ہوں انہیں تو مسجدوں میں قدم رکھنا روانہ تھا مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ فرض فرض فرض قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بھی بدستور مسجد رکھیں اور اگر اُس کی دوکانیں کر لی گئی ہوں فرض قطعی ہے کہ فوراً فوراً ان دوکانوں کو منہدم کر کے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ عذاب عظیم کے مستحق ہوں گے جو نہ انیس اور قرآن عظیم کی مخالفت پر اڑے رہیں مسلمانوں کو ان سے اجتناب لازم ہے ان کے پاس بٹھینا منع ہے قال اللہ تعالیٰ واما ینسیبک الشیطان فلا تقعد بعد الذکر مع الہوم الظالمین ۵۔ اگر کبھی شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد دیران کر کے اُس کی دوکانیں کرے وہ لوگ اگر مخالفت خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کر کے مسجد منہدم کو پھر مسجد کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از چھاؤنی بنچہ توپ خانہ ٹین ترد مسجد حافظ محمد عبدالرؤف خاں پیش امام مسجد

مسجد بنانا فرض ہے یا واجب یا مستحب اور بڑا ہے وہ پیسہ جو خرچ ہوگا اس واسطے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں چند آدمی حاضر ہوئے عرض کیا یا امام ہم ایک مسجد بنواتے ہیں کچھ آپ تبرکاً عنایت فرمائیے کہ برکت ہو امام صاحب پہلے چہرہ سالین کی طرف سے پھیر کر خراب موٹھ بنایا اور ایک درہم نکال کر دے دیا دوسرے روز وہ شخص آئے اور وہ درہم واپس لے کر کہنے لگے کہ حضرت لیجی یہ درہم کھوٹا ہے اس کو بازار قبول نہیں کرتا امام صاحب نے وہ درہم لے کر رکھ لیا اور فرمایا خوش ہو کر کہ خراب ہے وہ پیسہ جو گارے پتھر میں خرچ ہووے۔

الجواب۔ یہ شیطانی خیال ہیں اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حکایت نقل کی وہ محض کذب دروغ اور شیطانی

گڑھت ہے ہر شہر میں ایک مسجد جامع بنانا واجب ہے اور ہر محلہ میں ایک مسجد بنانے کا حکم ہے حدیث میں ہے امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدار والنظف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر محلہ میں مسجد بنوائی جائے اور یہ کہ وہ سٹری رکھی جائے مسجد میں جو مال صرف ہوتا ہے وہ گارے پتھر میں صرف نہیں ہوتا بلکہ رضائے رب اکبر ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع مسجدوں کے بلند کرنے کا اللہ نے اذن دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من نبی اللہ مسجد انبی اللہ لہ بیتا فی الجنة زاد فی رواۃ من درو یا قوت جو اللہ کے لیے مسجد بنائے اللہ اسکے لیے جنت میں موتیوں اور یا قوت کا گھر بنا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از قطب پور ڈاک خانہ پیر گنج ضلع رنگ پور رسولہ رحمت اللہ صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ
چرمی فرما یند علمائے دین کہ ایک مسجد قدیم ازال حلال تیار کیا گیا تھا اور وقت بھی کیا گیا اُس وقت ایک سود خوار کے سود کا مال اور حلال مال دونوں مخلوط ہو گئے دونوں میں تیز نہیں ہو سکتی کہ کون حرام کون حلال ہے مسجد قدیم کو تعمیر کیا یعنی گھر کو ٹین دیا اور صحن مسجد کو اینٹ سے بختہ کیا اور وصلیوں کے وضو کے واسطے کنواں بنوا دیا اب عرض یہ ہے کہ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا تو جو روا

الجواب

صورت مذکورہ میں اُس مسجد میں نماز پڑھنا فقہاً جائز ہی نہیں بلکہ اُس کا آباد رکھنا فرض ہے اور سود کی مخلوط آمدنی سے ٹین اور فرش اور کنواں بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا بلکہ اُس فرش پر نماز جائز اور اُس کنویں سے پینا اور وضو کرنا حلال امام محمد فرماتے ہیں بہ ناخذ مالہ لغرف ضیئاً حراماً بعینہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کسین اسٹریٹ صاحب بگانی مرسلہ حکیم سید محمد اسماعیل صاحب ۲۸ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ
حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور کو ایک امر کی تکلیف دی جاتی ہے اور چھ نمبر خدا کا کام ہے اور حضور ہم لوگوں کے آقا ہیں۔ حضور سے دریافت کرنا میرا فرض منصبی ہے ایک مسجد بنانے کی خواہش صرف حضور سے اجازت اس امر کی لینی ہے۔ یہاں اکثر پرانی اینٹ ملتی ہے اور وہ اینٹ پاک عمدہ ملتی ہے تو اس اینٹ سے مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں حضور کی جیسی رائے عالی ہو اس سے بہت جلد بواپسی ڈاک مطلع فرما دیں۔ خداوند کریم حضور کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب

جناب سید صاحب مکرم اگر مکرم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر جلیور کیا ہوا ہے آپ کا عنایت نامہ بریلی سے یہاں آیا ایسے سوالوں کا خیال ادب والے دلوں میں پیدا ہوتا ہے مولیٰ تعالیٰ توفیق و برکات زائد دے اینٹ اگرچہ پرانی استعمال شدہ ہے مگر جبکہ پاک ہے مسجد میں لگا سکتے ہیں جیسے زمین مسجد کہ اصل مسجد وہی ہے پہلے کوئی مکان مسجد کفار ہوا اور اُسے توڑ کر مسجد کیا جاتا ہے مسجد اقدس مدینہ طیبہ کی زمین میں مشرکین کا قبرستان تھا اُن کی قبریں کھدوا کر اُن کی ہڈیوں وغیرہ کی بجائے ستون سے صاف فرما کر حضور انور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے اُسے مسجد فرمایا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ہلدوانی ضلع نینی تال مسئلہ حافظ اسرار الحق صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مکان پختہ وقت کر دیا تھوڑے عرصہ کے بعد وہ مکان گورنمنٹ نے اٹھا دیا اس مکان کے بدلے دوسری جگہ زمین دے دی جو زمین مکان کے عوض میں ملی تھی وہ چند شخص جمع ہو کر کے مبلغ پچاس روپے کو فروخت کر دی گئی آیا اس زمین کا بیع کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے -

الجواب

وہ زمین اگر مسلمانوں نے مسجد کر دی تو اسے بیچنا جائز نہیں اور اگر ہنوز ابھی مسجد نہ کی تھی اور وہ مناسب نہیں اسے بیچ کر دوسری مناسب جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں تو حرج نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ مسئلہ حاجی شرف الدین عمر میاں متولی جامع مسجد ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ اس قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ میں ایک عید گاہ قدیم زمانے کی بنی ہوئی ہے اس کے نزدیک ریل کا احاطہ ہے اب ریل کے کپنی والے اس ریل کے احاطے کو ٹھکانے کی غرض سے عید گاہ کو گرا کر اور جا رہا دینا چاہتے ہیں آیا یہ شرع شریف میں درست ہے یا نہیں اگر مسلمان ڈبھوئی اس عید گاہ کو نہ دیں تو ریاست کی جانب سے جبراً گرا دینے کا اندیشہ ہے اس حالت میں کیا کیا جائے اس ریاست بڑودہ تعلقہ سنگھ پور ضلع پاکپنی کے قریب جنگل میں ایک مسجد قدیم شاہی زمانے کی بنی ہوئی اس وقت سمار حالت میں ہے اس مسجد میں چند قیمتی پتھر مچھرائیں کھجے وغیرہ جو نقشی کام کیے ہوئے ہیں زمین پر گرے ہوئے ہیں اس موضع کے ہنود وغیرہ جن کی حالت ابھی بے اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اس موضع کے مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس مسجد کو پھر تعمیر کر سکیں لہذا ان پتھروں کو لے جا کر کسی اور قصبہ کی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں اگر مسلمان ان پتھروں کو نہ لے جائیں گے تو ہنود لوگوں کا ان پتھروں کو اٹھا کر لے جانے کا اندیشہ ہے -

الجواب

(۱) محض اندیشہ کا لحاظ نہیں واقعی جبر ہو تو اس کے عوض دوسری زمین لے کر چھوڑ سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) صورت مستفسرہ واقعی ہے تو مسلمان ان پتھروں کو دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں کما بدینہ فی رد المحتار واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از بیہی بھڈی بازار مسئلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوائے متکلف اور مسافر کے مقیم یا اہل شہر کو مطلقاً مسجد میں سونا حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی - اگر بیرونی یا شہری بنیت اس کے کہ نماز صبح باجماعت ملے یا تنجید بھی نصیب ہو کیونکہ اگر گھر میں رہ کر نماز صبح باجماعت یا نماز تنجید نہیں ملتی ہے مسجد میں سوئے تو یہ سونا حرام ہے یا مکروہ یا تحریمی یا تنزیہی اور نیز مسجد میں کھانا یا پینا سوائے متکلف اور مسافر کے شرعاً حرام ہے یا مباح بظاہر ابن ماجہ کی کتاب الاطعمہ کی روایت ہے اباحہ معلوم ہوتی ہے عن عبد اللہ بن حارث بن جرہ قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمخبز ولحم وهو فی المسجد فاکل واکلنا معہ ثم قام فضلی وصلیٰ معہ ولم یزدد علی ان یسبحنا

ایدینا بالحصاء - بدینوا توجروا

الجواب

مسجد میں متکلف کو سونا تو بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے اور اُس کے غیر کے لیے ہمارے علما کے تین قول ہیں اول یہ کہ مطلقاً صرف خلاف اولیٰ ہے صحیح فی الہندیۃ عن خزائنہ الفتاویٰ ومشی علیہ فی جامع الکاملاً سبیباً کما نقلہ ابن کمال باشا والکافی فی معراج الدرایۃ والیہ یمل کلام الدردنی الاعتکاف قلت وفيہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوم مسافر کو جائز ہے اُس کے غیر کو منع وبہ جزم فی الاشباہ وعلیہ مشی فی الدرقبیل باب الوتر سوم متکلف کے سوا کسی کو جائز نہیں وبہ جزم فی السراجیۃ وفی جامع الفتاویٰ ومنیۃ المفتی وعنزالعیون ومتن الوقایۃ وغیرہا من المعتمدات اور یہ کراہت کراہت تحریم ہے لقولہ ینع منه وانما المنع عن المکروہ تحریماً واما کراہۃ التزبیب فتجاءع الاباحۃ کما فی رد المحتار وغیرہ **اقول** تحقیق امر یہ ہے کہ مرض و حاضر جب جمع ہوں حاضر کو ترجیح ہوگی اور احکام تبدیل زمان منبہل ہوتے ہیں ومن لم یعرف اهل زمانہ فهو جاهل اور ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ عطا فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہو جاتا ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سمع رجلاً ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لاردها اللہ علیک فان المساجد لم تبین لہذا جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو اُس پر واجب ہے کہ اُس سے کہے اللہ تیری گئی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اسلئے نہیں بنیں رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے اذا رأیتم من یدتبع فی المسجد فقولوا لا ریح اللہ تجارتک جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے رواہ الترمذی وصحیحہ والحاکم عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے کھانے پینے کو نہیں تو غیر متکلف کو ان میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب و ہیبت سے عاری مسجدیں جو پال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی دکل ما دی الی مخطور مخطور جو بخیاں تہجد یا جماعت صبح مسجد میں سونا چاہے تو اُسے کیا مشکل ہے کہ اعتکاف کی نیت کر لے کچھ حرج نہیں کچھ تکلیف نہیں ایک عبادت بڑھتی ہے اور سونا بالاتفاق جائز ہو جاتا ہے منیۃ المفتی پھر غزالعیون اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر رد المحتار میں ہے واذا اراد ذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل ویذکر اللہ تعالیٰ بقدر ما نوی او یصلی ثم یفعل ما شاء واللہ تعالیٰ اعلم مسجد میں ایسا اکل و شرب جس سے اُس کی تکوین ہو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ متکلف ہو رد المحتار باب الاعتکاف میں ہے الظاہ ان مثل النوم الاکل والشرب اذا لم یشتغل المسجد ولم یلوثہ لان تنظیفہ واجب کما مر اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھیرے مطلقاً ممنوع ہے اور جب ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو متکلف کو بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے اور غیر متکلف میں وہی مباح و اختلاف عائد ہوں گے اور ہمیں ارشاد اقدس کا وہ ضابطہ کلیہ کافی ہے کہ ان المساجد لم تبین لہذا اعتکاف نفل کے لیے نہ روزہ شرط ہے نہ طول مدت درکار صرف نیت کافی ہے جتنی دیر بھی ٹھہرے بہ بفتی تو خلاف میں پڑنے کی کیا حاجت وما کان اقرب الی الادب فهو الاحب الا و جب نسأل اللہ حسن التوفیق رہی حدیث

ابن ماجہ وہ ایک واقعہ عین ہے اور علماء بالاتفاق تصریح فرماتے ہیں کہ وقائع عین کے لیے عموم نہیں ہوتا ممکن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحبا کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس وقت متکلف ہوں اور صحابی کو یہاں مسئلہ اکل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ کہ ماہست النار سے وضو نہیں علاوہ بریں فعل و تقریر سے قول اور بیج سے حاضر رنج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از فیض آباد مسجد منو پورہ مسئلہ شیخ اکبر علی مؤذن دہلوی، عبد اللعلی ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ جو لوگ عرس میں آئیں وہ مسجد ہی میں قیام کریں اور جائے نماز وغیرہ استعمال کریں کھانا وہاں کھائیں دنیا کی بات کریں شاعر نہیں جائز ہے۔

الجواب

مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از گونڈل کاٹھیاواڑ مسئلہ سیٹھ عبدالستار صاحب رضوی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ امام مسجد اور عوام مسلمین جن کے پاس رہنے سونے کو مکان ہیں وہ مسجد میں کسی وقت ٹوسکتے ہیں یا نہیں نیز ایسے مسلمان مسافر جو آجکل شہروں میں آیا جایا کرتے ہیں اور چندے لے کر گزراہ کرتے ہیں انھیں مسجدوں میں رکھنا اور وہ وہاں پر بطور گھروں کے رہیں سوائیں کھائیں پئیں جائز ہے۔

الجواب

صحیح و مستند یہ ہے کہ مسجد میں کھانا پینا سونا سوا متکلف کے کسی کو جائز نہیں مگر یا حضری اگر چاہتا ہے تو اعتکاف کی نیت کیا دشوار ہے اور اُس کے لیے نہ روزہ شرط نہ کوئی مدت مقرر ہے اعتکاف نفل ایک ساعت کا ہو سکتا ہے مسجد کو گھر بنانا کسی کے لیے جائز نہیں وہ لوگ بھی بہ نیت اعتکاف رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بھوساؤل ضلع خاندیس محلہ تارہ مسئلہ حافظ ایس محبوب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجد خاص میں یا صحن میں اگر وہاں نئیات اور گالی گلوچ ایک دوسرا آپس میں مجمع خاص عام کے اور در کرے تو ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے۔ بنیوا تو جروا۔

الجواب

ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً سختی تعزیر مگر تعزیر وہاں کون دے سکتا ہے اتنا کریں کہ انھیں مسجد سے باہر کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر عقب کو قالی مسئلہ مولوی بدیع الزماں صاحب بنگالی ۲۷ شوال ۱۳۳۸ھ مسجد کا ایک امام جو شب و روز مسجد کے حجرہ میں رہتا ہے اور عیال تو بیک گنڈہ وغیرہ آیات قرآنی سے کرتا ہے اُس کو بصورت قیام مسجد ایسا روزگار کرنا اور اس سے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

عرض مالی پر تنوید دینا بیع ہے اور مسجد میں بیع و شرا نا جائز ہے اور حجرہ فنائے مسجد ہے اور فنائے مسجد کے لیے حکم مسجد ملکی ہے

یلبیع تعویذ فی مسجد جامع و یکتب فیہ التوراة والانجیل والفرقان و یاخذ علیہا مالاً ویقول انا ادفع الہدیۃ لا یحل لـ
 ذلک کذا فی الکبریٰ اسی میں ہے قیام المسجد لا یجوز لہ ان یدنی حوائث فی حد المسجد اونی فناء لان المسجد اذا جعل
 خانوتاً ومسکناً یسقط حرمتہ و ہذا لا یجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط الشرحی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ یکم و یقعدہ ۳۳۔ ایک شخص کچری میں ملازم ہے فرض کے وقت نماز میں مسجد میں قیام کر کے سوتا ہے اور کھانا وغیرہ کھاتا ہے بہت
 عرصہ سے اب منع کرنے پر جواب دیا کہ میں نیت اعتکاف کر لیتا ہوں کوئی حرج میرے قیام اور کھانے سونے میں نہیں ہے۔

الجواب

اگر واقعی وہ ہر بار نیت اعتکاف کرتا اور کچھ دیر ذکر الہی کر کے کھاتا سوتا ہے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی ۴۴ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عالم یا اور کوئی شخص مسجد میں سوئے اور سند تکبیر مسجد میں اندر مسجد کے لگائے اور کھانا
 مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ کھائے اور اگالہ ان مسجد میں رکھے اور گھوڑے کی زین اور اسباب وغیرہ مسجد میں رکھے یہ سب شرع سے درست
 ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد میں سونا کھانا بحال اعتکاف جائز ہے اگر ایک جماعت معتکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں بہر حال یہ لازم ہے کہ کوئی چیز شور یا یا شیر
 وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے اور سوائے حالت اعتکاف مسجد میں سونا یا کھانا دونوں مکروہ ہیں خاص کر ایک جماعت کے ساتھ کہ مکروہ فعل کا
 اور لوگوں کو بھی اس میں مرتکب بنانا ہے علیگیری میں ہے یکرہ النوم والا کل فیہ لغیر المعتکف سند لگانا اگر براہ تکبر ہے تو یہ خارج مسجد
 بھی حرام ہے قال تعالیٰ الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین ۵ اور اگر براہ تکبر نہیں کسی دوسرے نے اس کے لیے رکھ دی یہ اس کی خاطر سے
 بدیں محاذ کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں لایابی الکرامۃ الاحادیث لکما کر بیٹھ گیا تو بھی یہ مسجد میں نہ ہونا چاہیے
 کہ ادب مسجد کے خلاف ہے ہاں ضعف یا درد کے سبب مجبور ہو تو معذور ہے اگالہ ان اگر بیک کے لیے رکھا ہے تو غیر معتکف کو مسجد میں پان کھانا
 خود مکروہ ہے اور اگر کھانسی ہے بلغم بار بار آتا ہے اس غرض کے لیے رکھا تو حرج نہیں اور گھوڑے کا زین وغیرہ اسباب بھی بلا ضرورت
 شرعیہ مسجد میں رکھنا نہ چاہیے مسجد کو گھر سے مشابہ بھی کرنا نہ چاہیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان المساجد لم تبین لہذا
 خصوصاً اگر چیزیں رکھے جن سے نماز کی جگہ کے تحت ناجائز و گناہ ہے قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یدنوا
 فیہا اسمہ ہاں ہمہ یہ بھی یاد رکھنا فرض ہے کہ جو حقیقت عالم دین ہادی خلق سنی صحیح العقیدہ ہو عوام کو اس پر اعتراض اس کے افعال میں
 نکتہ چینی اس کی عیب بینی حرام حرام اور باعث سخت محرومی اور بد نصیبی ہے اول تو لاکھوں مسائل و احکام فرق نیت سے متبدل ہو جاتے
 ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوى علم نیت ایک عظیم واسع علم ہے جیسے
 علمائے ماہرین ہی جانتے ہیں عوام بچارے فرق پر مطلق نہ ہو کر ان کے افعال کو اپنی حرکات پر قیاس کرتے اور حکم لگا دیتے اور کارپا کاں اقیاس

از خود گیر کے مورد بنتے ہیں اسی مسئلہ میں دیکھیے شرعاً اعتکاف کے لیے نہ روزہ شرط ہے نہ کسی قدر مدت کی خصوصیت لہذا مستحب ہے کہ آدمی جب مسجد میں جائے اعتکاف کی نیت کرے جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا علی اعتکاف ہی کی نیت سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور اب ان کو سونا کھانا پیک کے لیے اگلا دن رکھنا روا ہوگا اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو جاہل کو سنی عالم پر اعتراض نہیں پہنچتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں عالم بے عمل کی مثال شیخ سے دی ہے کہ آپ جلے اور تمہیں روشنی و نفع پہنچا ہے احمق وہ جو اس کے جلنے کے باعث اسے بچھا دینا چاہے اس سے یہ خود ہی اندھیرے میں رہ جائے گا علما کو چاہیے کہ اگرچہ خود نیت صحیح رکھتے ہوں عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہو نہ کریں کہ اس میں دو فتنے ہیں جو معتقد نہیں ان کا معرض ہونا غیبت کی بلا میں پڑنا عالم کے فیض سے محروم رہنا اور جو معتقد ہیں ان کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خدمتِ مملکت ہونا عالم فرقہ ملا متیہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اس کا فائدہ ہو مسند ہدایت پر ہے عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں ان کا نفع ہے حدیث میں ہے (اس العقل بعد الایمان باللہ القود الی الناس دوسری حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بشر واولاد تنقضوا احیاناً ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بتا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از الہ آباد مسجد صدر مسئلہ حافظ عبد الحمید صاحب فقہوری ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

اگر کوئی مسجد میں باواز بلند درود و وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اس سے غلطی ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کاؤں میں پہنچتی ہے لگ بھول جاتے ہیں خیال ہلک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر بالجہر تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا یا بھر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین۔

الجواب

بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس تنصرتید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے من رأى منكماً منكراً خلیفہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ سب میں کسر درج ایمان کا ہے اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے استماع کے لیے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہراً تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوسرا وبال ہے ایک تو یہی غلط نمازی نماز غیر کر و کر جہر میں تناد سرے قرآن عظیم کو بے حرمتی کے لیے پیش کرنا رد المحتار میں ہے فی الفتح عن الخلاصہ وجہل یکتب الفقه و یحنبہ وجہل یقرء القرآن فلا یحکم استماع القرآن فالانتم علی القاری و علی ہذا القرآن علی السطح والناس نیام یا نائم اہی لانہ یكون سبباً لاعتراضہم عن استماعہ اولانہ یؤذیہم بايقاظہم اسی میں غنیہ سے ہے یجب علی القاری احترامہ بان لا یقرأ فی الاسواق و مواضع الاشتغال فانما قرأہ فیہا کان ہوا مضیجاً لحرمتہ فیکون الانتم علیہ دون اہل الاشتغال دفناً للحوج۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک یا زیادہ شخص نماز پڑھ رہے ہیں یا بعد جامع نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک یا کئی لوگ باواز بلند قرآن یا ذبیفہ یعنی کوئی قرآن کوئی ذبیفہ پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے تو

اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہیے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال بدل جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

الجواب

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باوانہ پڑھنے سے اُس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا سننے ہے مسجد میں جب اکیلا تھا اور باوانہ پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کے لیے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ریاست نائپارہ ضلع ہراج محلہ ٹوپ خانہ مرسلہ منشی حامد علی خاں صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

زید اگر مسافر نہ طوع پر کسی مقام پر وارد ہوا اور وہاں اُس کا کوئی ایسا شخص شناسا نہ ہو کہ جس کے مکان میں قیام کر سکے اور سبب پابندی نماز جماعت و وضو وغیرہ کسی مسجد میں ٹھہر جائے تو جائز ہے یا نہیں اور اس کا سلف سے ثبوت ہے یا نہیں اور جو شخص زید کو بصورت مذکورہ جبر مسجد سے نکالے اور کہے کہ یہ مسجد خالد کی ملک ہے اور میں چونکہ ملازم خالد ہوں لہذا مجھے حکم خالد ہے کہ بے اذن ہمارے کسی کو ہماری مسجد میں نہ رہنے دو اور اس پر برسر پیکار ہو تو زید کا اخراج عن المسجد بصورت فتنہ و فساد جائز ہے یا نہیں اور مسجد کی ملک کی نسبت خالد کی جانب جائز ہے یا نہیں اور مسجد مذکورہ میں اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے اور ایسی مسجد پر مسجد ضرار کی تعریف صادق ہے یا نہیں۔

الجواب

ایسے مسافر کو مسجد میں ٹھہرنا بیشک جائز ہے خود مسجد اقدس میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں حکم انور سے اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قیام پذیر تھے مسجد سے باہر اُس کا اخراج ظلم ہے والظلم ظلمات یوما لقیۃ ہاں نظر بحالات زمانہ بعض مساجد میں اجنبی غیر معروف کا قیام نامناسب و وجہ اندیشہ ہوتا ہے جیسے صد ہا سال سے مسجد مدینہ طیبہ کے دروازے بعد عشا بند کر دیتے ہیں اور سوا خدام کے سب لوگ باہر کر دیے جاتے ہیں اگر واقعی ایسی صورت تھی تو زبردستی کنسا چاہیے تھا اور مسجد کو خالد کی ملک کہنا غلط ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے وان المسجد لله مسجد میں خالص اللہ کے لیے ہیں بہر حال اُس مسجد میں نماز نا جائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں نہ وہ مسجد ضرار ہو سکتی ہے یہ جہل محض ہے پھر اگر یہ مسجد اموال وغیرہ سے محل احتیاط مذکور نہیں یا زید شتہ نہیں تو اُسے جبر نکال دینے والے پر لازم ہے کہ اُس سے معافی چاہے کہ مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا بہت سخت ہے من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ زید کو چاہیے کہ اگر مسجد میں قیام کرے سونے اور کھانے سے کچھ پہلے اعتکاف کی نیت کر کے کچھ ذکر آہی کر کے کھائے سوئے کہ مسجد میں کھانا سونا مستکلف کو بلا خلاف جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر کمرلا مسؤلہ منیر الدین صاحب ۱۱ رذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور عدم جواز کی دلیل جہاتے ہیں۔ بنیوا تو جروا

الجواب

مٹی کے تیل میں سخت بدبو ہے اور مسجد میں بدبو کا لے جانا کسی طرح جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اکل

من هذه الشجرة المنتنة فلا يقرب من مسجد نافان الملائكة تتاذى مما يتاذى منه الانس رواه الشيخان عن جابر رضي الله تعالى عنه امام عینی عہدہ القاری شرح صحیح بخاری پھر علامہ سید شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں ویلحق بهما نص عليه في الحديث كل ماله رائحة كويحة مأكول او غيره ہاں مٹی کے تیل میں بعض انگریزی عطر جن کو نوٹڈر کہتے ہیں ملانے سے اُس کی بدبو بالکل جاتی رہتی ہے اس صورت میں جائز ہو جائے گا بشرطیکہ اُس نوٹڈر میں اسپرٹ وغیرہ کوئی ناپاک شے ہو ورنہ ناپاک تیل کا بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے رد مختار میں ہے کہ تھوہا اذخال نجاسة فيه فلا يجوز الاستصحاب بدھن نجس فيه واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر بریلی مدرسہ مظاہر اسلام مسؤلہ مولوی رحیم بخش بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں روغن مٹی کا جلانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جبکہ اُس کی بدبو بالکل دور کر دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ - از دانا پور محلہ سگوندہ مسؤلہ محمد حنیف خاں ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے جس میں تین دروازے لگے ہیں صبح کی نماز میں بوجہ سردی کے تینوں در بند کر کے اور چراغ جلا کر لوگ نماز پڑھا کرتے ہیں اور نماز صبح اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں ایک شخص کہتا ہے کہ چراغ جلا کر نماز نہ پڑھنا چاہیے منع ہے مگر کوئی ثبوت اس کا نہیں دیتا ہے اس لیے دریافت طلب ہے کہ ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت ہے یا نہیں اور کہاں تک اُس کا کہنا صحیح ہے مہربانی فرما کر جواب مدد حوالہ کتب فقہ شریف عنایت ہو۔

الجواب

وقت حاجت چراغ جلا کر نماز پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں وفيہ حدیث تسمیہ الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ والیقادہ القنادیل فی المسجد الشریف واستحسانہ من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لمارأى المسجدین ہونورا للہ قبر عمر کما نور مساجدنا مگر نماز کے وقت مسجد کے کواڑ بند کرنا ضرور ممنوع و بدعت سیئہ ہے درختار میں ہے کہ غلق باب المسجد الخوف علی متاعہ بہ یفتی اہل اقول هذا فی غیر وقت الصلوۃ لقول الشامی الا فی اوقات الصلوۃ فکیف عند نفس قیام الصلوۃ۔ هذا مردود باجماع اهل الصلوۃ اُس وقت چراغ روشن کرنا بھی اگر اسی کواڑ بند کرنے کی بنا پر ہو اگر بند نہ کریں چراغ کی حاجت نہ ہو تو یہ چراغ بھی بے حاجت کہ وہ حاجت بوجہ باطل ہے اور اگر اتنے اندھیرے سے پڑھتے ہیں کہ کھلے کواڑوں میں بھی حاجت چراغ ہو تو یہ خلاف افضل ہے مذہب حق میں نماز فجر جس قدر وقت روشن کر کے پڑھی جائے زیادہ اجر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - شہر بریلی محلہ گھیر حفر خاں محمود علی خاں ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اندرون مسجد مرزائی یعنی ٹین کے دالان کے دروں میں بغرض زیبائش مسجد گئے درختاں

پھول وغیرہ لٹکائے جانے کے لیے تیار کیے گئے ہیں جن میں کہ کھاد وغیرہ پاک مٹی کی دی گئی ہے اب چند حضرات کو اعتراض ہے کہ نئی بات مسجد میں نہیں ہونا چاہیے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر نماز میں نگاہ کے سامنے ہوں تو مکروہ ہیں اور زیادہ بلند ہوں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از منصور پور مقفل ڈاک خانہ شیش گڑھ تحصیل بیٹری ضلع بریلی مسؤلہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں مسجد میں اکثر کاپیاں عربی کی و نقشبات وغیرہ چار جانب دیواروں پر مسجد کی نصب کیے جاتے ہیں مجملہ اُن کے منبر کے قریب دیوار پر عربی و مناجات وغیرہ ایسے موقع پر نصب یعنی چسپاں کیے جاتے ہیں کہ بروقت پڑھنے کے امام کے پس پشت یا اُس سے کسی قدر اونچے یعنی قریب پس گردن عربی و مناجات ہوتے ہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب

ایسی چیزوں کا دیوار قبلہ میں نصب کرنا نہ چاہیے جس سے لوگوں کا نماز میں دھیان بٹے اور اتنی نیچی ہونا کہ خطبہ میں امام کی پشت اُس کی طرف نہ رہے اور بھی نامناسب ہے ہاں اگر اس سے بلند رہے تو یہ حرج اس میں نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از علی گڑھ کالج مسؤلہ حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) و فیصدیات خلیفۃ العالیین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ۳۳۲ھ

مسجد میں طلائی نقش و نگار جائز ہے یا نہیں کیا نمازیوں کے پیش نظر گل و بوٹے چمکتے دیکتے محل صلاۃ نہیں کیا اس طرح کی زیبا مسجد کی من جہت بعد ہونے کے نمایاں شان نہیں محض مختصر جواب اس کا تحریر فرما کر فقیر کو ممنون فرمائیں یہاں مسئلہ مذکور پیش ہے کالج کی مسجد نقش و مطلا کی جا رہی ہے۔ فقط

الجواب

ساجدین زینت ظاہری زمانہ سلف صالحین میں فضول و ناپسند تھی کہ اُن کے قلوب تعظیم شاعرانہ سے ملوث تھے و اہل تصوف میں مہلکہ فی الساجد کو استطراد سے شمار فرمایا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا لا تزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصاری مگر تبدل زمان سے علما نے تزین مساجد کی اجازت فرمائی کہ اب تعظیم ظاہر و عورت عظمت فی الیوم و وقعت فی القلوب ہوتی ہے نکان کتحلیۃ المصحف فیہ من تعظیہ مگر اب بھی دیوار قبلہ عموماً اور محراب کو خصوصاً شاعرات قلوب سے بچانے کا حکم ہے بلکہ ادلیٰ یہ ہے کہ دیوار میں و شمال بھی لمبیات سے خالی رہے کہ اُس کے پاس جو مصلیٰ ہو اُس کی نظر کو پریشان نہ کرے ہاں گنبدوں میں اردو سقف اور دیواروں کی سطح کو مصلیوں کے پس پشت رہے گی ان میں مضائقہ نہیں اگرچہ سونے کے پانی سے نقش و نگار ہوں بشرطیکہ اپنے مال حلال سے ہوں مسجد کا مال اُس میں صرف نہ کیا جائے مگر جبکہ اصل بانی مسجد نے نقش و نگار کیے ہوں یا واقف نے اس کی اجازت دی ہو یا مال مسجد فاضل بچا ہو وادار صرف نہ کیا جائے گا تو ظالموں کے خورد برد میں جائے گا پھر جہاں جہاں نقش و نگار اپنے مال سے کر سکتا ہے اُس میں بھی

وقائق نقوش سے تکلف مکروہ ہے سادگی و میانہ روی کا پہلو ملحوظ رہے امام ابن النیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں استنبط من کراہۃ زخرفۃ المساجد لا اشتغال قلب المصلی بذلک و لوصوف المال فی غیر وجهہ نعم اذا وقع ذلک علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصوف علیہ من بیت المال فلا بأس بہ ولو اوصی بتشیید مسجد و تحمیرہ و تصفیرہ نفذت وصیتہ لانہ قد حدث للناس فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنہم و کافرہم تشیید بیوتہم و تزیینہا ولو بنینا مساجد نابالین و جعلناھا متطا منۃ بین الدور الشاہقۃ و ربما کانت لاهل الضرمۃ لکانت مستہانۃ و مختار میں ہے (ولا بأس بتقشہ خلاصہ جوابہ) فانہ یکبرہ لانہ یلمی المصلی و یکبرہ التکلف بدقائق النقوش و نحوھا خصوصا فی جہۃ القبلة قالہ الحلبی و فی خطر المجتبی و قیل یکبرہ فی المحراب دون السقف و المخرار و ظاہرہ ان المراد بالمحراب جہۃ القبلة فلیحفظ (و محبس و ماء ذہب) لو (ربالہ) الحلال (لا من مال الوقت) فانہ حرام (و ضمن متولیدہ لو فعل) النقش اذ البیاض الا اذا جیف طمع الظلمۃ فلا بأس بہ کافی و الا اذا کان الاحکام البناء او الوقت فعل مثله لقولہم انہ یعمرو الوقت کما کان و تمامہ فی البحر و المختار میں بحر سے ہے و ارادہ من المسجد داخلہ فیضید ان تزیین خارجہ مکروہ ادر واپتنی کتبت علیہ مانصا قول فی ہذہ الافادۃ نظر ظاہر بل الظاہر من جوازہ بلا کراہۃ بالشر و ط الشلثۃ ان یکون بالہ الحلال ولا یتکلف دقائق النقوش لان خارج المسجد لیس محل الہاء المصلی و فیہ تعظیمہ فی العیون و زیادۃ وقعتہ فی القلوب و ترغیب الناس فی حضورہ و تعمیرہ و کل ذلک مطلوب محبوب و انما الامور بمقاصدھا و انھا لکل امرئ ما نوى والله تعالی اعلم

مسئلہ - از فیض آباد مسجد مغلیہ مرسلہ شیخ اکبر علی موزن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مسجد کے کنارے کسی بزرگ کی قبر ہو اور وہاں گانا سماع آلات ڈھولکی وغیرہ ہو اور تماشائی لوگ اندر مسجد کے بلا لحاظ پاکی اور ادب کے اور گا کر کے وقت ہجوم ہو لوگ اندر مسجد داخل ہوں جائز ہے یا نہیں -

الجواب

مزامیر کے ساتھ گانا اور اس کا سننا دونوں حرام ہیں اور حرام فعل کا مسجد میں کرنا اور سخت اور گا کر کا ہجوم اگر کسی منکر شرعی پر مشتمل نہیں نہ یہ وقت نماز کا ہو جس سے نمازیوں پر تنگی ہو نہ یہ لوگ مسجد کی بے حرمتی کریں تو حرج نہیں اور بے ثبوت شرعی سلاطین کو سمجھ لینا کہ تاپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے بدگئی ہے اور بدگانی حرام واللہ تعالی اعلم -

مسئلہ - از لال پور ضلع پیڑا بنگال مرسلہ مولوی ابوسعید محمد عارف مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنے کو بعض لوگ عدم سنت کہتے ہیں سنت ہونے کی دلیل جاتے ہیں - **بیونا تو حیرا -**

الجواب

واعظ کا کرسی پر مسجد میں بیٹھنا جائز ہے جبکہ نماز اور نمازیوں کا حرج نہ ہو ایک آدھ بار حدیث سے یہ ثابت ہے مگر ایک آدھ بار سے

سے نفل سفت نہیں جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از چوہڑ کوٹ بارکھان ملک بلوچستان ۲۱ محرم ۱۳۳۷ھ

مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ۵۵ و مجموعہ فتاویٰ ہمایونی تصنیف مولانا مفتی عبدالغفور صاحب نے چار پائی والے مسئلہ مسجد میں جواز رکھا ہے وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتکاف کے موقع میں سر پر سوئے تھے۔

الجواب

حدیث قولی اور فعلی جب متعارض ہوں تو عمل حدیث قولی پر ہے ان المسجد لم تبین لہذا بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ نزل پر سوار مسجد الحرام شریف میں داخل ہوئے اور وہیں کعبہ معظمہ کا طواف فرمایا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے خون اُن کے زخموں سے جاری تھا اُن کے لیے مسجد اقدس میں خیمہ نصب فرمایا کہ قریب سے عیادت فرمائیں کہ سوا مسجد شریف کے کوئی مکان نشست کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہ تھا کیا ان احادیث سے استناد کر کے کوئی ایسی جرأت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر بریلی مسئلہ کفایت الشریک رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ مسجد میں استعمالی جو ناکھنا چاہیے یا نہیں چونکہ زید نے ایک مولوی صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو ناکھنا مسجد کے اندر رکھنا حرام ہے اس وجہ سے منع کیا تو جواب ہوا کہ ہر مسجد میں جو ناکھتے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عید گاہ اور جامع مسجد میں بھی دیکھا اور یہاں تک کہا کہ شرع کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے تو جو ناکھنا شک پاک ہے اور مسجد میں کوئی حرج نہیں آیا اس میں کیا حکم ہے۔ اگر غسل خانہ مسجد کے فرش سے جدا ہے اور غسل خانہ اتنا تر رہتا ہے کہ پاؤں پر تری لگ جاتی ہے تو جو ناکھنا چاہیے یا ویسے ہی۔

الجواب

اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ جو ناکھنے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو باہر جھاڑو کر تلے ملا کر ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے مسجد کے سامنے ہوں نہ دوسرے نمازی کے نہ اپنے دہنے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے نہ اُن سے قطع صفت ہو اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومال ڈال دیں۔ جو ناکھنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - یکم ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی مسجد میں جو ناکھنا رکھتے ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں کہ کہاں منع ہے کس قول سے منع ہے۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان احداکم اذا قام فی الصلاة فانما یناجی ربہ وان ربہ ینہد و ینہد القبلۃ فلا یرہقن احداکم قبل قبلتہ و لکن من یسارہ و تحت قدمہ رواہ البخاری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور فرمایا اذا قام احدكم الى الصلاة فلا يصبغ امامه فانما ينجي الله مادام في مصلاه فلا عن يمينه فان عن يمينه ملكا وليبصن عن يساره او تحت قدميه فتها رواه الشيخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرمایا اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیه عن یمنہ ولا عن یسارہ فتكون عن یمین غیرہ الا ان لا یكون علی یسارہ احد ولیضعہما بین رجلیہ رواہ ابو داود عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ مسجد کے چاہ سے عموماً پانی بھرنا اپنے گھروں کو اور ننگے پیروں سے آنا اور سی سے بھی وہ خراب پیر لگتے ہیں پھر اُس کی چھینٹیں کنویں میں ضرور جاتی ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں کہ پہلے سے یہ ہیں بھرتے آتے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔

الجواب

کنوئیں کی ممانعت نہیں ہو سکتی رسی ڈول اگر مسجد کا ہے اُس کی حفاظت کریں غیر نماز کے لیے اُس سے نہ بھرنے دیں دربارہ طہارت وہام کو شریعت نے دخل نہیں دیا ورنہ عافیت تنگ ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی شہر کنہہ مسولہ محمد ظہور صاحب ۱۰ ارشوال ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مسجد میں درخت پھلدار مثل جامن مولسری کھتی وغیرہ کے ہوا اور پھل اس مقدار پر آیا کہ جس کو فروخت کیا جائے ایسی صورت میں وہ پھل نمازی یا غیر نمازی بلا کچھ قیمت ادا کیے ہوئے کھا سکتے ہیں یا نہیں دیگر یہ کہ مسجد میں درخت سیلہ چنبیل مولسری کا ہے اس کے پھول نمازی لوگ بلا کوئی قیمت ادا کیے ہوئے گھر کو لا سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

مسجد میں بے ضرورت شدیدہ درخت ہونا منع ہے اور اُس کے پھل پھول بے قیمت نہیں لے سکتے ہندیہ میں ہے اذا غرس شجرة فی المسجد فالشجرة للمسجد کذا فی الظہیریۃ اُسی میں ہے فی فتاویٰ اہل سمرقند مسجد فیہ شجرة تفاح یتباح للقوم ان یفطروا و یخذوا التفاح قال الصدوق الشہید المختار انہ لا یتباح کذا فی الذخیرۃ اھ **اقول** و هذا تصحیح صریح من امام جلیل ولا شک انہ ہو قضیۃ الوقفیۃ فان الوقت کما لا یمکن لا یتباح فیقد مر علی ما فی صلح الخانیۃ قبیل فصل المہایاۃ طریق غرس فیہ رحیل شجرة الف صا دقا لوالا باس بہ اذا کان لا یضر بالطریق و یطیب للغارس و رفقہا و اکل فرصادہا وان کانت الشجرة فی المسجد قال الفقیر ابو جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ لا باس باکل تو تھا دلا یجوز اخذ و رفقہا اھ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بولی ضلع بلالوں مرسلہ خلیل الرحمن صاحب ۱۹ ارشوبان المعظم ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساجد میں معاملات دنیا کی باتیں کرنے والوں پر کیا ممانعت ہے اور ہر شرکیہ مواخذہ ہوگا۔

الجواب

دنیا کی باتوں کے لیے مسجد میں جا کر بیٹھنا حرام ہے اشاہ و نظائر میں فتح القدیر سے نقل فرمایا مسجد میں دنیا کا کلام نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے

جیسے آگ لکڑی کو "مباح باتوں کا حکم ہے پھر اگر باتیں خود بُری ہوئیں تو اُس کا کیا ذکر ہے دونوں سخت حرام در حرام موجب عذاب شدید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از غازی پور محلہ میاں پورہ مسئلہ فشی علی بخش خرد قمر جمعی غازی پور، اردی قعدہ ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں طور و مشر کرنا اور دنیا کی باتیں کرنا اور اسی طرح سے وضو میں درست ہے یا نہیں اور اپنے پاس سے غیبت کرنے والوں اور تممت رکھنے والوں اور جن میں شیوہ منافقت کا اور مفسدہ کا انداز پایا جاوے نکلوا دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مسجد میں شور و مشر کرنا حرام ہے اور دنیوی بات کے لیے مسجد میں بیٹھنا حرام اور نماز کے لیے جا کر دنیوی تذکرہ مسجد میں مکروہ (اور ضروری) ہے ضرورت دنیوی کلام نہ چاہیے اور غیبت کرنے والوں اور تممت اُٹھانے والوں منافقوں مفسدوں کو نکلوا دینے پر قادر ہو تو نکلوا دے جبکہ قعدہ نہ اُٹھے ورنہ خود اُن کے پاس سے اُٹھ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ غلام جان صاحب طالب علم ۱۰ ارشوال ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد و یمان شدہ یعنی چھت وغیرہ اُس کا گر گیا صرف دیواریں و دیگر آثار اُس کے سبب نودار ہیں اُس مسجد کے متعلق جو دکان ہو اُس کا کرایہ دوسری مسجد پر خرچ ہو سکتا ہے یا نہ اور اُس کرایہ میں سے دوسری مسجد کے پیش امام کو دینا جائز ہے یا نہیں

الجواب

نہیں جائز۔ بلکہ اُس کے کرایہ سے اُسی مسجد کی تعمیر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مراد آباد محلہ اصالت پورہ مسئلہ کار و علی صاحب ۵ ار محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صحن مسجد میں کچھ قبریں آگئی ہیں اور ان قبروں میں فرش پختہ بنا دیا گیا ہے اب کوئی نشان قبر کا صحن مسجد میں معلوم نہیں ہوتا ہے البتہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فلاں فلاں گئی قبریں ہیں لہذا یہ معلوم کرنا ہے کہ اس صحن مسجد میں کجیاں قبریں تھیں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور جو نمازیں پڑھی ہیں وہ نمازیں جو گئیں یا نہیں سوال کا جواب ہو کہ کتبہ حادث ارقام فرمائیں۔

الجواب

مسلمانوں کی قبریں ہموار کر کے صحن مسجد میں شامل کر لینا حرام ہوا اور اُن قبروں پر نماز حرام ہے اور اُن کی طرف نماز حرام ہے قبر پر کے نشان کا نام نہیں کہ اُس کے مٹنے سے قبر جاتی رہے بلکہ اُس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے جتنی نمازیں اس طرح پڑھی گئیں سب پھیری جائیں اور قبروں کے نشان بدستور بنا دیے جائیں کہ مسلمان اُن پر پاؤں رکھنے اور چلنے اور اُن پر اور اُن کی طرف نماز پڑھنے کی آفتوں سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شاہی علاقہ رام پور۔ مسئلہ نادر شاہ خاں و انعام اشرف خاں ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد کے میمن ویا قبرستان خام ہے نشان قبور موجود ہیں قبرستان کو نئی مٹی سے یا بختہ چوترہ باندھ کر فرش مسجد کا بڑھایا جائے ایسا کہ بالکل نشان قبر بالکل ظاہر نہ رہے تو اس پر نماز پڑھنا درست ہے یا ناجائز۔ بینوا تو جو دا

الجواب

نا جائز و حرام ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنا بھی حرام اور قبر پر نماز پڑھنی حرام اور حرام تو اس ناجائز فعل میں قبروں کی بھی بے عزتی ہے اور نماز کا بھی نقصان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - منشی مردان علی از بجور محلہ قاضی خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بجور محلہ قاضیان میں واقع ہے اس کا فرش موجودہ شرقاً و غرباً یعنی عرض میں بہت کم ہے کہ جو بعض جمعہ کو نمازیوں کے لیے کافی نہیں ہوتا لہذا اس کے فرش بڑھانے کی تدبیر درپیش ہے در صورت بڑھانے فرش کے ایک قبر بختہ جس کا حفرہ زمین سے قریب بارہ گہ کے اونچا بنا ہوا ہے بیچ فرش میں پڑ گئی صاحب قبر کے انتقال کو قریب سو سال کے گزری ہوں گی لہذا علمائے دین کی خدمت میں التماس ہے کہ اس قبر کو کیا کیا جاوے تاکہ نماز میں کچھ حرج نہ ہو یا فرش کی برابر کر دی جاوے یا اونچی رہنے دی جاوے در صورت بحالت موجودہ رکھنے قبر کے نماز میں کچھ حرج ہو گا یا نہیں و ثنائے صاحب قبر سوائے ایک شخص کے قبر کو برابر کرنے کے لیے راضی ہیں اگر برابر کرنا درست ہو تو یہ بھی مع حوالہ کتب فقہ تحریر کیا جاوے کہ کتنے میعاد کے برابر کرنا درست ہے۔ بینوا تو جو دا

الجواب

صورت مستفسرہ میں قبر مسلمان کو برابر کر دینا کہ لوگ اس پر چلیں پھریں اٹھیں بیٹھیں نماز پڑھیں محض حرام ہے مکاتفت بہ احادیث جمة وقد صرح علماء ناناں المروزی سکتہ حادثہ فی المقابر حرام کما فی فتح القدیر و در المحتار وغیرہما پھر اس برابر کرنے سے نماز کا بھی کچھ آرام نہیں بلکہ نقصان ہے کہ قبر پر نماز پڑھنا حرام اور قبر کی طرف بے حائل نماز پڑھنا بھی مسجد صغیر میں مطلقاً حرام اور کبیر میں اتنے فاصلے تک حرام کہ جب نماز خاشعین کی پڑھی اور قیام میں موضع سجود پر نظر جمائے تو قبر تک نگاہ نہ پہنچے اور عام مساجد صغیر میں مسجد کبیر ایسی ہے جیسے جامع خازم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے اور قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے اور پرکا بلند نشان حقیقت قبر میں داخل نہیں تو اس کے برابر کر دینے سے قبر قبر ہی رہے گی غیر قبر نہ ہو جائے گی رد المحتار میں ہے تکرہ الصلوۃ علی القبر لورس و الدنھی عن ذلك رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياءهم مساجد رواه الشيخان وغيرهما عن ام المؤمنين الصديقة وعبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما بلکہ اس کا طریق یہ ہے کہ قبر کو فرش کے برابر کریں اور اگر فرش اونچا ہو کر آئے گا تو قبر جس قدر اونچی ہو اونچی رہے دیں اور اس کے گرد اگر ایک ایک بالشت کے فاصلے سے ایک چار دیواری اٹھائیں کہ سطح قبر سے پاؤں گریز یا زیادہ اونچی ہو جائے دیوار پر پتھر ڈال دیں یا لکڑیاں جن کر پاٹ دیں کہ چھت ہو جائے اب یہ ایک مکان ہو گیا جس کے اندر قبر ہے اب اس کی چھت پر اودھ اسی کی دیوار کی طرف ہر طرح نماز جائز ہو گئی کہ یہ نماز قبر پر یا قبر کی طرف نہ رہی بلکہ ایک مکان کی چھت پر یا اس کی دیوار کی جانب ہوئی اور اس میں حرج نہیں مسلک متقطعی میں ہے انکان بین القبر والمصلی حجاب فلا تکرہ الصلوۃ خلاصہ و ذخیرہ وغیرہ میں ہے ہذا اذا لم یکن بین

المصلحة وهذا الموضع حائل كالحائط وان كان حائل كالتكوة اور بہتر یہ ہے کہ ان مختصر دیواروں میں جنوباً شمالاً یا دیوار جانب قبلہ میں بھی کچھ باریک جالیاں رکھیں اس سے دو فائدے ہوں گے اولاً میت کی قبر تک ہواؤں کا آنا جانا کہ حکم حدیث موجب نزول رحمت ہے دوم جالیاں دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے گا کہ یہ قبر نہیں اور اس پر یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں اندیشہ نہ کرے گا ورنہ ناواقف اُسے بھی قبر جان کر احتراز کرے گا اور صحن مسجد کے اندر اتنی جگہ تین چار گرہ بلندی رہنے کو جاہل نادانوں کی طرح ناگوار نہ جانیں کہ اس میں میت و احیاء مسجد و قبر سب کی بھلائی ہے کما اشارنا لہیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر الہ آباد زیر جامع مسجد چوک مرسلہ مرزا واحد علی خوشنوساز ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید و تفسیر وفقہ و حدیث کی ہوتی ہے بعض منتظمین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھا دی جائے بعد گفتگو بسیار کے یہ طے پایا کہ دونوں طرف سے تحریریں ہو جائیں اور رجسٹری کر دی جائے منتظمین مسجد لکھ دیں کہ ہم مدرسہ نہ اٹھائیں گے جب تک مدرسہ تین شرائط پر قائم رہے گا ایک یہ کہ سات آٹھ برس کے لڑکے نہ داخل ہوں دوسرے مدرسہ میں تعلیم ہندی ناگری انگریزی غیر مذہب کی تعلیم نہ داخل ہو مدرسہ مسجد کی کسی چیز پر قبضہ نہ کرے ہتم مدرسہ نے اس کو تسلیم کیا اور تحریر کر دیا کہ ہم اس کے پابند رہیں گے بلکہ کہتا ہے کہ یہ تحریر کرنا اور رجسٹری کرنا جائز نہیں ہے منتظمین کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ اس قسم کی تحریر کرادیں اور رجسٹری کرادیں زید کہتا ہے کہ یہ سب جائز ہے جو جو کام مسجد میں جائز ہیں اُس کی مزاحمت کسی کو جائز نہیں لہذا عدم مزاحمت کی توثیق کرانا شرعاً کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ کوئی متولی کسی نمازی سے کہہ دے یا لکھ دے کہ ہم تم کو نماز سے کبھی نہ روکیں گے جب تک تم کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ گے اور مسجد میں فساد کی بات نہ کرو گے لہذا اس کا قول صحیح ہے زید کا یا بکر کا۔ بینوا تو جروا

الجواب

مسجد میں تعلیم بشرائط جائز ہے (۱) تعلیم دین ہو (۲) معلم سنی صحیح العقیدہ ہو نہ وہابی وغیرہ بدین کہ وہ تعلیم کفر و ضلال کرے گا (۳) معلم بلا اجرت تعلیم کرے کہ اجرت سے کار دنیا ہو جائے گی (۴) نا سمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے ادبی کریں (۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ اصل مقصد مسجد جماعت ہے (۶) غل شور سے نمازی کو ایذا نہ پہنچے (۷) معلم خواہ طالب علم کسی کے بیٹھے سے قطع صفت نہ ہو ان شرائط کا اگر وثیقہ لکھا لیا جائے کیا مضائقہ ہے بلکہ بہتر ہے وہ تحریر کہ لکھنا چاہتے ہیں اُس کی پہلی شرط ان میں کی چوتھی اور دوسری ان میں کی پہلی ہے اور تیسری کوئی خاص تعلیم کی نہیں مطلقاً ہے اُس کا لکھا لینا بھی اچھا ہے گرمی کی شدت وغیرہ کے وقت جبکہ اور جگہ نہ ہو بضرورت معلم اجرت کو اجازت ہے مگر مطلقاً یوہیں سلائی پر سنے والا درزی اگر مسجد کی حفاظت اور اُس میں بچوں کو نہ آنے دینے کے لیے مسجد میں بیٹھے اور اپنا بیٹا بھی رہے تو اجازت دی ہے یوہیں غیر نماز کے وقت متین علم دین کو تکرار علم میں رفع صوت کی حدیث میں فرمایا جنہو مساجد کہ صبیحا نکمر و مجاہدینکم بحر الرائق میں ہے قالوا ولا یجوز ان نعمل فیہ (ای فی المسجد الصنائع لانه مخلص للہ تعالیٰ فلا یكون محلا لغیر العبادة غیر انہم قالوا فی الحیاط اذا جلس فیہ المصلح من دفع الصبیان وصیانة المسجد لایاس بہ للضرورة ولا یدق الثوب عند طیہ دقا غلیظا والذی یکتب ان کان باجریک وہ وان کان بنیوا جریک وہ قال فی فتح القدیر ہذا اذا کتب القرآن والعلم لانه

فی عبادۃ اما هؤلاء المکتبون الذین یجتمع عند ہم الصبیان واللفظ فلا ولولم یکن لفظ لانہم فی صناعة لا عبادۃ اذہم یقصدون الامارة لیس ہو اللہ تعالیٰ لاسر توازن ومعلم الصبیان القرآن کالکتاب انکان لاجرا وحسبۃ لایاس یہ اہ فتاویٰ خلاصہ میں قبیل کتاب المجتبیٰ ہے۔ معلم الذین یعلم الصبیان باجرا واجلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الحرو وغيرہ لایکثرہ وفی نسخة القاضي الامام وفی اقرار العیون جعل مسألة المعلم كمسألة الکتاب والنحیاط فان کان یعلم حسبۃ لایاس بہ وان کان باجریکثرہ الا اذا وقع ضرورة در مختار میں ہے اذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولو مستغلا بقراءة او درس رد المحتار میں ہے اقول وكذا اذا المریضون ولكن من قعودہ قطع للصف در مختار مکروبات وممنوعات مسجد میں ہے ورفع صوت بذکر الا للتفقه رد المحتار میں ہے الا ان یشوش جہ ہم علی ناظم او مصل او قارئ مناقب کردی میں ہے عن ابن عینیۃ قال صرت بہ (ای) بالامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وهو مع اصحابہ فی المسجد قد ارتفعت اصواتہم فقلت یا ابا حنیفۃ هذا المسجد والصوت لا یرفع فیہ فقال دھم فانہم لا یفقهون الا بہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - سائل مذکور الصدر

ایک مسجد قدیم چندہ کے روپیہ سے از سر نو تعمیر کی گئی اس کے مغربی دیوار پر عمارت ذیل میں پتھر میں کندہ کر کے ہر سہ فراب کے ادھر چپاں کی گئی عبارت یہ ہے ایہ جامع مسجد روح دو کانات جنوبی و مشرقی و حمام شاہی عہد کے بنے ہوئے ایک عرصہ تک متولیوں کے اہتمام میں رہی آخری متولی کی بے عزتانیوں سے حمام مسجد سے نکل گیا اور مسجد کی مغربی دیوار پر ایک شخص کا دو منزلہ مکان بن گیا مغربی دیوار اور گنبد کی دیوار میں جوگئی دو کانات مسجد کی نسبت متولی مذکور نے اپنی خائلی جائداد ہونے کا دعویٰ کیا بالآخر متولی بحکم کچہری زبیت سے خارج کیا گیا اور مسجد دو کانات انتظام کچہری کی طرف سے کمیٹی کو سپرد ہوا اس کمیٹی نے حمام کو واپس لے کر خود مسجد قرار دیا اور اس وقت سے مسجد کی زبیت و آبادی میں بے انتظامی ترقی ہوتی رہی مسجد کی مغربی دیوار اور گنبد کی فاسٹ مشن ہو جانے سے مسجد کے گر جانے کا اندیشہ تھا امتداد مسجد کی کل موجودہ عمارت بنیاد سے از سر نو کمیٹی کے زیر اہتمام تعمیر کی گئی تعمیر کا کام سلسلہ میں شروع ہوا سلسلہ میں ختم ہوا تعمیر میں چالیس ہزار روپیہ خرچ ہوا جس میں سے ایک ہزار نو سو دو کانات کے کرایہ سے ملا اور باقی چندہ جمع کیا گیا ضلع الہ آباد کے علاوہ دیگر اضلاع کے مسلمانوں اور دایمان ملک نے بھی چندہ عطا فرمایا دو کانات زمین مسجد روح حمام وقف ہیں ان کی آمدنی اخراجات مسجد میں صرف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو حوادث زمانہ سے محفوظ رکھے اور جہہ مسلمانان مساعدین مسجد کو جزائے خیر عطا فرمائے ناظرین ارکان کمیٹی و سرکاری و دیگر کارکنان کے حق میں دعائے مغفرت کریں سید امیر الدین احمد غفر اللہ عنہ بہ خان بہادر سرکاری کمیٹی انتظام جامع مسجد چک الہ آباد ساکن دائرہ شاہ رفیع الزمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واقع محلہ گنجی پور شہر الہ آباد (زید کتا ہے کہ بچندہ وجہ یہ عبارت چپاں کرنا مغربی دیوار پر درست نہیں ہے اول یہ کہ در مختار میں لکھا ہے کہ مغربی دیوار پر نقش کرنا درست نہیں ہے دھو هذا (ولا یاس بتقشہ خلا محرابہ) فانہ یکوہ لانہ یعنی المصلی ویکوہ التکلف بد قائل النقوش ونحوها خصوصاً فی جدار القبلة قال الحلبي وفي حظوا المحبته وقيل يکوہ فی المحراب دون السقف والمخراہ وظاھرہ ان المراد بالمحراب حید الانقبلة فلیحفظ اور یہاں نحوہا کا لفظ بھی ہے کہ جو ہر ایک ایسی چیز کو شامل ہے کہ جس سے دل بٹنے کا اندیشہ ہو۔ دوم یہ کہ اس میں متولی سابق کی

خیانت لکھی ہے جن کو اس لقب سے یہاں ہر شخص جانتا ہے وہ اپنے کردار کو پہنچ بھی چکے اور کچھری نے بھی اُن کو تولیت سے علیحدہ کر دیا لیکن وہ جب دنیا سے رحلت فرمائیں گے تو اُن کی بُرائی ہمیشہ کے لیے کندہ رہے گی اور لوگ بُرائی سے اُن کو یاد کریں گے اور یہ حدیث شریف میں منع ہے سوّم یہ کہ ایسے موقع پر کسی کا نام ہونا شہرت اور ریا سے خالی نہیں اور یہ غیر متحسّس ہے جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے وعن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من بنی اللہ مسجد الا ی معبد ا فیتناول معبد الکفرۃ فیکون للہ لاخراج ما بنی معبد الغیر اللہ قالہ ابن الملک والا ظہر ان یکون المسجد علی بابہ ویكون للہ لاخراج ما بنی للریا والسمعة ولذا قیل من کتب اسمہ علی بناءہ دل ذلک منہ علی عدم اخلاصہ قال ابن حجر وہو ظاہر ما لم یقصد بکتابة اسمہ نحو الدعا والترحم وفيہ ان الدعاء والترحم محصل مجملہ و مبرا فلا یحتاج الی تعیین الاسم چہ ارم یہ کہ ایک خاص ایسے شخص کے نام ہونے سے اُس کا اور اُس کے خاندان کا ایک قسم کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اور آئندہ یہ مسجد کی آمدنی کے حق میں نہایت مضر ہوگا جیسا کہ تمام اوقات میں ہو رہا ہے بہر حال اگر اس میں کوئی اختلاف بھی کرے تو اخلاقی بات مسجد میں رہنا اچھا نہیں احتیاط کا یہی مشاہدہ ہے کہ یہ پتھر رہے بکرتا ہے کہ یہ پتھر چہاں کرنا درست ہے بہت مساجد میں ایسے کتبے لگے ہوئے ہیں اور نماز میں وہاں نظر لے جانے کی ضرورت کیا ہے اور نام کندہ کرانا دعا کے واسطے ہے اور اس خیال سے کہ کسی منتظم ذمہ دار کے نام ہونے کی ضرورت ہے بہر حال زیہ کا قول صحیح ہے یا بکر کا۔ بلینوا تو جروا

الجواب

اس سوال کا جواب رمضان ۱۳۳۷ھ میں جا چکا ہے اُس کی نقل مرسل ہے وہی جواب ہے اس میں دیوار قبلہ پر نام کا سوال زائد ہے بیشک دیوار قبلہ میں عام مصلیوں کے موضع نظر تک کوئی چیز ایسی نہ چاہیے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھپا دی جائے احمد و ابو داؤد عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعاہ بعد دخول الکعبۃ فقال انی کنت رأیت قرنی الکعبش حین دخلت البیت فتمسیت ان امرک ان تمخرها فخرهما فانہ لا یبلغن ان یکون فی قبلۃ البیت شیء یلہی المصلی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا ہم نے کعبہ میں دُبنے کی سینگ ملاحظہ فرمائی تھی (دُنیا کہ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ ہوا اُس کے سینگ کو کعبہ معظمہ کی دیوار غری میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہیے جس سے دل بٹے۔ ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے اُسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا مک جاہل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیتھدین اقوام یرفعون ابصارہم الی السماء فی الصلاۃ او لتخطفن ابصارہم وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا اُن کی نگاہ اُچک لے جائے گی یعنی واپس نہ آئے گی آخر میں ہو جائیں گے رواہ احمد ومسلم والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نام کندہ کرنا نیت پر ہے اگر نیت دعا ہے بے شہدہ زنا ہے اور مہم دعا کا فی ہونا بالیقین دعا چاہنے کا نافی نہیں اور اگر قصور نام ہے بیشک حرام ہے مگر مسلمان پر بیگانی کس نے جائز کی یہ امر قلب ہے وہ چاہنے اور اُس کا رب۔ پہلی جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ میں بھی اس کا جواب چاچکا تھا یہی حکم تھا

وہ محل یہ قدرے مفصل - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر و فترا انجمن خادم المسلمین مسئلہ گوہر علی حسینی معتمد انجمن ۶ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مفت ساجد پر بخیاں شوکت اسلام اسلامی سیاہ جھنڈا یعنی لوائے اسلام نصب کرنا
جائز ہے یا نہیں - بلیوا تو جروا

الجواب

شوکت اسلام اطاعت اسلام میں ہے مسجد پر جھنڈا ایک نئی بات ہے اور کوئی مزاحمت ہو تو ہنگامی دفت اور اس کا اندیشہ نہ ہو تو
فی نفسہ کوئی حرج نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ہجرہ ضلع شاہ پور ملک پنجاب دروازہ ملتان فی مسئلہ فضل حق صاحب چشتی ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ
بخدمت جناب سلطان العلما المتبحرین برہان الفضلاء والمتصدرین کنز الہدایۃ والیقین شیخ الاسلام والمسلمین مولینا مفتی العلامہ شاہ
احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی مسجد میں جائز ہے یا نہیں کیونکہ مرثیٰ وغیرہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسجد میں راگ
منع ہیں اور حتی الامکان منع ہیں چوکہ مولود بھی راگ ہیں اس لیے یہ قطعاً ناجائز ہیں - بلیوا تو جروا

الجواب

مجلس میلاد مبارک کہ روایات صحیحہ سے ہو اور اشعار کہ پڑھے جائیں مطابق شرع مطہر ہوں اور احکام سے پڑھنے والے مرد وغیرہ مردوں
مسجد میں بھی جائز ہے کہ ساجد ذکر الہی کے لیے بنیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بھی ذکر الہی ہے حدیث میں ہے اب عزوجل نے کریمہ
ورفعناک ذکرک ہ کے نزول کے بعد کہ ہم نے بلند کیا تمہارے لیے تمہارا ذکر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خدمت اقدس حضور سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھیج کر ارشاد فرمایا اتداری کیف دعتک ذکرک جلتے ہو میں نے تمہارا ذکر تمہارے لیے کیونکہ بلند فرمایا
حضور نے عرض کی تو خوب جانتا ہے فرمایا جعلتک ذکرک من ذکر من ذکرک فقد ذکر فی میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے
ایک ذکر بنا دیا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا - قادیانی مرتدین ہیں اُن کی بات پر کان لگانا جائز نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - مسجد میں مسائل کا بطور وعظ کے قبل نماز کے کوئی نقل پڑھتا ہو کوئی استتیب بیان کرنا چاہیے یا نہیں یا بعد نماز کے -

الجواب

مسائل قبل نماز خواہ بعد نماز ایسے وقت بیان کیے جائیں کہ لوگ سننے کے لیے فارغ ہوں نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جادوہ مرسلہ مولوی حافظ صاحب علی صاحب یکم ربیع ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں اگر نماز کے واسطے صفیں باندھ کر منتظر جماعت یا خطبہ بیٹھے ہوں اور مشغول ذکر الہی ہوں
اس صورت میں کسی حاکم یا مشائخ یا رئیس یا بادشاہ یا خدام مسجد کے آجانے پر کسی شخص کو یا عام لوگوں کو تعظیم کے لیے کھڑا ہونا یا استقبال کو بڑھنا

جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ لوگ جامعہ یا خطبہ کے انتظار میں نہ ہوں اور ابھی امام خطبہ کے لیے نہیں گیا تو اپنے باپ یا پیر یا استاد علم دین کے لیے ہر شخص قیام کر سکتا ہے اور اگر عالم دین کا تشریف لانا ہو تو تمام مسجد قیام کرے ان کی تعظیم بعینہ اللہ و رسول کی تعظیم ہے جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی صرف دنیوی عزت یا توانگری رکھنے والے کے لیے بلا ضرورت و مجبوری جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - غزہ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مقام پر بہت قبریں ہوں اُس مقام کو پاٹ کر اُس پر مسجد بنائی جائے اُس میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب

سائل منظر ہے کہ قبرستان عامہ مسلمین کے خاص موضع قبور پر مٹی ڈال کر چوترہ بنا یا اور اُس پر عمارت قائم کر کے اُسے مسجد ٹھہرا یہ قطعاً ناجائز و باطل ہے نہ وہ مسجد ہو سکتی ہے فان الوقت لا یحک فلا یوقت مرة اخرى علی حجة اخرى نہ اُس میں نماز مباح کان القبر لا یخرج عن القبرية باضافة تراب علیہ ففی صلاة علی القبر ثم هو تصرف فی الوقت بما لیس له وتغییر له عما قد کان له فلا یجوز واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ازبکستان علاقہ چودھپور متصل مسجد جامع چوٹکی گلی مرسلہ مولوی عبدالرحمن صاحب وکیل کچا سن ۸، رذی اکبر یوم چہار شنبہ ۱۴۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثر اللہ جامعہ سوالات مستفسرہ ذیل کے جوابات میں (۱) ہمارے ادھر ایک قوم ہے جس کا پیشہ شراب کشید کرنے کا ہے اور مذہب مسلمان ہے اس قوم میں کچھ آدمیوں نے دو چار پشت سے شراب کی کشید موقوف کر دی ہے اور دوسرے پیشے مثل پیشہ بساطی اور سناری وغیرہ جن سے اکل حلال میسر ہو سکتا ہے اختیار کر لیے ہیں ان لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے اس میں ہم لوگوں کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں (۲) مذکورہ بالا قوم کے بعض مسلمان ابھی تک شراب کشید کرتے ہیں مگر وہ نماز اور روزہ کے پابند ہیں یہ لوگ اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اُسی میں وضو بناتے ہیں مگر مسجد میں جب داخل ہوتے ہیں اس وقت شراب سے بدن کو طوٹ نہیں لکھتے بلکہ کپڑوں سے اور بدن کی طہارت سے داخل ہوتے ہیں اس صورت میں ان لوگوں کو مسجد میں آنے دینا چاہیے یا نہیں اور وضو کرنے دیں یا منع کیا جائے اور جامعہ میں شریک کریں یا ذکر میں (۳) وہ مسلمان جنہوں نے شراب کی کشید ترک کر دی ہے اُن کے یہاں کی دعوت قبول کی جائے یا نہیں اور ان کی بنا کردہ مسجد میں امامت کرنے والے کے حق میں شریعت سے کیا حکم ہے (۴) ذال یعنی بڑھ چھ اور طواف النبیؐ کو مسجد میں آنے دینا چاہیے یا نہیں اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وہ مسجد کہ ان لوگوں نے بعد تو بہ مال حلال سے بنائی ہے بیشک مسجد شرعی ہے اور اس میں نماز فقط ہو سکتا ہی نہیں بلکہ اس کے

قرب و جوار والوں اہل محلہ پر اس کا آباد رکھنا واجب ہے اس میں اذان و اقامت و جماعت و امامت کرنا ضرور ہے اگر ایسا نہ کریں گے گنہگار ہوں گے اور جو اس میں نماز سے روکے گا وہ ان سخت ظالموں میں داخل ہوگا جن کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابیہا اُس سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں سے روکے اُن میں خدا کا ذکر ہونے سے اور ان کی دیوانی میں کوشش کرے اور ان تابیوں کی دعوت بھی قبول کی جائے کہ اب اس کا مال بھی حلال ہے اور توبہ سے گناہ بھی زائل ہوگا اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ جس نے گناہ سے توبہ کر لی وہ ایسا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں رواہ ابن ماجہ بسند حسن والبیہقی فی السنن والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مسعود والحکیم الترمذی عن ابی سعید الخدری والبیہقی فی الشعب والسنن وابن عساکر عن ابن عباس و فی السنن عن عقبۃ الخولانی والاسناد الفشیری فی رسالۃ والد یلمی وابن النجار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان میں جو لوگ اب تک اس منہ عظیم میں مبتلا ہیں اگرچہ سختی لعنت خدا ہیں مگر جبکہ پاک بدن پاک کپڑوں سے مسجد میں آتے ہیں تو انہیں وضو و مسجد و جماعت سے نہیں روک سکتے اگر اُن کے آنے سے فتنہ نہ ہو یونہی قال کو بھی اور عورتیں اگرچہ پارسا اور بڑھیا ہوں سجدے سے منع ہیں خصوصاً زنا پیشہ فاحشات کہ اُن کے باہمی وہ رسوم سننے لگتے ہیں جن کا بعد ایمان قائم رہنا سخت دشوار ہے قال وغیرہ جو مسلمان مرے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاتا ہو چند صورت اشتنائی مذکور فقہیہ کے سوا سب کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلاة واجبة علیکم علی کل مسلم میوت براحاں او فاجرا وان ہو عمل الکباثر ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے وہ نیک ہو یا بد اگرچہ اُس نے کبیرہ گناہ کیے ہوں رواہ ابو داؤد والبیہقی بسند حسن صحیح عن ابی ہریرہ ومعناہ لابن ماجہ عن واثلہ بن الاسقع وللطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الخلیۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - اگر پہلی مسئلہ شیخ العزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دوں پس یہ جائز ہے یا نہیں - بلیثوا تو حروا

الجواب

جب دریاں سپرد مسجد کر دیں ملک مسجد ہو گئیں جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

باب ادراک الفریضہ

مسئلہ - ازاد جین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں از مکان میر خدام علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ چمی فرماہند علماء دین دار و مفتیان درع شمار دریں مسئلہ کہ مردے نیت چہار رکعت نماز سنت خواہ نفل نمودہ یک رکعت نماز

باتمام رسانیده بادائے رکعت دوم برخواست در آن وقت که تکبیر نماز فرض گفت اداکننده نفل و سنت بر چهار رکعت تمام نماید یا بر دو رکعت
اکتفا سازد و دو رکعت باقیه را بخواند یا نه - باینوا توجهروا -

الجواب

مصلی نفل از آغاز نشا تا انجام تشهد در هر چه که باشد چون هنوز در شفع اول است و بر شفع دوم یعنی رکعت ثالثه قیام نکرده که جماعت
فرض قائم شد لاجرم بر همین دو رکعت پیش اکتفا نماید و جماعت در آید فی الدار المختار الشارح فی نفل لا یقطع مطلقا و یتقه
رکعتین و دو رکعت که باقی ماند قضائے آنها بر ذمه اش نیست زیرا که هر شفع نفل نماز جداگانه است تا در شفع دوم آغاز نکرد واجب
نشد و چون واجب نشد قضا نیامد فی الدار المختار لا قضاء لو نوى اربعا وقعدا قدار الشهد ثم نقص و همین است حکم سنن غیر راتبه
مانند چهار رکعت قبله عصر و عشا که آنهم نافله بیش نیست اما سنن راتبه رابعه که قبله ظهر و جمعه است و همچو سایر رواتب حکما دارد
فائق بر احکام نفل مطلق این جا علما را معرکه عظیم بسیاری آنها را نیز در حکم مذکور بزرگ و اخل داشته اند پس اگر جماعت ظهر
قائم شد یا امام بخطبه جمع رفت هر که در شفع اول سنت است همین بر دو رکعت سلام دهد این سنت روایت نوادر از امام ابو یوسف رحمة الله
تعالی علیه کما فی الهدایة و از امام اعظم رضی الله تعالی عنه نیز کما فی فتح القدیر و همین قول رجوع فرمود امام شیخ الاسلام علی سعیدی
کما فیہ ایضا و قاضی نسفی نیز کما فی الشامی عن الوجیز فی غنیة الحلبي من الاوقات المکروهة عن قاضی خاں و امام بقالی
را نیز همین سبیل است کما قاله الکمال و شمس الاله سرخسی را هم کما ذکر ایضا و تبعه فی الغنیة فی مرقا الفلاح و اقوه فی رد المحتار
و للبعد الضعیف فیہ و قفقه و الله تعالی اعلم و ظاهر هر پایه اختیار اوست کما فی الشامی و ظاهر کافی شرح وافی للامام النسفی نیز
کما رأیت فیہ در همین جزم کرده است علامه طبرانی در برهان و موابب الرحمن و مولی خسرو در در و علامه کرکی در فیض و ظاهر
علامه علی مقدسی را نیز همین سبیلان است کما فی رد المحتار و علامه ابراهیم حلبی در متن طبعی هم برین اعتماد کرده و قول دیگر البقاعیل
آورده و در حاشیه اول الصلاة فصل منة الاوقات فرمود به اخذ المشائخ و در فتح انه اوجه تلمیذ محققش علامه محمد حلبی در حلیه
پس از نقلش فرماید هو کما قال در نور الايضاح علامه شرنبلانی و نیز در ادراک الفریضه از حاشیه او بر در الحکام است هو الاوجه
خاتمه المحققین علامه شامی نیز همین را تأیید و تشبیه کرده برین قول این دو رکعت که گزارده است نفل محض گردد و دو باقی را قضا نیست
علی ما هو ظاهر الروایة و ارجح التصحیحین کما حققه فی رد المحتار بلا بعد از فرض بلکه علی اولی التزجیحین عندی کما حققته
علی هامش حاشیة الشامی پس از سنت بعد از این سنن قبله را ادا کند تا هم سنت ادا شود و هم فضل جماعت و استماع خطبه از دست
زود فی نور الايضاح و شرحه مرقا الفلاح للعلامة الشرنبلانی ان کان فی سنة الجمعة فخرج الخطیب او فی سنة الظهور
فاقیمت الجماعة سلم علی رأس رکعتین و هو الاوجه لجمعه بین المصلحتین ثم قضی السنة اربعا بعد الفرض مع ما بعد
فلا یفوت فرض الاستماع و الاداء علی وجه اکمل اه ملخصا قول دیگر آنکه مصلی این دو سنت هر چهار رکعت تمام کند اگر چندین بار
تکریم بسته است که جماعت ظهر یا خطبه جمع آغاز نمایند زیرا که این همه رکعات همچو نماز واحد است لهذا در قعدة اولی در دو نخوانند در شفع ثالثه

ثنا و توداد و چون در شفع اولیٰ خبر رسید و شفع دوم انتقال نمود شفعه ساقط نشود و همچنان زن بخیر و اختیار از دست نرود و کذا
تا از هر چهار فرغ نیاید خلوت با زن صحیح نشود و کمال هر لازم نیاید کل ذلک فی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام العلامة
الزبیدی عامه مشائخ بترجیح و تصحیح این قول تصریح نموده اند امام و ابوالحی و صاحب سبکی و صاحب محیط و علامه شمس فرمودند الصبیح انه
یتمها اربعاً کما فی البحر من ادراك الفریضة فهو علامة زین در بحر بعد نقض فرمود الظاهر ما صحیح المشائخ لانه لا شک ان فی التسلیم
علی رأس الکرکتین ابطال وصفت السنیة لا اکمالها و تقدماً انه لا یجوز الخ برادرش علامه عمر بن محمد در نرد او مقرر داشت
کما فی رد المحتار فتاویٰ صغری فرمود علیه الفتوی علامه شرانبلالی در جمعه غنیه ذوی الاحکام فرماید قوله دان کانت سنة الجمعة
یسلم علی رأس الکرکتین) اقول الصبیح خلافه و هو انه ینتم سنة الجمعة اربعاً و علیه الفتوی کما فی الصغری و هو الصبیح
کما فی البحر عن الولا الحیة و المبتغی لانها بمنزلة صلاة واحدة واجبة اهرام انام ظمیر الدین مرغیان در ظمیریه فرمود هو الصبیح
کما فی القسطنیة و الغنیة شرح المنیة من الاوقات المکروهة و همچنان در سراج و حاج ست کما فی الهندیة امام خراسانی فرماید
هو الاصح کما فیها ایضاً علامه غزالی در متن تنویر الابصار فرمود علی الواجب علامه دمشقی در در مختار تقریرش کرد و گفت خلافاً لما صحیح
الکمال و در جمعه تبعاً للبحر فرمود فی الاصح در جمع الان گرفت صحیح اکثر المشائخ هم در آنست الصبیح انه ینتم تا آنکه هر
مذهب حضرت امام محمد رحمه الله تعالی علیه در مبسوط که از کتب ظاهر الروایة است باین معنی ایما فرمودنا هیک به حجة و قدرة محقق علی
الاطلاق و در فتح فرماید الیه اشارة فی الاصل اقول دیدی که هر جانب قوتی است پس علیه و فتی شامخ و جمیل اما دلیل قول اول که امام
ابن الهمام قدس سره ذکر فرمود گوید چپیده تر باش لکن عامه تصحیحات صریح بر این طرف هجوم آورده و لفظ هو الصبیح که از جمهور ائمہ طراز
و امن قول دوم شد بر لفظ هو اوجه که انام محقق علی الاطلاق نصیدیه قول اول است گران سنگما دارد هم از روی ماده دهم از را د بیست و هم
الاجت زوائد کما لا یخفی علی الفقیه النبیة العارف باسالیب الکلام آن طرف اگر به اخذ المشائخ است که بظاهر مراد بایشان مشائخ
خود امام قاضی خاں است این طرف صحیح المشائخ و صحیح اکثر المشائخ است و نیز آنکه از عامه الفاظ اگر است و اقوی اعنی لفظ علیه
الفتوی باز آن طرف اگر از حضرت شیخین مذهب رضی الله عنهما روایت نادرست این جانب اشارة اصل و اشارة اصل چیز است
سهل علی سبیه گفته اند که مفهوم متون بر منطوق فتاویٰ تقدم دارد علامه سیدی احمد حموی در غرر الحیون نگارد و غیر خاف ان ما فی المتن و الشرح
ولو کان بطریق المفهوم مقدم علی ما فی الفتاویٰ وان لم یکن فی عبادتها اضطراب و پیدا است که نسبت نادر به اصول و بموجب نسبت فتاویٰ
بمتون و بالاخر مسلم الا ان قبیل است که انسان از هر دو قول بر هر چه خواهد عمل نماید بیخ جائے طاعت نیست و من فقیر یقتل اخر خود را مایل ترمی نیم
بوجهی که شنیدی وی شنی فاقول بر دلیل قول اول می توان گفت که سنت چهل از وقت خود برگشت نقصان پذیرفت سنت بر چه سنت
ادانند و سن کلمات فرائض است و شک نیست که تکمیل کامل اکمل از تکمیل ناقص است پس نقصان سنن نقصان فرائض نیز شود پس تسلیم
بر رکعتین هم ابطال و صفت سنیت است بے آنکه بر وجه سنت انجا باید دهم انعام تکمیل فرض است علی الوجه الاکمل بخلاف اتمام که سنت از
نقصان محفوظ مطلق ماند و در فرض اگر چه از اکمیت قوت شود چنانچه دیگر است آید هذا ما و رد علی قلبی و العلم بالحقی عند ساری

ان ربی بكل شیء علیہ۔

مسئلہ - از اوجین مکان میر خدام علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۳۵ ہجری
اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکرو وضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے
اور جماعت میں ملتے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و اکد ہے جب یہ جائے کہ سنتیں پڑھو
تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کینہ کر
امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے پتیل پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا فی الدار المحتررا اذا خاف فوت رکعتی الفجر لا اشتغاله بسنتھا ترکھا
لکون الجماعة اکمل الخ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۵ ار رمضان المبارک۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فرض تنہا پڑھ چکا تھا اب مسجد میں جماعت قائم ہوئی اور یہ اس وقت مسجد میں موجود ہے
تو اب اسے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز فجر وعشا میں ضرور شریک ہو جائے کہ اگر تکبیر سن کر باہر چلا گیا یا دہلیز میں بیٹھا رہا تو دونوں صورت میں مسئلہ کے کراہت و تمت ترک
جماعت ہو اور فجر و عصر وغرب میں شریک نہ ہو کہ قول جمہور پرتین رکعت نقل نہیں ہوتے اور چوتھی ملائے گا تو بسبب مخالفت امام کراہت قائم آئیگی
اور فجر و عصر کے بعد تو نوافل مکروہ ہی ہیں اور ویسے بیٹھا رہے گا تو کراہت اور اشد ہوگی لہذا ان نمازوں میں ضرور رہا کہ باہر چلا جائے قال
العلامة الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ فی نور الایضاح و شرح مراقی الفلاح ان خرج بعد صلاتہ منفردا لا یکرہ لانہ قد اجاب
داعی اللہ مرة فلا تجب علیہ ثانیاً الا انہ یکرہ خروجه اذا اقيمت الجماعة قبل خروجه فی الظهر و فی العشاء لانہ يجوز النقل
فیہما مع الامام لثلاثہم بخلاف الجماعة کالخارج والشیعة وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان یومن باللہ والیوم
الآخر فلا یقفن مواقف التهم فیقندی فیہما ای الظهر والعشاء متنفلا لدفع التهمة عنہ ویکرہ جلوسہ من غیر اقتداء لمخالفة
الجماعة بخلاف الصبح والعصر والمغرب لکراہۃ النقل والمخالفة فی المغرب الی آخرہ قال العلامة الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ
فی حاشیۃ المطائق قولہ لکراہۃ النقل ای بعد الصبح والعصر و فی النہر یلغی ان یجب خروجه لان کراہۃ مکثہ بلا صلوۃ اشد
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ سبحنہ اتم و احکم۔

مسئلہ - از ریاست جادوہ مکان عبد المجید خاں صاحب سرشتہ دار ۱۳۲۵ھ

فجر کی سنت وقت قائم ہو جانے جماعت کے کب تک ادا ہو جانا چاہیے اور جو رہ جاتی ہیں تو کیا بعد فرضوں کے بھی ادا کر سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

اگر جانے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جاؤں گا تو سنتیں پڑھ لے اگرچہ التحیات ہی ملتی سمجھے ورنہ فرضوں میں شریک ہو جائے اور ان سنتوں کو قضا کرنا چاہے تو بعد بلندی آفتاب کرے فرضوں کے بعد طلوع سے پہلے جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جن سرکے سنبھل مرسلہ احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نزدیک علمائے حنفیہ المسند و جماعت کے صبح کی سنت اگر فرض جماعت سے ہوتے ہوں تو پڑھے یا نہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کی دوسری رکعت کا رکوع بھی مل جائے گا یقین ہو تو سنتیں پڑھ لے ورنہ سورج نکلنے پر ادا کرے بعض کا قول ہے قاعدہ اخیرہ کی شرکت بھی کافی ہے سنت کو پہلے پڑھے بعض کہتے ہیں کہ جس وقت تکیر اولی فرضوں کی ہو ترک سنت کہ فرضوں میں فوراً شریک ہو جائے اور پھر نماز سنت و بعد سلام پڑھے وقت ہونے پر نہ بعد طلوع آفتاب۔

الجواب

سیمرے شخص کا قول محض باطل ہے اور پہلے دو قول صحیح ہیں اور ان میں دوسرا صحیح ہے اگر تشدیک بھی جماعت میں ملنا دیکھے تو صبح کی سنتیں صفت سے دور ادا کر کے شامل ہو جائے اور جو یہ سمجھتا ہے کہ سنتیں پڑھنے میں جماعت بالکل فوت ہو جائے گی تو اس وقت نہ پڑھے اور جماعت میں شریک ہو جائے پھر بعد فرض نہیں پڑھ سکتا جب تک آفتاب بلند نہ ہو اگر پڑھے گا گنہگار ہو گا ہاں بعد بلندی پڑھے تو مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب قضاء الفوائت

مسئلہ - ۲۸ محرم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے وقت سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہو گیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سولج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد۔ بیذوا تو جروا

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے ہمارے سب ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے اس کے بعد پڑھے ناس سے پہلے ردالمحتار میں سے اذا قاتلتہ وحدہا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکواۃ الثقل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فکلنک عندہما وقال محمد احب الی ان یقضیہما الی الذوال کما فی الدرر اور یہ خیال کہ اس میں قصد وقت قضا کر دینا ہے ناواقفی سے ناشی سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہو گئیں کہ ان کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں اب اگر فرضوں کے بعد سورج

نکلتے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہرگز نہ ہوں گی الا تو ای الی قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقہا سنی صلاتہا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں لہذا ہمارے اماموں نے اُس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہذا اجازت دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مکتبہ ثار نبی براہ ڈاک خانہ ویلزلی اسٹریٹ ۱۷۱ مسرہ رشید احمد خاں ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب بعد آداب کے عرض خدمت میں یہ ہے کہ اگر زید برابر نماز پڑھتا ہے لیکن یکم جنوری سے ۱۵ تک قضا ہو گئی ۱۶ سے پھر پڑھی اور قضا بھی ترتیب وار ادا کرنے لگا۔ ۲۰ تک برابر پڑھتا رہا پھر پانچ روز کی قضا ہو گئی ۲۵ سے شروع کی تو قضا کس طرح ادا کرے یعنی ترتیب وار جیسی یکم جنوری کی صبح پھر ظہر و عصر و مغرب و عشا پھر ایسے ہی ۱۵ تاریخ تک رفتہ رفتہ دو چاریم میں ادا کر چکا اب ۱۵ سے ۲۰ تک تو پہلے ہی پڑھ چکا ہے ۲۰ سے ۲۵ تک کے قضا پھر اسی طور پر ادا کرے یا کیا حکم ہے باقی آداب۔

الجواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ زید پر نہ ان ۱۵ دن کی قضا میں ترتیب ضرور تھی نہ ان پانچ دن کی قضا میں ضرور ہے اُسے اختیار ہے اُن میں جو نماز چاہے پہلے ادا کرے جو چاہے پیچھے کہ قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے نائد ہو جاتی ہیں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یعنی باہم اُن میں بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے اور اُن میں اور وقتی نماز میں بھی رعایت ترتیب کی حاجت نہیں رہتی پھر اُن نمازوں کے حق میں ترتیب نہ باہمی نہ بلحاظ وقتی کوئی کبھی عود نہیں کرتی اگرچہ ادا کرتے کرتے چھو سے کم وہ جائیں مثلاً اب اسی صورت میں زید پانچ دن کی پچیس نمازیں ہیں جب وہ ہی رہ جائیں گی تو بھی اُسے اختیار ہے اُن میں جسے چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے اور جب ایک ہی رہ جائے گی تو بھی اُسے اختیار ہے کہ اُس کی ادا سے پہلے وقتہ نماز پڑھ لے ہاں اصح مذہب پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ نماز نیت میں معین شخص ہو جائے ہوا لحوط من نصیح حین مثلاً دس فجر میں قضا ہیں تو یوں گول نیت ذکر کرے کہ فجر کی نماز کہ اس پر ایک فجر تو نہیں جو اسی قدر بس ہو بلکہ تبیین کرے کہ فلاں تاریخ کی فجر مگر یہ کسے یاد رہتا ہے اور ہو بھی تو اس کا خیال حرج سے خالی نہیں لہذا اُس کی سہل تدبیر یہ نیت ہے کہ پہلی فجر جس کی قضا مجھ پر ہے جب ایک پڑھ چکے پھر یہ ہیں پہلی فجر کی نیت کرے کہ ایک تو پڑھ لی اُس کی قضا اس پر نہ رہی تو کی ہے اب ان میں کی پہلی نیت میں اُسے کی یہ ہیں اخیر تک نیت کی جائے اسی طرح باقی سب نمازوں میں کہے اور جس سے ترتیب ساقط ہو جیسے یہی دس یا چھ فجر کی قضا والا وہ پہلی کی جگہ پھیلی بھی کہہ سکتا ہے نیچے سے اوپر کو ادا ہوتی چلی جائے گی ردالمحتار میں ہے لا یلزم الترتیب بین الفائتۃ والوقتیۃ ولا بین الفوائت اذا كانت الفوائت ستاکذا فی النہر درمختار میں ہے ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتھا ای الفوائت بعد الفوائت انت الی القلۃ بسبب القضاء لبعضها علی المعتمد لان الساقط لا یعود اسی میں ہے بعین ظہر یوم کذا علی المعتمد والا سہل نیت اول ظہر علیہ او اخر ظہر الخ وتقامہ فی ردالمحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۲۹ صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض کے سبوت ادا کرے درست ہے یا نہیں
بیّنوا توجروا۔

الجواب

سنت فجر کہ تہاؤت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لے سنتیں رہ گئیں اُن کی قضا کرے تو بعد بلندی آفتاب پیش الانصاف التہا شرعی کرے
طلوع شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع و مکروہ ہے لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا صلوة
بعد الصبح حتی ترتفع الشمس واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتموا حکم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہ کہتا ہے کہ صبح کی نماز بوقت خطبہ کے جائز ہے اور
عمر کہتا ہے بوقت خطبہ کے جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے لا صلوة ولا کلام ان دونوں میں کون حق پر ہے
اور کون مطابق حدیث شریف کے عمل کرتا ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

جو صاحب ترتیب نہیں اُسے قضا نماز بھی خطبہ کے وقت ادا کرنی جائز نہیں کہ بعد کو بھی پڑھ سکتا ہے اور صاحب ترتیب کو وقتی نماز
سے پہلے قضا کا ادا کرنا ضرور و وقتی بھی نہ ہوگی ایسے شخص نے اگر ابھی قضا کے فرائض ادا نہ کی اور خطبہ شروع ہو گیا تو اُسے قضا پڑھنے سے
مانعت نہیں بلکہ ضرور و لازم ہے ورنہ جمعہ بھی نہ ہوگا ہاں بلا عذر شرعی اتنی دیر لگانی کہ خاص خطبہ کے وقت پڑھنی پڑے اُسے بھی جائز
نہیں لتادیہ الی ترک الاستماع و هو فی نفسه محذور و کل مادی الی محذور محذور و مختار میں ہے اذا خرج الامام فلا صلوة
ولا کلام الی تمامہا خلا قضاء فالتی لم یسقط الترتیب بینہا و بین الوقیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لصلوۃ صحیحۃ
الجمعة والالار المختار میں ہے قوله فانہا لا تکرہ بل یجب فعلہا قوله ولا لا ای وان سقط الترتیب لیکرہ انہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی سنت فجر کی قضا ہو گئیں اب وہ قضا کرے یا نہیں اور اگر قضا کرے
تو کس وقت اور یہ سنتیں پڑھ کر بھی بلا عذر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

سنت فجر بلا مجبوری و مذوری پڑھ کر نہیں ہو سکتیں اور اگر مع فرض قضا ہوئی ہوں تو صفحہ کبریٰ آنے تک اُن کی قضا ہے اس کے
بعد نہیں اور اگر فرض پڑھ لے سنتیں رہ گئی ہیں تو بعد بلندی آفتاب اُن کا پڑھ لینا مستحب ہے قبل طلوع روا نہیں علی گریہ میں ہے سنت
الفجر لا یجوز ان یصلیہا قاعدا مع القدرة علی القيام ولذا قبل انہا قریبۃ من الواجب کذا فی التاتارخانیۃ ما فتلا عن
المنافع ولا یجوز اداء ما رکبا من غیر عند رکذا فی السراج الوہاج والسنۃ اذا فاتت عن وقتہا لم یقضہا الا رکعتی الفجر اذا
فاتت مع الفرض یقضیہا بعد طلوع الشمس الی وقت الزوال ثم یسقط ہکذا فی محیط السرخسی و هو الصحیح ہکذا فی
البحر الرائق واذا فاتت بدون الفرض لا یقضی عندہما خلا فامحمد رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی محیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی چار سنتیں قبل عشا کے فوت ہو گئیں مثلاً جماعت قائم ہو گئی نہ پڑھنے پایا شریک ہو گیا اب بعد نماز ان کی قضا جائز ہے یا نہیں علمائے عصر سے بعض مولویوں نے فرمایا قضا کرے اور ان کے خلاف بعض عالموں نے فتویٰ لکھا کہ ان کی قضا نہیں وہ مستحب ہیں اور قضا سنت موکدہ کی ہے نہ مستحب کی جب اس کا محل جاتا رہا پڑھنا بھی دور ہوا اور بعض اہل فضل نے یہ تحریر فرمایا کہ ان کی قضا خلاف قیاس و خلاف اجماع فقہاء ہے اور اگر لازم سمجھے گا تو بدعت مذمومہ ہوگا اس صورت میں قول فیصل کیا ہے - بینوا توجروا

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب قول فیصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ سنتیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں علامہ غلانی در مختار میں فرماتے ہیں اما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلاً لیکن اگر کوئی بعد دو سنت بعد یہ کے پڑھے تو کچھ مانفت بھی نہیں علامہ شرنبلالی شرح نور الايضاح میں فرماتے ہیں لا مانع من قضاء التي قبل العشاء بعد هاهاں اس فعل سے وہ سنن مستحبہ دانہوں گی جو عشا سے پہلے پڑھی جاتی تھیں بلکہ ایک نفل نماز مستحب ہوگی جیسے تراویح و دو سنت مغرب و دو سنت عشا کہ ان کی قضا نہیں پھر اگر کوئی آج کی فوت شدہ تراویح کل پڑھے تو نفل ہوں گے نہ سنن و تراویح نہ شرعاً مکروہ و نتیجہ علامہ امین الدین محمد رد المحتار میں انھیں سنن عشا کی نسبت فرماتے ہیں لو قضاها لا تكون مکروہة بل تقع نفلاً مستحباً لا علی اغاھی التي فانت عن محلها کما قالوہ فی سنة التراويح تنویر الابصار در مختار کی بحث تراویح میں ہے لا تقضی اذ فانت اصلاً ولا وحده فی الاصح فان قضاها کانت نفلاً مستحباً وليس بتراویح کسنة مغرب وعشاء - اقول وباللہ التوفیق تحقیق مقام و نتیجہ مرام یہ ہے کہ حقیقت قضا نہیں مگر فرض یا واجب کی الاداء فی محل اداء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل فی مطلق السنة فنادی فی غیر المحل لا یكون سنة فلا یكون قضاء اذا القضاء مثل الفائت بل عینہ عند المحققین نعم ما عین لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محلاً بعد فوته فیقع سنة فیکون قضاء حقیقة باقی و اقل و سنن اگرچہ موکدہ ہوں سخت قضا نہیں کہ شرعاً لازم ہی نہ تھی جو بعد فوت ذمہ پر بانی نہیں فی الہدایۃ الاصل فی السنة ان لا تقضی الاختصاص القضاء بالواجب اھ و تمام تحقیقہ فی الفتح مگر بعض جگہ برخلاف قیاس نص وارد ہو گیا کہ وہی سنتیں جو ایک محل میں ادا کی جاتی تھیں بعد فوت دوسری جگہ ادا فرمائی گئیں جیسے فجر کی سنتیں جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہوں بشرطیکہ بعد بلندی آفتاب و قبل از زوال ادا کی جائیں یا ظہر کی پہلی چار سنتیں جو فرض سے پہلے نہ پڑھی ہو تو بعد فرض بلکہ مذہب ارجح پر بعد سنت بعد یہ کے پڑھیں بشرطیکہ ہنوز وقت ظہر بانی ہو نص علی کل ذلک فی غیر ما کتاب کرد الھتاد ان شرائط کے ساتھ جب یہ دونوں سنتیں بعد فوت پڑھی جائیں گی تو بعینہا وہی سنتیں ادا ہوں گی جو فوت ہوئی تھیں اور ان کے سوا اور فوت شدہ سنتیں یا یہی سنتیں بے مراعات ان شرائط کے پڑھی جائیں گی تو صرف نفل ہوں گی نہ سنت فائتہ یا مکملہ جو پڑھنے کے ان کی قضا کا حکم ہے وہ خطا پر ہے اور جو کہے ان کی قضا ممنوع ہے وہ بھی غلطی پر ہے اور جو کہے ان کی قضا نہیں مگر بعد کو پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں وہ حتیٰ پر ہے

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مسئلہ حافظ مولوی سید عبد الوحید صاحب ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیہ کہتا ہے کہ صبح کی سنتیں قضا قبل طلوع شمس کے پڑھنا بہتر ہے اور عمر و کہتا ہے بعد گو بہتر ہے اول حدیث پر عمل کرنا چاہیے اور عمر و کہتا ہے دوسری حدیث پر عمل کرنا چاہیے - بدینہ تو جبر و

الجواب

اگر صبح کی نماز اور سنتیں بسبب خوف فوت جماعت خواہ کسی اور وجہ سے رہ گئیں تو ان کی قضا اگر کرے تو بعد بلندی آفتاب پڑھے قبل طلوع - صرف غلات اولیٰ بلکہ ناجائز و گناہ و ممنوع ہے صبح بخاری و صبح سلم و غیر ہما صحاح و سنن و مسانید میں امیر المومنین عمر فاروق عظمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغرب صبح بخاری و صبح سلم و غیر ہما میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا صلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس ولا بعد العصر حتى تغرب الشمس صبح بخاری و صبح سلم و غیر ہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الصلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس وعن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس علما فرماتے ہیں اس مضمون کی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں ذکرہ المنادی فی التیسیر شراح الجامع الصغیر و مختار میں ہے کورہ نقل قصدا و لو تحجہ مسجد و کل ما کان واجبا للغير مکنت و رور کعتی طوان والذی شرع فیہ ثم اقصده و لو سنة الفجر بعد صلاة فجر و عصر و ملخصا رد المحتار میں ہے الکواہر ہنا تحریریمية ایضا کما صرح بہ فی الحلیمۃ و لذا عبر فی الخانیۃ و الخلاصۃ بعد الجواز و الموارد الحدیث امام احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس جس نے صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ بعد طلوع آفتاب پڑھے قال الحاکم صحیح و اقروہ الذہبی فی التلخیص رہی حدیث ابو داؤد حدیث ثناء عثمان بن ابی شیبہ نا ابن نمیر عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراہیم عن قیس بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ہاؤ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا یصلی بعد صلاة الصبح رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاة الصبح رکعتان فقال الرجل انی لم اکن صلیت الركعتین اللتین قبلہما فصلیتہما الان فسکت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی قیس انصاری فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بعد صلاة صبح دو رکعتیں پڑھنے دیکھا فرمایا صبح کی دو رکعتیں ہیں عرض کی سنتیں میں نے پڑھی تھیں وہ اب پڑھ لیں اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا و رواہ ابن ماجہ حدیث ابو یوسف بن ابی شیبہ ثنا عبد اللہ بن نمیر الخ سند او متنا نحوہ غیرانہ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصلاة الضمیر مرتین اور اسی حدیث میں گوئی کی روایت یوں ہے حدیثنا محمد بن عمرو و السواق نا عبد العزیز محمد عن سعید بن سعید عن محمد بن ابراہیم عن جده قیس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاقتت الصلاة فصلیت معه

الصبي ثم انصرف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فوجد في اصله فقال مهلا يا قيس اصلا تان معا قلت يا رسول الله اني لم اكن ركعت ركعتي الفجر قال فلا اذن جس میں بیان ہے کہ وہ شخص خود ہی قیس تھے ان کا وہ عقد سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو اب حرج نہیں یہ حدیث اُن احادیث جلیلہ صحیحہ کے مقابل لانے کے قابل نہیں **أَوَّلًا** اس کی سند منقطع ہے خود امام ترمذی نے بعد روایت حدیث فرمایا اسناد هذا الحديث ليس بمتصل محمد بن ابراهيم التيمي لم يسمع من قيس ثانياً خود سعد بن سعيد یہ اس کی سند میں اختلاف کیا گیا بعض نے صحابی کو ذکر ہی نہ کیا جامع ترمذی میں ہے وروی بعضهم هذا الحديث عن سعيد بن سعيد عن محمد بن ابراهيم ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خرج فرأى قيساً **ثالثاً** عامہ رواۃ نے اسے مرسل روایت کیا خود نہیں سعید کے دونوں بھائی محمد بن سعید و یحییٰ بن سعید کہ دونوں سعد سے اذین و احفظ ہیں مرسل روایت کہتے جامع ترمذی میں ہے انما بروی هذا الحديث مرسلان ابن داود میں ہے روی عبد الله بن يحيى ابن سعيد هذا الحديث مرسلان ابن جدهم صلی مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رابعاً مارا اس روایت کا سعد بن سعید پر ہے جامع ترمذی میں ہے حدیث محمد بن ابراهيم لا ينفذ مثل هذا الا من حدیث سعد بن سعيد اور سعد باوصف تو ثمن مقال سے خالی نہیں ان کا حافظ ناقص تھا امام احمد نے انہیں ضعیف کہا امام نسائی نے فرمایا قوی نہیں امام ترمذی نے فرمایا تکسوافیہ من قبل حفظہ یعنی المراد حدیث نے ان سعد میں ان کے حافظہ کی طرف سے کلام فرمایا لاجرم تقریب میں ہے صدوق سنی الحفظ آدمی ہے ہیں حافظہ پر ہے ان وجہ کی نظر سے یہ حدیث واحد خود اُن احادیث صحیحہ کثیرہ کے مقابل نہ ہو سکتی خصوصاً اس حالت میں کہ وہ مثبت مانفت ہیں اور یہ ناقل اجازت اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب دلائل علت و حرمت متعارض ہوں حرمت و مانفت کو ترجیح دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۴ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنن الربیع جو بروز جمعہ قبل از خطبہ پڑھی جاتی ہیں اگر وہ کسی عند سے ترک ہو جائیں تو بعد خطبہ اور فرضوں کے اُن کی ادا ہے یا نہیں۔ بینوا بحوالۃ الکتاب و توجروا عند اللہ الوہاب۔

الجواب

ہے اور سنتوں ہی کی نیت کرے وہ سنت ہی واقع ہوں گی فی الدوا المختار بخلاف سنة الظهر وکذا الجمعة فانه ان خاف فوت رکعتہ یترکھا ویقتدی ثم یأتی بها علی انھا سنة فی وقتہ ای الظهر ہاں اگر وقت ظہر نکل گیا تو اب قضا نہیں لم یأخذ منا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فرض فجر کی جماعت سے پڑھے اور سنت اس کی فوت ہوئیں پھر ادا کیے فرض کی

لہ وقع فی نسخ السنن الثانی عندی ان جدهم زید او هو مشکی فان جدی قیس لا زید وقد اکتروہ الحافظ فی الاصابۃ فقال بعد ذکر الروایۃ هكذا اقراوت ۱۲ منہ

اب ان سنتوں کو بعد ادا کے فرض پڑھے یا بعد طلوع آفتاب اور وقت بھی ادا کے سنت کا باقی ہو اور کسی کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں تو ان سنت و فرض کو بعد طلوع آفتاب کے پڑھے اور سنت کی قضا کس وقت تک چاہیے۔

الجواب

جب فجر کے فرض پڑھے تو آفتاب بلند ہونے سے پہلے سنتیں پڑھنے کی اجازت نہیں اگرچہ فجر کا ابھی ایک گھنٹا وقت باقی ہو یا بعد بلندی آفتاب پڑھے اور جس کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں وہ طلوع کے بعد استوا سے پہلے فرض و سنت دونوں کی قضا کرے اور اگر یہ وقت بھی گزر گیا بعد زوال فرضوں کی قضا پڑھے تو اب سنتوں کی قضا نہیں والمسائل مبسوطۃ فی الدار وغیرہ عامۃ الاسفاد الغن و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ملک بنگال ضلع نو اکھالی ڈاکخانہ چند رائج موضع دو الیا مرسلہ محمد ابراہیم ۶۶ سوال ۳۲۲
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عمر بھر نماز کبھی نہیں پڑھی اب یہ شخص مر گیا تو اس وقت اس کی قضائے عمری کی کیا صورت ہے اس کا اگر کوئی تدارک ہو سکے تو کیا ہے۔ بینوا و جردا

الجواب

اگر وقت بلوغ نہ معلوم ہو تو مرد کے لیے اس کی عمر سے بارہ برس اور عورت کے لیے ۹ برس کم کریں اور باقی تمام برسوں کے دن کر کے ہر دن کی نماز کے لیے آٹھ سو دس تو لے گیوں کہ سو روپے بھر کے سیر سے کچھ کم تو سیر ہوئے یا سولہ سو بیس تولہ جو یا ان کی قیمت ادا کریں کل کے ادا کی طاقت نہ ہو تو جس قدر بر قدرت ہو محتاج کو دے کر قابض کریں محتاج اپنی طرف سے پھر ان کو ہبہ کر دے یہ قبضہ کر کے پھر کفارہ میں محتاج کو دیں وہ بعد قبضہ پھر ان کو ہبہ کر دے یہ پھر قبضہ کر کے کفارہ میں دیں یہ ہیں دور کرتے رہیں یہاں تک کہ ادا ہو جائے عورت کی عادت حیض اگر معلوم ہو تو اس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر چھ دن سے تین دن تو برس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک مستثنیٰ کریں مگر جتنے بار حمل رہا ہو مدت حمل کے مہینوں سے ایام حیض کا استثناء نہ کریں عورت کی عادت دربارہ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر حمل کے بعد اتنے دن مستثنیٰ کرے اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کہ نفاس کے لیے جانب اقل میں شرعاً کچھ تقدیر نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی سنٹ آکر فوراً پاک ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اوجین علاقہ گوالیار مکان میر خاں علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی صاحب رمضان المبارک ۱۳۰۶
چھ می فرما پند علمائے محقق دین و مفتیان مدق باند شرع متین دریں مسئلہ کہ اکثر عوام الناس ہذا آخر جمعہ رمضان المبارک نماز قضائے عمری پختہ تخیل امام می خوانند درست است یا ممنوع زیرا کہ نماز قضا بدون ادا ساقط و دور نمی شود اگر کسی بروز جمعہ کوئی رمضان طریقت قضائے نماز تمام عمر بہ نیت قضائے عمری بخوابد کہ ادا شود تعجب است انتہی و نیز صورت نماز قضائے روز تفرقہ چیست یعنی قضا کے عصر کے روز شنبہ و نماز قضائے عصر دوم روز چار شنبہ اگر ایں ہر دو مردم نماز قضائے عصر جدا گانہ بجاعت ادا نمایند درست است یا منع چرا کہ نماز ہر دو مردم روز یکے نیست علاوہ بریں امام صاحب ترتیب مست و مقتدیان ازین خوبی عادی پس چنین امام نماز قضائے

یقینی مقتدیان کہ اکثر قضاے نماز و نماز دست فارغ الذمہ می شوند یا حکم آں چه - اعمی پس ادا کنندہ نفل نماز فرض بچہ طور ادا می شود بشرح بسیط بیان فرماید بحوالہ عبارت کتب رحمتہ اللہ علیکم اجمعین -

الجواب

ایں طریقہ کہ بہر کفر صلوات فائزہ احداث کردہ اند بدعتہ شنیعہ در دین نہادہ اند حدیثش موضوع و فعلش ممنوع و ایریت و اعتقاد باطل و مدفوع اجماع مسلمین بر بطلان ایں جمالت شنیعہ و ضلالت قطیعہ قائم است حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند من نسی صلاۃ فلیصلها اذا ذکرها لا کفارة لہا الا ذلک ہر کہ ناسی فراموش کرد چون یاد آید آں نماز باز گزارد جزا میں مراد کفارہ نیست اخراجہ احمد و البخاری و مسلم و اللفظ لہ و الترمذی و النسائی و غیرہم عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در موضوعات کبیرہ گوید **حلیہ** من قضی صلاۃ من الفرائض فی اخرجۃ من رمضان کان ذلک جابرا لکل صلاۃ فاتتہ فی عمرہ الی سبعین سنۃ باطل قطعاً لانہ مناقض للاجماع علی ان شیئاً من العبادات لا تقوم مقام فائزۃ سنوات الخ امام حجر کی در تحفہ شرح نہاج الامام النووی باز علامہ زرقانی در شرح مواہب امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماید اقبح من ذلک ما اعتد فی بعض البلاد من صلاۃ الخمس فی ہذہ الجمعۃ عقب صلاتہا زاعمین انہا تکف صلوٰات العام والعمرا لم تدرک ذلک حرام لوجہ لا تخفی واقترائے قاضی عصر امر و بقاء فی عصر و روزنار دست زیرا کہ اتحاد نماز شرط صحت اقتداست و همچنان اقتدائے مفترض بمقتضی نیز کہ زہار دست نباشد پس بدیں صورت نماز از نماز فارغ نشود فی ذوالایضاح و شرحہ مرقا الفلاح شرط صحۃ الاقتداء ان لا یكون الامام مصلیاً فرضاً غیر فرضہ ای غیر فرض الامام موم کظہر و عصر و ظہرین من الیومین اہل مخصا و فی تنویر الابصار والدر المختار و سر المختار لا مفترض بمقتضی و بمفترض فرضاً اخر کصلۃ ظہر امس بمصلۃ ظہر الیوم لان اتحاد الصلاتین شرط انتھت ملخصہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ جس پر قضا نمازیں زیادہ ہوں وہ ان کی نیت کیونکر کرے اور قضا میں کیا کیا نماز پھری جاتی ہے اور جس کے ذمہ قضا ئیں بہت کثیر ہیں جن کی اداسخت دشوار ہے تو آیا اس کے لیے کوئی تخفیف نکل سکتی ہے جس سے ادا میں آسانی ہو جائے کہ ادا میں جلدی منظور ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں - بینوا توجروا

الجواب

قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے دو فرض فجر کے چار ہر عصر تین مغرب چار عشا کے تین و تراویح قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر مجھ سے قضا ہوئی اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نماز میں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لیے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحن ربی العظیم سبحن ربی الاعلیٰ کی جگہ صرف ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہیے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اُس وقت سبحن کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا ایم ختم کرے اُس وقت رکوع سے سراٹھائے اسی طرح جب

سجدوں میں پورا پہنچے اس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کرے اس وقت سجدہ سے سر اٹھائے۔ بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں ایک تخفیف کثرت قضا والوں کی یہ ہو سکتی ہے دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحن الله سبحن الله سبحن الله تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں مگر وہی خیال یہاں بھی ضرور ہے کہ سیدھے کھڑے ہو کر سبحن الله شروع کریں اور سبحن الله پورا کھڑے کھڑے کہہ کر رکوع کے لیے سر جھکائیں یہ تخفیف فقط فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں تیسری تخفیف پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف اللہ وصل علی محمد والہ کہہ کر سلام پھیر دیں چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ الله اکبر کہہ کر فقط ایک تین بار رَبِّ اغْفِرْ لِي کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مولوی عبداللہ صاحب مدرس منظر الاسلام محلہ سودا گران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قضا کے عمری نماز ادا کرنے کی حالت میں جو نفل ہر وقت کی نماز میں پڑھے جاتے ہیں وہ قبول ہوں گے یا نہیں۔

الجواب

خالی نفلوں کی جگہ بھی قضا کے عمری پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ - کتاب ترکیب الصلاۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص تین بجے رات سے جگتا رہا اور وقت نماز صبح صادق ہو گیا اور آفتاب نکل آیا تو وہ وقت کی نماز پڑھے تو اب اس کو ادا کاٹے گا وقت میں قضا کا لفظ نہ کہے۔

الجواب

اس نماز کے قضا ہو جانے میں شک نہیں کہ نماز کے لیے شرعاً اوقات معین ہیں قال اللہ تعالیٰ ان الصلاۃ کانف علی المؤمنین کتاباً موقوتاً بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے اور قضا ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ شرعاً جو وقت مقرر فرمایا گیا تھا وہ جاتا رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للصلاۃ اولاداً اخراداً ان اول وقت الفجر حین یطلع الفجر دان اخر وقتہا حین تطلع الشمس بیشک ہر نماز کے لیے اول و آخر ہے اور بیشک نماز صبح کا اول وقت طلوع فجر کے وقت ہے اور اس کا آخر طلوع شمس پر ہے رواہ الترمذی والامام الطحاوی بسند صحیح عن الامام عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مطولاً و هذا مختصر امام طحاوی فرماتے ہیں هذا اتفاق المسلمین ان اول وقت الفجر حین یطلع الفجر و آخر وقتہا حین تطلع الشمس یعنی اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز صبح کا طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور طلوع شمس پر جاتا رہتا ہے امام ماذکری بعض کتب الفقہ مرفوعاً من نام عن صلاۃ اولیہا فلیصلہا اذا ذکرہا فان ذلك وقتہا فاقول الحدیث فی الصحیحین بلفظ من نسی صلاۃ فلیصلہا اذا ذکرہا لا کفارۃ لہا الا ذلك اخرجہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی لفظ مسلم عنہ من نسی صلاۃ او نام عنہا فکفارۃ ان یصلہا اذا ذکرہا فی اخرہ عنہ فلیصلہا اذا ذکرہا فان اللہ عزوجل یقول اقم الصلاۃ لذنکری و ولہ عن

ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ فلیصلہا حین ینتہب لہا فاذا کان الغد فلیصلہا عند وقتہا ولہ کالستہ الا البخاری والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرافا ظہر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وللترمذی وصحیحہ والنسائی فی حدیثہ ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلیصلہا اذا ذکرہا ومثلہ لابن یعلیٰ والطبرانی فی الکبیر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونحوہ لہذا فی الاوسط عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولما لک فی موطاء عن زید بن اسلم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رقد احدکم عن الصلاۃ او نسیہا ثم فرغ الیہا فلیصلہا کما کان یصلیہا لو قتها وللطبرانی عن میمونۃ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اذا ذکرہا فلیصلہا ولیحسن وضوہ فذلک کفارۃ ولس فی شیء من ذلک فان ذلک وقتہا بل قد ارشد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حدیث ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقولہ فاذا کان الغد فلیصلہا عند وقتہا ان الذی یصلی الیوم لیس لوقتہ والیہ یومی حدیث زید فلیصلہا کما کان یصلیہا لو قتها نعم للطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی السنن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعا من نسئ صلاۃ فوقتها اذا ذکرہا وقد نص البیہقی علی تضعیفہ فانی تقوم بہ الحجۃ بل ولئن صح لم یقادح الاجماع علی انہ یقبل التأویل ای انہ مطالب بما الان کما یطالب بها فی وقتہا وقت میں قضا کا لفظ کہنے کی کوئی حاجت اس میں بھی نہیں جبکہ جیتے جاگتے قصداً ماذا قضا کر دی ہو بلکہ ہمارے علما تصریح فرماتے ہیں کہ قضا پر نیت ادا اور اہل بیت قضا دونوں صحیح ہیں مگر اس سے مانفت کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ یقیناً قضا ہے تو قضا کہنے میں کیا مضائقہ رکھا ہے رہا ادا کا ثواب لانا یا اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اگر وہ جائے گا کہ اس نے اپنی جانب سے کوئی تقصیر نہ کی صحیح تک جاگنے کے قصد سے بیٹھا تھا اور بے اختیار کلمہ لگ گئی تو ضرور اس پر گناہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اما نہ لیس فی النوم قریط انما القریط علی من لم یصل الصلاۃ حتی یجئ وقت الصلوۃ الاخری رواہ مسلم عن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وللنسائی والترمذی وصحیحہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ انہ لیس فی النوم قریط انما القریط فی یقظۃ اور جب اس کی جانب سے کوئی تقصیر نہیں تو اید ہی ہے کہ ثواب نماز کامل عطا ہو مگر اس سے وہ نماز قضا سے خارج نہ ہو جائے گی ثواب کا عار نیت پر ہے بے کیے ثواب محض نیت پر مل جاتا ہے صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ جو نماز کے قصد پر چلا اور جماعت ہو چکی جماعت کا ثواب پائے گا لیکن اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ جماعت فوت نہ ہوئی وہنا ظاہر جدا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۱۴ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ

قضا نماز کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں تنہا پڑھنا افضل ہے یا باجماعت اور مسجد میں یا مکان پر اگر جماعت ہو سکتی ہے تو صبح و عشا و مغرب کی نماز خاموش پڑھنا چاہیے یا باآواز اور ہر ایک قضا عین وقت ہی پر پڑھی جائے مثلاً عشا کی عشا کے وقت اور طہر کی طہر کے وقت علیٰ ہذا القیاس یا حتی الامکان جلد بلا تعین وقت -

الجواب

اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نماز قضا ہو گئی تو جماعت سے پڑھیں یہی افضل و سنون ہے اور مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں

اور جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے اگرچہ قضا ہو۔ اور اگر وجہ خاص بعض اشخاص کی نماز جاتی رہی تو گھر پر تنہا پڑھیں کہ معصیت کا اظہار بھی معصیت ہے قضا حتی الامکان جلد ہو تبیین وقت کچھ نہیں ایک وقت میں سب وقتوں کی پڑھ سکتے ہیں درمختار میں ہے بیکر لا قضا ہا فیہ (ای فی المسجد) لان التأخیر معصیۃ فلا یظہرہا بزایہ رد المحتار میں ہے وفي الامداد انه اذا كان التقویۃ لا موعام فالاذان فی المسجد لا یکرہ لانقضاء العلة کفعله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ التعلیس درمختار میں ہے یحیی الامام وجوب فی الفجر واولی العشا ین اداء وقضاء - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ امانت علی شاہ ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی بہت نمازیں قضا ہو گئی ہیں یا اُس نے دیسے نماز شروع کی تو اُس کو کیا کرنا چاہیے کہ اُس کی پچھلی نمازیں پوری ہو جائیں۔

الجواب

اُن نمازوں کی قضا کرے جس قدر روز پڑھ سکے اُسی قدر بہتر ہے مثلاً دس دن کی روز پڑھے یا آٹھ کی یا سات کی اور چاہے ایک وقت میں پڑھے یا متفرق اوقات میں اور ہر بار پڑھ کرے کہ سب میں پہلی وہ نماز جو مجھ سے قضا ہوئی جب ایک پڑھ لی پھر یوں نیت کرے یعنی اب جو باقیوں میں پہلی ہے اخیر تک اتنی پڑھے کہ اب اُس پر قضا باقی رہنے کا گمان نہ رہے قضا ہر روز کی صرف میں رکعت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - دیر انجمن نعمانیہ لاہور ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) ایک شخص جس نے اپنی قریباً چالیس سال کی عمر تک باوجود مسلمان کہلانے کے نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا کبھی کچھ کر لیا ہو کبھی کچھ نہیں اور بعد ازاں وہ تائب ہوا اور تجدید ایمان کی ادکسی اہل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ اس شخص کو بھی ان عبادات کا اعادہ فرض ہوگا یا تجدید ایمان کافی ہوگی کیونکہ اسلام قبول کرنے سے پہلے تمام نقائص کو دفع کر دیتا ہے ادکسی کبار وغیرہ کا بھی وہ جوابدہ نہیں رہتا۔ (۲) اگر اس کی عمر ایسی مدت تک پہنچ گئی ہے کہ وہ سب قضا نمازیں کھڑے ہو کر ادا نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جتنے دنوں ادا نہ کرے گا اُس کی قضا اُس پر فرض رہے گی کافر کا اسلام لانا اُس کے اگلے کبار کو محو کر دیتا ہے مسلمان صرف تجدید اسلام سے اپنے گناہوں سے عمدہ رہا نہیں ہو سکتا جب تک توبہ نہ کرے جو فرائض ترک کیے ہیں اُس سے توبہ میں یہ بھی شرط ہے کہ اُن کی قضا کرے صرف زبانی توبہ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہے کھڑا ہونا فرض ہے اگرچہ لکڑی یا آدمی یا دیوار کے سہارے سے جتنی اس طور سے پڑھ سکے کھڑے ہو کر پڑھے جب ٹھک جائے قلم جائے اس طرح ادا میں اگر قصور کرے گا اور موت آگئی تو امید ہے کہ بولی تعالیٰ باقی نمازیں معاف فرمائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - جس شخص نے نماز صبح نہ پڑھی ہو تو اُس کی جمعہ اور عید کی نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب - عید کی تو مطلقاً ہو جائے گی اور جمعہ کی بھی اگر صاحب ترتیب نہ ہو یعنی اُس کے ذمہ باقی نمازوں سے زیادہ قضا جمع ہو گئی ہوں

اگرچہ ادا کرنے کرتے اب کم باقی ہوں اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک صبح کی نماز نہ پڑھے جمعہ نہ ہوگا اگر صبح کی نماز اسے یاد ہے اور وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ صبح کی پڑھے تو ظہر کا وقت ہی ٹل جائے اور یہ جمعہ میں ہونا متوقع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ اگر بنگالہ ضلع سلٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین نے انتقال کیا اُس پر کفارہ صوم و صلوٰۃ کا واجب تھا بسبب غربت کے حیات میں ادا نہ کیا اب اُس کے وارثوں نے فرض لے کر اُس کی جانب سے ایک قرآن شریف ہر مسکین کو دیدیا اس صورت میں کفارہ مذکورہ ذمہ زید سے ساقط ہوا یا نہیں۔

بلیوا توجروا

الجواب

بازار کے بھاؤ سے وہ نسخہ مصحف شریف جس قیمت کا تھا بقدر اُس کے کفارہ ادا ہونے کی امید ہے مثلاً دو روپیہ ہدیہ کا تھا تو دو روپے کے گہوں جتنے کفارے کو کافی ہوں وہی ادا ہو سکتا ہے باقی نماز روزے زید کے ذمے بدستور ہے قرآن مجید بے شک بے بہا ہے اُس کے ایک کلمے ایک حرف کی برابر ساتوں آسمان و زمین اور کچھ اُن میں ہے برابر نہیں ہو سکتے مگر ان امور میں اعتبار مالیت کا ہے قرآن عظیم مال نہیں ہاں یہ کاغذ و جلد جو مقصود نقوش ہیں یہ مال ہیں انھیں کی قیمت ملحوظ ہوگی و بس ورنہ یوں تو جس پر دس کو روپے کسی کے فرض آتے ہوں ایک کلمہ شریف پر چار لکھ کر دیے اور دین سے ادا ہو کر بے شمار اس کا اُس پر فاضل رہے و ہذا کلمہ ظاہر جدا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مر گیا اُس نے عمر بھر نماز نہ پڑھی یا کبھی کبھی پڑھی اُس کی عمر ستر پچتر برس کی ہوئی کفارہ نماز کے بہت سے گہوں یا جو ہوں گے اور اس قدر مال نہیں تو اُس کے ادا ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ بلیوا توجروا

الجواب

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بارہ برس ادنی مدت بلوغ کی نکال کر ساٹھ برس کی نمازیں اُس کے ذمہ ہیں سال کے دن تین سو پچپن ہیں تو ایک سال کی نمازوں کے فدیے دو ہزار ایک سو تیس ہوئے اور ساٹھ برس کے ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو ایک نماز کا فدیہ گہوں سے نصف صاع یعنی بریلی کی تول سے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ روٹی اور انگریزی سیر سے کہ اسی روپیہ بھر کا ہے پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا یعنی ایک سیر تیرہ چھٹانک پانچواں حصہ چھٹانک کا کم۔ اس مقدار کو ۲۱۳۰ میں ضرب دیں تو سال بھر کی نمازوں کا کفارہ ہوا ۸۰۰ ۱۲۴ میں ضرب دیں تو ساٹھ سال کا یہ تقریباً پونے پانچ ہزار من گہوں ہوئے اس قدر دینے کی طاقت نہیں تو جتنے کی قدرت ہو اُس قدر فقیر کو دیکر مالک کر دیں قبضہ دلا دیں پھر فقیر اپنی طرف سے انھیں بہہ کر دے یہ پھر دوبارہ بہت کفارہ اُسے دیکر قبضہ دلا دیں وہ پھر انھیں بہہ کر دے یہ سہ بارہ ایسا ہی کریں یہاں تک کہ یہ اُلٹ پھر اُس مقدار کو پہنچ جائے جتنے بڑی مقدار سے دور کریں گے جلد ختم ہوگا دور کے لیے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ کسی سے مثلاً سو روپیہ کی تھیلی فرض لے کر وہ کفارے میں فقیر کو دیں اور وہیں اُلٹ پھر کریں کہ روپیہ سے دور آسان ہوگا اخیر میں فقیر کو کچھ دے کر راضی کریں فتاویٰ برازیہ میں ہے ان لم یکن له مال لیستقرض نصف صاع

و يعطيه المسكين ثم يصدق به المسكين على الوارث ثم الوارث على المسكين ثم وثم حتى يتم لكل صلوۃ نصف صاع كما ذكرناہ وتفصيل الکلام فی فتاوانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا انتقال ہوا اور اُس کی نمازیں دروزہ قضا ہیں اُس کے وراثت ان کا فطرہ ادا کرنا چاہتے ہیں اور اُس مقام پر آبادی اہل ہندو رعیت و مسلمان رعیت و سادات کی ہے جو ہر قحط سال اتھارہ جہ کے محتاج ہیں اور ذوالقربیٰ اور ہمسایہ بھی احتیاج رکھتے ہیں تو اس فطرہ کو ان سب پر تقسیم کرنا جائز یا ناجائز اور دینا دینی اس میں سے کس گروہ کو ہے توفیٰ کی سکونت سے دور مقامات میں طلباء دین کو دینا دینی ہے یا مذکورین سابقین جو اُسی آبادی میں اور قرب و جوار میں محتاج ہیں اور ایک نماز دروزہ کے فطرہ کو پورا ایک شخص کو دینا جائز ہے یا اُس کی قیمت کر کے نقد دینا جائز ہے یا نہیں اگر نماز دروزہ کا غلہ یا قیمت حساب لگا کر مساکین پر کم و بیش تقسیم کر دے تو جائز ہے یا نہیں یعنی ایک سو نمازیں اور پچاس روزہ کا فطرہ پمائش کر کے انبار کیا یا اُس کی قیمت جمع کی اور پانچ سو مساکین پر تقسیم کرنا منظور ہے تو کیا کرنا چاہیے

الجواب

یہ صدقہ حضرات سادات کرام کے لائق نہیں اور ہندو و غیر ہم کفار ہند اس صدقے کے لائق نہیں ان دونوں کو دینے کی اصلاً اجازت نہیں نہ ان کے دیے ادا ہو۔ مسلمین مساکین ذوالقربیٰ غیر غنیمین کو دینا دینا اجو ہے مدرسہ دینیہ کے طلبہ علم دین کے صحیح العقیدہ کو بھیجنے کی اجازت ہے اگرچہ وہ دوسرے شہر میں ہوں حتیٰ کہ زکوٰۃ بھی درمختار میں ہے کوہ نقلھا الا الی قرابۃ ادا حوج او اصلہ و انفع للمسلمین اوالی طالب علمہ اقارب و جیران اور دور کے طلبہ علم دونوں میں ایک ایک وجہ اولیت کی ہے جو اسے انفع معلوم ہو اُس پر عمل کرے چاہے ناج دے یا اُس کی قیمت ایک فقیر کو متعدد نمازوں روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے سب تک وہ اُس کے دینے سے مالک نصاب نہ ہو جائے ہاں دیون ہو تو بقدر دین ہزار نصابوں کی مقدار ایک کو دے سکتا ہے کسی فقیر کو ایک کفارہ کی مقدار سے کم نہ دے بلکہ پوری مقدار یا مقدار یا اُس کی یا اُن کی پوری قیمت ہو احتیاط اس میں ہے خروج جاعتن الخلاف درمختار میں اسی کفارہ کے بارے میں ہے لوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجوز لواء اعطاه الکل جاز رد المحتار میں ہے ہذا ثانی قلین حکما فی التارخانیۃ بدون ترجیح وظاہر البحر اعتمادہ والاولیٰ انہ یجوز کما یجوز فی صدقۃ الفطر۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ سو نمازوں اور پچاس روزوں کا فدیہ پیر مساکین سے زائد کو نہ دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از موضع بکہ صبی والا علاقہ جاگل ٹھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹنجیب اشدر خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ملک پنجاب میں روانج ہے کہ میت کے جنازہ کے وقت اسقاط کرتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں۔ بنیاداً توجروا

الجواب

اسقاط کا شرعی طریقہ ہے کہ اگر میت پر نماز دروزہ قضا ہیں اور اُس نے اتنا مال نہ چھوڑا جس کے ثلث سے بحالت وصیت اُس کا فدیہ

ادا ہو سکے یا وصیت نہ کی اور سب ورثہ ادا نہ ہو سکے فدیہ پر راضی نہیں تو پہلی صورت میں اُس کی تہائی مال کا حساب لگائیں کہ اس سے کس قدر کا فدیہ ادا ہو سکتا ہے مثلاً فرض کرو کہ چارم کی قدر ہے تو ثمن مال فقیر کو بہ نیت فدیہ دیں فقیر اُسے لے کر پھر وارث کو بہ نیت فدیہ لے کر فقیر پھر لے کر بہ نیت فدیہ ادا ہو جائے اور ہر بار فقیر وارث قبضہ کرتے جائیں یہاں تک کہ فدیہ ادا ہو جائے اور صورت ثانیہ جو وارث جس قدر مال فیض پر راضی ہے اُسے مال کا اُلٹ پھیر اتنی بار کریں کہ فدیہ ادا ہو جائے یا مال بالکل نہیں ہے تو وارث مثلاً ڈیڑھ سیر گیہوں یا اُس کی قیمت کسی سے فرض لے کر اُس کا اُلٹ پھیر کر لے اگرچہ ہزار بار یا زائد میں فدیہ کی حد تک پہنچے فی الدار المختار لومات و علیہ صلوات فائمتہ و اوصی بالکفارة یعطی لكل صلاة نصف صاع من برکاء لفظرة و کذا حکم لوتر و الصوم و انما یعطى من ثلث ماله و لولم یترک مالا یتقترض و ارثہ نصف صاع مثلاً ویدفعه للفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم و ثمن حق یتقترض من سواہ جو عوام میں رائج ہے کہ سارے فدیہ کے عوض ایک قرآن دید یا کہ وہ توبہ بے با ہے یوں ادا نہیں ہوتا قرآن مجید بیشک بے با ہے مگر جو بے با ہے یعنی کلام الہی کہ دوقوں میں لکھا ہے وہ مال نہیں زندہ دینے کی چیز ہے تو جو مال ہے یعنی کاغذ اور پٹھے اسی کی قیمت معتبر ہوگی اور وہ جب مقدار فدیہ کو نہ پہنچے گی فدیہ کیونکر ادا ہوگا۔ و هذا اظاہر جدا و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از دھولقہ ضلع احمد آباد گجرات سولہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

بخدمت ہادی برحق مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ گناراش پر ہے کہ ہم قصیدہ دھولقہ کے رہنے والے ہیں ہم لوگ بالکل سیدھے سادھے اور صرف راہ حق کے تلاش کرنے والے ہیں کسی فریق یا پارٹی سے ہمیں کوئی لگاؤ یا تعلق نہیں آپ کے حکم پر ہمیشہ گردن جھکانے کو تیار ہیں مگر ہم لوگوں میں اردو کی معمولی لیاقت کے اور علم نہیں ہے آپ کا ایک فتویٰ اول گجراتی کتاب میں چھپا ہے اور دوسری ایک تحریر مولوی علاء الدین صاحب پر آئی ہوئی چھپی ہے ان دونوں تحریروں کو سمجھنے کی ہم لوگ لیاقت نہیں رکھتے اس لیے خدمتِ شریفہ میں عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اس قصیدہ میں چھبیس سیر گیہوں فی سیر ۸ روپیہ کے حساب سے اور نقد سوارہ پیہ اور ایک کلام اللہ شریف اتنی چیزوں کا جملہ اس طرح کھتے ہیں کہ جنازہ کا امام کچھ پڑھتا ہے کیا پڑھتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں بعد پڑھنے کے حاضر فقیروں میں تین دو رو کر دیتے ہیں اور پھر وہ چیزیں امام وغیرہ بانٹ لیتے ہیں یہ جملہ شریعت کے مطابق ہے اور جائز ہے یا نہیں صرف مختصر جواب اُردو و آسان لفظوں میں ہوگا تو بھی ہماری کافی تسلی ہوگی۔

الجواب

امام جنازہ جو کچھ پڑھتا ہے اگر اُس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو (مثلاً یہ نہ ہو کہ اس میت کے گناہ ہم نے اپنے سر لیے یا اس کا عذاب و ثواب ہمارے ادھر ہے) ایسا کہنا شریعت میں حرام ہے اور وہ لوگ جن پر ان چیزوں کا دکر کرنا ہے فقیر محتاج زکوٰۃ لینے کے قابل ہوں تو اس چھبیس سیر گیہوں کی جو قیمت وہاں اُس وقت بازار کے بھاؤ سے ہو اور اُس مصحف شریف کا جو ہدیہ وہاں اُس وقت ہو اور وہ سوارہ پیہ ان کے مجموعہ کو ان دو رو والے محتاجوں مصرف زکوٰۃ کے سہ چند میں ضرب دینے سے جو حاصل ہو یہ مال جتنے نماز روزوں کا کفارہ ہو اُس قدر کا ہو گیا اگر میت پر زیادہ کفارہ تھا تو باقی اُس کے ذمہ پر باقی رہا مثلاً وہ گیسو تین روپے کے چوں اور وہ مصحف پونے تین روپے کے ہدیہ کا ہو تو

یہ اور وہ سو روپیہ مل کر سب سات روپیہ کا مال ہو اب اگر دور میں اس فقیر میں اور ان پرتین بار دور ہوا تو گویا تیس فقیروں کو سات سات روپے دیے گئے مجموعہ دو سو دس روپے ہوئے میت پر ناز روزے وغیرہ کا مطالبہ اگر اس قدر یا اس سے کم تھا تو سب ادا ہو گیا اور زیادہ کا تھا تو جتنا زائد تھا باقی رہا مثلاً اُس کے ناز روزوں کے حساب سے جتنے گھوٹ کفارہ کے ہوتے اُن کی قیمت وہاں اُس وقت کے بھاؤ سے ہزار روپے تھی اور یہ دو سو دس روپے ہوئے تو سات سو نو روپے کا مطالبہ میت پر رہا اور اگر دور والوں میں بعض وہ ہوں کہ اگرچہ فقیر بننے ہیں مگر مالدار ہیں حاجت اصلہ کے علاوہ چھپتے روپے کے مال کے مالک ہیں تو اُن کے شامل ہونے سے دور میں حرج نہ آئے گا فقط اتنا ہوگا کہ دور میں اُن کا شمار ہوگا مثلاً دس فقیروں پر دور کیا اور اُن میں تین غنی تھے تو سات ہی پر دور سمجھا جائے گا صورت مذکورہ میں میں فقیروں کی جگہ اکیس ہی رکھے جائیں گے اور دو سو دس روپے کی جگہ ایک سو سینتالیس روپے کا کفارہ ادا ہوگا ہاں اگر اُن میں کوئی بھی محتاج نہ ہو اسب غنی تھے تو بیشک کفارہ بالکل ادا نہ ہوگا غرض یہ حیلہ یا تو بالکل کافی ہے جبکہ میت پر مطالبہ اسی قدر یا اس سے کم ہو ورنہ نافع ضرور ہے جبکہ اُن دور والوں میں ایک بھی فقیر ہو کہ آخر کچھ نہ کچھ مطالبہ تو میت پر سے کم ہوا ہاں جیسے بہت عوام دور ہی نہیں کرتے ایک صفحہ شریف دیدیا اور سمجھ لے کہ عمر بھر کا سب کفارہ ادا ہو گیا یہ محض حمل باطل ہے یہ ہیں یہاں جب پر سے مطالبہ کے قدر نہ ہو تو اُس سے بالکل ادا سمجھ لینا غلط و باطل ہے پھر بھی اس سے اُس حیلہ کا جتنا فائدہ ہے زائل نہیں ہوتا بعض کو کل سمجھ لینا اُن کی غلطی ہے جیسے کسی کے ہزار روپے زید پر قرض ہوں اور زید سو روپے ادا کرے اور سمجھ لے کہ سب ادا ہو گیا تو یہ اُس کی غلطی ہے مگر اس غلطی کے سبب وہ سو روپے جو ادا کیے باطل نہ ہو جائیں گے وہ فائدہ اسے حاصل رہے گا کہ اب ہزار کی جگہ نو سو کا مطالبہ اُس پر رہا بہر حال اُس میں فائدہ ضرور ہے مگر اُس طرح کی کوئی خلاف شرع بات نہ کی جاتی ہو جس کی مثال اوپر گزری بغیر اس کے اُسے مطلقاً ناجائز بتانے والا محض غلطی پر ہے

الہیۃ مسلمانوں کو مناسب یہ ہے کہ وہ طریقہ دور کا کریں جس سے میت پر سے باذن تعالیٰ سب مطالبہ ادا ہو جائے اس کا بیان ہمارے فتویٰ میں مفصل موجود ہے اور اُس پر یہ اعتراض کہ قرآن مجید کا صدقہ حرام بلکہ کفر ہے جل و حاق ہے در مذمکین طالب علم کو قرآن مجید دینا حرام و کفر ہو اُسے صدقہ کہہ کر نہ دے ہر کے جب بھی تو صدقہ ہی ہوگا جیسا کہ فقہا تصریح فرماتے ہیں در مختار میں ہے الہیۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ علی الغنی ہبۃ اور متفقین کے نزدیک یہاں نفس قرین موثر دان کا ان الاثر اشد مع الاسقاط فتح القدیر میں ہے الذی نفقہ ان کلامن التقرب والاسقاط موثر بقرآن مجید وقت کرنے کا جواز کتب مذہب میں مصرح ہے در مختار میں ہے وفي الدار وقف مصفا علی اہل مسجد للقرۃ ان یحصون جازون وقف علی المسجد جاز و یقرؤ فیہ رد المحتار میں ہے قولہ ان یحصون جاز هذا الشرط مبنی علی ما ذکرہ شمس الانکس من الضابط و ہوانہ اذا ذکر للوقف مصر فا لا بد ان یکون فیہم تنصیل علی الحاجۃ حقیقۃ کالفقراء و استعمال بین الناس کالیتامی والزمی لان الغالب فیہم الفقیر فیصیحہ للاختنیاء والفقراء منہم ان کا نوا یحصون والا فلفقہا لہم فقط وقت بھی صدقہ ہی ہے بلکہ صدقہ جاریہ سترہ حتی کہ اگر خاص چندا شنیا پر ہو جب بھی اُس کا آخر فقر کے لیے ہونا لازم صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ان عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما اصاب ارضنا بخیر فانی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یستامرہ فیہا فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان شئت حبست اصلہا و تصدقت بما قال فصدق بھا لمرانہ لا یباع ولا یوہب ولا یورث و تصدق بھا فی الفقراء و فی القربی و فی الرقاب و فی سبیل اللہ و ابن السبیل والضعیف یہ حدیث

محرر المذہب سیدنا امام محمد نے مبسوط میں یوں روایت فرمائی اخبرنا صحیح بن جویریہ مولیٰ عبد اللہ بن عمران عمرو بن الخطاب کان له ارض تدعى ثغا وكان مخلا نفيسا فقال يا رسول الله اني استفدت مالا هو عندى نفيس افا تصدق به فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم تصدق باصله لا يباع ولا يوهب ولا يورث ولكن تنفق ثمرته فتصدق به عمر في سبيل الله وفي الوقاب والضعيف والمساخر ولا بن السبيل ولذي القربى الحديث صحيح بخارى کے بھی بعض طرق میں بالفاظ امام محمد ہے تصدق باصله لا يباع الحديث، انفق کیا کہتے ہیں اُس صورت میں جبکہ مثلاً کوئی اہل خیر کو مصحف شریف اُن کے مدرسہ یا یتیم خانے میں بھیج کر ان میں غریب کے ہتھے اور یتیمی پڑھا کر یں اُس کا یہ فعل حسن و باعث ثواب ہے یا حرام و موجب عذاب بلکہ معاذ اللہ کفر اور اگر اُس نے نذر مانی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دس مصحف شریف فقراء مسکین کو دوں گا تو یہ نذر حلال ہے یا حرام و کفر اور اگر وصیت کی ہو کہ میری ملک کے مصاحف سب میرے بعد فقراء مسکین کو دیدیے جائیں اور وہ ثلث مال سے لائے نہ ہوں تو یہ وصیت صحیح یا باطل اور یہ دینا وصی پر واجب ہے یا حرام پھر یہ حکم صرف مصحف شریف کے لیے ہے یا کتب حدیث و فقہ کے لیے بھی طرفہ یہ کہ انفق کے امام الطائفة گنگوہی کے فتاویٰ حصہ ۳ میں ہے سوال خرید کر قرآن شریف دینا درست ہے یا نہیں **الجواب** زکوٰۃ کے روپے سے قرآن کتاب کپڑا وغیرہ جو کچھ خرید کر دیدیا جائے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اہ بات یہ ہے کہ انفق حقیقت امر سے غافل ہیں جو اس کی تحقیق بازغ کا طالب ہو ہمارے فتاویٰ کی طرف رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ریاست رامپور مسئلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اور ٹیل کالج، مار ستمبر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ اسقاط جو ملک افغانستان میں مروج ہے وہ شرعاً ثابت اور متن ہے یا نہیں اگر ثابت ہے تو اُس کی کیا دلیل ہے اور فدیہ صوم اگرچہ منصوص ہے لیکن فدیہ صلاۃ پر کون سی نص ہے اور یعنی دوران قرآن کیوں متروک العمل ہے اور یہ ہندوستان میں کیوں مروج نہیں بر تقدیر ثانی یہ عبارت فتاویٰ سمرقند یہ کی بالکل غلط ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے لما صنف الامام الربانی محمد بن حسن الشیبانی کتاب الحیل فی کل باب انکر علیہ علماء البغداد بلغوا تلك القصة الى خليفة البغداد فقال الخليفة ارسل الى ذلك فان كان موافقا لاصول فيها والا فخرقه فقال ان العلماء احسادوا وانكروا احسادا انحاء الامام بنك الكتاب الى الخليفة فظفر فيه فتعجب فطلب العلماء وقال انظروا فيه بعدت النظر من غير حسد فلما رأوه قالوا فقد احسن محمد ضاعت الله اجرة الى الابد ثم سئل الخليفة عن الامام من اى اصل اخرجت تلك المسائل قال اخرجت من قصة ايوب و يوسف وسنة حلية الرباء والحما فقال الخليفة للعلماء من انكروا الحلية فقد انكروا القرآن والحديث واجماع العلماء فالتمسوا جواب عليه فلما حول ورقة وقع التطوع على حيلة الاسقاط فقال الامام اسهل طريقته ان يبيع الوارث على الفقير مصحفا قابل القراءة ثم يعيب الفقير للوارث ثم فطر حتى يتم لعل الله يجعل فدية الصوم والصلاة والزكاة ويزها فقال العلماء قلت قولنا حسنا بارك الله في عمرك فاكتب في كتابك فكتب الامام تلك الحيلة في كتابه فشاخ في زمان الخليفة الدالبرسر الامام الغزالي قال الشارح السمرقندي حدثنا عباس بن سفيان عن ابن عتبة عن ابن عوف عن محمد بن عبد الله

قال قال عمرایما المؤمنون اجعلوا القرآن وسيلة لنجاة الموتي فتعلقوا وقولوا اللهم اغفر لهذا الميت بجزء القرآن وتناوا
بايد یکم و فعل عمر فی اخر خلافتہ فی وفاة امرأة ملقبة بالحبيبة بنت عریب زوجة ملاب لجزء من القرآن فمأوا الى عمرو لم
یشهر فی خلافة عثمان ثم اشتهر فی خلافة هارون الرشید من غیر انکار دوران القرآن بحيلة الاسقاط فاصله ثابت عن عمرو
هذا وان لم یذکر فی کتب المشهورة من الاحادیث ولكن مشهور فی بعض الکتاب من التواریح بسند قوى كما قال المورخ اللیبیب
صاحب الفتوح اخبرنا ابو عاصم عن ابن جریج عن ابن شهاب عن ابن سلمة عن ابن موسى قال فعل عمرو دوران القرآن لجزء منه
بحيلة عش بن رجلا بعد صلاة الجنائز لامرأة ملقبة بحبيبة بنت عریب زوجة ملاب لرجل من الانصار ما حفظنا
اسم فانکار مطلقة الحيلة کفر وعن حيلة الاسقاط فسق لانه ثبت عمرو اخيرا سعیدا عن ایوب عن جمیع عن عبد الله
بن ابی بکر انه اوجد عمرو بدور القرآن بعد صلاة الجنائز انتمی فتاویٰ سموقندی من عتبة - نیز اس میں دوران قرآن کی نسبت
حضرت عمر کی طرف سے وہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کی سند کیسی ہے -

الجواب

ایسے المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے سوا اور حضرات سے جو کچھ روایات ہے سر و پا اس عبارت میں مذکور ہیں سب
باطل و افتراء ہیں نہ یہ عبارت فتاویٰ سموقندی میں ہے اُس پر بھی افتراء ہے اور بے چارہ افتراء کرنے والا عربی عبارت بھی باقاعدہ نہ بنا سکا اپنی
ٹوٹی پھوٹی جاہلانہ خرافات کو صحابہ و ائمہ کی طرف منسوب کیا مسئلہ دور عامہ کتب متداولہ مذہب میں مصرح ہے خود مصحف شریف سے ہوا
کسی مال سے مگر ہر بار کے دینے میں اتنا ہی بھرا ہوگا کہ بازاری نرخ سے دو مصحف شریف جتنے ہدیہ کا ہے یہ جاہلانہ خیال کہ یہ تو بے بہا ہے
ایک ہی دفعہ میں اگلے پچھلے بلکہ سات پشت کے سب کفار ادا ہو جائیں گے محض جاہلانہ خیال باطل ہے کما بینا ہ فی فتاویٰ لنا بسالامونید
علیہ فدیہ صلاۃ پر اگر چہ نص شارع علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم نہ آیا نص مجتہد مذہب ہے وکفی بہ حجة والله تعالیٰ اعلم -

باب سُجُود السَّهْوِ

مسئلہ - ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص احمد شریف پڑھ کر سوچتا رہا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس میں کچھ دیر لگ گئی
تو کیا حکم ہے - بینا و جروا

الجواب

اگر بقدر ادائے رکن ای مع سنتہ کما فی الغنیۃ یعنی مثلاً جتنی دیر میں عین بار بجن اشترکہ لیتا اتنے وقت تک سوچتا رہا تو سجدہ
سہو لازم ہے ورنہ نہیں روا المختار میں ہے التفکر الموجب للسہو المزمع منه تاخیر الواجب او الکر عن محلہ بان قطع الاشتغال

بالرکن ادا الواجب قدر اداء رکن وهو الاصح اہم لخصنا والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے واذکو فی الکتاب موسیٰ سے دوہنا تک کہ تین آیات قصار ہوئیں پڑھ کر بند ہو گیا کسی قدر تامل کر کے پھر دوبارہ واذکو سے دوہنا تک پڑھا پھر بند ہو گیا پھر سب اسی ہیں تک پڑھ کر کچھ تامل کیا جب آگے کو نہ چلا رکوع کر دیا اس صورت میں امام پر سجدہ سہوا یا یا نہیں اگر آیا اور نہ کیا تو نماز فاسد ہوئی یا کیسی - بینوا تو جروا -

الجواب

اگر ایک بار بھی بقدر اداء رکن بحسن یعنی تین بار بسجنا اشترکینہ کی مقدار تک تامل کیا سجدہ سہوا واجب ہو اور المختار میں ہے التفرک الموجب للسہو ما لزم منه تاخیر الواجب ادا الرکن عن محلہ بان قطع الاشتغال بالرکن ادا الواجب قدر اداء رکن وهو الاصح اگر دیکھا نماز مکروہ تحریمی ہوئی جس کا اعادہ واجب درمختار میں ہے تعاد وجوبا فی العمد والسہوان لہ سجد لہ اصل حکم یہ ہے مگر علماء نے جمعہ وعیدین میں جبکہ جمع عظیم کے ساتھ اداسی کے جائیں بخوف فتنہ سجدہ سہوا ترک اولیٰ رکھا ہے درمختار میں ہے السہو فی صلاۃ العید والجمعة والکتوبۃ والتطوع سواء والمختار عند المتأخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعة البحر وقرۃ المصنف وبہ جزم فی الدرس رد المحتار میں ہے فی جمعة حاشیۃ ابی السعود عن العزمیۃ انہ لیس المراد عدم جوازہ بل الاولیٰ ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنۃ بس جہاں جمعہ بھی جائزہ عظیم سے نہوتا ہو بلا شہد سجدہ کرے اگر دیکھا اعادہ کرے اگر وقت نکل گیا نظر پڑھیں رد المحتار میں ہے قیدہ الوافی بما اذا حضر جمع کثیر واکفلا داعی الی الترتک اسی میں ہے المرجح وجود الاعادہ فی الوقت وبعدہ والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نماز جمعہ رکعت اول میں بقدر ما یجوز بہ الصلاۃ کے پڑھ کر ایک منٹ سے زیادہ ساکت رہا اور بعد تمام کرنے نماز کے سجدہ بھی نہ کیا جب لوگوں نے کہا تم نے سجدہ سہو نہیں کیا تو جواب دیا کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا میں نے کیا آیا یہ قول زید صحیح ہے یا غلط اور وہ نماز کامل ہوئی یا ناقص - بینوا تو جروا

الجواب

ایک منٹ تو بہت ہوتا ہے اگر بقدر تین تسبیح کے بھی ساکت رہا تو سجدہ سہوا لازم ہے۔ اصل حکم یہی ہے رد المحتار میں خاص اس کی تصریح ہے مگر نماز جمعہ میں جبکہ ہجوم نادیاں کثیر ہو سجدہ سہوا قطع کر دیا گیا ہے کما فی رد المحتار ایضا پس اُس نماز میں ہجوم کثیر تھا تو زید نے سجدہ سہوا ترک بجا کیا اور اگر تھوڑے آدمی تھے تو بجا اور سخت بیجا اور وہ نماز ناقص ہوئی ظہر اعادہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ

انقدا حکم -

مسئلہ - در رکعت تراویح کی نیت کی قدر اولیٰ بھول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو

قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

صورت اولیٰ میں مذہب اصح پر ناز نہ ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے فی رد المحتار لو تطوع بثلاث بقعدة واحدة کان یفنی الجواز اعتبارا بصلوة المغرب لکن الاصح عدمہ لانه قد فسد ما اتصلت به القعدة وهو الركعة الاخيرة لان الثقل بالركعة الواحدة غیر مشروع فیفسد ما قبلها اور چار پڑھ لیں اور قعدة اولیٰ نہ کیا تو مذہب مفتی بہ پر یہ چاروں وہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے کما صحیح بہ فی رد المحتار عن النعمان الطائفي عن الزاهدی اور دونوں قعدے کیے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں ولا کراہۃ ایضاً کما یفیدہ التعلیل المذکور فی رد المحتار نعم لا فضل فیہا مفتی مفتی کما لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - اگر امام پر سوہوا اور وہ سجدہ نہ کرے تو مقتدیوں کی ناز صحیح اور ان پر سے سجدہ سہو سا نظر ہو جائے گا یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

یشک فی التوہید یجب (ای سجدۃ السہو) علی منفرد و مقتدی سہو امامہ ان سجد امامہ اہل ملتقطاً قلت فالشرط یضیہ انہ ان لم یسجد الامام لم یجب علی المقتدی وبالسقوط صح فی البحر الرائق نعم لقی نقصان یشہر ان یعد لا نجارہ ان اطلع علیہ وهذا الاینا فی الصحة اذا صحیحہ یقابل الفاسد والفاسد هو الباطل فی العبادات کما صرح بہ الثمنا فی غرر ما کتاب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ناز فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے لگا تو اس صورت میں کیا حکم ہے لوٹ آئے یا نہ لوٹے اور اگر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے کے قریب تھا اس کے بعد لوٹ آیا تو ناز ہو جائے گی یا نہیں اگر ہو جائے گی تو سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں۔ بدینوا توجروا

الجواب

اگر ابھی خود سے قریب ہے کہ پیچھے کا آدھا بدن ہنوز سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے اور مذہب اصح میں اس پر سجدہ سہو نہیں اور اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیچھے میں خم باقی ہے تو بھی مذہب اصح و اسراج میں پڑ آئے ہی کا حکم ہے گر آپ اس پر سجدہ سہو واجب اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پلٹنے کا اصل حکم نہیں بلکہ ختم ناز پر سجدہ سہو کر لے پھر بھی اگر پڑ آ یا بہت بڑا کیا گنگناہوا یہاں تک کہ حکم ہے کہ فوراً کھڑا ہو جائے اور امام ایسا کرے تو مقتدی اس کی پیروی ذکر میں کھڑے رہیں یہاں تک کہ وہ پھر قیام میں آئے مگر مذہب اصح میں نازیوں بھی نہ جائے گی صرف سجدہ سہو لازم ہے کافی تنویر الانصار والدراختصار و رد المحتار (تھامس) لقعد الاول من الفرض) ولو علیٰ اما الثقل فیعود ما لم یقرب یا سجدۃ (نثر تذکرۃ عادلیہ) و تشهد ولا سہو علیہ فی الاصح

الی القعود اقرب فانه لا یسجد علیہ فی الاصح وعلیہ الا کثرا ما اذا عاود و هو الی القيام اقرب فعلیہ سجود السهو کما فی ذوالابیح
وشرحہ بلا حکایہ خلاف فیہ و صحیح اعتبار ذلک فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل وظهرہ بعد منحن فوا قرب
الی القيام وان لم یستتم فوا قرب الی القعود وله لکنہ یكون مسیئا ای ویا ثم کما فی الفتح فلو کان اماما لا یعود معه القوم
تحقیقا للمخالفة ویلزمہ القيام للحال شرح المنیة عن القنیة اه ملقطا والله سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ - ۲۲، شوال مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی امام بھول کر سجدہ سو کر لیا تو اس صدمت میں نماز امام و مقتدیان اور بعد سجدہ سو کے جو
مقتدی نے ان سب کی نماز کیسی ہوگی اور حقیقت میں سو نہیں تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

امام و مقتدیان سابق کی نماز ہوگئی جو مقتدی اس سجدہ سو میں جانے کے بعد نے ان کی نماز نہیں ہوئی کہ جب واقع میں سو نہ تھا دین
سلام کہ امام نے پھر ختم نماز کا موجب ہوا یہ سجدہ بلا سبب لغو تھا تو اس سے تحریمہ نماز کی طرف عود نہ ہوا اور مقتدیان مابعد کو کسی جز نماز میں شرکت
امام نہ ملے لہذا ان کی نماز نہ ہوئی و لہذا اگر سجدہ سو میں سبوت اتباع امام کو بے سجدہ ہو کہ یہ سجدہ بے سبب تھا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی
کہ ظاہر ہو کہ محل افراد میں اقترا کیا تھا ہاں اگر معلوم نہ ہوا تو اس کے لیے حکم فساد نہیں کہ وہ حال امام کو صلاح و صواب پر حمل کرنا ہی چاہیے
در مختار میں ہے سلام من علیہ سجود سہو یخرجہ من الصلوة خروجاً موقوفاً ان سجود عاد الیہا دالا لا رد المختار میں ہے انہ اذا سجد
وقع لغوا فکانہ لم یسجد فلم یعد الی حرمة الصلوة خزائنہ المفتین میں فتاویٰ قاضی خاں سے ہے اذا نحن اکامامان علیہ تھوا
فسجد للسہو وتابعہ المسبوق فی ذلک ثم علم ان اکامام لم یکن علیہ سھو الا شھان صلاتہ نقصد وان لم یعلم انہ لم
یکن علی الامام سھو لم نقصد صلاۃ المسبوق مخطاوی علی مرقی الفلاح میں ہے ہوا المختار کذا فی المھیط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ما پور سررشتہ پلہس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محروسہ رشتہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

زید نماز مغرب میں اخیر رکعت میں اگر جماعت میں شریک ہو خالد جو امام تھا ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سو میں چلا گیا اب زید
ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سو میں جائے یا بدوں سلام کے سجدہ کرے بعضے علما کہتے ہیں کہ اگر اس نے بھی قصد سلام پھیرا تو نماز مسبوق
کی فاسد ہوگئی اور اس پر فتویٰ دیدیا ہے اور بعضے فضلا فرماتے ہیں کہ اگر نماز کے اخیر سلام میں سبوت نے امام کے ساتھ عہد اسلام پھیر دیا
تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں اور شامی اور بحر المائین وغیرہا میں جو روایت لکھی ہے وہ در باب اخیر سلام ہے نہ در باب سلام سہو اور فریقین
کی دلیل یہی دونوں کتاب کی روایت ہے اس کا فیصلہ چاہیے یا پھر کے علما سے بخوبی فیصلہ جس سے تسلی ہو نو سک۔ بینوا توجروا

الجواب

حکم مسئلہ میں قول اول صحیح ہے فی الواقع مسبوق سلام سے مطلقاً ممنوع و عاجز ہے جب تک وقت شدہ رکعات ادا نہ کر لے امام
سجدہ سو سے قبل یا بعد جو سلام پھیرتا ہے اس میں اگر قصد اس نے شرکت کی تو اس کی نماز جاتی رہے گی کہ یہ سلام عہدی اس کے

خلال نماز میں واقع ہوا ہاں اگر سو اُپھیرا تو نماز نہ جائے گی لکن نہ ذکر اُمن وحہ فلا یجعل کلاماً من غیر قصد وان کان الحمد والخطا والسہو کل ذلک فی الکلام سو اُ کما حققہ علماء نارحمہم اللہ تعالیٰ بلکہ وہ سلام جو امام نے سجدہ سو سے پہلے کیا اگر مسبوق نے سو اُ امام سے پہلے خواہ ساتھ خواہ بعد پھیرا یا وہ سلام جو امام نے سجدہ سو کے بعد یا بلا سجدہ سو غرض بالکل ختم نماز پر کیا اگر مسبوق نے سو اُ امام سے پہلے یا مثلاً وقفہ اُس کے ساتھ پھیرا تو ان صورتوں میں مسبوق پر سو بھی لازم نہ ہوا کہ وہ ہنوز مقتدی ہے یا مقتدی پر اس کے سو کے سبب سجدہ لازم نہیں ہاں یہ سلام اخیر اگر امام کے بعد پھیرا تو اس پر سجدہ اگرچہ کر چکا ہو دوبارہ لازم آیا کہ اپنی آخر نماز میں کرے گا اس لیے کہ اب یہ منفرد ہو چکا تھا خزانۃ المفتین میں شرح مختصر امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہے علیہ سجدۃ من صلب الصلاۃ سلم وھوناس لھا ثم تدکر فانہ بهذا السلام لا یخرج عن حرمة الصلاۃ بالاجماع حتی صم الاقتداء وان عاد الامام وسجد یسجد ہذا المقتدی معہ علی طریق المتابعۃ ولا یعتد بھذا السجدۃ لانہ لم یدرک الركوع ویستشهد مع الامام ولا یسلم اذا سلم الامام ویسجد سجدۃ فی السہو مع الامام فاذا سلم الامام ثانیاً لا یسلم ھو لایضاً بل یقوم الی قضاء ما سبق اھ باختصار دیکھو مسبوق کو سجدہ سو سے قبل وبعد دونوں وقت سلام سے منع فرمایا علیہ شرح منیہ للامام ابن اسیر الحاج میں ہے موافقۃ المقتدی المدرک للامام فی سجود السہو ظاہر واما المسبوق فلا یتابعہ بالسلام للخروج عن الصلوۃ وقد یجی علیہ اركان الصلوۃ یتابعہ فی سجود السہو عن ابراہیم النخعی انہ لا یسجد بسہو اصل لان محل السہو بالسلام وانہ لا یتابعہ فیہ فلا یتصور المتابعۃ فی السہو ولنا ان سجود السہو یؤدی فی تحویۃ الصلاۃ فکانت الصلاۃ باقیہ واذا بقیت التبعیۃ فیتابعہ فیما یؤدی من الافعال محتقن علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں لو سبقن الامام السامی الحدیث بعد سلامہ استخلف لیسجد الخلیفۃ کما لو بقی علیہ التسلیم ولسبقن المسبوق ان یقدم فی ہذا الاستخلاف لانہ لا یقدر علیہ اذ محله بعد السلام وھو غیر قادر علی السلام وانما یسجد قبل السلام حالۃ الاقتداء بمن یسجد قبلہ وھو هنا قد صار اماماً المستخلف ومع ہذا لو تقدم لم یفسد لانہ یقدر علی الاتمام فی الجملة بان یتأخر و یقدم مدركاً لیسلم بھم ویسجد ویسجد الخلیفۃ المسبوق معہم لانہ الان مقتدی ثم یقوم الی قضاء ما سبق بہ الخ وہی عبارت بحر الرائق کہ بعد بیان اس امر کے کہ مسبوق سجدہ سو میں امام کی متابعت کرے گا فرمایا ثم المسبوق انما یتابع الامام فی السہو لانہ فی السلام فیسجد معہ ویستشهد فاذا سلم الامام تام الی قضاء فان سلم فان کان عامداً فسدت والا فلا ولا یسجد علیہ ان سلم قبل الامام او معہ وان سلم بعدہ لزمہ لکنہ منفرداً حیثین اسی طرح اُس سے رد المحتار میں ہے حیث قال قولہ والمسبوق یسجد مع امامہ قید بالسجود لانہ لا یتابعہ فی السلام بل یسجد معہ ویستشهد الخ اس میں تحقیق و قول فیصل یہ ہے کہ ان سلم بعدہ سے یقیناً سلام اخیر مراد ہے جس کے بعد سجدہ نہیں کیا اُس سے پہلا سلام جس کے بعد امام نے سجدہ سو کیا اگر مسبوق سو اُ امام کے بعد بھی پھیرے گا اُس پر سو لازم نہیں ہو سکتا کہ وہ اب بھی مقتدی ہے تو لکن نہ منفرداً حیثین وہاں صادق نہیں اور قول بحر الرائق فی السلام و قول شامی قید بالسجود لانہ لا یتابعہ فی السلام میں یا تو نظر باطلاق لفظ وعموم حکم مطلق سلام مراد ہے خواہ سجدہ سو سے پہلے ہو یا بعد یا بقرینۃ مقام سلام قبل سجدہ سو مراد لیجی یعنی سجدہ سو میں مسبوق

بھی اگرچہ متابعت امام کرے گا مگر فقط سجدے میں شریک ہوگا و لہذا متابعت میں سجود کی قید لگادی کہ پیروی اسی پر مقصور ہے سلام میں ہون
متابعت نہیں کر سکتا و ہذا معنی واضح جلی یسبق الی الذہن اول ما یسمع ہذا الکلام اذا صفت القریحۃ عن ظلام الارحام
اور اسے خاص سلام اخیر بعد سجود ہو پر حمل کرنا محض بہ دلیل ہے جس پر اصلاً قرینہ نہیں بلکہ ظاہر قرینہ اس کے خلاف کی طرف مشیر
کمالاً یخفی علی العارث البصیر باقی دو جگہ جو فقط ان سلم واقع ہے اگر سیاق سخن و نظم کلام دیکھئے تو وہ بھی مثل ان سلم بعد
سلام اخیر بعد سجود ہو میں ہیں کہ اذا سلم الامام سے یقیناً ہی سلام اخیر مراد ہے جو یسجد معہ و یتشهد کے بعد اور قائم الی القضاء
اس سے متصل ہے تو کلام آتی اسی صورت کی طرف ناظر ہونا زیادہ متبادر ہے خصوصاً ان تحقیقوں میں ایک شق ان سلم بعدہ بلا شہدہ محض
بسلام آخر ہے اور حکم پر نظر کیجئے تو دونوں ان سلم توسط میں جو بیان ہے سلام قبل سجدہ و بعد سجدہ دونوں کو عام ہے کما اشارنا الی
کل ذلك علامہ سید موطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ مرافی الفلاح میں قول شارح ان سلم مع الامام مقدار نالہ او قبلہ ساھیا
فلا سہو علیہ لانہ فی حال اقتداء وان سلم بعدہ یلزمہ السہو لانه منفرد کی یہی شرح فرمائی حدیث قال ذلہ وان سلم
مع الامام الخ سواء فی ذلك تسلیمة التحلیل الاولی و تسلیم سجود السہو لظہور العلة فی ذلك وقوله وان سلم بعدہ ای
بعد سلام الامام من سجود السہو فقط اما سلامہ بعد سلام الامام الاول من الصلاة فلا یلزم بہ سہو لانه لما یسجد
للسہو معہ عادالی الاقتداء ولا سہو علی المقتدی قائل فیہ کلام

بالجملہ بروشامی کی ان عبارات سے فریق ثانی کا مسئلہ مزاعیہ پر استدلال محض باطل اور فریق اول کا ان سے استناد بوجہ نظر انتمثال گونہ ناکامل
اور حکم مسئلہ میں حق فریق اول کے ساتھ ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) چار رکعت نماز میں دربیانی قاعدے میں تشهد کے بعد سہو ہے اللہم صل
کہاں تک پڑھے کہ سجدہ سہو واجب ہو جائے (۲) جماعت میں سجدہ سہو کے قبل کا سلام اس شخص کو جس کی ایک دو رکعت باقی ہے
اور اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ سلام اختتام نماز کا ہے یا سجدہ سہو کا ہے چاہیے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اللہم صل علی محمد و آلہ یفتی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (۲) جائز نہیں اور اگر قصد ابھیرے گا تو نماز جاتی ہے گا
لوقوعہ خلال صلاتہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قاعدہ اول میں شک ہو اگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کا کیا اب نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۳۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے جہری نماز میں بعد الحمد قبل سورۃ اتنی در سکوت کیا کہ چھوٹی سورت پڑھ لیتا اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب

الحمد شریف کے بعد امام نے سانس لیا اور آئین کسی اور شروع سورت کے لیے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور بسم اللہ کو خوب ترتیل سے ادا کیا تو اس قدر میں ایک سورت چھوٹی پڑھنے کی ضرورت پڑ ہو جائے گی مگر اس میں حرج نہیں بلکہ یسب باتیں مطابقت میں ہیں ہاں اگر ان کے علاوہ محض سکوت اتنی دیکر کیا کہ تین بار سخن اللہ کہہ لیتا تو یہ سکوت اگر برائے تفکر تھا کہ سوچنا رہا کہ کیا پڑھوں تو سجدہ سہو واجب ہے اگر نہ کیا تو اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر وہ سکوت عمدتاً بلا وجہ تھا جب بھی اعادہ واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں صورت کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اُس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی بعدہ سلام پھیرا اب اُس کی نماز فرض ہوئی یا سنت جیسا ہو ویسا ہی ارقام فرمائیے اور اگر وہ سجدہ سہو کر لیتا تو کیا اُس کی نماز فرض ہو جاتی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

فرض ہوئی اور نماز میں کچھ غلط نہ آیا نہ اس پر سجدہ سہو تھا بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورت ملائی تو کچھ مضائقہ نہیں من خلاف اولیٰ ہے بلکہ بعض ائمہ نے اُس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی فقیر کے نزدیک ظاہر ہے استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے امام کے لیے ضرور مکر وہ ہے بلکہ مقتدوں پر گراں گزرتے و حرام در مختار میں ہے ضم سورۃ فی الاولیین من الفرض و ہل یکمرہ فی الاخریین المختار لا رد المختار میں ہے ای کا یکرہ تحویلاً بل تنزیہاً لانہ خلاف السنۃ قال فی المنیۃ و شحما فان ضم السورۃ الی القانتحہ ساہیا یجب علیہ سجدۃ تا السہو فی قول ابی یوسف لتاخیر الکووع عن محلہ و فی اظہر الروایات لا یجب لان القناء فیہا مشر وعة من غیر تقدیر ولا اقتضار علی القانتحہ مسنون کا واجب اہ و فی البحر عن فخر الاسلامان السورۃ مشر وعة فی الاخریین نقل و فی الذخیرۃ انہ المختار و فی المحیط و ہوالا صح اہ و الظاہر ان المراد بقولہ نقل لا الجواز و المشر وعة بمعنی عدم الحوتمہ فلا ینافی کونہ خلاف الاولیٰ کما افادہ فی الحلۃ اہ ما فی رد المختار **اقول** لفظ الحلۃ ثم الظاہر باحتیاطاً کیفکلا وقد تقدم من حدیث ابی سعید الخدری فی صحیح مسلم و غیرہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی صلاۃ الظهر فی الركعتین الاولین قد وثلاثین آیۃ و فی الاخریین قدر خمسۃ عشر آیۃ او قال نصف ذلک فلا جہد ان قال فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر و اما السورۃ فانہا مشر وعة نقل فی الاخریین حتی قلنا فی من قرأ فی الاخریین لم یلزمہ سجدۃ سہواً نہی ثم یکن ان یقال الاولی عدم الزیادۃ و یحمل علی الخروج

اوداگر رکوع کے بعد سجدہ میں یاد آیا تو صرف اخیر میں سجدہ سہو کر لے نماز ہو جائے گی اور پھر نی نہ ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ - از تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں مسؤلہ مولانا مولوی احمد بخش صاحب ساکن ٹیبرہ غازی خاں تہم مدرسہ محمودیہ
 ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

سیدی سندی اعتضادی و علیہ اعتمادی البحر العلامة الفہامۃ الامعی اللوذعی حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ ادام اللہ ربکاتہم والقاہم
 الی یوم الدین آداب عجز و نیاز ہے انداز بیجا لا کر عرض کرتا ہوں کہ خاکسار کو ہر لحظہ عافیت مزاج شریف و قضائے حاجات ذات المستجیع الصفات
 اہم تآرب و اعظم مطالب ہے ان ایام میں ایک واقعہ پیش آیا جس میں بعض ابنا الزمان مخالفت ہیں اور مفصل طور پر میری اس تحریر ناقص
 سے جو بغرض استصواب ابلاغ خدمت اقدس ہے واضح ہو گا چونکہ جناب کے بغیر خاکسار کا کوئی محل اعتماد نہیں اس لیے تکلیف دی گئی
 ہے کہ براہ بندہ نوازی جواب باصواب سے جو مدلل مفصل ہو خاکسار کو معزز و ممتاز فرمائیں عین عنایت ہوگی اور اس تقریر کے اخیر میں
 اپنی رائے صائب سے آگاہ فرما کر بدخط خاص مزین فرمادیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یارب بک الاعصام و منک التوفیق
 دیا شفیق یار فقیہ نجی من کل ضیق مسئلہ اگر موت سے سہو ہو تو عارۃ صلوۃ اس پر واجب نہیں کیونکہ جمع فقہاء نے متون اور شروح میں
 تصریح فرمائی ہے کہ موت پر اپنے سہو سے سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ اگر وہ اکیلا سجدہ سہو ادا کرے تو مخالفت امام لازم ہے اور اگر
 امام بھی اس کے ساتھ سجدہ کرے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے یعنی اصل تاریخ اور تاریخ اصل بن جاتا ہے اس بیان سے یہ استفاد
 کیا جائے کہ گویا مقتدی کی نماز میں کوئی ایسا نقص واقع نہیں ہوا یا کہ اہمیت جس کے جبر کے لیے سجدہ سہو واجب ہو پس اس بنا پر
 اعادہ لازم نہیں کیونکہ اعادہ وجود کراہت پر متفرع ہے واذلیس فلیس سوال علامہ شامی نے نہ فرقات سے نقل کیا ہے کہ نہ
 مقتضی کلامہ انہ یعیبہا بثبوت الکراہۃ مع تعدد الجاہز براہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو اس امر پر مبنی
 ہے کہ اس کا ادا کرنا ممکن ہے نہ کہ اس کی نماز میں کوئی نقص یا کراہت واقع نہیں بلکہ ناکرہہ ہے اور حسب کلیہ مسلمہ فقہاء جو نماز کراہت
 سے ادا ہو اس کا اعادہ لازم ہے۔ اعادہ لازم ہے جواب اگر ایسا ہو تو لازم آتا ہے کہ فقہاء نے احادیث ذیل کی مخالفت کی جس سے
 یہ مفہوم ہے کہ امام مقتدی سے سجدہ سہو کو اٹھا لیتا ہے جیسا کہ قراءت کو حدیث اول مشکوٰۃ شریف میں ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکامام ضامن (الحديث) جس سے ثابت ہے کہ امام مقتدی کی نماز کا
 متکفل ہے اگر مخالفت سجدہ سہو کو اس کفالت سے خارج ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کے لیے مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول اپنی شیح
 مرقاۃ میں ای متکفل لصلوۃ المؤمنین بالانجام اور ناقلاً عن ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانضمامہ اما لحملہم نحو القراءۃ عن
 المسبوق او السہو عن الساہی اور علامہ عینی کا قول شرح صحیح بخاری میں یعنی ان صلاتہم فی ضمن صلوۃ الامام صحۃ وفساد وفساد وفساد
 ان کا قول وفساد بعمانی صحیح ابن حبان الامام ضامن بمعنی یضمنہا صحۃ وفساد اور نیز ان کا قول وقال ابن الملائک
 لانہم المتکفلون لہم صحۃ صلوۃ تہم وفسادہا وکسالہا وفتنہا بحکم المتبوعۃ والتابعۃ کفاۃ ذکر میں تو گو سر و خشت
حدیث دوم مراتی الفلاح میں ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الامام لکم ضامن یرفع عنکم تہوکم

وقراءتکم اسی حدیث کے مطابق حضرت ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث اول کی تفسیر فرمائی جو پہلے ذکر ہو چکی ہے اور جس کا ترجمہ کب سے نام حق میں سہو اور امام برگیر دے کیا گیا و نیز اس حدیث کے متعلق حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رفع سہو کے ساتھ رفع قراءۃ کے ذکر کرنے سے یہ اشارہ ہے کہ جیسا کہ مقتدی پر ترک قراءۃ سے کوئی گناہ نہیں اسی طرح سہو کے ترک کرنے سے بھی کوئی گناہ نہیں اس کے بعد ہر فائز کی عبارت مقدمۃ الذکر نقل کر کے فرماتے ہیں وقد علمت مفاد الحدیث افادۃ بعض الافاضل یعنی کہ مفاد حدیث کے مخالف ہے جو ہر سے منقول ہوا حدیث سوم علامہ شامی نے معراج الدرایہ سے نقل کیا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو کے ثابت کرنے کے لیے بہتر ہے کہ اس حدیث سے استدلال کیا جاوے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی لیس علی من خلف الامام سہو حدیث چہارم حضرت قلب شمرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشف الغمہ میں صفحہ ۷۷۷ دے فرماتے ہیں وکانوا لا یسجدون لسہوہم خلف الامام ویقولون الامام یحمل اوہامہ من خلفہ من المامومین وکذا لک کان یقول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سہا خلف الامام فلیس علیہ سہو وامامہ کافیہ فان سہا الامام فعلیہ وعلی من خلفہ السہو انتھی جس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک وامامہ کافیہ اور پھر اسی پر علی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مخالف کے برخلاف کافی حجت ہے اگر مخالف ان احادیث متذکرہ بالا کے متعلق کہے کہ سوائے حدیث اول کے باقی احادیث کسی کتاب حدیث سے منقول نہیں اور نہ کوئی سند ذکر کی گئی ہے اور ان کے ناقلین حضرت قلب شمرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طحاوی اور صاحب درانی الفلاح اور صاحب معراج الدرایہ نقاد حدیث میں سے نہیں لہذا یہ احادیث قابل اعتبار نہیں تو اس کے جواب میں مجھے مختصر طور پر یہ کہنا ضروری ہے کہ حدیث اول کے متعلق مولانا علی قاری اور ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اگر تمام حجت کے لیے کافی سمجھے گئے تو دوسروں کے مناقب بیان کرنے اور حفظ مراتب کے لیے موعظہ سے چنداں کوئی حاصل نظر نہیں آتا دوسرے یہ کشف الغمہ کے متعلق اس قسم کا خیال اس کتاب کے مقدمہ سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے جس میں فرماتے ہیں کہ کتب صحاح فلاں وفلاں سے یہ سب احادیث ماخوذ و منقول ہیں تیسرے یہ کہ ایسے عذرات اہل تحقیق کے نزدیک قابل وقعت نہیں قال بعض الذکیا فاما مختار عندی جواز نقل الحدیث من الکتب الصحاح والحسان بلا شرط ومن غیرہا بشرط التیقن علی اہل العلم ومؤلفانہم و فی الاستبہار من الفقہ الخفی نقل السیوطی عن ابی اسحق الاجماع علی جواز النقل من الکتب المعتمدۃ بلا اشتراط الاتصال السند الی مصنفیہا انتھی الغرض ان احادیث کے ہوتے ہی فقہاء کے اس قول سے کہ سجدہ سہو لازم نہیں ایسے معنی کا ارادہ کرنا جو احادیث کے برخلاف ہو تمام فقہاء پر حملہ کرنے کے علاوہ عمدتاً ترک عمل بالحدیث نہیں تو اور کیا ہے پس بہتر ہے کہ فقہاء کے کلام سے بھی وہی مراد ہو جو احادیث سے ثابت ہو سوال صاحب النہر الفائق ثقات حنفیہ سے ہے پس یہ کس طرح گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کی رائے کے برخلاف حکم کیا جاوے کہ کلام فقہاء کا مقتضی ذکر اہم ہے اور نہ اعادہ جواب من ابی بلیتین فلیخبروا ہونہما صرف صاحب ہر فائز کا خلاف بمقابلہ اس کے کہ سب فقہاء کے کلام احادیث کے برخلاف ہو اور احادیث نبوی علی صاحبہما الصلوۃ والسلام پر عمل نہ ہو نہایت ہی آسان ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا اس کے بعد میں ان چند مسائل اور روایت فقہاء کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے صاف

ثابت ہے کہ مقتدی پر سجدہ سو کے نہ کرنے کی وجہ سے اعادہ لازم نہیں (۱)۔ بجز تلاوت کے باب میں فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تم نے آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ تلاوت لازم نہیں نہ ہو تم پر اور نہ امام پر اور نہ کسی دوسرے مقتدی پر اور اس کی دلیل صاحب شرح منیہ وغیرہ نے بعینہ وہی لکھی ہے جو بجز سو کے لازم ہونے کی ہے یعنی ان سجدہ الامام یلزم انقلاب المتبوع تابعاً والا لزم المخالفة لہ انتھی اگر اس دلیل کا مقصد ثبوت کراہت اور اعادہ صلاۃ ہو تو لازم آتا ہے کہ بجز تلاوت کے متعلق بھی ایسا حکم ہو حالانکہ یہاں نہ اعادہ سجدہ تلاوت ہے اور نہ اعادہ صلوٰۃ (۲) فتاویٰ قانڈی کی روایت مندرجہ ذیل سے مدعا ثابت ہے اور وہ یہ ہے اذاسہا المقتدی لایلزم سجود السہو انما یجب بالسہو والسبب انما یعمل عملہ اذا امکن اعتبارہ فی حق الحكم فاما اذا لم یکن اعتباراً فی حق الحكم کان ملحقاً بالعدم کما قال ابو حنیفہ و ابو یوسف فی تاوۃ المقتدی و حکما فی بیع المحجور و شرائع و ہذا لا یکن اعتبار سہو المقتدی فی حق الحكم و هو وجوب سجدۃ السہو انتھی (۳) علامہ شامی مؤلف میں فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق کہ جہاں بجز ساقط ہو جائے اعادہ لازم ہوتا ہے یا نہیں والذی ینبغی انہ ان سقط بصدعہ کحدث عمد مثلاً یلزم والا فلا تامل انتھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں اس لیے کہ سقوط سجدہ سو مقتدی کے اپنے فعل اختیاری سے نہیں ہوا بلکہ اس لیے کہ امام کے پیچھے وہ ادا نہیں کر سکتا نہ قبل السلام نہ بعد السلام اعادہ واجب نہیں (۴) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳ پر فرماتے ہیں و ینبغی تفتید وجوب الاعادۃ بما اذا لم یکن الترتیب بعد زکالامی او من اسلم فی اخر الوقت فضلی قبل ان یتعلم الفاتحۃ فلا تلزم الاعادۃ انتھی جس سے عیاں ہے ما نحن فیہ میں جو اس کے کہ ترک سجود بجز تنذر ہوا اکل صرح بہ الفقہاء اعادہ لازم نہیں (۵) فی الدار المختار یجب علی منفرد و مقتد بسہو امامہ ان سجد امام لوجوب المتابعۃ انتھی فی رد المختار قولہ ان سجد امامہ اما لو سقط عن الامام بسبب من الاسباب بان تکلم او احدث متعمداً او خرج عن المسجد فانه یسقط عن المقتدی بحجۃ الظاہر ان المقتدی تجب علیہ الاعادۃ کالامام ان کان السقوط بفعلہ العمد ففقہ والنقصان بلحاجب من غیر عذر تامل انتھی ما نحن فیہ میں اگرچہ مقتدی کا اپنا سو ہے نہ سو امام لیکن جبکہ سجدہ سو کے ساقط ہونے میں عمد کو دخل نہیں لہذا اعادہ بھی واجب نہیں (۶) آج تک اعادہ صلاۃ کا عمل ناسموع ہے اگر وجوب اعادہ سے حکم کیا جائے لو کہ با نازیہ کی نازیہ ناہاں و تباہ ہو جاتی ہیں اور نازی تارک صلوٰۃ اور آثم ٹھرتے ہیں حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الدین یسر و ینزر فرماتے ہیں یسر واولا نفس واولا بشر واولا تنف وایہاں تک کہ فقہاء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ صلاۃ عید و جمعہ میں بجز سہو اذہ کیا جائے دفعاً للفتنۃ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وانا العبد العاصی المدعو باحمد بخشی عفی عنہ

الجواب

اقول وبالله التوفیق مزید السائل الفاضل دام بالفضائل (۱) از اسناد اور بیقی سنن میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس علی من خلف الامام سہو فان سہوا الامام فعلیہ و علی من خلفہ مقتدی پر سہو کی نفی فرمائی اور وہ نفی وقوع نہیں لاجرم نفی حکم ہے کما دلت علیہ کلمۃ علی لوثابت ہوا کہ

سہو مقتدی کوئی حکم نہیں رکھتا (۲) طبرانی معجم کبیر میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا یوم عبد قوما الا قوی ما کان علیہم فی صلاتہم بظاہر کہ توئی ما علیہم یوہیں ہے کہ علیہم نہ رہے اگر مقتدی کو اپنے سوکے سبب حکم اعادہ ہو تو امام سے اُن سے تحمل نہیں بلکہ اُن پر اٹھل کی تحمیل کہ بے اس کے دو سجدوں ہی سے کام چل جاتا اب ساری نماز کا اعادہ کرنا پڑا (۳) بدائع امام مالک العلماء جلد اول ص ۱۵۱ میں ہے المقتدی اذا سہا فی صلاتہ فلا سہو علیہ (۴) محیط پھر مندرجہ جلد اول ص ۱۳۵ مصری میں ہے لو ترک الامام سجود السہو فلا سہو علی المأموم (۵) تبیین الحقائق امام ربیع جلد اول ص ۱۹۵ نو مسلم المسبوق مع الامام ینظر فان سلم ومقارنا السلام الا ما مر او قبلہ لا سہو علیہ لانه مقتد بہ وان سلم بعدہ یلزمہ السہو لانه منفرد (۶) بکر الرائق جلد دوم ص ۱۰۸ المسبوق فیما یقضیہ کا منفر د کما تقدم وعلیہ یفرع ما اذا سلم ساہیا فان کان قبل الامام او معہ فلا سہو وان کان بعدہ فعلیہ کما ذکرنا لانه چاروں عبارتوں میں مثل حدیث اول سہو مقتدی کی مطلقاً تفسیر فرمائی ہے یعنی اُس کے لیے کوئی حکم نہیں کما قررنا (۷) امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار جلد اول ص ۲۳۵ مقتدی مفترض بتقبل میں فرماتے ہیں اما حکمہ بطریق النظرفانا قد رأینا صلاۃ المأمومین مضمنہ بصلاۃ امامہم بصحتہا وفسادہا یوجب ذلک النظر الصحیح من ذلک انا رأینا الامام اذا سہا وجب علی من خلفہ سہوہ ما وجب علیہ ولو سہوا ہم ولم یسہو ہر لم یجب علیہم ما یجب علی الامام اذا سہا امام نے لم یجب علیہم السجود نہ فرمایا بلکہ ما یجب علی الامام کہ سجدہ واعادہ رد قرآن کو شامل (۸) ذخیرہ پھر مندرجہ جلد اول ص ۱۳۱ میں ہے لو سہا الاول بعد الاستخلاف لا یوجب سہوہ شیئاً (۹) کافی نام اجل حکم شہید جس میں مجمع کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے ضمناً شرح امام سرخی جلد اول ص ۲۲۵ میں ہے اذا حدث الامام فی خلال صلوٰتہ وقد سہا فاستخلف رجلاً یسجد خلفہ للسہو بعد السلام وان لم یکن الامام الاول سہا لزمہ سجود السہو سہو الثاني ولو سہا الاول بعد الاستخلاف لا یوجب سہوہ شیئاً امام سرخی نے فرمایا لانه صار فی حکم المقتدی یہ خود محرر المذہب امام محمد رضی اللہ عنہ کا نص علی ہے جو وجہ عدم ذکر خلاف خود امام اعظم دامام ابو یوسف سب کا نص ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان عبارات سے روشن بین سالیہ لکھیے کہ مقتدی کا سہو اصل کسی چیز کو واجب نہیں کرتا اور امام کا حکم اُس کے ہر فرد میں نفی ہوتا ہے تو خود نص اللہ شرف ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کہ مقتدی پر اپنے سوکے سبب ہرگز نہ سجدہ ہے نہ اعادہ (۱۰) لا یوم امام اجل طحاوی نے بعد عبارت مذکورہ صریحاً تر فرمایا ثبت ان المأمومین یجب علیہم حکم السہو لسہو الامام ویلتقی عنہم حکم السہو بانتفاعہ عن الامام (۱۱) امام جلیل شمس الدائر سرخی مبسوط جلد اول ص ۲۲۵ میں فرماتے ہیں الا لاحق فی حکم المقتدی فیما یم یمھو المقتدی متعطل (۱۲) امام مالک العلماء ابو بکر مسعود بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد اول ص ۱۶۱ میں فرماتے ہیں المسبوق انما یتابع الامام فی سجود السہو لا فی سلامہ وان سلم فان کان عامداً تقصد صلاتہ وان کان ساہیلاً لا تقصد ولا سہو علیہ لانه مقتد وسہو المقتدی باطل وہیں فرمایا ان کلمہ قبل تسلیم الامام ادسماً معاً لیلزمہ لان سہوہ سہو المقتدی وسہو المقتدی متعطل کیسے نصوص علیہ ہیں کہ مقتدی کا سہو مطلق ہے باطل ہے اُس کا کچھ حکم نہیں اگر اعادہ واجب کرے تو یہ احکام ہی

باطل مطلق ہوں گے نہ کہ اُس کا سہو (۱۴) اقول مسئلہ مسنون نے حکم کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا ہے تو تمام کتب میں تصریح ہے کہ مسنون اگر سہو امام کے ساتھ سلام پھیر دے اُس پر سجدہ سہو نہیں اگر سہو مقتدی کچھ موثر ہوتا تو واجب تھا کہ مسنون پر سجدہ واجب ہوتا کہ اپنی ناست رکعت یا رکعات پوری کر کے آخر میں بجالاتا اور اب نہ امام کی مخالفت لازم آتی نہ قلب موضوع مگر تصریح کرتے ہیں کہ اُس پر سے نہ سہو بوجہ اقتداء قاطب ہے تو ثابت ہوا کہ سہو مقتدی اصلاً معتبر و ملحوظ ہی نہیں ورنہ باوصف امکان جابر قصد ترک جابر کلامیں پیر خود ہی اعادہ کا حکم فرمائیں یہ محال ہے کہ بلا عذر صحیح ترک جابر گناہ ہے متون میں ہے تجب سجدتان اور شریعت گناہ کا حکم نہیں دیتی

فان قلت انما لا یسجد بعد قضاء ما فاتہ لانہما صلاتان حکما وان اتحدت التحریمة و سہو صلاتہ لا یسجد لہ فی آخری قال فی البدائع ص ۱۷۱ فان قيل ینبغی ان لا یسجد المسبوق مع الامام لانه ربما یسہو فیما یقضى فیلزمہ السجود ایضا فودی الی التکرار و انہ غیر مشروع فالجواب ان التکرار فی صلاۃ واحدة غیر مشروع و ہما صلاتان حکما وان کانت التحریمة واحدة لان المسبوق فیما یقضى کالمفرد و نظیرہ المقیم اذا اقتدی بالمسافر سہا الامام یتابعہ المقیم فی السہو وان کان المقتدی ربما یسہو فی اتمام صلاتہ اھ و فی الکافی شرح الوافی للامام النصفی الورقة ۵۵ فیمین فقد للرابعة ثم صلی خامسة ساهیا فضم سادسة ما نضی لا یسجد للسہو قیاسا لان هذا سہو وقع فی الفراغ وقد انتقل منه الی النقل من سہا عن صلاۃ لا یسجد لہ فی صلاۃ اخرى اھ اقول ہما کصلاۃ واحدة فی حق الجبر لا اتحاد التحریمة الا ترى الی ما قالہ فی الحکائی متصلا بالعبارة مذکورۃ و یسجد السہو استحسانا لان النقصان دخل فی فرضہ عند محمد بترك السلام الذی هو واجب و ہذا النقل بناء علی التحریمة الاولی فیجعل فی حق وجوب السہو کانہا صلاۃ واحدة کمن صلی ست رکعات تطوعا بتسلیمة و سہا فی الشفع الاول یسجد للسہو فی اخر الصلاۃ وان کان کل شفع صلاۃ علی حدۃ اھ فاذا کان ہذا فی صلاتین مستقلتین بل مختلفتین فرضیۃ و تنفلا فلا ینکون فی اجزاء صلاۃ واحدة اولی وان اختلفت اقتداء و انفراد و یقطع النزاع ما نضی علیہ ان المسبوق ان لم یسجد لسہو الامام مع الامام یجب علیہ ان یسجد لہ فی اخر ما یقضى قال فی البدائع ص ۱۷۱ و لو قام المسبوق الی قضاء ما سبقن اہ و لم یتابع الامام فی السہو سجد فی اخر صلاتہ فان المسبوق ینبغی ما یقضى علی تلك التحریمة فجعل الكل کانہا صلاۃ واحدة لا اتحاد التحریمة و اذا کان الكل صلاۃ واحدة وقد تمکن فیہا النقصان بسہو الامام لم یجز ذلك بالسجدتین فوجب جبرہ اھ فاذا کان ہذا علی بسہو امامہ فلو کان لسہو نفسہ حالۃ الاقتداء حکم لوجب علیہ ان یسجد لہ فی اخر صلاتہ لکن نصہا قاطبہ انہ لیس علیہ فثبت باجماعہم ان سہو مقتدی لا حکم لہ (۱۵) ہمیں سے روشن ہوا کہ بحث ہمارا صلا قابل القیاس نہیں اگرچہ سید ابو السود نے اُس کا اتباع کیا اور علامہ شامی نے رد المحتار و منہ الخاف میں اُسے مقرر رکھا حدیث ہی کے مقابل اُن کی بحث معتبر نہ ہوتی مخطاوی علی الدعا المختار جلد اول ص ۱۷۱ مسئلہ دو رکعت نفل قبل نماز مغرب میں ہے فی البخاری انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال صلوا قبل المغرب رکعتین و ہوا مرندب و منع صاحب النہر لا ینظر لوجود الدلیل المروی فی الصحیح اسی طرف علامہ نے حاشیہ میں فی الخاف میں اس مسئلہ دائرہ ص ۳۳ میں اشارہ کیا ہے کلام نہر نفل کر کے فرمایا وقد علمت مفاد الحدیث افادہ بعض الافاضل ذکر ہم ثابت کر چکے

کرنے صریح امام عظیم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اہل باقی جملہ کتب مذہب کے خلاف ہے تو مقتضی کلام نہیں بلکہ نقیض کلام ہے ہلکنا ینفی التحقین واللہ تعالیٰ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ انعدوا حکم۔

مسئلہ - از راہبر رسول محمد سعید صاحب

اگر امام بر سو واجب ہو تو امام کے ساتھ لاحق کو سجدہ کرنا چاہیے یا نہیں اور جو مصلیٰ بعد اس سجدہ سو امام کے ساتھ شریک ہووے ان کے نماز کا بنا صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب

امام کے سو سے لاحق پر بھی سجدہ سو واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ نہ کرے بلکہ نماز پوری کر کے ہاں اگر سلام امام سے پہلے فوت شدہ نماز پوری کر کے پھر شامل ہو گیا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرا تو امام کے ساتھ ہی سجدہ سو کرے ورنہ بعد اتمام۔ اگر قبل اتمام کے ساتھ سجدہ سو کرے گا نماز تو نہ جائے گی مگر یہ سجدہ بیکار جائے گا اور خلاف حکم کا مرتکب ہو گا اور بعد اتمام پھر سجدہ سو کرنا ہو گا در مختار میں ہے الا حق سجدہ فی اخو صلاتہ ولو سجد مع امامہ اعادہ رد المختار میں ہے لانه فی غیر او انہ ولا نقصد صلاتہ لانه ما زاد الا سجدتین جو مصلیٰ سجدہ سو کے بعد قعدہ میں شریک امام ہوئے شریک جماعت ہو گئے ان کی بنا صحیح ہے باتفاق اللہ۔ و اما الخلاف فی الجمعۃ والمذہب فیہ ایضا الصحۃ در مختار میں ہے اور کھا فی تشہد او سجود سہو (ولو فی تشہدہ شی عن ط) یتما جمعة خلا فالسجدہ کما یتیم فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از چہر کوٹ بار کھان ملک بلوچستان مسئلہ قادریہ صاحب ۴۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

چہی فرماید علمائے دین میں مسئلہ کہ در سجدہ سو سلام بہر دو جانب گوید یا یکے جانب اگر امام باشد یا مفرد بکدام روایت فتویٰ است۔

الجواب

سلام ہمیں جانب راست دہد امام باشد خواہ منفرد تا آنکہ گفتہ اند کہ اگر سلام دیگر دہد سجدہ سو سا قط شود و نہ کار گرد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جردہ ضلع میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب ۲۱ شعبان ۱۳۳۵ھ

چلو رکعت والی نماز میں امام دو رکعت کے بعد بیٹھا اور اتحیات کے بعد درود شریف شروع کر دیا مقتدی کو معلوم ہو گیا ایسی حالت میں مقتدی امام کو اشارہ کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر کر سکتا ہے تو کس طرح سے۔

الجواب

اُس کا معلوم ہونا دشوار ہے کہ امام آہستہ پڑھے گا یا اگر یہ اتنا قریب ہے کہ اس کی آواز اُس نے سنی کہ اتحیات کے بعد اُس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللہ وصل علی سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سب اللہ کہہ کر بتائے اور اگر اللہ وصل علی سیدنا یا صل علی محمد کہ لیا ہے تو اب بتانا جائز نہیں بلکہ انتظار کرے اگر امام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہو جائے فہماد اور اگر سلام پھرنے لگے تو اُس وقت بتائے اس سے پہلے بتائے گا تو بتانے والے کی نماز جاتی رہے گی اور اُس کے بتانے کو امام نے گا تو اُس کی اور سب کی

جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسؤلہ مولوی احسان علی صاحب طالب علم اور سوال ۳۳۳
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں قبل دعائے قنوت کے سو رکوع کیا اور دو ایک تسبیح بھی پڑھ چکا اب خیال ہوا
کھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہولازم ہے یا نہیں۔

الجواب

تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ نہ پڑھنے پایا ہو اسے قنوت پڑھنے کے لیے رکوع چھوڑنے کی اجازت نہیں اگر قنوت کے لیے قیام کی طرف محو
کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سہو ہے نہ مختار میں ہے لو نسی القنوت نسي القنوت لا يقنط فيه لغوان محله
ولا يعود الى القيام فان عاد وقت ولم يعد الركوع لم تقصد صلاته وسجد للسجود وقت اول الزواله عن محله اقول وقوله
ولم يعد الركوع اي ولم يرتقض بالعود للقنوت لان لو اعاده فهدت لان زياده ما دون ركعة لا تقصد نعم لا يكتفيه اذن
سجد السهو لانه احراز سجدة بهذا الركوع عمدا فعليه الاعادة سجد للسهو ولم يسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مانیا والہ ڈاک خانہ قاسم پور گدھی ضلع بجنور مسلہ سید کفایت علی صاحب ۳۴ ربیع الاول شریف ۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) امام کی نیت چار فرضوں کی تھی دو رکعت اولی ختم کر چکا تھا بیچ میں اتحیات بھول گیا
اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو گیا بعد کو مقتدی نے بتایا وہ بیٹھ گیا اتحیات پڑھی اور آخر میں سجدہ سو گیا آیا مقتدی کی امام کی نماز ہوئی یا نہیں
(۲) ایک شخص وتر پڑھ رہا تھا تیسری رکعت میں اللہ اکبر کہہ کر دعا قنوت پڑھنے کا ارادہ تھا وہ بھول گیا اور بیٹھ کر سجدہ سو گیا پھر دوبارہ
وتر پڑھے پھر وہیں آن کر اللہ اکبر کہنا بھول گیا دعا قنوت پڑھی سجدہ سو گیا آیا ہو یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر امام ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہو گئی اور سجدہ سو کی حاجت نہ تھی
اور اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام لوٹا تو اسکی
بھی گئی اور سب کی گئی اور اگر مقتدی نے اس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پورا سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں پورا سیدھا ہو گیا اس کے بعد
لوٹا تو مذہب اصح میں نماز ہو تو سب کی گئی مگر مخالفت حکم کے سبب مکروہ ہوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قدمہ اولی کے لیے لوٹنا جائز نہیں
نماز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہب قوی پر نماز ہوئی ہی نہیں تو اعادہ فرض ہے اسی کی امام زبیلی نے تصریح کی ہے اور یہی شاہیر
کتب میں ہے وما بحثه المحقق في الفقه وتبعه في الجوفيه بحث بينا فيهما علقناه على رد المحتار ملك واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) پہلی بار کہ دعا قنوت پڑھنا بھول گیا تھا اور سجدہ سو کر لیا وتر ہو گئے دوبارہ پڑھنا گناہ ہوا حدیث میں ہے لا تروان في ليلة

ایک رات میں دو تر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۲۴ ربیع الاول شریف ۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو سہو ہوا مثلاً کھڑا ہونا تھا بیٹھ گیا یا برعکس اس کے تو کوئی مقتدی بجائے تسبیح (سبحان اللہ) کے تکبیر (اللہ اکبر) کہہ دے تو نمازیں اُس کی کچھ قباحات و خرابی نہیں آدے گی اور جو شخص یہ کہے کہ امام کو اگر قعدہ کرنا ہے تو لفظ التحیات کہنا چاہیے اور جو قیام کرنا ہے تو اللہ اکبر یعنی جو نسا رکن کرنا ہے اُس میں کا پہلا لفظ کہنا چاہیے صحیح ہے یا غلط۔

الجواب

نمازیں اللہ اکبر یا التحیات کہنے سے خرابی نہیں اور سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از پینڈول بزرگ ڈاکٹرانڈے پور ضلع مظفر پور سوالہ نعمت شاہ خاکی پورا ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے علمائے دین شرع متین کثر ہم اللہ بقاء ہم کا اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص انتہائی سہو و نسیان کی وجہ سے کوئی بات ٹھکانے سے یاد نہیں رکھتا ہے یہاں تک کہ نماز کے لیے جب وضو کرتا ہے تو ایک ایک اعضا کو دس دس مرتبہ دھوتا ہے اور پھر بھی اُس کو خیال ہوتا ہے کہ دو ہی مرتبہ یا ایک ہی مرتبہ دھویا ہے نماز کے لیے کھڑا ہوا تو تکبیر تحریرہ پانچ پانچ مرتبہ کہا چار رکعت پڑھا دو رکعت خیال کیا علیٰ ہذا القیاس تسبیح رکوع و سجود میں غرضیکہ دنیوی کاموں میں بھی مثلاً کوئی چیز کہیں رکھ دیا کسی کو دیدیا پھر خیال جو کیا اُس کے خُلاں ہوا ایسی حالت میں اُس شخص نے ایک آدمی اُس کے ارکان و تسبیح و رکعت وغیرہ شمار کرنے کے لیے مقرر کیا تاکہ وہ گن کر بتا دے کیا یہ جائز ہے یا نہیں اور وہ شخص ایسے سہو و نسیان کی حالت میں ان سب باتوں میں کیا کرے۔

الجواب

آدمی مقرر کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ دکیل الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اگر امام نے رکعت ثانیہ میں سہو سے تین سجودے کیا اور اس کو ظن غالب دو سجودوں کا تھا و تا خروج عن الصلوۃ امام کو بالکل یاد نہ ہوا مقتدیان بہت تھے یعنی تین صف میں سے ہر صف ۲۵-۲۶ اشخاص تھے لیکن امام کو کسی نے یاد کرایا نہیں اب نماز امام و قوم کے صحت و عدم صحت کے وجہ کیا ہے۔

الجواب

فرض ادا ہو گیا واجب ترک ہوا سجدہ سہو لازم تھا نماز پھیریں اتنے آدمی ایسی کثیر جماعت نہیں جس کے سبب سجدہ سہو ماقط ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ضلع بکھر سندھ اسٹیشن ڈھر کی ڈاک خانہ خیر پور ڈھر کی خاص دربار علی قادریہ چندے شریف از طرف ابو النصر فقیر سرور شاہ ۱۴ جمادی الآخر۔

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ کہ شخصے را در نماز مغرب سجدہ سہو لازم بود نہ داد جبر نقصان گذارد یا نہ۔ اگر گزارد و جگہ نہایت بند و چند رکعت گذارد و ہمیں جبر نقصان حکم نقل دارد یا واجب یا فرض۔

الجواب

جبر نقصان واجب است نہ رکعت نہ نیت اعادہ ہماں نماز مغرب برائے تلافی مافات کند۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسؤل مولوی عبداللہ بناری ۳۳ سوال ۱۹۳۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں بعد الحمد شریف کے کسی آیت کا پورا یا نصف لفظ زبان سے نکل گیا یا رکوع میں سہواً ایک بار سبحن ربی الاعلیٰ کہہ دیا اسی طرح سجدہ میں اور اسی طرح فرضوں کی پہلی رکعت میں جبکہ مقتدی ہے سونک کے بعد عوذ باللہ شریف پڑھ لی تو کیا الحمد شریف کا پڑھنا بھی ضرور ہوگا اور اوپر کی صورتوں میں سجدہ سہو ہوگا یا نہیں (۲) جماعت میں امام نے سمع اللہ لمن حمدہ کے جگہ اللہ اکبر کہا اور سجدہ سہو نہیں کیا کیا نماز ہوئی یا نہیں (۳) فجر کے فرضوں میں دوسری رکعت کے بعد اور دیگر وقتوں میں چوتھی رکعت کے بعد امام یا منفرد اہل بیت پڑھنی بھول کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کو کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) ان میں سے کسی صورت میں سجدہ سہو نہیں اور مقتدی کو الحمد شریف پڑھنا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) نماز ہو گئی اور سجدہ سہو کی اصلاً حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جبکہ قعدہ اخیرہ بھول کر نادر رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو جب تک اس رکعت زائدہ کا سجدہ نہیں کیا ہے بیٹھ جائے اور اتحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے اور اگر اس نے رکعت زائدہ کا سجدہ کر لیا تو اب فرض باطل ہو گئے نماز پھر سے پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پندول، زندگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسؤل نعمت شاہ خاکی بورا لاہور محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کمال درجہ کا بھول رکھتا ہے نماز کے اندر وضو و کبیرہ و رکوع و سجود و قیام بلکہ ہر رکعت نماز بخوبی میں بھول کے خوف سے بلند قرائت کے ساتھ پڑھتا ہے تاکہ ہم بھول نہ جائیں کتنا ہی وہ شخص دل میں خیال و غور کر کے پڑھتا ہے تاہم بھول جاتا ہے کچھ بھی خیال نہیں رہتا ہے اور وہ شخص جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو ایک شخص کو اس غرض سے بٹھاتا ہے کہ جو کچھ سہو واقع ہو اس کو بتلاتا جائے اس شخص کو نماز کے اندر بہت پریشانی ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ نماز چھوڑ دوں پھر کہتا ہے کہ نماز کس طرح سے چھوڑوں اور وہ شخص بہت تندرست اور مستقل مزاج ہے ایسی حالت میں اس شخص کے بالے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

کسی شخص کو پاس بٹھالینا اور اس کے بتانے پر نماز پڑھنا باطل کرے گا فجر و مغرب و عشا میں منفرد کو باوازا پڑھنے کی اجازت ہے ظہر و عصر میں صحیح مذہب پر اجازت نہیں چارہ کار یہ ہے کہ وہ شخص جماعت میں مقتدی ہو کر پڑھے تو مقتدی کو قرائت کرنی نہ ہوگی اور امام کے افعال اسے بتانے اور یاد دلانے والے ہوں گے جماعت ویسے بھی واجب ہے اور ایسے شخص پر تو نہایت اہم واجب ہے کہ بغیر اس کے اس کی منہ زہنیک ہی نہیں سنتیں اور فضل جو پڑھے ان میں کسی شخص کو امام کر لے کہ نفل محض میں

تین تک جماعت جائز ہے اور جب کوئی شخص امامت کو نہ ملے اپنی یاد پر پڑھے رکعتوں میں اگر شبہ ہو تو کم سمجھے مثلاً ایک اور دو میں تو ایک سمجھے اور دو اور تین میں تو دو اور جہاں جہاں قعدہ اخیرہ کا شبہ ہو تو وہاں بیٹھتا جائے اور اخیر میں سجدہ ہو کرے اگلا کسی طرح اپنی یاد سے نماز ادا کرنے پر قادر ہو نہ ہو تو معاف ہے درمختار میں (ولو اشتبه علی مریض اعداد الوکعات والسجودات لنفسه بلحقه لا يلزمه الاداء) ولو اداها بتلقين غيره ينبغي ان يحزبه كذا في القنية قال العلامة ط قد يقال انه تعليم وتعلم وهو مفسد كما اذا قرأ من المصحف وعلمه ناسات القراءة وهو في الصلاة قال العلامة ش قلت وقد يقال انه ليس بتعليم وتعلم بل هو تذكير او اعلام فهو كالعلام المبلغ بانتقالات الامام قائل اه ورايتني كتبت عليه ما نصه اقول ان الفتح لا يزيد على التذكير بشئ وقد قال قوم و صح ان المقتدى اذا فتح على امامه بعد ما قرائت الواجب تفسد صلاته لانه تعليم من دون ضرورة فان اخذ به الامام فسدت صلاة الكل لانه تعلم من دون ضرورة والقائلون بالجواز وهو المعتمد انما اعتمدوا على انه للحاجة كما بينه في الحلية مع الاعتراف بان تعليم وتعلم الى التشهد بخلافية - اليسوا قد اجمعوا ان لو فتح على المصلي غيره فاخذ فسدت صلاته وقد مر التنصيص على كل ذلك والاستشهاد بالمبلغ لم يصادف محله فانهم جميعاً حينئذ في صلاة واحدة فالصواب عندى الجواب بان هذا الضرورة وهي تجب التيسير وبعد فيه - بعد كيف ولو جاز هذا كان ينبغي ان يلزم الاداء كما يلزمه التوجه اذا وجد من يوجهه ففي تجويز ابطال اصل المسألة المنقولة بخلافية بحث القنية وقد يقال عن هذا الاخير انه قادر بقدره غير فلا يلزمه وان فعل صح فليتأمل حق التامل - والله تعالى اعلم -

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وڑوں میں رکعت ثالث میں امام بجائے قنوت پڑھنے کے تکبیر قنوت کہ کر رکوع کو چلا گیا اور مقتدی ان کی تکبیر کہنے سے واپس ہو کر قنوت پڑھا اور پھر دوبارہ رکوع کیا اور سجدہ ہو گیا نماز ادا ہو گئی یا وتر فاسد ہوئے رکوع میں پورا ٹھک گیا تھا جب قنوت کی طرف رجوع کی - بینوا اتوجروا -

الجواب

جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے اُسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کر کے اخیر میں سجدہ ہو کر لے پھر اگر کسی نے اُس حکم کا خلاف کیا تو بعض ائمہ کے نزدیک اُس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اصح یہ ہے کہ بڑا کیا گنہگار ہو اگر نماز نہ جائے گی رد المحتار میں مبتغی سے ہے لوسمعا عن القنوت فركع فانه لو عاد وقنت لا نفسد على الاصح اه وفيه عن الفتح في مسئلة العود الى التشهد بعد القيام للثالثة لا يخل ولكنه بالصحة لا يخل اه بهر حال اس عود کو جائز کوئی نہیں بتاتا تو عن مقتدیوں سے اُسے اس عود ناجائز کی طرف بلانے کے لیے تکبیر کہی اُن کی نماز فاسد ہوئی امام اُن کے کہنے کی بنا پر نہ لوٹتا نہ اُن کے بتائے سے اُسے یاد آتا بلکہ اُسے خود ہی یاد آتا اور لوٹتا اگرچہ اُس کا یاد کرنا اور ان کا تکبیر کہنا برابر واقع ہوتا تو اس صورت میں مذہب اصح پر امام اور باقی مقتدیوں کی نماز ہو جاتی یعنی واجب اُتر جاتا اگرچہ اس کراہت تحریم کے باعث اعادہ واجب ہوتا اب کہہ ان مقتدیوں کے بتائے سے

پیشاوریہ نماز سے خارج تھے تو خود اس کی بھی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سب کی گئی لہٰذا امتثل امرہما وتذکر بتکبیر ہم فعاد
برائے نفسہ فقد تعلم ممن هو خارج الصلوٰۃ کما افادہ فی البحر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر کتبہ اربعہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۵ھ

ترک آورد قدہ اولیٰ لیکن باتان نزدیک تر شد آنگاہ نشست باز باقی نماز گزار دریں حال نماز او جائز است یا نہ - بدینوا توجروا

الجواب

ہر کہ در فرض یا در قدہ اولیٰ فراموش کردہ استادہ تا تمامہ استادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر ہنوز بقعود اقرب بود سجدہ نہایت
و اگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد سجدہ سہولاً ازیم زیریں از بدن انسان راست نشدہ انتہیٰ نہشتن نزدیک است و چون این نصف راست
و پشت ہنوز خمیدہ است بہ استادان قریب است اگر تمامہ راست استاد آنگاہ نہشتن روا نیست اگر بقعدہ اولیٰ باز میگردد گنہگار شود اما راجح
آنست کہ نماز دریں صورت ہم از دست نرود سجدہ سہو واجب شود فی الدار المحتارہ صحت عن القعود الاول من الفرض ولو علیما ثم تذکرہ
عادالیہ ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائماً فی ظاہر المذہب و هو الاصح فتحو ان استقم قائماً لا یعود فلو عاد لا نقصد
لکنہ یکون مسیئاً و یسجد لتاخیر الواجب و هو کالشبہ کما حققہ الکمال و هو الحق بحجہ مختصراً و فی رد المحتار قولہ ولا سہو علیہ
فی الاصح یعنی اذا اعد قبل ان یستقم قائماً و کان الی القعود اقرب فانه لا یسجد علیہ فی الاصح و علیہ الاکثر واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب سجود التلاوة

مسئلہ - از ماہرہ مطرہ باغ بختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ہشتم ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر کتب نظم و نثر میں آیات سجدہ لکھی ہوتی ہیں ان کا کیا حکم ہے آیا سجدہ کرنا چاہیے یا
نہیں جیسے منقبت میں جناب مولوی عبدالقادر صاحب خصم اللہ بالمواہب کا شعر ہے سہ راہ حق میں کر دیا سجدہ میں قرباں اپنا سر
ایسی واسجد واقتریب کی کس نے کی تفسیر ہے بدینوا توجروا -

الجواب

وجوب سجدہ تلاوت - تلاوت کلمات معینہ قرآن مجید سے منوط ہے وہ کلمات جب تلاوت کیے جائیں گے سجدہ تالی و سابع پر واجب ہوگا
کسی نظم یا نثر کے ضمن میں آنے سے غایت یہ ہے کہ اول و آخر کچھ غیر عبارت مذکور ہوئی جسے ایجاب سجدہ میں دخل نہ تھا نہ یہ کہ حکم سجدہ کی رافع
و مزیل ہو تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا جس طرح حرف اسی قدر کلمات تلاوت کریں اور اول و آخر کچھ نہ کہیں سجدہ سہو واجب ہوگا ایسی ہی ہیں
بھی کہ جس عبارت کا عدم وجود یکساں ہے وہ نظر سے ساقط اور حکم سکوت میں ہے و ہذا اظہار جدا ہاں قابل غور یہ بات ہے کہ سجدہ تلاوت
کس قدر قرات سے ہوتا ہے اصل مذہب و ظاہر الروایہ میں ہے کہ ساری آیت بتامہ اس کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر ایک حرف

باقی رہ جائے گا سجدہ نہ آئے گا مثلاً اگر حج میں المرتبان اللہ سے ان اللہ یفعل ما یشاء نہ ہوا جب تک یشاء بھی نہ ہوئے
اور یہی مذہب آثار صحابہ عظام و تابعین کرام سے استفادہ اور ایسا ہی امام مالک و امام شافعی وغیرہما اللہ کا ارشاد بلکہ ائمہ مقتدیوں سے
اس بارے میں اصلاً خلاف معلوم نہیں کتب اصحاب سے متون کہ نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں قاطبہ اسی طرف گئے اور دلائل و کلمات
عامہ شروح کہ تحقیق و تنقیح کی متکفل ہیں اسی پر مبنی و متبنی ہوئے اور اکابر اصحاب فتاویٰ بھی ان کے ساتھ ہیں وقایہ و نقایہ و متقی الامم
میں ہے تجب علی من تلا آیت کثر دوائی میں ہے تجب باریع عشر آیت تنویر میں ہے یجب بسبب تلاوة آیت عنثیس ہے اذا
قرأ آیت السجدة یجب ان یسجد اھ ملخصاً غایتیں ہے سجدۃ التلاوة تجب علی من تجب علیہ الصلاة اذا قرأ آیت
السجدة او سمعها برجندی شرح نقایہ فتاویٰ ظہیریہ امام اجل ظہیر الملتہ والدین مرغینانی سے ہے المراد بالآیت آیت تامة حتی لو
قرأ آیت السجدة الا الحروف الذی فی اخرها لا یسجد الخ ہر آیت میں ہے موضع السجدة فی حم السجدة عند قوله تعالیٰ
لا یسأمون فی قول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو اما اخذ الاحتیاط فتح القدیر میں ہے وجہ انہ انکان السجود عند
تعبدون لا یضربہ الت خیر الی الایة بعدہ وانکان عند لا یسأمون ۵ لم یکن السجود قبل مجزئاً کافی میں ہے موضع السجدة
فی حم عند قوله لا یسأمون ۵ وھو مذہب ابن عباس و قال الشافعی عند قوله ان کنتم ایاہ تعبدون ۵ وھو مذہب
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم لان الامر بالسجود فیہا والاحتیاط فیہا قلنا لیخرج عن الواجب بیقین فاذا انکانت عند الایة
الثانیة والسجود قبلہا غیر جائز فلو سجد عند تعبدون ۵ لا یخرج عن العمدۃ الخ رد المحتار میں امداد الفتح اُس میں بحر الرائق
اُس میں بدائع سے ہے رجحان الاول للاحتیاط عند اختلاف مذہب الصحابة لانہا لو وجبت عند تعبدون ۵ قالت خیر
الی لا یسأمون ۵ لا یضرب بخلاف العکس لانہا لکون قبل وجود سبب الوجوب الخ اسی طرح شرح وقایہ و نفع الانوار و مختص وغیرہ
میں ہے فقہ نصوا علی ان سبب الوجوب الایة بتمامہا حتی جعلوا التقدید علیہا کتقدیم الصلاة علی وقتہا علیہ میں ہے سجدۃ
التلاوة واجبة فی الاعراف عقب اخرہا فی الرعد عقب قوله وظلالہم بالغداد والاصال ۵ وفي النحل عقب قوله ویفعلون
ما یؤمرون ۵ وفي بنی اسرائیل عقب قوله ویزید ہم خشوعاً ۵ وفي مريم عقب قوله خروا سجداً و بکیا ۵ وفي الحج عقب قوله
ان اللہ یفعل ما یشاء ۵ وفي الفرقان عقب قوله و زادہم نفورا ۵ وفي النمل عقب قوله ویعلم ما تحقون وما تعلنون ۵ وھو
معزوالی اکثر الفقہاء وقال مالک عند قوله رب العرش العظیم و ذکر النووی انہ الصواب وانہ مذہب الشافعی کما
صرحت بہ اصحابہ وفي الم السجدة عقب قوله وھم لا یتکبرون ۵ وفي ص عقب قوله وانا ب ۵ وفي قول عند الما لکیۃ
وھو رواية عن مالک عقب ما ب ۵ وفي حم السجدة عقب قوله ولا یسأمون ۵ و مشورہ مذہب مالک عقب تعبدون ۵ و
فی النجم عقب اخرہا وفي الانشقاق عقب قوله لا یسجدون ۵ و مشورہ مذہب مالک عقب اخرہا وفي العلق عقب اخرہا اثر
لہ محک عن احمد ممن قال بالسجود فی هذه المواضع الاربعۃ عشر خلاف فی شئ من محالہا المذکورۃ فیما عدا المواضع
الاربعۃ الی بیئت الخلاف فیہا نفہ فی الذ خیرۃ ذکر فی الرقیات الخ و ذکر ہنا وایۃ غویبۃ عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اھ

ملقطاً **اَوَّل** فانظر الى قوله واجبة عقب كذا وعقب كذا فان عقب ظرف للوجوب فلا وجوب قبل تمام الآية وانظر ما ذكر من اقوال المالكية والشافعية تستفيد بها انهم ايضا معاني ذلك ثم انظر الى قوله لم يجز عن احد الخ تشويه ان لاختلاف فيه لاثمة السلف اللهم الا رواية نادرة عن امامنا الثالث رحمه الله تعالى اسي طرح شرح معاني الآثار امام حمادي میں تصریح فرمائی کہ اواخر آیات موضع سجود ہے اور ہم السجدة میں اختلاف محل یوں نقل کیا قال بعضهم موضعه تعبدون ۵ وقال بعضهم موضعه لا یسأمون ۵ وكان ابو حنیفة وابو یوسف ومحمد بن یزید یذهبون الى المذهب الاخير واختلف المتقدمون في ذلك - ثم اسند عن ابن عباس وابی وائل وابن سیرین ومجاهد وقتادة مثل مذهب اصحابنا وعن ابن مسعود وابن عمر مثل مذهب المالكية واسند عن مجاهد قال سألت ابن عباس عن السجدة التي في حم قال اسجد بأخر اليتين اه قلت والباء للسببية ثم اخرج عنه بطريق اخر قال سجد رجل في الآية الاولى من حم فقال ابن عباس عجل هذا بالسجود اه يفر فرما یا فكانت هذه السجدة التي في حم مما قد اتفق عليه واختلفت في موضعها وما ذكرنا قبل هذا من السجود في السور الاخر فقد اتفقوا عليها وعلى مواضعها التي ذكرناها الخ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں لو سجد قبل تمام الآية ولو بحرف لم یصح لان وقتها انما یدخل بتمامها اس مذهب جلیل الشان مشیر الارکان پر مشرک کے پڑھنے سننے سے سجده نہیں آسکتا کہ اُس میں آیت سجده بتماہا نہیں اسی طرح ہر وہ نظم جس میں پوری آیت سجده نہ ہو اور ہمیں سے ظاہر ہو گیا کہ قراءت و سماعت نظم مطلقا موجب سجده نہیں کہ آیات چارہ گانہ سے کوئی آیت وزن عروضی کی ساعدت نہیں فرماتی جسے نظم میں لانا چاہیں گے یا پوری نہ آئے گی یا ترتیب کلمات بدل جائے گی بہر حال آیت بجا لہا باقی نہ رہے گی اللهم الا آیتہ النجم والعلن فلعل الوزن یسعهما فی بعض الشطور النادرة او الزحافات البجیدة او الابنیة الغریبة ولو بضم بعض الکلمات فی الاول او الاخر فلیعمل الفکر ہاں بعض علمائے متاخرین کا یہ مذہب ہے کہ آیت سجده سے صرف دو کلمے پڑھنا موجب سجده ہے جن میں ایک وہ لفظ جس میں ذکر سجود ہے جیسے آیت سوال میں لفظ واسجد اور دوسرا اُس کے قبل یا بعد کا جیسے اُس میں واقرب ۵ یہ مذہب اگرچہ ظاہر الروایہ بلکہ روایات نادرہ سے بھی جدا اور مسلک ائمہ سلف و تصریح و تلویح متون و شروح کے بالکل خلاف ہے مگر سراج و ہاج و جوہر ہرہ و مراقی الفلاح میں اُس کی تصحیح واقع ہوئی شرح ندر الا یفخاح میں ہے قراءۃ حروف السجدة مع کلمۃ قبلہ او بعدہ من آیتہا واجب السجدة کالایۃ المقروءۃ بتمامہا فی الصحیحۃ علاوہ طحاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں فی الجوهرة الصحیحۃ انه اذا قرء حرف السجدة وقبله کلمۃ وبعدہ کلمۃ وجب السجود والا فلا رد المحتار میں ہے فی السراج وهل تجب السجدة بشرط قراءۃ جمیع الایۃ ام بعضها فیہ اختلاف والصحیحۃ انه اذا قرأ حرف السجدة والا فلا رد المحتار میں ہے فی السراج وهل تجب السجدة بشرط قراءۃ جمیع الایۃ ام بعضها فیہ اختلاف والصحیحۃ انه اذا قرأ حرف السجدة وقبله کلمۃ او بعدہ کلمۃ وجب السجود والا فلا الخ علاوہ ابن امیر الحاج نے ائمہ متقدمین کا مذہب بیان فرما کر روایت نادرہ رقیات ذکر کی جس کی نسبت فرمایا ذکر فی تلمذ الفتاوی الصغری ان العقیہ اباج بعض ذکرہ فی غریب الروایۃ عن محمد بن فرما یا وقال الفقہ ابو جعفر اذا قرأ حرف السجدة ومعها غیرہا قبلہا او بعدہا امر بالسجود وسجد وان کان دون ذلك لا یسجد اس سے ظاہر کہ

یہ مذہب صرف فقیہ ابو جعفر ہندوانی کا ہے ائمہ سے زائد میں بھی منقول نہیں **اقول** رہیں نصیحیں وہ تعدد کتب سے متکثر نہیں ہوتیں کہ جیسے منصب اجتہاد فتویٰ نہیں اُس کا ہوا تصحیح کہنا نقل محض و تقلید مجرّد ہے پھر خادم فقہ جانتا ہے کہ اجماع متون کی شان عظیم ہے خصوصاً جبکہ جمہور شراح و کبریٰ اہل فتاویٰ بھی اُن کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ بعض صریح نصیحوں کو اسی وجہ سے نہ مانا گیا کہ مخالف متون ہیں کما بیناۃ فی کتاب النکاح من العطا یا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ علی الخصوص جبکہ وہ مذہب ائمہ مذہب سے منقول بھی نہیں صرف بعض مشائخ کا مسلک ہے اور حکم اُس قبیل سے نہیں جو اختلافات زمانہ سے بدل جائے اسی حالت میں اُس نصیح پر تعویل و اعتماد ضروری ہونا بغایت چیز مخ و انکار میں ہے لا جرم محقق ابن عابدین شامی نے عبارت مذکورہ سراج کے بعد ہم السجدہ میں تعبدون ہ دلا یسأمون ہ کا اختلاف اور اُس میں ہمارے علما کا استدلال مذکور عن الامداد عن البحر عن البدائع نقل کر کے فرمایا الظاہر ان هذا الاختلاف مبني علی ان السبب تلاوة آية تامة كما هو ظاهر اطلاق المتون وان الموارد بالآية ما يشتمل الآية والایاتین اذا كانت الثانية متعلقة بالآية التي ذكر فيها حرف السجدة وهذا ينافي ما مر عن السراج من تصحيحه وجوب السجود بقراءة حرف السجدة مع كلمة قبله او بعده لا يقال ما في السراج بيان لموضع اصل الوجوب وما مر عن الامداد بيان لموضع وجوب الاداء او بيان لموضع السنة فيه لانا نقول ان الاداء لا يجب فور القراءة كما سياتي وما مر في ترجيح مذهبنا من قولهم لانها تكون قبل وجود سبب الوجوب وقد ذكر مثله ايضا في الفهم وغيره يدل علی ان الخلاف بیننا وبين الشافعی فی موضع اصل الوجوب وانه لا يجب السجود فی سورة حم السجدة الا عند انتهاء الآية الثانية احتیاطا كما صرح به فی الهدایة وغيرها لان الوجوب لا يكون الا بعد وجود سببه فلو سجدنا بعد الآية الاولى لا يكفي لانه يكون قبل سببه وبه ظهران ما في السراج خلاف المذهب الذي مشى عليه السراج والمتون تامل انتهى **اقول** تاملنا فوجدنا ههنا حقاً واما قوله الظاهر ان هذا الاختلاف الخ فليس هذا محل الظاهر بل هو المتعين قطعاً كما لا يخفى ثم العجب من العلامة الشرنبلالی حیث جزم فی مذهبہ بما صح السراج وعلو فی شرحہ علی کلام البدائع مع تناقض ما صرح به وللصمد الضعیف عفا الله تعالیٰ له فی تحقیق هذا العوامر رسالة مستقلة الفتا بعد ورود هذا السؤال ووضحت فيها الامرام بتوفيق الملك المتعال بالبحر اصل مذہب معلوم ہے تاہم محل وہ ہے کہ بعد میں ضرر نہیں البتہ بر تقدیر وجوب ترک میوب اور صریح تصحیح جاذب قلوب لہذا انب ہی ہے کہ اسی مذہب صحیح پر کار بند ہو کر شرع مذکور کی سماعت و قراءت پر سجدہ کر لیں اسی طرح ہر نظم و نثر میں جہاں آیت سجدہ سے صرف سجدہ مع کلمہ مقدار نہ پڑھا جائے سجدہ بجا لائیں واللہ الموفق والسلام ان فی المسألة ثلثة مذاهب اخرا جعلها ما فی الوقایات وهو الوجوب باكثر الآية مع حرف السجدة مشی علیہ ماشون کالتبیین والخلاصة والدر المختار وغيرها ولكن لم یذیل بالتصحیح والباقیان انزل ودرجة فلا یخرج علی شئ مما فی مخالفة المتون وعامة الشروح وقد ذكرنا الكلام على كل ذلك فی رسالتنا المذكورة بتوفيق الله سبحانه وتعالى والله تعالى اعلم

مسئلہ۔ ازاں ہرہ منورہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ۵۰ ربیع الاول ۱۲۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سجدات کلام اللہ شریف وقت تلاوت معاً ادا کرے یا جس وقت چاہے۔ بینوا تو جہو

الجواب

سجدہ صلاتیہ جس کا ادا کرنا نماز میں واجب ہو اس کا وجوب علی الغرہ ہے یہاں تک کہ دو تین آیت سے زیادہ تاخیر گناہ ہے اور غیر صلاتیہ میں بھی افضل و اسلم یہی ہے کہ فوراً ادا کرے جبکہ کوئی عذر نہ ہو کہ اٹھا رکھنے میں بھول پڑتی ہے دینی تاخیرات و لمذاطلہ نے اس کی تاخیر کو مکروہ تریبی فرمایا مگر ناجائز نہیں فی الدار المختارہ علی التواضع علی المختار و یکوہ تاخیر ہا تنزیہا ان لم تکن صلاۃ تبتہ فعلی الغیر بصورتہا جزء منها و یا ثم بتاخیر ہا ام ملخصا لدا المختار میں ہے تفسیر الغرہ عدم طول المدة بین التلاوة والجمعة بقراءة اکثر من اربعین او ثلاث علی ماسیاق حلیہما نفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بریلی محلہ بلوچپور مسلولہ مولوی حکیم حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ الکریمہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اقرا پڑھے فرضوں میں اور ضم دوسورتوں کا کیا نہیں اور سجدہ سورت کے آخر میں ہے ادا امام ہے اگر رکوع میں نیت کرے تو مقتدی کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا آیا ہوں جائز ہوگا کہ سورت ختم کرے سجدہ کرے پھر کھڑا ہو کہ رکوع کرے یا تین سجدے کرے مطلع فرمائیے۔ بینوا تو جدوا۔

الجواب

فی الواقع اگر صورت مستفسرہ میں امام نے فوراً رکوع کیا اور رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کر لی تو اس کا سجدہ تو ادا ہو گیا مگر چون مقتدی نے نیت نہ کی ان کا سجدہ ایک مذہب علیہا دہوگا یعنی عند من لا یجوزی للامام و بنية الامام وھما قولان حکما ھما القہستانی نہ وہ آپ جدا گانہ سجدہ کر سکیں گے للزوم خلاف الامام نہ سجدہ نماز انھیں سجدہ تلاوت سے کافی ہوگا اگرچہ وہ اس میں سجدہ تلاوت کی نیت بھی کر لیں لانہ لسا نواھا الامام فی رکوعہ تعین لھا افادہ ح قالہ ش بلکہ اس کی سبیل یہ ہوگی کہ بعد سلام امام سجدہ تلاوت کریں پھر یہ سجدہ رافع قدہ ہوگا کما تقر فی مقبہۃ فرض ہوگا کہ قدہ کا عائدہ کریں نہ کریں گے تو نماز جاتی رہے گی فی الدار المختارہ عن القنیۃ لو نواھا فی رکوعہ ولم یزھا المونم لم تجزہ و یسجد اذا سلم الامام و یجید القعدۃ ولو ترکھا خست صلاۃ جب یہ دقتیں ہیں تو ایسی حالت خصوصاً اس زمانہ حیات میں رکوع نماز سے سجدہ تلاوت ادا کر لینا مقتدیوں کو فتنے میں ڈالنا ہے لہذا امام کو اس سے بچنا چاہیے فی رد المختار ینبغی للامام ان لا یزویھا فی الوکوع اور اگر یہ کرتا ہے کہ سورت ختم کرے فوراً سجدہ تلاوت کرے اور اس کے بعد کھڑا ہو کر معاً رکوع میں چلا جائے تو سجدہ تو سب کا ادا ہو جائے گا مگر یضیل مکروہ ہوگا کہ سجدہ تلاوت و رکوع میں فضل نہ کیا فی مرقا الفلاح لو کہ بھود قیامہ منھا کرے بس اگر تلاوت کے لیے سجدہ مستقلہ ہی کرنا چاہے تو اس کا یہ طریقہ اسلم کہ سجدہ سے اٹھ کر دوسری سورت مثلاً سورت مستفسرہ میں سورہ قعد یا تلاوت و انعم میں سورہ قمر کے اول سے دو تین آیتیں خواہ زیادہ پڑھ کر رکوع کرے اس میں اگرچہ ایک رکعت میں سورہ قعد سے پڑھنا ہوگا اور فرضوں میں اس کا ترک اولیٰ مگر سورتوں میں فضل نہ ہو تو مکروہ نہیں بشرح صغیر منینہ میں ہے لوجمع بین السورتین فی رکعة واحدة الا ان لا یفعل فی الغرض و لو فعل لا یکرہ الا ان یترک بلینما سورۃ او اکثر بخلاف بعد سجدہ تلاوت بلا فضل رکوع میں جانے کے کہ یہ مکروہ ہے کما حد منہا تو اس کے دفع کو اسے گوارا کیا جائے گا مرقا الفلاح میں ہے اذا كانت اخر تلاوتہ

یفی ان یقرأ ولولم یکن من سورۃ اخری بعد قیامہ منها حتی لا یصلید بانیا الرکوع علی السجود ایک طریقہ تو یہ تھا اور ان سے
 بہتر و خوشتر اور ہر قدر شریعہ سالم و محفوظ تر یہ ہے کہ صورت مستقرہ میں تلاوت کے لیے مستقل سجدہ اصلاً نہ کرے بلکہ آیت سجدہ پڑھتے ہی سنا نماز کا
 رکوع بجالائے اور اُس میں نیت سجدہ نہ کرے پھر فومہ کے بعد فوراً نماز کے سجدہ اولیٰ میں جائے اور اُس میں نیت سجدہ کر لے اب دیکھنی قیامت
 یا کر اہمیت یا تقویت فضیلت لازم ہوئی نہ مقتدیوں پر کچھ دقت آئی اگرچہ انھوں نے کہیں نیت سجدہ تلاوت نہ کی ہو کہ سجدہ نماز جب فی الفور
 کیا جائے تو اُس سے سجدہ تلاوت خود بخود ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ ہو فی رد المحتار و رکوع و سجدہ الصلاۃ فوراً خان سجدہ و مقتدی
 سنن سجدہ و تلاوت بلا نیۃ تبع السجود امامہ لما مر انفا انھا قودی بسجود الصلاۃ فوراً وان لم یزاد یہیں سے ظاہر کہ اس محمد
 و محفوظ صورت میں اگر خود امام بھی اصلاً نیت سجدہ تلاوت نہ کرے تاہم سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا اور امام و مقتدی ہر وقت سے امان میں
 رہیں گے بلکہ ہمارے علماء بحالت کثرت جماعت یا اختائے قرأت اسی طریقہ کو مطلقاً افضل ٹھہراتے ہیں کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کے رکوع
 و سجود کر لے تاکہ تلاوت کے لیے جلد سجدے کی حاجت نہ پڑے جس کے باعث جہاں کو اکثر التماس ہو جاتا ہے راتی الفلاح میں ہے یفیی
 ذلک للامام مع کثرة القوم و حال الخافتۃ حتی لا یؤدی الی التخلیط علامہ طحطاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ای ولا یجعل
 لہا رکوعاً و سجوداً مستقلاً خوف الفساد من غیرہ میں کہتا ہوں کثرت جماعت کی قید اس نظر سے ہے کہ جب ہجوم ہوگا تو عوام بھی
 ضرور ہوں گے اب ہمارے زمانہ میں کہ عام لوگ عوام ہی عوام ہیں کثرت و قلت سب یکساں تو سجود مستقل سے مطلقاً ہی صورت انسب و
 اولیٰ مگر یہ کہ امام جانتا ہو کہ اس وقت میرے پیچھے صرف وہی لوگ ہیں جو دینی مسائل کا علم رکھتے ہیں لیکن اس قدر ضرور یاد رکھنا چاہیے
 کہ یہ صورت اُسی حالت میں بن پڑے گی کہ آیت سجدہ کے بعد رکوع و سجود نماز میں دیر نہ کی فوراً بجالایا در نہ اگر آیت سجدہ پڑھ کر تین چار
 آیتیں اور پڑھ لیں تو اب سجدہ تلاوت ہرگز بے خاص مستقل سجدے ہی کے ادا نہ ہوگا اور تاخیر کا گناہ ہوا وہ علاوہ در مختار میں ہے
 الصلوۃ علی الفور لصیور و تھا جزء منها دیا ثمر بتاخیر ہا رد المحتار میں ہے لو انقطع الفور لا بد لہا من سجود خاص بھا
 ما دام فی حرمتہ الصلاۃ و عللہ فی البدائع بانھا صارت دینا والدین یقضی بعمالہ لا بما علیہ والرکوع والسجود علیہ
 فلا یتأدی بہ الدین اھ اُسی میں ہے ان فات الفور لا یصح ان یرکع لہا ولو فی حرمتہ الصلوۃ بدائع ای فلا بد لہا
 من سجود خاص بھا الخ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و عللہ جلیل مجدہ انقروا حکم۔

مسئلہ - سؤلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلی (سوال منظوم)

عالمان شرع سے ہے اس طرح یہ سوال ہو دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ شخص خصال ہو اگر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا
 تب بھی سجدہ کرنا کیا اُس شخص پر واجب ہوا؟ اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے سے؟ پھر ادا کرنے سے اُن پکڑوں کے پہلے وہ مرتباً
 پس سجدہ و شکی کی اُس کے شکل کیا ہوگی جناب؟ چاہیے ہے آپ کو دنیا جو اہل باصواب ہو؟

الجواب منظوم

ترجمہ بھی اصل ساں ہے و جب سجدہ بالیقین و فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط اُس میں نہیں؟ آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جائز

اب زباں سمجھے دیجھے سجدہ واجب ہو گیا ؛ ترجمہ میں اُس زباں کا جاننا بھی چاہیے ؛ تقسم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے ؛ تاکہ بن و جبہ تو صادق ہو سنا قرآن کو ؛ ورنہ ایک صحیح ہوا مٹتی چھو گئی جو کان کو ؛ ہے یہی مذہب یہ یُفْتٰی عَلَیْہِ الْاِغْتِمَادُ ؛ شامی از فیض نثر واللہ اعلم بالرشاد ؛ سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی ؛ صیر فیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی ؛ کہتے ہیں واجب نہیں اُس پر وصیت وقت موت ؛ فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبروت ؛ یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرائیں ؛ جزا دیا تو یہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں ؛ یہ نہیں معنی کہ ناجائز ہے یا بیکار ہے ؛ آخر اک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے ؛ قُلْتُمْ اَخَذْنَا مِنْ اَلْعَظْمِیْنَ فِیْ اَمْرِ الصَّلَاۃِ ؛ وَ هُوَ یَحْتِ ظَاہِرٌ وَالْعِلْمُ حَقًّا لِلّٰہِ ۔

مسئلہ - امانت علی شاہ قصیدہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۴ رمضان شریف ۱۳۳۱ھ

- (۱) اگر بے وضو تلاوت میں لفظ سجدہ آجائے تو بعد کو سجدہ کس طرح کہے کیا بعد کو سجدہ کی نیت کرنا ہوگی یا اور کسی طرح سے بینوا توجروا
- (۲) اگر باد وضو پہلے تلاوت کرتا ہو اور کلام مجید سامنے رکھا ہو اُس وقت لفظ سجدہ آئے تو کلام مجید علیحدہ رکھ کر سجدہ کرنا چاہیے یا اور کسی طرح سے اور اگر علیحدہ رکھا جائے تو بند کر کے یا کھلا ہوا - بینوا توجروا -

الجواب

- (۱) بعد کو بھی سجدہ اُسی طرح کرنا ہوگا جیسا اُس وقت کیا جاتا یہ نیت ہر وقت کرنی ہوتی ہے کہ تلاوت کے سبب جو سجدہ مجھ پر واجب ہوا اُسے ادا کرنا ہوں یہ سمجھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑے سے سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے اس کے سوا اور کوئی نیت زبان سے نہیں کی جاتی - واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اس کے لیے کوئی خاص حکم نہیں جو آسان ہو اور قرآن عظیم کے ادب کا لحاظ ضرور ہے اور سجدہ میں اُس کا سامنے ہونا کوئی حرج نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - ۱۳۳۱ھ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کنگر تواج پڑھنے میں مقام سجدہ آگیا تو کیا امام سجدہ کر سکتا ہے یا نہیں -

الجواب

تراویح خواہ کسی نماز میں اگر آیت سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ واجب ہے تین آیت سے زیادہ دیر لگاتا گناہ ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ صَلَوةِ الْمُسَافِرِ

مسئلہ - خلیل پور تحصیل گنڈا اسٹیشن بیرالہ شکر سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر مسئلہ عظیم الشان صاحب ۴۴ حمادی بالا خزہ ۱۳۳۱ھ بندہ نے بتقریب ملازمت انگریزی دورہ شروع کیا ہے دو ماہ دورہ ہوگا اور اصلی مقام سے ۴۴ کو س کے فاصلہ تک جانے کا ارادہ ہے لیکن اب تک ۲۰ کو س سے کم فاصلہ پر رہا اور ہمیشہ درمیان میں مقام اصلی کی داپسی کا ارادہ رہا اور واپس ہوتا ہوا اب اصلی مقام سے چل کر ریل کی سواری میں ۳۰ کو س سے زیادہ پر پہنچنے کا ارادہ ہے اور دورہ کے طور پر کہیں دور در کہیں چار روز ٹھہرنا ہوگا

ایسی حالت میں باعتبار مسافت سفر نمازیں قصر کرنا چاہیے یا اہل خبا کی طرح پوری نماز پڑھنا چاہیے جناب دورہ وغیرہ کے حال سے واقف ہیں اگر سوال میں کچھ اجمال یا اطلاق رہا ہو تو اس کو جواب میں دفع فرمادیں **المفصل** عام فہم جناب بواسطی ڈاک ارشاد ہو منزل دس کوس کی شمار ہوتی ہے یا بارہ کوس کی۔ البتہ جو پوری نماز پڑھی یہ صحیح کیا یا غلط۔ والسلام خیر ختام

الجواب

دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس کی نیت سے چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر پھر دوسرے کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت حال سفر نہیں اگر چہ اس میں سو کوس کا فاصلہ ہو جائے ہو ہیں اگر اس موضع بید سے واپسی بھی اسی طریق دورہ ہو کر سیکے بعد دیگرے قریب قریب مقامات کے قصد سے چلتے ہوئے محل اقامت کے نزدیک اگر لیٹ آئیں تو اس رجوع میں بھی قصر نہیں ہاں اگر جانے خواہ آنے میں کسی محل اقامت سے بالخصوص ایسی جگہ کے عزم پر چلیں جو وہاں سے مدت سفر پر ہو تو سفر تحقق اور قصر واجب ہوگا اسی طرح اگر دورہ کسی ایسے مقام پر ختم ہوا جہاں سے محل اقامت تین منزل ہے اب بخط مستقیم وہاں کو پہنچے تو بھی وہاں یہاں تک حالت سفر ہے فتح القدیر میں ہے الخلیفۃ ان کان انما قصد الطواف فی ولائتہ فانہ حیث نہ غیر مسافر حتی لا ینقصہ الصلوۃ فی طوافہ کالساخ اہ ملخصاً ذکوہ فی باب الجمعة مسئلۃ قصر منی فی الموسوعۃ اختیار شرح مختار و خزائن المفتین میں ہے الخلیفۃ اذا مسافر فی قصر الصلوۃ الا اذا طاف فی ولائتہ فتاویٰ نازیہ میں ہے خرج الامیر مع الجیش لطلب العداء ولا یقصر وان طال سیرۃ وکذا اذا خرج لقصد مصر دون مدۃ سفر ثم منہ الی اخر کذا لک لعدم نیتہ السفر اسی میں ہے و فی الرجوع لو من مدۃ سفر قصر **واقول** وبالله التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ تحقق سفر شرعی کے لیے نہ مجرد سیر بے قصد کافی نہ تھا قصد بے سیر بلکہ دونوں کا اجتماع ضرور کما تفیدہ الاسفار قاطبہ و بدینہ فی خزائن المفتین وغیرہا اور قصد سے مراد قصد فی الحال متعین فعل مقارن سیر ہے جسے عزم کہتے ہیں کما یدل علیہ تہذیبہم جمیعاً بلفظۃ الحال فیحد المسافر بمن جاوز عمران موطنہ قاصداً مسیرۃ ثلاثۃ ايام قصد فی الاستقبال کہ بالاجماع کافی نہیں کمین خروج قاصداً قریۃ قریبۃ ومن نیت ان ینشیء بعدہا سفر الی بلد بعید فانه لا یکون فی مسیرۃ الیہا مسافراً قطعاً اور نیت اپنی غایت مقصودہ بالذات پر پہنچ کر منتهی ہو جاتے ہیں کہ غایت ماہی غایت لہ سے متاخر فی الوجود ہے اور حرکت کے لیے بعد وجود بقائے نہیں تو اس کے بعد اگر دوسرے مقصود کی طرف نہضت ہو تو وہ سیر آخر قصد آخر ہے اور قبل وصول منتهی نہیں ہوتی اگرچہ سکون و نزول تغلل ہو و لہذا اگر کسی منزل میں کوئی شخص طے نازل کئے گا میں فلاں جگہ جانا تھا کہ وہ ملایا جاتے ہیں اس سے ملاقات ہوئی یا جاتے ہوئے راہ میں مل گیا تو وہ نہایات مختلفہ کا قصد مقارن اول توجہ جزئی مقصد بیدار معین و نہایت معین میں کہ ان کا تعین اس کے تشخص کو لازم ہے ہرگز نہ ہوگا بلکہ صرف غایت اولیٰ ہی کا قصد فی الحال اور ثانیہ کا ہو تو فی المال فالاستقبال اگرچہ باعث علی الخروج محاذ امرین ہو اس سیر خاص میں کسی طرف توجہ اور چیر اور دل میں کہیں جانے کا خیال اور چیز ثانی قصد مستقبل کو بھی شامل جسے یوں تعبیر کریں گے کہ وہاں بھی جاؤں گا یا یہاں ہو کر وہاں جانا ہے اور اول خاص اسی کے لیے ہے جو اس سیر جزئی مخصوص کا منتهی ہے جس کے حصول پر یہ منتهی ہو جائے گا اس پر

دلیل واضح مسئلہ آفاقی ہے جو بقصد حاضری مکہ منظم چلا ہے احرام باندھے میقات سے تجاوز اُسے حرام ہے اگر حلت چاہے تو علمائے خزانے
 ہیں حیلہ یہ ہے کہ بین الحرم والمیقات کسی مقام مثلاً جدہ وغیرہ کا قصد کرے کہ وہاں پہنچ کر اُس کے اہل سے ملتی ہو جائے گا اور اب
 مکہ منظم کو جانا داخل میقات سے ہوگا نہ گھر سے تو اب اُس کی میقات نسک کے لیے ہے تو یہ الا بصار دور مختار میں ہے دخول آفاقی
 البستان اسی مکانا من الحِل داخل المیقات لحاجۃ قصدھا ونیۃ مدۃ الإقامة لیست بشرط علی المذہب لہ دخول مکہ
 غیر محرم ووقتہ البستان ولاشی علیہ لاندہ التخی باہلہ وھذہ حیلۃ لافاقی یرید دخول مکہ بلا احرام نیز اُسی میں قبیل
 فصل احرام ہے لو قصد موضعا من الحِل کخلیص وحدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التخیق باہلہ فلہ دخول
 مکہ بلا احرام وھو الحیلۃ لمرید ذلک الا المامور بالحل للخالقۃ بردا المختار میں ہے قصد موضعا من الحِل ای قصد اولیا
 کما اذا قصدہ لبيع او شراء انه اذا فرغ منه یدخل مکہ ثانیاً بحر الرائق میں ہے لانه لم یقصد اولاً دخول مکہ وانما قصد
 البستان قالوا وھذہ حیلۃ لافاقی اذا اراد ان یدخل مکہ بغیر احرام فینوی ان یدخل خلیصاً مثلاً فلہ مجاوزۃ رابع ارنی
 ھو میقات الشامی والمصری المحاذی للبحرۃ الخ۔ اُسی میں قبیل باب الاحرام ہے لافاقی اذا قصد موضعا من الحِل کخلیص
 یجوز لہ ان یتجاوز المیقات غیر محرم وھو الحیلۃ لمن اراد ان یدخل مکہ بغیر احرام ینبغی ان لا تجوز ھذہ الحیلۃ لئلا یمور
 بالحج لانه لم یکن سفرہ للحج اشباہ میں ہے اذا اراد لافاقی دخول مکہ بغیر احرام من المیقات قصد مکاناً اخر داخل لمواقیت
 کبستان بنی عامر ذخیرہ وھندیہ میں ہے الحیلۃ لافاقی اذا اراد دخول مکہ من غیر احرام من المیقات ان لا یقصد دخول مکہ
 وانما یقصد مکاناً اخر وراء المیقات خارج الحرم نحو بستان بنی عامر ثم اذا وصل ذلک الموضع یدخل مکہ بغیر احرام مسک
 متقطع میں ہے ذکر الفقہاء فی حیلۃ دخول الحرم بغیر احرام ان یقصد بستان بنی عامر ثم یدخل مکہ فالوجہ فی الجمیلۃ
 ان یقصد البستان قصد اولیا ولا یضہ قصدہ دخول الحرم بعدہ قصداً ضمنیاً وعارضیاً کما اذا قصد مد فی جدۃ لبيع
 و شراء اولاً ویكون فی خاطرہ انه اذا فرغ منه ان یدخل مکہ ثانیاً بخلاف من جاء من الھند مثلاً یقصد الحج اولاً واندہ
 یقصد دخول جدۃ تبعاً ولو قصد بیعا وشرءاً ھ تلك النقول باختصار ظاہر ہے کہ جب اُس کی نیت حاضری مکہ منظم ہے تو جدہ کا
 ارادہ کر لینے سے دل کا وہ خیال ہرگز منتفی نہ ہوا واندہ علماء اسے بلفظ حیلۃ تعبیر اور خود ارادۃ دخول مکہ بغیر احرام سے تصویر فرماتے ہیں اگر
 قصد مکہ منتفی ہو جاتا تو ان عبارات کا اصلاً کوئی محل و محل نہ تھا ہاں یہ ہوا کہ قصد مکہ باعتبار مال و استقبال رہا قصد اول جدہ کے لیے
 قرار پایا جیسا کہ بحر الرائق و رد المحتار و شرح لباب سے گزرا اسی بنا پر علمائے کرام نے مجاوزت میقات بلا احرام جائز فرمایا حالانکہ خیال مکہ
 یقیناً اول سے موجود ہے تو ثابت ہوا کہ جب دونہایا مختلف مقصود بالذات ہوں تو قصد مقارن خاص حصہ اولیٰ ہے اور ثانیہ کے لیے وہی
 مال و استقبال کا خیال جیسا کہ عبارت مولانا علی قاری ویکون فی خاطرہ انه اذا فرغ منه ان یدخل مکہ ثانیاً نے روشن کر دیا
 یہ قصد حقیقۃ قصد بالفعل نہیں واندہ اسی کو ذخیرہ وھندیہ میں با آنکہ شروع تصویر مسئلہ بلفظ اراد دخول مکہ من غیر احرام بلفظ
 ان لا یقصد دخول مکہ تعبیر فرمایا وھذا للتحقیق الشریف الفاضل علی قلب العبد الضعیف من فیض الفتاح العظیم النجیب

اللطیف و اللہ الحمد طاح و زاح ما کان یوسر علی هذا الاحتیال من الاشکال الذی اضطربت فیہ الاقوال و کثرت فیہ القیل والقال و اختلفت فی حله افهام الرجال و کان اقرب من جمیع الی ما جنت الیہ العلامة القارئ الجلی الفضال و لقد احسن اذا استشکل بتظافر العلما علی ذکر هذه الحلیة کلام الباب الموهوم لا اختصاص المسألة بمن حلف له قصد مکة بعد دخول البستان و لم یکن فی خاطره دخول الحرم من قبل اصلا و عکس العلامة الفاضل الشامی فی رد المحتار و منحة المحتل فاستشکل بظاهر الباب ما تظافرت علیہ کلمات الائمة اولی الالباب و بما وفقنا المولی سحنه و تعالی ظهوران لا صعوبة ولا اشکال وان لا مخالفة لنفی قصد الحرم مطلقا او قصدا اولیا او حصرا القصد فی البستان مع الاحتیال لمن یرید الحرم بلا احرام و الحمد لله علی ابانة الصواب و اصابة المرام جب یوفین الله تعالی یمقدات مہدیہ حکم مسدود و منکشف ہو گیا آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر اور موضع میں بھی دو ایک روز ٹھہرنے کی نیت رکھے کما افادہ المولی علی القارئ بقولہ بخلاف من جاء من الهند مثلاً بقصد الحج اولاً الخ مگر غالباً دورہ کی یہ حالت نہیں ہوتی اس میں بالخصوص مقصود اصلی وہ موضع بعید ہی نہیں ہوتا خاص اس کے قصد پر چلے بلکہ سب مواضع میں گشت کا ارادہ اور ہر موضع مقصود بالذات ہوتا ہے تو اگرچہ بعض سیر لحاظ مجمع ہے مگر ہر مقصود اپنی سیر خاص جزئی پر محدود موضع قریب کو جاتے ہوئے قصد مقارن اسی کے لیے ہے اور قصد بعید صرف بمعنی خیال و ارادہ مال تو جب کسی موضع سے دوسرے تک سیرت سفر نہیں اصلاً کوئی سیر بقصد سیرت سفر متحقق نہ ہوتی ہاں وہ چند قصدوں سے چند سیریں ہیں جن کا مجموعہ سیرت سفر ہے زائد اسی آخر ذر دیکھا کہ علامہ بحر صاحب بحر رحمہ اللہ تعالیٰ نے امور پنج کے لیے دخول مکہ بغیر احرام میں اس حیلہ کا عجاز نہ مانا کہ جب وہ بایں قصد چلے گا کہ یہاں سے برتان بنی عامر جاتا ہوں پھر وہاں سے مکہ منظرہ چلوں گا تو اس کا یہ سفر حج کے لیے نہ ہوا معلوم ہوا کہ مقصود سیر وہی مقصود اولی ہوتا ہے و بس و لہذا ذخیرہ و ہندیہ میں ان لا یقصد مکة فرمایا تھا تو روشن ہوا کہ بالمال سیرت سفر کی دوسری ہر جائے کا خیال سیر بقصد سیرت سفر نہیں اور وجوب سفر شرعی ہی تھی کہ تحقق نہ ہوئی و بہ تبیین و اللہ الحمد ان ما ذکر المولی الفاضل ابراہیم الحلی فی الغنیۃ بما مضی قد یفہم من التمثیل بالخلیفة فی اول مسألة التبع ان الخلیفة والسلطان کغیرہ فی انہ اذا نوى السفر یصح مسافرا و یقصر فقیل هذا اذا المرکین فی ولايتہ اما اذا طاف فی ولايتہ فلا یقصر والا صح انہ لا فرق لما تقدم من نفل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و الخلفاء الراشدین انہم قصروا حین سافروا من المدينة الی مکة و غیر ذلک و مراد من قال اذا طاف فی ولايتہ لا یقصر هو ما صرح بہ حافظ الدین البزاز فی فتاویہ انہ اذا خرج من شخص احوال الرعیۃ و قصد الرجوع متى حصل مقصودہ و لم یقصد مسیرة سفر حتی انہ فی الرجوع یقصر لو کان من مدۃ سفر ولا اعتبار بمن علی بان جمیع الولايات بمنزلة مصر حالان هذا تعلیل فی مقابلة النص مع عدم الروایۃ عن احد من الائمة الثلاثة فلا یسمع اوضاع ان ما ذکر من قصد الرجوع متى حصل مقصودہ انما ذکرہ البزاز فی مسألة اخرى غیر التي نقلنا عنها و ہی ما قال بعد ما و کذا الا ما مر بالخلیفة والا میر و الکاشف لیخص الرعیۃ و قصد کل الرجوع متى حصل مقصودہ و لم یقصد و امسیرة سفر قصروا انما الخ

لا یمتاع ما نحن فريده في شئ فانما مقصود كما هو صريح سنون كلامه الورود على من زعم ان الخليفة تولا يصير مسافرا في ولايته وان قصد مسيره سفر وهو مويد البطلان اما ما نحن فيه فقد بينا انه لا يصدق فيه قصد مسيره سفر فهذا امما لا يخالف فيه المحلي ولا احد فلا عيار على ما افاده المحقق على الاطلاق في الفتوى والامام البرزلى في فتاونه والعلامة ابن الساعاتى في الاختيار والامام ابن السمعاني في الخزانة والله الحمد على حسن الاياتة هكذا ينبغي التحقيق والله تعالى ولي التوفيق تحقيق ابن كرتير في توفيق باب قد ير ذكر كى مطلقا هر صورت كوشاى ہے اگر چه مقصود اصلى قريب مقصود اصلى بسيد كى ماه ميں واقع ہوا اور اگر اس كى راہ سے بالكل جدا ہوا دورہ مانج ميں اكثر ايسا واقع ہوتا ہے مثلاً اس شكل ميں ب محل اقامت ہے اور نقاط باقىہ مواضع مقصودہ ان ميں كوئى ايك دوسرے سے سيرت سے سفر پر نہیں مگر ب سے دورہ كرنے والا جس وقت ب سے ج كى طرف چلا كوئى نكسے گا كاس وقت يے كى طرف توجہ ہے يے كو جاتا ہے يے كے قصد پر چلا ہے بلکہ باليقين اس سير ميں ج مقصود ہے اگر چه خيال يے بھی ہے كہ ان نقطوں پر ہوتا ہوا يے كو بھی جاتا ہے تو كسى سير ميں قصد مقارن سيرت سفر كا نہ پایا گیا پا بالجلہ يہ دورے سفر نہیں ہوتے اگر چه كتنے ہی دور تک ہوں اب تك كہ نماز ميں پورى پڑھیں بہت بجا كيا تنبيه يہاں سے سياحين و داعطين كا حكم بھی واضح ہو گیا جنھيں كوئى مقام محل اقامت سے مدت سفر پر خاص مقصود بالذات نہیں بلکہ شہر بشہر قرىہ بقرىہ چند ب كوس كے فاصلوں پر گشت كرنا سير و كھينا يا ہر جگہ و غلہ وغیرہ كے ذريعہ سے كمال مقصود ہے تو جب تك كسى محل اقامت سے سيرت سفر كا قصد اولى نہ ہو مسافر نہ ہوں گے اگر چه سارے ملك ميں پھر آئیں جس طرح سياح كى نسبت خود فتح القدير ميں مصر فارشا ہوا يہ مسئلہ كثير الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل منزل ہمارے بلاد ميں تقريباً بارہ كوس كى ہے يہ قول مفتى ہے كے قريب تر ہے جسے نظيرہ محيط برہانى و ہنا يہ وكفا يہ شروح ہدایہ و خزانة المفتين وغير ہا ميں عليه الفتوى كمال منزل اٹھاہ ميل ہے اٹھاہ ميل كے سوا گیارہ كوس ہوتے ہيں يہ قول اصل مذہب ظاہر الروايہ كے خلاف نہیں بلکہ ان بلاد كے مناسب اُسى كى تقدير و شرح ہے كمانبہ عليه العلامة اسمعيل مفتى دمشق الشام كمال نقلہ في منحة الحائق ہمارے بلاد ميں دس كوس كا اندازہ قابل قبول نہیں كہ يہاں اقصر ايام يعنى تحيل جدى كے دن ميں فجر سے نزال تك سات سات كے قريب وقت ہوتا ہے اور شك نہیں كہ پيادہ اپنى مقتل چال سے سات گھنٹہ ميں بارہ كوس بے تكلف چل ليتا ہے جس پر بار بار كا تجربہ شاہد والله سبحانه وتعالى اعلم و على جل مجد كاتہ و احكم۔



مسئلہ - ازالہ آباد كوٹى حثمت اشرفاں جنٹ مجسٹریٹ مرسلہ علی محمد خاں ۲۸ جمادى الاولیٰ ۱۳۱۸ھ
ميں آج كل الہ آباد ميں ہوں تو الہ آباد ميرے واسطے سفر خيال كيا جائے گا يا نہیں ليكن جنٹ صاحب كى كوٹى ميں رہتا ہوں اور الہ آباد
ايك ہفتہ سے زيادہ رہنا نہیں ہوتا ليكن پھر اُسى روز واپس آنا پڑتا ہے الہ آباد ميں نماز سفر كى پڑھى جائے گی يا نہیں اور الہ آباد سے كرنا ايك
مقام ہے جو قريب دس ميل كے ہے وہاں پر بھی سفر كى نماز پڑھى جائے گی يا نہیں وہ الہ آباد ہيں كے ضلع ميں ہے جواب جلد مرحمت فرمائيے۔

الجواب

الہ آباد تھا را وطن اصلى نہیں نہ جنٹ صاحب كى كوٹى ميں ٹھہرنا اُسے كسى طرح كا وطن كہ دے گا جبکہ جنٹ خود آج كل وہاں نہیں بلکہ

پندرہ دن قیام کی نیت رکھی جائے گی اگر اس سے کم مدت قیام کی نیت ہے یا مقدار قیام کچھ معلوم نہیں کسی کام کے لیے گئے ہو اس کے ہو جانے کا انتظار ہے آج ہو جائے تو آج چلے جاؤ بیس دن بعد ہو تو بیس دن بعد تو اس صورت میں الہ آباد کا رہنا تھا دسے لیے سفر ہی سمجھا جائے گا نماز سفر کی پڑھو اگرچہ انتظار انتظار میں بیٹے گزر جائیں یہ ہیں اطراف میں جہاں جاؤ چادر کشت کی دو ہی پڑھو جب تک کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو اور اگر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت الہ آباد میں کر لی ہے تو اب الہ آباد وطن اقامت ہو گیا ناظر پوری پڑھی جائے گی جب تک وہاں سے تین منزل کے ارادہ پر نہ جاؤ اگرچہ ہر ہفتہ پر بلکہ ہر روز الہ آباد سے کہیں ٹھوڑی ٹھوڑی دور یعنی چھٹیس کو س سے کم باہر جانا اور دن کے دن واپس آنا ہو جبکہ نیت کرتے وقت اُس پندرہ دن میں کسی لات دوسری جگہ شب باشی کا ارادہ نہ ہو ورنہ وہ نیت پورے پندرہ دن کی نہ ہوگی مثلاً الہ آباد میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہوگا تو یہ پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہوئی اور سفر ہی رہا اگرچہ دوسری جگہ الہ آباد کے ضلع میں بلکہ اُس سے تین چار ہی کو س کے فاصلہ پر ہو اور اگر پندرہ راتوں کی نیت پوری نہیں ٹھہرنے کی تھی اگرچہ دن میں کہیں اور واپس آنے کا خیال تھا تو اقامت صحیح ہو گئی نماز پوری پڑھی جائے گی جبکہ وہ دوسری جگہ الہ آباد سے ۳۶ کو س یعنی ستاون اٹھاون میل کے فاصلے پر نہ ہو غرض قیام کی نیت کرتے وقت ان خیالوں کا اعتبار ہے بعد کو جو پیش آئے اُس کا لحاظ نہیں مثلاً پندرہ رات پورے کا قیام ٹھہرا لیا اور اس کے بعد اتفاقاً چند راتوں کے لیے اور جگہ جانا ہوا جو الہ آباد سے تین منزل کے فاصلہ پر نہیں اگرچہ دس بیس بلکہ چھپن میل تک ہو تو سفر نہ ہوگا اُس مقام دیگر میں بھی نماز پوری پڑھنی ہوگی اور الہ آباد میں بھی ان سب صورتوں کو خوب غور سے سمجھ لو فی الدر المختار لو دخل الحاج مكة ايام العشر لم تصح نيته ان يخرج الى منى وعرفة فصار كنية الإقامة في غير موضعها وبعد عوده من منى تصح كما لو نوى مبية باحد هما الخ وفي رد المحتار قيل هذه المسألة كانت سبباً لتفقه عيسى بن ابان وذلك انه كان مشغولاً بطلب الحديث قال فدخلت مكة في اول العشر من ذي الحجة مع صاحب لي وعزمت على الإقامة شهراً فجلت ان الصلاة فلقيني بعض اصحاب ابى حنيفة فقال لي اخطأت فانك تخرج الى منى وعرفات فلما رجعت من منى بدا صاحبى ان يخرج وعزمت على ان اصاحبه وجعلت اقصر الصلاة فقال لي صاحب ابى حنيفة اخطأت فانك مقیم بمكة فما لم تخرج منها لا تصير مسافراً قلت اخطأت في مسألة في موضعين فرحلت الى مجلس محمد واشتغلت بالفتوة قال في البدائع وانما اوردا هذه الحكاية ليعلم مبلغ العلم فيصير مبعثاً للطلبة على طلبه اه مجر و يظهر من هذه الحكاية ان نية الإقامة لم تعمل عملها الا بعد رجوعه لوجود خمسة عشر يوماً بلانية خروج في اثنتاها بخلاف ما قبل خروجه الى عرفات لانه لما كان عازماً على الخروج قبل تمام نصف شهر لم يصح مقیم او يحتمل ان يكون حید نية الإقامة بعد رجوعه وبهذا سقط ما اورده العلامة القادری فی شرح اللباب من ان فی كلام صاحب الامام تعارضاً حیث حکم اولاً بانہ مسافر و ثانیاً بانہ مقیم مع ان المسألة بحالها والمفهوم من المتن انه لو نوى في احد هما نصف شهر صح في لا يضره خروجه الى عرفات اذ لا يشترط كونه نصف شهر متوالياً بحيث لا يخرج فيه انتهى ووجه السقوط ان التوالی لا يشترط اذا لم يكن من عزمه الخروج الى موضع اخر لانه يكون ناوياً الإقامة في موضعين نعم بعد رجوعه

من منی صحت نیتہ لعزمہ علی الاقامۃ نصف شہر فی مکان واحد واللہ تعالیٰ اعلم **قول** کما لو نوى مبيتہ باحد ہما فان دخل اولاً الموضع الذى نوى المقام فیہ تھارا لا یصیر مقيماً وان دخل اولاً ما نوى المبيت فیہ یصیر مقيماً ثم بالخروج الى الموضع الاخر لا یصیر مسافراً لان موضع اقامۃ الرجل حیث یبیط بہ حلیہ اھ وہ ظہر کل ما ذکرناہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۵ھ از تہر مسئلہ خلیل الدین صاحب زید کے وطن سے ایک مقام گیش کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور زید نے ایسی راہ سے سفر کیا کہ اُس مقام تک چالیس کوس مسافت طے کرنی ہوئی تو زید پر نماز کا قصر ہے یا نہیں۔

الجواب

ہے جبکہ قصد دو جگہ پر تقسیم نہ ہو مثلاً اُس راہ میں بیس کوس پر ایک شہر ہے اور وہ یوں کیا کہ پہلے وہاں جاؤں گا وہاں سے فارغ ہو کر دوسرے مقام پر کہ وہاں سے بیس کوس ہے جاؤں گا یوں چالیس کوس ہو جائیں گے تو قصر نہیں مکان سے بیس ہی کوس کے مقصد کو چلا ہے اگرچہ وہاں سے دوسرا قصد دوسری جگہ کا ہونے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بریلی مسئلہ شیخ عبدالعزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل کے جواب میں (۱) منزل کتے فرنگ کی ہوتی ہے (۲) کے منزل پر قصر ہوگا (۳) طے منزل میں راہ راست کا اعتبار ہے یا جس راستے پر چلے (۴) یہاں سے بیس پور ۱۸ کوس راہ سواری گاڑی اور راہ دہلی گاڑی چھپیس کوس ہو جاتا ہے وہاں جانے میں قصر کب ہوگا (۵) ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دیدوں پس یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) عورت میں منزل بارہ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس ۱۵ میل یعنی ایک میل اور میل کے تین خمس اور تین میل کا ایک فرنگ تو ایک منزل چھ فرسخ اور دو خمس فرسخ کی ہوئی (۲) تین منزل پر قصر ہے (۳) جس راستے سے جائے اُس کا اعتبار ہے (۴) ایک میں جائے تو قصر کرے ورنہ نہیں (۵) جب دریاں سپرد مسجد کر دیں بلاک مسجد ہو گئیں جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از درویش نینی تال ڈاک خانہ کچھارسلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دو آدمیوں کا غلام تھا ہر دو مع غلام کے سفر کو گئے راستے میں دونوں نے قیام کیا ایک نے نیت اقامت کی دوسرے نے نہ کی اب وہ عید مشترک نماز قصری ادا کرے یا حضری۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر وہ اُن دونوں سے صرف ایک کے قبضہ میں ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اُسی کی نیت کا اعتبار ہے لانه ج لیس تابعاً لالہ

وسبائیک ما یفیدہ اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہے تو اگر ان میں اس کی خدمت نوبت ہو نوبت قرار پاتی ہے مثلاً ایک دن اس کی خدمت کہے دوسرے دن اس کی تو ہر ایک کی نوبت میں اس کی نیت پڑے کہ یعنی جس دن خدمت مقیم کی بادی ہو غلام بھی اپنے آپ کو مقیم سمجھے اور جس دن خدمت مسافر کی بادی ہو اپنے آپ کو مسافر جانے اور اگر باہم نوبت نہ قرار دی بلکہ یوں ہی دونوں کی خدمت میں ہے وہ من و بیہ مقیم اور من و بیہ مسافر ہے قصر اصلاً ذکر ہے اس لحاظ سے کہ اس کے ایک سوئی نے نیت اقامت کی بعد قعدہ اولیٰ بھی اپنے اوپر فرض جانے اس نظر سے کہ دوسرے سوئی کی نیت سفر ہے اور اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ جہاں تک مل سکے کسی مقیم کی اقتداقت میں کرے درختار میں ہے عبد مشترک بین مقیم و مسافر ان تھا یا قصر فی نوبۃ المسافر والا یفرض علیہ القعود الال و یقصر احتیاطاً ولا یأتم بمقیم اصلاً و هو مما یلغز رواہ الحارثی ہے قوله ولا یأتم الخ فی شرح المنیۃ و علی هذا فلا یجوز لہ الاقتدا بمقیم مطلقاً فلیعلم هذا ام ای لانی الوقت ولا بعدہ ولا فی الشفع الاول ولا فی الثاني ولعل وجہ کما افادہ اشیمخنا ان القعدۃ الاولیٰ فرض علیہ الحاقالہ بالمسافر فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض بالمقتفل فی حق القعدۃ الاولیٰ اما قول شارح المنیۃ و علی هذا الخ ینظر منه انه تفریح من عنده علی وجہ البحث والا فالذی رأیتہ فی التارخانیۃ عن الحجۃ انه ان لم یکن بالمہایاۃ و هو فی یدہما فکل صلاۃ یصلیہا وحده یصلی اربعا و یقعد علی راس الکرکتین و یقرأ فی الاخریین و کذا اذا اقتدی بمسافر یصلی معہ رکعتین و فی قرآنہ فی الکرکتین اختلاف و اما اذا اقتدی بمقیم فانه یصلی اربعا بالاتقان اما ما فی رد المحتار فقیر کرتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ رأیتی کتبت علی هامش قوله فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض الذی ما نصہ **اقول** ہذا مما استحصلہ فان المسافر من کل وجہ القعدۃ الاولیٰ فربضۃ علیہ من کل وجہ مع ذلک مجوز لہ الاقتداء بالمقیم اجماعاً ولا یعد بذلک مفترضاً خلف مقتفل اذا اقتدی فی الوقت بل یقال ان فرضہ تحول بالقعدۃ رباعیاً فلم تبین القعدۃ الاولیٰ فربضۃ علیہ لمصادفۃ المغير محلہ القابل لہ حیث الفصل بالسبب اعنی الوقت بخلاف ما اذا اقتدی بعد انقضاۃ فاذا کان ہذا فی حقہ فکیف بمن لیس مسافراً من کل وجہ ولا القعدۃ فرض علیہ وجہاً واحداً فہذا ینبغی ان یومر باقتداء المقیم فی الوقت مہما و جبہ کی یخرج عن احتمال الاتمام فی السفر ام ماحررتہ و لشدة وضوحہ وثبوت الروایۃ بل نقل الاتقان علی جواز اقتدائہ بالمقیم جزمیت یہ فان کان صواباً فمن رب اللہ وارجوان لا یكون الا یاۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - بریلی محلہ صندل خاں کی نزد ۲۹ رذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیبا نے وطن سے شری یا اسی کوس کے فاصلہ پر کسی شہر میں ملازم ہے وہاں سے سال وصال کے بعد آٹھ دس روز کے واسطے اپنے مکان پر آیا اور پھر چلا گیا اس آمد و رفت میں اس کو نماز قصر پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

جب وہاں سے بقصد وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے باہر نکل آئے اس وقت سے جب تک اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو قصر

کرے گا جب اپنے وطن کی آبادی میں آگیا قصر جانا رہا جب تک یہاں رہے گا اگرچہ ایک ہی ساعت قصر ذکر سکے گا کہ وطن میں کچھ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ضرور نہیں پھر جب وطن سے اُس شہر کے قصد پر چلا اور وطن کی آبادی سے باہر نکل گیا اس وقت سے قصر واجب ہو گیا اسی طرح تو قصر کرے گا ہی اور اگر اُس شہر میں پہنچ کر اس بار پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ نہیں بلکہ پندرہ دن سے کم میں واپس آنے یا وہاں سے اور کہیں جانے کا قصد ہے تو وہاں جب تک ٹھہرے گا اُس قیام میں بھی قصر ہی کرے گا اور اگر وہاں اقامت کا ارادہ ہے تو صرف راستہ بھر قصر کرے جب اُس شہر کی آبادی میں داخل ہوگا قصر جانا رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ویلی بحیث مرسلہ حبیب احمد صاحب رضوی رکاتی ۳۰ ذی الحجۃ ۱۳۳۱ھ

ایک شخص جنگل یا اسٹیشن پر جو جنگل میں واقع ہو ملازم ہے اور اُس کا قیام واجب بھیجتے ہیں تو کم از کم ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتے ہیں تو اُس ملازم پر نماز قصر یا پوری۔ اور مندرجہ ذیل دلیلوں میں زید حق پر ہے یا عمرو۔ زید کا قول ہے کہ ملازم کو ہر حالت میں نماز قصر کرنا چاہیے اگرچہ آقا ایک ماہ کے ارادے سے بھیجے کیونکہ اگر آقا چاہے تو آٹھ روز میں دوسری جگہ منتقل کرے دوسرے جنگل پہنچنے کی وجہ سے ہر حالت میں قصر واجب ہے کیونکہ وہاں آبادی نہیں ہے جو اقامت کی جگہ ہے عمرو کی دلیل ہے کہ کل کام ارادے کے لحاظ پر ہوتے ہیں یعنی جس وقت آقا بھیجتا ہے تو ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتا ہے پر وہ چاہے ایک روز میں بلا لے اس حالت میں ارادے کی وجہ سے نماز قصر نہیں ہوتی دوسرے جس جنگل میں اقامت نہیں ہوتی وہ دوسرے جنگل میں اور ایسے جنگل یا اسٹیشن جو جنگل میں ہوں وہاں بیس کچھیں انسان ہر وقت رہتے ہوں و نیز ریلوے کے ملازم بھی اسٹیشن پر کام کرتے ہوں (اگر آبادی گاؤں وہاں سے دو چار کوس پہلے) اقامت کو باطل نہیں کرتی ایسی جگہ ان میں قول کس کا درست ہے۔

الجواب

یہاں چند امور پر اطلاع لازم جن سے بے غائی انکشاف حکم ہو اول اسٹیشن اگرچہ آبادی سے کچھ فاصلے پر ہو وہاں عمارت ہوتی ہے سامان اقامت ہوتا ہے ہاں اگر آبادی سے کوسوں دور ہی ہے جنگل میں متعین ہوں جیسے بن کی لکڑی لینے والے تو وہ محل اقامت نہیں اگرچہ خیمے ڈیرے ساتھ ہوں مگر ان کے لیے جن کی طرز معیشت ہی یہ ہو جیسے سانسیہ درختاں میں ہے اور بنوی اقامت نصف شہر بموضع صالح لھا او قریۃ او صحواء دار نادھو من اهل الاخبية علیگیری میں ہے قال شمس الاثمۃ المحلوانی عسکرا مسلمین انا قصدنا غنوا ومعهم اخبیتهم وخيامهم وفساطیطهم فنزلوا مفازۃ فی الطريق ونصبوا الاخبية والفساطیط وعزموا فیہا علی اقامۃ خمسۃ عشر یوما لم یصیروا مقیمین لانہا حمولۃ ولیست بمساکن کذا فی المحيط وومرے جنگل میں کہ نیت اقامت صحیح نہیں مدت سفر چل لینے کے بعد ہے کہ تین منزل قطع کر چکا ہو اب کسی جنگل میں ہا دن یا زائد قیام کی نیت کرے تو مسافر ہی رہے گا لیکن مدت سفر لاری ہونے سے پہلے جنگل میں بھی نیت اقامت صحیح ہے مثلاً تین منزل کے ارادے پر چلا تھا ایک یا دو منزل چل کر نیت سفر قطع کی اور وہاں اقامت کی نیت کر لی مسافر وہاں نماز پڑھے گا اگرچہ بن میں ہو درختاں میں ہے صلی الفرض الرباعی رکعتین حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فینہم بھودنیۃ العود لعدم استحکام السفر واما درختاں میں ہے بنوی بموضع صالح

فہا ان سارثلثۃ ایام والا فقصہ ولو فی المفازۃ والحاصل ان نیتہ الاقامۃ قبل تمام المدة تكون نقضا للسفر کنية العود الی
بلدہ والسفر قبل استحکامہ یقبل النقص اہ ملقطا معراج الدراہ پھر علیگیریہ میں ہے اذالم یسر ثلثۃ ایام فعوم علی الرجوع
او ذوی الاقامۃ یصیر مقیما وان کان فی المفازۃ سوم ذکر کی اپنی نیت معتبر ہونا بلکہ نیت آقا کا تابع ہونا اس حالت میں ہے کہ آقا
کے ساتھ ہو ورنہ خود اس کی نیت معتبر ہے تو یہ لاابصار و درمختار و رد المحتار میں ہے المعبر بنیۃ المتبوع لا التابع کا مرآۃ اوفافا مہرہا
المحجل وعبد وجندی اذا کان یرتق من الامیر او بدلت المال واجیر مشاہدۃ او مسانیتہ تا تاریخانیہ واسیر غریمر وکلین
مع زوج ومولی وامیر ومستاجر و اسر و دائن واستاذ فقید المعیۃ ملاحظہ فی تحقیق التبعیۃ اہ ملقطا چہارم مجرد احتمال کہ
شاید آج چلا جاتا ہو مانی اقامت نہیں اہ اپنے وطن کے سوا آدمی کبھی کہیں مقیم نہ ہو اگرچہ سال بھر اقامت کی نیت کرے کہ کیا معلوم شاید
آج ہی کوئی ضرورت سفر کی پیش آئے بلکہ اس کے لیے غالب گمان درکار ہے یقین کی حاجت نہیں کہ بے اعلام بنی غیب پر یقین کی کوئی
ضرورت نہیں تبیین الحقائق امام زلیحی پھر ہند یہ میں ہے لابد للسافر من قصد مسافۃ ثلثۃ ایام ویلغی غلبۃ الظن یعنی اذا غلب علی
ظنہ انہ یسافر قصر ولا یشترب فیہ التیقن پیچہم نیت سچے عزم قلب کا نام ہے پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے اور جانتا ہے کہ اس سے
پہلے چلا جاتا ہے تو یہ نیت نہ ہوئی محض تخیل ہو ایہیں دل میں عزم دو ہی منزل کا ہے اور گھر سے تین منزل کا ارادہ کر لیا کہ آبادی سے نکل کر
راہ میں قصر کی اجازت مل جائے ہرگز اجازت نہ ہوگی کیونکہ نیت نہیں وہی خیال بندی ہے البتہ اگر دو ہی منزل جاتا ہے اور تین ارادہ تین منزل کا
کر لیا اور تین منزل جا کر ایک منزل اپنے محل مقصود کو واپس آیا اور یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرا ہے تو جاتے اور آتے اور ٹھہرتے قصر کرے گا
کہ یہ سچی نیت ہوئی اگرچہ وہاں جانے سے کوئی کام نہ تھا درمختار میں ہے لو دخل مکۃ ایام العشر لم یصح نیتہ لانه یخرج الی منی
وعرفۃ معراج الدراہ پھر علیگیریہ میں ہے قال اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ فی تاجر دخل مد نیتہ لحاجۃ فوی ان یقیم خمسة عشر
یوما للقضاء تلك الحاجة لا یصیر مقیما لانه متردد بین ان یقضى حاجۃ فیرجع و بین ان لا یقضى فیقیم فلا تكون نیتہ مستقرۃ
وهذا الفصل حجة علی من یقول من اراد الخروج الی مکان ویرید ان یتخص برخص السفر ینوی مکانا بعد منه وهذا غلط
ششم وطن اقامت یعنی جہاں پندرہ دن یا زیادہ قیام کی نیت صحیحہ کر لی ہو آدمی کو مقیم کر دیتا ہے اور اقامت و سفر میں واسطہ نہیں تو وہاں
سے بے ارادہ مدت سفر اگر ہزار کوس دورہ کرے مثلاً دس کوس کے ارادے پر وہاں سے چلے پھر وہاں سے پندرہ کوس کا ارادہ کرے وہاں سے
بیس کوس کا قصد ہو مسافر نہ ہوگا اور قصر نہ کرے گا جیسے وطن اصلی سے یوں دورہ کرنے میں حکم ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً وطن اقامت بیس کوس
گیا اور وہاں سے چھتیس کوس کا ارادہ کر کے چلا اور بیچ میں یہ وطن اقامت آکر پڑے گا تو سفر جاتا رہے گا ہاں اگر تین منزل چلنے کے بعد یہ وطن
بیچ میں نہ آئے تو قصر کرے گا اور یہ وطن وطن اقامت نہ رہے گا رد المحتار میں ہے والحاصل ان انشاء السفر یبطل وطن الاقامۃ اذا کان
منہ اما لو انشاء من غیرہ فان لم یکن فیہ مرد علی وطن الاقامۃ او کان ولكن بعد سیر ثلثۃ ایام فکان ذلك ولو قبلہ لم یبطل الوطن بل یبطل
السفر لان قیام الوطن مانع من صحۃ مقیم ذکر کی ملازمت ہے اس میں قصداً ملازمت ہوتا ہے توجہ جہاں ذکر ہو کر نہ ہونا اختیار کرے مقیم ہو جائیگا اگرچہ
لہ فتح القدیر باب الحج عن الغیر میں ہے لو توطن مکۃ بعد الفراع خمسة عشر یوما بطلت نفقۃ فی مال الملبث لانه توطن چ الحاجة نفسه بخلاف

بالخصوص پندرہ دن کی نیت نہ ہوں نیت الاستدامة فوق ذلك ہاں اگر مدت سفر سے یہاں نوکر ہو کر آیا اور معلوم ہے کہ پندرہ دن ٹھہرا ہوگا تو البتہ مقیم نہ ہوگا جب اُس دوسری جگہ سے فارغ ہو کر آئے گا اور یہاں ملازمان قیام کرے گا اُس وقت سے مقیم ہوگا کما قال فی رد المحتار فی واقعة عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ ان نیت الإقامة لم تعمل عملها الا بعد رجوعه لوجوه خمسة عشر یوما بلانیت خروج فی اثنا عشر یوما قبل حروجه الی عرفات لانه لما کان عازما علی الخروج قبل تمام نصف شهر لم یصح مقیما اور جبکہ ایک جگہ نوکر ہو کر رہے اور پندرہ دن کے اندر وہاں سے دوسری جگہ جانا معلوم نہ ہو تو صرف احتمال قاطع اقامت نہ ہوگا ورنہ کوئی وطن اقامت نہ ہو سکے اور اپنے وطن سے مدت سفر پر جو لاکھوں آدمی نوکر ہوتے اور برسوں وہاں رہتے ہیں کبھی مقیم نہ ہوں کہ بدلی یا کسی کام پر بھیجے جانے کا احتمال ہر وقت ہے ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم جب یہ امور سب سے معلوم ہو لے اب مسئلہ مسئلہ کی طرف چلے **فأقول** وباللہ التوفیق اور معلوم ہوا کہ یہاں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جہاں متعین ہوا وہ نرا جگہ ہے جائے اقامت نہیں دوسرے یہ کہ محل اقامت ہے جیسے اسٹیشن اور ہر تھری پر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یہ شخص متعین ہوتے وقت مسافر ہے یعنی تین منزل چل کر آیا اور ہنوز کہیں مقیم نہ ہوا دوسرے یہ کہ مقیم ہے مثلاً اسی شہر اور قریب جگہ کا ساکن ہے اور یہاں شہر سے دو چار کوس کے فاصلہ پر متعین ہوا آیا تو تین منزل طے کر کے مگر شہر میں پندرہ دن نیت کے ساتھ ٹھہرا کہ مقیم ہو گیا اور اب یہاں متعین ہو تو چار صورتیں آگئیں **صورت اولی** مسافر یعنی مذکور ہے اور یہ جگہ محل اقامت نہیں اس میں (۱) ابتدائے تعین سے بلا فصل جب تک یہاں ہے گا قصر کرے گا اگرچہ دس برس ہیں رہنے کی نسبت اس کے آقائے کدیا اور اس نے بھی ارادہ کر لیا کہ جب وہ مدت سفر سے آیا اور کہیں مقیم نہ ہوا اور یہ محل اقامت ہمیں تو جب تک بھی یہاں رہے گا مسافر ہی رہے گا (۲) اگر یہاں سے حکماً خواہ صرف بارادہ خود کی دوسری جگہ جائے گا راہ میں قصر ہی کرے گا اگرچہ وہ جگہ یہاں سے مدت سفر پر نہ ہو (۳) اُس دوسری جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو وہاں بھی قصر ہی پڑے اور وہاں سے واپسی میں بھی اور اس مقام پر واپس آکر بھی اگرچہ یہاں کتنے ہی ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ ہنوز اُس کا سفر بوجہ عدم اقامت ختم نہ ہوا (۴) اگر وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت حکماً خواہ فقط اپنے ارادے سے کی تو وہاں پوری پڑے گا (۵) جب وہاں سے واپس ہوگا اگر اُس جگہ اور مقام تعین میں تین منزل کا فاصلہ ہے تو واپسی میں بھی قصر کرے گا اور یہاں پہنچ کر بھی اگرچہ یہاں کتنے ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ مدت سفر سے یہاں پہنچ کر اُس کی پھر حالت اولیٰ عود کر آئی اور انشاء سفر کے سبب اُس اقامت جائے دیگر کا کوئی اثر نہ رہا (۶) اگر بعد اقامت پانزدہ روزہ وہاں سے واپس ہوا اور بیچ میں مدت سفر نہیں تو اب

(بقیہ حاشیہ ص ۶۶۳)

ما اذا قام اقل لانه مسافر علی حاله فان بداله بعد ذلك ان يرجع رجعت نفقته فی مال الملیت وردی عن ابی یوسف انه لا تعود لانه فی الرجوع عامل لنفسه لا لملیت لکنها قلنا ان اصل سفره کان لملیت فما بقی ذلک السفر بقیت النفقة کذا فی المبسوط وذكر غیر واحد من علو ذکر خلقت انه ان ذوی الإقامة خمسة عشر یوما سقطت فان عاد عادت وان توطنها سواء قل او کثرت لا تعود وهذا یفید ان التوطن غیر مجرد نیت الإقامة خمسة عشر یوما والظاهر ان معناه ان یقعد بها وطنها ولا یجد فی ذلک حداً یسقط النفقة ثم العود انشاء سفر لحاجة نفسه ولوبعد یومین فلا یتحقق به النفقة علی الملیت والله سبحانه اعلم اهـ فافهم ۱۲ من

راہ میں بھی پوری پڑھے گا اور یہاں پہنچ کر بھی کہ قبل سیرسہ روزہ جنگل میں نیت اقامت صحیح ہے اور بوجہ عدم انشاء سفر اس کی وہ اقامت باطل نہ ہوئی نہ وہ وطن اقامت باطل ہو اس صورت ششم میں اس کا حکم شقوق صورت ثانیہ آئندہ کی طرف عود کر جائے گا

صورتہ ثانیہ ششم ہے اور یہ جبکہ محل اقامت نہیں اس میں (۱) جب تک بعد تعین بلا فصل یہاں رہے گا پوری پڑھے گا کہ قیام کا بن میں ٹھہرنا سفر نہیں (۲) اگر یہاں سے کہیں مدت سفر سے کم کی نیت سے جائے گا جاتے اور آتے اور وہاں ٹھہرتے ہر حال میں اتمام کرے گا اگرچہ وہاں ایک ہی دن ٹھہرے کہ ہنوز سفر متحقق نہ ہوا (۳) اگر مدت سفر کی نیت سے جائے گا راہ میں قصر کرے گا اور وہاں بھی اگر پندرہ دن کی نیت نہ کرے وہاں پوری پڑھے گا (۴) یہی واپسی میں جب وہاں سے اس مقام کو بقصد واحد واپس آئے گا راہ میں قصر کرے گا (۵) جب یہاں پہنچے گا از انجا کہ مدت سفر سے کیا ہے اور یہ محل اقامت نہیں اب اس کا حکم شقوق صورت اولیٰ گذشتہ کی طرف غائب ہوگا کہ ابتدائے واپسی سے بلا فصل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اس آخرہ کاب یہاں مسافر یعنی مذکور ہو کر آیا یا لحد جب یہاں بعد سفر آئے گا صورت اولیٰ ہوگی اور قیام ہو کر تو صورت ثانیہ ہی دودھ رہے گا صورتہ ثالثہ مسافر یعنی مذکور ہے اور یہ جبکہ محل اقامت جیسے اسٹیشن اس میں (۱) اگر ابتدائے تعین میں معلوم تھا کہ پندرہ دن کے اندر یہاں سے جانا ہے تو قیام نہ ہوگا قصر ہی پڑھے گا (۲) یہاں سے کہیں قبل اقامت جائے راہ میں قصر ہی کرے اور واپسی میں بھی (۳) جب یہاں سے واپس آئے اور اب بھی پندرہ دن کے اندر کہیں جانے کا ارادہ ہے تو یہی شقوق و احکام ہیں (۴) اب وہ ارادہ نہیں یا ابتدائے تعین ہی میں ۱۵ روز کے اندر کہیں جانے کی نیت نہ تھی تو بھی سے یا اب یہاں اگر قیام ہو جائے گا پوری پڑھے اس صورت چہارم میں اس کا حکم شقوق اربعہ آئندہ کی طرف رجوع کرے گا **صورتہ رابعہ** قیام ہے اور یہ جبکہ محل اقامت اس میں (۱) جب تک یہاں رہے گا اتمام کرے گا اگرچہ ایک ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو (۲) یہاں سے کہیں جائے اور جاتے اور آتے اور ٹھہرتے اور واپس آکر ہمیشہ پوری پڑھے گا جبکہ وہ جبکہ مدت سفر پر نہ ہو (۳) اگر مدت سفر پر جائے راہ میں قصر کرے اور وہاں پوری پڑھے اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو ورنہ وہاں بھی قصر کرے (۴) جب وہاں سے واپس آئے راہ میں قصر کرے یہاں پہنچ کر یہی شقوق و احکام ہیں جبکہ پندرہ دن کے اندر جانے کا ارادہ نہ ہو (۵) اگر بعد واپسی یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو یہاں اگر بھی قیام نہ ہوگا کہ یہ وطن اقامت بوجہ سفر باطل ہو گیا اور اب قصد اقامت نہیں اس صورت پنجم میں اس کا حکم شقوق صورت ثالثہ کی طرف راجع ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از اسٹیشن دودھوا گھاٹ ضلع کھیری نکیم پور کا رخا نہ عبداللطیف خاں صاحب ٹھیکہ دار سلسلہ فرخ شاہ خاں اور جندی لاوی سے کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اسٹیشن دودھوا گھاٹ ایک جنگل کا مقام ہے اور یہاں پر نہ آبادی ہے نہ راجت ہوتی ہے اور میں ایک ٹھیکہ دار کا ملازم ہوں اور بظاہر مجھ کو امید ہے کہ اس جنگل میں قیام جب تک کہ ملازمت قائم ہے برابر رہے گا اسی خیال سے میں پوری نماز ادا کرتا تھا اب ایک شخص سکنہ پہلی بھیبت نے یہ کہا کہ تم کو یہاں پر قصر پڑھنا چاہیے خواہ تم ایک سال رہو یا نہ رہو اسناد آپ کی خدمت میں یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کا جو حکم ہو اس سے مطلع فرمائیے تاکہ شک و غہ ہو اور اس کے مطابق نماز ادا کی جائے۔

الجواب

جبکہ وہاں آبادی ہے نہ جائے قیام ہے تو اگر یہ وہاں مسافر ہو کر پہنچا یعنی تین منزل سے ارادہ کر کے بیچ میں بغیر سفر توڑے وہاں پہنچا تو جب تک وہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ کتنی ہی مدت گزرے اور اگر وہاں مقیم ہو کر پہنچا یعنی تین دن کی راہ سے کم فاصلہ وہاں تک تقایا زیادہ تھا مگر بیچ میں دوسری جگہ ٹھہرا ہوا آیا کہ پچھلے قصد سے یہاں تک مدت سفر نہ تھی تو جب تک رہے گا پوری پڑھے گا اگرچہ ایک ہی دن رہے قیام کا اصلاً قصد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازربلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ غلام جان صاحب طالب علم ۸۸ ارشوال ۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو رہے سفر میں اگر دیدہ و دانستہ بہ نیت زیادہ ثواب پوری نماز پڑھے گا تو گنہگار ہو گا یا نہیں۔

الجواب

بیشک گنہگار و مستحق عذاب ہو گا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اولدن ضلع جھانسی مدرسہ محمد تقی خاں سب انسپٹر پولیس اسٹیشن ۳۳ ر ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں ضلع جھانسی میں ملازم ہوں جو کہ ضلع بدایوں سے قریب ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور مقام جھانسی میں تھانہ اولدن میں تعیناتی ہے پندرہ روز تک کبھی تھانہ میں ٹھہرنا نہیں ہوتا علاقے کے دیہات میں برابر بسلسلہ کار گورنٹ تقشیش وغیرہ کے گشت رہتا ہے لہذا التماس ہے کہ ایسی صورت میں نماز قصر پڑھنا چاہیے یا پوری نماز پڑھنا۔

الجواب

جو مقیم ہو اور وہ دس دس پانچ پانچ بیس بیس تیس تیس کوں کے ارادے پر جائے کبھی مسافر نہ ہو گا ہمیشہ پوری پڑھے گا اگرچہ اس طرح دنیا بھر کا گشت کرے جب تک ایک نیت سے پورے چھتیس کوں یعنی ساڑھے ستاون میل انگریزی کے ارادے سے نہ چلے یعنی بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی نیت ہو اور اگر دو سو میل کے ارادے پر چلا مگر ٹوڑے کر کے یعنی بیس میل جا کر یہ کام کوں گا وہاں سے تیس میل جاؤں گا وہاں سے پچیس میل و علی ہذا لقیاس مجموعہ دو سو میل تو وہ مسافر نہ ہو گا کہ ایک نیت ارادہ ۵۰ میل کا نہ ہو وہاں جو مسافر ہے مقیم نہیں وہ جہاں ہے وہاں بھی قصر پڑھے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خلوہ زیادہ کو وہاں بھی قصر ہی کرے گا جب تک پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کسی محل اقامت میں نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پبلی ہیٹ محلہ شیر محمد خاں مسئلہ حبیب احمد بریلوی ۲۵ ر ذی الحجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص علاقہ نہال کے جنگل میں منجانب تاجران لٹھ ملازم ہے اور ایسی جگہ رہتا ہے جہاں سے ایک یا دو میل یا کم و زیادہ کے فاصلہ آبادی اور زراعت ہوتی ہے یا انگریزی عملداری کے جنگلات میں ملازم ہے جو جوتہ منڈ کر کے بالا

یا اسٹیشن ریلوے جگہ میں ہے وہاں سے بھی دو یا تین میل کے فاصلہ پر آبادی اور زراعت ہے اور آقا جب بھیجتا ہے تو کچھ مدت مقرر نہیں کرتا تو ان صورتوں میں ملازم کو نماز قصر ادا کرنا واجب ہے یا پوری اور اگر خود مختار ہے تو اُس کو قصر پڑھنا چاہیے یا پوری زید کا قول کہ نماز قصر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اول عملداری ہندو کی ہے یعنی نیپال دوسرے جگہ اقامت پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے یعنی کچھ فاصلے پر ہے تیسرے صورت اول میں خود مختار نہیں آقا جب چاہے منتقل یا علیحدہ کر سکتا ہے اور عملداری انگریزی میں بھی اگرچہ اسٹیشن ہے مگر زراعت نہیں ہوتی ہے نوکری پر جو مذکورہ و خود مختار پر وجہ نہ ہونے زراعت کے قصر واجب ہے اقامت کی شرط میں زراعت بھی ہے عمر کی دلیل یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا جن مقام اقامت سے ایک میل یا کم زیادہ پر زراعت ہوتی ہے مگر فراہمی غلہ وغیرہ میں کوئی دقت پیش نہیں آتی ہے دوسرے مقام اقامت کو جگہ ہے مگر دس بیس پچاس آدمی ہمراہ ہوتے ہیں جو عرصہ تک ایک جگہ مقیم رہتے ہیں جانور دہند وغیرہ بالکل خون نہیں ہوتا ہے تیسرے یہ کہ کوئی آقا ملازم کو جب بھیجتا ہے تو کام ختم کر کے آنے تک کے لیے درمیان میں اگر ضرورت ہوتی تو وہاں سے منتقل یا علیحدہ کر دیا یہ معتبر نہیں اس صورت میں ارادہ ملازم کا معتبر ہے اگر پندرہ یوم کا ارادہ ہے تو پوری ادا کرے تو دونوں کی اقامت درست ہے یا نہیں۔ بدینا توجروا

الجواب

جو مسافر تھا اور اس جگہ تک جانے میں بھی اُسے سفر کرنا پڑا کہ فاصلہ تین منزل سے کم تھا وہ وظاہر ہے کہ مقیم تھا اور مقیم ہی رہا اُسے قصر حرام ہے اور پوری پڑھنی فرض ہے اگرچہ وہ جگہ نماز ہو مگر الزام و روا مختار میں ہے ہذا ان سائر ثلثہ ایام والا فبقیمہ و ہونی المفارۃ اور جو مسافر تھا یا وہاں تک جانے سے مسافر ہوا کہ فاصلہ تین منزل یا تا مکہ تھا وہ ضرور مسافر ہے اگر عادت معلوم ہے کہ جس کام کے لیے بھیجا گیا وہ پندرہ دن یا تا مکہ میں ہوگا اور جگہ ایسی ہو جہاں اقامت ممکن ہے اگرچہ آبادی وہاں سے دو تین میل فاصلہ پر عمارت زراعت نہ ہو وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائے گا اور پوری پڑھنی لازم ہوگی خاص وہاں زراعت ہونا کچھ ضرور نہیں نہ ہندو کی عملداری ہونا کچھ مانع کہ یہ کہ عادت مان کے ساتھ ہے اس سے تعرض نہیں کیا جاتا در مختار میں ہے من دخلہا بامان فالہ یتعد اور یہ احتمال کہ شاید کوئی ضرورت پیش آئے اور جس کا نوکر ہے وہ دوسری جگہ بھیجے معتبر نہیں ایسا احتمال ہر شخص کو ہر حال میں ہے ادا جب نوکر کا یہ حکم ہے تو خود مختار تو بدرجہ اولیٰ جبکہ پندرہ دن یا تا مکہ کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ائادہ محلہ ثابت گنج مرسلہ محمد براہیم خاں صابری مارہروی ۲۲ شوال ۱۳۳۷ھ

زید کی سسرال اُس کے مکان سکونہ سے بسفر ریل ۴۴ میل کے فاصلے پر ہے اور بیوی بچے اُس کے سب سسرال میں رہتے ہیں مگر زید اپنے کاروبار کی وجہ سے زیادہ عرصے سکون پر رہتا ہے ادا بال بچے جو اُس کے سسرال میں رہتے ہیں بلکہ ضرورتاً عرصہ ۸ ماہ سے اُن کو وہاں چھوڑ رکھا ہے ایسی صورت میں جب زید اپنے سکون سے اپنے بال بچوں میں ہونے کے واسطے بایں ارادہ کیا کہیں چھوڑ دے یا پندرہ دن کے بعد یا عینہ بھوکے بعد واپس آؤں گا تو اُس پر قصر واجب ہے یا نہیں اور اگر کسی موقع سے اُس نے قصر نماز ادا کی ہو جس کو کہ وہ اپنے علم کے موافق قصر نہیں مانتا مگر شرعی اصول کے موافق اُس پر قصر واجب ہو تو اُس کے ذمہ کچھ حافظہ ہے یا نہیں

الجواب

جبکہ مسکن زید کا دوسری جگہ ہے اور بال بچوں کا یہاں رکھنا عارضی ہے تو جب یہاں آئے گا اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا قصر کرے گا اور پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے مقیم ہو جائے گا پوری پڑھے گا جس پر شرعاً قصر ہے اور اس نے جملہ پوری پڑھی اس پر مواخذہ ہے اور اس نماز کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست فریہ کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مسئلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل میں ایک کثیر علمہ ریونیونگ رہتا ہے جس کا یہی کام کہ ہفتہ عشرہ ایک دن دو دن زیادہ کم کسی ملازم ریلوے کے پیار ہو جانے تحیف میں آجانے رخصت جانے پر اس کی جگہ جاتے رہتے ہیں اور اسی طرح تین چار برس رات دن پھرتے رہتے ہیں جس سے کہیں بیس دن بیس دن زیادہ دو دو چار چار دن ہی رہنا پڑتا ہے ان کے لیے نماز میں قصر کا حکم ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اپنے مقام اقامت سے ۵۰ میل کے فاصلے پر علی الاصل جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے ہاں یہ جو بھیجا گیا اگر اس وقت حالت سفر میں ہے مقیم نہیں تو مکمل جتنی دو بھی بھیجا جائے گا سفر ہی رہے گا جب تک پندرہ دن کامل ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شریعہ بہاری پور مسئلہ نواب وزیر احمد خاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج قصد تھراں وقت دس بجے کی گاڑی سے ہے تھراں تک قصر نہیں تھراں سے قصد رامپور کا ہے تھراں سے رامپور تک قصر ہے لیکن درمیان میں بریلی پڑے گی اترنا نہیں ہوگا اس صورت میں قصر کا کیا حکم ہے تھراں میں بھی قصر پڑھا جائے یا نہیں اور اگر تھراں میں قصد رامپور کا فتح ہو جائے تو قصر کو قصر کیلئے جائے یا نہیں۔ بیوقوف توجروا

الجواب

یہاں سے تھراں تک اور تھراں کے قیام تک قصر نہ کریں جب تھراں سے بخط مستقیم رامپور کا ارادہ ہو تو راہ میں بھی اور رامپور میں بھی اور بریلی تک ایسے آنے میں بھی قصر کریں لا محضہ جانے میں ناگر چہ بریلی کے اسٹیشن پر گزروں گا مگر وہ بریلی میں گزرنے میں قصر کا قصر کر دیں اس لیے کہ یہاں اسٹیشن خارج شہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سنہیل مراد آباد محلہ دیپا سرائے مسئلہ مولوی محمد ایوب صاحب ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

سافر اگر نماز پوری چار رکعت پڑھا دے تو مقیمین کی نماز ہوگی یا نہیں۔ بیوقوف توجروا

الجواب

سافر اگر بے نیت اقامت چار رکعت پوری پڑھے گا گنہگار ہوگا اور مقیمین کی نماز اس کے پیچھے باطل ہو جائے گی اگر دو رکعت اولیٰ کے بعد اس کی اقتدا باقی رکھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پہلی بھیت محلہ پنجابیان مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کوئی شخص اپنے وطن اصلی سے سفر کر کے دوسری جگہ میں جو سفر شرعی تین منزل سے فائدہ ہے بضرورت تعلقات تجارت یا نوکری وغیرہ کے جا رہا ہو مگر اہل و عیال اُس کے وطن اصلی میں ہوں اور اکثر قیام اُس کا وطن ثانی میں رہنا ہو گا ہی سال بھر میں ہمینہ دو مہینہ کے واسطے اہل و عیال میں بھی رہ جاتا ہو یا بعض اہل کو ہمراہ لے جاوے اور بعض کو وطن میں چھوڑ جاوے یا کل متعلقین ہمراہ لے جاوے صرف مکانات وغیرہ کا تعلق وطن اصلی میں باقی ہو اور ان سب صورتوں میں اُن کا زیادہ تر اور اکثر قیام وطن ثانی میں رہتا ہے اور کم اتفاق رہنے کا وطن اصلی میں ہوتا ہے اور نظر ہر وجہ قیام وطن ثانی کے وہی تعلقات جدید ہیں اور در صورت قطع تعلقات جدیدہ کے وطن اصلی میں واپس آجانے کا بھی قصد رکھتا ہے ایسی صورت میں یہ شخص کہیں سے سفر کرتا ہو وطن ثانی میں آوے اور ۱۵ روز قیام کا قصد نہ رکھتا ہو تو صلاۃ و باعیدہ کو پورا پڑھے مثل وطن اصلی کے یا قصر کرے مثل مسافروں کے بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے نہ وہاں اس نے شادی کی نہ اُسے اپنا وطن بنا لیا یعنی یہ عزم نہ کیا کہ اب میں یہاں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بر بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جبکہ وطن اصلی دہوئی اگرچہ وہاں بضرورت معلوم قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا نا حاجت اقامت بعض یا کل اہل و عیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل و مستقر توجہ وہاں سفر سے آئے گا جب تک پندرہ دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے فی الدائمۃ والوطن الاصلی موطن ولادۃ و تاهلہ او توطنہ بدائمۃ اس میں ہے قولہ او تاهلہ ای تزوجہ قال فی شرح المنیۃ ولو تزوج المسافر ببلد ولم یزل الاقامۃ بہ فقیل لا یصیر مقیما و هو الاوجہ قولہ او توطنہ ای عزم علی القرائینہ وعدم الارتحال وان لم یثاہل فلو کان لہ ابوان ببلد غیر مولدہ و هو یابغ ولہم یتاہل بہ فلیس ذلک و ملالہ الا اذا عزم علی القرائینہ وترك الوطن الذی کانہ قبلہ شرح المنیۃ تنویر میں ہے ویطیٰ وطن الاقامۃ بمثلہ والاصلی والسفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الجمعة

مسئلہ - مرسلہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ اکبرہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے کہ نہیں اور وہ آبادی جس کی مسجد میں اس کے ماکن رہا کریں شہر ہے یا گاؤں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دیہات میں جمعہ ناجائز ہے۔ اگر پڑھیں گے گناہگار ہوں گے اور نظر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا فی الدرد المختار و فی الحقیقۃ۔ صلاۃ العید فی القری نکرہ تحویہا ای لانہ اشتغال بالاصبح لان المصی شرط الصحۃ النتی اقول فالجمعة اولی لان فیہا مع ذلك اما ترک الظہر وہو فرض او ترک جماعہ وہی واجبة ثم الصلاة فردی مع الاجتماع وعدم المانع شتیعة اخرى غیر ترک الجماعۃ فان من صلی فی بدیتہ منعزلا عن الجماعۃ فقد ترک الجماعۃ وان صلا فردی حاضرین فی المسجد فی وقت واحد فقد ترکوا الجماعۃ واتوا بهذا الشتیعة زیادة علیہ فیؤدی الی ثلث محظورات بل اربع بل خمس لان ما یصلونہ لہا لہم یکن مفترضا علیہم کان نفلاً واداء النفل بالجماعۃ والتداعی مکروہ ثم ھم یعتقدونہا فریضة علیہم ولیس كذلك فھذه خامسة وھذان مشترکان بین الجمعة والعیدین صحت جمعہ کے لیے شرط ہے اور شہر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں اس کے سکان جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد و عاقل بالغ تندرست و مساکین ہمارے اللہ تبارک و تعالیٰ سے ظاہر روایہ کے خلاف ہے اور جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے مروج عنہ اور متروک ہے کما فی البحر الرائق والخیرۃ ورد المختار وغیرھا۔ اور فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایہ پر عمل واجب ہے کما فی البحر والدرد وغیرھا اقول محققین تصریح فرماتے ہیں کہ قول امام پر فتویٰ واجب ہے اس سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ مذہب قول صاحبین پر اتفاق کریں اللہم الا لضعف دلیل او تعامل بخلافہ نص علی ذلك العلامة زین بن نجیم فی البحر والعلامة خیر الدین الرملی فی فتاواہ شیخ الاسلام صاحب الہدایۃ فی التجبیس والمحقق حبیب اطلق فی الفتح والشرائع الطحاوی والسید الشامی فی حواشی الدرد وغیرھم من اجلة العلماء الکرام الغر کما بینا فی کتاب النکاح من العطايا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ تو جہاں قول صاحبین بھی امام ہی کے ساتھ ہے ایک روایت نوادر صرف ہو جہاں اختلاف فتویٰ متاخرین کیونکہ معمول و مقبول اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ظاہر الروایہ میں جو ارشاد ہے متروک و لائق عدول ہو لا جرم شرح نقایہ و مجمع الانہر میں تصریح فرمائی کہ شہر کی یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں۔ کما ستم نضہ اقول معہذا ہمارے اللہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جو اقسام جمعہ کے لیے مصر کی شرط لگائی اس کا ماخذ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی حدیث صحیح ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ عبد الرزاق نے اپنی مصنفات میں روایت کیا لاجمعة ولا تشراب ولا صلاة فطرہ۔ الاضحی الا فی مصر خارج او مدینۃ عظیمہ ظاہر ہے کہ اس روایت غریبہ کی تعریف بہت سے چھوٹے چھوٹے فروع پر صادق نہیں کوئی مصر خارج یا مدینہ نہ کہے گا کما اشار الیہ العلامة الطحاوی فی حاشیۃ العلائی تو اس قول کا اختیار اصل مذہب سے عدول اور اس کے ماخذ کا تصریح خلاف ہے اور گویا مخالفوں کے اس اعتراض کا پورا کر لینا ہے کہ حقیقہ نے یہ شرط بے توقیف شائع اپنی رائے سے لگائی اس کے سوا عند تحقیق اس پر بہت اشکال وارد ہیں جن کی تفصیل کو دفتر دیکار طرفہ ہے کہ وہ پاک مبادک و شہر جس کی مصریت پر اتفاق ہے اور ان میں زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمعہ قائم یعنی مدینہ و مکہ زاد ہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تکریماً اس تعریف کی بنا پر وہی شہر ہونے سے خارج ہوئے جاتے ہیں علی ما صرح بہ العلامة ابراہیم الحلبی فی الغنیۃ والعلامة السید الشریف الطحاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح تو اس کی بے اعتباری میں کیا شبہ ہے

صحیح تعریف شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں دوامی بازار ہوں زدہ جسے پیٹھ کہتے ہیں اور وہ پرگنہ ہے کہ اُس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں اور اُس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی شہسخت و شوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے جہاں یہ تعریف صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ جائز ہے ہمارے المہ ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی ظاہر الروایۃ ہے کما فی الہدایہ والحانیہ والظہیریہ والخلاصۃ والعنایۃ والحلیۃ والغنیۃ والدارالمختار والہندیۃ وغیرہا اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم کے استاذ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد خاص حضرت امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ کما فی مصنف عبد الرزاق حدثنا ابن جریج عن عطاء بن ابی رباح قال اذ اکت فی قریۃ جامعۃ فتودی بالصلاۃ من یوم الجمعۃ فحق علیک ان تشہدھا سمعت النذراء اولہ تسمعه قال قلت لعطاء ما القریۃ الجامعۃ قال ذات الجماعۃ والامیر والقاضی والدور والمجمعة الآخذ بعضها ببعض مثل جدۃ اور یہی قول امام ابو القاسم صفار طبعۃ التلمیذ امام محمد کا مختار ہے کما فی الغنیۃ اسی کو امام کرخی نے اختیار فرمایا کما فی الہدایۃ۔ اسی پر امام قدوسی نے اعتماد کیا کما فی مجمع الاہل اسی کو امام شمس الامم سرخسی نے ظاہر المذہب عندنا فرمایا کما فی الخلاصۃ اسی پر امام علاؤ الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور ان کے تلمیذ امام ملک العلل ابو بکر مسعود نے بیان شرح تحفہ میں فرمایا کما فی الحلیۃ اسی پر امام فقیہ النفس قاضی خاں نے جزم و اقتصار کیا کما فی فتاواہ اور اسی کو شرح شجاع صغیر میں قول متعدد فرمایا کما فی الحلیۃ والغنیۃ اسی کو امام شیخ الاسلام برہان لدین علی فرغانی نے مزج رکھا کما فی شرح المغنیۃ اسی کو مصنفات میں اصح ٹھہرایا کما فی جامع الرموز ایسا ہی جو ائمہ الاخلاط میں لکھ کر کھذا اقرب الاقارب الی الصواب کما کما روایتہ فیہا ایسا ہی غیاثیہ میں لکھا کما فی الغنیۃ اسی کو تاتاریخانیہ میں علیہ الایمان فرمایا کما فی الہندیۃ اسی کو غایۃ شرح ہدایہ وغنیۃ شرح منیہ و مجمع الانہر شرح ثقیۃ البحر و جواہر و شرح نقایہ ہستانی میں صحیح کہا اخیر میں ہے یہی قول معتدل علیہ ہے اسی کو طبعی البحر میں مقدم و ماخوذ ٹھہرایا اسی پر کنز الدقائق و کافی شرح وانی و نور الایضاح و علیگیریہ وغیرہا میں جزم و اقتصار کیا قول دیگر کا نام بھی نہ لیا۔ اسی کو غنیۃ شرح ہدایہ میں علیہ اکثر الفقہاء فرمایا حکما فی حاشیہ المرقاۃ للعلامۃ الطحطاوی اسی کو علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نور الایضاح میں اصح و علیہ الایمان فرمایا اسی پر علامہ سید احمد مصری نے حاشیۃ شرنبلالیہ میں اعتماد اور قول آخر کا رد بلغ کیا اسی پر امام ابن التمام محمد و علامہ اسماعیل نابلسی و علامہ فتح آقندی و علامہ سید احمد حموی وغیرہم کبرائے اعلام نے بنائے کلام فرمائی۔ شرح کل ذلک یطول علامہ ابراہیم طبری شرح مفید میں فرماتے ہیں الحد الاصحیح ما اختارہ صاحب الہدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و تنزیہ صدور الشرایع لہ عند اعتذارہ عن صاحب الوقایۃ حیث اختار الحد للفقہاء لظہور التوفی فی الاحکام مزین بان المراد القدرة علی اقامتها علی ما صرح بہ فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا اسلاف والسوان ولہا رساتین فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحیثۃ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح او ملتی البحر و مجمع الانہا میں ہے ہو ظاہر المذہب علی ما نص علیہ السرخسی و ہر

اختیار الکونین والقدری وقیل قائلہ صاحب الوقایۃ وصدور الشریعۃ وغیرہا مالوا اجتماع اہلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعہم
وہو اختیار النجی وانما اور بصیغۃ التمریض لانہ قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عند المحققین مع ان الاول یكون ملائماً للشرط
وجود السلطان وناصبہ ومناسباً لما قالہ الامام رحمہ اللہ تعالیٰ فی الغایۃ ہوا الصحیح اہ ملخصاً هذا جملة الکلام وللتفصیل
محل اخرو اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کلام صلیع گودا سپہ مرسلہ شیخ مراد علی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۰۹

بشرط خدمت با عظمت حضرت من مولانا فیاض الدین حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب مقیم بریلی زاد شریفیضا نہ بعد السلام علیکم وعلیکم ورحمۃ
نیزارت خدمت شریف میں عرض یہ ہے کہ نماز جمعہ کی فرضیت میں اختلاف چلا آتا ہے اس سے اطمینان حاصل نہیں بعض عالم فاضل قابل فتویٰ
کے فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کے عین فرض ہے کوئی امر حالات موجودہ سلطنت سے اُس کے فرضیت کا مانع نہیں خالصاً بلا شک و شبہ عین
فرض یقیناً نماز جمعہ برصدق دل سے آمنا و صدقاً سے یقین رکھنا چاہیے اور جو بعد نماز جمعہ کے احتیاطی فرض نماز پیشین کی پڑھی جاتے
ہیں یہ نہیں پڑھنی چاہیے اور بعض بعض عالم فاضل لائق فتویٰ کے بنظر حالات سلطنت وقت کی فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ واقعی عین فرض تھا مگر
اس وقت بوجہ نہ ہونے سلطنت اسلام کے وہ فرضیت جو دراصل تھا اب وہ نہیں رہا نماز جمعہ کے بجائے فرضیت کے بمنزلہ مستحب کے فرماتے
ہیں اور فتویٰ دیتے ہیں کہ نماز جمعہ کا ایک بڑا بھاری رکن اسلام کا ہے اس کا ترک اور ان کا مطلقاً چھوڑنا اچھا نہیں بہر حال پڑھنا نماز جمعہ
ثواب اور اچھا ہے اور ساتھ اس کے یہ بھی فتویٰ فرماتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ کے احتیاطاً نماز سب پیشین کی معہ فرضوں کے پڑھ لینا ضرور
چاہیے اس واسطے جناب میں التماس پیش کیا جاتا ہے کہ جناب اس میں کس طرح فرماتے ہیں کہ اطمینان فرقہ علمائے اول کے جو عین فرضیت کا
فتویٰ فرماتے ہیں یا برخلاف اُس کے اور اطمینان فرقہ علمائے گروہ ثانی کی جو مستحب فرماتے اور پیچھے نماز جمعہ کے بعد نماز پیشین معہ فرضوں کی احتیاطاً
پڑھ لینا فرماتے ہیں جناب بالتشریح اسے درخواست کے محاذ پر مفصل حال جو جناب کے فتویٰ سے بہتر اور اولیٰ ہو تحریر فرمادیں تاکہ ان دونوں
فریق کے بحث مختلف سے یک سوا اطمینان حاصل ہو فقط ۲۲ ماہ ستمبر ۱۳۰۹

الجواب

اللہم ھد ایلۃ الحق والصواب۔ اصل فرضیت جمعہ میں کسی کو کلام نہیں کہ وہ نہ صرف مجمع علیہا یا نص قطعی سے ثابت بلکہ اعلیٰ
واجل ضروریات دین سے ہے مگر جمعہ باجماع امت مشروط بشرط ہے ہمارے اللہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو شرائط اُس کے
لیے عین فرمائے شک نہیں کہ ان بلاد میں ان کا پورا پورا اجتماع قدرے محل اشتباہ و نزاع مہذا یہاں عامۃ بلاد میں جماعات جمعہ متعدد ہوتی ہیں
اور اگرچہ مذہب مفتی بہ میں تعدد جمیع مثل عیدین مطلقاً جائز اسی پر کثرت دوائی و کاتی و لقی و تنویر و ہندیہ و طحاوی و شامی وغیرہ میں اعتماد
فرمایا امام اجل مفتی ابن الانس نجم الدین نسفی پھر علامہ ابن دہبان نے اپنے منظومہ اور علامہ یوسف چلبی نے ذخیرۃ العقبیٰ اور علامہ شرنبلالی نے
مراتی الفلاح میں اسی کو قول صحیح امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بتایا مشرّح وقایہ میں ہے یہ مفتی مشرّح الجمع للعلامہ ابدر العینی میں ہے
علیہ الفتویٰ فتح القدیر میں ہے علی المفتی بہ محیط خمس الامم سرخسی میں ہے الصحیح وہ ناخذ بتیین المحتاج و مجرد فتح و شرح دہبانہ دیکھ الغفار

ان بلاد میں مطلقاً صحت جمعہ کو قطعی یقینی بلا اشتباہ ماننا افراط اور اقلیل مذہب و خلافیات مشائخ سے غفلت و ذہول ہے اور جمعہ کو صرف درجہ مستحب میں جاننا محض باطل و تفریط و قواعد شرع و مقاصد ائمہ سے عدول اگر اول حق ہوتا تو احتیاط کی کیا حاجت تھی کہ خروج عن الحدیث بالیقین ہو لیا اور ثانی صحیح ہوتا تو صرف احتیاط ماننے کے کیا معنی تھے بلکہ یقیناً ظہر فرض قطعی ہوتا اور ایک مستحب کے سبب جماعت ظہر کو کہ علی المعتمد واجب ہے ترک کرنا مکروہ تحریمی سمجھا جمیع مستحبہ نہ شرع سے مہموز نہ کلمات علماء اُس کے مساعد پس قول وسط و انصاف یہ ہے ان شہروں میں جمعہ ضرور لازم ہے اور اُس کا ترک معاذ اللہ ایک شعار عظیم اسلام سے اعراض اور ان چار رکعت احتیاطی کا خواص کو حکم اور ناہم عامیوں کے حق میں اغماض واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ مولوی الیاریا خان صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ جو فتاویٰ ابوالبرکات میں لکھا ہے کہ لا تجوز الجمعة حتی یعلم الخلیب معناه یہ صحیح ہے یا کیا - بیذنا توجروا

الجواب

خطیب کا معنی عبارت خطبہ سمجھنا شرط کیا معنی ہرگز واجب بھی نہیں کہ آئمہ کہ سبکیں جمعہ ناجائز ہوتا تو درکنار اگر یہ قول صحیح ہوتا واجب تھا کہ کتب مشہورہ متداولہ اُس کی تصریحوں سے مالا مال ہوتیں ایسا نہایت ضروری مسئلہ جس پر نماز فرض کے صحت و بطلان کا مدار ہوا اور متون و شروح و فتاویٰ کہیں اُس کا پتہ نہ دیں ہرگز عقل سلیم اُسے قبول نہیں کر سکتی و لہذا مجتہدین جو بہت سی شرائط نیت نماز فرض و نفل میں ذکر کیں جن کا تصانیف معتمدہ میں وجود نہ تھا علماء نے اسی وجہ سے ان کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا یا اشتباہ میں ہے من الغریب ما فی المجتبیٰ لا بد من نية العبادۃ والطاعة والقربة وانه يفعلها مصلحة له فی دینہ وان یکون اقرب الی ما وجب عنده عقلاً من الفعل واداء الامانة وابعدا عما حرم علیہ من الظلم وکفر ان النعمة ثم هذه النيات من اول الصلاة الی آخرها خصوصاً عند الانتقال من رکن الی رکن ولا بد من نية العبادۃ فی کل رکن والنفل کا فرض فیہا الا فی وجہ واحد وهو ان ینوی فی النوافل انھا لطف فی الفرائض وتسهیل لھا اھ ملخصاً غزالیوں میں ہے الغزابة فی کون هذه النیاء لا بد من نیتھا فان الفقهاء لم یذکروا ذلك فی کتبہم متوناً و شروحاً و فتاویٰ اھ اور مجتہدین اگرچہ مثل سائر تصانیف ناہدی کتب معتمدہ سے نہیں تاہم مشہور مصنف کی مشہور تصنیف ہے جس سے علماء مابعد نے صدہا مسائل نقل فرمائے مگر ایسے ہی نوادر وغرائب کے باعث پایہ اعتماد سے ساقط ہوئی پھر بالفرض اگر فتاویٰ ابوالبرکات کا یہ مطلب ہو بھی تو اس قسم کے فتاویٰ ایک بات اور وہ بھی اتنی بے ثبات جس پر شرع سے اصلاً دلیل نہیں کیونکہ ادنی التفات کے قابل ہو سکتی ہے اس میں شک نہیں کہ تدبر معنی جمال محمود کمال مقصود ہے مگر فقہائے کرام نے عموماً عبادات کے کسی ذکر میں نفس نیت کے سوا قلب کا کوئی حصہ ایسا نہیں رکھا جس پر فساد و صحت کی بنا ہو یہاں تک کہ اصل حضور قلب جس کے معنی یہ ہیں کہ صدر نفل و قول پر متنبہ ہو اگرچہ معنی کلام نہ سمجھے یہ بھی صحت نماز کے لیے ضروری نہیں مطلقاً و خزانہ

لہ قلت اضمح الواہدی ہذا عن اعتزالہ فان الوجوب عند اھل الحق شرعی لاعقلی ۱۲ منہ

درسراجہ و شرح قیدانی للفتنی وغیرہ یون و رد المحتار وغیرہ میں ہے لایعتبر قول من قال لا قيمة لصلاة من لم يكن قلبه فيها
معہ علامہ شامی نے فرمایا حضور القلب هو العلم بالفعل والقول الصادرين وهو غير المفهم لان العلم بنفس اللفظ غير العلم
بمعنى اللفظ اور خطبہ جمعہ کا ذکر تذکیر کے لیے مشروع ہونا کہا قال تعالى فاسعوا الى ذكر الله ہرگز اس دعوت کا مثبت نہیں ہو سکتا
کہ جب الفاظ الفاظ ذکر ہیں اور اس نے بالقصد انھیں ادا کیا قطعاً ذکر متحقق ہوا تدریجی بد توقف نہیں ورنہ واجب کہ نماز میں بھی
نعم منی فرض ہو قال تعالى اقم الصلاة لذكرى علاءہ بریں تذکیر سے تذکر زیادہ محتاج نعم و تدبر سے مرد باید کہ گیر داند گوشش و
در نشست ست پند بردیوار و حالانکہ علم تصریح فرماتے ہیں کہ مقتدی اگر برے یا سونے یا اس قدر دودھ ہوں کہ آواز نہ جائے مگر وقت
خطبہ حاضر ہوں کافی ہے شرط ادا ہو گئی نعم منی حیوان نفس سماع کی بھی ضرورت نہیں رد المحتار میں ہے لا یشترط لصحتها كونها
مسموعة لهم بل يكفي حضورهم حتى لو بعد واعنه او فاموا اجزأت تنویر میں ہے ولو صمناً **اقول** وبالله التوفيق تحقیق
امر ہے کہ ہر چند احکام شرعیہ عموماً حکم و مصالح سے ناشی ہوتے ہیں اور مشروعیت خطبہ کی حکمت یہی تذکیر و تذکر ہے مگر حکمت مدار حکم
نہیں ہوتی کہ اس کے فقدان سے فساد و بطلان لازم آئے مثلاً شرع نکاح کی حکمت کثیر امت اور نفس کی عفت کہ مرد و عین و زن رتقا
و قرآن میں دونوں اور بجا کرتے اول منتفی مگر پھر بھی صحت نکاح میں شہد نہیں صوم کی حکمت کسر شہوت اور نفس کی ریاضت پھر اگر کسی
شخص کے مزاج پر رطوبت غالب اور اس کی وجہ سے شہوت میں ضعف ہو کہ روزہ اسے نافع و موجب قوت پڑے تو کیا اسے روزے کا حکم
نہ دیں گے یا اس کے صوم کو فاسد مانیں گے و حق علیٰ ہذا یہ سب کلام اس تقریر پر ہے کہ عبارت مذکورہ سوال کا وہ مطلب ہو یا فتاویٰ
فقیر کے نظر سے نہ گزرا کہ سیاق و سباق دیکھ کر تعین مراوی مگر جتنے لفظ سائل نے نقل کیے فقیر عقراستہ تعالیٰ لہ کے رائے میں ان کی عمدہ
توجیہ یوں ممکن کہ نیت نام قصد قلبی کا ہے اور قصد شے اس کے علم پر ہو قوت آدمی جس چیز کو جانتا ہی نہ ہو اس کا قصد محض بے معنی اور کسی شے کا
جانتا اسے نہیں کہتے کہ صرف اس کا نام معلوم ہو جس کے معنی و مراد سے ذہن بالکل خالی ہو بلکہ اس کے مفہوم سے آگاہی ضروری ہے مثلاً
طوطے کو زید کا نام کھا دیں تو یہ نہ کہیں گے کہ وہ زید کو جانتا ہے اسی لیے علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص نماز فرض میں فرض کی نیت کرے
مگر یہ نہ جانے کہ فرض کسے کہتے ہیں نماز ہوگی کہ صلاۃ فریضہ میں نیت فرض بھی ضروری تھی جب وہ معنی فرض سے غافل ہے تو لفظ فرض کا
خیال ہوا نہ نیت فرض کہ فرض تھی فی الاشباہ عن العناية انه ينوي الفريضة في الفرض الخ ثم نقل عن القنية ينوي الفرض ولا
يعلم معناه لا يجزيه جب یہ واضح ہو لیا اور معلوم ہے کہ صحت خطبہ کے لیے نیت خطبہ شرط ہے یہاں تک کہ اگر نذر پر جا کر پھینک آئی اور
پھینک پر الحمد للہ کہا خطبہ ادا نہ ہوا اشباہ میں ہے اما النية للخطبة في الجمعة فشرط صحتها حتى لو عطف بعد صعود
المنبر فقال الحمد لله للعتاس غير قاصد لها لم تصح كما في فتح القدير وغيره الخ تو لازم ہوا کہ خطیب معنی خطبہ سے آگاہ
ہو یعنی یہ جانتا ہو کہ خطبہ ایک ذکر الہی کا نام ہے تاکہ اس کی نیت کر سکے ورنہ نام خطبہ جانا بھی اور یہ نہ جانتا کہ خطبہ کسے کہتے ہیں بلکہ لوگوں
کے دیکھا دیکھی بے سمجھے ایک فعل کر دیا تو بیشک نماز جمعہ ادا نہ ہوگی کہ یہ وہی نام خطبہ کا خیال ہوا نہ نیت خطبہ وقد منعنا الشامي
ان العلماء باللفظ غير العلم بمعناه والشرط انما هو نية ما يعنى من الخطبة لانية لفظ الخطبة وهذا ظاهر جدا اور

جب نیت نہ ہوئی کہ شرط صحت خطبہ تھی خطبہ نہ ہوا اور جب خطبہ نہ ہوا کہ شرط صحت جمعہ تھا جمعہ نہ ہوا جس طرح کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خود بھی ان کے سے افعال کرے اور معنی نماز سے جاہل ہو یعنی نہ جانے کہ نماز خدا کا ایک فرض ہے کہ بغرض اس مثال امر ادا کیا جاتا ہے ہرگز نماز نہ ہوگی اشباہ میں ہے لا یعلم ان الله تعالى على عباده صلاة مفروضة ولكنہ کان یصلیہا لادواتہا لم یجزہ یعنی میں نے خطبہ نہ جانے کے ذریعہ کہ جو عبارت پڑھے اس کا ترجمہ سمجھنا ضروری ہے یہ کسی کا بھی مذہب نہیں۔ ہکذا ینبغی التوجیہ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ اذ افضل گندھ ضلع بجنور مرسلہ یوسف خاں وغیرہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید جمعہ کے دن جب خطبہ پڑھتا ہے تو اس کے بعد ترجمہ بھی پڑھتا ہے اس لیے خطبہ ثانیہ میں توقف ہوتا ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد ترجمہ پڑھنے سے نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ خطبہ مع ترجمہ بزبان غیر عربی جمعہ یا عیدین کا جائز ہے یا نہیں اور توقف مابین ہر دو خطبہ شرعاً جائز ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد تاخیر نماز جمعہ میں ہوگی وہ بھی شرعاً جائز ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

ترجمہ کے سبب خطبہ ثانیہ یا نماز جمعہ میں تاخیر فصل اجنبی تو نہیں ہے کہ ترجمہ خطبہ بھی خطبہ ہے اذ فیہا ما فیہا من الذکر والتذکرہ ہاں خطبہ کی تطویل ہوگی اور یہ خلاف سنت ہے خصوصاً اگر مقتدیوں پر تقیل ہو کہ اب سخت ممانعت ہے الحدیث قول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انت یا معاذ قالہ فی الصلاة فکیف فی الخطبة اور نہ بھی ہو تو خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط خود کردہ اور سنت متواترہ کے خلاف ہے کما بینا فی فتاونا۔ ہاں عیدین میں خطبہ ثانیہ اگر لوگ راضی و متوجہ ہوں بہ نیت و عطف نہ بہ نیت خطبہ عیدینہ و نصیحت کر سکتا ہے اگرچہ وہی جو خطبہ میں بزبان عربی مذکور ہوئی فقد اتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد خطبة العید الی النساء فوعظھن و ذکرھن واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کلکتہ دھرم تلم لا مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) قلعہ کلکتہ میں دروازوں پر پھرا چوکی رہتا ہے اور دس پانچ کیا سوچ پاس آدمی بغرض سیر جائیں یا دوسری غرض سے مثلاً کسی کے ملاقات کو تو کوئی مانع و مزاحم نہیں ہوتا تین چار ہزار مزدور اندر کام کرتے ہیں جو صبح کو بے روک ٹوک اندر جاتے اور باہر آتے ہیں ہاں شب کے ساڑھے نہ بجے سے عام لوگ پانچ بجے تک اندر نہیں جاسکتے اندر بازار بھی ہے جو چاہے باہر سے اشیا خریدنے کو جائے کچھ ممانعت نہیں اگر نہی جو قلعہ میں عہدہ بننا ہے اکثر لوگ اس کے خریدنے کو جاتے اور خرید کر لاتے ہیں ہاں یہ قاعدہ ہے کہ باہر سے جو چاہے جو چیز چاہے اندر لے جائے مگر اندر سے بغیر پاس کے کوئی چیز باہر نہیں لاسکتا مسجد اندر نہیں ہے جماعت اذان کے ساتھ ہوتی ہے پیشتر کی پلٹن میں مسلمان بکثرت تھے نماز باجماعت ہوتی تھی اب جو پلٹن ہے اس میں ہندو بہت ہیں مسلمان قریب شہر کے ہوں گے انھوں نے گر نیل سے درخواست کی کہ ہم اپنا مولوی نماز پڑھانے کی غرض سے کھنا چاہتے ہیں اس نے اجازت دی اور انھوں نے رکھ لیا ایک وقت میں ایک مسلمان صاحب نے جو پلٹن کے سپاہیوں میں نہیں بلکہ ایک جرنیل کے ملازم ہیں بعض مسائل میں دوسرے مسلمان سے محبت کی اور مار پیٹ ہوتی گر نیل نے اُن تہا مسلمان کو ان کی جماعت میں شریک ہونے سے

مانعت کردی اور ان سب سے کہہ دیا اگر شخص تمہاری نماز کی جگہ آئے تو اُس کو قید کر لو اور ہمارے پاس پہنچا دو ایسی حالت میں نماز جمعہ قلعہ کے اندر ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ (۲) جمعہ کے دو رکعت فرضوں کے سوا کے رکعت نماز سنت پڑھنا چاہیے فرضوں سے پہلے کے رکعت اور بعد فرضوں کے رکعت اور احتیاطی نظر پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب۔ اذن عام کہ صحت جمعہ کے لیے شرط ہے اُس کے یہ معنی کہ جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اُس شہر کے تمام اہل جمعہ کے لیے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو تو وقت جمعہ کے سوا باقی تمام اوقات نمازیں بھی بندش ہو تو کچھ مضر نہیں بلکہ صرف رابع کے سارے نو بجے سے صبح کے پانچ بجے تک کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بادشاہ اپنے قلعہ یا مکان میں حاضری جمعہ کا اذن عام دے کر جمعہ پڑھے تو صحیح ہے حالانکہ قصر و قلعہ شاہی عام اوقات میں گزر گاہ عام نہیں ہو سکتے کافی شرح دانی میں ہے السلطان اذا اراد ان يصل بمجتمعه في داره فان فتح بابها واذن للناس اذنا عاما جازت صلاته متحدتها العامة اولاً اور بے پاس کسی چیز کی باہر لانے کی مانعت تو یہاں سے کچھ علاقہ ہی نہیں رکھتی کہ وہ خروج سے منع ہے نہ دخول سے یہاں مزدوروں یا سیر والوں یا خریداروں کو اجازت عام ہونا کچھ مفید نہیں کہ وقت نماز بہر نماز اہل نماز کو اجازت چاہیے اور ان کو ہونے نہ ہونے سے کیا کام آوے اور اذن اگرچہ انھیں لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے ہیں رد المحتار میں ہے المواد الاذن من مقيمها مگر پڑھا ہر کہ تحقق معنی اذن کے لیے اُس مکان کا صالح اذن عام ہونا بھی ضرور نہ اگر کچھ لوگ قصر شاہی یا کسی امیر کے گھر میں جمع ہو کر باذان و اعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہل شہر کو آنے کی اجازت عام دیدیں مگر بادشاہ امیر کی طرف سے دروازوں پر پیرے بیٹھے ہوں عام حاضری کی مزاحمت ہو تو یقیناً کہ وہ اذن عام محض لفظاً ہے معنی ہوگا وہ زبان سے اذن عام کہتے اند دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذن عام نہیں ہو سکتا پس ما نحن فيه میں دو باتیں محل نظر ہیں اولاً اُس قلعہ کا صالح اذن عام ہونا یعنی اگر تمام اہل شہر اسی قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی مانعت نہ کرے طحاوی میں ہے لو اردوا الصلاة داخلها ودخلوها جميعا لم يمنعوا اگر ایسا ہے تو بیشک وہ قلعہ صالح اذن عام ہے اور ایسی حالت میں دروازہ پر چوکی پہرا ہونا کچھ مضر نہ ہوگا کہ پہرا دی مانع ہے جو مانع دخول ہو و لہذا کافی میں بصورت عدم جواز صرف اجلس البوابين نہ فرمایا بلکہ ليمنعوا عن الدخول بڑھایا یہاں رحمانیہ میں محیط سے منقول ان اجلس البوابين عليها ليمنعوا عن الدخول لہ تجزئہم الجمعة تو صرف شوکت شاہی یا اُس قانون کی رعایت کو کہ بے پاس کوئی چیز اندر سے باہر نہ جائے پہرا ہونا مکان کو صلاحیت اذن عام سے خارج نہیں کرتا اور اگر اجازت سو پچاس یا ہزار دہزار کسی حد تک محدود ہے جیسا کہ بعض الفاظ سوال سے استفادہ اگر تمام جماعات شہر جانا چاہیں نہ جانے دیں گے تو وہ مکان بندش کا ہے اُس میں جمعہ نہیں ہو سکتا برائے میں اشتراط اذن عام کی دلیل میں فرمایا تسمى جمعة لاجتماع الجماعات فيها فافضى ان تكون الجماعات كلها مأذونين بالخصوص تحقيقاً لمعنى الاسم ثانياً اگر ثابت ہو جائے کہ یہ قلعہ اذن عام کا مکان ہے تو جب تک کسی شخص خاص کو حاضری نماز سے مانعت نہ تھی جمعہ بیشک صحیح ہو جاتا تھا اب کہ اُس ملازم جرنیل کو منع کیا گیا تو محل نظر ہے کہ یہ مانعت ان مقيمان

جمعہ کی طرف سے بھی ہے یا نہیں اگر یہ اُسے جمعہ میں آنے سے منع نہیں کرتے اگرچہ اور نمازوں میں مانع ہوں اگرچہ کر نیل نے اُسے جمعہ سے بھی جبراً روکا ہو یا وہ خود بخوف کر نیل نہ آتا ہو تو ان صورتوں میں بھی صحت جمعہ میں شک نہیں کہ جب یقین جمعہ کی طرف سے اذن عام اور وہ مکان بھی اذن عام کا صالح تو کسی شخص کو غیر جمعہ سے روکنا یا جمعہ میں اُس کا خود نہ آنا یا کسی کا جبراً اُسے باز رکھنا قاطع اذن عام نہیں ہو سکتا جیسے دذاتی لوگ کہ ہمیشہ حضوری مساجد سے ممنوع ہوتے ہیں یا اگر کوئی شخص بعض نمازیوں کو خاص وقت نماز اس لیے مقید کر لے کہ مسجد میں نہ جلتے پائیں تو نہ یہ قادر اذن عام نہ یقیناً جمعہ پر اس کا الزام بلکہ ظاہراً مانعت کر نیل بھی کوئی اپنی طرف سے حکم جبری نہیں انھیں پلٹن والوں کی خاطر سے ہے اور انھیں کی مرضی پر رکھا ہے جب یہ مزاحمت نہیں کرتے تو کر نیل کو ہر غاش سے کیا مطلب اور اگر یہ خود اُسے حاضری جمعہ سے باز رکھتے ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ وہ شخص فی الواقع شریرہ مفسد و موزی ہے کہ اُس کے آنے سے اندیشہ فتنہ ہے جب تو ایسی مانعت بھی مانع صحت جمعہ نہ ہوگی کہ قادر اذن عام نماز سے روکنا ہے کما فی الطحاوی عن الحلبي لا بد من حملہ علی ما اذا منع الناس من الصلاة شرح عیون المذاہب پھر مجمع الانسیر پھر در مختار پھر فتح المعین علامہ ابوالسعد الہری میں ہے واللفظ له الجمعة بالقلعة صحيحة ان غلق بابها لان الاذن العام مقر كاهلها وغلقه لمنع عدو او عادة قديمة لا للصلى اور یہ روکنا در حقیقت نماز سے روکنا نہیں بلکہ فتنہ سے بندش ہے کما فی الشامی عن الطحاوی لا یمنع من نحو النساء لحوث الفتنة انتهى اقول وتعليله بعدم التكليف معلول بما فی الشامی عن العلامة اسمعیل مفتی دمشق الشام تلمیذ المحقق العلانی صاحب الدر المختار عن العلامة عبد العلی البرجندی شارح النقایۃ ان الاذن العام ان لا یمنع احدا ممن تصیمنه الجمعة کما لا یمنع فافهم علی خود فرماتے ہیں کہ موزیوں کو مساجد سے روکا جائے کما فی عمدۃ القاری للامام البدر محمد العینی وفی الرسائل الزینیۃ للعلامة زین بن نجیم المصری وفی الدر المختار منع منه (ای من المسجد) کل موزو لو بلسانہ تو یہ روکنا کہ مطابقت شرع ہے مافی اذن نہیں اور اگر ایسا نہیں بلکہ یہ لوگ محض ظلم و جبر یا براہ تعصب روکتے ہیں تو بلا شہد ان کا جمعہ باطل کہ ایک شخص کی مانعت بھی اذن عام کی مبطل فقہ مر عن الشامی عن اسمعیل عن البرجندی ان لا یمنع احدا جامع الروایہ میں ہے الاذن العام بالصلاة بان یفتح باب الجامع او دار السلطان بلا مانع لاحد من الدخول فیہ اھ ہذا کلمہ مما اخذتہ تفقہا من کلماتہم وارجو ان یكون صوابا انشاء الله تعالیٰ (۲) دس سنتیں ہیں چار پہلے چار بعد ہی مخصوص علیہن فی المتون قاطبہ وقد صحیح عن الحدیث فی صحیحہ مسلم اور دو بعد کو اور کہ بعد جمعہ چھ سنتیں ہونا ہی حدیث و فقہا ثبت واحوط و مختار ہے اگرچہ چار کہ ہمارے ائمہ میں متفق علیہ ہیں ان دو سے مؤکد تر ہیں۔ الحدیث ابوداؤد بسند صحیح والحاکم وصحیحہ علی شرط الشیخین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ کان اذا کان بکلمۃ فضلی الجمعة تقدم فضلی رکعتین ثم تقدم فضلی اربعاً (دو فیہ) فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل ذلک هذا مختصر وتمام الکلام علیہ فی الفتح الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار عن ابی عبد الرحمن السلی قال قدم علینا عبد اللہ (یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فکان یصلی بعد الجمعة اربعاً فقدم بعدہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فکان اذا صلی الجمعة صلی بعدہا رکعتین واربعاً فاعجبنا فذل علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فاخترناه۔ الفقہ فی ابی السعد الازہری تحت قول مسکین قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ السنۃ بعد صلاۃ الجمعۃ ست رکعات اہ وبہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ عن عیون المذاہب والتجنیس اہ فی الجواہر الاخلاصی ہوما خوذ القاضی واخذ بہ اکثر المشائخ وھو المختار اہ فی مجمع الازہر بہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ منا وبہ یعمل الیوم اہ فی البحر الرائق فی الذخیرۃ والتجنیس وکثیر من مشائخنا علی قول ابی یوسف وفی منیۃ المصلی والا فضل عندنا ان یصلی اربعاً ثم رکعتین اہ فی الغنیۃ الا فضل ان یصلی اربعاً ثم رکعتین للخروج عن الخلاف اہ اور عام لوگوں کو احتیاطی نظر کے کچھ ضرورت نہیں۔ کما فصلنا فی قناوننا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بھورہ کلاں پر گنہ و ضلع پہلی بھیت مرسلہ شیخ سالار بخش ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ چار رکعت فرض ظہر مثل نفل یعنی چاروں رکعتوں میں سورت ملا کر پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ بدینا تو جروا

الجواب

وہ شہر و قصبات جن میں شرائط جمع کے اجتماع میں اشتباہ واقع ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور آج کل ہندوستان کے عام بلاد ایسے ہی ہیں ایسی جگہ ہمارے علمائے کرام نے حکم دیا کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی یہ رکعتیں چاروں سنت بعد یہ جمعہ کے بعد پڑھے اور جس پر ظہر کی قضاء عمری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی ملائے پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد بنیت سنت وقت ادا کرے جمعہ پڑھتے وقت نیت صحیح و ثابت رکھے جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت کرے اگر بنیت فرض نہ ادا کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہو گا اور اب یہ چار رکعتیں زری احتیاطی نہ رہیں گی بلکہ ظہر پڑھنی فرض ہو جائے گی اور جب یوں نیت صحیح سے ادا کر چکا تو ان چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھتا ہوں بلکہ وہی گول نیت رکھے کہ جو پچھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی اُسے ادا کرتا ہوں خواہ وہ کسی دن کی ہو اس سے زیادہ خیالات پریشان نہ کرے۔ یوں پڑھنے میں یہ نفع پائے گا کہ اگر شاید علم آئی میں بوجہ فوت بعض شرائط جمعہ صحیح نہ ہوا ہو گا تو یہ رکعتیں آج ہی کی ظہر ہو جائیں گی کہ اس صورت میں یہی ظہر وہ پچھلی ہے جس کا وقت اسے ملا اور ابھی ذمہ سے ساقط نہ ہوئی اور اگر جمعہ صحیح واقع ہوا تو آج سے پہلے کی جو ظہر اس کے ذمہ رہی ہوگی (خواہ یوں کہ سرے سے پڑھی ہی نہ تھی یا کسی وجہ سے فاسد ہو گئی) وہ ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی ظہر نہ رہی ہوگی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی اسی لحاظ سے جس پر قضاء عمری ظہر کی نہ ہو یہ چاروں رکعتیں بھری پڑھیں کہ اگر نفل ہوئیں اور سورت نہ ملائی تو ذرا جھپٹ کر نماز مکروہ تحریمی ہوگی ہاں جس پر قضاء عمری ہے اُسے پچھلی دو میں سورت ملائے کی حاجت نہیں کہ اُس کے ہر طرح فرض ہی ادا ہوں گے جمعہ نہ ہوا تو آج کے اور ہوا تو آج سے پہلے کے یہ تفصیل واقع کے اعتبار سے ہے نمازی کو نیت میں اس شک و تردد کا حکم نہیں کہ نیت و تردد باہم منافی ہیں اگر یوں میں غریب نیت کی تو وہ مقصود و احتیاط ہرگز حاصل نہ ہو گا لہذا اسی طرح گول نیت بے خیال تردد بجا لائے اور واقع کا معاملہ علم آئی پر چھوڑ دے پھر ایسی صحیح نیت نہ سے جاہلوں کو ذرا دشوار ہے اور ان سے یہ بھی اندیشہ کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ

جاننے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں میں ہی نہیں یا سمجھنے لگیں کہ جمعہ کے دن دوسرے فرض ہیں دو رکعتیں الگ چار الگ اسی لیے علمائے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے اُن کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر اُن کی نماز ٹھیک ہو جائے انہیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں ہاں خواص یعنی جو لوگ اس طرح کی نیت کر سکتے ہوں اور اُن سے وہ اندیشے نہ ہوں وہ یہ احتیاط کجا لائیں تاکہ یقیناً فرض خدا ہوا ہو جائے اور شبہ و احتمال کی گنجائش نہ رہے فقیر اپنے فتاویٰ میں مسئلہ مفصل و مدلل لکھ چکا ہے یہاں صرف دو تین عبارات پر اقتصار ہوتا ہے فتاویٰ علی گری میں ہے فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة لوقوع الشک فی المصر او غیرہ واقام اہلہ الجمعة ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربع رکعات وینوبھا الظہر حتی لو لم تقع الجمعة موقعھا یخرج عن عہدۃ فرض الوقت بیقین کن انی الکافی وہکن انی المحیط ثم اختلفوا فی نیتھا قبل نیوی اخر ظہر علیہ وہو الاحسن والاحوط ان یقول نوبت اخر ظہر اذ زکرت وقتہ ولما وصلہ بعد کذا انی القنیۃ و فی فتاویٰ آھو ینبغی ان یقرء الفاتحۃ والسورۃ فی الاربع التي تصلی بعد الجمعة فی دیارنا کذا فی التاتارخانیۃ حلبیہ میں ہے قد يقع الشک فی صحۃ الجمعة بسبب فقد بعض شروطھا ومن ذلک ما اذا تعددت فی المصر وہی واقعة اہل مرو فیفعل ما فعلوہ وقال المحسن امرأئمتھم باداء الاربع بعد الجمعة حتما احتیاطا لمطحاوی میں ہے قال الحلبي الاولی ان یصلی بعد الجمعة سننھا ثم الاخر بع بھذہ النیۃ ثم رکعتین سنۃ الوقت فان صححت الجمعة کان قدادی سننھا علی وجھھا والا فقد صلی الظہر مع سننہ ابو السعود مرقی انفلح میں ہے بفعل الاربع مفسدۃ اعتقاد الجملة ان الجمعة لیست بفرض او تعدد المفروض فی وقتھا ولا یفتی بالاربع الا الخصاص یكون فعلھا یاھا فی منازلھما و بمثلہ صرح المحققون الآمرون کاملقدسی وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از فیروز پور ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ شیخ فضل حسین صاحب ۲۱ رجب ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) حنفی اگر بعض اقوال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اختیار کر لیں جو دربارہ ترقی عبادت ہوں جائز ہے یا نہیں مثلاً اگر دیہات میں جمعہ پڑھنا بقول امام شافعی جائز ہو دے اور بدیں حکم حنفی پڑھیں تو جائز ہوگا یا ناجائز اور ناجائز ہونے کی صورت میں لائق مواخذہ کے ہوں گے یا صرف فرض ظہر اُن کے ذمہ باقی رہے گا (۲) اگر بنظر شبہ ناجائز بعد پڑھنے جمعہ کے چار رکعت دیگر بدیں نیت کر اگر جمعہ جائز نہ ہو ایہ رکعتیں فرض ظہر میں شمار ہو جائیں ورنہ نقل رہیں بدیں خیال کہ روز قیامت فرائض میں جو کمی ہوگی سنا ہے کہ وہ سنن و نوافل سے پوری کیے جائیں گے پڑھنا کفایت کرے گا یا نہیں۔ اور یہ بات اکثر جگہ رواج میں ہے یہ رواج جائز ہے یا نہیں (۳) یہ بات مشہور ہے کہ نہ پڑھنے سے پڑھنا اولیٰ ہے کہ ضعف اسلام کا وقت ہے جمعہ پڑھنے کے واسطے لائق کہنے کے ہے یا نہیں (۴) حاکم باقاضی یا بادشاہ یا نائب کا موجود ہونا جو مشروط ہے اور وہ مشروط ہندوستان میں کہیں میسر نہیں پھر آخر جمعہ پڑھا جاتا ہے اور ایک شرط پر لکھا نہیں کیا جاتا ایسا ہی اگر بعض شرط "حوالی شری آبادی سادی منی" نہ کاٹا گیا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں (۵) یہ جو علما لکھتے ہیں کہ جس بستی کے مسلمان مکلف وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سادیں وہاں جمعہ جائز ہے یہ مردم شمار ہی دیدہ سے مراد ہے یا تعداد نمازیوں سے اندر دن مسجد سے جامع صحن مسجد (۶) جماعت میں بقول بعض ائمہ علاوہ دو آدمی اور بقول بعض چالیس آدمی لکھے ہیں مالا بدینہ میں۔ اگر موجب اس کے

چالیس آدمی سے کم میں جمعہ پڑھا جاوے تو جائز ہوگا یا ناجائز (۷) جن دیہات میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اور وہاں کی آبادی کم ہے کہ شہریت اُس کو حاصل نہیں وہاں کے لوگوں کو اگر جمعہ پڑھنے سے باز رکھا جاوے اور کہا جاوے کہ فرض نظر تھاری ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا جائز ہوگا یا ناجائز درحالیکہ وہ جمعہ پڑھنے دوسرے جائز جگہ پر جانے والے نہ ہوں۔ بینوا تو حروا

الجواب

حتی الامکان چاروں مذاہب بلکہ جمیع مذاہب اللہ مجتہدین کی رعایت ہمارے علما بلکہ سب علما مستحب لکھتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی علما نے کلام تصریح فرماتے ہیں کہ یہ اُسی وقت تک ہے کہ اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو ورنہ ایسی رعایت کی اجازت نہیں فی رد المحتار لیس لہ ان یرتکب مکروہ مذہبہ لیراعی مذہب غیرہ کما مر تقیرہ اول الکتاب جب مکروہ کے سبب حکم تو امر حرام و ناجائز کے لیے کیونکر اجازت ہو سکتی ہے۔ دیہات میں جمعہ پڑھنا خود ناجائز ہے فی الدار لمختار تکرہ تحریراً لانہ اشتغال بمال لا یصح لان المصیر شرط الصحة پھر اس کے سبب جماعت نظر ترک ہونا دوسرا گناہ اور ہر گناہ قابل مواخذہ اور اگر ظہر نہ پڑھی جب تو خود نماز فرض معاذ اللہ ترک کی فرض ظہر کا ذمہ پورا نہ جانا کیا کوئی ایسی بات ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور ضعف اسلام کا عذر قابل سماعت نہیں ضعیف تو یہ ہیں ہے کہ اکثر اہل اسلام کو جائز ناجائز کی چنداں پرواہ نہ رہی نہ کہ وہ ناجائز جسے عبادت کج کربا لائیں روثی اسلام اتباع احکام میں ہے نہ بے قیدی میں والذنب یجالی الذنب والقلیل یدعو الی الکثیر ومالنا الافشاء الا بالمذہب وقد قال العلماء فی عدۃ مسائل فی المذہب لا یفتی بھا کیلا یتوصل العوام الی ہدم المذہب فیکف بمالین من المذہب فی شئ وبالله العصمۃ۔ اور سلطان یا اُس کے مامور و ماذون کا اقامت جمعہ کرنا اگرچہ ایسی شرط ہے کہ ہنگام ضرورت ساقط ہو جاتی ہے مگر شرط مصر کا اس پر قیاس صحیح نہیں کہ غیر مصر میں اقامت جمعہ خود شرع مطہر نے ضرور نہ ٹھہرائی بلکہ وہاں عدم اقامت ہی ضرور ہے تو اس شرط کے اسقاط میں ضرورت کے کیا معنی۔ غرض دیہات میں جمعہ کی ہرگز اجازت نہیں ہو سکتی فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا فی الشاخی عن القہستانی عن الجواہر لوصول فی القی لزہمہ اداء الظہر۔ یہاں تک چار سوالوں کے جواب ہو گئے (۲) یہ نیت کہ اگر جمعہ نہ ہوا تو فرض در نہ نفل ہرگز کفایت نہ کرے گی کہ جمعہ نہ ہوا تو فرض ظہر ذمہ پر باقی ہے اور فرض کی نیت میں تعیین شرط ہے شک و تردد کا فی نہیں فی التئویر لا بد منہ المتعین عند النیۃ لفرض ولو قضاء و واجب بلکہ اشتباہ کی جگہ یہ کرے کہ جمعہ پڑھتے وقت عزم و جزم کے ساتھ جمعہ کی نیت کرے پھر چار سنت بعد یہ نیت سنت وقت پڑھے پھر یہ چار رکعت احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہ کی پھر دو سنتیں بنیت سنت وقت پڑھے اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ جمعہ صحیح ہو گیا تو چار فرض جو اس نے پڑھے پہلے کسی ظہر کی قضا دانستہ یا نادانستہ جو اس کے ذمہ رہے تھی اُس میں محسوب ہو جائیں گی اور کوئی قضا نہ تھی تو نفل ہوں گی اور اگر جمعہ نہ ہوا تو یہ فرض خود آج ہی کی ظہر کے مع سنت قبلیہ و بعدیہ بترتیب ادا ہو جائیں گے یہ اس طریقہ کی منفعت ہے نہ یہ کہ نیت میں یوں شک و تردد کرے یوں ہرگز فرض ادا نہیں ہو سکتے تو وہ مقصود احتیاط کہاں حاصل ہوا۔ ان رکعتوں کا رواج جائز کیا بلکہ ایسے مواقع میں علما نے حکم دیا ہے مگر اُن جاہلوں کو نہیں جو

نیت صحیح نہ کر سکیں یا ان کے باعث جمعہ کے دن دوہرے فرض سمجھنے لگیں ولہذا علماء فرماتے ہیں عوام جاہلوں کو ان کا حکم نہ دیا جائے علمگیری میں ہے ینوی آخر ظہر علیہ وهو احسن مراتب الفلاح میں ہے لا یفتی بالذبح الا لخواص مگر یہ اس جگہ کے لیے ہے جو شہر یا فناء شہر ہو اور تعدد جمعہ وغیرہ کے سبب صحت جمعہ میں اشتباہ ہو گاؤں میں جمعہ اصلاً جائز نہیں تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ ایک ناجائز کام کریں اور ان چار رکعت احتیاطی سے اس کی تلافی چاہیں (۵) بعض علما نے جو یہ روایت اختیار کی ہے اس میں ہستی کی مردم شماری مقصود نہیں بلکہ خاص وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ آزاد مقیم کہ اندھے لہجے لوے یا ایسے ضعیف یا مریض نہ ہوں کہ جمعہ کی حاضری سے معذور ہوں ایسے معذوروں یا بچوں عورتوں غلاموں مسافروں کے گنتی نہیں اور مسجد سے پوری مسجد مع صحن مراد ہے نہ فقط اندر کا درجہ فی التذویر ہو مالا یسع اکبر مساجد اہلہ المکلفین بھا فی الشامی عن الطحطاوی عن القہستانی احتوز بہ عن اصحاب الاعذار مثل النساء والصبیان والمساقرین (۶) ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صحت نماز جمعہ کے لیے امام کے سوا تین مرد عاقل بالغ درکار ہیں اس سے کم میں جائز نہیں زیادہ کی ضرورت نہیں فی التذویر والجماعة اقلھا ثلثة رجال سوی الامام - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دعا کرنا چاہیے یا نہیں - بیدنا توجروا

الجواب

ہرگز نہ چاہیے یہی احوط ہے ردالمحتار میں ہے اجابتہ الاذان ح مکروہۃ غیر الفائق پھر مختار میں ہے ینبغي ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب اسی میں ہے اذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود فلا صلا ولا کلام الی تمامہا وقال لا یاس بالکلام قبل الخطبۃ وبعد ما اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ اما غیرہا فیکرہ اجماعاً وعلی هذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ والعجب ان المعرفی ینھی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ اہ ملخصاً ہاں یہ جواب اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کما افادہ کلام علی القاری وفروع فی کتب المذہب اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے بلاشبہ جائز ہے وقد صح کلام الامیرین عن سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ یہ قول محل ہے وتفصیل المقام مع غایۃ الغایۃ وازالۃ الازہام فی فتاوانا بتوفیق الملک العلام واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بگرام ضلع ہر دوی محلہ میداں پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ازلہ کما چاہیے یا باخفا اور اگر باوازیبند کہے تو کچھ حرج تو نہیں - بیدنا توجروا

الجواب

نہ باواز نہ باخفا بلکہ تنہا اعوذ آہستہ پڑھ کر حمد الہی سے شروع کرے فی الدار المختار بید و بالتعوذ سرافی رد المختار قولہ بید و ای قبل الخطبۃ الاولی بالتعوذ سرانہ محمد اللہ تعالیٰ والثناء علیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از گلستہ دہم تہ بلا مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں جو اردو قصائد تفسیر و عطا و نصیحت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً کیسا ہے اور عوام کا یہ عذر کہ عربی سمجھ میں نہیں آتی لہذا اردو کی ضرورت ہے قابل قبول ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ امر خلاف سنت متواترہ مسلمین ہے اور سنت متواترہ کا خلاف مکروہ قرنا فقرنا اہل اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ معمول متواتر رہا ہے اور متواترہ کا اجتماع ضرور ہے درمختار میں ہے قادر اللہ المسلمون فوجب اتباعہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھلا شہ ہزار ہا بلا عجم فتح ہوئے ہزاروں عجمی حاضر ہوئے مگر کبھی منقول نہیں کہ انھوں نے ان کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھایا اُس میں دوسری زبان خلط کیا ہو وکل ما وجد مقتضیہ عینا مع عدم المانع ثم ترکوا دل علی انہم کفوا عنہ فکان ادناہ الکراہۃ عوام کا یہ عذر جب صحابہ کرام کے نزدیک لائق لحاظ نہ تھا اب کیوں سمجھ ہوئے لگاتار یہ ہے کہ شریعت منظرہ نے علم سیکھنا سب پر واجب کیا ہے عوام کہ نہیں سمجھتے سبب یہ ہے کہ نہیں سیکھتے تو قصور ان کا ہے نہ کہ خطیب کا آخر عوام قرآن مجید بھی تو نہیں سمجھتے کیا ان کے لیے قرآن اردو میں پڑھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر پور بندر ملک کا ٹھیا واڑ محلہ ڈیڑ روڈ مسئلہ کھتری عمر ابو بکر صاحب ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں خطیب کو وقت خوانگی خطبہ عشا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا نہیں فقط

الجواب

خطبہ میں عشا ہاتھ میں لینا بعض علمائے سنت لکھا بعض نے مکروہ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی منہج مکہ نہیں تو نظر اختلاف اُس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو وذلک لان الفعل اذا تردد بین السنۃ والکراہۃ کان ترکہ اولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مسئلہ مولوی الہ یار خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ وعید بن میں پورا خطبہ اشعار عربی و فارسی و ہندی میں پڑھنا اور اشعار کا داخل کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شعر کی نسبت حدیث میں فرمادہ ایک کلام ہے جس کا حسن اور قبیح قبیح یعنی مضمون بد ملکہ ہے اگر اچھا ذکر ہے شرعی محمود اور

برائے نہ کر دے تو شریعتی مذہب پر مجبور، عروض پر موزوں ہو جانا خواہی خواہی فتح کلام کا باعث نہیں اگرچہ اس میں انہماک و استغراق تام مکمل کے حق میں شرع کو سخت ناپسند اخرج البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی المعجم الاوسط و ابو یعلیٰ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما و هذا والد ارقطنی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و الامام الشافعی عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرسلہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الشعر بمنزلۃ الکلام فحسنہ کحسن الکلام و قبیحہ کقبحہ الکلام قال المناوی اسنادہ حسن خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد قدس میں منبر بچاتے وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد و ثناء و مناخوت کا خطبہ بلیغہ اشعار میں پڑھتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے پر جب تک اس کام میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ جبرئیل سے اس کی مدد فرماتا ہے اخرج الامام البخاری فی الجامع الصحیح عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضع لسانہ بن قنات منبراً فی المسجد یقوم علیہ قائماً یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ینافح ویقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافع او فاجر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صیدی عاتق باللہ ام القریں شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سرور دی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ما کان منہ یعنی من الشعر فی الزهد والمواعظ والحکم و ذم الدنیا والتذکیر بالآلاء اللہ و نعت الصالحین وصفۃ المتقین ونحو ذلک مما یحمل علی الطاعة و یبعد عن المعصیۃ محمود الخ و اگر خطبہ جمعہ یا عیدین میں احیاناً دو چار عربی اشعار حمد و نعت و عطف و تذکیر و ذم دنیا و مدح عقبی کے پڑھے جائیں کوئی مانع نہیں بلکہ خود اللہ الامتہ فی امر اللہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی فقہ اخرج العسکری فی المواعظ عن ابی خالد الغسانی قال حدثنی مشیخہ من اهل الشام ادرکوا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا لما استخلف صعد المنبر فلما رأى الناس اسفل منه حمد الله ثم كان اول كلامه تكلم به بعد الثناء على الله وعلى رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقون عليك فان الامور ؛ بكف الا لہ مقادیرها ؛ فليس باتيك منيها ؛ و لا قصر عندك لعمريها یعنی جب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے منبر پر تشریف لے گئے لوگوں کو اپنے سے نیچا دیکھ کر حمد الہی بجالائے پھر ثنائے خدا و نعت مصطفیٰ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پہلا کلام جو زبان مبارک پر لائے یہ اشعار تھے جن کا حاصل یہ کہ اپنے او پر نرمی کر کہ سب کاموں کے اعزاز سے اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہیں جو مقدر نہیں وہ تیرے پاس آنے کا نہیں اور جو مقدر ہے وہ تجھ سے کسی کرنے کا نہیں ذکرہ العلامة ابراہیم بن عبد اللہ الیمنی المدنی فی الباب السابع عشر من کتاب القول الصواب فی فضل امیر المومنین عمر بن الخطاب من کتابہ الا کفکوفی فضل الاربعة الخلفاء مگر ان خطبوں کا تمام و کمال نظم ہی میں پڑھنا نہ چاہیے کہ بلا وجہ کلمات مسنوز سے اعراض بلکہ طریقہ متواتر کی تغیر ہے اور نظم خالص خطبہ میں ترک سنت تلاوت کو مستلزم جس کی کراہت کلمات علیٰ میں مصرح۔ امداد الفتاح شرح نور الایضاح علامہ حسن مثنوی مثنوی میں ہے فی المحيط یقرأ فی الخطبة سورة من القرآن او آية فالأخبار قد تواترت ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ القرآن فی خطبته لا تخلو عن سورة او آية علامہ طحاوی نے حاشیہ شرح تنویر میں خطبہ ثانیہ کی نسبت فرمایا یزید فیہا الدعاء للمومنین والمومنات بدل الوعظ

فی الادلی ولا یغبط فیہا ولیس قراءۃ آیۃ فیہا کذا فی البحر^۱ در مختار میں ہے یسین خطبتان بجلستہ بینہما وتارکھا مسی علی الاحم
کترکہ قراءۃ قد رثلت آیات اہ ملخصاً قلت وبقولہ قد رادخل آیۃ طویلۃ تكون قد رثلت فانما فی ہذا ورد فی رد المحتار
وعلیک بما علقناہ علیہ یوہیں زبان عجمی کا داخل خطبہ کرنا مناسب نہیں کہ زمانہ اصحابہ و تابعین والئمہ دین سے خطبہ خاص زبان عربی
میں ہونا متوارث ہے کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی شرح الموطا عند سلف میں بھما اللہ ہزاروں بلا عجم فتح ہوئے ہزار بار منبسط
کیے گئے عامہ حاضرین اہل عجم ہوتے مگر کبھی منقول نہیں کہ سلف صالح نے ان کی تقسیم کے لیے خطبہ جمعہ یا عیدین غیر عربی میں پڑھایا
اُس میں دوسری زبان کا خلط کیا اور سنت متوارثہ کی مخالفت بیشک مکروہ ہے در مختار میں فرمایا ان المسلمین ما توارثوہ فوجب اتباعہم
ای ثبت وتأكد اقول وتحقیقہ ان التذکیر بالعجمیہ لما کان المقضیٰ لہ بعینہ موجودا والمناخ مفقودا ثم لم یفعلوا
کان ذلک کفا منہم لا ترکا ولا کف فعل والفعل یجری فیہ التوارث بخلاف الترتک اذ لا معنی لتوارثہ ولا مسمع للتأسی فیہ
لانہ غیر مفعول بل ولا مقدور کما نص علیہ الا کا بر الصدور قال فی الاشباہ والنظائر الترتک لا یتقرب بہا الا اذا مار الترتک
کفاهو فعل وهو الملکف بہ فی النہی لا الترتک بمعنی العدم لانہ لیس واخلافت القدرة للعبد کما فی التجرید اہ یعنی تحریر الاصول
للإمام المحقق حیث اطلق رحمہ اللہ تعالیٰ اتقن هذا فانه من اجل المهمات - بالائمہ اگر خطبہ عربیہ کے ساتھ کچھ اشعار پند و نصائح
اُردو میں پڑھے جائیں جیسا آج کل ہندوستان میں اکثر جگہ معمول ہے تو غایت اس کی بس اس قدر کہ خلافت اولیٰ و مکروہ تنزیہی ہے اس سے
زیادہ اُسے مکروہ تحریمی و گناہ و ممنوع و بدعت سیئہ قرار دینا محض بے دلیل ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کا خطبہ جمعہ پڑھنا اور نماز غیر خطیب کا پڑھنا ناجائز ہے یا نہیں -
بینوا تو جروا -

الجواب

غیر خطیب کا نماز پڑھنا اولیٰ نہیں فی تنویر الابصار ولا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب وھذا فی الفتاویٰ عالمگیریۃ ناقل عن
الکافی اور اگر نابالغ خطبہ پڑھے اور نابالغ نماز پڑھائے تو اُس میں اختلاف ہے عالمگیری میں ناقل عن الزاہدی خطیب کا صالح امامت
جمعہ ہونا شرط ٹھہرایا اور نابالغ صالح امامت نہیں تو اس کا خطبہ پڑھنا ناجائز اور فرض اس سے ساقط ہوگا عبارتھا ھذہ

لہ اقول ذکرہ فی البحر استظهاراً من قول النجاشی والمزید الثانیۃ کلا ولی الخ فلیتنبہ ۱۲ منہ

لہ قال العلامة الشامی ای بکرۃ الاختصار فی الخطبۃ علی نحو تسبیحۃ وھلیلۃ مما لا یکون ذکوا ھویلا قد رثلت آیات او قد رثلت
الواجب ولیس المراد ان ترک قراءۃ ثلث آیات مکروہ لان المصحح بہ فی الملئق والمواہب ووزر الايضاح وغیرھا ان من السنن قراءۃ آیۃ
اھ وکتبت علیہ ما نصہ اقول بل هو مفاد صریح اللفظ ولو کان المراد ما اولعہ لقال کترکہ قد رقرآۃ ثلث آیات وھذا شہبہ بالتبديل
منہ بالتاویل ولا یرید الشارح ثلث آیات عینا حتی یرد علیہ ما ذکرتم واما قال قدرھا فادخل آیۃ اوایتین بقدر ثلث وھو
مراد من قال آیۃ بدلیل ما فی الھندیۃ عن الجوہرۃ مقدار ما یقرأ فیھا من القرآن ثلث آیات قصار او آیۃ طویلۃ اھ قالت اہ
الکلمات وحصل الحق والحمد للہ ۱۲ منہ

واما الخطیب فی شترط فیہ ان یتاہل للامامة فی الجمعة کذا فی الزاہدی۔ اشیاء والتطائر وفتاوی خلاصہ و تنویر الابصار میں جواز کا حکم دیا حیث قال فی الاشباہ لو خطب باذن السلطان وصلی بالغ جازو فی تنویر الابصار فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جازو فی الخلاصہ صبی خطب بامر السلطان وصلی الجمعة مصل بالغ یجوز در مختار میں اسی کو مختار قرار دیا حیث قال بعد قوله جازو المختار ہر حال صونا عن الخلاف تا بالغ کا خطبہ پڑھنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب غزہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

ناز جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی پڑھے جاویں یا نہیں یعنی اگر جمعہ کے شرائط پورے ادا ہوتے ہیں تو پھر یہ رکعتیں غیر ضرور ہیں اور اگر جمعہ موجب مذہب حنفی ادا نہیں ہوتا تو جمعہ کیوں پڑھا جاتا ہے ناز ظہر پڑھی جاوے اگر احتیاطاً دونوں پڑھی جاتی ہیں تو پھر ہم تقدیر اور حنفی کیا ہوئے آئین بالجبر کرنے والے اور فاتحہ خلف الامام پڑھنے والے بھی یہی عذر کر سکتے ہیں مفصل طور پر ارشاد فرمائیے کہ سائل کو تسکین ہو زیادہ نیاز۔

الجواب

عبادات بشدت محل احتیاط ہیں اور خلاف علماء سے خروج بالاجماع مستحب جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ لازم آئے کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ قرائت مقتدی ورفی یدین دھریہ آئین ہمارے مذہب میں باتفاق الممتموع و مکروہ و خلاف سنت ہیں تو ہمیں یہاں رعایت خلاف اپنے مذہب سے خروج اور مکروہ فی الذہب کا ارتکاب صاف ہے بجلان فرض احتیاطی کہ بسبب تقدیر جمعہ رکھے گئے یہ دونوں حرج سے پاک ہیں کہ جواز تقدیر مطلقاً اگرچہ علی الاصح ظاہر الروایۃ اور وہی معمول و مفتی بہ مگر منع تقدیر بھی مذہب میں ایک قول قوی و صحیح ہے فی رد المحتار جواز التعدد وان کان ارجح و اقوی دلیل لکن فیہ شبهة قوية لان خلاف مروی عن ابی حنیفۃ ایضا واختار الطحاوی والقرطابی وصاحب المختار وجعلہ العتانی الاظهر وقد علمت قول البدائع انہ ظاہر الروایۃ و فی شرح المنیۃ عن جوامع الفقہ انہ اظهر الروایتین عن الامام قال فی النہر و فی الحاوی القدسی و علیہ الفتوی و فی التکملة للزاہدی وہ ناخذ اہ فهو حیثین قول معتمد فی المذہب لا قول ضعیف اھ ملخصاً پھر اس کی رعایت میں کوئی کراہت لازم نہیں آتی کہ یہ فرض احتیاطی بجماعت نہیں ہوتے مفرداً برنیت آخر ظہر پڑھے جاتے ہیں وہ بھی صرف خواص کے لیے عوام کو نہ بتائے جائیں نہ ہمیں حاجت تو فرق ظاہر ہو گیا اور اعتراض ساقط و تفصیل القول فی تلك الركعات قد سبقت فی فتاوانا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از نوادیا ضلع بریلی غزہ محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جامع مسجد ہے کہ ہمیشہ اس میں جمعہ ہوتا ہے اب ایک مسجد بنا ہوئی اس کو جامع مسجد بنانا اور قدیم کی جامع مسجد کو ترک کر دینا یا دونوں جامعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

قصبہ و شہر جہاں جمعہ جائز ہے وہاں ناز جمعہ متعدد جگہ ہونا بھی جائز ہے اگرچہ افضل حتی الوسع ایک جگہ ہونا ہے اور اگر جامعہ کو

ترک کر دینے کے اگر یعنی کہ اس میں نماز ہی چھوڑ دی جائے تو قطعاً ناجائز کہ مسجد کا دیران کرنا ہے اور اگر یہ مراد کہ نماز تو وہاں ہوا کرے مگر جمعہ وہاں کے بدلے اب اس مسجد جدید میں ہو اس میں اگر وہاں کے اہل اسلام کوئی مصلحت شرعیہ قابل قبول رکھتے ہوں تو کیا مضائقہ ہے کہ مسجد جامع وہی مسجد قدیم ہے اور اس میں نماز جمعہ کا ثواب زائد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جلالہر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مسئلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ کے چار رکعت ظہر احتیاطی کا پڑھنا ملک پنجاب یا ہندوستان کے شہروں میں جن میں جامع مسجد بادشاہوں کے حکم سے بنی ہوئی ہیں واجب ہے یا مستحب اور ان شہروں میں نماز جمعہ میں کچھ وہم یا شبہ ہے یا نہیں بحوالہ کتاب مع عبارت لکھا جائے۔

الجواب

بعض شرائط صحت کی تحقیق میں یہاں ضرور اختلاف و اشتباہ ہے ایسی جگہ علمائے کرام نے چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا مگر خواص کیلئے ایسے عوام کو جو تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں ان کے لیے ایک مذہب پر صحت بس ہے یہ رکعتیں بحال تو ہم عدم صحت تو صرف مندوب ہیں اور بحال شک و اشتباہ ظاہر وجوب ردالمحتار میں ہے نقل مقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کو نہ مصر ایضاً لہم ان یصلوا بعد الجمعة اربعاً بنية الظہر احتیاطاً ومثله فی الکافی والقنیتہ امرائہم بالاربع بعدھا احتیاطاً قال المقدسی ذکر ابن التھنہ عن جدہ النصیر ع بالندب وبحث فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التوہم اما عند قیام الشک والاشتباہ فالظاهر الوجوب ونقل عن شیخہ ابن الہمام ما یفیدہ وقال المقدسی نحن لا نأمر بذلک امثال هذه العوام بل ندل علیہ الخواص ولو بالنسبة الیہما ملخصاً تحقیق مسئلہ ہمارے فتاویٰ اور رسالہ لوا مع البھا فی المصر للجمعة والشرع عقینہا میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از راہپور متصل مراد آباد محلہ ملا ظریف گھیر فرنگن محل مسئلہ مولوی ریاست حسین صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ
چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ جمعہ یکدام سال مفروض شد۔

الجواب

ہم بسال اول از ہجرت علی الصبح المشہور عند الجمهور فی شرح المواہب للزرقانی الایۃ مدینۃ قتل علی اغافضت بالمدينة وعلیہ الاکثر وقال الشیخ ابو حامد فرضت بمکة قال الحافظ وهو عن یب و فی شرح الموطا لہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سفر الہجرۃ لما خرج من قبا یوم الجمعة حین ارتفع النہار ادرکتہ الجمعة فی بنی سالم بن عوف فصلاھا بمسجد ہم فسمی مسجد الجمعة وہی اول جمعة صلاھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکرہ ابن اسمعیل و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از درویش نئی تال ڈاک خانہ کچھا مسئلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا جمعہ میں آدمیوں کی کثرت سے سجدہ سوا نام کو ترک کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ہاں علماء کرام نے بحالت کثرت جماعت جبکہ سجدہ سہو کے باعث مقتدیوں کے خط و افتنان کا اندیشہ ہو اُس کے ترک کی اجازت دی بلکہ اُسی کو اولیٰ قرار دیا فی الدر المختار السہو فی صلاۃ العید والجمعة والملکوتیہ والنطوع سواء والمختار عند المتأخرین عندہ فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر وافرہ المصنف وبہ جزم فی الدر المختار میں ہے الظاہ ان الجمع الکثیر فیما سراجہما کذلک کما بجنہ بعضہم ط وکذا بجنہ الرحمتی وقال خصوصاً فی زماننا فی جمعة حاشیۃ ابی السعود عن الغرمیۃ انه لیس المراد عدم جوازہ بل الاولیٰ ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنة اه قوله وبہ جزم فی الدر لکنہ قیدہ محشیہا الوافی بسا انا حضو جمع کثیر والا فلا داعی الی الترتک ط واللہ سبحنہ ونعالیٰ اعلم

مسئلہ

از ریاست رامپور محلہ ملاظریف گھیر منشی عبد الرحمن خاں مرحوم مرسلہ مولوی عبد الرؤف صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں آج جمعہ کے دن امام صاحب جمعہ مع خطبہ پڑھا کر فارغ ہوئے اب اُس وقت پندرہ سولہ آدمی اسی مسجد میں بعد نماز جمعہ آگئے اب یہ آئندہ گاں اسی مسجد میں پھر جمعہ پڑھیں یا ظہر بر تقدیر ثانی جماعت سے پڑھیں یا منفرد۔ مسجد اسی صاحب مرحوم نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں لکھا ہے کہ وہ لوگ جمعہ پڑھیں گے دوسری مسجد میں افضل لکھا ہے اگر اسی مسجد میں پڑھیں کچھ حرج نہیں کہہ کے تحریر کیا ہے مگر عالمگیری کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا جمعہ جائز نہیں بلکہ لوگ فرادی فرادی نماز پڑھیں اس کی تحقیق کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عالمگیری میں یہ مسئلہ خانیہ سے ماخوذ ہے اور اسی کی مثل فتاویٰ ظہیریہ و بحر الرائق و در مختار وغیرہ میں مذکور قال فی البحر قال فی الظہیریۃ جماعۃ فاتہم الجمعة فی المصرفا فہم یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ تصویر مسئلہ فوت جمعہ سے ہے اور وہ قول توحد پر تو ظاہر و علیہ یبتنی تعلیل الہدایۃ لمسألة المعدن وزین بقوله لما فیہ من الاخلال بالجمعة اذھی جماعۃ الجماعات اه قال فی الفتح وتبعہ فی البحر ہذا الوجه مبنی علی عدم جواز تعدد الجمعة فی المصنف الواحد الخ زاد فی البحر وهو خلاف المنصوص علیہ روایۃ ودرایۃ اه **اقول** عللہ فی الہدایۃ بتعلیلین الاول ما ذکر والثانی ما عولتم علیہ حیث قال بعدہ والمعدن وقد یقتدی بہ غیرہ ام ولا غرو فی تعلیل المسألة علی کل من القولین علی ان قول التوحد ایضا قول قوی فی المذہب کما ینظر مما علقنا علی رد المحتار وقد اوردناہ فی فتا ونا والاعتراض بمثل ہذا علی مثل ہذا الامام من مثل ہذا الفاضل العلام مما یفشی الی الحب وقد تبع فیہ الفتح و لکن الفتح انما اقتصر علی ما قد مت نشر قال وعلی الروایۃ المختارۃ عند السرخسی وغیرہ من جواز تعددہا فوجہ انہ ربما یتطرق غیر المعدن و الی الاقتداء بہما الخ ولم یدکر ما ذکر ہذا البحر فہو لیس بحرج بل شرح بتوزیع الدلیلین علی القولین واللہ الموفق فی اور قول مقدم تعدد پر بھی اُس میں صورت تعدد متصور انا بجمہ یہ کہ سب جگہ نماز ہو چکی اور باقی صرف تین آدمی ہیں اور جمعہ کے لیے کم سے کم چار نمازگاہ ہر حال

یہ مسئلہ عدم جواز تعدد جمعہ مسجد واحد میں نص نہیں اب اصل سوال پر نظر کیجیے فتاویٰ لکھنے بعض احباب سے منگا کر دیکھا گیا اُسی میں اس حکم پر نہ کوئی سند پیش کی ہے نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا صرف صحت تعدد و فرضیت جمعہ پر بٹکے کا ذکر کے لکھ دیا کہ اس وجہ سے لازم ہے اُن لوگوں کو کہ جماعت سے خطبہ اور جمعہ ادا کریں مگر دوسری مسجد میں ہو تو ادنیٰ ہے اور اگر اُسی مسجد میں ہو تو بھی کچھ حرج نہیں **اقول** وباللہ التوفیق صحت جمعہ کے لیے صرف جواز تعدد ہی کافی نہیں عہد از مکتہ باریک تر زموانہ نجاست : ہر شخص اقامت امامت جمعہ کا اختیار نہیں رکھتا بلکہ سلطان اسلام یا اُس کا مامور یا علی الخلفاء مامور کا نائب بنایا ہو البصورت یا بلا ضرورت اور جہاں استیذان سلطان متعذر ہو تو جسے عامہ مومنین خطیب و امام جمعہ مقرر کر لیں تنویر الا بصار و در مختار میں ہے لیشترط لصحة خطبة السلطان او مامورہ باقامتها واختلف فی الخطيب المقدم من جهة الامام الاعظم او نائبه هل يملك الاستنابة فی الخطبة فقیل لا مطلقا وقيل ان لضرورة جازوالا لا وقيل يجوز مطلقا وهو الظاهر من عباراتهم ففی البدائع کل من ملک الجمعة ملک اقامه غیره ونصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذکرام مع عدمهم فيجوز للضرورة اه مملکت سراجیہ میں ہے والی مصر مات فضلی بجمہ خلیفۃ الملیت او صاحب الشرطۃ (او القاضی جاز فایں لم یکن ثمہ احد منهم واجتمع الناس علی رجل یصلی بجمہ جاز خانیہ میں ہے ان لم یکن ثم قاض ولا خلیفۃ الملیت فاجتمع العامة علی تقدیر رجل جاز لم کان الضرورة تنزیب و ہندیہ میں ہے لو تعدد الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بجمہ الجمعة جاز اور پر ظاہر کہ کلام اُسی صورت میں ہے جبکہ پہلا جمعہ صحیح ادا ہو لیا ورنہ مسجد واحد میں تعدد جمعہ کہاں اور دوسری مسجد میں اولویت کا کیا منشا تو ضرور ہے کہ پہلی نماز اُسی نے پڑھائی جو اس مسجد میں اقامت جمعہ کا مالک تھا اب یہ دوبارہ : ہیں جمعہ پڑھانے والا و حال سے خالی نہیں یا اُس مالک اقامت کے اذن سے پڑھائیگا یا بے اذن اول کی طرف راہ ممنوع کہ یہاں اذن مالک نہیں مگر ثابت اور بعد اس کے کہ آج کا جمعہ خود اصل پڑھا چکا اقامت شمار ہو چکی جمعہ امروز میں ثابت کے کوئی معنی نہیں کہ ثابت تحصیل تا حاصل کے لیے ہوتی ہے نہ تحصیل حاصل کے واسطے نہ نائب و منیب ایک امر میں جمع ہو سکیں اور جمعہ آئندہ کے لیے اذن جمعہ امروزہ کا اذن نہیں تو شق ثانی ہی متعین ہوئی اور جمعہ میں غیر امام جمعہ کی اقامت بے اذن امام جمعہ باطل ہے سراجیہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لا یدلایة الجمعة و در مختار میں ہے واقوہ شیخ الامام خانیہ و ہندیہ و رد المحتار میں ہے رجل خطب بغیر اذن الامام و الامام حاضر لا یجوز ذلك الا ان یکون الامام امرہ بذلک نہ اس مسجد میں آج کے جمعہ کو امام کی ضرورت نہ معدود ہے چند عامہ ناس ہیں ورنہ جمعہ سے بڑھ کر عیدین کبھی کسی شخص کو فوت ہوں جبکہ اپنے ساتھ ایک ہی پاسکے کہ انھیں نماز طل جانی ضرورت قرار پائے اور ان میں ایک کا دوسرے کو امام عید مقرر کر لینا قائم مقام است سلطان اسلام ٹھہرے اور تمام مسائل کہ فوت جمعہ و عیدین پر بستنی ہیں باطل ہو جائیں و هذا لا یقول بہ عاقل فضلا عن فاضل تو حق یہ ہے کہ اس مسجد میں دکنار کسی دوسری مسجد میں بھی جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو نہ مکان یا میدان میں کسی جگہ یہ لوگ جمعہ نہیں پڑھ سکتے بلکہ اپنی نظر تنہا تنہا پڑھیں تنویر الا بصار و در مختار میں ہے کہ اگر تخریص المحدث و مسجون و مسافر اداء ظہر بجماعة فی مصر قبل الجمعة و بعد

لقلیل الجماعۃ وصورۃ للمعارضۃ ووالاحتار میں ہے قولہ لمعذور وکنذاغیرہ بالاولیٰ اہ فانت تعلم انہما انما احوجمہما الی اداء الظہر انہما لا یقدرون علی اقامۃ الجمعۃ فارشدنا الی صلاتہا فرادی مکالا یخفی علی من رزق العقل السلیم والفہم المستقیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں دو امام درمیان میں پردہ ڈال کر جمعہ پڑھانا جائز ہوگا یا نہیں (۲) ایک مسجد میں دو دفعہ جمعہ پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں - بینوا تو حبروا

الجواب

عدم جواز یعنی گناہ تو جمیع فرائض میں ہے صورت سوال سے ظاہر کہ دیدہ و دانستہ دو جماعتیں بالقصد اس طرح کیں اور کسی فرض کی دو جماعتیں ایک مسجد ایک وقت میں بالقصد قائم کرنا ہرگز جائز نہیں دونوں فریق یا لا اقل دونوں میں سے ایک ضرور گنہگار ہوگا کی جماعت فرائض کی ایسی تفریق صراحۃ بدعت سیدہ شنیعہ ہے اگر دونوں امام میں صرف ایک صالح امامت بلا کراہت ہے مثلاً دوسرا فاسق ملعن یا بد مذہب ہے جب تو کراہت صرف اُس دوسرے پر ہے اور اگر دونوں صالح تو جس کی نیت پہلے بندھ گئی اس پر الزام نہیں دوسرے پر ہے اور عاباً بد مذہب تو دونوں پر خلاصہ و ہندیہ میں ہے قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المودن فقام امام من اهل الخارج وقام امام من اهل الداخل فامهم من یسبق بالشروع فهو والمقتدون بہ لا کراہۃ فی حقہم رد المحتار باب ادراک الفریضۃ میں ہے لو کان مقتدئاً بمن یکرۃ الاقتداء بہ ثم شرع من لا کراہۃ فیہ هل یقطع ویقتدی بہ استظهر ان الاول لو فاسق لا یقطع ولو غالفاً و شک فی مراعاتہ یقطع اقول والا ظہر العکس لان الثانی کراہۃ تنزیہیۃ کلامی والاعرابی بخلاف الفاسق الخ اور جمعہ میں توجہ یعنی صحت ہی نہیں کم سے کم ایک فریق کا جمعہ سرے سے ادا ہی نہ ہوگا صحت جمعہ کی شرائط سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ اسلام یا اُس کا مامور اقامت کرے یعنی سلطان خود یا اُس کا ماذون خطبہ پڑھے امامت کرے اور جہاں یہ صورت متعذر ہو جیسے ان بلاد ہندوستان میں کہ ہنوز دارالاسلام ہے وہاں بضرورت نصب عامہ کی اجازت یعنی عام مسلمین جسے امام مقرر کر لیں فی التوزیر والدریشترط لصحتها السلطان او مامورہ باقامتها وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم المشرط ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ و نصب العامۃ غیر معتبر مع من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة اہ ملتقطاً پر ظاہر کہ کسی مسجد کے لیے دو امام جمعہ علی وجہ الاجتماع کے دونوں امامت جمعہ واحدہ کریں مقرر نہیں ہوتے خصوصاً ہمارے بلاد میں امر اور بھی اظہر کہ نصب عامہ صرف بضرورت اقامت شعار متغیر اور یہ ضرورت امام واحد سے مرتفع تو ایک جمعہ میں ایک مسجد میں دو امام کا جمع باطل و مستدفع پس صورت مستفسرہ میں اُن دونوں میں جو اُس مسجد کا امام معین جمعہ نہ تھا اُس کا اور اُس کے مقتدیوں کا جمعہ ادا نہ ہوا اور اگر دونوں نہ تھے تو کسی کا نہ ہوا یہیں سے صورت اخیرہ کا جواب بھی ظاہر اور اگر بغرض باطل صورت صحت تسلیم بھی ہو جو ہرگز لائق تسلیم نہیں تو اس کے سخت مخالف مقصود شرع و بدعت شنیعہ سیدہ ہونے میں کلام نہیں جمعہ میں ایک مذہب قوی یہ ہے کہ شہر بھر میں ایک ہی جگہ ہو سکتا ہے اور بعض نے دو جگہ اجازت دی اور بعض نے بیچ میں نہر چل ہونے کی شرط کی مفتی بہ جواز تعدد ہے مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ایک ہی مسجد میں دس بار امامت جمعہ ہو کہ جیسے دوسری ہی تئویہ بلاشبہ

ابتداء فی الدین ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازکا پور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہول ۱۸۔ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

ما قولکم ایہا العلماء الکرام اس مسئلہ میں کہ خطبہ یا عیدین کو عربی میں پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا یا صرف اردو میں بطور وعظ کے خطبہ اور کرنا یا بعض حصہ عربی و بعض اردو میں پڑھنا یا چند اشعار ترغیباً و ترہیباً عربی یا غیر عربی میں پڑھنا مع النشر و لا جائز ہے یا نہیں بلینا و تجزؤا

الجواب

یہ سوال چند امور پر مشتمل **اول** جمعہ یا عیدین کا خطبہ پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا **اقول** وباللہ التوفیق تفسیر نظر فقہی یہ ہے کہ یہ امر عیدین میں بہ نیت خطبہ ہو تو ناپسند اور اُس کا ترک احسن اور بعد ختم خطبہ نہ بہ نیت خطبہ بلکہ قصد پند و نصیحت جداگانہ ہو تو جائز و حسن اور جمعہ میں مطلقاً مکروہ و ناسخسن دلیل حکم و وجہ فرق یہ کہ زمان برکت نشان رسالت سے عہد صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور و ماثور اور باتمک زمانہ صحابہ میں بحدیث اللہ تعالیٰ اسلام صہا بلاد عجم میں شائع ہوا جو امم بنین منا برضب ہوئے باوصف تحقق حاجت کبھی کسی عجمی زبان میں خطبہ فرمانا یا دونوں زبانیں ملا کر وی نہ ہوا تو خطبے میں دوسری زبان کا خلط سنت متوارثہ کا مخالف و مغیر ہے اور وہ مکروہ کما بینا فی فتاونا و ذکرنا ثم الفرق بین الکلف و اللثوق فتثبت ولا تنحط مگر عیدین میں خطبہ بعد نماز ہے تو وہ مستوعد وقت نہیں ہو سکتا نیت قطع اپنا عمل کرے گی اور بعد فراغ خطبہ کہ تمام امور متعلقہ نماز عید منتهی ہو گئے مسلمانوں کو تذکیر و تہنیت و وعظ و تعلیم منوع نہیں بلکہ مندوب اور خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے بخاری و مسلم و دارمی و ابوداؤد و سنائی و ابن ماجہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی قال خرجت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم فطروا و اضحی فصلی ثم خطب ثم اقی النساء فوعظهن و ذکرهن و امرهن بالصدقۃ صحیحین میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ہے ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزل فاتی النساء فذکرهن ایام فوی نہماج میں فرماتے ہیں انما نزل الیہن بعد فراغ خطبۃ العید بخلاف جمعہ کہ اس میں خطبہ قبل نماز ہے اور شروع تذکیر سے آغاز تذکیر تک اُسی کا وقت ہے و لہذا افضل بہ اجنبی ناجائز یہاں تک کہ اگر افضل طویل حاصل ہو خطبہ زائل اور اعادہ لازم ورنہ نماز باطل ہو اور غیر اجنبی سے بھی افضل پسندیدہ نہیں اور اعادہ خطبہ اولی فی الدار المختار لو خطب جنباً ثم اغتسل و صلی جاز رای ولا یعد الغسل فاصلاً لانه من اعمال الصلوۃ و لکن الاولی اعادتها کما لو نطوع بعدھا کما فی الجحوش و لو فضل باجنبی فان طال بان رجح لبیتہ فتغدی او جامع و اغتسل استقبال خلاصۃ ای لزوماً للبطلان الخطبۃ سراج احمد مزید امن الشامی اور شک نہیں کہ خطبہ خواندہ کا ترجمہ یا اور وعظ و نصائح حمد اس وقت میں واقع ہوں گے انھیں مقاصد و مضامین خطبہ پر مشتمل ہوں گے تو وقت خطبہ میں ایقاع تذکیر بہ نیت تذکیر قطعاً اُسے داخل خطبہ کرے گا و نہ نیت قطع بے معنی رہے گی کہ عمل واقع صراحت اُس کا کذب ہوگا کس فوی ان لا یاکل و هو اکل اولاً لیشرب و هو شارب بالجملة فنیۃ التذکیر فی هذا الوقت عین نیت الخطبۃ لیست الخطبۃ الا هذا و لہذا هو صحیح ان الخطبۃ کلماتہ بکلام یا مرفیہ جمع وقت او بھی عن منکوفانہ یعد من الخطبۃ وان خاطب بہ رجلاً معیناً لم حاجة مخصوصۃ کما سیأتی

اور اگر بالفرض قطع ہی مانے تو خطبہ و نماز میں فصل لازم آئے گا اگرچہ غیر اجنبی سے سنت مستمرہ وصل کے خلاف ہوگا بہر حال خالی از کراہت نہیں ہذا اما ظہری و باللہ التوفیق دوم صرف اردو خطبہ اس کی کراہت بیان بالاسے اظہر و ازہر خصوصاً جبکہ یہ صرف اپنی صرافت محض پر ہو کہ اب تو اس کا کردہ و شنیع ہونا صراحۃً منصوص کہ خطبہ میں تلاوت قرآن عظیم کا ترک براسے فی الہندیۃ فی ذکر سنن الخطبۃ الحادی عشر قراءة القرآن و تارکھا مستیٰ ہکذا فی البحر الرائق و مقدار ما یقرا فیہا من القرآن ثلث آیات قصار و آیۃ طویلۃ کذا فی الجوهرة النيرة سوم کچھ عربی کچھ اردو اس کا حال بھی بیان سابق سے واضح ہو چکا مگر جب امام بحالت خطبہ کوئی امر منکر دیکھے تو اس سے منی کیا ہی چاہیے اور جب وہ عربی نہیں سمجھتا یا امام خود عربی میں کلام نہیں کرتا جانتا تو ناچار زبان مقدور و مفہوم کی طرف رجوع ہوگی یہ کلام جو خطبہ میں ہوگا خطبہ ہی سے ہوگا کہ امر بالمعروف بھی اس کے مقاصد حسنہ سے ہے فی الدار المختار بکیرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف لانه منها یوں ایک حصہ خطبہ اردو میں ہونا البتہ مکروہ نہیں بلکہ واجب تک ہو سکتا ہے جبکہ ازالہ منکر اسی میں منحصر ہو چارم محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ و اسادت و خلاف سنت و موجب ترک تلاوت اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کر کے لائیں تو اول تو غالباً یہ بلا تغیر نظم قرآن نامتیسر اور بعد تغیر نظم تلاوت نہ ہے گی اگرچہ اقتباس ہو اور اگر بن بھی پڑے تو ادائے سنت تلاوت کے لیے قرآن مجید کو منظوم کر کے پڑھنا ترک قراءت سے اشد و اشنع ہے قرآن عظیم شعر سے پاک و منزہ اور اپنے شعر بننے کی گوارش سے متعالی و ارفع ہے و ما علمنہ الشعر و ما ینبغی لہ تو اس طور پر قصہ تلاوت صریح اسادت ادب ہے و بہ فارق الاقتباس الذی لا یراد فیہ تلاوة القرآن فانه شائع شائع علی الاصحاح اور یوں بھی نظم پر اقتضائے بلا وجہ کلمات ماثورہ و طریقہ متوارثہ سے اعراض ہے تو اس سے اعراض ہی چاہیے پنجم بعض اشعار محمودہ ملائکہ داخل کرنا یہ اگر بزبان نظم ہوں تو وہی امر سوم ہے ورنہ کچھ حرج نہیں خصوصاً جبکہ احياناً ہو کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی کما رواہ العسکری فی کتاب المواعظ وقد ذکرنا حدیثہ فی فتاویٰ و لنا واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از کا پور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہول بہ ار محرم الحرام ۱۳۱۶ھ
ماؤ لکم ایھا العلماء الکرام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز میں جو اخیر میں دو رکعت ظہر کی سنت پڑھتے ہیں اس کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بلیوا توجروا

الجواب

جمعہ کے بعد ظہر کی سنت کا کوئی محل ہی نہیں نہ ضرورت بمعنی وجوب سنن میں معتل۔ ہاں جمعہ کی سنت بعد یہ میں اختلاف ہے اصل مذہب میں چار ہیں و علیہ الملتون اور احوط و افضل چھ ہیں و هو قول الامام ابی یوسف و بہ اخذ اکثر المشائخ کما فی فتی اللہ المعین عن النضر عن العیون و التجنیس و هو المختار کما فی جواهر الاخلاط و هو الثابت بالحدیث کما بینا ہ فی فتاویٰ و لنا مگر جب صحبت جمعہ میں نزاع و اشتباہ کے باعث خواص چار رکعت احتیاطی بنیت آخر ظہر پڑھیں تو انہیں چاہیے بعد جمعہ چار سنتیں پھر وہ چار رکعتیں پڑھ کر ان کے بعد یہ دو سنتیں بنیت سنت وقت پڑھیں جمعہ یا ظہر کی قیین ذکر یہ کہ نیت ہر احتمال کو اشکال رکھے اور ہر طرح پر سنتیں اپنے موقع پر بالاتفاق واقع ہوں فی رد المحتار عن شرح المنیۃ الصغیرہ والاولیٰ ان یصلی بعد الجمعة سننھا ثم الاربع بهذا النیۃ ای نیت آخر ظہر

ادركته ولم اصله ثم ركعتين سنة الوقت فان صحت الجمعة يكون قد ادى سنتها على وجهها والا فقد صلى الظهر مع سنة والله سبحانه وتعالى اعلم -

مسئلہ - از چھاونی فیروز پور صدر پنجاب محلہ لال ڈگی مرسلہ مولوی فضل الرحمن صاحب ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

بخدمت حضرت مخدوم و معظّم مقبول السبحان حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب اداۃ اللہ فیضہ القوی - السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم مصدع خدمت خدام والا ہوں کہ ایک مسئلہ کی دو مختلف صورتیں ارسال خدمت شریف کے کے گزارش کہ تفضلات کر بیانہ جواب باصواب سے مغز و ممتاز فرمائیں جزاکم اللہ خیر الجزاء نیازمند قدیمی فقیر محمد فضل الرحمن - مبسلا و حامدا و مصليا و مسلما اما بعد

پس واضح رہے کہ بحديث آمدہ بخطبہ جمعہ ہر کہ دیگرے رامی گوید کہ خاموش باش یا سنگریزہ راس کہ در اورا ثواب جمعہ ثابت کہ او بحث و لغو کہ دین خطبہ جمعہ میں حاضرین نے آپ سے کہا کہ بارش کی دعا کیجیے آپ نے ہاتھ اٹھا کے دعا کی تھی اور تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھا ئے تھے تو آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا کہ بندہ ہونے بارش کی دعا کیجیے آپ کے دعا کرنے سے فوراً مینہ بند ہو گیا تھا بخاری و مسلم تو دونوں مقاموں سے معلوم و ثابت ہوا کہ بحث کام کے لیے بولنا ہاتھ کا ہلانا جمعہ کے خطبہ میں مکروہ ہے اور نیک کار کیلئے مکروہ ہرگز نہیں اس استدلال کی اگر سمجھ نہ آئے تو بقاوی علیگیرہ نقلًا عن المحيط وغیرہ موجود ہے کہ بخطبہ جمعہ اذا لم یتکلم بلباس نہ لکن اشار بیدۃ او برأسه او بعینه فحیوان رأی منکر افہما بیدۃ ادا خبر بخبر فاشار برأسه الصحیح انہ لا لباس بہ اما دراستہ الفقہ و کتابتہ عند البعض مکروہ وقال البعض لا لباس بہ انتھی پس ان سب روایتوں کے استدلال سے جو کوئی خطبہ اولیٰ بقدر سنت سن کے باقی کو سنتا رہے اور حاضرین کو جو گرمی میں ہوا کی حاجت و ضرورت ہوتی ہے سب کو ہوا کرنے لگے تاکہ اطمینان سے خطبہ سنیں لا لباس بہ بیشک یہ شخص ثواب جمعہ سے محروم نہ رہے گا اذالمقصود من الافصاح ملاحظۃ معنی الخطبۃ واشتغال قلوب السامعین بالحر یقوت ذلک کذا استفاد من فتاویٰ حموی دیکھو جنت میں بروز جمعہ سب ہومنوں کو ایک مکان میں جمع کر کے باری تعالیٰ بھی ہوا شمالی چلائے گا تاکہ باطمینان دیدار حق سبحانہ تعالیٰ سے مشرّف ہوا کریں گے اس ہوا کا نام میثرہ ہے کہ کستوری کی خوشبوئی کا اثر رکھتی ہوگی کما فی مسلمہ ثانیاً اس ہوا کنندہ قوم کو بخطبہ جمعہ گرمی کے مارنے خود ہوا کی سخت حاجت و ضرورت ہوتی ہے تو اُس نے اپنی اس راحت پر راحت قوم کو مقدم کیا و یؤثرون علی انفسہم ولو کان بحد خصاصۃ کے کردہ میں داخل ہو کے درجہ مفلحون کا پایا یہ آیت سورہ حشر کی بخاری و اشباہ و فتاویٰ حموی میں موجود ہے اور کتاب و سنت کا حکم عام ہے لان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المومنین کما قرئ فی الاصول خطبہ جمعہ بقدر ایک تسبیح کے فرض اور تین آیات قصیرہ بالایک آیت طویلہ پڑھنا و شہادتین و درود پڑھنا اور بندہ نصیحت قوم کو کرنا خطیبت پر سنت اور خطبہ ثانیہ نیز سنت ہے اور بعضوں کے

لہ باب خطبہ جمعہ و باب استسقاء کے دیکھنے سے یہی حاصل ہے کہ مثلاً اگر دیکھے کسی کو کہ وہ سب کو کہتا ہے چپ کر یا سنگریزہ کو سب کہتا ہے تو دیکھنے والا اس کو ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارے سے منع کرے کہ یوں نہ کرو بخ کفہ لا اس یہ میں داخل ہے اور بس کو اس نے منع کیا وہ لغو و عبث کشد گاں سے مثلاً کیا جائے گا - فتاویٰ

نزدیک خطبہ اولیٰ بقدر تمام النجیات کے فرض ہے فتدبر راقم دعا گو خیر خواہ فقیر غلام النبی عفی عنہ باسمہ سبحنہ و تعالیٰ شانہ۔

الجواب

ہو الموفق بالحق والصواب برضا راز باب صدق وصفوا واصحاب فطنت و ذکا مخفی و محجب نہ رہے کہ جو افعال اثنائے نماز میں حرام ہیں وہی خطبہ میں بحالت استماع خطبہ گفتگو کرنا یا بادکشی کرنا جو مضر اور مخالف استماع خطبہ ہے ممنوع اور غیر مشروع ہے ہرگز درست نہیں مرکب اس کا خاطمی و سخت گنہگار ہے و میجرم فی الخطبۃ ما یحرم فی الصلوۃ حتی لا ینبغی ان یا کل اولی شرب و الا لمام فی الخطبۃ ہکذا فی الخلاصۃ ۵۳ علمگیریہ من عینہ (وکل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیہا) ای فی الخطبۃ خلاصہ وغیرہا فیجرم اکل و شرب و کلام و لو تسبیحا اور دسلام او اموا بمعروف بل یمجب علیہ ان یستق و یسکت قولہ بل یمجب علیہ ان یستق (ظاہرہ اندہ یکرہ الاشتغال بما یفوت السماع وان لم یکن کلاما و بہ صرح القہستانی حدیث قال اذا الاستماع فرض کما فی المحيط او واجب کما فی صلوۃ المسعودیۃ اوسنۃ الخ صفحہ ۵۵ شامی من عینہ و اذا خرج الامام حرم الصلوۃ و الکلام حتی یتقر خطبۃ شرح و قایہ ۵۷ من عینہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن مس الحصى فقد لغا فیہ النہی عن مس الحصى وغیرہ من انواع العبث فی حال الخطبۃ و فیہ اشارۃ الی اقبال القلب و الجوارح علی الخطبۃ نووی ص ۲۸۳ من عینہ لب و اور خلاصہ عبارات متذکرہ بالا کا یہ ہے کہ اثنائے خطبہ میں بادکشی وغیرہ لغو افعال جو مانع استماع خطبہ و توجہ قلب و اعضائے انسانی کے ہیں ناجائز ہیں اور فاعل اس کا بجائے اس کے کہ مستحق ثواب کا ہو مرکب گناہ کا ہو گا۔ المجیب محمد فضل الرحمن ساکن صدر بازار کسپ فیروز پور پنجاب۔

الجواب

تحریر ثانی صحیح ہے اور رائے منجھ فی الواقع فعل مذکور گناہ و حرام اور اس کا فاعل مرکب آشام اور اس میں امید ثواب طبع خام اور تحریر اول کے اقوال سراسر ادہام۔ خلاصہ و بزازیہ و خزائنہ المفتین و مجتبیٰ و جلالی و حلیہ و جامع الرموز و بحر الرائق و نہر الفائق و مراقی الفلاح و تنویر الابصار و در مختار و ہندیہ و طحاوی علی المراقی و منہج الخالق وغیرہ عامۃ کتب مذہب میں صاف تصریح ہے کہ جو فعل نماز میں حرام ہے خطبہ ہونے کی حالت میں بھی حرام ہے۔ خلاصہ و علمگیریہ و متن و شرح تنویر کی عبارات کلام مجیب میں گزریں اور عبارات خزائنہ المفتین بعینہا عبارت خلاصہ ہے اور اسی سے بحر و حاشیۃ البحر للعلامة الشامی میں بہ نقل ہنر ما ثور۔ و جیز امام کردی میں ہے ما یحرم فی الصلوۃ یحرم فی الخطبۃ کالاکل و الشرب حال الخطبۃ۔ شرح منیہ امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلبی میں ہے کما یکرہ الکلام بانواعہ یکرہ ما یجوز مجراہ من کتابہ و نحوہا مما ینفعل عن سماعہا حتی ان فی شرح الزاہدی و یکرہ المستمع الخطبۃ ما یکرہ فی الصلوۃ کالاکل و الشرب و العبث و الالتفات اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ نور الایضاح میں بوالہ شرح الکفر للعلامة عمر بن نجیم شرح القدوری تحت ردین محمود سے نقل کیا شرح نقایہ علامہ محمد قسستانی میں ہے کما منع الکلام من الاکل و الشرب و العبث و الالتفات و التخطی وغیرہا مما منع فی الصلوۃ کما فی جلابی متن و شرح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے (کرہہ لحاضر الخطبۃ الاکل و الشرب) وقال الکمال مجرم (والعبث و الالتفات)

فیجنب ما یجتنب فی الصلاة اہ باختصار۔ غنیہ شرح منیہ للعلامة ابراہیم الحلبي میں ہے الاستماع والاقتصات واجب عندنا
وعند الجمهور حتی انه یکره قراءۃ القرآن ونحوها ورسد السلام وشمیت العاطس وکذا الاکل والشرب وکل عمل کیا کوئی عاقل
کہہ سکتا ہے کہ باکشی مذکور نمازی کو بحالت نماز حلال ہے حاشا قطعاً حرام ہے تو حسب تصریحات متوافرہ المؤمنین وعلمائے معتدین بحالت
خطبہ بھی حرام ووجوب آتام ہے یہیں سے اُس روایت اشارہ بچشم ورسد دست کا بھی جواب ظاہر ہو گیا کہاں کسی منکر یا اور کسی حاجت کے لیے
ایک اشارہ کر دینا اور کہاں حالت خطبہ میں حاضرین کو نکپھا جھٹلے پھر نایہ قیاس فاسد اگر صحیح ہو تو یہ حرکت نماز میں بھی جائز ٹھہرے کہ ایسا
اشارہ تو عین نماز میں بھی حرام نہیں مثلاً کوئی شخص نمازی کو سلام کرے نمازی سر یا ہاتھ کے اشارے سے جواب دیدے یا کوئی کچھ مانگے یہ ہاں یا نا کا
اشارہ کر دے یا کوئی پچھنے کے رکعتیں ہوئیں یہ انگلیوں کے اشارے سے بتادے یا کوئی روپیہ دکھا کر کھوٹا کھرا پوچھے یہ ایسا سے جواب دیدے
تو یہ سب صورتیں اگرچہ مکروہ ہیں مگر حرام وفسد نماز نہیں درمختار باب مفسدات الصلاة میں ہے (ورد السلام) ولو سہوا (بلسانہ) لا یمید
بل یکره علی المحدث المتحار میں ہے ای لا یفسد ہا رد السلام بیدہ خلافا لمن عزالی ابی حنیفہ انہ مفسد فافزہ لم یعرف
نقلہ من احد من اهل المذہب وانما ید کرون عدم الفساد بلا حکایۃ خلاف بل صریح کلام الطحاوی انہ قولنا الثلثۃ
کذا فی الحلۃ و فی الجوارح ان الفساد غیر ثابت فی المذہب ویدل لعدم الفساد انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعلہ کما رواہ
ابوداود وصحیح الترمذی وصحیح فی المنیۃ بانہ مکروہ ای تنزیہا اہام مختصراً اُسی کے مکروہات میں ہے لا باس بتکلیم المصلی
واجابۃ براسہ کما لو طلب منہ شیء ادا ری ورسہا وقیل اجید فاو ما بنعم ولا وقیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین
رد المحتار میں ہے قولہ واجابۃ براسہ قال فی الامداد وہہ ورد الاثر عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وکذا فی تکلیم الرجل المصلی
قال تعالیٰ فادہ المملکۃ وهو قائم یصلی فی المحراب اُنھیں عبارات ائمہ میں تصریح گزری کہ بحالت خطبہ چلنا حرام ہے یہاں تک کہ
علمائے کرام فرماتے ہیں اگر ایسے وقت آیا کہ خطبہ شروع ہو گیا مسجد میں جہاں تک پہنچا وہیں رک جائے آگے نہ بڑھے کہ چل ہوگا اور حال
خطبہ میں کوئی عمل روا نہیں حالانکہ امام سے قرب شرعاً مطلوب اور حدیث وفقہ میں اُس کا فضل مکتوب اور وہیں بیٹھ جانے میں آئندہ
آئے والوں کے لیے بھی جگہ کی تنگی ہے ان امور پر لحاظ نہ کریں گے اور آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیں گے مگر نکپھا جھٹلے پھر حاضر وور جائز
بتاہی لیا جائے گا۔ فانیہ دہندیہ وغیرہا میں ہے ذکو الفقہ ابو جعفر اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ لا باس بالتحطی
مالہ یاخذ الامام فی الخطبۃ ویکرہ اذا اخذ لان المسلم ان یتقدم وید نوا محراب اذا لم یکن الامام فی الخطبۃ لیتسع المکان
علی من یجئ بعدہ وینال فضل القرب من الامام فاذا لم یفعل الاول فقد ضیع ذلک المکان من غیر عذر فان الذی جاء
بعدہ ان یاخذ ذلک المکان امام من جاء والا ما یخطب فلیہ ان یستقر فی موضعہ من المسجد لان مشیہ وتقدمہ عمل
فی حالۃ الخطبۃ چلنا تو بڑی چیز ہے اُنھیں عبارات علما میں تصریح گزری کہ خطبہ ہوتے میں ایک گھونٹ پانی پینا حرام کسی طرف گردن
پھیر کر دیکھنا حرام تو وہ حرکت مذکورہ کس درجہ سخت حرام ہوگی اُنھیں وجوہ زاہرہ سے اُس کے نیک کام اور یوترون علی انفسہم میں داخل ہونے کا
جواب روشن ہو گیا نیکی وایثار تو جب دیکھیں کہ فعل وہاں جائز بھی ہو جب سرے سے نفس فعل حرام تو اُس کے فضائل گننے کا کیسے محل

مسلمانوں کو نکچا جھلنا تو جہاں جائز ہو وہاں غایت درجہ مستحب ہو گا جو اب سلام دینا امر بالمعروف کرنا تو واجب تھے اور بحالت خطبہ یا سخن پر حرام ہوئے اب کیا یہاں اُن کے فضائل و وجوب سے استدلال کی گنجائش ہے غنیہ میں ہے لا ینال رد السلام فرض فلا ینع منه لانا نقول ذلک اذا کان السلام ماذوناً فیہ شرعاً و لیس کذلک فی حالۃ الخطبۃ بل یرتکب فاعلہ اثماً اوروں کی اطمینان کو آپ صریحاً بے اطمینانی یوثقون علی الفسھد میں شمول نہیں اتامرون الناس بالبر و تسون انفسکم میں دخول ہے یعنی دیگران را نصیحت و خود را نصیحت علیائے کرام تو ایثار قربت میں کلام رکھتے ہیں نہ کہ اوروں کی قربت کے لیے خود حرام کا ارتکاب یہ ایثار نہیں صراحتاً اپنے دین کو اضرار ہے کما لا یخفی ہیں سے واضح کہ ممانعت کو صرف فعل عبث و بے فائدہ سے خاص کرنا محض غلط ہے بلکہ اس قسم کا ہر عمل اگرچہ کیسا ہی مفید ہو وقت خطبہ شرعاً لغو میں داخل اور اُس کے فائدے پر نظر باطل بلکہ نفع درکنار اُس سے ضرر حاصل آخراً دیکھا کہ مشرعی مطہر نے اس وقت امر بالمعروف کو کہ اعلیٰ درجہ کی مفید و ہم چیز ہے حرام ٹھہرایا اور دو حرف (چپ) کہنے کو لغو میں داخل فرمایا صحاح ستہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا قلت لصاحبک یوم الجمعة انصت والامام یخطب فقد لغوت جب روز جمعہ خطبہ امام کے وقت تو دوسرے سے کہے چپ تو نے خود لغو کیا مسند احمد و سنن ابی داؤد میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال یوم الجمعة لصاحبہ صدق فقد لغا ومن لغا فلیس لہ فی جمعۃ تلک شئ جو جمعے کے دن اپنے ساتھی سے چپ کہے اُس نے لغو کیا اور جس نے لغو کیا اُس کے لیے اس جمعہ میں کچھ اجر نہیں امام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مثل الذی یتکلم یوم الجمعة والامام یخطب مثل الحمار یحمل اسفار والذی یقولہ انصت لاجمعۃ لہ جمعۃ کے دن جب امام خطبہ میں ہو بولنے والا ایسا ہے جیسا گدھا جس پر کتابیں لدی ہوں اور جو اُس سے چپ کہے اُس کا جمعہ نہیں ہے سنی بھلی ہوا کہ حدیث استسقاء مذکور صحیحین سے استدلال صحیح نہیں اُس سے اگر ثابت ہو گا تو وقت خطبہ امام جواز کلام اور اُس کی حرمت پر ائمہ مذہب کا اجماع اور احادیث صریحہ صحیحین کی بعض مذکور ہوئیں مثبت تحریم و قاطع نزاع فان الحاضر مقدم و تمام الکلام فی الفتح وغیرہ باقی رہا یہ کہ حاضرین نے کہا بارش کی دعا کیجیے اور یہ کہ تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھائے اور یہ کہ آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا یہ سب غلط دعوے ہیں اور صحیحین میں ان کا کہیں پتہ نہیں رہی فرع کتابت مذکورہ علیگیرہ اولاً جو بعض اُسے جائز رکھتے ہیں وہ بھی اُس کے لیے جو امام سے اس قدر دور ہو کہ خطبے کی آواز اُس تک نہ جاتی ہو تو قریب کے لیے جواز بادکشی پر اُس سے استدلال کہ سفار ہے اور حاضرین کو ہوا کرے استدلال بالمخالف ہے غنیہ و بزازیر و شرنبلال میں ہے واللفظ للعلی اختلف المتأخرون فی البعید عن الامام فمحمداً بن سلمۃ اختار السکوت فی حقہ ایضاً و نصیر بن عیجی اجاز القراءۃ و نحوھا و عن ابی یوسف اختیار السکوت و حکى عنه انه کان ینظر فی کتابہ ویصلیہ بالقلم فانیہ و خزائنہ المفتین میں ہے امام داراستہ الفقہ والنظر فی کتب الفقہ و کتابتہ من اصحابنا من کثر ذلک ومنہم من قال لا یاس بہ اذا کان لا یسمع صوت الخطیب (زاد فی الخانیہ) و ہکذا روی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ مرآۃ الفلاح میں ہے فی الینابیع یکدرہ التسبیح و قراءۃ القرآن اذا کان لیسع الخطبۃ و روی عن نصیر بن عیجی ان کان بعیداً من الامام یقرأ القرآن فمن فعل مثله ولا یشغل غیرہ

بسماع تلاوتہ لا باس بہ کالنظرفی الکتاب والکتابۃ وفیہ خلاف وعن ابی یوسف کلا باس بہ والحکم بن زہیر کان یجلس مع
 ابی یوسف ینظر فی کتابہ ویصحح بالقلم وقت الخطبۃ وقال الکمال یحرم الاکل والشرب والکتابۃ انتہی یعنی اذا کان
 یسمع لما قد مٹا ان کتابۃ من کلا یسمع الخطبۃ غیر مستغنیہ انتہی مدقظاً ثانیاً قول بعض بھی ضعیف ونامستہ ہے صحیح یہی ہے کہ دور
 و نزدیک سب پر سکوت واجب اور کتابت و قرات جمع اعمال ناجائز طحاویہ میں مذکور مرقی سے قولہ غیر مستغنیہ المعتمد المتمدن
اقول وحملہ کلام الکمال علی القریب بعید کل البعد فان الکمال صرح بخلافہ کما سئمتک نصہ یہ المختار میں فیض
 علامہ کرکی سے ہے نوکان بعید الا یسمع الخطبۃ ففی حرۃ الکلام خلاف وکذا فی قراءۃ القرآن والنظر فی الکتاب وعن ابی یوسف
 انہ کان ینظر فی کتابہ ویصحح بالقلم والاحوط السکوت وبہ یفتی جواہر الاخلاطی میں ہے الثانی عن الامام فی استماع الخطبۃ
 کا لقیب والانصات فی حقہ ہوا مختار ہندیہ میں تبیین الحقائق امام ذہبی سے ہے ہوا الاحوط محیط امام شمس المائتہ خری سے
 ہے ہوا اصح شرح نقایہ برجندی میں خزانہ سے ہے ہوا لدلی ہدایہ والیضاح الاصلاح میں ہے اختلفوا فی الثانی عن المختار
 والاحوط السکوت (زاد فی الہدایۃ) قاسمہ لقرض الانصات کافی شرح دانی میں ہے الاحوط السکوت لانہ مامور بالاستماع
 والانصات اذا قرب من الامام وعند البعد ان لم یقدر علی الاستماع فقد قدر علی الانصات فیجب علیہ فتح القدر بفضل
 القراءۃ میں ہے ہذا اذا کان یسمع فاما الثانی فلا راد فیہ عن المتقدمین واختلف المتأخرون والاحوط السکوت
 یعنی عدم القراءۃ والکتابۃ ونحوہا لا الکلام المباح فانه مکروہ فی المسجد فی غیر حال الخطبۃ فکیف فی حالہا ملتقى البحر
 وجميع الاھم میں ہے (الثانی) ای البعید الذی لا یسمع الخطبۃ (والدانی) ای القریب (سواء) فی وجوب الاستماع والانصات
 امتثالاً للامر عز ودر میں ہے (البعید) عن الخطیب (القریب) فی وجوب الاستماع والانصات تنزیہ ودر میں ہے (البعید)
 عن الخطیب (القریب سیان) فی افتراض الانصات انھیں میں ہے یجب علیہ ان یسمع ویسکت (بلا فرق بین قریب وبعید)
 فی الاصح محیط کنز الدقائق وجر الرائ میں ہے (الثانی کا لقیب) ہوا لاحتیاط عبارات سابقہ سے تو واضح تھا ہی کہ سنتا جو فرض ہے
 اُس کے یعنی نہیں کہ کان میں آواز پہنچے اگرچہ آپ دوسرے کام میں مشغول ہو در نہ کھانا پینا چلنا گردن پھیر کر دیکھنا کیوں حرام ہوتا کہ ان میں کوئی
 کام کان میں آواز جانے کے منافی ہے بلکہ اس کے یعنی کہ ہمہ تن اسی طرف متوجہ ہو اور دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہو مگر ان عبارات لا حقہ نے
 اور بھی واضح کر دیا کہ سراپا تمام اعضا سے اسی طرف متوجہ رہنا خدا واجب ہے کہ بعید کے لیے تو کان میں آواز آتا بھی نہیں مگر قول صحیح و مستند
 مختار و مفتی یہی ہے کہ اُسے بھی اور اعمال میں مشغول حرام تو یہ زعم کہ خطبہ بقدر سنت سن کر بانی کو سنتا ہے اور ہوا کہ اولاً انصات قول
 بالتثانیفین ہے اور استماع والانصات کے معنی نہ سمجھنے سے ناشی ثانیاً یہ فعل مغل استماع ہے یا نہیں اگر ہے تو مطلقاً حرام ہونا واجب نہ یہ کہ
 قدر سنت کے بعد اجازت ہو اور اگر نہیں تو مطلقاً جائز ہونا چاہیے قدر سنت کا استئذان کس لیے ثانیاً دونوں خطبے سنوں ہیں نہ کہ ہر خطبہ یا
 صرف اولی سے اُس کا ایک جز تو قدر سنت سن چکا بعد تمام خطبتین صادق ہوگا اب کیا نماز پڑھتے میں پنکھ بھلتا پھرے گا شاید اوعا
 کیا جائے کہ اگر کوئی امام خطبہ کبیرہ طویل بطول فاحش مخالفت سنت پڑھے تو قدر سنت کے بعد مقدار زیادت میں یہ حرکت جائز اول تو

اس کا ارادہ کلام قائل سے بعید وہ مطلق ہے نہ کہ اس صورت نادرہ مکر وہ سے خاص اور ہو بھی تو یہی غلط و باطل ہے مقدار میں بڑھا دینا درکنار خطبے میں ذکر و مدح ظالمین بھی ہو جو قطعاً خلاف سنت کیا حرام شدید اور یقیناً مقاصد خطبہ سے جدا و بعید ہے جب بھی صحیح یہی ہے کہ استماع و انصات واجب مجتہبی شرح قدوری پھر نثر الفائق پھر فتح اللہ المعین علامہ سید ابوالسود ازہری میں ہے استماع الخطبۃ من اولھا الی آخرھا واجب وان کان فیھا ذکر اللوالة وھو الاصح محیط برہانی پھر علی گیریہ میں ہے واللفظ لھا الذی علیہ عامۃ مشائخنا ان علی القوم ان یسمعوا الخطبۃ من اولھا الی آخرھا والدنو من الامام افضل من البعد عنہ وھو الصحیح من جواب مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ تنویر الابصار ودر مختار میں ہے (لاصلۃ ولا کلام الی تمامھا) وان کان فیھا ذکر الظلمۃ فی الاصح علامہ حموی کا کوئی فتاویٰ سموع نہیں نہ ان کی کسی کتاب سے حرکت مذکورہ کا جواز مستفاد ملاحظہ معنی جس طرح خطبے میں مقصود یہ ہیں ناز میں کیا ناز میں بھی اسی نیت نیک سے پکھا جھلے پھرنے کی اجازت ہوگی جنت میں اس ہو کی یہ غایت تاکہ باطمینان دیدار سے شرن ہوں تحت البعد واجب الرد ہے جنت میں معاذ اللہ گرمی و صبر کا کون سا وقت ہوگا جس کے ازالے کو ہوا کی حاجت ہو اہل جنت کے لیے معاذ اللہ باطمینان کا سامان کس وقت ہوگا کہ تحصیل اطمینان کی ضرورت ہو وہاں کے جتنے امد ہیں سب محض لذت و زیادت نعمت ہیں و لہذا تحقیق فرماتے ہیں دنیا میں حقیقہ کوئی لذت نہیں جسے لذت گمان کیا جاتا ہے واقع میں دفع الم ہے باقی یا شربت کیسا ہی سرد و شیریں و خوشبو و خوشگوار ہو پیاس نہیں تو کچھ لذت نہیں دینا کھانا کیسا ہی لذیذ و عمدہ و خوشبو و خوش مزہ ہو بھوک نہیں تو کچھ لطف نہیں آتا و حقیقہ بھوک پیاس کا الم دفع ہوتا ہے نہ لذت خالص و علی ہذا القیاس باقی تمام ملاذ بخلات بہشت کہ وہاں الم اصلاً نہیں نہ بھوک نہ پیاس نہ گرمی نہ احتیاس تو وہاں جو کچھ ہے خالص و حقیقی لذت ہے ساقی اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ و فضل رحمۃ بھائی عبادہ امین بجاہ محمد بنی الوحمۃ شفیع الامۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہم اجمعین امین اور بفرض باطل ایسا ہو بھی تو وہاں کون سا خطبہ ہے اور باری عزوجل پر کس چیز کا استماع واجب لہذا کس وقت اپنے کسی فعل سے باز رہنا لازم اور اسے کون سا فعل دوسرے سے مشغول کر سکتا ہے پھر افعال الکیہ سے استماع عجب تماشا ہے مبدود عابد کی کیا رہیں ہیں اتباع احکام سے کام ہے وہیں دفقا اللہ تعالیٰ لہ امین و لا سبحنہ تعالیٰ علیہ

مسئلہ۔ از بنگالہ ضلع پابندہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بنگا باڑی مسئلہ منشی عایت اللہ صاحب ۱۹ شوال ۱۳۱۶ھ

ماؤ لکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ بعض خطبہ میں جو لکھا ہے کہ فرد آید بالا رود بدست راست خواند بدست چپ خواند اس کا اصل کیا اور معنی کہاں سے ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں (۲) بعض خطبہ کے درمیان جو اردو شعر اشعار لکھا ہے خطبہ مع اس کے پڑھنا یا صرف فارسی یا اردو یا اور کوئی زبان میں مولف عربی کے پڑھنا اول سے اخیر تک چاہے عید ہو یا جمعہ جائز ہے یا نہیں (۳) منبر کتنی سیڑھی کی ہونا چاہیے اور کس پر کھڑے ہو کر خطبہ چاہیے اور منبر کس زمانہ سے شروع ہوا ہے۔

الجواب

دہنے بائیں موٹہ پھیرنا بے اصل ہے اس پر عمل نہ کیا جائے اور ذکر سلطان کے وقت ایک پایہ نیچے اترنے کو بھی بعض شافعیہ نے قبیح بتایا اور واقعی اگر مصلحت شرعیہ سے خالی ہو تو عمت ہے اور عمت کا ادنیٰ درجہ مکروہ فی رد المحتار قال ابن حجر فی التحفۃ وبحث

بعضہم ان ما اعتيد الان من النزول في الخطبة الثانية الى درجة السفلى ثم العود بدعة قبيحة مشيئة ہندیر میں سن خطبہ میں ہے استقبال القوم بوجہ رد المحتار میں ہے ما يفعله بعض الخطباء من تحويل الوجه جهة اليمين وجهة اليسار عند الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الخطبة الثانية لمدار من ذكره والظاهر انه بدعة ينبغي تركه لئلا يتوهما انه سنة ثم رأيت في منهاج النوى قال ولا يلتفت يمينا وشمالا في شيء منها قال ابن حجر في شرح حلال ذلك بدعة انتهى ويؤخذ ذلك عندنا من قول البدائع ومن السنة ان يستقبل الناس بوجہ ويستدبروا القبلة لان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يخطب هكذا اه والله تعالى اعلم (۲) خطبہ میں کوئی شعر اردو فارسی نہ پڑھنا چاہیے نہ خطبہ عربی کے سوا کسی زبان میں پڑھا جائے کہ یہ سنت متواترہ کے خلاف ہے کما حققناه في فتاوانا والله تعالى اعلم (۳) منبر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنوایا اور اس پر خطبہ فرمایا کما ثبت في الصحيحين وغيرهما من حديث سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر اقدس کے تین زینے تھے علاوہ اوپر کے تختے کے جس پر بیٹھتے ہیں وقد وقع ذكرهن في غير ما حديث كحديث وعيد من ذكر عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فلم يصل عليه صلى الله تعالى عليه وسلم رد المحتار میں ہے منبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان ثلاث درج غیر المسماة بالمستراح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درج بالا پر خطبہ فرمایا کرتے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے پر پڑھا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے پر جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آیا پھر اول پر خطبہ فرمایا سبب پوچھا گیا فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر تو وہ ہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں لہذا ہاں پڑھا جہاں یہ احتمال مقصور ہی نہیں اصل سنت اول درج پر قیام ہے وما فعله الصديق فكان تأدباً بمنه مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وما فعل الفاروق فكان تأدباً بامع الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلندی منبر سے اصل مقصود یہ ہے کہ سب حاضرین خلیب کو دیکھیں اور اس کی آوازیں جہاں یہ حاجت بسبب کثرت حضار و دوری صفوں تین زینوں میں پوری نہ ہو تو زینے زیادہ کرنے کا خود ہی اختیار ہے اور بہتر عداوت کی مراعات فان الله وتروى بحب الوتر والله تعالى اعلم

مسئلہ - از موضع کثرہ ڈاک خانہ او برہہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں چار رکعت احتیاطی ظہر کا ادا کرنا مستحب ہے یا واجب یا فرض قطعی بصورت اولی و ثانیہ یہ نماز احتیاطی قائم مقام فرض کے ہو سکتی ہے یا نہیں اور صورت ثانیہ میں صلاۃ ظہر و جمعہ کا لزوم بطریق اجتماع لازم آتا ہے یا نہیں اور ایسی صورت میں تلک احتیاطی تارک فرض ہوگا یا نہیں - بیوہ توجروا

الجواب

جہاں جمعہ بحسب مذہب بلا شبہ ناجائز و باطل ہے جیسے وہ کورہ جو کسی روایت مذہب پر مصر نہیں ہو سکتے وہاں ظہر آپ ہی عیناً فرض ہے اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بتانے کی اصلاً گنجائش نہیں فان الشارع لا یأمر بارتکاب الاثم والاعتقار بسلا یصح اصلاً ان کا محل وہاں ہے کہ صحیح جمعہ میں اشتباہ و تردد قوی ہو مثلاً وہ مواضع جن کی مصریٰ میں شک ہے یا

باوصف اطمینان صحت جانب خلاف کچھ وقت رکھتی ہو مثلاً جہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا اور سبقت نامعلوم ہو کہ اگر چہ دوبارہ تعدد قول جواز ہی مستند و ماخوذ ہفتی بہ ہے مگر عدم جواز بھی ساقط و ناقابل التفات نہیں کما بینہ فی رد المحتار صورت اولیٰ میں ان چار رکعت کا حکم ایجاباً و تاکیداً ہوگا لوقوع الشبهة فی براءة العہدۃ اور ثانیہ میں استحباباً و ترغیباً لان الخروج عن الخلاف مستحب اجماعاً ما لم یلزم محذور و رد المحتار میں ہے نقل عن المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصفا ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربعاً بنیۃ الظہر احتیاطاً و مثله فی کافی فی القنیۃ امرأۃ متہمہ بالاربع بعدھا حتماً احتیاطاً و نقلہ کثیر من شراح الہدایۃ وغیرھا و تداولہ فی الظہیریۃ اکثر مشائخ بخارا علیہ لیخرج عن العہدۃ بیقین ثم نقل عن الفتح انہ ینبغی ان یصلی اربعاً ینوی بہا آخر فرض ادرکت وقتہ ولم اؤدہ ان تردد فی کونہ مصفا و تعددت الجمعة و ذکر مثله عن المحقق ابن جرباش ثم قال وفائدہ الخروج عن الخلاف المتوہمہ و المحقق و ذکر فی الفہر انہ لا ینبغی التردد فی ندبھا علی القول بمجاوز التعداد خروجاً عن الخلاف و فی شرح الباقانی ہوا الصحیح بقی الکلام فی تحقیق انہ واجب او مندوب قال المقدسی ذکر ابن شحنہ عن جدہ القصیر یحی بالنسب و یبحث فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التوہم اما عند قیام الشک و الاشتباہ فی صحۃ الجمعة فالظاهر الوجوب و نقل عن شیخہ ابن الہمام ما ینفیدہ ویؤد القفیل تعبیراً القرائن بلا بد و کلام القنیۃ المذکورہ مختصراً یا یہ اشتباہ کہ مستحب یا واجب قائم مقام فرض کیونکہ ہوں گے ان رکعات کی نیت پر نظر کی جائے تو بنگاہ اولیٰ اندفاع پائے ابھی فتح القدیر وغیرہ سے گزرا کہ یہ رکعات بنیت آخریٰ فرض ہی پڑھی جاتی ہیں نہ کہ بنیت مستحب یا واجب مصطلح تو فرض بنیت فرض ادا ہو جانے میں کیا تردد ہے یعنی عندا شد اگر صحت نہ تھی تو نفس الامر میں ظہر فرض تھا جب اُس نے اُس کچھلے فرض ظہر کی نیت کی جس کا وقت پایا اور ابھی ادا نہ کی تو یہی ظہر ادا ہو جائے گا ورنہ اگر پہلے کوئی ظہر نہ پڑھا وہ ادا ہوگا ورنہ یہ رکعات نقل ہو جائیں اور نقل بنیت فرض ادا ہو تا خود واضح ہے۔ واللہ سبحہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مخدوم پور ڈاک خانہ فریٹ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید رضی الدین حسین صاحب فرزہ مجاہدی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

جناب مستطاب مخدوم مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب زاد محمد ہم بعد ہدیۃ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے مکلف خدمت میں کہ اس موضع مخدوم پور قاضی چک میں اور نیز قرب و جوار میں اس کے نماز جمعہ وعیدین ہم لوگ مقلدین حنفی پڑھا کرتے ہیں اور جماعت جمعہ کی خاص اس موضع میں پسندہ میں آدمی اور کبھی کم بھی ہو اگر تھی ہے اب بعض معترض ہیں کہ جمعہ دیہات میں نزد امام ابو حنیفہ صاحب جائز نہیں ہے پڑھنا بھی نہ چاہیے مخدومنا پڑھا کروں یا ترک کر دوں حضور کے نزدیک جو جائز ہو مطلع فرمائیں تا مطابقت اُس کے کار بند ہوں اور نازعین بھی دیہات میں ہو یا نہ ہو شہر صاحب گنج یہاں سے ۱۲ کوں ہے زیادہ حد نیاز۔ راقم احقر رضی الدین حسین عفی عنہ

الجواب

جناب کرم ذی المجد والکرم اگر مکرم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فی الحاق دیہات میں جمعہ وعیدین باتفاق ائمہ خفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ممنوع و ناجائز ہے کہ جو نماز شرعاً صحیح نہیں اُس سے اشتغال روا نہیں فی الدار المختار و فی القنیۃ صلاۃ العید فی القری

نکرو فحوما ای لانه اشتغال بالایصحہ امر فی رد المختار و مشاہدہ الجمعۃ ح جمعہ میں اس کے سوا اور بھی عدم جواز کی وجہ سے حکما
بیدارہ فی فتاویٰ ہاں ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے
تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو وہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لیے مسجد
جانب بنانی پٹ کے لیے شہر بھی جائے گی امام اکمل الدین یار قی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں (و عنہ) ای عن ابی یوسف
(انہم اذا جتمعوا) ای اجتمع من تجم علیہم الجمعۃ لاکل من یسکن فی ذلک الموضع من الصبیان والنساء والعبد قال
ابن شجاع احسن ما قیل فیہ اذا کان اهلہا بحيث لو اجتمعوا (فی اکبر مساجدہم لم یسعہم) ذلک حتی احتاجوا الی بناء
مسجد اخر للجمعۃ الخ جس گاؤں میں یہ حالت پائی جاوے اُس میں اس دعاوت نادرہ کی بنا پر جمعہ وعیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اصل نہیں
کے خلاف ہے مگر سے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز جمعہ خواہ غیر مذہب حق میں جائز نہیں ہو سکا
بلکہ گناہ ہے واللہ یقول الحق دھو یدہ السبیل واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - اکثرہ ڈاکٹر اورہ ضلع گیا سرسید عبدالحمید صاحب قادری ۲ رحمدی الآخوہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں ہندوستان میں جمعہ جائز ہے یا نہیں جائز ہے تو کیوں اور اُس کے دلائل کیا ہیں جمعہ
شہری میں جائز ہے یا دیہات میں بھی تعریف شہر اور قصبہ اور دیہات کی کیا ہے دیہات سے نیچے بھی کوئی حد بندی کی ہے کیونکہ دیہات
دو قسم کے ہوتے ہیں ایک محض کدوہ دوسرا وہ جس میں اشیاء اور ضروری جیسے مولیٰ کپڑے ملتے ہوں اور درزی اور تیار اور بڑھئی اور بنیا
اور بقال وغیرہ ہوں اور ساکن اُس کے ہندو مع مسلمان قریب بارہ سو مروج عورت کے ہوں اور غالب ہندو مسلمان زمین دار ہوں اللہ
مسلمانوں کی تعداد قریب پانچ سو مروج عورتوں کے ہو اور مسجد قدیم سے ہو اور جب سے مسجد بنی ہمیشہ سے بلا پر جمعہ عزائم ہو تو ان دونوں میں
میں دیہات کے جمعہ جائز ہوگا یا صرف قسم اخیر میں یا کسی میں نہیں اور ہم قسم اخیر کے دیہات کے کہتے ہیں اب بعض لوگ کہتے ہیں
کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو آیا ہم لوگ پڑھیں یا نہیں بہت صاف جواب بالتفصیل تحریر ہو۔

الجواب

ہندوستان اصل اللہ تعالیٰ ہندو دارالاسلام ہے کما حقہ فی رسالتنا اعلام الاعلام بان ہندوستان
دارالاسلام اُس میں اقامت جمعہ وعیدین مسلمانوں کو ضرور جائز جامع الفصولین میں ہے قال ح (ای الامام الاعظم ابو حنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تصیر دارالحرب الا باجراء احکام الشریک فیہا والصلوات بالدار المحبوب بان لا یكون بینہا و بین دار المحبوب
مصر للمسلمین وان لا یبقی فیہا مسلم اذ می امتناع علی نفسہ بالامان الاول ای لا یبقی امانا الا بامان المسلمین لان الحکم
اذا ثبت بعلۃ فما بقی شیء من العلة یمقی الحکم ببقائہ فلما صارت البلد دارالاسلام باجراء احکامہ فما بقی شیء من
احکامہ واثارہ بقی دارالاسلام وکل مصوفیہ والی مسلم من حجة الکفا تجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج
وتقلید القضاء وترویج الایامی لا سبیلہ المسلم علیہم واما فی بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع

والاعیاد مخصصاً رد المحتار میں ہے فی معراج الدلایۃ عن المبسوط البلاد التي فی ایدی الکفار بلاد الاسلام بلاد الحب
وکل مصوفیہ وال من جہنمہم یجوزلہ اقامۃ الجمع والاعیاد فلما لولاء کفاراً یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعة مخصصاً جمیع
وعیدین کے فقط مامود بہ بلکہ خود جائز و صحیح ہونے کے لیے بھی باجماع المذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصر شرط ہے کتب المذہب
عن آخرها طائفتہ بذلک کاؤں میں جمعہ وعیدین صحیح نہ جائز بلکہ گناہ ہیں کما نض علیہ فی الدر المختار عن القنیۃ فی جامع
الرموز عن جامع المضمرات وقد بینا فی فتاونا دیات سے بھی کم درجہ سستی جنگوں میدانوں پہاڑوں میں اہل خیمہ کے مقام ہیں
جن میں مکانات کچے کچے اصلاً نہیں ہوتے بھوں نے جہاں آب و مرعزارد دیکھے ڈیڑے ٹال دیے خیمے تان دیے وہیں اقامت
کر لی یہ سبیاں نظر شرع میں بھی دیات سے رتی ہیں امصار و عمرات کے مکان اگر گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں
مقیم ہو جائیں گے قصر نہ کریں گے اور ان خیمہ گاہوں میں انہیں اہل خیمہ کی نیت اقامت صحیح ہے جن کی طر تیش ہی یہ عمرات
والے بعد تحقق سفر طے مراحل اگرچہ وہاں پندرہ دن قیام کا قصد کریں مقیم نہ ہوں گے ہوالا صحیح فی الفضلین رد مختار میں ہے
اہل الاخیۃ کتر کسان نودھا فی المفادۃ فانما نصح فی الاصح وبہ یعنی اذا کان عندہم من الماء والکل ما یکفیہم مدتها
ولو نوى غیرہم الاقامۃ معہم لم یصح فی الاصح اہ مختصراً قصید عرفاً مصروہ میں متوسط ہے چھوٹے شہر کو کہتے ہیں جس میں آبادی
کم مزاق قلیل ہوں بانار و پختہ عمارت ہو نہ مثل امصار وہ پرگنہ ہوتا ہے ضلع نہیں اس میں چھوٹے چھوٹے حکام ہوتے ہیں جن کی
سماعت ایک حد تک محدود ہے حکام کہ ہرگز مقدمات دیوانی و مال و جرائم فیصل کر سکیں نہیں ہوتے اس عرف حادث پر نہیں تین
ہوتی ہیں مگر زبان عرب میں وہ دو ہی چیزیں ہیں مصر یا قریہ قصبان سے باہر کوئی شے ثالث نہیں قاموس و مصباح المیز و غیر ہما
میں قصبة البلاد مدینتھا و قصبة القریۃ و سطھا وہیں شرع مطہر نے قصبات کو کسی حکم خاص سے مخصوص نہ فرمایا مصروہ قریہ
کی تقسیم حاصر ہے آبادی پر حد مصر صادق ہو تو مصر ہے ورنہ قریہ لا ثالث لہا اب تعریف مصر میں ہمارے علماء سے اقوال کثیرہ آئے
جن میں صحیح و مختار و مستحکم کبار تھے اول ظاہر الزوایہ و اصل مذہب و ارشاد امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ
شہرہ آبادی عمارت والی ہے جس میں متعدد کوپے ہوں دوامی بازالہ ہوں وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیات ہوں اس میں
کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کے یہاں قضا یا پیش ہوتے ہوں اور اس کی شوکت و حشمت مظلوم کا انصاف
ظالم سے لینے کے قابل ہو اگرچہ کبھی نہ لیا جائے یہ تعریف کتب کثیرہ میں بالفاظ عدیدہ و معانی متقاربہ ادا کی گئی۔

مسئلہ۔ از غلیم آباد پٹنہ شاہ کی اہلی متقل سجد تراہمہ طب حکیم صاحب مرسلہ مولوی نواب لدی صاحب ربیع الآخر شریف و اسلام
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایسے قریہ میں جس پر کسی طرح حد مصر صادق نہیں اگر وہاں کے حنفی المذہب بخیاں
شوکت اسلامی نماز جمعہ ظہر احتیاطی و صلاۃ العیدین پڑھتے ہوں تو وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں ادا اگر گنہگار ہوں گے تو اس کی جگہ کیا ہے بیواؤں کا
الجواب

ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب حنفی میں گناہ ہے نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ اولاً جب نماز جمعہ وعیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ

امر غیر صحیح میں مشغول ہوئی اور وہ ناجائز ہے فی الدار المختار تکرہ تحریر ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصی شط الصیحة ثانیاً **اقول** فقط مشغولی نہیں بلکہ اُس امر ناجائز کو موجب شوکت اسلام جانا بلکہ بقصد نیست فرض و واجب ادا کیا یہ مفسدہ عقیدہ ہے جس سے علماء نے تحدید شدید فرمائی اوصوا بترك التزام مستحب اذا خيف ان يظنه العوام واجبا وفي اخف منه قال سيدنا عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه لا يجعل احدكم للشيطان شئ من صلاته يرى ان حقا عليه ان لا ينصرف الا عن يمينه لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثيرا ينصرف عن يساره رواه الشيخان فاذا كان هذا فيما هو مشروع باصله فما ظنك بما لم يجوز من رأسه **ثالثاً** جبکہ واقع میں نماز جمعہ وعیدہ نہ تھی تو ایک نماز نفل ہوئی کہ باجماعت و اعلان و تلاعی ادا کی گئی یہ ناجائز ہوئی رد المختار عن العلامة الحلبي محشى الدر هو نفل مكروه لا دانه بالجماعة يمينون و هي من جمعة وعيد بن سب كوشا مل ہیں **رابعاً** **اقول** جمعہ میں اُس کے سبب جو ظہر پڑھیں اُن پر تو فرض ہی رہ گیا ترک فرض اگرچہ ایک ہی بار ہو خود کبیرہ ہے اور جو برعم خود احتیاطی رکعات پڑھیں وہ بھی تارک جماعت تو ضرور ہوئے اور جماعت مذہب معتد میں واجب ہے جس کا ایک بار ترک بھی گناہ اور تعدد بار ہو کر وہ بھی کبیرہ کما نصوا عليه والا هو اوضح من ان يوضح **خامساً** **اقول** وہ احتیاطی رکعات والے کہ حقیقہ مذہب حنفی میں آج ہی کی ظہر پڑھ رہے ہیں فانها اذا لم تصح الجمعة بقيت فريضة الظهر في اعتاقهم فاذا انوا اخر ظهر ادا رکوا ولم يؤدوها وجب انصرافها الى ظهر اليوم بالجمعة مسجد میں جمع ہیں جماعت پر قائم ہیں تنہا پڑھتے ہیں یہ دوسری شاعت ہے کہ مجتمع ہو کر ابطال جماعت ہے جسے شارع نے خون جبر حالت ضرورت شدیدہ میں بھی روانہ رکھا بلکہ ابطال درکنار موجودین میں بلا وجہ شرعی تفریق جماعت کو ناجائز رکھ کر ایک ہی جماعت کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا کما نطق به القرآن العظيم والله الهادي الى صراط مستقيم والله تعالى اعلم۔

مسئلہ - ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس حالت میں امام خطبہ پڑھتا ہو اُس وقت کوئی وظیفہ یا سنن یا نوافل یا فرض قضا کے فجر پڑھنا چاہیے یا نہیں اور ٹھیک ہوں گے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اُس وقت وظیفہ مطلقاً ناجائز ہے اور نوافل بھی اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اگرچہ نماز ہو جائے گی رہی قضا اگر صاحب ترتیب نہیں تو اُس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وہ ضرور پہلے قضا ادا کرے اور جہاں تک ندوی ممکن ہو اختیار کرے کہ صورت مخالفت سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازبنگالہ ضلع پیراموضع مراد نگر مسلہ قاضی اشرف الدین صاحب ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

چری فرمائیے علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ چند اشخاص برسے اداۓ جمعہ مسجد سے رفتہ دیدند کہ جمعہ ادا شدہ است انکوں ایشان درآن مسجد مذکور صلاۃ جمعہ ادا توانند کرد یا اداۓ ظہر واجب است بر تقدیر ثانی باجماعت یا فردی شخصے میگوید کہ جماعتے را کہ نماز جمعہ فوت شدہ شود اوشاں در خارج مسجد بعد مقدار یک صد گز یا یکصد و سب و پنج گز مرد و چارہ انگریزی رفتہ نماز جمعہ ادا توانند کرد و دوما بخا مسجد سے نیست و قول او صحیح است یا نہ و اگر چنین ادا کرد جائز خواہد شد یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

امامت جمہ و عیدین ہر کس نتوان کرد بلکه واجب است کہ سلطان اسلام یا مافون او باشد و بضرورت آنکہ مسلمانان اورا امام جمہ مقرر کردہ باشند و شک نیست کہ یک مسجد دادوا امام جمہ کہ اقامت جمہ واحدہ کنند نباشد پس در مسجد واحدہ دو بار جمہ نتوان شد چون بعض مردمان ایں جا جمہ نیابند مسجدے دیگر اگر بایند روند کہ تعدد جمہ در شہر بر مذہب یعنی یہ بواسطت بچنان اگر امامے معین برائے امامت جمہ بایند و در غیر مسجد در شہر یا فرائے شہر ادا کنند نیز روا باشد زیرا کہ مسجد شرط جمہ نیست و اگر نیابند فرض است کہ ظہر ادا کنند و روا نیست کہ جماعت نمایند بلکہ فردی خوانند کل ذلک مصوح بہ فی کتب المذہب وقد بیناہ فی فتاونا و آنکہ شخص مذکور تعدید فضل ذعان کرد اصلے ندارد۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شاہی علاقہ را پور مرسلہ نادر شاہ خاں و افغان اشہ خاں ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس قصبہ شاہی میں صرف ایک مسجد وہی جامع مسجد ہے قدیم الایام سے اُس میں نماز جمہ ہوتی ہے اور ایک عید گاہ قریب آیاوی کے ہے اُس میں نماز عید پڑھی جاتی ہے فی الحال پوجہ کثرت نمازیں گنجائش سب نمازیوں کی نہیں اس لیے عید گاہ میں جمہ پڑھتے ہیں اُس روز جامع مسجد نماز جمہ سے بالکل خالی رہتی ہے ایسی حالت میں کوئی باز پرس تو اہل قصبہ سے خداوند کریم پوجہ خالی رہنے مسجد کے بروز حساب ز فرمائے گا اور پڑھنے نماز جمہ سے عید گاہ میں کچھ نقصان عندا شرع عندا الرسول ہے یا نہیں۔ بینیوا توجروا۔

الجواب

باز رہے کچھ نقصان نہیں ہو کوئی مواخذہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بنگالہ ضلع میں سنگھ موضع مرزا پور مرسلہ منشی آدم غزہ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

ما تقولون یا ارباب العقول فی تبلیغ احکام الرسول فی هذا الباب هل يجب علی المصلين ان يصلوا اخر الظهر مع الجمعة ام لا فان صلوا فماذا ينوونها فريضة ام نافلة بینیوا بالدلیل توجروا اجرا جزیلا۔

الجواب

ان وقع الشك فی صحة الجمعة لوقوع الشبهة فی شرط كالمصرية او كون الدار دارا لاسلام فالظاهر الوجوب وان كان هناك لوهم لاجل خلاف ضعيف فالندب وليفتي به الخاص لا العام وعلى كل ينوي الفريضة اي اخر فرض ظهر اذ ركتہ ولم يؤد لان النقل يتأدى بنية الفرض ولا عكس فلا يحصل الاحتياط الابنية الفريضة كما لا يخفى قال فی رد المحتار فی القنية لما ابتلى اهل مود باقائه الجمعيتين فيها مع اختلاف العلماء فی جوازهما امرائهم بالاربع بعد ما حتما احتياطا اذ ونقله كثير من شرح الهداية وغيرها وتداولوه ثم نقل المقدسي عن الفقيه انه ينبغي ان يصلوا لربيعا ينوي بها اخر فرض اذ ركت وقتہ ولم يؤد ان يجوز فی كونه مصورا وتعددت الجمعة قال وفائدته الخروج عن الخلاف المتوهم والمحقق وذكر في النہ انہ لا ينبغي التردد فی ندبها علی القول بجواز التعدد وخروجنا عن الخلاف اذ قال المقدسي ذكر ابن الشحنة عن حماد المتوفى في

بالندب وبحث فيه بانه ينبغي ان يكون عند مجرد التوهم اما عند قيام الشك والاشتباه في صحة الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شيخنا ابن الهمام ما يفيد اه مختصا والله تعالى اعلم۔

مسئلہ۔ از ضلع کرلہ موضع پائیسر مسئلہ مولوی عبد الغفور صاحب غرہ بیچ الاول سنہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ انحراف قبلہ یعنی جانب الیمین وایسر کو پھر کرنا جہات کرنا جائز ہے یا نہیں باوجودیکہ فقہ کی کتابوں میں بھی یہ ہے کہ جس نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہو نہ پھرے بالذات لائل تحریر فرمائیے۔ بیذا توجروا

الجواب

امام کا بعد سلام قبلہ سے انحراف تو مطلقاً سنت ہے اور اس کا ترک یعنی بعد سلام رو بہ قبلہ بیٹھا رہنا امام کے لیے بالاجماع مکروہ ہے جمعہ وغیرہ سب نمازیں اس حکم میں برابر ہیں اور بعد سلام دعا و مناجات بھی بالاجماع جائز ہے مگر جس نماز کے بعد سنت ہے یعنی ظهر و جمعہ و مغرب و عشا اُس کے بعد تاخیر طویل کسی کو بہتر نہیں اور اگر کرے تو منع بھی نہیں مگر اس قدر ہو کہ مقتدیوں پر گراں گزے عادت مسکین یوں جاری ہے کہ امام بعد سلام جب تک دعا سے فارغ نہ ہو مقتدی شریک دعا کرتے ہیں اور اُس سے قبل اُسے چھوڑ کر نہیں اٹھتے اور یہ اگرچہ شرعاً واجب نہیں مگر حسن ادب سے ہے اقول و یکن الاستیناس لہ بقولہ عز وجل واذا كانوا معہ علی امر جامع لم یذہبوا حتی یستأذنه فان فرغ من الدعاء یعد اذا منہ دلالة بذلک العرف جار تو ایسی حالت میں اتنی دعائے طویل کہ بعض مقتدیوں پر ثقیل ہو مطلقاً نہ کرنی چاہیے اگرچہ اس کے بعد سنت نہ ہو جیسے فجر و عصر مہما ظہری تفقہا واجوان یكون صوابا انشاء الله تعالى واذا امر الھما بالتخفيف فی الصلاة ای عدم الزیادة علی القدر المسنون اجمعوا علی انہ لا یحکم فی مکا نہ مستقبل القبلة سائر الصلوات فی ذلک علی السواء علیہ میں ہے وقد صرح غیر واحد بانه یکرہ لہ ذلک در نماز میں ہے یکرہ تاخیر السنة الا بقدر الھما انت السلام قال الحلواني لا یاس بالفصل بالاوراد قال الحلبي ان ارید بالکراہة التزجیم ارفع الخلاف قلت وفي حفظی حملہ علی القلة اھ علیہ میں ہے تحمل الکراہة علی التزجیم بعدہ دلیل التوجیم غنیہ میں ہے قول عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا مقدار ما یقول الھما انت السلام الخ یفید ان لیس المراد انہ کان یقول ذلک بعینہ بل کان یقعد زمانا یتسع ذلک المقدار ونحوہ تقریباً فلا ینافی ما روی مسلم وغیرہ عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سلم من صلاتہ قال بصوتہ الا علی لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوة الا باللہ ولا نعبد الا الایہ لہ النعمة ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لعالین ولو کرہ الکفار ولا ان المقدار المذكور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع کما واحد من نحو ہذا الا ذکر بعدہم النقاوت اکثر بینہما اھ مختصراً بلکہ شیخ محقق یوننا عبد الحق قدس سرہ اشتمع اللغات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں تعجیل قیام بہ سنت مغرب منافی نیست مرغاندن آیت الکرسی و اشارت کرتا ہے کہ حدیث صحیح وارد شدہ است کہ بخاند بعد از نماز فجر و مغرب وہ بار لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیر فقہ کی کسی کتاب محمود میں یہ نہیں کہ جس نماز کے بعد سنت ہے اُس کے امام کو قبلہ سے پھرنا ہی منع ہاں

فصل طویل کو ناپسند فرماتے ہیں اور اُس کے معنی ان کلمات علماء سے کہ فقیر نے نقل کیے ظاہر ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۔ از کھانہ ضلع رامپور مسئلہ قاضی ضیاء الدین احمد صاحب ۳۲ محرم ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں عرصہ کثیر گزرا زمانہ پادشاہت اسلام میں قاضی شرع نے جو قاضی باختیار نئے جامع مسجد قائم کی اور وہ مقام شرائط جمعہ کے موافق مناسب سمجھ کر نماز جمعہ و نماز عیدین اُسی مسجد میں ہوتی رہی اور مسلسل اُسی وقت سے حسب اجازت و ہدایت اصل قاضی یا حاکم وقت مذکور کے اُسی خاندان میں امامت رہی اب ایک شخص نے بوجہ مخالفت چند امور دنیاوی کے امام سے رنج کر کے ایک دوسری مسجد میں جو تھوڑے زمانے سے تیار ہوئی ہے نماز عید ادا کی اور باشندگان دیہ کو جامع مسجد قدیم کو آنے سے روک کر ہنگام بہت سے اشخاص کو اُس نماز میں شریک کیا اور نماز پڑھائی اور جامع مسجد قدیم میں بھی مثل قدیم نماز پڑھی گئی اور جماعت ہوئی تو اب دریافت طلب ہے کہ اُس مسجد جدید میں امام قدیم سے مخالفت کر کے نماز عید ہوئی یا نہیں اور ایسے نماز پڑھوانے والے کے واسطے جو تفریق جماعت کا مرتکب ہوا کیا حکم ہے اور آئندہ اس طریقہ سے نماز ہوگی یا نہیں۔

الجواب

جمعہ و عیدین و کسوف میں ہر شخص امامت نہیں کر سکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطان اسلام کا مقرر کردہ یا اُس کا ماذون ہو یا جہاں یہ مل سکے تو بضرورت عام اہل اسلام کسی کو امام مقرر کر لیں صورت سوال میں جبکہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالیٰ عہدہا سے حکم حاکم شرع وہاں جمعہ قائم اور امامت خاندان امام قدیم میں مسترد ائمہ ہے تو امام خود ماذون من جانب السلطان ہے اُس کے ہوتے بلا مجبوری شرعی عام مسلمانوں کو بھی امام جدید قائم کرنے کا اختیار نہیں لان الخیرۃ لہما نما یکون عند الضرورة لفقد الماذون فاذا وجد فلا ضرورة فلا خیرۃ یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اُس میں مذہب و غیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہو جائے اور اُس خاندان ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا اس دوسرے شخص کی امامت صحیح نہ ہوئی اُس کے پیچھے نماز عید و جمعہ محض باطل ہوں گی وہ سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہو گا اور اتنے مسلمانوں کو بھی شدید معصیتوں میں مبتلا کرے گا وہ دوسری مسجد کا جمعہ حرام ہو گا اور ظہر کا فرض سر پر رہے گا اور عیدین میں نماز عید باطل ہوگی اُس کا پڑھنا گناہ ہو گا واجب عید سر پر رہ جائے گا تفریق عجمت تو وہاں کسی جائے کہ نماز جمعہ یا عیدین اس کے پیچھے بھی صحیح ہو جائیں جب یہاں نمازیں سرے سے ہوئی ہی نہیں تو تفریق کیسی بلکہ ابطال نماز ہے کہ سب سے سخت تر ہے اللہ تعالیٰ توفیق توبہ بخشے یہ مسئلہ نہایت واجب الحفظ ہے آج کل جہاں میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے کہ جمعہ یا نماز عید نہ ملے کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہوئے اور ایک شخص کو امام ٹھہر کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوتی اور اُس کے پڑھنے کا گناہ الگ ہوتا ہے عوام کے خیال میں یہ نمازیں بھی بیچگانہ کی طرح ہیں کہ جس نے چاہا امامت کر لی حالانکہ شرعاً یہاں امام خاص اُس طریق معین کا درکار ہے اُس کے بغیر یہ نمازیں ہو نہیں سکتیں تو یہ لا بصار میں ہے یشترط لصحتها السلطان او ماموره باقامتها در مختار میں ہے فی السراجیۃ نوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الخ رد المحتار میں ہے حاصلہ انہ لا تصح اقامتها الا لمن اذن له السلطان بواسطۃ او بدوھا اما بدو ذلک فلا تنویر و در میں ہے (ونصب العامة) الخطیب (غیر معتبر مع وجود من ذکر) امام مع عدمہ فیجوز

للضرورة انھیں کے باب العیدین میں ہے (تجب صلاۃہما علی من تجب علیہ الجمعة لبشر انطھا) قانفا سنة بعدھا فی القیۃ العید فی القری تکرہ فخریما ای لانہ اشتغال بعالا یصح لان المصی شرط الصحة والله تعالی اعلم۔

مسئلہ۔۔ از ملک بنگالہ ضلع مین سنگھ قصبہ بینا زان ڈاکخانہ لکھی گنج مرسلہ منشی طالب حسین خاں ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں ایک مسجد ہے جہاں لوگ بہت دنوں سے جمعہ پڑھا کرتے ہیں اگر امام مسجد کو لوگوں کے نماز جمعہ پڑھنے کے بعد دوسرے لوگوں کو تکرار نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور اگر پڑھ لیا تو نماز ان کی ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہرگز جائز نہیں وقد اخطأ بعض العصریین من لکھنؤ فی تجویز ذلک، مغترا بجواز التعدد کما بینا ہ فی فتاویٰ جمہ و عیدین کی امامت مثل نماز پنجگانہ نہیں کہ جسے چاہیے امام کر دیکھے بلکہ اُس کے لیے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جو سلطان الاسلام ہو بلا واسطہ یا بالواسطہ کہ ماذون کا ماذون ہو یا ماذون الماذون کا ماذون ہو و ہامہ جوا بضروریۃ اذ بدو فیہا ایضا علی اختلاف القیادین مع شرط المعلوم المبین فی کلمات العلماء الکرام یہاں تک کہ اگر بغیر اُس کی اجازت کے دوسرے شخص امامت جمعہ کرے نماز نہ ہوگی سراجیر میں ہے لوصیہ احد بغیر اذن الخطیب لایجوز الا اذا ائتمدی بہ من لہ ولایۃ الجمعة اہ **اقول** ولا استثناء فان الاذن یعم الاذن دلالۃ در مختارین وافرہ شیخ الاسلام ہاں جہاں ماذون سلطان نہ باقی ہو وہاں بضرورت اقامت شعار اجتماع سلیمین کو قائم مقام اذن سلطان قرار دیا ہے یعنی مسلمان متفق ہو کر جسے امام جمعہ مقرر کر لیں وہ مثل امام ماذون من السلطان ہو جائے گا در مختار میں ہے نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہ فیجوز للضرورة اور شک نہیں کہ جو امر ضرورۃ جائز رکھا گیا وہ ضرورت سے تجاوز نہیں کر سکتا لہذا عروت من القاعدة المطردة الفقہیۃ بل والعقلیۃ ان ما کان بضروریۃ فقد بقدرہا اور مسجد واحد کے لیے وقت واحد میں دو امام کی ہرگز ضرورت نہیں تو جب پہلا امام معین جمعہ ہے دوسرا ضرور اُس کی لیاقت سے دور ہو مجہد تو اُس کے پیچھے نماز جمعہ باطل و محذور البتہ اگر امام معین نے براہ شریعت خواہ اپنی کسی خاص حاجت کے سبب جلدی کی اور وقت مہمو سے پہلے معدودے چند کے ساتھ نماز پڑھ لی عامہ جماعت سلیمین وقت معین پر حاضر ہوئی تو اب ظاہر مقتضائے ظہری یہ ہے کہ انھیں جائز ہو کہ دوسرے شخص کو بافتان عام سلیمین امام مقرر کریں اور نماز جمعہ پڑھیں حصول الضرورة بالضرورة و لم یشد فغ بما فعل الامام بل لم یحصل من فعلہ ما کان نصبہ لہ فمما نصب الا للعامة لا لعددۃ نفر کما لا یجفی و لیجوز والله تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ مرسلہ ظہود احمد از بقیہ ڈاک خانہ چاکرہ ضلع گی

جس موضع میں تین مسجدیں ہوں اور بڑی مسجد میں اُس جگہ کی سب لوگ گنجائش نہ کر سکیں اور اس جگہ سے تین میل شہر متصل ہو اُس موضع میں جمعہ واجب ہے یا نہیں اور اس جگہ کے لوگوں کو جمعہ پڑھنا اُس شہر میں واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا یہ جو عبارت و قافیہ کی ہے کہ مالہم یسع اکبر مساجدہ اہلہ مصو ایسی جگہ کہ بڑی مسجد میں اُس جگہ کی سب مسلمان شخص گنجائش نہ کر سکیں جمعہ واجب ہے یا نہیں یعنی مسلمان عاقل بالغ جس پر نماز جمعہ واجب ہے۔

الجواب

جو جگہ خد شہر نہ ہو اُس میں صحت جمعہ کے لیے فنائے مصر ہونا ضروری ہے فنائے مصر حالی شہر کے اُن مقامات کو کہتے ہیں جو مصالح شہر کے لیے رکھے گئے ہوں مثلاً وہاں شہر کی عید گاہ یا شہر کے مقابر ہوں یا حفاظت شہر کے لیے جو فوج رکھی جاتی ہے اُس کی چھاؤنی یا شہر کی گھوڑ دوڑ یا چاند ماری کا میدان یا کچھریاں اگرچہ یہ مواضع شہر سے کہتے ہی میل ہوں اگرچہ بیچ میں کچھ کھیت حائل ہوں اور جو نہ شہر ہے نہ فنائے شہر اُس میں جمعہ پڑھنا حرام ہے اور نہ صرف حرام بلکہ باطل کہ فرض ظہر اور عصر سے ساقط نہ ہو گا فی تنزیل البصائر اللہ المتخار شہر لخصتها المصر او فناء لہ وهو ما حوله اتصل به اولاً کما حصرہ ابن الکمال وغیرہ لا جل مصالحہ کدفن الموتی و رکض الخیل ام ملخصاً فی رد المختار قد نص الاثمة علی ان الفناء ما عد لدفن الموتی و حواجی المصر کرکض الخیل والدواب و جمع العساکر والخروج للرمی وغیر ذلک ام وہی در المختار عن القنیة صلاة العید فی القری تکرہ تحریراً ای لانه اشتغال بما لا یصلح لان المصر شرط الصحة مصر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں وہاں کے اہل جمعہ نہ سہائیں اپنے ظاہر معنی پر ہمارے اللہ کے مذہب متواتر کے خلاف ہے ولہذا تحقیق نے اُسے رد فرمایا اور تصریح کی کہ اس تعریف پر خود مکہ منظرہ و مدینہ طیبہ شہر سے خارج ہو گئے جاتے ہیں اور اُن میں جمعہ باطل ٹھہرتا ہے کہ اُن کی مساجد کریمہ اپنے اہل کی ہمیشہ سے وسعت رکھتی ہیں غنیہ مشروح منیہ علامہ ابراہیم حلبی میں ہے اختلفوا فی تفسیر المصر اختلافاً کثیراً والفصل فی ذلک ان مکة والمدینة مصران تقام بھما الجمع من زمانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الیوم نکل موضع کان مثل احد ہما فہو مصر وکل تفسیر کا یصدق علی احد ہما فہو غیر متبہ حتی التعریف الذی اختارہ جماعة من المتأخرین کصاحب المختار والوقایة وغیر ہما وہو مالواجمہ اہلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعہم فائدہ منقوض بھما اذ مسجد کل منہما یسع اہلہ و زیادة فلا یعتبر ہذا التعریف وبالاولی ان یعتبر تعریفہ بما یعیش فیہ کل محترف بحرفۃ او یوجد فیہ کل محترف فان مصر وقسطنطنیة من اعظم امصار الاسلام فی زماننا ومع ہذا فی کل منہما حرف لا توجد فی الاخری فضلاً عن مکة والمدینة انھی باختصار ملحقی البحر میں ہے وقیل مالواجمہ اہلہ فی اکبر مساجدہم لا یسعہم جمع الانہر میں ہے اور دبصیغۃ التقریض لا نفہم قالوا ان ہذا الحد غیر صحیح عند المتحققین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از غار نکاح پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب حرر دفتر جمعی غازی پورہ ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ احتیاطاً ظہر پڑھنا کیسا ہے چاہیے یا نہیں۔ (۲) خطبہ جمعہ میں جب نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آدے اُس وقت سامعین کو درود شریف پڑھنا کیسا ہے چاہیے یا نہیں۔ بیذنا تو جروا

الجواب

احتیاطاً ظہر کی عام لوگوں کو حاجت نہیں (۲) خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں زبان سے سکوت فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بنگالہ ضلع ڈھاکہ ٹاک خانہ بلاوقصہ نیلوی کیا مرسلہ محمد نیا ز حسین ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

اگر قری میں جہاں مسلمان کثرت سے ہوں اور مکانات آپس میں متصل بلا فاصلہ ہیں اگر ہے تو پندرہ یا بیس گز اور نماز پنجگانہ کے لیے گھر مقرر ہے اذان و جماعت ہوتی ہے وہاں کے لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو امام جمعہ مقرر کر کے نماز جمعہ ادا کر لیں تو علیہ ما وجب لہ سے بری ہوں گے یا نہیں اور موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح ہوگا یا نہیں اور بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا کیسا ہے اور وہ لوگ سب اس جمعہ پڑھنے کے سنی ثواب یا اثم اور اگر اثم ہے تو کیسا بینوا بالقصیل مع الدلیل وجود ایوم الآخر والحساب امین یاد لب لعلمین صحت جمعہ کے لیے مصر شرط ہے پس مصر کی تعریف صحیح موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا ہے اور تعریف قری جہاں میں جمعہ واجب نہیں اور وہاں جمعہ پڑھنا جائز کیا ہے قری اور دیہات میں فرق ہے یا نہیں اگر فرق ہے تو کس میں جمعہ جائز اور کس میں ناجائز۔

الجواب

مذہب حنفی میں فرضیت جمعہ وصحت جمعہ وجواز جمعہ سب کے لیے مصر شرط ہے دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اُس کی ادا جائز نہ صحیح اگر پڑھیں گے ایک نفل نماز ہوگی کہ برضائے شرع جماعت سے پڑھی ظہر کا فرض سر سے نہ اُتے گا پڑھنے والے متعدد گناہوں کے ترک میں گے لا اشتغال بما لا ینصہ کما فی الدار المنجّار وللتنفل بمجماعة بالمداعی ولترك جماعة الظہود ان ترکوا الظہر فاشنع واخضع قری زبان عرب میں شکر کو بھی کہتے ہیں قال تعالیٰ وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیہم من اهل القری ای الامصار لعلمہم وحلمہم دون البوادی لغلظہم وجفائہم وقال تعالیٰ علی رجل من القیتین عظیمہ ای مکة والطائف وقال تعالیٰ من قرینک التي اخرجتک اور جب اُسے مصر کے مقابل بولیں تو اُس میں اور وہ میں کچھ فرق نہیں **نثر اقول** وباللہ التوفیق حتی ناصح یہ ہے کہ مصر و قریہ کوئی مقولات شرعیہ مثل صلاۃ و زکاۃ نہیں جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے جدا فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لیے مقرر کیا ہو ورنہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُس میں نقل ضرور تھی کہ وضع شارع بے بیان شارع معلوم نہیں ہو سکتی اور شک نہیں کہ یہاں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اصلاً کوئی نقل ثابت و منقول نہیں تو ضرور عرف شرع میں وہ انھیں معانی معروفہ متعارفہ پر باقی ہیں اور ان سے پھر کر کسی دوسرے معنی کے لیے قرار دینا وہ قرار دہندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو مناط و مدار احکام و مقصود و مراد شرع نہیں ہو سکتی تحقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالیٰ فتح القدر میں فرماتے ہیں واعلم ان من الشارحین من یعبء عن هذا بتفسیرہ شرعاً و یوجب ان یوادع ان اهل الشرع وهو معنی الاصطلاح الذی عبنا بہ لان الشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نقلہ فانہ لم ینبت وانما تکلم بہ الشارع علی وفق اللغة اور ظاہر ہے کہ معنی متعارف میں غم و مصر و مدینہ اُسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں مقدمہ کو چھ محلے مقدمہ و دالمی بازار ہوتے ہیں وہ پرگنہ ہوتا ہے اُس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہیں عادیہ اس میں کوئی حاکم مقرر ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریہ وہ موضع و گاؤں کہلاتی ہیں شرعاً بھی یہی معنی متعارفہ مراد و مدار احکام جمعہ وغیرہ میں دلائل ہمارے امام اعظم و امام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی علامہ ابراہیم جلی غنیہ شرح مفید میں فرماتے ہیں فی الحقیقۃ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سلك و اسواق و لہا راستین و فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم

بجھمتہ و علمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح ہاں اتنا ضرور ہے کہ جمعہ اسلامی حکم ہے اُس کے لیے اسلامی شہر ہونا ضرور ہے و لہذا دار الحرب میں اصلاً جمعہ نہیں اگرچہ کہتے ہی بڑے امصار عظام کبار ہوں جس میں س دس لاکھ آدمیوں کی آبادی ہو نہ اس وجہ سے کہ وہ شرعاً شہر نہیں اصطلاح شرع میں وہ گاؤں ہیں حاشاً یہ محض غلط ہے قیامت تک کوئی ثبوت نہیں دے سکتا کہ شرع مطہر نے کفار کے امصار و کبار کو مصر و مدینہ سے خارج اور وہ گاؤں بتایا ہو اس بنا پر کہ وہاں قامت حدود و تنفیذ احکام شرع نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی مکہ منظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کفر و کافریں کا تسلط و غلبہ تھا ظاہر و عیاں ہے اور اکثر مسلمین کرام اصحاب شرائع جدیدہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوئے اور وہیں کے ساکن ہو کر انھیں پر عبور ہوتے اب کیا معاذ اللہ یہ کہا جائے گا کہ شرعاً یہ مسلمین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم جمعین دیہاتی تھے حالانکہ اللہ عز و جل فرماتا ہے و ما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحي اليهم من اهل القري ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد اور شہری ہی تھے ان میں کوئی عورت نہ تھی نہ کوئی گنوار تھا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جن وقت غلبہ کفار کے سبب مکہ منظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اُس وقت بھی قرآن عظیم نے مکہ مکرمہ کو شہر ہی فرمایا و کاین من قریۃ ہی امند قوۃ من قریۃک الیٰ اخرجک اھلکھم فلا ناصولھم بہتیرہ شہر کو تمھارے اس شہر سے جس نے تم کو نکالا زیادہ قوت والے تھے ہم نے ہلاک کر دیے تو ان کا کوئی مددگار نہیں بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ دار الحرب کے شہر کفر کے شہر ہیں اور اقامت جمعہ کو اسلامی شہر درکار اسی طرف نظر فرما کر کلام قدما میں جبکہ اسلام کا دور دورہ تھا اور اسلامی شہر اسلامی احکام کے پابند تھے لہ امیر و قاضی بنفذا الاحکام و یقیم الحد و دواقع ہوا اُس سے مقصود وہی تھا کہ اسلامی شہر کہ اُس وقت اسلامی شہر ایسے ہی ہوتے تھے یعنی نہ تھے کہ تنفیذ احکام و اقامت حدود و تنفیذ حقیقت شہر میں داخل ہے یہ نہ ہو تو شہر شرعاً شہر ہی نہ رہے گا گاؤں ہو جائے گا حالانکہ فتنہ بلوایان مصر میں خاص زمانہ خلافت راشدہ میں چند روز تنفیذ احکام نہ ہوئی کیا اُس وقت مدینہ طیبہ گاؤں ہو گیا تھا اور اُس میں جمعہ پڑھنا حرام و باطل ہوا تھا حاشا ہرگز ایسا نہیں خودیسی علما تصریح فرماتے ہیں کہ ایام فتنہ میں اقامت جمعہ ہوگی اور شہر شہریت سے خارج نہ ہوگا و لہذا رد المحتار میں فرمایا لو مات الوالی او محضو لفنتہ ولم یوجد احد امن له حق امامۃ الجمعة فصب للعامة لھم خطیباً للضرورة کما سیمائی مع انہ لا امیر و لا قاضی نہ اصلاً و هذا اظهر جمل من یقول لا تصح الجمعة فی ایام الفتنۃ مع انها تصح فی البلاد الیٰ استولی علیہا الکفار کما سنذکرہ فتامل اس تعریف میں الفاظ یفقد و یقیمہ موم فعلیت تھے جس سے بعض کبار کو دھوکا ہوا ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد یقذر علی الکاضاف نے لائل کر دیا حکما بدینہ فی الغنیۃ ورد المحتار وغیرہما من الاسفار اور حقیقۃ غور کیجیے تو ارشاد امام میں علمہ او علم غیرہ کہ مفید تفسیر اسلام والی ہے یہی اسی زمانے کی حالت کے مطابق تھا اُس وقت میں اور اُس کے بعد صد ہا سال تک اس کی نظیر قائم نہ ہوئی تھی کہ شہر اسلام ہو اور حاکم کافر و لہذا نظر بحالت موجودہ اسلامیت شہر و اسلام شہر یا میں تلازم تھا ان بندگان خدا کے خواب میں بھی یہ خیال نہ گزرتا ہوگا جو آج آنکھوں کے سامنے ہے کہ شہر دارالاسلام اور اُس پر کفار احکام و نہ حقیقۃ صرف اُسی قدر درکار ہے کہ اسلامی شہر ہو اگرچہ والی کافر ہی ہو و لہذا جامع الرموز میں زیر قول ماتن شرط لادھا المصعد والسلطان فرمایا الاطلاق مشعر بان الاسلام لیس

بشرط مبسوط و معراج الدراریہ و جامع الفضولین و ہندیہ و درالمختار و غیرہ میں ہے لو الولاۃ کفار ایجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ
 تو آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ صرف اسلامی شہر ہونا درکار ہے تنفیذ احکام یا اقامت حدود یا اسلام والی کچھ شرط نہیں اور کچھ ارشاد تعالیٰ
 ہم نے اپنے فتاویٰ میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام ہندوستان سرحد کابل سے منہائے بنگالہ تک سب دارالاسلام ہے تو یہاں
 جتنے شہر و قصبے ہیں (جن کو شہر و قصبہ کہتے ہیں اور وہ ضرور ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں متعدد محلے متعدد دائمی بازار ہیں وہ پرگنہ ہیں ان کے
 متعلق دیہات ہیں ان میں ضرور کوئی حاکم فصل مقدمات کے لیے مقرر ہوتا ہے جسے ڈگری ڈمس کا اختیار ہے نہ فقط خانہ دار کہ وہ کوئی
 حاکم نہیں صرف حفاظت اور تحقیقات یا چالان کا مختار ہے) وہ ضرور سب اسلامی شہر ہیں اور ان میں جمعہ فرض ہے اور انہیں میں جمعہ صحیح
 ہے ان کے علاوہ جتنی آبادیاں ہیں گاؤں ہیں اگرچہ مکانات پختہ اور سلطان و مساجد بکثرت ہوں ان میں نہ جمعہ فرض نہ جائز نہ صحیح چنانچہ تحقیق و تحقیق
 حق ہے جس سے سرسوتی متجاوز نہیں یہ تعریف کہ جس کی سب سے بڑی مسجد میں اس کے مکان اہل جمعہ نہ سائیں اگر بطور تعریف مانی جائے تو صریح
 باطل ہے جس پر مدہ اعتراضات قاہرہ وارد ہیں جن کا جواب اصلاً ممکن نہیں اور اگر کچھ اذہن ہو تو یہی کیا کم ہے کہ اس تعریف پر خود مکہ معظمہ
 مدینہ طیبہ گاؤں شہرے جاتے ہیں اور ان میں جمعہ معاذ اللہ حرام و باطل قرار پاتا ہے لکھنؤ مساجد کا کو اگر اپنے ظاہر پر رکھیں اور ان میں متعدد
 مساجد صغیر و کبیر اور ان سب میں اکبر ہونا شرط کریں جب تو مکہ معظمہ کا شہر نہ ہونا صراحت واضح کہ مکہ معظمہ میں سوا مسجد الحرام کے کوئی مسجد صلیب
 سال تک نہ تھی اور عجیب نہیں کہ اب بھی نہ ہو نور العین و درالمختار کتاب الوقت میں ہے لا مسجد فی مکہ سوی المسجد الحرام اور اگر ایک ہی
 مسجد پر قیامت کریں اور مجازاً شہر الیں کہ جب یہی ایک مسجد ہے تو یہی اکبر مساجد ہے تو اول تو یہ کس قدر مقاصد شرع مطہر سے دور و مجور ہے
 ایک عظیم اسلامی شہر جس میں لاکھ مسلمان مرد قاتل رہتے ہیں اس میں ایک مسجد فرض کیجیے جس میں لاکھ سے زائد یا صرف لاکھ آدمی آسکیں اور
 ایک گناہ پہاڑ کی تلی میں بن کے کنارے دو جھوٹیاں وحشی جنگلیوں کی ہوں جن میں آٹھ دس مرد رہتے ہیں اور انہوں نے ایک چوتھہ چنگیز
 کا بنا لیا ہے جس میں سات آدمیوں کی گنجائش ہے آگے امام اور پچھلے تین تین آدمیوں کی دو صفیں تو لازم ہے کہ وہ شہر عظیم الشان گاؤں ہو
 اور اس میں جمعہ حرام اور یہ کوردہ مصر جامع و مدینہ عظیمہ ہو اور اس میں جمعہ فرض کیا اور شاد حدیث لا جعۃ ولا قسطنطنیہ ولا صلوة فطر ولا
 اضحی الا فی مصوج جامع او مدینۃ عظیمہ کا یہی مثابہ حاشا و کلا معذرا ایسا ہو تو دن میں چھ چھ بار صریح و قرویت پڑا کھائے ایک ہی ہیں
 سوا اہل جمعہ رہتے ہیں اور اس کی اکبر مساجد میں اتنے آدمیوں کی وسعت ہے تو وہ گاؤں ہے پھر دن چڑھے ان میں ایک لڑکا بانج ہوا تو
 وہ شہر ہو گیا کہ اب اس مسجد میں وہاں کے اہل جمعہ کی وسعت نہ رہی دوپہر کو ایک شخص وہاں سے سکونت چھوڑ کر چلا گیا تو پھر گاؤں ہو گیا کہ
 اب پھر وسعت ہو گئی پھر دن رہے ایک غلام آزاد ہوا تو پھر شہر ہو گیا کہ وسعت نہ رہی شام کو ایک شخص مر گیا تو پھر گاؤں ہو گیا عشا کو
 ایک مجنون ہوش میں آ گیا تو پھر شہر ہو گیا آدمی رات ایک شخص کی آنکھیں جاتی رہیں تو پھر گاؤں کا گاؤں رہا و علیٰ ہذا القیاس بلکہ فرض کیجئے
 کہ ابھی وہ شہر تھا اور جمعہ فرض تھا مسلمان جمعہ کے لیے جمع ہوئے امام خطبہ پڑھ رہا ہے کہ خبر آئی فلاں مر گیا اب جمعہ حرام ہو گیا خطبہ بے کار
 گیا کہ شہر گاؤں ہو گیا امام نے خطبہ چھوڑا اور اعلان ہوا کہ بجائیو ظہر کی حیثیت باندھو بکسیر ہوتی ہی تھی کہ ایک لڑکے نے لکھنوی آٹک لگ گئی
 تھی احتلام ہو گیا وہ نہلے کو گیا یہاں امام پھر خطبہ کو جائے کہ اب پھر شہر ہے اور پھر خطبہ کو بوجہ زوال محلیت بیکار ہو گیا تھا پھر اعادہ

کے ابھی امام دوسرے خطبہ تک پہنچا تھا کہ خبر آئی فلاں کی آنکھیں جاتی رہیں اب امام پھر اترے اور ظہر کا اعلان دے نکیر ہو رہی ہے کہ صفت میں سے ایک مسافر نے اٹھ کر کہا صاحبزادے کیوں جمعہ کھڑے ہو میں یہاں چند روز کے لیے آیا تھا مگر اب میں کا ساکن ہو گیا امام سے کہیے پھر سہ بارہ خطبے کو جائے اس اٹل پھیر میں معلوم نہیں کہ عصر کا وقت آنے تک جماعت کو جمعہ نصیب ہو یا ظہر یہ سب خوبیاں اس تعریف کی ہیں اور ان سب سے قطع نظر کیجیے تو دونوں بلد کریم مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی مساجد طیبہ قطعاً وہاں کے اہل جمعہ بلکہ ان سے بدرجہا زائد کی وسعت رکھتی ہیں جیسا کہ بحمد اللہ تعالیٰ آنکھوں سے مشاہدہ ہے تو وہ دونوں شہر کریم معاذ اللہ گاؤں ہوئے اور ان میں جموع حرام ٹھہرا اس سے زیادہ شاعت اور کیا ہوگی اور یہ وسعت آج کی نہیں زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی تھی تو معاذ اللہ زمانہ اقدس سے وہ گاؤں ہی تھے اور ان میں جمعہ حرام تھا مگر ہوتا تھا اب یہ نہ تھا شاعت کبریٰ ہے جس سے مافوق متصور نہیں جامع ترمذی شریف میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کریم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رحمہما اللہ عثمان زاد فی مسجدنا حتی وسعنا هذا المختار اللہ تعالیٰ عثمان پر رحمت فرمائے اُس نے ہماری مسجد شریف بڑھا دی یہاں تک کہ اُس میں ہم سب نمازیوں کی وسعت ہو گئی ظاہر ہے کہ سب نمازیوں کی وسعت ہو جانا صرف اہل جمعہ کی وسعت سے کہیں زیادہ ہوگی تو معاذ اللہ اس تعریف پر حاصل حدیث یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عثمان کا بھلا کرے اُس نے ہماری مسجد بڑھا کر مدینہ کو گاؤں کر دیا اور اُس میں جمعہ حرام ہو گیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم طحاوی علی مرقی الفلاح باب الاستقائیں ہے من هو مقیم بالمدينة لا يبلغ قد والحاجة وعند اجتماع جملتهم يشاهد اشاع المسجد الشريف في اطرافه وانما شدة الزحام في الروضة الشريفة وما قاربها للرغبة في زيادة الفضل والقرب من المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم كذا في الشرح غنیہ میں ہے الفصل فی ذلك ان مكة والمدينة مصران تقام بهما الجمعة من زمانه صلى الله تعالى عليه وسلم الى اليوم فكل موضع كان مثل احدهما فهو مصر وكل تفسير لا يصدق على احدهما فهو غير معتبر حتى التعريف الذي اختاره جماعة من المتأخرين كصاحب المختار والوقاية وغيرهما وهو ما لو اجتمع اهله في أكبر مساجده لا يسعهم فانه منقوض بهما اذ مسجد كل منهما يسع اهله و زيادة الاجرم علما نے تصریح فرمائی کہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں لکنی الابخر میں ہے وقيل ما لو اجتمع اهله في أكبر مساجده لا يسعهم مجمع الانر میں ہے انما اور بصيغة التوقيض لانهم قالوا ان هذا الحد غير صحيح عند المحققين اسی طرح شرح نقایہ وغیرہ میں ہے مہذا معلوم ہے اور خود اس تعریف کے اختیار کرنے والوں کو اقرار ہے کہ وہ روایت نادرہ خلاف ظاہر الروایہ ہے اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے وہ ہمارے ائمہ کا قول نہیں وہ سب مرجوح عنہ اور متروک ہے بحر الرائق میں ہے ما خرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه والمرجوع عنه لم يبين قولاً له فتاویٰ خیرہ میں ہے صحیحاً بان ما خرج عن ظاهر الرواية ليس مذنباً لا في حقيقته ولا قولاً له رد المحتار میں ہے ما خالف ظاهر الرواية ليس مذنباً لا صحاباً تو ظاہر الروایہ صحیح معتمد معمول علیہ مختار جمہور مؤید منقطع کے خلاف ایک روایت نادرہ پر عمل و فتویٰ کیونکر روا درختار میں ہے الحکم والفتا بالقول الموجح جمل و خرق للاجماع رد المحتار میں ہے کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او بقو وجہ واولی من هذا بالبطالان القضاء

[illegible]

مسئلہ۔ از مدرسہ اسلامیہ امر وہم مرسلہ مولوی عبدالشکور صاحب ارکانی سہ ماہی محرم ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں چار سو مسلمان مرد سکھتے اور اُس کے قریب قریب بھی اتنے
مرد مقیم ہیں اُس بستی میں منصفی تھانہ ڈالنا نہ شفا خانہ بازار بھی ہیں اب یہ مصر ہے یا قریہ اس بستی والے پر حجب واجب ہے یا نہیں اگر
واجب نہیں تو یہاں حجب ادا کرنے سے صلاۃ ظہر ذمہ ہے ملاحظہ ہوگی یا نہیں ہمارے ملک برہما کی آبادی میں کہیں کہیں تو مسلمان مرد
سکھتے ہزار ہا ہزار تک مقیم ہیں مگر ایسی بستی کم ہے اعداد فی درجے میں بعض بستیوں میں دس بیس مسلمان سکھتے مقیم ہیں البتہ جن بستیوں میں

آئی شہار اسلام مثل جمعہ و جماعت و اذان و اقامت وغیرہ کلاً یا بعضاً برادر اس میں ایک جاری رہے ہوں جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی نہ اب ہے وہ اسلامی شہر نہیں ہو سکتے نہ وہاں جمعہ و عیدین جائز ہوں اگرچہ وہاں کے کافر سلاطین شہار اسلام کو نہ روکتے ہوں اگرچہ وہاں مساجد بکثرت ہوں اذان و اقامت جماعت علی الاعلان ہوتی ہو اگرچہ عوام اپنے جبل کے باعث جمعہ و عیدین بلا احترامت یاد کرتے ہوں جیسے کہ روس و فرانس و جرمن و پرتگال وغیرہ اکثر بلکہ شاید کل سلطنت ہائے یورپ کا یہی حال ہے یومیں اگر پہلے سلطنت اسلامی تھی پھر کافر نے غلبہ کیا اور شہار کفر جاری کر کے تمام شہار اسلام یکسر اٹھا دیے تو اب وہ شہر بھی اسلامی نہ رہے اور جب تک پھر از سرینہ ان میں سلطنت اسلامی نہ ہو وہاں جمعہ و عیدین جائز نہیں ہو سکتے اگرچہ کفار غلبہ یافتہ مانفت کے بعد پھر بطور خود شہار اسلام کی اجازت دیدیں خواہ ان کا فرض سے دوسرے کافر چھین کر اجرائے شہار اسلام کر دیں کہ کوئی غیر اسلامی شہر مجرد جریان شہار اسلام سے اسلامی نہیں ہو جاتا ہاں اگر اسلامی سلطنت کے کسی کافر صوبہ نے بغاوت کر کے کسی اسلامی شہر پر تسلط کیا اور شہار اسلام بالکل اٹھا دیے مگر وہ صوبہ چار طرف سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہے تو وہ شہر شہار اسلامی ہی رہے گا اگرچہ کافر نے شہار اسلام یکسر اٹھا دیے مگر چار سمت سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہونے کے باعث اس کی یہ تاریک حالت محض عارضی ہے و ہذہ بحمدہ تعالیٰ فوائد نفیبتہ سمح بھا الیراع لو استوسلنا فی اہم علی دلایلہا و تفاحیلہا لئو جناعن القصد مع ان اکثرہا حلیۃ عند من لہ اجالۃ نظر فی الکتب الفریعیۃ و اجادۃ فکریۃ الاصول الشریعیۃ فلنقتصر علی نقل بعض فصوص فقہیۃ جامع الفضولین و مبسوط و معراج الدیایہ و مہندیہ و رد المحتار و غیرہ معتدات اسفار میں ہے الحکم اذا ثبت بطلۃ فباقی شیء من العلۃ یبقی للحکم ببقائہ فلما صارت البلدۃ دار الاسلام باجواء احکامہ فباقی شیء من احکامہ و آثارہ بقی دار الاسلام و کل مصروفیہ وال مسلم من حجتہ الکفاد تجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد و اخذ الخراج و تقلید القضاء و تزویج الایامی الاستیلاء المسلم علیہم و اطاعت الکفرۃ ففی موادعہ و مخادعہ و امانی بلاد علیہا ولائہ کفارہ فبحوز المسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد الخ شرح نقایہ میں کافی سے ہے دار الاسلام مایجوز فیہ حکم امام المسلمین فصول عمادی میں ہے ان دار الاسلام لا تصیر دار الحرب اذا بقی شیء من احکام الاسلام و نال غلبۃ اهل الاسلام اسی طرح کتب کثیرہ سے استفادہ ہے وبالجملة یستقرط لدار الاسلام ابتداء اعنی صیورۃ دار الحرب دار الاسلام جویان حکم سلطان الاسلام فیہا و بقاء مجرد ظهور شعائر الاسلام ولو بعضا وان لم یبق الحکم ولا السلطان والله المستعان وعلیہ التکلیف و دروغریں ہے تصیر دار الاسلام دار الحرب باجواء احکام الشریک و اتصالہا بدار الحرب بمحض لا ینکون بینہما مصول للمسلمین الخ و منقحی میں ہے البحر الملح ملحق دار الحرب رد المحتار میں ہے یلحق بھا البحر الملح و نحوہ کفارۃ لیس و راءہا بلاد اسلام نقلہ بعضہ عن الحموی فی حاشیہ ابن السعد عن شرح النظم الہاملی سطح البحر الملح حکم دار الحرب اس تحقیق سے نام صمد مستقرہ کا حکم واضح ہو گیا جو اب دیاں پر گزرتے ہیں اور ان میں کوئی کچری ہے (د فقط تھانہ یا ڈاکخانہ یا شفا خانہ کہ فصل مقدمات کے لیے نہیں ہوتے) اور وہاں سلطنت اسلام ہے یا پہلے تھی اور جب سے غیر مسلم کا قبضہ ہوا بعض شہار اسلام بلا احترامت ایک جاری ہیں جیسے تمام بلاد ہندوستان و بنگالہ ایسے ہی ہیں ۵۵

سب اسلامی شہر ہیں ان میں جمعہ فرض ہے اور جو آبادی پرگنہ نہیں اس میں کوئی کچری نہیں یا کچریاں ہیں پرگنہ ہے مگر اس میں اسلامی سلطنت کبھی نہ ہوئی یا تھی مگر اس کے بعد کفار نے شکار اسلام یکسر بند کر دیے گو بعد کو پھر اجازت بھی دیدی ہو وہ سب یا گاؤں ہیں غیر اسلامی شہر ان میں جمعہ وعیدین جائز نہیں پڑھنے سے گناہ ہوگا اور جمعہ سے ظہر کا فرض ماقط نہ ہوگا اب نقطہ یہ سوال رہا کہ ایک آبادی کے چند حصے ہیں اور ان میں باہم بوجہ زراعت فاصلہ ہے آیا وہ ایک ہی آبادی تصور ہوگی یا متعدد مظاہر اس سوال سے سائل کا مقصود مردم شماری کا لحاظ ہے کہ ان سب کے ساکنین ملا کر اس بستی کی مردم شماری بھی جائے گی یا جدا جدا جیسا کہ تمام سوال میں اس نے تعداد ساکنان کا ذکر کیا ہے مگر تحقیق جواب واضح ہو گیا کہ مردم شماری و تعداد ساکنان بڑا صلا نظر نہیں جو بستی پرگنہ نہیں اس میں فیصلہ مقدمات کا کوئی حاکم نہیں مطلقاً گاؤں ہے اس کی مردم شماری کسی قدر ہوا جو پرگنہ ہے اس میں کچری مقرر ہے وہ شہر ہے اگرچہ مردم شماری میں کم ہو یاں جو آبادی شرفا شہر قرار پائے اور اس میں جمعہ فرض صحیح ٹھہرے اور اس کے گرد اور آبادیاں میل ڈیڑھ میل کی مسافت پر واقع ہوں بیچ میں زراعت ہوتی ہو وہاں ایک یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ ان ساکنان حوالی پر بھی جمعہ فرض اور ان موضع میں اس کی ادا صحیح ہے یا نہیں اس کا جواب قول محقق پر یہ ہے کہ شہر کے گرد اگر وہاں تک کوئی موضع مصالح شہر کے لیے معین کیا گیا ہو مثلاً کیمپ یا عید گاہ یا شہر کا قبرستان وہاں ہو وہ سب فناء مصر ہے اس میں جمعہ صحیح اور اس کے اہل پر جمعہ فرض اگرچہ بیچ میں زراعت کا فاصلہ ہو اور اگر مصالح شہر سے اسے تعلق نہیں اندیشہ بیچ میں فصل ہے تو وہ توابع شہر سے نہیں نہ اس میں جمعہ صحیح نہ اس کے ساکنوں پر فرض ردالمحتار میں قد نص الاثمۃ علی ان الفناء ما اعد لدفن الموتی و حواشی المصروع کرض الخیل والدواب و جمع العساکر و الخروج للرمی و غیر ذلک و بہ ظہر صحیحہ فی تکیۃ السلطان سلیمہ بیروجنہ دمشق و کذا فی مسجدہ بصالحیۃ دمشق فانما من فناء دمشق و ان الفصلت عن دمشق بمزارع اہ مختصلاً نیز دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ بستی شہر ہو یا نہ ہو جب اس کا ساکن تین منزل کے ارادے سے سفر کو چلا تو آیا جب اپنی خاص آبادی سے نکل جائے گا اسی وقت سے مسافر ٹھہرے گا اور قصر کرے گا اگرچہ وہ دوسری آبادیاں ہنوز راہ میں آنے والی ہوں یا جب ان سب آبادیوں سے نکل جائے گا اس وقت سے مسافر ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ جب بیچ میں فاصلہ ہے زراعتیں ہوتی ہیں تو ان سے گزر جانے کا لحاظ نہ ہوگا اگرچہ وہ مصالح شہر ہی کے لیے مقرر کی گئی ہوں جب اپنی آبادی سے نکل جائے گا مسافر ہو جائے گا ہاں جہاں تک آبادی متصل چل گئی ہو وہ موضع واحد ہے اس سے تجاوز ضرور ہوگا ردالمحتار میں ہے اما الفناء وهو المکان المعد لمصالح البلد کرض الدواب و دفن الموتی و القاء التراب فان اتصل بالمصراع اعتبر مجاوزتہ و ان الفصل بغلوة او مزرعة فلا کمایاتی بخلاف الجمعة فتصحب اقامتها فی الفناء ولو منفصلاً بمزارع نیز غیر اس سوال یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں آبادی میں نہ رہوں گا پھر اپنی خاص آبادی جس میں رہتا تھا چھوڑ کر اگر وہ کسی آبادی میں سکونت اختیار کی تو آیا قسم سچی ہوئی یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جب ان آبادیوں کے خاص خاص نام جدا ہیں اور سب ملا کر ایک جدا نام سے تعبیر کی جاتی ہیں تو اگر اس نے وہ نام لے کر قسم کھائی جو خاص اس کی آبادی کا تھا اور اسے چھوڑ کر دوسری آبادی میں جا یا جس پر وہ نام اطلاق نہیں کیا جاتا اور اس کا مکان عرف میں اس آبادی کا ساکن نہیں ٹھہرتا تو قسم پوری ہوئی اور اگر وہ نام لیا تھا جس میں یہ سب داخل ہیں یا جس آبادی میں اب آیا وہ اسی پہلی آبادی کا حصہ سمجھی جاتی ہے اور اس کے ساکن کو اسی کا ساکن تصور کیا جاتا ہے تو قسم پوری نہ ہوئی کفارہ دے و ذلک لان مبنی الایمان

علی المصنف المتقاہم فی العرف فعلیہ یدار الحکم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ۔ ازگو الیہار ضلع مند سور قصبہ جاوہر مسلولہ عبدالملک خاں مار ریح الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا حکم ہے شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ جاوہر ایک قصبہ ہے جہاں تین مسجدیں آباد ایک ہی محلہ میں قریب قریب واقع ہیں جمعہ کے روز ہر مسجد والے اپنی اپنی مسجد میں مانند صلا غم کے جمعہ پڑھا کرتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح جمعہ پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ جمعہ کی شرائط سے حضور سلطان ہے یا نائب یا ماذون یا قاضی جمعہ تو یہ شرط یہاں پر معتقد ہے اور ایسے مقام پر مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک شخص کو اپنا قاضی و سوار بنا کر اُس کے پیچھے جمعہ پڑھا کریں دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اقامت کے واسطے سلطان یا اُس کے نائب مامور کا ہونا شرط نہیں اگر ان سے ایک بھی نہ ہو تو بھی جمعہ صحیح ہے اور مسلمانوں کو قاضی بنانا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں اسی طرح اپنی اپنی مسجدوں میں بھی جمعہ پڑھنا کچھ حرج نہیں بلکہ ایک جگہ جمع ہونے میں حرج ہے امیدوار قول فیصل میں۔ بینوا تو جہود

الجواب

فی الواقع ادا کے جمعہ کے لیے سلطان یا اُس کے نائب یا ماذون یا ماذون دھلم جہاں اقامت کرنا باتفاق اکثر حنفیہ شرط ہے کتب المذہب طافحہ بذلک مگر یہ ان شرائط سے ہے کہ محل ضرورت میں تکلیف بدل ساقط ہو جاتی ہے جسے صحت نماز کے لیے ضرور شرط ہے اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم اُس کا خلیفہ و بدل ہے اور اس سے واضح تر اعتبار قبلہ ہے کہ قطعاً شرط ہے اور محال قدر جمع قری اُس کی نائب ہیں اقامت سلطان یعنی مذکور ضرور شرط جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تعدد تیسین مسلمین قائم مقام تیسین سلطان ہے تو اسے شرط نہ کہتا بھی غلط اور اُس کے نہ ہونے کے سبب یہاں جمعہ صحیح نہ ماننا اُس سے زیادہ باطل و غلط اور مذہب صحیح و معتد و متقی میں تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے کما نص علیہ فی غیر ما کتاب واللہ سبحنہ وتعالی اعلم بالصواب۔

مسئلہ۔ از وہیلی بمیت نولٹا وصی احمد صاحب محدث سورتی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت پنجگانہ ذالامت جمعہ و عیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فقط

الجواب

جمعہ و عیدین و کسوف امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح القراۃ صحیح الطہارۃ مرد عاقل بالغ غیر معذور امامت کر سکتا ہے یعنی اُس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوزاً للصلاۃ خلف کل برد فاجر کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو حکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم اُن پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے اولاً وہ سلطان اسلام ہو ثانیاً جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں یہ امامت عامہ اس شرع کے مسلم علمائے دین کو ہے ثالثاً جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں مجہودی عام مسلمان جسے مقرر کر لیں بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ اُس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں اگر امامت کسے کا نماز باطل محض ہوگی جمعہ کا فرض سر

رہ جائے گا ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق و شوار ہے اعلم علمائے ہند کہ اُس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہونا کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں اُن کا امام عام ہے اور حکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اُس کے ارشاد پر عمل فرض ہے جمعہ وعیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اُس کے خلاف پر عوام بطور خود اگر کسی امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو اُس کے ہوتے ہوئے اُنکی قرا واد کوئی چیز نہیں تنویر البصار و در مختار باب الجمع میں ہے یشرط لصحة سبعة اشياء الاول المصروف ثناء والثاني السلطان او مام وک باقامتها فتاویٰ امام عتباتی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۳ میں ہے اذا خلا الزمان من سلطان ذي كفاية فالامور موكلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم وليصيرون ولاية فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل فطر يا تباع علمائهم فان كثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بينهم اشد عز وجل فرماتا ہے اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم المدين فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامة الزرقانی فی شرح الملواہب وغیرہ فی غیرہ در مختار میں ہے نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة فتاویٰ قاضی خاں در المختار وغیرہ میں ہے خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم یجز الا ان يكون الامام امره بذلك والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از ریاست جاوہر مکان عبد المجید خاں صاحب سررشتہ دار تاریخ ۱۸/ ۱۲/ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ گاؤں میں درست ہے یا نہیں۔

الجواب

جمعہ وعیدین دیات میں ناجائز ہے اور اُن کا بڑھنا گناہ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو اُن کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اشد رسول کا نام لے لیں غنیمت کما فی البحر الرائق والدر المختار والحدیقة النذیة وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرسے در سرہ عربیہ قدیم مسلمان مولوی سید فخر الحسن صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ

خطبہ جمعہ داعیاد کا سوائے زبان عربی خواہ فارسی ہو یا دیگر زبان میں جو پڑھنے کی نسبت جناب مفتی سعد اللہ صاحب مرحوم اپنے فتاویٰ سعدیہ میں فرماتے ہیں (نزد امام ابو حنیفہ جائز و مکروہ بکراہت تنزیہی است) اور اسی جواب میں اختتام عبارت میں ہے (اگر کے خطبہ بقدر واجب کہ نزد صاحبین بمقدار تشدد است بعربی ادا کردہ باشد خواندن ماورائش در فارسی وغیر اُن نزد ایشان مضائقہ ندارد کما فی منہ الغفار شرح تنویر الابصار) جناب مولوی عبدالحی صاحب اپنے مجموعہ فتاویٰ کے جلد دوم میں بہت شد و مد کے ساتھ خطبہ زبان عربی میں سنت مؤکدہ اور غیر زبان میں پڑھنے کو مکروہ تحریمی و بدعت ضالہ تحریر فرماتے ہیں مگر اُسی فتاویٰ کے جلد سوم میں مکروہ تنزیہی تحریر فرماتے ہیں لہذا جو خطبہ کلاً غیر زبان میں ہو یا بعضاً مخلوط زبان عربی و زبان دیگر میں ہو پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور بدعت ضالہ یا مکروہ تحریمی یا جائز بکراہت جو حکم ہو اُس سے ہدایت فرمائی جاوے۔ بینوا اتوجروا (۲) خطبہ جمعہ مصنفہ حضرت مخدوم سعد الدین عرف مخدوم شیخ سعد قدس سرہ خیر آبادی حنیفہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہ اللہ العزیز جو مسئلہ ہذا ہے مجدد عبارت خطبہ مذکور کے (چون گفت

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار خدا اگر گنیم بر سر کشم گوئی یا یہاں العزیز قہر اللیل الاقلیل انصفہ و اگر بیرون آرم گوئی و اہج ہم ہجرا جمیلہ مرا چہ باید کرد فرمان آمد اے محمد تو راحت می طلبی و ما از تو سرگردانی نخواہم و تو میخوای کہ با من حساب حسناات بسروری و گوشہ نشینی دما می خواہم کہ مرا با تو و ترا با من صد ہزار گونہ حساب بود تو کیستی کہ خاطر جمع می خواہی حکم بر انبیائے اولیں کردیم پیر پشانی اگر شادت بنیم گویم ان اللہ لا یحب الفاحشین و اگر دل تنگت بنیم گویم ولقد نعلم انک لیضییق صد دلت بما یقولون۔ زبہ سرگردانی کہ کہشت خاک راست کیست کہ دریں ماتم و مصیبت و قوت دارد فریاد از محمد پر خاست یا الہت رب محمد لم یخلق محمدا و فریاد عاشقان بریں نوع است اے کاش نزادے پسے مادر عالم بویا خود نہ بدی نام و نشان پدر من بویا قیمت ہیں دنیا لے مکا وہ و عذارہ را با بستہ نداری کہ سلطان مرسلان میں معاملہ بودہ است اس عبارت پر ایک صاحب کو جو بنظر حالت زمانہ حال ذی علم خیال کیے جاتے ہیں یہ اعتراض ہے کہ اس عبارت میں اہانت و بے حرمتی حضرت نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہے جو باعث تکفیر قاری و سامعین خطبہ ہے کیونکہ اس مضمون کا استنباط کسی آیت قرآنی سے ہے نہ کسی حدیث سے یہ اعتراض خترض کا صحیح ہے یا غلط اور اگر غلط ہے تو معترض کے اعتراض کا کیا جواب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجود

خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط کرنا ضرور مکروہ تنزیہی و خلاف سنت متواتر ہے اور بالکل خطبہ غیر زبان میں ہونا اور زیادہ مکروہ کما حقہ فتاویٰ و منا گرامے مکروہ تحریمی و بدعت ضلالت کہنا محض غلط و باطل و بے دلیل ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) یہ خطبہ پر ہنا حرام اور محض بدخواہی عوام اسلام ہے۔ یہ خطبہ ہائلہ کہ اس میں مذکور ہوا اصلا کسی آیت یا حدیث یا اثر یا کسی کتاب معتبرہ میں اُس کا پتہ نہیں نہ حضرت سیدنا محمد شیخ سعد بن من رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروجہ صحیح اُس کا ثابت ہونا معلوم اگر ایسی ہی حکایت ہے سر و پا ہے جبہ اُس کا واجب الرد ہونا خود ظاہر اور اگر خطائے نساخ نہ ہو تو اس کی بے ربطی عبارت خور اُس کے بطلان نسبت پر دلیل زاہر مثلاً صدر خطبہ میں اقمین شرح اللہ صدرہ لا سلام ومن تاب توبۃ نصوحا من التابعین خطبہ ثانیہ میں لشہد ان محمد اعبدا و رسولہ خصوصاً علی افضل الصحابہ و افضلہم بالتحقیق پھر اصل مقصد خطبہ کہ لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے یعنی اعمال صالحہ کی ترغیب دینا معاصی سے روکنا یہ خطبہ اُس سے اصلاً بحث نہیں رکھتا بلکہ صراحت اُس کے خلاف ہے جب ہر جمعہ جاہل لوگ سنیں گے کہ اللہ عز و جل فرما چکا ہے کہ ہر کہ گواہی دہد مراد حدانیت و مرتبہ رسالت درآید بہ بہشت برہ کاریکہ او باشد اس کا کیسا بڑا اثر اُن پر پڑے گا وہ سمجھ لیں گے کہ بس کلمہ پڑھ لینا کافی ہے اعمال فضول و ہمل میں پھر عوام کے سامنے یہ تین مصطلحات خاصہ صوفیہ اِکرام مثل قنار بازی و قلندری و چاک دامنی و عیاری کا تذکرہ کس قدر خلاف مقاصد خطبہ ہے اور ان سب بہ تر اور کردوں درجہ بدتر وہ تذکرہ کہ مصطفیٰ پیر سلین اکرم الاولین و الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہوا تو کیستی کہ خاطر جمع می خواہی حکم بر انبیائے اولیں کردیم پیر پشانی اس سے صاف صاف انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی معاذ اللہ حضور پر نور سید یوم النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضلیت ٹیکتی ہے ایسے محاورات میں اعلیٰ ہی سے استشہاد کیا کرتے ہیں مثلاً کسی امیر سے کہیں تیری کیا حقیقت ہے سلاطین تو اس سے محفوظ نہ رہے اور اگر

تنزل بھی کیجیے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل نہ ہونا تو اس کا صاف کتبہ ہے یہ کیا گمراہی نہیں پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راحت طلبی کی نسبت اور وہ بھی یوں کہ مرضی الہی کے خلاف اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس فریاد کا انتساب کہ یا لیت رب محمد لم یخلق محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں کی نگاہ سے معاذ اللہ سقوط عظمت کا باعث ہوگا اور عیاذ باللہ یہ عقیدہ ہو تو ایمان ہی کیا کہ ایمان تو صرف اُن کی تعظیم و محبت کا نام ہے قال اللہ تعالیٰ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتغزوہ وتوقروہ۔ غرض کسی طرح گمان نہیں کیا جاتا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ الکریم نے یہ خطبہ تصنیف فرمایا ہو اور اگر بالفرض حضرت محدث سے اس کا ثبوت صحیح ہو جو جہت ہو کہ حضرت نے یہ خطبہ کہیں ذکر فرمایا تو اب نظر اس میں ہوگی کہ آیا بر سبیل نقل و حکایت ہے یا بر بنائے کشف والہام۔ بر تقدیر اول جبکہ مدار روایت پر رہا تو مسئلہ علوم ظاہرہ کے دائرہ میں آگیا صحت سند درکار ہوگی اور کسی ولی معتد کا کوئی نام معتد کھائی کسی سے نقل فرمانا اس کی روایت کو صحیح و واجب الاعتماد نہ کرنے کا وہذا اما اعتد رواہ عن الامام محمد بن الغزالی قدس سرہ العالی فی ایرادہما الاحادیث الواحیۃ فی الاحیاء مع جلالة قدرہ فی العلوم الظاہرة والباطنة مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فوائغ الریح شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں رقیل کثیرا ما یوجد العدول فی غیر الاثمة علوم من عادتهم انهم لا یروون الا عن عدل (فارما لہم ارضا یقتضی تعدیل من رووا عنہم فیکون حجة کا رسال الاثمة فلا فرق (اقول) لا نسلم وجود العدول بالصفة المذكورة فی غیر الاثمة بل العدول من غیرہم لا یبالون عن احد وا درووا الا تروی الشیخ علاء الدولة السہنی فی قدس سرہ کہیف اعتمد علی رتن الہندی وای رجل یکون مثله فی العدالة (ولو سلم فذلک یزعمہم وکثیرا ما یخلون) فیظنون غیر العدل عدلا اور اگر بغرض غلط یہ بھی تحقیق ہو جائے کہ حضرت مخدوم قدس سرہ المکرم نے بر بنائے کشف والہام یہ خطبہ ذکر فرمایا تو بجز شریعہ ظہان بارگاہ اولیا اُن میں نہیں کہ کشف والہام کو باطل یا نامعتبر ٹھہرائیں اعمال خطبہ کشف مبتدین وادساطہ میں ہوتا ہے اکابر واصلین نفعا اللہ تعالیٰ ببرکاتہم فی الدنیا والاخرة والدین کا کشف حقیق والہام مبین حق و صحیح ہوتا ہے مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فوائغ میں فرماتے ہیں ان تاملت فی مقامات الاولیاء ومواجیدہم واذواقہم مکقامات الشیخ محی الدین وقطب الوقت السید محی الملة والدین السید عبد القادر الجیلانی الذی قدم من علی رقاب حکم ولی والشیخ سہل بن عبد اللہ الشتری والشیخ ابی مدین الغریبی والشیخ ابی یزید البسطامی وسید الطائفة جنید البغدادی والشیخ ابی بکر الشیبلی والشیخ عبد اللہ الانصاری والشیخ احمد النامقی الجامی وغیرہم قدس سرہ انہم علمت علم یقین ان ما یلہمون بہ لا ینطرق الیہ احتمال وشبهة بل هو حق حق مطابق لما فی نفس الامر ویکون مع خلق علم ضروری انہ من اللہ تعالیٰ لکن لا ینالون ہذا الوعاء من العلم الا بالمدد المحمدی وتابیدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالذات من غیر وسیلة الی اخر ما افادوا جاد علیہ رحمة الملائک الجواد اب یہ خطبہ ان مقامات راز نیاز سے ہوگا جو مولیٰ وعبید وحبوب وحبوب میں ہوتے ہیں جن میں دوسرے کو دخل دینا حرام انہیں نقل مجلس بنانا حرام بلکہ بحال فساد نیت کفر صریح بلا کلام۔ بھلا یہ تو ایک خطبہ کشف ہوگا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک شخص کو کہ سودہ میں شریف کی

تلاوت بکثرت کرتا زبردست یہ فرمایا امام ابن الحاج کی مدخل میں فرماتے ہیں قد قال علماءنا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ان من قال عن نبی من الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام فی غیر التلاوة والحديث انه عصی او خالف فقد كفر فعوذ باللہ من ذلك وقد قال الامام ابو عبد اللہ القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب التفسیر لہ حین تکلم علی قوله وطفقا یخصمان علیہما من ورد الجنة الاية فی سورة طہ قال القاضی ابوبکر ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یجوز لاحد منا الیوم ان ینحرب بذلک عن ادم علیہ الصلاۃ والسلام الا اذا ذکرناہ فی انشاء قوله تعالیٰ عنہ اقول نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاما ان ینبتدئ ذلک من انفسنا فلیس بجا نزلنا فی ابائنا الذینین الینا المماثلین لنا فکیف یابینا الا قدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والموسلین انقی علیہم علامہ شہاب غفاجی شیم الریاض شرح لغزائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں الدعاء بها (ای بالمغفرة) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من امتلا ینبغی لا یجاءہ العصور کالدعاء بالرحمة واما قول اللہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر وعاوۃ لنفسه بالمغفرة فلا یقاس علیہ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج النبوت شریف میں فرماتے ہیں بانکہ ایجاب ادبے وقاعدہ البیت کو بعضیے از صفیا و از اہل تحقیق ذکر کردہ اندوشتا خست آن در عایت آن موجب حل اشکال و سبب سلامت حال است و آن اینست کہ اگر از جناب ربوبیت جل و تعالیٰ خطابے و عتابے و سطوتے و سلطنتے و استغنائے واقع شود مثل انک لا تعدی و لیجعلن عملک و لیس لک من الامر شیء و تربید زینۃ الحیوة الدنیا و امثال آن یا از جانب نبوت عبودیت یا انکسارے و افتقارے و عجزے و مسکنتے بوجود آید مثل انما انابش مثلکم اغضب کما یغضب العبد و لا اعلم ما وراء هذا الجدار و ما ادری ما یفعل بی و لا بکم و مانند آن مارا نباید در آن دخل کنیم و اشتراک جوئیم و انبساط نائیم بلکہ ہمداد و سکوت و تحاشی توقف نائیم خواجہ رامی رسد کہ بابتہ خود ہرچہ خواہد بگوید و بکند و استعلا و استیلا نماید و ہمنہ نیز با خواجہ بندگی و فروغی کند و دیگرے ہرچہ مجال و یارائے آنکہ دریں مقام در آید و دخل کند و ہمداد بیرون رود این مقام پالغزیہ ہمارے از ضعفا و جہلا و سبب تضرع ہائیاں است و من اللہ العصمة والعون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از افریقہ جو ہائس برگ مرسلہ محمد ابراہیم صاحب شافعی ۱۳ شعبان ۱۳۲۶ھ

امام حنفی ہے اور مقتدی شوافع بھی ہیں اگر خطبہ اولی جمعہ میں امام اوصیکم بتقوی اللہ نہ پڑھے اور درود شریف نہ پڑھے تو شوافع کی نماز تمام ہوگی یا نہیں۔

الجواب

مذہب شافعی پر شافعی کی نماز نہ ہوگی کہ وصیت و درود ان کے نزدیک ارکان خطبہ سے ہیں اور خطبہ بالاتفاق شرط صحت نماز جمعہ جب رکن فوت ہوئے خطبہ نہ ہوا جب خطبہ نہ ہوا نماز نہ ہوگی کتاب الانوار میں ہے لھذا الجمعة وراء الشروط العامة شر و طالی ان قال الساج خطبتان قبل الصلوة و ارکانہما خمسة حمد اللہ تعالیٰ الثانی الصلوة علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الثالث الوصیۃ بالطاعة والتقویٰ اھ ملقطاً اسی میں ہے لصحة الاقتداء بشرط الاول انیکون الامام متطہراً مسلماً الثاني ان تصح صلواتہ باعقاد الاماموم فلو اقتدى الشافعی بالحنفی وقد مس فرجه او ترك البسملۃ او الحنفی بالشافعی الذی اقصده او احتجم ولم يتوصاً بطلت صلواتہ اھ مختصراً فتاویٰ امام ابن حجر کی شافعی میں ہے ان علمہ انہم یترکون بعض الارکان والشرائط لہ قصہ منہم جمعة فلا یجوز ان یصلی معهم ترک درود تو سخت نہ ہے درود خطبہ میں اگر نام اقدس نہ لیا ضمیر و التکاکی مثلاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو امام مذکور نے بطلان خطبہ و نماز ثابت کیا اسی طرح ان کے شیخ حضرت شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ نے شرح ہجہ و شرح روض و شرح منہج میں ذکر فرمایا کما ہو مذکور کلمہ فی فتاواہ الکبریٰ آدمی کہ تہتا نماز پڑھے اُسے بالاجماع مستحب ہے کہ جملہ اللہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذاہب کی حتی الامکان رعایت رکھے اور حتی الامکان کے یہ معنی کہ جہاں تک اُس کی رعایت میں اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے کما فی علیہ فی غیر ما موضع فی رد المحتار و فی المسائل الملتقط للسلام علی القادی و غیرہا نہ کہ وہ امور جو اپنے مذہب میں سنن و مستحب اور دوسرے مذہب اللہ حق میں فرض ہوں کہ اب تو اُس کا ترک سخت جہالت نہ کہ امام کو دوسرے مذہب کے اہل سنت بھی اُس کے مقتدی ہوں اُسے تو حتی الوسع اُس مذہب کی رعایت کمال ہم و موکد ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی محلہ بہاری پور مسئلہ جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب بہر صفا المظفر رحمہ اللہ

جمعہ کے دن چند آدمیوں نے مل کر مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی بعدہ اور دس بارہ آدمی آگئے انہوں نے بھی اذان و اقامت خطبہ کے ساتھ اُسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی پھر دس بارہ آدمی آگئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تو دوسری تیسری جماعت والوں کا جمعہ ادا ہو گیا یا نہیں نقطہ بینوا تو جروا

الجواب

نماز جمعہ و عیدین مثل عام نمازوں کے نہیں کہ جسے چاہا امام کر دیا نماز ہو گئی ان کے لیے ضرور ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا مقرر کردہ اور یہ نہ ہوں تو بضرورت وہاں کے عام مسلمانوں نے جسے امامت جمعہ کے لیے معین و مقرر کیا ہو تو ان تینوں جماعتوں میں جس کا امام امام معین و مقرر کردہ جمعہ تھا اُس کی اور اُس کے مقتدیوں کی نماز ہو گئی باقیوں کی نہیں اور اگر کسی کا امام ایسا نہ تھا تو کسی کی نہ ہوئی مثلاً سربہ مسجد ہے دس بارہ راگیر گزے ایک نے آگے ہو کر نماز جمعہ پڑھائی پھر کچھ اور آئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا پھر دس میں جماعتیں ہوئیں جمعہ ایک کا بھی نہ ہوا اور فرض ظہر سب کے ذمہ رہا اور مختار میں ہے الجمعة لیشرط لصحتها السلطان او مامورہ باقامتها ونصب العامة غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہ فیجوز للضرورة اھ ملقطاً واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گوند تحصیل سوئی تپ ضلع دہتک مسئلہ حاکم احمد حسین صاحب امام مسجد ۳۲ رضوی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے بعد امام اول کا خطبہ پڑھ کے جلسہ کرتا ہے اُس جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں اور اگر ناجائز ہے تو کس وجہ کا مکروہ تحریمی زید درمیان خطبتین کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور حرام بتاتا ہے یہ عقیدہ زید کا موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں۔

الجواب - زید کا قول باطل ہے وہ نوں خطبوں کے بیچ میں امام کو دعا مانگنا تو بالاتفاق جائز ہے بلکہ خود میں خطبہ میں حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مہینہ کے لیے دونوں دست انور بلند فرما کر دعا مانگنا کتب صحاح میں موجود ہے مقتدیوں کے بارہ میں مذہب حنفی میں اختلاف ہے امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بلاشبہ ان کے لیے بھی جائز فرماتے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دور روایتیں آئیں ایک مطابق قول صاحبین کہ امام کے نزدیک بھی مقتدیوں کو بین الخطبتین دعا مانگنا جائز ہے امام سغنی نے ہنایہ و امام اکل الدین بابر نے عنایہ شروح ہدایہ میں فرمایا ہا الصبیحہ ہی صحیح ہے سنتہا خمسۃ عشرۃ رابعہا التعوذ فی نفسہ قبیل الخطبۃ سادستہا البدایۃ بحمد اللہ تعالیٰ الخ پھر کوئی ایسا امر نہیں جس پر تشدد ضروری ہو بزمی سمجھایا جاوے اگر نہ مانے تو گروہ بندی و اثارت فتنہ کی حاجت نہیں والفتنۃ کبر من القتل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از جیل کان پور مرسلہ کلن خاں جمعدار ۱۲، شوال ۱۳۳۳ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بعد تعظیم گزارش ہے کہ جیل میں جہاں پانچ چھ سو آدمی قیدی و حوالائی اور ملازمین رہتے ہیں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں جہاں پر صوم و صلاۃ کی جماعت کو عام اجازت ہے اس میں روک ٹوک نہیں مگر باہر کے لوگ پھر اجازت اندر نہیں آسکتے نہ اندر کے باہر جاسکتے ہیں پس جو مسلمان اندر جیل کے ہیں اور جن کی تعداد سو سے زائد ہے جمعہ کے روز جماعت سے نماز جمعہ ادا کریں یا نماز ظہر کی امید کہ بواپسی ڈاک جواب سے سرفرازی بخشی جاوے۔ زیادہ حد ادب

الجواب

جمعہ کی ایک شرط اذن عام ہے جیل میں کوئی نہیں جاسکتا تو اس میں نماز جمعہ ناممکن و باطل ہے اور ظہر کی جماعت بھی ان کو جمعہ کے دن جائز نہیں جبکہ جیل محدود و شہر میں ہو بلکہ ہر شخص تنہا نظر پڑھے ملازم ہو یا خدما جیل بیرون شہر ہو تو ظہر جماعت پڑھیں تو بلا اشعار میں ہے لیست شرط لصحتها الاذن العام فلو دخل امیر حصنا و اعلن بابہ و صلی باصحابہ لم تنعقد و غمار میں ہے کوہ نحو یما ملعدوز و مسجون و مسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصو قبل الجمعۃ و بعدا و هو سجنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جہاں پر حکم مصر دیکھا ہے اور بنا پر قول معتبر کے وہاں جمعہ ہوتا ہو ان میں احتیاط ظہر پڑھنا چاہیے یا نہیں اور جو لوگ اس کو نہیں پڑھتے ہیں جمعہ پڑھنے سے ظہر قاطع ہوتے ہیں یا نہیں اور اگر اس کا ثبوت شرع میں ہو تو اس کو کس نیت سے پڑھنا چاہیے اور جو اس کا مانع ہو از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہے۔ بینوا بالذلیل الشرعیۃ و توجروا بالبراہین العقلیہ۔

الجواب

بلاشبہ اسلامی جو مصر ہو اور وہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو اور امام میں کوئی شبہ نہ ہو جازبی امامت کا نہ ہو وہاں احتیاطی ظہر پڑھنا ممنوع و بدعت ہے مگر یہ بات آج عامہ بلاد میں کہیں نہیں سوا حرمین شریفین و غیرہ بعض بلاد کے وہاں جہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو جس نے سب سے اول جماعت میں پڑھا اُسے احتیاطی ظہر کی اجازت نہیں اور جہاں مصر میں شبہ ہو یا امام یا اُس کی اذنیہ میں یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور اپنی جماعت سب سے پہلے ہونا معلوم نہیں وہاں اگر شبہ ضعیف ہے احتیاطی ظہر مستحب ہے اور قوی ہے تو واجب مگر اس کا حکم خاص کے لیے ہے

عوام کو حاجت نہیں تھملا لیا اور الادیفی حفاۃ الاقوی خواص یہ نیت کریں کہ پچھلی وہ ظہر جو میں نے پائی اور ادانہ کی اور یہ خطرہ بھی نہ گئے پائے کہ جمعہ ہو گیا تو یہ میرے نقل میں اور فرض نہ جمعہ کے نیت کے وقت اصلاً تردد ہو کہ تردد منافی نیت ہے جو منہ کی جگہ منہ کرتا ہے حرج نہیں بلکہ جو استہباب کی جگہ منہ کرتا ہے احن ہے اور وجہ کے محل پر منہ کرتا ہے تو گنگنا ہے و تفصیل المطبأة فی فتاونا و ما للہ التوفیق واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - نیشور ضلع بجنور مسلہ محمد عبدالحی سوداگر جنت ۲۹ محرم ۱۳۲۲ھ

جس جامع مسجد میں ایسا امام نازہ پڑھاتا ہو جو صاحب جاہاد ہے اور دوسری جاہاد سودی روپیہ لے کر خریدی اندا کے بدلے کو چند اشخاص اہل شہر جن کا زور زیادہ ہے پسند نہیں کرتے بلکہ اگر کوئی اس بابت ذکر بھی کرے تو خوف فتنہ کا ہے ایسی صورت میں شہر میں کسی محلہ کے آدمیوں کو متفق ہو کر کسی دوسرے مسجد میں جمعہ کا ادا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بلیغاً و تجرؤاً

الجواب -

اگر اُس امام کے بہنے پر قدرت نہ ہو تو شہر میں دوسری جگہ جہاں کوئی امام صالح امامت جمعہ پڑھاتا ہو وہاں جانا واجب ہے اور اگر شہر میں دوسری جگہ جمعہ پڑھتا ہی نہ ہو یا اور امام بھی ایسی ناقابل امامت ہوں تو نیا امام سنی صحیح العقیدہ صحیح خول صحیح الطہارۃ مسائل کی فاسخین نہ ہو مقرر کریں اور اُس کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از حیدر آباد دکن محلہ سلطان پورہ مکان ۲۹۵۵ مسلہ مولوی محمد عبد الجلیل صاحب نعمانی مہتمم امور مذہبی ۲۰ صفر ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شہر متین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ و عیدین عربی عوام نہیں سمجھ سکتے ہیں کیا ان کے محاذ سے اردو زبان ہی میں پڑھا جاسکتا ہے۔ بلیغاً و تجرؤاً ان اجروکم علی اللہ تعالیٰ۔

الجواب -

زمان بکرت نشان حضور پر نور سید الانس والجان علیہ و علی آلہ افضل الصلوة والسلام سے حمد صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور و تاراد یا کتب صحابہ دین بعد ہم من المذکر الکرام کے زمانوں میں ہزار ہا بلاغ جم فرمے ہزار ہا جماع نہیں ہزار ہا منبر نصب ہوئے عائد حاضرین اہل عجم ہوئے اور ان حضرات میں بہت وہ تھے کہ مفتوحین کی زبان جانتے اُس میں ان سے کلام فرماتے یا انہم کہیں مروی نہ ہو کہ خطبہ غیر عربی میں فرمایا یا دونوں زبانوں کا ملایا ہو کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی شرح الموطا مطلقاً سنت متوارثہ کا خلاف ناپسند ہے فی الدر المختار ان المسلمین توارثوا فوجہ اتباع محمد ای ثبت و تاکد نہ کہ ایسی سنت جہاں یا وصف تحقق حاجت جانب خلاف رخ نہ فرمایا ہو کہ اب تو اُس کا خلاف ضرور کردہ و اسارت ہوگا **اقول** و تحقیقہ ان التذکیر بالجمعیۃ کان المقصود لہ بعینہ موجوداً و المانع مفقوداً ثم لم یفعلوا فکان ذلک کفائتہم لا ترکاً و الکف فعل و بالفعل یمجر فیہ التوارث بخلاف التذکیر اذ لا معنی لتوارثہ ولا مساع للتأسی فیہ لانہ غیر مفعول و لا مقدور کما فی علیہ الا کا بر الصد و قال فی الاشباہ والنظائر التذکیر لا یتقرب بجا الا اذا صار الذکر کما هو فعل

وہو المکف بہ فی النہی لا التک، بمعنی العدم لانہ لیس داخل تحت القدرۃ للعبد کما فی التقریبا ہ ای تحویر الوصول الی الامام
الحقن حیث اطلق رحمہ اللہ تعالیٰ اتقن هذا فانہ من اجل المهمات اذان ضرور بلانے اور لوگوں کو اطلاع وقت دینے کیلئے ہے
مگر غیر عربی میں ہو تو ہرگز اذان ہی نہ ہوگی اگرچہ مقصود اعلام حاصل ہو جائے کہ اذان صرف سنت تھی جب فی نفسہ برخلاف سنت ہوئی راسا
فوت ہو گئی تو یہ میں ہے الاذان اعلام مخصوص علی وجہ مخصوص بالفاظ کنک لک رد المحتار میں ہے اشاری اذہ لا یمکن بالقرآن
وان علوانہ اذان وهو الاظہر والا صم کما فی السراج خلیہ ضرور وعظا تذکر کے لیے ہے چہ نماز کے ذکر کے لیے ہے قال اللہ تعالیٰ
اقم الصلوۃ لذکرہ اور خود قرآن عظیم کہ اُس کا تو نام ہی ذکر حکیم ہے اور اس کے نہ سمجھنے پر سخت انکار فرماتا ہے افلا یبند یرون القرآن
ام علی قلوب اقلہا پھر جس کی سمجھ میں عربی نہ آئے نہ اُس کے لیے نماز و قرآن اور بابتنگہ یا انگریزی کر دیے جائیں گے نہ خطبہ و
اذان۔ اُس کا اپنا قصہ ہے اُس کا دین عربی بنی عربی کتاب عربی پھر عربی اتنی بھی نہ سیکھی کہ اپنا دین کچھ سکھا انگریزی کی حالت دیکھے
اُس پر کیسے اندھے پاؤں ہو کر گرتے ہیں کہ دوسرے کمانے کی امید ہے اور عربی جس میں دین ہے ایمان ہے اُس سے کچھ غرض نہیں اتنی
ترغیب و ہدایت بخنے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پہلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب، روضہ ص ۳۳۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان ثانی جمعہ کے دن امام کے قریب اندر مسجد کے جو مروج ہے اس میں کراہت یعنی
کراہت قریبی ہے یا تشریبی۔ تفصیل جو ض خارج مسجد ہے یا داخل مسجد۔ اپنا دوا کی حدیث میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وقت میں باب مسجد پر اذان کا ذکر ہے اُس وقت تک اذان اول شروع تھی یا نہیں اگر اُس وقت میں
صرف ایک اذان تھی تو جب سے دوسری اذان شروع ہوئی اُس وقت بھی بقیہ خلفائے راشدین کے وقت میں اذان ثانی باب مسجد
پر ہوتی تھی یا امام کے مفضل سب کے پاس۔ بدینا و تجروا

الجواب

اعلامیہ کرام نے کراہت کہی اور اُسے مطلق رکھا اور مطلق کراہت غالباً کراہت تحریم پر محمول ہوتی ہے تہ عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اذان دروازہ مسجد پہنچا کی اور کبھی نہ حضور سے منقول نہ خلفائے راشدین سے کہ مسجد کے اندر
اذان کہلوائی ہو اور عادت کمر لیتے تھے کہ مکہ تشریبی کو بھی بیان جواز کے لیے کہی اختیار فرماتے پھر اُس میں ترک ادب بارگاہ اہلی
ہے والعلہ بالحق عند اللہ۔ جو ض قدیم کی تفصیل فنائے مسجد ہے نہ عین مسجد وہ نہ اُس پر وضو ناجائز ہوتا اور فنائے مسجد
میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسند خلفائے امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دوسری ایک اذان خلیہ تھی
انہوں نے اذان اول ناگہ فرمائی مگر اذان خلیہ میں کوئی تبدیلی نہ کی کسی خلیفہ راشد سے اُس میں کوئی تفسیر منقول یا امام بن علی
کی نے مدخل میں ہشام بن عبد الملک بادشاہ مروانی کی نسبت کہا کہ اُس نے سنت کو بدلایا اس کا زمانہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے اتنی برس بعد ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مسئلہ مولوی فضل الرحمن صاحب الزچھاؤنی صدر باندہ فیروز پور پنجاب ۱۹ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ قمرۃ الذیل میں کہ ایک قلعہ میں جہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں اور نہ ملازمان کو باہر بجز وقت معینہ کے بچھڑا پنچ صدر مردان سلطان ملازمان کے ایک جماعت نے ان نماز جمعہ باجائز شہرہ گورنمنٹ قائم کرتی ہے وہاں بنائے مسجد نہیں ہے نیز متصل قلعہ مذکور کے شہر اور چھاؤنی صدر بازار میں چند جگہ دیگر مساجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے کیا اس جماعت کا جمعہ ادا ہو جاتا ہے بعض علمائے دین نے بحوالہ فتاویٰ عالمگیری و مختار بہ اعتقاد عدم اذن عام اور جماعت مذکورہ کو مجبورین وغیرہ کا مقیس علیہ قرار دے کر عدم جواز اور نادرست ہونے جمہ کا فتویٰ دیا ہے اور بعض نے بحوالہ عبارت شامی کہ قلت ویفنی ان یکول محل النزاع ما اذا كانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التقویت کما افادہ التعلیل تامل درست ہونے نماز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے - بینوا بالدلیل توجروا بالاجرا الجزیل -

الجواب

صورت متفقہ میں جبکہ قلعہ کی بندش ہے باہر کا کوئی شخص نماز کے لیے اس میں نہیں جاسکتا تو اذن عام نہ ہوا اور اذن عام فی نفسہ شرط جمعہ ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قول کسی سے نقل نہ فرمایا بلکہ ان کا اپنا خیال ہے جسے وہ قُلْتُ سے شروع فرماتے ہیں اور خود ان کو بھی اس پر وثوق نہیں کہ آخر میں تامل کا حکم فرماتے ہیں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل بحث نہیں ان کی بحث کا اگر مسئلہ منصوصہ کے خلاف ہونا معلوم نہ بھی ہوتا ہم وہ ایک بحث ہے جو بحث نہیں ہو سکتی نہ کہ جب ان کی بحث مخالف منقول و منصوص واقع ہے کہ ایسی بحث تو امام ابن الہمام کے بھی مقبول نہیں ہوتی جس کی خود علامہ شامی نے جابجا تصریح فرمائی کما بینا فی کتابنا فصل القضاء فی رسم الافتاء براہ بشریت یہ بحث اسی طرح واقع ہوئی فقیر نے رد المحتار پر اپنی تعلیقات میں اس مسئلہ کی بحث تمام کر دی ہے اس میں یہاں صرف چند نکات کافی ہیں کہ امام مالک علیہ السلام کے مسودہ کا شانی کتاب مستطاب بدلے اور ان کے سوا اور ائمہ اپنی تصانیف میں اور ان سب سے امام ابن امیر الحاج علیہ السلام میں نقل فرماتے ہیں السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم من امر السلطان فی المسجد الجامع قال ان فتح باب دارہ جاز و تكون الصلاة فی موضعین ولولہ یاذن للعامة و صلی مع جیشہ لا تجوز صلاة السلطان و تجوز صلاة العامة و کچھ یہ نص صریح ہے ائمہ کی نقل اور محرم مذہب امام محمد سے بلا خلاف منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا اور قلعہ میں بھی سلطان نے پڑھا اگر قلعہ میں آنے کا اذن عام دیا تھا تو دونوں جیسے صحیح ہو گئے ورنہ باہر کا جمعہ صحیح ہوا اور قلعہ کا باطل صاف ثابت ہوا کہ اذن عام فی نفسہ شرط صحت جمعہ ہے اگرچہ جمعہ متعدد جگہ پایا جائے اور تقویت لازم نہ آئے ولین بعد النص الا الرجوع الیہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ محمد حسن صاحب ازبیبی پوسٹ بانی کھلا ۲۰ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ میں انسی اشخاص خفیہ اور پیش اشخاص شافعیہ ہر دو مذہب کے درمیان شافعی امام جمعہ میں خطبہ کے دو رکعت فرض پڑھا کے خفیوں نے نماز سے فارغ ہوئے ہندہ مذکور امام نے اپنے مذہب والوں کو لے کر پھر دوبارہ چار رکعت فرض نماز پڑھا تو اسے لیکن ہر دو مذہب والوں کے ساتھ دو رکعت فرض پڑھنے سے شافعیہ مذہب کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں -

الجواب

اگر وہ امام شافعی المذہب نیت جمعہ میں شک و تردد کو راہ نہیں دیتا خالص صحیح نیت فرض جمعہ کی کرتا ہے تو اُس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جبکہ فرائض مذہب حنفی کا پابند ہو مثلاً قصد لے کر یا زخم خواہ چھڑ یا سے پیپ یا پانی بہہ کر ضرور وضو کر لیتا ہو وہ درود سے کم پانی نہیں اگر نجاست پڑ جائے اُس سے طہارت نہ کرتا ہو وضو میں چہارم سر سے کم کے سج پر قاصد ذکر کرتا ہو وضو کیے ہوئے پانی سے دوبارہ وضو نہ کرتا ہو و علیٰ ہذا القیاس اگر ان باتوں کی رعایت کرتا ہے تو اُس کے پیچھے نماز جائز ہے اگرچہ ادلی حنفی کے پیچھے ہے اور اگر رعایت نہ کرتا ہو تو اُس کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور اگر کچھ نہ معلوم ہو تو مکروہ ہے کما حق کل ذلک فی الجہود والدرد وغیرہما اور اگر جمعہ کی نیت کے ساتھ شک کرتا ہو تو اُس کے پیچھے جمعہ مطلقاً باطل ہے کہ لانیۃ الا بالعزم ولا عزم مع الشک واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از پبلی ہیٹ محلہ محمد شیر خاں مسئلہ عبداللطیف خاں صاحب ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جامع مسجد کے امام معین کے بغیر اذن دوسرے شخص نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ بھی امام معین کے بے اذن پڑھائی اور امام مذکور اُس میں شریک نہ ہوا اس صورت میں وہ نماز ہوئی یا نہیں اگر نہ ہوئی تو ٹھکر کی قضا فرض ہے یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ بے اجازت خطیب معین دوسرا شخص خطبہ نہیں پڑھ سکتا اگر پڑھے گا خطبہ جائز نہ ہوگا اور خطبہ شرط نماز جمعہ ہے جب خطبہ نہ ہوا نماز بھی نہ ہوئی علی گیری میں ہے رجل خطب یوم الجمعة بغیر اذن الامام والامام حاضر لا یجوز ذلک الا ان یکون الامام امرہ بذلك کذا فی فتاویٰ قاضی خاں اور تصریح فرماتے ہیں کہ امام معین کے بغیر اذن اگر کوئی شخص نماز جمعہ پڑھائے تو نماز نہ ہوگی مگر اُس صورت میں کہ امام اُس نماز میں شریک ہو جائے فتاویٰ سراجیہ و در مختار میں ہے لو صلہ احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من له ولاية الجمعة یہاں کہ خطبہ بھی بے اجازت امام پڑھا گیا اور نماز بھی بے اُس کی اجازت کے پڑھائی گئی اور امام اُس میں شریک نہ ہوا تو دو وجہ سے وہ نماز ناجائز ہوئی اُن پر نظر کی قضا لازم ہے - واللہ تعالیٰ اعلم وعلماہ جل مجدہ التواضع

مسئلہ - مولوی نعیم الدین صاحب از مراد آباد ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

حضور عالی سلام نیاز - میں جمعہ کی نماز قطعہ کی مسجد میں پڑھا تا ہوں اُس مسجد کا وسیع صحن ہے مسجد سے باہر راستہ ہے جو ایک بانس کے قریب مسجد کے فرش سے بچا ہے کوئی جگہ ہی نہیں جہاں مؤذن کھڑا ہو سکے سخت حیرانی ہے بعض ایسی مسجدیں ہیں کہ اُن میں بعد صحن کے کسی دوسرے شخص ہندو وغیرہ کی دیواریں ہیں کہ اُن دیواروں میں منڈ نہ نہیں بنایا جاسکتا ایسی صورت میں کیا کیا جائے - بینوا توجروا

الجواب

اللہم ھدایۃ الحق والصواب یہاں دو سنتیں ہیں ایک محاذات خطیب دوسرے اذان کا مسجد سے باہر ہونا جب ان میں تعویض ہو اور جمع نامکن ہو تو رنج کو اختیار کیا جائے گا کما ہوا الضابطۃ المستقرۃ الغیر المثلثۃ یہاں رنج و اتوی سنت ثانیہ بوجہ

اولا مسجد میں اذان سے نہی ہے قاضی خاں و خلاصہ و خزائنہ المفتین و فتح القدیر و بحر الرائق و برجندی و علیگیری میں ہے لا یؤذن فی المسجد نیز فتح القدیر و نظم و مخطاوی علی المراقی و غیرہ میں مسجد کے اندر اذان نہ کروا ہونے کی تصریح ہے اور ہر مکروہ منہی عنہ ہے رد المحتار میں قبیل احکام مسجد ہے لا یلزم منہ ان یکون مکروہا الا بہی خاص لان الکراہۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل اور اجتناب ممنوع ازین مطلوب سے اہم و اعظم ہے اشباہ میں ہے اعتناء الشرع بالمنہیات اشد من اعتناءہ بالامورات ولذا قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا امرتکم بشئ فاقوامہ ما استطعتم وان نہیتکم عن شی فاجتنبوہ وروی فی الکشف حدیثا لترك ذرة مما نهي الله تعالى عنه افضل من عبادة الثقلين ومن ثم جاز ترك الواجب دفعا للشقة ولم يسامح في الاقدام على المنهيات **ثانیاً** محاذات خطیب ایک مصلحت ہے اور مسجد کے اندر اذان کہنا مفسدت اور جلب مصلحت سے سلب مفسدت اہم ہے اشباہ میں ہے درء المفسد اولی من جلب المصلح وجہ مفسدت ظاہر ہے کہ دربار ملک ملک جل جلالہ کی بے ادبی ہے شاہد اُس کا شاہد ہے دربار شاہی میں اگر چہ بدار عین مکان اجلاس میں کھڑا ہوا چلائے کہ درباریہ چلو سلام کو حاضر ہو ضرور گستاخ بے ادب ٹھہرے گا جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ انھیں کچریوں کو دیکھ لے کہ مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کمرہ سے باہر پکاری جاتی ہے چپراسی خود کمرہ کچری میں کھڑا ہو کر چلائے اور حاضر یاں پکارے تو ضرور سختی سزا ہوا اور ایسے امور ادب میں شرعاً غور معہود فی الشاہد ہی کا لحاظ ہوتا ہے محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں یحال علی المعہود من وضعها حال قصد التعظیم فی القيام والمعہود فی الشاہد من تحت السرة اسی بنا پر علما نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں جوتا پہنے جاتا بے ادبی ہے حالانکہ صدر اول میں حکم نہ تھا فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ علیگیریہ میں ہے دخول المسجد متنعلاً مکروہ عمدۃ المفتین و رد المحتار میں ہے دخول المسجد متنعلاً من سوء الادب مسئلہ اولی یعنی نائت کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کوئی حدیث موافق نہ تھی اور ثانیہ میں حدیث برخلاف تھی با ایہ امور ادب میں عرف شاہد کا اعتبار فرمایا تو جہاں خود حدیث بھی موافق ہی موجود ہے ادب معروف کا لحاظ نہ کرنا کس درجہ گستاخی و بیباکی ہے مہذا حدیث نے مسجد میں چلانے سے بھی منع فرمایا ہے بحر الرائق و رد المحتار میں ہے اخرج المندزی مرفوعاً جنبوا مساجدکم صبیحاً نکم و مجانیئکم و بیعکم و شراؤکم و دفع اصواتکم اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور دیوانوں اور خرید و فروخت اور آواز بلند کرنے سے بچاؤ قلت رواہ ابن ماجہ عن واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عبد الباق فی مصنفہ لبسید اسلام عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس ادب کی طرف خود حدیث میں ارشاد موجود ہے اور علما نے اس مانعت کو ذکر کے لیے بھی عام ہونے کی تصریح فرمائی در مختار میں ہے یحرم فیہ (ای فی المسجد) السوال ویکرہ الاعطاء و رفع صوت بدن کو الا للتعقیفہ تو اصل منع ہے جب تک ثبوت خاص نہ ہو جیسے اقامت و قرات نماز لیکن یہاں شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے اندرون مسجد اذان کا ہرگز ثبوت نہیں تو اگر کچھ اور دلیل نہ ہوتی اسی قدر اُس کے بے ادبی و ممنوع ہونے کو بس تھا بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا ہے جس کے لیے مساجد کی بنانا ہو صحیح مسلم شریف میں ابوسریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سمع

رجلا یبشدا ضالۃ فی المسجد فلیقل لاردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبین لہذا جوگی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے
اُس سے کہو اللہ تیری گئی چیز تجھے نہ ملائے مسجد میں اس لیے نہیں بنیں حدیث میں حکم عام ہے اور فقر نے بھی عام رکھا درخت اور غیرہ میں
ہے کرۃ الشاد ضالۃ تو اگر کسی کا مصحف شریف گم گیا اور وہ تلاوت کے لیے مسجد میں پوچھتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجد میں اس لیے
نہ بنیں اگر اذان دینے کے لیے اُس کی بنا ہوئی تو ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلاتے یا کبھی کبھی تو اُس کا
حکم فرماتے مسجد جس کے لیے بنی زمانہ اقدس میں اُسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول تو وجہ دہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے
کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا ہمارے بھائی اگر گرد میں عظمت آئی کے حضور جھکا کر آنکھیں بند کر کے براہ انصاف نظر
فرمائیں توجہ بات ایک نصف یا جنٹ کی کچری میں نہیں کر سکتے احکم الحاکمین عز وجلالہ کے دربار کو اُس سے محفوظ رکھنا لازم جانیں نہ کہ
حدیث کا وہ ارشاد پھر کتب معتدہ فقہ کی یہ صریح تصریحات کہ مسجد میں اذان منع ہے سب کچھ دیکھیں اور ایک رواج پر اڑے ہوئے ہیں یا لٹا
بھائیو یہ آپ کی شان نہیں ثالثا محاذات خطیب ایک اختلافی سنیت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہاں نقل مختلف
ہے بکثرت ائمہ مالکیہ اذان ثانی جمعہ کے روئے بروئے خطیب ہونے ہی کو بدعت بتاتے ہیں وہ فرماتے ہیں یہ اذان بھی منارہ ہی پر
ہوتی تھی جیسے پنجگانہ کی اذان علامہ خلیل ابن اسحق مالکی توضیح فرماتے ہیں اختلاف النقل هل کان یؤذن بین ید یدہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اعلیٰ المنار الذی نقلہ اصحابنا انہ کان علی المنار نقلہ ابن القاسم عن مالک فی المجموعۃ نقل ابن عبد البر
فی کافیہ عن مالک ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامر القدیم امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں ان
السنتہ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یتکون الموزن علی المنار کن لک کان علی عہد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم وابی بکر وعمر وصدرامن خلافتہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثم زاد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا نال اُخرا الزوراء
وهو موضع بالسوق والبقی الاذان الذی کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنار والخطیب علی
المنبر اذا ذاک ثم لما تولی ہشام نقل الاذان الذی کان علی المنار حین صعود المنبر بین ید یدہ یہاں تک کہ فرمایا فقد بان ان فعل
ذلک فی المسجد بین یدی الخطیب بدعتہ متسک بعض الناس بما ثم صار کانہ سنۃ معمول بما ولیس لہ اصل فی الشرع
وانما ہی عوائد وقع الاستئناس بما فصار المنکر لہا کانہ یاقی بدعتہ علی زعمہم فان اللہ وانا الیہ راجعون علی قلب الحقائق
اھ مختصراً یعنی روشن ہوا کہ اس اذان کا مسجد میں خطیب کے سامنے کتنا بدعت ہے جسے ابتداءً بعض لوگوں نے اختیار کیا پھر اُس کا ایسا
رواج پڑ گیا گویا وہ سنت ہے حالانکہ شرع مطہر میں اُس کی کچھ اصل نہیں وہ تو یہی ایک عادت ہے کہ لوگوں کے جی اُس سے لگ گئے
تو جو اُس پر انکار کرے اُن کے زعم میں گویا وہی بدعت نکالتا ہے تو انا اللہ وانا الیہ راجعون حق لوگوں میں کیسا اُلٹا ہو گیا کہ حق کو باطل
باطل کو حق سمجھنے لگے علامہ یوسف بن سعید عقی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح عثمانیہ میں فرماتے ہیں الاذان الثانی کان علی المنار
فی الزمن القدیم وعلیہ اھل المغرب الی الان وفعلہ بین یدی الامام مکودہ کما نص علیہ البرزلی وقد نفی عنہ مالک
وفعلہ علی المنار واکامام جالس هو المشرع اھ سکندری اھ باختصار بخلاف اذان مسجد کہ مالکیہ بھی اُسے منوع جانتے ہیں

بدخل میں ہے فصل فی النہی عن الاذان فی المسجد ینع من الاذان فی جوف المسجد لوجہ احدھا انہ لم یکن من فعل من مضی الخ تو ثابت ہوا کہ اذان بیرون مسجد ہونا ہی محاذات خطیب سے اہم و اعظم و اکبر والزم ہے تو جہاں دونوں نہ بن پڑیں محاذات خطیب کے درگزیں اور منارہ یا تفصیل وغیرہ پر یہ اذان بھی مسجد سے باہر ہی دیں ہذا کلمہ ما ظہری والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علما جل مجدہ انقذوا حکمہ۔

مسئلہ۔ مسئلہ اقبال حسین از قصبہ سرولی ضلع بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت یا دونوں فرض ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

خطبہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف بقدر الحمد تہ فرض ہے اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک ذکر طویل جیسے عرف میں خطبہ کہیں تو نفس فرض اگرچہ خطبہ اولیٰ بلکہ اس کے بعض سے ادا ہو جاتا ہے مگر جب کوئی مطلق مامور ہو تو قاعدہ شرع یہ نہیں کہ اس کے ایک حصے کو جو ادائی درجہ اطلاق مطلق کا ہو مامور ہو پھر انہیں باقی کو خارج بلکہ جس قدر واقع ہو سب اسی مطلق کا فرد ہے تو سب اسی صفت سے متصف ہوگا جیسے فرض قرائت نماز میں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اب یہ نہیں کہیں گے کہ الحمد شریف کی پہلی آیت فرض تھی باقی اس کا غیر بلکہ الحمد اور سورت بلکہ سارا قرآن مجید اگر ایک رکعت میں ختم کرے سب زیر فرض داخل ہوں گے کہ فاقرا واما تیسر من القرآن کا فرد ہے ولہذا اگر سورہ فاتحہ پڑھ کر سورت ملانا بھول گیا اور وہاں یاد آیا تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کر کے سورت پڑھے اور رکوع میں جائے حالانکہ واجب کے لیے فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ولہذا اگر پہلی التحیات بھول کر پورا کھڑا ہو گیا اب عود کی اجازت نہیں مگر سورت کے لیے خود شرع نے عود کا حکم فرمایا کہ جتنا قرآن مجید پڑھا جائے گا سب فرض ہی میں واقع ہوگا تو یہ واجب کی طرف عود نہیں بلکہ فرض کی طرف ولہذا اگر دوبارہ رکوع ذکر کرے گا نماز نہ ہوگی کہ پہلا رکوع عود الی الفرض کے سبب نابل ہو گیا تو جس طرح الحمد اور سورت دونوں سے فرض ہی ادا ہوتا ہے یوں ہی دونوں خطبوں سے بھی کہ سب مطلق فاسعوالی ذکر اللہ کے تحت میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرقاۃ البیان فی الہبوط عن المنبر طح السلطان

مسئلہ۔ از احمد آباد عجرات محلہ چکھ کالو پور متصل بل گلیارہ مسئلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جوابوں میں کونسا جواب احق بالقبول ہے۔ سوال۔ علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمادیں خطیب کو خطبہ ثانی میں منبر سے ایک بیڑھی اترنا اور پھر چڑھنا یا یہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں بینوا بسند الکتاب و توجروا فی یوم الحساب۔

الجواب ہوا الصواب صورت مسئلہ میں خطیب کو بیڑھی اترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعت شنیع ہے جیسا کہ خامی جلد اول صفحہ ۱۷۱ میں

مذکور ہے قال ابن حجر فی التحفة وبحث بعضهم ان ما اعتيد الان من النزول فی الخطبة الثانية الى درجة سفلى نثر العود بدعة قبيحة شنيعة والله اعلم بالصواب محمد عيسى عفی عنہ - الحبيب مصيب عند الله عبد الرحمن ولد مولی محمد عيسى عفی عنہ -

بسم الله الرحمن الرحيم ۵ اللهم ارنا الحق وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه - حبيب لبيبي زينة اترنے کا نامائز ہونا بلکہ بدعت شیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے جان کی کتاب تحفہ میں ہے نقل کیا ہے ثابت کیا ہے ہرگز نا جائز ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت شیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے طریقہ محمدیہ کی شروع میں لکھا ہے ان المسئلة الواقعة متی امکن تخريجها علی قول من الاقوال فی مذہبنا او مذہب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والھی عندنا انما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والھی عندنا خصوصاً انھی محتصوا یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج ہمارے خفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو یا شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق اس کی تخریج ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں ہے کہ اس کا انکار کرنا اور اس سے منع کرنا واجب ہو بلکہ وہ منکر وہ ہے جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع علیہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ اس زینہ اترنے کی وجہ کیا ہے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے صفحہ ۱۶ مطبوعہ ذیل کشور میں تحریر فرماتے ہیں مید امید کہ در خطبہ روز جمعہ نام سلاطین را کہ در زینہ یا یا سہ فرود آمدہ می خوانند وجہش چیست این تواضعست کہ سلاطین عظام نسبت باں مشرک و کفار را شدین علیہم الصلوٰات والتسلیٰات نودہ اند و جائز نہ داشتہ اند کہ اسامی ایشان با اسامی اکابر دین در یک درجہ مذکور شود شکر اللہ معیہم انھے علامہ حسین کا شفی مولا تفسیر حسینی اپنی کتاب ترغیب الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں اذان پانچ منبر کہ حمد و ثناء درود گفتہ ذکر خلقائے کرام کردہ نشیب آید و ذکر و دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالارفتہ خطبہ باقیہ تمام کند انتہی مطلب عبارت مکتوبات کا یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی جان لیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نام بادشاہوں کو پہنچے کے ذیہ منبر ہاں ذکر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے آجنگاب اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تواضع و فروتنی ہے کہ ہر شے کے سلطان بادشاہوں نے نسبت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے راشدین اس سرور کائنات علیہ علیہم الصلوٰات والتسلیٰات کے کی ہے اور ان بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں رکھی ہے کہ بادشاہوں کے نام ساتھ اسامی اکابر دین کے ایک درجہ میں مذکور ہوں حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الہی اُن یکجہ بادشاہوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بادشاہوں کی کوشش کو قبول کرے اور اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مطلب عبارت ترغیب الصلوٰۃ کا یہ ہے کہ منبر کے اُس زینہ معلومہ پر حمد و ثناء و درود پڑھ کر اور ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کر کے نیچے کے زینہ پر خلیفہ آوے اور ذکر و دعائے سلطان کر کے جب دعائے سلطان تمام ہو جائے پھر اوپر کے زینہ پر چڑھ کر خطبہ باقیہ تمام کرے اب منصفین غور فرمائیں کہ ہمارے خفی مذہب کی کتاب میں بھی اس زینہ اترنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں کہ شفی خفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ وجہ مذکور الصد کے یہ زینہ اترنا جاری ہو ہے اب جو علما اس کو بدعت قبیحہ شیعہ فرماتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بدعت قبیحہ و منکر مطابق عبارت مشرح طریقہ محمدیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور ما نحن فیہ میں خود ہمارے خفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ زینہ اترنا بدعت کیسے ہوا ہاں جو علما اس کو بدعت قرار دیتے ہیں خفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت کریں یا

کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینہ اُترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحتاً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو اور اُس سے منع کرنا واجب ہوگا ورنہ خط الفتاد اور جو علی اس زینہ اُترنے کو بدعت قبیلہ شیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں اُن پر بات ضرور ہے کہ اس کا بدعت قبیلہ شیعہ ہونا ثابت کریں مرقاة شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۷۱ میں ہے قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ما احدث مما يخالف الكتاب او السنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخیر مما لا يخالف شیئاً من ذلك فلیس بمن موم انتھی یعنی حضرت امام شافعی (جن کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں) فرماتے ہیں جو چیز ایسی نکالی جاوے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اجماع امت کے مخالف ہو وہ بدعت ضلالت و بدعت قبیلہ شیعہ ہے اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جاوے کہ وہ اشیائے اربعہ مذکورہ میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے بلکہ وہ بدعت حسنہ ہے بالجملہ فعل بدعت غیر مذمومہ میں جن کے اقسام ثلاثہ مشہورہ یعنی واجبہ مندوبہ و مباحہ ہیں اُن میں سے ایک میں داخل ہے اب ہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ زینہ اُترنا کونسی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریفہ کے خلاف ہے یا کون سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہے یا کون سے اجماع کے خلاف ہے جب ان ادلہ مذکورہ کے خلاف نہ ہو تو مطابق فرمانے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس کا بدعت قبیلہ شیعہ ہونا ثابت نہ ہو اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول میں وما احدث من الخیر مما لا يخالف شیئاً من ذلك فلیس بمن موم میر داخل ہو اور امام شافعی کے قول کے برخلاف علامہ ابن حجر شافعی کا قول دیکھ کر اس زینہ اُترنے کو بدعت قبیلہ شیعہ کہنا مردود و مطرود ہوگا عاقل منصف کے لیے اشارہ کافی ہے ہذا ما عندی واللہ اعلم و علیٰ حل مجتہدہ انہ و احکم۔ حررہ المفقر الی ربہ القدیم عبد الرحیم عفی عنہ۔ الحمد للہ المنزل القرآن المبین و علی عارج معارج التقیاب الملکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وصحبہ اجمعین و الیہ یسعد الکلم الطیب و الحمد للہ رب العالمین

الجواب

اقل وباللہ التوفیق کسی فعل سلیم کو بدعت شیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگنا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ اُن کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے اُنھوں نے اس سے منع فرما دیا ہے اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و سختی عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ مہر خدا ترس مسلمان جن کے دل میں اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عورت و عظمت اور کلمہ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اس پر بھائیوں کی بھی خیر خواہی و محبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرات نہ اندر رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی و دوائی نہ مل جائے قال اللہ تعالیٰ او تقولون علی اللہ ما لا تعلمون کیا اللہ عز و جل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو دلیل شرعی مجتہد کے لیے اصول اربعہ ہیں اور ہمارے لیے قول مجتہد صرف ایسی ہی جگہ علیائے کرام حکم بالجزم لکھے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اُس مسئلے کو یہ نہیں لکھ جائے کہ حکم یہ ہے بلکہ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اُسی کے ذمہ رہے دل حانتہا من توتی فاذا ہا اگر ایمان کوئی اُسے بطور جزم کہہ جاتا ہے تو اس پر گرفت ہوتی ہے کہ اس کا قیاس ان النقول فی المذہب ہے اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا گیا مذہب میں

منقول ہے خود اسی رد المحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہو جائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق بتایا کہ یہ نزول و صعود ممنوع یا بدعت شنیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرمادیا کہ ماخذ مسئلہ تیسرے منقول فی المذہب ہونا درکنار اپنے کسی عالم مذہب کا مذکور نہ سمجھا جائے وہی تحفظ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ملحوظ رکھا مسئلہ کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزم مفہوم ہو بلکہ فرمایا بحث بعضہم بعض نے یوں بحث کی ہے بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو نہ صراحت کسی کلیۃً نامخصوصہ مذہب کے تحت میں داخل ہو کہ ایسے کلیات سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اُس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں جواب ہوگا کہ حرام یہ صورت خاصہ اگرچہ اصلاً کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہرگز نہ بحث فلاں نہ کہا جائے گا کہ کتب مذہب میں اس کلیۃ عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جو ارتضاع ہو موجب تحریم ہے تو ثابت ہوگا کہ علامہ شامی یا امام ابن حجر اُسے کسی کلیۃ مذہب کے نیچے بھی صراحتہً داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قال ابن حجر وہ بحث بعضہم پر اکتفا کرتے پھر بعضہم کے لفظ نے اور بھی اشعار کیا کہ یہ خیال صرف بعض کا ہے اکثر علما اس کے مخالف ہیں یا لا اقل اُن کی موافقت ثابت نہیں خود علامہ شامی نے ہی رد المحتار میں اس اشارہ و اشعار کی جا بجا تصریح کی رد مختار میں نظم الفرائد سے نقل کیا **ع** ولما قلنا بعض الائمۃ ینکروا اس پر علامہ شامی نے اعتراض نقل فرمایا مفہوم قولہ بعض الائمۃ ینکروا نہ يجوزہ اکثرہم ولم ینقل ذلک الخ بلکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اُس قول کی بے اعتمادی پر دلیل ہوتی ہے رد مختار کتاب النصب میں تھا اختار بعضہم الفتویٰ علی قول الکوخی فی زمانہ شامی نے کہا ہذا من کلام الزیلعی اتی بہ لاشعار ہذا للتعبیر بعدم اعتمادہ رد مختار فصل صفة الصلاة میں تھا لو بقی حروف او کلمۃ فاقمہ حال الانحاء لا باس بہ عند البعض مذنیۃ المصلی شامی نے لکھا قولہ لا باس بہ عند البعض اشارتاً الی ان ہذا القول خلاف المعتقد الخ اس تقریر میرے بعد اللہ تعالیٰ روشن ہو گیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اُس دعوے جزم حکم عدم جواز کے اصلاً مساعد نہیں بلکہ ہے تو مخالف ہے اب رہی بعض کی بحث **اقول** اولاً وہ بعض مجہول ہیں اور مجہول الحال کی بحث مجہول المآخذ کیا قابل استناد اسی رد المحتار کتاب النکاح باب الولی میں ہے قول المصنف ارج رأیت فی موضع الخ لا ینفی فی النقل لجهالة ثانیاً محتمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور مقلدین صرف کہ کسی طبقہ اجتہاد میں نہ ہوں نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتے ہیں نہ دوسرے پر اُن کی بحث حجت ہو سکتی ہے والا لکان تقلید مقلد و هو باطل اجماعاً **ثالثاً** اُس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں اگر کیے حادث ہے **اقول** مجرد حدیث اصلاً نہ شرعاً دلیل منہ اُس کی حجیت علامہ شامی نے امام ابن حجر نے ان بعض کسی کو تسلیم رد المحتار میں ہے صاحب بدعة ای محرمۃ والا فقد تکرر واجبۃ کنصب الادلة للرد علی اهل الفرق الضالة وتعلما لنحو المفہم للکتاب والسنة ومنذوبہ کاحداث نحو رباط و مدرستہ و کل احسان لم یکن فی الصدق الاول و مکروہۃ کزخرفة المساجد و مباحۃ کالتوسع بلذی الماکل والمشارب والقیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للنادی عن تہذیب النووی ومثله فی الطریقۃ المصنویۃ للبرکوی امام ابن حجر فتح البین میں فرماتے ہیں الحاصل ان

البدعة الحسنة متفق علی ندبھا وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك خود اسی قول میں بدعت کو قبیحہ شیعہ سے قبیح کہنا
 مشعر ہے کہ نفس بدعت مستلزم قبح و شاعت نہیں مہذیوں تو وہ کل جس پر یہ نزول و صعود ہوتا ہے یعنی ذکر سلاطین خود ہی بدعت
 تھا تو اس نزول و صعود کے ساتھ تخصیص کلام کی وجہ نہ تھی اسی رد المحتار میں بعد نقل عبارت جامع الرموز ثم یدعو سلطان
 الزمان بالعدل والاحسان متجنباً فی مدحہ عما قالوا انه کفر و خسران کما فی الترغیب وغیرہ فرمایا اشار الشارح بقوله
 جوزالی حمل قوله ثم یدعو علی الجواز لا الندب لانه حکم شرعی لا بدله من دلیل وقد قال فی البحر انه لا یستحب لہا
 یروی عن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین سئل عن ذلك فقال انه محدث وانما كانت الخطبة تذکیراً و لا مانع من
 استحبابہ فیہا کما یدعی لعموم المسلمین فان فی صلاحہ صلاح العالم وما فی البیہ من انه محدث لا ینافیہ فان سلطان
 هذا الزمان احوج الی الدعاء له ولا مراءئہ بالصلاح والنصر علی الاعداء وقد تكون البدعة واجبة او مندوبة
 او مختصة اگر کیے زیادت علی السنۃ ہے **اقول** یوں تو ذکر سلاطین بلکہ ذکر عین کریمین و بتول زہرا و ریحانین مصطفیٰ و سترہ
 باقیہ من العشۃ المبشرۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب زیادت علی سنۃ
 المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹھہریں گے زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتبار سنت ہو ورنہ باعتبار اباحۃ یا نذیب زیادت
 نہیں در مختار بیان سنن الوضوء میں ہے لو زاد لطماء نینۃ القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا باس بہ و حدیث
 فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اسی رد المحتار میں بدائع امام ملک علیہ السلام سے ہے الصحیح انه محمول علی الاعتقاد دون
 نفس الفعل حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یحکمہ الوعد خود علامہ شامی فرماتے ہیں اقول قد تقدم
 ان المنہی عنہ فی حدیث قد تعدی محمول علی الاعتقاد عندنا کما صرح بہ فی الہدایہ وغیرہ وقال فی البدائع انه
 الصحیح حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یحکمہ الوعد (الی ان قال) ان من اسرف فی الوضوء بما
 النہی مثلاً مع عدم اعتقاد سنۃ ذلك نظیر من ملأ إناء من النہر ثم أفرغہ فیہ و لیس فی ذلك محد و رؤسوی
 انه عبث لا فائدة فیہ و هو فی الوضوء زائدة علی المأمور بہ فلذا اسی فی الحدیث اسرفاً قال فی القاموس الاسراف
 التبدیر او ما اتفق فی غیر طاعة و لا یلزم من کونہ زائد علی المأمور بہ و غیر طاعة ان یکون حراماً نعم اذا اعتقد سنۃ
 یکون قد تعدی و ظلم لا اعتقادہ ما لیس بقربۃ فاذا حمل علماً و نا المنہی علی ذلك اگر کیے اس میں اندیشہ
 ہے کہ عوام سنت سمجھ لیں گے **اقول** اولاً وہی نقوض ہیں کہ نفس اذکار بھی سنت نہیں تو وہ اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ
 اندیشہ مذکورہ نہ فعل کو بدعت قبیحہ شیعہ کر دیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہیے کہ علما کبھی کبھی اُسے
 ترک بھی کر دیں تاکہ عوام سنت نہ سمجھ لیں اسے ناجائز و بدعت قبیحہ ہونے سے کیا علاقہ۔ فقیر غفر المولیٰ القدر نے اپنی کتاب رشاقت الکلام
 حاشیہ اذا قاتل الاثام میں اس کی بکثرت تصریحات اللہ دین و علمائے معتدین حنفیہ و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے
 نقل کیں اسی رد المحتار میں فتح القدر سے ہے مقضی الدلیل عدم المداومۃ لا المداومۃ علی الترتک فان لزوم الايجام یلغی بالترک

احیاناً ہاں باختصار اب نہ رہا مگر دعائے عبت کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور عبت ہر جگہ مکر وہ ہے نہ کہ خود عبادت میں۔ اس کا جواب الف ثانی کے مکتوبات سے فاضل مجیب دوم مسئلہ نے بروج کافی نقل کر دیا جس سے اس کی مصلحت ظاہر ہو گئی اور تو ہم عبت زائل ہو گیا **وانا قول** و باللہ التوفیق جن اعصار و امصار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ و دقیقہ جلیلہ اصول شرع سے ناشی ہو سکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید و ہم قرار پاتا اور بحث باحث کا اصلاً پتا نہیں ہوتا ہے خطبے میں ذکر سلاطین اگرچہ حدیث ہے مگر شعار سلطنت قرار پا چکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہاں اس کا سکھ و خطبہ جاری ہے سلطنت اسلامی میں اگر خطیب ذکر سلطان ترک کرے مگر وعظ ہوگا مصر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکروہ بھی بقدر اندیشہ فتنہ مکروہ بلکہ واجب تک مترقی ہوتا ہے اسی رد المحتار اسی مسئلہ ذکر سلطان میں ہے و ایضاً فان الدعاء للسلطان علی المناہر قد صار الآن من شعار السلطنة فمن تركه فخشى علیہ ولذا قال بعض العلماء لو قيل ان الدعاء له واجب لما فی تركه من الفتنۃ غالباً لم یجد كما قيل به فی قیام الناس بعضهم لبعض اور فک نہیں کہ صد ہا سال سے اکثر سلاطین زماں فساد ہیں اس کا فسق اور کچھ نہ تو حد و تسبیح یک نکتہ اٹھا دینا اور خلاف شریعت مطہرہ طرح طرح کے ٹکس اور جرم نامے لگانا کیا ٹھوڑا ہے اسی رد المحتار آخر کتاب لا شرع میں سیدی عارف باللہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے قد قالوا من قال لسلطان زماناً عادلاً کفر اور شک نہیں کہ جس طرح وہ خطبے میں اپنا نام نہ لانے پر ناراض ہوں گے یو ہیں اگر نام بے کلمات مدح و تعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجب افروختگی ہوگا اور فاسق کی مدح شرعاً حرام ہے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح العاصی غضب الرب و اهتز لذنوب العاصی جب فاسق مدح کیا جاتا ہے رب عز وجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الہی ہل جاتا ہے رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة و ابو یعلیٰ فی مسنده و البیہقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک و ابن عدی فی الکامل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما خطبا جب کہ مجبوراً اس میں مبتلا ہوئے ان بندگان خدا نے چاہا کہ اس ذکر کو خطبے سے علاحدہ بھی کر دیں کہ نفس عبادت ایسی امر پر مشتمل ہے اور بالکل خطبے سے عبادی بھی نہ معلوم ہو کہ آتش فتنہ مشتعل نہ ہے اس کے لیے اگر یوں کرتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموش رہتے اس کے بعد ذکر سلاطین کر کے بقیہ خطبہ تمام کرتے تو ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسب تصریح کا فائدہ جامع کلمات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گویا سب الفاظ دفعۃً واحدة معاً صادر ہوئے وعن هذا یتم ارتباط الایجاب بالقبول اذا لحقه فی المجلس والافی الایجاب انما کان لفظاً صمدیاً فعدم القبول لم یوجد بعد و اذا وجد لم ینال الایجاب موجوداً والموجود لا یرتبط بالمعدوم كما فادہ فی الہدایۃ وغیرہا لہذا یہ تذکرہ نکالی کہ اس ذکر کے لیے زمینہ زیریں تک اُتر آئیں اور بقدر امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے نیچے اُترنا شرعاً اس کے قطع ہی کے لیے معصوم ہے تو عموماً اجنبی خصوصاً بنیت قطع تبدیل مجلس و انفصال ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر چانے کو علما نے تبدیل مجلس گناہ ہے اسی رد المحتار میں ہے لعل وجہ ان الانتقال من غضن الی غضن

والسديۃ وفحذالك انغال اجنبية كثرية مختلف بها المجلس حكما كالكل والاكل الكثير لسا من ان المجلس او البيت بل مختلف حكما بسبب اشارة على يعد في العرف قطعاً لما قبله ولا شك ان هذه الافعال كذلك وان كانت في المسجد او البيت بل مختلف بها حقيقة لان المسجد مكان واحد حكما وبهذا الافعال المشتبهة على الانتقال مختلف حقيقة بخلاف الاكل فان الاختلاف فيه حكسي اس میں اس قدر ہوگا کہ بیچ میں خطبہ قطع کرنا ہو اس مخطور کے دفع کو اس میں کیا محذور جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں شاہزادوں کے لینے کے لیے خطبہ قطع فرما کر نیچے اترنا پھر اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضہم کی بحث اصلاً متجہ نہ تھی۔ غرض نقل مذکور میں مدعی عدم جواز کے لیے کوئی محل احتجاج نہیں جہاں صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول و صعود سے یہی نیت کریں اور جب ذکر و مدح سلطان ترک نہ کر سکیں اس مصلح کے ترک کی کوئی وجہ نہیں اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں الفاظ باطلہ و مخالفہ شرع ذکر کرنا خود حرام خالص ہے خصوصاً کذب و شائع عبادت میں ملانا تو اس کے لیے یہ نزول عذر نہیں ہو سکتا اور جب مخالفات شرع سے پاک تو بنیت اظہار فرق مراتب جس طرح شیخ مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات میں ہے نزول و صعود ایک وجہ موجود رکھتا ہے اس صورت میں اس پر تکیہ لازم نہیں ہاں عوام سے اندیشہ اعتقاد سنیت کے سبب علما کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول و صعود بلکہ خود ذکر سلطان اعزاز شہ نضرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطان اسلام محبوب و مندوب ہے اور اس نیت کے لیے نزول و صعود میں بھی حرج نہیں اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ و ارتکاب بدعت شنیعہ باطل مبین پس احتیاقاً بقول حکم مجیب ثانی ہے ہذا ملاحظہ لی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ذاک خانہ ہر گنج چرائی ضلع بریال بکان منشی عبد الکریم مرسلہ محمد حسین صاحب ، ارجا دی الاولیٰ مستجاب

ایک فریق اسر دو درمیان متوطن فوریہ فوری اند صلاۃ جمعہ را ملک بنگالہ بلکہ ہند را حرام گویند چوالہ پنج شریعت بمصداق قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وینفذ الاحکام و تقیم الحد و دایں تعریف نیست مگر اجرت تسبیح و تہلیل و غیر ذلک اخذ می کنند و ایک جماعت صلاۃ و ہجراتی خوانند و دایں دیار را شہر گویند بمطابق قول صاحبین و ہو قول البعض و ہو موضع اذا اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہ لم یسم فہو مصر بمصداق ایں کہ ملک بنگالہ و ہند را شہر گویند و نماز مذکور در وادامی کنند مگر اجرت تسبیح و تہلیل را حرام گویند و دایں گویند بمطابق قول امام اعظم حرام است و نزد صاحبین جائز است مگر قول متقدمین را اتباع می کنم و متاخرین در پائے نشدم علی ہذا القیاس ایں ہر دو جماعت متنازع می کنند۔

الجواب

آنکہ گویند المصر ما لا یسع اکبر مساجد اہلہ نہ مذہب امام است نہ قول صاحبین بلکہ روایت تادہ مرجوحہ است و حاجت باو نیست انصار دیار ہند و بنگالہ بلا شہر شہر ہائے دارالاسلام است و جمعہ در انہا فرض و ترک او معصیت شدیدہ و انکار او ضلالت بعیدہ در مذہب امام و سائر ائمہ ما مصر آنست کہ کوچا و بازار ہائے دائم داشتہ باشند و مراد را روایت ہا ہا شہر چاکم اور در اصطلاح حال ضلع پارگنہ خوانند و در و حاکم باشند کہ چشت و سلطوت خود را دستم زدہ از مستکملان تو ان گرفت اگرچہ نہ گیرد ہمین است معنی ینفذ الاحکام و یقیم الحد و الا از ہند و بنگالہ چہ گوئی خود جرمن محترمین نیز از مصریت خارج شوند و اقامت جمعہ آنجا حرام زیرا کہ حدود اربعہ با سال منقوضہ مستد شدہ

و بر تسبیح و تهلیل اجرت خواندن گرفتن ردائست اجاره در امور مباحه باشد و در طاعت و معصیت که احققه المولی بن عابدین الشامی
فی رد المحتار و العقود الدریة و شفاء العلیل والله تعالی اعلم -

مسئله - از کلمه و هر م تله اسریت مرسله مولوی محمد المطلب صاحب ۳۰ جمادی الاخره ۱۳۳۸ هـ

حامدا و مصليا - ما فو لکم ایها العلماء الکرام من الاحناف العظام فی هذه المسئلة ان صلاة الجمعة واجبة علی
اهل القرى ام لا بینوا بجواب شاف توجروا بواب واف -

الجواب

الذی یدعی عموم الجمعة کل محل ولا یخصه بمصر ولا قرية فقد خالف الاجماع وهو ضلال بلا نزاع وقد اجمع
اقتنا علی اشتراط المصر لها وان الاشتغال به فی القرى یکره تحریم لکونه اشتغالا بامال یصح کما فی الدر وغيره وقد حققنا
المسئلة فی رسالتنا لوامع الیها وغير ما موضع من فتاونا واما المصر فالصحيح فی ترفیقه ما هو ظاهر الروایة عن امامنا الاعظم
رضی الله تعالی عنه کما بیناه فی فتاونا بما لا مزید علیه واما ما لا یسع اکبر مساجده اهلہ فقیر صحیح عند المحققین کما
نص علیه فی الغنیة وکفی قاضیا علیه بالبطان ان مکة والمدینة تخرجان علیه من المصر وتمنع الجمعة فیهما لان اتساع
مسجد یحمالیوف مؤلفة ممن یرد الیه من الافاق مشاهد مرئی فضلا عن اهلها خاصة - والله تعالی اعلم -

الجواب

الجمعة علی اهل القرى لیست بواجبة لقوله علیه الصلاة والسلام الجمعة ولا تشربین ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی
مصر جامع اوفی مدینة عظمت فی فتح القدیان قوله تعالی فاسعوا لی ذکر الله لیس علی اطلاقه اتفاقا بین الاثنین اذ لا یجوز
اقامتها فی البرارى اجماعا ولا فی قرية عند الشافعی لکان خصوص المكان مرادا بالاجماع فقد رالشافعی قرية الخاصة و
قد رنا المصر وهو ولی الحدیث علی رضی الله تعالی عنه وهو لو عارض بفعل غیره کان علی مقدما علیه فکیف ولم یحقق
معارضة ما ذکرنا یا ه ولهد المینقل عن الصحابة انهم لما فتحوا البلاد واشتغلوا بنصب المنابر والجمعة لا فی الاحصار دون
القرى ولو كانت لنقل ولو احاد او ایضا ان الجمعة فرضت علی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم وهو مکة قبل الهجرة کما اخرج
الطبرانی عن ابن عباس رضی الله تعالی عنه فلم یکن اقامتها من اجل الکفار فلما هاجر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم ومن هاجر
مع من اصحابه الی المدینة لبث رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فی بنی عمرو بن عوف بضع اربعة عشر یام ولم یصل الجمعة
فهذا دلیل علی عدم الجمعة فی القرى والا یصل رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم الجمعة ومع ان البخاری روى فی صحیح
کان الناس یسئلون و فی رواية یتناولون الجمعة من منازلهم والعوالی فیا تون فی العیار فیصمیمهم العباد و یتخرج من العرق
الحديث و فی القدی وری ولا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصر ولا تجوز فی القرى قال مولانا ببحر العلوم فی ارکانه
تحت قوله تعالی یا ایها الذین امنوا اذ الذودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا لی ذکر الله و ذروا البیع ای یحرم البیع و یحب السعی

الى الجمعة بعد سماع النداء ثم ان البيع قد يطول الكلام فيه فيفوت الجمعة والخطبة لان التجار لا يتركون صفاتهم في هذا الزمان ولذا اصنع من النداء الاول فالبيع والشراء في المصراة وقال ايضا فيه ويكره للربيع وغيره من المعدورين ان يصلوا الظهر يوم الجمعة بجماعة ولا يباس بالجماعة للظهر للقرى لان الجمعة جامعة للجماعات في المصراة فاعلم ان الشرط المصراة لوجوب الجمعة مشروط لانه جرى التوارث من لدن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الى هذا الان ان لا يصلى الجمعة اهل البلد والقرى فالعمل على قول صاحب القدرى لازم على المقلد بن لانه قوله مطابق لمذهب الحنفى والتبعه ورجحه جمهور فقهاء المحققين ولم ينكره احد من علماء الحنفية كما في رد المحتار فاعلمنا اتباع ما رجحه وما صححه كما لو اتينا في حجتهم الحق احق بالاتباع والمقلد الذي يخالفه فحكمه غير جائز كما في الدر المختار واما مقلد الذي لا ينفذ قضاءه بخلاف مذهب اصلا فشرط المصراة لصحة الجمعة محقق عند جمهور الحنفية بلا انكار احد لكن الاختلاف بينهم في تعريف المصراة فتنه فقال الامام الشافعى موضع فيه بئمان غير منتقلة ويكون المقيمون اربعون رجلا من اصحاب المكلفين فاذا كان كذلك لزم الجمعة واختلت الروايات في مذهبنا ففي ظاهرها روايات بلدة لها امام او قاض يصلى لاقامة الحدود وفي فتح القدرى قال الامام ابو حنيفة بلدة فيها سكك واسواق ووال ينتصف المظلوم من الظالم وعالم يرجع اليه من الحوادث ورواية عن الامام ابى يوسف المصراة موضع يبلغ المقيمون فيه عدد الايسع اكبر مساجد اياهم في الهداية وهو اختار البليخى وبه افق اكثر المشائخ لما رأوا فساد اهل الزمان والولاة وعنه ايضا كل موضع فيه يسكن عشرة الاف رجل وعنه ايضا ان كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وهو اختيار الكرخى كذا في الهداية وقال بعضهم هو ان يعيش كل محترف بحرفته من سنة الى سنة من غير ان يحتاج الى حرفة اخرى وقال بعضهم هو ان يكون بحال لو قصد هم عدد مكنتهم دفعه وقال بعضهم ان يولد فيه كل يوم ويموت فيه انسان وقال بعضهم هو ان لا يعرف عدد اهله الا بكلفة ومشقة فمختار اكثر الفقهاء مواعاة لضرورة زماننا والمفتى به عند جمهور المتأخرين في تعريف المصراة الرواية المختارة للبليخى اى ما لا يسع اكبر مساجد اهله المكلفون بها وقال ابو شجاع هذا حسن ما قيل فيه وفي الولاة الجيدة وهو صحيح بحر وعليه مشى في الوقاية ومنت المختار وشرحه وقد مر في متن الدرر على قول الاخر وظاهره ترجيحه وايده صدر الشريعة بقوله لظهور التواتر في احكام الشرع سيما في اقامة الحدود وفي الامصار بكل موضع يصدق عليه التعريف المذكور فهو مصر تجب الجمعة على اهله والا فلا تجب سواء ذلك الموضع يتعارف بلفظ القرية اودونها غير المصراة فالان هو الحق في حكم المصراة عا لاسر فالتطبيق تعريف المتأخرين وهذا احسن وما لا يصدق عليه التعريف المذكور فهو ليس بمصراة عا وفاقى لفظ القرية اعتبارين شرعا بحيث ترسم به وبحيث لا ترسم به ففي الاول تصح الجمعة وهى مدينة عظيمة او قرية كبيرة وفي الثامن لا تصح الجمعة وهى قرية صغيرة ومفازة ومثلها كما يدل عليه عبارة القهستاني وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة فيها اسواق وفي البحر لا تصح في قرية ولا مفازة لقول على رضى الله تعالى عنه لا الجمعة ولا تشترى وصلاة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او مدينة عظيمة ثم قال فلا تجب على غير اهل المصراة كما في الطحاوى

فیدہما عمومہ وخصوص فنبت بالذلائل المذكورة فرضیة الجمعة مخصوصة بالاجماع فان صلى الجمعة اهل قرية لا يقال لها مصر شعا لا یسقط الظهر عن ذمته وان صلى الظهر فزادی یعصو بکبيرة لترك الواجب ای الجماعة الظهر باداء جماعة النقل وهذا من قباحة عظيمة اعلم ان الجمعة جامعة للجماعات وفي اداء الظهر بالجماعة تقرین الجماعة عن الجمعة وتقليلها فيها بخلاف اهل القرى اذ لا الجمعة عليهم ولا یفرض اداء الظهر بالجماعة الى تقرین الجمعة وتقليلها فيكون ذلك في حقهم كسائر الايام في جواز اداء الظهر بالجماعة من غير کراهة مجالس الابرار والقول لمن یقول ما لفرق بین الجمعة والظهر غیر الخطبتین وصحت الجمعة بلا کراهة في کل موضع مثل الظهر سواء کان ذلك الموضع مصرا او قرية او غيره وتارکها بلا عذر فاسق وعاص مردود قائله ضال مضل ليس من المقلدين وعلى المقلدين اجتناب عن اقواله وافعاله واحتراز عن مصاحبتہ ومخالطته والله اعلم بحکم کتبه احقر الورى ابو الفیض محمد حبیب الرحمن عفا الله عنه -

مسئلہ - از بنگال

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی میں مقتدیوں کو بھی مناجات کرنا اور جمعہ وعیدین کے خطبہ بسم اللہ شریف سے شروع کرنا جائز ہے یا نہیں بعض لوگ جواز کہتے ہیں عدم جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔

الجواب

اذان ثانی کا جواب امام دس مقتدیوں کو ہمارے امام کے نزدیک جائز نہیں صاحبین اجازت دیتے ہیں تبیین المحتائل میں اول کو احوط کہا اور نہایہ میں ثانی کو اوضح تو عمل اول ہی پر ہے کہ وہی قول امام ہے اور اگر کوئی ثانی پر عمل کرے تو اس سے بھی نزاع نہ چاہیے کہ تصحیح اس طرف بھی ہے ابتدائے خطبہ میں بسم اللہ کہنے کے جواز میں تو شک نہیں کہ منع شرعی نہیں مگر آہستہ کے کتابوں میں جس قدر لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اعوذ آہستہ پڑھ کر خطبہ شروع کرے کما فی الہندیۃ وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از نصیر آباد محلہ نیلیان مسئلہ محمد عمر صاحب ۲۶ شوال ۱۳۶۶ھ

دادو ولد محمد علی عرف پیر جی پیش امام مسجد دودھیان نصیر آباد مورخہ ۵ جولائی ۱۹۱۵ء بروز جمعہ خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور جب خطبہ اول ختم کر کے دعا کے لیے بیٹھے اس وقت دو شخصوں نے کھڑے ہو کر سنت پڑھنا شروع کیا تب مسمی دادو مذکورہ بالانے کچھ خطبہ ثانی پڑھ کر فرمایا کہ سنتوں کا خطبہ اول و ثانی میں پڑھنا ناجائز ہے اور جب خطبہ میں نام محمد مقتدی سنیں تو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا ناجائز ہے آیا یہ مسئلہ جو مسمی دادو نے بیان کیا قرآن شریف و حدیث شریف کے مطابق ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی نسبت جو خطبہ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا جائز نہ جانتا ہو اس کے حق میں از روئے شرع شریف کیا حکم ہے آیا خارج اسلام ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو ایسے عقیدہ والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے جائز ہے یا نہیں۔ شیخ محمد عمر نصیر آباد۔ رسول بخش ادریس۔ محمد اکبر خاں۔ قمر الدین مکرک۔ نور محمد ستری۔ نعل محمد۔

الجواب - اطراف واقطار سے ہمارے معزز اہلسنت بھائی حفظم اللہ تعالیٰ بعض سوالات بعض مسائل فقہیہ کی نسبت بھیجتے ہیں

اُن سوالوں میں جو قول کسی کا نقل کرتے ہیں اُسے دہابیت وغیرہ ضلالتوں سے کچھ علائقہ نہیں ہوتا خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شخص چنین چنان ہے جواب استفتا میں یہاں خط ملحوظ نہیں ہوتا خصوصاً بارہا وہ بات جو اس شخص کی طرف نسبت کی فی نفسہ صحیح ہوتی ہے اب اس کی تصحیح کیوں نہ کیجیے کہ یہ بات صحیح ہے اور تصحیح کیجیے تو عوام ذہن میں وہابی وغیرہ ضالین کی باتوں کا صحیح ہونا آتا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ وہ انگلی اور باتوں کو بھی صحیح یا مشکوک ہی سمجھنے لگیں اور یہ اُن کے دین کا نقصان ہے وہابی ہوا کوئی کا فر یہودی جو سی بت پرست وغیرہ ہم کسی کی سب باتیں جھوٹی نہیں ہوتیں کوئی نہ کوئی بات ہر شخص سچ کہتا ہے۔ فقہ حنفی میں تو متعدد اشخاص مثل زعفرانی و زاہدی و مطرزی معتزلہ گزرے ہیں اُن کے اذال فرود فقہ میں نقل و مسلم ہوتے ہیں اور عقائد میں وہ لوگ گمراہ بد دین ہیں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے بلاشبہ صحیح مذہب یہی ہے کہ دونوں خطبوں کا سننا فرض ہے اور کسی خطبے کے وقت نہ سنتیں پڑھنے کی اجازت نہ اشرع و جل کا نام پاک سن کر عز شانہ وغیرہ نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ زبان سے کہنے کی اجازت نہ بحال خطبہ اسلام و کلام مطلقاً حرام ہے ہاں دل میں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں درمختار ہیں ہے اذ اخراج الامام فلا صلاۃ ولا کلام الی تمامہ خلا قضاء فائتہ لم یسقط الترتیب بینہما و بین الوقتیۃ فانہا لا تکررہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا ینحرم کلام ولو تسبیحاً و امراً معروفاً بل یحب علیہ ان یسمع و ینصت اُسی میں ہے ینصت ان قرأ الامام آیۃ ترغیب او ترہیب کذا الخ خطبۃ فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولو کتابۃ اور دسلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا قرأ آیۃ صلوٰ علیہ فیصل علیہ المستمع من انفسہ و ینصت بلسانہ عملاً بامری صلوٰوا و انصتوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازاد پور میواڑ راجپوتانہ ہمارا نا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۲۹ و ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ پڑھتا ہے تو کتاب میں دیکھ کر پڑھتا ہے اور ایک شخص یہاں بے کتاب دیکھے پڑھتا ہے انداز فرمائیں کہ دونوں میں کس کا عمل موافق سنت ہے۔

الجواب

دیکھ کر اور زبانی دونوں نفس ادا کئے حکم میں یکساں ہیں مگر زبانی اوفق بالسنۃ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از منبی اسٹیشن باندہ محلہ نوا پارہ مسجد مرسلہ محمد جانگیر صاحب امام مسجد مذکور الاحرام ۱۳۳۶ھ جناب مولانا صاحب حجۃ قاہرہ مجدد مائتہ حاضرہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش یہ ہے کہ یہ رسالہ آپ کی خدمت میں روانہ کر کے عرض کیا جاتا ہے کہ اس میں آپ کی ہر پہ اور آج کل یہاں دعا بین النخبیتین میں تنازع ہے تو ہم لوگ اس رسالہ پر آپ کی فر دیکھ کر عمل کر لیا ہے کیونکہ آپ کے دستخط تحریر ہیں اور چند علمائے ہند نامی کی بھی دستخطیں تحریر اس وجہ سے لوگ بے وعظہ عمل کر لیا ہے تو اسی واسطے آپ کی خدمت میں ارسال کر کے عرض ہے کہ دستخط آپ کے موجود ہیں اور دیگر علمائے ہند نامی گرامی کی تحریر ہے تو عمل کریں یا نہ کریں اور اس رسالہ میں جو دلیلین تحریر ہیں صحیح ہیں یا نہیں جیسا آپ تحریر فرمائیں آنا کیا جائے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دعا بین الخطبتین ہرگز ایسی چیز نہیں جس سے مانعت پر کچھ بھی زور دیا جائے ایسے مسائل میں تفرق اندازی فتنہ پرورداری جدال پسندی فریق بندی وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اس کے ذریعہ شہرت چاہتے ہیں۔ فقیر کی عبارت کہ اس رسالہ میں منقول ہوئی ہے اس میں بہت قطع و برید و کمی کی گئی ہے میرا مسلک اس میں ہمیشہ رہا ہے کہ خود میرے سامنے مقتدین دعا کہتے ہیں اور میں کبھی منع نہیں کرتا اور یہی مسلک میرے آبائے کرام اور محققین اعلام کا رہا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خود بنی میں بھی میں نے جمعہ پڑھایا اور حاضرین نے بین الخطبتین دعا میں مانگیں اور میں نے نہ اس وقت منع کیا نہ بعد اس رسالہ میں بہت اغلاط فاحشہ ہیں اور بہت اکاذیب باطلہ ہیں یہاں تک کہ صحیح حوالوں کو جھٹلایا ہے اور خود محض جھوٹا حوالہ کتاب پر گڑھ کر دیا ہے ان امور کی تفصیل اور مسئلہ کی تحقیق جیل ایک سالہ میں ہو سکتی ہے مسلمانوں کو سمجھ لینے کو اتنا کافی ہے کہ یہ شخص اور اس کے استاد و پسندیدہ ہیں گنگوہی کے شاگرد اور گنگوہی و نقاوی کے مدح اور یہ وہ ہیں کہ علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور فرمایا کہ من شک فی کفرہ وعدا بہ فقد کفر وان کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے نہ کہ وہ جو انھیں عالم دین جانے اور چنان چہ نہیں مانے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ہادی حسن خاں از کا پورہ نئی سرگ ۵۱ صفر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچ سو کے ہے اور اس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پُر نہ ہوگی اور اس کے قریب دودھ کو س پر کئی قصبہ ہیں تو اس گاؤں میں از روئے مذہب حقیقی نماز جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں۔ ببینا وجودا۔

الجواب

باجماع جملۃ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ و عیدین باطل ہیں اور پڑھنا گناہ تمام متون و شروح و فتاویٰ میں ہے شرط صححتھا المصنوعہ مختار میں ہے صلاة العید فی القری تکرر تحریماً لانه اشتغال بما لا یصلح لان المصنوع شرط الصحة خود نہ پڑھیں گے حکم پوچھا جائے گا تو فتویٰ یہ دیں گے جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے یا اس ہجہ اگر عوام پڑھتے ہوں منع نہ کریں گے مختار کرا تکرر یا صلاة مطلقاً ولو نفلاً مع شوق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لانہم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترتک رد المحتار میں ہے قوله فلا یمنعون افاد ان المستثنی المانع لا حکم بعدم الصحة عندنا قوله عند البعض ای بعض المجتہدین کالامام الشافعی ہنا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - عبدالستار ابن ساعیل از دکن ۲ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں جمعہ کی نماز پڑھانے والا دیوبندی یا بدعتیہ اور دوسری جگہ کسی مسجد میں بھی جمعہ نہ ہوتی ہو یا تمام مساجد جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے ان کے امام بد مذہب ہو تو ایسی صورت میں اہل سنت جمعہ کو

ترک کرے یا کوئی اور حکم ہے نیز ایسا ہی عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے۔

الجواب

جب صورت ایسی ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کسی مسلمان صالح امامت کو اپنا امام مقرر کریں اُس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھیں جمعہ قائم کرنے کے لیے اگر کوئی مسجد بنائیں تو اذن عام مسلمین و اشتہار کے ساتھ کسی میدان خواہ مکان میں پڑھیں اور اگر اس بھی قدرت نہ ہو اور سب مساجد کے امام دیوبندی یا دیوبانی یا غیر مقلد یا منجری یا مرزائی وغیرہم مرتدین ہیں تو فرض ہے کہ ظہر تنہا تنہا پڑھیں ان لوگوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے جیسے کسی بت پرست یا کرپے کے پیچھے یہ ترک جمعہ نہ ہوا کہ وہ جو پڑھ رہے ہیں لغو و باطل حرکت ہے نماز ہی نہیں اور اُن کی اقتداء بوجہ حرام قطعی ہے بلکہ اُن کے عقائد پر مطلع ہو کر پھر بھی اُنہیں قابل امامت جانے تو کافر ہو جائے من شئت فی کفرہ و عذابہ فقہ کفر ہاں اگر کہیں ایسا بد مذہب ہو جس پر حکم کفر نہیں جیسے تقضیلہ اور سنی کی امامت نہ مل سکے تو اُس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پندول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دوسری بستی میں جمعہ ہوتا ہے لوگ وہاں جا کر جمعہ پڑھتے ہیں اب دبا یعنی بیضہ وغیرہ آگیا ہو تو ایسی حالت میں اُس بیضہ والی بستی میں جا کر جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اگر یہ جگہ حوالی شہر ہے تو دوسری جگہ نہیں اُسی کا حصہ ہے ورنہ اگر خود شہر ہے تو بغیر دبا بھی ہیں جمعہ قائم کیا جائے نہ کہ دوسری جگہ پڑھنے جائیں اور اگر گاؤں ہے تو اُن پر جمعہ نہیں بحالت دبا وہاں نہ جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ۔ از ابنی بنجر ضلع منڈلا مسئلہ عبدالستار صاحب پبلی بھیتی ۱۴ رجب ۱۳۳۴ھ
کیا خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر سنا جائز ہے۔

الجواب

خطبہ سننے کی حالت میں حرکت منع ہے اور خطبہ بلا ضرورت کھڑے ہو کر سننا خلاف سنت ہے۔ عوام میں یہ معمول ہے کہ خطیب آخر خطبہ میں ان لفظوں پر پہنچتا ہے ولن کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ تو اس کے سنتے ہی لوگ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں یہ عوام ہے کہ ہنوز ختم نہ ہوا چند الفاظ باقی ہیں اور خطبہ کی حالت میں کوئی عمل حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ۔ از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مطبع سرکاری مسئلہ منشی محمد علی ارم ۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ بامامت خود پڑھا یا دوسری مسجد میں ایک ضرورت کی وجہ آجانے سے خود مقتدی ہو کر بھی جمعہ پڑھا اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب۔ کوئی حرج نہیں جبکہ امامت پہلے کر چکا ہو فان القفل بالجمعة غیر ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از شہر مسؤل شوکت علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے اہلسنت وجماعت کا اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد شہور ہے اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ مانعت تو نہیں ہے اور جمعہ میں کم از کم کے آدمی ہوں جو جمعہ ہو سکے اور زیادہ ثواب شہر کی کس مسجد میں ہے۔

الجواب

جامع مسجد وہی ایک ہے شہر میں متعدد جگہ جمع ہونے کی مانعت نہیں۔ جمعہ کے لیے کم سے کم امام کے سوا تین آدمی ہوں مگر جمعہ عیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا وہی ہوگا جو سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون اور ان میں کوئی نہ ہو تو بضرورت جسے عام نمازی امام جمعہ مقرر کر لیں جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے مگر جبکہ دوسری جگہ کا امام اعلم و افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از جردہ ضلع میرٹھ مرید سید الطاف حسین صاحب زمیندار دگورنٹ پنشنر ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں تین مسجدیں ہیں اور تینوں میں پنجوقتہ باجماعت نماز ہوتی ہے آٹھ سات حافظ قرآن ہیں دو تین حاجی المحرمین الشریفین ہیں دس پندرہ اچھی فارسی اور دو تین کچھ عربی فارسی پڑھے ہوئے ہیں ایک صاحب مدرسہ طبیب دہلی کے سند یافتہ اور تین چار عطائی طبیب ہیں ایک شخص آنکھیں بناتا ہے ایک قرآنی کتب ہے جس میں دس بارہ طالب علم قرآن شریف حفظ کرتے ہیں اس کے علاوہ ایک گورنمنٹی مدرسہ ہے ڈاکخانہ بھی موجود ہے پانچ چھ آدمی انگریزی داں ہیں جن میں بی۔ اے اور ایف، اے بھی ہیں پندرہ سولہ آدمی گورنمنٹی ملازم ہیں جو دس روپیہ سے تین سو روپیہ تک تنخواہ پاتے ہیں ایک شخص گورنمنٹ سے تیس روپیہ پنشن پاتا ہے تین چار دوکانیں ہیں جن میں ضرورت کی تمامی اشیاء ہمہ وقت دستیاب ہوتی ہیں تین چار بزاز ہیں دو پنواڑی کی ایک عطار کی دوکان ہے تین چار گھر قصاؤں کے ہیں پانچ چھ پختہ مکانات ہیں سات پختہ کنوئیں بستی میں آبپاشی کے ہیں سوائے گڑ پوں اور چاروں کے ہندو کوئی آباد نہیں قربانی وغیرہ آزادی سے ہوتی ہے زمینداری مسلمانوں کی ہے بھنگی، رتھ، بڑھئی، لہار، مچام وغیرہ پیشہ ور سب آباد ہیں قریباً بارہ سو کی مردم شماری ہے عید گاہ پختہ بنی ہوئی ہے ہمیشہ سے جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے جس میں کبھی کبھی تین تین سو آدمیوں کا مجمع ہو جاتا ہے اب بعض بعض حضرات معترض ہیں کہ اس بستی میں جمعہ و عیدین کی نماز جائز نہیں اور چند اشخاص نے جمعہ کی نماز ترک بھی کر دی ہے حالات موجودہ مذکورہ کی موجودگی میں نماز جمعہ و عیدین ترک کی جاوے یا بدستور پڑھی جاوے۔

الجواب

اگر وہ پرگنہ ہے اُس کے متعلق دیہات ہیں اور ایسی حالت میں ضرور جانب سلطنت سے کوئی حاکم وہاں فصل خصوصاً فیصلہ مقتدا کے لیے ہوتا ہے مثلاً تحصیلدار وغیرہ جب تو وہ خود شہر ہے اور اُس میں ادائے جمعہ و عیدین ضرور لازم اور اُن کا تارک گنہگار و اثم فقد صدق علیہا حد المصرا الصحیح المروئی فی ظاہر الروایۃ عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہا بلدة فیہا سکک و اسواق و رسالتیق و فیہا وال الخ اور اگر وہ پرگنہ نہیں یا وہاں کوئی حاکم فصل مقتدا پر مقرر نہیں مگر زمانہ سلطنت اسلام میں وہ ایسا تھا کہ جب

اُس میں جمعہ ہوتا تھا تو اب بھی پڑھا جائے گا صلاۃ مسعودی باب ۳۳ میں ہے جائے راکہ حکم شہر دادند بعد ازاں خرابی پذیرفت اُس حکم شہرے باقی ماند تا اگر نائب سلطان یا جمعہ در انجا نماز آدینہ گزارند روا بود اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو مذہب خفی میں وہاں جمعہ و عیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اُسے اُکھڑا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اُس سے روکے گا مگر شہرت طلب قال اللہ تعالیٰ اراءیت الذی بھیجی ہ عبد اذا صلی ۵ وفیہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ والہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کراچی صدر بازار دفتر انجمن جمعیتہ الاحناف مسئلہ ابو الرجا غلام رسول صاحب ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ جناب تقدس مآب مجمع مکارم اخلاق منبع محاسن اشفاق سراپا اخلاق نبوی مظہر اسرار مصطفوی سلطان العلماء اہل السنۃ برہان الفضل المملۃ قدوۃ شیوخ الزمان مولنا المحدث و مرجع العلوم اعلیٰ حضرت امام الشریعت والطریقۃ مجدد دماۃ حاضرہ متع اللہ المسلمین بطول بقائہم ودوامت علی رؤس المسترشدین فیوضاتکم وبرکاتکم۔ بعد سلام سنون و اشتیاق روز افزوں آنکہ حکم شاد روا حضرت سے التماس ہے ایک عرصہ ہوا غائبائے اہلسنت کراچی کی مدد محزون نے تاحال کوئی اثر پیدا نہیں کیا جمعہ و جماعت کی جیسی کچھ تکلیف ہے ناقابل بیان ہے لہذا دعا فرمائیے۔ اس وقت حضور پر نور وارث سجادہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ جناب کی دعا کی برکت سے ہم فقیروں کے لیے جامع اہلسنت پیدا کر دے کہ صدر کے مسلمانان اہلسنت فریضہ جمعہ ادا کر سکیں صدر میں دو مسجدیں ہیں اس وقت دونوں پر تصرف ایسی طاقتوں کا ہے کہ جن کے نزدیک دینداری اور مذہب معاذ اللہ خون ہے یا اہل سنت کی موجودہ مشہور و متعارف صورت کہ جس پر ہم اور ہمارے شیوخ کرام ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ شرک و بدعت ہے لہذا ہم مع احباب و متعلقین تراویح و فرائض ایک کرایہ کے مکان میں جو وسیع اور قابل انتقاد محافل ہے ادا کر لیا کرتے ہیں جمعہ جاکر ایک اور مسجد جو صدر سے قریباً میل بھر کے فاصلہ پر ہوگی یا کم و بیش پہنچ کر ادا کر لیتے ہیں لیکن بعض کو یہ مسجد قریب پڑ جاتی ہے اور بعض کو دقت ہوتی ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے مکان میں جو کرایہ کا مکان ہو جمع ہو کر جمعہ و عیدین ادا کر سکتے ہیں جناب مجدد یہ سے جو فرمان ہو خواہ ہاں یا نہ قوم کو اور میری تسلی ہو جائے گی۔

الجواب

جناب محترم ذی الجود اکرم اگر کم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جمعہ کے لیے شہر یا فنائے شہر کے سوائے مسجد شرط ہے نہ بنا۔ مکان میں بھی ہو سکتا ہے میدان میں بھی ہو سکتا ہے اذن عام درکار ہے بدائع امام ملک العلماء میں ہے السلطان اذا صلی فی دارۃ ان فتح باب دارۃ جازوان لم یاذن للعامة لا تجوز در مختار میں ہے بشرط لصحتها المصروف فناء و هو ما حوله لاجل مصالحہ کدفن الموتی و رکض الخیل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از حبیب والہ ضلع مجبور تحصیل دھا پور مسئلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی ہے جس کی کل آبادی قریب ۷۰۰ کے ہے اور اُس میں ہر چیز بھلا دقت پر نہیں مل سکتی لہذا ایسی بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں وجوب صلوۃ کے لیے کیا شرائط ہیں مدلل بیان ہوں۔

الجواب

جمعہ صرف شہر و فنائے شہر میں جائز ہے ورنہ نہیں شہرہ بستی ہے جس میں متعدد کو چے دائم بازار ہوں اور وہ ضلع یا پورے ہو کہ اُس کے متعلق دیہات ہوں اور اُس میں فیصلہ مقدمات پر کوئی حاکم مقرر ہو۔ وجوب جمعہ کی سات شرطیں ہیں حریت، ذکرت، عقل، بلوغ، شہر میں اقامت اتنی صحت کہ حاضر جماعت ہو کر پڑھ سکے عثم مانع مثل حبس و خوف دشمن و باران شدید وغیرہ ان کی تفصیل اور بعض استشادات در مختار وغیرہ میں ہیں وقد ادخلنا البصر وقدرة المشی فی الصحة اور اُس کے صحیح ہونے کی سات شرطیں ہیں شہر یا فنائے شہر سلطان اسلام یا اُس کا نائب یا ماذون یا بضرورت جسے عام مسلمین نے امام جمعہ بنایا ہو وقت ظہر ختم تک باقی رہنا خطبہ وقت ظہر میں قبل از کم تین مسلمان مرد عاقلوں کے سامنے خطبہ ہونا جماعت سے ہونا جس میں کم از کم تین ایسے مرد ہوں جمعہ کے لیے اذن عام ہونا بلا وجہ شرعی کسی کی روک نہ ہو بیان دلائل سے کتب لبریز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مولیس پور برہما مرسلہ محمد واحد خطیب مسجد قبرستان نئی بستی، ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اخاف رحمہ اللہ تعالیٰ کہ اگر مساجد اخاف کو ذاب صدیق حسن خاں کے تصنیف کا خطبہ ہر جمعہ و عیدین میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کون خطبہ معتبر ہے۔

الجواب

صدیق حسن خاں غیر مقلد لا مذہب تھا اُس کی تصنیف کا خطبہ اہلسنت کو پڑھنا نہ چاہیے لان فیہ تنویہا بذکرہ و ترویجاً لمکرہ و ذلک لایجوز خصوصاً اگر اُس میں اپنے مذہب کی خجانت درج کی ہو جب تو قطعاً حرام ہے خطبہ ابن باز مصری اچھے ہیں اور اب ہند میں علمی کے خطبے مگر اردو اشعار خطبہ میں پڑھنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبد الباقی صاحب، ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خطبہ جمعہ میں آیہ قرآنی میں تَعُوذُ تسمیہ پڑھتا ہے حالانکہ سلف سے کہیں یہ عبت ثابت نہیں اگر یہ امر سنو ہوتا تو کہیں بھی علمائے کرام سے ثابت ہوتا خصوصاً ہمارے ہادی مرشد حضرت مولانا صاحب مجدد ملت حاضرہ یعنی آپ خود ایسا تجویز فرماتے اب یہ تجدید خلاف اللہ سلف کے ہوئی کہاں تک ناجائز ہے۔

الجواب

خطبہ میں آیہ قرآنی سے پہلے اعوذ پڑھنا چاہیے اور اگر وہ آیت ابتدائے سورہ ہے تو بسم اللہ شریف بھی فقیر کا ہمیشہ اسی پر عمل ہے اور اگر سر آیت پر بھی بسم اللہ پڑھ لے گا حرج نہیں ردالمحتار میں ہے فی الامداد و فی المحيط یقرأ فی الخطبة سورة اذایة فاذا قرأ سورة یتعوذ ثم یسبح قبلہا و ان آیة قبل یتعوذ ثم یسبح و اکثرہم قالوا یتعوذ ولا یسبح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مدلی مدرستہ منتظر الاسلام مسؤلہ مولوی رمضان علی صاحب بنگالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ناز جمعہ میں خطبہ نہیں ملا اور وقت بھی تنگ ہو گیا جو اور مسجد سے تلاش کر کے لائے اور

امام صاحب کو کوئی خطبہ نہیں یاد تھا تو اس صورت میں کس طرح نماز ادا کی جائے گی اور اگر بغیر خطبہ کے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

نماز جمعہ بے خطبہ باطل ہے خطبہ مختصر کافی ہے ایسا شخص امام جمعہ نہیں ہو سکتا جو خطبہ نہ پڑھ سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ۔ از شہر کا پور توپ خانہ بازار قدیم مسجد صور بیار مرحوم معرفت مولانا مولوی حافظ عبید اللہ صاحب قلم مرسلہ محمد جعفر ربیع الاول
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجبور خطبہ علمی کا پڑھنا نماز جمعہ وعیدین میں جائز ہے یا نہیں چونکہ اس خطبہ میں کچھ اشعار اُردو کے
 بھی شامل ہیں اسی وجہ سے تمام ہندوستان کے لوگ جن کی زبان اُردو ہے اس کو بہت شوق سے سنتے ہیں اور اکثر بزرگ اس خطبہ کو بکثرت
 نماز جمعہ وعیدین میں پڑھا کرتے ہیں اسد محبوب علی شاہ صاحب سکندر حیدر آباد دکن جو مرید بھی کرتے ہیں اور وعظ بھی فرماتے ہیں انھوں نے
 بیہوشی محسوس کی ہے کہ میں باوجود بلند بعد نماز جمعہ یہ فرمایا کہ مجبور خطبہ علمی کا پڑھنا اور سننا نماز جمعہ وعیدین میں ناجائز ہے اس سے
 لارہیں ہلکے ہیں کیونکہ علمی کا مذہب رافضی تھا لہذا کہاں ادب مستعدی ہوں کہ اس مسئلہ میں مشرعا کیا حکم ہے آیا مجبور خطبہ علمی کا پڑھنا اور
 سننا جائز ہے یا نہیں اور علمی کا مذہب کیا تھا علمی نے خطبہ میں صحابہ کرام کی تعریف اور مدح بھی کی ہے مع حوالہ کتاب مطلع فرمائیے کہ نماز جمعہ و
 عیدین مجبور خطبہ مذکورہ بالا کے پڑھنے سے جائز ہوگی یا نہیں اور حقیقت اگر علمی کا مذہب اہلسنت والجماعت تھا تو جو شخص علمی کو رافضی کہے
 اُس کے حق میں کیا حکم ہے اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اُس کا مرید ہونا کیسا ہے۔ بدینوا توجروا

الجواب

مولانا محمد حسن علی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ اور واعظ و ناصح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مداح اور میرے حضرت
 جد امجد قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے انھیں رافضی نہ کہے گا مگر کوئی نا صبی یا خارجی۔ دکنی صاحب نے اگر کسی کی سنی منائی ہے تحقیق
 کہ وہی تو ہے کہ یہ فتنہ بنوا ان تصیبوا قوم ابھالہ فتصبوا علی ما فعلتم نذامین ۵ کا خلاف کیا صحیح حدیث لا تذکروا موتا کم
 الا بخیر کا خلاف کیا رواہ البخاری وغیرہ اور حدیث صحیح کفی بالمرء کذباً ان یحدث بكل ما سمع کا وبال سر پر لیا رواہ مسلم وغیرہ
 آیت کا ارشاد یہ ہے کہ غیر ثقہ کی خبر خوب تحقیق کر لو کہیں کسی کو حالت سے آزار دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہو اور حدیث اول کا کہ
 اپنے اموات کو خیر ہی سے یاد کرو اور دوم کا یہ کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کو یہ بہت ہے کہ جو کچھ سنے اُس پر اعتبار کر کے لوگوں سے بیان کر دے
 اور اگر اپنی طرف سے کہا تو آفت سخت تر ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ذکر امرأ لبثی لیس فیہ لعیبہ بہ جسہ
 اللہ فی نار جہنم حتی یاتی بنفاذ ما قال دوسری روایت میں ہے کان حقا علی اللہ ان ینذربہ یوم القیمۃ فی النار حتی یاتی بنفاذ
 ما قال رواہ الطبرانی بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کسی کے عیب لگائے کہ وہ بات بیان کرے جو اُس میں
 نہیں اللہ اُسے نار جہنم میں قید کرے گا یہاں تک کہ اپنے کپے کی سند لائے اللہ پر حق ہے کہ جب تک اپنی اُس بات کا ثبوت پیش نہ کرے
 اُسے آتش دوزخ میں لگائے اور نبض غلط اگر معاذ اللہ کوئی بد مذہب ہی خطبہ تصنیف کرے اور وہ صحیح ہو اُس میں کوئی بد مذہبی نہ ہو تو
 اُس کے پڑھنے سے نمازیں ناجائز ہونے لگی یہ دل سے مسئلہ گڑھنا اور شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے ہاں اردو زبان خطبہ میں طمانہ چاہیے

کہ خلاف سنت متعارف ہے یہ دوسری بات ہے اسے عدم جواز نماز سے کیا علاقہ شخص مذکور اگر اپنی ان حرکات پر مصر رہے اور تائب نہ ہو تو اُس کے پیچھے نماز چاہیے نہ اُس کے ہاتھ پر بعیت و یتوب اللہ علی من تاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ۔ اگر سر کو تحصیل کھٹیا ڈاکا نہ ٹنک پور مرسلہ نئے خاں صاحب ۱۳ جادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

جمعہ کی نماز ہر شخص پر فرض ہے سو اُن کے جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرما دیا مشکوٰۃ شریف باب ۱۱۱۱ ج ۱۱ میں طارق ابن شہاب سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جمعہ حق ہے اور واجب ہے مگر چار پر غلام اور عورت اور نابالغ اور بیمار یعنی ان چار کے سوا سب پر واجب ہے خود کسی کا ذکر ہو یا سوداگر یا کھیتی والا یا مزدور ہو بعض روایت میں مسافر کا بھی ذکر ہے اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ باز آؤ میں لوگ جمعہ کے ناغہ کرنے سے در نہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں پر جگر لگائے گا پھر وہ منافقوں میں سے ہو جاویں گے یعنی اُن کا نام منافقوں کے دفتر میں لکھا جائے گا ہاں اتنی قید اور شرط تو حدیث شریف میں آئی ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھو سو جماعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جب ایک سے زیادہ ہوئے خواہ دو ہوں یا زیادہ ہوں اُن کو جماعت کہتے ہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب الجماعت و فضیلت میں ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے اور مشکوٰۃ شریف کے باب الجمعہ میں روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص تین جمعے بلا ضرورت نہ پڑھے تو لکھا جاتا ہے منافق اُس کتاب میں جو نہ مثنیٰ ہے نہ بدلتی ہے لہذا نماز جمعہ ہر جگہ پڑھنا چاہیے خواہ شہر ہو یا گاؤں ہو یا جنگل ہو یا بن ہو کیونکہ حدیث شریف میں کوئی خصوصیت نہیں آئی ہے فقط حرہ محمد اشرف خاں عفی عنہ

الجواب

جمعہ بن میں حرام ہے اور گاؤں میں ناجائز ہے اور عموماً اپنے شروط سے مشروط ہوتے ہیں احادیث سے جو جاہلانہ استناد کسی جاہل نے کیا ہے وہ اگر دامن المہ جھوڑے تو یہی بتائے کہ یہ حدیثیں اُس نے شروع میں کیونکر حجت قرار دیں اللہ تعالیٰ نے تو سورہ جمعہ میں یا ایہا الذین امنوا مطلق ارشاد فرمایا ہے اُس میں عورت یا بچے یا غلام یا مریض یا مسافر کسی کا استثناء نہیں تو کیوں نہیں کہتے کہ چار برس کے بچے پر بھی جمعہ فرض ہے وہ احادیث سب خبر آحاد ہیں اور خبر آحاد موجب ظن تو اُن سے استدلال کرنا اس کو حرام اور قرآن مجید کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان یقتولوا لالظن اور فرماتا ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً تو ان پر عمل خصوصاً عموم قرآن مجید کے خلاف کیونکہ اُس نے حلال کر لیا اور یہ بھی اُس وقت ہے کہ ان احادیث آحاد کی صحت ثابت کر لے اللہ مجتہدین کا اجتہاد نہ ماننا اور بخاری و مسلم کی تصحیح یا نسائی و دارقطنی کی تعدیل و تخریج پر اعتماد کرنا ظلم شدید و جہل بعید ہے کوئی آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ بخاری جس حدیث کو صحیح کہہ دیں اُسے مانو اور جسے ضعیف کہہ دیں اُسے نہ مانو یا یحییٰ و شعبہ جسے ثقہ کہہ دیں اُسے مستند مانو اور ضعیف کہہ دیں تو ضعیف جانو قرآن و احادیث متواترہ اجماع امت کو حجت بتاتے ہیں اور اجماع امت ہے کہ جمعہ کا حکم مطلق و عام نہیں مقید بقیود و مشروط بشرائط ہے اور جوامع المذہب کا خلاف کرتا ہے قرآن عظیم فرماتا ہے فصلہ جھنم و ساءت مصدراہ ہم اُسے جہنم میں ڈالیں گے اور وہ بہت ہی بُری پھر نے کی جگہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - مسئلہ جناب جد الحسین از فرید پور مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں مع چند اشخاص اپنے محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلہ کی مسجد میں جا کر نماز جمعہ کو ادا کرنا باوجود اس کے کوئی طریقہ افضلیت نہیں رکھتی ہے نہ مسجد بڑی نہ جماعت کثیر نہ امام افتخار اتنا ہے کہ دوسرے محلہ کی مسجد ریع میل اور اپنے محلہ کی مسجد ثلث میل فاصلہ پر ہے جائز ہے یا نہیں اور ان لوگ کے جانے کی وجہ سے اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت کم ہوتی ہے انکوں ان لوگوں کو منع کیا جاسکتا ہے یا نہیں اور بر تقدیر منع نہ کرنے کے ان لوگوں کے ساتھ اور لوگ کے بھی جانے کا احتمال ہے اور بصورت جائز ہونے کے کون سی مسجد میں افضل ہے - بینوا توجروا

الجواب

جمعہ مسجد جامع میں افضل ہے مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے جب وہ جامع نہیں اور دوسری جگہ جانے میں ان کو آسانی ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر ممبئی مولدہ مسئلہ طالب علم بنگالی ۳۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن گاؤں میں تعریف الشہر کا صادق آئے مثلاً بڑی سی جڑی مسجد میں اُس کے اہل نہ جمع ہو سکیں اور گلیاں اور بازار ہوں اور اُس میں چند مولوی ہوں مسئلہ دین کا جاری کرتے ہوں اور قاضی ہو کر انصاف مظلوم کا کرتے ہوں اُس گاؤں کے متصل اور گاؤں بھی ہے ایسے گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں -

الجواب

گاؤں متصل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ دیہات اُس کے متعلق ہوں یہ ضلع یا پرگنہ ہوا اپنے اپنے طور پر فیصلہ کرنے سے شہر نہیں ہو جاتا بلکہ والی ملک یا اُس کا مقرر کردہ حاکم ہو اگر یہ دونوں باتیں ہیں تو اُس میں جمعہ جائز و صحیح ہے ورنہ باطل و ناجائز - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مسئلہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں (۱) جمعۃ الوداع رمضان المبارک کو نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ الوداع پڑھا ہے یا نہیں (۲) اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں پڑھا ہے تو سب سے پہلے خطبہ الوداع کس نے پڑھا ہے اور اُس کا موجد و مخترع کون ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ مجتہدین فقہاء محدثین رحمہم اللہ (۳) شریعت مقدسہ مطہرہ منورہ نحو فیہ الحنفیہ السنۃ و جماعت میں خطبہ الوداع کا کیا درجہ ہے فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح صاف صاف مدلل تحریر فرمائیں (۴) جس جمعۃ الوداع کو خطبہ الوداع نہ پڑھا جائے وہ جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں اور تارک خطبہ الوداع کس درجہ کا خاطی و گنہگار ہے قابل ملامت و زجر ہے یا نہیں ملامت و زجر کرنے والے تو گنہگار نہ ہوں گے امامت اُس کی جائز ہے یا ناجائز (۵) کتاب شبیہ الانسان کے باب ۲ میں لکھا ہے اما خواندن کلمات حسرت و افسوس در خطبہ آخر رمضان مباح است فاما از سلف منقول نیست و افضل ترک است تا عوام را گمان و حجب و سنش نگرود و درین شرط است کہ روایت دروغ و بہتان بر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

دراں نباشد والا حرام سمجھنا کہ این سست سے اکثر محمد مصطفیٰ محبوب و مطلوب خدا ۛ گفتمے درین حسرتا اسی ماہ رمضان الوداع - یہ فتویٰ مفتی سعدا شہ نامی کسی بزرگ کا ہے جو ۱۲۹۶ھ میں مطبع نول کشور کا پتھر میں چھپا ہے جناب اس فتوے کے متعلق کیا فرماتے ہیں آیا صحیح قابل عمل ہے یا واجب الرد جو کچھ جو صاف صاف تحریر فرمائیے - بیہذا توجروا

الجواب

(۱) الوداع جس طرح رائج ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں (۲) صحابہ کرام و محدثین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نہ اس کا موجب معلوم (۳) وہ اپنی حد ذات میں مباح ہے ہر مباح نیست حسن سے سبب ہو جاتا ہے اور حرم و حواض غلات سے مکروہ سے حرام تک (۴) جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے خاص خطبہ الوداع کوئی چیز نہیں اُن کے ترک سے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا اسکے ترک میں کچھ خلل نہیں نہ تارک پر زجر و ملامت روا جبکہ ترک بر بنائے وہا بیت نہ ہو ہاں اگر وہا بیت ہے تو وہا بی کے پیچھے نماز بیشک ناجائز محض باطل اور وہ زجر و ملامت سے بھی سخت تر کا سختی ہے (۵) اس فتوے میں جو کچھ کھاحون بحرن صحیح ہے سوائے اس لفظ کے "کہ افضل ترک است" اس کی جگہ یوں چاہیے التزمش نہ شاید گاہے ترک ہم کنند باحوام گان و جب و اسلمن بزند فقد صرح العلماء الکرام ان التزک احیاناً یزید الایحام فاللہ صبحہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ضعیف ڈھاکہ ڈاکخانہ نہروئی مدرسہ حافظ پور - مخلص الرحمن -

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - عرض یہ ہے کہ ہمارے ملک بنگالہ میں ایسی بستیاں ہوا کرتی ہیں کہ ہر ایک میں متعدد پارہ یعنی جتنے ہوتے ہیں اور ہر ایک پارہ جدا جدا نام سے موسوم ہے ایک پارہ سے دوسرے پارہ علیحدہ اور اس قدر فاصلہ سے ہوا ہے کہ گویا قریہ صغیرہ مستقر ہے اور پاروں کے درمیان مواضع مفصلہ میں مزارع اور میدان اور کھیتیں کہیں ہائیں اور دیگر ادنیٰ جنگل ہوا کرتے ہیں موسم برسات میں ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لیے کشتی کی ضرورت کم ہی ہوا کرتی ہے مگر جوتی پن کر نہیں جاسکتے کہیں کہیں درمیانی فاصلہ میں زانو تک پانی ہوتا ہے اور اکثر جگہ میں اس سے کچھ کم ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لیے سوائے کھیتوں کی حد بندی اور چھوٹے چھوٹے راستوں کے اور کوئی بڑا راستہ نہیں ہے یعنی دو آدمی محاذی ہو کر ایسے راستے سے چلنا و بڑھنا ہے ہاں کہیں کہیں مواشی کے چلنے کے لیے (گوپاٹ) یعنی کچھ زمین افتادہ مثل بڑے راستے کے فراخ چھوٹی چوٹی ہے وہ بھی مثل ترک کے اونچے نہیں ہر ایک پارہ کے انتہی بھی متصل نہیں بالکل غیر منظم حالت پر ہیں ان پاروں کا ایک بڑا نام ہوا کرتا ہے جس سے وہ خط و کتابت و تسک و قبائل و گورنمنٹی کا عذات میں مشہور ہوتا ہے اکثر ان گاؤں میں نہ ڈاکخانہ ہے نہ تھانہ و سٹاک و اسواق و زمانہ بالکل نہیں ہاں ہفتہ میں دو ایک مرتبہ بعض گاؤں کے کنارے میں بازار (ہاٹ) لگتا ہے جس میں لوگ اشیائے خوردنی بیچتے اور خریدتے ہیں مگر بازار کے معین دقت کے سوا وہاں شاذ و نادر ہی کچھ ملتا ہے دکانیں وغیرہ جیسا شہر و محکمہ میں ہوا کرتی ہیں دیسی نہیں - کہیں کہیں کراسین تیل اور بعض بازار میں روز معین کے سہا کپڑا بھی خریدنے کو ملتا ہے مگر ایسے دوکان دو ایک سے زیادہ نہیں ہوتا ایسے گاؤں کے پاروں میں نماز جمعہ کے لیے مسجدیں بنی ہیں ان مسجدوں میں جو نہایت بڑی ہوتی ہے اُن میں بشکل چالیس آدمی ساکتے ہیں ہر ایک گاؤں یعنی (مجموعہ چند پاروں میں) دو ڈھائی ہزار لوگ

ہندو مسلمان بستے ہیں اس تعداد میں بالغ نابالغ مرد و زن سب شامل ہیں الحاصل سوائے کثرت مردم کے شہر و محکمے کی دوسری کوئی علامت ان پاروں میں نہیں ہے نماز پجنگانہ کی جماعت نہیں ہوتی۔ اتفاقاً دو چار آدمی کہیں جمع ہوتے ہیں تو جماعت پڑھتے ہیں ورنہ کچھ جماعت رات نہیں اب سوال یہ ہے کہ ایسی گائوں میں نماز جمعہ پڑھنی مطابق مذہب خفی کے درست یا نہیں بر تقدیر ثانی پڑھنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں ایسے گائوں کو جو متعدد پارہائے مفصلہ سے بنا ہے اور جس میں دو ڈھائی ہزار لوگ بستے ہیں قریہ کبیرہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ بدینا وجود عند اللہ اجرا حسنا زیادہ والسلام۔

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ چھوٹے پارے اور اُن کا مجموعہ سب گائوں میں اور اُن میں جمعہ ناجائز اور پڑھنا گناہ درمختار میں ہے صلاة العید فی القری تکرہ نحو ما لانہ اشتغال بما لا یصحہ اور اگر اس کے سبب ظہر ترک کریں گے تو تارک فرض ہوں گے اور ظہر احتیاطاً تنہا پڑھی تو تارک واجب ہوں گے بہر حال متعدد گناہ اُن پر لازم ہیں باینہم جہاں لوگ پڑھتے ہوں اُنھیں نہ روکا جائے کما افادہ فی الدال المختار فی الصلاة عند الشروق اور خود ہرگز نہ پڑھیں نہ نئی جگہ قائم کریں کہ گناہ سے بچنا لازم ہے اور پاروں کے مجموعہ کو اگرچہ مجموعی طور پر قریہ کبیرہ کہہ سکیں مگر قریہ کبیرہ معنی بلدہ صغیرہ ہرگز نہیں جس میں جمعہ جائز ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از قصبہ جہاں آباد خاص ضلع پٹی بھیت مرسلہ عاشق حسین بخش قصبہ مذکور مورخہ مار ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مسائل ذیل میں (۱) جمعہ کے خطبوں میں عربی عبارت پڑھ کر بعد کو ترجمہ اردو زبان میں محض بریت آگاہی قوم امام جمعہ پڑھے تو کیا نقص یا فضل ہے (۲) خطبہ دراز یا قرات طویل کا پڑھنا کوئی فضل رکھتا ہے یا نقصان (۳) قبل اور بعد حبیب سنتوں میں لفظ سنت رسول اللہ کہنا کوئی نقصان ہے (۴) مکرر اوداع شریف کوئی عمل شرعی میں نقص رکھتا ہے اور یہ عمل درست ہے یا نادرست بشریعت بدینا وجود

الجواب

(۱) خطبہ میں عربی کے سوا دوسری زبان ملانا مکروہ و خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) قرات بقدر سنت سے زائد نہ ہو اور اتنی زیادت کہ کسی مقتدی کو ثقیل ہو حرام ہے اور خطبہ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ آدمی کی فقاہت کی یہ نشانی ہے کہ اُس کا خطبہ کو تمام ہو اور نماز متوسط زیادہ طویل خطبہ خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) سنتیں جمعہ کی ہوں یا اور وقت کی اُن کی سنتوں میں نام اقدس کی طرف اضافت کہ حضور کی سنت ہے اس میں کوئی حرج نہیں اس سے وہاں بیخ کرتے ہیں جو نام اقدس سے جلتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۴) الوداع کہ رائج ہے نہ کوئی حکم شرعی ہے نہ اُس سے منع شرعی ہاں علماء اس کا التزام نہ کریں کبھی ترک بھی کریں کہ عوام واجب نہ سمجھنے لگیں اور بھی الوداع قلب سے ہے کہ رمضان شریف کے آنے سے خوش ہو اور جانے سے غمگین اور اگر یہ حالت ہو کہ آنا بارگاہ اور جانے کے لیے گھڑیاں گنیں تو جہوئی الوداع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جانب انجمن اہلسنت و جماعت سموائی ٹولہ بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک فرد یا ایک گروہ حنفی المذہب اہل سنت و الجماعت کا جو کہ حتی الامکان شرکوں بدعتوں و باہیوں اور خصوصاً رافضیوں سے مجتنب ہے اور ان سے عمل ترک مواصلت جائز رکھتا ہے لیکن شرکت نماز جماعت اور خصوصاً نماز جماعت کثیر کا شائق ہے اس جانکاہ و جگر خراش ہنگامہ محرم الحرام کے موقع پر یہ دیکھتے ہوئے کہ جمعہ کا روز عشرہ کا دن نماز جماعت اور عید گاہ کا موقع ہے جس کا انتظام بریلی کے حنفی المذہب اہل سنت و الجماعت انجمنوں کی مشترکہ کوششوں سے ہوا ہے مگر اس ہنگامہ میں تعزیراً بدعتی وغیرہم شامل نہیں نیز اس گروہ کثیر کا اجتماع محض تعزیر داری و سخت بینی کی وجہ سے ہوا ہے کیا اس نماز جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اس کو نماز کا اس قدر ثواب جتنا کہ اتنی بڑی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے حاصل ہونا چاہیے حاصل ہوگا اور یہ بھی کہ آمد و شد میں اُس کی نظر سخت و تعزیر وغیرہ اور ان اشخاص پر پڑے کہ جو خوشی و میلہ سمجھ کر اس موقع پر جمع ہوئے ہیں تو اُس کے مطمح نظر کو دیکھتے ہوئے اس کے ثواب نماز جماعت و جمعہ میں فرق آتا یا اس کا گناہ بگاہ ہونا تو لازم نہ ہوگا۔

الجواب

جبکہ جماعت کا انتظام سنی حنفی اصحاب نے کیا اور امام سنی حنفی جامع شرائط اہلسنت ہوگا تو اُس میں بلاشبہ جماعت کثیر کا ثواب ملنے کی امید واثق ہے تعزیر داری ایک بدعت علی ہے وہ اس حد تک نہیں کہ اُس کے مرتکب معاذ اللہ رافضی و باہی وغیرہم جہنم کی مثل ہوں یا معاذ اللہ ان کی جماعت جماعت نہ ہو یا ان سے اجتناب ایسا ہی فرض ہو جیسا ان خبیثوں سے ضروریات دین بالائے سرودہ عقائد ضروریہ اہلسنت کے بھی منکر نہیں نہ مجبوران خدا کی معاذ اللہ توین کرتے ہیں نہ کسی محبوب بارگاہ سے معاذ اللہ دشمنی رکھتے ہیں پھر ان خبیثوں کو ان سے کیا نسبت یہ عقیدہ ہم میں سے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں پیش خود محبت مجبوران خدا کی نیت سے کرتے ہیں براہِ جہالت و ناوافی اس میں لہو و لعب و افعال ناجائزہ شامل کرتے ہیں لہذا ان کی جماعت پر حکم جماعت نہ ماننا محض ظلم ہے اور جب اس کی نیت تماشا دیکھنے کی نہیں نماز جماعت کثیر کی نیت ہے تو راستے میں اُن چیزوں پر نگاہ پڑنے کا اس پر الزام نہیں جیسا زمانہ موسس میں کج کل فزوات طیبہ کی حاضری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از عیش آرا ضلع یمن سنگھ پورٹ کالوا - خندہ کار معظم علی صاحب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ محکم اللہ تعالیٰ فی الدارین کہ اس دیار میں چند علماء جاہلوں کو یہ دھوکا دیا ہے کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں اور بڑھنے والا گنہگار ہوگا کیونکہ جمعہ جبکہ درست نہیں تک اس سے فرض ظہر کا ساقا نہیں ہوا بہت جگہ کے جمعہ ایسے دیران کر دیا اور عیدین کی نماز بھی منع کرتا ہے اور خود بھی نہیں پڑھتا ہے اور یہ بھی کہا کرتا ہے کہ جو شخص گاؤں میں نماز جمعہ و نماز عیدین ادا کرتا ہے وہ گناہ کبیرہ کا اصرار کرتا ہے اور گناہ کبیرہ کا اصرار کرنے والا کافر ہے آیا ایسے عالم جو نازین مومنین کو کافر کرتا ہے کیلئے کیا حکم ہے۔

الجواب

دیہات میں نماز جمعہ و عیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اُسے بند کرنا جاہل کا کام ہے قال اللہ تعالیٰ ارایت الذی یخفی ہ عبد اذا ضللی اور جو انھیں کافر کرتا ہے گمراہ و بد دین ہے نہ وہ کبیرہ ہے لاختلاف الائمة نہ کبیرہ پر اصرار اہلسنت کے نزدیک کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ جگہ اہل اسلام قصبہ بیرہٹہ ریاست سوامی جے پور معرفت حامد محمد مدرس فارسی اسکول بیرہٹہ پڑیہ ڈاکخانہ تھانہ غازی ریاست الور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں قاضی اور خطیب مسجد جامع سندی پادشاہی رہتے ہیں اور وہ دونوں حسب و نسب میں برابر اور برابر ہیں اور علم فارسی و مسائل میں حسب لیاقت خود ہیں الا قاضی کہ بزعم قضایت و نفسانیت و نقیض باہمی کہتا ہے کہ نماز جمعہ پڑھانے کا میرا حق ہے اور خطیب مسجد جامع کہتا ہے کہ میں قاضی نہیں الا خطیب سندی پادشاہی ہوں میں نماز جمعہ پڑھانے کا مستحق ہوں یا مجھ سے اجازت لے کر آپ قاضی صاحب یا دیگر جو افضل ہوں وہ پڑھاویں لیکن قاضی صاحب بوجہات مندرجہ بالا کے اجازت ناگوار سمجھتے ہیں اور اسی چھوٹے قصبہ میں جامع مسجد شاہی کو چھوڑ کر دو تین آدمیوں سے دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اور مسجد جامع دریاں قصبہ کہ جہاں گرد و نواح میں قوم ہند آباد ہے ایسے مقام پر اہل اسلام کی جماعت کی نماز ہونا زینت و شوکت اسلام میں داخل ہے پھر جماعت اسلام میں خلل ادا نہ ہو کر جامع مسجد کو چھوڑ کر دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اس حالت میں جمعہ کون پڑھانے کا مستحق ہے خطیب مسجد جامع یا قاضی صاحب یا دیگر اور اجازت بھی خطیب سے لینا واجب یا نہیں اور جمعہ کونسی مسجد میں ہونا واجب ہے اور اس چھوٹے قصبہ میں دو جمعہ بوجہات مندرجہ بالا جائز یا ناجائز اور دئے شرع شریف مع تشریح کے جواب سے مطلع فرمادیں دوئم ایک قصبہ میں رہنما شخصی شخص کہ جو تابتہ اور مرض بھگند یعنی ناسور دائمی میں مبتلا ہے کہ جس کی وجہ سے جسم و جامہ کی پاکی و ناپاکی مشتبہ رہتی ہے کہ جن کا پاک ہونا فرائض نمازیں سے ہے اور زیہ بھی کہتا ہے کہ مجھ پر سے جبہ سا قط ہو چکا پھر کیا وجہ ہے کہ عید و جمعہ کی امامت بخواہش نفسانی خود کرتا ہے اگر اُس سے کہا جاتا ہے کہ بقول آپ کے جبہ سا قط آپ پر ہو چکا اور آپ معذور ہیں پھر امامت آپ کی کس طرح جائز اور درست ہو سکتی ہے زیہ نے کوئی ثبوت اس بارہ میں نہیں دیا کیا زید کی امامت جائز ہے یا ناجائز اس لیے مکلف خدمت بابرکت میں ہیں کہ دونوں سوالات کے جواب بالتشریح مع حوالہ کتب اللہ دین و آیات شریف و احادیث شریف تحریر فرمادیں۔

الجواب

(۱) صورت مذکورہ میں وہ خطیب ہی قابل امامت جمعہ ہے قاضی کو کوئی حق نہیں یہ قاضی قاضی نکاح خوانی ہوتے ہیں نہ والی قاضی کہ دو تین آدمیوں کے ساتھ الگ جمعہ پڑھتا ہے اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا جمعہ باطل محض ہے خطیب ہی بوقت ضرورت جبکہ خود بوجہ مرض یا سفر حاضری مسجد سے معذور ہو اپنی جگہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے زیہ کہ صرف اُس کی اجازت سے دوسری جگہ جمعہ قائم ہو سکے اس کا اُسے بھی اختیار نہیں فان لم یب امام الجمعة لوالی الاسلام فان لم یکن فللعامة لا للخطیب و حدة جمعہ اسی مسجد میں ہو گا اور وہاں دوسری جگہ بلا ضرورت جمعہ قائم نہ ہو گا فان بقية العامة مقید بالضرورة ہاں اگر وہاں کوئی عالم دین فقیہ معتدافتہ اہل بلد ہو تو یہ حسب مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) زیہ اگر واقعی معذور ہے تو جمعہ بغیر جمعہ کسی نماز میں غیر معذورین کی امامت نہیں کر سکتا اور اگر معذور نہیں اور کپڑوں کی نجاست ثابت نہیں تو اور نمازوں کی امامت کر سکتا ہے اور جمعہ و عیدین کی بھی اگر جانب سلطان اسلام سے ماذون ہو یا عام مسلمانوں نے اُسے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو اور

بوجہ تابیائی اس پر جمعہ فرض نہ ہونا جمعہ میں اُس کی صحت امامت کا مانع نہیں جیسے غلام و مسافر و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از نو شہرہ تخریب جاپور ضلع ڈیرہ غازی خان مسئلہ عبد الغفور صاحب ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک اولیاء اللہ کا مجلس خانہ مقربہ ہے وہاں عرس شریف کے دن مجلس جوتی ہے کیا اُس مجلس خانہ میں عید نماز یا جمعہ نماز یا مطلق پڑھنا جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب

مجلس خانہ میں نماز ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے ہاں مسجد کا ثواب نہ ملے گا اور بلا عذر ترک مسجد ہو تو گناہ ہوگا مگر نماز ہو جائے گی یہ ہیں جمعہ و عیدین بھی اگر عام شہرت و اذن ہو کہ یہاں جمعہ یا عید پڑھیں گے جو چاہے آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ایرایان محلہ سادات ضلع فتح پور مسئلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دھوپ کی شدت سے اگر خطبہ سنتے وقت چھاتا لگالے تو حرج تو نہیں۔

الجواب

بہتر نہیں حاضری و بار کے خلاف ہے اور ضعیف یا مریض ہے اور دھوپ ناقابل برداشت تو لگالے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مقام درگاہ مالک متوسطہ مسئلہ جناب ڈاکٹر حسین بیگ صاحب معرفت جناب عبد المجید صاحب پور خانہ بیچہ الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص فجر کی نماز پڑھ کر جمعہ کے روز بازار کر کے تو ایک مقام پر چکر سکونت سے ۹ میل کے فاصلے پر چلا جاتا ہے اور جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتا جس کو عرصہ دراز نہ ہو گیا ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہ منافق ہو گیا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہیں دفن کرنا چاہیے اور اس سے میل و محبت وغیرہ سب ترک کر دیے جائیں وہ کہتا ہے کہ اپنے بچوں کی پرورش کرنے کی وجہ سے جاتا ہوں اُس پر شرعی قوی کی ضرورت ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر وہ ٹھیک دوپہر ہونے سے پہلے شہر کی آبادی سے نکل جاتا ہے تو اُس پر اصل کچھ الزام نہیں اور اگر اُسے شہر ہی میں وقت جمعہ ہو جاتا ہے اُس کے بعد بے ہوش چلا جاتا ہے تو ضرور گنہگار ہے مگر یہ باطل ہے کہ اُسے قبرستان مسلمین میں دفن نہ کر سکیں اسے نفاق علی کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقی ہاں اس جرم پر مسلمان اُس سے میل جول ترک کر سکتے ہیں اور پہلی تقدیر پر تو جتنے احکام اُس پر لگائے گئے سب غلط ہیں فتاویٰ ظہیریہ وغیرہ شریح و در مختار وغیرہ میں ہے الصحیح انہ یکوہ السف بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکوہ قبل الزوال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ از کشن گنج ضلع پورنیہ مسئلہ ماسٹر محمد طاہر علی صاحب مہیڈ ماسٹر مدرسا انجمن اسلامیہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس جوار کا دستور ہے کہ اکثر لوگ احاطہ مکان میں ایک چار چھ بانہ کا مربع مکان دیکھ کر یا طبع کا بنام اللہ گھر یا مسجد کے بلا لحاظ پابندی نماز بناتے ہیں یہ مکان ضرورتاً ادھر ادھر ہٹا بھی دیا جاتا ہے اور کبھی کھوکھلی تھیں

غرض ایسی عری مسجدوں میں جو بڑی سے بڑی مسجد تھی اُس میں لوگوں نے جمعہ جامع طیار کر لی اور چلتے پھرتے داعظ لوگ آتے انھوں نے ان لوگوں کی شامل جمعہ بھی پڑھا اور پڑھتے ہیں تو ایسی حالت میں تحقیق مقلدین احداث یہ خواندہ جمعہ مصیب ٹھہری گے یا خاطی جواب مدلل با دلہ حقیقہ ہو۔

الجواب

یہ مکانات مساجد البیوت کہلاتے ہیں یہ حقیقہ مسجد نہیں ہوتے نہ ان کے لیے حکم مسجد ہے درمختار میں ہے کوہ غلق باب المسجد والوطء فوقہ والبول والتعوط ولا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانه لیس بمسجد شاعا مگر جمعہ کیلئے مسجد شرط نہیں مکان میں بھی ہو سکتا ہے جبکہ شرائط جمعہ پائے جائیں اور اذن عام دیدیا جائے لوگوں کو اطلاع عام ہو کہ یہاں جمعہ ہوگا اور کسی کے آنے کی ممانعت نہ ہو کہانی امام شافعی میں ہے السلطان اذا اراد ان یصلی بجمشہ فی دارہ فان فتحہ باجھا واذن للناس اذنا عاما جازت تو اگر صورت یہ تھی وہ لوگ مصیب ہوئے ہاں اگر وہاں مسجد جمعہ موجود تھی اُس میں نماز نہ ہوئی اور گھر میں قائم کی تو کراہت ہوئی درمختار میں ہے لو دخل السیر قصوہ واغلق بابہ وصلی باصحابہ لم تنقذ ولو فتحہ واذن للناس بالدخول جاز وکرہ والاحتیاط میں ہے لانه لم یقض حق المسجد الجامع زیلعی ودرس اور اگر کوئی شرط جمعہ مفقود تھی مثلاً وہ جگہ مصر و فنائے مصرہ تھی یا امام امام جمعہ نہ تھا یا بعض نمازیوں کو بلا وجہ شرعی وہاں نماز کے آنے سے ممانعت تھی یا نمازیوں میں وہاں اقامت جمعہ مشہور نہ تھی بطور خود ان لوگوں نے پڑھ لی اور عام اطلاع نہ ہوئی اگرچہ کسی کو آنے سے ممانعت بھی نہ کی اگرچہ لوگوں نے اور مسجدوں میں پڑھی تو ان صورتوں میں ان کی نماز نہ ہوئی خلاصہ میں شرح جامع صغیر امام صدر رشید سے ہے من حلة ذلك الاذن العام یعنی الادا وعلی سبیل الاشتہار بدائع وعلیہ وغیرہا میں ہے السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم من احوال السلطان فی المسجد الجامع ان فتحہ باب دارہ جاز و تكون الصلاة فی موضعین ولو لم یأذن للعامة وصلی مع جلیش لا تجوز صلاة السلطان وتجوز صلاة العامة اھ وتمامہ فیما علقناہ علی رد المحتار واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ۔ مافظ مولوی حشمت علی صاحب کتبہ طالب علم مدرستہ منظر الاسلام بریلی محلہ سودا گران ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا ارشاد ہے حمادہ بنت سہیل بنی امیہ وحمادہ بنت عتیبہ بنی عتیبہ کا اس مسئلہ میں خطبہ میں رغبالاؤف الربا بیه والرافضیہ پر کار حضور سیدنا خورش اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اقدس کے کر بربیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درود شریف پڑھنا کیسا ہے (۲) اولی الامر منکم سے حقیقہ علمائے دین مراد ہیں یا نہیں اگر ہیں تو جو عالم اہلسنت دل و جان سے دین و سنت پر فدا ہو اور اُس کی ذات سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچی ہو اُس زمانہ کے علمائے اہلسنت کے اتفاق سے وہ بیٹوائے علمائے اہلسنت ہو اُس نے اپنی زندگی محض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس قدموں پر تصدق کر دینے کے لیے وقف کر دی ہو جہاں کوئی دین میں نیا فتنہ اُٹھتے دیکھے حتی الوسع اُسکے مٹانے میں اپنے قلم و زبان و جان سے کوشش کرے اُس کی مبارک زندگی زیادہ ہونے غیب سے اُس کی مدد و نصرت فرمائے تمام اعداء اللہ واعداء الرسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اُس کے غائب رہنے کی خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینا بالتفصیل توجروا عند الملک الجلیل شہدادی المحیب الجلیل جبل علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اگرہ ابو العالیٰ اسٹیم پریس مسؤل و جید الدین صاحب ۸ رشتوال ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں (۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ ادا ہوتا ہے یا نہیں اور جمعہ ادا کرنے کے بعد نظر احتیاطی واجب ہے یا سب یا مکروہ (۲) کیا ایک وقت میں دو نمازیں فرض ہیں اور کیا جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی (۳) ہندوستان کے جن شہروں میں جامع مسجد کا امام باقفاق مقرر کیا گیا ہے کیا وہ امام اقامت وادائیگی جمعہ کے لیے کافی ہے یا بادشاہ اسلام یا نائب بادشاہ کی ضرورت مختصر ادا لہ وحوالہ کتب کے ساتھ جواب مرحمت ہو

الجواب

(۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اور نظر احتیاطی صرف خواص کو مناسب ہے درمختار میں ہے نصب العامة غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدم مہم فیجوز للضرورة اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے فتاویٰ اور ہمارے رسالہ لوامع البہا میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) ایک وقت میں دو فرض ہرگز نہیں اور جمعہ جب ادا ہو جائے گا ظہر ضرور ساقط ہو جائے گی ایسے ہی خیالوں سے بچنے کو علمائے عوام کو نظر احتیاطی کا حکم زیادہ المختار میں ہے ولذا قال المقدسی نحن لانامربذالك امثال هذه العوام بل ندل علیہ الخواص ولوبالنسبة الیہم واللہ تعالیٰ اعلم (۳) وہ امام کافی ہے اگر صحیح العقیدہ صحیح القراءة صحیح الطہارۃ جامع شرائط صحت ہو ابھی درمختار سے گذرا یجوز للضرورة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از پہلی بھیت محلہ پنجابیاں مسؤل محمد یونس صاحب ۲۴ رشتیان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر دریا شہر میں واقع ہے اور ایک آگ بوٹ یہاں مدام کھڑا رہتا ہے اور جہاز دالے چند جہازوں کو اس آگ بوٹ میں لاکر چڑھتے ہیں مال اور سواریاں جہازوں کی آگ بوٹ اُتارتے ہیں اور آگ بوٹ کے آگے ایک پل لٹے کا بنا ہوا ہے سواریاں شہر کو اسی پل سے پار ہو کر جاتی ہیں اور اس آگ بوٹ اور جہازوں میں تین گز کا فاصلہ ہے اور جہاز پر کام کرنے والے لوگ ان جہازوں میں سے ایک جہاز پر نماز عید و نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیونکہ جہاز دالے بوجہ خوف چوری کے شہر میں جا کر نماز ادا کرنے سے منع کرتے ہیں تو از روئے شرع نماز ان کی جائز ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

دریا میں نماز جمعہ و عیدین نہیں ہو سکتی اگر سمندر ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ حکم دار الحرب میں ہے اور دار الحرب میں جمعہ و عیدین باطل ردالمحتار میں ہے فی حاشیۃ ابی السعود عن شرح النظم الہامی سطح البحر لہ حکم دار الحرب اُسی میں درمختی شرح الملتقی ہے البحر الملح ملحق بدالبحر اور اگر دریا ہو تو دریا نہ مصر ہے نہ فنائے مصر یہاں تک کہ شہر کے دو حصے کہ اس کے دو پہلوں پر آباد ہوں دو شہر کے مثل ہیں کہ دریا ایک جدا و مستقل چیز بیچ میں فاصل ہے فتح القدیر میں ہے اصلہ عند ابی حنیفۃ لا یجوز فقد دہانی مصباح

وکن اردی اصحاب الدعاء عن ابی یوسف انه لا يجوز فی مسجدین فی مصر الا ان یکون بینہما فخر کبیر حتی یکون مکسورین وکان یأمر بقطع الحجر ببغداد لذلت ظاہر ہے کہ فناء تابع ہے نہ کہ قاطع اور جمعہ وعیدین نہیں ہو سکتے مگر مصر یا فنائے مہر میں یہ سب اُس صورت میں ہے کہ خوف صحیح ہو اور تا معذور ہو ورنہ نماز پنجگانہ دو تر و سنت فجر بھی اُن جہازوں میں نہیں ہو سکتے کہ اُن کا استقرار پانی پر ہے اور ان نمازوں کی شرط صحت استقرار علی الارض مگر بحال تعذر فتح القدر میں ہے فی الايضاح ان کانت موقوفۃ فی الشط وہی علی قرار الارض مصلی قائما جاز لانہا اذا استقرت علی الارض فحکمها حکم الارض فان کانت مربوطۃ ویکمن الخروج لم تجز الصلوۃ فیہا لانہا اذا لم تستقر فہی کالدابة انتھی بخلاف ما اذا استقرت فانہا حیثین کالسیر اس صورت میں اگر جبراً اُترنے دیتے ہوں پنجگانہ پڑھیں اور اُترنے کے بعد سب کا اعادہ کریں لان المانع من حجة العباد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از کاٹھیا واڑ ضلع راجکوٹ شہر پور بندر پنج ہٹری سولہ سید غلام محمد صاحب قادری رضوی امام مسجد ٹھہری ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ امام العلماء المحققین مقدم الفضلاء المدققین حضرت سیدنا و مخدومنا و مولانا مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب قبہ قادری برکاتی مدظلہ و دام فیضہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ یہاں ملک کاٹھیا واڑ میں اکثر مقامات پر یہ رواج ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں سلطان المسلمین کے واسطے دعائ مانگی جاتی ہے تو خطیب بروقت دعائ مانگنے کے منبر پر سے ایک بیڑھی نیچے اُترتا ہے اور بعد دعائ مانگ کر ایک بیڑھی اوپر چڑھتا ہے اور بعض مقامات پر اس طرح نہیں کیا جاتا ہے یعنی خطیب ایک بیڑھی نیچے اُترتا تو زیہ اُس سے اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سلطان کے لیے دعائ مانگنے کے وقت ایک بیڑھی اُترنا چاہیے عرض یہ ہے کہ یہ فعل کیسا ہے۔

الجواب

خطیب کا ایک بیڑھی نیچے آنا اور پھر اوپر جانا بعض علمائے مجبوری ایک مصلحت شرعی کے لیے رکھا تھا جس کا ذکر کتب بات شیخ نجدادہ تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے یہاں وہ مجبوری نہیں نہ سلاطین کے نام کے ساتھ مبالغہ آمیز غلط الفاظ ملانے کی حاجت لہذا یہ فعل اب بحث محض ہے رد المحتار میں اس کا بدعت ہونا نقل کیا۔ وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ سولہ حافظ ایس محبوب صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جمعہ کی نماز باجماعت کس وقت سے لے کر اور کب تک ادا کر سکتے ہیں۔ بیٹھا تو جروا

الجواب

جمعہ اور ظہر کا ایک وقت ہے زوال شمس کے بعد اذان اول ہو پھر سنتیں پھر اذان ثانی پھر خطبہ پھر نماز یہ اس کا اول وقت ہے اور ایسے وقت اذان و خطبہ و نماز ہوں کہ سایہ و دوشل ہونے سے پہلے اخیر سنتیں ہو جائیں یہ اُس کا آخر وقت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از جے پور بیرون اجیری دروازہ کوٹھی عبدالواجد علی خاں سولہ حامد حسن قادری ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خطبہ جمعہ میں بعد جلسہ استراحت درمیانی کس قدر خطبہ پڑھنا چاہیے اور اُس میں کیا کیا مضامین ہوں کیا صرف چند کلمات حمد اور ایک آیت قرآنی سے خطبہ ثانیہ پورا ہو جائے گا اور کیا نعت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و درود شریف ذکر خلائکے کیا

و اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و دعا برائے مومنین کے ترک سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

خطبہ ثانیہ پورا ہونا یا اس معنی کہ فرض ادا ہو جائے یہ تو پہلے ہی خطبہ سے حاصل ہو گیا مگر بلا ضرورت سنت متواترہ قدیرہ دائرہ کو چھوڑا اور مسلمانوں کی تنقیر کا باعث ہونا اور اپنے اوپر فتح باب غیبت کرنا اور ارشاد اقدس بشی و لا تنقضوا کی مخالفت کرنا دیندار و عاقل کا کام نہیں نصرت اللہ سے دعا برائے مومنین تک جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں سب محمود و معمول و ماثور ہیں انھیں ضرور بجا لانا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شاہجہاں پور محلہ خلیل مسلولہ امیر خاں مختار عام ۱۲۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہاں پور میں ایک مسجد ہے اُس میں یہ قرار پایا کہ اول ہر وقت یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی بڑھیں بعد کو السنہ مع خطبہ جمعہ کے تو حضور فرمائیے کہ ہماری نماز ہوگی یا نہیں پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نقاد یا نول کی نماز ہے نہ اُن کا خطبہ خطبہ کہ وہ مسلمان ہی نہیں اہلسنت اپنی اذان کہہ کر اُسی مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں اپنی جماعت کریں یہی اذان و خطبہ جماعت شرعاً معتبر ہوں گے اور اُس سے پہلے جو کچھ قادیانی کر گئے باطل و مردود محض تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از جنگل ضلع چوہین پرنہ نیا بازار نئی مسجد مسلولہ عبدالستار ہاشمی ۱۲۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے خطبہ ادائی کے بجائے وعظ و پند عوام کو احکام شرعی بتانے اور سمجھانے کے لیے جائز ہے یا نہیں یا قطعی حرام ہے اردو کلام کرنا اندر خطبہ کے یا خطبوں کا ترجمہ یا آیات و احادیث جو خطبوں میں ہیں اُن کا ترجمہ کرنا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

خطبہ خود وعظ و پند ہے مگر اُس میں غیر زبان عربی کا خلط مکرہ و خلاف سنت متواترہ ہے اگرچہ نفس فرض خطبہ خالص دوسری زبان سے بھی ادا ہو جائے گا صحابہ کرام نے عجم کے ہزاروں شہر فتح فرمائے اور اُن میں منبر نصب کیے اور خطبے پڑھے اور اُن کی زبانیں جانتے تھے اُن سے گفتگو کرتے تھے مگر بھی منقول نہیں کہ عربی کے سوا اور زبان میں خطبہ فرمایا یا غیر زبان کو ملا یا فہوکف والکف متبع قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من احدث فی امرنا هذا مالیس منہ فهو مردود مختار میں ہے صحیح لو شرح بغیر بیۃ و شطا عجزہ و علی هذا الخلاف الخطیۃ رد المختار میں غرر الاثر شرح در البحار سے ہے کون الدعاء بالجمیۃ لان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمی عن اطانۃ الامام احمد اُسی میں والوالجیۃ ہے التکبیر عبادۃ اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ لا یحب غیر العربیہ ہاں اگر اُٹھائے خطبہ میں مثلاً کسی ہندی کو کوئی فعل ناجائز کرتے دیکھا جیسے خطبہ ہونے کی حالت میں چلنا یا پٹکھا جھٹلنا اور وہ عربی نہیں سمجھتا تو وہ میں اُسے منع کرے کہ یہ حاجت یوں نہیں رہے ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازہاجی بازار شکر کولہ (برار) مسئلہ منظر حسین صاحب آزاد پائٹیوٹ سگریٹری ۸، شوال ۱۳۳۹ھ

بالیخند مت فیض درجت شریعت پناہ فضیلت دستگاہ عالیجناب مولانا احمد رضا خاں صاحب زاد مجدہم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین

سائل ذیل میں (۱) قاضی و خطیب شکر گورنمنٹ کا خطاب یافتہ ہے اور اُس کے متعلق اُس کو معاش زمانہ شاہی سے ملی ہوئی ہے اُس نے

ذاتی رنجشوں عداوتوں کی وجہ سے خطاب وغیرہ ترک موالات کے سلسلہ میں واپس نہیں کیے ویسے خلافت کا ہمدرد اور قولا و فعلا امداد کی اور کرنے کو

طیار ہے بوجہ خطیب ہونے کے عیدین میں خطبہ پڑھتا ہے کیا شرعاً ایسے شخص کا خطبہ سننا جائز ہے (۲) جامع مسجد اور عید گاہ میں ایک شخص حافظ

قاری جو دو ج بھی کر چکا ہے اور خطاب یافتہ نہیں ہے بجانب قاضی و خطیب مذکورہ امت کے لیے عرصہ دراز سے مقرر ہے اُس کی امامت

میں نماز جائز ہے یا نہیں (۳) ایک شہر میں دو خطاب یافتہ مسلمان ہیں خلافت کمیٹی بھی قائم ہے اس کمیٹی نے ایک خطاب یافتہ کی عین بدلتی

اختیار کر رکھی ہے اُس کو خطاب وغیرہ چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتی اور اس کی تولیت میں جو مسجد ہے وہ اُس میں اُسی خطاب یافتہ کی

جانب سے مقرر ہے اُس کا خطبہ سننا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور دوسرے خطاب یافتہ کا خطبہ سننا اور اُس کے

مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے کیا کمیٹی کا یہ فعل فتاویٰ علمائے کرام اور احکام خدا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہے اور احکام شرعیہ میں کوئی تفرق ہے یا سب مسلمانوں کے لیے یکساں اور عام ہیں۔ بلیوا توجروا

الجواب

(۱) جو زمانہ شاہی سے منصب خطبہ و امامت پر منصوب ہے بلا وجہ شرعی اُس کے خطبہ سننے کو ناجائز بتانے والا شریعت مطہرہ

افتر کرتا ہے خطاب واپس نہ کرنا کوئی ایسا جرم نہیں جس کے سبب اُس کا خطبہ سننا منع ہو جائے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب

لا یفلحون (۲) جائز ہے اگر اُس میں کوئی مانع شرعی نہ ہو اگرچہ خطاب یافتہ ہو (۳) یہ تفرق محض جہالت اور افتراء شریعت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ایرایان ضلع فختور محلہ سادات مسئلہ یہ صغیر حسین صاحب نائب مدرس مڈل اسکول ۱۲، شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کو آجائے اور اذان کی جائے تو کلمات اذان کا

جواب دینا اور بعد ازاں دعائے اذان پڑھنی چاہیے یا نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پر اذان میں انگوٹھا چونا

یا خطبہ میں آن حضرت کے نام پر انگوٹھا چونا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اذان خطبہ کے جواب اور اُس کے بعد دعا میں امام و صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے پچنا اولیٰ اور کر ہی تو صحیح نہیں

یہ ہیں اذان خطبہ میں نام پاک پر انگوٹھا چونا اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن خطبہ میں محض سکوت و سکون کا حکم ہے خطبہ میں نام پاک سن کر

صرف دل میں درود شریف پڑھیں اور کچھ نہ کریں زبان کو جنبش بھی نہ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ سری محلہ پوچر خانہ کلاں پرگنہ سنہل ضلع مراد آباد مسئلہ حافظہ بخش و شیخ عبدالعزیز یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ فرقہ نجدیہ کے اشخاص جا بجا گشت کرتے ہیں اور مومنین و مومنات کو ہلکانے پھرتے ہیں ان کا بیان سننے کو کوئی نہیں ٹھہرتا تو انھوں نے اب یہ کید کیا ہے کہ بوقت خطبہ جمعہ انھیں شروع کرتے ہیں اور اُس کا نام خطبہ رکھتے ہیں یہ فرقہ کیا حکم رکھتا ہے اور خطبہ جمعہ دراصل اُردو میں جائز بھی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جبروا

الجواب

وہابیہ کفار مرتدین ہیں جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کے فتوے حام الحرمین سے ظاہر ہے اُن کا خطبہ باطل اُن کی نماز باطل اُن کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے اور اُردو میں خطبہ پڑھنا سنت متواترہ کا خلاف اور بہت بُرا ہے اور وہابیہ کے طور پر تو اصل ایمان میں خلل انداز ہے کہ بدعت ہے اور اُن کے نزدیک ہر بدعت اصل ایمان میں خلل انداز اگرچہ اُن کے پاس سرے ہی سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - ازادچین گو ایار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں ۱۵ رجمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک قصبہ میں آباد اجداد سے نسلاً بدیل مسند قضا پر بحکم حاکم و اتفاق جماعت مسلمانان مامور ہے اور امامت و خطابت اور نماز عیدین بلکہ تمام کاروبار متعلقہ عمدہ قضا کرتا ہے اور سوائے زید کے شوہر ہندہ نے تمام عمر امامت و خطیبی نہ کی باوجود ان وجوہات کے ہندہ نے بعد وفات شوہر اپنے کے بشراحت چند کس زید کو بلا وجہ خدمت مذکور سے علیحدہ کر کے عمر و داماد اپنے کو بحکم حاکم قائم مقام زید کیا چاہتی ہے ہندہ چچی زید ہے تو باجائزت و اعانت حودت بلا استرضاء کے اقوام اہل اسلام عمر و امامت و خطابت کر سکتا ہے یا نہیں لیسند کتب بیان فرمائیں۔

الجواب

عورت کہ سلطنت نہ رکھتی ہو اور اسی طرح سلطان اسلام یا اُس کے نائب ماذون کے سوا کسی حاکم کا کسی شخص کو خطیب یا امام جمعیہ مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں نہ ایسے شخص کے خطبہ پڑھنے یا نماز پڑھانے سے جمہ ادا ہو سکے کہ اُس میں اذن سلطان اسلام شرط ہے جسے اُس نے مقرر کیا یا اُس کے مقرر کیے ہوئے نے اذن دیا وہی خطیب و امام ہو سکتا ہے دوسرا نہیں درمختار میں ہے الجسعة شرط لصحہا السلطان او مامورہ باقامتها فقالوا یقیمہا امیر الدین ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولایة قاضی القضاۃ و ملتقطاً پس اگر آباؤ اجداد زید سلطنت اسلام سے اس عمدہ پر از جانب سلاطین اسلام مقرر تھے اور وہ خطبہ دوائے یکے بعد دیگرے اپنی اولاد میں ایک دوسرے کو نائب کرتے تھے یہاں تک کہ یہ نہایت زید تک پہنچی تو زید خود سلاطین اسلام کی طرف سے اس عمدہ پر مامور گنا جائے گا اور اس کے ہوتے ہوئے اگر تمام اہل شہر بے اس کے اذن کے دوسرے کو امام یا خطیب مقرر کرنا چاہیں گے ہرگز جائز نہ ہوگا نہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کی خطبہ خوانی یا امامت صحیح ہوگی ردالمحتار میں ہے الاذن من السلطان انما یشترط فی اول مرة فاذا اذن باقامتها الشخص کان له ان یاذن لغيره وذلك الغیر له ان یاذن لآخر وھم جبراولا نصہ اقامتها الا لمن اذن له السلطان بواسطة او بدونها اما بدون ذلك فلا ھ ملخصاً اور اگر ایسا نہیں یعنی اُس کے اجداد جانب سلاطین

اسلام سے مامور نہ تھے یا اس کو انھوں نے نائب نہ کیا تاہم جبکہ یہ خود باتفاق مسلمین امامت و خطابت پر مامور ہے تو ہمارے اعصار و احوال میں بلا ریب امام و خطیب صحیح شرعی ہے کہ جہاں سلطان نہ ہو اس امر کا اختیار عامہ مسلمین کے ہاتھ ہوتا ہے وہ جسے مقرر کر دیں اُسی کا تقرر ٹھیک ہے درمختار میں ہے نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة تو اس صورت میں بھی دوسرا کوئی شخص بغیر اذن زید کے امامت و خطابت کا مجاز نہیں کہ آخر یہ خطیب شرعی ہے اور خطیب شرعی کے بے اجازت دوسرا امام یا خطابت نہیں کر سکتا رد المحتار میں ہے قولہ - لوصلة احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز ظاہر ہے ان الخطیب خطب بنفسہ والاخر صلی بلا اذنه و مثله ما لو خطب بلا اذنه لما فی الحانہ و غیرہا خطب بلا اذن الامام والا امام حاضر لم یجزا ہاں اس صورت میں اگر عامہ مسلمین جیسے آج تک تقرر زید پر متفق رہے اب بوجہ شرعی معزولی زید پر متفق ہو جائیں اور دوسرے شخص کو قائم کر دیں تو اس وقت زید معزول اور دوسرے کا تعین صحیح و مقبول ہوگا صرف عورت کی جابہلانہ حرکت یا حاکم سلطنت غیر اسلامی کی شرکت و اعانت محض بیکار و بے سود ہے کہ کسی منصب سے معزول کرنے کا اُسی کو اختیار ہوتا ہے جسے مقرر کرنے کا اختیار تھا وہ اصالتہ سلطان اسلام ہے اور ضرورت جماعات مسلمین نہ کہ عورت یا حاکم سلطنت غیر اسلام کمالا ینحی علی من له بالفقہ ادنی الاطام - واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بنارس محمد کنڈی گڈھ ٹولہ مسجد بنی بنی راجی شفا خانہ مدرسہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب جادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بروز جمعہ نیت چار رکعت سنت کی باندھی بعدہ امام نے خطبہ شروع کیا اب وہ دو رکعت پڑھ کر سلام کرے یا چار رکعت پوری پڑھے اس میں جو کچھ اختلاف درمیان علمائے حنفیہ سے ہے وہ جناب پر ظاہر ہے لیکن بطور نمونہ قدرے درج ذیل ہے فی الدار المختارہ فی باب الجمعة ولو خرج وهو فی السنة او بعد قیامہ لثا لثمة النقل یتم فی الاصح و ینحذف القراءة و ایضا فیہ فی باب ادراک الفریضة و کذا سنة الظهر و سنة الجمعة اذا قیمت او خطب الامام یتھا اربعاً علی القول الرابع لا خلاصۃ واحدة لیس القطع للاکمال بل لا یطال خلافاً لما رجح الکمال و فی العلمگیریہ ولو کان فی السنة قبل الظهر و الجمعة فاقیم او خطب یقطع علی رأس الركعتین بروی ذلک عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وقد قیل یتھا کذا فی الهدایۃ و هو الاصح کذا فی محیط السرخسی و هو الصحیح ہکذا فی السراج الوہاج فی الصغیری شرح منیۃ اذا صعد الامام المتبریح علی الناس ترک الصلاة الی آخرہ فی حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار متعلق لما رجح الکمال حیث قال و قیل یقطع علی رأس الركعتین و هو الرابع لانه یتمکن فی قضا ثنائ بعد الفرض ولا یطال فی التسلیم علی الركعتین فلا یغوت فرض الاستماع والاداء علی الوجه الاكمل بلا سبب اقول و ظاہر الهدایۃ اختیارہ و علیہ مشی فی ملتقى و نور الايضاح و الطواہب و جمعة الدرس و الفیض و عزاء فی الشرنبلالیۃ الی البرہان و ذکر فی الفقہ انہ حکى عن السفدی انہ رجح الیہ لما رآہ فی النوادر عن ابی حنیفۃ و انہ مال الیہ السرخسی و البقالی و فی البزازیۃ انہ رجح الیہ القاضي الشافعی و ظاہر کلام المقدسی المیل الیہ و نقل فی الحلیۃ کلام الکمال ثم قال و هو کما قال هذا فی شرح الوقایۃ اذا خرج الامام حرم الصلوۃ و فی عمدة الرعاۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ لبولندا و استاذنا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم و مغفور و اخرج السخنی بن

راہویہ فی مسندہ عن السائب کنا نصلی فی زمن عمر یوم الجمعة فاذا اخرج عمر وحلبس علی المنبر قطعنا الصلوة الخ
الجواب

دووں قول قوی و ترجیح ہیں اور دونوں طرف جزم و ترجیح اور مختار فقیر قول اخیر کہ اول روایت نوادر ہے اور ثانی مفاد ظاہر الروایۃ الفتوی متنی اختلافت فالصیر الی ظاہر الروایۃ محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا و ناہیک بہ حجة وقدوة فتح القدیر میں ہے الیہ اشارۃ فی الاصل مع هذا کثرت تصحیح و افتائے صریح بھی اسی طرف ہے والقاعدة ان العمل بما علیہ الاکثر کما نصوا علیہ فی غیر ما کتاب و بیناہ فی رسالتنا بذل الجواز علی الدعاء بعد صلاة الجنازة قول اول کی ترجیح صریح کتب معتدہ مرجحین میں کہ اس وقت فقیر کے پاس ہیں غانیہ فتح کے سوا کسی میں نظر سے نہ گزری اما الحلیۃ فقد تبعت الفتوی و اما المواقی فانما تبع البرہان شرح مواہب الرحمن بشهادة غنیۃ ذوی الاحکام و اما الطرابلسی فانما اتقنی اثر الکمال کما ہوداہ فی کل مقال قال الکلام الی الکمال مع ان الشر نبلا لی خالف نفسه فی جمعة غنیۃ کما یأتی اور قول اخیر کو صاحب محیط و امام عبد الرشید و امام ابو حنیفہ و الواحی و امام عیسیٰ بن محمد قرہ شری صاحب مستقی و امام ظہیر الدین مرغینانی صاحب ظہیر و علامہ شرنوبی و صاحب سراج و حاج نے فرمایا ہوا الصحیح امام شمس الامراء شری نے فرمایا ہوا الاصحہ در مختار میں ہے فی الاصحہ متن تویر میں ہے علی الراجح بحر الرائق میں ہے صحیحہ المشائخ مجمع الانہر میں ہے صحیحہ اکثر المشائخ اسی طرح جامع الرموز و ہندیہ و نہرو غیرہ میں اُس کی تصحیح و ترجیح مذکور یہاں تک کہ امام اجل محمد الفتوی حسام الدین عمر صدر رشید قدس سرہ نے فتاویٰ صفری میں فرمایا علیہ الفتوی شرنبلالیہ میں ہے اقول الصحیح خلافہ و ہوانہ یتلم سنة الجمعة اربعاء علیہ الفتوی کما فی الصغری و ہوا الصحیح کما فی البحر عن الولا الجبۃ و المبتغی الخ لاجرم بحر میں قول اول کی نسبت فرمایا ہو قول ضعیف و عزاء قاضی خاں الی انوار در ہیں روایات قطع و ترک و تحریم ناذ بحر و امام الخلیفۃ انھیں اس مجاہد سے علاقہ نہیں وہ فریقین کی منصوصہ و متفق علیہا ہیں اُن کے معنی یہ ہیں کہ خروج امام کے بعد کوئی ناذ اسوائے قائمۃ واجب الترتیب کے (شروع نہ کرے پہلے سے جو انتظار امام میں نوافل و غیرہ پڑھ رہا ہے اُن کا سلسلہ قطع کر دے متا دی نہ رہے نہ یہ کہ جو ناذ پڑھ رہا ہے وہ حرام ہو گئی اُسے قطع کر دے نیت توڑ دے قطعاً باطل ہے ورنہ اگر ہنوز نیت ہی باندھی یا ایک ہی رکعت پڑھی کہ امام خطبہ کے لیے خارج ہوا تو فوراً نیت توڑ دینا واجب ہو یہ کسی کا قول نہیں نصوص عام کتب مذہب اس کے بطلان پر متظاہر و متواتر ہیں کما لا یخفی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

رِعايَةُ الْمَذْهَبَيْنِ فِي الدَّعَاءِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ

مسئلہ - از کثور اسٹیشن سائن ضلع سورت مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب مدرس مدرسہ عربیہ ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

اس جلسہ پر بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا آہستہ مانگی جاتی ہے لہ بعض لوگ اس کو مکروہ شدید و حرام و بدعت سیئہ و مشرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں لہذا التماس یہ ہے کہ اُس کے جواب بمواہب سے جو دافع جدال ہو تحریر فرما کر دفع خصومت بین المسلمین فرمادیں

الجواب

امام کے لیے تو اس دعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کے لیے نہ شرعی نہ ہونا ہی سند کافی۔ ممنوع وہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں
جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی نبی کے ہرگز کوئی شے منع نہیں ہو سکتی خصوصاً دعائی چیز جس کی طرف خود قرآن عظیم نے کہا کہ تعزیر
و تاکیر علی الاطلاق ہے تقدیر و تقیید بلایا اور احادیث شریفہ نے اُسے عبادت و معز عبادت فرمایا پھر یہاں صحیح حدیث کا فحشی الخطاب اُس کی
اجابت پر دلیل ضواب کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو سینہ برسنے دوسرے کو
مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دعا مانگنا صحیح بخاری و مسلم وغیرہا میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم تو
بین الخطبتین بدرجہ اولیٰ جواز ثابت لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اُس کا جواز افادہ فرمایا مولانا علی قاری مکی حنفی
رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ مشرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث میخطب ثم یجلس فلا یتکلم فرماتے ہیں لا یتکلم ای حال جلوسہ بغیر الذکر والذکر عاء
اول القراءۃ س اول اولی القراءۃ لروایۃ ابن حبان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرؤ فی جلوسہ کتاب اللہ الحافظ
الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں مفادہ
ان الجلوس بینہما لا کلام فیہ ولیس فیہ نفی ان ینذکر اللہ او یدعوہ س ا علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لدنیہ و منہج مجزیہ
میں فرماتے ہیں (ثم یجلس فلا یتکلم) جہاں فلا ینافی روایۃ ابن حبان انہ کان یقرؤ فیہ ای الجلوس وقال الحافظ مفادہ الی
آخر ما مر۔ بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ اُن اوقات میں ہے جن میں
ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ ساعت جمعہ فرمایا ہی ما بین ان یجلس الامام الی ان تقضى الصلۃ وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے
دوسری حدیث میں آیا حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا مشروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما انھیں ابن عمر و ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے یوہیں امام عامر شیبی تابعی سے منقول رواہ
ابن جویر الطبری انھیں شیبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک اُس کا وقت بتایا رواہ المروزی اسی طرح امام حسن بصری سے
مروی ہوا رواہ ابن المنذر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان سے نماز تک رکھا رواہ حمید بن زنجویہ بہر حال یہ وقت بھی اُن میں
داخل تو یہاں دعا ایک خاص ترغیب شرع کی مورد خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لیے دعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت نہ ہو
تو اُس کے لیے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے بالتعین اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اُسے بعض
مشارح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود لہذا قدس ما بین ان یجلس الامام سے یہی جلسہ مراد رکھا اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے می گفت
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شان ساعت الجمعہ کہ اُس ساعت میان نشستن امام ست ر منبر تا گزاردن نماز طیبی از جلوس نشستن میان دو خطبہ
مراد داشته الخ اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اجل المندوبات واجب مرغوبات سے ہے پھر اس قدر میں اصلاً شک نہیں کہ
جب بضرر تقویت رجاء جمع احادیث و اقوال علما چاہیے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر وغیرہا میں ہمیشہ مسلک محققین رہا ہے تو بقیہ اوقات کے ساتھ

اس وقت بھی دعا ضرور درکار ہوگی اور اس کے نیک و مستحسن ماننے سے چارہ نہ ہوگا لاجرم صاحبِ عین العلم نے کہ اکابر علمائے خفیہ سے ہیں صاف تصریح فرمائی کہ اس جلسہ میں دعا مستحب ہے اسی طرح امام ابن المنیر نے افادہ استحسان جمع فرمایا طرہ یہ کہ امام ممدوح کا یہ قول حضراتِ متکرمین کے امام شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتهی الاخبار میں نقل کیا اور مقرر و مسلم رکھا حیث قال فی عدا الاقوال الثلاثون عند الجلوس بین الخطبتین حکاۃ الطیبی الخ ثم قال قال ابن المنیر یحسن جمع الاقوال فتكون ساعة الاجابة واحدة منها لا یبغینھا فیصادفھا من اجتهد فی الدعا فی جمیعھا اھ یہ حکم امام کا ہے رہے مقتدی اُن کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف امام ثانی عالم ربانی قاضی الشرق والغرب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک انھیں صرف بحالتِ خطبہ سکوت واجب قبل شروع و بعد ختم و بین الخطبتین دعا وغیرہ کلام دینی کی اجازت دیتے ہیں اور امام الائمہ مالک الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خروج امام سے ختم نماز تک عند تحقیق دینی و دنیوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف و جواب سلام بلکہ تخلی استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آہستہ ہو اگرچہ خطیب سے دُور بیٹھا ہو کہ خطبہ سننے میں نہ آتا ہو امام ثالث مہر المذہب محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ بین الخطبتین میں امام اعظم اور قبل و بعد میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں درختار میں ہے اذ اخرج الامام من الحجرة والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلوة ولا کلام الی تمامھا ولو تسبیحا اور دسلام او امر اجمع و ف بلا فرق بین قریب و بعید و قال لا یاس بالکلام قبل الخطبة و بعدھا و اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرة اما غیرہ فیکوہ اجماعا اھ ملتقطا تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف نقول حد اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے تو کلام طویل ہو اس تحقیق کی بنا پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہ جائز کہ جب عین حالتِ خطبہ میں وقت ذکر شریف حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل سے حضور پر درود بھیجا مطلقاً بین الخطبتین کہ امام ساکت ہے دل سے دعا بدرجہ اولیٰ روا۔ روا لھما میں ہے اذ اذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یجوز ان یصلوا علیہ بالبحر بل بالقلب و علیہ الفتویٰ دملی اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ اور امام ابی یوسف کے نزدیک جائز اور مختار قول امام ہے تو بیشک مذہب متبع حقیقی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ اس بنائے فہم پر جو منسلک جہالت و ہابیہ ہے کہ عدم ہر دو خصوص درود عدم خصوص ہے وہ بھی خاص حق جواز میں منع کے لیے مانعت خاصہ خدا و رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جبل و سفہ و حکم ہے بلکہ اس لیے کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں انھیں بتا دیا جائے کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتیٰ کہ بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے جب ان انشیا کے نزدیک اللہ عزوجل کو پکارنا بھی شرک ہوا تو مگر شیخ بخدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا توحید ہو گا حاشا للہ ۱۰ بن بدعقلوں کی بد زبانیاں ہیں جن کا مژہ آخرت میں کھلے گا جب لا الہ الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے اُن بیباکان بر سر ن سے جھگڑنے آئے گا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵ قول ازج مانعت یہی پھر بھی ان دعا کرنے والوں کیلئے خود ہمارے مذہب و کتب مذہب میں متعدد ہیں تجویز و اجازت کی ہیں اولاً یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اس ترخیص کے ساتھ اُس جہالت بخدی کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصریح جائز بتاتے ہیں حالانکہ یہ لحاظ خصوص وقت درود اُس کا بھی نہیں ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف ہر ممنوع ہے آہستہ میں حرج نہیں اور اس کی تائید اُس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالتِ خطبہ میں ذکر اقدس

سُن کر آہستہ درود پڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ تحقیق وہی ہے کہ دل سے پڑھے کما قد مناعن الرملی وهو معنی ما فی الد والختار من قولہ والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اھ وان مال القہستانی الی التاویل بالاختفاء خلافا لما فی الجوهرة وغیرھا من الکتب المعتبرة قال الشافعی امی بان یشہم نفسہ او یصحح الحروف فانہم فسروہ بہ وعن ابی یوسف قلبا کما فی الکرمانی قہستانی واقصر فی الجوهرة علی الاخیر حدیث قال ولم یینطق بہ لافہا تدرک فی غیرہذا الحال والسماع یفوت اھ مختصرا واما قول القہستانی انہم فسروہ بہ فانما اراد بہ دفع الاستبعاد عما اختارہ من التاویل فان ظاہر اللفظ هو ارادة القلب ومع ذلک ربما اطلقوہ وفسروہ بہ ای بالاسرار علی القولین فی تحدیدہ **ثالثا** امام نصیر بن یحییٰ و امام محمد بن الفضل وغیرہما عین حالت خطبہ میں عید کو کہ خطبہ کی آواز اُس تک نہ پہنچے انصاف واجب نہیں جانتے اور امام محمد بن مسلمہ بھی صرف اولیٰ کہتے ہیں اگرچہ مفتی بے اُس پر بھی وجوب تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجہ اولیٰ واجب نہ کہیں گے صدیقہ ندیہ میں ہے قال فی النہایۃ اذا کان مجتہدا لا یسمعھا روایۃ فیہ عن اصحابنا فی المبسوط وقد اختلف المشائخ المتأخرون فیہ فعن محمد بن سلمۃ الانصاف اولیٰ وعن نصیر بن یحییٰ انہ کان بعیدا وکان یجوز شفتیہ بالقرآن و فی النہایۃ ان الانصاف مختار الکوفی وصاحب الہدایۃ وقال بعضهم قراءة القرآن اولیٰ وهو اختیار الفضلی روا المختار میں فیض سے ہے الاحوط السکوت و بہ یفتی رابعا بعض علما کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلام و نبوی ممنوع ہے و عاؤ ذکر مطلقا جائز حتیٰ کہ عین حالت خطبہ میں بھی اگرچہ صواب اُس کے خلاف ہے کما تقدم عن الدار علامہ عبد الغنی نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں اما تامين المؤذنین علی دعاء الخطيب والترضى عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر فليس هذا من الكلام العربي بل هو من قبيل التسيب ونحوه فلا يكره في الاصح الخ ویدنا علی ہامشہا ان ہذا من اشتباہ عرض لہ رحمہ اللہ تعالیٰ من تصحیح النہایۃ والعنايۃ للتجویر الامام الاخریٰ وانا کلامہما فیما قبل شروع الخطبہ وبعدها لواحہا ثمر ہوا یضا لا یخلو عن نظر کما یشہر بموجبة ما علقنا علی ہامش رد المحتار والاصح الاحوط اطلاق المنع کما افادہ الزیلعی لذالعمیش علیہ فی عامۃ الکتب المعتمدة کالجوہر والہما والدروس والمختار اور مذاہب دیگر پر نظر کیجیے تو حد درجہ کی توسیع میں حتیٰ کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ من العلماء من قال السکوت علی القوم کان لازما فی زمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما الیوم فغیر لازم اھ ونقلہ عنہ القہستانی علیائے محتاطین تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں انکار بھی ضروری و واجب نہیں جانتے نہ کہ عیادا یا نہ نبوت تا یہ تفصیل واکفار سیدی عارف باشر محقق نابلسی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں ان المسئلة الواقعة کما ہی الان فی جوامع بلادنا وغیرہ یوم الجمعة من المؤذنین متى امکن تخویمہا علی قول من الاقوال فی مذہبنا و مذہب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنہی عنہ وانا المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنہی عنہ بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلا وجہ شرک یعنی کہنا بالاجماع حرام قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کے لیے تو اُس کے جوازیں اصلا کلام نہیں ہاں خوف مفسدہ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا اور کبھی اخلاص

کبھی درو پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول بدعاتوں مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک تشدد شرع کبھی نہیں فرماتی مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخنہ آمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علما ائمہ واحکم۔

مسئلہ۔ از ہیل کتور ضلع اوٹکند مکان سومار سیٹھ صاحب مرسلہ سید حیدر شاہ صاحب ۴۸ ربیع الاول شریف سال ۱۳۱۵
جناب فیض مآب جامع علوم نفیہ و حاوی فنون غلیہ علامہ دہر فہامہ عصر مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام اللہ فیضہ
ادائے آداب کے بعد بندہ حیدر شاہ عرض رستاں ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے چونکہ آپ شاہیر علمائے نام سے ہیں اور آپ کے اخلاق و اوصاف بے نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے سنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرب ہیں و نیز جواب سوال عجلہ ترسیل فرماتے ہیں لہذا التماس خدمت فیض درجہ میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں مذہب حنفی و شافعی میں بین الخطبتین ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی مشروع و مسنون ہے یا نہیں مترجم اردو در المختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ بریلی کے علمائے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علمائے فہم یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی بین الخطبتین بدعت سیئہ و غیر مشروع ہے پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط چونکہ آپ متوطن بریلی کے ہیں آپ کو حقیقت اُس کی کما یبغی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجیے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض دھوکا دہی عوام الناس ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مسئلت مصطلحہ کہ تارک مستوجب عتاب الہی یا آثم و مستحق عذاب الہی ہو والعیاذ باللہ یہ نہ کسی کا مذہب نہ دعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرجوہ الاجابہ جان کر دعا کرتے ہیں اور بیشک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز عبادت و اٹھائے ذکر الہی عزوجل سے ہے جس کی تشریح بلا تفسیر و تہدید نفوس قرآن عظیم و احادیث متواترہ بنی دوت رحم علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم ناطق اور ہاتھ اٹھانا حسب تصریح احادیث و نظائر ارشادات علمائے قدیم و حدیث سنن و آداب دعا سے ہے خطیب کے لیے اُس کی اجازت و مشروعیت و بافتاق مذہبین حنفی و شافعی ہے یہ وہیں سامعین کے لیے جبکہ دعا دل سے ہو نہ زبان سے اور سامعین کا اُس وقت زبان سے دعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج و معمولی ہے مذہب شافعیہ میں تو اُس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ اللہ شافیہ رحم اللہ تعالیٰ میں خطبہ ہونے وقت بھی کلام سامعین ناجائز و حرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اُس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے بخلاف کلمات اثمتنا الحنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ فان غالب محملها بما مطلقہ فیہا کواہۃ التحریر علامہ عبدالغنی تالمسی قدس سرہ القدسی حدیقہ فی شرح طریقہ محمدی اذات الید مسئلۃ الشطرنج میں فرماتے ہیں الکواہۃ عند الشافعیۃ اذا اطلقت تنصرون الی التذہبیۃ لا التحوفیۃ بخلاف مذاہبنا اور کوٹ خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ و بین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے امام ابو یوسف اور سیل شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں لا یجوز الاستماع و هو مشغول السمع بالسمع اُسی میں ہے لا یجوز الکلام حال الخطبۃ لا علی الخطیب ولا علی المأمومین السامعین وغیرہم لکن لیکرہ الا لغرض مهم کا نذار من یقع فی بئرا و عجب و یتعلم خیرا

اونہی عن شیء اُسی میں ہے لایکرہ الکلام حال الاذان ولا بین الخطبتین ولا بین الخطبة والصلاة علامہ زین الدین شافعی
تلمیذ امام ابن حجر مکی فتح المعین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں یکرہ الکلام ولا یجوز حال الخطبة لاقبلها ولوبعد الجلاس
على المنبر ولا بعدھا ولا بین الخطبتین ولسن تسمیت الطلوس والرد علیہ ورفع الصوت من غیر مبالغة بالصلاة
والسلام علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذکر الخطیب اسمہ او وصفہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال شیخنا ولا
یبعد ندب الترضی عن الصحابة بل ارفع صوت وکذا التامین لدعاء الخطیب اہ مختصراً یہ ہیں مذہب حنفی میں امام
ثانی قاضی ربانی سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مطلقاً جواز ہے ذواقات ثلثہ یعنی قبل وبعد و بین
خطبتین میں اگرچہ کلام دنیوی منع فرماتے ہیں مگر کلام دینی مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں اور پڑھا ہر کہ دعا خاص کلام دینی
و عبادت الہی ہے مرقی الفلاح میں ہے اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام وهو قول الامام وقال ابو یوسف ومحمد لا بأس
بالکلام اذا خرج قبل ان یخطب واذا نزل قبل ان ینکب و اختلفوا فی جلوسہ اذا سکت فعند ابی یوسف یباح لان الکراهۃ
لا یخلل بضر الاستماع ولا استماع هنا وله اطلاق اکامراہ ببعض اختصار صاحب مذہب امام الائمہ سیدنا امام عظیم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے کہ خروج امام سے فراغ نماز تک کلام سے مانعت فرمائی مشائخ مذہب اُس سے مراد میں مختلف ہوئے اور صحیح بھی مختلف
آئی بعض فرماتے ہیں مرد امام صرف دنیوی کلام ہے اوقات ثلثہ میں دینی کی اجازت عام ہے نہ یہ وغنایہ میں اسی کو اصح کہا گیا ہے
امام فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا مشائخ کرام نے مطلق مردولیا امام زہبی نے تبیین الحقائق میں اسی کو احوط کہا **قلت** و اطلاقا
المؤمن واكثر الكتب علیہ ما شئنا وعامة المقاربع عنه ناشیۃ کما یظهر بمراجعة ما علقنا علی رد المحتار فہو اصح التصحیحین
فیما علم کیف لا وقد صرح المحققون ان الدنیوی مکروہ اجماعاً فلولم ینبأ الامام الا عنہ لا رفع الخلاف مع ان الكتب المعتمدة
عن اخرها متظافرة علی اثباتہ بمرأئین میں زیر قول مصنف اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام ہے اطلاق فی منع الکلام
فمثل التسمیۃ والذکر والقراءة فی النہایۃ اختلف المشائخ علی قول ابی حنیفۃ قال بعضهم انما کان یکرہ ما کان من کلام
الناس اما التسمیۃ ونحوہ فلا وقال بعضهم کل ذلك مکروہ والاول اصحہہ وکذا فی العنایۃ وذكر الشارح ان الاحوط الانصاف
اھ و یجب ان یكون محل الاختلاف قبل شروعه فی الخطبة ویدل علیہ قولہ علی قول ابی حنیفۃ واما وقت الخطبة فالکلام مکروہ
تحریماً ولو کان امراً بمعروف او تسبیحاً او غیرہ کما صرح بہ فی الخلاصۃ وغیرھا انھی باختصار طحطاوی و رد المحتار سمجھا لفاظافاً
میں ہے قولہ وغیرھا کالاحوط والاظہر در مختار میں فتاویٰ خیر سے ہے بعض الالفاظ اکد من بعض فلفظ الفتوی اکد من
لفظ التصحیح والاحوط اکد من الاحتیاط اھ مختصراً بالجملة خلاصہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لیے مطلقاً اور سامعین کے لیے دل میں
بالاتفاق جائز اور مذہب امام شافعی و قول امام ابی یوسف پر ان کے لیے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکروہ
دوسری پر جائز ائمہ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو احادیث صحیحین پر دعائے مذکور امام ومقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین
حنفی و شافعی مطلقاً جائز و مشرّع اہل علم تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف مکانی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس پر اپنے عمل کئے

اصلاً محل اعتراض و انکار نہیں بحر الرائق اور مختار وغیرہا میں ہے متنی کان فی المسئلة قولان مصححان جازا القضاء والا فتاء
 باحد ہما و ہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ بآئینہ یہاں تصحیح عیین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع
 و انکار نہیں کرتا ہے ہذا جملۃ القول فی ہذا الباب والتفصیل فی فتاویٰ و مناقب الوہاب برہمی مترجم درمختار کی علمائے بریلی
 سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اُس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون لوگ مراد لیے اُس کے زمانے میں ان اقطار کے علم علمائے اپنے
 عصر و عصر میں حقیقتاً صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمہ المحققین سیدنا ابوالقدوس سرہ الماجد فقیر برسوں جماعت میں
 اقتدائے حضرت والا سے مشرف ہوا حضرت مدوح قدس سرہ جلسہ بین الخطبتین میں دعا فرمایا کرتے اور سامعین کو دعا کرتے دیکھ کر
 کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استقفا ہوا مولانا احمد حسین مرحوم گلبدن علی حضرت سیدنا علی
 سید العرفا مولانا ابجد قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتویٰ دیا علی حضرت نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولانا سید
 یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اُس پر ہر میں فرمائیں یہ فتویٰ مولوی
 صاحب مرحوم کے مجاہد فتاویٰ سہمی بقیۃ المسلمین میں مندرج و مشمول اور اطمینان مسائل کے لیے یہاں منقول سوال چہمی مندرج
 علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بیٹھنا امام کو بعد قرائت خطبہ پہلے کے سنت ہے یا نہیں اور خطیب کس قدر علم میں
 توقف کرے اور یہ اوقات قبولیت دعا سے ہے یا نہیں اور دعا مانگنا ہاتھ اٹھانے کے مستحسن ہے یا نہیں بینا وجود ال جواب بیٹھنا
 خطیب کا درمیان دونوں خطبوں کے سنت ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں باب القعدہ بین الخطبتین یوم الجمعة میں مرقوم ہے حدیثنا
 مسدد ثنا لیش بن الفضل ثنا عبید اللہ عن نافع عن عبید اللہ بن عمر قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یخطب خطبتین یقعد بینہما اور اس بیٹھنے کو سنت بلقارین آیات علمگیری میں بالتصریح بیان کیا ہے والخاص عشر
 الجلوس بین الخطبتین ہکذا فی البحر الرائق و مقدار الجلوس بینہما مقدار ثلاث آیات فی ظاہر الروایۃ ہکذا فی
 السراج الوہاج اور بیچ حصن حصین کے ایک اوقات قبول دعا سے ما بین الخطبتین ہے اور بیچ ظفر جلیل شرح حصن حصین کے
 اُس وقت مانگنا دعا کا طبیبی سے نقل کیا وساعة الجمعة ارجی ذلک وقفہا ما بین ان یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقضى
 الصلوة مد اور ساعت جمعہ کی بہت امید والی ان وقتوں کی ہے یعنی سب وقتوں میں سے سات جمعہ میں امید قوی ہے قبولیت کی اور
 وقت ساعت جمعہ کا ہے ما بین بیٹھنے امام کے سے منبر پر خطبہ کے لیے تمام ہونے نماز تک نقل کی یہ سلم اور ابو داؤد نے ظاہر ہے کہ مراد
 بیٹھنے امام کے سے بیٹھنا امام کا ہے اول شروع خطبہ کے اور وہی وقت حرمت کلام کا ہے غیر امام کو کذا قال العلی اور طبیبی نے بیٹھنے سے
 بیٹھنا درمیان دونوں خطبوں کے مراد رکھا ہے اور ایک روایت میں ساعت جمعہ کی یہ ہے انتہی اور بھی صاحب فتح الباری نے ان تمام
 اوقات اجابت دعا سے ایک جلسہ امام کو درمیان خطبتین فرمایا ہے حیث قال الثلثون عند الجلوس بین الخطبتین حکا الطیبی
 عن بعض شراح المصابیح اور بھی شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتنے اوقات اجابت دعا سے شمار فرمائے ہیں ایک
 ان میں سے جلسہ کرنے خطیب کو درمیان خطبتین تحریر کیا العاشر ما بین خروج الامام الی ان تقام الصلوة الحاوی عشر ما بین

ان یجلس الامام علی المنبر الی ان تقضى الصلوة الثانی عشر ما بین اول الخطبة والعراغ منها الثالث عشر عند الجلوس
 بین الخطبتین اور وقت جلسہ خطیب کے کلام کرنا نزدیک امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے درست ہے تا تا رخیہ میں نقلاً عن النیاشیہ
 مرقوم ہے ولو سکت الخطیب حین جلس ساعة قال ابو یوسف یناح له التکلم فی تلك الساعة اور در مختار میں مثل اس کے
 مرقوم ہے اور صحیح بخاری شریف میں کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے ہے بیچ باب رفع الیدین فی الخطبة کے عین حالت خطیب میں دعا مانگنا
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقول سے اور ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز جمعہ کے خطبہ فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا
 پس کہا اے رسول اللہ کے ہلاک ہوئے جاتے ہیں چار پائے اور ہلاک ہوئے چلتے ہیں شاة پس دعا فرماؤ اللہ سے یہ کہ ترکہ ہم کو پس
 دراز کیے آپ نے ہاتھ مبارک اپنے اور درخواست دعا کی حد ثنا مسدد ثنا حماد بن زید عن عبد العزیز عن انس وعن یونس
 عن ثابت عن انس قال یتما التبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعة اذ قام رجل فقال یا رسول اللہ هلاک
 الکراع وهلاک الشاة فادع اللہ ان یسقینا فهدید یہ ودعا جبکہ کلام کرنا اُس وقت میں کلام مجہد سے ثابت ہوا اور مانگنا دعا کا عین
 حالت خطیب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور تحقیق ہے پس مانگنا دعا کا کہ افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ جل و علا
 کے اور وہ وقت قبولیت دعا کا ہے موافق مرقوم بالا کے اور اکثر روایات معتبرہ کے اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھا وہ بھی اُس وقت میں
 نہیں ہے کمال مستحسن ہوگا اور بھی بیچ مفتاح الصلوة کے دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر آیات کے مجتبے سے اور
 سنا حاجت دعا کی صحیح مسلم و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی مفتاح الصلوة میں مرقوم ہے در بیان
 دو خطبہ کہ نام بنشیند دعا بطریق ادنیٰ جائز خواہ بد علی الخصوص در احادیث آمدہ کہ ساعة الاجابة ما بین ان یجلس الامام فی الخطبة
 الی ان تقضى الصلوة کما صحیح فی صحیح مسلم و جزم الامام النووی فی شرح مسلم و قال هو الصواب پس باید کہ در وقت جلوس کہ
 در ظاہر الروایۃ مقدار سہ آیت وارد است کما فی المجتبے وغیرہ بنیاناً تنافی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقناع عذاب النار خواند کہ عمل
 بر ظاہر الروایۃ و احادیث صحیحہ واقع گردد و اگر دست برداشتہ بخواند موافق طریقہ دعا کہ در احادیث است واقع گردد و عمل بزرگان نیز بہت اور
 ایسا ہی بیچ فتوح الاوراد کے مرقوم ہے اور بیچ حصین کے ایک آداب دعا میں رفع یدین کو بسند حدیث تحریر کیا ہے و در ضمہ مع وان
 یکون رفعها حذو الملتکبین دامن یعنی آداب دعا سے ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے نقل کی یہ صحاح سنہ میں اور یہ کہ
 ہو دے ہاتھ اٹھانا برابر ہونڈھوں کے نقل کی سنن ابوداؤد و احمد و حاکم نے اس سے خوب واضح ہوا کہ دعا مانگنا سا تھ رفع یدین کے چاہیے
 اللہ تعالیٰ ہاتھ اٹھانا بغیر دعا کے عبث اور بے فائدہ ہے اور یہ بھی واضح و واضح ہوا کہ دعا مانگنا اور ہاتھ اٹھانا آداب دعا کے سے دور
 ہونا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ الموصح والمآب احمد حسین بیگ غفر اللہ لہ محمد رضا علی خاں سید یعقوب علی خاں نویدیم طلبہ سید محمد علی

سید محمد ناکر عفی عنہ علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے اور عمل وہ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و عمل جل مجدہ اللہ و احکم
 مسئلہ نہ اصغر علی خاں بریلی بائیں منڈی ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں کوئی سورہ کلام مجید کی چھوٹی پڑھی جاوے یا بڑی

اور چھوٹی پڑھی جاوے تو کس قدر اور بڑی پڑھی جاوے تو کس قدر بدیں وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر
فرش پر کہ جہاں بالکل دھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

الجواب

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ دوسری میں سورہ منافقون اور کبھی پہلی میں سورہ اسہ
دبک الاعلیٰ اور دوسری میں ہل اٹھ حدیث الغاشیہ ثابت ہے اور حسب حاجت و مصلحت کی بیشی کا اختیار ہے اور اگر مقتدیوں پر
تکلیف و ناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدر مسنون سے کمی نہ کرے کہ قدر مسنون کا محض کسر کی وجہ سے ناگواری ہونا ان کا قصور ہے
جس میں نہ وہ مستحق رعایت نہ اس کے سبب ترک سنت کی اجازت ہاں اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنت پڑھنا بھی اس کے لیے
باعث تکلیف ہوگا تو اس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نماز جمعہ صرف کوثر و اخلاص سے پڑھانا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اونی اللعہ فی اذان یوم الجمعہ

۱۳

۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

مسئلہ - از ملک بنگالہ موضع فا کو چیل ضلع سلٹ۔ ڈاکخانہ جگدیش پور مرسلہ برلوی ممتاز الدین صاحب ارڈی الحجۃ ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان مسجد کے اندر دینا کیسا ہے جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جو
دی جاتی ہے آیا وہ اذان مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا باہر مسجد کے اندر بر تقدیر اول بلا کراہت جائز ہے یا نہیں بعض لوگ
کہتے ہیں یہ بلا کراہت سب علمائے کرام کے نزدیک جائز ہے اور سلف صالحین سے لے کر اس زمانے تک کل امصار و دیار میں اسی طریقہ مسنون پر
باتفاق علمائے کرام جاری و دائر ہے۔ شامی میں ہے کہ مؤذن اذان خطیب کے سامنے کہے۔ ہایہ میں ہے منبر کے سامنے کہے۔ اور اسی پر
علماء کا عمل ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا مگر یہ اذان اور درمختار میں ہے خطیب کے سامنے کہے ان
عبارات سے ہویدا ہوا کہ رد بر خطیب کے مسجد کے اندر کہے اور باہر مسجد یا صحن مسجد میں کھڑا ہو کر اذان کہنا خلاف کتب فقہ و سلف صالحین کا
ہے انتہی اور بعض لوگ کہتے ہیں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے کھڑے ہو کر مکروہ نہیں ہے۔ اگرچہ جہاں تک اطلاق
بین ید یہ آتا ہے سب جگہ درست ہے انتہی۔ ان میں کوئی قول صحیح ہے۔ بیذا توجروا

الجواب

ہمارے علماء کرام نے فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ و فتح القدیر و نظم و شرح نقایہ بر جندی و بحر الرائق و فتاویٰ ہندیہ و
مخطاوی علی مراقی الفلاح و غیرہ میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے فتاویٰ خانیہ میں ہے ینبغی ان یؤذن علی

المئذنة او خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد يعني اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہیے مسجد میں اذان نہ کی جائے یعنی نبی عہد
 فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیری میں ہے فتح القدیر میں ہے الإقامة في المسجد لا بد واما الاذان فغلة المئذنة فان لم يكن ففي فناء
 المسجد وقالوا لا يؤذن في المسجد یعنی بکبیر تو ضرور مسجد میں ہوگی۔ رہی اذان وہ منارے پر ہو منارہ نہ ہو تو بیرون مسجد زمین متعلق مسجد میں
 علم فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو نیز خود باب الحجۃ میں فرمایا ہو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراهة الاذان فی داخلہ
 وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالی مسجد کے اندر اس لیے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔ بشرح مختصر الوقایہ للعلامة
 عبد العلی میں ہے فی ایراد المئذنة اشعار بان السنة فی الاذان ان يكون فی موضع عال بخلاف الإقامة فان السنة فیها ان
 تكون فی الارض وايضا فيه اشعار بان لا يؤذن في المسجد فقد ذكر في الخلاصة انه ينبغي الخ اه باختصار یعنی صدر الشریعہ
 قدس سرہ نے اذان کے لیے منارے کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں سنت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف تکبیر کہ اُس میں
 سنت یہ ہے کہ زمین پر ہو نیز اُس میں تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے خلاصہ میں اس کی مانعت کی تصریح ہے۔ بحوالہ الرئی میں
 ہے فی الفتیۃ پس الاذان فی موضع عال والاقامة على الارض وفي المغرب اختلاف المشايخ اه والظاهر انه ليس المكان
 العالي في اذان المغرب ايضا كما سيأتي وفي السراج الوهاج ينبغي ان يؤذن في موضع يكون السمع للبحير ان وفي الخلاصة
 ولا يؤذن في المسجد اه مختصرا یعنی قنبرہ میں ہے کہ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین میں ہونا سنت ہے اور مغرب کی اذان میں مشایخ کا
 اختلاف ہے کہ وہ بھی بلندی پر ہونا مسنون ہے یا نہیں اور ظاہر ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنت ہے بلکہ سراج الوہاج
 میں ہے اذان وہاں ہونی چاہیے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے اور خلاصہ میں فرمایا کہ مسجد میں اذان دینے اُسی میں بعد چند روئی
 کے ہے السنۃ ان يكون الاذان في المنارة والاقامة في المسجد سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔ حاشیہ طحاوی میں
 ہے یکرہ ان يؤذن في المسجد كما في القهستانی عن النظم فان لم يكن ثم مكان مرتفع للاذان يؤذن في فناء المسجد كما
 في الفتی یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لیے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو
 مسجد کے اُس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلا قید ہیں
 جن میں جمعہ وغیرہ کسی کی تخصیص نہیں مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلمات صریحہ معتمہ میں اذان ثانی جمعہ کا استثناء دکھائے مگر ہرگز
 نہ دکھائے گا رہا لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر سے استدلال مذکور فی السؤال وہ محض ناواقفی ہے ان عبارات کا
 حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے امام کے مواجہہ میں ہو اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ امام کی گرد میں
 منبر کی لگ پر ہو جس سے داخل مسجد ہونا استنباط کیا جائے بین یدی سمت مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہ
 مشرق یا ہنگام غروب مقبیل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے یا فارسی میں ہمدرد بردی من سمت یا عربی میں
 الشمس بین یدی حالانکہ آفتاب اُس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دور ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے یعلم ما بین یدیہم
 وما خلفہم اللہ بھاد و تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ اُس کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے یعنی گزر گیا۔

یہ ہرگز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ یوہیں ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا کہ ما بین ابدینا وما خلفنا وما بین ذلك اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تمام ماضی و مستقبل و حال سب کو شامل ہے ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرآن حالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے۔ اتصال حقیقی کہ خواہی خواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو قال اللہ تعالیٰ و هو الذی یرسل الریاح لیشربین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سبحا باثقالا سفنہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء الایہ۔ اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتی باران رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب انہوں نے اُبھارے بوجھل بادل ہم نے اُسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اُتار اُس سے پانی بین یدی نے قرب مطر کی طرف اشعار فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے وقال تعالیٰ۔ ان ہوا لانذیر لکم بین یدی عذاب شدید ۵ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کہ اے کافروں گمان کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈرسانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔ آیت نے قرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے پھر اُس کا قرب اُس کے لائق ہے۔ تیرہ سو تینتالیس برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے پس جو اذان در مسجد پر یا قنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذات امام میں دی جائے اُس پر ضرور بین یدیہ صادق ہے بلاشبہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے دربر و منبر کے آگے اذان ہوئی ادا سہی قدر درکار ہے غالباً خود مستدین کو معلوم تھا کہ قریب مسجد بیرون مسجد مواجہ امام کو بھی بین یدیہ شامل ہے ولہذا رو برو خطیب کہنے کے بعد ان لفظوں کی حاجت ہوئی کہ مسجد کے اندر مگر خاص یہی لفظ کہ اصل مدعا تھے صرف اپنی طرف سے اضافہ ہوئے۔ شامی و ہدایہ و در مختار و غیرہ میں کہیں اس کی پوچھ بھی نہیں۔ اب ہم ایک حدیث صحیح ذکر کریں جس سے اس بین یدیہ کے معنی بھی آفتاب کی طرح روشن ہو جائیں اور اُس ادعائے توارث کا حال بھی کھل جائے سنن ابی داؤد شریف میں بسند حسن مروی ہے حد ثنا النقیلی ثنا محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحق عن الزہری عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد و ابی بکر و عمر بنی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب روز جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے دربر و اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یوہیں ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔ اس حدیث جلیل نے واضح کر دیا کہ اس دربر دے امام پیش منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانہ رسالت خلفائے راشدین سے کیا متواتر ہے۔ ہاں یہ کہیے کہ اب ہندوستان میں یہ اذان متصل منبر کہنی شائع ہو رہی ہے مگر نص حدیث سے جدا تصریحات نفی کے خلاف کسی بات کا ہندیوں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ ہندیوں میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو ان تصریحات اللہ کے مقابل بین یدیہ وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ یہاں اس سنت کریمہ کا اجبار و عز و جل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا میرے یہاں مؤذن کو مسجد میں اذان دینے سے مانعت ہے۔ جمعہ کی اذان ثانی مجد اللہ تعالیٰ منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر جوتی ہے جس طرح زمانہ اقدس حضور پر نور ستید عالم

فی الواقع فلیکف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد ووم متعلقات مسجد میں مسجد کے لیے اذان ہونے کو عرف میں یوں تبصر
کہتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوئی مثلاً منارہ بیرون مسجد زمین خاص مسجد سے کسی گز کے فاصلے پر ہوا وہ اس پر اذان کسی جگہ تو ہر شخص ہی
کے گا کہ مسجد میں اذان ہو گئی نماز کو چلیں کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی نماز کو اٹھو عرف عام شائع ہے جس سے کسی کو بجا لنگار
نہیں دہنا امام محقق علی الاطلاق نے ہو ذکر اللہ فی المسجد کی وہ تفسیر فرمادی کہ ای فی حد دہ اور اس کی دلیل وہی ارشاد فرمائی کہ
لکراۃ الاذان فی داخلہ یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ کوئی سخن تاشنہ نظر حدیث سلم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبقا
ان من سنن الہدی الصلاۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ وامثال عبارات کوہ خروج من لم یصل من مسجد اذان فیہ سے
دھوکا نہ کھائے اور اشباہ حدیث ابن ماجہ عن امیر المؤمنین عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجتہ وھو لا یرید الرجعة فھو منافی سے دھوکا اور بھی ضعیف تر ہے فان
فی المسجد ظروف الادراک دون الاذان وھذا علامہ شاذلی نے تیسرے میں اس حدیث کی یہیں شرح فرمائی (من ادرك الاذان) دھوکا
(فی المسجد) الخ بلکہ خود حدیث شرح حدیث کو بس ہے احمد بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال امرنا رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کنت فی المسجد فودی بالصلاۃ فلا یخرج احدکم حتی یصلی بالجلد جاس ایسے الفاظ واضح ہوں
انھیں دو نکتوں سے ایک پر محمول ہیں اقول وہ بخیل مافی الجلابی انہ یؤذن فی المسجد او مافی حکمہ لاقی البعید منہ اہ ای
یؤذن فی حدود المسجد وفنائہ کما فیہ بہ الا امام المحقق علی الاطلاق او فی نفس المسجد ان کان ثمة موضع اعدلہ من
قبل او یؤذن فیما ہو فی حکمہ لقربہ منہ بحیث یعد الاذان فیہ اذا نال المسجد کما فعل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث
احداث الاذان الاول علی الزوراء داہ فی السوق ولا یؤذن للمجد فی البعید منہ فان المسجد اذا کان غریب البلید مثلاً و
اذن شرقیہ بل اذن لمسجد حتی اخر لا یعد ذلک اذا نالہ کما لا یحقی فلا استدراک بکلام الجلابی علی کلام النظم کما زعم الفقہستان
واللہ التوفیق وبقا من تحقیق مفاد بین ید یہ وانہ یستدعی بقیۃ الحال قربانیا سب المقام لا الا اتصال وضم المسجد اللہ
ما قال الفقہستان تحت قول النقایۃ اذا جلس علی المنبر اذن ثانیاً بین ید یہ ما نصہ ای بین الوجهین للمسا منین لیجین
المنبر والامام ویسارہ قریباً منہ ووسطہما بالسکون فیستعمل ما اذا اذن فی زاویۃ قائمۃ او حادۃ او منفرجۃ حادثۃ من
ہاتین الوجهین اہ فلیس القرب منکر اولاً بالاتصال مشعر او اتما اراد بہ اخراج البعد الذی لا یعد بہ الا اذان اذنا فی
ذلک المسجد کما ذکرنا فی کلام الجلابی غرض عام کتب معتمدہ مذہب کے حکام اگر ایک آدمی غریب و نامتداول کتاب میں کوئی
تصریح بھی ہوئی عقلاً و عرفاً و شرعاً قابل قبول نہ ہوئی الا تری ان العلامة الطحطاوی کیف اقتصر فی الحکمہ علی حکایۃ ما فی الفقہستان
عن النظم ولم یرجع علی استدراکہ اصلاً علما منہ ان الاستدراک لا یمتقی نقلاً نہ کوئی لفظ محتمل تا صریح صاف منہ
لان توجیہ و صحیح کما لا یحقی علی ذی عقل فیجہ ہکذا ینبغی المتحقق واللہ سبحانہ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین صلی اللہ
تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتموا حکم۔

باب العیدین

مسئلہ - از سہرام محلہ پتلہ ضلع آہرہ مسئلہ قدرت اللہ صاحب ۵، شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنة پابند صوم و صلوٰۃ متقی نے اول خطبہ عید الضحیٰ پڑھ کر بیک وقت صلاۃ و سلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تکبیر بآواز بلند خود کہا اور صلیوں سے کہلایا پھر بآواز بلند کہہ پڑھ کر بیٹھا پھر دوسرا خطبہ پڑھا بعد فراغ سوال کیا گیا یہ غیر مشروع فعل کیوں کیا اس نے جواب دیا میرا یہ فعل غیر مشروع نہیں حالت کعبہ میں صا دہو مثل قول مناک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ساریہ الجبل ہے یہ دعویٰ مٹی کا کہاں تک صحیح ہے بعد اسے فعل کا مرکب لائن ملامت ہے یا نہیں دینوا توجروا۔

الجواب

بیک و درود کہ اس نے خود کے حق نہیں البتہ مقتدیوں سے کہلانا بے محل ہوا کہ وہ خطبہ میں مامور بالکوت ہیں اگر حالت وجہ میں ایسا ہوا جیسا کہ اس کا بیان ہے تو معذور ہے اور جب سائل اسے عالم سنی متقی کہتا ہے تو اس کا بیان کیوں نہ تسلیم کیا جائے مہذا مسئلہ شرعی معلوم کر لینا دوسری بات ہے وہ ضرور چاہیے مگر عمام کو سنی عالم متقی پر اس کی کسی نفرت کے سبب ملامت کی اجازت نہیں ہو سکتی کما فی علیہ الأئمة و اشادات الیہ الامجاد یہ اس کے حق میں ہے جو سنی عالم ہو ورنہ آج کل بہت گمراہ بددین بلکہ مرتدین مثلاً دہا بیہ دیوبند یہ وغیرہم اپنے آپ کو سنی عالم کہتے ہیں وہ ملامت کیا اس سے ہزاروں درجہ نکتہ تر کے مستحق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سُورَةُ الْعِيدِ السَّعِيدِ فِي حُلِّ الدُّعَاءِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنؤ نے اپنے فتاویٰ کی ثانی میں یہ امر تحریر فرمایا ہے کہ بعد دو گانہ عیدین یا بعد خطبہ عیدین دعا مانگنا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی طرح ثابت نہیں اب دہا بیہ نے اس پر براغل شور کیا ہے دعائے مذکورہ کونا جائز کہتے اور مسلمانوں کو اس سے منع کرتے اور تحریر مذکور سے استدلال کرتے ہیں کہ مولوی عبدالحی صاحب فتوے دے گئے ہیں ان کی مانتوں نے یہاں تک اثر ڈالا کہ لوگوں نے بعض فراموش پنچگانہ بھی دعا چھوڑ دی اس بارے میں حق کیا ہے۔ دینوا توجروا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَانَا الْعِيدَ وَجَعَلَهُ مَقَرًا بِالْكَلِّ بَعِيدًا وَآمَرَنَا بِالدُّعَاءِ فِي

اليوم السعيد و وعدنا بالاجابة في الكلام الحميد والصلاة والسلام على من وجهه عيد ولقاؤه عيد ومولده عيد واي عيد وعلى آله الكرام وصحبه العظام ما دعا الله في العيد عبد سعيد وتعاقد النور والسرور غداة العيد واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه من يوم ابداً يوم بعيد آمين آمين يا عزيز يا مجيد

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب نماز عيدين كى بيد دعا حضرت عاليه تابعين عظام ومجتهدين اعلام رضى الله تعالى عنهم
ثابت قال الفقير عبد المصطفى احمد رضا المحمدى السنى الحنفى القادرى البركانى اليربلى غفر الله له و
حق امله ابنانا المولى عبد الرحمن السراج الملكى مفتى بلد الله الحرام بيته عند باب الصفا لثمان بقين من
ذى الحجة سنة خمس وتسعين بعد الالف والمائتين فى سائر مروياته الحد يثية والفقهية وغير ذلك عن
حجة زمانه جمال بن عبد الله بن عمر الملكى عن الشيخ الاجل عابد السندى عن عمه محمد حسين الانصارى
اجازنى به الشيخ عبد الحاق بن على المزجاجى قرائته على الشيخ محمد بن علاء الدين المزجاجى عن احمد النخلى
عن محمد البابلى عن سالم السنورى عن الفجر الغيطى عن الحافظ زكريا الانصارى عن الحافظ ابن حجر العسقلانى انا به
ابو عبد الله الجوزى انا قوام الدين الاتقانى انا البرهان احمد بن سعد بن محمد البخارى والحسام السفتانى قالا ابنا
حافظ الدين محمد بن محمد بن نصر البخارى هو حافظ الدين الكبير ابنا نا الامام محمد بن عبد الستار الكوردسى
ابنا نا عمر بن الكريم الورسكى انا عبد الرحمن بن محمد الكوماني انا ابو بكر محمد بن الحسين بن محمد هو الامام
فخر القضاة الارشادى انا عبد الله النوزنى انا روزيد الدبوسى انا ابو جعفر الاستروشى ح وابنا نااليا باسراج
درج شينى وبركشى وولى نعمتى ومولاى وسيدى وذخرى وسندى لبوسى وسيدنا الامام الهامى العارف
الاجل العالم الاكمل السيد ال الرسول الاحمدى الماهرى رضى الله تعالى عنه وارضاه وسجل الفردوس منقلب
ومثواه لحسن خلت من جمادى الاولى سنة ٩٩٧ ربيع وتسعين بداره المطهرة بمارهارة المنورة فى سائر ما يجوز له
روايته عن استاذة الشاه عبد العزيز المحدث الدهلوى عن ابيه عن الشيخ تاج الدين القلعة مفتى الحنفية عن
الشيخ حسن العجمى عن الشيخ خير الدين الرملى عن الشيخ محمد بن سراج الدين الخانوقى عن احمد بن الشبلى
عن ابراهيم الكركى يعنى صاحب كتاب الفيض عن امين الدين يحيى بن محمد الاقصرانى عن الشيخ محمد بن محمد

له انظر الى الطافة هذا السند الجليل والجلالة شأنه فان رجاله كلهم من سيدنا الشيخ الى صاحب المذهب
الامام الاعظم جميعا من اجلة اعلام الحنفية ومشاهيرهم واكثرهم اصحاب تاليفات فى المذهب ١٢ منه

فارغ ہو تو دعائیں تعجب اور شفقت کر اور اپنے رب کے سامنے تضرع و زاری بجالا (خطبہ جلالین میں ہے ہذا تکلمۃ تفسیر
الامام جلال الدین المصطفیٰ علی منطہ من الاعتقاد علی ارجح الاقوال و ترک المطویل بدکرا قال غیر مرضیۃ اہ ملخصاً
علامہ زرقانی شرح مواہب لدینیہ میں فرماتے ہیں ہوا لصحیح فقد اقصیٰ علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال
اور پر ظاہر کہ ایک کیرمطلوب ہے اور باطلات نماز فرض و واجب و نقل سب کو شامل تو بلاشبہ نماز عیدین بھی اس پاک مبارک حکم میں داخل
ہوئیں احادیث سے بھی ادبار صلوٰۃ کا مطلقاً محل دعا ہونا استفادہ لہذا علماء و بشہادت حدیث نماز مطلق کے بعد دعا مانگنے کو آداب ہے
گئے ہیں امام شمس الدین محمد ابن ابجرزی حصین اور مولانا علی قاری اُس کی شرح حزنین میں فرماتے ہیں والصلوۃ ای ذات
الکوع والسجود والمواد ان یقع الدعاء المطلوب بعد ما یعنی آداب سے ہے کہ مطلب کی دعا بعد نماز ذات رکوع و سجود واقع ہو
پھر فرمایا عہد حبس ای رواہ الادبۃ وابن حبان والحاکم کلہم من حدیث الصمدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی یہ ادب
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُس حدیث سے ثابت ہے جسے ابو داؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اقول یہ ہیں یہ حدیث ابن اسنی و بیہقی کے یہاں مروی اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی مذکور
امام ترمذی نے اس کی تحقین کی۔ ظاہر ہے کہ نماز ذات رکوع و سجود نماز جنازہ کے سوا ہر نماز فرض و واجب و نافلہ کو شامل جن میں نماز
عیدین بھی داخل سلم اقول وباللہ التوفیق اصل یہ ہے کہ اعمال صالحہ و چہ رضائے مولیٰ جل و علا ہوتے ہیں اور رضائے مولیٰ
تبارک و تعالیٰ موجب اجابت دعا اور اس کا محل عمل صالح سے فراغ پاکر کما قال تعالیٰ فاذا قرعْتَ فَاَنْصَبْ وَلَمَّا صَدِیْث
میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا المرئالی العمال یعلمون فاذا فرغوا من اعمالہم و فوالسجود ہم کیا
تو نے نہ دیکھا کہ مزدور کام کرتے ہیں جب اپنے عمل سے فارغ ہوتے ہیں اُس وقت پوری مزدوری پاتے ہیں رواہ البیہقی عن
حاجر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فی حدیث طویل دوسری حدیث میں ہے العامل انما یوفی اجورہ اذا قضیٰ عملہ عامل کو
اُسی وقت اجر کامل دیا جاتا ہے جب عمل تمام کر لیتا ہے رواہ احمد و البزار و البیہقی و ابوالشیخ فی الثواب عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث تو سائل کے لیے بیشک بہت بڑا موقع دعا ہے کہ مولیٰ کی خدمت و طاعت کے بعد اپنی حاجات
عرض کرے و لہذا دار و ہوا کہ ہر ختم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے بیہقی و خطیب و ابونعیم و ابن عساکر انس رضی اللہ عنہ سے راوی حضور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مع کل ختمۃ دعوة مستجابۃ ہر ختم کے ساتھ ایک دعا مستجاب ہے۔ طبرانی معجم کبیر میں
عراض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ختم القرآن فله دعوة مستجابۃ
جو قرآن ختم کرے اُس کے لیے ایک دعا مقبول ہے اسی لیے روزہ دار کے حق میں ارشاد ہوا کہ افطار کے وقت اُس کی ایک دعا دونیں ہوتی
امام سند اور ترمذی بافادہ تحقین جامع اور ابنائے ماجہ و حبان و خزیمہ اپنی صحاح اور بزار سند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا ترد دعوتہم الصائمین یفطر احدہم ثلاثۃ یفطر احدہم ثلاثۃ
دعا رد نہیں ہوتی ایک اُن میں روزہ دار جب افطار کرے) ابن ماجہ و حاکم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان للصائم عند فطره لدعوة ما تود بیشک روزہ دار کے لیے وقت افطار بالیقین ایک دعا ہے کہ روزہ ہوگی امام حکیم ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لکل عبد صائم دعوة مستجابة عند افطاره اعطيها في الدنيا او ادخول له في الآخرة ہر روزہ دار بندے کے لیے افطار کے وقت ایک دعا مقبول ہے خواہ دنیا میں دیدی جائے یا آخرت میں اُس کے لیے ذخیرہ رکھی جائے و فی الباب احادیث آخر اور بالیقین یہ فضیلت روزہ فرض و واجب و نفل سب کو عام کہ مخصوص میں قید و خصوص نہیں و لہذا امام عبدالعظیم منذری نے در حدیث پیشین کو الترغیب فی الصوم مطلقاً میں ایراد فرمایا اور علامہ منادی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث باب مروی عقیل و بیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد لفظ دعوة الصائم کے ولو نفلاً تحریر کیا تو بلاشبہ نماز بھی کہ افضل اعمال و اعظم ارکان اسلام اور روزے سے نادم موجب رضائے ذوالجلال والا کرام ہے یہ ہیں اپنے عموم و اطلاق پر رہے گی اور بعد فراغ تکلیف دعا صرف فرائض سے خاص نہ ہوگی اور کیونکر خاص ہو حالانکہ خود حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور فرمایا جو ایسا نہ کرے اُس کی نماز ناقص ہے ترمذی و نسائی و ابن خرمیہ حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ حضرت مطلب بن ابی و داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلاة مثنی مثنی تشہد فی کل رکعتین و تخشع و تقصر ع و تمسک و تقنع یدیک بقول ترفعما الی یدک مستقبل ببطونهما و جھک و تقول یا رب یا رب من لم یفعل ذلک ففی کذا و کذا یعنی نماز نفل دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر التحیات اور خضوع و زاری و تذلل پھر بعد سلام دونوں ہاتھ اپنے رب کی طرف اٹھاؤ ہتھیلیاں چہرے کے مقابل رکھ کر عرض کر اے میرے رب اے رب میرے جو ایسا نہ کرے تودہ نماز چین و چٹاں یعنی ناقص ہے (مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مصرحاً آیا فمن لم یفعل ذلک فهو خداج جو ایسا نہ کرے اُس کی نماز میں نقصان ہے) علامہ طاہر محمد جمیع بکھارالا زواریں فرماتے ہیں فیہ ثم تقنع یدیک وهو عطف علی محذوف ای اذا فرغت منهما فسلم ثم ارفع یدیک سائلاً فوضع الخبر موضع الاوصیہ میں ہے ای اذا فرغت منهما فسلم ثم ارفع یدیک فوضع الخبر موضع الطلب الخ لا جرم جبکہ حصن حصین میں اس حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بصر ترمذی و نسائی نے اشارہ کیا کہ قلنا یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوت اللیل الاخر و در الصلوات المکتوبات ہم نے عرض کی یا رسول اللہ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے فرمایا رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد (مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہا دی نے اُس کی شرح میں لکھا در الصلوات المکتوبات ای عقیب الصلوات المفروضات و التقیید بها لكونها افضل الحالات ففی اوجی راجابة الدعوات و در الصلوات المکتوبات کے یہ معنی کہ فرض نمازوں کے بعد اور ان کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ وہ سب حالتوں سے افضل ہیں تو ان میں امید اجابت زیادہ ہے) دیکھو صاف تصریح ہے کہ نماز کے بعد تکلیف دعا کچھ فرضوں ہی سے خاص نہیں بلکہ ان میں بوجہ افضلیت زیادہ خصوصیت ہے اور بالیقین خود یہی پوچھا تھا کہ سب میں زیادہ کونسی دعا مقبول ہے لہذا ان کی تفسیر فرمائی گئی۔ بالحدیث جب تخصیص فرائض ماطل ہر چکی تو خراج

واجبات پر کوئی دلیل نہیں بلکہ ان پر دلائل مطلقہ کے سوا حدیث نافلہ پر سبیل اولویت ناطق کہ جب ادا ہوا قبل تک محل دعا و مظاہرہ
اجابت ہیں تو واجبات کہ ان سے اعلیٰ و اعظم اور ارضائے الٰہی میں اور فوائد میں کیونکہ اس فضل سے خارج ہوں گے ہل ہذا الا
ترجیح المرجوح ثم اقول بلکہ واقع و نفس الامر کو لحاظ کیجئے تو فریضہ و نافلہ کے لیے ثبوت خاص بعینہ واجبات کے لیے ثبوت خاص ہے
کہ واجب حقیقہ کوئی تیسری چیز نہیں بلکہ انھیں دو طرفوں سے ایک میں ہے جسے شہد فی الثبوت نے مجتہد کے نزدیک ایک امر متوسط
کہو یا صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم جس کے حضور روایت و درایت ظنون و شہادت کو بار نہیں اگر اس کے نزدیک شے مطلوب فی امر شرع
حقیقہ نامور ہے قطعاً فرض در نہ یقیناً نافلہ لاثالث لہما تلویح میں درجہ قول تنقیح افعالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منہا صباح
و مستحب و واجب و فرض تحریر فرمایا یعنی ان فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالنسبۃ الینا تنصفت بذلك بان يجعل الوتر
واجبا علیہ لا مستحباً او فرضاً والا فالثابت عندہ بدلیل یكون قطعياً لا محالۃ حتی ان قیاسہ واجتہادہ ایضاً قطعی
امام محقق علی الاطلاق امامہ الفتح میں فرماتے ہیں اللزوم یلاحظ باعتبارین باعتبار صدورہ من الشارع و باعتبار ثبوته فی
حقنا فملاحظتہ بالا اعتبار الثانی انکان طریق ثبوته عن الشارع قطعياً کان متعلقہ الفرض وان کان ظہیراً کان
الوجوب و لذلک لا یتبیت ہذا القسم اعنی الواجب فی حق من سمع من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشافہۃ مع قطعاً
دلالة المجموع فلیس فی حقہ کلا الفرض او غیر اللزوم من السنۃ فمابعدہا وظہر ہذا ان ملاحظتہ بالا اعتبار الاول
لیس فیہ وجوب بل افرضیۃ او عدم اللزوم اصلاً مملخصاً پس بحمد اللہ بشہادت قرآن و حدیث و اقوال علی ثابت ہوا
کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد و غیر ہر گونہ نماز کے بعد دعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے دہر المطلب ثانیاً اقول و بانہ
التوفیق دعا بنص قرآن و حدیث و اجماع المہ قدیم و حدیثنا عظم مندوبات شرع سے ہے اور اس کے مظان اجابت کی تحریر سنون
و محبوب قال جل ذکرہ ہذا لک دعا ذکر کویا ربہ حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان
لو یکم فی ایام دھر کہم نفحات قتیضوا لہا لعل ان یصیبکم فقہ منہا فلا تشقون بعدہا ابداً بیشک تمہارے رب کے لیے
تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ وقت عطا و بخشش و تجلی و کرم و جود کے ہیں تو انھیں پانے کی تدبیر کر و شاید ان میں سے کوئی وقت
تمہیں مل جائے تو پھر کبھی بد بختی تمہارے پاس نہ آئے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
خود حدیث نے ان اوقات سے ایک وقت اجتماع سلیمین کا نشان دیا کہ ایک گروہ مسلمانان جمع ہو کر دعا مانگے کچھ عرض کریں
کچھ آئیں کہیں کتاب المستدرک علی البخاری و مسلم میں ہے عن حبیب بن مسلمۃ الفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کان حجاب
الدعوة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لا یجتمع ملوؤ فیدعو بعضهم یؤمن بعضهم الا
اجابہم اللہ یعنی حبیب بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مستجاب الدعوات تھے۔ فرماتے ہیں میں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی گروہ جمع نہ ہو گا کہ ان کے بعض دعا کریں بعض آئیں مگر یہ کہ اللہ عز و جل ان کی دعا مقبول فرمائیگی
ہذا علما نے مجمع مسلمان کو اوقات اجابت سے شمار کیا حصین میں ہے و اجتماع المسلمین یعنی مجمع سلیمین کا اوقات اجابت ہے

ہونا حدیث صحاح ستہ سے مستفاد ہے) علی قاری شرح میں فرماتے ہیں ثم کل ما یكون الاجتماع فيه اکثر الجمع والعیدين
وعرفة یتوقع فيه رجاء الاجابة اظهر یعنی جس قدر مجمع کثیر ہوگا جیسے جمعہ وعیدین وغزوات میں اسی قدر امید اجابت ظاہر تر ہوگی
فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے پھر دعائے نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں بلکہ اس کے خلاف کی طلب ثابت خود حدیث سے گزرا حضور
پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور جو ایسا نہ کہے اُس کی ناک کو
ناقص بتایا حالانکہ نماز میں دعائیں ہو چکیں اور وہ وقت چار بار آیا جو اتنا درجہ قرب الہی کا ہے یعنی سجدہ جس میں بالتخصیص حکم دعا تھا
حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اقرب ما یكون العبد من ربه وهو ساجد فاکثر والدعاء سب سے
زیادہ قرب بندے کو اپنے رب سے حالت سجدہ میں ہوتا ہے تو اس میں دعا کی کثرت کرو رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ اگر لفظ سوال نہ بھی ہوں تو تسبیح کہ سجدہ میں ہوتی ہے خود دعا ہے کہ وہ ذکر ہے اور ہر ذکر دعا مولنا علی قاری
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کل ذکر دعاء امام حافظ الدین نسفی کافی شرح وافی کی فصل فی تکیۃ التشریع میں فرماتے ہیں
قال تعالیٰ اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْیَةً مَا کُل ذکر دعاء اس معنی پر فقیر نے اپنے رسالہ ایذان الاذان یحول الوباء میں
میں دلائل واضح ذکر کئے اور اس سے زیادہ کلام ستونی فقیر کے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء میں ہے
امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الدعوات میں باب الدعاء اذا هبط وادیا وضع کیا اور اس میں فرمایا فیہ حدیث جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد الساری میں ہے فیہ ای فی الباب حدیث جابر کا نصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ الساری فی باب
التسبیح اذا هبط وادیا من کتاب الجہاد بلفظ کنا اذا صعدنا کبرنا واذا انزلنا سبحنا هذا اخر الحدیث اھ بحذف السند
دیکھو امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے صرف تسبیح کو دعا ٹھہرایا اور التسبیح اذا هبط وادیا والدعاء اذا هبط وادیا کا ایک مصداق
بتایا تو بات کہ ایسے قرب اہم کے وقت میں نماز میں دعائیں ہو چکیں پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن پر قناعت پسند
نہ فرمائی اور بعد سلام پھر دعا کی تاکید شدید کی۔ علاوہ بریں نماز میں آدمی ہر قسم کی دعائیں مانگ سکتا کما بسط الائمة فی
کتب الفقہیۃ اور حاجت ہر قسم کی اپنے رب جل و علا سے مانگا چاہے اور طلب میں منظر اجابت کی تحری کا حکم اور یہ وقت حکم
احادیث اعلیٰ مظان اجابت سے تو بلا شہد جمع عیدین میں بعد نماز دعا خاص اذن حدیث وارشاد شرع سے ثابت ہوئی اور حکم
فتعرضوا لہا کی تعمیل ٹھہری وہو المقصود ثم اقول اگر مجمع عیدین کے لیے شرع میں کوئی خصوصیت نہ آئی تو اس عموم میں
دخول ثابت تھا نہ کہ احادیث نے اُس کی خصوصیت عظیم ارشاد فرمائی اور اُس میں دعا پر نہایت تحریریں و ترغیب آئی یہاں تک کہ
حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس زمانہ خیر و صلاح میں کہ فتنہ و فساد سے یکسر پاک و منزہ تھا حکم دیتے کہ عیدین
میں کواریاں نوجوانیں اور پردہ نشین خاتونیں باہر نکلیں اور مسلمانوں کی دعائیں شریک ہوں حتیٰ کہ حائض عورتوں کو حکم ہوتا مصلے سے
الگ بیٹھیں اور اس دن کی دعائیں شریک ہو جائیں امام احمد و اصحاب صحاح ستہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تخرج العواتق وذوات الخدور والحیض ویعتزل الحیض المصلے

ولیتھدن الخیر ودعوة المسلمين ووجان کواریاں اور پردہ والیاں اور حائض عورتیں سب عید گاہ کو جائیں اور حیض والیاں عید گاہ سے الگ بیٹھیں اور اس بھلائی اور مسلمانوں کی دعائیں حاضر ہوں (صحیح بخاری کی دوسری روایت ان لفظوں سے ہے قالت کنا نؤمر ان نخرج یوم العید حتی تخرج البکر من خدرها حتی تخرج الحیض فیکن خلف الناس فیکبرن بتکبیرهم ویدعون بدعائهم یرجون بركة ذلك الیوم وطهرته یعنی ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہم عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن باہر جائیں یہاں تک کہ کواری اپنے پردے سے نکلے یہاں تک کہ حیض والیاں باہر آئیں صفوں کے پیچھے بیٹھیں مسلمانوں کی تکبیر پر تکبیر کریں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا مانگیں اس دن کی برکت و پاکیزگی کی امید کریں) امام بیہقی اور ابوالشیخ ابن حبان کتاب الثواب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اذا كانت غداة الفطر بعث اللہ عز وجل الملائكة فی کل بلد (وذكر الحدیث الی ان قال) فاذا برزوا الی مصلا هم فیقول اللہ عز وجل للملائكة (وساق الحدیث الی ان قال) ویقول یا عبادی سلونی فوعزنی وجلالی لا تسألونی الیوم شیئاً فی جمعتکم لآخرتکم الا اعطیتکم ولا لدنیاکم الا نظرت لکم فوعزنی لاسئرن علیکم عثراً تکرم مارا قبتمونی وعزنی وجلالی لا اخزیکم ولا افضحکم بین اصحاب الحدود والنصر فامغفوا لکم قد ارضیتونی ورضیت عنکم (مختصر من حدیث طویل) یعنی حضور پر نور بید یوم النور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب عید کی صبح ہوتی ہے مولیٰ سبحنہ تعالیٰ ہر شہر میں فرشتے بھیجتا ہے (اس کے بعد حدیث میں ان فرشتوں کا شہر کے ہر ناکہ پر کھڑا ہونا اور مسلمانوں کو عید گاہ کی طرف بلانا بیان فرمایا پھر ارشاد ہوا) جب مسلمان عید گاہ کی طرف میدان میں آتے ہیں مولیٰ سبحنہ تعالیٰ فرشتوں سے یوں فرماتا ہے اور ملائکہ اس سے یوں عرض کرتے ہیں پھر فرمایا ربنا ملک و تعالیٰ مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو مانگو کہ مجھے قسم اپنے عزت و جلال کی آج اس گج میں جو چیز اپنی آخرت کے لیے مانگو گے میں تمہیں عطا فرماؤں گا اور جو کچھ دنیا کا سوال کرو گے اُس میں تمہارے لیے نظر کروں گا (یعنی دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو تمہل ہیں اور آدمی اکثر اپنی نادانی سے خیر کو شر سمجھ لیتا ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے لہذا دنیا کے لیے جو کچھ مانگو گے اُس میں بکمال رحمت نظر فرمائی جائے گی اگر وہ چیز تمہارے حق میں بہتر ہوئی عطا ہوگی ورنہ اُس کی برابر بلا دفع کریں گے یاد عار و ذقیامت کے لیے ذخیرہ رکھیں گے اور یہ بندے کے لیے ہر صورت سے بہتر ہے مجھے اپنی عزت کی قسم ہے جب تک تم میرا مراقبہ رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی تاری فرماؤں گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں تمہیں اہل کبار میں نصیب دے دوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے خوش ہوا) فقیر غفر لہ الغنی القدر کہتا ہے اس کلام مبارک کا اول یا عبادی سلونی ہے یعنی اے میرے بندو مجھ سے دعا کرو اور آخر النصر فامغفوا لکم یعنی گھروں کو پلٹ جاؤ کہ تمہاری مغفرت ہوئی (تو ظاہر ہوا کہ یہ ارشاد بعد ختم نماز ہوتا ہے کہ ختم نماز سے پہلے گھروں کو واپس جانے کا

لہ اقول اس حدیث نفیس کا شاہد بروایت امام عقیلی حدیث ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرویات فقیر میں بندہ ضعیف سے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سند موجود ہے (الحمد للہ رب العالمین)

حکم ہرگز نہ ہوگا تو اس حدیث سے مستفاد کہ خود رب العزت جل و علا بعد نماز عید میلانوں سے دعا کا تقاضا فرماتا ہے پھر وائے بد بختی اسکی جو ایسے وقت پہل ان کو اپنے رب کے حضور دعا سے روکے سُأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ اُمِّينَ (ثالثاً) اَقُولُ وَاَشْهَدُ التَّوْفِيقَ - ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم باسانید صحیحہ جیدہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو داؤد و دارمی و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و سلم حضرت ابو ہریرہ سلمی رضی اللہ عنہ اور نسائی و طبرانی بسند صحیح و ابن ابی الدنیا اور حاکم بافادہ نصیح حضرت جبریل مطہم رضی اللہ عنہ اور نسائی و حاکم بصری نصیح و ابوالقاسم طبرانی باسانید جیدہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نسائی و ابن ابی الدنیا و حاکم و بیہقی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فِي مَجْلِسٍ فَلَا يَبْرَحُ مِنْهُ حَتَّى يَقُولَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ اَعْتَظِرُكَ وَتُبْ عَلَيَّ فَإِنَّكَ أَنْتَ خَيْرُكَانٍ كَالطَّابِعِ عَلَيْهِ وَإِنْ كَانَ مَجْلِسُ لَعْنُونَ كَفَارَةً لِمَا كَانَ فِي ذَلِكَ الْمَجْلِسِ حِينَ تَمَّ مِنْهُ كَوْنِي كَيْسِي جَلَسَ فِيهِ بَيْتُهُ تَوَزَّعُوا وَهَذَا مِنْهُمْ جَبَّ تَحْتَهُ رُبُّهُمْ أَوْ تَبَرَّعُوا تَعْرِيفَ بِيَا لَاتَاهُ يَوْمَ تَبْرَأُ سِوَا كَوْنِي سِجَامُ بَعْدَ نَفْسٍ مِيرَ كَنَاهُ مَجْشُورٌ مَجْشُورٌ (دے) کہ اگر اس جلسے میں اُس نے کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ دعا اُس پر مہر ہو جائے گی اور اگر وہ جلسہ لعنہ کا تھا تو کچھ اُس میں گزرا یہ دعا اُس کا کفارہ ہو جائے گی) یہ لفظ بہ روایت امام ابوبکر بن ابی الدنیا حدیث جبریل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یوں ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِذَا جَلَسَ مَجْلِسًا يَقُولُ فِي أَخْرِهِ إِذَا ارَادَ أَنْ يَقُومَ مِنَ الْمَجْلِسِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی جلسہ فرماتے تو اُس کے ختم میں اُٹھتے وقت یہ دعا کرتے (تیری پاکی بولتا اور تیری حمد میں مشغول ہوتا ہوں اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی سخی عبادت نہیں میں تیری مغفرت مانگتا اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں) اسی طرح رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں لفظ ارلادن بچھڑ ہے یعنی جب اُٹھنا چاہتے یہ دعا فرماتے) اور انھوں نے بعد الفاظ مذکورہ دعا میں اتنے لفظ اور زائد کیے عملت سوء وظلمت نفسي فاعف لي انہ لا یغفر الذنوب الا انت میں نے برائی اور اپنی ہی جان کو آزار پہنچایا اب میری مغفرت فرما دے بیشک تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں) حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا میں مثل حدیث ابو ہریرہ ہے اُس میں بھی ارشاد ہوا قال قبل ان يقوم من مجلسه کھڑے ہونے سے پہلے یہ دعا کر لے) غرض اس حدیث صحیح مشہور علی اصول المحدثین میں جسے امام ترمذی نے حسن صحیح اور حاکم نے بشرط مسلم صحیح اور منذری نے جید الاسانید کہا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام ارشاد و ہدایت ولی و فعلی فرماتے ہیں کہ آدمی کوئی جلسہ کرے اُس سے اُٹھتے وقت یہ دعا ضرور کرنی چاہیے کہ اگر جلسہ خیر کا تھا تو وہ نیکی قیامت تک سر بہر محفوظ رہے گی اور لعنہ کا تھا تو وہ لعنہ باذن اللہ محو ہو جائے گا تو لفظ و معنی دونوں کی رو سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان کو ہر نماز کے بعد بھی اس دعا کی طرف ارشاد فرمایا گیا ہے جہت لفظ سے تو یوں کہ مجلس نکرہ بیان شرط میں واقع ہے تو عام ہوا تخصیص الجامع البکیر میں ہے النکرة في الشرط نعم وفي الجزاء تخص كهي في النفي والا ثبات جامع صغير میں ہے انه نكرة في موضع الشرط وموضع الشرط نفی والنکرة في النفي نعم مع هذا اسماء شرط خود سب صورتوں کو

عام ہوتے ہیں امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں اذا عام فی الصور علی ما هو حال اسماء الشرط تو قطعاً تمام صلوات فیض
 دو اجبہ و نافلہ کے جیسے اس حکم میں داخل اور ادعائے تخصیص بے تخصیص محض مردود و باطل اور جہت معنی سے یوں کہ جلسہ خیر سے
 اُسٹے وقت دعا کرنا اُس خیر کے حفظ و نگاہداشت کے لیے ہے تو جو خیر جس قدر کبر و اعظم اُسی قدر اُس کا حفظ ضروری و اہم اور بالمشہ
 خیر نماز سب چیزوں سے افضل و اعلیٰ تو ہر نماز کے بعد اس دعا کا مانگنا مکروہ نہ ہو یا رب مگر نماز عیدین نماز نہیں یا اُس کے حفظ کی
 جانب نیاز نہیں یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ ہمارا یہ ارشاد و ارائے عیدین یا ماسوائے نماز میں ہے یا اُسکے
 عید یہ دعا نہ کرنا سخن اللہ میں جلسہ صلوات کا اس حکم میں داخل عموم لفظ و شہادت معنی سے ثابت کرتا ہوں خود حدیث ام المؤمنین صدیقہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں نہ ذکر کروں جس میں صاف تصریح کہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس جلسہ نماز کو
 اس حکم میں داخل فرمایا خرینج حدیث تو اوپر سن چکے کہ نسائی و ابن ابی الدنیا و حاکم و بیہقی نے روایت کی اب لفظ سننے سنائی
 کی نوع من الذکر بعد التسلیم میں ہے عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کان اذا جلس مجلساً او صلی تکلم بکلمات فساءلته عائشہ عن الکلمات فقال ان تکلم بخیر کان طابعا علیہن الی یوم القیۃ
 وان تکلم بشر کان کفارة له سبحانک اللہم و محمدک استغفرک و اقرب الیک یعنی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 فرماتی ہیں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں بیٹھے یا نماز پڑھتے کچھ کلمات فرماتے ام المؤمنین نے وہ کلمات
 پوچھے فرمایا وہ ایسے ہیں کہ اگر اس جلسہ میں کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ قیامت تک اُس پر ہر ہو جائیں گے اور بُری کہی ہے تو کفارہ
 اُسی میں تیری تسبیح و حمد بجالاتا اور تجھ سے استغفار و توبہ کرتا ہوں) پس بعد اللہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ نماز عیدین کے بعد دعائیں
 کی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی لفظ لا یدرحن بنون تاکید ارشاد ہوا بلکہ انصاف کیجیے تو حدیث ام المؤمنین
 صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ذوالکرم و علیہا وسلم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعد نماز عیدین دعا مانگنا بتا دہی ہے کہ صلے زیر اذا
 داخل تو ہر صورت نماز کو عام و شامل اور منجود صور نماز عیدین تو حکم مذکور انہیں بھی متناول پس یہ حدیث جلیل بجا اللہ خاص جزئیہ کی
 تصریح کامل (رابعا) اقول و باللہ التوفیق ان سب سے قطع نظر کیجیے تو دعا مطلقاً اعظم مندوبات دینیہ و اجل مطلوبات شرعیہ ہے
 کہ شارع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بے تقید وقت و تخصیص ہیأت مطلقاً اُس کی اجازت دی اور اُس کی طرت دعوت فرمائی
 اور اُس کی تکثیر کی رغبت دلائی اور اُس کے ترک پر وعید آئی مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ رَبُّکُمْ اَدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ تَعَالٰی
 رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا اور فرماتا ہے اُجِیْبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا عِن قَبْلِ کَرْتَا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب
 مجھے پکارے حدیث قدسی میں فرماتا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بَنِیْ وَاَنَا مَعَهُ اِذَا دَعَا عِنِّیْ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں
 اور میں اُس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ عن
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ عزوجل اور فرماتا ہے یَا اِبْنَ اٰدَمَ اِنَّکَ مَا بَعَثْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی
 مَا کَانَ مِنْکَ وَلَا اُبَآلِیْ اے فرزند آدم تو جب تک مجھ سے دعا مانگے جائے گا اور امید رکھے گا میرے کیسے ہی گناہ ہوں بخش رہوں گا

اور کچھ کچھ پر رواہ ہیں رواۃ الترمذی وحسنہ عن انس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ
تبارک وتعالیٰ اور فرماتا ہے عز وجل مَنْ لَا يَدْعُوْنِيْ اَغْضِبْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَمُوتُ مِمَّنْ دَعَاكَ كَيْسَ كَايَسٍ اُس پر غضب فرماؤں گا رواۃ
العسکری فی المواعظ بسند حسن عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ تعالیٰ وقدس احادیث
مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس باب میں سرحد تواتر پر خیمہ زن ایک جملہ صالحہ ان سے حضرت خاتم المحققین شام المدینین سیدنا
الوالد قدس سرہ الماجد نے رسالہ مستطابہ **احسن الوعایا** میں ذکر فرمایا اور فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے اسکی
شرح سے بہ ذیل **المدد علی احسن الوعایا** میں ان کی تحریجات کا پتا بتایا باقی کتاب الترغیب امام منذری و حسن حصین
امام ابن الجوزی وغیرہما تصانیف علی ان احادیث کی کفیل ہیں میں بخوف اطاعت احادیث فضائل سے عطف عنان کر کے صرف
اُن بعض حدیثوں پر اقتصار کرتا ہوں جن میں دعا کی خاص تاکید یا اُس کے ترک پر تنبیہ یا اُس کی تکثیر کا حکم الہیہ ہے حدیث ۱
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم عباد اللہ بالدعاء خدا کے
بند و دعا کو لازم پکڑو رواۃ الترمذی مستفی باوالمحاکمہ و صحیحہ حدیث ۲ زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں صلوا علی و اجتهدوا فی الدعاء مجھ پر درود بھیجو اور دعائیں کوشش کرو رواۃ
الاعمام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر وابن سعد وسموہ والغوی والباوردی وابن قانع حدیث ۳ انس رضی اللہ
تعالیٰ کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تجھروا فی الدعاء فانه لن یجھل مع الدعاء احد دعا
میں تقصیر نہ کرو کہ جو دعا کرتا ہے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا رواۃ ابن حبان فی صحیحہ والمحاکمہ و صحیحہ حدیث ۴ جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تدعون اللہ لیکم وھذا کم فان الدعاء صلاح
العثمن رات دن خدا سے دعا مانگو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے رواۃ ابویعلیٰ حدیث ۵ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کی حدیث میں ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر الدعاء بالعافیۃ عافیت کی دعا اکثر مانگو رواۃ المحاکمہ
بسند حسن حدیث ۶ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر من الدعاء
فان الدعاء یدل القضاء المبرم دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضاے مبرم کو دکرتی ہے اخرج ابوالشیخ فی الثواب اس حدیث کی شرح فقیر کے
رسالہ **ذیل المدعایا** میں دیکھیے حدیث ۷ و عبادہ صامت و ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے
ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی فضیلت ارشاد فرمائی صحابہ نے عرض کی اذا نکثر ایسا ہے تو ہم دعا کی کثرت
کریں گے فرمایا اللہ اکثر اللہ عز وجل کا کرم بہت کثیر ہے و فی الروایۃ الاخری اللہ اکبر بہت بڑا ہے رواۃ الترمذی والمحاکمہ
عن عبادۃ و صحیحہ واحمد والبیہار و ابویعلیٰ باسانید جیدۃ والمحاکمہ وقال صحیح الاسناد عن ابی سعید رضی اللہ
تعالیٰ عنہما حدیث ۹ واسلمان فارسی و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے
ہیں من سرہ ان یتجیب اللہ له عند الشدائد فلما کثر من الدعاء عند الرخاء جے خوش آئے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں میں

اُس کی دعا قبول فرمائے وہ نرمی میں دعا کی کثرت رکھے دعاہ الترمذی عن ابی ہریرۃ والحا کہ عنہ وعن سلمان وقال صحیح
واقروہ حدیث ۱۱ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یسأل
اللہ ینضب علیہ جو اللہ تعالیٰ سے دعا ذکر کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر غضب فرمائے گا رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والبخاری فی الاذکار
المطہرہ والترمذی وابن ماجہ والبیہار وابن حبان والحا کہ صحیحہ ایسا المسلمون تم نے اپنے مولیٰ جل و علا اور اپنے رسول اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سننے اُن میں کہیں بھی تخصیص و تقید کی ہو ہے یہ تو بار بار فرمایا کہ دعا کرو کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں نماز
کے بعد ذکر کرو یہ تو صاف ارشاد ہوا ہے کہ جس وقت دعا کرو گے میں سنوں گا کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں وقت کرو گے تو نہ سنوں گا۔ یہ تو
بتائید بار بار حکم آیا ہے کہ دعا سے عاجز نہ ہو دعا میں کوشش کرو۔ دعا کو لازم پکڑو۔ دعا کی کثرت رکھو۔ آت دن دعا لگو کہیں
یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز کے بعد نہ مانگو۔ یہ تو ڈر سنا گیا ہے کہ جو دعا مانگے گا اُس پر غضب ہوگا کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز
کے بعد جو مانگے گا اُس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا اور جب کہیں نہیں تو خدا و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو
عام و مطلق رکھا دوسرا اُسے مخصوص و مقید کرنے والا کوں خدا و رسول عز مجیدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع فرمایا دوسرا
اُسے منع کرنے والا کوں۔ قال تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنْهَتْ أَلْسِنَتُهُمْ الْكُذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَقْتُلُوا عَلَى اللَّهِ
الْكُذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَقْتُلُونَ عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ لَا يَقْلِبُونَهُ ۝ اصل یہ ہے کہ ان الحکم اَکَا اللہ حکم صرف خدا ہی کے لئے
ہے جس چیز کو اُس نے کسی ہیأت خاصہ محل بعین سے مخصوص اور اُس پر مقصور و محصور فرمایا اُس سے تجاوز جائز نہیں جو تجاوز کرے گا
دین میں بدعت نکالے گا اور جس چیز کو اُس نے ارسال و اطلاق پر رکھا ہر گز کسی ہیأت و محل پر متعین نہ ہوگی اور ہمیشہ اپنے اطلاق ہی
پر رہے گی جو اس سے بعض صورت کو جدا کرے گا دین میں بدعت پیدا کرے گا ذکر و دعا اسی قبیل سے ہیں کہ زہار شرع مطہر نے انہیں
کسی قید و خصوصیت پر محصور نہ فرمایا بلکہ عموماً و مطلقاً ان کی تکریر کا حکم دیا۔ دعا کے بارے میں آیات و حدیث سن ہی چکے اور دلائل مطلقہ
تکریر ذکر جنہیں اس سلسلہ شمار میں (خاصاً) کہیے کہ ہر دعا بالبداء ہوتی ہے اور اُس پر عمل نے تخصیص بھی فرمائی ہو لانا
قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کل دعاء ذکر تو اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہا اجازت عامہ کے دلائل ہیں کہ تمہیں افراد اعم
یا سادی لاجرم تقسیم افراد اخص مساوی ہے کما لا یخفی ان دلائل جلائل کا دفر کامل حد احصا کا طرف مقابل فقیر غفر لہ المولی
القدریر نے اپنے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول مالو باء میں اس مدعا پر بکثرت آیات و احادیث لکھیں ازاں بعد حدیث
حسن ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر وا ذکر اللہ حتی یقولوا یحییون ذکر الہی
کی یہاں تک کثرت کر کہ لوگ مجنون بنائیں و حدیث حسن عبد اللہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا لا یزال لسانک رطباً من ذکر اللہ ہمیشہ ذکر الہی میں تر زبان رہ۔ حدیث جیدہ اسناد اہم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اکثری من ذکر اللہ فانک لا تبین لشی احب الیہ من کثرة ذکرہ اللہ کا ذکر

لے ذکر اعم صرف تکریر کا ہے در زبان کر کہ دوسری طرف سے ہی کہیے ہے تو دعا ذکر قطعاً مساوی ادباً اتحاد اولہ اور ہی وضع و جل ۱۲ منہ

بکثرت کر کہ تو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو خدا کو اپنی کثرت ذکر سے زیادہ پیاری ہو و حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یكثر ذکر الله فقد برئ من الايمان جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزگوار ہے و حدیث صحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدکر اللہ تعالیٰ علی کل احیاء و حیوانہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ذکر خدا فرمایا کرتے الی غیر ذلک من الاحادیث والاثر یہاں صرف بعض آیات اور ان کی تفسیروں پر اقتصار ہوتا ہے جو معلوم تمامی اوقات و احوال میں نص ہیں ایت اقال جل ذکرہ فاذکر اللہ قیاماً و قعوداً و علی جوفکم اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کمرؤں پر بیٹائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمیع احوال میں ذکر الہی و دعا کی مداومت کرو۔ بیضاوی میں ہے داوموا علی الذکر فی جمیع الاحوال بدارک میں ہے ای داوموا علی ذکر اللہ تعالیٰ فی جمیع الاحوال ارشاد اعلیٰ السلام میں ہے داوموا علی ذکر اللہ تعالیٰ و حافظوا علی مراقبتہ و مناجاتہ و دعائہ فی جمیع الاحوال ایت ۲ قال عزاسمہ یا ایہا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً اے ایمان والو اللہ کا ذکر بکثرت کرو۔ علامہ الہ جو مفسر ابو السعود ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں یعبر الاوقات و الاحوال بآیت تمام اوقات و احوال کو عام ہے ایت ۳ قال تعالیٰ شانہ فاذکر اللہ کذا کرکما اباکم اذ اشد ذکر اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ امام شافعی کا کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں اریدہ ذکر اللہ تعالیٰ فی الاوقات کلھا اس آیت سے یہ مراد کہ ذکر الہی جمیع اوقات میں کرو ایت ۴ قال تبارک مجدہ فاذکر اللہ کثیراً اور بکثرت خدا کا ذکر کرو۔ معالم میں ہے فی جمیع المواطن علی السراء والضراء تمام مواضع میں خوشی و تکلیف میں ایت ۵ قال تقدس اوصافہ والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعد اللہ لھنم مغفرۃ و اجر عظیم خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتوں کے لیے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ و ماہشت بالسنہ میں لکھتے ہیں لا یخفی ان الذکر و التسبیح و التہلیل والدعاء لا یاس بہ لانھا مشروعۃ فی کل الامکنۃ و الا زمان و شیعہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و دعا میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں تو ہر جگہ اور ہر وقت شروع ہیں۔ اللہ اللہ کیا ستم جری ہیں وہ لوگ کہ قرآن و حدیث کی ایسی نام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی خواہی بندگان خدا کو اس کی یاد و دعا سے روکتے ہیں حالانکہ اس نے ہرگز اس دعا سے ممانعت نہ فرمائی قل اللہ اذن لکم بھذا آم علی اللہ تفترون و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پس مجھ اللہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ دعائے مذکور فی السؤال قطعاً جائز و مندوب اور اس سے ممانعت محض ہے اصل و باطل و معیوب و الحمد للہ ہادی القلوب و الصلوۃ و السلام علی شیخ الذنوب و اللہ و صحبہ علی الصیوب ما تنادب الشمس الطلوع و الغروب امین العید الثانی و بجزو الجیب حصول الکامافی پہلے وہ فتویٰ پیش نظر رکھ لیجیے کہ مستدین کا حاصل سنی و مبلغ وہم ظاہر ہو ماسا اس فتوے میں جواز و عدم جواز کی اصلاح بحث نہیں نہ سائل نے اس سے پوچھا نہ عجیب نے ناجائز لکھا بلکہ سوال یوں ہے ما قولہم رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام

اور اصحاب و تابعین و تبع تابعین و امہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بعد نماز عیدین کے دعا مانگتے تھے یا بعد پڑھنے خطبہ عیدین کے کھڑے کھڑے یا بیٹھ کر اور ہاتھ اٹھا کے یا بدون ہاتھ اٹھائے بنیاداً فتوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ بحسن المآب اور جواب یہ ہوا المصوب روایات حدیث سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید سے فراغت کر کے خطبہ پڑھتے تھے اور بعد اس کے معاودت فرماتے دعا مانگنا بعد نماز یا خطبہ کے آپ سے ثابت نہیں اسی طرح صحابہ کرام و تابعین عظام سے ثبوت اس امر کا نظر سے نہیں گذرا۔ واللہ اعلم۔

حررہ الراحمی عھد بہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والحقفی

محمد عبدالحی
ابوالحسنات

اقول وبالله التوفیق وبہ العروج علی اوج التحقيق قطع نظر اس سے کہ یہ فتوے محل احتجاج میں کہاں تک پیش ہو سکتا ہے حضرات مانعین کو ہرگز مفید نہ ہمیں مضرب جواز و عدم کا تو اس میں ذکر ہی نہیں سائل و مجیب دونوں کا کلام ورود و عدم ورود میں ہے پھر مجیب نے صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونے پر جزم بھی نہ کیا صرف اپنی نظر سے نہ گزرنا لکھا اور ہر مائل جانتا ہے کہ نہیں اور نہ دیکھا میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ اُن کے جو کار ہا ہر ان فن حدیث میں بارہا فرماتے ہیں ہم نے نہ دیکھی اور دوسرے محدثین اُس کا پتہ دیتے ہیں فقیر نے اس کی متعدد مثالیں اپنے رسالہ صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین میں ذکر کیں پھر یہ نہ دیکھنا بھی مجیب خاص اپنا بیان کر رہے ہیں نہ کہ اللہ شان نے اس طرح کی تصریح فرمائی کہ ایسا ہوتا تو نظر سے نہ گزرا کے عوض اس امام کا ارشاد نقل کرتے خصوصاً جبکہ سائل درخواست کر چکا تھا کہ بنیاداً فتوا بسند الکتاب تو آج کل کے ہندی علما کا نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل کیونکر ہو سکتا ہے آخر نہ دیکھا کہ فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے حدیث صحیحہ سے اُس کا نص سرخ اللہ تابعین قدس اسرار ہم سے واضح کر دیا واللہ شد رب العالمین پھر خصوص جزیرہ سے قطع نظر کیجیے جس کا التزام عقلاً و نقلاً کسی طرح ضرور نہیں جب تو فقیر نے خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح اس کا ثبوت روشن کیا منصف غیر متعصب اس کی قدر جائے گا واللہ شد والمنہ پھر سوال میں تبع تابعین و امہ اربعہ سے بھی استفسار تھا مجیب نے اُن کی نسبت اُس قدر بھی نہ لکھا کہ نظر سے نہ گزرا اب خواہ اُن سے ثبوت نہ دیکھا یا پوری بات کا جواب نہ ہوا بہر حال محل نظر و استناد مستند صرف اس قدر کہ مجیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی ثبوت کرنے میں ہیں اور تقریب یہ کہ حدیثوں میں صرف بعد نماز خطبہ اور بعد خطبہ معاودت کا ذکر ہے و بس۔ اس کلام کے لیے دو محل ہیں ایک یہ کہ حدیثوں میں ہی وارد ہے کہ نماز کے متصل خطبہ اور خطبہ کے متصل معاودت فرماتے تو دعا کا وقت کونسا رہا اس تقدیر پر ثبوت عدم کا ادعا ہوگا دوسرے یہ کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ و معاودت کا ذکر ہے دعا مذکور نہیں یہ عدم ثبوت کا

دعویٰ ہوگا اور کلام مجیب سے یہی ظاہر ہے کہ ثابت نہیں کہتے ہیں نہ کہ نہ کرنا ہی ثابت ہے اور لفظ اسی قدر معلوم ہوتا ہے بھی اسی طرف
ناظر کہ اگر اس سے اثبات عدم مقصود ہوتا تو طرز ادایہ حتیٰ کہ حدیثوں سے صاف ثابت کہ نماز و خطبہ و معاودت میں فصل نہ تھا پس
دعا نہ مانگنا ثابت ہوا یا نہ نہ شاید حضرات مانعین اپنے نفع کے گمان سے کلام مجیب کو خواہ مخواہ محل اول پر حمل کریں لہذا فقیر غفر اللہ لہ
القدر دونوں محل پر کلام کرتا ہے و بالشر التوفیق (محل اول) پر یہ کلام خود ہی بوجہ کثیرہ باطل (اولا) یہ تو اصل کسی حدیث میں
نہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیرتے ہی بغور حقیقی معاً خطبہ فرماتے تھے اور خطبہ ختم فرماتے ہی بے فصل آنے
فوراً واپس تشریف لاتے غایت یہ کہ کسی حدیث میں فائے تعقیب آنے سے استدلال کیا جائے مگر وہ ہرگز اتصال حقیقی پر مال نہیں
کہ دو حرف دعا سے فصل کی مانع ہو فواجہ شرح مسلم میں فرمایا الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب من غیر مہلۃ و تراخ یعد
فی العرف مہلۃ و صحیحہ تراخ یا ہذا یہ ترقیقات ضیقہ فلسفہ نہیں محاورات صافیہ عرفیہ ہیں اگر زید وعدہ کرے نماز پڑھ کر فوراً
آتا ہوں تو نماز کے بعد معمولی دو حرفی دعا ہرگز عرفاً و شرعاً مبطل فوراً و موجب خلاف وعدہ نہ ہوگی مسئلہ سجود تلاوت صلاۃ میں سنا ہی ہوگا
کہ دو آیتیں بالاتفاق اور عین علی الاختلاف قاطعہ و زہنیہ (ثانیاً) دعا تاج ہے اور قرائع فاصل نہیں ہوتے واجبات میں ضم سموت
شنا ہوگا مگر آئین فاصل نہیں کہ تاج فاتحہ ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تسبیح حضرت بول زہر اصلو اطہر
وسلام علی ابہا الکریم و علیہا کی نسبت فرمایا معصبات لا یغیب قائلہن کچھ کلمات نماز کے بعد بلا فاصلہ کہنے کے ہیں جن کا کہنے والا امر لو
نہیں رہتا رواہ احمد و مسلم و الترمذی و النسائی عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ینعم علیا فرماتے ہیں اگر سنن بعدیکہ
بعد پڑھے تعقیب میں فرق نہ آئے گا کہ سنن قرائع فرائض سے ہیں درختا میں ہے یکوہ تاخیر السنۃ الا یقدر اللہ ما انت السلامۃ الخ
رد المحتار میں ہے لہذا رواہ مسلم و الترمذی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم لا یقعد الا یقعد اما یقول اللہ ما انت السلامۃ و ما انت السلامۃ تبارک ما ذا الحلال واکا کرام واما ما ورو عن الاحادیث
فی الاذکار عقب الصلاة فلا دلالة فیہ علی الاثنان بل یجعل علی الاثنان بما بعد ہا لان السنۃ من لواحق
الفریضۃ و تابعها و مکملہا تھا فلن تکن اجنبیۃ عنہا فما یفعل بعد ہا یطعن علیہ انہ عقب الفریضۃ (ثالثاً) مانا کہ
مفاد فاصل حقیقی ہے تاہم خوب متنبہ رہنا چاہیے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے توبہ عید کی نماز میں بھی ہیں
تو احادیث متعددہ و قانع متعددہ پر محمول ہونا ممکن ہیں اگر ایک حدیث صلوۃ خطبہ اور دوسری خطبہ و انصراف میں وقوع اتصال پر
دلائل کرے اصلاً بکار آمد نہیں کہ ایک بار بعد خطبہ دوبارہ بعد نماز دعا کا عدم ثابت نہ ہوگا مگر مقصود سے منزلوں دور ہے کہ لا یجتنی
(راجعاً) مسلم کہ ایک ہی حدیث میں دونوں اتصال مصرح ہوں تاہم بلفظ دوام تو اصلاً کوئی حدیث نہ آئی و من یومع فی جلیہ
البيان اور ایک آدمہ جگہ جملہ فخطب فغاد ہو بھی تو واقعہ حال ہے اور وقائع حال کے لیے عموم نہیں کما فیضوا علیہ اور ہم
قائل وجوب و لزوم نہیں کہ ترک مرتبہ ہمارے منافی ہو اور اگر لفظ کان یصلی فیخطب فیعود بھی فرض کر لیں تو ہونا اس کا کجا پر
دلیل ہونا محل نزاع نہ کہ دوام خود مجیب اپنے رسالہ غایتہ المقال میں کلام حافظ ابو زرعہ عراقی ان فی الصحیحین وغیرہما

عن سعید بن یزید قال سألت انس بن مالك كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي في فطرية فقال نعم وظاهره ان هذا كان شأنه وعادته المستمرة دائماً الخ نقل کر کے لکھتے ہیں ما ذکره من دلالة حديث انس على كون العادة النبوية مستمرة بالصلاة في النعال منظور فيه لعدم وجود ما يبدل عليه فيه ولعله استخرج من لفظ كان وهو استخراج ضعيف لما نص عليه الامام النووي في كتاب صلاة الليل من شرح صحيح مسلم من ان لفظ كان لا يدل على الاستمرار والدوام في عرفهم اصلاً اس سلسلہ کی تمام تحقیق فقیر کے رسالہ التاج المکمل فی انارة مدلول کان بفعل میں ہے (خاصاً) یہ سب تو بالائی کلام تھا احادیث پر نظر کیجیے تو وہ ادھر ہی کچھ اظہار فرمائی ہیں صحاح ستہ وغیرہ خصوصاً صحیحین میں روایات کثیرہ بلقط ثمر دارو ثمر فاصلہ وملت چاہتا ہے تو ادعا کر احادیث میں اتصال ہی آیا محض غلط بلکہ حزن اتصال اگر وہ ایک حدیث میں ہے تو کلمہ انفصال آٹھ دس میں اب روایات سنئے۔ **حدیث ۱** صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے واللفظ لمسلم قال شهدت صلاة الفطر مع نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم وابي بكر وعمر وعثمان رضي الله تعالى عنهم فكلهم يصليها قبل الخطبة ثم يخطب **حدیث ۲** صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يصلي في الاضحية والفطر ثم يخطب بعد الصلاة **حدیث ۳** اسی کے باب استقبال الامام الناس فی خطبة العيد میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے خروج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم اضحى فضلى العيد ركعتين ثم اقبل علينا بوجه وقال الحديث **حدیث ۴** اسی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى يوم الفطر ثم يخطب الحديث **حدیث ۵** اسی میں حضرت جندب بن عبد اللہ بن جلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے صلى بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم الفطر ثم يخطب ثم ذبح **حدیث ۶** جامع ترمذی میں باقائدہ تحمین و تصحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وابو بكر وعمر يصليون في العيد ركعتين قبل الخطبة ثم يخطبون **حدیث ۷** سنن نسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يخرج يوم العيد فيصلي ركعتين ثم يخطب يراى حديثه ظاهراً كوني حين كان حضوره نور سيد عالم صلى الله تعالى عليه وسلم اصد صدق وعثمان غنى رضي الله تعالى عنهم نامة عيد بن كاسلام يهيم ككچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے **حدیث ۸** صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے واللفظ البخاري كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يخرج يوم الفطر ولا اضحى الى المصلى فاول شيء يبذره الصلاة ثم ينصرف فيقوم مقابل الناس والناس جلوس على صفوفهم فيعظهم ويوصيهم فان كان يريد ان يقطع بعثاً قطعه او يامر بشئ امر به ثم ينصرف يهيم خطبته وعاودت میں فصل بتاتی ہے **حدیث ۹** بخاری و سلم و دارمی و ابو داود و نسائی و ابن ماجہ حضرت جر اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال خرجت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم فطرا و اضحى فضلى ثم خطب ثم اتى النساء فوعظهن

و ذکر ہن وامرہن بالصدقة یہ حدیث دونوں جگہ فصل اظہار کرتی ہے۔ سخن اللہ پھر کیونکر ادا کر سکتے ہیں کہ نماز و خطبہ و معاودت میں ایسا اتصال رہا جو عدم دعا پر دلیل ہوا اگر کیسے شعر کہی مجاز بحالت عدم اہلت بھی آتا ہے قال الشاعر
کھزا الردی تحت العجاج جوی فی الکنا بید شمر اضطرب

اقول تم استدلال ہو اور استدلال کو احتمال کافی نہیں خصوصاً خلاف اصل کہ لا یخفی علی ذی عقل متہذات بارہا مجرد ترتیب بے معنی اتصال و تعقیب کے لیے آتی ہے امام جلال الدین سیوطی اتقان میں زیر بیان فرماتے ہیں قد تبیحی لموجود الترتیب نحو فراغ الی اہلہ فجاء یخفی سبب ۵ فقرۃ ۶ الیہم فاقبلت امرأۃ فی صرۃ فصکت وجہہا۔ قالہ اچرات و خیراۃ قالہ لایات بلکہ سلم الثبوت میں ہے الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب ولو فی الذکر تو ایک کثرت کا مجرد ترتیب یا ترتیب فی الذکر مجاز پر حمل اولیٰ ہے یادس شعر کا مجاز پر (سادسا) یہ عدم فصل بطور سلب عموم لیتے ہو تو ہمیں کہا مضبوط نہیں کیا مفید کہ ہمیں ایجاد کلی کی ضرورت نہیں جو سلب جزئی ہمارے خلاف ہو اور بطور عموم سلب تو دونوں جگہ اس کا بطلان ثابت و واضح۔ صحیح حدیثیں تنصیف کر رہی ہیں کہ بالیقین دونوں جگہ فصل واقع ہوا نماز و خطبہ میں وہ حدیث (۱۰) کا بوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی واللفظ لابن ماجہ قال حضرت العید مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی بنا العید ثم قال قد قضینا الصلاۃ فمن احب ان یجلس للخطبة فلیجلس ومن احب ان یدہب فلیدہب میں عید میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا حضور نے نماز عید پڑھائی پھر فرمایا ہم نماز تو پڑھ چکے اب جو سننے کے لیے بیٹھنا چاہے بیٹھے اور جو جانا چاہے چلا جائے اگر شعر کا خیال بھی کیجیے تو یہ کلام نماز و خطبہ کے درمیان فاصل تھا تو ہمیشہ اتصال حقیقی ہونا باطل ہوا اور خطبہ و معاودت میں تو فصل کی یہی حدیث ہم سے ثابت جو عنقریب گزری جس کی ایک روایت بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی کے یہاں یوں ہے صلے (یعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثم خطب ثم لقی النساء ومعہ بلال فوعظھن و ذکرھن وامرھن بالصدقة فزاینھن یمھدین باید یمھن یقذفنہ فی ثوب بلال ثم انطلقن ہو و بلال الی بیتہ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی پھر بعدہ خطبہ فرمایا پھر بعد ازاں صفوت زنان پر تشریف لاکر انھیں وعظہ و ارشاد کیا اور صدقہ کا حکم دیا تو میں نے دیکھا کہ بی بیائیں اپنے ہاتھوں سے گناہ اتار اتار کر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاعر نبوت کو تشریف فرما ہوئے دیکھو خطبہ کے کتنی در بعد معاودت ہوئی یہ وعظہ و ارشاد کہ بی بیوں کو فرمایا گیا جز خطبہ نہیں بلکہ اس سے جدا ہے صحیحین میں روایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صاف فرماتی ہے کہ شعر خطب الناس بعد فلما فرغ نبی اللہ صلی اللہ

۱۰ اقول یہ حدیث صحیح ہے رواہ ابوداؤد عن محمد بن الصباح البرز صدف والنسائی عن محمد بن یحییٰ بن ایوب ثقہ وابن ماجہ عن ہشام بن عبد الوہاب صدوق وعمر بن رافع البجلی ثقہ ثبت کلہم قالوا ثنا الفضل بن موسیٰ ثقہ ثبت ثنا ابن جریر عن عطاء و ہامان ہامان عبد اللہ بن المسائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما لا بایہ صحبتہ فتصویب و س و ابن معین ارسلہ غیر متاثر عندنا بعد ثقہ الرجال فالحدیث صحیح علی اصلہا ۱۱

تعالیٰ علیہ وسلم نزل فاتی النساء فذا کوھن الحدیث یعنی پھر بعد نماز حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا جب ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے اتر کر بی بیوں کے پاس تشریف لائے اور انھیں تذکیر فرمائی۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں ناقل ہذا الروایۃ مصححہ بان ذلک کان بعد الخطبۃ امام نووی مناج میں فرماتے ہیں۔ انما نزل الیھن بعد فراع خطبۃ العید پس بحمد اللہ تعالیٰ ماہم ماہ دہریم و ذکی طرح روشن ہوا کہ اس تقریر سے عدم دعا کا ثبوت چاہتا محض ہوس خام اور اس محل پر یہ کلام خود باطل و بے نظام کا الحمد للہ ولی الا فہام۔ اب (محل دوم) کی طرف چلیے جس کا یہ حاصل کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ کا ذکر ہے ان کے بعد ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعا مانگنا مذکور ہوا اقل یہ حضرت مافین کے لیے نام کو بھی مفید نہیں سائل نے اس فعل قاصر بخصیصہ خاصہ کا یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صد در پوچھا تھا کہ اس طور پر ہوا۔ اس کا جواب یہی تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس فعل خاص کی نقل جزئی نظر سے نہ گزری مگر اسے عدم جواز کا فتویٰ جان لینا محض جاہلت بے مزہ (اولا) عید اول میں گزرا کہ حدیث امام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس دعا کا ثبوت نقل بتا رہی ہے (ثانیاً) تیوت فعلی نہ ہو تو قوی کیا کم ہے بلکہ من وجہ قول فعل سے اعلیٰ دائم ہے۔ اب عید اول کی تقریر میں پھر یاد کیجئے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد نماز عید خود رب مجید جل و علا کا اپنے بندوں سے تقاضائے دعا فرمانا بتا رہی ہے اس کے بعد اور کسی ثبوت کی حاجت کیا ہے اگر کیے وہ حدیث ضعیف ہے اقول فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور اثبات استحباب میں کافی و دانی ہے کما نص علیہ العلماء الفحول خود عجیب کے آخر جلد دوم کے فتاویٰ میں ہے۔ حدیث ضعیف برائے استحباب کافی ست چنانچہ ابن ہمام در فتح القدر در کتاب الجناز می نوید و الا استحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع ۱۔ تھے (مثلاً) جب شرع مطہر سے حکم مطلق معلوم کہ جواز و استحباب ہے تو ہر فرد کے لیے جدا گانہ ثبوت قوی یا فعلی کی اصلاح حاجت نہیں کہ باجماع و اطباق عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری و ساری اطلاق حکم کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس ماہیت کلیہ یا فرد منقطعہ کا جہاں وجود ہو حکم کا ورود ہو اور فردیت بے خصوصیت محال اور وجود عینی و تعین متساوی تو جس قدر خصوصیات و تعینات مقبول ہوں سب بالیقین اسی حکم مطلق میں داخل جب تک کسی خاص کا استثناء شرع مطہر سے ثابت نہ ہو اس قاعدہ جلیلہ کی تحقیق میں حضرت ختام المحققین امام المدققین حمزہ اشرفی لاریضین سیدنا الوالد قدس سرہ المجاہد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد الفصح مبانی الفسا د میں افادہ فرمائی من شاء فلیستش ف بمطالعہ یہاں اسی قدر کافی کہ خود حضرت و ماہیہ کے امام ثانی و معلم اول میاں اسماعیل دہلوی رسالہ بدعت میں لکھتے ہیں در باب مناظرہ در تحقیق حکم صورت خاصہ کے کہ دعوے بر بیان حکم مطلق در صورت خاصہ مجوز و عنہا می نماید ہماست متمسک باصل کہ در اثبات دعوے خود حاجت بدلیلہ ندارد و دلیل ادہاں حکم مطلق است و بس (رابعاً) ہم صدر جواب میں حضرت امیر تابعین سے اس دعا کا ثبوت روایت کرائے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہونے کو مافین کس موقع سے منع ٹھہرا سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک تشریع احکام تابعین تک باقی رہتی اور ان کے بعد منقطع ہوتی ہے پھر قرن اول سے عدم ثبوت کیا مضر و مافی ہے (خامساً) ہر عاقل جانتا ہے کہ ادعائے عدم ثبوت میں قابل جرم و تصدیق صرف عدم وجدان قائل ہے اور عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں خصوصاً ابتائے زمان میں۔ اور امر واضح ہے اور سبب واضح۔ اور گزرا اشارہ اور

آئے گا دوبارہ ہم نے اس کا کچھ بیان اپنے رسالہ صفائح اللجین وغیرہ میں لکھا یہاں اتنا ہی بس ہے کہ خود مجیب اپنی کتاب السی المشکور
فی رد المذہب الماثور میں لکھتے ہیں نفی روایت سے نفی وجود لازم نہیں نظر اس کے بکثرت ہیں کم نہیں منجملہ ان کے حدیث عائشہ ہے
جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسبح سبحۃ الضحیٰ وانی لا یسبحھا النہی حالانکہ
اُس سے نفی وجود لازم نہیں ہے با حدیث مشکاۃ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صلاۃ الضحیٰ ادا کرنا ثابت ہے اسی وجہ سے
جلال الدین سیوطی رسالہ صلاۃ الضحیٰ میں لکھتے ہیں الخ۔ جب ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک عدم ثبوت علیہ ثبوت
واقعی کو مستلزم نہ ہوا تو زید و عمرو من و تو کس شمار و قطار میں ہیں (سا و سا) عدم ثبوت مان بھی لیں تو اس کا صرف یہ حاصل کہ
منقول نہ ہوا پھر عقلا کے نزدیک عدم نقل نقل عدم نہیں یعنی اگر کوئی فعل بخصوص حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا بھی نہ ہوا امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں عدم
النقل لا ینفی الوجود خود مجیب اپنی سعی مشکور میں تنزیہ الشریعۃ امام ابن عراق سے نقل کرتے ہیں عدم الثبوت لا یلزم منہ
اثبات العدم (سابعاً) خادم حدیث جانتا ہے کہ بارہادۃ حدیث امور مشہورہ معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں اور ان کا وہ ترک
دلیل عدم نہیں ہوتا ممکن کہ یہاں بھی بر بنائے اشتہار حاجت ذکر نجانی ہو اس اشتہار کا پتا اس حدیث صحیح سے چلے گا جو ہم نے صدر کلام
میں روایت کی کہ جب تابعین عظام میں بعد نماز عیدین دعا کا رواج تھا تو ظاہراً انھوں نے یہ طریقہ انیفہ صحابہ کرام اور صحابہ کرام نے
حضور سید الانام علیہ السلام سے اخذ کیا حضرات مانعین اگر دیانت پر آئیں تو سچ سچ بتادیں گے کہ عیدین کے قعدہ اخیرہ
میں خود بھی دعا و درود پڑھنے اور اُسے جائز و مستحب جانتے ہیں اس کی خاص نقل حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دکھا دیں
یا اپنے دعویٰ ہونے کا اقرار کریں۔ اور اگر فرائض پر قیاس یا اطلاقات سے شک کرتے ہیں تو یہاں کیوں یہ طرق نامقبول ٹھہرتے ہیں۔
واللہ الموفق (ثامناً) نقل عدم بھی سہی پر وہ نقل منع نہیں اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے کہ مَا اسْأَلُکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ
عَنْهُ فَاْتَمُواْ بِهِ وَاُولَئِکَ اُمُوْرٌ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَقْوٰی دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو یہ نہیں فرمایا کہ مَا فَعَلَ الرَّسُولُ فَعْنُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ
رَسُولٌ جُوْر کرے کہ وہ اور جو ذکرے اُس سے بچو کہ شرعاً یہ دونوں قاعدے منقوض ہیں۔ امام الوہاب بیہ کے عم نسب و پدر علم و جد طریقت
شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں نکرہ دن چیزے دیگر مست و منع فرمودن چیزے دیگر (تاسعاً) اگر
مجرد عدم نقل یا عدم فعل مستلزم مانعت ہو تو کیا جواب ہو گا شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور صاحب جزائے
شاہ عبدالعزیز صاحب اور امام الطائفہ امیاں اسمعیل اور ان کے پیر سید احمد اور شیخ السلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب اور عمائد
سلسلہ مرزا مظہر صاحب و قاضی ثناء اللہ صاحب وغیرہم سے جنھوں نے اذکار و اشغال و اوراد وغیرہ کے صد ہا طریقے احداث
و ایجاد کیے اور ان کے محدث و مخترع ہونے کے خود اقرار کئے پھر انھیں سبب قرب الہی و رضائے ربانی جانا کیے اور خود عمل میں
لانے اور لوگوں کی ہدایت و تلقین کرتے رہے شاہ ولی اللہ قول الجہل میں لکھتے ہیں لَمْ یُثْبِتْ لِعَیْنِ الْاَدْلٰی وَلَا تَلَفُ
الاشغال مرزا جان جان صاحب مکتوب ۱۱ میں فرماتے ہیں ذکر جہر یا کیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات بہ طور معمول کہ در فرقانچہ

رواج یافتہ از کتاب وسنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدع و فیاض اخذ نموده اند۔
 و داخل دائرہ اباحت و فائدہ دران محقق و انکار آں ضرورتی فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر سے تفصیل اپنے رسالہ انصاف و ادرار
 من ہم صلاۃ الاسرار میں ذکر کی و باشد التوفیق (عاشق) ان سب صاحبوں سے درگزریے خود وہ عالم جن کا فتویٰ اس سلسلہ میں
 تھا الاصلح استناد و مستند ہے استناد ہے یعنی برلوی لکھنوی مرحوم انھیں کے فتاویٰ کی تصریحات جلیہ تصدیقات قویہ دیکھی کہ ان کے
 اصول و فروع کس درجہ بھارے فروع و اصول کے قانع ہیں پھر ان مسائل میں ان کا دامن بھانا چران خود کا صرصر جہل
 سے سامنا عقل و ہوش سے لڑائی بھانا نافع و مضر میں فرق نہ جانتا نہیں تو کیا ہے میں یہاں ان کی صرف وہ عبارتیں نقل
 کروں گا جو حضرات و ہابیہ کے اسی منالطہ عامۃ الورد و عین حدیث خصوص اور قرون ثلثہ سے عدم ورود کو دلیل منع جاننے کی قاطع
 و قاض ہیں اور وہ بھی صرف اسی مجموعہ فتاویٰ سے نہ ان کے دیگر رسائل سے تاکہ سب پر ظاہر ہوج کہ باکہ باختر عشق در شب و بچہ
 پھر ان میں بھی قصد استیعاب نہیں بلکہ صرف چند عبارتیں پیش کروں گا بعض مفید و فواید و اصول اور بعض میں فروع قاطعہ اصول
 فقہول و باشد المستعان علی کل جہول (الاصول) عبارت مجموعہ فتاویٰ جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر علامہ مہدی شریعت کے حواشی
 مشکوٰۃ سے استناد نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حدیث من احدث فی امرنا هذا مالئیس منہ فقہو مراد کی شرح میں ارشاد
 فرمایا الملعن ان من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاہر او خفی ملفوظ او مستنبط
 فقہو مردود علیہ انتھے یعنی حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص دین میں ایسی رائے پیدا کرے جس کے لیے قرآن و حدیث میں
 ظاہر یا پوشیدہ صراحت یا استنباط کسی طرح کی سند نہ ہو وہ مردود ہے۔ تو صاف ثابت ہوا کہ قرون ثلثہ سے ورود خصوصیت ظاہر
 ضرور نہیں بلکہ عموم و اطلاق اباحت میں دخول بند کافی ہے کما ہر مذہب اہل الحق عبارت ۲۔ اسی کے صفحہ ۵۶ پر
 امام ابن حجر مکی کی فتح مبین شرح الربیع سے ناقل الحداد من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم من احدث
 فی امرنا هذا مالئیس منہ ما ینافیہ اولای شہد الہ قواعد الشہاد و الا دلۃ العامۃ انتھی یعنی حدیث کی مراد یہ ہے کہ
 وہی نوپید چیز بدعت سیئہ ہے جو دین و سنت کا رد کرے یا شریعت کے قواعد اطلاق و دلائل عموم تک اس کی گواہی نہ دیں
 عبارت ۳ اسی صفحہ میں خود کہتے ہیں گمان نہی کہ استحسان شرعی صفت آن مامورہ است کہ صراحت در دلیل از دلائل اربعہ
 امر یاد وارد شدہ باشد بلکہ استحسان صفت ہر مامورہ بہ است خواہ صراحت مراد وارد شدہ باشد یا از قواعد کلیہ شرعیہ سندش یا قہ شدہ
 باشد عبارت ۴ صفحہ ۵۸ پر لکھا ہر محی ثبیک وجودش بخصوہ در زمانے از ازمۃ ثلثہ نباشد لیکن سندش در دلیل از ادلہ اربعہ
 یافتہ شود ہم سخن خواہ شد نمی بینی کہ بنائے مراد اس لائح عبارت ۵ صفحہ ۵۳ کتب فقہ میں نظار اس کے بہت موجود ہیں
 کہ ازمۃ سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا مگر بسبب اغراض صالحہ کے حکم اس کے جواز کا دیا گیا (الفروع) عبارت ۶ صفحہ ۶۲ اگر
 تسلیم کنم کہ ذکر مولد در ازمۃ ثلثہ نبود و نہ از مجتہدین حکم اور منقول شد لیکن چون در شرع اس قاعدہ مجدد شدہ است کل فرد من
 افراد نشر العلم فقہو مندوب و ذکر مولد نیز زیر است لای حکم مندوبیت او دادہ خواہد شد عبارت ۷ صفحہ ۶۸ و ۶۹ بعد

ذو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے دو رکعت نفل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اب تک نظر سے نہیں گزرا لیکن جو شخص بقصد ثواب بدون اعتقاد سنت پڑھے گا وہ ثواب پائے گا کیونکہ حدیث میں وارد ہے الصلاة خیر موضوع فمن شلہ فلیقل ومن شاء فلیکثر اقول سائل سے پوچھا تھا اصل اس کی سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہے یا نہیں اور ان میں بعض کے لیے ثبوت خاص احادیث سے نظر فقیر میں حاضر مگر کلام رد حیات و ہابیت میں ہے وہ حاصل عبارت ۸ صفحہ ۲۹۲ الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت و رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعث ندامت و توبہ سامعین ہوئے تو امید ثواب ہے مگر اس طریقہ کا ثبوت قرون ثلثہ میں نہیں رہا۔ عبارت ۹ مجبوری فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۷۰ کیسے می گوید کہ وجودیہ و شہودیہ از اہل بدعت اند قولش قابل اعتبار نیست و منشاء قولش جہل و نادانیت است از احوال اولیاء و از معنی توحید وجودی و شہودی و شاعری کہ ذم ہر دو فرقہ ساختہ قابل ملامت است و اللہ اعلم ذرا تقویۃ الایمان کی بالا خوانیاں یاد کیجیے۔ عبارت ۱۰ صفحہ ۲۲۱ فی الواقع شغل بر رخ اس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت ہاں افراط و تفریط اس میں منجر ضلالت کی طرف ہے۔ تفسیر اس کی مکتوب مجدد الف ثانی میں جا بجا موجود ہے و اللہ اعلم سخن اللہ وہ عالم کہ تمھارے مذہب ناہنذب پر معاذ اللہ صراحتہً شرک و مجوز شرک ہو چکا اس اعتماد اور اس کے فتوے سے استناد کس دین و دیانت میں روا۔ عبارت ۱۱ اسی کی جلد سوم صفحہ ۵۸ میں ہے سوال وقت ختم قرآن در تراویح مبارک سورہ اخلاص بخواند مستحسن است یا نہ جواب مستحسن است عبارت ۱۲ صفحہ ۱۲۵ ۱۲۶ مجمع سیاں حکم بالفاظ سلام و دست برداشتن در سربا سید نہاد پس ظاہر الا باس بہ است عبارت ۱۳ صفحہ ۱۲۷ سوال بسم اللہ و حق بر پیشانی دست از نشست درست یا نہ جواب درست است عبارت ۱۴ صفحہ ۱۳۳ سوال قیام وقت ذکر ولادت باسعادت کے جواب میں قیام بالقصد کا قرون ثلثہ سے منقول نہ ہونا اور بعض احوال میں صحابہ کرام کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قیام نہ کرنا نفل و تحریر کر کے لکھتے ہیں لیکن علی کے حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفا قیام می فرمایند امام برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ در رسالہ مولدی نویند وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریفۃ ائمة ذواروایۃ دروایۃ قطوبی لمن کان تعظیہ صلی اللہ علیہ وسلم غایۃ مرامہ و مرامہ اتقے یعنی ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام کرنے کو ان اماموں نے مستحسن فرمایا ہے جو صاحب روایت و درایت تھے تو خوشی و شادمانی ہو اسے جس کی ہنایت مراد و مقصد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور خود مجیب کھنوی حرمین طیبین کی مجالس متبرکہ میں اپنا حاضر و متبرک ہو نا بیان کرتے اور انھیں مجالس متبرکہ کہتے ہیں حالانکہ بیشہادت مجیب و شاہدہ توازن ان مجالس ملائک تانس کا قیام پر شکل ہونا یقینی۔ مجیب موصوفہ اسی جلد فتاویٰ صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں در مجالس مولد شریفہ کہ از سورہ والضحی تا آخر می خوانند البتہ بعد ختم ہر سورہ تکبیر می گویند لاکم متبرک مجالس متبرکہ بودہ این امر را مشاہدہ کردہ ام ہم در مکہ معظمہ و ہم در مدینہ منورہ و ہم در جہدہ۔ عبارت ۱۵ طرفہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں سوال پارچہ چھنڈہ سالار مسعود غازی در مصرف خود کردہ بالقصد نہاں جواب ظاہر در استعمال

پارچہ مذکور بصورت خود وہی کہ موجب بڑھ کاری باشد نیست و اولے آنست کہ ہساکین و فقرا و ہذا حضرات مخالفین اس اولے آنست کی وجہ بتائیں اور اسے اپنے اصول پر منطبق فرمائیں و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس قسم کے کلام رسائل و مسائل عجیب میں بکثرت ملیں گے و فیما ذکرنا کفایۃ واللہ سبحنہ ولی الہدایہ بحمد اللہ جواب اپنے شتے کو پہنچاؤ تحقیق حق تا نہظ علیا اب ذرا ہاگر سعی مانعین کا وہ پہلا روٹنا یعنی عوام کا بعد نماز فرائض بھی دعائے دستکش ہونا یہاں اگر میں نقل احادیث پاتوں تو ایک مستقل رسالہ اٹا کروں مگر حکم ضرورت صرف مولوی عبدالحی صاحب کا ایک فتوے لخصاً نقل کرتا ہوں جس پر غیر مقلدین زمانہ کے امام اعظم ندیر حسین دہلوی کی بھی ہرے مجموعہ فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۷۷۴ چھپی فرمائی علماء دین اندر میں مسئلہ کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول المسلمین دیار است ہر چند فقہا مستحسن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد دریں خصوص ہم حدیث

واردست یا نہ بنیوا توجروا ہوا لمصوب دریں خصوص نیز حدیث واردست حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحق بن اسنی در عمل الیوم واللیلہ می نویسند حدیثی احمد بن الحسن حدیث ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالیسی حدیثنا عبد الغزیز بن عبد اللہ عن انقرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انہ قال ما من عبد یسقط کفہ فی دبر کل صلاۃ ثم یقول اللہم الہی والہ ابراہیم واسحق و یعقوب والہ جبرئیل میکائیل واسرافیل اسألك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمتی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذبذب و تنقی عن الفقر فانی متمسک الاکان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یرد ید یہ ثابتین واللہ اعلم۔

محمد عبدالحی
ابو الحسنات

الجواب صحیح و یؤیدہ ما رواہ ابو بکر بن ابی شیبہ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرفت و رفع یدیه و دعا الحدیث فثبت بعد الصلاۃ المفضیۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الا نبیاء اسوۃ الا تقیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کمالاً یحقی علی العلماء الاذکیاء

محمد
ندیر حسین

لطیفہ فقیر غفرلہ المولی القدی نے وہابیہ کے اس خیال ضلال کے رد و ابطال کو کہ جو کچھ بخصوص قرون ثلث سے منقول نہیں ممنوع ہے عجیب کی پندرہ عبارتیں نقل کیں مگر لطیف یہ ہے کہ خود وہی فتوے جس سے یہاں انہوں نے استناد کیا اس خیال کے ابطال کو ہے عجیب کی عادت ہے کہ شروع جواب میں ہوا لمصوب کہتے ہیں یہی لفظ اس فتوے کی ابتدا میں بھی لکھا گیا سمجھتے انصاف اب حضرات مخالفین ثابت کر دکھائیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا صحابہ کرام و تابعین عظام علیہم الرضوانی اللہ جل و علا کو مصوب کہا کرتے ہوں خصوصاً بحالیکہ اسمائے اکبریہ تو یقینی ہیں واذ قد بلغنا الی ذکر التوقیف وقت القلم وکان ذلک للنبیۃ

بقیت من اوسط عشرات شعبان المعظم سنۃ الف و ثلثمائة و سبع من ہجرة سید العالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
والحمد لله علی ما اہمہم الصلاة والسلام علی السولی الاعظم و آلہ وصحبہ سادات الامم واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
وعلمہ جل مجدہ اتموا حکمہ -

مسئلہ - بنارس محلہ کنڈی گڑھ پور مسجد بی بی حاجی شفا خانہ اربووی عبد الغفور صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکۃ جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مد اللہ فیضاً از جانب
خادم الطلبد عبد الغفور سلام علیک قبول باد کچھ سائل میں یہاں درمیان علما کے اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکۃ
ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں (۱) زید کہتا ہے ناز عیدین صحرا میں پڑھنی سنت ہے لیکن شہر میں بھی جائز ہے جس شخص نے ناز
مذکور شہر میں پڑھی ناز اس کی ضرور ادا ہوئی البتہ ترک سنت اس نے کیا اور ثواب سنت سے محروم رہا عمرو کچھ روز تک قائل تھا ناز عیدین
شہر میں جائز نہیں مگر چند روز سے بذات خود یا جو تعلیم کسی غیر کے کہتا ہے گو ناز مذکور شہر میں جائز ہے لیکن پڑھنے والے گنہگار ہوں گے
(۲) زید کہتا ہے ناز عیدین مسجد پختہ چھت دار کے اندر جو صحرا میں واقع ہے پڑھنے سے ثواب صحرا میں پڑھنے کا نہ ملے گا عمرو کہتا ہے کہ مسجد
پختہ چھت دار ہے مگر نہ صحرا میں واقع ہے لہذا ثواب صحرا میں پڑھنے کا ملے گا ان سب سائل میں قول زید کا صحیح ہے یا عمرو کا۔ بیضا و جودا

الجواب

(۱) قول زید صحیح ہے عار کہ کتب مذہب متون و شروح و فتاویٰ میں تصریح ہے کہ ناز عیدین بیرون شہر صلی اللہ علیہ عید گاہ میں پڑھنی
مندوب ہے مستحب ہے افضل ہے سنوں ہے فرض نہیں کہ شہر میں ادا ہی نہ ہو واجب نہیں کہ شہر میں پڑھنا مطلقاً گاہ ہونے کا و کثرت و ادائی
و عز و اصلاح و تقویٰ وغیرہ متون میں بلفظ مذہب و فتاویٰ میں بکلمہ حب یا ایہ میں بلفظ مستحب تفسیر فرمایا مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں علامہ ابن
مک سے ہے الا فضل اداؤہا فی الصحراء فی سائر البلدان و فی مکہ خلاف متن ترویج و فتح القدیر و درر و ہندیہ و مفہرات و ناز
و غنیہ و خانیرہ و خلاصہ و خزائن المفتین و فتاویٰ ظہیریہ وغیرہ میں ہے الخروج الیہا سنۃ بحر میں ہے التوجہ الی المصلیٰ مندوب کما
اقادہ فی التنجیس وان کانت صلاة العید واجبۃ حتی لو صلی العید فی الجماع ولم یوجہ الی المصلیٰ فقد ترک السنۃ شرح نقایۃ تسانی
میں ہے الخروج الیہ یندب وان کان الجماع یسعمہم فالخروج لیس بواجب عقیہ میں جامع الفقہ و منیل المفتی و ذخیرہ سے ہے یجوز لافتحہ
فی المصر و فتائہ فی موضعین فاکثر وہ قال الشافعی و احمد ہاں جو سنت مؤکدہ ہو اور کوئی شخص بلا ضرورت بے عذر براہمتاؤں سے پڑھنی
اس کے ترک کی عادت کرے اسے ایک قسم اثم لاحق ہوگی نہ ترک سنت بلکہ اس کی کم قدری و قلت مبالات کے باعث فی شرح المنیۃ للعلامۃ
ابراہیم الحبلی لا یترک رفع الیدین عند التکبیر لانہ سنۃ مؤکدہ و لو اعتاد ترکہ یا ثمر لا النفس التزک بل لانہ استحضار و عدم
مبالاۃ بسنۃ و اظہر علیہا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدۃ عسولہ اما لو ترکہ بعض الاحیان من غیر اعتیاد فلا یا ثمر
و ہذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدہ اھ و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (۲) عمرو کا قول صحیح ہے اور زید کا دعویٰ بھی وجہ صحت رکھتا ہے
اگر صحرا سے اس کی مراد فضائے خالی ہو اقول و باللہ التوفیق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک اصل سنت کہ ناز عیدین بیرون شہر

جنگل میں ہو شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اُس میں حکمت اظہار شعار اسلام و شوکت و کثرت مسلمین رکھی ہے یہ بات نفس خروج و اہل سے حاصل اگرچہ صحرا میں کوئی عمارت بتالیں پس قول عمر و کہ جب مسجد صحرا میں ہے تو بیرون شہر جانے جنگل میں پڑھنے کا ثواب حاصل یا مسجد صحیح ہے دوم سنت سنت کر تکمیل و تاکید اصل سنت کے لیے ہے یعنی فضائے خالی بے عمارت میں پڑھنا کہ اس میں زیادۃ اظہار شعار و شوکت ہے مسجد عید گاہ واقع صحرا میں پڑھنے سے اگرچہ اصل اظہار شعار و صلاۃ فی الصحرا کا ثواب حاصل مگر صلاۃ فی الفضائے اتبع اتم ہر جواب از ذیل و دود ہوا جبکہ جانب تعمیر کسی مصلحت شرعیہ سے متوجہ نہ ہو اس معنی پر قول زید بھی رد بصحت ہے زمانہ اکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلائے عید کعبہ دست مہمان تھا جس میں اصلاً تعمیر نہ تھی مدینہ طیبہ کے شرقی دروازے پر کما فی المقصد التاسع من المواہب مسجد اطہر کے باب السلام سے ہزار قدم کے فاصلے پر کما فی الزکات عن فتح الباری عن عمر بن شبہة فی الاخبار المذینة عن ابی عسان الکنا فی صاحب مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنن ابن ماجہ و صحیح ابن خزیمہ و تخریج الترمذی میں عبد الشریف عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یعد والی المصلی فی یوم عید والعنقۃ تحمل بین یدیه فاذا بلغ المصلی نصبت بین یدیه فصلی الیہا وذلك ان المصلی کان فضاء لیس فیہ یستر بہ اب صدہ سال سے اُس کا احاطہ بن گیا علامہ سید نور الدین محمودی قدس سرہ استظهار فرماتے ہیں کہ یہ عمارت زمانہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تعمیر ہوئی کما فی کتابہ قدس سرہ فی تاریخ طیبۃ الطیبۃ صلی اللہ تعالیٰ علی طیب الطیب طیبہا بطیبہ والہ الطائب و بآذک وسلم اور واقعی جب امیر المومنین مہدوی نے مسجد اقدس حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی تجدید تعمیر فرمائی ہے جہاں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ناز پڑھنا معلوم ہوا اُن سب کی بھی تعمیر جدید خواہ چھوٹے فرمائی کما استفاد من عمدة القاری للعلامة الامام البدر محمود العینی عن عمر بن شبہة عن ابی عسان عن غیر واحد من اهل العلم علی کلام کہ عیدین کے لیے مصلی کو جانا سنون و سبب بتاتے ہیں وہی یہ بھی بحث فرماتے ہیں کہ مصلائے عید جمع احکام میں مسجد ہے یا صرف بعض میں اور اُس میں بول و بار و وطن جائز ہیں یا نہیں کہ اگرچہ وہ سب احکام میں مسجد نہ سہی گمراہی نے یہ عمارت اس لیے ذہناتی بحر الرائق میں ہے اختلاف فی مصلی الجنائزہ والعیاد فصیح فی المحیط فی مصلی الجنائزہ لیس لہ حکم المسجد اصلاً و صحیح فی مصلی العید کذلک الذی حق جواز الاقتداء وان لم تتصل الصفوف و فی النہایہ وغیرہا والمختار للفتویٰ فی المسجد الذی اتخذ للصلاۃ الجنائزہ والعیاد انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف وفقاً للناس و فیما عدا ذلك لیس لہ حکم المسجد اذ وظاہر ما فی النہایہ انہ یجوز لوط والبول والتقی فی مصلی الجنائزہ والعیاد ولا یحذف ما فیہ فان البانی لم یعدہ لذلك فینبغی ان لا تجوز ہذا الثلاثۃ وان حکمنا بکونہ غیر مسجد وانما تظہر فائدہ فی بقیۃ الاحکام الذی ذکرنا ہا و فی محل دخولہ للجنب والمحاضیہ اور جواہر الاخطا فی فضل فی العیدین میں ہے لو کان محراب المصلی عشرة اذراع وصف القوم مائة ذراع ولا تتصل الصفوف جازت صلاۃ الکل جامع الرموز میں ہے المصلی محوط بالفناء صحیح بخاری شریف میں ایک باب وضع فرمایا باب العلم بالمصلی یعنی مصلائے عید میں شناخت کے لیے

کوئی علامت امام بدرجہ خود نے اس علامت میں عمارت مصلیٰ کو بھی داخل فرمایا عمدۃ القاری میں ہے ص باب العلم الذی بالمصلیٰ شی ای ہذا باب فی بیان العلم الذی ہو بمصلیٰ العید والعلم بفتح ثین هو الشیء الذی عمل من بناء او وضع حجر او نصب عمود ونحو ذلک ليعرف به المصلیٰ بالجملہ تعمیر عید گاہ کا جواز ظاہر اگرچہ افضل نضائے خالی ہو بلکہ امام تاج الشریعہ کی تصحیح پر نظر کیجیے (کہ انہوں نے فرمایا صحیح ہے کہ مصلائے عید جمیع احکام میں سجدہ ہے) جب تو اس کی تعمیر ضروری ہوگی خصوصاً بلا وقت میں جہاں کفار کا غلبہ ہے کہ یہیں رکھیں تو آدمی جانور جنب حاضر سب اس میں چلیں گے پیشاب کریں گے مسجد کی بے حرمتی ہوگی علماء شریعہ بالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں ذکر الصدر والشہید المختار للفتویٰ فی الموضع الذی يتخذ لصلاة الجنازة والعیدانہ مسجد فی حق جواز الاقتداء وان الفصل الصفوف رفقا بالناس وفيما عدا ذلک لیس له حکم المسجد کذا ذکرہ الامام المحبوبی اذ ذکرہ الکافی ومثله فی فہم القادیروینحالفہ ما قالہ تاج الشریعہ والا صح انہ ای مصلیٰ العید یاخذ حکمہا ای المساجد لانہ اعدا لا قامة الصلاة فہی بالجماعة لا عظم الجمع علی وجه الاعلان الا انہ انما ادخال الدواب فیہا ضرورة الخشية علی ضیاعہا وفلما يجوز ادخال الدواب فی بقعة المساجد لکان العذر والضرورة اھ فقد اختلف فی مصلیٰ العید واقفن فی مصلیٰ الجنازة اس قول پر زمانہ اقدس میں عمارت نہ ہونا وارد نہ ہوگا کہ مدینہ طیبہ میں روز اول سے بعد اشد تعالیٰ اسلام ہی حاکم اسلام ہی غالب ہے عہد اطہر کے حضرات میں آداب شریعت کا جو تحفظ تھا روشن ہے جمہور المسلمین اگرچہ اس فصیح کے خلاف ہوں تاہم قول صحیح ہے اور خلاف علماء کا کاغذ بالا جماع سنجیدہ اگرچہ غیر مذہب میں ہو نہ کہ خود اپنے مذہب میں خلاف تو یہ باختلاف فصیح بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ اس تعمیر سے وہ جگہ صحرا سے نکل کر آبادی نہ ہو جائے گی اور اس میں ناز صحرا ہی میں ناز رہے گی اور ناز صحرا کا ثواب ہاتھ سے نہ جائے گا تو قول عمر و واضح اصح ہے ہذا کلمہ ما ظہری والعلم بالحق عند العلیم العلی واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلمہ۔

مسئلہ۔ سئل مولوی رحیم بخش صاحب از آراء شاہ آباد مدرسہ فیض الغرہ ۴۰ محرم ۱۳۳۲ھ

علمائے دین ان سوالوں میں کیا فرماتے ہیں بلا ناز عید اور خطبہ کے درمیان یا خطبہ اول و دوم کے درمیان تحریک چندہ اور کسی (مسلمان حج) کی مدح و ثنا خوشامد وغیرہ (مثلاً امام نے حج کو قاضی وقت و قاضی شرع کہا اور یہ بھی کہا کہ قاضی (حج) صاحب کے ہوتے مجھے ناز پڑھانے کا حق نہ تھا لہذا ان کی اجازت سے ناز پڑھاتا ہوں) قرآن حدیث اجماع مجتہد و تعامل علمائے فقہ کسی سے ثابت ہے یا نہیں ۱۔ ثابت نہ ہونے کی صورت میں ناز اور خطبہ میں کسی قسم کی کراہت پیدا ہوئی یا نہیں ۲۔ امامت مجدد و عیدین و امامت ناز بیجا نہ کا حکم ایک ہی ہے یا فرق ہے ۳۔ قاضی شرع کسے کہتے ہیں قاضی کے شرائط کیا ہیں حج شرعی قاضی ہے یا نہیں اگر ہے تو ہر حج یا صرف مسلمان حج اگر صرف مسلمان حج تو کیوں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

۱۔ چندہ کی تحریک اگر کسی امر دینی کے لیے ہو تو عین خطبہ میں اس کی اجازت ہے اور خود حدیث میں ثابت ہے ایک بار

خطبہ فرماتے ایک صاحب کو ملاحظہ فرمایا کہ بہت حالت فقر و مسکنت میں تھے حاضرین سے ارشاد فرمایا قصد قاصدہ دو ایک صاحب نے ایک کپڑا دوسرے صاحب نے دوسرا کپڑا دیا پھر ارشاد فرمایا قصد قاصدہ دو یہ سب کچھ حجت کو ابھی دو کپڑے ملے تھے اٹھے اور ان دو کپڑوں میں سے ایک حاضر کیا یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ کا حکم کہ قصد قاصدہ حاضرین کے لیے عام ہے اور میں بھی حاضرین میں ہوں اور اس وقت دو کپڑے رکھتا ہوں ایک حاضر کر سکتا ہوں ان کو اس سے باز رکھا گیا تو تھا کہ ہی لیے قصد کا حکم فرمایا جاتا ہے نہ کہ تم کہ مگر ہندوستان میں تحریک چندہ اگر چہ کیسے ہی ضروری کام کے لیے ہو زبان اردو میں ہوگی اور خطبہ میں غیر عربی کا خطبہ مکروہ و خلاف سنت ہے لہذا اس وقت نہ چاہیے بلکہ بعد ختم خطبہ عید جس طرح صحیحین میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ عید تمام فرما کر گروہ سنا پڑ تشریف لے گئے اور ان کو قصد کا حکم فرمایا وہ اپنے زور اتار اتار کر حاضر کرتی تھیں اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دامن میں لیے تھے واللہ تعالیٰ اعلم۔ جو قاضی خلاف احکام شرعیہ حکم کرتا ہو اگرچہ مسلمان ہو اگرچہ سلطنت اسلامیہ کا قاضی ہو ہرگز اس کی مدح جائز نہیں خصوصاً منبر خصوصاً خطبہ عیدین میں اس کے سبب خطبہ میں تو کراہت یقینی ہے لاشتمالہا علی السحوم اور اگر خطبہ جمعہ میں ہو تو اس کی کراہت نماز کی طرف بھی سرایت کرے گی کہ جمعہ میں خطبہ شرط نماز سے ہے اور نماز سے قبل ہوتا ہے ہاں عیدین میں کہ نماز ہو چکی اور خطبہ نہ اس کی شرط نہ اس میں فرض نہ واجب بلکہ ایک سنت مستفاد ہے خطبہ کی کراہت نماز کی طرف سرایت نہ کرے گی یہ تو خطبہ ہے کہ خاص امر دین ہے اور تبرک کہ خاص منہ سید المرسلین ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً مخرج فاسق کی نسبت حدیث میں ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز له عرش الرحمن جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب جل وعلی غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب رحمن کا عرش ہل جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم شرعی احکام اور عرفی خیالات سے بہت تفاوت ہے شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ ہر حاکم پر فرض ہے کہ مطابق احکام الہیہ کے حکم کرے اگر خلاف حکم الہی حکم کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک عہد اور ایک خطا عہد کے لیے قرآن حکیم میں تین حکم ارشاد ہوئے کہ من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الفسقون ۵ اولئک هم الظالمون ۵ اولئک هم الکفرون قرآن مجید ایسے حکم کو فسخ و ظلم و کفر فرماتا ہے یعنی اگر عہد ہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے ورنہ ظالم و فاسق اور اگر خطا ہو تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خطا بوجہ جہل ہو یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہوتا یہ صورت بھی حرام و فسق ہے صحیح حدیث میں قاضی کی تین قسمیں فرمائی قاض فی الجنة وقاضیان فی النار ایک قاضی جنت میں ہے اور دو قاضی دوزخ میں وہ کہ عالم و عادل ہو جنت میں ہے اور وہ کہ قصد خلاف حکم کرے یا بوجہ جہل ۵ دونوں نار میں ہیں بوجہ جہل پر ناری ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس نے ایسی بات پر اقدام کیا جس کی قدرت نہ رکھتا تھا وہ جانتا تھا کہ میں عالم نہیں اور بے علم مطاعت احکام ممکن نہیں تو مخالفت احکام پر قصد راضی ہوا بلکہ اس سے اگر کوئی حکم مطابق شرع بھی صادر ہو جب بھی وہ مخالفت شرع کر رہا ہے کہ اس اتفاقی مطاعت کا اعتبار نہیں ولہذا حدیث میں فرمایا من قال فی القرآن براءۃ فاصاب فقد اخطا جس نے قرآن میں اپنی لائے سے کچھ کہا اگر ٹھیک کہا تو غلط کہا دوسری صورت خطا کی ہے کہ عالم ہے احکام شرعیہ سے آگاہ ہے قابلیت قضا رکھتا ہے احکام الہیہ کے مطابق ہی فیصلہ کرنا چاہا اور براہ بشریت غلط فہمی ہوئی اس کی پھر دو صورتیں ہیں اگر وہ مجتہد ہے اور

اُس کے اجتہاد نے خطا کی تو اس خطا پر اُس کے لیے اجر ہے اور وہ فیصلہ جو اُس نے کیا نافذ ہے اور اگر مقلد ہے جیسے عموماً قاضیان زمانہ اور جد و جہد میں اُس نے کمی نہ کی اور فہم حکم میں اُس سے غلطی واقع ہوئی اور ہے پورا عالم اور اس عہدہ جلیلہ کے قابل تو اس کی یہ خطا معاف ہے مگر وہ فیصلہ نافذ نہیں یہ سب احکام قاضیان سلطنت اسلامیہ سابقہ کے لیے ہیں جو اسی کام کے لیے مقرر ہوئے تھے کہ مطابق احکام الہیہ فیصلہ کریں بخلاف حال کی اکثر اسلامی سلطنتوں کے جن میں خود سلاطین نے احکام شرعیہ کے ساتھ اپنے گڑھے ہوئے باطل قانون بھی خط کیے ہیں اور قاضیوں کو اُن پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے اُن کی مشاعت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ و رسول کے خلاف حکم کرنے ہی پر مقرر ہوئے اُن اسلامی سلطنتوں کے ایسے قاضیوں کو بھی قاضی شرع کہنا حلال نہیں ہو سکتا بلکہ اس کلمہ کی تہ میں جو خیانت ہے قائل اگر اُس پر آگاہ ہو اور اُس کا ارادہ کہے تو قطعاً خارج از اسلام ہو جائے کہ اُس نے باطل کا نام شرع رکھا لہذا اللہ کو رام نے اپنے زمانہ کے سلاطین اسلام کی نسبت فرمایا ہے کہ من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر، ہمارے زمانہ کے سلطان کو عادل کہنا کفر ہے کہ وہ خلاف احکام الہیہ حکم کرتے ہیں اور خلاف احکام الہیہ عدل نہیں ہو سکتا عدل حق ہے تو اسے عدل کہنے کے معنی ہوئے کہ خلاف احکام الہیہ حق ہے تو معاذ اللہ احکام الہیہ ناحق ہوئے اور یہ کفر ہے بہر حال جو قاضی خلاف احکام الہیہ حکم کرتا ہو ہرگز قاضی شرع نہیں ہو سکتا جب قاضیان سلطنت اسلامیہ کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لیے کیے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں رہی رجسٹری اُمہیں اگرچہ کوئی حکم نہیں مگر وہ دست و یزوں پر شہادت ہے اور اُنھیں رجسٹر چڑھانا اور اُن میں بہت دستاویزیں سود کی بھی ہوتی ہیں اور صحیح حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربوا و مؤکلہ و کانبہ و شاہد یہ و قال ہم سوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اُس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا سب برابر ہیں جمعہ و عیدین کی امامت پنجگانہ کی امامت سے بہت خاص ہے امامت پنجگانہ میں صرف اتنا ضرور ہے کہ امام کی طہارت و نماز صحیح ہو قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو بد مذہب نہ ہو فاسق معلن نہ ہو پھر جو کوئی پڑھاوے گا نماز بلا غلط ہو جائے گی بخلاف نماز جمعہ و عیدین کہ اُن کے لیے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا ماذون اور جہاں یہ نہ ہوں تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو کما فی الدار المختار وغیرہ دوسرا شخص اگرچہ کیسا ہی عالم و صالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کر سکتا اگر کرے گا نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبدالحکیم ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارہ میں کہ جمعہ مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے مگر سنت یہ ہے کہ نماز عیدین عید گاہ میں چاہیے جبکہ کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کلث مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو نماز عید کی خبر دی جائے اہل اسلام کو اور وہ دعویٰ کرتا ہے اسلام کا اور اُس کو فرصت بہت ہے اگر وہ قصد آن آوے اُس کو کیا کیا جاوے۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز عید شہروں میں ہر مرد آزاد تندرست عاقل بالغ قادر پر واجب ہے قادر کے یہی معنی کہ نہ اندھا ہو نہ لولہ نہ ٹنجانہ قیدی نہ کسی ایسے مریض کا بیمار دار ہو کہ یہ اسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مریض ضائع نہ جائے نہ ایسا بوڑھا کہ چل پھر نہ سکے نہ اسے نماز کو جانے میں حاکم یا چور یا دشمن کی طرف سے جان یا مال یا عزت کا سچا خوف ہو نہ اس وقت میں نہ یا برف یا کچڑ یا سردی اس قدر شدت سے ہو کہ نماز کو جانا سخت مشقت کا موجب ہو فی التثویر ثجب صلاۃ نماز عیدین علی من ثجب علیہ الجمعة بشرائطها سوى الخطبة اه وفي جمعة الدار المختار شرط الافتراضها اقامة بمصر وصحة والحج بالمریض الممرض والشیخ الفانی وحرۃ وذكورة وبلوغ وعقل ووجود بصرو قدرته علی المنفی وعدم حبس وخوف ومطر شديد ودحل وثلب ونحوهما اه ملخصا فی رد المحتار قوله الممرض هذان بقی المریض ضائعا بخروجه فی الاصح حلیۃ وجوهۃ قوله وعدم خون ای من السلطان اولص منه قال فی الایمان و یحق به المفلس اذا خاف الحبس كما جاز التیمم به قوله ونحوهما ای کبر وشدید اه ملقطا تو شخص شہر میں ان صفات کا جامع اور ان موانع سے خالی ہو اور وہاں اقامت نماز عید برودہ شرعی ہو پھر نہ پڑھے تو گنہگار اور شرعاً مستحب سنہ و تعزیر ہوگا لا یرکع ابہ معصیۃ لاحد فیہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از راہ پور متصل مراد آباد محلہ ملاظریف گھیر فرنگن محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب بہار رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ
چرمی فرایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ تکبیرات ذوالعیدین کدام سال مشروع شدہ اند و علتش چہ بود۔

الجواب

تشریح نماز عید در سال اول ان ہجرت ست فی الد شرع فی الاولی من الہجرت فاد معرفت نہ شد در شرع مگر ہمیں پنج دو وضع و حکمت در تکبیرات انظار سورہ دینی و امتثال قول او تعالیٰ ست عز جلالہ ولتکملوا العدة ولتکبروا للہ علی ما ہد نکم ہذا فی عید الفطر وقوله عز وجل لتکبروا للہ علی ما ہد نکم وبشر المحسنین ہذا فی عید الاضحی واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ۔ سائل مذکور بالا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نماز عید روز اول نہ پڑھے ہیں تو روز دوم مع الکرہیت جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلا صحیح نہیں۔ بلینوا توجروا

الجواب

نماز عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روا رکھی ہے وہاں شرط عذر صرف نفی کرہیت کے لیے نہیں بلکہ اصل صحت کیلئے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اول نہ پڑھے تو روز دوم اصلا صحیح نہیں نہ یہ کہ مع الکرہیت جائز ہو عامہ معتبرات میں اس کی تصریح ہے صنف خطبہ کہ شخص بھول ہے قابل اعتماد نہیں اسے نماز عید الاضحیٰ سے اشتباہ گزرا کہ وہاں دو روز کی تاخیر بوجہ عذر بلا کرہیت اور بلا عذر برودہ کرہیت روا ہے فی الدار المختار و تاخیر بعد مکطراتی الزوال من الغد فقط و احکامها احکام الاضحیٰ لکن مجوز تاخیر ہالی ا خد

ثالث ایام النحر بلا عذر مع الکراهۃ وبہ ای بالعذر بدوئھا فالعذر ہنا نفی الکراهۃ وفي الفطر للصحة اہ ملخصا وفي نور البیاض وشرحہ موافق الفلاح کلھما للعلامة الشرنبلالی وتمر صلاة عید الفطر بعذر الی الغد فقط وقید العذر للجواز لانفی الکراهۃ فاذا لم یکن عذرا لا تصح فی الغداہ ملقطا وفي مجمع الاخر للفاضل شیخی زادہ العذر فی الاضحی نفی الکراهۃ وفي الفطر للجواز وفي شرح النقایۃ للشمس القہستانی لو ترک بغير عذر سقطت کما فی الخزانۃ اہ نفی شرح المنیۃ الکبیر للعلامة الحلبي صلاة عید الاضحی تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر او بدوئہ اما صلاة الفطر فلا تجوز الا فی الثانی بشرط حصول العذر فی الاول اہ وفي الفتاویٰ الحنفیۃ ان قاتت صلاة الفطر فی الیوم الاول بعذر یصل فی الیوم الثانی وان قاتت بغير عذر لا یصل فی الیوم الثانی فان قاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغير عذر لا یصل بعد ذلک واما عید الاضحی ان قاتت فی الیوم الاول بعذر او بغير عذر یصل فی الیوم الثانی فان قاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغير عذر یصل فی الیوم الثالث فان قاتت فی الیوم الثالث بعذر او بغير عذر لا یصل بعد ذلک وفي الهندیۃ عن تبیین الامام الزبیلی العذر ہنا نفی الکولہ حتی لو اخروها الی ثلاثۃ ایام من غیر عذر جازت الصلاة وقد اساءوا فی الفطر للجواز حتی لو اخروها الی الغدا من غیر عذر لا یجوز انتمی ومثله فی رمز الحقائق للعلامة العینی بالجملہ اس کا خلاصہ کتب متداولہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا اللهم الا ما رأیت فی جواهر الاخلاطی من قوله اذا قاتت صلاة عید الفطر فی الیوم الاول بعذر او بغيره یصل فی الیوم الثانی ولم یصل بعده اہ فیظن ان یکون خلطا من الاخلاطی فانی رأیت له غیر ما مسئلۃ خالف فیہا الکتاب المعتمدۃ والاسفار المعتبرۃ او یکون من خطأ النسخ والله تعالی اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ میں ایک دن ایک ہی خطبہ سے دو امام نے دو جماعت نماز پڑھائی ان میں سے پہلے امام نے مع خطبہ کے نماز پڑھائی اور ثانی امام نے بدون خطبہ کے نماز ادا کی اب ان دونوں جماعتوں کی نماز جائز ہوئی یا نہیں اگر جائز ہے تو دونوں کی جائز ہوئی یا ایک کی اور اگر ایک جائز ہوئی تو پہلے کی یا ثانی کی اور اگر ناجائز ہے تو دونوں کی ناجائز ہے یا ایک کی اگر ایک ہے تو پہلے کی یا ثانی کی۔ بیضا بحوالہ الکتاب ونسجہ وایوم الحساب

الجواب

اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں نمازیں جائز ہو گئیں اگرچہ امام دوم نے ترک سنت کیا کہ عید میں خطبہ سنت ہے فرض و شرط نہیں تو اس کا ترک موجب ناجوازی نہ ہوگا البتہ موجب اسارت و کراہت ہے فی الدالھنا وحبب صلاتھما علی من تعجب علیہ الجمعۃ لبشرانطھا المقدمۃ سوی الخطبۃ فانھا سنتہ بعد ما فی رد المحتار قال فی البحر حتی لو لم یخطب اصلاحا واسلوا لترك السنة فی التذویر تودی بمصر بمواضع اتفاقا والله تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بدویہ بازار موضع قاضیہ گھوٹ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں (۱) جس جگہ میں عید کی غائز کے واسطے احتیلا

نہیں بلکہ تیج یا چھ ماہ تک پانی کے نیچے ڈوبا ہوا رہتا ہے اور باقی چھ ماہ بیل بکریاں اُسی جگہ میں چرتی ہیں اور وہ جگہ خراجی ہے وقفی نہیں تو اس جگہ کو شرع میں عید گاہ کہتے ہیں یا نہیں اور اُس میں نماز عید کی درست ہے یا نہیں (۲) عید کے دن بعد نماز عید کے مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں اگر مصافحہ کریں تو حرام ہے یا نہیں اور معافقہ کرنا بھی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اگر وہ زمین کسی شخص کی ملک ہے اور اُس نے نماز عید کے لیے وقف نہ کی تو وہ عید گاہ نہ ہوگی فان مصلی العید عرفا ہو عادی الارض المقر من جهة سلطان الاسلام او جماعة مسلمی البلد لصلاة العید او للمملوک الموقوف لها من جهة المالك ہاں باجارت مالک اُس میں نماز درست ہے فانہ لیس المسجد ولا الوقت من جهة شرائط صحة صلاة ما اصل صلاة العید كانت او الجمعة او غیر ذلك كما نضما علیہ فی کتب الذہب واللہ تعالیٰ اعلم (۲) بعد نماز عید مصافحہ و معافقہ دونوں درست ہیں جبکہ کسی منکر شرعی پر مشتمل یا اُس کی طرف منجر نہ ہوں جیسے خوبصورت امردا جنسی محل فتنہ سے معافقہ بلکہ مصافحہ بھی کہ بحالت خوف فتنہ اُس کی طرف نظر بھی نہ کر وہ ہے نہ کہ مصافحہ نہ کہ معافقہ كما فی الدار المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار وتفصیل المسائل موکول الی رسالتنا وشاح الجید فی تحلیل معافقۃ العید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر ہلال شوال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن ادا کریں یا اب انھیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی اور قستانی میں ہے اذ اصلی الامام صلاتہ مع بعض القوم لا یقضی من فانت تلك الصلاة عنه لا فی اليوم الاول ولا من الغد انتھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب۔ صورتہ مستفہرہ میں جماعت باقی ماندہ بیشک دوسرے دن ادا کرے کہ عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش عذر شرعاً مسموع فی الدار المختار و توخر بعد مکمل الی الزوال من الغد فقط انتھی اور صلاۃ عید میں جواز تعدد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اُس میں خلاف ہے اور راجح جواز فی الدار المختار تو دی بمصر واحد بمواضع مکتوبہ اتفاقاً اھ تو ادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے کلام قستانی وغیرہ اُس صورت میں ہے جب عامۃ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا ہدایہ کی تعلیل اُس پر صاف دلیل قال من فانت صلاة العید مع الامام لم یقضها لان الصلاة بهذه الصفة لا تعرف قربة الا بشروط لا تتم بالمنفرد اھ اور عبارت تنویر الابصار مورث تنویر الابصار امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غفری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتداءً اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہم واہم راہ نپائے حیث یقول ولا یصلیہا وحده ان فانت مع الامام اھ یوہیل نام حافظ الدین ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اپنے متن و شرح وافی و کافی میں ارشاد ازالہ اوہام و ایقاظ افہام کے لیے کافی و طانی

لم تقض ان فانت مع الامام ای صلی اللہ علیہ وسلم فانت من شخص فانها لا تقضى لانها ماعرفت قربۃ الایضاح علیہ الصلاۃ والسلام وما فعلها الا بالجماعۃ فلا تؤدی الا بتلك الصفة اء ملخصا علامہ بدر الدین محمود عینی رمز الحقائق میں فرماتے ہیں صلاھا الامام مع الجماعۃ ولم یصلھا ہولا یقضیہا لانی الوقت ولا بعدہ لانها شرعت بشرائط لا تنع بالمنفرد مستخلص میں زیر قول کنز لم تقض ان فانت مع الامام کہتے ہیں معنہ لولم یصل رجل مع الامام لا یقضیہا منفردا یا یعنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان لہا کر چکا اور ان باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں اقامت کو کرے فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اس طرف ناظر اذ قال من فانتہ الصلاۃ فلم یدرکھا مع الامام لا یقضیہا لانھا تعرف قربۃ الا بشرائط لا تنع بدون الامام ای السلطان او مامورہ اس لیے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ای وقد صلاھا الامام او مامورہ فان کان مامورا باقامتھا لہ ان یقیمھا ام **اقول** وقد یثیر المہ تعریف الامام فی عبارتہ النقایۃ المذکورۃ وغیرھا کما لا یخفی علی العارف باسالیب الکلام ہر طور عبارت جامع الرموز سے بدینہ جو کہ ناز ایک بار ہو چکی باقی ماندہ لوگوں کے لیے مانعت تصور کرنا محض خطا **اقول** بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت بعینہا مانع فیہ میں جواز ہر حال کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت مانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کہے کہ تو اس روز بھی نہ پانے والے کو منع کرتے ہیں حیث قال کافی الیوم الاول ولا من الغد اور اول بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت عیدین میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد و تاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت مخرج نقایہ کے یہ معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقا اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اس کے مذہب پر جو تعدد و جمعہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ ہو جاتا یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہو گئی باقی سب کی ناجائز کہ فی الدال الاختصاص علی طریح فالجمعة لمن سبق تحریر بیستہ تو بالیقین معنی کلام دی ہی ہیں جو ہم نے بیان کیے اور قاطع شنبہ یہ ہے کہ در مختار میں در صورت فوات مع الامام تصریح کی لو امکنہ الذہاب الی الامام الاخر فعل لانھا قویٰ بمصدر واحد وواضع کثیرۃ اتفاقا حاشیہ طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے لو قد د بعد الفوات مع الامام علی اور اکھا مع غیرہ فعل للاتفاق علی جواز تعددھا اور دیکھو فیض فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھے تو دوسرے امام کے پیچھے پڑھے اور حال عذر میں روز اول و دوم یکساں آج پڑھے گا تو کل کن مانع مگر یہ ضرور ہے کہ جو امام عیدین و جمعہ کے لیے مقرر ہو اسے بھی فوت ہوئی ہو کہ امامت کے لیے امام معین مل سکے لہذا اگر مقرر کردہ امام سب پڑھ چکے اور بعض لوگ رہ گئے تو یہ بیشک نہیں پڑھ سکتے نہ آج نہ کل واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

مسئلہ - از پیل بجمیت مدرستہ الحدیث جناب مولانا وحمیر احمد صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ مر ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں (۱) اگر حاکم وقت نے عام طور پر اجازت دے دی کہ تم لوگ فلاں زمین پر اپنی عید گاہ بنا لو یا بلا اجازت عید گاہ بنانے کے فقط دو گنا زوا کر کے کی اجازت دی تو ان دونوں صورتوں میں نازل کا ثواب اسی قدر ہے گا جس قدر سلطان کی وقف کردہ عید گاہ میں ملتا ہے یا اس سے کم (۲) اور صورت اولیٰ میں اگر مسلمانوں نے عید گاہ بنائی تو وہ وقف سمجھی جائے گی اور احکام عید گاہ اس کے لیے ثابت ہوں گے یا وہ زمین ملک حاکم پر یا قبی ہے اور وقف کے احکام جاری نہیں ہوں گے

(۳) اگر بے اجازت گورنمنٹ گورنمنٹی زمین پر نماز عید پڑھی گئی تو نماز بلا کراہت ہو گئی یا نہیں (۴) مصلیٰ یعنی عید گاہ کے مفہوم میں اُس کا محاط ہونا داخل ہے جیسے کہ جامع الرموز کی عبارت سے واضح ہے یا نہیں بلکہ جس جگہ نماز ہو محاط ہو یا نہ ہو وہ عید گاہ ہے۔ بیذا توجروا۔

الجواب

(۱) ہاں اتنا ہی ثواب ہے زمین وقف کردہ میں پڑھنا نہ عیدین کے سنن سے ہے نہ مستحبات سے سنت اس قدر ہے کہ صحرا میں ہو وقد کان المصلیٰ فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزمن الخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم من عادتی الارض بغیر وقف ولا بناء (۲) صحراؤں جنگلوں کی افتادہ زمینیں بادشاہ کی ملک نہیں ہوتیں وہ اصل ملک خدا و رسول پر ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث میں ہے عادی الارض للہ و رسولہ رواہ اللبیہقی فی الشعب عن طاؤس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقفا حکم وقت نے جب اجازت دیدی اور استرداد کا خوف نہ رہا اور مسلمانوں نے وقف کردی وقف صحیح لازم ہو گئی احکام مصلیٰ اُس پر جاری ہوں گے (۳) نماز بلا کراہت صحیح ہے لما مران الارض للہ و رسولہ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۴) محاط ہونا مفہوم مصلیٰ میں داخل نہیں لما قد صان الصلوۃ فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزمن الخلفاء کانت فی ارض بیضا و بد و دن بناء وما فی القہستانی فلہ علی العادۃ الحادثۃ بناء قصدا بہ التعریف لا اشتراط بناء واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ قاضی عبد الحمید صاحب از قصبہ کیکڑی ضلع اجمیر شریف ۲۸ محرم ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد عید گاہ میں جبکہ مسلمانوں میں منہج ہو اور مذہب غیر ہو تو اس صورت میں نماز عیدین کی دونوں گروہ اپنے اپنے امام کے ساتھ علیحدہ علیحدہ نماز و خطبہ ایک مسجد میں ادا کر سکتے ہیں یا نہیں جواب دو پروردگار اجر دے گا۔

الجواب

نماز عید مثل نماز جمعہ ہے نماز پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امامت کر سکتا ہے عیدین اور جمعہ کے لیے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون اور نہ ہو تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے امامت جمعہ و عیدین کے لیے مقرر کیا ہو ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لیے دو شخص امام مقرر نہیں ہوتے تو جو ان میں امام مقرر نہیں ہے اُس کی اور اُس کے پیچے والوں کی نماز نہ ہوگی اور یہاں اختلاف مذہب مثل خفیت و شافیت عذر نہیں ہو سکتا ہاں اگر ایسا اختلاف مذہب ہے کہ ان میں ایک گروہ سنی اور دوسرا وہابی یا غیر مقلد تو اس صورت میں اُس امام اور اُس کے مقتدیوں کی نماز باطل محض ہے اور سنیوں پر لازم ہے کہ اپنا امام اپنے میں سے مقرر کریں انھیں کی نماز نماز ہوگی و بس واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شریعہ بازار صندل خاں مسئلہ ہدایت الشریعہ صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

زید عید کی نماز سے پہلے درمی کا کام کرتا رہا بکرنے کہا کہ زید نے نماز سے پہلے جتنی مزدوری کی وہ حرام ہے اس لیے کہ اس نے جتنا کام قبل نماز کیا وہ ناجائز تھا آیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب

بکہ محض غلط کہتا ہے جبکہ زید نے ادا کے نماز میں قصور نہ کیا تو نہ قبل نماز کام کرنا حرام تھا نہ بعد نماز نہ اس اجرت میں کوئی حرج ہے ہاں اگر کام کے سبب نماز نہ پڑھتا تو وہ کام حرام ہوتا اجرت پھر بھی حرام نہ تھی یہ تو حلت و حرمت کا حکم ہے البتہ مستحب ہے کہ ضرورت نہ ہو تو عید کے دن نماز سے پہلے مستلقات عید کے سوا کوئی دنیوی کام نہ کرے کہ خوشی کا دن ہے نہ محنت کا اس دن کا اور دنوں سے امتیاز چاہیے اسی واسطے ہر گز وہ میں اپنی اپنی عیدوں کے دن تعطیل کا معمول ہے پھر بھی یہ کوئی واجب نہیں اور ضرورت ہو جب تو کوئی گنجائش کلام ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ نماز عید میں امام نے تکبیر تحریرہ کے بعد سورہ فاتحہ شروع کی الحمد للہ رب العالمین کہنے کے بعد مقتدی کے یاد دلانے پر تکبیر ثلثہ کہیں اور بعد تکبیرات دوبارہ قرات شروع اس شکل میں نماز ہوئی یا نہیں۔

الجواب

پہلی صورت میں نماز نہ ہوئی دوسری میں ہو گئی ایسا شخص احق بالامانہ نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از سبیل بحیث محلہ شیر محمد ۳۴ سوال ۳۳۸ مسئلہ ۳۳۸ صاحب دعوہ زالدین صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید نے ایک مسجد میں جو شہر میں واقع ہے مقتدی بن کر نماز عید الفطر پڑھی بعد اس کے زید عید گاہ گیا اور وہاں بکرام تھا اس سے نماز پڑھاتے وقت اخیر رکعت میں تکبیریں چھوٹ گئی تھیں جس سے نماز فاسد ہو گئی تب زید نے دوبارہ امام بن کر نماز عید الفطر پڑھائی حالانکہ وہ نماز مقتدی کی حالت میں پڑھ کر گیا تھا ایسی حالت میں زید کو نماز پڑھانا چاہیے تھا یا نہیں کیا زید کی نماز جو اس نے پیشتر مقتدی ہو کر پڑھی تھی صحیح ہے یا امام کی حالت میں ہے اور دیگر مقتدیوں کی نماز جنہوں نے زید کے پیچھے کچھ بنے دوبارہ حالت امام میں نماز پڑھائی ان کی نماز درست ہوئی یا نہیں۔

الجواب

زید کو امامت ہرگز جائز نہ تھی جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی ان میں جو نادان تھے ان کی نماز جانے کا وہاں بھی زید کے سربراہ درمختار میں ہے لایصح اقتداء مفتقر بمفتقر ولا ناذر بمفتقر ردالمحتار میں ہے لان النذر واجب فیلزم بناء القوی علی الضعیف ح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از سبیل ۳۸ سوال ۳۳۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند محلے کے لوگ مسجد میں جمعہ عید کی نماز پڑھتے ہیں اور ہر شخص از روئے تفاضل و تکاسل وقت معین میں حاضر نہیں ہوتے لہذا بعض لوگوں کی نماز فوت ہوتی ہے اس لیے جھگڑا فساد لڑائی برپا کرتے ہیں اب

سب محلہ والے مل کر ایک صاحب علم سے مشورہ کیا اُس نے یہ امر کیا کہ تین بنگلہ جلا نامنا سب ہے یکے بعد دیگرے اگر تیسرے بنگلے کے متصل کوئی حاضر نہ ہو تو جھگڑا لڑائی نہیں سب لوگ اس بات پر متفق ہو کر پہلے شروع کیا کہ عید کے دن تین بنگلے جلاتے ہیں اور کہتا ہے کہ یہ واسطے اعلام اور اعلان مصلیوں کے کرتے ہیں اب یہ بات جب دوسرے کوئی صاحب علم نے سنا تو کہا یہ کتنا بڑی ضل بدعت سیئہ محرمہ ہنود کا کام ہے وہ لوگ اپنے عیدوں ہتھوروں میں کیا کہتے ہیں ہرگز جائز نہیں۔

الجواب

فی الواقع یہ بدعت سیئہ ہے اور مشابہت کفار ہے اس سے بچنا واجب حدیث اذان میں اس کا فصلہ ہو چکا ناروناؤس وغیرہ سب رد کیے گئے اور اذان مقرر فرمائی گئی جس سے اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور عیدین کے لیے تو اذان کا بھی حکم نہیں احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدین میں نہ اذان دلوائی نہ اقامت کہلوائی صرف الصلاۃ جامعہ دوبار پکارا جاتا ہے اسی پر اختصار کریں اور اس سے زائد ہرگز کچھ نہ ہو تفاعل والوں کا وبال اُن پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسؤل مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عید گاہ میں مسجد کے بستر وغیرہ لے جانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

عید گاہ میں مسجد کا مال لے جانا ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از تاراکاندی مدرسہ اسلامیہ ہسٹ پاکندیہ ضلع مین سنگھ مسؤل محمد عبدالخالق صاحب سولہ تاراکاندی مدرسہ محرم ۱۳۳۲ھ

چھ ہی فرماہند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ ذیل کہ بعد نماز عیدین قبل الخطبہ یا بعد الخطبہ دعاؤ استثنیٰ جائز است یا نہ بر تقدیر اول دلیلش چہ بجا کہ کتب خفیہ باظهار دلائل متعدد بیان فرمایند کہ ہر صنف مولوی اشرف علی مرقوم است کہ با شہار صنف دعا مانگنے سے دعا مانگنا بہتر ہے۔

الجواب

بہشتی گوہر و بہشتی زیور ہر دو تصنیف ہجو کے ست کہ ہم علمائے کرام حرمین شریفین زاد ہما اللہ مشرقاً و مغرباً بالاتفاق تحریر فرمودہ اند کہ اور مدرسہ و آئنگہ ہر کہ بر اقوال طعنہ او مطلع شدہ در کفر او شک آورد خود کافرست و ایں کنا بہا بر بسیاری از مسائل فاسدہ و اغلاط کاسدہ مشتمل و دین آنا حرام و موجب ضلالت عوام و دعا بعد نماز عید با تباہ سنت عامہ و آثار خاصہ جائز و مستحب است و التفصیل فی رسالۃ مسرورہ فی العید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از تین سوکیا ڈاکخانہ خاص ضلع ڈبروگرہ ملک آسام مسؤل عبداللطیف ۱۲ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان سئلوں میں (۱) اگر تار کی خبر ہو افطار کرنا جائز ہو تو عید کی نماز پانی کے سبب دور دراز کے آدمی کی خبر گیری کے لیے اسے موقع پر ایک روز کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں (۲) اور سلم جامعہ کے سردار ہر میز گار نے کتنا کچ نماز کی

خبر سے افطار تو کر لیں گے اگر شرعاً جائز ہو لیکن ایسے تنگ وقت پڑھنے سے دور دراز کے آدمی سب نماز سے محروم رہیں گے لہذا بہتر ہے کہ دوسرے روز نماز پڑھی جائے تاکہ سب لوگ شامل ہوں اور کوئی محروم نہ رہے اب بغیر رضا سردار کے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) تارکی تو خبر معتبر ہی نہیں اگر شہادت شرعیہ ایسے وقت گزری کہ وقت تنگ ہے شہر میں اطلاع اور لوگوں کا اجتماع مقدر ہے تو دوسرے دن پڑھیں لانھا تو خبر بعد از الی الغد کما نضوا علیہ اور اگر شہر کے لیے وقت کافی ہے مگر دور دراز کے دیہات کو خبر جانا اور ان لوگوں کا آنا نہیں ہو سکتا تو واجب ہے کہ عید آج کر لیں دیہاتوں کے لحاظ سے کل کے لیے تاخیر جائز نہیں کہ نماز عید الفطر کی تاخیر بلا عذر گناہ و منوع ہے اور دیہاتوں کا نہ آ سکتا کوئی عذر نہیں کہ ان پر نماز عید واجب ہی نہیں درختار میں ہے تو خبر بعد از رکطوالی الزوال من الغد فقط والاضحی یجوز تاخیرھا الی آخر ایما الخو بلا عذر مع الکراہۃ وبالعذر ید وھا فالعذر ھنا النفی الکراہۃ و فی الفطر للصحة رد المحتار میں ہے قولہ بعد رکطو دخل فیہ ما اذا لم یخرج الامام وما اذا غم الھلال فشہدوا بہ بعد الزوال او قبلہ بحیث لا یمن جمع الناس درختار میں ہے تجب صلا تھما (ای العیدین) علی من تجب علیہ الجمعة رد المحتار میں برہان شرح مواہب الرحمن سے ہے وجوبھا محض باھل المصر و اللہ تعالیٰ اعلم (۲) او پر معلوم ہوا کہ تار پر افطار حرام ہے اور اس پر عید کر کے نماز پڑھنا بھی گناہ اور وہ نماز نہ ہوگی کہ سردار درکنار شریعت ہی کی رضا نہیں کہ پیش از وقت ہے ہاں اگر شرعی ثبوت ہو جاتا تو دیہاتوں کے لیے تاخیر ناجائز تھی اور دوسرے دن پڑھتے تو نماز ہی نہ ہوتی ایسی حالت میں سردار کے قول پر عمل ناجائز تھا اسی روز نماز عید پڑھ لینی واجب ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از اربعین مکان میر خادام علی اسسٹنٹ مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین المابعد فی فریاد علماء و فضلاء دین دریں مسئلہ کہ نماز عیدین در قصبہ خواہ شہر باشد بجز عید گاہ بشرط تکرار یا نہیں در مساجد دیگر بگزار در دست یا ممنوع و بتقدیر قاضی فاسق نماز ملاک خود قرار دادہ نماز عید دیگر مساجد شہرا بجماعت حکام بشد کنا نیدہ دہ بدیں سبب کہ مردمان شہر پس من نماز ادا نمایند پس باقتدائے فاسق نماز درست است یا نہ و حکم قضائے قاضی فاسق و پیروان او چیست بیان فرماید بالشرح بحوالہ کتب رحمہ اللہ اجمعین

الجواب

رفتن عید گاہ سنت است فی الدار المختار الخروج الیھا ای الجبانۃ لصلاۃ العید سنتہ وان وسعہم المسجد الجامع هو الصحیح اما واجب نیست اگر مسجد شہر نماز گزارند قطعاً درست و بے غلط باشد اگرچہ ترک سنت کردہ باشند فی رد المحتار الواجب مطلق التوجہ لا التوجہ الی خصوص الجبانۃ و تکرار نماز عید در مصر واحد بموضع کثیرہ بالاتفاق جائز است فی الدار المختار توؤدی بمصر واحد بموضع کثیرۃ اتفاقاً و اقتدا بفاسق معلن کردہ تحریمی قریب بحرام است و هو الذی یقتضیہ الدلیل ولا یعدل عن درایۃ ما وافتقار درایۃ علامہ ابراہیم صلی وغنیہ فرمود بکرة تقدیر الفاسق کراہۃ تحوید و کذا المبتدع پس تا وقتیکہ نماز پس صالحی صحیح القراءۃ سلیم العقیدہ یا نہ

زہنا راقتد اباد نکند اما اگر ظلم نماز دیگر مساجد بند کردہ شود و جز باقتدائے او را ہے نیابند مجبور باشند و معذور و وبال این ظلم و جبر گردن آن فاسق مغرور لا یتکلف الله نفسا الا وسعها نماز عید از اعظم شعائر اسلام است باین علت عارضہ ترکش نتوان گفت فی رد المحتار فی المعراج قال اصحابنا لا ینبغي ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح و علیہ فیکوہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانه بسبیل الی التحول و ایناں کہ بزکاح امامت جبہ و اعیاد از جانب نصاری و غیر ہم حکام زمانہ مقرر باشند از عمدہ قضا جزا تم بے مسمی و لفظ بے معنی بہرہ نداشت پس حکم قضائے ایشان چگونہ باید حکم بر وجود باشد و قضائے ایشان خود معدوم است کہ حقیقت در کن صورت قضا ہم ندارد آری اگر مراد آنست کہ فاسق یا بایں کار ہمعین کرکے شاید یا نہ ہو جواب آن است کہ ہرگز تشاید حال امامت خود حالے شد و غرض از تولیت آنکہ توشین و اشہاد است و آن خود از فاسق حاصل نباشد ۔ واللہ تعالی اعلم ۔

مسئلہ - از دین خرد ملک پرنگال محلہ کھاراموڑ مرسلہ مولوی محمد ضیاء الدین صاحب الاحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ ایک چھوٹی سی بستی میں ۱۳۱۲ھ سے بنی ہوئی ہے بعض مسلمان اہل شہر کو اپنے محلہ سے ربع میل کے قریب مسافت طے کر کے جانا پڑتا ہے اور بعض اہل محلہ ربع میل سے بھی کم چل کر داخل عید گاہ ہو جاتے ہیں سال مذکور سے جلد اہل شہر اسی عید گاہ میں برابر نماز عید ادا کرتے رہے حال میں ان اشخاص نے جن سے بہت نزدیک عید گاہ تھی باعث نفسانیت دنیوی کے عید گاہ میں نماز عید پڑھنا ترک کر دیا حالانکہ ان کو کسی نے عید گاہ میں نماز پڑھنے سے مانعت بھی نہیں کی آخر صرف اسی نفسانیت کی بنا پر یا کسی مفہد کے بہکانے سے یہ بات اپنی طبیعت سے گزرتی کہ ہم کو بانیان عید گاہ کی طرف دالے عید گاہ میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں بایں وجہ ہم نے عید گاہ میں دو گانہ ادا کرنا ترک کر دیا دو تین سال سے میدان میں جو عید گاہ کے قریب ہے نماز عید پڑھتے تھے اس سال ان کا ارادہ اسی میدان میں دوسری عید گاہ کی تعمیر کا ہے تو آیا ان چند اشخاص کو صورت مذکورہ بالا میں اپنی جدید عید گاہ کا لیے مختصر شہر میں تعمیر کرنا اذوئے شرع شریف درست ہے یا تا درست اگر درست ہے تو اب دو عید گاہوں کے ہو جانے سے قلت جماعت عید گاہ سابق موجب کمی ثواب ہے یا نہیں اور باعث قلت ثواب کے ایسی حالت میں بانیان عید گاہ جدید ٹھہریں گئے یا نہیں اگر یہ لوگ شہر سے تو عید گاہ سابق کو محض نفسانیت دنیوی کے سبب ترک کر دینے والوں کی نیت اور ثواب کثیر کو قلیل کرنے والوں کی باعث ہماری شریعت مطہرہ کیا حکم کرتی ہے ۔ بینوا تو جدوا ۔

الجواب

نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ اگرچہ بالاتفاق روا ہے مگر ایک شہر کے لیے دو عید گاہ بیرون شہر مقرر کرنا زمانہ برکت نشان حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اب تک معصوم نہیں نہ زہنا راقتد اس میں شرع مطہر و دین نور کی کوئی مصلحت خصوصاً ایسی چھوٹی بستی میں تو اگر اس میں اس کے سوا کوئی حرج نہ ہوتا تو اسی قدر اس فعل کی کراہت کو پس تھا کہ محض بے ضرورت شرعی و مصلحت دینی خلاف متواتر مسلمین ہے اور ایسا فعل ہمیشہ کردہ ہوتا ہے ذر مختار باب العیدین میں ہے لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم رد المحتار

کتاب الذبائح میں غایۃ البیان سے ہے تو ارنہ الناس فیکوہ ترکہ بلا عذر اور ہمیں سے ظاہر کہ تعدد مساجد بیجا نہ پراس کا قیاس نہیں ہو سکتا کہ وہ خود متواتر و مطلوب فی الشرع ہے سنن ابی داود و ترمذی و ابن ماجہ میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء مساجد فی الدور وان تنظف و تطیب جب یہ تعمیر مصلحت دینی سے خالی ہوئی اور اس میں کوئی منفعت دنیوی نہ ہو نا بدیہی تو محض عبث ہوئی اور ایسا ہر عبث نا جائز و ممنوع ہے ہا یہیں ہے العبث خارج الصلاة حرام فما ظنک فی الصلاة علیہ میں ہے الفرق بین العبث والسفہ علی ما ذکرہ بدرالدین الکوردی ان السفہ ما لا یغرض فیہ اصلا والعبث فعل فیہ غرض لکن لیس لبشر عی و عبارة غیر للعبث مالیس فیہ غرض صحیح لغا علیہ یہ عمارت بے حاجت کی تعمیر ہوئی اور ہر عمارت بے حاجت اپنے بنانے والے پر روز قیامت وبال ہے کما دردت بہ احادیث عند البیہقی عن انس والطبرانی عن واثلة وفیہ عن غیر ہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنگل میں بے حاجت شرعی ایک عمارت بنا کر کھڑی کر دینا اسرار ہوا اور ان حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المفسرین صورت تفسیر میں یہ سب شاعتیں خود اس فعل بے معنی میں موجود تھیں اگرچہ اس کی تعمیر براہ نفسانیت نہ ہو اور جبکہ یہ بنا براہ نفسانیت ہے جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر تو اس کا ذمہ و حدود نہ ہو نا خود واضح و روشن ہے کما لا یخفی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از موضع چندی ضلع پبلی بحیت مرسلہ حاجی نصیر الدین صاحب ۴۴ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید قرباں میں سحری سے کہ جب تک مساد نہ پڑھی جاوے کھانا نہ کھاوے یعنی جو کہ نگاہ رکھے اپنے آپ کو کھانے اور پینے سے اور جماع کرنے سے دن قربانی کے یہاں تک کہ پڑھی جاوے نماز عید کی اب مردان اہل اسلام دن قربانی کے دس ذی الحجہ کو اپنے اپنے مکان سے کھانا کھا کر اور حقہ پانی پی کر واسطے نماز عید کے چید گاہ کو جاتے ہیں یہ حکم نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکم عدولی کرتے ہیں تو ان کے واسطے شرع مشرعی سے کیسے ہیں اس امر میں ان سے کیا کہا جائے گا اور نماز ان کی صحیح طور پر ہوگی دیا کوئی نقص ان کی نماز میں عائد ہوگا۔ بینوا و تجروا

الجواب

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث قوی جس طرح سائل نے ذکر کی وارد نہیں ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ثابت ہوا ہے کہ عید قرباں میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھاتے بعد نماز گوشت قربانی سے تناول فرماتے الترمذی و ابن ماجہ عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یمخرج یوم الفطر حتی یأکل وکان لا یأکل یوم الفطر حتی یصلی و رواہ الدارقطنی فی سننہ وفیہ حتی یوجع فیأکل من اخصیئہ صحیح ابن قطان و فی اوسط الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال من السنۃ ان لا یمخرج یوم الفطر حتی یطعم ولا یأکل یوم الفطر حتی یرجع بہر حال یہ امر استحبالی ہے یعنی کرے ثواب نہ کرے تو حرج نہیں ایسے امر کے ترک کو حکم عدولی نہیں کہہ سکتے اور نماز میں نقص کا تو کوئی احتمال ہی نہیں درمختار میں ہے یندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضم ولواکل لم یکوہ اہ باختصار و اہتمام

ای یندب الامساك عما يفطر الصائم من صبحه الى ان يصلي قال في البحر وهو مستحب ولا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بد لها من دليل خاص اه وفي البدائع ان شاء ذاق وان لم يشأ لم يذوق والادب ان لا يذوق شيئاً الى وقت الفراغ من الصلاة حتى يكون تناوله من القربان اه اه مختصوا والله تعالى اعلم۔

مسئلہ - زید بنیر کچھ اپنی رائے ظاہر کرے علمائے حاضرہ کی تحقیق و ثبوت شہادت صحیح جانکر سہ شنبہ کو دس ذی الحجہ یعنی جانکر عید اضحیٰ کی امامت کراتا ہے لیکن شب سہ شنبہ کو ایک بڑے متدین مستند عالم تشریف لائے اور انھوں نے ثبوت ہدویت صحیح نہ جانکر سہ شنبہ کو عید نہیں کی لوگوں سے کوشش کرائی گئی کہ کسی صورت سے مجھ کو ثبوت رویت معلوم ہو جائے تو میں بھی عید کروں مگر کسی سے پتہ نہیں چلا جن کے پاس ثبوت گزرا وہ اس قدر فرما کر بس کر گئے کہ مجھے سچا جانتے ہیں تو عید کریں ورنہ جواب کچھ نہیں اس وجہ سے ایک عالم صاحب نے عید نہیں کی ان کے موافق موجود علماء میں سے ایک عالم اور ہو گئے زید امامت و خطبہ سے فارغ ہو کر یوں کہتا ہے کہ دینی بھائیو آج عید ہے اور نماز بھی پڑھے مگر قربانی جو دس گیارہ بارہ کو جائز ہے بجائے سہ شنبہ کے چار شنبہ کو کروا اعتیاداً تو بہتر ہو اس آخری فقرہ پر بول ہوتا ہے لوگوں کی جانب سے کہ کیا مطلب احتیاط کا تو زید جواب دیتا ہے کہ اگر آج قربانی کر دے تو جن علماء نے عید نہیں کی وہ فرمائیں گے کہ قربانی نہیں ہوئی اور اگر چار شنبہ کو کر دے تو سب بالاتفاق فرمائیں گے کہ صحیح ہے اور اختلاف سے بچنا اولیٰ زید اس فقرہ کے تعلق سے مجرم شرعی ہے یا نہیں اور جو لوگ مشورہ کر کے اور لوگوں کو فراہم کر کے اپنے زعم میں زید کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں کوشش تبلیغ کرتے ہیں کہ جرم ثابت ہو گیا اچھا کام کرتے ہیں یا نا محمود۔

الجواب

زید اس فقرہ کے سبب مجرم شرعی نہیں کہ احتیاط کرنے اور اختلاف متبصر شرعی سے بچنے کا حکم شرع مطہر میں ہے اتنی بات پر جو اُسے ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اچھا کام نہیں کرتے بلکہ گناہ کے ساعی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل المسلم علی المسلم حرام ماله ورضضہ ودمہ حسب امرئ من الشر ان یحقر اخاه المسلم سلمان کا سب کچھ دوسرے سلمان پر حرام ہے اُس کا مال اُس کی آبرو اُس کا خون آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے سلمان بھائی کی تحقیر کرے رواہ ابوداؤد وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ البتہ وہ نماز کہ پڑھی اُس میں بہت شقوق ہیں جن میں سے شخص یہ کہ اگر وہ جن کو علمائے حاضرہ کہا رہی علماء ہیں نہ فقیہ ماہر جن کے فتوے پر اعتماد جائز ہو تو ان کی تحقیق پر وثوق جائز نہ تھا اور اگر اُس وقت تک ان کی بات زید کے حق میں لائق وثوق تھی اور جب دوسرے عالم جن کو بڑے متدین مستند عالم کہا ہے انھوں نے وہ ثبوت صحیح نہ جانا تو زید کو اگلوں کے بیان پر وثوق نہ رہا اور سہ شنبہ کو دسویں ہونا بے ثبوت ہو گیا پھر نماز پڑھی تو نماز ہی نہ ہوئی کہ نماز کے لیے جس طرح وقت شرط ہے یہ ہیں اعتقاد مصلیٰ میں وقت آجائنا شرط ہے مثلاً اگر صبح کی نماز پڑھی اور اُسے طلوع صبح میں شہہ تھا نماز نہ ہوئی اگرچہ واقع میں صبح ہو گئی ہو ردالمحتار میں ہے وکن ای شرط اعتقاد دخولہ فلو شک لم یصح صلاتہ وان ظہرانہ قد دخل اور اگر وہ قابل وثوق تھے اور اُسے وثوق ہی رہا تو قربانی میں احتیاط کی کیا حاجت تھی اور بھی تو کیا نماز میں احتیاط نہ کار نہ تھی عید اضحیٰ کی نماز بھی بارہویں تک

ہو سکتی ہے اگرچہ بلا عذر تاخیر مکروہ ہے تنویر الابصار میں ہے بیجوز تاخیر ہالیٰ آخر ایام النحر بلا عذر مع الکراہۃ وہ بد و فحشا۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کانپور محلہ نئی سڑک مدرسہ حاجی فییم بخش صاحب عرف چھٹن مورخہ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں عمرو نے نماز عید الاضحیٰ اپنی امامت سے کثیر التعداد مقتدیوں کے ساتھ ادا کی غلطی و خطبہ کے بعد عمرو نے بوجہ اختلاف روایت قربانی کے لیے بحیال مزید احتیاط مانعت کی بکرنے دوسرے روز نماز عید الاضحیٰ مع قلیل التعداد مقتدیوں کے شہر کی ایک مسجد میں پڑھی عمرو نے جو ہنگام ادا کیے نماز وہاں موجود تھا بیکری اقتدا میں تکرار نماز کی پس اسی صورت میں عمرو کی کوئی نماز واجب اور کون نفل ہوگی - بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالیٰ -

الجواب

پہلے دن اگر عمرو کو روز عید ہونے میں شک تھا یا بلا ثبوت شرعی عید مان کر نماز عید پڑھ لی تھی تو وہ نماز ہی نہ ہوئی یہ دوسری ہی واجب واقع ہوئی اور اگر بے ثبوت شرعی بلا تردید پہلے دن پڑھی تو وہی واجب تھی دوسری بلا وجہ رہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از ملک بنگالہ ضلع کمرہ موضع چاند پور مدرسہ مولوی عبد المجید صاحب غرہ صفر ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز عید الاضحیٰ کی نیت میں عید الاضحیٰ کے معنی یوں کے نویت ان اصلی اللہ تعالیٰ رکعتی صلاۃ العید الاضحیٰ الخ تو نماز اس کی صحیح ہوگی یا نہیں بینوا اللہ توجروا عند اللہ -

الجواب

اگرچہ یہ لفظ غلط ہے صحیح صلاۃ عید الاضحیٰ ہے مگر نیت زبانی کی نماز میں حاجت نہ وہ نماز کے اندر ہے نہ اس میں غلطی ہے تو اس غلطی کا صحت نماز پر اصلاً اثر نہیں ہو سکتا دل میں عید الاضحیٰ ہی کا قصد ہے اگرچہ نام میں غلطی کی بلکہ دل میں نماز عید الاضحیٰ کا ارادہ کرتا اور زبان سے عید الفطر بلکہ شلاً نماز تراویح کا نام نکلتا ہے اس نماز سے کوئی مینا سبت ہی نہیں جب بھی صحت نماز میں شبہ نہ تھا کہ نیت فعل قلب ہے جب قلب کا ارادہ ہے زبان کا کچھ اعتبار نہیں درمختار میں ہے الاعتبار فیہا عمل القلب الا لازم للارادة فلا عبرة للذکر باللسان وان خالف القلب لانه كلام لا نية رواحتار میں ہے فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصا وهو اجزاء كما فی الزاہدی قہستانی واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ - از شہر بریلی محلہ ملو کپور مسئلہ منشی ہدایت یار خاں صاحب قلیں ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عید گاہ مثل مساجد قابل حرمت و وقف ہے یا نہیں اس کا حکم حکم مسجد ہے یا نہیں اس احاطہ کے اندر غیر قویں جوتے پہنچے ہوئے جاسکتی ہیں یا نہیں اور اس چار دیواری کے اندر خرید و فروخت ہو سکتی ہے خطبہ کے وقت دکانداروں یا خانچہ والوں کا گشت اس میں جائز ہو سکتا ہے یا نہیں بالتشریح اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے -

الجواب

عید گاہ ایک زمین ہے کہ مسلمانوں نے نماز عید کے لیے خاص کی امام تاج الشریعہ نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ وہ مسجد ہے اُس پر تمام احکام احکام مسجد ہیں نہایت میں اگرچہ مختار للفتویٰ یہ رکھا کہ وہ عین مسجد نہیں مگر اُس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اُس کی تنظیم و تطہیر ضروری نہیں غیر وقت نماز و خطبہ میں اُس میں خرید و فروخت قول اول پر مطلقاً حرام ہے اور خرید و فروخت کے لیے اُسے متعین کرنا بالاتفاق حرام ہے اذ لا يجوز تغيير الوقت عن هيأته فضلا عن ضيعته كما في الهندية وغيرها اور یوں کہ اتفاق غیر وقت نماز و خطبہ میں ایک کے پاس کوئی شے ہو وہ دوسرے کے ہاتھ بیچ کرے قول دوم پر اس میں حرج نہیں وقت نماز یا خطبہ میں خواجہ والوں کا گشت بلاشبہ ممنوع و واجب الانسداد ہے کہ محل استماع و ناقض ہے اور ان کے غیر اوقات میں وہی اختلاف قولین یہ ہیں کفار کی آمد رفت خصوصاً جو تاپنے کی یہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے نہ وہ جنابت سے کماحقہ فی الحلیۃ و بدینہ فی فتاویٰ مختار میں ہے اما المتخذ لصلاة جنازة او عید فهو مسجد فی حق جواز الاقضاء و ان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نمایہ ردالمحتار میں ہے قال فی البحر ظاہرہ انہ يجوز الوطء والبول والتخلى فيه ولا ينجي ما فيه فان الباني لم يعد له لذلك فينبغي ان لا يجوز ان حکمنا بكونه غير مسجد واما نظهر فائدہ فی حق بقیۃ الاحکام وحل دخوله للجنب والحائض انتھے اُسی میں ہے صحیح تاج الشریعۃ ان مصلی العید لہ حکم المساجد والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید کو امام نے اس طور ادا کی کہ پہلی رکعت میں بعد شتا کے اول قرات سے چار تکبیریں کہیں دوسری رکعت میں قبل قرات کے چار تکبیریں کہیں اور قرات کر کے نماز تمام کی یا پہلی رکعت میں بعد شتا کے تین تکبیریں کہیں بعد کو قرات اور دوسری رکعت میں اول میں تین تکبیریں کہیں اور قرات ادا کر کے نماز تمام کی تو اس صورت سے نماز عید جائز ہوگی یا نہیں۔ بیذوا وجہوا

الجواب

پہلی صورت میں دو باتیں خلاف اولیٰ کہیں چار چار تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت قبل قرات تکبیر ہونی اور دوسری صورت میں صرف ہی بات خلاف اولیٰ ہونی مگر دونوں صورتوں میں نہ نماز میں نقصان آیا نہ کسی امر ناجائز و گناہ کا ارتکاب ہوا ہاں بہتر نہ کیا درمختار میں ہے ہی ثلاث تکبیرات فی کل رکعة و لو زادنا بعد الی ستمۃ عشی لانہ ما نور ردالمحتار میں ہے ذکر فی الجہان الخلاف فی الاولیۃ و ثنویۃ فی الحلیۃ درمختار میں ہے یوالیٰ ند بابین القرائتین ردالمحتار میں ہے اشار الیٰ انہ لو کبر فی اول کل رکعة جاز لان الخلاف فی الاولیۃ۔ والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسماعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۵ صفر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عید اضحیٰ میں بعد اختتام نماز منبر پر گیا اور خطبہ شروع کیا اثنائے خطبہ اولیٰ میں

مستمعین سے کہ آپ لوگ ذرا زور سے سبحان اللہ پڑھیں سب چپ رہے پھر دوبارہ بارہ کہہ کر لوگوں کو مجبور کیا کہ کیوں نہیں پڑھتے تم لوگوں کا
 موقع کیوں بند ہو گیا تب لوگوں نے باوازی بلند سبحان اللہ پڑھنا شروع کیا پھر لبیک واللہ اکبر کہلوا یا پھر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
 پڑھو یا پھر فتنہ خطبہ پڑھ کر منبر پر بیٹھا اور اُن کو خطبہ ثانیہ شروع کیا ابھی خطبہ ثانیہ تمام ہونے نہ پایا تھا کہ لوگوں کو کھڑے ہو کر یا نبی سلام
 علیک یا رسول سلام علیک پڑھنے کو کہا چنانچہ لوگوں نے اُن کو زور زور سے یا نبی سلام علیک مع اشعار اردو کتب میلاد مروجہ
 بہ ترنم پڑھا اور زید نے پھر کچھ اردو میں دعا مانگا اور خطبہ ثانیہ کو اسی طرح ناتمام چھوڑ دیا آیا یہ فعل موافق سنت شوارثہ ہوا یا خلاف سنت سراسر
 بدعت اور ایسا کرنے والے پر عند اللہ کیا حکم لگایا جائے گا۔ بینوا تو حروا۔

الجواب

حالت خطبہ میں کلام اگرچہ ذکر ہو مطلقاً حرام ہے اذ اخراج الامام فلا صلاۃ ولا کلام امام نے یہ جو کچھ کیا سب بدعت شنیعہ سیئہ ہے
 اُن جاہلوں کا وبال بھی اُس پر نہیں اس کے کہ اُن کے وبال میں کمی ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من دعا الی ہدی
 کان لہ من الاجر مثل اجر من تبعہ لا ینقص ذلک من اجرہم شیئاً ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من اللہ مثل
 اثام من تبعہ لا ینقص ذلک من اثامہم شیئاً رواہ الاثمۃ احمد ومسلم والاربعة عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 واللہ تعالیٰ اعلم

باب الکسوف والاستسقاء

مسئلہ - از محلہ کوٹ پرگنہ سنہل ضلع مراد آباد مکان مولوی لائق احمد صاحب مدرسہ مظہر حسین صاحب ۲۳ رذی قعدہ ۱۳۳۱ھ
 نماز استسقاء ہے یا دعا اور استسقاء کیسے وقت میں ہونا چاہیے۔ بینوا تو حروا

الجواب

نماز استسقاء صاحبین کے نزدیک سنت ہے اور اسی پر عمل ہے اور اُس وقت ہونا چاہیے جبکہ حاجت شدید ہو اور امید منقطع ہو چکی ہو
 اور لوگ اُس کے آداب کے طور پر اُسے بجائیں خشیت و خضوع اُس کی اصل ہے اور وہ آج کل اکثر قلوب سے مرفق الا ماشاء اللہ
 اس ملک میں ہمسایہ کفار ہیں ہماری بے طور یوں کے باعث کہ دعا کے طور پر دعا کرتے ہیں نہ نماز کے طور پر نماز پڑھتے اگر حاجت نہ فرمائی
 جائے تو کفار کے مضحکہ کا اندیشہ ہے اس لیے یہاں کی حالت کے مناسب تر اُس عمل پر اقتصار رہے جو قرآن عظیم میں نزول بابان رحمت
 کے لیے ارشاد ہوا یعنی کثرت استغفار و توبہ بہ عزیز غفار فقل تستغفر واربکم انه کان غفار یرسل السماء علیکم مدراسا
 واللہ تعالیٰ اعلم

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اپریل ۱۹۸۰ء میں رضا اکیڈمی نے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل دیوبند کا ترجمہ قرآن کنزالایمان شریف شائع کیا تھا جس کا اجراء خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور برہان ملت مولانا برہان الحق صاحب جیلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں ہوا تھا۔

کنزالایمان شریف کا ایک نسخہ جب آقائے نعمت دریا سے رحمت سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھایا گیا تو آپ نے دست مبارک اٹھا کر رضا اکیڈمی اور اس کے اراکین کو دعاؤں سے نوازا۔ پس پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے اس محبوب بندے کے ہاتھوں کی ایسی لاج رکھی کہ جس کا فیضان دنیا دیکھ رہی ہے۔ کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے

ٹھیک ہونا م رضا تم پہ کردروں درود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ اور اس کے رسول کے کرم سے رضا اکیڈمی کے ذریعہ جو بھی خدمت ہو رہی ہے وہ فیضان ہے سیدنا حضور غوث اعظم کا سیدنا اعلیٰ حضرت کا حضور مفتی اعظم کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس ادارہ کی جانب سے ۷۵ سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کنزالایمان شریف کا اردو انگریزی ایڈیشن (ہندی ایڈیشن زیر تکمیل ہے) بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف یہ تینوں درسی کتابیں مدارس دینیہ کو احمدیہ مفت تقسیم کی جا رہی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد ۸۵ میں شائع ہو چکی ہے اور اب آپ کے ہاتھوں میں قریب قریب مکمل فتاویٰ رضویہ کی جلدیں موجود ہیں۔ دعا فرمائیں کہ رب و تدبیر رضا اکیڈمی سے مسلک حقہ کی خدمت لبتا ہے اور پیغام رضا کو دنیا بھر میں پہنچانے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسی میں مفتی اعظم: محمد سعید نوری

۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ